سلف صالحینؒ کی عمدہ تفاسیر کا لُبِ لباب مُستند معرکۃ الآرا عام فہم تفسیر جس میں ادیان باطلہ کے اعتراضات کا شافی جواب اور اُن کا رد بھی تقابل ادیان کے لیے بھی بے نظیر تفسیر

تفسیر فتح المنّان

المشہور بہ

تفسیرِ حقّانی

مُفصل عنوانات کے اضافہ اور الفاظ کی تسہیل کے ساتھ پہلی بار

تالیف: فخر المفسرین علّامہ ابو محمد عبد الحق حقانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

عنوانات تسہیل: مولانا محمد عابد قریشی صاحب متخصص فی الفقہ و فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

جلد ۳

دار الاشاعت

اُردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون: 32631861

سلف صالحین کی عمدہ تفاسیر کا لُبّ لباب مُستند معرکۃ الآرا عام فہم تفسیر جس میں ادیان باطلہ کے
اعتراضات کا شافی جواب اور اُن کا ردّ بھی حوالے کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے تقابل ادیان کے لیے بھی بے نظیر تفسیر

تفسیر فتح المنّان

المشہور بہ

تفسیر حقّانی

مُفصّل عنوانات کے اضافہ اور الفاظ کی تسہیل کے ساتھ پہلی بار

جلد سوم

سورة الكهف تا سورة النجم

تالیف
فخر المفسرین علامہ ابو محمد عبدالحق حقّانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

تسہیل و عنوانات
مولانا محمد عابد قریشی صاحب
متخصص فی الفقہ و فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

دار الاشاعت
اُردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 021-32213768

عنوانات و تسہیل کے جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی

طباعت : جولائی ۲۰۱۳ء علمی گرافکس

ضخامت : تقریباً 2800 صفحات ۴ جلد

www.darulishaat.com.pk

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

﴿............ملنے کے پتے............﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم اردو بازار کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد

مکتبہ معارف القرآن جامعہ دارالعلوم کراچی
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم اردو بازار لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

﴿انگلینڈ میں ملنے کے پتے﴾

AZHAR ACADEMY LTD.
54-68 LITTLE ILFORD LANE
MANOR PARK, LONDON E12 5QA

ISLAMIC BOOKS CENTRE
119-121, HALLI WELL ROAD
BOLTON BL 3NE, U.K.

﴿امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

فہرست مضامین
تفسیر حقانی جلد سوم

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
سورۂ کہف	۲۱	حضرت خضر علیہ السلام و حضرت موسیٰ علیہ السلام میں جدائی	۴۵
اوصاف قرآن مجید	۲۲	چند اہم ابحاث	۴۶
اہل ایمان کے لئے بشارت	۲۲	تحقیق خضر	۴۷
ارواح غیر مرئیہ وغیرہ کو خدا کی اولاد سمجھنے کی ممانعت	۲۳	حضرت خضر علیہ السلام	۴۸
رسول اللہ ﷺ کو تسلی	۲۳	ہنود کے معارضہ کا جواب	۴۹
اہل ایمان کو تسلی	۲۳	پارہ (۱۶) قَالَ اَلَمْ اَقُلْ	۵۱
واقعہ اصحاب کہف	۲۶	ذوالقرنین کا حال اور اس کا سفر	۵۱
اصحاب کہف والرقیم	۲۷	مشرق کا سفر	۵۲
غار میں رہنے کی کیفیت	۲۸	ذوالقرنین کا تیسرا سفر	۵۳
اصحاب کہف بیدار ہوتے ہیں	۲۹	خروج یاجوج وماجوج	۵۳
اصحاب کہف کی تعداد	۳۰	ذوالقرنین کون تھا؟	۵۴
شانِ نزول	۳۳	ذوالقرنین کہاں تھا؟ اور کب تھا	۵۶
ان شاء اللہ کہنے کی ترغیب	۳۳	دیوار ذوالقرنین	۵۶
لوگوں کو قرآن سنانے کا حکم	۳۴	اوّل دیوار	۵۶
ربط آیات سبب نزول	۳۵	دیوار دوم	۵۸
مسلمانانِ غرباء کے ساتھ نشست و ٹھہرنے کا حکم	۳۵	دیوار سوم	۵۸
ایک تمثیلی واقعہ سے دنیا کی بے ثباتی کا بیان	۳۷	دیوار چہارم	۵۹
دنیا کی بے ثباتی پر دوسری مثال	۳۸	دیوار پنجم	۵۹
مال و اولاد کی کیفیت	۳۸	ازالۃ الغین عن قصۃ ذوالقرنین	۶۰
عالم آخرت سے غافل کرنے والی دو چیزیں	۴۰	ذوالقرنین کی وجہ تسمیہ	۶۱
ابلیس کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدۂ تعظیمی کرنے سے انکار	۴۰	ذوالقرنین کے احوال	۶۱
روزِ محشر معبودانِ باطلہ کی بے بسی	۴۰	مغربی سفر	۶۳
اعمال سیہ اور اس کے نتائج	۴۲	قوم یاجوج وماجوج	۶۴
مسئلہ نبوت کے متعلق دوسرا واقعہ	۴۳	یافث کے بیٹے	۶۷
پس منظر	۴۴	کافروں کے زعم باطل پر رد	۶۸
حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات	۴۴	چند اہم ابحاث	۷۰
	۴۵	سورۂ مریم	۷۱

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
تذکرہ حضرت زکریا علیہ السلام	۷۳	ذکر کے فوائد	۹۵
حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا	۷۴	نرم گفتار کا اثر	۹۵
حضرت یحییٰ علیہ السلام کے اوصافِ حمیدہ	۷۴	فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باہم گفتگو	۹۷
تذکرہ حضرت مریم علیہا السلام	۷۵	فرعون کا مکر	۹۷
پیدائش حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۷۶	جادو کا مقابلہ	۹۹
حضرت مریم علیہا السلام کا انتقال	۷۷	جادوگروں کا سجدے میں گر پڑنا اور اسلام لانا	۹۹
چند اہم ابحاث	۷۹	ایمان داروں کی تائید	۱۰۱
کفار کی غفلت	۸۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل لے جانے کا حکم	۱۰۱
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ	۸۲	بنی اسرائیل پر کیے گئے احسانات کی یاددہانی	۱۰۱
حضرت موسیٰ و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کا تذکرہ	۸۳	نزول من سلویٰ	۱۰۲
حضرت ادریس علیہ السلام کا تذکرہ	۸۳	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا طور پر چالیس دن رات گذارنا	۱۰۳
انعام پانے والے لوگ	۸۴	بچھڑے کی عبادت	۱۰۳
شانِ نزول	۸۵	قوم کو حضرت ہارونؑ کی تنبیہ	۱۰۳
بعث بعد الموت پر شبہات	۸۵	بچھڑے کی تخلیق کیسے ہوئی	۱۰۵
دوزخ پر ہر انسان کا گذر ہوگا	۸۶	قرآن سے اعتراض کا نتیجہ	۱۰۵
مشرکین کا خیال باطل اور اس پر رد	۸۶	احوال قیامت	۱۰۷
گمراہوں کے لیے مہلت	۸۷	سابقہ طرز پر قرآن کا نزول	۱۰۷
ایک ناخلف کی کیفیت اور آیت کا شان نزول	۸۸	قرآن کریم کے پڑھنے میں جلدی نہ کرنے کا حکم	۱۰۷
قیامت کا اجمالی حال	۸۸	ابلیس کی شیطانیت	۱۰۸
خدا کے لیے اولاد ثابت کرنے کی شدید مذمت	۸۸	شقاوت کی دو قسمیں	۱۰۹
اعمال صالحہ کی خوبی	۸۹	آنحضرت ﷺ کو صبر کی تلقین اور تسبیح کا حکم	۱۱۰
سورۂ طٰہٰ	۹۰	آرائش دنیا آخرت کے مقابلے میں ہیچ ہے	۱۱۱
سورت کا شان نزول	۹۰	عزو اقارب کو نماز کی تاکید کا حکم	۱۱۲
قرآن مشقت کے لیے نہیں اتارا گیا	۹۰	پارہ (۱۷) اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ	۱۱۳
اللہ کی حکومت	۹۱	انسان کے حساب کا وقت اور اس کی غفلت	۱۱۳
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تفصیلی واقعہ	۹۲	کفار کی عادتِ رذیلہ	۱۱۴
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے رب سے ہم کلام ہونا	۹۲	کفار مکہ کو قرآن کے جادو کہنے میں استقلال نہ تھا	۱۱۶
اصولِ دین	۹۲	اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کسی کو راہِ فرار نہیں	۱۱۷
معجزۂ عصاء	۹۳	زمین و آسمان کی تخلیق کو کھیل نہ سمجھو	۱۱۷
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے رب سے چار چیزیں طلب کرنا	۹۴	اللہ تعالیٰ اولاد سے منزہ ہے	۱۱۷
حضرت ہارون علیہ السلام کے نبوت کی درخواست	۹۴	آسمان وزمین میں دو خدا ہوتے تو کیا ہوتا؟	۱۱۸

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
شرک پر کوئی دلیل نہیں	۱۱۹	دسواں قصہ	۱۳۶
فرشتے اللہ کے معزز بندے ہیں	۱۱۹	گیارہواں قصہ	۱۳۶
توحید پر چند دلائل	۱۲۰	اختلاف سے اجتناب	۱۳۸
ہر چیز کی پانی سے پیدائش	۱۲۱	یاجوج و ماجوج	۱۳۸
آسمان کو محفوظ چھت بنایا	۱۲۱	دوبارہ تخلیق	۱۳۹
رات و دن سورج و چاند کی تخلیق	۱۲۳	زبور کی تفسیر	۱۳۹
دنیا ہمیشگی کا گھر نہیں ہے	۱۲۳	ارض کی تفسیر	۱۳۹
آیت کا شانِ نزول	۱۲۳	مؤمنین سے وعدۂ الٰہی	۱۳۹
انسان کی فطرت میں جلد بازی	۱۲۳	آنحضرت ﷺ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں	۱۴۰
آپ ﷺ کو تسلی	۱۲۴	**سورۃ الحج**	۱۴۱
مصائب سے حفاظت صرف رحمٰن ہی کی شان ہے	۱۲۴	ماقبل سورت سے ربط	۱۴۱
کفار کے اعراض کی وجہ	۱۲۴	قیامت کے الزلے کی کیفیت اور تقویٰ کی تاکید	۱۴۲
کفار کے مغلوب ہونے کے قرائن	۱۲۴	اللہ کی باتوں میں جھگڑنے والے	۱۴۲
نَنْقُصُهَا کا مصداق	۱۲۶	وقوع قیامت پر دو دلیلیں	۱۴۳
میزان انصاف اور اعمال کا وزن	۱۲۶	کفار کی جاہلانہ محبت اور اس کی سزا	۱۴۴
چند اولوالعزم انبیاء کا تذکرہ	۱۲۸	دنیاوی منافع کے لیے دین حاصل کرنے کی مذمت	۱۴۵
حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رُشد و ہدایت	۱۲۸	مؤمنین کا انجام	۱۴۵
تماثیل کی تفسیر	۱۲۹	حاسدین کے تدابیر سے کچھ نہ ہوگا	۱۴۵
حضرت ابراہیم کو زندہ جلانا اور آگ کا ٹھنڈا ہونا	۱۳۱	اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہدایت عطا فرماتا ہے	۱۴۶
یہ تیسرا قصہ	۱۳۱	اللہ تعالیٰ کے آگے تمام کائنات سرنگوں ہے	۱۴۷
یہ چوتھا قصہ	۱۳۱	مخلوقات کا اللہ تعالیٰ کو سجدہ	۱۴۷
حضرت داؤد علیہ السلام پر انعامات	۱۳۲	دو فریق اور ان کا انجام	۱۴۹
حضرت سلیمان علیہ السلام کے انعامات کا ذکر	۱۳۲	فرمانبردار فریق پر انعامات	۱۴۹
ہوا اور جنات کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع ہونا	۱۳۴	نافرمان فریق کے احوال	۱۴۹
پانچواں قصہ حضرت ایوب علیہ السلام	۱۳۴	مسجد حرام کے چند اوصاف	۱۵۱
صبر و شکر کا امتحان	۱۳۵	حج کے فوائد و منافع	۱۵۱
حضرت ایوب علیہ السلام کی امتحان میں کامیابی	۱۳۵	حج کے فوائد دینیہ	۱۵۲
حضرت ایوب علیہ السلام کا زمانہ کونسا ہے؟	۱۳۵	قربانی کا گوشت کھانے کی اجازت	۱۵۲
حضرت ذوالکفل کون ہے	۱۳۵	بیت اللہ کا طواف	۱۵۲
حضرت ذوالکفل کی وجہ تسمیہ	۱۳۵	حرمات اللہ	۱۵۲
نواں قصہ حضرت یونس علیہ السلام	۱۳۶	حلال جانوروں کی قربانی	۱۵۳

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
جھوٹی بات سے بچنے کا حکم	۱۵۴	سورت کا زمانہ نزول اور فضیلت	۱۶۹
جانوروں میں انسان کے منافع	۱۵۴	ماقبل سورت سے ربط	۱۶۹
فیہا کی ضمیر کا مرجع	۱۵۵	مکارم اخلاق کے اصل الاصول	۱۶۹
قربانی پر اعتراض اور اس کے جواب	۱۵۵	نماز میں خشوع خضوع	۱۶۹
الزامی جواب	۱۵۵	بیہودہ باتوں سے اجتناب	۱۷۰
مخبتین کے اوصاف	۱۵۶	پاکدامنی کا حکم	۱۷۰
محتاجوں کو قربانی کا گوشت کھلانا	۱۵۶	امانت وعہد کی پاسداری	۱۷۰
تحقیقی جواب	۱۵۶	حشر نشر کے وقوع پر دلائل	۱۷۱
ذبح کرنے کے وقت کی تکبیر	۱۵۶	ظاہری مشاہدات	۱۷۱
مسلمانوں کی حمایت اور کفار سے نفرت کا اظہار	۱۵۸	سات راستوں کی تخلیق	۱۷۱
اجازت جہاد کی پہلی آیت	۱۵۸	خلق کی نگرانی	۱۷۲
مسلمانوں کو امداد کا وعدہ	۱۵۸	پانی کے ذخائر وفوائد	۱۷۲
اجازت جہاد کا سبب	۱۵۸	زیتون کا تیل وشرف	۱۷۲
مجاہد کو اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ کرنا چاہیے	۱۵۹	چوپائیوں کی تخلیق میں انسان کے فوائد	۱۷۳
ہر بات کا انجام اللہ کو معلوم ہے	۱۵۹	انبیاء گذشتہ کے تذکرے	۱۷۴
عذاب کو جلدی طلب کرنا عبث ہے	۱۵۹	حضرت نوح علیہ السلام کی دعا اور کشتی کی تیاری کا حکم	۱۷۵
آخرت کا ایک دن ہزار سال کے برابر ہے	۱۶۰	کفار کے بے ہودہ شبہات	۱۷۶
نیک وبد کا صلہ	۱۶۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کے معجزات	۱۷۷
شیطانی توہمات اور ان کا ابطال	۱۶۱	اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کھلی نشانی	۱۷۸
ایک باطل خیال کا ابطال	۱۶۲	کفار کے شبے کا علاج	۱۷۸
مہاجرین کی فضیلت	۱۶۳	کفار کو ڈھیل دی گئی	۱۸۰
دن رات کا آنا اللہ کی قدرت کا مظہر ہے	۱۶۳	شریعت کا کوئی حکم طاقت انسانی سے باہر نہیں	۱۸۰
ایک زبہ کا ازالہ	۱۶۴	ہر انسان کا اعمال نامہ اللہ کے پاس موجود ہے	۱۸۰
اللہ تعالیٰ کو ہر بات معلوم ہے	۱۶۴	قرآن میں غور وفکر کیا جائے	۱۸۱
غیر اللہ کی عبادت بے سند بات	۱۶۴	نبی کی دعوت وتبلیغ بے لوث ہے	۱۸۳
خیالی معبودوں کا عجز وبے بسی	۱۶۵	اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا بیان	۱۸۴
فرشتوں اور انسانوں میں سے اللہ کے پیغمبر	۱۶۶	اللہ تبارک وتعالیٰ اولاد سے پاک ہے	۱۸۵
مؤمنین کو عبادت کا حکم	۱۶۶	مؤمنین کو ایک دعا کی ہدایت	۱۸۶
مذکورہ آیت کے سجدے میں فقہاء کے اقوال	۱۶۶	برائی کا جواب بھلائی سے دینے کی تلقین	۱۸۶
آیت میں جہاد سے کیا مراد ہے؟	۱۶۸	شیطان سے استعاذہ	۱۸۶
پارہ (۱۸) قَدْ اَفْلَحَ	۱۶۸	نزع کے وقت کفار کا پچھتاوا	۱۸۷

عنوانات	صفحہ
قیامت کی کیفیت	۱۸۸
منکرین قیامت سے سوال	۱۸۹
دنیا کی زندگی کی حقیقت	۱۸۹
دوسری زندگی کے بغیر حیات دنیا بے مقصد ہے	۱۹۰
سورۃ النور	۱۹۰
سورت کا خلاصہ اور ماقبل سورت سے ربط	۱۹۱
سورت کے احکام وفضائل	۱۹۱
زنا کی تعریف	۱۹۲
زنا کے دنیاوی واُخروی نقصانات	۱۹۲
شرائع سابقہ اور اسلام میں زنا کی سزا	۱۹۲
اوائل اسلام میں زنا کی سزا	۱۹۳
زنا کی سزا لوگوں کے سامنے ہو	۱۹۴
حدِ قذف کا بیان	۱۹۴
محصنات سے کیا مراد ہے؟	۱۹۴
وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ سے کون مراد ہیں؟	۱۹۵
جن پر کہ جرم تہمت قائم ہو پھر کیا سب کو یہی سزا ہونی چاہیے؟	۱۹۵
اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا... الخ کس سے استثناء ہے؟	۱۹۵
لعان کا بیان	۱۹۶
لعان کا حکم	۱۹۶
آیت کا شان نزول	۱۹۷
واقعۂ اُفک	۱۹۸
بلا تحقیق بہتان کا چرچا جرم عظیم ہے	۱۹۹
تہمت لگانے والوں کے لیے دنیاوی واخروی سزا	۲۰۰
شیطان بے حیائی کی تعلیم دیتا ہے	۲۰۰
عفوودرگذر کی تعلیم	۲۰۰
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی	۲۰۱
ازواج مطہرات پر تہمت لگانے والے اسلام سے خارج ہیں	۲۰۱
اسباب زنا وتہمت سے اجتناب کا حکم	۲۰۲
غیر رہائشی گھروں میں داخلے کے لئے اجازت ضروری نہیں	۲۰۳
نظریں نیچی رکھنے کا حکم	۲۰۳
ستر کی حفاظت	۲۰۴

عنوانات	صفحہ
پردہ اور زیب وزینت کا شرعی حکم	۲۰۴
محرم وغیرہ کی تفصیل	۲۰۵
نکاح کا حکم	۲۰۶
مکاتبت کا بیان	۲۰۶
لونڈیوں سے بدکاری کروانے کی ممانعت	۲۰۷
اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال	۲۰۷
انوار عقلیہ کے اقسام	۲۰۸
نُوْرُ کو السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی طرف کیوں مضاف کیا؟	۲۰۸
اپنے نور کو چراغ کے ساتھ تشبیہ کیوں دی؟	۲۰۸
آفتاب کے ساتھ کیوں تشبیہ نہ دی؟	۲۰۸
انسان کے قویٰ مدرکہ پانچ ہیں	۲۰۹
جس گھر میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے ان کے اوصاف	۲۱۱
ظلمت اور اہل ظلمت کے احوال	۲۱۱
کافرین اندھیروں میں مبتلا ہیں	۲۱۳
چند دلائل توحید	۲۱۳
رب تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس	۲۱۴
بادلوں کی تخلیق اور بارش کا برسایا جانا	۲۱۴
دن ورات کی تبدیلی	۲۱۴
جاندار کی پانی سے پیدائش	۲۱۶
منافقین اور ان کے جھوٹے وعدے اور قسمیں	۲۱۷
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے وعدۂ حکومت اور ان کا احکام کی پابندی کا حکم	۲۱۷
شان نزول	۲۱۸
خلفائے اربعہ کی فضیلت وخلافت	۲۱۹
اجازت لینے سے متعلق اہم مسئلہ	۲۱۹
طلب اجازت سے مستثنیٰ اوقات	۲۲۰
معذورین کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رویہ اور گھر والوں کے ساتھ کھانے پینے کے آداب	۲۲۱
گھر میں داخلہ کے وقت سلام کیا جائے؟	۲۲۲
منافقین مدینہ کی مذمت اور اہل ایمان کی مدح	۲۲۳
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرنے کے آداب	۲۲۳
مجلس نبوی میں منافقین کے رویہ کی مذمت	۲۲۴

عنوانات	صفحہ
سورۃ الفرقان	۲۲۴
نزول سورۂ فرقان	۲۲۵
مشرکین کے مسئلہ نبوت پر شبہات	۲۲۸
آیت کا شان نزول	۲۲۹
ہر نبی کھاتا پیتا اور تجارت کیا کرتا تھا	۲۳۰
پارہ (۱۹) وَقَالَ الَّذِيْنَ	۲۳۱
کفار کی ایک جاہلانہ فرمائش	۲۳۱
احوال قیامت	۲۳۲
آنحضرت کی شکایت	۲۳۲
ہر نبی کے دشمن خود رہوئے ہیں	۲۳۳
قرآن کے یکبارگی نازل ہونے پر کفار کے شبہات اور	
ان کے جوابات	۲۳۴
انبیاء علیہم السلام کا مختصر تذکرہ	۲۳۵
اصحاب الرس کون تھے؟	۲۳۶
سائے اور روشنی میں قدرت کے دلائل	۲۳۷
ہواؤں میں اللہ کی نشانیاں	۲۳۷
پانی کی حکیمانہ تقسیم	۲۳۸
میٹھے اور کھاری پانی کے دریاؤں کا سنگم	۲۳۹
پانی کے قطرہ سے انسان کی تخلیق	۲۳۹
آپ کا کام پیغام پہنچانا ہے	۲۴۱
رحمٰن کون ہے؟	۲۴۱
آسمان میں برجوں کی تخلیق	۲۴۱
رحمٰن کے بندوں کے اوصاف	۲۴۳
جھوٹی گواہی سے اجتناب	۲۴۳
عباد الرحمٰن کی جزاء	۲۴۴
سورۃ الشعراء	۲۴۴
سورت کا خلاصہ اور ماقبل سورت سے ربط	۲۴۵
روشن کھلی ہوئی کتاب کی آیتیں	۲۴۷
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ	۲۴۹
فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چیلنج	۲۵۰
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مصر سے ہجرت کا حکم	۲۵۱
بنی اسرائیل کو خزانوں کا انعام	۲۵۳
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ	۲۵۴
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا	۲۵۶
حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ	۲۵۷
حضرت ہود علیہ السلام کا واقعہ	۲۵۹
حضرت صالح علیہ السلام کا واقعہ	۲۶۲
حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ	۲۶۲
اصحاب الایکہ کا واقعہ	۲۶۳
قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہے	۲۶۳
نزول کی کیفیت	۲۶۴
پچھلی کتابوں میں قرآن کی خبر	۲۶۴
علماء بنی اسرائیل کی گواہی	۲۶۵
قرآن کسی جن کا لایا ہوا نہیں ہے	۲۶۶
توحید کا حکم	۲۶۶
قرابت داروں کو ڈرانے کا حکم	۲۶۶
مؤمنوں کی دلجوئی کا حکم	۲۶۷
کاہنوں کے احوال	۲۶۷
مشاعروں کی بات پر بے راہ چلے ہیں	۲۶۷
شاعر تخیل کی وادیوں میں بھٹکتے ہیں	۲۶۷
کون سے شاعر اس سے مستثنیٰ ہیں	۲۶۷
حاشیہ متعلق بہ آیت وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ	۲۶۸
چند بشارات	۲۷۱
سورۃ النمل	۲۷۱
قرآن اہل ایمان کے لیے ہدایت و بشارت ہے	۲۷۲
مؤمن کے اوصاف	۲۷۲
منکرین آخرت کا انجام	۲۷۲
انکار آخرت کی وجہ	۲۷۴
نبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام	۲۷۴
اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہمکلام ہونا	۲۷۴
معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام	۲۷۵
حضرت داؤد علیہ السلام کے سچے وارث حضرت سلیمان	۲۷۶

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
حضرت سلیمان علیہ السلام کی خاص خاص نعمتوں کا ذکر	۲۷۶	فرعون کی بیوی کی سفارش	۳۰۱
چیونٹی کا کلام	۲۷۷	حضرت موسیٰ اور علم وحکمت	۳۰۱
پرندوں کی حاضری	۲۷۸	حضرت موسیٰ کا شہر میں داخلہ اور قبطی کا واقعہ	۳۰۲
ہدہد کی گفتگو	۲۷۸	اسرائیلی اور قبطی کا جھگڑا	۳۰۳
حضرت سلیمان کا ملکہ بلقیس کو خط لکھنا	۲۷۹	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کی تدبیر	۳۰۳
بلقیس کا اپنے درباریوں سے مشورہ اور ان کا جواب	۲۸۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدین کی طرف رُخ کرنا	۳۰۵
بلقیس کے تخت کا دربار سلیمانی میں حاضر ہونا	۲۸۱	حضرت موسیٰ کی مدین سے واپسی	۳۰۵
تخت کے ذریعے بلقیس کی آزمائش	۲۸۱	تجلی الٰہی	۳۰۸
بلقیس کی حق گوئی	۲۸۱	رسالت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے	۳۰۸
حضرت بلقیس کا ایک اور امتحان	۲۸۱	کفار کے شبہات	۳۰۸
حضرت بلقیس کی شرک سے توبہ	۲۸۳	کفار کے شبہات کا جواب	۳۰۹
منکروں کے اعتراضات کا جواب	۲۸۴	خواہشات کی پیروی	۳۱۰
قوم صالح کے دو فریق بن گئے	۲۸۵	کفار مکہ کا ایک شبہ اور اس کا جواب	۳۱۰
قوم صالح کی نحوست	۲۸۵	منصف اہل کتاب کی مدح	۳۱۰
حضرت صالح علیہ السلام کے قتل کی سازش	۲۸۵	مؤمنین اہل کتاب کو خوشخبری اور ان کے چند اوصاف حمیدہ	۳۱۱
خطبہ حمد وثناء	۲۸۶	ہدایت صرف اللہ کا کام ہے	۳۱۳
پارہ (۲۰) اَمَّنْ خَلَقَ	۲۸۷	ایک شبہے کا جواب	۳۱۴
اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظاہرے	۲۸۸	مؤمن اور کافر برابر نہیں	۳۱۴
آخرت پر کفار کا اعتراض	۲۸۸	محشر میں شرکاء کا اعتراف	۳۱۵
منکرین آخرت کا انجام	۲۹۰	انبیاء کے بارے میں سوال	۳۱۵
قرآن میں بنی اسرائیل کے اختلافات کا فیصلہ	۲۹۰	ایمان وعمل صالح اصل کامیابی ہے	۳۱۵
چند اغلاط فاحشہ پر تنبیہ	۲۹۲	حق تعالیٰ کی مشیت واختیار	۳۱۷
آنحضرت ﷺ کے حق ہونے پر گواہی	۲۹۲	شرک کا ابطال اور حق کا اظہار	۳۱۸
دابۃ الارض کا خروج اور کلام	۲۹۴	قارون کا قصہ	۳۱۹
حشر میں مکذبین کی جماعتیں اور ان کے باز پرس	۲۹۴	قارون کا ذکر تورات میں بھی موجود ہے	۳۲۰
صور کا پھونکا جانا	۲۹۶	دنیا کی مالداری کچھ مقبولیت کی دلیل نہیں	۳۲۱
سورۃ القصص	۲۹۶	آخرت متقین کے لیے ہے	۳۲۳
ماقبل سورت سے ربط	۲۹۷	سورۃ العنکبوت	۳۲۴
بچوں کا قتل	۲۹۷	ہر مؤمن کا امتحان کیا جاتا ہے	۳۲۵
بنی اسرائیل میں امامت کا ارادہ	۲۹۸	ماں باپ سے حسن سلوک	۳۲۶
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو الہام	۲۹۹	معصیت میں والدین کی اطاعت کی ممانعت	۳۲۶

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
ضعیف الایمان لوگوں کے حالات	۳۲۷	کفار کی ناشکری کا حال	۳۴۶
اعمال سے مؤمن ومنافق کی پہچان	۳۲۸	مکۃ المکرمہ کی تعظیم	۳۴۷
مسلمانوں کے اعمال کی جھوٹی ذمہ داری	۳۲۸	اللہ تعالیٰ نیک بختوں کے ساتھ ہے	۳۴۷
حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ۹۵ سال رہے	۳۳۱	تین فرقے	۳۴۸
اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس لوگ	۳۳۲	سورۃ الروم	۳۴۹
حضرت ابراہیم علیہ السلام پر انعام الٰہی	۳۳۳	اہل روم کا مغلوب ہونا	۳۴۹
قوم لوط کی برائیاں	۳۳۳	تین پیشن گوئیاں	۳۵۰
بشارت اور عذاب لانے والے فرشتے	۳۳۴	پیشین گوئیاں	۳۵۱
قوم لوط کی ہٹ دھرمی	۳۳۴	تخلیق کائنات میں غور	۳۵۳
قوم لوط کی تباہی	۳۳۵	مسئلہ معاد پر دلیل	۳۵۳
حضرت شعیب علیہ السلام کو قوم کو تین باتوں کی نصیحت	۳۳۵	قیامت کے دن مجرموں کو فرماں برداروں سے الگ کردیا جائے گا	۳۵۵
قصہ عاد وثمود	۳۳۵	تسبیح وتحمید کے اوقات	۳۵۶
تین سرکشوں کا تذکرہ	۳۳۶	مذکورہ اوقات کی خصوصیات	۳۵۸
نافرمانوں پر مختلف قسم کے عذاب	۳۳۶	شرک کی مذمت کی ایک بلیغ مثال	۳۵۹
مشرکین کی مثال	۳۳۷	فطرت الٰہی فطرت انسانی	۳۵۹
کمزور ترین اور بے بنیاد گھر	۳۳۷	فطرت الٰہی کو تبدیل نہ کیا جائے	۳۶۰
اللہ تعالیٰ جانتا ہے جن کو مشرکین پکارا کرتے ہیں	۳۳۷	فطرت الٰہیہ کا ثبوت	۳۶۲
جہلاء پر رد	۳۳۸	تنگ دستی میں صبر کرنا چاہئے	۳۶۳
پارہ (۲۱) اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ	۳۳۹	اقرباء مساکین کا حق	۳۶۳
تلاوت قرآن کا حکم	۳۳۹	سود سے مال گھٹتا اور سود سے بڑھتا ہے	۳۶۴
نماز بے حیائی سے باز رکھتی ہے	۳۳۹	بدعملی کے سبب بحر وبر میں فساد	۳۶۵
اہل کتاب سے مجادلہ کا طریقہ	۳۴۱	دین قیم پر قائم رہو	۳۶۶
رسول ﷺ کی لئے مخالفین کی خواہش کے موافق معجزات		ہواؤں کے چند فوائد	۳۶۷
کا دیا جانا کوئی شرط رسالت نہیں	۳۴۱	چند اشارات لطیفہ	۳۶۸
کفار کا عذاب الٰہی کو جلد طلب کرنا	۳۴۲	آنحضرت ﷺ کو تسلی	۳۶۸
ہجرت کی ترغیب	۳۴۲	سماع موتٰی کا مسئلہ	۳۶۹
ہر شئی کو موت کا مزہ چکھنا	۳۴۳	موتٰی کی بحث	۳۶۹
دو عمدہ نیکیاں	۳۴۳	توحید	۳۷۰
ہجرت کب واقع ہوتی ہے	۳۴۴	آخرت میں دنیا کی زندگی بہت کم معلوم ہوگی	۳۷۱
حیات دنیویہ کی مثال	۳۴۴	مسئلہ رسالت سے متعلق دو باتیں	۳۷۲
دنیا کی قیمت	۳۴۶	معجزات نہ دکھانے کا ثبوت انجیل سے	۳۷۳

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
سورۂ لقمن	۳۷۳	رات کو دن میں، دن کو رات میں کون گھساتا ہے؟	۳۸۷
رحمت سے پُر کتاب	۳۷۴	دریا میں کشتیوں کا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے چلنا	۳۸۸
نیک بخت لوگوں کا تذکرہ	۳۷۴	مصائب میں اللہ تعالیٰ کو پکارنا	۳۸۸
لہوولعب	۳۷۵	قدرت الٰہیہ کا انکار	۳۸۹
لہوالحدیث کی تفسیر	۳۷۵	وقوع قیامت کا وعدہ برحق ہے	۳۹۰
قرآن سے منہ موڑنے والوں کے لئے عذاب	۳۷۶	وقوع قیامت پر دو دلیلیں	۳۹۱
اہل سعادت کے لئے انعامات	۳۷۶	سورۃ السجدہ	۳۹۲
آسمان بغیر ستونوں کے	۳۷۷	قرآن کا منجانب اللہ نزول	۳۹۲
مسئلہ توحید	۳۷۸	اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی حمایتی ومددگار نہیں	۳۹۳
اہل حکمت کے اقوال	۳۷۹	اللہ تعالیٰ ہی مدبر وکارساز ہے	۳۹۳
حضرت لقمان حکیم کا حال	۳۷۹	اَلْفَ سَنَةٍ کا بیان	۳۹۳
حکیم لقمان کی چند نصیحتیں	۳۷۹	يُدَبِّرُ الْاَمْرَ کا بیان	۳۹۴
شکر کیا ہے؟	۳۸۰	ہر شئے کو عمدہ طور سے بنایا ہے	۳۹۴
فرزند لقمان کو نصیحت	۳۸۰	انسان کی گارے سے پیدائش	۳۹۴
اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک مت کرنا	۳۸۰	انسان کی حقیقت	۳۹۴
والدین کے ساتھ نیکی کرنا	۳۸۰	روح کا ڈالا جانا	۳۹۵
مدت رضاعت	۳۸۰	مر کر دوبارہ زندہ ہونا	۳۹۶
اللہ تعالیٰ اور والدین کی شکر گذاری	۳۸۱	کفار کی ذلت وندامت اور جرم کا اقرار	۳۹۷
اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ماں باپ کی اطاعت فرض نہیں	۳۸۱	نماز تہجد	۳۹۸
اسلاف کے نقش قدم پر چلنا	۳۸۱	مومن اور فاسق دونوں برابر ہیں	۳۹۹
اصول سعادت کی تعلیم	۳۸۲	فاسقوں کے لئے دنیا میں عذاب	۴۰۰
نماز قائم کرو	۳۸۲	موسیٰ علیہ السلام ملاقات کا وعدہ	۴۰۱
امر بالمعروف ونہی عن المنکر	۳۸۲	کفار کا آپ ﷺ کو رسول بنائے جانے پر تعجب کرنا	۴۰۱
حسن معاشرت کی تعلیم	۳۸۲	قدرت کاملہ اور دنیا کا ناپائیداری پر دلائل	۴۰۲
تکبر وغیرہ کی ممانعت	۳۸۳	سورۃ الاحزاب	۴۰۲
اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے	۳۸۴	منسوخ التلاوۃ آیات	۴۰۳
اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور احکامات کی بابت جھگڑنے والے	۳۸۴	آنحضرت ﷺ کی کمال عزت	۴۰۳
اپنے آباء واجداد کی تقلید کرنا	۳۸۵	کافروں کی دھمکی	۴۰۴
اللہ تعالیٰ کی خالقیت کا کفار بھی اعتراف کرتے ہیں	۳۸۶	کسی کے دو دل نہیں	۴۰۴
شان نزول	۳۸۶	معاملۂ ظہار	۴۰۴
اللہ تعالیٰ کا سمع وبصر	۳۸۶	اسلام میں متبنیٰ کوئی چیز نہیں	۴۰۵

عنوانات	صفحہ
لے پالک (متبنی) کے اصل باپ کے نام سے پکارا جائے	۴۰۵
موالات و مواکات کا شرعی حکم	۴۰۶
نبی ﷺ کا مسلمانوں سے رشتہ	۴۰۶
نبی روحانی باپ ہوتا ہے	۴۰۶
نبی کی بیویاں مسلمانوں کی ماں ہیں	۴۰۷
ابحاث	۴۰۸
امور سیاسیہ و اسرار حکمت	۴۰۹
انبیا کرام علیہم السلام سے عہد	۴۰۹
عہد لینے کا نتیجہ	۴۱۰
غزوۂ خندق کا واقعہ	۴۱۱
غزوۂ خندق کی سختیاں	۴۱۱
اہل ایمان کی آزمائش	۴۱۲
منافقین کے حیلے بہانے و پرزہ رسائی	۴۱۳
یثرب	۴۱۶
آنحضرت ﷺ کا ایلاء و نزول آیت تخییر	۴۱۷
مسئلہ خیار	۴۱۷
امہات المؤمنین کے لیے دوگنی جزاء	۴۱۸
پارہ (۲۲) وَمَنْ يَّقْنُتْ	۴۱۸
امہات المؤمنین کا مقام عظمت	۴۱۹
حضرت ﷺ کے کثرت ازواج پر اعتراض اور اس کا جواب	۴۱۹
جواب تحقیقی	۴۲۱
جواب الزامی	۴۲۱
ازواج مطہرات کو چند احکام کی تعلیم	۴۲۲
جاہلیت اولیٰ کا معنی	۴۲۲
پردہ کا حکم	۴۲۲
اہل بیت کی تحقیق	۴۲۳
قول فیصل	۴۲۵
شان نزول	۴۲۵
مرد اور عورت دونوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ ہے	۴۲۶
حکم عدولی کی ممانعت	۴۲۶
حضرت زینب بنت جحشؓ کا نکاح	۴۲۶

عنوانات	صفحہ
طعنہ زنی کا جواب	۴۲۷
واقعہ حضرت زید بن حارثہؓ	۴۲۸
حساب لینے کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے	۴۳۰
خاتم النبیین پر دلیل عقلی	۴۳۰
صبح و شام ذکر و تسبیح کا حکم	۴۳۰
نبی کریم ﷺ اوصاف	۴۳۱
اہل ایمان کے لئے خوشخبری	۴۳۳
وہ احکام جو نکاح نبی ﷺ ساتھ خاص ہیں	۴۳۳
بیویوں کی اقسام	۴۳۵
بحث قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا	۴۳۵
دوسری بحث لونڈی غلاموں کی بابت	۴۳۷
آنحضرت کو ازواج میں حق اختیار	۴۳۸
اسمائے گرامی ازواج مطہرات	۴۳۸
حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا و ابراہیم رضی اللہ عنہ	۴۴۰
ایک حکم: آداب النبی ﷺ کی تعلیم و حکم	۴۴۰
دوسرا حکم: نبی ﷺ کو تکلیف مت دو	۴۴۰
حجاب کا حکم	۴۴۱
چوتھا حکم: رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دینا حرام ہے	۴۴۱
پانچواں حکم: ازواج مطہرات سے اہل اسلام کے لئے نکاح حرام ہے	۴۴۱
اور وجہ: نکاح سے ممانعت کے وجوہات	۴۴۳
کن لوگوں سے پردہ نہیں؟	۴۴۳
إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ کا بیان	۴۴۴
چند اہم ابحاث	۴۴۴
نبیؐ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم	۴۴۵
آنحضرت ﷺ کو ایذاء دینے والوں کے لئے دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی	۴۴۶
عورتوں کو پردہ کا حکم	۴۴۶
جھوٹی خبریں اڑانے والے	۴۴۷
قیامت کا وقت ایک مصلحت سماویہ کے تحت مخفی رکھا گیا ہے	۴۴۸
قیامت صغریٰ	۴۴۸
اہل اسلام کو نصیحت	۴۵۰

عنوانات	صفحہ
اللہ تبارک وتعالیٰ کی امانت اور انسان	۴۵۰
(بحث اول) امانت کے معنی	۴۵۱
امانتیں	۴۵۴
سورۂ سبا	۴۵۵
کوئی ذرہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم سے باہر نہیں	۴۵۷
حیات ثانیہ پر کفار کا استہزاء	۴۵۸
حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ	۴۵۸
معجزات ومناجات حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام	۴۵۹
حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے لوہا نرم کر دیا گیا تھا	۴۵۹
حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ	۴۵۹
تخت حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام	۴۶۰
ہیکل کی تعمیر	۴۶۰
پیتل اور تانبے کا چشمہ	۴۶۰
جنات کا تابع ہونا	۴۶۱
وفات حضرت سلیمان علیہ السلام	۴۶۳
قصۂ سبا	۴۶۳
قوم سبا کی عمارتیں اور پانی کے بند	۴۶۴
قوم سبا کے دو باغات	۴۶۶
اقسام شرک	۴۶۷
رزق تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے	۴۶۸
مستحق عبادت کون؟	۴۶۸
مسئلہ رسالت کے بعد مسئلہ حشر کا بیان کرتا ہے	۴۷۱
رزق کی تنگی وفراخی اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے	۴۷۱
مشرکین عرب کی ہٹ دھرمی اور حماقت کا اظہار	۴۷۲
کفار مکہ کو وعظ ونصیحت	۴۷۳
نبی وعظ ونصیحت پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا	۴۷۴
سورۂ فاطر	۴۷۴
انعامات الٰہیہ کی دو قسمیں	۴۷۵
بقاء دنیوی واخروی	۴۷۵
فرشتوں کے بازو و پر	۴۷۶
انعامات الٰہیہ کو یاد کیجئے!	۴۷۶
انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب	۴۷۷
اللہ تبارک وتعالیٰ کا وعدہ حق اور سچ ہے	۴۷۷
شیطان صریح دشمن ہے	۴۷۸
نیک اور بد برابر نہیں	۴۷۸
وقوع قیامت کا نمونہ	۴۷۹
کلام طیب کا بلند ہونا	۴۸۰
مؤمن وکافر کی مثال	۴۸۰
لیل ونہار کے تغیرات	۴۸۰
معبودان باطلہ کی حقیقت	۴۸۲
تمام انسان اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں	۴۸۲
بروز قیامت ہر شخص اپنا بوجھ اٹھائے گا	۴۸۳
ہر ملک میں نبی (علیہم السلام) آئے ہیں	۴۸۵
مخلوقات کے رنگ ہائے مختلفہ سے وحدانیت پر دلیل	۴۸۶
اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرنے والے علماء ہی ہیں	۴۸۶
نفع بخش تجارت	۴۸۷
اللہ تبارک وتعالیٰ کا نازل کردہ قرآن مجید برحق ہے	۴۸۷
قرآن کریم کے ورثاء اور ان کے احوال	۴۸۷
اہل ایمان کی تین قسمیں	۴۸۹
اہل جنت کی آرائش وتجمل	۴۸۹
اللہ تبارک وتعالیٰ آسمان وزمین کے بھیدوں کا جاننے والا ہے	۴۸۹
کیا معبودان باطلہ نے کوئی چیز بنائی ہے؟	۴۹۱
انکار رسالت کی کیفیت	۴۹۳
سورۂ یٰس	۴۹۴
فضائل سورۂ یٰس	۴۹۴
مشرکین عرب کو تنبیہ کا حکم	۴۹۵
بدبختی وگمراہی کا طوق اور دیواریں	۴۹۷
مختصر قصۂ اصحاب کہف	۴۹۷
حواری رسول کی نصیحت اور شہادت	۴۹۷
اصحاب قریہ کون تھے؟	۴۹۹
پارہ (۲۳) وَمَالِیَ	۵۰۰
نافرمانوں پر چنگھاڑ (چیخ) کا عذاب	۵۰۱

عنوانات	صفحہ
مظاہر قدرت سے استدلال	۵۰۳
کفار کی سرکشی و روگردانی	۵۰۴
قیامت کا اچانک آنا	۵۰۵
حق تعالیٰ کی جانب سے کفار کو جواب	۵۰۶
اہل کفر کو حق تعالیٰ کی جانب سے تنبیہ	۵۰۷
زیادتی عمر کی آرزو سودمند نہیں!	۵۰۷
قرآن نصیحت آسانی ہے	۵۰۷
انعامات ربانی کا اظہار	۵۰۸
انسان کی اصل وحقیقت	۵۰۹
بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرسکتا ہے؟	۵۰۹
قدرت کاملہ کا اظہار	۵۱۰
اللہ تبارک وتعالیٰ کو مخلوق پر قیاس نہ کیا جائے	۵۱۰
اللہ تبارک وتعالیٰ جب کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو فرماتے ہیں "ہوجا"، سو وہ ہوجاتی ہے	۵۱۰
معتزلہ وکرامیہ کے خیال باطل کا ابطال	۵۱۰
اصل الاصول تین باتیں	۵۱۱
یٰس قرآن مجید کا دل ہے	۵۱۲
سورۃ الصفت	۵۱۳
مشرکین کے اعتقادات فاسدہ کا رد	۵۱۴
شہاب ثاقب کی مار	۵۱۶
کفار کی ضد وہٹ دھرمی	۵۱۷
جنت کی مجلسیں اور کافر دوست کے حال کی جستجو	۵۱۸
ظالمین کے لیے زقوم کا درخت	۵۱۹
اہل دوزخ کا کھانا وپینا	۵۲۰
واقعہ حضرت نوح علیہ السلام	۵۲۱
قصہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام	۵۲۲
ذبح فرزند کا واقعہ	۵۲۲
حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آزمائش	۵۲۳
ذبح کے لیے مینڈھے کا آنا	۵۲۳
حضرت اسماعیل واسحاق علیہما السلام کی اولاد	۵۲۳
ذبح کا حکم کس فرزند کے لیے ہوا تھا؟	۵۲۴
ایک شبہ کا ازالہ	۵۲۵
حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا قصہ	۵۲۶
حضرت الیاس علیہ السلام کا قصہ	۵۲۷
قصہ حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام	۵۲۸
قصہ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام	۵۲۹
اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے بیٹیوں کے عقیدہ کا بطلان	۵۳۰
اللہ تبارک وتعالیٰ اور جنات میں رشتہ داری کے عقیدہ کا بطلان	۵۳۱
فرشتوں کے تین اوصاف	۵۳۲
عاقل کے لیے تین باتوں کی معرفت	۵۳۳
سورۂ ص	۵۳۴
شان نزول	۵۳۴
کفار کا ہم جنس نبی ہونے پر تعجب	۵۳۴
الوہیت وغیرہ سے متعلق تین شبہات	۵۳۶
شبہات کا بطلان اور ازالہ	۵۳۸
وعدۂ وقوع قیامت پر استہزاء	۵۳۸
حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل	۵۳۸
قصہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام	۵۳۹
حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آزمائش	۵۴۱
اثبات حشر	۵۴۲
حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جہاد کے گھوڑے	۵۴۳
واقعہ تخت حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام	۵۴۵
دعائے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام	۵۴۵
ہواؤں کا مسخر ہونا	۵۴۶
قصہ حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صبر کا	۵۴۷
تین اولوالعزم انبیاء کرام علیہم السلام	۵۴۹
نافرمانوں کا انجام	۵۴۹
دنیاوی رفیقوں کی کیفیت کا بیان	۵۵۰
توحید، رسالت اور حشر	۵۵۲
ملأ اعلیٰ کے ملائکہ کی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیدا ہونے سے پیشتر گفتگو	۵۵۳
شیطان کا تکبر وفخر	۵۵۵

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
سورۃ الزمر	۵۵۵	ہر شئ کا خالق ومالک اللہ تبارک وتعالیٰ ہے	۵۸۱
قرآن کلام الٰہی اور منزل من اللہ تعالیٰ ہے	۵۵۷	آسمان وزمین کی کنجیاں وخزانے اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں	۵۸۳
عقائد فاسدہ کا رد	۵۵۸	عظمت وجلال کبریائی کا اظہار	۵۸۴
اللہ تبارک وتعالیٰ شکرگذاری کو پسند کرتے ہیں	۵۵۹	نفخ صور	۵۸۴
نیک لوگوں کے اوصاف	۵۶۰	نفخ سے متعلق اشکال کا ازالہ	۵۸۴
ہجرت کی اجازت	۵۶۱	نفخۂ ثانیہ	۵۸۴
ایمان واسلام کے معنی	۵۶۳	نامۂ اعمال اور انبیائے کرام علیہم السلام کی شہادت	۵۸۶
نیک وصالح لوگوں کے خوشخبری	۵۶۳	کفار ومنافقین کے گروہ	۵۸۶
ہدایت یافتہ لوگ	۵۶۴	میدان حشر میں فرشتوں کا تسبیح وتقدیس کرنا	۵۸۷
پانی اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے	۵۶۵	سورۃ المؤمن	۵۸۸
سب سے عمدہ کلام	۵۶۶	باری تعالیٰ کے چند اوصاف	۵۸۹
متشابہ آیات	۵۶۷	فرشتوں کی اہل ایمان کے لیے دعا	۵۹۰
جھٹلانے والوں کے لیے دنیا میں بھی ذلت ورسوائی	۵۶۸	تخت رب العالمین وحاملین عرش سے متعلق شبہ کا ازالہ	۵۹۰
قرآن مجید کے اوصاف	۵۶۹	ملائکہ کے استغفار کی حقیقت	۵۹۱
شہید کو مردہ نہ سمجھا جائے	۵۷۰	دعاء مانگنے کا طریقہ	۵۹۱
پارہ (۲۴) فَمَنْ اَظْلَمُ	۵۷۰	استغفار اور جہنم سے چھٹکارہ	۵۹۲
نیک وبد دونوں فریقوں کا حال	۵۷۱	اہل ایمان کا مصائب آخرت سے محفوظ رہنا	۵۹۲
متقین کے اہل حق ہونے کی شہادت	۵۷۲	کفار کی عذرخواہی	۵۹۲
کفار مکہ کا اپنے معبودوں کی نسبت اعتقاد	۵۷۲	دو موت، دو زندگیاں	۵۹۳
اعتقاد فاسد کے مفاسد ونقصانات	۵۷۳	حاجات انسانیہ	۵۹۴
اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والوں کے لیے اللہ کافی ہے	۵۷۴	باری تعالیٰ کے چند اوصاف	۵۹۴
اللہ تبارک وتعالیٰ کا روح کو قبض کرنا	۵۷۵	القائے روح	۵۹۵
نفس کا بدن کے ساتھ تین طرح پر تعلق ہے	۵۷۶	قیامت کی ہولناکی	۵۹۵
مشرکین کا بتوں کو شفیع سمجھنا	۵۷۶	کیفیت بروز قیامت	۵۹۶
مشرکوں کی بدعادت اور بے انصافی کا بیان	۵۷۸	دنیاوی مصائب کا خوف جتا کر اہل کفر کو تنبیہ	۵۹۷
حصول نعمت کو اپنی دانائی وتدبیر کی طرف منسوب کرنا	۵۷۸	طاقت فرعون کی حقیقت	۵۹۸
اعمال کا اثر ونتیجہ	۵۷۹	ایک مرد مؤمن کا قصہ	۶۰۰
رب تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں، گنہگاروں سے مغفرت کا وعدۂ الٰہی ہے	۵۸۰	مرد مؤمن کی قوم موسیٰ کو نصیحت	۶۰۲
منکرین کی سزا کا بیان	۵۸۱	فرعون کی حماقت	۶۰۲
مطیع وفرمانبرداروں کی جزاء کا بیان	۵۸۱	ایک اعتراض کا جواب	۶۰۳

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
فرعونیوں کا انجام	۶۰۳	جنت جسمانی و روحانی	۶۲۸
عذاب قبر کا ثبوت	۶۰۵	ناقصین کی تکمیل	۶۲۸
اہل ایمان کو صبر کی تلقین	۶۰۷	نیکی سے بدی کے دفعیہ کا حکم	۶۲۹
اوہام باطلہ کی پرستش کرنے والوں کے لیے دو باتیں	۶۰۸	نیکی اور بدی برابر نہیں	۶۳۰
مذکورہ دونوں باتوں کے اثبات پر چند دلائل	۶۰۹	رات، دن اور سورج و چاند سے وجود باری تعالیٰ پر دلیل	۶۳۰
شرک کی مذمت اور دلائل توحید	۶۱۱	ملائکہ کا تسبیح و تقدیس کرنا	۶۳۰
آیات الٰہیہ میں جھگڑا کرنے والوں کی مذمت	۶۱۲	آیات ارضیہ کا بیان	۶۳۱
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی اور کفار کے لیے وعید	۶۱۳	آیات الٰہیہ میں کج روی کرنے والوں کا انجام	۶۳۲
آپ ﷺ سے پیشتر دنیا میں رسولوں کی آمد	۶۱۴	قرآن مجید کے چند اوصاف	۶۳۲
اللہ تبارک و تعالیٰ کے بندوں پر احسانات و انعامات	۶۱۶	قرآن کا لغت عرب میں نزول	۶۳۳
سورۂ حٰم سجدہ	۶۱۷	اہل ایمان کے لیے قرآن شفاء ہے	۶۳۵
تعارف سورۂ حٰم سجدہ	۶۱۷	**پارہ (۲۵) إِلَيْهِ يُرَدُّ**	۶۳۵
نبی بشر ہے	۶۱۸	وقوع قیامت کا علم	۶۳۶
کمال قدرت و استقلال الوہیت کا بیان	۶۱۸	احوال قیامت	۶۳۷
دو یوم میں زمین کی تخلیق	۶۱۸	کفار کے شبہات کا دفعیہ	۶۳۷
تخلیق آسمان	۶۱۹	تفسیر آفاق	۶۳۸
تورات میں آسمان و زمین کی تخلیق کا ذکر	۶۱۹	**سورۃ الشوریٰ**	۶۳۸
آسمان سے پیشتر زمین کی تخلیق	۶۱۹	انبیاء کرام علیہم السلام پر نزول وحی	۶۳۹
تکوین عالم	۶۲۰	اللہ تعالیٰ کے چند اوصاف	۶۴۰
آسمان و زمین کے لیے صیغۂ ذوی العقول کا استعمال	۶۲۰	مسئلہ نبوت کا ذکر	۶۴۰
تخلیق ارض و سماء کے ایام	۶۲۲	ایک فریق جنت میں، ایک فریق جہنم میں	۶۴۲
قوم عاد و ثمود کے انجام سے کفار مکہ کو انذار	۶۲۲	خالق آسمان و زمین	۶۴۲
قوم عاد و ثمود کا اجمالی حال	۶۲۳	نسل و اولاد میں اضافہ	۶۴۲
اخروی سزا اور اس عالم کی کیفیت کا بیان	۶۲۴	اللہ تبارک و تعالیٰ کے مثل کوئی نہیں	۶۴۲
شان نزول	۶۲۵	اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کے خزانوں کا مالک ہے	۶۴۳
کفر میں مبتلاء ہونے کا سبب	۶۲۵	ضد کی وجہ سے گروہ بندیاں	۶۴۴
کفار کی ایک ناشائستہ حرکت	۶۲۶	آنحضرت ﷺ کو استقامت اور دعوت حق کا حکم	۶۴۴
دشمنان خدا کا انجام	۶۲۶	اللہ ہمارا اور تمہارا دونوں کا رب ہے، ہمارے لیے	
شیاطین کی دو قسمیں	۶۲۷	ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال	۶۴۴
اقسام کمالات و استقامت	۶۲۷	میزان عدل	۶۴۵
ایمان داروں پر ملائکہ مژدہ لے کر اترتے ہیں	۶۲۷	منکرین قیامت کے باطل خیالات	۶۴۵

عنوانات	صفحہ
حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے	۶۴۷
اہلِ ایمان کے لیے بشارت	۶۴۷
تبلیغ رسالت پر اُجرت کا طلب گار نہیں	۶۴۷
نیکی کو بڑھایا جاتا ہے	۶۴۸
کفار کی ایک بدگمانی کا ازالہ	۶۴۹
حق کو غلبہ دیا جاتا ہے اور جھوٹ کو مٹایا جاتا ہے	۶۴۹
فراخیٔ رزق کے لیے دعا کے حوالے سے ایک شبہ اور اس کا ازالہ	۶۵۰
پریشانی و مصائب اعمال کے سبب ہیں	۶۵۱
سرکشوں کو تنبیہ!	۶۵۱
پانی اور ہواؤں پر حکومت و قدرت	۶۵۱
نعماء دنیا کی حقیقت	۶۵۲
مؤمنین کے بعض اوصاف	۶۵۳
انسان کی تین قوتیں	۶۵۳
مشورہ کی اہمیت وفوائد	۶۵۳
مؤمنین کا عفو و بدلہ	۶۵۳
عدل کے ساتھ انتقام کی اجازت	۶۵۴
عفو و درگذر کی اہمیت	۶۵۴
ازلی گمراہ اور ان پر پیش آنے والے احوال کا ذکر	۶۵۶
اللہ تبارک وتعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود و مددگار نہیں!	۶۵۶
اطاعت الٰہی کا حکم	۶۵۷
انسان ناشکرا ہے	۶۵۷
اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ ہمکلامی کی تین صورتیں	۶۵۹
آنحضرت ﷺ کی جانب روح کا بھیجا جانا	۶۶۰
ایمان کی تفسیر	۶۶۱
سورۃ الزخرف	۶۶۱
قرآن عربی زبان میں ہے	۶۶۲
قرآن مجید کے چند اوصاف	۶۶۲
دلائل قدرت اور ان سے توحید پر استدلال	۶۶۳
آدمی صریح ناشکرا ہے	۶۶۴
فرشتوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی بیٹیاں قرار دینے کی مذمت	۶۶۵
بیٹی کی پیدائش پر کفار کو رنج وغم کرنا	۶۶۵
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ	۶۶۷
کفار مکہ کے ایک شبہ کا ازالہ	۶۶۸
اللہ تبارک وتعالیٰ کی نظر میں مال و دولت کی حقیقت	۶۶۹
ذکر الٰہی سے اعراض کی سزا	۶۷۰
مشرکین مکہ اپنے اعمال بد کے سبب عذاب میں گرفتار ہوں گے	۶۷۱
قرآن نصیحت و نعمت عظمیٰ ہے	۶۷۲
کسی نبی نے شرک کی تعلیم نہیں دی	۶۷۲
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ اور اس واقعہ کی مناسبت	۶۷۳
قوم موسیٰؑ کے لیے نو نشانیاں	۶۷۳
فرعون کے سونے کے کنگن	۶۷۴
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر و مثال پر کفار کا شور وغل	۶۷۶
اقوال حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام	۶۷۶
عیسائیوں کی بدعات	۶۷۷
کیا نصاریٰ قیامت کے منتظر ہیں؟	۶۷۷
قیامت کا حال	۶۷۷
گناہگاروں کا انجام	۶۷۷
کفار کے منصوبے و تدابیر	۶۷۸
اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کی اولاد ہوتی میں (محمدؐ) سب سے پہلے اس کی تعظیم کرتا	۶۷۸
معبودان باطلہ کی لاچاری	۶۷۸
خالق و مالک کون؟	۶۷۹
سورۃ الدخان	۶۸۰
قرآن کی عظمت کا بیان	۶۸۱
مبارک رات میں قرآن کا نزول	۶۸۱
لیلۃ مبارکہ کے حوالہ سے علماء اسلام کے اقوال	۶۸۱
ایک شبہ کا ازالہ	۶۸۱
قرآن اللہ تبارک وتعالیٰ کا نازل کردہ ہے	۶۸۲
دُخان مبین	۶۸۲
فرعونیوں کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کا نجات پانا	۶۸۳
مصر کے اموال کے وارث	۶۸۴
مؤمن کی موت پر زمین و آسمان کا رونا	۶۸۱

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
بنی اسرائیل پر انعامات خداوندی	۶۸۵	خدا تعالیٰ سے دعا	۷۰۶
منکرین حشر کو مسکت جواب	۶۸۶	توبہ اسلام کی شرط ہے	۷۰۶
فیصلہ کا دن متعین ہے	۶۸۶	۱) مدت رضاعت	۷۰۶
کفار کی عبرتناک سزائیں	۶۸۷	۲) مدت بلوغت	۷۰۶
متقین کے احوال	۸۶۷	۳) عمر حیوان کے تین مراتب	۷۰۷
سورۃ الجاثیۃ	۶۸۸	نافرمان اولاد	۷۰۸
آسمان وزمین اہل ایمان کے لیے نشانیاں ہیں	۶۸۹	کفار و منکرین کا جہنم پر پیش کیا جانا	۷۱۰
مسئلہ نبوت	۶۹۰	آیات اللہ کا انکار واستہزاء کرنے والوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی گرفت	۷۱۱
اقسام منکرین	۶۹۰	مکہ کے اردگرد کی بستیوں کی ہلاکت خیزی	۷۱۱
دریا کا مسخر ہونا	۶۹۱	جنات کے قرآن سننے اور ایمان لانے کا قصہ	۷۱۲
ہر چیز کا مسخر ہونا	۶۹۱	اول:۔ بت پرستوں کے قول کا ابطال	۷۱۳
بنی اسرائیل پر احسانات خداوندی	۶۹۳	دوم:۔ اثبات توحید خالص	۷۱۳
آنحضرت ﷺ کو تسلی	۶۹۳	احوال حشر و کیفیت کا بیان	۷۱۴
دلائل: مؤمن وکافر درجات سعادت میں برابر نہیں	۶۹۴	رسول کریم ﷺ کو تسلی	۷۱۴
احوال حشر و کیفیات	۶۹۶	منکرین کے اچھے اعمال بھی برباد ہو گئے	۷۱۶
اول: منکرین بھلا دیئے جائیں گے	۶۹۸	ایمان کے بغیر اعمال مقبول نہیں!	۷۱۶
دوم: تمہارا ٹھکانا آگ ہوگا	۶۹۸	قتال کی اجازت	۷۱۶
سوم: منکرین کا کوئی مددگار نہ ہوگا	۶۹۸	۲) جہاد کرنے والوں کے اعمال ضائع نہیں جاتے	۷۱۷
منکرین کے تین جرم	۶۹۸	۳) جہاد کے ذریعہ مدد	۷۱۷
پارہ (۲۶) حٰمٓ	۶۹۹	اسیران جنگ کے احکام	۷۱۷
۱) اثبات نبوت آنحضرت ﷺ	۷۰۰	کفار و منکرین کی ہلاکت کا ثبوت	۷۱۹
۲) اثبات صانع عالم	۷۰۰	اللہ تبارک وتعالیٰ مؤمنوں کا رفیق و مددگار ہے	۷۱۹
۳) توحید	۷۰۰	کفر وایمان میں فرق	۷۱۹
قرآن کریم کو جادو سمجھنا اور اس کو اپنی طرف سے گھڑنے کا الزام	۷۰۱	مؤمن وکافر کے مرتبہ ومقامات کا تفاوت	۷۲۰
آنحضرت e سے بطور انکار و تعجب کے خدا تعالیٰ فرماتا ہے	۷۰۲	جنت کی نہروں کا ذکر	۷۲۰
میں کوئی انوکھا رسول نہیں!	۷۰۲	جہنم میں کفار کی سزائیں	۷۲۱
میرا کام تو خبردار کرنا ہے	۷۰۲	اہل شقاوت ومنافقین کے احوال و چند عادات	۷۲۲
آنحضرت ﷺ کی نبوت پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شہادت	۷۰۲	اہل ایمان کے لیے استغفار کا حکم	۷۲۲
کفار کے قرآن کریم پر شبہات کا ازالہ	۷۰۴	اہل ایمان کی آرزو	۷۲۳
والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکیدی نصیحت	۷۰۵	جہاد کے حکم پر منافقین کا دہشت زدہ ہو جانا	۷۲۳
مسئلہ رضاع	۷۰۵	منافقین کو شیطان کی طرف سے دھوکہ	۷۲۴

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
قرآن کے دشمن کون تھے جن سے منافقوں نے وعدہ کیا تھا؟	۷۲۵	کفار کا خانہ کعبہ سے مسلمانوں اور قربانی کے جانوروں کو روکنا	۷۴۲
منافقین کہ کینہ پروری مخفی نہ رہے گی	۷۲۶	غزوۂ حدیبیہ میں جنگ ملتوی رکھنے کی حکمت و مصلحت	۷۴۲
ڈر کر صلح نہ کرو، تم ہی غالب رہو گے	۷۲۷	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خواب کی حقیقت	۷۴۴
دنیا کی زندگی کھیل کود ہے	۷۲۷	آنحضرت ﷺ ہدایت و دین حق کے رسول ہیں	۷۴۵
حدیث میں اہل فارس کی تعریف	۷۲۸	حضور علیہ السلام و صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دشمنان خدا پر سخت ہیں	۷۴۵
فتح مبین اور اس کی تفسیر	۷۳۰	آپس میں نرم دل ہیں	۷۴۶
آنحضرت ﷺ پر چار خصوصی انعامات	۷۳۰	صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اوصافِ حسنہ	۷۴۶
۱) سابقہ گناہوں کی معافی	۷۳۰	صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا سابقہ کتب سماویہ میں تذکرہ	۷۴۶
۲) عطائے کامل نعمت	۷۳۰	سورۂ حجرات	۷۴۸
۳) صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی	۷۳۰	تہذیب و تمدن سے متعلق احکام و آداب	۷۴۸
۴) فتح و کامیابی	۷۳۱	فاسق کی خبروں کی تحقیق کی جائے	۷۵۱
فتح و نصرت کا سبب	۷۳۱	گناہ کبیرہ سے ایمان نہیں جاتا	۷۵۳
زمینی لشکر سے اسلام کو فتح یاب کرنے کی حکمت	۷۳۲	زبان کے گناہوں سے بچنے کی تلقین	۷۵۴
منافقین کے ایک عیب کی نشاندہی	۷۳۲	طعنہ زنی کی ممانعت	۷۵۴
آنحضرت ﷺ کی شہادت پر اچھائی و برائی کا فیصلہ	۷۳۳	برے القاب سے پکارنے کی ممانعت	۷۵۴
رسول کریم ﷺ کی تعظیم واجب و فرض ہے	۷۳۳	بدگمانی سے بچا جائے	۷۵۵
بیعتِ رضوان	۷۳۴	عیب جوئی کی ممانعت	۷۵۵
بیعت کی حقیقت	۷۳۴	غیبت کی ممانعت	۷۵۵
منافقین کی جھوٹی عذر خواہی	۷۳۵	غیبت کرنا مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے مترادف ہے	۷۵۵
تہدید کے ساتھ ترغیب ایک ہی کلام میں کمال اعجاز ہے۔	۷۳۵	خاندان و نسب پر فخر نہ کیا جائے	۷۵۶
غزوۂ خیبر میں منافقین کو ساتھ لینے کی ممانعت	۷۳۶	خاندانی و نسبی اختلافات کی حقیقت	۷۵۶
خیبر کی غنیمت میں منافقین کا کوئی حصہ نہیں!	۷۳۷	اعراب کا ایمان	۷۵۷
معذورین پر جہاد فرض نہیں	۷۳۷	ایمان اور اسلام ایک چیز ہے	۷۵۷
درخت تلے بیعت کرنے والوں کے لیے رضا کا پروانہ	۷۳۸	سورۂ ق	۷۵۸
اہل اسلام سے غنائم کثیرہ کا وعدہ	۷۳۸	ماقبل سورت سے ربط	۷۵۹
غزوۂ خیبر میں فتح کی نوید	۷۳۹	ق کے معنی اور اس کے رموز	۷۵۹
قصۂ بیعت رضوان	۷۳۹	قرآن مجید کے من جانب اللہ ہونے پر کفار کو تعجب	۷۶۰
آنحضرت ﷺ کا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی جانب سے بیعت کرنا	۷۳۹	مر کر دوبارہ زندہ ہونا	۷۶۰
وجہ تسمیۂ بیعت رضوان	۷۳۹	قدرت کاملہ کے ثبوت پر چند دلائل	۷۶۱
بیعت میں شریک ہونے والوں کے لیے جنت کی بشارت	۷۴۰	آسمانوں میں کوئی شگاف نہیں	۷۶۱
اگر وہ تم سے لڑتے تو پیٹھ دے کر بھاگتے	۷۴۱	مُردوں کا زمین سے نکلنا	۷۶۱

عنوانات	صفحہ
اصحاب الرس کی تحقیق	۷۶۱
اللہ تبارک وتعالیٰ کو دل کے وسوسوں کا بھی علم ہے	۷۶۲
اللہ تعالیٰ شہ رگ سے بھی قریب ہے	۷۶۳
تذکرۂ کراماً کاتبین	۷۶۳
جو بات انسان منہ سے نکالتا ہے فرشتہ لکھ لیتا ہے	۷۶۳
سکرۃ الموت	۷۶۴
بروز محشر ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے	۷۶۵
بروز قیامت بینائی کی تیزی	۷۶۵
مشرکین کا انجام	۷۶۵
حشر میں کفار کے اعذار اور ان کو جواب	۷۶۵
اللہ تعالیٰ کے ہاں بات بدلا نہیں کرتی	۷۶۶
اہل جنت کے احوال	۷۶۶
آنحضرت ﷺ کو تسبیح وتحمید کا حکم	۷۶۸
نمازوں کے اوقات	۷۶۸
''صور'' قریب کے مقام سے پھونکا جائے گا	۷۶۹
موت وحیات کے ہم ہی مالک ہیں	۷۶۹
بروز قیامت زمین کا پھٹنا	۷۶۹
تبلیغ میں زبردستی نہیں	۷۶۹
سورۃ الذاریات	۷۷۰
چار چیزوں کی قسم	۷۷۱
یہ چار چیزیں کیا ہیں؟	۷۷۱
جال دار آسمان	۷۷۲
اٹکل دوڑانے والوں پر لعنت	۷۷۲
محسنین ومتقین پر انعامات ربانی	۷۷۲
متقین کے اوصاف	۷۷۲
نشانات قدرت کے مشاہدہ کا حکم	۷۷۴
تذکرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ۷۷۴ ،	۷۷۴
پارہ (۲۷) قال فما خطبکم	۷۷۵
قصہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ الصلوۃ والسلام	۷۷۶
خدائی ویکتائی کے ثبوت پر چند دلائل	۷۷۷
توحید کے ثبوت پر چند دلائل	۷۷۸

عنوانات	صفحہ
سورۃ الطور	۷۷۹
کوہ طور، لوح محفوظ، خانہ کعبہ، آسمان اور دریائے شور کی قسم	۷۸۰
واقعۂ قیامت	۷۸۰
متقین کے لیے جنت کی نعمتیں	۷۸۱
حور عین	۷۸۲
جنت میں نیک اولاد اپنے آباء کے ساتھ ہوگی	۷۸۲
اہل جنت کے لیے مرغوب گوشت زور میوے	۷۸۲
آنحضرت ﷺ نہ کاہن ہیں، نہ مجنون اور نہ ہی شاعر	۷۸۴
کیا کفار کا کوئی خالق نہیں؟	۷۸۴
قادر وصانع خدا تعالیٰ کے سوا اور کون ہے؟	۷۸۵
علم غیب کے وسائل	۷۸۵
سورۃ النجم	۷۸۷
خصوصیت سورۃ النجم	۷۸۸
ماقبل سورت سے ربط	۷۸۸
نجم کی تعریف وتفسیر	۷۸۸
تمہارا ساتھی بہکا ہوا نہیں ہے	۷۸۹
تفسیر: مَا ضَلَّ وَمَا غَوٰی	۷۸۹
آنحضرت ﷺ کے ارشادات گرامی وحی ہیں	۷۹۰
حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کی قوت کا تذکرہ	۷۹۰
آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا حضرت جبریل امینؑ کو سدرۃ	۷۹۰
المنتہیٰ کے پاس دیکھنا	۷۹۱
رؤیت باری تعالیٰ ۷۹۱	۷۹۱
رؤیت باری تعالیٰ وحقیقت وحی	۷۹۱
بروز قیامت فرشتوں کی سفارش بھی کام نہ آئے گی	۷۹۴
ایک باطل عقیدہ کا رد کہ ملائکہ عورتیں نہیں	۷۹۴
جزاء وسزا کا اثبات	۷۹۵
صغیرہ وکبیرہ گناہ	۷۹۵
گناہگاروں کی حالت	۷۹۶
کتب سماویہ کے چند متفقہ مضامین	۷۹۷
معذب قوم کا تذکرہ کر کے مخاطبین کو تنبیہ	۷۹۸

اٰیَاتُھَا ۱۱۰ (۱۸) سُوْرَۃُ الْکَھْفِ مَکِّیَّۃٌ (۶۹) رُکُوْعَاتُھَا ۱۲

مکیہ ہے اس کی ایک سو دس آیات بارہ رکوع ہیں،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًاؕ ۞۱ قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ
بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ
لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًاۙ ۞۲ مّٰكِثِیْنَ فِیْهِ اَبَدًاۙ ۞۳ وَّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ
وَلَدًاۗ ۞۴ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآىِٕهِمْؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ
اَفْوَاهِهِمْؕ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۞۵ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤی اٰثَارِهِمْ اِنْ
لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا ۞۶ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا
لِنَبْلُوَهُمْ اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۞۷ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَیْهَا صَعِیْدًا جُرُزًاؕ ۞۸

ترجمہ:......سب خوبی اللہ ہی کے لیے ہے کہ جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر کتاب نازل کی اور اس میں کچھ بھی کجی نہیں رکھی اس کو ٹھیک کر دیا ① تا کہ لوگوں کو (کفار کو) اس سخت عذاب سے جو اس کے پاس ہے ڈراوے اور ایمانداروں کو جو اچھے کام کرتے ہیں (اس بات کا) مژدہ دے کہ ان کے لیے اچھا بدلہ ہے ② جس میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے ③ اور تا کہ ان کو بھی خوف دلائے کہ جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے ④ نہ تو اس بات کی ان کو ہی کچھ خبر ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو بڑی بھاری بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے ⑤ وہ سراسر جھوٹ کہتے ہیں پھر کیا آپ اس افسوس میں کہ وہ اس بات پر ایمان نہیں لاتے اپنے آپ کو ہلاک ہی کر ڈالیں گے ⑥ جو کچھ زمین پر ہے اس کو ہم نے زمین کی زینت بنا دیا ہے تا کہ امتحان کریں ⑦ کہ ان میں سے کون اچھا کام کرتا ہے اور ہم تو جو کچھ اس پر ہے سب کو چٹیل میدان کر دیں گے ⑧۔

ترکیب:...... صاحب الکشاف کہتے ہیں کہ یہ الکتاب سے حال نہیں ہو سکتا بلکہ یہ منصوب ہے مضمر سے والتقدیر لم یجعل له عوجا و جعله قیما۔ صاحب حل العقد کہتے ہیں کہ یہ بدل ہے لم یجعل له عوجا سے کیوں کہ اس کے معنی ہیں جعله مستقیما۔ لینذر انزل سے متعلق ہے۔ انذر متعدی ہوتا ہے دو مفعولوں کی طرف کقوله انا انذرنا کم عذابا قریبا مگر یہاں صرف باسا ایک مفعول پر کفایت کی گئی ہے و یبشر معطوف ہے ینذر پر ان لھم ای بان لھم جملہ یبشر کے متعلق یا اس کا بیان ماکثین۔ مکث بمعنی قیام سے مشتق ہے، جس کے معنی ٹھہرا رہنا یہ حال ہے ضمیر لھم سے ابدا منصوب ہے ظرف ہو کر من علم من زائد اور علم مرفوع علی؛

بتدا او لفاعلیہ الاعتماد اظرف و الجملۃ حالیۃ او مستانفۃ لبیان حالھم فی مقالھم۔ کلمۃ منصوب ہے تمیز ہو کر ضمیر مبہم سے جو کبرت کی فاعل ہے کبئس رجلا مخصوص بالذم محذوف ہے ای ھی فلعلک . . . الخ جملہ دال بر جزا شرط ان لم یومنوا سے اسفا مفعول لہٗ ہے باخع کا۔ قال اللیث بخع الرجل نفسہ از اقتلھا۔

تفسیر:......اس سورۃ کو سورہ کہف اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں ان لوگوں کا حیرت انگیز حال بیان ہے جو کہف یعنی غار میں تین سو نو برس تک سو کر جاگے تھے۔ یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی ہے اس کے فضائل میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ازاں جملہ وہ ہے کہ جس کو بخاری و مسلم وغیرہما نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رات کو گھر میں ایک سورت پڑھ رہا تھا اور گھوڑا بھی وہیں بندھا ہوا تھا، گھوڑا بدکنے لگا اس نے جو اوپر سر اٹھا کر دیکھا تو ایک نور دکھائی دیا بادل کی طرح سایہ کئے ہوئے تھا۔ صبح کو اس نے یہ ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو پڑھا کر یہ سکینہ (نور اطمینان) ہے جو اس کو پڑھنے سے نازل ہوئی تھی۔ (اور جمعہ کے روز اس کے پڑھنے کے فضائل بھی احادیث میں بکثرت ہیں) سورہ اسرا کے اخیر میں یہ تھا قل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ من الذل اس جگہ کی حمد میں تین صفات سلبیہ مذکور ہوئے تھے کہ ستایش خدا کو ہے کہ جو اولاد اور شریک اور حامی مددگار بنانے سے پاک ہے اور اس کے خاتمے یہ صفات سلبیہ لانا کمال بلاغت تھا۔ اس لیے کہا بتدا سورہ میں سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ تھا اور تسبیح صفات سلبیہ سے ہی ہوا کرتی ہے تاکہ ابتداء کلام کو خاتمہ سے مناسبت تامہ رہے مگر حمد ضرور کسی خوبی اور نعمت محمود پر ہوتی ہے تو اس جگہ سورۃ کو حمد کے ساتھ شروع کیا اور جس پر اس کی حمد و ستائش ہونی چاہیے ان میں سے اس کی بڑی خوبی اور نعمت بندوں پر اس کا ایک ایسی کتاب نازل کر دینا ہے جس میں اس کی بھی بہت سی صفات کمال مذکور ہیں اور بندوں کے لیے نجات ابدی کا باعث ہے جس لیے ایک جگہ قرآن کو روح کے ساتھ تعبیر کیا ہے اس سے بڑھ کر بندوں پر اور کیا نعمت ہوگی۔ پھر کتاب بھی کیسی کہ جس میں کوئی بھی کجی نہیں نہ باعتبار الفاظ کے نہ باعتبار معانی کے بلکہ سراسر راست۔

اوصاف قرآن مجید:......فقال اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ جملہ ستائش اور تمام خوبیاں اللہ کو ہیں الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ کہ جس نے اپنے بندے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کتاب یعنی قرآن نازل کیا۔ اور کتاب کے دو وصف ذکر فرمائے۔

اول: وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا اس میں کتاب کے کمال ذاتی کی طرف اشارہ ہے۔

دوم: قَیِّمًا جس میں غیر کے لیے مکمل ہونے کی طرف اشارہ ہے یعنی سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں کہ جس نے اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی کتاب یعنی قرآن نازل فرمایا کہ جس میں کچھ کجی اور ٹیڑھ پن نہیں۔ ہر ایک بات اس کی عقل سلیم تسلیم کرتی ہے اور نہ صرف اس میں یہی وصف ہے بلکہ وہ کتاب قیم بھی ہے یعنی بنی آدم کی سعادت دارین کی کسوٹی اور راہ راست اور ان کے تمام مصالح اخروی دنیوی کی متکفل ہو۔ قیم کے لیے دو باتیں ضروری ہیں اول یہ کہ جس کا یہ قیم ہو اس کو پیش آنے والی ہلاکتوں سے مطلع کرے اور خوف دلائے۔ دوم اس کے فوائد اور ثمرات اعمال حسنہ اور تدبیر برجستہ کا مثردہ بھی دے تاکہ بری باتوں سے نفرت اور ان تدابیر حسنہ اور اعمال صالحہ کی طرف کامل رغبت ہو اس لیے پہلی بات پوری کرنے کے لیے یہ فرمایا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ کہ قرآن لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے برے اعمال پر جو ہلاکتیں اور عذاب پیش آتے ہیں خواہ وہ دنیا میں جیسا کہ عاد و ثمود وغیرہ قوموں پر دنیاوی بلائیں آئیں خواہ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں پیش آنے والی ہوں سب سے بندوں کو متنبہ کرتا ہے اور خواب گاہ دنیا کی گراں نیند سے سونے والوں کو جگاتا ہے۔

اہل ایمان کے لئے بشارت:......دوسری بات پوری کرنے کے لیے وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ فرمایا کہ ایمان والوں کو مژدہ دیتا ہے پھر

مؤمنین کا وصف ذکر کرتا ہے وہ کون؟ کہ اَلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ جو نیک کام کرتے ہوں، نہ صرف ایمان لانے پر بس کر بیٹھے ہوں کیونکہ ایمان بغیر اعمالِ صالحہ کے سعادت اُخرویہ تک نہیں پہنچاتا۔ اب ایک تو ان کا ایمان تھا دوم عمل صالحہ ان دونوں باتوں کے لیے دو انعام کا وعدہ فرمایا جاتا ہے۔ اول: اَنَّ لَھُمْ اَجْرًا حَسَنًا کہ ان کے لیے اچھا بدلہ ملے گا یعنی حیاتِ ابدی بہشت۔ دوم: مَّاكِثِیْنَ فِیْهِ اَبَدًا کہ وہ اس اجرِ حسن یعنی بہشت میں ہمیشہ رہا بھی کریں گے یہ نہیں کہ وہ چند روزہ ہو۔

ارواحِ غیر مرئیہ وغیرہ کو خدا کی اولاد سمجھنے کی ممانعت: ......پھر خوف دلانا، ایک تو عام لوگوں کو عام باتوں پر ہوتا ہے جیسا کہ لِیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا میں ذکر ہوا۔ ایک خاص امر پر خوف دلانا ہوتا ہے جیسا کہ جس گناہ میں کوئی شخص مبتلا ہو اسی کا نتیجہ بیان کیا جائے۔ عرب کے مشرکین فرشتوں اور ارواحِ غیر مرئیہ کو خدا کی اولاد سمجھ کر ان کی پرستش کیا کرتے تھے نذر و نیاز کرتے تھے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے بلکہ اب تک کہتے ہیں اور بعض یہود عزیر علیہ السلام کی نسبت بھی یہ اعتقاد رکھتے تھے، اس لیے ان تینوں فرقوں کی طرف عنان کلام کو پھیرا اور سب ہی پر سرزنش کی۔ فقال وَّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝ مَا لَھُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ . . . الخ اس میں یہ بھی بتلا دیا کہ اس اعتقاد باطل پر ان کے پاس تو کیا ان کے باپ دادا کے پاس بھی کوئی یقین دلانے والی سند نہیں محض توہم فاسد ہے یہ ایک تہدید تھی۔ دوم: كَبُرَتْ كَلِمَةً یہ بری اور سخت بات منہ سے نکال رہے ہیں۔ سوم اِنْ یَّقُوْلُوْنَ . . . الخ وہ جھوٹ بکتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو تسلی: ......آنحضرت ﷺ دنیا بھر کی اصلاح کے لیے آئے تھے تمام مخلوق کے لیے مجسم رحمت تھے باوجود اس خوف دلانے کے پھر بھی لوگوں کو اس اعتقاد باطل پر اڑے رہتے دیکھ کر ان کے نتیجہ بد کے لحاظ سے مشفقانہ طور پر بہت ہی رنج و غم کھاتے تھے جیسا کوئی شفیق باپ اپنی اولاد کی خراب کن حرکات پر برے نتائج کا خیال کر کے کڑھا کرتا ہے یہی حال آپ ﷺ کا تھا۔ اس پردہ بے نیاز خدا جو رحیم اور رحمٰن ہونے کے ساتھ جبار و قہار و منتقم بھی ہے اپنے رسول پاک کی تسلی کرتا ہے کہ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ . . . الخ کہ کیا آپ ان ناہنجاروں پر کُڑھ کُڑھ کر مر جائیں گے، اپنے آپ کو اس غم میں ہلاک کر ڈالیں گے۔ یعنی ایسا نہ کرو تمہارا جو کام تھا تم کر چکے۔

اہل ایمان کو تسلی: ......اب ایک بات اور تھی جو ایمان داروں نیکوکاروں کو بسا اوقات خلجان میں ڈالتی ہے بلکہ بعض سست اعتقاد حق پرستی سے پہلو تہی کرنے لگتے ہیں وہ یہ کہ جو قومیں نہ قیامت پر ایمان رکھتی ہیں نہ خدا پر اور اسی طرح وہ بھی جو خدا کے لیے اولاد تجویز کرتے ہیں اور ان کے بھروسے پر طرح طرح کی بدکاری کرتے ہیں کہ یہ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہیں یا خواہ مخواہ ہم کو اپنے باپ سے لہہ کے بخشوا دیں گے باوجود اس کے دنیا میں وہ خوب سرسبز ہیں ان کے پاس دولت و حشمت ہر طرح کی کامرانی موجود ہوتی ہے بڑے مزے اڑاتے پھرتے ہیں، لاکھوں روپیوں کے مالک عمدہ باغ اور کوٹھیوں اور گاؤں اور سلطنتوں کے حاکم پھر شراب کباب رنڈی ناچ گانا بجانا اس پر موٹے تازے عزت دار بنے گاڑیوں پر سوار پھرتے ہیں اور ہم خدا پرستی کی بدولت اس حالت میں مبتلا ہیں۔ اس لیے جس طرح اپنے رسول پاک ﷺ کی تسلی کی تھی اسی طرح ایمان داروں کی بھی تسلی فرماتا ہے۔ فقال اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَی الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّھَا کہ جو کچھ یہ سامان ہم نے پیدا کیا ہے یہ دنیا کی زینت کے لیے بنایا ہے جو چند روزہ ہے اور دنیا بغیر اس کے مزین نہیں ہوتی۔ دنیا اسی کا نام ہے یہ آخرت اور نئی زندگانی کی زینت نہیں جو ہمیشہ کے لیے ہے اور یہ سب کچھ اسی لیے بنایا ہے کہ لِنَبْلُوَھُمْ اَیُّھُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا اچھے بروں کا اس میں امتحان ہو جائے اور یوں تو ایک روز یعنی اس دن کہ نئی زندگانی کا جس سے آغاز ہوگا آغاز ہی میں ہم اس سب سامان کو صَعِیْدًا جُرُزًا کر دیں گے۔ سب نیست و نابود ہو جائے گا نہ وہ عماراتِ عالیہ رہیں گی، نہ وہ باغ جن کو کہ خلد منزل کہتے تھے، نہ وہ گھوڑے، نہ وہ آرائش کا باقی سامان پھر نئی زندگی میں تو ان میں سے کوئی چیز بھی کارآمد نہ ہوگی۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝٩ اِذْ اَوَى
الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا
رَشَدًا ۝١٠ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝١١ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ
ع ١٢ لِنَعْلَمَ اَىُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۝١٢ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ
بِالْحَقِّ ۭ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۝١٣ وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ
اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا
لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ۝١٤ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ لَوْلَا يَاْتُوْنَ
عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ۭ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝١٥ وَاِذِ
اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ
مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ۝١٦

ترجمہ:......کیا آپ غار اور کتبہ والوں کو ہماری قدرت کی نشانیوں میں سے تعجب کی چیز سمجھتے ہیں ۝٩ جب کہ چند جوان اس غار میں آبیٹھے پھر دعا مانگنے لگے اے ہمارے رب ہم پر اپنی جانب سے رحمت نازل کر اور ہمارے کام کا سر انجام کر دے ۝١٠ تب ہم نے سال ہا سال تک غار میں ان کے کان تھپک دیئے (سلا دیا) ۝١١ پھر ہم نے ان کو جگایا تا کہ ہم دیکھیں کہ دونوں فرقوں میں سے ان کی مدت قیام کو کس نے خوب یاد رکھا ۝١٢ ہم آپ کو ان کی صحیح صحیح خبر سناتے ہیں وہ چند جوان تھے کہ جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ان کو ہم اور زیادہ ہدایت دیتے گئے ۝١٣ اور ان کے دلوں میں استقلال کی مہریں لگادیں جب کہ وہ (دربار بادشاہ بت پرست سے) یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ ہمارا رب تو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے ہم اس کے سوا اور کسی معبود کو نہ پکاریں گے اگر ایسا کیا تو بڑی ہی جھک مارا ۝١٤ (ایک) یہ ہماری قوم ہے کہ جنہوں نے اس کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں ان کے معبود ہونے پر کوئی کھلی ہوئی دلیل کیوں پیش نہیں کرتے پھر اس سے بڑھ کر بھی کوئی ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ بنائے ۝١٥ (باہر آکر آپس میں کہنے لگے کہ) جب تم ان بت پرستوں کو اور جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں سب کو چھوڑ ہی دیا تو چلو غار میں جا بیٹھو تمہارا خدا تم پر رحمت برسا دے گا اور تمہارے کام کو بھی آسان کر دے گا۔ ۝١٦

ترکیب:......ام منقطعہ مقدر ہے بل کے ساتھ جو ایک بات سے دوسری بات کی طرف انتقال کے لیے آتا ہے۔ جمہور کے نزدیک ہمزہ استفہام اوروں کے نزدیک صرف بل مقدر ہے ای بل احسبت عیحبا خبر ہے کانوا کی و من ایاتنا حال ہے اس سے۔ اذ متعلق ہے اذکر محذوف سے فضربنا کا مفعول حجابا محذوف۔ عددا منصوب ہے سنین کی نعت ہو کر المعنی سنین ذات عدد ھذا قول

الفرا اور ممکن ہے کے مفعول مطلق ہو والمعنی تعد عددا۔ ای مرفوع ہے مبتدا ہونے کے سبب اور اس کی خبر ہے اور یہ سب جملہ متعلق ہے نعلم سے۔

تفسیر:......زینت دنیا جس میں منہمک ہو کر انسان عقبیٰ کھو بیٹھتا ہے اور خدا پرستوں کو اپنا ہم خیال نہ سمجھ کر برا جانتا بلکہ ان کو ستاتا بھی ہے اس کی نظیر اصحاب کہف کا واقعہ ہے۔ اس مناسبت سے اصحابِ کہف کے واقعۂ حیرت خیز کا ذکر شروع ہوا جس کو قریش نے پوچھا تھا جواب کس عمدہ موقعہ پر اور کس عمدہ پیرایہ میں دیا جاتا ہے کہ اس آرائش وسامانِ چندروزہ کی محبت جس میں اغنیاء کے شکر اور غرباء کے صبر کا امتحان، ہوتا ہے اصحابِ کہف کا واقعہ ہے۔

وَتَرَی الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ
تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ يَّهْدِ
اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ⑰ وَتَحْسَبُهُمْ
اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ
بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ؕ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا
وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ⑱ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ
مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ
بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ
اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ⑲

ترجمہ:......(الحاصل وہ غار میں ایسے موقع پر آسوئے) کہ جب آفتاب طلوع کرتا ہے تو ان کے غار کے دائیں طرف سے (اے مخاطب) تجھ کو ہٹا ہوا دکھائی دے گا اور جب ڈوبتا ہے تو ان کے بائیں طرف سے کتراتا ہوا گذر جاتا ہے اور وہ ہیں کہ اس کے ایک گوشہ میں (پڑے سو رہے) ہیں یہ اللہ کے عجائبات قدرت میں سے ہے جس کو اللہ نے ہدایت دی وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو اس نے گمراہ کر دیا تو پھر اس کے لیے آپ کو کوئی بھی کارساز راہ بتلانے والا نہیں ملے گا⑰ اور (اے مخاطب) تو جانے گا کہ وہ جاگتے ہیں حالانکہ وہ پڑے سوتے ہیں اور ہم ہی ان کو دائیں بائیں کروٹ بدلواتے رہتے ہیں اور ان کا کتا ہے کہ دروازہ پر بازو پھیلائے ہوئے پڑا ہے (اے مخاطب) اگر تو انہیں دیکھ پائے تو تجھے الٹے پاؤں بھاگتے ہی بن پڑے اور تجھ میں ان کی دہشت بھر جائے⑱ اور یونہی ہم نے (اپنی قدرت سے ایک بار) ان کو جگا بھی دیا تھا تا کہ باہم پوچھ کچھ کریں (پس) ان میں سے ایک نے پوچھا کہ (بھلا) تم کس قدر (یہاں) ٹھہرے رہے انہوں نے کہا کہ ہم ایک دن یا کچھ کم رہے ہیں۔ (اس کے بعد) سب یہی کہنے لگے کہ تمہارا خدا ہی خوب جانتا ہے کہ جس قدر یہاں ٹھہرے رہے ہو اب اپنے میں سے کسی ایک کو یہ روپیہ

دے کر شہر کو تو بھیجو اور اس کو چاہیے کہ وہ اچھا کھانا دیکھ کر اس میں سے تمہارے پاس کچھ لا دے اور چاہیے کہ چپکے سے آئے جائے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے ⑲۔

ترکیب:...... وتزی الشمس جملہ ان کے حال بیان کرنے کے لیے تزاور تھا، اصل میں تتزاور تھا، ایک ت حذف ہوگئی من الزور بمعنی المیل۔ ذات الیمین ای جھۃ الیمین ذات صفت ہے موصوف کے قائم مقام واقع ہوئی کیونکہ یہ ذو کا مونث ہے تقدیرہ تزاور عن کھفھم جھۃ ذات الیمین۔ فجوۃ مکان کا صحن یا گوشہ اس کی جمع فجوات آتی ہے۔ ایقاظ جمع یقظ و یقظان۔ رقود مصدر بمعنی المفعول ہے اور جس نے جمع راقد کہا غلطی کی کیوں کہ فاعل کی جمع فعول نہیں آتی۔

واقعہ اصحابِ کہف

محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ نضر بن حارث قریش میں بڑا شیطان تھا اکثر آنحضرت ﷺ کو ایذائیں دیا کرتا تھا اور وہ حیرہ وغیرہ اطراف عرب میں بھی جایا کرتا تھا وہاں سے رستم و اسفند یار و دیگر ایشیائی بادشاہوں کے قصے سن کر آتا اور حضرت ﷺ کے مقابلہ میں لوگوں کو سنا کر حضور ﷺ سے روکتا تھا۔ ایک بار وہ اور عتبہ بن ابی معیط دونوں علماء اہلِ کتاب کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا تم حضرت ﷺ سے یہ چند باتیں پوچھو جو بمنزلہ اسرار کے ہیں۔ باوجود امی ہونے کے اگر انہوں نے ان واقعات کو تم سے بیان کر دیا تو جانیو (جان لینا) کہ وہ نبی ہے ورنہ جھوٹا مدعی۔ اول یہ کہ وہ چند آدمی جو غار میں چھپے تھے کون تھے؟ دوم وہ بادشاہ کون تھا جو شرقاً غرباً مالک ہوگیا تھا؟ سوم روح کیا ہے چنانچہ وہ آئے اور آ کر قریش کے مشورہ سے حضرت ﷺ سے سوال کیا۔ روح کے سوال کا جواب تو ہو چکا۔ اب اصحابِ کہف کا حال بیان ہوتا ہے۔

کہف غار کو کہتے ہیں اور رقیم بمعنی المرقوم ای المکتوب۔ پتھر یا سیسے کی وہ لوح کہ جس پر کچھ کتبہ ہو (لکھا ہوا)۔ لوگوں نے اصحابِ کہف کا مختصر سا حال ایک لوح پر کندہ کر کے اس غار کے دروازے پر لگا دیا تھا▬ بعض کہتے ہیں رقیم اُس پہاڑ کا نام ہے جس میں وہ غار ہے۔

اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ⑳ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ㉑ سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا

▬...... یہ کتبہ اس غار پر کب لگایا گیا قرینہ یہی جانتا ہے کہ جب بیدار ہو کر وہ شہر میں آئے اور چرچا ہوا پھر اس غار میں جا کر غائب ہو گئے۔ تب لوگوں نے اس غار کے منہ پر یہ کتبہ لگایا ہوگا تا کہ آئندہ نسلوں کو ان کا حال معلوم رہے ۱۲ منہ

بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُلْ رَّبِّيٓ أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا
يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ ۬ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۠ وَّلَا تَسْتَفْتِ
فِيهِمْ مِّنْهُمْ أَحَدًا ﴿۲۲﴾ ع

ترجمہ:...... کیوں کہ اگر وہ تم پر قابو پا جائیں گے تو تمہیں سنگسار کر ڈالے گے یا تمہیں اپنے مذہب میں الٹا پھیر لائیں گے اور تب تو تم کبھی فلاح نہ پاؤ گے ﴿۲۰﴾ اور ہم نے ان کو اُن لوگوں پر یوں ظاہر کر دیا تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں (ان کے ظاہر ہوئے بعد) جب کہ لوگ ان کے امر میں آپس میں جھگڑنے لگے پس بعض نے کہا کہ ان کے غار پر ایک عمارت بناؤ (اور ان کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ) ان کا رب ہی انہیں خوب جانتا ہے جن کی بات اور تھی انہوں نے کہا کہ ہم ان پر ضرور ایک مسجد بنائیں گے ﴿۲۱﴾ (اے نبی جب ان سے اصحاب کہف کا حال بیان کر چکے تو یہ منکرین اختلاف کریں گے اور) ابھی کہنے لگیں گے وہ تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا اور بعض اٹکل پچو یہ کہیں گے کہ وہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا اور بعض کہیں گے کہ وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا (سوائے نبی ان سے) کہہ دو کہ ان کی تعداد تو میرے رب کو ہی خوب معلوم ہے ان کا اصلی حال تو بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں پس (اے نبی) ان کے بارے میں ان لوگوں سے گفتگو نہ کرو مگر سرسری اور ان کا حال بھی ان میں سے کسی سے دریافت نہ کرو ﴿۲۲﴾۔

ترکیب:...... ان یظھر وا شرط یر جمو اور یعید و جواب شرط و لن تفلحوا اذًا ابدًا ای ان رجعتم الیٰ دینھم لن تسعدوا فی الدنیا و لا فی الآخرة اعثرنا ای اطلعنا غیرھم علیٰ احوالھم یقال عثرت علیٰ کذا ای علمته لیعلموا کا فاعل ضمیر راجع الناس کی طرف۔ اذ ظرف ہے اعثرنا کا۔

اصحاب کہف والرقیم

تفسیر:...... اس لیے ان لوگوں کو اصحابِ کہف والرقیم کہتے ہیں۔ فرماتا ہے کہ اے پیغمبر کیا آپ ان کو ہماری آیاتِ قدرت میں سے عجیب تر خیال کرتے ہیں؟ یہ کچھ زیادہ عجیب نہیں۔ اس سے بڑھ کر ہماری نشانیاں ہر روز تمہارے سامنے موجود ہیں وہ کیا؟ آسمان و زمین کا پیدا کرنا، ان میں چاند و سورج کا حرکت کرنا، ہواؤں کا بدلنا، انسان و حیوان و نباتات و جمادات کی پیدائش وغیرہ وغیرہ۔ یہ قصہ کی تمہید تھی۔ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ سے ان کا قصہ شروع ہوتا ہے۔ فتیة فتیٰ کی جمع ہے جس کے معنی جوان کے ہیں اور جمع کی صورت میں چند جوان جیسا کہ صبی کی جمع صبیة آتی ہے۔ یعنی وہ چند جوان اس غار میں آ بیٹھے تو وہاں خدا سے یہ دعا کرنے لگے کہ ہم پر رحمت کر اس سختی اور تنگی کے وقت ہماری کارسازی کر۔ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ان کے کانوں پر پردے ڈال دیے۔ یہ عرب میں سُلانے کے لیے محاورہ ہے کیوں کہ خواب ❶ میں کانوں پر پردہ پڑا ہوتا ہے جس سے وہ کسی کی بات نہیں سنتا۔ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ پھر ان کو ہم نے اٹھایا یعنی بیدار کیا۔ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ تا کہ ان دونوں جماعتوں میں سے کہ جوان کی مدتِ خواب میں اختلاف کرتے تھے ہم کو معلوم ہو کہ کس کو ٹھیک مدت معلوم ہے۔ یا تو بیدار ہونے کے بعد خود انہیں میں اختلاف تھا کہ کوئی ان میں ایک روز اور کوئی آفتاب کو خیال کر کے ایک روز سے کم کہتا تھا۔ یا اُس عہد میں لوگوں میں اختلاف تھا کوئی دو سو برس کہتا تھا کوئی تین سو۔ چنانچہ آج تک عیسائی اور اہلِ اسلام کے

❶ ...... اور نیز جب بچہ کو سلاتے ہیں تو ان کے کان تھپکتے ہیں اس لیے یہ محاورہ ہو گیا ۱۲ منہ۔

مؤرخوں میں اختلاف ہے جیسا کہ آپ کو آگے چل کر معلوم ہوگا۔ اگرچہ خدا تعالیٰ کو ازل میں ہر چیز کا علم تھا اور ہے مگر امتحان کرنا اور اپنا علم حاصل ہونا بندوں کے لحاظ سے فرماتا ہے یا علمِ اجمالی کے بعد علم تفصیلی مراد ہے جو بعد وقوع حوادث ہوتا ہے اس کو علمِ تفصیلی کہتے ہیں۔

نَحْنُ نَقُصُّ . . . الخ سے اجمالاً بیان کر کے پھر اس قصہ کی تفصیل فرماتا ہے جیسا کہ فصحاء و بلغاء کا قاعدہ ہے۔ اِنَّھُمْ فِتْیَۃٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّھِمْ کہ وہ چند لوگ تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے بت پرستی سے جو اس عہد میں عام وبا کی طرح پھیلی ہوئی تھی بیزار ہو گئے تھے۔ وَزِدْنٰھُمْ ھُدًی وہ ایمان پر نہایت ثابت قدم اور ایمان داروں میں مخصوص تھے۔ وَّرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ ان کے دلوں کو صبر و استقلال بھی ہم نے دیا تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب اس بادشاہ نے ان کو اپنے بتوں کے لیے سجدہ کرنے اور ان کی قربانی کرنے پر مجبور کیا تو انہوں نے علیٰ رؤس الاشھاد صاف کہہ دیا کہ رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ . . . الخ کہ یہ بت ہمارے خدا نہیں ہمارا خدا وہ ہے کہ جو آسمان اور زمین کا خدا ہے اگر ہم اس کے خلاف کہیں تو ہم نہایت غلط بات منہ سے نکالیں گے اور ہم کو کبھی فلاح نہ ہوگی اور تم جو ان بتوں کو خدا کہتے ہو ان کی خدائی پر کوئی روشن دلیل کیوں نہیں لاتے یہ تو تمہارے ہاتھوں کے تراشے ہوئے بت ہیں اگر تم ان کو یا وہ جن کی یہ صورتیں ہیں خدائی کا حصہ دار یا اس کے رشتہ دار بناتے ہو (یا ہنود کی طرح اس کی تصویر قرار دے کر جہتِ عبادت کہتے ہو) تو یہ سب باتیں خدا تعالیٰ پر افترا و بہتان ہیں کیوں کہ نہ اس کا کوئی رشتہ دار ہے نہ شریک خدائی ہے، نہ اس بے چون و بے چگون کی کوئی صورت ہے۔

جب اس تقریر پر بادشاہ جابر ان پر خفا ہوا اور حکم دیا کہ یا تو سجدہ کر دو ورنہ قتل کیے جاؤ گے روئی میں لپیٹ کر جلائے جاؤ گے جیسا کہ اس عہد میں ایمانداروں کی نسبت روم کے قیصر کرتے تھے تب انھوں نے کچھ مہلت طلب کی بادشاہ نے مہلت دی تو اپنے مقام پر آ کر آپس میں مشورہ کیا وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْھُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ فَاْوٗٓا اِلَی الْکَھْفِ . . . الخ کہ جب تم نے اس قوم اور ان کے معبودوں کو جو اللہ کے سوا ہیں ترک ہی کر دیا اور ان سے کنارہ کشی کر لی تو چلو اس غار میں جا چھپو خدا تعالیٰ وہاں تم کو مصیبت میں نہ ڈالے گا بلکہ تم پر رحمت کرے گا اور تمہارے کام میں آسانی اور کارسازی پیدا کرے گا (ان کو اپنے ایمان کامل کی وجہ سے اس بت پر یقین ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے ان کے ساتھ ایسا ہی کیا، اس کی مدد غیبی ایمانداروں پر ہمیشہ اسی طرح ہوا کرتی ہے) اب آئندہ قصہ کو حذف کر دیا (کہ وہ غار میں آ چھپے اور وہاں ان کو ایسی نیند آئی جو کئی سو برس تک سوتے رہے۔ ادھر بادشاہ اور اس کے ارکان دولت تلاش کرنے لگے اور جب یہ معلوم ہوا کہ اس کئی میل کے تنگ اور تاریک غار میں گھس گئے ہیں جس میں تلاش کرنا مشکل ہے اور غرض ان کا قتل کرنا تھا سو غار کے منہ پر ایک مستحکم دیوار چن دی بن آئے آپ مر رہیں گے اور دفتر میں یہ حال درج کرا دیا گیا۔ یہ بات اگلے بیان سے سمجھی جاتی ہے اور فصحاء بلغاء ہمیشہ اس طرف حذف کر دینا جزء بلاغت سمجھتے ہیں اب ان کے غار میں رہنے کی کیفیت بیان فرماتا ہے۔

غار میں رہنے کی کیفیت:......وَتَرَی الشَّمْسَ الی قولہ وَّلَمُلِئْتَ مِنْھُمْ رُعْبًا کہ غار میں وہ اس موقعہ پر سوئے کہ طلوع کے وقت آفتاب یعنی دھوپ ان کے دائیں طرف سے ہو کر گزر جاتی تھی اور غروب کے وقت یعنی پچھلے پہر بائیں طرف رہتی تھی ان پر دھوپ نہیں آتی تھی اور وہ کھوہ میں کروٹیں بدلتے رہتے اس قسم کے مکان کی تصویر (کہ جہاں اول دن دھوپ دائیں طرف رہے اور اخیر دن بائیں طرف) علماء کرام نے کئی طور پر کی ہے۔

اول یہ کہ غار کا منہ شمال کی جانب تھا طلوع کے وقت دھوپ ان کے دائیں سے اور غروب کے وقت بائیں سے ہو کر گزر جاتی تھی جیسا کہ شمال رویہ مکانوں میں ہوتا ہے۔ بیضاوی رحمہ اللہ نے کہف کے دروازے کو بنات النعش ستاروں کے نیچے قرار دیا ہے اور قاعدہ ہیئت پر تقریر کی ہے جس کو سامعین کے قصورِ فہم کی وجہ سے ترک کرنا پڑا۔ بعض کہتے ہیں کہ کسی رخ غار کا منہ ہو اور کسی برج کے مقابلے میں ہو مگر خدا تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے ان کو آفتاب کی شعاع سے بچاتا تھا اس لیے اس کے بعد ذٰلِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ سے فرمایا کہ یہ خدا کے

عجائبات قدرت میں سے ہے پھر نکتہ چینوں اور کوتاہ بینوں کو تنبیہ کرتا ہے کہ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۞ یہ زجاج کا قول ہے۔ دیگر مفسرین کہتے ہیں ان کے اس قدر باقی رہنے کو ذٰلک من آیات اللّٰہ سے تعبیر کیا ہے اور ان کی ہدایت اور ایمان کے لیے مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ . . . الخ آیا ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا کہ اے دیکھنے والے تو ان کو دیکھے تو ان کو بیدار جانے ان کی کروٹیں بدلنے اور آنکھیں کھلی رہنے سے حالانکہ وہ خواب میں تھے اپنی قدرت سے ہم وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ان کی دائیں بائیں کروٹیں بدلتے رہتے تھے تاکہ ایک طور پر پڑے رہنے سے زمین ان کو نہ کھا جائے اور اسی حالت میں ان کا کتا بازو پھیلائے غار کی دہلیز پر پڑا ہوا تھا اور ان کے اس تنگ و تاریک مکان میں بالوں اور ناخنوں کے بڑھ جانے سے ایسی مہیب شکل ہو رہی تھی کہ جو کوئی دیکھے ڈر کے بھاگ جائے انسان کی فطرت ہے کہ مہیب شکلوں اور تنگ اور تاریک مکانوں سے وحشت اور دہشت ہوتی ہے کیوں کہ اس کی روح منور گھبراتی ہے۔ ان الفاظ میں گو خطاب کے صیغے ہیں مگر مراد انسان ہیں عموماً جیسا کہ فصحا ایک طرف خطاب کرتے ہیں اور مراد عام لیا کرتے ہیں پس یہ اعتراض کرنا کہ آنحضرت سرور کائنات ﷺ ڈرپوک تھے جس طرح عورتیں اور بچے ایسے مکانات اور اشکال سے ڈر کر بھاگتے ہیں آپ ﷺ بھی ایسے ہیں محض حماقت ہے۔

اس مقام پر بیضاوی وغیرہ مفسرین نے نقل کیا ہے کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے روم پر چڑھائی کی اور اس شہر اور غار کے پاس پہنچے تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے منع کیا کہ آپ اندر آدمی بھیج کر ان کی شکل و صورت دیکھنے کے درپے نہ ہوں کیوں کہ خدا تعالیٰ نے خاص آنحضرت ﷺ سے خطاب کر کے فرمایا ہے جو آپ سے بھی بہتر ہیں لو لیت منھم فرارا۔ مگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہ مانا اور کچھ لوگ بھیجے جو لُو سے جل کر مر گئے۔

اصحابِ کہف بیدار ہوتے ہیں:...... جب ان لوگوں کے خواب پر جو موت سے مشابہ ہے تین سو نو برس گزر گئے اور اس عہد کے لوگ مر کھپ کر اس کے بعد اور بھی قرن مر کھپ گئے اور اب ایک ایسا زمانہ آیا کہ جس کا بادشاہ بت پرستی چھوڑ کر عیسائی اور حوارئین کے مذہب پر تھا مگر اس عہد میں مر کر زندہ ہونے پر باہم بحث تھی۔ ایک فریق منکر تھا ایک فریق قائل۔ خود بادشاہ کو تردد تھا۔ خدا تعالیٰ سے التجا کرتا تھا کہ اس امر میں اس کو کوئی شافی دلیل دکھائے۔ خدا کی قدرت کو دیکھو کہ اس غار کی دیوار کو مکان بنانے کے لئے کسی نے ڈھانا شروع کیا یہاں تک کہ بالکل ڈھا کر غار کا منہ کھول دیا۔ ادھر دیوار کا گرنا اور دروازہ کھلنا تھا کہ اُدھر خدا نے ان کو بیدار کیا۔ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ کہ جس طرح اپنی قدرت کاملہ سے ہم نے ان کو اس قدر عرصہ تک محفوظ رکھا اسی طرح اپنی قدرت سے اٹھا بھی دیا گویا کہ از سرِ نو زندگی عطا کی۔ اب جو انگڑائیاں لیتے آنکھیں ملتے ہوئے اٹھے تو باہم پوچھنے لگے كَمْ لَبِثْتُمْ کہ کس قدر سوئے؟ جواب دیا کہ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ایک روز یا کچھ کم۔ کیونکہ سونے والے کو تخمینی مدت معلوم ہوا کرتی ہے۔ غار میں صبح کے وقت داخل ہوئے تھے جب بیدار ہوئے تو پچھلا پہر تھا اس لیے سمجھا کہ ایک یا کچھ کم مگر جب اپنے سر کے بال اور ناخن بڑھے دیکھے تو سمجھے کہ ہفتوں تک سوئے ہیں۔ اس لیے کہہ دیا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ کہ خدا ہی کو خوب معلوم ہے کہ کس قدر سوتے رہے مگر ابھی یہ معلوم نہیں ہے کہ تین سو نو برس گزر گئے ہیں بھوک پیاس معلوم ہوئی تو کہا اپنے میں سے کسی کو شہر کی طرف روپیہ دے کر بھیجو (غار سے تقریباً تین میل یہ شہر طرسوس کہ جس کو بعض افسوس کہتے ہیں واقع تھا کہ جہاں سے یہ بھاگ کر آئے اور یہاں چھپے تھے) چاہیے کہ وہ پاک یا عمدہ کھانا لائے اور اس طرح چھپ کر جائے کہ کسی کو معلوم نہ ہو ورنہ خرابی آجائے گی کیوں کہ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ . . . الخ اگر وہ قابو پا جائیں گے تو مار ڈالیں گے یا اپنے مذہب میں شریک کریں گے جس میں سراسر خرابی ہے۔ یہ سمجھ رہے ہیں کہ دقیانوس موجود ہے وہی زمانہ ہے وہی لوگ ہیں۔ پس ایک شخص ان میں سے چلا اور لوگوں سے بچتے ہوئے شہر کے دروازے پر آیا تو اس کی ہیئت بدلی ہوئی پائی حیرت ہوئی کہ یہ کیا ہو گیا۔ اسی طرح

دوسرے دروازہ پر گیا تو اس کا نقشہ بھی بدلا ہوا پایا۔ شہر میں آیا تو بازار کی صورت نئی، دکاندار نئے، لوگ نئے مذہب بھی نیا۔ یعنی انہیں کے خیالات کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قائل۔ حیران تھا کہ الٰہی اس غار کے پاس تو کوئی شہر نہ تھا مگر یہ بھی وہ شہر نہیں نہ اس کے وہ آدمی ہیں۔ آخر ایک دکان دار کو روپیہ دیا کہ بھئی ہمیں اس کی فلاں فلاں چیزیں دے دو۔ وہ روپیہ ہاتھ میں لیتے ہی حیران رہ گیا کہ یہ کس عہد کا سکہ ہے۔ پاس والے کو دکھایا اس نے اور کو، پھر کیا تھا بازار میں بھیڑ لگ گئی پوچھنے لگے کہ سچ بتاؤ تم کون ہو اور یہ روپیہ تم کو کہاں سے ملا؟ ضرور پرانا دفینہ پایا ہے سچ بتلاؤ نہیں تو پولیس کے حوالے ہوتے ہو۔ یہ کہہ رہے تھے کہ پولیس آن پہنچی آخر بادشاہ زماں کے روبرو پیش ہوئے۔ اس نے پوچھا سچ بتاؤ تم کون ہو؟ کہاں کے ہو؟ یہ روپیہ کہاں سے لائے ہو؟ آخر الامر اس نے سب سرگذشت بیان کی کہ ہم دقیانوس کے ڈر کے مارے اس غار میں جا چھپے تھے ہمارے یہ نام ہیں۔[ف] آج سوتے ہوئے آنکھ کھلی ہے، میں کھانا خریدنے آیا تھا، لوگوں نے میری ہیئت اور سکہ دیکھ کر مجھے پکڑ کر آپ تک پہنچایا۔ اس بادشاہ نے تسلی دی کہ دقیانوس کے زمانے کو کئی سو برس گزر گئے اب میں بادشاہ عیسائی مذہب رکھتا ہوں۔ ارکانِ دولت اور بادشاہ نے ان کے نام دفتر کے مطابق پا کر اور دیگر قرائن سے بھی معلوم کر لیا کہ وہی لوگ ہیں سب کو مرکر دوبارہ زندہ ہونے پر یقین آیا۔ پھر بادشاہ مع ارکانِ دولت اس کو لے کر غار میں گئے وہاں جا کر اس نے کہا پہلے مجھے جانے دو تاکہ وہ بھیڑ دیکھ کر نہ گھبرائیں۔ وہ غار میں گیا پھر باہر نہ آیا۔ بادشاہ نے بہت کوشش کی کہ اندر جا کر تلاش کرے مگر قضا وقدر نے رستہ بھلا دیا اور کوئی اندر تک نہ جا سکا۔ بعض کہتے ہیں کہ بادشاہ مع چند مصاحبوں کے اندر ان کے پاس گیا اور ان سے مل کر آیا اور پھر ان کے کہنے سے غار کا منہ بند کرا دیا۔ (عرائس)

اس قصہ کی طرف مجملاً ان جملوں میں اشارہ فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ یعنی جس طرح اپنی قدرت کاملہ سے انہیں اٹھایا اسی طرح ان کو لوگوں پر ہم نے ظاہر کر دیا لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ حق اور قیامت کا آنا سچ ہے کیونکہ ان کا اس قدر عرصہ تک سو کر جاگنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی مر کر جی اٹھے سو اس بات کا انہوں نے مشاہدہ کر لیا۔ اور جو تین سو نو برس بعد ان کی روح ان کے جسم کے ساتھ متعلق کر سکتا ہے وہ تمام عالم کو ایک مدت کے بعد اسی طرح کھڑا کر سکتا ہے۔

اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ یعنی ان کو اس وقت اٹھایا جب کہ وہ باہم اپنے دین کے امر میں جھگڑتے تھے بعض کہتے تھے حشر ابدان کے ساتھ ہوگا، بعض صرف روح کا مبعوث ہونا مانتے تھے تاکہ ان کا خلاف دور ہو جائے۔ یا یہ مراد کہ جب وہ غار میں پھر جاگ کر غائب ہوئے اور وہاں جا کر مر گئے تو بعض کہتے تھے پہلے کی طرح پھر سو گئے۔ یا مراد کہ بعض اس غار پر ایک ایسی عمارت بنانا چاہتے تھے جس میں ہر کوئی آ کر رہے اور بعض وہاں عبادت گاہ بنانا چاہتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ... الخ۔

اصحابِ کہف کی تعداد:...... رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ خدا کی طرف سے جملہ معترضہ ہے ان کے رد میں جو اس عہد میں یا آنحضرت ﷺ کے عہد میں ان کے حالات پر زیادہ بحث کرتے تھے کوئی ان کی کچھ تعداد بتلاتا تھا کوئی کچھ جس کی تصریح خود کرتا ہے۔ سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ کہ بعض ان کو تین شخص کہتے ہیں اور چوتھا کتا بتلاتے ہیں۔ یہ یہود کا یا نجران کے نصاریٰ کا قول تھا۔ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ یہ بھی بعض نصاریٰ عرب کا قول تھا کہ وہ پانچ شخص تھے چھٹا کتا تھا۔ ان دونوں قولوں کو رد کرتا ہے۔ رَجْمًا بِالْغَيْبِ کہ یہ محض قیاسی اور بے تکی باتیں ہیں۔ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ کہ وہ سات شخص تھے آٹھواں کتا تھا۔ یہ اہلِ اسلام کا قول تھا۔ حضرت نبی علیہ السلام کے بتلانے سے اس قول کی تائید فرماتا ہے قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ کہ ان کی تعداد تو خدا ہی جانتا

[ف]:...... اصحابِ کہف کے اسماء مختلف کتابوں میں مختلف لکھے ہیں مگر صحیح وہی ہیں جو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہیں ۱۲ منہ

ہے اور تھوڑے سے بندے اس کے بتلانے سے جانتے ہیں جن میں اہلِ اسلام ہیں۔ اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے یہ نام بتلاتے تھے یملیخا، مکثلمینا، مثلشینا، بادشاہ کے دائیں طرف والوں میں سے تھے، اور مرنوش، دبرنوش، شاذنوش، بائیں طرف والوں میں سے اور ساتواں ایک چرواہا تھا جو راستہ میں ان کے ساتھ ہولیا تھا اور ان کے کتے کا نام قطمیر تھا اور شہر کا نام افسوس۔ (بیضاوی)

جب کہ خدا تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حال سے بخوبی مطلع کر دیا تو اب اوروں سے پوچھنے اور ان کے امر میں جھگڑا کرنے سے منع فرمادیا فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا کہ ان کے امر میں زیادہ جھگڑا نہ کرو صرف قرآن کے واقعہ سے خبر دید و کسی کی تجہیل ورنہ کرو۔ وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِّنْهُمْ أَحَدًا اور نہ کسی سے ان کا زیادہ حال دریافت کرو جس میں ان کی لاعلمی اور جہالت ثابت ہونے لگے کیونکہ مکارمِ اخلاقِ نبوت سے یہ بھی بعید ہے۔

واضح ہو کہ شہر افسوس یا اُفسس جس کو طرطوس بھی کہتے ہیں ایشیاء کوچک کا ایک شہر [1] ہے۔ اس میں ارتمیس دیوی کا ایک ایسا مندر تھا جو دنیا کے عجائبات میں شمار ہوتا تھا۔ جس کو ایک شخص نے اپنی شہرت کے لیے اس رات میں جلا دیا کہ جس رات سکندر رومی پیدا ہوا تھا۔ پھر دوبارہ یہ مندر اسی طرح بنایا گیا۔ اس شہر سے تین کوس کے فاصلے پر ایک پہاڑ ہے جس میں وہ غار ہے کہ جہاں اصحابِ کہف غائب ہوئے تھے یہ غار کئی میل تک کا ہے اور اس کی کئی شاخیں ہیں ہیبت ناک درے ہیں۔ یہ شہر قیاصرۂ روم کے عہد میں بڑا پُر رونق تھا اب اس کے خرابات پڑے ہیں ایک قصبہ سا ہے یہاں حضرت سلطان خلد اللہ ملکہٗ کی عملداری ہے۔

اس غار پر ایک خانقاہ ہے جس کی عیسائی اور مسلمان دونوں تعظیم کرتے ہیں۔ غالباً یہ وہی خانقاہ ہے جو اصحابِ کہف کے برآمد ہونے کے بعد بنائی گئی تھی یا وہی عمارت نہ ہو مگر اس کی جگہ پر عمارت قائم ہے۔

یہ واقعہ اصحابِ کہف کا ڈیشیش (دقیانوس) قیصر کے عہد میں ہوا ہے۔ ۲۴۹ء کے بعد جب قیصر فیلپوس کی جگہ جو عیسائیوں پر بڑا مہربان تھا، ڈیشیش بیٹھا تو یہ پہلے قیصروں سے بھی بڑھ کر عیسائیوں کے حق میں ظالم اور سفاک تھا۔ ان قیصران روم کے عہد میں نیرو قیصر سے لے کر قسطنطین تک وہ ظلم و زیادتی ہوتی تھی کہ جس کا بیان نہیں۔ یہ روم کے بادشاہ جن کا پایۂ تخت ملک اٹلی میں شہر روم تھا اور ان کا لقب قیصر بت پرست تھے بتوں کی پرستش خصوصاً جوپڑ کی عبادت ان کے ہاں قانوناً فرض تھی، جو عدول حکمی کرتا تھا اول اس کو فہمائش ہوتی تھی پھر کوئی قتل کیا جاتا تھا اور کوئی درندوں کے آگے ڈالا جاتا تھا، کسی کو لوہے کے گرم ستون سے باندھتے تھے جیسا کہ عیسائیوں کی کتب تواریخ کلیسیا میں مصرحاً مذکور ہے۔

یہ واقعہ اس قیصر کے عہد میں گذرا ہے جیسا کہ لارڈ ولیم میور اپنی تاریخی کلیسیا کے چھٹے باب ۲۴۶ء کے حاشیہ میں لکھتا ہے قولہٗ:

"کہتے ہیں افسس کے رہنے والے سات جوان ڈیشیش کے ظلم کی سختی سے شہر چھوڑ کر پاس ہی کسی غار میں جا چھپے تھے اور وہاں دوسو برس تک برابر سوتے رہے اور پھر جب جاگے اور ان میں سے ایک شہر میں گیا تو وہ وہاں تمام حاکم و محکوم کو پورا عیسائی دیکھ کر نہایت تعجب میں آیا۔ یہ نقل اصحابِ کہف کی قرآن میں بھی بہت سی خیالی باتوں کے ساتھ مل کر مذکور ہوئی ہے اس میں اس خواب کے ایام بجائے دوسو کے تین سو نو برس لکھے ہیں پس اس کو جس طرح سمجھے مبالغہ صاف ہے گبن کی کتاب کے ۳۳ باب کا آخر دیکھو انتہی۔"

الغرض ولیم میور صاحب اور گبن صاحب کو جو نئی روشنی کے عہد کے مورخ ہیں اس قصہ کی بابت جو قرآن مجید میں مذکور ہے بجز تسلیم کے چارہ نہ ہوا تو ایک مبالغہ کا اتہام لگایا کہ خواب کی مدت میں قرآن نے مبالغہ کیا ہے۔ ولیم میور صاحب اگر ان کی بیداری کا زمانہ متعین بہ دلائل

---

[1]...... افسس و مغربی آبیای صغیر ست و مسافت میان او داز میر تخمیناً سی و هفت میل ست و افسس قریب بجانب جنوب از میر واقع شده است و اور االآن ایاز لوک می گویند۔ جغرافیہ فرہاد مرزا ۲۳۳ ۱۲ منہ

کرتے تو یہ اہتمام پادریانہ زیبا تھا ورنہ اس بے تکی رائے کو کتابِ الٰہی کے مقابلہ میں کون سنتا ہے خصوصاً آنحضرت ﷺ کے عہد کے نصاریٰ جن سے تخمیناً بہتر (۷۲) برس پیشتر یہ واقعہ گذرا ہے۔ ❶ آنحضرت ﷺ پر غلط بیانی کی صورت میں کیسے کیسے الزام لگاتے اور پھر قریش مکہ کے ہاتھ تو آنحضرت ﷺ کی تغلیط کے لیے ایک بڑی سند ہاتھ آجاتی حالانکہ وہ شب وروز ایسی ہی باتوں کی تلاش میں رہا کرتے تھے۔

فوائد:......(۱) **سوال:** ان آیات سے اصحابِ کہف کی ایمانداری اور مدح ثابت ہوتی ہے اور اس کا سبب بظاہر دینِ عیسوی قبول کرنا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اس عہد تک دینِ عیسوی غیر محرف تھا اور جہاں تک تاریخ کی کتابوں کو دیکھا گیا اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد کے عیسائیوں کا بھی یہی عقیدہ تھا جو آج کے زمانہ کے عیسائیوں کا ہے جس سے یہ نتیجہ نکلا کہ آج کل جو مذہب عیسائیت پر الزامِ تحریف لگایا کرتے ہیں محض تعصب ہے۔

جواب: جس نے مذہب عیسوی کی تاریخیں دیکھیں ہیں اس پر یہ بات ہرگز مخفی نہیں کہ حضرات حواریوں کے زمانے ہی میں اختلاف کی بنیاد قائم ہوگئی تھی۔ پولوسؔ اور شمعونؔ اور دیگر لوگوں میں جو کچھ اختلاف پڑا وہ خود حواریوں کی تاریخ یعنی کتاب اعمال حوارین ہی سے ثابت ہے جس کو عیسائی انجیل کہتے ہیں۔ اور پولوس کے ناموں سے بھی جو انجیل مانے جاتے ہیں اور پھر بعد میں جو کلیسیاؤں میں اختلاف ہوا اور مختلف فرقے اول اور دوسری صدی عیسوی میں پیدا ہوئے ان کا بیان کرنا طوالت ہے۔ چوتھی صدی عیسوی میں جب روم کے قیصروں میں سے سب سے اول قسطنطین عیسائی ہوا۔ اسؔ نے انہیں اختلافات دور کرنے کے لیے اور نیز الوہیت مسیح و دیگر اصول مذہب قائم کرنے کے لیے شہر نائس میں بڑے زور وشور سے ایک انجمن منعقد کی اور پھر برسوں تک انجمنیں منعقد ہوتی رہیں مگر تاہم بہت سے فریق جدا ہی رہے عیسائیوں میں الوہیت مسیح کے منکر بھی باقی رہے اور اب تک عیسائیوں میں ان مخالف فریقوں کے پیرو باقی ہیں۔ پس جب یہ ہے تو اب کون کہہ سکتا ہے کہ افسوس کے عیسائیوں کا مذہب آج کل کے فرقۂ پراٹسٹنٹ یا فرقۂ رومن کیتھولک کا مذہب تھا جو آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت ملکوں میں پھیلا ہوا تھا جس میں بے شمار تحریفات ہیں اور جن کی اصلاح کے لیے نبی آخر الزمان علیہ السلام بھیجے گئے۔ حق یہ ہے کہ اصحابِ کہف حواریوں کے اصلی مذہب پر تھے تثلیث والوہیت مسیح سے ان کے کان بھی آشنا نہ تھے۔ ان پر پولوس کی تعلیم کا اثر نہ پڑا تھا۔

(۲) اس بات کا کہ اصحابِ کہف اس غار میں اب تک سوتے ہیں اور قیامت تک وہیں سوتے رہیں گے، یا یہ کہ وہ بیدار ہونے کے بعد غار میں جا کر مر گئے اور نیز یہ کہ آنحضرت علیہ السلام کے پاس ایک چادر آئی اس کے چاروں کونے خلفاء اربعہ نے پکڑے اور بیچ میں آنحضرت ﷺ بیٹھے اور اُڑ اکر فرشتے اصحابِ کہف کے پاس لے گئے ان سے حضرت ﷺ نے ملاقات کر کے ان کو اسلام تلقین فرمایا، قرآن واحادیث سے پتہ نہیں لگتا۔ یہ مؤرخین کی رائیں اور ان کے اقوال ہیں، واللہ اعلم۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝۲۳ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ۝۲۴ وَلَبِثُوْا فِیْ

❶ ......قرآن مجید میں تین سو لو برس قمری ہیں جس میں لو برس بحساب شمسی گئے باقی تین سو رہے اور یہ واقعہ ہوا دو سو اٹھاس عیسوی میں اور تین سو برس سوتے رہے اب بیداری ان کی پانچ سو اٹھاس عیسوی میں ہوئی اور ولادت آنحضرت ﷺ کی تخمیناً پانسو ستر (۵۷۰) عیسوی میں ہے۔ اس حساب سے اصحاب کہف کی بیداری تخمیناً کیس برس پیشتر حضرت ﷺ کی ولادت سے ہوئی اور آنحضرت ﷺ کی ہجرت کے وقت تخمیناً بہتر (۷۲) برس کا زمانہ گزرا تھا ۱۲ منہ

كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ۝۲۵ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ
غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ
وَّلِيٍّ ۡ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ۝۲۶ وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۭ
لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ڐ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝۲۷

ترجمہ:... (اے نبی) اور آپ کسی کام کے لیے یہ نہ کہا کرو کہ اس کو میں کل کر دوں گا ۝۲۳ (ہاں یوں کہا کرو) اگر اللہ چاہے گا (تو کر دوں گا ف) اور جب آپ (ایسے موقع پر) اس کا نام لینا بھول جایا کرو تو یاد کر لیا کرو اور کہہ دیا کرو شاید میرا رب مجھے اس سے بھی کوئی اور بہتر بات بتلائے ۝۲۴ اور وہ اپنے غار میں نو اوپر تین سو برس رہے ۝۲۵ (اس پر بھی نہ مانیں تو) کہہ دو اللہ تم سے خوب تر جانتا ہے کہ کس قدر رہے (کیونکہ) اسی کے پاس آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا علم ہے وہ کیا ہی بینا اور کیا ہی شنوا ہے اس کے سوائے ان کا کوئی کارساز نہیں اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے ۝۲۶ اور (اے نبی) آپ کے رب کی کتاب جو کچھ آپ پر وحی کی گئی ہے اس کو پڑھتے رہا کرو کوئی اس کی باتوں کو بدل نہیں سکتا اور اس کے سوائے آپ کو کوئی بھی پناہ نہ ملے گی ۝۲۷۔

ترکیب:......الا استثناء ہے نہی سے ای لاتقولن لاجل شئی تعزم علیہ انی فاعلہ فیما یستقبل الا بان یشاء اللہ أی الا متلبسا بمشیۃ اللہ تعالٰی قائلا ان شاء اللہ۔ ابصر بہ و اسمع صیغۂ تعجب ہیں بہ کی ضمیر اللہ تعالٰی کی طرف راجع ہے اور محل اس کا رفع ہے فاعلیت سے اور ب زائد ہے سیبویہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔

شانِ نزول

تفسیر:......وَلَا تَقُوْلَنَّ... الخ مفسرین کہتے ہیں اس آیت کے نازل ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جب قریش نے نبی علیہ السلام سے اصحابِ کہف و ذوالقرنین اور روح کا حال دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل بیان کروں گا اور اس کے ساتھ ان شاء اللہ نہ کہا اس پر پندرہ دن تک بقول بعض چالیس روز تک وحی بند رہی تب یہ آیت نازل ہوئی کہ کسی کام کے کرنے کا وعدہ بغیر ان شاء اللہ کہے نہ کیا کرو کیوں کہ بندہ کا ایسا کہنا گویا کارخانۂ قضا و قدر میں اپنا استقلال ظاہر کرنا ہے جو عبدیت کے خلاف ہے۔

ان شاء اللہ کہنے کی ترغیب:......اور ہدایت فرمائی کہ جب ان شاء اللہ کہنا بھول جاؤ تو جس وقت یاد آئے کہہ لو۔ اس پر امام شافعیؒ نے یہ بات نکالی کہ اگر کسی کام کی قسم کھائی اور عرصہ کے بعد ان شاء اللہ کہہ لیا تو حانث نہ ہوگا۔ مگر عام فقہاء کہتے ہیں ملا کر کہے گا تو معتبر ہوگا اس لیے کہ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ سے ان شاء اللہ کہنا مراد نہیں بلکہ عموماً یادِ الٰہی مراد ہے یا ان شاء اللہ کہنا مراد ہے تو متصلاً۔ اور جب قریش کو اصحابِ کہف کا حال سن کر تعجب ہوا تو فرمایا کہہ دو عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ کہ اس سے بھی زیادہ اور خبروں کی میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے بتائے گا چنانچہ صدہا (سینکڑوں) غیب کے اسرار بتائے۔

وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ... الخ اس میں قصہ کا تتمہ ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ خدا تعالٰی اس جملے میں وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ لوگوں کے

ف:......یعنی ان شاء اللہ کہنا بھول جاؤ تو جب یاد آئے کہہ لیا کرو۔

قول کو نقل کرتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ وہ غار میں تین سو نو برس تک سوتے رہے اس لیے بعد میں فرماتا ہے قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا . . . الخ کہ اللہ ہی کو خوب معلوم ہے کہ وہ کس قدر ٹھہرے (لو پادری صاحب اب تو کچھ بھی خلاف باقی نہیں رہا) مگر دیگر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ اپنی طرف سے خبر دیتا ہے اور قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا سے اس کی تائید کرتا ہے کہ وہی خوب جانتا ہے کہ وہ کس قدر سوئے کیونکہ کہ وہ آسمانوں اور زمین کی سب چھپی ہوئی باتیں جانتا ہے وہ بڑا سمیع و بصیر ہے نہ کہ تم جو قیاس سے کہتے ہو۔

مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ . . . الخ وہی ان کا یعنی اصحابِ کہف کا کارساز ہے جس نے ان کو اس قدر مدت تک سالم رکھا اور اپنے حکم میں کسی کو شریک نہ کیا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس آیت میں اپنا جلال و جبروت ظاہر کرتا ہے تا کہ مخالفین ان کے خلاف کرنے سے ڈریں کہ ان کا کوئی حمایتی نہ پیدا ہوگا اس لیے اس کے بعد حضرت ﷺ کو بے دھڑک قرآن سنانے کا حکم دیتا ہے۔

لوگوں کو قرآن سنانے کا حکم: ......وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ......الخ کہ کسی کا کچھ خوف و خطر نہ کرو کوئی اس کی بات بدل نہیں سکتا جو وہ کہتا ہے وہی حق ہے، وہی ہوگا، وہی ہوا ہے، آپ اس کی دی ہوئی کتاب کو پڑھا کرو اور لوگوں کو سنایا کرو کسی کے اختلاف کی کچھ پرواہ نہ کرو۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ
وَلَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ
الربع عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَمَنْ شَآءَ
فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ ۙ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ
وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ
وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ
مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ
فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّیَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ
ع ۱۶ مُّتَّكِـِٕیْنَ فِیْهَا عَلَی الْاَرَآئِكِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾

●...... المهل الحديد المذاب وقيل الرصاص المذاب او الفضة وقيل دردى الزيت اى ما بقى فى اسفل الاناء قال ابو عبيدة والاخفش هو المكر و هو كل ما اذيب من جواهر الارض من حديد و رصاص و نحاس ۱۲ منہ

●...... مرتفقا متكأ و اصل الارتفاق نصب المرفق تحت الخد و قال القتيبى هو المنزل و المجلس ۱۲ منہ ●......اساور قال الزجاج جمع اسورة و هى زينة تلبس فى اليد من زينة الملوك ۱۲ ـ ●......السندس هو الرقيق من الحرير و استبرق منها و هما جمعان و احدهما سندسة و استبرقة و قيل مفردان و قيل استبرق الديباج المنسوج بالذهب ۱۲ منہ

ترجمہ:......اور (اے نبی) جو لوگ صبح و شام اپنے ربؑ کو پکارتے رہتے ہیں (اور) اس کی رضامندی چاہتے رہتے ہیں آپ انہیں کے ساتھ اپنے آپ کو ٹھہرائے رکھیے اور ان سے آنکھیں نہ پھیریے کہ آپ دنیا کی زندگانی کی آرائش کا پاس کرنے لگیں اور اس کا کہنا ہرگز نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے تابع ہو گیا اور اس کا حال حد سے گزر گیا ہو ۲۸ اور کہہ دو حق تو تمہارے رب کی طرف سے (آیا) ہے پھر جو چاہے مانے اور جو چاہے نہ مانے ہم نے بھی ستم گاروں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے کہ جس کی قناتیں انہیں گھیر لیں گی اور اگر فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی ایسے پانی سے کی جائیں گی جو پگھلے ہوئے لوہے کی مانند ہوگا منہ کو جھلس ڈالے گا۔ کیا ہی برا پانی ہوگا اور کیا ہی بری آرام کی جگہ ملے گی ۲۹ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے تو ہم بھی جس کسی نے نیک کام کیے ہیں اس کا اجر ضائع نہیں کرتے ۳۰ یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے لیے ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن کے نیچے پڑی نہریں بہہ رہی ہوں گی ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سبز لباس مہین اور دبیز ریشم کا پہنیں گے وہاں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے کیا ہی اچھا بدلہ ہے اور کیا ہی خوب آرام گاہ ہے ۳۱۔

ترکیب:......یریدون حال ہے ضمیر یدعون سے ترید کا فاعل ضمیر ہے جو عینین کی طرف راجع ہے جملہ حال ہے ک سے یا فاعل لاتعد سے۔ انّا لا جملہ خبر ہے انّ کی۔

ربط آیات سبب نزول

تفسیر:......پہلی آیتوں میں فرمایا تھا کہ جو کچھ اسباب تجمل دنیا پر ہیں وہ صرف دنیا کی زینت ہے نہ کہ آخرت کی اور وہ فانی اور سریع الزوال ہیں غرور اور دل بستگی ان سے نچاہیے کیوں کہ وہ اسباب دار آخرت کے لیے حجاب ہیں پھر اس کے متعلق اصحاب کہف کا دلچسپ واقعہ بیان فرماتا تھا جو دنیا کی بے ثباتی پر دلالت کرتا تھا۔ کفار قریش ایسے کہاں کے تھے جو اس سے عبرت ناک نتیجہ حاصل کرتے بلکہ اس کو بھی ایک دلچسپ داستان سمجھ کر آنحضرت ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے مگر اپنے اسباب دنیا کے غرور میں ان کو فقراء مسلمین کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھنا ناگوار معلوم ہوا جس پر انہوں نے حضرت ﷺ سے درخواست کی کہ یہ لوگ ہمارے وقت میں آپ کے پاس نہ آیا کریں اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

مسلمان غرباء کے ساتھ نشست و ٹھہرنے کا حکم ......وَاصْبِرْ نَفْسَكَ اِلٰى حَیٰوۃِ الدُّنْیَا کہ آپ انہی غرباء مسلمین کے ساتھ رہا کریں جو صبح و شام اپنے اللہ کو خاص اسی کی رضا کے لیے پکارتے ہیں (صبح و شام سے یا تو ہر وقت مراد ہے جو صبح و شام ان کی اطراف سے تعبیر کیے گئے یا صبح و شام سے نماز فجر و مغرب مراد ہے یا بیدار ہونے اور سونے کا وقت کیوں کہ سو کر بیدار ہونا گویا مر کر جینا اور رات کو سونا گویا مرنے کا سامان ہے سو ایسے وقتوں میں باخدا لوگ ضرور متنبہ ہوتے اور اس کی شکر گزاری اور یاد کرتے ہیں) اور ان سے آنکھیں نہ پھیرنا کہ امراء کفار کی آرائش و تجمل آپ کی آنکھوں میں کھبے اور ان کفار کا کہنا نہ ماننا کہ جن کے دل ہماری یاد سے غافل ہو گئے ہیں اور اپنی نفسانی خواہشوں کے پیرو ہیں اور حد سے گزر گئے ہیں اور کہہ دو امر حق اللہ کی طرف سے آچکا خواہ تم مانو یا نہ مانو۔ پھر آگے نہ ماننے والوں کی سزا جہنم اور آگ کی قنات اور پینے کو کھولتا پانی بیان فرمایا اور ماننے والوں کی جنات عدن اور وہاں کے تجملات اور حقیقی زینت بیان فرمادی سونے کے کنگن اور لباس حریر (ریشمی لباس) اور تختوں پر تکیہ لگا کر بیٹھنا۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا
بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۳۲ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ

شَيْـًٔا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۝۳۳ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ*
اَنَا اَكْثَرُ* مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۝۳۴ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ
اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ۝۳۵ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ
لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۝۳۶ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ
خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ۝۳۷ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ
اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝۳۸ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا
بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ۝۳۹ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ
جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا* مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ۝۴۰ اَوْ
يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ۝۴۱ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ
يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ
لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝۴۲ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ
مُنْتَصِرًا ۝۴۳ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۭ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ۝۴۴ ع

ترجمہ:......اور ان کو دو شخصوں کی مثل بھی سنا دو کہ جن میں سے ایک کے لیے ہم نے انگور کے دو باغ تیار کیے اور ان کے گرداگرد کھجوریں لگائیں اور ان کے درمیان کھیتی بھی لگائی ۝۳۲ دونوں باغ ہیں کہ اپنے پھل لاتے ہیں اور پھل لانے میں کچھ کمی بھی نہیں کرتے اور اور ان باغوں کے بیچ میں ایک نہر بھی جاری کی ۝۳۳ اور اس شخص کے پاس بہت پھل تھے پھر اس نے اپنے ساتھی سے باتیں کرتے ہوئے یہ کہا کہ میں تجھ سے مال میں بھی زیادہ ہوں اور آدمیوں کے لحاظ سے بھی زیادہ عزت دار ہوں ۝۳۴ اور (جبکہ) وہ اپنی جان پر ستم ڈھاتا ہوا اپنے باغ میں گیا جا کر کہنے لگا کہ میں نہیں سمجھتا کہ یہ باغ کبھی برباد ہوگا ۝۳۵ اور نہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ قیامت برپا ہوگی اور اگر میں اپنے رب کے پاس پہنچایا بھی گیا تو اس سے بھی بہتر جگہ پاؤں گا ۝۳۶ (اس وقت) اس کے رفیق نے اس سے اثناء کلام میں کہا کہ کیا تو اس کا منکر ہو گیا کہ جس نے تجھے مٹی سے پھر نطفہ سے بنایا پھر تجھے پورا

*...... یحاورہ یراجعہ فی الکلام من حار راذا رجع۔ *......انا اکثر پر ہے کہ میرا کنبہ نوکر چاکر یار واجبات بہت ہیں اور دنیا میں مال کی طرح یہ بھی ایک عزت و شوکت کا سامان ہے ۱۲ منہ *...... حسبان جمع حسبانۃ وھی الصواعق وقیل ھو مصدر بمعنی الحساب (بیضاوی) الحسبان بالضم العذاب والبلاء والشر والعجاج والجراد والسھام الصغار والحسبانۃ واحدھا الصاعقۃ۔ قاموس ۱۲ منہ۔

آدمی بنادیا۞۳۷ لیکن میرا تو اللہ ہی رب ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرنے کا۞۳۸ اور تو نے کس لیے اپنے باغ میں داخل ہوتے وقت یہ نہ کہا جو اللہ نے چاہا سو ہوا اور مجھ میں تو اس کے بغیر کچھ بھی قدرت نہیں اگرچہ تو مجھے اپنے سے مال اور اولاد میں کم دیکھتا ہے۞۳۹ تو امید ہے کہ مجھے میرا رب تیرے باغ سے بھی بہتر باغ دے اور اس باغ پر ایک آسمانی جھونکا بھیجے گا جس سے وہ چٹیل میدان ہوجائے گا۞۴۰ یا اس کا پانی خشک ہوجائے گا کہ جس کو تو ہرگز نہ پاسکے گا۞۴۱ اور اس کے پھلوں پر آفت آ ہی پڑی پھر تو جو کچھ اس نے باغ میں صرف کیا تھا اس پر ہاتھ ہی ملتا رہ گیا اور یہ باغ ہے کہ سراسر اُجاڑ پڑا ہے اور وہ یہ کہہ رہا ہے کہ ہائے رے میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا۞۴۲ اور اس کی اب کوئی جماعت بھی ایسی نہ ہوئی کہ اللہ کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود ہی انتقام لے سکا۞۴۳ یہاں سے (معلوم ہوا کہ) سب اختیار اللہ سچے ہی کو ہے اسی کا انعام بہتر ہے اور وہی عمدہ بدلا دیتا ہے۞۴۴۔

ایک تمثیلی واقعہ سے دنیا کی بے اثباتی کا بیان

تفسیر:......پھر دنیا کی بے ثباتی (اور اس کے اسباب و تجمل پر غرور کر کے خدا تعالیٰ کی نافرمانی اور الحاد کا بدنتیجہ جو کبھی دنیا ہی میں ظاہر ہوتا ہے) دو شخصوں کی تمثیل سے بیان فرمائی۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ صرف ایک تمثیل ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ دراصل ایسے دو شخص تھے بھی کہ جن کا یہ واقعہ ہے۔ پھر بعض کہتے ہیں کہ یہ دو شخص بنی اسرائیل میں سے دو بھائی تھے کہ ایک نے اپنا مال اللہ کی راہ میں صرف کیا تھا۔ دوسرا دنیادار اور مشرک اور دار آخرت کا منکر تھا۔ اس نے دو باغ اپنے مال سے ایسے تیار کرائے تھے کہ ان میں نہر بھی جاری تھی اور بیچ میں انگور اور آس پاس کھجور کے درخت تھے اور وقت پر پھل بھی عمدہ آتے تھے اس پر اس کی اولاد اور خدمت گار نوکر چاکر بھی زیادہ تھے۔ ایک روز وہ اپنے غریب مومن بھائی کے ساتھ باغ میں گیا اور وہاں بجائے شکرگزاری کے تکبر کیا اور دنیا کی ترقی پر قیاس کر کے آخرت میں بھی تجمل اور آسائش پانے کا استحقاق ظاہر کیا اور آخرت کا انکار بھی اس کے کلام سے ظاہر ہوا۔ اس کے بھائی نے اسے سمجھایا تلقین کی لیکن نہ مانا۔ آخر اس پر آسمانی بلا نازل ہوئی کہ تمام باغ اجڑ گیا جس پر وہ ندامت و حسرت کرنے لگا۔ تب معلوم ہوا کہ اللہ ہی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ* بِهٖ نَبَاتُ
الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا* تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا۞۴۵
اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ
ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا۞۴۶ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ
فَلَمْ نُغَادِرْ* مِنْهُمْ اَحَدًا۞۴۷ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا
خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۢ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا۞۴۸ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ

* ......فاختلط ای تکاثف و غلظ حتی استوی والتف بعضہ علی بعض او امتزج الماء بالنبات فروی ۱۲ منہ
* ......ھشیما یابسا متفرقۃ والھشیم الکسیر واحدہ ھشیمۃ وھی من النبات ماتکسر بالیبس وتفرقت ۱۲ منہ
* ......فلم نغادر ای لم نترک ومنہ الغدر لان الغادر یترک الوفاء بالعھد ومنہ الغدیر لان الماء یذہب من البرکۃ ومنہ غدائر المرأۃ لانھا تجعلھا خلفا ر تترکھا ۱۲ منہ

فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾ ع ۱۸

ترجمہ:...... اور (اے نبی) ان سے زندگی دنیا کی مثال بیان کرو کہ وہ ایسی ہے جیسا کہ بارش کا پانی جس ہم نے اوپر ہی سے برسایا پھر اس سے زمین کا سبزہ گھن گھنا کر اگا پھر وہ چورا چورا ہو کر رہ گیا کہ اس کو ہوائیں اڑاتی پھرتی ہیں اور اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے ﴿۴۵﴾ مال اور اولاد تو دنیا کی آرائش ہے اور باقی رہ جانے والی نیکیاں آپ کے رب کے نزدیک بلحاظ ثواب اور توقع آخرت کے بہت ہی بہتر ہیں ﴿۴۶﴾ اور جس روز کہ ہم پہاڑ اڑائیں گے اور (اے مخاطب) تو زمین کو صاف میدان دیکھے گا اور ہم ان سب کو جمع کر لیں گے ﴿۴۷﴾ پھر تو ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑیں گے اور سب آپ کے رب کے سامنے صف باندھ کر پیش کیے جائیں گے (ان سے کہا جائے گا) اب تو تم ہمارے پاس اس حال میں حاضر ہوئے کہ جیسا تم کو اول بار پیدا کیا تھا ❶ اور تم نے تو یہ بھی سمجھ لیا تھا کہ تمہارے لیے کوئی وعدے کا وقت مقرر نہیں کریں گے ﴿۴۸﴾ اور نامہ اعمال بھی لا کر دھرے جائیں گے پھر (اے مخاطب) تو گنہگاروں کو دیکھے گا کہ جو کچھ ان میں لکھا ہے اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ وائے خرابی یہ کیسی کتاب ہے جو نہ کسی چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی کو مگر سب کو تو گھیر لیا ہے انھوں نے جو کچھ کیا تھا سب ہی کو تو موجود پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا ﴿۴۹﴾۔

ترکیب:...... مثل الحیات مفعول ہے اضرب کماء موصوف انزلناہ... الخ جملہ صفت مجموعہ خبر ہے مبتدا محذوف کی ای ھو کماء بل للخراج من کلام الی آخر۔

دنیا کی بے ثباتی پر دوسری مثال

تفسیر:...... یہ دوسری تمثیل ہے دنیا کی بے ثباتی کے لیے۔ صرف بارش سے دنیا کی تشبیہ نہیں دی بلکہ اس کی تمام کیفیت سے کہ جس طرح بارش سے زمین کے نباتات ہرے بھرے لہلہاتے ہوئے نکلتے ہیں جن کو دیکھ کر انسان خوش ہوتے ہیں ان کی تھوڑی ہی عمر طبعی ہے چند روز کے بعد خشک ہو جاتے ہیں پھر ان کا چورا چورا ہو کر ہوا میں اڑتا پھرتا ہے اسی طرح انسان اور دیگر حیوانات کا حال ہے کہ لڑکے ہیں پھر جوان رعنا ہیں ٹھوکریں مارتے چلتے ہیں پھر بڈھے ہوئے مر گئے۔ چند روز کے بعد وہ سر پر غرور اور اس کا جسم پر نور ذرہ ذرہ ہو کر خاک کے ساتھ اڑتا پھرتا ہے اللہ ہر شے پر قادر ہے بناتا بھی ہے اور مٹاتا بھی ہے پھر حشر کو بھی اٹھائے گا۔

مال واولاد کی کیفیت:...... اب اس کے بعد اس کے مال و اولاد کی کیفیت بیان فرماتا ہے جو اس کے غرور کا سرمایا ہے کہ یہ چیزیں صرف حیاتِ دنیا کی آرائش ہیں ان کا قیام اسی قدر ہے کہ جس قدر باغ میں پھول کی بہار۔ برخلاف اس کے جو فقراء باخدا کا سرمایا ہے وہ کیا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ سو وہ اللہ کے نزدیک ثواب اور توقع کے لیے بہتر ہے یہی چیزیں اس کے ساتھ جاتی ہیں جو اس عالم باقی میں اس کی فرحت دائمی کا سامان ہو جاتی ہیں۔ اَلْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ سے مراد نیکیاں ہیں خواہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کا ذکر

---

❶...... یعنی جس طرح پیدائش کے وقت خالی ہاتھ ننگ ملنگ پیدا ہوتے ہیں اسی طرح عالم حشر میں جو مثل دنیا کا تولد ہے خالی ہاتھ ہونگے یہ مال و دولت جاہ وحشم جس پر آج غرور ہے کچھ بھی ساتھ نہ ہوگا۔

ہو یا معرفت و استغراق ہو یا کوئی اور نیکی ہو۔ صدقہ و خیرات دین کی خدمت وغیرہ اب ان باقیات کا اثر کب نمودار ہوگا وَیَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ کہ جس روز ہم پہاڑوں کو جن کی بقاو حیات انسانوں کی نظروں میں مستحکم ہے، روئی کے گالوں کی طرح اڑائیں گے یعنی اس عالم عنصری کو فنا کر کے عالم باقی کو کہ جس کو حشر سے تعبیر کیا جاتا ہے ظاہر کریں گے اَلْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ وہاں کی زینت ہوگی۔ وَتَرَی الْاَرْضَ بَارِزَۃً اور زمین میدان دکھائی دے گی اس کے سب نشان مٹ جائیں گے پھر اس روز اگلے پچھلے سب جمع کیے جائیں گے صف بستہ خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے نامۂ اعمال دیئے جائیں گے اس میں جو کچھ دنیا میں کیا تھا چھوٹا یا بڑا کام سب لکھا ہوا پائیں گے۔ گنہگار اس کو دیکھ کر ڈریں گے گھبرائیں گے مگر یہ سب کچھ انہیں کا بویا ہوا ہوگا جس کو کاٹیں گے، خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝۵۰ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۝۵۱ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ۝۵۲ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝۵۳ ع

ترجمہ:......اور (یاد کرو) جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے آگے جھکو پس ابلیس کے سوا سب جھکے وہ قوم جن سے تھا سو اپنے رب کے حکم سے نافرمان ہو گیا پھر کیوں تم اس کو اور اس کی ذریت کو مجھے چھوڑ کر رفیق بناتے ہو؟ حالانکہ وہ تو تمہارے دشمن ہیں ستمگاروں کے لیے کیا ہی میرا بدل ہے۵۰ (جن کو وہ پوجتے ہیں ہم نے) نہ تو ان کو آسمانوں اور زمین کے بنانے میں (اپنی مدد کے لیے) بلایا نہ خود ان کے بنانے میں اور میں بدحواریوں سے کاہے کو مدد لینے لگا تھا۵۱ اور جس دن (اللہ) مشرکوں سے فرمائے گا کہ تم میرے ان شریکوں کو تو پکارو کہ جن کا تمہیں گھمنڈ تھا سو وہ پکاریں گے پر وہ تو انہیں کچھ بھی جواب نہ دیں گے اور ہم ان سب کے لیے ہلاکت کر دیں گے۵۲ اور گنہگار آگ کو دیکھیں گے اور سمجھیں گے کہ اس میں ہم ابھی گرنے والے ہیں اور اس سے بچنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۵۳۔

●......یعنی اللہ کے بدلے میں شیطان کو کارساز کے لیے کیا ہی برا بدل ہے۔

●......یعنی جب وہ نہ آسمانوں اور زمین کے بنانے کے وقت نہ خود اپنی پیدائش کے وقت موجود تھے اور نہ اس میں شریک تھے تو اب ان کا خدائی میں کیا حصہ ہے پھر کیوں ان کو شریک بنایا جاتا ہے ۱۲ منہ

●......یعنی سب ایک ہلاکت میں شریک ہوں گے وہ کیا ہے آتش جہنم۔ موبق ہلاکت موبق ظرف مکان ہے یا یہ معنی کہ ان کی باہمی محبت دنیا موبق یعنی ہلاکت کا باعث ہوگی تب بین بمعنی وصل ہے، ای جعلنا تواصلھم فی الدنیا ھلاکا یوم القیامۃ (بیضاوی) ۱۲ منہ۔ ف:......موبق قیل اسم وادٍ من جھنم وقیل ھی نار وقیل برزخ فعلی ھذا ھو اسم مکان وقال ابن الاعرابی کل حاجز بین الشئین فھو موبق فعلی ھذا تفسیرہ جعلنا بین المشرکین و بین الٰھتھم حجابا حاجزا لایصل احدھم الی احد وقال الفراء الموبق الھلاک وبہ قال مجاھد وابن عباس والمعنی جعلنا تواصلھم فی الدنیا مھلکھم فی الآخرۃ یقال وبق یبق ۱۲ منہ

عالمِ آخرت سے غافل کرنے والی دو چیزیں

تفسیر: ...... یہ بھی کلامِ سابقہ کا تتمہ ہے۔ انسان کو عالمِ آخرت سے غافل کرنے والی دو ہی چیزیں ہیں۔ اول مال و اسباب و اولاد کہ جس کے نشہ میں یہ ایسا سرشار ہوتا ہے کہ اس کو اس عالم سے جانے کی فکر نہ وہاں کے لیے زادِ راہ حاصل کرنے کی مہلت اس کا بے ثبات اور سریع الزوال ہونا تو بیان فرما چکا۔ دوم شیطان اور اس کی ذریت اولاد یا اس کے متبع لوگ جو مجازاً ذریت کہلاتے ہیں انسان کے دل پر ان کے خطرات ایسا برا اثر پیدا کرتے ہیں کہ جو اس کے دل میں نہایت راسخ ہو کر اس کو بری باتوں پر ہمیشہ تحریک کرتے ہیں۔ پھر یہ وسواس رسوم ہو جانے کے سبب اور پشت در پشت متواتر ہو جانے کی وجہ سے دین و مذہب اور نہایت خوش نما اور باعثِ فلاحِ دارین خیال کیے جاتے ہیں جن کے ترک کرنے کو نہایت شاق و عار جان کر خدا تعالیٰ کے فرستادوں سے لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں شیطانِ رجیم کی ذریت انسان کے توہمات باطلہ بھی ہیں جو اس کے قائم مقام ہو کر کام دیتے ہیں۔ اس لیے ان آیات میں پھر کچھ شیطان کا حال بیان فرمانا پڑا کہ اس کا علاقہ بنی آدم کے ساتھ اس واقعہ کی وجہ سے ہے جو انسان کے جدِ اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے سے پیدا ہوا ہے وہ دشمنی اور عداوت کا علاقہ ہے جس کو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد نا خلف اپنا دوست سمجھ کر دل سے اس کی پیروی کرتے ہیں۔

ابلیس کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدۂ تعظیمی کرنے سے انکار: ...... لہٰذا وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ سے وہی بیان شروع ہوتا ہے کہ ہمارے حکم سے فرشتوں نے تو باوجود نورانی ہونے کے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا ان کی تعظیم بجا لائے مگر ابلیس نے انکار کیا کیونکہ وہ قومِ جن سے تھا جس کی اصالت میں سرکشی اور تکبر ہے جیسا کہ بنی آدم میں سے اس کے پیرؤوں کا شیوہ مال و جاہ حسب و نسب کا غرور ہے اس لیے اس نے نافرمانی کی پھر اے بنی آدم تمہیں شرم نہیں آتی جو ہمارے خلاف میں جو تمہارے قدیم محسن و خالق ہیں تم شیطان اور اس کی ذریت کے رفیق بناتے ہو۔ ان ظالموں نے کیا برا بدل حاصل کیا ہے خدا تعالیٰ کے بدلے میں شیطان کو مالک و کارساز بنایا ہے۔ اطاعت کے بدلے میں خلاف اختیار کیا ہے پھر جو تم شیطان اور اس کی ذریت کو مانتے اور ان کے بہکانے سے بتوں کو پوجتے ہو اور تم خدا پر نئے نئے حکم صادر کرتے ہو کہ مجلسِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں غربا نہ آئیں وغیرذٰلک، یہ تو کہو ان کو میری خدائی میں کیا استحقاق ہے۔ نہ میں نے آسمان اور زمین پیدا کرتے وقت ان کو حاضر کر کے شامل کیا تھا نہ خود ان لوگوں کے پیدا کرنے میں۔ اور میں ان سے کیوں مدد لینے لگا تھا، اب ان کو خدائی میں کیا حق ہے اور تم پر ان کا کون سا استحقاق ہے جو ان کو پوجتے ہو اپنے مثل کو پوجنا کتنی فرومائگی ہے۔ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ (الیٰ) عَضُدًا میں یہی مراد ہے۔

روزِ محشر معبودانِ باطلہ کی بے بسی: ...... وَیَوْمَ یَقُوْلُ . . . الخ سے حشر کے دن ان بتوں اور شیاطین کا کام نہ آنا بیان فرماتا ہے کہ جس امید پر سینکڑوں جاہل انہیں مانتے ہیں ان سے کہا جائے گا لو اب انہیں پکارو دیکھیں تمہارے کیا کام آتے ہیں۔ مشرکین حسبِ عادت انہیں پکاریں گے مگر کام آنا تو درکنار جواب بھی نہ دیں گے ان پر ہیبتِ الٰہی طاری ہوگی پھر عابد معبود سب جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے۔ جہنم جو آگ کا ایک عمیق گڑھا ہے اس کے کنارے پر آ کے دیکھیں گے کہ آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں اور چاہیں گے کہ کسی طرح اس سے ٹل جائیں مگر کہاں ٹل سکتے ہیں تب یقین ہو جائے گا کہ ہم اس میں گرنے والے ہیں۔ اس وقت کی کیفیت بھی بڑی جاں گداز ہوگی آخر اس میں گرا دیے جائیں گے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ وَجَعَلْنَا بَیْنَهُمْ مَّوْبِقًا کے یہ معنی ہیں کہ ان کے معبودوں اور ان میں ایک حجاب حاجز ہو جائے گا پھر وہ دکھائی بھی نہ دیں گے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ
شَيْءٍ جَدَلًا ﴿٥٤﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا
رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿٥٥﴾ وَمَا نُرْسِلُ
الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ
لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿٥٦﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ
بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ
اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا
اِذًا اَبَدًا ﴿٥٧﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ
لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ﴿٥٨﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى
اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿٥٩﴾ ع ۲

ترجمہ:......اور البتہ ہم نے قرآن میں لوگوں کے سمجھانے کو ہر طرح کی مثالیں بیان کر دیں مگر انسان بڑا ہی جھگڑالو ہے﴿٥٤﴾اور جب کہ لوگوں کے پاس ہدایت آ چکی تو پھر ان کو ایمان لانے اور اپنے رب سے معافی مانگنے سے اس کے سوا اور کس چیز نے ان کو روکا کہ یا تو ان کو بھی اگلوں جیسا ماجرا پیش آئے یا عذاب ان کے سامنے آ موجود ہو﴿٥٥﴾اور ہم رسولوں کو تو صرف خوش خبری دینے اور ڈر سنانے کے لیے بھیجا کرتے ہیں (زبردستی ہدایت پر لانا ان کا فرض نہیں) اور کافر بیہودہ شبہات سے جھگڑا کرتے ہیں تا کہ اس سے حق کو ڈگمگا دیں اور انہوں نے تو میری آیتوں کو اور جس سے کہ ان کو ڈرایا گیا ہے ہنسی بنالیا ہے﴿٥٦﴾اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے کہ جس کو اللہ کی آیتوں سے سمجھایا جائے پھر وہ ان سے منہ پھیر لے اور اپنے کیے کو بھول جائے ہم نے بھی ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں حق بات کے سمجھنے میں اور ان کے کانوں میں ثقل کر دیا ہے (بہرے ہو گئے ہیں) اور اگر آپ ان کو ہدایت کی طرف بھی بلائیں تو بھی وہ ہرگز کبھی راہ پر نہ آئیں گے۔﴿٥٧﴾اور آپ کا رب بڑا بخشنے والا بڑا رحمت والا ہے اگر ان کے کیے پر ان کو پکڑنا چاہتا تو فوراً ہی عذاب بھیج دیتا بلکہ ان کے لیے ایک میعاد مقرر ہے جس سے ادھر انہیں بچنے کا موقع نہ ملے گا﴿٥٨﴾اور یہ ہیں وہ بستیاں کہ جن کو ہم نے ہلاک کیا جبکہ انہوں نے ظلم کیا تھا اور ان کی ہلاکت کا بھی ہم نے ایک وقت مقرر کر رکھا تھا﴿٥٩﴾۔ ❶

تفسیر:...... یہاں تک انسان کی بدی کا یقینی نتیجہ نہایت پر اثر اور عمدہ پیرایہ سے بیان فرمایا گیا اور مسئلہ میعاد کی پوری تشریح کر دی گئی

❶...... یعنی اس وعدے کو اس کے آنے سے پہلے کوئی کسی تدبیر سے ٹال نہیں سکتا بعض نے من دونہ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع کی ہے اب یوں معنی ہوں گے کہ ان کے لیے عذاب کا ایک وقت مقرر ہے جس کے دور کرنے کے لیے خدا کے سوائے اور کوئی پناہ نہیں عذاب موعود بھی اس کی جناب عالی میں پناہ لینے سے ٹل جاتا ہے ۱۲ منہ۔

اور دنیا کے اسباب اور اس کی بقا کا بھی پورا نقشہ کھینچ دیا گیا مثالیں بھی پیش کی گئیں مگر کج رو کج طبع اس پر بھی نہیں مانتے۔ اس مضمون کو ولقد صرفنا سے شروع کیا تھا اور یہ بھی فرمایا کہ وَکَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا کہ انسان بڑا ہی جھگڑالو ہے اس کی طبیعت میں حجت وتکرار ہے جس کی وجہ سے اتنی تفصیل سے سمجھانے پر بھی ایمان نہیں لاتے۔

اعمال سیہ اور اس کے نتائج:...... ومامنع الناس ان یومنوا، اب ان کو ایمان لانے سے اسی بات نے روک رکھا ہے کہ یا تو جو اگلی قوموں کے ساتھ برتاؤ ہوا تھا ان کے ساتھ بھی وہی ہو۔ دنیا میں کوئی سخت ہلاکت پیش آئے یا عذاب آخرت ان کے سامنے آموجود ہو تب یہ ایمان لائیں۔ یعنی اب بھی جو ایمان نہیں لاتے تو بجز اس کے اور کیا ہوگا کہ قدیم لوگوں کے موافق ان پر عذاب آئے گا یا مرتے ہی جہنم میں جائیں گے ہدایت آچکی رسول نے پیغام پہنچا دیا اور انبیا کا یہی کام ہے ان کے دلوں سے کفر نکال کر پھینک دینا یہ ان کا کام نہیں۔ ایمان نہ لانا ایک جرم تھا اس پر مزید یہ ہے وَیُجَادِلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ کہ وہ منکرین غلط اور لغو دلیلیں پیش کر کے جھگڑا مچاتے ہیں لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ، تا کہ اس سے حق کو پست کریں، اسلام پر غالب آجائیں، اس کو مٹا ڈالیں اور اس پر بھی طریقہ یہ ہے کہ وَاتَّخَذُوْٓا اٰیٰتِیْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا کہ میری نشانیوں کو جو ان میں بھی موجود ہیں تغیر جوانی وطفلی ظہور پیری۔ مرگ احبا واعزہ، بیماری وتندرستی غنا وتنگ دستی وغیرہ اور دنیا میں بھی ہیں تغیر عالم تغیر لیل ونہار حوادث دہر۔ یا قرآن کی آیات کو اور جن جن چیزوں کا ان کو ڈرسنایا گیا تھا دنیاوی ہلاکت وادبار، مرنے کے بعد جہنم سب کو ہنسی دل لگی بنا لیا ہے ان باتوں سے تمسخر کرتے ہیں ٹھٹوں میں اڑاتے ہیں اب وَمَنْ اَظْلَمُ...الخ ان سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوگا ان کی اس بدبختی کا اصل سبب یہ ہے اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَکِنَّةً ان کے دلوں پر حق سمجھنے سے حجاب اور پردے پڑے ہوئے ہیں اور دوسروں کا حال سن کر بھی عبرت نہیں پکڑتے اس لیے کہ کانوں میں بھی ثقل پیدا کر دیا ہے ایسی باتیں سنتے ہی نہیں۔ انسان جب حق کو نہیں مانتا اور عبرت ونصیحت سن کر نہیں قبول کرتا تو اس کی اس حالت کو اس سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ خدا نے ان کے دلوں پر پردے، کانوں میں ٹیٹیاں ڈال دی ہیں یعنی قضا وقدر سے ان میں ہدایت پذیر ہونے کی جو قابلیت دی گئی تھی وہ انہوں نے زائل کر دی اس لئے وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَی الْهُدٰی اے پیغمبر! آپ ان کو کتنا ہی کیوں نہ ہدایت کی طرف بلائیں یہ کبھی بھی ہدایت قبول نہ کریں گے ان کی سزا تو یہی ہے کہ یہ بے کار گھانس باغ ہستی سے اکھیڑ کر پھینک دی جائے۔ مگر وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ آپ کا خدا بخش دینے والا اور رحیم ہے اگر وہ لوگوں کے گناہوں پر گرفت کرنے پر آئے تو فوراً مزا چکھا دے بلکہ ہر کام کے لیے اس نے وقت مقرر کر رکھا ہے جس سے پہلے یہ کوئی بندوبست نہ کر سکیں گے اور اس پر بھی ان کو باور نہ ہو تو ابھی ظاہری بینائی تو موجود ہے عاد وثمود و لوط کی الٹی اور برباد شدہ بستیوں کو دیکھ لیں اور وہ بھی ان کے جرموں پر دفعتہ ہلاک نہیں ہوئے بلکہ ان کے لیے ایک وقت مقرر تھا۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾
فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِهِمَا نَسِیَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾ فَلَمَّا
جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ؗ لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ
اَرَءَیْتَ اِذْ اَوَیْنَآ اِلَی الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ ؗ وَمَآ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ

اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ۝۶۳ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا
عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ۝۶۴ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا
وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝۶۵ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا
عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝۶۶ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝۶۷ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا
لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۝۶۸

ترجمہ:......اور جبکہ موسیٰ نے اپنے جوان ❶ سے کہا کہ جب تک میں دونوں دریاؤں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ لوں یا سال ہا سال نہ چلا چلوں اپنے ارادہ سے کبھی نہ ٹلوں گا ۝۶۰ پھر جب کہ وہ دونوں دریاؤں کے ملنے کے موقع پر پہنچے تو اپنی (تلی ہوئی) مچھلی (وہیں) بھول گئے پھر مچھلی نے دریا میں سرنگ کی طرح اپنا رستہ بنالیا ۝۶۱ پھر جب وہ دونوں آگے بڑھ گئے تو موسیٰ نے اپنے جوان سے کہا کہ ہمارا ناشتہ تو لاؤ ہم کو اپنے اس سفر (منزل) میں بڑی تکان پہنچی ۝۶۲ اس نے کہا اے دیکھو جب کہ ہم اس پتھر کے پاس ٹھہرے تھے تو مچھلی کو میں وہی بھول آیا اور مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کا آپ سے ذکر کرتا اور (جب کہ) اس نے دریا میں اپنا رستہ عجب طرح سے بنایا تھا ۝۶۳ (موسیٰ نے) کہا یہی تو جگہ ہے کہ جس کی ہم کو تلاش تھی پھر وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانوں پر تلاش کرتے ہوئے واپس پھرے ۝۶۴ (موقع پر پہنچ کر) ان کو ہمارے بندوں میں سے ایک ایسا بندہ ملا کہ جس کو ہم نے اپنی خاص رحمت دی تھی اور اس کو اپنے یہاں کا خاص علم (علم لدنی ۱۲ منہ) سکھایا تھا ۝۶۵ اس سے موسیٰ نے کہا فرمائیں تو میں آپ کے ساتھ رہا کروں بشرطیکہ جو کچھ علم لدنی آپ کو سکھایا گیا ہے اس میں سے کچھ مجھے بھی سکھائیں ۝۶۶ انہوں نے کہا تم تو ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکو گے ۝۶۵ اور جو بات تمہاری سمجھ سے باہر ہے تم اس پر کیوں کر صبر کر سکتے ہو؟ ۝۶۸

ترکیب:......اِذْقَالَ ظرف ہے اذکر محذوف کا۔ لَآ اَبْرَحُ اس کی خبر اَسیر محذوف ہے لدلالۃ حالہ وھو السفر اور ممکن ہے کہ اصل کلام یوں ہو لا یبرح میری حتّٰی ابلغ تب حتّٰی اَبْلُغَ خبر ہوگا پس مسیر مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ ی متکلم کو اس کی جگہ قائم کر دیا۔ لَآ اَبْرَحُ تامہ بھی ہوسکتا ہے پھر خبر کی ضرورت نہیں۔ مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا ظرف کی طرف مجمع کو علی الاتساع مضاف کر دیا گیا۔ اَنْ اَذْكُرَهٗ بدل ہے ضمیر منصوب سے جو اَنْسَانِيْهُ میں ہے ای ما انسانی ذکرہ الا الشیطان خُبْرًا بالضم العلم بالشیٔ یہ تمیز ہے یا مصدر ہے لَمْ تُحِطْ کا اس لیے کہ لَمْ تُحِطْ بِهٖ بمعنی لم نخبرہ ہے۔

تفسیر:...... یہاں سے پھر مسئلہ نبوت میں کلام شروع ہوتا ہے۔

مسئلہ نبوت کے متعلق دوسرا واقعہ:...... یہ دوسرا واقعہ ہے۔ اول اصحابِ کہف کا تھا اس میں یہود پر تعریض ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جملہ انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دیتے تھے اور جملہ علوم کا انہیں کو سرچشمہ خیال کرتے تھے اس میں اشارہ ہے کہ دنیا میں ان سے بھی بڑھ کر باکمال تھے۔ اب یہ کیا ضرور ہے کہ جو کچھ ان کی کتاب میں نہ ہو وہ غلط ہے علومِ الٰہی کا خاتمہ نہیں ہوگیا۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کی طرف بھی اشارہ ہے۔

● ......علم لدنی۔ ۱۲ منہ۔ ❶ ...... جوان سے مراد خادم ہے جو غالباً یوشع بن نون تھے ۱۲ منہ۔

پس منظر: ...... اس قصہ کا مجملاً بیان صحیح بخاری کی اس روایت کے بموجب جو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یوں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں وعظ فرمارہے تھے کسی نے پوچھا سب میں زیادہ عالم کون ہے۔ آپ نے فرمایا! میں۔ یہ بات خدا کو ناگوار معلوم ہوئی کیوں کہ سب میں زیادہ عالم ہونا اللہ کو کیوں نہ کہا۔ تب خدا تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ مجمع البحرین کے موقعہ پر تم کو ہمارا ایک بندہ ملے گا جو تم سے بھی زیادہ عالم ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ ان تک پہنچنے کی کیا صورت ہے؟

قَالَ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ
ع ۱۱ فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰٓی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾ فَانْطَلَقَا ۔ حَتّٰٓی اِذَا
رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا
اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا
نَسِیْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾ فَانْطَلَقَا ۔ حَتّٰٓی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا
فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

ترجمہ: ...... موسیٰ نے کہا کہ ان شاءاللہ آپ مجھے صابر ہی پائیں گے اور میں کسی بات میں بھی آپ کے خلاف نہ کروں گا ﴿۶۹﴾ اس نے کہا اچھا اگر تو میرے ساتھ ہی رہنا چاہتا ہے تو مجھ سے کوئی بات نہ پوچھنا جب تک کہ میں خود ہی تجھ سے اس کا ذکر نہ کردوں ﴿۷۰﴾ پھر وہ دونوں چلے یہاں تک کہ جب دریا میں کشتی میں سوار ہوئے تو اس نے اس میں شگاف کردیا موسیٰ نے کہا کیا لوگوں کو ڈبونے کے لیے اس کو پھاڑ ڈالا البتہ تم نے ایک عجیب کام کیا ہے ﴿۷۱﴾ اس نے کہا میں نہیں کہہ چکا ہوں کہ تو ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکے گا ﴿۷۲﴾ موسیٰ نے کہا کہ آپ بھول چوک پر مجھ سے مواخذہ نہ کیجیے اور مجھ سے زیادہ سخت گیری نہ کیجیے ﴿۷۳﴾ پھر وہ آگے چلے یہاں تک کہ ان کو ایک لڑکا ملا تو اس کو اس نے مار ڈالا (موسیٰ نے) کہا آپ نے کیوں ایک بے گناہ کو ناحق مار ڈالا؟ البتہ آپ نے بری بات کی ﴿۷۴﴾۔

تفسیر: ...... فرمایا اپنے تھیلے میں ایک تلی ہوئی مچھلی رکھ لو پھر جہاں وہ مچھلی گم ہوجائے وہ شخص وہیں ملیں گے۔ پس موسیٰ علیہ السلام مچھلی، تھیلے میں ڈال کر یوشع بن نون کو ہمراہ لے کر چلے۔ چلتے چلتے ایک موقع پر (سمندر کے کنارے) پہنچے تو ایک پتھر پر سر رکھ کر سو گئے مچھلی اس تھیلے میں سے تڑپ کر دریا میں جاگری اور جہاں تک وہ جاتی تھی پانی میں ایک سوراخ سا ہوتا جاتا تھا حکم الٰہی سے پانی ادھر ادھر سے ملنے نہیں پاتا تھا۔ پھر بیدار ہوئے تو یوشع کو یاد دلانا یاد نہ رہا کہ اس مقام پر مچھلی گم ہوگئی ہے۔ اس رات دن تک چلا کیے یہاں تک کہ جب اگلے روز صبح کا وقت آیا تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جوان یعنی مرید یوشع سے کھانا مانگا۔ اس سے پہلی منزلوں میں موسیٰ علیہ السلام نہ تھکے تھے لیکن اس منزل میں تھک گئے جو مقام مطلوب کو چھوڑ کر چلے تھے مچھلی کو دیکھا تو ندارد۔ یوشع نے عذر کیا کہ کم بخت شیطان نے مجھے یاد دلانا بھلادیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات: ...... یہ اس پتھر کے پاس گم ہوئی تھی۔ تب دونوں الٹے پھرے اور اس پتھر کے پاس آئے تو موسیٰ علیہ السلام کو وہ شخص ملا کہ جس کو علم لدنی دیا گیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے السلام علیکم کہا۔ انہوں نے جواب دے کر پوچھا کہ کون

ہو؟ کہا موسیٰ بنی اسرائیل، اس لئے آیا ہوں کہ آپ سے کچھ علم لدنی سیکھوں۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا: اے موسیٰ! تجھ کو خدا نے جو علم دیا ہے اس کو میں نہیں جانتا اور جو علم مجھے عطا ہوا ہے اس کو تو نہیں جانتا۔ تم میرے ساتھ نہیں رہ سکو گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ان شاء اللہ میں برداشت کروں گا اور کسی بات میں آپ کے خلاف نہ کروں گا۔ پھر تمام قصہ مروی ہے کہ دریا میں ان کو ایک کشتی ملی اس پر سوار ہوئے تو خضر علیہ السلام نے ایک تختہ نکال دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا واہ! بغیر کرایہ سوار کیا اس پر آپ نے یہ سلوک کیا؟ خضر علیہ السلام نے کہا لو رخصت۔ موسیٰ علیہ السلام نے عذر کیا کہ بھول کر سوال کیا آئندہ ایسا نہ ہوگا پس کشتی سے نکل کر چلے تو ایک جوان لڑکا ملا جو لڑکوں میں کھیل رہا تھا۔ خضر علیہ السلام نے اس کو مار ڈالا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اس بے گناہ کو تم نے ناحق قتل کیا یہ بری بات کی۔ خضر علیہ السلام نے اب کی بار نہایت برہم ہو کر کہا کہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تم ہرگز میرے ساتھ نہ رہ سکو گے۔ اس لئے اَلَمْ اَقُلْ کے بعد تاکید کے لئے لَکَ لام وکاف زیادہ کیا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے عذر کیا اور شرط کر لی کہ اگر اب کے پوچھوں تو اپنے ساتھ نہ رکھنا۔ آگے چلے تو ایک گاؤں میں پہنچے ہر چند انہوں نے دستور کے موافق گاؤں والوں سے کھانا مانگا ضیافت چاہی مگر انہوں نے صاف جواب دے دیا۔ اسی گاؤں میں ایک دیوار تھی جو گرا ہی چاہی تھی خضر علیہ السلام نے اس کو سیدھا کر دیا۔ اب تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تاب نہ رہی اور خود جان کر سوال کیا کیونکہ ان کے پاس رہنا مقصود ہی نہ تھا۔ کہہ اُٹھے کہ ان سے اس دیوار کے سیدھا کرنے کی اجرت لے لینی چاہئے تھی انہوں نے ہمارا حق مہمانی بھی ادا نہیں کیا۔

حضرت خضر علیہ السلام و حضرت موسیٰ علیہ السلام میں جدائی:...... خضر علیہ السلام نے کہا لو اب مجھ میں اور تم میں جدائی ہے مگر میں تم کو ان تینوں باتوں کا سر بتلائے دیتا ہوں کہ جن پر تم سے صبر نہ ہو سکا۔ کشتی کی سنئے وہ بے چارے غریبوں کی کشتی تھی جو اس کے ذریعہ سے محنت مزدوری کر کے بسر اوقات کرتے تھے اور آگے ایک بادشاہ بیگار میں زبردستی کشتیاں پکڑ رہا تھا میں نے اس کا تختہ نکال کر عیب دار کر دیا تا کہ بادشاہ اس کو نہ پکڑے چنانچہ اس نے نہ پکڑا اور تختہ لگا کر کشتی کو انہوں نے درست کر لیا۔ اب بتلایئے کہ یہ کام اچھا تھا یا برا؟ اور وہ لڑکا جو نہایت شریر اور سرکش تھا اس کے ماں باپ نیک تھے خوف تھا کہ اس کی محبت میں آ کر کہیں وہ بھی کفر و سرکشی میں مبتلا نہ ہو جائیں اس لئے خدا کو منظور ہوا کہ یہ مر جائے اور اس کے بدلے ان کو اور اولاد ملے۔ جو خَیْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً تقویٰ وصلاح میں اس سے بہتر ہو اور اقرب رحما جو صلہ رحمی اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرنے میں بھی اس سے بہتر ہو چنانچہ اس کے بعد ان کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جو نہایت نیک تھی جس کے پیٹ سے ایک نبی پیدا ہوا۔ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ وہ جوان تھا لیکن نوعمر ہونے کی وجہ سے اس کو لڑکا کہا اور چونکہ خوب صورت تھا اس لئے اس کو ستھرا کہا۔ کلبی کہتے ہیں کہ وہ جوان تھا راہ زنی کر کے مال اپنے ماں باپ کے ہاں لاتا تھا۔ ضحاک کہتے ہیں لڑکا تھا مگر فساد کیا کرتا تھا جس سے اس کے والدین کو ایذا ہوتی تھی (معالم التنزیل) کہو اس میں ارادۂ الٰہی کے بموجب کیا برائی ہے؟

اب رہی دیوار، سو وہ یتیم لڑکوں کی تھی جس کے نیچے ان کا خزانہ مدفون تھا اور ان کا باپ نیک مرد تھا جس کی برکت سے خدا کو اس کی اولاد کے ساتھ احسان کرنا منظور تھا کہ جوان ہو کر وہ اپنا خزانہ نکالیں اگر اس دیوار کو درست نہ کیا جاتا اور یہ گر پڑتی تو اور لوگ خزانہ لے لیتے اس لئے اس کو درست کر دیا کہ ان کی جوانی تک نہ گرے۔ کہئے اس پر کیا اجرت لینی مناسب تھی؟

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے جدا ہو کر پھر بنی اسرائیل میں آ گئے۔ لیکن معلوم ہو گیا کہ دنیا میں خدا کے بعض بندے مجھ سے بھی زیادہ عالم ہیں۔

چند اہم ابحاث

اول: یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کب گزرا ہے؟:...... حال کے اہل کتاب کہتے ہیں کہ توریت میں اس کا کہیں ذکر نہیں

اس لیے وہ اس کے منکر ہیں۔ علماء اسلام میں سے بعض کہتے ہیں کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر میں تھے اسی لیے مجمع البحرین یعنی دو سمندروں کے ملنے کے موقع میں اختلاف کیا ہے۔ قتادہ بحر فارس و بحر روم مشرقی جانب کا کہتے ہیں۔ محمد بن کعب طنجہ بتلاتے ہیں۔ ابی بن کعب افریقیہ کہتے ہیں (معاط) مگر صحیح یہی ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر قلزم کو عبور کر کے ملکِ عرب کے شمالی و مغرب کناروں میں آ رہے تھے اور بحرین سے مراد بحر قلزم کی وہ دو شاخیں ہیں جو شمالی جانب میں دور تک جا کر دو شاخ ہوگئی ہیں جہاں سے وہ دو شاخ جدا ہوتی ہیں گویا وہ ان دو شاخوں کا مجمع یعنی جمع ہونے کی جگہ ہے انہیں دو شاخوں کے بیچ میں کوہِ سینا اور حورب اور وہ مقامات ہیں کہ جہاں بنی اسرائیل برسوں رہے ہیں۔ چنانچہ جغرافیہ فرہاد صفحہ ۴۳۵ کے حاشیہ میں یہ ہے ''و با عتقاد من مجمع البحرین کہ در قرآن مجید است کما قال اللہ عزوجل حَتّٰٓی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ ... الخ ملتقائے خلیج عقبہ و خلیج سویس است و اکثر مفسرین باشتباہ افتادہ مجمع البحرین را التقائے بحر عمان و ہند گرفتہ اند و حضرت موسیٰ بایں صفحات عبور نفرمود و اسم قدیم عقبہ ایلہ است و اکثرے ایلہ را ندانستہ اند و ابلہ بصرہ خواندہ اند۔ ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا انتہی۔'' توریت موجودہ میں اس قصہ کا درج نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ قصہ واقع نہیں ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام کی بہت سی کتابیں تھیں کہ جن کو سب اہلِ کتاب کہتے ہیں مفقود ہوگئیں ان میں بھی اگر اس کو نہ پاتے تو پھر کچھ مجالِ گفتگو تھی۔

دوم: اکثر اہلِ علم اس کے قائل ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام سے مراد ان آیات میں حضرت موسیٰ بن عمران، ہارون (علیہما السلام) کے بھائی ہیں۔ مگر کعب احبار کی بیوی کا بیٹا نوف بکالی یہ کہتا تھا کہ یہ اور موسیٰ ہیں جو میشیٰ بن یوسف بن یعقوب علیہم السلام کے بیٹے تھے لیکن خود ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی تکذیب کر دی کہ وہ غلط کہتا ہے۔

تحقیق خضر:......وہ شخص کہ جس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام علم لدنی کی تعلیم پانے گئے تھے کون تھے؟ علماءِ اسلام کہتے ہیں کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے کہ جن کو بعض نے ولی اور بعض نے نبی کہا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ جس جگہ وہ نماز پڑتے تھے وہ جگہ سبز اور ہریالی ہو جاتی تھی اس لیے ان کو خضر کہتے ہیں جس کے معنی سبز کے ہیں۔ یہ بات کسی صحیح حدیث سے دریافت نہیں ہوتی کہ خضر کس ملک میں پیدا ہوئے اور کس قوم کے تھے اور کس زمانے میں پیدا ہوئے تھے؟ توریت سفر پیدائش کے چودھویں باب کے اخیر میں ''ملک صدق'' کا ذکر آیا کہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو برکت دی اور وہ خدا کا کاہن تھا۔ پھر اسی ملک صدق کی نسبت عیسائیوں کی انجیل میں یعنی نامہ عبرانیوں کے ساتویں باب میں یہ لکھا ہے ''کیوں کہ یہ ملک صدق سالیم کا بادشاہ تھا خدا کا کاہن تھا ❶ جس نے ابرہام کا جب کہ وہ بادشاہوں کو مار کے پھر آتا تھا استقبال کیا اور اس کے لیے برکت چاہی جس کو ابراہام نے سب چیزوں کی دہ ❷ یکے دی۔ وہ پہلے اپنے نام کے معنوں کے موافق راستی کا بادشاہ اور پھر شاہ سالیم یعنی سلامتی کا بادشاہ یہ بے باپ بے ماں بے نسب نامہ جس کے نہ دنوں کا شروع نہ زندگی کا آخر مگر خدا کے بیٹے (عیسیٰ) سے مشابہ ٹھہر کے ہمیشہ کاہن رہتا ہے۔''

اگرچہ ملک صدق کی بابت جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں تھا اور جس کی نسبت ہمیشہ زندہ رہنا لکھا ہے، اہلِ کتاب کے مختلف قول ہیں لیکن صحیح تر یہی ہے کہ ملک صدق وہی شخص ہے کہ جس کو اہلِ اسلام خضر سے تعبیر کرتے ہیں۔ اب ان کی عظمت اسی سے ظاہر ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جدامجد اور ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کو برکت دی تھی۔ شاید پولوس کا یہ کہنا کہ ان کی نہ ماں تھی نہ باپ نہ اس کی عمر کی ابتداء، یہ مبالغہ پر محمول ہو جو اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کی تشبیہ کے لیے یہ بات کہی ہو، والعلم عند اللہ۔

❶ پیشوا، امام یعنی ہمارا اور اہلِ کتاب ۱۲ منہ۔ ❷ ...... ہر چیز میں سے دسواں حصہ ۱۲ منہ۔

حضرت خضر علیہ السلام

اول: کے بارے میں علماء اسلام کے دو قول ہیں۔ ایک جماعت صرف اس حدیث سے استدلال کر کے (جس کو بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک بار عشاء کی نماز پڑھ کر یہ فرمایا تھا کہ آج کی رات جو زمین پر زندہ ہے سو برس کی اخیر تک مر چکے گا) یہ کہتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت خضر بھی بموجب حدیث مذکور مر گئے۔ مگر اکثر علماء فرماتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں جس طرح کے حضرت الیاس علیہ السلام اور سال بھر میں دونوں ایک بار ملاقات بھی کرتے ہیں۔ حدیث مذکور میں جو سو برس کے بعد مرنا آیا ہے وہ اکثر لوگوں کی عمر طبعی کا لحاظ کر کے فرمایا ہے عموم مراد نہیں کہ جن کی زندگی محض اس کی قدرتِ کاملہ کے طور پر ہو وہ بھی اس میں شامل ہو جائیں

دوم: خضر کی زندگی کی بابت یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ وہ سکندر ذوالقرنین کے ساتھ ظلمات میں گئے اور ذوالقرنین آبِ حیات چشمہ کا رستہ بھول گئے اور خضر نے وہاں پہنچ کر وہ پانی پی لیا جس لیے ان کی زندگانی ہمیشہ تک رہے گی، اور نیز یہ کہ خضر دریاؤں پر رہتے ہیں وہاں کے کاروبار انہیں سے متعلق ہیں یہاں تک کہ عوام کنوؤں تالابوں نہروں پر بھی خضر کے نام کا چراغ جلاتے اور دلیہ پکا کر فاتحہ دلاتے ہیں اور ان کے نام کی دہائی دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ نہ قرآن سے اس کا ثبوت ہے نہ پیغمبر علیہ السلام کے کسی قول سے اور ان کی پرستش کرنا اور دہائی دینا تو صریحاً ممنوع ہے۔

سوم: باوجودیکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے اولوالعزم رسول تھے ان کو توریت دی گئی تھی خدا تعالیٰ سے کلام کرتے تھے پھر وہ کون سا علم ہے جو انہیں حاصل نہ تھا جس کی خضر علیہ السلام کے پاس تعلیم پانے گئے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ انسانوں میں سے بعض نفوس ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے قوائے خیالیہ وحسیہ انوار ولمعانِ روحانی کی وجہ سے ضعیف ہو جاتے ہیں اور ان کی قوتِ ملکیہ ان پر یہاں تک غالب ہوتی ہے کہ اگر ان کو طبقۂ ملائکہ میں شمار کیا جائے تو کچھ بعید نہ ہو اور ان کی روح علوم ومعارف الٰہیہ کے لیے ایک آئینہ پرجلا ہوتی ہے۔ تب ان پر بلاتوسط غیر عالمِ غیب کے اسرار فائض ہوتے اور اسی کو علمِ لدنی کہتے ہیں۔ اگرچہ سب انبیاء علیہم السلام ایسے ہیں مگر ہر گلے کا رنگ و بوئے دیگر است، ہر ایک کے مراتب متفاوت ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تعلیم خلق کی طرف زیادہ توجہ تھی ان پر اسی قسم کے علوم فائض ہوتے تھے ملائکہ کے سلسلے میں داخل ہونا ان کے حق میں ان کے مقاصد کے منافی تھا۔ برخلاف حضرت خضر علیہ السلام کے کہ وہ ملکیت غالب آجانے کی وجہ سے رجال الغیب اور ملائکہ میں مل گئے تھے اس لیے نظر سے غائب ہو جانا اور ہزاروں کوس دم مارنے میں چلا جانا سمندر دن میں سے پار اتر جانا ان کے نزدیک کچھ مشکل نہ تھا۔ خدا تعالیٰ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ دکھانا تھا کہ ہمارے بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو ملائکہ کی طرح جو کچھ کرتے ہیں اسی کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں گو بظاہر ان کے افعال کسی سر کی وجہ سے کسی کی سمجھ میں نہ آئیں۔ اسی لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خضر علیہ السلام نے کہا تھا کہ تم کو اور علوم مجھے اور علوم دیے گئے ہیں تم میرے ساتھ نہ رہ سکو گے۔ آخر موسیٰ علیہ السلام نے بھی دیکھا کہ ان علوم سے مجھے کچھ فائدہ نہیں وہاں سے چلے گئے۔

چہارم: امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بھی خضر صفت آدمی ہر زمانے میں موجود ہوتے ہیں جن کو ابدال و اوتاد و اقطاب کہتے ہیں۔ مگر جاہل صوفیوں کا اس قصے سے یہ سمجھ لینا کہ بابا شریعت اور ہے طریقت اور ہے، نماز روزہ حرام وحلال کے ہم پابند نہیں، ہم عالمِ غیب کے مختار ہیں جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں۔ پھر اس اعتقاد سے جہلاء کا ان سے حاجات طلب کرنا اور ان لوگوں کا شراب پینا بھنگ نوشی کرنا اور معترض کو یہ کہنا کہ بابا موسیٰ نے بھی خضر پر ایسے ہی اعتراض کیے تھے یہ علم لدنی کی باتیں ہیں جو مرشدوں

(یعنی تکیہ میں بھنگ گھوٹنے والوں) سے حاصل ہوتی ہیں وغیرہ ذٰلک من الخرافات محض وسوسۂ شیطانی اور دامِ تزویر ہے۔ معاذ اللہ اقطاب وابدال ایسے منہیات کے کب مرتکب ہوتے ہیں۔ خضر علیہ السلام کی تینوں باتوں کو غور کرو ان میں سر مو قباحت نہ تھی دیوار کا بنانا تو ظاہر ہے۔ رہا کشتی کا تختہ نکالنا کہ جس سے وہ غرق نہ ہوئے اور ان کی کشتی بچ گئی، ایسی ہی بات ہے کہ جس طرح محر کے بال مونڈ دینے سے کسی کا مرض دفع کر دیا جائے۔ رہا اس بدبخت لڑکے کا قتل کرنا سو وہ بھی ٹھیک بات تھی۔ خصوصاً جب کہ وہ جوان قزاق تھا۔ یوں تو ملک الموت پر بھی سینکڑوں قتل کے ہر کوئی الزام لگا سکتا ہے۔

ہنود کے مُعارضہ کا جواب

فائدہ:...... ہندوؤں کی کتابوں سے جب کہ ان پر یہ الزام لگایا گیا کہ کرشن نے گوپیوں سے ایسا کیا۔ مہادیو جی نے اور فلاں فلاں بزرگوں نے ذراسی بات پر اتنے لوگوں کو بے رحمی سے قتل کر ڈالا تو ہنود کے رئیس المناظرین لالہ اندرمن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبطی کو مکا مارنا اور خضر علیہ السلام کا کشتی کا تختہ اکھاڑنا لڑکے کو قتل کرنا۔ حضرت آدم علیہ السلام کا بھول کے گندم کے درخت کو کھانا گنوا دیا۔ اور سینکڑوں وہ بے اصل قصے جو ہمارے خوش اعتقاد راویوں نے اہلِ کتاب سے لیے تھے بیان کر دیے کہ لو دیکھو تمہارے مسلم بزرگوں نے کیا کم کیا ہے؟ اس جواب سے ناواقف ہنود تو شاید خوش ہو گئے ہوں گے مگر منصف مزاجوں کے نزدیک یہ جواب سننے کے بھی قابل نہیں کیوں کہ کہاں حضرت خضر علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام و آدم علیہ السلام کا یہ فعل اور کہاں ان کے بزرگوں کے وہ حیرت انگیز ماجرے جو ان کی کتابوں ❶ میں بھرے پڑے ہیں جس کی تشریح سوط اللہ الجبار وغیرہ کتابوں میں علماء اسلام نے خوب کی ہے۔

فائدہ:...... قرآن مجید میں جو خضر علیہ السلام کے جو تین فعل بیان ہوئے ہر ایک امت کے لیے عجب رموز ہیں۔ اول کشتی کا تختہ توڑ کر بادشاہِ ظالم کے ہاتھ سے بچانا اس بات کی تعلیم ہے کہ تھوڑے سے نقصان پر ناصبر نہ ہونا چاہیے اس میں جانے کیا فوائد رکھے ہوتے ہیں اور نیز یہ کہ کسی غریب کو للہ کشتی میں سوار کرنا یا اس کے ساتھ اور کوئی سلوک کرنا آسمانی ہلاکتوں سے بچنے کا سبب ہو جاتا ہے (۲) نیک آدمی پر صدمہ آنا کسی مصلحتِ الٰہیہ کی دلیل ہے جیسا کہ اس بدبخت لڑکے کا مرنا جو دنیا و آخرت میں ان کے ننگ کا باعث تھا جس کے بدلے میں نیک اولاد ملی (۳) نیک آدمی کے بعد پشتوں تک خدا تعالیٰ اس کی اولاد کو نیک صلہ دیا کرتا ہے جیسا کہ دیوار کے قصے سے ظاہر ہے۔

---

❶...... پرانوں میں ۱۲ منہ۔

پارہ (۱٦) قَالَ اَلَمْ اَقُلْ

[illegible] (۱٦)

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ
شَيْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿۷٦﴾ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَآ
اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨاسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا
يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾ قَالَ هٰذَا
فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾ اَمَّا
السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ
وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ
فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿۸۰﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ
زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ
تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا
كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ
عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۸۲﴾ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ؕ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿۸۳﴾ ع
اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿۸۴﴾ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۵﴾ حَتّٰٓى

* ......وراء کے معنی آگے کے ہیں جیسا کہ تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ وابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے اور اس کے معنی پیچھے کے بھی ہیں دونوں ہو سکتے ہیں ۱۲ منہ

* ..... رحما بسکون الحاء و قرئ بضمها الرحمة يقال رحمه الله رحمة ورحما والالف للتانيث ۱۲۔

اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ۬ؕ
قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿۸۶﴾ قَالَ اَمَّا
مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸۷﴾ وَاَمَّا مَنْ
اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿۸۸﴾

ترجمہ:......انہوں نے کہا کیا میں تم سے نہیں کہہ چکا ہوں کہ تم ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکو گے ﴿۷۵﴾ (موسیٰ نے) کہا اگر اس کے بعد میں آپ سے کوئی بات پوچھوں تو مجھے ساتھ نہ رکھنا آپ کو میری طرف سے عذر پہنچ چکا ﴿۷۶﴾ پھر وہ آگے چلے یہاں تک کہ ایک بستی والوں کے پاس آئے تو ان سے کھانا مانگا پر انہوں نے ان کی ضیافت دینے سے انکار کیا پھر ان کو وہاں ایک ایسی دیوار ملی کہ جو گرا ہی چاہتی تھی تب اس نے اس کو سیدھا کر دیا (موسیٰ نے) کہا اگر آپ چاہتے تو اس کام پر کچھ اُجرت لے لیتے ﴿۷۷﴾ اس نے کہا اب یہ میرے اور تمہارے بیچ جدائی ہے اب میں تم سے ان باتوں کا راز بھی بتلائے دیتا ہوں کہ جن پر تم صبر نہ کر سکے۔ وہ جو کشتی تھی سو وہ محتاج لوگوں کی تھی جو دریا میں مزدوری کرتے پھرتے تھے پھر میں نے اس میں عیب کر دینا چاہا کیونکہ ان محتاجوں کے آگے ایک بادشاہ ہر ایک کشتی کو زبردستی پکڑ رہا تھا ﴿۷۹﴾ اور رہا لڑکا سو اس کے ماں باپ ایمان دار تھے سو ہم کو ڈر ہوا کہ ان کو بھی کفر اور ظلم میں مُبتلا نہ کرے ﴿۸۰﴾ ❶ پھر ہم نے چاہا کہ ان کا خدا اس کے بدلہ میں ان کو ایسی اولاد دے جو ستھرائی میں اس سے بہتر اور محبت میں اس سے اقرب ہو ﴿۸۱﴾ اور وہ دیوار جو تھی سو وہ اس شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک مرد تھا پس تمہارے رب نے یہ چاہا کہ وہ جوان ہو کر اپنا خزانہ تمہارے رب کی عنایت سے نکالیں اور یہ میں نے ازخود نہیں کیا تھا ﴿۸۲﴾ یہ ہے سر اس کا کہ جس پر تم صبر نہ کر سکے ﴿۸۲﴾ اور (اے رسول) آپ سے ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہیں (ان سے) کہہ دو کہ اب میں تمہیں اس کا کچھ حال سناتا ہوں ﴿۸۳﴾ ہم نے اس کو مملکت میں بڑی قوت دی تھی اور اس کو ہر ایک طرح کا ساز و سامان عطا کیا تھا ﴿۸۴﴾ سو اس نے ساز و سامان تیار کر کے (سفر کا ارادہ کیا) ﴿۸۵﴾ یہاں تک کہ جب وہ آفتاب غروب ہونے کی جگہ پہنچا تو اس کو وہ ایک گرم (یا سیاہ) چشمہ میں ڈوبتا ہوا دکھائی دیا اور وہاں اس نے ایک قوم کو پایا ہم نے کہا اے ذوالقرنین (تجھے اختیار ہے) یا ان کو سزا دے اور یا ان سے نیک سلوک کر ﴿۸۶﴾ اس نے (لوگوں سے) کہا کہ جو ان میں ظالم ہے اس کو تو میں سزا ہی دوں گا پھر وہ اپنے رب کے پاس روانہ ہوگا پھر تو وہ اسے اور بھی سخت سزا دے گا ﴿۸۷﴾ اور جو کوئی ایمان لایا ہوگا اور اس نے نیکی بھی کی ہوگی تو اس کو (خدا کے پاس بھی) نیک بدلہ ملے گا اور ہم بھی اپنے معاملہ میں اس کو آسان ہی حکم دیں گے ﴿۸۸﴾۔

ترکیب:......عَنْ يَسْـــئَلُوْنَكَ سے متعلق ذِكْرًا، اَتْلُوْا کا مفعول۔ مَكَّنَّا مفعول امرہٗ محذوف وَجَدَهَا جواب ہے اِذَا بَلَغَ کا تَغْرُبُ جملہ حال ہے ضمیر وَجَدَهَا سے یا مفعول وَجَدَ۔ حمئة ذات حمات۔ الحمات الطين الاسود وقرأ ابن عامر وحمزة حامية اى حارة۔ اما تخییر کے لئے جَزَاءً کو حمزہ، کسائی، حفص بالنصب والتنوين پڑھتے ہیں اور باقی بالرفع والاضافة۔ اول تقدیر پر فله الحسنى جزاءً جیسا کہ کہتے ہیں لک هذا الثوب هبة۔ دوسری صورت میں الحسنیٰ کا موصوف الفعلة مقدر مانا جائیں گا یا المثوبة پس جزاء موصوف ہوگی المثوبة الحسنى کی و اضافة الموصوف الى الصفة كثيرة۔

---

❶......اس جملہ کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ یہ لڑکا یعنی نوجوان نا ہنجار ہے کافر بھی ہے رہزنی بھی کرتا ہے کہیں ماں باپ اس کی محبت میں آ کر اس کا ساتھ نہ دیں اور اس کے سبب وہ بھی کفر و ظلم میں مبتلا نہ ہو جاویں۔ دوسرے یہ کہ کہیں یہ ان سے کفران نعمت اور سرکشی کر کے ایذا ئیں نہ دے۔ اول معنی زیادہ مناسب ہیں ۱۲ منہ۔

ذوالقرنین کا حال اور اس کا سفر

تفسیر:...... یہ تیسرا قصہ ذوالقرنین کا ہے جو اہلِ کتاب کے کہنے سے قریش نے حضرت محمد ﷺ سے پوچھا تھا۔ اِنَّا مَكَّنَّا سے تمہید کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے کہ ہم نے ذوالقرنین کو دنیا پر قابو دیا تھا اور ہر ایک قسم کا ساز و سامان اس کو ملا تھا جس سے وہ مشرق و مغرب تک فتوحات حاصل کرتا ہوا چلا گیا (اگرچہ جب سے علم تاریخ مدوّن ہوا ہے تب سے ایسے ساز و سامان جواب ہیں ریل، دخانی جہاز پائے نہیں جاتے مگر تواریخ سے پہلے غیر معلوم زمانے میں جانے کیا کیا صنعتیں تھیں جو مٹ گئیں جن کے بعض آثار قدیم خرابات کے کھودنے سے برآمد ہوتے ہیں) فَاَتْبَعَ سَبَبًا کہ ذوالقرنین نے سفر کا ساز و سامان تیار کیا اور پہلے مغرب کی سمت کو روانہ ہوا یہاں تک کہ ان کو آفتاب سمندر کے گرم اور سیاہ پانی میں ڈوبتا ہوا دکھائی دیا۔ اگرچہ آفتاب آسمان پر ہے مگر غروب کے وقت پانی کے کنارہ پر کھڑے ہونے والے کو پانی میں اور پہاڑ کے سامنے والے کو پہاڑ میں غروب ہوتا ہوا معلوم ہوا کرتا ہے۔ اور جس نے حمئة پڑھا ہے اس کے نزدیک ذوالقرنین کے سامنے سیاہ دلدل ہوگی جس میں آفتاب کو غروب ہوتے دیکھا ہوگا۔ القصہ وہاں ایک بت پرست قوم ملی جس کی نسبت خدا نے ذوالقرنین کو بالہام یا بواسطۂ نبی یہ حکم دیا کہ خواہ ان کو سزا دے، خواہ ان سے کوئی نیک سلوک کر۔ ذوالقرنین نے لوگوں سے کہا وہ جو ان میں ظالم و سرکش ہیں میں انہیں سزا دوں گا، یعنی مار ڈالوں گا جو اس کے بعد وہ اپنے رب کے ہاں جا کر اور بھی سخت عذاب پائیں گے۔ یا یہ مراد کہ سزا دوں گا، کوئی سزا ہو پھر مرنے کے بعد وہ وہاں اور بھی سزا پائیں گے اور جو ان میں ایمان دار اور نیک ہو جائیں گے ان کو اچھا بدلہ اور انعام و اکرام دوں گا اور اپنی حکومت و ریاست کے امر میں بھی ان سے نرمی برتوں گا چنانچہ ذوالقرنین نے ایسا ہی کیا۔

مشرق کا سفر:...... پھر وہاں سے بلادِ مشرقیہ کی طرف توجہ کی اور مشرق میں ایسی قوم تک پہنچے کہ جن کے پاس آفتاب کی تپش سے بچنے کے لئے کوئی خیمہ یا مکان نہ تھا زمین اور پہاڑوں کی کھوہ میں رہتے تھے فرماتا ہے كَذٰلِكَ الخ یعنی ہم عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ہیں۔ ذوالقرنین کا پورا حال کہ کس قدر سپاہ تھی اور اس کے ساتھ کون کون تھے جو ہم کو معلوم ہے اور کوئی کیا جان سکتا ہے اور الحق یوں ہی ہے۔

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ
نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾ ثُمَّ
اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ
يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى
الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ
مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِىْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾ ۙ
اٰتُوْنِىْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا

جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِیْۤ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾ فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ وَ مَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَ كَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا ﴿۹۸﴾

ترجمہ:...... بار دگر اس نے تیاری کی ﴿۸۹﴾ یہاں تک کہ جب آفتاب نکلنے کی جگہ (یعنی مشرق میں) پہنچا تو اس نے آفتاب کو ایک ایسی قوم پر طلوع کرتے ہوئے پایا کہ جن کے لئے ہم نے آفتاب سے بچنے کے لئے کوئی اوٹ نہ بنائی تھی ﴿۹۰﴾ بات یوں ہی ہے اور اس کے حال کی پوری پوری خبر ہمارے ہی پاس ہے ﴿۹۱﴾ اس نے پھر تیاری کی ﴿۹۲﴾ یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے دو دڑوں میں پہنچا تو ان کے پار ایک ایسی قوم ملی جو بات نہ سمجھ سکتی تھی ﴿۹۳﴾ انہوں نے (مترجم کی معرفت) کہا اے ذوالقرنین یاجوج ماجوج نے تو ملک میں فساد ڈال رکھا ہے پھر اگر آپ کہیں تو آپ کے لئے ایک محصول قائم کریں اس شرط پر کہ آپ ہمارے اور ان کے بیچ کوئی مستحکم دیوار بنا ئیں ﴿۹۴﴾ اس نے کہا کہ جو کچھ میرے ربّ نے مجھے مقدور دے رکھا ہے وہی کافی ہے پھر تم اپنے (ہاتھ پاؤں) طاقت سے میری مدد کرو کہ میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک آڑ بنا دوں ﴿۹۵﴾ مجھے لوہے کے تختے لا دو (وہ لائے اور کام شروع ہوا) یہاں تک کہ جب پہاڑ کے دونوں کناروں کو (دیوار چن کر) برابر کر دیا تو کہا اس کو دھونکو (لوگ دھونکنے لگتے ہیں) یہاں تک کہ جب اس کو سرخ انگار کر دیا تو اس نے کہا اب تم میرے پاس تانبا لاؤ کہ پگھلا کر اس پر ڈال دوں (پس ایسی مستحکم اور بلند دیوار تیار ہوگئی) ﴿۹۶﴾ کہ یاجوج ماجوج نہ اس پر چڑھ سکتے ہیں اور نہ اس میں نقب لگا سکتے ہیں ﴿۹۷﴾ (دیوار کو دیکھ کر ذوالقرنین نے) کہا کہ یہ میرے رب کی عنایت ہے پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو اس کو ڈھا کر برابر کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے ﴿۹۸﴾۔

ترکیب:...... اَلسَّدَّیْنِ ای الجبلین المبنی بینهما سدة وهما جبلان منیفان فی آخر الشمال فی منقطع ارض الترک من ورائهما یأجوج ومأجوج وبین ههنا مفعول به وهو من الظروف المتصرفة۔ خَرْجًا جعلا نخرجه من اموالنا۔ رَدْمًا حاجزًا حصینا وهو اکبر من السد من قولهم ثوب مردّم اذا کان رقاع فوق رقاع۔ اَلصَّدَفَیْنِ الصدف محرکة کل شئی مرتفع من حائط ونحوه ای جانبی الجبلین فَمَا اسْطَاعُوْا بحذف التاء حذرًا من تلاقی متقاربین أی التاء والطاء۔

ذوالقرنین کا تیسرا سفر

تفسیر:...... ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا یہ تیسرا سفر ہے اس کی کوئی اہمیت بیان نہیں کی۔ غالباً شمالی رُخ کا دھاوا ہے کیونکہ آبادی زمین کی اسی حصہ میں بیشتر ہے۔ شمال میں فتح کرتے کرتے دو پہاڑوں کی گھاٹی میں پہنچے اور اس کے متصل ایسی قوم ملی جو بات نہ سمجھ سکتی تھی، ترجمان کے ذریعہ سے انہوں نے ذوالقرنین سے قوم یاجوج و ماجوج کی سرکشی اور فساد کا حال بیان کیا اور اس گھاٹی کے بند کرنے کی درخواست کی کہ جس سے گذر کر یہ دونوں قومیں ان کے ملک میں قتل و غارت کرتی تھیں اور اس پر انہوں نے کچھ روپیہ یا پیداوار دینے کا بھی وعدہ کیا۔ ذوالقرنین نے کہا خدا تعالیٰ نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے تم صرف جسمانی مدد دو کہ لوہے کے تختے میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ وہ لوگ لائے پس جب پہاڑوں کی چوٹیوں تک دڑے کو لوہے اور پتھروں سے چن دیا تو گرم کر کے یعنی پگھلا کر اس پر کسی حکمت سے تانبہ یا سیسہ ڈال دیا جس سے وہ دیوار ایک ذات ہوگئی سب جوڑ مستحکم ہو گئے کہ نہ تو اس کی بلندی کی وجہ سے یاجوج و ماجوج اس پر چڑھ سکتے تھے نہ اس میں سوراخ کر سکتے تھے۔ ذوالقرنین نے کہا یہ تم پر رحمتِ الٰہی ہے اس کے گرنے کا ایک وقت مقرر خدا تعالیٰ نے کر رکھا ہے جب وہ وقت آئے گا تو گر جائے گی۔ یہ اس لئے کہا کہ شکر گذاری کرتے رہیں ڈرتے رہیں۔

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ۝۹۹

وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ۝۱۰۰ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ

عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ۝۱۰۱

ترجمہ:......اور اس روز ہم نے ان کو ایسا کر چھوڑا کہ ایک دوسرے پر دھکا پیل کرتا تھا اور صور پھونکا جائے گا پھر ہم ان سب کو جمع کر لیں گے ۝۹۹ اور ہم اس روز کافروں کے سامنے جہنم کو لائیں گے ۝۱۰۰ ان کے کہ جن کی آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا اور وہ کچھ سُن بھی نہ سکتے تھے ۝۱۰۱

ترکیب:......بَعْضَهُمْ مفعولِ اول تَرَكْنَا بمعنی جعلنا يَمُوْجُ جملہ مفعول ثانی وَتَرَكْنَا جملہ مستانفہ ہے يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ سے متعلق ہے۔ كَانُوْا معطوف ہے كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ پر، حیز صلہ میں داخل ہے معطوف اور معطوف علیہ کا مجموعہ ہے صلہ الذین کا یہ موصول اپنے صلہ سے مل کر اَلْكٰفِرِيْنَ کی صفت یا نعت ہے۔

تفسیر:......یہ تتمہ ہے ذوالقرنین کے قصہ کا۔

خروج یاجوج و ماجوج:......خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُس روز یعنی وقتِ موعود پر جب کہ دیوار ٹوٹے گی اور قوم یاجوج ماجوج اس میں سے ادھر کے ملکوں میں آئے گی تو یہ ازدحام ہوگا کہ دھکم دھکا ایک دوسرے پر گرتے پڑتے ٹڈی دل کی طرح امڈے چلے آئیں گے آ کر زمین میں فساد کریں گے، قتل کریں گے، کھیتوں کو اجاڑیں گے۔ چوں کہ دیوار کا ٹوٹنا یاجوج ماجوج کا باہر آ کر فساد کرنا بلحاظ زمانہ ذوالقرنین کے ہزاروں سیکڑوں برس کے بعد ہوگا اور یہ زمانہ اس زمانہ کے خیال سے یقیناً قیامت کے قریب ہے اس لئے اس مناسبت سے حشر کا مسئلہ شروع ہوا وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ صور پھونکا جائے گا دنیا نیست و نابود ہو جائے گی، پھر دوسری بار صور پھونکے گا جس سے ہر شخص زندہ ہوگا وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ الخ اس روز کافروں کے سامنے جہنم کو لا کھڑا کر دیں گے تاکہ وہ اس میں ڈالے جائیں، وہ کافر کون لوگ ہیں؟ آپ ہی بتاتا ہے۔ الذین الخ وہ کہ جن کی آنکھوں پر دنیا میں پردے پڑے ہوئے تھے کہ خدا کی نشانیوں اور آیاتِ قدرت کو دیکھ کر اس کو یاد نہیں کرتے تھے اور جب خود یہ بات حاصل نہ تھی تو ان کے وعظ و نصیحت کو بھی نہیں سنتے تھے۔ وَتَرَكْنَا الخ کے جو معنی ہم نے بیان کئے ہیں انہیں معنی کی تائید سورۂ انبیاء کی اس آیت سے ہوتی ہے۔ حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ۔ یہاں تک کہ جب یاجوج و ماجوج کو کھول دیں گے تو وہ ہر بلندی سے دوڑتے چلے آئیں گے۔ پھر واقترب الوعد الحق سے حشر کا برپا ہونا بیان فرماتا ہے جیسا کہ یہاں عرضنا سے فرمایا مگر بعض مفسرین يَوْمَئِذٍ سے مراد وہ دن لیتے ہیں کہ جس روز دیوار قائم ہوئی تھی اور تَرَكْنَا ماضی کے صیغہ کو اپنے اصلی معنوں پر رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس کے یہ معنی ہوئے کہ جس روز دیوار قائم ہوئی تو یاجوج و ماجوج وہیں ایک دوسرے پر باہر آنے کے لئے گرتے پڑتے اور ازدحام کرتے رہ گئے کہ ایک دوسرے پر دیوار کی طرف آنے کے لئے گرتا پڑتا تھا جیسا کہ ازدحام میں ہوتا ہے واللہ اعلم۔

ذوالقرنین کون تھا؟:......وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ الخ جمہور مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ قریش ❶ نے احبار یہود کے کہنے

❶ ...... چنانچہ ابن جریر نے بسند ابن اسحاق عکرمہ سے روایت کی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قریش نے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو مدینہ میں احبار یہود کے پاس بھیجا تاکہ ان سے پوچھ کر بطور امتحان آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کریں۔ چنانچہ انہوں نے یہ تین سوال کئے اور یہ بھی کہہ دیا کہ اگر ان میں سے دو کا بھی جواب دے گا تو جانو کہ برحق ہے (۱) اول اصحاب کہف کا حال پوچھو۔ (۲) پھر اس بادشاہ کا جو مشرق و مغرب تک فتح کرتا چلا گیا تھا یعنی ذوالقرنین کا (۳) پھر روح سے سوال کرو ۱۲ منہ

سے آنحضرت ﷺ سے چند باتیں بطور امتحان کے پوچھی تھیں من جملہ ان کے ایک یہ بات بھی ہے۔اس بات کو محدثین نے صحیح سند سے ثابت کر دیا ہے اور قرآن مجید کے الفاظ بھی اس کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اس میں کچھ شبہ نہ کرنا چاہئے کہ ذوالقرنین کا قصہ یہود میں متعارف تھا اب خواہ وہ ان کے طالموت میں ہو یا کہ آمین جوان کی کتاب مقدس کی شرح یا تفسیر ہے یا ان کی ان روایات میں جو زبانی یکے بعد دیگرے ان کے ہاں متوارث چلی آتی تھیں ہرچہ باشد۔مگر وہ ذی القرنین کے قصہ سے واقفیت رکھتے تھے اور یہ بھی سمجھتے تھے کہ اس قصہ کو ہر ایک نہیں بتلا سکتا اور اسی غرض سے بطور امتحان کے آنحضرت ﷺ سے پوچھا تھا۔قرآن مجید نے صرف یہی بتلایا کہ وہ ایک ایسا بادشاہ تھا کہ جس کو ہم نے زمین پر زور آور کیا تھا اس کو ہر ایک طرح کے اسباب عطا کئے تھے پھر اس نے مغرب کے رخ سفر کیا اور وہاں تک پہنچا کہ جہاں اس کو آفتاب سیاہ اور گدلے چشمہ میں ڈوبتا ہوا معلوم ہوا پھر وہاں سے لوٹ کر مشرق کی طرف رجوع کیا اور آخر ایک ایسی قوم پر پہنچا کہ جن پر آفتاب بغیر کسی حجاب کے طلوع کرتا تھا پھر وہاں سے اس نے ایک اور سفر کیا (جو غالباً سمت شمالی میں تھا اور قرائن سے بھی یہی سمجھا جاتا ہے) اور ایسی قوم تک پہنچے کہ جو ان کی زبان نہ سمجھ سکتے تھے (بواسطہ ترجمان کے) ان لوگوں نے ذوالقرنین سے کسی خاص خراج دینے پر یہ درخواست کی کہ یاجوج و ماجوج مفسد لوگ ہیں ہمارے ملک پر شورش برپا کیا کرتے ہیں آپ ان کا رستہ بند کر دیجئے۔ذوالقرنین خراج لینے سے تو انکار کیا اور لوہے کے تختے ان سے مانگے کہ جن سے دو پہاڑوں کے درمیان کوئی درہ تھا اس کو بند کر دیا اور دیوار چن کر اس کو گرم کیا اور پگھلا ہوا تانبا یا سیسہ اس پر ڈال کر ایسا مستحکم کر دیا کہ جس پر نہ وہ چڑھ سکتے تھے، نہ اس میں نقب لگا سکتے تھے، نہ قرآن مجید میں اس بات کا ذکر ہے کہ ذی القرنین کس ملک کا بادشاہ تھا اور کس عہد میں تھا؟ اور نہ یہ بات بتلائی کہ اس کو ذوالقرنین کیوں کہتے تھے، نہ اس بات کا ذکر ہے کہ ذوالقرنین مشرق و مغرب میں انتہی تک پہنچ گئے تھے نہ یہ بات بتلائی گئی ہے کہ وہ قوم کہ جس نے سد یعنی دیوار بنانے کی درخواست کی تھی کون قوم تھی اور کہاں تھی؟ نہ یہ بتلایا کہ یاجوج و ماجوج کون قوم تھی اور کہاں رہتی تھی اور اب بھی ہے کہ نہیں اور ہے تو کہاں ہے اور وہ کیسی قوم ہے ان کے قد کیسے ہیں اور مردم خور ہیں یا نہیں؟ اور نہ دیوار کا موقع بتلایا کہ وہ کس جگہ بنی تھی اور اب بھی ہے کہ نہیں؟ یہ سب باتیں سوال سے زائد تھیں اس لئے ان سے اعراض کر کے اصل قصہ بتلایا جو ان کی غرض سے تعلق رکھتا تھا اور انبیاء علیہم السلام اور وحی کا مقصد اصلی بھی یہی تھا تفصیل وار قصے کہانی بیان کرنا مورخوں کا کام ہے، اب ان باتوں میں علماء اسلام نے غور کرنا شروع کیا اور جہاں تک ہو سکا ان کا پتہ لگالا اور ان باتوں کے دریافت کرنے میں انہوں نے کہیں قرآن مجید کے اشاروں سے کہیں روایات سلف سے کہیں مورخین اہل کتاب و اہل اسلام و دیگر تواریخ سے اور ہر زمانہ کے اہل تحقیق اور اہل جغرافیہ سے مدد لی اور یہی وجہ ہے کہ ان باتوں کے ٹھیک ٹھیک دریافت کرنے میں ان سے باہم اختلافات بھی ظہور میں آئے اور کچھ عجب نہیں کہ ان سے کسی موقع میں اصلی بات رہ گئی ہو اور بعض نے اس کو ٹھیک سمجھا ہو اور ایسی باتوں میں کہ جہاں نہ کوئی نص قطعی رہنمائی کرتی ہو نہ کوئی اس وقت کی صحیح تاریخ ملتی ہو اختلاف ہونا ایک معمولی بات ہے نہ ان امور مجوثہ کا ان کی تحقیق کے موافق ہر ہر بات میں صحیح مان لینا فرض و واجب ہے نہ ان پر کوئی وجہ انکار ہے۔

ذوالقرنین کہاں تھا؟ اور کب تھا:......سب سے پہلی بات کہ ذوالقرنین کون تھا اور کہاں کا تھا اور کب تھا!۔

اس کا ثبوت اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ یہ دیوار کس نے بنائی؟ پس جو اس کا بنانے والا ہے وہی شخص ذوالقرنین ہے کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے اب ہم کو اس سد کی تلاش کرنی پڑی کہ کہاں ہے؟ ہمارے سامنے حال کے بھی متعدد جغرافیے اور کرۂ زمین کے صحیح نقشے دھرے ہیں۔جو سرکاری مدارس میں پڑھائے جاتے ہیں ان میں کسی جگہ یاجوج و ماجوج قوم کا ذکر تک نہیں اور یہ ممکن ہے کیونکہ حال کے

جغرافیوں میں قوموں اور ملکوں کے وہی نام ذکر کئے جاتے ہیں جو آج کل متعارف ہیں اور ایسا بہت واقع ہوا ہے کہ زمانے کے گزرنے سے ملکوں اور شہروں اور قوموں کے اور ہی نام ہو گئے، پہلے نام بدل گئے۔ ہوسکتا ہے کہ یاجوج وماجوج کو آج کل کسی اور نام سے تعبیر کرتے ہوں اس لئے یاجوج ماجوج کا نام نہ ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں نہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کوئی قوم نہیں یا پہلے تھی اب بالکل نیست ونابود ہوگئی۔ اسی طرح اس سد کا بھی ذکر نہیں اور یہ بھی قرینِ قیاس ہے اس لئے کہ جغرافیوں اور نقشوں میں شہروں اور پہاڑوں اور بڑے بڑے نشانوں کو ذکر کیا کرتے ہیں اور یہ دیوار جیسا کہ اہل اسلام کے مورخ کہتے ہیں صرف تخمیناً ڈیڑھ گز کی ایک مرتفع اور مستحکم دیوار دو پہاڑوں کے درمیان ہے اس سے بھی بڑی بڑی صدہا چیزیں مذکور نہیں ہوتیں۔

اب ہم کو مسلمانوں کے قدیم جغرافیے دیکھنے چاہئیں کہ جنہوں نے بطلیموس کے جغرافیے کو لے کر اس کے ساتھ اپنے سفرنامہ اور اپنے دیکھے ہوئے مقامات کو بھی نہایت تشریح کے ساتھ بیان کیا ہے اور گویا حال کے جغرافیوں کی انہیں پر تقسیم اقالیم وجزائر وممالک وغیرہ امور میں بنیاد ہے اور یہ بھی درست ہے کہ آج کل سامان سفر جیسے مہیا ہیں اور جس آسان طریقہ سے ہر ایک ملک کی خبر دریافت ہوسکتی ہے پہلے یہ بات نہ تھی اور اسی لئے حال میں اس فن میں بہت کچھ چھان بین کی گئی مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ دوسری تیسری صدی میں جب کہ مسلمانوں کی فتوحات مشرق ومغرب تک پھیل گئی تھیں اور وہ باوجود صعوبت سفر کے اندلس اور جبل الطارق سے لے کر چین کے کناروں تک ایسے امور کی تحقیقات کے لئے سفر کیا کرتے تھے اور پھر ہر ایک سیاح نہایت صحت واحتیاط کے ساتھ ان مقامات وبلاد وممالک کے احوال قلم بند کیا کرتا تھا۔ چنانچہ اس قسم کے بہت سے جغرافیے اب تک موجود ہیں جن میں سے اکثر کو اہل فرنگستان نے طبع بھی کیا ہے ان میں سے میرے پاس اس وقت یہ کتابیں موجود ہیں جن سے ایشیا اور افریقہ کے ملکوں کا اور ان کے شہروں اور مشہور مقاموں کا بڑی تشریح کے ساتھ حال معلوم ہوسکتا ہے۔

(۱)......کتاب المسالک والممالک تالیف ابی القاسم بن حوقل مطبوعہ لیڈن مطبع بریل ۱۸۷۳ء۔

(۲)......الآثار الباقیة عن القرون الخالیة تالیف ابوریحان محمد ابن احمد بیرونی خوارزمی مطبوعہ جرمن ۱۸۷۸ء بیرون سندھ میں کوئی قریہ یا شہر تھا شاید اب بھی ہو۔ یہ شخص بڑا حکیم ومنجم سلطان محمود غزنوی کے عہد میں تھا۔

(۳)......نزھة المشتاق فی ذکر الامصار والاقطار والبلدان والجزار والمدائن والآفاق اس کا مصنف علوی ادریسی چھٹی صدی ہجری میں تھا۔ یہ جغرافیہ یونانی اور اس کے جغرافیوں سے ملخص کر کے جزیرہ صقلیہ کے عیسائی بادشاہ کے لئے تصنیف کیا تھا۔

(۴)......مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنة والبقاع تالیف یاقوت حموی مطبوعہ فرانس۔

(۵)......کتاب البلدان تالیف ابی بکر احمد بن محمد الہمدانی المعروف بابن الفقیہ مطبوعہ لیڈن بمطبع بریل ۱۳۰۲ ہجری۔

(۶)......احسن التقاسیم فی معرفة الاقالیم تالیف شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر البناء الشامی المقدسی المعروف بالبشاری مطبوعہ لیڈن بمطبع بریل ۱۸۷۷ء اس کا مصنف شہاب الدین غوری سے بھی پہلے تھا۔

(۷)......المسالک والممالک تالیف ابن اسحاق ابراہیم بن محمد الفارسی الاصطخری، المعروف بالکرخی مطبوعہ مطبع بریل واقع شہر لیڈن ۱۸۷۰ء۔

(۸)......تقویم البلدان تالیف السلطان عماد الدین اسماعیل بن الملک الافضل یعنی ابوالفداء مطبوعہ پیرس ۱۸۴۰ء۔

(۹)......مقدمة ابن خلدون۔ یہ شخص جو آٹھویں صدی میں گزرا ہے بڑا حکیم تھا۔ اس نے اپنے جغرافیہ میں حکیم بطلیموس کے

جغرافیہ سے لیا ہے اور نیز رجار و ابن مسعودی و ابن حوقل وقدرتی و ابن اسحاق منجم و نزہۃ المشتاق سے بھی لیا ہے اور اقلیم کا اس صحت و خوبی کے ساتھ حال بیان کیا ہے جو آج کل کے جغرافیوں سے سر مو تفاوت نہیں رکھتا صرف ناموں کا فرق ہے۔ اس نے اپنے مقدمہ میں تین جگہ اس دیوار کا ذکر کیا ہے۔ صفحہ ۱۷ میں کہتا ہے:

دیوار ذوالقرنین

اوّل دیوار:... وفی الجزاء التاسع من هذا الاقليم السابع فی الجانب الغربی منه بلاد خفشاخ وهم قفچق يجوزها جبل قوقيا حين ينعطف من شماله عند البحر المحيط ويذهب فی وسطه الی الجنوب بانحراف الی الشرق فيخرج فی الجزاء التاسع من الاقليم السادس ويمر معترضا فيه وفی وسطه هنالک سدّ ياجوج وماجوج وقد ذكرناه وفی الناحية الشرقية من هذا الجزاء ارض ياجوج وراء جبل قوقيا علی البحر قليلة العرض مستطيلة احاطت به من شرقه وشماله آه۔

کہ اس اقلیم کے نویں حصہ میں ایک گوشہ میں خفشاخ کے بلاد ہیں کہ جن کو خفچاق کہتے ہیں کہ جن پر سے قوقیا پہاڑ گزرتا ہے جب کہ وہ بحرِ محیط کے پاس سے ہو کر شمال کی طرف مڑتا ہے قدرے شرق کو مائل ہو کر تب وہ پہاڑ اقلیم سادس کے نویں حصہ تک نکل جاتا ہے اور یہیں سے وہ موڑ کھا کر نکلتا ہے اور اسی جگہ اس کے وسط میں یاجوج ماجوج والی دیوار ہے کہ جس کو ہم ذکر کر چکے ہیں اور اس حصہ کے شرقی کنارہ میں یاجوج کا ملک ہے جبل قوقیا کے پرے سمندر کے رُخ مستطیل ٹکڑا ہے۔ قوقیا غالباً کوہ الطائی کو کہتے ہیں اور اسی کے موڑ میں ایک جگہ وہ دیوار ہے اور کوہ الطائی کے پرلی طرف منچوریا اور منگولیا مغلوں کی قومیں ہیں جن کو یاجوج سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ لوگ سخت خونخوار درندے اور وحشی اور سفاک کافر تھے جن کا پیشہ شکار ہے۔ پہلے زمانے میں یہ لوگ ادھر تو چین کے ملک پر تاخت و تاراج کیا کرتے تھے جن کے روکنے کے لیے حضرت مسیح علیہ السلام سے تخمیناً ۲۳۵ برس پیشتر فغفور چین نے دیوار بنائی تھی جس کی لمبائی کا اندازہ بارہ سو میل سے لے کر پندرہ سو میل تک کیا گیا ہے یہ مستحکم دیوار کہ جس کی پوری کیفیت تاریخ چین سے معلوم ہوتی ہے اب تک موجود ہے جو عجائب روزگار میں شمار کی جاتی ہے ادھر یہ سفاک قوم اس پہاڑ کے درہ میں سے گزر کر ترکستان پر تاخت و تاراج کرنے آیا کرتی تھی۔ اب ہم یہ بتلاتے ہیں کہ دنیا میں اس قسم کی دیواریں کئی جگہ ہیں۔

۱)......ملک چین کے شمالی حصہ میں ایک دیوار ہے جس کو دیوار چین کہتے ہیں جس کو بقول مؤرخین "چی وانگتی" فغفور چین نے بنایا تھا۔

دیوار دوم:...... ۲)......دوسری وہ دیوار جو جبل الطائی کے کسی درہ کو بند کیے ہوئے ہے جس کا ابنِ خلدون نے بھی ذکر کیا اور اسی کو اکثر مؤرخین اسلام سدّ یاجوج کہتے ہیں جس کی تحقیق خلفائے عباسیہ کے عہد میں کی گئی تھی۔ چنانچہ ابوریحان بیرونی کتاب آثار باقیہ مطبوعہ جرمن ۱۸۷۸ء کے صفحہ ۴۱ میں لکھتے ہیں:

فاما الردم المبنی بين السدين فان ظاهر القصة فی القرأن لا ينص علی موضعه من الارض وقد نطقت الكتب المشتملة علی ذكر البلاد والمدن كجغرافيا وكتب المسالک والممالک علی ان هذه الامة اعنی ياجوج وماجوج هم صنف من الاتراک المشرقية الساكنة فی مبادئ الاقاليم الخامس والسادس ومع هذا حكی محمد بن جرير الطبرانی فی كتاب التاريخ ان صاحب أذربيجان ايام فتحها وجه انسانا اليه من ناحية الخزر فشاهده ووصفه بيناء باسق سام اسود وراء خندق وثيق منيع۔ وحكی عبدالله بن خرداذبة عن الترجمان بباب الخليفة ان المعتصم رأی فی المنام ان هذا الردم

قد فتح فوجه بخمسين نفرًا اليه ليعاينوه فسلكوا من طريق باب الابواب واللان والحزر حتى بلغوا اليه وشاهدوه معمولا من لبن حديد ومشددا بالنحاس المذاب وعليه باب مقفل وحفظه من اهل البلدان القريبةُ منها وانهم رجعوا فاخرجهم الدليل الى البقاع المحاذية لسمرقند۔ انتهى۔

کہ اس دیوار کا قرآن نے کوئی موقع محل نہیں بتلایا کہ کس جگہ ہے۔ ہاں کتب تواریخ وجغرافیہ میں تو ہے کہ یاجوج ماجوج ترکوں میں سے ایک قوم کا نام ہے جو اقلیم خامس وسادس کے مشرق میں رہتے ہیں اور محمد بن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں بھی لکھا ہے کہ والی آذربائیجان نے جب اس ملک کو فتح کیا تو کسی کو اس دیوار کے دیکھنے کو بھیجا جو بحیرۂ خزر کی راہ سے دیکھنے گیا اور دیکھ کر آیا۔ اور ابن خرداذبہ نے نقل کیا ہے کہ خلیفہ معتصم نے خواب میں اس دیوار کو ٹوٹا ہوا دیکھا تب اس کی تحقیق کے لئے پچاس آدمیوں کو روانہ کیا باب الابواب اور لان اور خزر کی راہ سے گئے اور اس کو دیکھ کر آئے اور بیان کیا کہ ایک دیوار مستحکم ہے جو لوہے کے تختوں یا اینٹوں سے بنائی گئی ہے جس پر قفل لگا ہوا ہے پھر جو اس جماعت کو راہبر نے وہاں سے نکالا تو سمرقند کے محاذی آنکلے۔ اور کتاب احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم میں اسی بات کو بڑی تفصیل سے نقل کیا ہے مگر معتصم کی جگہ واثق باللہ عباسی خلیفہ کا معاملہ بتایا ہے اور یہی صحیح ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ واثق نے اس جماعت کا افسر محمد بن موسیٰ خوارزمی منجم کو بنایا تھا اور سامانِ سفر بہت کچھ دیا تھا اور بادشاہوں کے نام نامے بھی لکھ دیئے تھے پھر یہ جماعت طرخان کے ملک سے ہو کر اس مقام پر پہنچی کہ جہاں یہ دیوار ہے۔ آکر انہوں نے سب تفصیل بیان کی، ڈیڑھ سو گز کا پہاڑوں میں ایک درّہ ہے جس کو دو پائے چُن کر (کہ جن کا عرض پندرہ پندرہ گز ہے جو لوہے کی اینٹوں سے بنے ہیں اور پھر پگھلے ہوئے تانبے سے) ان کی درزیں ملائی گئی ہیں ایک مستحکم دروازہ بنا کر بڑے مستحکم آہنی کواڑوں سے بند کر دیا ہے۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۴۰۰ میں شہر صغانیان کی مسافت یوں بیان کرتا ہے کہ یہاں سے شومان تک دو دن کا راستہ ہے پھر اندیان تک ایک روز کا، پھر داشجرد تک ایک روز کا اور وہاں سے ایلاق ایک روز کا اور وہاں سے دربند ایک روز اور یہاں سے چاؤگان ایک روز کا۔ انتہیٰ

غالباً دربند ایک دوسری عمارت ہے جو آذربیجان کی طرف موجود ہے۔ کتاب المسالک والممالک تالیف ابی القاسم بن حوقل کے صفحہ ۳۹۹ میں ترمذ اور بخارا کی مسافت یوں بیان کی ہے کہ ترمذ سے قرابون ایک مرحلہ اور وہاں سے میان کال ایک مرحلہ اور وہاں سے مایمرغ ایک مرحلہ اور وہاں سے نسف ایک مرحلہ اور وہاں سے سونج ایک مرحلہ اور وہاں سے دیذ ایک مرحلہ اور وہاں سے کندک ایک مرحلہ اور وہاں سے باب الحدید ایک مرحلہ۔ اس کے علاوہ تاریخ تیموری میں تیمور بادشاہ کا اس باب الحدید تک ایک جنگ میں پہنچنا مذکور ہے اور اس کے بعد اور اور سیاحوں نے بھی اس پہاڑ میں اس دربند کا معاینہ کیا ہے اور یہ بات نقشہ سے بھی صاف ظاہر ہے کہ جبل الطائی منگولیا اور منچوریا میں حائل ہے اور اس کا انہیں حدود میں ایک موڑ معلوم ہوتا ہے اور اسی پہاڑ کے بیچ میں ایک درہ کشادہ تھا جس کو ذوالقرنین نے بند کر دیا جو اب تک موجود ہے اور ٹھیک یہی وہ سدّ ہے جس کا قرآنِ مجید میں ذکر ہے، پھر اسی کتاب کا مصنف صفحہ ۳۶۷ میں شہر سمرقند کی بابت لکھتا ہے:

ويزعم رضى بعض الناس ان تبغا عمر مدينتها وان ذى القرنين اتم بعض بنائها ورأيت على بابها الكبير صحيفة من حديد وعليها كتابة زعم اهلها انها بالحميرية وانهم يتوارثون علم ذلك۔ انتهى

کہ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ تبع نے شہر سمرقند کو آباد کیا اور اس کی بعض عمارات کو ذوالقرنین نے تمام کیا اور میں نے اس کے بڑے دروازے پر لوہے کی تختی دیکھی کہ جس پر کچھ لکھا ہوا ہے، وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ یہ حمیریہ خط میں ہے (جو شاہانِ حمیر یعنی والیانِ یمن کا خط

تھا) اور یہ بات وہ اپنے باپ دادا سے سنتے چلے آتے ہیں اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ذوالقرنین حمیری بادشاہ تھا اور اس نے اس نواح میں عمل داری بھی کی ہے اور اپنے ملک کی حفاظت کے لئے جبل الطئی کا یہ درہ بھی بند کیا تھا کہ جس کو سد ذی القرنین کہتے ہیں۔ اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے اس لیے کہ شاہانِ یمن مصر پر بھی عمل داری کر چکے ہیں جو گلہ بانوں کی عمل داری کے نام سے مشہور ہے اور ان کے آثارِ قدیمہ جیسا کہ قصر غمدان وغیرہ یمن میں یادگار تھے اور اب بھی ہیں جو ان کی عظمت کی گواہی دے رہے ہیں پھر کیا تعجب ہے کہ مشرق وشمال میں بھی اس کی فتوحات ہوئی ہوں۔

دیوار سوم:...... یہ تیسری دیواری ایک نہایت مستحکم بنا ہے جو غیر قوموں کے لیے بنائی گئی تھی۔ مراصد الاطلاع کے صفحہ ۱۱۱ میں ہے:

وباب الابواب فهو دربند، دربند شيروان وباب الابواب مدينة على البحر، بحر طبرستان وهو بحر الخزر الخ وسميت باب الابواب لانها افواه شعاب في جبل القبق فيها حصون كثيرة ولها حائط بناه انو شيروان بالصخر والرصاص وعلاها ثلثمائة ذراع وجعل عليه ابوابًا من حديد لان الخزر كانت تغير في سلطان فارس حتّٰى تبلغ همذان والموصل فبناه ليمنعهم الخروج منه۔ انتهى

باب الابواب دربند بحر خزر پر ایک شہر ہے اور اس کو باب الابواب اس لیے کہتے ہیں کہ یہاں جبل قبق کی بہت سی گھاٹیاں ہیں جہاں بہت سے قلعے ہیں اور وہاں ایک دیوار ہے جو پتھر اور سیسے سے بنائی گئی ہے جس کی بلندی تین سو گز ہے اور جس میں لوہے کے دروازے ہیں اور اس کو نوشیروان نے اس لیے بنایا تھا کہ قوم خزر اس کے ملک میں آکر ہمدان اور موصل تک غارت گری کرتی تھی ان کے روکنے کے لئے اس کو بنایا تھا۔

کتاب البلدان کا مصنف ابن الفقیہ اس دیوار کا کئی جگہ ذکر کرتا ہے ایک جگہ کہتا ہے (صفحہ ۲۸۸)

وبنى الحائط بينه وبين الخزر بالصخر والرصاص وعرضه ثلثمائة ذراع حتى الحقه برؤس الجبال ثم قاده في البحر وجعل عليه ابواب حديد پھر صفحہ ۲۹۱ میں لکھا الباب والابواب حائط بناه انو شيروان وان طرفا منه في البحر الخ۔ ومدسبعة فراسخ الى موضع اشب وجبل وعر لايتهيأ سلوكه وهو مبنى بالحجارة المنقورة المربعة لايقل الحجر الواحد منها خمسون رجلا وقد بقيت هذه الحجارة وانفذ بعضها الى بعض بالمسامير وجعل في هذه السبعة الفراسخ سبعة مسالك الخ وغلق على كل مسلك باب وعرض السور في اعلاه ما يسير عليه عشرون فارسا لايتزاحمون۔ انتهى۔

کہ خزر کے روکنے کے لیے پتھر اور سیسے کی نوشیروان نے ایک دیوار بنائی کہ جس کا عرض تین سو گز ہے جس کو پہاڑوں کی چوٹیوں تک پہنچا دیا اور اس کا ایک سرا دریا میں ملا دیا۔ اس کی لمبائی سات فرسخ ہے ہر ایک فرسخ پر ایک آہنی دروازہ لگا دیا ہے اور یہ دیوار گھڑے ہوئے مربع پتھروں سے بنی ہوئی ہے کہ سوراخ کر کے ایک پتھر کو دوسرے سے میخ سے ملحق کر دیا ہے۔ ان میں سے ایک ایک پتھر ایسا بڑا ہے کہ پچاس آدمی بھی اس کو اکھیڑ نہیں سکتے اور اوپر جا کر اس کی اتنی چوڑان ہے کہ جس پر بلا مزاحمت بیس سوار چلے جائیں اور ایک جگہ یہاں کے قلعوں کو قباد اکبر کی تعمیر بتایا ہے۔ یہ دیوار بھی اب تک قائم ہے اور بیضاوی وغیرہ بعض علماءِ اسلام نے اسی کو وہ دیوار بتلایا ہے کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر آیا ہے۔

دیوار چہارم:...... (۴) یہ دیوار تبت کے شمالی پہاڑوں میں بمقام راست بنائی گئی ہے اس کی نسبت نزہۃ المشتاق میں یہ لکھا ہے۔

والراست اقصی خراسان من ذٰلک الوجہ وھی مدینۃ بین جبلین کان ھنا مدخل للترک الی الغارۃ فاغلق الفضل بن یحیی بن خالد بن برمک ھناک بابا۔

کہ یہ شہر راست جو دو پہاڑوں کے درمیان میں ہے اس سمت سے خراسان کا اخیر کنارہ ہے یہاں ایک رستہ ہے جہاں ترک دھاوا کیا کرتے تھے اس کو فضل بن یحییٰ برمکی نے دروازہ لگا کر بند کر دیا۔ یہ دیوار بالاتفاق وہ دیوار نہیں کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے کیونکہ یہ نزولِ قرآن کے بعد بنائی گئی ہے۔

دیوار پنجم:......(۵) بحر شامی یا بحر روم کا مشرقی کنارہ جو شام سے ملا ہوا ہے اس میں چند جزائر ہیں ایشیائے کوچک سے ملتے ہوئے جن میں سے ایک جزیرہ روڈس ہے اور ایک جزیرہ پلونس ہے کہ جس کو ہزار میل کے دورے سے دریا گھیرے ہوئے ہے اس کا خشکی کی طرف ایک رستہ ہے چھ میل کے فاصلہ کا سو اس کو کسی قیصر روم نے دیوار بنا کر بند کر دیا ہے۔ چنانچہ نزہۃ المشتاق میں لکھتا ہے۔

الجزاء الرابع من الاقلیم الرابع تضمن قطعۃ من البحر الشامی فیھا اعداد جزائر من جزائر الرومانیۃ وجزیرۃ بلیونس جزیرۃ یحیط بھا البحر الف میل ولھا منفذ الی البر الا فم ضیق مقدارہ ستۃ امیال وقد کان احد القیاصرۃ من الروم بنی علیہ سورا طولہ ھذہ المسافۃ وھی ستۃ امیال۔ انتھی

یہ معلوم نہیں کہ یہ دیوار اب بھی قائم ہے کہ نہیں مگر یہ بھی بالاتفاق وہ دیوار نہیں کہ جس کا ذکر قرآنِ مجید میں ہے اور نہ وہ دیوار مراد ہو سکتی ہے کہ جس کو بعض علماء نے ملک اندلس کے پہاڑوں میں بتلایا ہے۔ اب صرف اوّل و دوم و سوم دیوار میں کلام ہے۔

ازالۃ الغین عن قصۃ ذی القرنین:......اخبار علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ مطبوعہ ۷ رجون ۱۸۹۰ء میں ہمارے کسی نام ور معاصر نے ایک مضمون طبع کیا ہے جس کی سرخی یا عنوان ''ازالۃ الغین عن قصۃ ذی القرنین'' ہے۔ اس میں امام فخر رازیؒ پر بہت کچھ لے دے کی ہے۔ اوّل تو ذوالقرنین کی وجہ تسمیہ میں جو امام صاحبؒ نے لوگوں کے چند اقوال نقل کئے تھے حالانکہ نہ ان کی صحت کا ذمہ لیا تھا نہ ان کو اپنا قول بتلایا تھا مگر معزز معاصر نے امام صاحب جیسے جلیل القدر شخص پر اعتراض جما کر شہرت حاصل کرنے کی غرض سے سب کو امام صاحب کی طرف منسوب کر کے قہقہہ اڑایا ہے۔ اس کے بعد امام صاحب نے ذی القرنین کے بارے میں جو لوگوں کے قول نقل کیے ہیں کہ کسی نے سکندر بن فیلقوس مراد لیا ہے اور کسی نے کوئی حمیری بادشاہ بتلایا ہے وہاں بھی آپ سکندر رومی کا ذوالقرنین قرار دینا امام صاحب ہی کا عقیدہ سمجھ گئے اور ابوریحان بیرونی کا جو امام صاحب نے قول نقل کیا تھا کہ وہ حمیری بادشاہ مراد لیتے ہیں وہاں اس کی بھی تغلیط کر دی نہ جس پر کوئی دلیل لائے نہ برہان، پھر عموماً مفسرین پر عتاب فرمایا ہے اور ان کو غلطی میں پڑنے کا الزام دے کر از خود سد کے پتے سے ذوالقرنین کی تعیین کرنی شروع کی ہے پھر جب آپ نے اِدھر اُدھر دیکھا اور آپ کو بجز دیوار چین کے اور کسی دیوار کا پتہ نہ لگا تو اسی کو وہ دیوار قرار دیا کہ جس کا قرآنِ مجید میں ذکر ہے اور جب تاریخ چین کو دیکھا تو اس دیوار کا بانی چی وانگٹی فغفور کو پایا اس لیے اسی کو ذوالقرنین قرار دیا اور قرنین سے اس کے دو زمانے مراد لیے ایک اسباب و سامان جمع کرنے کا دوسرا فتوحات کا اور اس کا مغربی سفر برہما اور ملایا تک پہنچنا اور غربی سمت میں خلیج بنگالہ میں آفتاب کو چشمۂ سیاہ میں ڈوبتے پانا قرار دیا اور ایمان لانا جو قرآن میں مذکور ہے (کہ ذوالقرنین نے کہا تھا کہ جو ایمان لائے گا اور اچھے کام کرے گا اس کو اچھا بدلہ ملے گا) ان کے معنی فرماں برداری کرنا بتلایا اور مشرقی سفرگاہ چین کا مشرقی کنارہ مانا یہ تو سب کچھ کیا مگر بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ کی کچھ توجیہ نہ بن سکی گو ساوئی کی توجیہ کر دی کہ سیدھا پن مراد ہے نہ کہ دونوں پہاڑوں کی چوٹیوں تک بلند ہونا اس لیے کہ قرآنِ مجید کی عبارت سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ دیوار دو پہاڑوں کے درمیان تھی

جو بیشتر پہاڑوں کی گھاٹیوں کی طرف اشارہ کرتی ہے اور یہ دیوارِ چین تو تخمیناً پندرہ سو میل تک ہے اور پہاڑوں میں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور میدانوں میں اور دریاؤں پر برابر بنتی چلی گئی ہے اور وہ دیوار تو صرف دو پہاڑوں کے درمیان بنی تھی جیسا کہ معلوم ہوا۔ کاش ہمارا معاصر یوں کہتا کہ ذوالقرنین نے سب سے اوّل دو پہاڑوں کے درمیان اس دیوار کو چُن کر ایک در بند کر دیا تھا پھر فغفورِ چین نے اِدھر اُدھر سے دیوار کو اور بڑھا کر پندرہ سو میل لمبا کر دیا تھا تب تو ایک وجہ معقول ہوسکتی تھی اور یہ بھی سہی مگر اس پر بھی ایک تاریخی خدشہ باقی رہتا وہ یہ کہ اگلے زمانے میں بسبب دشوار گزاری رستوں کے آس پاس کے ملکوں کا تو حال معلوم ہوتا رہتا تھا دور دراز کے ملک جیسا کہ اہلِ عرب و اہلِ شام سے چین ہے کہ ہمیشہ حیزِ خفا اور پردۂ لاعلمی میں رہتا تھا پھر یہود کو چی وانگٹی فغفور کا قصہ کس سبب سے معلوم ہوا اور جب کہ وہ باخدا اور موحد نہ تھا تو ذی القرنین یا اس کے ہم معنی لفظوں سے اس کا تذکرہ ان کی زبانوں پر جاری ہونے کی کیا وجہ؟ اس کے علاوہ قرآنِ مجید کے متعدد لفظوں سے ذوالقرنین کا باخدا ہونا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اس کا یہ کہنا کہ جو ایمان لائے گا اور نیک کام کرے گا اس کو اچھا بدلہ ملے گا۔ اب عام ہے کہ یہ شخص نبی ہو یا اس کا پیرو مردِ باخدا جو اس کی شہرت کا قرنوں تک باعث ہوا۔

دوسری دیوار کی نسبت جمہور اہلِ اسلام کا اتفاق ہے کہ یہی وہ دیوار ہے جس کا قرآنِ مجید میں ذکر ہے۔ چنانچہ تفسیر کبیر اور دیگر تفاسیر میں موجود ہے اور اس کا بانی کوئی فغفورِ چین نہیں۔ اہلِ تاریخ سب متفق ہیں کہ یہ دیوار کسی حمیری بادشاہ نے بنائی تھی پس ثابت ہوا کہ ذوالقرنین حمیری بادشاہ تھا نہ کہ سکندر رومی جیسا کہ بعض اہلِ علم کا خیال ہے۔ اس کے سوا ایک اور بھی وجہ ہے کہ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین عرب کا رہنے والا تھا وہ یہ کہ ذوالقرنین عربی لفظ ہے اور ذو کے ساتھ زمانہ قدیم میں اکثر یمن کے بادشاہ ملقب ہوا کرتے تھے جیسا کہ ذونواس، ذوالنون، ذورعین، ذویزن، ذوجدن۔ اسی طرح ذوالقرنین بھی ہے۔ ابوریحان بیرونی اس کا نام ابوکرب بن عیر[1] بن افریقس حمیری بتلاتے ہیں اور اپنی سند میں اسعد یمانی کے یہ اشعار لاتے ہیں ؎

قد كان ذوالقرنين جد[2] مسلما	★	ملكا علا في الارض غير معبد
بلغ المشارق والمغارب يبتغي	★	اسباب امر[3] من حكيم[4] مرشد

ابوالفداء اپنی تاریخ میں چوتھی فصل میں ابن سعید مغربی سے نقل کرتے ہیں کہ اوّل قحطان بن عابر ملک یمن میں آ کر بادشاہ ہوا اس کے بعد اس کا بیٹا یشجب کہ جس کو سبا کہتے ہیں اسی نے شہر سبا بنایا اور مآرب کی زمین میں ملک کو شاداب کرنے کے لئے پختہ بند بندھوایا اس کے بعد اس کا بیٹا حمیر بادشاہ ہوا اس نے ثمود کو یمن سے نکال دیا اس کے بعد اس کا بیٹا واثل بادشاہ ہوا اس کے بعد اس کا بیٹا السکسک پھر اس کا بیٹا یعفر۔ پھر حمیر کے خاندان میں سے ذوریاش عامر بادشاہ ہو گیا مگر یعفر کے بیٹے نعمان نے پھر غلبہ پایا اور اس کے بعد اس کا بیٹا اشح بادشاہ ہوا اور اس خاندان کی سلطنت اس پر تمام ہوگئی اور شداد بن عاد بن الماطاط بن سبا بادشاہ ہوا جو بڑا جبار بادشاہ تھا اس کے بعد اس کا بھائی لقمان ابن عاد اور اس کے بعد دوسرا بھائی ذوسدد بادشاہ ہوا اس کے بعد اس کا بیٹا حارث الرائش بادشاہ ہوا یہی تبع اوّل ہے اس کے بعد اس کا بیٹا صعب بادشاہ ہوا یہی ''ذوالقرنین'' ہے کہ جس کا قرآنِ مجید میں ذکر ہے اس کے بعد اس کا بیٹا ذوالمنار ابرہہ بادشاہ ہوا اس کے بعد اس کا بیٹا افریقس اس کے بعد اس کا بھائی ذوالاذعار، اس کے بعد اس کا بھائی شرجیل اس کے بعد اس کا بیٹا الہدہاد بادشاہ ہوا اس کے بعد اس کی بیٹی بلقیس بادشاہ ہوئی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئی۔ انتہی ملخصاً۔

ذوالقرنین کی وجہ تسمیہ:......قرن عربی زبان میں سینگ کو بھی کہتے ہیں اور زمانہ کو بھی جس کا تثنیہ قرنین ہے ذوالقرنین کے معنی دو

---

[1]:......شہر عرش۔ [2]:......تیلی۔ [3]:......ملک۔ [4]:......کریم سید۔

سینگ یا دو زمانہ والا۔ قرآنِ مجید میں اور حدیث میں اس بادشاہ کو ذوالقرنین کہنے کی کوئی وجہ بیان نہیں ہوئی۔ البتہ علماء نے لفظوں کے معنی پر خیال کر کے متعدد وجہ بیان فرمائی ہے اب یہ کچھ ضروری نہیں کہ وہ سب صحیح ہوں یا سب غلط۔ من جملہ ان کے ایک یہ ہے کہ اس کے تاج پر دونوں طرف کلغیاں لگی رہتی تھیں۔ عام بادشاہوں کے تاج پر ایک ہوتی ہے ان کے دو تھیں اس لئے اسی لقب سے شہرت پا گئے جوان کی شہنشاہی اور فتوحاتِ کثیرہ پر دلالت کرتا ہے یا یہ کہو کہ اس کو دو زمانے پیش آئے تھے ایک فتوحات کا دوسرا ان پر قابض ومسلط ہو کر حکمرانی کرنے کا۔ یہ بات بھی ہر بادشاہ کو نصیب نہیں ہوتی۔ سکندر بن فیلقوس نے فتوحات کے بعد کچھ زمانہ نہیں پایا۔ ہندوستان سے مراجعت کے وقت ۳۳ برس کی عمر میں بابل میں مرگیا۔

ذوالقرنین کے احوال:......قرآنِ مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ قریش نے خواہ از خود خواہ یہود کے کہنے سے آں حضرت ﷺ سے ذوالقرنین کا حال بطورِ امتحان کے دریافت کیا تھا جیسا کہ فرماتا ہے۔ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ اس کے جواب میں فرماتا ہے قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا کہ ہم اس کا تجھ سے کچھ حال بیان کرتے ہیں۔ پھر اس کا حال بیان کرتا ہے اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا کہ اس کو ایک قسم کے اسباب اور قوت دی تھی۔ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ۝ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا۔ کہ اس نے سامان وساز سفر درست کر کے سفر کیا اور فتح کرتا ہوا وہاں تک پہنچا کہ جہاں آفتاب غروب کرتا ہے سو اس کو ایک سیاہ یا گرم چشمہ میں ڈوبتے ہوئے پایا اور وہاں ایک قوم بھی اس کو ملی۔

مَغْرِبَ الشَّمْسِ کے یہ معنی نہیں کہ زمین پر کوئی آفتاب غروب ہونے کی جگہ ہے اور وہاں کوئی سیاہ دلدل یا گرم چشمہ ہے کہ جہاں آفتاب غروب ہوا کرتا ہے۔ اس لئے کہ آفتاب چوتھے آسمان پر ہے اور زمین گول ہے ہر وقت آفاق بعیدہ کے لحاظ سے اس کا طلوع غروب ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ جہاں اب دن ہے ان کے مقابلہ میں رات ہے کہیں اب نصف النہار ہے تو دوسری جگہ غروب کا وقت معلوم ہوتا ہے علیٰ ہٰذا القیاس اور جو کسی نے یہ معنی سمجھے ہوں تو یہ اس کی غلطی ہے نہ کہ کلام اللہ کی بلکہ یہ کلام محاورہ اور عرف عام کے دستور پر صادر ہوا ہے دیکھو ہمارے محاورہ میں نہایت دور دراز کے مشرقی اور مغربی ملکوں کے لحاظ سے کہہ دیا کرتے ہیں کہ فلاں بادشاہ کی وہاں تک سلطنت ہے کہ جہاں سے آفتاب طلوع کرتا ہے اور جہاں غروب ہوتا ہے یعنی مشرق میں دور دراز تک کہ جہاں ان کے افق کا دائرہ سطح ارض کو مس کرتا ہے اور اسی طرح مغرب میں بہت دور دراز تک۔ یہ معنی ہیں مَغْرِبَ الشَّمْسِ اور مَطْلِعَ الشَّمْسِ کے۔ اور امام رازی وغیرہ محققین نے یہ مراد لیا ہے اپنی تفاسیر میں۔ پھر ذوالقرنین جب مغرب کے رُخ بہت دور تک پہنچا کہ جہاں بجز سمندر کے اور کوئی آبادی نہ تھی تو آفتاب ان کو اس میں ڈوبتا ہوا معلوم ہوا اور سب کو یوں ہی معلوم ہوا کرتا ہے جنہوں نے جہاز پر سفر کیا ہے یا جن کے مغرب میں سمندر ہے وہ ہر روز اس بات کا معائنہ کرتے ہیں۔

مغربی سفر:......قرآنِ مجید نے یہ بیان نہیں فرمایا کہ وہ مغرب میں کہاں تک پہنچے تھے اور وہاں ان کو کوئی قوم ملی تھی؟ اب اس کی تعیین وتحقیق جو کچھ ہوگی تاریخ سے ہوگی۔ عرب کے تمام مغربی کنارہ کو بلکہ تمام جنوب اور قدرے شمال کو بحرِ عرب اور قلزم احاطہ کئے ہوئے ہے اگر یہ مراد نہ لیا جائے کیونکہ یہ ان سے کچھ بہت دور نہیں ہے تو قلزم کو عبور کر کے ملک مصر اور بربر کو طے کرتے ہوئے بحرِ اعظم تک پہنچنا مراد لیا جائے گا اور وہیں وہ قوم ملی تھی جس کی بابت خدا تعالیٰ نے بذریعہ الہام یا نبی کی معرفت ذوالقرنین سے یہ فرمایا قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ۝ کہ تجھ کو ان کے بارے میں اختیار ہے خواہ سلوک کر خواہ ان کو سزا دے۔ جس کے جواب میں ذوالقرنین نے عرض کیا قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ۝ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ

جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ۝ کہ ظالموں کو ہم سزا دیں گے اور وہ اپنے رب کے ہاں جا کر بھی سزا پائیں گے اور ایمان داروں نیک بختوں کو خدا تعالیٰ کے ہاں بھی اچھا بدلہ ملے گا اور ہم بھی اس کو آسان بات کہیں گے یعنی اس پر رعایت و مروت کریں گے ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا پھر ساز و سامان مہیا کیا یہ ان کا دوسرا سفر مشرقی ہے۔ ہر سفر پر خدا تعالیٰ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا کا اطلاق کرتا ہے حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا کہ مشرق میں وہاں تک پہنچے کہ جہاں سے آفتاب طلوع کرتا ہے اور وہاں اس کو ایک ایسی قوم ملی کہ جن پر آفتاب کے لیے کوئی آڑ نہ تھی۔ مطلع الشمس کے وہی معنی ہیں جو مغرب الشمس کے تحت میں ہم بیان کر آئے ہیں۔ یہاں بھی قرآنِ مجید میں کچھ بیان نہیں کہ مشرق میں کس ملک تک ذوالقرنین پہنچا تھا؟ غالبًا چین کا اخیر ہوگا کہ جہاں سمندر کے سوا اور کوئی چیز آفتاب کے لئے حائل نہیں یا ہندوستان کا اخیر مراد ہوگا بحر چین تک کہ آفتاب سمندر سے طلوع کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور کوئی پہاڑ یا ملک درمیان میں حائل نہیں۔ اس کے بعد اس بیان کی صداقت قائم کرنے کے لئے فرماتا ہے كَذٰلِكَ ۭ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا کہ اس کا حال ہم کو خوب معلوم ہے اور صحیح بیان یوں ہی ہے ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا پھر ساز و سامان سفر مہیا کیا۔

یہ تیسرا سفر ہے اس کی کوئی سمت بیان نہیں کی، غالبًا یہ شمالی ملک کا سفر ہے اس لئے کہ آبادی کا اکثر حصہ اسی طرف ہے جنوب میں بحر یا بعض جزائر ہیں حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا کہ فتح کرتے ہوئے دو پہاڑوں کے درہ تک پہنچا اور ان کے پرلی طرف ایک ایسی قوم ملی کہ جو بات نہ سمجھ سکتے تھے ان کی زبان بالکل غیر تھی۔ یہ تاتار اور چینی تاتار کا پہاڑ ہے اسی کو جبل الطائی کہتے ہیں یہ پہاڑ تاتار اور چینی تاتار کے درمیان سے گزرا ہے اور منگولیا اور منچوریا کے درمیان حدِ فاصل ہے پھر اس کی ایک شاخ مغرب کے رخ سیکڑوں کوس تک تاتار کو جنوبی و شمالی حصہ میں تقسیم کرتی ہوئی چلی گئی ہے اور ایک شاخ مشرق و شمال کو ہوتی ہوئی سائبریا کو گھیرتی ہوئی بحرِ اعظم تک جا ملی ہے چینی تاتار کے لوگ اس پہاڑ کے اس درہ میں گزر کر کہ جس کو ذوالقرنین نے بند کیا تھا تاتاریوں کے ملک پر تاخت و تاراج کیا کرتے تھے انہوں نے ذوالقرنین سے کہا۔ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ۝ کہ چینی تاتار کے لوگ یاجوج و ماجوج زمین میں آ کر فساد کیا کرتے ہیں آپ اگر ہمارے اور ان کے درمیان دیوار بنا دیں تو ہم آپ کے لئے اس پر خراج مقرر کریں گے۔ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۝ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ۔ ذوالقرنین نے کہا کہ خدا تعالیٰ کا دیا میرے پاس سب کچھ ہے تم صرف مجھے مدد دو اور لوہے کے ٹکڑے لاؤ کہ تمہارے اور ان کے درمیان دیوار بنا دوں۔ اب اس سے عام ہے کہ لوہے کے ٹکڑوں سے وہ دیوار چُنی تھی یا پتھروں سے لوہے کی ان میں میخیں لگائی تھیں بہر طور دیوار چُن کر دونوں پہاڑوں کے سرے تک لے گئے تو پھر اس کو آگ سے گرم کر کے اس پر پگھلا ہوا تانبا ڈال دیا یا یوں کہو ان درزوں میں پلا کر سب کو ایک ذات کر دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ۭ حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْۤ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ۝ یہ درہ اس مضبوطی سے بند ہوا۔ فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا کہ نہ بلندی کی وجہ سے اس پر چڑھ سکتے تھے نہ اس میں لوہے اور تانبے کے لگانے سے نقب لگا سکتے تھے۔ جب یہ دیوار تیار ہوئی تو ذوالقرنین نے ان لوگوں کو مخاطب کر کے یہ کہا قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ کہ یہ تم پر ایک انعامِ الٰہی ہے اس نعمت پر تم کو خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے، یہ نعمت عرصہ دراز تک باقی رہے گی مگر فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ۝ جب میرے رب کا وعدہ یعنی اس کے گرنے کا وقت آئے گا تو یہ دیوار ٹوٹ جائے گی، میرے رب کا وعدہ برحق ہے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین نبی یا کوئی باخدا آدمی تھے جن کو بطورِ الہام کے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ ایک وقتِ معین پر یہ دیوار ٹوٹے گی اس کا

ذوالقرنین سے وعدہ خدا تعالیٰ نے کرلیا تھا۔ اس وعدہ کا کوئی وقتِ خاص یہاں بیان نہیں ہوا کہ کب یہ دیوار ٹوٹے گی؟ علماءِ اسلام احادیث سے استدلال کر کے کہتے ہیں کہ یہ دیوار قریب قیامت کے ٹوٹ جائے گی اور یہ تاتار اور چینی تاتاری قومیں کہ جن کو یاجوج وماجوج کہا ہے شام وغیرہ ملکوں پر حملہ آور ہوں گے اور ان کے ملکوں میں سخت فساد برپا کریں گے پھر خدا تعالیٰ کی ایک بلاءِ آسمانی سے سب ہلاک ہو جائیں گے۔ احادیث صحیحہ میں یہ مضمون موجود ہے اور نیز کتاب حزقیل علیہ السلام کی ۳۸-۳۹ فصل میں لکھا ہے کہ یاجوج ماجوج شمال کی طرف بے شمار تعداد کے ساتھ حملہ آور ہوں گے (شام کے ملک پر) اور لوگوں کو مغلوب ومقتول کر کے یہ کہیں گے کہ زمین والوں کو تو ہم نے ہلاک کر دیا اب آسمان والوں کو بھی زیر کرنا چاہئے اس لئے آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے اور وہ تیر ان کے گمان کو صحیح کرنے کے لئے خون آلود ہو کر گریں گے آخر خدا کی بھیجی ہوئی بلا سے یہ سب ہلاک ہوں گے کہ ان کی لاشوں سے زمین بھر جائے گی اور لوگ سات برس تک ان کے تیر وکمان کا ایندھن جلائیں گے یہ پیشین گوئی اب تک ظاہر نہیں ہوئی بلاشک قربِ قیامت میں ظاہر ہوگی۔ گو خلیفہ واثق باللہ کے خواب کے موافق جو اس نے دیکھا تھا کہ دیوار ٹوٹ گئی ان تاتاریوں نے بسر کردگی چنگیز خان وہلاکو خان شام اور ایران وغیرہ ملکوں پر حملہ کیا اور لاکھوں آدمیوں کو تہ تیغ کیا اور ملک میں زلزلہ ڈال دیا کسی کو ان کے مقابلہ کی طاقت نہ رہی اور اسی وجہ سے بعض علماء نے اس واقعہ کو خروجِ یاجوج ماجوج کا واقعہ کہا ہے مگر دراصل یہ اور واقعہ تھا جو آنحضرت ﷺ کے پیشین ❶ گوئی کے مطابق ہوا اور خروج یاجوج ماجوج کا ایک اور واقعہ ہے جو ہوگا۔

قومِ یاجوج وماجوج:...... اب ہم یاجوج ماجوج پر بحث کرتے ہیں کہ وہ کون قوم ہے اور کیسی ہے؟ باتفاق محققین یہ دونوں عجمی نام ہیں دو قوموں کے کہ جو یافث بن نوح علیہ السلام کی نسل سے ہیں تفسیر کبیر میں ہے فقیل انہما من الترک وقیل یاجوج من الترک وماجوج من الجیل والدیلم۔ کہ بعض کہتے ہیں کہ یاجوج ماجوج دونوں ترکوں کے قبیلے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یاجوج ترکوں میں سے ہیں اور ماجوج جیل اور دیلم سے۔ بیضاوی اور ابوالسعود ودیگر مفسرین ان کو یافث کی نسل سے کہتے ہیں۔ مطلب ایک ہی ہے۔ کتاب المسالک والممالک میں چین کا حال بیان کر کے لکھتا ہے یکون یاجوج وماجوج ماوراءھم الی البحر المحیط کہ چین سے متصل بحرِ اعظم کے کنارے کنارے یاجوج ماجوج قوم ہے۔ جبل الطائی کے پرلی طرف منچوریا منگولیا کو ریا چین سے ملے ہوئے ہیں دریا کی حد تک وہ ان سب کو یاجوج ماجوج بتلاتا ہے انہیں کے روکنے کے لئے دیوار چین بنائی تھی اور انہیں کے لئے ذوالقرنین نے اس درہ کو بند کر دیا تھا۔ اور ایک جگہ لکھتا ہے۔ واما یاجوج فھم فی ناحیۃ الشمال اذا قطعت ما بین الکیماکیۃ الخ اور اسی کے مطابق اور قدیم جغرافیہ والوں نے بھی بیان کیا ہے جس سے منچوریا اور منگولیا کے لوگ معلوم ہوتے ہیں یہ لوگ دیو بھوت نہیں ہمارے جیسے آدمی ہیں ہاں کسی زمانہ میں وحشی درندے سفاک جاہل کافر ضرور تھے اور کچھ اب بھی ہیں جغرافیہ جامِ جم میں جو انگریزی کتابوں کا ترجمہ ہے مرزا فرہاد نے ایسا ہی لکھا ہے اس تقدیر پر منگول ومن جیوا جو چینی تاتار کے باشندے ہیں انہی کو اگلے زمانے میں یاجوج ماجوج کہتے تھے اور یاجوج ماجوج کے لفظ کو منگول ومن جیوا کر لیا یا اس کے برعکس ہوا اور صدیوں کے بعد الفاظ میں اس قسم کے تغیرات ہو جاتے ہیں کہ

❶ ...... ترمذی نے آنحضرت ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا لاتقوم الساعۃ حتی تقاتلوا قوما کان نعالھم الشعر ولاتقوم الساعۃ حتی تقاتلوا قوما کان وجوھھم المجان المطرقۃ۔ اور پھر ترمذی کہتے ہیں ہذا حدیث حسن صحیح۔ یعنی قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم اے مسلمانو ایک ایسی قوم سے نہ لڑو گے کہ جن کی بالوں کی جوتیاں ہوں گی اور ایسی قوم سے نہ لڑو گے کہ جن کے چہرے ڈھالوں کے جیسے چوڑے چکلے ہوں گے۔ یعنی قیامت سے پیشتر تم کو ایسی قوموں سے لڑنے کا اتفاق ضرور ہوگا اور اس قوم سے مراد اتراک اور تاتاری لوگ ہیں۔ مگر بعض علماء کہتے ہیں کہ وہی یاجوج ماجوج ہیں جو چنگیز خان اور اس کے بیٹے کے عہد میں خروج کر آئے تھے واللہ اعلم عندہٗ ۱۲ منہ۔

جس کا اصل پہنچاننا مشکل ہو جاتا ہے۔ انگریزی میں یعقوب کا جیکب اور اسکندر کا الگزنڈر اور یوسف کا جوزف بن گیا اور اسی طرح یونانی الفاظ کا عربی میں آ کر ایسا ہی حال ہوا اور زبانوں کے الفاظ کو قیاس کر لینا چاہیے۔ جب یہ مان لیا گیا کہ یہ یاجوج و ماجوج عربی نہیں بلکہ عجمی لفظ ہیں اب نہیں کہہ سکتے کہ کس ملک کے لفظ اور عربی میں آ کر ان میں کیا تغیر کیا اور پہلے یہ اپنی اصلی زبان میں کیا تھے اور اب وہاں کس طرح پر ہیں۔

یافث کے بیٹے:...... توریت کتاب پیدائش کے دسویں باب میں یوں آیا ہے (۲) یافث کے بیٹے یہ ہیں۔ (۱) جمر اور (۲) ماجوج اور (۳) مادی اور (۴) یوان اور (۵) توبل اور (۶) مسک اور (۷) تیراس۔ اس یاجوج کی بابت ہمارا معزز معاصر لکھتا ہے کہ یہ ماکوب سے معرب ہوا جس کو عبرانی میں ماغوغ کہتے ہیں اور آگے چل کر یہ ثابت کیا ہے کہ گاگ میگاگ جس کا یاجوج ماجوج بنا۔ یہ ایک ہی قوم پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ایسا ہو مگر اس کی دلیل بیان نہیں کی اس میں کوئی شک نہیں کہ یاجوج ماجوج ابتداء میں کسی شخص کے نام تھے پھر ان کی اولاد میں مستعمل ہونے لگے کتاب حزقیل کے ۳۸ باب میں یوں آیا ہے "اور خداوند کا کلام مجھ کو پہنچا اور اس نے کہا اے آدم زاد! تو جوج کی طرف جو ماجوج کی سرزمین کا ہے اور روش اور مسک اور توبال کا سردار ہے اپنا منہ کر اور اس کے برخلاف نبوت کر" یہاں یاجوج کو ماجوج کی سرزمین کا رہنے والا اور روش اور مسک اور توبال قوموں کا سردار کہا۔ بظاہر ماجوج اس ملک اور اس قوم کو کہا جو ماجوج بن یافث کی اولاد سے ہیں اور جو انہیں بلاد شمالیہ میں رہتے تھے جن کو آج کل تاتار اور چینی تاتار و ترکستان کہتے ہیں اور انہیں کی نسل کے لوگوں سے یہ ملک آباد ہیں اور جوج یعنی یاجوج ان میں سے کسی خاص فرقے کا نام تھا جو روس و توبال اور مسک قوموں کا ان دنوں میں حاکم ہوگا۔

یہاں سے بعض صاحبوں کا یہ خیال کر لینا کہ جوج سے انگریز اور ماجوج سے روسی لوگ مراد ہیں محض غلط ہے نہ اس کی کوئی سند ہے نہ اس کا کوئی عاقل قائل ہے۔

سوال:...... بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج ہر روز اس دیوار کو توڑا اور ڈھایا کرتے ہیں جب شام ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں کل ڈھائیں گے ذرا سی رہ گئی۔ مگر ان کے ان شاء اللہ نہ کہنے سے پھر صبح کو خدا تعالیٰ اس دیوار کو ویسا ہی کر دیتا ہے۔ پھر جب اس کا وقت آئے گا تو ان شاء اللہ کہیں گے پھر اس کو توڑ کر باہر نکل آئیں گے اور لوگ ان سے بھاگ جائیں گے الخ اس حدیث کو ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج وقت معہود سے پہلے ان ملکوں میں نہیں آ سکتے اور جس قوم کو تم نے یاجوج ماجوج بتلایا وہ ان ملکوں میں بارہا حملہ کر کے آئے ہیں اور اب بھی وہاں کے لوگ آتے ہیں اور ان کے قریب چین کی عملداری ہے اور روس کی مملکت بھی ہے۔

جواب:...... قرآن مجید سے صرف اسی در کا بند کرنا ثابت ہوتا ہے جس کو ذوالقرنین نے بند کیا تھا نہ یہ کہ ان کے چاروں طرف کے راستے بند کر دیئے تھے۔ پھر یہ ممکن ہے کہ اور دور دراز کے رستوں سے اس قوم کے لوگ ان ملکوں میں آتے جاتے ہوں گے مگر اس عہد میں بجز اس رستہ کے اور کوئی آسان رستہ ان کے ہاتھ میں نہ ہوگا۔ خصوصاً ان لوگوں پر حملہ آوری کے لئے کہ جن کے کہنے سے ذوالقرنین نے دیوار چنی تھی اور جو لوگ یاجوج ماجوج چنگیز خانیوں کو کہتے ہیں ان کے نزدیک دیوار ٹوٹنے کا وقت کئی سو برس آگے آ چکا اور بہ نسبت اگلے زمانے کے وہ بھی قیامت کے قریب ہے۔ قرب قیامت سے مراد نفخ صور سے متصل زمانہ نہیں اور ان کا اس دیوار پر نہ چڑھنا نقب لگانا اس زمانہ تک تھا نہ ہمیشہ کے لئے یہ ہزاروں برس کا واقعہ ہے صدیوں تک وہ دیوار ان کے خروج کو مانع رہی اب کیا ضرور ہے کہ ہمیشہ کے لئے یہی مانع رہے۔ قرآن مجید میں کوئی بھی لفظ ایسا نہیں جو اس مطلب پر دلالت کرتا ہو۔ احادیث خبر آحاد ہیں جن کے ثبوت میں بھی

یقین کامل نہیں اہلِ کتاب کی کتابیں قابلِ احتجاج نہیں۔ہاں یہود میں یاجوج ماجوج اور دیوار کی بابت عجائب افسانے مشہور تھے جن کو بعض خوش اعتقاد مسلمانوں نے بھی روایت کر دیا۔چنانچہ معالم التنزیل میں وہب وغیرہ کے چند اقوال یاجوج ماجوج کی نسبت منقول ہیں کہ وہ ایک کان بچھا کر ایک اوڑھ کر سوتے ہیں اور ان میں سے کسی کا قد سوگز سے زیادہ ہے اور ان کے درندوں کی طرح چنگل اور کچلیاں ہیں وغیرہ وغیرہ یہ سب وہی روایات ہیں جو اہلِ کتاب سے لے کر قرآنِ مجید سے چسپاں کی گئی ہیں۔

تیسری دیوار جو باب الابواب کے پاس ہے جس کا ہم بیان کر آئے ہیں بعض مفسروں نے اسی کو وہ دیوارذی القرنین قرار دیا ہے کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے جیسا کہ بیضاوی نے لکھا ہے وقیل باذربیجان......الخ کہ بعض نے اس کو آذربیجان اور آرمینیہ کے پہاڑوں میں بتلایا ہے اور یہ بالاتفاق ہے کہ اس دیوار کا بنانے والا ایران کا کوئی بڑا جلیل القدر بادشاہ ہے پھر کوئی اس کا نام نوشیروان بتلاتا ہے،کوئی قباد کہتا ہے اگر نوشیروان ہے تو یہ اخیر نوشیروان نہیں بلکہ پہلے بادشاہوں میں سے کوئی ہوگا کیخسرو کیقباد کہ جس کی سلطنت بھی مشرق ومغرب میں بہت دور تک پہنچی تھی اور اس نے بڑی بڑی مستحکم عمارتیں بھی بنائی تھیں جیسا کہ تاریخ شاہان ایران سے ظاہر ہے اس قول کے مطابق تو یہی بادشاہ ''ذوالقرنین'' قرار پاتا ہے اور اس کی سند بھی کتاب دانیال علیہ السلام کے آٹھویں باب سے ملتی ہے۔

اس کتاب کے ۸ باب میں لکھا ہے بیلشفر بادشاہ (بخت نصر کے بیٹے) کی سلطنت کے تیسرے سال میں مجھے ہاں مجھ دانی ایل کو ایک رویا نظر آئی بعد اس کے جو شروع میں نظر آئی تھی اور میں نے عالم رویا میں دیکھا اور جس وقت میں نے دیکھا ایسا معلوم ہوا کہ میں سوسن ❶ کے قصر میں تھا جو صوبہ عیلام میں ہے پھر میں نے رؤیت کے عالم میں دیکھا کہ میں اولائی ندی کے کنارے پر ہوں تب میں نے اپنی آنکھیں اُٹھا کے نظر کی اور کیا دیکھتا ہوں کہ ندی کے آگے ایک مینڈھا کھڑا ہے جس کے دوسینگ تھے اور وہ دوسینگ اونچے تھے لیکن ایک دوسرے سے بڑا تھا میں نے اس مینڈھے کو دیکھا کہ پچھم اتر دکھن طرف سینگ مارتا تھا یہاں تک کہ کوئی جانور اس کے سامنے کھڑا نہ ہوسکا وہ جو چاہتا تھا سو کرتا تھا یہاں تک کہ وہ بہت بڑا ہوگیا اور میں اس سوچ میں تھا کہ دیکھا ایک بکرا پچھم کی طرف سے آکے تمام روئے زمین پر آکے ایسا پھرا کہ زمین کو بھی نہ چھوا اور اس بکرے کی دونوں آنکھوں کے بیچوں بیچ ایک عجیب طرح کا سینگ تھا اور وہ اس دوسینگ والے مینڈھے پر بڑے زور سے دوڑ پڑا اور اس کو مارا اور اس کے دونوں سینگ توڑ ڈالے اور اس کو زمین پر دے مارا اور لتاڑ دیا اور کوئی اس کو نہ چھڑا سکا پھر وہ بکرا نہایت بڑا ہوا اور جب پُرزور ہوا تو اس کا سینگ ٹوٹ گیا اور اس کی جگہ اور چار سینگ نکلے۔جب میں دانی ایل یہ خواب دیکھ چکا تو اس کی تعبیر کی فکر میں تھا پھر میں نے اپنے سامنے کوئی شخص کھڑا دیکھا اور آواز آئی کہ اے جبرئیل اس کو رؤیا کے معنی سمجھا دے۔اس نے میرے پاس آکر کہا اے آدم زاد! سمجھ کیوں کہ یہ رؤیت آخری زمانہ میں انجام ہوگی وہ مینڈھا کہ جس کے دو سینگ تھے وہ مادی اور فارس کے بادشاہ ہیں اور وہ بکرا یونان کا بادشاہ اور اس کے چار سینگ سو یہ چار سلاطین ہیں جو اس قوم کے درمیان برپا ہوں گے۔انتہی ملخصاً۔

اس بناء پر ذوالقرنین فارس کے بادشاہوں میں سے کوئی بادشاہ ہے قباد وغیرہ جو دوسینگ والے سے یہود میں مشہور تھا جس کا ترجمہ عربی میں ذوالقرنین ہوا اور وہ بکرا ایک سینگ والا اسکندر فیلفوس یونانی بادشاہ ہے جس نے اس دوسینگ والے مینڈھے یعنی ایران کے اس بادشاہ کو جو اس

---

❶ ...... یہ شہر شوستر کا قدیم نام ہے یہ شہر اگلے زمانوں میں شاہان کیانیہ کا پایہ تخت رہ چکا ہے جو دارا کے حضرت دانیال علیہ السلام کے عہد میں تھا اور جس کے ہاں حضرت دانیال مامور ہو کر گئے تھے اور جس نے بابل شہر سے بخت نصر بادشاہ کلدانی کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا تھا اسی شہر میں تھا۔حضرت دانیال علیہ السلام بخت نصر کی قید میں بابل پہنچے تھے پھر بخت نصر اور اس کے بیٹے کے دربار میں آپ کو بڑی عزت دی گئی تھی۔انہیں کے روبرو بابل کی سلطنت کا خاتمہ ہو کر شاہان ایران کا غلبہ ہوا،انہیں کو دوسینگ کا مینڈھا آپ خواب میں دیکھتے ہیں۔۱۲منہ۔

کے عہد میں تھا ("دارا" جو انہیں بادشاہوں کے ذیل میں باعتبار حشمت و وسعت و غلبہ کے دو سینگ والا مینڈھا تھا) لتاڑا اور اس کی سلطنت چھین لی اور پھر سکندر کے بعد اس کے چار سرداروں میں اس کا ملک تقسیم ہوا اور یہ چاروں ایک ایک حصہ ملک کے بادشاہ ہو گئے۔ دانیال علیہ السلام کے کئی سو برس بعد یہ واقعہ ہوا۔ حضرت دانیال علیہ السلام کا یہ خواب کتاب دانیال میں میں یہود کے ہاں ایک معما سا چلا آتا تھا جس کے معنی یا تعبیر وہی جانتے تھے۔ اس لئے انہوں نے قریش کو بطور امتحان کے آنحضرت ﷺ سے ذوالقرنین کے حال سے سوال کرنے کو کہا کہ وہ ذوالقرنین کو کوئی بادشاہ بتلاتے ہیں یا کوئی جانور دو سینگ والا؟ کیونکہ بظاہر لفظوں میں پورا ابہام ہے مگر آں حضرت ﷺ نے بموجب وحی متلو اس کا ان آیات میں پورا حال بیان کر دیا اور اس کی دیوار بنانے اور قوم خزر کے روکنے کا تذکرہ بھی کیا جو یاجوج ماجوج کی قوم میں سے تھے اور شاہِ فارس کے ملک میں آ کر فتور برپا کیا کرتے تھے۔ اس خوابِ دانیال کے مطابق بھی سکندر رومی ذوالقرنین نہیں ہو سکتا۔ عوام میں جو سکندر ذوالقرنین مشہور ہو گیا ہے اس غلطی کا باعث بعض مورخوں کی لاعلمی اور پھر سکندر نامہ میں مولانا نظامی رحمۃ اللہ علیہ کی غلطی ہے۔

بعض لوگوں نے ایرانی بادشاہوں میں سے ذوالقرنین فریدون کو قرار دیا ہے جیسا کہ تفسیر ابی السعود و تاریخ ابی الفداء میں مذکور ہے مگر جمہور محققین کا اسی پر اتفاق ہے کہ ذوالقرنین تبع حمیری ہے اور وہ دیوار جو اس نے بنائی وہی ہے جو جبل الطائی میں واقع ہے نہ دربند اور یاجوج ماجوج وہی تاتاری اور چینی تاتار کے لوگ ہیں کہ جن کے بزرگوں کے روکنے کے لئے ذوالقرنین نے دیوار بنائی تھی اور یہی قومیں اخیر زمانے میں ملکوں پر یورش کریں گی یا کر چکیں۔ واللہ اعلم

یہ ہے ذوالقرنین کے قصہ کی تحقیق کہ جس میں توہماتِ باطلہ اور داستان گوئی کو کچھ بھی دخل نہیں اور جس پر حال کے جغرافیہ اور تاریخوں کے بموجب کوئی خدشہ نہیں پڑتا نہ کوئی شبہ باقی رہتا ہے اور جو محققین کے اقوال سے لی گئی۔ محض اپنی رائے سے تاریخی واقعات میں زمین و آسمان کے قلابے نہیں ملائے گئے ہیں جیسا کہ ہمارے بعض معاصرین کی عادت ہے بایں ہمہ اگر ہماری اس تحقیق میں کوئی غلطی ہو تو مجھے اس پر کچھ بھی اصرار نہیں۔

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ؕ اِنَّآ اَعْتَدْنَا
جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِيْنَ
ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ
لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ
وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ
الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ

مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ

مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ

كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾ ع

ترجمہ:...... پھر کیا کافر یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں ہی کو کارساز بنا بیٹھیں گے ہم نے بھی کافروں کے اُترنے کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے ﴿۱۰۲﴾ (اے نبی) کہہ دو کہ کہو تو تم کو میں بتاؤں کہ کون لوگ اعمال کے لحاظ سے خسارہ میں پڑے ہوئے ہیں ﴿۱۰۳﴾ وہ جن کی دنیاوی کوششیں سب گئی گزری ہوئیں اور وہ یہی سمجھ رہے ہیں کہ ہم اچھے کام کر رہے ہیں ﴿۱۰۴﴾ یہ وہی لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنے رب کی نشانیوں کا اور اس کے سامنے جانے کا انکار کیا ان کی کمائی بھی اکارت ہوگئی سو ہم قیامت کے دن ان کے اعمال کا کچھ بھی وزن قائم نہ کریں گے ﴿۱۰۵﴾ یہی جہنم ان کی سزا اس لئے ہے کہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کو ٹھٹھے میں اُڑایا ﴿۱۰۶﴾ البتہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کئے ان کے لئے جنت فردوس ٹھہرنے کی جگہ ہے ﴿۱۰۷﴾ وہ اس میں ہمیشہ رہا کریں گے وہاں سے نہ ٹلیں گے ﴿۱۰۸﴾ (اے نبی) کہہ دو اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لئے سمندر سیاہی بن جائے تو میرے رب کی باتیں تمام ہونے سے پہلے سمندر تمام ہو جائے اور گو اس کی مدد کو ہم ایسا ہی اور بھی دریا لائیں ﴿۱۰۹﴾ (اور) کہہ دو کہ میں بھی تمہارے جیسا ایک آدمی ہوں یہی ہے نا کہ میری طرف یہی وحی کیا جاتا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے پھر جو کوئی اپنے رب سے ملنے کی توقع رکھے تو اس کو چاہیے کہ اچھے کام کیے چلا جائے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے ﴿۱۱۰﴾۔

تفسیر:...... ذوالقرنین کے قصہ کے خاتمے پر فرمایا تھا کہ کافر قابلِ جہنم وہ ہیں کہ جن کی آنکھوں پر اور کانوں پر غفلت کے پردے پڑے ہیں نہ خدا تعالیٰ کو اس کی آیاتِ قدرت دیکھ کر یاد کرتے ہیں نہ حق بات سنتے ہیں۔ اب یہاں سے ان پردوں کا اثر بیان فرماتا ہے۔

کافروں کے زعم باطل پر رد:...... فقال اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ...... الخ کہ کیا ان کافروں نے سمجھ لیا ہے کہ مجھے چھوڑ کر میری مخلوق کو کارساز حاجت روا بنانا ان کے لئے بس کرتا ہے حالانکہ یہ بڑی نادانی ہے۔ اوّل تو یوں کہ مالک کے مقابلہ میں اس کے بندے اور مخلوق جنہیں حاجت روا سمجھ بیٹھے ہیں ان کے کام آئیں گے وہ کیا کام آسکتے ہیں جب کہ وہ خود ہی ہمارے محتاج اور دستِ نگر ہیں۔ دوم بڑا کام آنا اس جہان کے لئے ہوتا ہے جہاں ہمیشہ رہنا ہے سو اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ہم نے وہاں ان کے لیے بجائے نجات کے جہنم تیار کر رکھا ہے یہ ان کی وہاں مہمانی اور ضیافت ہے۔ دنیا میں جو کچھ ان معبودوں کی عبادت میں کوششیں کی تھیں، مال صرف کیے تھے اس طریقۂ باطل کو غالب کرنے کے لئے اہلِ حق سے لڑے تھے، حق کے مٹانے میں مال و جان صرف کی تھی اور اس کو دنیا و آخرت کی فلاح سمجھے ہوئے تھے اور دراصل یہ زیاں کاری اور خسارۂ دارین تھا اس لئے آنحضرت ﷺ کو حکم دیا جاتا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ میں تم کو بتلاؤں کہ کون زیاں کار اور خسارے میں ہیں؟ پھر آپ ہی بتلایا اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا...... الخ کہ جن کی سب کوششیں بے کار گئیں اس پر یہ غضب کہ وہ اس کو نیکو کاری سمجھے ہوئے تھے یہ جہل مرکب مرضِ لا دوا جس کا نتیجہ موتِ روحانی یعنی دارین کی خسارت ہے انسان اگر برائی کو جانے تب بھی اُمید ہے کہ کبھی رائے راست پر آجائے گا اس کے برعکس کوشش دنیا میں کارگر اور راست ہوئی ان کا حال بھی بیان فرماتا ہے۔

بقولہ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ کہ ان کو دار آخرت میں جنات الفردوس رہنے کو ملیں گے جہاں وہ سدا رہا کریں گے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ...... الخ یہاں سے یہ بات بیان فرماتا ہے کہ قرآن مجید کلام الٰہی ہے اس میں جو انسان کی سعادت و نحوست اس

قدر مشرح بیان ہے کہ جس کو کوئی سمندروں کی سیاہی بنا کر بھی لکھے تو سمندر خشک ہو جائیں اور تمام نہ ہوں۔ بعض مفسرین کلمٰت ربی سے عام مراد لیتے ہیں ان کے شرائع اور عجائب قدرت جو ہر ہر مخلوق میں بے شمار ہیں ہر ایک مخلوق اس کی عجائب قدرت کا بے انتہا دفتر ہے اس عالم حسی کی مخلوق پھر عالم ملکوت اور پھر دار آخرت کی کیفیات اور عالم لاہوت اور شیون باری تعالیٰ جن کے لکھنے کو ہزار سمندر بھی کافی نہیں اس لئے کہ وہ متناہی اور یہ غیر متناہی۔

چند اہم ابحاث:......۱)......عِبَادِیْ سے مراد بعض کہتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعض کہتے ہیں ملائکہ بعض کہتے ہیں شیاطین بعض کہتے ہیں اصنام ان کو بھی باعتبار ان اشخاص کے کہ جن کی یہ فرضی صورتیں بنائی گئی ہیں عباد کہا چاہئے جیسا کہ ایک جگہ قرآن میں آیا ہے عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ۔ فقیر کہتا ہے عموم مراد ہے اس میں سب آ گئے۔

۲)......نزل زجاج کہتے ہیں ماویٰ اور منزل کو نزل کہتے ہیں اور جو کچھ مہمان کے لئے کہ جس کو عربی میں ضیف و نزیل کہتے ہیں تیار کیا جاتا ہے یعنی مہمانی اس کو بھی نزل کہتے ہیں۔

۳)......بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا سے بعض کہتے ہیں رہبان کی طرف اشارہ ہے۔ مجاہد کہتے ہیں اہل کتاب کی طرف، مگر یہاں بھی عموم مراد لینا چاہئے یعنی ہر ایک قوم اور ہر ایک شخص جو پیغمبر علیہ السلام کے برخلاف طریقہ کو نجات کا سبب جان کر اس میں کوشش کرتا ہے جیسا کہ ہندو گنگا اشنان اور گائے بیل کی پرستش اور بتوں کے آگے خودکشی ودیگر بے فائدہ مجاہدات کرتے ہیں اور اسی طرح دوسرے مذاہب کو سمجھنا چاہئے بلکہ اہل اسلام میں بھی جو لوگ کتاب وسنت کے برخلاف خانہ ساز باتوں کو دین اور نجات کا باعث سمجھ کر ان میں سعی کرتے ہیں مال وجان صرف کرتے ہیں بدعات میں ہزار ہا روپیہ اُٹھاتے ہیں جیسا کہ محرم کی تعزیہ داری اور بے جا تعمیرات اور دیگر دستورات ان کو بھی اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُھُمْ میں علیٰ قدر مراتب شمار کرنا چاہیے نفع کی امید میں کام کیا وہاں اُلٹا نقصان عائد ہوا۔

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی	★	کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان ست

الٰہی ہمارے چشم باطن کو بینا کرتا کہ ہم کو ہر چیز اس کی اصلی حالت پر نظر آئے بُرے کو اچھا اور اچھے کو بُرا نہ سمجھیں اس جہل مرکب کے ورطہ میں نہ پڑیں۔ آمین

۴)......وَلِقَآئِہٖ سے مراد خدا تعالیٰ کے سامنے ہونا اس سے ملنا جو مرنے کے بعد یا قیامت میں ضرور ہوگا۔ خواہ مجرمانہ حالت میں جیسا کہ قیدی اور مجرم بادشاہ کے سامنے حاضر کیے جاتے ہیں یا اکرام واعزاز کی صورت میں بہرطور اس سے ایک روز ملنا ضرور ہے جو اس کا منکر ہے خسارہ میں پڑا ہے۔

۵)......فَلَا نُقِیْمُ لَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا یہاں اس سے مُراد یہ ہے کہ حقارت وذلت میں ان کے اعمال ہوں گے تو لنے میں ان کا کچھ بھی وزن نہیں یعنی عزت نہیں اور قیامت میں جو ترازوئے اعمال قائم ہونا دوسری آیت میں آیا ہے تو اس سے یہ مُراد ہے کہ ترازو اہل ایمان کے لیے قائم ہوگی۔ ان کو اعمال حسنہ وسیئہ کی مقدار معلوم کرانے کے لئے نہ کفار کے لیے پس دونوں آیتوں میں تعارض نہیں جس طرح کافروں کے لئے جہنم مہمانی میں ملنا بیان ہوا تھا اسی طرح ان کے مقابلہ میں جو کوئی ایمان لائے اور اچھے کام کرے اس کی مہمانی میں جنات الفردوس کا ملنا بیان فرماتا ہے۔

قتادہ کہتے ہیں کہ فردوس وسط جنت اور ان میں سے اعلیٰ کو کہتے ہیں۔ فردوس کے معنی رومی زبان میں باغ کے ہیں۔ عکرمہ کہتے ہیں حبشی زبان میں۔ ضحاک کہتے ہیں گھن کے درختوں کو فردوس کہتے ہیں۔ اصل اس لفظ کی خواہ رومی ہو خواہ حبشی مگر یہ بوقت نزول قرآن

عرب العرباء کی زبان میں مستعمل تھا۔ جنت الفردوس کی تشریح احادیث میں بہت کچھ آئی ہے کہ یہ تمام جنتوں میں اعلیٰ ہے وغیرہ۔ اور کفار کو ان کے اعمالِ بد سے دائما جہنم میں محبوس رکھنا اور ایمان داروں نیکوکاروں کو ہمیشہ جنت الفردوس میں رکھنا اس کی ایک شان اور صفت ہے من جملہ ان صفات کے کہ جن کو سمندر کی سیاہی بنا کر جو کوئی لکھنا چاہے تو سمندر تمام ہو جائے اور وہ سب نہ لکھی جائیں۔

۲)...... چونکہ اس سورہ میں اصحابِ کہف اور ذوالقرنین اور موسیٰ علیہ السلام اور حضر علیہ السلام کا حال بیان ہوا ہے جس سے ان کی بزرگی اور خرق عادات معجزات ظاہر ہوتے ہیں اور دنیا میں بزرگوں میں عباد اللہ کو جو لوگوں نے خدائی میں شریک کیا ہے تو بیشتر ان کے خارق عادات کاموں کی وجہ سے تو اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو تنبیہ کرنے کے لئے سورۃ کا خاتمہ اس پر کیا قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہہ دو کہ میں بھی تمہارے جیسا ایک آدمی ہوں خدا نہیں نہ خدائی کا شریک ہوں مجھے یہ مؤکد حکم وحی کیا گیا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے کوئی دوسرا معبود نہیں۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ الخ پھر جو کوئی اپنے رب سے ملنے کی توقع رکھتا ہو کہ اپنے رب کے پاس جا کر حیاتِ جاودانی پاؤں تو اس کو یہ دو کام کرنے چاہئیں:

(۱)...... نیک کام کیے جائے اور نیک وہی کام ہیں جن کو نبی علیہ السلام نے نیک بتایا ہے اس میں مالی بدنی اور اخلاقی سب نیکیاں آگئیں۔

(۲)...... لَا يُشْرِكْ الخ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے حسنات کے یہی دو اصول ہیں۔ توحید جس کو ایمان سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور اعمال صالحہ تمام صحفِ انبیاء کا یہی خلاصہ ہے جس پر سورۃ کو تمام کیا ہے۔

فائدہ:...... لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ الخ میں صرف شرک ہی کی نفی نہیں بلکہ ریا کاری کی بھی ہے اس لئے کہ ریا کار جب غیر کے دکھانے اور سنانے کو عبادت کرتا ہے تو گویا اس نے اس کی یا اس کے لئے عبادت کی ان کو بھی خدا کے ساتھ شریک کیا اس کو شرع میں شرک خفی کہتے ہیں۔ واللہ اعلم

■...... اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ...... الخ محض الوہیت وعبودیت کے امتیاز کے لیے ہے یعنی پیغمبر علیہ السلام میں الوہیت کا کوئی بھی حصہ نہیں۔ اس سے کمالات نبوت کی نفی مراد نہیں۔ پھر اس آیت سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور انسانوں جیسا معمولی انسان خیال کرنا سخت نادانی ہے۔ ۱۲ منہ۔

اٰيَاتُهَا ٩٨ (١٩) سُوْرَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ (٤٤) رُكُوْعَاتُهَا ٦

مکیہ ہے اس میں اٹھانوے آیات اور چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿١﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿٢﴾ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴿٣﴾
قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ
رَبِّ شَقِيًّا ﴿٤﴾ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ
لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ﴿٥﴾ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿٦﴾
يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴿٧﴾ قَالَ
رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿٨﴾
قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ﴿٩﴾
قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿١٠﴾
فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿١١﴾

ترجمہ:...... کٓھٰیٰعٓصٓ ﴿١﴾ ۔(یہ) ذکر ہے آپ کے رب کی رحمت کا جو اس کے بندے زکریا پر ہوئی ﴿٢﴾ جب کہ اس نے اپنے رب کو خفیہ آواز سے پکارا ﴿٣﴾ کہا اے میرے رَبّ (بدن کی) ہڈیاں سست ہوگئیں اور سر میں بڑھاپا چمکنے لگا اور تجھ سے مانگ کر اے رب میں کبھی محروم نہیں رہا ﴿٤﴾ اور میں

●......ایسا کوئی جانشین فرزند عطا کر کہ میرے بعد انتظامِ ملت وقوم کرے کیونکہ مجھے خوف ہے کہ میرے بعد میرے اقارب جو اس مسندِ امامت پر بیٹھیں گے قوم وملت کو برباد نہ کردیں اس لیے کہ حضرت زکریا کو ان کے آثار اچھے نہ دکھائی دیتے تھے۔ ۱۲ منہ ●......بنی اسرائیل میں اس نام کا ان سے پہلے کوئی نہیں گزرا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں سمی بمعنی مثل ہے یعنی اس صفت کا کوئی نہیں گزرا گو ان سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام وغیرہ بنی اسرائیل میں بڑے بڑے بلند مرتبہ رسول ہو گزرے ہیں مگر ان میں ایک وصف خاص تھا اور "ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر است" یعنی بڑا لائق فرزند عطا کریں گے۔ ۱۲ منہ بڑھاپے میں انسان کی وہ حالت نہیں رہتی جو جوانی میں ہوتی ہے قد بھی کبڑا ہو جاتا ہے ہاتھ پاؤں بھی سکڑ جاتے ہیں ۱۲ منہ۔ ●...... عتیا مشتق ہے عتو سے معناہ از حد در گذشتن و بہ پیری رسیدن ۱۲ منہ ●......بعض مفسرین کہتے ہیں زکریا علیہ السلام کا قول ہے جو بشارت فرزند سن کر تعجب سے بولے کہ کیا ایسا ہوگا؟ ۱۲ منہ۔

اپنے بعد اپنے اقارب سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے پس تو اپنی طرف سے مجھے ایک وارث عطاء کر⑤ جو میرا اوارث ہو اور یعقوب کے خاندان کا بھی اور اس کو اے رب پسندیدہ بنا⑥ (ہم نے کہا) اے زکریا ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوشی سناتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی بھی نہیں پیدا کیا⑦ (زکریا نے) کہا اے میرے رب میرے لیے کہاں سے لڑکا پیدا ہوگا حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے میں آ کر اینٹھ گیا ہوں⑧ کہا یوں ہی ہوگا تمہارے رب نے فرمایا کہ یہ میرے نزدیک آسان بات ہے اور ہم نے اس سے پہلے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور تم کچھ بھی نہ تھے⑨ (زکریا نے) کہا اے رب میرے لئے کوئی نشانی مقرر کر دیجئے فرمایا تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم لوگوں سے تین رات دن تک کلام نہ کر سکو گے بھلا چنگا ہو کر⑩ پس زکریا حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے اور ان کو اشارہ سے کہا❶ کہ صبح وشام خدا کی تسبیح کیا کرو (زبان سے بول نہ سکے)⑪

ترکیب:..... ذِكْرُ مرفوع بانه خبر مبتدءٍ محذوف أي هذا ثم الخبر مضاف الى رحمت وهي الى رَبِّكَ عَبْدَهٗ منصوب بانه مفعول رحمة وقيل مفعول لذكر إِذْ نَادٰى ظرف زمان للرحمة أي رحمة الله اياه وقت ان ناداه قَالَ رَبِّ الخ الجملة مفسرة لقوله نادى والوهن الضعف يقال وهن يهن وهنا من باب وعد يعد ولا يتعدى في لغة اِشْتَعَلَ الرَّأْسُ الاشتعال انتشار شعاع النار فشبه به انتشار بياض شعر الراس بجامع البياض ثم اخرجه مخرج الاستعارة بالكناية بان حذف المشبه به واداة التشبيه شقيا اى خائبا من الاجابة خفت بصيغة المتكلم وقرئ بكسر التاء وفاعله اَلْمَوَالِيَ اى قلوا وماتوا ألمراد بالموالي جمع المولى هنا الاقارب۔ يرثني ويرث بالرفع في الفعلين على انهما صفتان للولي وقرئ بالجزم على انهما جواب الدعاء سميا فعيل بمعنى المفعول قال اكثر المفسرين لم يسم احد قبله بيحيى وقال ابن عباس ومجاهد وجماعة معناه لم نجعل له نظير او لا مثلا من المساماة او السمو وقيل معناه لم تلد عاقر مثله قبله۔

تفسیر:..... اس سورۃ میں بھی چند بزرگوں کے تذکرے ہیں جن سے خدا تعالیٰ کی رحمت وقدرت کا کامل اظہار ہوتا ہے اور مقصود ان تذکروں سے یہ ہے کہ خدا پرستوں پر ہمیشہ دنیا وآخرت میں اس کی مہربانی اور عنایت ہوا کرتی ہے وہ اپنے مخلصین کی ہر موقعہ میں دستگیری کیا کرتا ہے اسی پر توکل چاہئے۔

تذکرہ حضرت زکریا علیہ السلام

پہلا تذکرہ حضرت زکریا پیغمبر علیہ السلام کا ہے یہ حضرت شہر یروشلم کے باشندے بنی اسرائیل میں ہیکل یعنی بیت المقدس کے ایک کاہن یعنی امام تھے من جملہ اور کاہنوں کے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ یہود کی سلطنت قائم نہ رہی تھی شاہانِ روم ان پر حکومت کرتے تھے اور ان کا ایک نائب یا گورنر یہاں رہا کرتا تھا جن کو ہیرودیس کہا کرتے تھے یہ ان کا خاندانی نام تھا اور ہیرودیس یہود میں سے نہیں بلکہ غیر تھا۔ بیت المقدس کئی بربادیوں کے بعد حال میں از سر نو بطرز سابق تعمیر ہوا تھا اس میں متعدد کمرے اور کئی درجے تھے اور دو منزلہ مکانات بھی تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کی بیوی الیبات جو حضرت مریم کی خالہ تھیں بانجھ تھیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو اولاد نہ ہونے سے بعد میں اقارب کا کھٹکا تھا کہ ان سے سرانجام ملت نہ ہو سکے گا۔

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ⑫ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ

---

❶..... ان کی زبان بند ہوگئی تھی اشارہ سے کہا کہ میں نماز نہیں پڑھ سکتا تم خود حسب دستور صبح وشام اپنی نماز پڑھ لو۔ یہ دو نمازیں بنی اسرائیل میں زیادہ مؤکد تھیں اور ان کی نماز تسبیح وتقدیس تھی ۱۲ منہ۔ *..... توریت ۱۲ منہ۔

وَكَانَ تَقِيًّا ﴿۱۳﴾ وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿۱۴﴾ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ
وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿۱۵﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ
انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَآ
اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ
كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ
اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ
رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا * ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾
فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾

ترجمہ:......(جب یحییٰ پیدا ہو چکے تو ان کو کہا گیا) اے یحییٰ کتاب کو مضبوط ہو کر لو اور ہم نے لڑکپن ہی میں اس کو حکمت عطا کی ﴿۱۲﴾ اور اس کو اپنے ہاں سے رحم دلی اور پاکیزگی عنایت کی تھی اور وہ پرہیزگار تھے ﴿۱۳﴾ اور اپنے والدین کے ساتھ بہت نیکی کرنے والے تھے اور وہ سرکش نافرمان نہ تھے ﴿۱۴﴾ اور اس پر سلام ❶ ہو جس دن کہ وہ پیدا ہوئے اور جس دن کہ وہ مریں گے اور جس روز کہ زندہ ہو کر اٹھیں گے ﴿۱۵﴾ اور کتاب میں مریم کا ذکر کرو جب کہ وہ اپنے لوگوں سے کنارہ کر کے شرقی مکان میں جا بیٹھی ﴿۱۶﴾ پس لوگوں کی طرف سے بیچ میں ایک پردہ ڈال لیا پھر اس کے پاس ہم نے اپنے فرشتے کو بھیجا تب وہ اس کے روبرو پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا ﴿۱۷﴾ مریم نے کہا میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو پرہیزگار ہے ﴿۱۸﴾ اس نے کہا میں تو تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ تم کو پاکیزہ لڑکا دوں ﴿۱۹﴾ (مریم نے) کہا میرے کہاں سے لڑکا ہوگا حالانکہ مجھے کسی آدمی نے ہاتھ بھی نہیں لگایا اور نہ میں بدکار ہوں ﴿۲۰﴾ کہا یوں ہی ہوگا تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھ پر آسان ہے اور (اس طرح یوں پیدا کیا) تاکہ ہم لوگوں کے لئے اپنی قدرت کی نشانی اور لوگوں کے لئے اپنی مہربانی بنائیں اور یہ بات ٹھہر چکی تھی ﴿۲۱﴾ پس مریم کو (خود بخود) حمل رہ گیا اور وہ حمل کو لے کر کسی دور گوشہ میں رہنے لگی ﴿۲۲﴾۔

ترکیب:......وَحَنَانًا معطوف علی الحکم مشتق من الحنان مخففا الرحمة والرقة ومشددا من صفات اللہ عزوجل وزکوۃ معطوف علی ماقبلہ والزکوۃ التطهیر والتزکیة التنمیة ای جعلناه مطهرة وقیل زکیناه بحسن الثناء علیه کتزکیة الشهود وقیل صدقة تصدقنا بها علی ابویه سلم علیه قال ابن جریر معناه امان علیه من اللہ وقال ابن عطیة التحیة المتعارفة مكانا شرقیا ای من جانب الشرق والنصب علی الظرفیة او مفعول به علی ان معنی اِنْتَبَذَتْ اتت مكانا ومن اجل ذٰلک

* ......یعنی مریم کو بغیر باپ کے بچہ دینے میں اظہار قدرت کاملہ اور لوگوں پر رحمت مقصود تھی۔ رحمت اس لئے کہ ماں ہی کا اثر مولود میں ظاہر ہوا اور عورت کی ذات میں قدرت نے نرمی اور شفقت رکھی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جلال کے بعد جن کے عہد میں بنی اسرائیل پر سخت سخت احکام فرض ہوئے ایک ایسا ہی رحم دل اور نرم نبی مبعوث کرنا عین حکمت تھا تاکہ بنی اسرائیل کو ان سخت احکام سے سبک دوش کرے ۱۲ منہ۔ ❶ ......یعنی اس کی ولادت اور موت اور بار دگر زندگی ہر حالت مبارک ۱۲ منہ۔

اتخذت النصاری المشرق قبلة والبغی ھی الزانیة التی تبغی الرجال قال المبرد اصله بغوی علی فعول وقال ابن جنی فعیل ولما کان البغاء غالبا فی النساء دون الرجال اجری مجری حائض وحامل لِنَجْعَلَهٗ متعلق بمحذوف ای خلقنا ورحمة معطوفة علی اٰیة وکان اسمه محذوف ای خلقه اَمْرًا مَّقْضِیًّا خبر کان۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا

تفسیر:......آخر ایک روز عین نماز میں دل بھر آیا اللہ تعالیٰ سے مناجات و دعا کی (نداء خفیا) کہ اے رب میں کبھی تجھ سے سوال کر کے محروم نہیں رہا ہوں میں تجھ سے اب التجا کرتا ہوں کہ مجھے ایک پسندیدہ فرزند عطا کر کہ امامت میں میرا وارث ہو اور اسرائیل کی نسل کا بھی وارث ہو نبوت اور بزرگی اور برکت میں بھی جو اسرائیل سے وعدہ کی گئی تھی کہ تیری نسل میں برکت دوں گا۔ فرشتہ نے خدا تعالیٰ کی طرف سے زکریا کو مژدہ دیا کہ تیری دعا قبول ہوئی تجھ کو ایک فرزند نیک ملے گا جس کا نام یحییٰ (یوحنا) ہوگا اور اس سے پہلے اس نام کا کوئی نہیں ہوا ہے حضرت زکریا علیہ السلام کو مژدہ سن کر اپنی پیرانہ سالی اور بیوی کے بانجھ ہونے کا خیال کر کے تعجب ہوا فرشتہ نے کہا کیا تعجب ہے خدا نے انسان کو معدوم سے موجود کر دیا بغیر اسباب کے پیدا کر سکتا ہے اور اسباب بھی پیدا کر سکتا ہے پھر جب زکریا کا اطمینان ہو گیا تو فرشتہ سے اس کی علامت پوچھی فرشتہ نے کہا جب وقت آئے گا تو خود بخود تین رات دن تک تیری زبان بند ہو جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ زکریا علیہ السلام کچھ بات نہ کر سکتے تھے۔ امامت کے روز لوگ حسب دستور منتظر تھے کہ زکریا محراب یعنی خاص اپنی عبادت گاہ سے باہر آ کر نماز پڑھائیں ان کے دستور کے موافق۔ پس باہر نکل کر لوگوں سے اشارہ کر کے کہا کہ تم بطور خود صبح و شام خدا کی حمد و ثناء کرو۔ اس علامت کے چند عرصہ بعد یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ یہ لڑکپن ہی میں وعظ و تلقین کیا کرتے تھے اور بچوں کی طرح کھیل کود میں کبھی مصروف نہیں ہوئے۔ تورات پر عمل کرنے کا ان کو حکم ہوا تھا۔ اس بات کو خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّةٍ سے تعبیر کیا یعنی مضبوطی سے کتاب یعنی تورات کو پکڑ کر اس پر عمل کرو اور ممکن ہے کہ ان کو کوئی خاص صحیفہ عطا ہوا ہو جو مصائب میں گم ہو گیا ہو اور آپ کو لڑکپن ہی میں حکم یعنی حکمت اور فہم و دانائی اور حنان یعنی نرم دلی اور محبت اور دل دردمند اور زکوٰۃ یعنی طہارت ظاہری و باطنی عطا کی گئی تھی۔

فَاَجَآءَهَا* الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَاۤ اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا* ﴿۲۴﴾ وَهُزِّىْۤ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَقَرِّىْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِىْۤ اِنِّىْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۚ﴿۲۶﴾ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا

*......فاجاءها یقال جاء واجاء لغتان بمعنی واحد ای الجاها واضطرها المخاض مصدر وھو وجع الولادة عند الجمھور بفتح المیم وقرئ بکسرھا من تحتھا بفتح المیم وکسرھا والضمیر المؤنث راجعة الی مریم وقیل الی النخلة ان لاتحزنی تفسیر للنداء سریا السری النھر الـ ـیر والجدول لان الماء یسری فیه والجمع سربان والسری الرئیس والجمع سراة وھز الھز التحریک یقال ھزه فاھتز تساقط اصله تتساقط مجزوم بانه جواب امر فریا اصله ترایین مثل تسمعین۔ فریا عجیبا نادرا ۱۲۔ *......یعنی پانی اور کھانے کا سامان خدا نے غیب سے پیدا کر دیا ۱۲۔

فَرِيًّا ﴿٢٧﴾ يَٰٓأُخْتَ هَٰرُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ ٱمْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾

ترجمہ:...... پھر دردِ زہ کے مارے کھجور کے پیڑ کی طرف آئی کہنے لگی اے کاش کبھی کی میں اس سے پہلے مرچکتی اور بھولی بسری ہو جاتی ﴿٢٣﴾ پھر اس کے پائیں سے (فرشتے نے) آواز دی کہ غم نہ کرو تمہارے رب نے تمہارے پائیں میں ایک چشمہ پیدا کر دیا ہے ﴿٢٤﴾ اور اپنی طرف کھجور کے پیڑ کو جھکاؤ تم پر پکی تازہ کھجوریں گر پڑیں گی ﴿٢٥﴾ سو تم کھاؤ اور پیو اور آنکھ ٹھنڈی کرو پھر جو تم کسی آدمی کو دیکھو تو کہہ دیجیو کہ میں نے رحمن کے لئے روزہ مانا ہے ف اب میں آج کے دن کسی شخص سے بات نہ کروں گی ﴿٢٦﴾ پھر وہ عیسیٰ علیہ السلام کو گود میں اُٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس لائیں وہ کہنے لگے اے مریم البتہ تو تو ایک عجوبہ چیز لائی ہے ﴿٢٧﴾ اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ ہی بُرا آدمی تھا اور نہ تو تیری ماں ہی بدکار تھی ﴿٢٨﴾۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے اوصافِ حمیدہ:...... یہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے چند اوصاف حمیدہ بیان فرمائے تا کہ وعدۂ الٰہی کہ اس سے پہلے کوئی اس کا ہم نام یا مثل نہیں پیدا ہوا صادق آئے اور وہ اوصاف یہ ہیں جو ان کو لڑکپن ہی میں دیئے گئے تھے باحکمت تھے نہایت مہربان رقیق القلب تھے، ظاہر و باطن میں پاک اور بابرکت تھے نہایت پرہیز گار خدا ترس تھے، ماں باپ کے فرماں بردار تھے، جبار و سرکش نہ تھے۔ ان خوبیوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی نسبت فرماتا ہے وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ کہ ہمارا اسلام یا سلامتی اور رحمت ہو ان پر پیدا ہونے اور مرنے اور مر کے جینے کے دن یعنی سخت اوقات میں۔ یہ ایک محاورہ ہے جیسا ہماری زبان میں کہتے ہیں مرحبا ہے اس کے پیدا ہونے پر یا مبارک ہے اس کا پیدا ہونا۔ ان حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اس وقت کے ہیرودس نے ایک عورت کے کہنے سے ناحق قتل کیا ان کا سر قلم ہو کر طشت میں لگا کر بادشاہ مذکور کے سامنے لایا گیا یہ وہ زمانہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی وعظ و نصیحت کرتے پھرتے تھے۔

تذکرہ حضرت مریم علیہا السلام:...... دوسرا تذکرہ حضرت مریم کا ہے۔ اس قصہ کی ابتداء یہاں نہیں بیان کی بلکہ ان آیات میں ہے إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَٰنَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا بنی اسرائیل میں سے ایک شخص عمران نامی تھا (یہ عمران حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد نہیں بلکہ اور شخص تھے) اس کی بیوی حنہ بڑی نیک بیوی تھی جو حضرت زکریا علیہ السلام کی سالی تھی اس نے خدا تعالیٰ سے نذر مانی تھی کہ الٰہی یہ جو مجھے حمل رہا ہے اس سے لڑکا پیدا ہو گا تو میں تیری نذر کروں گی۔ یہود میں ایسی نذروں کا قدیم دستور تھا۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد سے ذرا پیشتر صموئیل علیہ السلام کو بھی ان کی ماں نے خدا کے لئے نذر مانا تھا اور اسی لئے عبادت خانہ میں چڑھا گئیں۔ لیکن عمران کی بیوی نے لڑکی جنی یعنی مریم جس پر ان کو افسوس ہوا کہ لڑکا ہوتا تو بیت المقدس کی خدمت کرتا کیونکہ جن کو خدا کے لئے نذر مانا کرتے تھے ان کو بیت المقدس میں لا کر چھوڑ جاتے تھے وہیں ان کی پرورش ہوتی تھی اور وہ عمر بھر وہیں خدمت کیا کرتے تھے، لڑکی کیا کرے گی لیکن حضرت مریم کو بھی ان کی ماں بیت المقدس میں چھوڑ گئیں ان کے خالو زکریا علیہ السلام جو بیت المقدس کے امام تھے ان کی پرورش کے لئے مقرر ہوئے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے مریم کے لئے بیت المقدس کے مکانات میں سے ایک جدا مکان تجویز کر دیا اور یہی ان کے پاس کھانا پانی پہنچایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار جو یہ ان کے پاس گئے تو ان کے پاس بے موسم کے پھل دیکھے تعجب سے پوچھا کہ یہ کہاں سے آئے مریم نے کہا اللہ تعالیٰ

---

* ...... ہارون سے حضرت ہارون موسیٰ علیہ السلام کے بھائی مراد نہیں کیونکہ مریم میں اور ان میں سینکڑوں برس کا فاصلہ ہے یہ ان کی بہن نہیں ہو سکتیں بلکہ ان کے نام پر کوئی دوسرا ہارون تھا جو مریم کا رشتہ کا بھائی تھا جس کی نیک نیتی بنی اسرائیل میں مشہور تھی یعنی تم ایسے شریف اور نیک خاندان ہو کر یہ کیا کر بیٹھیں اور اگر ہارون سے وہی حضرت ہارون مراد ہوں تو اخت کے معنی بہن کے ہیں بلکہ ابن اخت اخ عرب میں نسبت کے لئے بھی مستعمل ہوتے ہیں ابن اللیل چاند کو، ابن السبیل مسافر کو اخ العرب عربی کو کہتے ہیں یعنی ہارون والی۔ چونکہ عہدۂ امامت حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں چلا آتا تھا اور حضرت مریم بھی اس مقدس و معزز خاندان میں سے تھیں اس لئے ان کو اخت ھارون کہہ کر اس مولود سعید پر ملامت کی ۱۲ حقانی۔ ف:...... اس عہد میں روزہ میں بات نہ کرتے تھے ۱۲

نے بھیجے ہیں اس سے زکریا کو اور بھی اُمید ہوئی اور خدا تعالیٰ سے لڑکے کا سوال کیا جس پر حضرت یحییٰ پیدا ہوئے جن کا قصہ گزر را۔

فَاَشَارَتْ* اِلَیْهِ ؕ قَالُوْا كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّیْ
عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﴿۳۰﴾ وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ ۪
وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ﴿۳۱﴾ وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ ۫ وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ
جَبَّارًا شَقِیًّا ﴿۳۲﴾ وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ﴿۳۳﴾
ذٰلِكَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ ﴿۳۴﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ
یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۳۵﴾ وَ اِنَّ
اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۳۶﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ
مِنْۢ بَیْنِهِمْ ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۳۷﴾

ترجمہ:......تب مریم نے لڑکے کی طرف اشارہ کیا وہ کہنے لگے ہم گود کے بچے سے کیوں کر بات چیت کر سکتے ہیں ﴿۲۹﴾ بچہ بول اُٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں مجھ کو اللہ نے کتاب دی اور نبی بنایا ﴿۳۰﴾ اور مجھے بابرکت کیا جہاں کہیں بھی میں ہوں اور مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کی تاکید کی جب تک کہ میں زندہ رہوں ﴿۳۱﴾ اور ماں کے ساتھ نیکی کرنے والا (بنایا) اور مجھے سرکش بد بخت نہیں بنایا ﴿۳۲﴾ اور مجھ پر خدا کی رحمت جس دن کہ میں پیدا ہوا اور جس دن کہ میں مروں گا اور جس دن کہ بارِ دگر زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا ﴿۳۳﴾ یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا (یہ ہے) سچی بات کہ جس میں وہ جھگڑ رہے ہیں ﴿۳۴﴾ اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بناوے جب وہ کوئی کام کرنا ٹھہراتا ہے تو صرف اس کو کُن کہتا ہے سو وہ ہو ہی جاتا ہے ﴿۳۵﴾ اور (یہ بھی کہا) بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے سو اسی کی عبادت کیا کرو یہ سیدھا رستہ ہے ﴿۳۶﴾ پھر لوگ آپس میں جھگڑنے لگے پس منکروں کے لئے بڑے دن کی ❶ پیشی سے خرابی ہے ﴿۳۷﴾۔

پیدائش حضرت عیسیٰ علیہ السلام:......آخر جب مریم جوان ہو گئیں تو ایک ان کو خوبصورت آدمی کی شکل میں خدا کا فرشتہ (جبرئیل علیہ السلام) نظر

* ......حضرت مریم کا کلام نہ کرنا گود کے بچے کی طرف اشارہ کرنا کہ یہ خود اپنا حال بیان کردے گا اپنی برأت کا اظہار مقصود تھا اس لئے کہ حرامی بچے میں یہ کمال و کرامات کہاں کہ وہ کلام کرے اور کلام بھی ایسا پُر معنی چنانچہ آپ نے کہا کہ میں خدا کا بندہ ہوں خدا نہیں (کیونکہ آنے والا حال خدا نے ان پر منکشف کر دیا تھا کہ میرے معتقدوں میں سے بہت سے لوگ مجھے ابن اللہ یا خدا کہیں گے) اس میں ضمناً نصاریٰ پر تعریض بھی ہے وہ تو اپنے کو خدا کا بندہ کہتے تھے تم ان کو ابن اللہ اور خدا کہتے ہو یہ کیا اتباع عیسیٰ ہے۔ دوئم یہ ہے کہ اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا گو اس وقت نہ کتاب انجیل ملی تھی نہ نبوت مگر یقینا ہونے والی چیز کو ہوئی سمجھنا اپنے وثوق کا اظہار ہے چنانچہ انہیں انجیل بھی ملی اور نبی بھی ہوئے۔ سوئم یہ کہ گو اے یہود اب تم مجھ پر اور میری ماں پر لعنت کرو ہو مگر بجائے اس کے مجھے خدا نے بابرکت کیا ہے جہاں کہیں کیوں نہ ہوں دنیا میں بھی اور آسمان پر جانے کے بعد بھی۔ چہارم جامۂ بشریت سے باہر نہیں ہوں مجھ پر بھی خدا کے احکام فرض ہیں اور میں ان کی بسر و چشم (تعمیل کرنے والا ہوں) اس لئے اپنی ماں کا تابعدار ہوں سرکش اور نافرمان نہیں جیسا کہ حرامی بچے ہوتے ہیں اور میری ہر حالت پر خدا کی امان ہے پیدا ہونے مرنے اور زندہ ہونے میں اور مجھے خدا نے نماز اور خیرات کا موکد حکم دیا ہے جب تک کہ میں زندہ ہوں۔ ۱۲ منہ

❶ ایک گروہ ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنے لگا دونوں کی بڑے دن میں یعنی قیامت میں خرابی ہے ۱۲۔

آیا۔ حضرت مریم گھبرا گئیں اور کہا میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو خدا ترس ہے۔ فرشتہ نے کہا میں انسان نہیں خدا کا فرستادہ ہوں، اس لئے آیا ہوں کہ تجھ کو پاک فرزند دوں۔ حضرت مریم نے کہا یہ کیوں کر ہوگا میرا اب تک کسی سے نکاح نہیں ہوا اور نہ میں حرام کار ہوں فرشتہ نے کہا خدا یوں ہی اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کر سکتا ہے تب فرشتہ نے ان کے کُرتے کے گریبان میں دَم کر دیا یعنی پھونک دیا اس کے بعد ان کو حمل معلوم ہونے لگا۔ مریم نے گوشہ اور کنارہ کے مکان میں جا رہیں (غالباً یوسف کے ساتھ وہاں سے بیت اللحم میں آ رہی ہوں گی جو وہاں سے کئی میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں تھا جو آج کل شہر ہے یا اپنی خالہ کے گھر آ رہی ہوں گی اور ان کی خالہ کو بھی حمل تھا چھ مہینے کا جس سے یحییٰ پیدا ہوئے) پس جب خاص جننے کا وقت آیا اور درد لگے تو ایک افتادہ مکان میں آئیں جہاں ایک کھجور کا خشک درخت تھا اور پانی نہ تھا اور ولادت کے وقت ان چیزوں کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ ادھر تنہائی اُدھر درد ہر قسم کی بے سروسامانی کھانا نہ پانی ایسی حالت میں انسان کا ش مقتضائے طبعی ہے کہ گھبرا گئیں اور کہنے لگیں کہ کاشکیں اس دن سے پیشتر مر چکتی اور نیست و نابود ہو گئی ہوتی کہ لوگ نام و نشان بھی بھول جاتے۔ ایسے سخت وقتوں میں خدا تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی دستگیری کیا کرتا ہے پس ان کے پائیں سے ❶ فرشتے نے آواز دی کہ کچھ غم نہ کرو دیکھو تمہارے پاؤں کی طرف خدا نے چشمہ جاری کر دیا جس قدر پانی درکار ہو لو اور اس کھجور کے درخت کو ہلاؤ تر و تازہ کھجوریں اس میں سے جھڑیں گی اور جو کوئی شخص تمہیں کچھ کہے تو اشارہ سے کہہ دینا کہ میں کلام نہیں کر سکتی روزہ نذر ❷ مانا ہے۔

پس پاک ہونے کے بعد ختنہ کے لئے شریعت موسوی کے موافق مریم عیسیٰ علیہ السلام کو بیت المقدس میں لائیں فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ یہاں ان پر لوگوں کا ہنگامہ ہوا اور طعن و تشنیع شروع ہوئی کہ تیرے ماں باپ تو ایسے نہ تھے تو یہ حرام کار کہاں سے پیدا ہوئی؟ سچ بتا کہ یہ بچہ کس کا ہے؟ حضرت مریم نے حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا کہ خود اسی سے دریافت کر لو، لوگوں نے کہا کہ ہم بچہ سے کیوں کر بات چیت کر سکتے ہیں اتنے میں حضرت مسیح علیہ السلام گود میں سے آپ بول اُٹھے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں (سب سے پہلے یہ جملہ یوں کہا کہ ان کے بغیر باپ کے پیدا ہونے اور عجائب معجزات دکھانے سے لوگ ان کو کہیں خدا کا بیٹا نہ سمجھ لیں جیسا کہ نصاریٰ سمجھ بیٹھے) مجھ کو کتاب دی ہے یعنی انجیل گو اس وقت تک نہ ملی تھی بلکہ تیس برس کی عمر میں جب کہ نبی ہوئے اور اسی طرح نبوت بھی جب ہی ملی اور صلوٰۃ و زکوٰۃ کی وصیت بھی اسی وقت میں ہو سکتی ہے لیکن یہ سب باتیں ہونے والی تھیں اور عالم غیب میں قرار پا چکی تھیں گو ظہور اس وقت تک نہ ہوا تھا لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معلوم کرایا گیا تھا اس لئے ان سب باتوں کو بلفظ ماضی اس طفولیت کے وقت میں بیان فرمایا تھا شیر خواری کی حالت میں اپنی ماں کی برأت کے لئے مسیح نے ایک ہی بار کلام کیا تھا پھر نہیں کیا بلکہ پھر اس وقت بولے جب اور لڑکے بولا کرتے ہیں۔ جب لوگوں نے یہ کلام سنا تو حیرت میں رہ گئے اور اس لئے مریم پر زنا کی سزا جو قتل تھی قائم نہ کی ورنہ سزا سے بری رکھنے کی کوئی وجہ نہ تھی مگر اس بات کو یہود نے مخفی کر دیا تا کہ لوگ ان کے معتقد نہ ہو جائیں اور حضرت زکریا علیہ السلام پاک دامن پر بہتان دھر دیا۔

حضرت مریم علیہا السلام کا انتقال:......تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مریم کا چچا زاد بھائی ایک شخص یوسف نامی تھا جو حضرت مریم اور عیسیٰ علیہما السلام کو یہود اور ہیرودس کے خوف سے مصر لے گیا تھا اور اس کے مرنے تک وہ وہیں رہے۔ پھر ہیرودس کے

---

❶ ......من تحتھا کے معنی بعض نے یہ بیان کیے ہیں کہ مسیح نے ان کے نیچے سے آواز دی تھی۔ مگر صحیح مطلب آیت کا یہ ہے کہ مریم جو وقت ولادت لیٹی ہوئی تھیں ان کے پاؤں کی طرف سے کہ جس کو نیچے یا پیچھے کی جانب کہتے ہیں جس طرح سرہانے کو ہالیں یا اوپر کی جانب کہتے ہیں فرشتہ نے آواز دی ۱۲ منہ۔ ❷......اگر روزہ میں یہ نذر مانی ہو کہ کسی سے کلام نہ کروں گا اُس عہد میں اس نذر کا پورا کرنا ضروری تھا اس لیے مریم نے یہ عذر کیا اور غرض یہ تھی کہ لوگوں کو آپ کو جواب دینا نہ پڑے خود لڑکا ہی جواب دیدے تا کہ اس کا اعجاز و کرامات معلوم ہو ۱۲ منہ۔

مرنے کے بعد ❶ آ کر ناصرہ گاؤں میں رہے اسی لئے ان کے متبعین کو نصاریٰ کہتے ہیں اور پھر وعظ و پند میں مصروف ہوئے اور معجزات دکھانے شروع کئے لوگ جوق در جوق ان کی طرف متوجہ ہونے لگے آخر یہود کو حسد ہوا اس عہد کے حاکم کو بدگمان کر کے ان کو گرفتار کرایا کہ یہ قیصر سے باغی ہے قید کر کے سولی دینے لے چلے مگر خدا نے ان کو زندہ و سالم اوپر اٹھا لیا اور ان کی شکل میں ایک کو انہیں میں سے کر دیا جس کو سولی دی گئی۔ ان کے بعد حضرت مریم کا انتقال ہوا حضرت یحییٰ علیہ السلام ان کے روبرو ہی ہیرودس کے ہاتھ سے شہید ہو چکے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم کے قصہ کو تمام کر کے فرماتا ہے ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ . . . الخ کہ اصل حقیقت عیسیٰ ابن مریم کی یہ ہے سچا واقعہ جس میں وہ جھگڑتے ہیں یہ ہے نہ وہ جو کہ یہود کے کہنے لگے کہ معاذ اللہ وہ زنا سے پیدا ہوئے تھے اور مکار اور فریبی تھے اور نہ وہ جو کہ عیسائی کہنے لگے کہ وہ خدا کے بیٹے تھے خدا ان کی شکل میں ظاہر ہوا تھا یہود کا قول تو از حد بدیہی البطلان تھا ان کی طرف توجہ نہیں کی گئی اس لئے عیسائیوں کے قول کو باطل کرتا ہے مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ . . . الخ کہ خدا کی یہ شان ہی نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے وہ اس سے پاک ہے اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۳۵﴾ بیٹا ان کے لئے ہوتا ہے جن کو احتیاج ہے اور اس کے حکم میں تو ہر چیز ہے کُن کہتے ہی ہو جاتی ہے اسی طرح بغیر سبب ظاہری یعنی باپ کے بغیر عیسیٰ کو پیدا کر دیا خود عیسیٰ علیہ السلام نے کہہ دیا تھا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ . . . وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۳۶﴾ کہ اللہ میرا اور تمہارا دونوں کا پالنے والا ہے اسی کی عبادت کرو، سیدھا رستہ یہی ہے نہ یہ کہ مجھے خدا یا اس کا بیٹا سمجھو۔

چند اہم ابحاث:......(۱) زکریا علیہ السلام کا قصہ انجیل لوقا میں موجود ہے۔ ہاں قرآن مجید میں تین روز تک اور انجیل مذکور میں ایک روز تک گونگا رہنا مذکور ہے اور مریم کے قصہ میں اس قدر تفاوت ہے کہ مریم کا ان کی والدہ کی طرف سے خدا کی نذر میں چڑھایا جانا اور زکریا علیہ السلام کی نگرانی میں پرورش پانا اور اسی طرح تولد مسیح علیہ السلام کے وقت خرمے کا درخت کا تر و تازہ ہونا اور چشمہ جاری ہونا اور پھر شیر خوارگی میں مسیح کا کلام کرنا ان کی اناجیلِ اربعہ میں موجود نہیں قرآن میں ہے البتہ ان کی اناجیل میں ہے جیسا کہ انجیلِ طفولیت وغیرہ اور اسی طرح رضاعت کے زمانہ میں یحییٰ کا کلام کرنا انجیل میں ہے قرآنِ مجید میں نہیں سو یہ کچھ اختلاف ایسا نہیں کہ جس سے ایک کو غلط ایک کو صحیح کہنے کی نوبت پہنچے۔ خود چاروں انجیلوں میں اس قسم کی کمی زیادتیاں ہیں ایک میں ہے کہ مجوسی ستارہ کے اشارے سے مسیح کے پاس آئے دوسری میں نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اور جو اختلاف ہے بھی تو اس میں قرآن مجید کا ہی عقلاً و نقلاً اعتبار ہونا چاہئے نہ کہ ان کی کتب محرفہ کا۔

(۲) تمام اہلِ اسلام اور تمام عیسائی اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے محض قدرت کاملہ سے پیدا ہوئے تھے برخلاف یہود کے کہ وہ ان کو انسان کے نطفہ سے بطور عادت پیدا ہونا کہتے ہیں اور معاذ اللہ ناجائز تولد قرار دیتے ہیں مگر آج کل برائے نام مسلمان ایک گروہ جو اس زمانہ میں علوم حسیہ کی ترقی اور علوم روحانیہ کے مفقود ہو جانے اور حسنِ باطن اور نورِ قلبی کے مٹ جانے سے پیدا ہوا ہے وہ فریق قدم بہ قدم حکماء یورپ کے چلتا اور قرآن و احادیث کو ان کے خیالات کے مطابق کرتا ہے غلط تاویلات کے ذریعہ سے وہ بھی یہود کی طرح بطورِ عادت انسان کے نطفہ سے پیدا ہونا کہتا ہے کیوں کہ خوارق عادات امور ان کے نزدیک محال ہیں۔ اس بات کے امکان پر دلائل لانے کی یہاں گنجائش نہیں مقدمہ تفسیر میں بیان ہو چکے ہیں۔

اب ہم قرآنِ مجید کے وہ الفاظ بتاتے ہیں جو اسی بات پر دلالت کرتے ہیں:

اول:......ان آیات میں فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا سے لے کر قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ تک صاف صاف کہہ رہا ہے کہ

❶......تخمیناً بارہ برس کی عمر میں مسیح علیہ السلام مصر سے واپس آئے۔ ۱۲ منہ۔

حضرت مریم کو فرشتہ کے کہنے سے کہ تجھ کو فرزند دینے آیا ہوں تعجب آیا اس لیے کہ نہ وہ حرام کار تھیں نہ کسی سے نکاح ہوا تھا اس پر فرشتہ کا یہ کہنا کہ تیرا رب یوں ہی کر سکتا ہے اور یہ اس پر کچھ مشکل بات نہیں، تصریح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تولد بغیر باپ کے ہوا ہے۔

دوم:......وَلِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ بھی اسی کی تصریح کرتا ہے اس لئے کہ تولد مسیح اگر معمولی طور سے ہوتا تو پھر اس میں لوگوں کے لئے کتنے ہی برکات کیوں نہ ہوتے جیسا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے تولد میں اس پر آیۃ کا اطلاق نہیں ہوتا اس لئے کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں بجز آیات قرآنیہ کے اور چیزوں پر لفظ آیۃ کا اطلاق ہوا ہے تو انہیں پر ہوا ہے کہ جہاں کوئی بات اس کی قدرت کی بابت عادت واسباب ظاہری کے بغیر پائی گئی ہو جیسا کہ اصحاب کہف پر اور صالح علیہ السلام کی ناقہ پر وغیرہما۔

سوم:......اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ......الآیۃ میں اس امر کی صاف تصریح ہے کیونکہ آدم علیہ السلام کے ساتھ مسیح علیہ السلام کو تشبیہ دینا اگر اس بات میں نہیں کہ جس طرح وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اسی طرح یہ بھی تو پھر اور کون سی خصوصیت آدم کے ساتھ مسیح کو ہے؟ اور نیز اس آیت کا نزول انہیں کے دفع خیال کے لئے ہے جو مسیح کو بغیر باپ کے پیدا ہونے سے خدا کا بیٹا سمجھتے تھے۔

اس کے علاوہ اسی قصہ میں اور کتنی ایک باتیں خارقِ عادت مذکور ہیں جیسا کہ کھجورِ خشک سے تر خرموں کا پیدا ہونا، پانی کا چشمہ نمودار ہونا، مسیح علیہ السلام کا گود میں کلام کرنا، جس کی بابت یہود نے کہا تھا کہ ہم گود کے بچے سے کیوں کر بات کر سکتے ہیں اور فرشتہ کا مجسم ہو کر مریم کو نظر آنا پھر یہاں بھی شاید تاویلِ باطل کریں گے۔ اسی طرح عیسائیوں کی اناجیلِ اربعہ میں بھی اس امر کی صاف تصریح ہے حالانکہ ماول صاحب اپنی کتاب تبیین الکلام میں اناجیلِ مذکورہ کو غیر محرف اور کلام الٰہی مان چکے ہیں۔ انجیل متی کے اوّل باب میں ۱۸ ورس سے لے کر آخر تک اس کی تصریح ہے جس کا ایک جملہ یہ ہے کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوئی تو اس کے اکٹھے آنے سے پہلے "وہ روح القدس سے حاملہ پائی گئی" پھر انجیل لوقا کے اول باب میں ۲۶ ورس سے لے کر کئی جملوں تک قرآن مجید کے موافق مریم کو فرشتہ سے حمل ہونا اور مسیح کے بغیر باپ کے پیدا ہونا مذکور ہے۔ پھر نہیں معلوم کہ ماوّل صاحب کس سند سے انکار کرتے ہیں اور آسمان و زمین کے قلابے ملاتے ہیں۔

(۳) يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ اخت کے معنے حقیقی بہن کے ہیں لیکن یہاں یہ مراد نہیں۔ بلکہ کلامِ عرب میں اخؔ اور اختؔ اور ابنؔ بہت سے مواقع میں محض نسبت کے لئے آتا ہے جیسا کہ کہتے ہیں یا اخا العرب، یا اخا ہمدان، اے واحداً منہم۔ یعنی اے عرب والے، اے قبیلہ ہمدان والے، نہ یہ کہ اے عرب اور ہمدان کے بھائی۔ اسی طرح مسافر کے لئے ابن السبیل اور چاند کے لئے ابن اللیل آتا ہے وغیرہ۔ چونکہ حضرت مریم ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھیں اس لئے ان کو شرمندہ کرنے کے لئے ان کے جدِّ اعلیٰ ہارون کی طرف منسوب کر کے کلام کیا کہ اے ایسے بزرگ کی اولاد! تجھے ایسا کرنا تھا؟ بعض کہتے ہیں کہ مریم کے حقیقی بھائی کا نام بھی ہارون تھا، جو بڑے نیک مرد تھے۔ ایک پادری نے اخت کے حقیقی معنی سمجھ کر پھر ہارون اور مریم میں فاصلۂ دراز خیال کر کے اعتراض جڑ دیا کہ قرآن میں غلطی ہے۔ فہم سلیم اسی کو کہتے ہیں۔

اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۳۸

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۳۹ اِنَّا

نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ۝۴۰

ترجمہ:......جس روز کہ وہ ہمارے پاس حاضر ہوں گے اس دن تو کیا ہی سنتے دیکھتے ہوں گے لیکن ظالم آج تو کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں ۳۸ اوران کوحسرت کے دن سے ڈراؤ جب کہ اخیر فیصلہ کردیا جائے گا اور وہ ہیں کہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور ایمان نہیں لاتے ۳۹ ہم ہی زمین کے وارث ہوں گے اوران کے بھی جو اس پر ہیں اور سب ہمارے ہی پاس لوٹ کر لائے جائیں گے ۴۰۔

ترکیب:......اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ معنا دونوں تعجب کے صیغے ،لفظاً امر کے صیغے ہیں بمعنی ما اسمعهم و ما ابصرهم بهم موضع رفع میں ہیں کقولک احسن بزید، ای احسن زید لفظوں میں امر اور معنی خبر ہے ای حسن زید، ویمکن ان یقال انه امر لکل احد بان یحسن بزید و الباء زائدة۔ یوم ظرف و العامل فيه اسمع و ابصر۔ اِذْ قُضِيَ یَاْیَوْمَ الْحَسْرَةِ سے بدل یا حسرت کا ظرف۔

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قومیں مختلف ہیں جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا کہ یہود کچھ کہتے ہیں ،نصاریٰ کچھ اور پھر باہم نصاریٰ کے فرقوں میں بھی بہت کچھ اختلاف ہے اور تھا جن کی نسبت فرماتا ہے فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۳۷ کہ منکروں کو بڑے دن کی حاضری اور اس کی شدت سے خرابی ہے۔ بڑا دن قیامت کا دن ہے یعنی اس دن کا سامنا ہونا ہے اور اس دن میں بڑی مصیبت ہے ان کے اختلاف کا ثمرہ اس روز ظاہر ہوجائے گا۔

اَسْمِعْ......الخ میں یوم عظیم کی کچھ کیفیت بیان ہے کہ جس روز یہ کافر ہمارے پاس آئیں گے اس روز ان کی بینائی شنوائی عجب ہوگی یعنی جس طرح آج اندھے اور بہرے ،نہ باطن کی آنکھوں سے حق دیکھتے ہیں نہ کسی سے سنتے ہیں، اس روز یہ حال نہ ہوگا بلکہ خوب آنکھیں کھل جائیں گی ،کان بھی کھل جائیں گے۔ یہی مضمون سورۂ ق میں بھی آیا ہے لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ۲۲۔

کفار کی غفلت:......اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے فرماتا ہے کہ ان غافلوں کو حسرت کے دن سے مطلع کردو تاکہ خوف کریں۔ پھر يَوْمَ الْحَسْرَةِ کی اور تشریح فرماتا ہے۔ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ کہ یکایک ان کے لئے عذاب کا حکم دیا جائے گا اور وہ دنیا میں غفلت میں پڑے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔ بظاہر يَوْمَ الْحَسْرَةِ قیامت کا دن ہے کیونکہ جنہوں نے دنیا میں نیکی نہ کی ہوگی وہاں ان کی حسرت کا کیا ٹھکانا ہے۔ مگر آیت کو عام رکھا جائے تو اور بھی تخویف پیدا ہوتی ہے یعنی حسرت کا دن عام ہے قیامت کے دن کو بھی شامل ہے اور موت کے دن کو بھی کہ انسان غفلت میں پڑا ہوا ایمان وحسنات سے بے خبر ہے ادھر یکایک اس کی موت کا حکم ہوجائے اس کا کام تمام ہوچکے اب اس کو ساتھ لے جانے کے لئے توشۂ آخرت حاصل کرنے کی مہلت کہاں۔ پس اس دن سے زیادہ بھی اس کی حسرت کا دن اور کوئی کیا ہوگا؟ یہ مضمون بھی قرآن مجید کی متعدد آیات میں آیا ہے لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۱۰ اور احادیث میں بھی وارد ہے کہ انسان اپنی آرزوؤں کے پورا کرنے میں لگا ہوتا ہے کہ یکایک اجل آجاتی ہے۔ حسرت وارمان دنیا کی جگہ دل میں آخرت کے لئے کوتاہی کرنے کی حسرتیں ساتھ ہوجاتی ہیں۔

دنیا میں جو کچھ مال وزر زمین وباغات اس نے بڑی محنت سے حاصل کئے تھے وہ سب یہیں پڑے رہ گئے ان سب کا اللہ ہی وارث اور اخیر مالک رہے گا اور سب ایک روز خدا تعالیٰ کے پاس حاضر ہوجائیں گے۔ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ کا بھی مطلب ہے واللہ اعلم

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۴۱ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ

تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ
مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ
الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ
عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ
يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ
سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا
يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾
وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾ ع

ترجمہ:......اور کتاب میں ابراہیم کا ذکر و بے شک وہ ایک نبی صادق تھے ﴿۴۱﴾ جب کہ اس نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ! آپ اُس چیز کی کیوں عبادت کرتے ہیں کہ جو نہ سُن سکتی ہے اور جو نہ آپ کے کسی کام آسکتی ہے ﴿۴۲﴾ اے میرے باپ بے شک مجھے وہ علم حاصل ہوا ہے جو آپ کو حاصل نہیں ہوا سو آپ میرے کہنے پر چلیے تا کہ میں آپ کو سیدھا رستہ دکھاؤں ﴿۴۳﴾ اے میرے باپ شیطان کی عبادت نہ کرو ❶ کیوں کہ شیطان تو خدا کا نافرمان ہے ﴿۴۴﴾ اے میرے باپ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں تم پر خدا تعالیٰ کا عذاب نہ آپڑے پھر تم بھی شیطان کے ساتھی ہو جاؤ ﴿۴۵﴾ اس نے کہا اے ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے پھرا ہوا ہے اگر تو باز نہ آئے گا تو میں تجھے سنگسار ہی کر ڈالوں گا اور خیر سے میرے پاس سے جا دور ہو ﴿۴۶﴾ ف (ابراہیم نے) کہا (بہتر) تو میرا آپ کو سلام ہے (پر) آپ کے لئے میں اپنے پروردگار سے مغفرت کی دعا ہی کروں گا کیونکہ وہ مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے۔ ﴿۴۷﴾ ف اور میں نے تمہیں بھی چھوڑا اور تمہارے ان معبودوں کو بھی کہ جن کو تم اللہ کو چھوڑ کر پکارا کرتے ہو اور میں تو اپنے رب ہی کو پکارا کروں گا امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر محروم نہ رہوں گا ﴿۴۸﴾ پھر ابراہیم نے ان سے اور ان کے معبودوں سے کہ جن کو وہ اللہ کے سوا پوجا کرتے تھے کنارہ کیا تو ہم نے ان کو اسحٰق اور یعقوب عطا کیا اور ہم نے ہر ایک کو نبی بنایا ﴿۴۹﴾ اور اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے بہت کچھ بخشا اور ان کے لئے ہم نے ذکر خیر کا آوازہ بلند کیا (کہ ابد تک لوگ ان کو عزت سے یاد کریں گے) ﴿۵۰﴾۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ:...... یہ تیسرا تذکرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ یہ ان کی اس وقت کی ثابت قدمی اور خدا پرستی مذکور

❶ یعنی بت ۱۲۔ ف ... ملیا زماناً طویلاً قال الکسالی ھو من الملاوۃ یقال ھجرتہ ملوۃ و ملاوۃ ای زماناً طویلاً و قال ابن جریر و ھو المروی عن ابن عباس معناہ اعتزلنی سالم العرض لا تصیبک منی معرۃ عقوبۃ۔ ف ...... حفیا قال الکسالی یقال حفی بی حفاوۃ و حفورۃ ای اعتنی بی و بالغ فی اکرامی و قد یجیئ بمعنی المستقصی فی السؤال و منہ قولہ تعالیٰ کانک حفی عنہا۔

ہے کہ جب ابتداء شباب میں انہوں نے بت پرستی کو حقیر جان کر اپنے باپ کو اس سے منع کیا اور آخر کار محض اللہ کے لئے اپنے پیارے باپ کو چھوڑا کہ جس کی محبت نے ابراہیم علیہ السلام کو اس لئے خدا سے معافی مانگنے پر آمادہ کیا اور اس کے لئے ابراہیم نے وعدہ بھی کر لیا پھر مہاجرت کے بعد خدا تعالیٰ نے اس کو اسحاق اور اسحاق کو یعقوب برگزیدہ پیغمبر فرزند عطا کیا یہ نتیجہ ہے خدا کی فرماں برداری کا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے ہیں لیکن ایسا اولوالعزم پوتا بھی دادا کا نام روشن کرنے والا گویا دادا کو فرزند ارجمند عطا کرنا ہے اس لئے وَوَهَبۡنَا لَهٗۤ اِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ فرمایا اسحٰق کے بعد۔ اس کے لئے علاوہ اور صدہا چیزیں خدا نے یعقوب علیہ السلام و اسحٰق علیہ السلام و ابراہیم علیہ السلام کو عطا کی تھیں اور سب سے بڑھ کر لِسَانَ صِدۡقٍ عَلِيًّا عطا کی یعنی ان کی ثنا و صفت لوگ ان کے پیچھے کرتے رہیں گے۔ لسان صدق ثناء حسن، ذکر جمیل۔ چوں کہ یہ زبان سے پایا جاتا ہے اس لئے اس کو زبان سے تعبیر کیا گیا جیسا کہ جو احسان ہاتھ سے کیے جاتے ہیں ان کو ید سے تعبیر کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی وَاجۡعَلۡ لِّىۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ ۝ خدا تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی جس کا اثر یہ ہے کہ آج تک حضرت ابراہیم علیہ السلام تخمیناً دوثلث سے زائد بنی آدم کے پیشوا مانے جاتے ہیں یہود عیسائی وغیرہم ان کو بڑائی سے یاد کرتے ہیں اہلِ اسلام پنج وقتہ نماز میں ان پر درود بھیجتے ہیں۔ اپنے نبی خاتم المرسلین علیہ السلام کے ساتھ **اللّٰھم صل علی محمد و علیٰ اٰلِ محمد کما صلیت علی ابراھیم و علیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید** کہتے ہیں۔ آلِ ابراہیم میں اسحاق و اسمٰعیل و یعقوب علیہم السلام کی طرف اشارہ ہے ابراہیم علیہ السلام کے تذکرہ میں خدا تعالیٰ عرب کے مشرکوں کو یہ سمجھاتا ہے کہ تم جو باپ دادا کی تقلید کر کے بت پرستی کرتے ہو ایسا نہ چاہئے کیونکہ ابراہیم کہ جس کو تم بھی بزرگ مانتے ہو انہوں نے باپ کا کہنا نہ مانا، ان کی تقلید نہ کی اور نیز یہ بھی ہے کہ اگر باپ دادا کی تقلید کرنی ہے تو ابراہیم علیہ السلام کی اور ان کی اولاد کی کیوں نہیں کرتے؟ مليا مدة طويلة وقيل سالما۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باپ کے لئے استغفار کا وعدہ کیا تھا اس کے بموجب استغفار کیا مگر جب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی نہیں پھر اس سے بَری ہو گئے۔

وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ مُوۡسٰٓى اِنَّهٗ كَانَ مُخۡلَصًا وَّكَانَ رَسُوۡلًا نَّبِيًّا ۝۵۱ وَنَادَيۡنٰهُ
مِنۡ جَانِبِ الطُّوۡرِ الۡاَيۡمَنِ وَقَرَّبۡنٰهُ نَجِيًّا ۝۵۲ وَوَهَبۡنَا لَهٗ مِنۡ رَّحۡمَتِنَاۤ اَخَاهُ
هٰرُوۡنَ نَبِيًّا ۝۵۳ وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ اِسۡمٰعِيۡلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الۡوَعۡدِ وَكَانَ
رَسُوۡلًا نَّبِيًّا ۝۵۴ وَكَانَ يَاۡمُرُ اَهۡلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنۡدَ رَبِّهٖ مَرۡضِيًّا ۝۵۵
وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ اِدۡرِيۡسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيۡقًا نَّبِيًّا ۝۵۶ وَّرَفَعۡنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝۵۷
اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنۡ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنۡ حَمَلۡنَا
مَعَ نُوۡحٍ وَّمِنۡ ذُرِّيَّةِ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡرَآءِيۡلَ وَمِمَّنۡ هَدَيۡنَا وَاجۡتَبَيۡنَا اِذَا
تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُ الرَّحۡمٰنِ خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۝۵۸ فَخَلَفَ مِنۡ بَعۡدِهِمۡ

خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿۶۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۭ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۶۲﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿۶۳﴾

ترجمہ:......اور کتاب میں موسیٰ کا بھی ذکر (یاد) کرو کیوں کہ وہ خاص بندے اور نبی صاحب کتاب تھے ﴿۵۱﴾ اور ہم نے اس کو کوہِ طور کے دائیں طرف سے پکارا اور رازداری کے لئے پاس بلایا ﴿۵۲﴾ اور اس کو اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون کو نبی بنا کر عطا کیا ﴿۵۳﴾ اور کتاب میں اسمٰعیل کا بھی ذکر (یاد) کرو کیوں کہ وہ وعدہ کے بڑے سچے اور نبی بنا کر بھیجے گئے تھے ﴿۵۴﴾ اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا کرتے تھے اور اپنے رب کے نزدیک بڑے پسندیدہ تھے ﴿۵۵﴾ اور کتاب میں ادریس کا بھی ذکر (یاد) کرو بے شک وہ بڑے سچے (اور) نبی تھے ﴿۵۶﴾ اور ہم نے ان کو بلند جگہ بٹھایا ﴿۵۷﴾ یہ ہیں وہ انبیاء کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے کرم کیا تھا آدم کی نسل سے کہ جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا اور ابراہیم اور اسرائیل کی نسل میں سے اور یہ ان لوگوں میں سے تھے کہ جن کو ہم نے راہِ راست دکھائی اور برگزیدہ کیا تھا جب ان کے سامنے اللہ کی آیتیں پڑھی جایا کرتی تھیں تو سجدہ میں گر پڑتے تھے اور روتے جاتے تھے ﴿۵۸﴾ پھر ان کے بعد وہ ناخلف پیدا ہوئے کہ جنہوں نے نمازیں غارت کر دیں اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے پھر ان کی گمراہی بھی بہت جلد ان کے آگے آئے گی ﴿۵۹﴾ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کئے سو یہی وہ لوگ ہیں کہ جو جنت میں داخل ہوں گے اور ان کا حق تلف نہ کیا جائے گا ﴿۶۰﴾ اور وہ باغ ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن کا رحمٰن نے غائبانہ اپنے بندوں سے وعدہ کیا ہے بے شک اس کا وعدہ پیش آکر رہے گا ﴿۶۱﴾ وہ بہشت کہ جس میں کوئی خراب بات سننے میں نہ آئے گی مگر باہمی سلام کی آوازیں اور وہاں صبح و شام ان کے لئے کھانا تیار ملے گا ﴿۶۲﴾ یہ ہے وہ جنت کہ جس کا ہم اپنے بندوں میں سے اس کو وارث کرتے ہیں جو پرہیزگار ہوتا ہے ﴿۶۳﴾۔

حضرت موسیٰ و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کا تذکرہ:...... یہ چوتھا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے کہ خدا نے ان کو کوہِ طور کی جانب سے پکارا یعنی اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ ......الخ کے ساتھ موسیٰ کو خطاب کر کے کلام کیا اور اس شرف کے بعد دوسرا شرف یہ بخشا کہ ان کے بھائی ہارون کو ان کی مدد کے لئے نبی بنایا۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ۔ یہ پانچواں تذکرہ حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے تھے چوں کہ یہ ایک مستقل رتبہ کے شخص تھے اس لئے ان کو ان کے باپ کے ذیل میں ذکر نہ کیا بلکہ جداگانہ۔ ان کا پہلا وصف یہ ہے کہ كان صادق الوعد، وعدے کے بڑے سچے تھے۔ مروی ہے کہ ایک شخص سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہارا فلاں جگہ انتظار کروں گا وہ اتفاقاً ایک برس تک نہ آیا آپ وہیں کھڑے رہے یہ تو ان کے صادق الوعد ہونے کی ادنیٰ بات ہے۔

دوم وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا۔ یعنی صرف نبوت ہی حاصل نہ تھی بلکہ صاحب شریعت بھی تھے اور اسی لئے وَكَانَ يَاْمُرُ ......الخ اپنے اہل وعیال کو جس میں علماء کے نزدیک ان کی اُمت بھی شامل ہے نماز روزہ کی تاکید کیا کرتے تھے کامل و مکمل تھے اور اسی لئے كَانَ عِنْدَ......الخ اپنے خدا کے نزدیک پسندیدہ بھی تھے پس اے قوم عرب تم کو اسمٰعیل کی اقتداء لازم ہے جو تمہارا جدِّ امجد تھا، نہ اور بیہودہ جاہل باپ دادا کا۔

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ

وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ

ع وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾

ترجمہ:......(ملائکہ نے کہا) اور ہم آپ کے رب کے حکم کے بغیر اتر کر نہیں آیا کرتے اسی کا ہے جو کچھ کہ ہمارے سامنے اور ہمارے پیچھے اور اس کے درمیان ہے اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ﴿٦٤﴾ وہ آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور ان چیزوں کا بھی جو ان کے بیچ میں ہیں سو اسی کی عبادت کرو اور اس کی عبادت کی تکلیف برداشت کیا کرو بھلا تمہارے علم میں اس جیسا کوئی اور بھی ہے ﴿٦٥﴾۔

حضرت ادریس علیہ السلام کا تذکرہ

تفسیر:......وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اور یہ چھٹا قصہ حضرت ادریس علیہ السلام کا ہے جو نوح علیہ السلام کے پردادا تھے (نوح بن ملک بن متوسلح بن حنوک) یا اخنوخ ان کا نام اور ادریس لقب تھا بوجہ کثرت درس صحف آسمانی کے۔ وہ صدیق نبی تھے یعنی بہت برگزیدہ اس لئے وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا اس کے معنی بعض مفسرین کے نزدیک یہ ہیں کہ ان کو بلند مرتبہ کیا اور رفعت منزلت مراد لیتے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت آیا ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اور ایک گروہ کہتا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کو بلند مقام میں اٹھالیا۔ اوّل تقدیر میں یوں کہا جائے گا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کو بلند مرتبہ کیا (۳۰) تیس صحیفے ان پر نازل کئے بہت سے علوم اور صنعتیں ان کے ہاتھ سے ایجاد ہوئیں۔

دوسری صورت میں بعض کہتے ہیں کہ خدا نے ان کو زندہ آسمان پر بلالیا اور جنت میں داخل کر دیا، بعض کہتے ہیں کہ صرف آسمانوں پر بلایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام زندہ آسمانوں پر ہیں۔ والعلم عنداللہ

توریت سفر پیدائش کے ۵ باب ۲۳ درس میں یہ ہے اور حنوک کی ساری عمر تین سو پینسٹھ برس کی ہوئی۔ (۲۴) اور حنوک خدا کے ساتھ چلتا تھا اور غائب ہوگیا۔ اس لئے کہ خدا نے اسے لے لیا۔ ان درسوں کی شرح میں علماء اہلِ کتاب کے ایسے اقوال ہیں کہ جیسا اوپر بیان ہوا۔ ان سب بزرگواروں کا ذکر خیر کر کے فرماتا ہے۔

انعام پانے والے لوگ:......اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ کہ یہ انبیاء وہ لوگ ہیں کہ جن پر خدا نے کرم وفضل کیا تھا آدم اور ابراہیم اور نوح کے ساتھ والے اور اسرائیل کی نسل اور دیگر لوگ کہ جن کو خدا نے ہدایت دی اور برگزیدہ کیا ان کا یہ حال تھا کہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں سن کر سجدہ میں روتے ہوئے گر پڑا کرتے تھے اور خدا کے نہایت فرماں بردار نیک کردار بندے تھے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جو لوگ ان کو خدا جانتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں اور جو لوگ ان کی نسبت فسق وفحش کی باتیں منسوب کرتے ہیں جیسا کہ کتب یہود ونصاریٰ میں ہے وہ بھی غلطی پر ہیں ان کا یہ مرتبہ خدا تعالیٰ کی اطاعت سے ہوا۔ پھر ان کے بعد ناخلف پیدا ہوئے جو نماز وعبادت چھوڑ کر خواہش نفسانی کے درپے ہوگئے۔ بجز کھانے پینے جماع کرنے کے اور کوئی بات ان میں نہ رہی انہوں نے طریق بگاڑ دیا سو وہ اپنے کئے کا برا نتیجہ دیکھیں گے اور جو توبہ کر گئے اور نیک ہو گئے وہ جنت میں رہیں گے جس کے یہ اوصاف ہیں کہ وہاں کوئی خراب بات دل شکن رنج دہندہ ان کی یا ان کے اعزہ واحبہ کی موت یا وہاں سے نکالے جانے کی یا کسی نعمت کے زوال ہونے کی خبر یا گالی گلوچ بدکلامی غیبت بدگوئی سنائی نہ دے گی سلام سلام کی آوازیں سنائی دیں گی آپس کا تحیہ سلام یا فرشتوں کی طرف سے سلامتی کا مژدہ یعنی تعظیم وتکریم کے کلمات۔ دوئم بلامنت ومشقت ہمہ وقت بالخصوص صبح

وشام اُن کو تیار روزی ملے گی روحانی وجسمانی۔ پھر یہ بہشت ہر ایک کا حصہ اور ورثہ نہیں بلکہ ہمارے بندوں میں سے صرف انہیں کا جو پرہیزگار ہیں دراصل وہی آدم کے حقیقی فرزند ہیں اور جنت آدم کو مل چکی ہے یہی اپنے جد کا ورثہ پانے کے مستحق ہیں۔

شانِ نزول:...... وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ۔ یہاں سے ایک جداگانہ کلام شروع ہوتا ہے جس کے شانِ نزول میں بخاری نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یوں روایت کیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے فرمایا کہ آپ میرے پاس جلدی جلدی کیوں نہیں آیا کرتے اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ گویا خدا تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کی طرف سے یہ جواب دیا کہ خود نہیں آتے بلکہ تمہارے رب کے حکم سے آیا کرتے ہیں وہ مصلحتِ وقت سے خوب واقف ہے اس کو آگے اور پیچھے کا سب حال معلوم ہے یعنی ابتداء اور انتہا اور حال سب جانتا ہے وہ جب مصلحت جانتا ہے ہم کو بھیجتا ہے دیر کر کے آنے میں کوئی یہ خیال نہ کرے کہ خدا تعالیٰ آپ کو بھول گیا کیونکہ وہ بھولنے والا نہیں وہ رب ہے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کا اور رب وقتاً فوقتاً پرورش کیا کرتا ہے جس کو علم ہمہ وقت لازم ہے پس اے نبی اس کی عبادت کرو اور ہمارے دیر کر کے آنے سے ملول نہ ہونا بلکہ اس کے لئے عبادت میں تکلیف برداشت کرتے رہو کیونکہ وہ یکتا ہے اس کا کوئی ہم نام بھی نہیں یعنی ایسا دوسرا نہیں جو اس بے قراری کو دفع کر سکے۔ جنت عالم قدس کے بعد یہ جملہ جبرئیل کی طرف سے بیان ہونا جو عالمِ قدس میں رہتے اور وہاں کی خبریں لایا کرتے ہیں ایک عمدہ مناسبت رکھتا ہے۔

وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَ اِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ
اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ
لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ
عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾ وَاِنْ
مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا
وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ
اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿٧٤﴾ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ
فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا
السَّاعَةَ ۭ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿٧٥﴾ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

اهْتَدَوْا هُدًى ۭ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾

ترجمہ:......اور انسان (منکر) کہا کرتا ہے کہ کیوں جی جب میں مرجاؤں گا تو کیا پھر زندہ کر کے قبر سے باہر نکالا جاؤں گا ﴿۶۶﴾ کیا وہ انسان اس بات کو یاد نہیں کرتا کہ پہلے بھی اس کو ہم نے ہی پیدا کیا بھی تھا اور وہ کچھ بھی نہیں تھا ﴿۶۷﴾ (اے رسول) ہمیں قسم ہے آپ کے رب کے کہ ہم ان کو اور ان کے شیطانوں کو جمع کر کے رہیں گے پھر ان کو جہنم کے کنارہ جمع کریں گے وہ گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوں گے ﴿۶۸﴾ پھر ہر گروہ میں سے ہم ان کو گھسیٹ لائیں گے جو خدا سے بہت اکڑتے تھے ﴿۶۹﴾ پھر ہم کو خوب معلوم ہوگا کہ ان میں سے کون جہنم میں گرنے کے قابل ہے ﴿۷۰﴾ اور تم میں سے ایسا کوئی بھی نہ ہوگا جو اس پر سے ہو کر نہ گزرے آپ کے رب نے اس کا پورا کرنا لازمی کر لیا ہے ﴿۷۱﴾ پھر پرہیزگاروں کو تو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں پڑا اوندھا گرنے دیں گے ﴿۷۲﴾ اور جب ان کو ہماری کھلی ہوئی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کافر ایمان داروں سے کہتے ہیں کہ بتاؤ کون سا فریق ہم میں اور تم میں سے مرتبہ میں بہتر اور مجلس ❶ کے لحاظ سے عمدہ ہے ﴿۷۳﴾ حالانکہ ان سے پہلے ہم بہت سی ایسی جماعتیں ہلاک کر چکے ہیں کہ جو اسباب اور نمود میں ان سے کہیں بہتر تھے ﴿۷۴﴾ کہہ دو جو کوئی گمراہی میں پڑا ہوا ہے سو خدا بھی اس کو (دنیا میں) ڈھیل ہی دیتا ہے۔ (بہکائے جاتا ہے) ﴿۷۵﴾ یہاں تک کہ جس کا انہیں وعدہ دیا گیا ہے جب اس کو دیکھیں گے یا تو عذاب کو یا قیامت کو تب معلوم ہو جائے گا کہ کون برے درجہ میں ہے اور کس کی فوج کمزور ہے اور جو راہِ راست پر ہیں اللہ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور باقی رہنے والی نیکیاں آپ کے رب کے نزدیک ثواب اور انجام کے لحاظ سے بہت ہی بہتر ہیں ﴿۷۶﴾ ❷۔

بعث بعد الموت پر شبہات

تفسیر:......وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یہاں سے اُن ناخلفوں کے عقائد بیان فرماتا ہے کہ جن کا اوپر ذکر ہوا تھا۔ انسان سے کسی شخص خاص کی طرف اشارہ نہیں بلکہ عموماً حشر کے منکر مراد ہیں وہ تعجب سے کہتے ہیں کہ کیا جب ہم مرجائیں گے تو پھر زندہ ہوں گے؟ اس بات کو محال اور خدا کی قدرت سے باہر جانتے تھے اس لئے رسول کی تکذیب کرتے تھے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ ابن آدم کو یہ بات یاد نہیں کہ وہ کچھ بھی نہ تھا ہم نے اس کو موجود کر دیا پس جو نیست محض کو موجود کر دیتا ہے اس کے نزدیک دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ اس دلیل کے بعد قسم کھا کر وعدہ مستحکم کرتا ہے کہ ہم ان کو مرنے کے بعد ضرور جمع کریں گے اور شیاطین کو بھی جو انہیں گمراہ کر رہے ہیں اس کے بعد ان سب کو جہنم کے کنارے پر حاضر کریں گے اور یہ گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوں گے جس طرح غم و فکر میں بیٹھتے ہیں پھر کفار کے ہر فریق میں سے متکبر و گمراہ کنندوں کو چھانٹ چھانٹ کر بہت خواری کے ساتھ جہنم میں داخل کریں گے۔ (شیعة فعلة کفرقة وفئة الطائفة التی شاعت)

دوزخ پر ہر انسان کا گذر ہوگا:......وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا الی قوله جِثِيًّا بعض مفسرین کہتے ہیں کہ منکم سے مراد کفار ہیں ان کو اولاً غائب کے صیغوں سے یاد کیا تھا پھر حاضر کے صیغوں سے خطاب کیا کیونکہ اہلِ ایمان دوزخ میں وارد یعنی داخل نہ ہوں گے۔ لقوله تعالیٰ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ وقوله لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا: لیکن اکثر کہتے ہیں کہ مؤمن و کفار سب کے لئے خطاب عام ہے مگر اہلِ ایمان کا درود اس میں داخل ہونا نہیں بلکہ اس کا ملاحظہ اور معائنہ کرنا اور اس کے پاس سے ہو کر گزر جانا ہے جیسا کہ جملہ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا......الخ دلالت کرتا ہے اور بہت سی روایاتِ صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے اور یہ اس لئے کہ اہلِ ایمان جنت میں اس تکلیف کے مکان کو

---

❶...... یعنی ہم تم سے بلحاظ اعوان وانصار کے بہتر ہیں ہماری مجلسیں اعزہ وانصار سے بھری رہتی ہیں تم ذلیل و بے کس ہو پھر آخرت میں کیا تم ہم سے بڑھ کر ہو گے۔ اور یہ معنی بھی ہیں کہ ہمارے مکانات عمدہ اور مجلسیں شان دار ہماری ہیں یا تمہاری ۱۲ منہ۔ ❷......یعنی وجاہت اور سامان جس پر کافروں کو ناز ہے کچھ بھی نہیں چند روزہ ہے ہاں نیک اعمال ہی تا دیر باقی رہتے ہیں اور خدا کے پاس جزاء اور بدلہ کے لحاظ سے بہت ہی بہتر ہیں نیکوں کو آخرت میں نیک بدلہ اور عمدہ مرتبہ اور بہتر مکان ملے گا جو سدا رہے گا ۱۲ منہ

یاد کر کے زیادہ شکریہ ادا کریں اور تا کہ جنت کی لذت بھی اس کو خوب معلوم ہو کیوں کہ راحت کا مزہ تکلیف کے مقابلہ میں معلوم ہوا کرتا ہے۔ وَاِذَا یُتْلٰی......الخ۔

مشرکین کا خیالِ باطل اور اس پر رد:...... حشر کے ان دلائل کے بعد مشرکینِ عرب یہ کہا کرتے تھے کہ اگر ایسا بھی ہوا تو وہاں بھی ہم ہی اچھے رہیں گے جس طرح کہ یہاں مسلمانوں سے زیادہ ہم کو راحت و ثروت ہے وہاں بھی ہوگی اس کے جواب میں فرماتا ہے وَکَمْ اَھْلَکْنَا الخ کہ دنیا میں ان سے بھی زیادہ دولت مند قومیں تھیں جن کو ہم نے ہلاک کیا جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ دولتِ دنیا کچھ عند اللہ عزت کی بات نہیں۔

گمراہوں کے لیے مہلت:...... پھر فرماتا ہے کہ دنیا میں ہمارا طریق خالقیت یہ ہے کہ گمراہیوں کو جلدی نہیں پکڑتے بلکہ فَلْیَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ (یہ صیغہ امر وجوب تحقیق کے لیے بمعنی مضارع ہے) اس کو اور ترقی دیتے یہاں تک کہ یا تو دنیا میں یا قبر میں مصیبت دیکھ لیتے ہیں یا قیامت میں۔

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿٧٧﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ
اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٧٨﴾ كَلَّا ۭ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ
مَدًّا ﴿٧٩﴾ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿٨٠﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا
ع لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾ كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾ اَلَمْ تَرَ
اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّمَا
نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ
اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾ وقف لازم
وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ
مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا
يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي
الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿٩٤﴾ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

فَرۡدًا ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾
فَاِنَّمَا يَسَّرۡنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الۡمُتَّقِيۡنَ وَتُنۡذِرَ بِهٖ قَوۡمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾ وَكَمۡ
اَهۡلَكۡنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ ؕ هَلۡ تُحِسُّ مِنۡهُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَوۡ تَسۡمَعُ لَهُمۡ رِكۡزًا ﴿۹۸﴾ ع ۱۶

ترجمہ:...... بھلا تم نے اس کو بھی دیکھا جو ہماری آیتوں کا منکر ہو گیا اور کہتا ہے کہ مجھے ضرور مال اور اولاد ملے گی (۷۷) کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا یا اس نے اللہ سے اقرار لے رکھا ہے (۷۸) ہرگز نہیں ہم لکھتے جاتے ہیں جو کچھ وہ کہتا ہے اور اس کے لئے عذاب بڑھاتے جاتے ہیں (۷۹) اور جو کچھ وہ کہتا ہے اس کے ہم وارث ہو جائیں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا (۸۰) اور مشرکوں نے اللہ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں تا کہ وہ ان کے لئے حامی و مددگار ہوں (۸۱) ہرگز نہیں وہ تو بہت جلد ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور وہ ان کے مخالف ہو جائیں گے (۸۲) (اے نبی) کیا تم نے اس کو نہیں دیکھا کہ ہم نے ان پر شیطانوں کو چھوڑ رکھا ہے کہ وہ ان کو اُبھارتے رہتے ہیں (۸۳) بس آپ ان کے لئے عذاب کی جلدی نہ کیجئے ہم خود ان کی مدت گن رہے ہیں (۸۴) جس روز کہ ہم پرہیزگاروں کو رحمن کے پاس مہمان بنا کے جمع کریں گے (۸۵) اور گناہ گاروں کو جہنم کی طرف پیاسا ہانکیں گے (۸۶) وہ سفارش کی قدرت نہ رکھیں گے مگر وہ شخص کہ جس نے رحمن کے پاس سے اجازت حاصل کی ہے (۸۷) اور وہ کہتے کہ رحمن نے بیٹا بنا لیا ہے (۸۸) (کہہ دو) یہ تو تم ایسی سخت بات گھڑ کر لائے ہو (۸۹) کہ جس سے ابھی آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں (۹۰) اس بات پر کہ انہوں نے رحمن کے لئے بیٹا ثابت کیا (۹۱) اور رحمن کی یہ شان ہی نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے (۹۲) جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے ان میں سے ایسا کوئی نہیں جو رحمن کا بندہ بن کر نہ آئے (۹۳) اللہ نے ان کو شمار کر رکھا ہے اور ان کی گنتی گن رکھی ہے (۹۴) اور ہر ایک ان میں سے قیامت کے دن اس کے پاس تنہا آئے گا (۹۵) بے شک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیے ہیں عنقریب ان کے لیے رحمن محبت ❶ پیدا کرے گا (۹۶) سو ہم نے قرآن کو آپ کی زبان میں اس لیے آسان کر دیا ہے کہ آپ اس سے پرہیزگاروں کو مژدہ سنا دیں اور جھگڑالو قوم کو خوف دلائیں (۹۷) اور ان سے پہلے ہم کتنے ایک قرن ہلاک کر چکے ہیں بھلا ان میں سے کوئی بھی تمہیں دکھائی دیتا ہے یا کسی کی اور آواز بھی سنائی دیتی ہے (۹۸)۔

ایک ناخلف کی کیفیت اور آیت کا شان نزول:...... پہلے فرمایا تھا کہ ان بزرگواروں کے بعد ناخلف پیدا ہوئے۔ اب یہاں ایک ناخلف کی کیفیت بیان فرماتا ہے جس کو اَفَرَاَیۡتَ سے شروع کرتا ہے جس کی بابت بخاری و مسلم وغیرہما نے روایت کیا ہے کہ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں عاص بن وائل سہمی کے پاس تقاضے کے لئے گیا اس نے کہا تو محمد ﷺ کا منکر ہو جائے تو تیرا قرضہ دے دوں گا۔ میں نے کہا یہ ہرگز نہ ہوگا یہاں تک کہ تو مر کر بھی جی اُٹھے اس نے کہا میں مر کر جب زندہ ہوں گا تو وہاں بھی میرے پاس مال و اولاد سب کچھ ہوگا وہاں تجھ کو دے دوں گا۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ جو یہ کہتا ہے کیا اس کو علم غیب ہے یا خدا سے اس نے عہد لے لیا ہے سو یہ ہرگز نہیں ہم اس کے گناہ لکھتے جاتے ہیں اور دنیا کا مال و اسباب چھوڑ کر تنہا ہمارے پاس حاضر ہوگا اور جس طرح یہاں اس کو مال پر مال دیا جاتا ہے اس کی ناشکری میں عذاب پر عذاب دیا جائے گا اور اس افزائش اولاد و مال کو بتوں اور غیر اللہ کی پرستش کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور اس لئے آخرت کی بھلائی کی بھی ان سے اُمید رکھتے ہیں اور وہاں کی عزت کے ان سے جویاں ہیں کَلَّا یہ ان کا غلط خیال ہے جس طرح دنیا میں غیر خدا کوئی بھی عالم پر تصرف نہیں کر سکتا اسی طرح اس عالم میں عزت دینا تو درکنار ان کے وہ فرضی معبود ان کی عبادت ہی کا انکار کریں گے اور کہیں گے کہ ہم نہیں جانتے بلکہ ان کے مخالف بن جائیں گے یہ محض شیطانی خیالات ہیں جو ان

❶...... وہ محبوب خلائق ہو جائیں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ۱۲۔

مشرکوں کے دلوں میں شیطان ڈالتے ہیں اور ان کو بت پرستی کی طرف اُکساتے رہتے ہیں اس نمک حرامی کی سزا کا ان کے لئے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔اے نبی! اس کی جلدی نہ کیجئے اور وہ جزا وسزا کا اصلی وقت قیامت ہے۔

قیامت کا اجمالی حال:......اب قیامت کا اجمالی حال بیان فرمایا جاتا ہے کہ پرہیز گار جوق در جوق خدا کی طرف انعام وکرام کی طرف بلائے جائیں گے اور خدا کے مجرم اس کے سوا دوسروں کو پوجنے والے، اس کی حکم عدولی کرنے والے، جوق در جوق جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے اور وہاں کوئی بھی کسی کے لئے سفارش کرنے میں لب کشائی نہ کر سکے گا مگر جس کے لئے خدا کے ہاں اقرار ہو چکا ہے حضرات انبیاء، اولیاء وصلحاء لیکن وہ بھی کس کے لئے صرف اُنہیں کے لئے جنہوں نے دنیا میں خدا پرستی وایمان کے سبب اپنے خدا کے پاس عہد مغفرت قائم کرالیا ہے۔

خدا کے لیے اولاد ثابت کرنے کی شدید مذمت:......وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا۝ سے اور دیگر ناخلفوں کا بیان فرماتا ہے جو خدا تعالیٰ کے لئے بیٹا ثابت کرتے ہیں جیسا کہ نصاریٰ وغیرہ۔فرماتا ہے یہ بڑی سخت بات ہے کہ جس سے آسمان پھٹ پڑے اور زمین شق ہو جائے کیونکہ یہ اس کی شان ہی نہیں کہ وہ کسی کو بھی بیٹا بنائے یہ اس کے تقدس اور وجوب وجود کے سراسر خلاف ہے اس لئے کہ آسمان وزمین کی سب مخلوق اس کے آگے غلاموں کی طرح دست بستہ ہیں پھر اس کو بیٹا بنا کر اپنا پشت پناہ بنانا فضول ہے اس پر عتاب کرتا ہے کہ ہم نے ان سب کو شمار کر رکھا ہے مجرم ہماری نگاہوں میں ہیں دربارِ قیامت میں ہر ایک تنِ تنہا حاضر ہوگا اولاد ومال اور ان کے معبود کوئی بھی ساتھ نہ ہوگا اس کے بعد ایمان واعمالِ صالحہ کی خوبی بیان فرماتا ہے ان الذین اٰمنوا کہ اے ایمان دارو! نیکوکاروں میں خدا باہمی محبت پیدا کرے گا دنیا میں بھی ایک دوسرے سے محبت رکھتا ہے اور آخرت میں بھی رکھے گا۔

اعمال صالحہ کی خوبی:......اس لئے کہ سب کا مقصد خدائے واحد ہے برخلاف بت پرستوں بدکاروں کے کہ ان کے اغراض مخالف ہیں اس لئے وہاں بھی ان میں محبت حقیقی نہ ہوگی ایک دوسرے پر لعنت کرے گا۔اس کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ خدا ان لوگوں سے محبت کرے گا اور مشرکوں کو بنظر قہر دیکھے گا اور یہ بھی معنے ہو سکتے ہیں کہ ان کی محبت مخلوق کے دل میں ڈالے گا۔

اہلِ مکہ کہتے تھے کہ عربی میں کیوں قرآن اُترا اس کے جواب میں فرماتا ہے اس لئے کہ ان جھگڑالوؤں کو سمجھایا جائے، اگر عربی زبان نہ ہوتی تو عرب کچھ بھی نہ سمجھتے۔اس کے بعد ان کے غرورِ چشم پر تازیانہ مارتا ہے کہ ہم نے ان سے بھی بڑھ بڑھ کر قومیں غارت کر دی ہیں بھلا ان کا کوئی بھی نام ونشان باقی ہے؟۔

اٰیَاتُہَا ۱۳۵ (۲۰) سُوْرَۃُ طٰہٰ مَکِّیَّۃٌ (۴۵) رُکُوْعَاتُہَا ۸

مکیہ ہے اس میں ایک سو پینتیس آیتیں اور آٹھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

طٰہٰ ۞ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی ۞ اِلَّا تَذْکِرَۃً لِّمَنْ یَّخْشٰی ۞ تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی ۞ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی* ۞ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَہُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی ۞ وَاِنْ تَجْہَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّہٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی ۞ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۞

ترجمہ:...... طٰہٰ (۱) (اے نبی!) ہم نے تم پر اس لیے قرآن نازل نہیں کیا کہ تم زحمت اٹھاؤ (۲) بلکہ وہ تو ایک نصیحت ہے اس کے لئے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے (۳) (اور یہ) اس کی طرف سے نازل ہوا ہے کہ جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا (۴) رحمن نے جو عرش ■ پر جلوہ گر ہے (۵) اسی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے اور جو کچھ کہ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ کہ تحت الثری (۶) ■ میں (اور اے مخاطب) اگر تو پکار کر بات کہے (تو کیا) وہ تو مخفی اور اس سے بھی مخفی بات جانتا ہے (۷) وہی اللہ ہے کہ جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اس کے سب نام اچھے ہیں (۸)۔

ترکیب:...... اِلَّا تذکرۃً استثناء منقطع ہے ای لکن انزلناہ للتذکرۃ وقیل ھو مصدر ای لکن ذکرنا بہ تذکرۃ۔ تنزیلا بدل من

* ...... استوی قال ثعلب والزجاج والفراء الاستواء الاقبال علی الشئی وقیل ھو کنایۃ عن العز والملک والسلطان واما الاستواء بمعنی استقر فلم یثبت۔ والارجح استواء یلیق بہ فانہ من صفاتہ تعالیٰ وکیفیتہ مجھول ۱۲ منہ۔

■: ...... علی العرش استوی پر فرقہ آریہ وغیرہا بابت کچھ اعتراض کرتے ہیں کہ اس سے خدا کا مجسم اور متمکن ہونا ثابت ہے جو اس کے تقدس کے خلاف ہے مگر اس گروہ نے اور ان لوگوں نے کہ جن کی تقلید سے یہ اعتراض کیا ہے مفسرین کے اقوال پر نظر نہیں کی نہ علماء کی ان تحقیقات کو سنا جو اس مسئلہ کی بابت ہوئی ہے۔ قدماء کہتے ہیں کہ اس لفظ پر ہمارا ایمان ہے اور استویٰ سے وہی استویٰ مراد ہے جو اس کی شان کے لائق ہے نہ وہ جو اس کے خلاف ہے۔ متاخرین کہتے ہیں کہ عرش سے مراد کوئی لکڑی یا سونے چاندی کا تخت نہیں کہ خدا اس پر بیٹھا ہو وہ اس سے قطعاً پاک ہے بلکہ یہ کنایہ ہے جس سے مراد تخت حکومت ہے۔ استویٰ سے مراد اس پر ان کا متصرفانہ قادرانہ تسلط ہے مخلوق کو پیدا کیا آسمان وزمین سب کچھ بنایا پھر ان پر حکومت وتصرف اور ان کی تدبیر وترتیب کی۔ اگر عرش سے مراد ایک ایسا آسمان لیا جائیں جو سب کے اوپر ہے اور سب کو محیط ہے جس نے عالم ناسوت کا احاطہ کرلیا ہے پھر اس کے اوپر عالم ملکوت وناسوت اور لاہوت بھی ہے جہاں ملائکہ مقربین اور سب سے وراء الوراء ذات پاک ہے اس بات کو شرع نے بطور کنایہ کے بادشاہوں کے تخت پر بیٹھنے اور حضوری میں ملائکہ کے کھڑے رہنے سے اور تخت کو آٹھ فرشتوں کے سر پر اٹھائے رکھنے سے تعبیر کیا ہے اور ایسے باریک اسرار استعاروں اور کنایوں اور تشبیہوں سے بیان کئے جاتے ہیں پھر اس کو ظاہر پر محمول کر کے اعتراض کرنا معترض کے خود فہم کا قصور ہے اور سمجھا ہے تو اس کی بدنفسی ہے۔ ۱۲

■: ...... الثری التراب الندی فان لم یکن ندیا فھو تراب والمراد مرکز الارض فانہ تحت حقیقی من کل جھۃ وما قیل المراد بہ الثری الذی تحت الصخرۃ التی علیھا ثور فانہ من الاسرائیلیات لاتلتفت الیہ۔ الجھر رفع الصوت والسر خلافہ واما اخفی ما اخطرہ ببالہ وقیل السر ما اخفی الانسان فی نفسہ والاخفی ما خفی علی ابن آدم ۱۲ منہ)

اللفظ بفضلہ الناصب لہ۔ العلی جمع علیا تانیث اعلیٰ۔ الرحمن بالجر بھی پڑھا جاتا ہے صفة لمن خلق فیکون علی العرش استوی خبرا مخذوفا ای ھو۔ وکذا ان رفع علی المدح دون الابتداء۔

سورت کا شانِ نزول

تفسیر:......ابن مردودیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مکہ میں ابتداءِ نزول قرآن کے وقت جناب رسول اللہ ﷺ تہجد کی نماز میں کبھی اس پاؤں پر کبھی اس پاؤں پر کھڑے ہوکر اس قدر طویل قیام کرتے تھے کہ قدم مبارک ورم کر آتے تھے جس کو دیکھ کر کفار قریش کہتے تھے کہ اس پر قرآن نازل کیا ہوا زحمت میں پڑ گیا۔ اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی اور یہ بھی منقول ہے کہ قرآن سے آنحضرت ﷺ لوگوں کو اس قدر وعظ و پند فرماتے تھے کہ نفس کے سب آرام جاتے رہے تھے اس پر کفار کے جھگڑے مزید برآں تھے تب کفار کہنے لگے کہ قرآن کیا اترا یہ شخص مشقت و مصیبت میں پڑ گیا۔ طٰہٰ حروف مقطعات ہیں جن کی بحث مقدمہ تفسیر میں ہو چکی۔

قرآن مشقت کے لیے نہیں اتارا گیا:......فرماتا ہے کہ اے نبی میں نے قرآن اس لئے نہیں نازل کیا کہ آپ مصیبت میں پڑ جاؤ بلکہ خدا ترس لوگوں کے لئے نصیحت کرنے کے لئے اور یہ کسی ایسے ویسے کا نازل کیا ہوا نہیں ہے بلکہ اُس کا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس نے تختِ حکومت پر بیٹھ کر تمام عالم کی تدبیر کی سب کا بندوبست وافی کر دیا۔

اللہ کی حکومت:...... اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی ۝ چونکہ وہ رحمٰن ہے اس کی رحمت کا مقتضیٰ یہ بھی ہوا کہ اس نے اپنے بندوں کی اصلاح آخرت اور تزکیہ ارواح و نفوس کے لیے قرآن نازل کیا وہ ان کی تدبیر سے کیوں ساکت رہتا کیونکہ مَا فِی السَّمٰوٰتِ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب اسی کی مخلوق اسی کی ملک ہے سب پر اس کی نظرِ رحمت ہے ہر چیز کی حاجت روا کرتا ہے انسان کی حاجت معلّم روحانی وصحیفہ آسمانی کی طرف اشد تھی۔ الثریٰ زمین کے نیچے کے طبقہ کو کہتے ہیں۔

علم الٰہی کی وسعت ان آیات میں جس طرح اس کی قدرت و ارادے کا ثبوت ہے اسی طرح اس کی رحمت کا بھی کہ جس کی وجہ سے قرآن نازل ہوا مگر قدرت و ارادہ علم کے بغیر ممکن نہیں اس لئے صفتِ علم کے ثبوت کے لئے فرماتا ہے۔ وان تجھر بالقول......الخ فاعلم انہ غنی عن جھرک فانہ یعلم السر واخفی (بیضاوی) اگر تو دعا و ذکر پکار کر کرے تو اس کو اس کی حاجت نہیں کیونکہ اس کو پوشیدہ بات جو بہت آہستہ کہی جاتی ہے اور وہ جو اس سے بھی مخفی ہو یعنی دل کی بات سب معلوم ہے۔

اور جب کہ یہ ثابت ہو گیا کہ وہ تمام صفات الوہیت کو جامع ہے تو یہ ثابت ہو گیا کہ خدائی خاص اسی کا حصہ ہے اس لئے فرمایا اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۔ اللہ کے اسماء حسنیٰ اور چونکہ رحمٰن کے نام سے وہ چونکتے تھے تو فرمایا کہ لَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی ۝ کو اس کے سب نام نیک اور عمدہ ہیں رحمٰن کسی اور کا نام نہیں یہ بھی اسی کا نام ہے جو مقام رحمت پر استعمال کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

وَہَلۡ اَتٰىکَ حَدِیۡثُ مُوۡسٰی ۝۹ اِذۡ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَہۡلِہِ امۡکُثُوۡۤا اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا لَّعَلِّیۡۤ اٰتِیۡکُمۡ مِّنۡہَا بِقَبَسٍ اَوۡ اَجِدُ عَلَی النَّارِ ہُدًی ۝۱۰ فَلَمَّاۤ اَتٰىہَا نُوۡدِیَ یٰمُوۡسٰی ۝۱۱ اِنِّیۡۤ اَنَا رَبُّکَ فَاخۡلَعۡ نَعۡلَیۡکَ ۚ اِنَّکَ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ طُوًی ۝۱۲ وَاَنَا

اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى (۱۳) اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ
الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ (۱۴) اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا
تَسْعٰى (۱۵) فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى (۱۶) وَمَا
تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى (۱۷) قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى
غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى (۱۸) قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى (۱۹) فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ
تَسْعٰى (۲۰) قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ٜ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى (۲۱) وَاضْمُمْ
يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى (۲۲) لِنُرِيَكَ مِنْ
اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى (۲۳) اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى (۲۴) ع

ترجمہ:......اور کیا تمہیں موسیٰ کی بات بھی پہنچی؟ (۹) (معلوم ہوئی) جب کہ اس نے آگ دیکھی تو اپنی گھر والی سے کہا کہ ٹھہرو مجھے آگ دکھائی دی ہے شاید کہ میں اس میں سے تمہارے پاس کوئی چنگاری لاؤں یا وہاں کسی راہبر کو پاؤں (۱۰) پھر وہ جب اس کے پاس آئے تو آواز آئی کہ اے موسیٰ! (۱۱) میں ہوں تمہارا رب پس تم اپنی جوتیاں اُتار لو کیونکہ تم پاک وادی میں ہو جو طویٰ ہے (۱۲) اور میں نے تم کو برگزیدہ کیا پس جو کچھ وحی کی جاتی ہے (۱۳) اس کو غور سے سُنو کہ میں ہی تو اللہ ہوں میرے سوا اور کوئی معبود نہیں پس میری عبادت کیا کرو اور میری ہی یاد کے لئے نماز پڑھا کرو (۱۴) بے شک قیامت آنے والی ہے ہم اس کو مخفی رکھنا چاہتے ہیں تا کہ ہر ایک کو اس کی کوشش کا بدلہ دیا جائے (۱۵) پھر یہ نہ ہو کہ جو شخص اس کا یقین نہیں کرتا اور وہ اپنی خواہش پر چلتا ہے کہ تم کو اس کے فکر سے باز رکھے پھر تم تباہ ہو جاؤ (۱۶) اور اے موسیٰ! تمہارے دائیں ہاتھ میں یہ کیا چیز ہے؟ (۱۷) کہا یہ میرا عصا ہے اس پر سہارا لگایا کرتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے واسطے پتے جھاڑا کرتا ہوں اور میرے لئے اس میں اور بھی فائدے ہیں (۱۸) فرمایا اے موسیٰ اس کو ڈال دو پھر اس کو (۱۹) (موسیٰ نے) ڈال دیا تو جب ہی وہ سانپ بن کر دوڑنے لگا (۲۰) فرمایا اس کو پکڑ لو اور مت ڈرو ہم اس کو ابھی اس کی پہلی حالت پر کیے دیتے ہیں (۲۱) اور اپنا ہاتھ اپنی بغل میں رکھ لو تو بغیر اس کے کہ اس میں کوئی عیب ہو ایک اور دوسری نشانی ہو کر چمکتا ہوا نکلے گا (۲۲) تا کہ ہم تمہیں اپنی بڑی نشانیوں میں سے (اور بھی کچھ) دکھائیں (۲۳) فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے (۲۴)۔

ترکیب:......اذ ظرف ہے حدیث کا یا مفعول بہ ای اذکر هذی ای، هادیا یدلنی علی الطریق۔ نودی کا مفعول مالم یسم فاعلہ محذوف ای نودی موسیٰ یا موسیٰ...... الخ بیان نداء طویٰ اسمُ علم للوادی وهو بدل منه لذکری لام متعلق ہے اقم سے لتجزی لام متعلق ہے اٰتیة سے سیرتها منصوب بنزع الخافض ای الیٰ حالتها بیضاء حال ہے من غیر سوء متعلق ہے تخرج کے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تفصیلی واقعہ

تفسیر: قرآن کے نازل ہونے سے کفار سخت متعجب تھے۔ اس لئے اس کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زحمت کا سبب قرار دیتے تھے

اور موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل ہونے کے یہود و نصاریٰ اور ان کے اتباع کفار عرب بھی قائل تھے اس لئے یہاں سے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتا ہے کہ دیکھو ان کو کس طرح سے الہام ہوا آگ لینے گئے تھے نبوت مل گئی یہ اس کے فضل کی بات ہے پس اگر حضرت محمد ﷺ پر خدا نے تمام عالم کو تاریکی کے پردوں سے نکالنے کے لئے قرآن نازل کیا تو کیا تعجب ہے؟ یہ ہے موسیٰ کے بیان کرنے کا باعث۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے رب سے ہم کلام ہونا:...... اِذْ رَاٰ نَارًا ...... الخ اُس وقت کا ذکر ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام مدین سے اپنی بیوی کو لے کر مصر کو جا رہے ہیں راستہ میں رات میں بیوی کو سردی معلوم ہوئی موسیٰ علیہ السلام کو دور سے ایک آگ کا شعلہ نظر آیا یہ آگ لینے وہاں گئے اور یہ بھی سمجھے کہ ضرور یہاں کوئی آدمی ہوگا اس سے رستہ بھی ملے گا مگر جب وہاں پہنچے تو ایک سبز درخت سے شعلہ نظر آیا جس کو دیکھ کر تعجب ہوا در اصل وہ آگ نہ تھی نور الٰہی کی تجلی تھی۔ تب موسیٰ کو آواز دی گئی فرشتے نے آواز دی یا خدا تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوئی جیسی ندا کہ اس کی ذات کے لائق ہو تب خدا سے کلام اور الہام شروع ہوا۔ پھر آیات میں آخر تک اسی کا ذکر ہے جو موسیٰ اور خدائے تعالیٰ سے باہم کلام ہوا۔ جوتیاں نکالنے کو فرمایا ادب کے لحاظ سے کیونکہ وہ مقام وادی مقدس میں طویٰ ہے جو کوہِ طور کے پاس ہے۔ ثابت ہوا کہ مقاماتِ مقدسہ میں جوتیاں اُتار لینا گو پاک ہوں ادب کی بات ہے۔ بعض کہتے ہیں جوتیوں میں ناپاکی تھی یا گدھے کے کچے چمڑے کی تھیں اس لئے اُتارنے کو فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس موقع پر خدا تعالیٰ نے یہ اصولِ دین تعلیم فرمائے۔

اصولِ دین:...... اول اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰهُ کہ میں ہی ایک الٰہ ہوں میرے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں۔ یہ توحید ہے۔ اس لئے فرمایا فَاعۡبُدۡنِیۡ کہ میری ہی عبادت کرنا، یہ دوسری بات تھی۔ عبادت عام ہے ذکر ہو مراقبہ ہو دعا ہو حاجات میں پکارنا ہو مدد مانگنا ہو زکوٰۃ و خیرات ہو یہ احکام شریعت انہیں میں احکامِ عشرہ بھی آ گئے جن کی بابت کوہِ طور پر تاکید ہوئی پھر اس میں سے وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكۡرِیۡ بالخصوص موکد فرمایا۔ تیسری بات اِنَّ السَّاعَةَ کہ قیامت ضرور قائم ہونے والی ہے جس کو میں مخفی رکھنا چاہتا ہوں وقت اور سال مقرر نہیں کرتا تا کہ خدا پرستوں کو ہر وقت کھٹکا لگا رہے۔ شریعت و عبادت کے حکم کے بعد قیامت کی خبر دینا اس بات پر تنبیہ ہے کہ یہ عبث کام نہیں اس کے ثمرات نئی زندگانی میں جو جاودانی ہوگی ضرور ملیں گے۔ چوتھی بات فَلَا یَصُدَّنَّكَ اس پر قائم رہنا کسی جبار منکر نفس کے مرید کے اثر اور روک سے اس سے باز نہ آنا یہ استقامت اور ثابت قدمی ہے جو دین کے لئے ضروری ہے اور اس لئے بھی تاکید کی کہ انہیں ایک جبار دنیا پرست کے پاس پیغام لے کر جانا تھا۔ اس کے بعد اس کے پاس پہنچنے کی تمہید شروع ہوتی ہے۔

معجزۂ عصاء:...... فقال وَمَا تِلۡكَ الخ کہ تمہارے ہاتھ میں یہ کیا ہے خدا کو معلوم تھا مگر اس پر ایک معجزہ دینا تھا اس لئے پوچھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میرا عصا ہے جس سے یہ یہ کام لیتا ہوں بے کار لٹھ لئے نہیں پھرتا ہوں۔ حکم دیا کہ اس کو زمین پر ڈال دے۔ ڈالا تو سانپ بن کر پھن پھنانے لگا۔ موسیٰ علیہ السلام ڈر گئے۔ فرمایا مت ڈرو۔ اس کو اٹھایا تو پھر وہی عصا تھا۔ یہ ایک معجزہ عطا ہوا۔ پھر فرمایا اپنی بغل میں ہاتھ دبا کر باہر نکالو تو آفتاب کی طرح چمکنے لگا۔ یہ دو معجزے ان کو ان کی صداقت کے نشان میں عطا ہوئے۔ پہلے میں جبروتِ الٰہی کا اظہار تھا جو فرعون جیسے سرکش کے لئے ضروری بات تھی۔ دوسرے میں وہ راہنمائی اور روشنی طریقہ کی طرف اشارہ تھا جو مقصودِ انبیاء علیہم السلام ہے اس کے بعد حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ اور یہ کہو اس لئے کہ وہ بڑا سرکش ہو گیا ہے۔

قَالَ رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ ﴿۲۵﴾ وَیَسِّرۡ لِیۡۤ اَمۡرِیۡ ﴿۲۶﴾ وَاحۡلُلۡ عُقۡدَةً مِّنۡ لِّسَانِیۡ ﴿۲۷﴾
یَفۡقَهُوۡا قَوۡلِیۡ ﴿۲۸﴾ وَاجۡعَلۡ لِّیۡ وَزِیۡرًا مِّنۡ اَهۡلِیۡ ﴿۲۹﴾ هٰرُوۡنَ اَخِی ﴿۳۰﴾ اشۡدُدۡ بِهٖۤ اَزۡرِیۡ ﴿۳۱﴾

وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۳۲﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّكَ كُنْتَ
بِنَا بَصِيْرًا ﴿۳۵﴾ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً
اُخْرٰٓى ﴿۳۷﴾ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ﴿۳۸﴾ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ
فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ۭ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ
ثلٰثة مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ﴿۳۹﴾ اِذْ تَمْشِيْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى
مَنْ يَّكْفُلُهٗ ۭ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۬ وَقَتَلْتَ نَفْسًا
فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۣ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۙ ثُمَّ
جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿۴۰﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿۴۱﴾ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ
بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿۴۲﴾ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۴۳﴾

ترجمہ:......عرض کیا کہ اے رب میرا دل کھول دے ﴿۲۵﴾ اور میرے کام کو آسان کر دے ﴿۲۶﴾ اور میری زبان سے گرہ کھول دے ﴿۲۷﴾ تا کہ وہ میری بات سمجھیں ﴿۲۸﴾ اور میرے کنبہ میں سے کسی کو وزیر بھی کر دے ﴿۲۹﴾ میرے بھائی ہارون کو ﴿۳۰﴾ اس سے میری کمر مضبوط کر دے ﴿۳۱﴾ اور اس کو میرے کام میں شریک کرتا ﴿۳۲﴾ کہ ہم تیری تقدیس بہت کیا کریں ﴿۳۳﴾ اور تجھ کو بہت یاد کیا کریں ﴿۳۴﴾ تو ہی تو ہے جو ہم کو خوب دیکھ رہا ہے ﴿۳۵﴾ فرمایا اے موسیٰ تیری درخواست منظور ﴿۳۶﴾ اور ہم تو تم پر بار بار احسان کر چکے ہیں ﴿۳۷﴾ جب کہ تمہاری ماں کی طرف ہم نے جو کچھ الہام کرنے کا تھا ﴿۳۸﴾ الہام کیا تھا وہ یہ کہ اس کو (موسیٰ کو) صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دے پھر دریا اس کو کنارہ پہ ڈال دے گا اس کو میرا اور اس کا دشمن پکڑ لے گا (فرعون) اور اے موسیٰ تجھ پر ہم نے اپنی محبت ڈال دی تھی (تا کہ جو دیکھے تجھ کو پیار کرے) اور تا کہ میرے سامنے پرورش پائے ﴿۳۹﴾ جب کہ اے موسیٰ تمہاری بہن کہتی جا رہی تھی کہ کہو تو میں تم کو ایسی انّا بتاؤں جو اس کو اچھی طرح پرورش کرے پس (اس طور سے) اے موسیٰ ہم نے تم کو تمہاری ماں کے پاس پہنچا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غم نہ کھائے اور اے موسیٰ تم نے ایک شخص کو مار ڈالا تھا پھر ہم نے تم کو اس غم سے نجات دی اور ہم نے تم کو بار بار آزمائش میں ڈالا پھر تو تم برسوں مدین کے لوگوں میں رہے پھر تم اے موسیٰ مدت معیّن پر پھر آئے ﴿۴۰﴾ اور تم کو میں نے خاص اپنے لئے پسند کر لیا ہے ﴿۴۱﴾ تم اور تمہارا بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا ﴿۴۲﴾ تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ کیونکہ اس نے سر اُٹھا رکھا ہے ﴿۴۳﴾۔

تفسیر:......جب موسیٰ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہو کر شرف نبوت پا چکے تھے تو یہ چار چیزیں طلب کیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے رب سے چار چیزیں طلب کرنا

۱)......اشرح لی صدری نبی کو عالم کی اصلاح کرنی پڑتی ہے، طرح طرح کی سختیاں اُٹھانی پڑتی ہیں روحانی احکامات کی تعلیم اور اخلاق

حمیدہ کی ترغیب دینا اور اس کے تحمل کی آنکھوں میں حقارت پیدا کر دینا ہوتا ہے۔ یہ سب باتیں جب ہوتی ہیں کہ جب خدا دل کو کھول دے اس کے دل سے حجابات ظلمانیہ جو اس کی بستگی کا باعث ہیں اُٹھ جائیں۔ اس کو شرح صدر کہتے ہیں وَيَسِّرْ لِي اسی کی تشریح ہے۔

۲)......وَاحْلُلْ یہ ظاہری اصلاح کی دعا تھی جیسا کہ اول باطن سے متعلق تھی، حضرت موسیٰ کی زبان پر لکنت تھی بعض کہتے ہیں پیدائشی بعض کہتے ہیں لڑکپن میں جب کہ کھیلتے ہوئے فرعون کو لکڑی مار بیٹھے یا اس کی داڑھی نوچی تھی تو اس نے مارنے کا قصد کیا تھا اس کی بیوی آسیہ نے سفارش کی کہ نادان بچہ ہے۔ اس نے امتحان کے لئے ایک طرف آگ اور ایک طرف یاقوت رکھ دیئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آگ منہ میں ڈال لی جس سے زبان پر لکنت پیدا ہوگئی اور ممکن ہے کہ امراء و شاہان جبار کے سامنے انسان کی زبان پر ہیبت میں آکر گرہ لگ جایا کرتی ہے صاف صاف نہیں کہہ سکتا اس گرہ کے کھولنے کی دعا کی ہو۔

حضرت ہارون علیہ السلام کے نبوت کی درخواست

۳)......وَاجْعَلْ لِّي کہ ہارون کو میرا وزیر یعنی کارکن کردے اشْدُدْ بِهٖ اس کی تشریح ہے۔

۴) وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ اس کو نبی کردے۔ ان باتوں کو خدا تعالیٰ نے منظور کرلیا اور فرمایا کہ ہم نے تجھ پر اے موسیٰ دوبارہ احسان کیا ایک بار یہ اور ایک بار وہ جس کا بیان اِذْ اَوْحَيْنَآ ......الخ سے لے کر وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ تک ہے۔

یہ احسانات موسیٰ کی ولادت اور فرعون کے گھر میں پرورش پانے اور قبطی کو مار کر مدین جا کر برسوں رہنے کے متعلق ہیں جن کی تفسیر ہم تفسیر سورۂ بقرہ میں کر آئے ہیں وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ای محبة کائنة منه قد زرعتها فی القلوب بحیث لایکاد یصبر عنک من راٰک (بیضاوی) یعنی تجھ کو محبوب کر دیا فرعون بھی تجھ پر شیفتہ ہو گیا تھا۔ منی، القیت سے متعلق ہوگا تو یہ معنی ہوں گے کہ میں نے تجھ سے محبت کی۔ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ لتربی ویحسن الیک وانا راعیک وراقبک ای تربی بحفظی والعطف علی علة مضمرة مثل لیتعطف علیک۔ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ۔ قدر کے دو معنی ایک قدرت کے کہ اے موسیٰ ہماری قدرت سے تو اس جگہ آیا یعنی ہم تجھ کو یہاں کلام کرنے کے موقع میں لائے۔

دوم مقدار معین کے یعنی مدت معین کے بعد تو آیا تو میں نے تجھ کو اپنے لئے منتخب کرلیا ہے۔ اب تم دونوں بھائی فرعون کے پاس جاؤ اور ہماری آیات یعنی معجزات تمہاری شہادت کے لیے تمہارے ساتھ ہیں۔

ذکر کے فوائد:......اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔ ذکر الٰہی میں ایک بڑی قوت ہے جس سے ہیبت اور وقار پیدا ہوتا ہے گردن کشوں کی گردنیں سامنے جھک جاتی ہیں دل میں قوت اور کام میں سہولت پیدا ہوتی، روحانیت کا غلبہ رہتا ہے جس سے بڑے بڑے کام سرانجام پاتے ہیں۔ کلام تمام کر کے فرماتا ہے اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ کہ اے موسیٰ تم اپنے بھائی ہارون کو ساتھ لے کر فرعون کے پاس جاؤ اور۔

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ
عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿۴۵﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿۴۶﴾ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ
اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰكَ

بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿٤٧﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَاۤ اَنَّ
الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿٤٨﴾ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿٤٩﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْۤ
اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿٥٠﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿٥١﴾ قَالَ عِلْمُهَا
عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ﴿٥٢﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا
وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ
نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿٥٣﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿٥٤﴾ ع ۲

ترجمہ:......پس اس سے (جاکر) نرمی سے بات کرنا شاید وہ سمجھ جائے اور خدا سے ڈرے ﴿٤٤﴾ ان دونوں نے عرض کی کہ اے رب ہمیں خوف ہے کہ کہیں وہ ہم پر زیادتی نہ کرے یا سرکشی کرنے لگے ﴿٤٥﴾ فرمایا کہ ڈرو مت میں تو تمہارے ساتھ سنتا اور دیکھتا ہوں ﴿٤٦﴾ پس تم دونوں اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم آپ کے رب کی طرف سے پیغام لے کر آئے ہیں کہ ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو جانے دیجئے اور ان کو (کسی طرح کی) تکلیف نہ دو البتہ ہم آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں اور سلامتی اس کے لئے ہے جو راہِ راست پر چلے ﴿٤٧﴾ بے شک ہم کو حکم سنا دیا گیا ہے کہ عذاب اسی پر نازل ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو جھٹلائے اور منہ پھیر لے ﴿٤٨﴾ (فرعون) نے کہا اے موسیٰ پھر تمہارا رب کون سا ہے؟ ﴿٤٩﴾ (موسیٰ نے) کہا کہ ہمارا رب وہ ہے کہ جس نے ہر چیز کو صورتِ خاص عطا کی پھر [1] راہنمائی کی ﴿٥٠﴾ (فرعون نے) کہا پھر پہلے قرن والوں کا کیا حال ہے؟ ﴿٥١﴾ (موسیٰ نے) کہا ان کی خبر تو میرے رب کے پاس کتاب میں ہے نہ میرا رب بہکتا ہے اور نہ بھولتا ہے ﴿٥٢﴾ وہ ہے کہ جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش کر دیا اور اس میں تمہارے لئے رستے چلائے اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے ہر قسم کی مختلف نباتات پیدا کیں ﴿٥٣﴾ (اور اجازت دی کہ) کھاؤ اور اپنے چار پایوں کو بھی چراؤ بے شک عقل مندوں کے لئے تو اس میں بڑی نشانیاں ہیں ﴿٥٤﴾۔

نرم گفتار کا اثر

تفسیر:......فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا اس سے نرمی سے بات کرنا۔ کیوں کہ نرمی نصیحت کے لئے ایسی ہے کہ جیسا جسم کے لیے روح۔ سختی سے دل پر اثر نہیں ہوتا خصوصاً جبار اور بھی بگڑ جاتے ہیں اس لئے فرمایا کہ لَعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى موسیٰ نے از خود اپنے بھائی کی طرف سے بھی (کیونکہ اس وقت ان کے بھائی ہارون مصر میں تھے) عذر کیا کہ ہمیں ان کے ظلم و سرکشی کا خوف ہے قَالَا رَبَّنَاۤ . . . الخ خدا تعالیٰ نے ان کی تسلی کی لَا تَخَافَاۤ الخ کہ میں تمہارے ساتھ ہوں فَاْتِيٰهُ پس اس کے پاس جا کر فَقُوْلَاۤ یہ کہو اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ الخ یہاں سے لے کر مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى تک اسی پیغام کی تقریر ہے۔

فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باہم گفتگو:......پھر قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا سے فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو کا بیان ہے جو انہوں نے فرعون کے دربار میں کی تھی۔ اوّل فرعون نے پوچھا کہ تمہارا رب کون ہے؟ فرعون فرقہ صابیہ میں سے تھا جو ستاروں کی پرستش کیا کرتے تھے اور اہلِ مصر کا بھی غالباً یہی مذہب تھا وہ خدا تعالیٰ کے قائل تھے۔ پھر جو وہ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کہتا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام

[1]...... ہر مخلوق کو ایک مناسب شکل دی ہے جو اس سے بہتر یا دوسرے خیال میں نہیں آسکتی تکمیل پیدائش کر کے ہر ایک کو اس کے مناسب اغراض کی راہنمائی کی ۱۲۔

سے رب کے بارے میں سوال کرتا تھا غالباً اس کی یہ وجہ تھی کہ وہ اپنی شوکت و دولت اور ان طلسمات کے زور پر جو اس عہد میں تھے رعیت پر رُعب جمانے کے لئے اپنے آپ کو رب ❶ کہتا تھا۔ جیسا کہ قدیم زمانے میں بعض بادشاہوں کا دستور تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہمارا رب تو وہ ہے جس نے ہر ایک چیز کو اس کی مناسب صورت پر پیدا کیا۔ انسان اور اس کے ہر عضو کو خیال کیجئے جس موقع پر آنکھوں کا لگانا مناسب تھا وہاں آنکھیں لگائیں، کان کی جگہ کان ہر چیز میں یہی کاری گری ملحوظ ہے۔ اَعۡطٰی کُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَهٗ کے یہی معنی ہیں اور اسی لئے اس کی جگہ خَلَقَ کُلَّ شَیۡءٍ نہ کہا۔ پھر جسم کے اندر یہ توصنعت کی ہی تھی لیکن ان کے مصالح دنیا و آخرت کے لئے ان وقوئی ظاہرہ و باطنہ بھی دیئے کما قَالَ ثُمَّ هَدٰی یہاں تک کہ مکھی اور مچھر بھی اپنی تدابیر سے غافل نہیں پھر یہ باتیں بجز مدبر عالم کے اور کون کر سکتا ہے؟ فرعون کو اس کا تو کچھ جواب نہ آیا مگر جاہلانہ طور پر یہ سوال کیا فَمَا بَالُ کہ پہلے لوگ صدہا (سینکڑوں) برس اسی مذہب پر تھے بت پرستی کیا کرتے تھے پھر ان کا کیا حال ہوا ہوگا وہ تو سب گمراہ ٹھہرتے ہیں اور قابلِ عذاب۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کا مجملاً جواب دیا کہ ان کا حال تو خدا کو معلوم ہے، پھر آ گیا اور چند اوصاف اللہ تعالیٰ کے ایسے بیان کئے کہ جن سے فرعون کو یہ معلوم ہو جائے کہ دراصل رب اور ہی کوئی ہے جس نے زمین بنائی، راستے نکالے، پانی برساتا ہے۔

مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى ﴿۵۵﴾ وَلَقَدۡ اَرَيۡنٰهُ
اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿۵۶﴾ قَالَ اَجِئۡتَنَا لِتُخۡرِجَنَا مِنۡ اَرۡضِنَا بِسِحۡرِكَ
يٰمُوۡسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاۡتِيَنَّكَ بِسِحۡرٍ مِّثۡلِهٖ فَاجۡعَلۡ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكَ مَوۡعِدًا لَّا نُخۡلِفُهٗ
نَحۡنُ وَلَاۤ اَنۡتَ مَكَانًا سُوًى* ﴿۵۸﴾ قَالَ مَوۡعِدُكُمۡ يَوۡمُ الزِّيۡنَةِ وَاَنۡ يُّحۡشَرَ النَّاسُ
ضُحًى ﴿۵۹﴾ فَتَوَلّٰى فِرۡعَوۡنُ فَجَمَعَ كَيۡدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۰﴾ قَالَ لَهُمۡ مُّوۡسٰى وَيۡلَكُمۡ لَا
تَفۡتَرُوۡا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسۡحِتَكُمۡ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدۡ خَابَ مَنِ افۡتَرٰى ﴿۶۱﴾ فَتَنَازَعُوۡۤا
اَمۡرَهُمۡ بَيۡنَهُمۡ وَاَسَرُّوا النَّجۡوٰى ﴿۶۲﴾ قَالُوۡۤا اِنۡ هٰذٰنِ* لَسٰحِرٰنِ يُرِيۡدٰنِ اَنۡ
يُّخۡرِجٰكُمۡ مِّنۡ اَرۡضِكُمۡ بِسِحۡرِهِمَا وَيَذۡهَبَا بِطَرِيۡقَتِكُمُ الۡمُثۡلٰى ﴿۶۳﴾ فَاَجۡمِعُوۡا
كَيۡدَكُمۡ ثُمَّ ائۡتُوۡا صَفًّا ۚ وَقَدۡ اَفۡلَحَ الۡيَوۡمَ مَنِ اسۡتَعۡلٰى ﴿۶۴﴾ قَالُوۡا يٰمُوۡسٰۤى

---

❶ کل کا پرورش کرنے والا میں ہوں نہ کہ خدا۔ جبار بادشاہوں کا ایسا خیال کچھ بعید نہیں قوم ہنود کے راجا ان داتا بنا تے ہیں اور پوجے جاتے ہیں نمرود کا بھی یہی حال تھا ۱۲۔

• انتصاب مکانا سوی بفعل دل علیہ المصدر او بانہ بدل من موعدا علی تقدیر مکان مضاف الیہ ۱۲ منہ۔ * وہذین اسم ان ہے حارث بن کعب کے محاورہ میں وہ تثنیہ کا اعراب تقدیری مانتے ہیں اور ممکن ہے کہ اسم ان ضمیر شان ہو و ھذان لساحران خبر۔ اور بعض کہتے ہیں ان بمعنی نعم و مابعد اس کا مبتدا و خبر ہے اور ابوعمرو نے ھذین پڑھا ہے تب کچھ دقت نہیں اور حفص اور ابن کثیر نے ان مخففہ پڑھا ہے ۱۲ منہ۔

اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿۶۵﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ
وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً
مُّوْسٰى ﴿۶۷﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا
صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ* ۭ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾

ترجمہ:......ہم نے تم کو زمین ہی سے پیدا کیا اور پھر تم کو اسی میں لے جائیں گے اور اسی سے تم کو بارِ دگر نکالیں گے ﴿۵۵﴾ اور البتہ ہم نے فرعون کو اپنی سب ہی نشانیاں تو دکھائیں پر وہ جھٹلاتا اور انکار ہی کرتا رہا ﴿۵۶﴾ کہنے لگا اے موسیٰ تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہم کو ہمارے ملک سے اپنے جادو کے زور سے نکال دے پھر ہم بھی تیرے مقابلہ میں ویسا ہی جادو لاتے ہیں ﴿۵۷﴾ پس تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وقت مقرر کر لے کہ جس سے نہ ہم خلاف کریں اور نہ تو۔ ایک کھلے میدان میں (مقابلہ ہوجائے) ﴿۵۸﴾ (موسیٰ نے) کہا تمہارا وقت جشن کا دن ہے اور لوگوں کو دن چڑھے جمع کر لینا چاہئے ﴿۵۹﴾ پھر فرعون نے اپنی جگہ پر جا کر اپنے مکر کا سب سامان فراہم کیا اور (وقت مقرر پر سب کو لے کر) آیا ﴿۶۰﴾ موسیٰ نے (ان جادوگروں سے) کہا او کم بختو! خدا پر بہتان نہ باندھو ورنہ وہ کسی عذاب سے تمہارا ستیاناس کر دے گا اور بے شک جس نے جھوٹ بنایا وہ غارت ہوا ﴿۶۱﴾ پس جادوگروں کا باہم اختلاف ہوا اور چپکے چپکے سرگوشیاں کرنے لگے ﴿۶۲﴾ کہنے لگے یہ دونوں جادوگر ہیں تم کو تمہارے ملک سے اپنے جادو کے زور سے نکالنا چاہتے ہیں اور تمہارے عمدہ طریق (مذہب کو بھی) مٹانا چاہتے ہیں ﴿۶۳﴾ پھر تم اپنی تدبیریں جمع کر کے (میدان میں) صف باندھ کر آؤ اور جو آج دَرز رہا وہی بازی لے گیا ﴿۶۴﴾ وہ بولے اے موسیٰ یا تو اوّل تو ہی عصا ڈال اور یا یہ کہ اوّل ہم ڈالیں ﴿۶۵﴾ (موسیٰ نے) کہا بلکہ تم ہی ڈالو پھر تو ان کی رسیاں اور لکڑیاں ان کے جادو سے موسیٰ کو دوڑتی ہوئی معلوم ہونے لگیں ﴿۶۶﴾ جس سے موسیٰ کو دل میں ڈر سا معلوم ہونے لگا ﴿۶۷﴾ ہم نے کہا ڈرو مت تم ہی غالب رہو گے ﴿۶۸﴾ اور جو کچھ تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے اسے زمین پر ڈال دو جو کچھ جادوگروں نے (سانگ) بنایا ہے سب کو ہڑپ کر جائے گا جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ تو صرف جادوگروں کا شعبدہ ہے اور جادوگر کو جہاں کہیں جائے فلاح نہیں ہوتی ﴿۶۹﴾۔

فرعون کا مکر:...... باہمی گفتگو کے بعد فرعون نے جب کہ دربار میں موسیٰ علیہ السلام کے معجزے دیکھے یہ کہہ دیا کہ جادوگر ہے جادو کے زور سے لوگوں کو یہاں سے باہر لے جانا چاہتا ہے سو ہم بھی اس کے مقابلہ میں ایسا ہی سحر لائیں گے۔ موسیٰ سے مقابلہ کی ٹھہری اور وقت مقرر کرایا موسیٰ نے کہا یَوْمُ الزِّیْنَةِ جشن کا دن، مصریون کے ہاں سال بھر کے بعد ایک بڑا جشن ہوتا تھا جس طرح ہندوؤں کے میلے ہوتے ہیں، بتوں کی پرستش کے لئے، یہ اس لئے کہ اس روز مجمع عام ہوگا سب لوگوں کو امر حق معلوم ہوجائے گا۔ فرعون نے جابجا بڑے بڑے جادوگروں کے پاس آدمی بھیجے اور ان کو انعام کا وعدہ دیا۔ اس عہد میں طلسم و نیرنجات کا از حد چرچا تھا جیسا کہ مصر کی تاریخ اور فراعنہ کے تعمیر کردہ مکانات سے معلوم ہوتا ہے بڑے بڑے جادوگر جمع ہوئے اور آپس میں مشورے کرنے لگے۔ کوئی کہتا تھا یہ مقدس شخص ہے اس کے چہرے سے معلوم ہوتا ہے کوئی کہتا تھا کہ یہ بھی ہمارے علم کا بڑا ماہر ہے۔ موسیٰ نے مقابلہ کے وقت انہیں سمجھایا کہ بدنصیبو! ایسی باتیں نہ کرو اور اس بت پرستی کو خدا کی طرف منسوب نہ کرو کہ اس نے حکم دیا ہے کہ خدا پر جھوٹی باتیں بنانے والا فلاح نہیں پاتا۔

جادو کا مقابلہ:...... آخرکار مجمع عام میں جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا یا تو اوّل آپ اپنے عصا کا کچھ کرشمہ دکھایئے (کیونکہ

* كيد ساحر بالرفع على ان موصولة وبالنصب على ان ما كافة ۱۲ منہ۔

معلوم ہو چکا تھا کہ فرعون کے دربار میں موسیٰ نے ہاتھ سے جب عصا ڈالا تو اژدہا بن گیا تھا) یا ہم ڈالیں۔ موسیٰ نے کہا تم ہی ڈالو۔ ان کے ڈالنے سے ان کی وہ رسیاں اور لکڑیاں طلسم یا کسی شعبدہ کی وجہ سے موسیٰ کو حرکت کرتی ہوئی دکھائی دینے لگیں اور موسیٰ دل میں ڈر گئے خدا تعالیٰ نے فرمایا مت ڈر تو ہی تو غالب رہے گا اور اپنا عصا تو بھی ہاتھ سے ڈال دے چنانچہ ڈالتے ہی اژدہا بن گیا اور ان کے سب سانپوں کو لقمہ کر گیا۔ فرماتا ہے کہ ساحر کو کہیں حق کے مقابلہ میں کامیابی اور فلاح ہوتی ہے۔ جادوگروں نے جب یہ دیکھا کہ موسیٰ کا یہ کام جادو اور طلسم کی قوت سے بڑھ کر ہے (اور ہر فن کو اس کا اہل ہی خوب جانا کرتا ہے اور اسی لیے۔

فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ﴿۷۰﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ
اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ
وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۡ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ
اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴿۷۱﴾ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا
فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۚ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ* الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۷۲﴾ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا
الربع لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۚ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى* ﴿۷۳﴾ اِنَّهٗ
مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿۷۴﴾ وَمَنْ يَّاْتِهٖ
مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿۷۵﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ
ع مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ* فِيْهَا ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿۷۶﴾ وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى
مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا
وَّلَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿۷۸﴾
وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿۷۹﴾

* بہت کرے گا ہاتھ پاؤں کٹوا ڈالے گا یا مروا ڈالے گا سو یہ چند روزہ ہے حیاتِ ابدی کی کوئی سزا بھی تیرے اختیار میں نہیں۔
* یعنی اس کی بخشش اور عطا تیرے انعام سے کہیں بہتر ہے اور اس کا عذاب بھی حیات جاودانی کے لحاظ سے بڑا دیرپا ہے ۱۲ منہ۔
* یعنی بنی اسرائیل کو جن کو فرعون نے طرح طرح کے مصائب کر رکھا تھا ۱۲ منہ۔

ترجمہ:......پھر تو جادوگر سجدہ میں گر کر کہنے لگے کہ ہم ہارون و موسیٰ کے رب پر ایمان لائے ۞ (فرعون نے) کہا (کیا) تم میری اجازت سے پہلے ہی ایمان لے آئے بے شک یہ تو تمہارا بڑا (استاد) ہے کہ جس نے تم کو جادو سکھایا ہے سو اب میں ضرور تمہارے ہاتھ اور پاؤں کٹواتا ہوں ایک دایاں ایک بایاں اور تم کو کھجور کے پیڑوں پر لٹکائے دیتا ہوں اور تم کو معلوم ہوگا کہ ہم میں کس کا عذاب سخت اور دیر پا ہے ۞ وہ بولے ہم تجھ کو ہرگز ترجیح نہ دیں گے ان کھلی نشانیوں کے مقابلہ میں جو ہمارے پاس آ چکیں اور نہ اس کے مقابلہ میں کہ جس نے ہمیں بنایا ہے جو تجھے کرنا ہے کر لے تو تو صرف اسی زندگی دنیا پر حکم چلا سکتا ہے ۞ بے شک ہم تو اپنے رب پر ایمان لا چکے ہیں تا کہ وہ ہماری خطائیں بخش دے اور اس کو بھی جو تو نے ہم سے زبردستی سے جادو کروایا ہے اور اللہ ہی بہتر اور باقی ہے ۞ جو کوئی اپنے رب کے پاس مجرم ہو کر آئے گا سو اس کے لئے جہنم ہے جس میں نہ وہ مرے گا اور نہ زندہ ہی رہے گا ۞ اور جو اس کے پاس مومن ہو کر آئے گا حالانکہ اس نے اچھے کام بھی کئے ہوں گے تو ان کے لئے بلند مرتبے ہوں گے ۞ (وہ کیا) ہمیشہ رہنے کے باغ کہ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہا کریں گے اور یہ بدلہ ہے اس کا جو (آلائش) گناہ سے پاک ہو گیا ۞ اور ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ شبا شب میرے بندوں کو (راتوں رات) لے نکلو پھر ان کے لئے دریا پر عصا مار کر سوکھا رستہ بنا دو کہ جس سے نہ تعاقب کا اندیشہ تمہیں رہے گا اور نہ ڈوبنے کا ڈر ہوگا ۞ پھر تو فرعون بھی اپنا لشکر لے کر ان کے پیچھے چل دیا پھر تو ان کو دریا کی موج نے جو ڈھانک لینا چاہئے تھا ڈھانک لیا ۞ اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کر دیا تھا اور راہ پر نہ لایا ۞۔

جادوگروں کا سجدے میں گر پڑنا اور اسلام لانا:......اس زمانہ کے موافق حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس قسم کے معجزات دیئے گئے تھے تو سجدہ میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ موسیٰ اور ہارون کے رب پر ہم ایمان لائے۔ رب ہارون اس لئے کہا کہ وہ معبودِ حقیقی کو جھوٹے معبودوں سے امتیاز کر دیں اس لئے کہ ان کے عقائد میں بہت سے رب ٹھہرے ہوئے تھے فرعون بھی مصریوں کا رب کہلاتا تھا۔ اس بات پر فرعون سخت ناخوش ہوا کہ میری اجازت کے بغیر تم کیوں ایمان لائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری اور موسیٰ کی باہم سازش ہے وہ بڑا جادوگر تمہارا استاد معلوم ہوتا ہے میں اوّل تو تمہارے ہاتھ پاؤں کٹواؤں گا مِن خلاف کہ دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں یا برعکس تا کہ دونوں طرف نکمی ہو جائیں۔ شاید اس زمانہ میں مجرموں کے ہاتھ پاؤں اسی طریق سے کاٹے جاتے تھے چنانچہ چور کی سزا میں شریعتِ محمدیہ میں بھی مکرر چوری کرنے پر ایسا ہی کیا جاتا ہے اور اس کے بعد میں تمہیں کھجور کے بلند درختوں سے لٹکا دوں گا کہ تڑپ تڑپ کر وہیں جان نکلے۔ ساحروں نے کہ جن کے دل میں حلاوت ایمان اثر کر گئی تھی کہا اس کی ہم کو کچھ پرواہ نہیں، یہ دنیا کی سزا ہے جو تھوڑی سی دیر میں تمام ہو چکے گی مگر اس کے ڈر سے ہم اپنے پیدا کرنے والے کو اور ان دلائل قویہ یعنی معجزاتِ موسیٰ علیہ السلام اور اس کے دین کو نہ چھوڑیں گے ہم اللہ پر ایمان لا چکے ہیں ہمیں امید ہے کہ وہ ہمارے گناہ معاف کرے اور اس کو بھی جو تو نے زبردستی سے ہم سے جادو کرایا ہے اللہ کا انعام بہتر ہے وہ بندہ پر بے شمار انعام کرتا ہے اور اَبْقٰی بھی ہے وہ ابدی ہے بخلاف تیرے عذاب کے کہ جس کو تو اَبْقٰی اور اَشَدّ کہتا ہے یہ چند روزہ قصہ ہے

ایمان داروں کی تائید:......اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ سے لے کر وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى تک اللہ تعالیٰ ان ایمان داروں کی تائید میں فرماتا ہے اور ممکن ہے کہ یہ انہی ایمان داروں کا قول ہو اور یہ بات کچھ تعجب کی نہیں کہ ایمان لاتے ہی ان جادوگروں پر دارِ آخرت کا یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ "جو خدا کے پاس مجرم ہو کر آئے گا اس کی سزا جہنم ہے کہ جہاں نہ موت ہے، نہ لطفِ حیات ہے اور جو ایمان اور عملِ صالح کے ساتھ خدا کے پاس جائے گا ان کے لئے بڑے درجے ہوں گے جنت عدن کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی" اس لئے کہ ان پر عالمِ غیب کا نور اور اس کا ازلی فیض پرتو افگن ہو گیا تھا اور ایسی حالت میں یہ بات معلوم ہو جانی کچھ مشکل بات نہیں۔ یا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سنا ہوگا۔

القصہ جب یہ ہو چکا اور جادوگروں کو فرعون نے اذیت سے قتل کیا تو اس کے بعد اور بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معجزات دکھائے۔ آخر کار

اس موذی نے بنی اسرائیل کو عید کرنے کی اجازت دی اس بہانہ سے بنی اسرائیل مرد و زن مع مال و اسباب بلکہ فرعونیوں کے زیور۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ
وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿۸۰﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا
فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ
لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾ وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۸۳﴾
قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿۸۴﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا
قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿۸۵﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ
اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۚ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ
اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا
مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا
فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿۸۷﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ
اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۥ فَنَسِيَ ﴿۸۸﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۥ وَّلَا
يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾ ع

ترجمہ:......اے بنی اسرائیل البتہ ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے نجات بھی دی اور تم کو کوہِ طور کی دائیں جانب سے وعدہ بھی دیا تھا (توریت کا) اور تم پر من و سلویٰ بھی اتارا تھا ﴿۸۰﴾ (اور فرما دیا) کہ ہماری دی ہوئی پاک چیزوں میں سے خوب کھاؤ (پیو) اور اس میں حکم عدولی نہ کرنا کہ تم پر میرا غصہ اترے اور جس پر کہ میرا غصہ اترا تو وہ گیا گزرا ہوا ﴿۸۱﴾ اور میں اس کے لئے غفار بھی ہوں کہ جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھے کام کرے پھر ہدایت پر قائم بھی رہے ﴿۸۲﴾ اور ⓿ اے موسیٰ تم کس لئے اپنی قوم سے جلدی کر آئے ﴿۸۳﴾ موسیٰ نے کہا وہ بھی میرے پیچھے یہ آ رہے ہیں اور میں جلدی کر کے آپ کے پاس اس لئے آیا کہ آپ خوش ہوں ﴿۸۴﴾ فرمایا کہ تمہارے پیچھے تمہاری قوم کو آزمائش میں ہم نے ڈال دیا ہے اور (وہ یہ ہے کہ) ان کو سامری نے گمراہ کر دیا ہے ﴿۸۵﴾ پھر موسیٰ اپنی قوم کی طرف غصہ میں بھرے ہوئے افسوس کرتے ہوئے پھر آئے (آ کر) کہا اے قوم کیا تمہارے

⓿ اور جب موسیٰ سبقت کر کے کوہِ طور پر چڑھ آئے تو ہم نے کہا وَمَآ اَعْجَلَكَ تم کس لئے الخ ۱۲ منہ۔

رب نے تم سے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا پھر کیا تم پر بہت زمانہ گزر گیا تھا یا تم نے یہ چاہا تھا کہ تم پر تمہارے رب کا غصہ اُترے پھر تم نے مجھ سے (کیوں) وعدہ خلافی کی⑧ انہوں نے کہا ہم نے اپنے اختیار سے تم سے وعدہ خلافی نہیں کی لیکن قوم (قبط) کے زیوروں میں سے جو کچھ بوجھ ہم پر لاد دیا گیا تھا (سامری کے کہنے سے)⑧ اس کو ہم نے آگ میں ڈال دیا تھا پھر سامری نے بھی اسی طرح ڈال دیا (اس سب زیور سے) سامری نے ایک بچھڑے کا پتلا ڈھالا جس میں بچھڑے کی سی آواز بھی تھی تب (بعض) کہنے لگے کہ یہی تو تمہارا اور موسیٰ کا خدا ہے پھر موسیٰ بھول گیا⑧ انہیں یہ بھی نہ سوجھا کہ وہ بچھڑا نہ تو ان کی بات کا جواب دے سکتا تھا اور نہ ان کے لیے نفع ونقصان کا مالک تھا⑧۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل لے جانے کا حکم:......بھی مانگ کر دور کے میدان میں نکلے وہاں موسیٰ کو حکم پہنچا کہ اب ان کو شبا شب ملک شام کی طرف لے نکل چنانچہ وہ سب چلے ادھر فرعون کو خبر ملی تو وہ بڑا لشکر لے کر پیچھے سے تعاقب کرتا ہوا آیا دریائے قلزم پر آلیا۔ بنی اسرائیل گھبرائے۔ خدا نے موسیٰ کو حکم دیا کہ دریا پر عصا مارا تو پانی کی دونوں طرف دیواریں سی کھڑی ہو گئیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل صاف نکل گئے ان کے پیچھے سے فرعون اور اس کا لشکر جو اسی رستہ سے آیا ان پر دریا مل گیا پانی نے ڈھانک لیا وہ سب غرق ہو گئے اور موسیٰ اور بنی اسرائیل کہ جن کی تعداد لاکھوں کی تھی قلزم کے اس پار صحیح وسلامت اتر آئے اور اس بیابان میں پڑ گئے جو عرب کے مغرب وشمال اور شام کے جنوب میں واقع ہے جس کو تیہ کہتے ہیں اور یہیں کوہِ طور بھی ہے۔

بنی اسرائیل پر کیے گئے احسانات کی یاد دہانی:......اب خدا تعالیٰ اس تیہ کے وقائع سے بنی اسرائیل کو متنبہ کرتا اور اپنے احسان یاد دلاتا ہے۔

۱)......اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ کہ اے بنی اسرائیل ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے نجات دی اس کو غرق کیا تم کو صحیح وسلامت قلزم سے نکال دیا۔

۲)......وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ بنی اسرائیل کا ڈیرہ جب کوہِ طور کے پاس پڑا تو وہاں خدا تعالیٰ نے موسیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ تو اس پہاڑ کی دائیں چوٹی پر جو سب میں بلند مقام ہے ہم سے آکر مل اور یہیں احکامِ عشرہ اور اَلواح ملنے کا وعدہ ہوا تھا جس کے لئے اوّل تیس (۳۰) رات پھر چالیس (۴۰) رات پہاڑ پر ٹھہرنے کا حکم ہوا تھا۔ یہ بھی بنی اسرائیل پر خدا کا احسان تھا کہ ان کے لئے توریت والواح و دیگر نعماء دینیہ ہوئیں۔

نزول من سلویٰ

۳)......وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى جب ان لق ودق بیابانوں میں کھانے کو کچھ نہ ملا تو خدا نے بنی اسرائیل پر من کو (جو ایک قسم کی شیریں اور خوش مزہ چیز ترنجبین کی مانند تھی جس کی تودوں پر روٹیاں پکا پکا کر کھاتے تھے) اور سلویٰ کو (یعنی بٹیرین جوا زخودرات کو ان کے خیموں میں آگرتی تھیں) نازل کیا اور یہ کہہ دیا کہ شوق سے کھاؤ مگر حد سے تجاوز نہ کرنا یعنی دن کا کھانا رات کے لئے اور رات کا دن کے لئے جمع نہ کرنا۔ بعض کہتے ہیں یہ مراد کہ ناشکری نہ کرنا کیونکہ نعمت کے بعد شکر نہ کرنا حد سے تجاوز کرنا اور سرکشی کرنا ہے اگر ایسا کرو گے تو تم پر میرا غضب نازل ہوگا۔ مگر بنی اسرائیل نے اس پر بھی ناشکری کی اور موردِ عتاب ہوئے۔ اسی منزل میں خدا تعالیٰ نے موسیٰ کو پہاڑ پر بلایا اور ان کی قوم کو بھی حکم دیا کہ نہا دھو کر خدا تعالیٰ کا جلال دیکھنے کے لئے پہاڑ کے قریب آجائیں جیسا کہ سفرِ خروج کے ۱۹ باب میں ہے۔

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ

فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاَطِیْعُوْٓا اَمْرِیْ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَیْهِ عٰكِفِیْنَ حَتّٰی یَرْجِعَ
اِلَیْنَا مُوْسٰی ﴿۹۱﴾ قَالَ یٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَیْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ
اَفَعَصَیْتَ اَمْرِیْ ﴿۹۳﴾ قَالَ یَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ وَلَا بِرَاْسِیْ ۚ اِنِّیْ خَشِیْتُ
اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَیْنَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِیْ ﴿۹۴﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ
یٰسَامِرِیُّ ﴿۹۵﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ یَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ
الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِیْ نَفْسِیْ ﴿۹۶﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِی
الْحَیٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۪ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ اِلٰٓی اِلٰهِكَ
الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَیْهِ عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِی الْیَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾ اِنَّمَآ
اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾

ترجمہ:...... حالانکہ ان سے ہارون پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ اے قوم اس سے تو تمہاری آزمائش کی گئی ہے اور رب تو تمہارا رحمٰن ہے میری پیروی کرو اور میرا کہا مانو ﴿۹۰﴾ وہ بولے ہم تو اس بچھڑے (کی عبادت) پر اس وقت تک جمے بیٹھے رہیں گے جب تک کہ ہمارے پاس لوٹ کر موسیٰ نہ آجائے ﴿۹۱﴾ (موسیٰ نے آکر) کہا اے ہارون! جب تم نے ان کو گمراہ ہوتے دیکھا تھا ﴿۹۲﴾ تو کس لئے میرے پیچھے نہ چلے آئے پھر کیا تم نے میری عدول حکمی کی ﴿۹۳﴾ اس نے کہا اے میرے ماں جائے (بھائی) میری ڈاڑھی اور سر کے بال تو نہ پکڑو میں اس بات سے ڈر گیا کہ تم یہ کہنے لگتے کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کا انتظار بھی نہ کیا ﴿۹۴﴾ (پھر موسیٰ نے سامری سے) کہا اے سامری تجھے کیا ہوا تھا ﴿۹۵﴾ اس نے کہا مجھے وہ بات سوجھی جو ان کو نہ سوجھی تھی پھر میں نے رسول کے نقشِ قدم کی ایک مٹھی مٹی کی لے کر (اس بچھڑے میں) ڈال دی میرے جی میں ایسا ہی آیا تھا ﴿۹۶﴾ موسیٰ نے کہا جا دور ہو زندگی میں تو تیرے لئے یہی سزا ہے کہ تو کہتا پھرے کہ مجھے کوئی نہ چھونا ❶ اور تیرے لئے (عذاب کا) ایک اور بھی وعدہ ہے کہ جس کو تو ٹال نہ سکے گا اور اپنے اس خدا کو بھی دیکھ لے کہ جس کی عبادت پر تو آس لگائے ہوئے تھا کہ ہم اس کو ریزہ ریزہ کر کے دریا میں بکھیر دیتے ہیں ﴿۹۷﴾ (اے لوگو!) تمہارا معبود تو صرف اللہ ہی ہے کہ جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں جس کے علم میں ہر چیز ہے ﴿۹۸﴾۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا طور پر چالیس دن رات گذارنا:...... اور موسیٰ سب سے آگے تنہا خدا کے پاس آئے جس پر خدا نے پوچھا کہ وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ یٰمُوْسٰی اور خدا تعالیٰ کے پاس کوہ طور پر موسیٰ چالیس دن رات رہے (سفر خروج ۲۴ باب) اتنی دیر لگنے سے بنی اسرائیل نے غل مچا دیا کہ موسیٰ کہاں گئے کسی نے کہا مر گئے کسی نے کچھ کہا۔

---

❶ ...... جو چھوئے گا اس کو تپ چڑھ جائے گی جذامیوں کی طرح لوگوں سے دور رہا کرے گا، کوئی بھی تیرے پاس نہ پھٹکے گا۔ یہ بڑی سزا تھی ۱۲ منہ۔

بچھڑے کی عبادت:......اس میں ایک شخص نے کہ جس کا نام سامری تھا لوگوں سے کہا کہ آؤ میں تمہیں تمہارا معبود دکھاؤں کہ جو تمہیں مصر سے نکال لایا ہے تم میرے پاس سونے کا زیور لاؤ چنانچہ وہ اس کے پاس لائے اس نے اس کو ڈھال کر ایک بچھڑا بنایا اور اس میں ایک ایسا راستہ ہوا کے آنے جانے کا رکھا کہ جس سے گائے بیل کی آواز جیسی آواز پیدا ہوتی تھی یہ دیکھ کر بنی اسرائیل جو مصر میں مصریوں کو گائے بیل پوجتے دیکھا کرتے تھے اس پر گرویدہ ہوگئے قربانیاں چڑھانے اس کی عبادت کرنے لگے حضرت ہارون علیہ السلام نے ہر چند سمجھایا مگر وہ کب مانتے تھے۔ اس بات سے خدا تعالیٰ نے کوہِ طور پر موسیٰ کو خبردار کیا کہ دیکھ تیرے پیچھے تیری قوم گمراہ ہوگئی سامری نے ان کو گمراہ کردیا۔ یہ سن کر موسیٰ غصہ سے بھرے ہوئے ان کے پاس آکر ان کو ملامت کرنے لگے۔ **قَالَ یٰقَوْمِ اَلَمْ یَعِدْكُمْ الی قولہ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ** لوگوں نے عذر کیا کہ ہم کو سامری نے گمراہ کیا ہے ہم قوم قبط سے زیور مانگ لائے تھے جس طرح ❶ ہم اس کو آگ میں ڈالا کرتے ہیں اور چیزیں ڈھال کر بنانے کے لئے اسی طرح سامری نے بھی ڈھال کر بچھڑا بنا دیا جس کی آواز تھی اور کہہ دیا یہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود ہے موسیٰ اس کو بھول گیا جو کوہِ طور پر خدا سے ملنے گیا ہے۔

یہ جملہ خدا کی طرف سے ہے کہ وہ عجب احمق تھے صرف آواز سے ایمان لائے اور یہ نہ دیکھا کہ وہ نہ کچھ نفع دے سکتا ہے نہ ضرر پھر معبود کیوں کر ہوسکتا ہے، یا موسیٰ کی طرف سے یہ جملہ تھا۔

قوم کو حضرت ہارون علیہ السلام کی تنبیہ:......**وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ** خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ موسیٰ کے آنے سے پیشتر ہارون نے سمجھا دیا تھا مگر نہ مانا پھر موسیٰ ہارون پر خفا ہوئے کہ تو نے جب ان کو گمراہ ہوتے دیکھا تھا تو تو ان کو چھوڑ کر میرے پیچھے کیوں نہ چلا آیا۔ ہارون نے عذر کیا کہ میں اس بات سے ڈر گیا کہ تم آکر یہ کہتے کہ بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا میرے آنے کا انتظار کیوں نہ کیا۔ پھر موسیٰ سامری کی طرف متوجہ ہوئے اس نے کہا میں نے رسول کے پاؤں کی مٹی لے کر اس میں ڈال دی تھی جس سے وہ بولنے لگا۔ موسیٰ نے فرمایا دنیا میں تیری یہ سزا ہے کہ تو سب سے دور راندہ ہوا رہے گا جو تیرے پاس آئے گا اس کو بھی اور تجھے بھی بخار چڑھ آئے گا تو کہا کرے گا کہ چھونا مت کوئی میرے پاس نہ آئے اور آخرت کی سزا تیرے لئے اور مقرر ہے جو ہرگز نہ ٹلے گی اور اس تیرے معبود کو تڑوا کر اس کے ذرہ ذرہ دریا میں بہائے دیتا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا تمہارا معبود تو اللہ ہے جس کے علم میں ہر ایک چیز ہے یہ کلامِ الٰہی کے لفظوں کی شرح تھی۔ اب ہم چند فوائد بیان کرتے ہیں۔

بچھڑے کی تخلیق کیسے ہوئی:......(۱)...... **فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ** عام مفسرین کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ جبرئیل خاص مجھ ہی کو دکھائی دیتے تھے اوروں کو نہیں پس میں نے اس کے گھوڑے کے پاؤں تلے کی مٹی میں سے ایک مٹھی بھر لی، پھر اس کو ڈھلے ہوئے بچھڑے میں ڈال دیا جس کی تاثیر سے وہ آواز دینے لگا۔ اس تقدیر پر کئی باتیں ماننی پڑتی ہیں۔ اوّل یہ کہ رسول سے مراد جبرئیل لئے جائیں۔ دوم اس پر بھی حذف ماننا پڑتا ہے ای من تراب اثر فرس الرسول۔ سوم اس بدمعاش سامری کی بات کو سچ تسلیم کیا جائے حالانکہ یہ تینوں باتیں نہ قرآنِ مجید کی کسی آیت سے ثابت ہوتی ہیں نہ کسی صحیح حدیث سے۔ ہاں مفسرین کے اقوال میں ابو مسلم ان معانی کو نہیں مانتے اور ایک جدید توجیہ کرتے ہیں کہ رسول سے مراد موسیٰ اور اثر سے اس کا طریقہ و دستور۔ کہتے ہیں فلان یقفو اثر فلان و یقبض اثرہ اذا کان یمتثل رسمہ یعنی جو کسی کے طریقہ کا متبع ہوتا ہے اس کو کہتے ہیں کہ یہ اس کے اثر پر قابض ہے۔ سامری کہتا ہے کہ اول میں رسول یعنی موسیٰ علیہ السلام کا پیرو تھا پھر اس کو چھوڑ دیا اور بت پرستی کا یہ سامان بہم پہنچایا۔ اس توجیہ کی امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے بھی تائید کی ہے اور اسی

❶......بعض روایات میں ہے کہ سامری نے کہا کہ تم پر قبط کا زیور حرام ہے آؤ سب مل کر اپنا اپنا زیور آگ میں ڈال دیں۔ انہوں نے بھی ڈالا سامری نے بھی پھر اس نے اس کا بچھڑا بنا دیا ۱۲ منہ

میں اعتراضات سے امن ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ سامری نے جو قبطیوں سے اس وقت کے علوم اور صنعت سیکھے ہوئے تھا سے بچھڑا بنایا ہو جس میں ہوا کے دخول وخروج کے ایسے رستے رکھے ہوں کہ جن سے بچھڑے کی آواز پیدا ہوتی تھی۔ باقی اس نے جھوٹا فقرہ بنا لیا۔

(۲)...... سفر خروج کے ۳۲ باب میں ہے کہ ہارون نے یہ بچھڑا بنا کر پجوایا تھا اور سامری کا نام تک بھی وہاں نہیں۔ قطع نظر اس کے کہ یہ توریت وہ اصلی توریت نہیں یہ نسخہ بھی صدہا تحریفات سے خالی نہیں جس کا علماء اہلِ کتاب کو اقرار ہے۔ یہاں غالبًا نام میں سہو ہو گیا یا سامری کا نام ہارون بھی ہو اور اس سے مراد ہارون علیہ السلام نہ ہوں۔ کیونکہ اخیر میں ہے کہ اسی فعل کے مرتکب سب مبتلاء بلا ہوئے تلوار سے کٹے، وبا سے مرے خدا تعالیٰ اور موسیٰ علیہ السلام کا غصہ ان پر از حد بھڑکا ہر ایک کو حکم دیا کہ اپنے قرابتی کو اس جرم پر قتل کرے پھر تعجب ہے کہ ہارون علیہ السلام پر کہ جس نے یہ فساد برپا کیا کوئی بھی سزا قائم نہ ہوا اور نیز ہارون علیہ السلام نبی تھے ان کو کیا ہوا تھا جو وہ ایسا کام کرتے؟

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيۡكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ مَا قَدۡ سَبَقَ ۚ وَقَدۡ اٰتَيۡنٰكَ مِنۡ لَّدُنَّا ذِكۡرًا ﴿۹۹﴾
مَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡهُ فَاِنَّهٗ يَحۡمِلُ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وِزۡرًا ﴿۱۰۰﴾ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهِ ؕ وَسَآءَ لَهُمۡ
يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ حِمۡلًا ﴿۱۰۱﴾ يَّوۡمَ يُنۡفَخُ فِى الصُّوۡرِ وَنَحۡشُرُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ يَوۡمَئِذٍ زُرۡقًا ﴿۱۰۲﴾
يَّتَخَافَتُوۡنَ بَيۡنَهُمۡ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا عَشۡرًا ﴿۱۰۳﴾ نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا يَقُوۡلُوۡنَ اِذۡ يَقُوۡلُ
ع ۱۵ اَمۡثَلُهُمۡ طَرِيۡقَةً اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا يَوۡمًا ﴿۱۰۴﴾ وَيَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡجِبَالِ فَقُلۡ يَنۡسِفُهَا
رَبِّىۡ نَسۡفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفۡصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى فِيۡهَا عِوَجًا وَّلَاۤ اَمۡتًا ﴿۱۰۷﴾
يَوۡمَئِذٍ يَّتَّبِعُوۡنَ الدَّاعِىَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الۡاَصۡوَاتُ لِلرَّحۡمٰنِ فَلَا
تَسۡمَعُ اِلَّا هَمۡسًا ﴿۱۰۸﴾ يَوۡمَئِذٍ لَّا تَنۡفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنۡ اَذِنَ لَهُ الرَّحۡمٰنُ وَرَضِىَ
لَهٗ قَوۡلًا ﴿۱۰۹﴾ يَعۡلَمُ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ وَلَا يُحِيۡطُوۡنَ بِهٖ عِلۡمًا ﴿۱۱۰﴾
وَعَنَتِ الۡوُجُوۡهُ لِلۡحَىِّ الۡقَيُّوۡمِ ؕ وَقَدۡ خَابَ مَنۡ حَمَلَ ظُلۡمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ
مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلۡمًا وَّلَا هَضۡمًا ﴿۱۱۲﴾

ترجمہ: (اے نبی) ہم اس طرح سے آپ کو گذشتہ لوگوں کی کچھ خبریں سناتے ہیں اور آپ کو ہم نے اپنے ہاں سے ایک سمجھانے والی چیز بھی دی ہے ﴿۹۹﴾ (قرآن) جس نے اس سے منہ پھیرا سو وہ قیامت کے دن اس (گناہ) کا بوجھ آپ اُٹھائے گا ﴿۱۰۰﴾ جس میں سدا رہیں گے اور ان کا یہ قیامت کے دن بہت ہی برا بوجھ ہے ﴿۱۰۱﴾ جس دن کہ صور پھونکا جائے گا اور ہم سب گناہگاروں کو جمع کر لیں گے ﴿۱۰۲﴾ (اور) ان کی دہشت سے نیلی

آنکھیں ہوں گی چپکے چپکے آپس میں کہتے ہوں گے کہ تم دنیا میں کیا ٹھہرے ہو مگر یہی دس دن ﴿۱۰۳﴾ ہم خوب جانتے ہوں گے جو کچھ کہ وہ کہتے ہوں گے جب کہ ان میں کا ایک بڑا سمجھ دار کہے گا کہ تم صرف ایک ہی روز ٹھہرے ہو ﴿۱۰۴﴾ اور (اے نبی) آپ سے پہاڑوں کا حال پوچھتے ہیں (سو) کہہ دو ان کو تو میرا رب ریتا کر کے اُڑا دے گا ﴿۱۰۵﴾ پھر زمین کو چٹیل میدان چھوڑے گا ﴿۱۰۶﴾ کہ جس میں (اے مخاطب) تجھے نہ کوئی پستی دکھائی دے گی ﴿۱۰۷﴾ نہ بلندی اس روز پکارنے والے کے پیچھے سب ہی تو ہولیں گے اور (دہشت سے) رحمن کے آگے سب کی آوازیں پست ہو جائیں گی پھر (اے مخاطب) تجھے کچھ بھی سنائی نہ دے گا بجز پاؤں کی آہٹ کے ﴿۱۰۸﴾ اس روز کسی کی سفارش فائدہ نہ بخشے گی مگر اس کی جس کو رحمن نے اجازت دی ہوگی اور اس کا بولنا پسند کرلیا ہوگا ﴿۱۰۹﴾ جو کچھ ان کے روبرو ہے اور جو کچھ ان کے بعد ہوگا وہ سب کو جانتا ہے اور اس کو کس کا علم بھی احاطہ نہیں کرسکتا ﴿۱۱۰﴾ اور حی ❶ وقیوم کے آگے سب کے منہ جھک گئے ہوں گے اور جو ظلم کی گٹھڑی اُٹھائے ہوگا وہ تباہ ہو گیا ہوگا ﴿۱۱۱﴾ اور جس نے اچھے کام کئے ہوں گے اور مؤمن بھی ہوگا تو اس کو نہ ظلم کا خوف ہوگا نہ حق تلفی ہوگا ﴿۱۱۲﴾۔ ❷

قرآن سے اعتراض کا نتیجہ:......اس قصہ کو تمام کر کے فرماتا ہے کہ اے محمد (ﷺ) گزشتہ لوگوں کے تذکرے ہم یوں سناتے ہیں ہم نے تجھے ذکر یعنی قرآن دیا ہے پھر جو قرآن سے منہ پھیرے گا قیامت میں اس کا یہ حال ہوگا کہ قیامت میں اپنے گناہوں کی گٹھڑی آپ اُٹھائے گا اور جس روز صور پھونکے گا دوبارہ زندہ ہونے کے لئے تو یہ لوگ ایسی دہشت میں ہوں گے کہ آنکھوں کی رنگت پلٹ جائے گی نور اور سیاہی جا کر نیلی ہو جائیں گی اور جو دنیا میں سال ہا سال عیش کیے ہیں وہاں کے مصائب کے آگے اس کو دس روز سمجھیں گے اور جوان میں زیادہ دانا ہے وہ تو ایک دن سمجھے گا۔

قیامت کے احوال:......قیامت کے ذکر میں کسی نے آنحضرت ﷺ سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کیا کہ یہ کیا ہوں گے۔ وَيَسْئَلُوْنَكَ......الخ فرمایا فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّي کہ خدا ان کو ریتا کر کے اُڑا دے گا اور زمین کو صاف کر دے گا پھر اور قیامت کے حالات بیان کرتا ہے کہ اس روز بجز اس کے کہ جس کو شفاعت کی اجازت ملی ہوگی اور اس کی بات بھی پسندیدۂ خدا ہوگی اور کسی کی بھی شفاعت کارگر نہ ہوگی نہ ان فرضی معبودوں کی جن کو وہ اس اُمید پر پوجتے ہیں اور اس آیت کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جس کے لئے رحمن اجازت دے گا اور اس کے حق میں بولنا پسند کرے گا اس کے لئے شفاعت کارگر ہوگی نہ ہر کسی کے لئے اس لئے کہ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ......الخ۔

اس کو ہر ایک کا اگلا پچھلا حال سب معلوم ہے اس کا علم بہت وسیع ہے جس کو کوئی احاطہ نہیں کرسکتا، کسی کا علم اس کے علم کے برابر نہیں۔ قابلِ شفاعت اس کو معلوم ہیں اور اس روز بڑے بڑے متکبروں کی اس کے آگے گردنیں جھک جائیں گی اور ظالم تباہ ہوں گے اور ایمان داروں نیکوکاروں کا ان کی دنیاوی کوشش کا پورا بدلہ ملے گا۔

احوال قیامت

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ

---

❶......حی قیوم پائندہ ہمیشہ رہنے والا سب کا آسرا اور سب کی ہستی کی اصل اور پناہ ۱۲ منہ۔

❷......یعنی اس کو اس بات کا کچھ بھی خوف نہ ہوگا کہ اس پر بارگاہِ کبریا میں کوئی ظلم ہوگا یا اس کی کوئی حق تلفی ہوگی۔ اس لئے کہ وہ بارگاہِ عدالت ہے حاکم علیم وخبیر ہے کسی کی کوئی چالاکی اور جھوٹا دعویٰ اس پر نہ چلے گا نہ اس پر کسی کا دباؤ ہوگا نہ وہ کسی سے رشوت لیتا ہے کہ اس سبب سے کسی کی حق تلفی ہو جائے نہ وہاں امیر وفقیر شریف ورذیل کا لحاظ ہوگا نہ اس کی ذات میں نفسانی جذبات ہیں نہ وہ متلون المزاج ہے۔ اس ایک تھوڑے سے جملہ میں دربارِ حشر کی سب کیفیت بیان فرمادی ۱۲ منہ۔

اَنْ يُّقْضٰۤى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ۱۱۴ وَلَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ
ع ۱۱ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ۱۱۵ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا
اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ اَبٰى ۱۱۶ فَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا
مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ۱۱۷ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ۱۱۸ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا
فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ۱۱۹ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ
الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ۱۲۰ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ
عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۱۲۱ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ
عَلَيْهِ وَهَدٰى ۱۲۲ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَاِمَّا
يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ۱۲۳ وَمَنْ اَعْرَضَ
عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۱۲۴ قَالَ رَبِّ
لِمَ حَشَرْتَنِيْۤ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۱۲۵

ترجمہ:......اور (جس طرح کے معنی ہیں اس کی خوبی رکھی ہے اسی طرح لفظوں کے لحاظ سے بھی) ہم نے اس کو عربی زبان میں نازل کیا ہے اور اس میں (طرح طرح کی) خوف دلانے والی باتیں بھی بیان کی ہیں تاکہ لوگ ڈریں یا ان کے لئے سمجھ پیدا کرے (اس میں خدا کا ذاتی نفع نہیں) ۱۱۳ کیونکہ وہ بادشاہ برحق بلند برتر ہے اور (اے نبی آپ) اس کی وحی تمام ہونے سے پیشتر جلدی نہ کیا کرو اور دعا کیا کرو کہ اے رب مجھے اور زیادہ علم دے ۱۱۴ اور ہم نے پہلے آدم سے بھی عہد لیا تھا پھر وہ بھول گیا اور ہم نے اس کو کچھ مضبوط نہ پایا ۱۱۵ اور جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کے آگے جھکو تو سب ہی جھکے مگر ابلیس کہ اس نے انکار کیا ۱۱۶ پھر ہم نے آدم سے کہا کہ یہ (شیطان) تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے پھر یہ نہ ہو کہ وہ تم کو جنت سے نکال دے کہ پھر تو خراب ہو جائے ۱۱۷ تو اس بہشت میں نہ بھوکا رہے گا اور نہ ننگا ۱۱۸ اور تو اس میں پیاسا بھی نہ رہے گا اور نہ دھوپ اٹھائے گا ۱۱۹ پھر شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا کہا اے آدم تو کہے تو میں تجھے ایک ایسا درخت بتاؤں کہ جس کے کھانے سے تو ہمیشہ جیتا رہے اور بے زوال سلطنت ملے ۱۲۰ پھر آدم وحوا نے اس درخت میں سے کچھ کھا لیا تو ان پر ان کی برہنگی ظاہر ہو گئی اور اپنے اوپر باغ کے پتے چپکانے لگے اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی سو بہک گیا ۱۲۱ آخرکار اس کو اس کے خدا نے سرفراز کیا پھر اس کی توبہ قبول کی ۱۲۲ اور اس کی راہنمائی کی حکم دیا کہ تم دونوں یہاں سے نکل جاؤ کہ تم میں ایک دوسرے کا دشمن ہے پھر جو کبھی تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے پس جو میری ہدایت پر چلے گا تو وہ گمراہ نہ ہوگا اور نہ خراب ہوگا ۱۲۳ اور جو میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اس کی زندگی بھی تنگ ہوگی اور اس کو قیامت میں اندھا کر کے

اُٹھائیں گے ﴿۱۲۴﴾ وہ کہے گا تو نے اے رب مجھے اندھا کر کے کیوں اُٹھایا اور (حالانکہ) میں تو بینا تھا ﴿۱۲۵﴾۔

سابقہ طرز پر قرآن کا نزول:......وَكَذٰلِكَ عطف ہے كَذٰلِكَ نَقُصُّ پر یعنی جس طرح ہم نے اے نبی تم سے پہلوں کے راستی آمیز ہدایت خیز قصے بیان کیے اسی طرز پر تمام قرآن نازل کیا ہے جس کے دو وصف ہیں۔ اوّل: عربی میں ہے جس کا سمجھنا قوم عرب کو آسان ہے۔ دوم صَرَّفْنَا اس میں طرح طرح سے خوفناک باتیں بیان کی ہیں تا کہ لوگ پرہیزگاری اختیار کریں یا ان کو سمجھ بوجھ پیدا ہو۔ کلمہ او منافات کے لئے نہیں ہے اور یہ قرآن اس خوبی کے ساتھ اس نے اس لئے نازل کیا ہے کہ جو بخل وجہل وغیرہ اوصاف سے بری ہے اس میں اس کا کوئی نفع ونقصان نہیں وہ ان باتوں سے پاک ہے اور حق ہے اس کا ملک اور اس کی ذات دائم وقائم ہے اس لئے اس نے ان کی بہبودی کے لئے ایسا قرآن نازل کیا۔ چوں کہ قرآن رحمتِ آسمانی ہے اور تدریجاً نازل ہوا تھا ادھر آنحضرت ﷺ کے دل میں اس کی تبلیغ اور اس کے یاد کرنے اور اس کے مطالب واضح کرنے کا بمقتضاء نبوت بہت شوق اور از حد ولولہ تھا اس لئے فرمایا وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ......الخ کہ وحی تمام ہو جانے سے پہلے قرآن کے پڑھنے یا لوگوں کے پڑھانے سمجھانے میں جلدی نہ کیا کرو، جب ایک مضمون کی وحی جو فرشتہ لاتا ہے تمام ہو چکے تب آپ پڑھیں (اسی طرح مضمون اور جگہ بھی آیا)۔

قرآن کریم کے پڑھنے میں جلدی نہ کرنے کا حکم:......لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾ اور رب سے دعا کرتے رہو کہ میرا علم زیادہ کرتا کہ وقتاً فوقتاً وحی آتی رہے آپ کا علم زیادہ ہوتا رہے اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ خزانہ ہمارے پاس ہے اس میں سے جس قدر ہم جس کو چاہتے ہیں عطا کرتے ہیں بندہ علام الغیوب نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد یہ چھٹی ❶ بار حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ ایک آئندہ جملہ کے لئے بطور تمہید کے ذکر ہوا اور وہ جملہ مقصود بالذات یہ ہے فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى اس کی شروع میں تمہید یہ ہے وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ......الخ

ابلیس کی شیطانیت:......کہ اس وقت کو یاد کرو جب کہ اے بنی آدم ہم نے تمہارے جدِّ امجد کے لئے فرشتوں کو سجدہ تعظیم کا حکم دیا اور تاج خلافت ان کے سر پر رکھا گیا اس وقت سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر اس ابلیس نے (جس کے کہنے پر اکثر بنی آدم چل رہے ہیں قدیمی حاسد اور دشمن کو دوست بنا رکھا ہے) انکار کر دیا پھر اس کے بعد ہم نے تمہارے جدِّ امجد کو ایک ایسے باغ میں رہنے کو جگہ دی کہ جہاں کھانے پینے لباس کا ہم نے انتظام کر دیا تھا کہ خبردار رہنا یہ شیطان تیرا اور تیری بیوی دونوں کا دشمن ہے اس کے کہنے میں آ کر مصیبت میں نہ پڑنا کہ یہاں سے نکالے جاؤ اور خراب وخستہ مارے مارے پھرو مگر وہ مردود وہاں بہروپ بدل کر جا ہی پہنچا اور ناصح مشفق بن کر آدم کے دل میں خطرہ ڈالا اور کہنے لگا کہ اے آدم یہ تو تم پر بڑی مہربانی ہوئی مگر تمہاری حیات اور یہاں بادشاہانہ طور پر سدا رہنے کا کوئی بھی انتظام نہیں ہوا اس تمہید کے بعد کہا لو میں تمہیں اس باغ میں ایک ایسا پیڑ بتلاتا ہوں کہ جس کے کھانے سے ہمیشہ جیتے رہو اور بے زوال سلطنت تمہیں ملے۔ اس کا نام شجرۃ الخلد ہے تمہارے خدا نے اسی لئے تم کو اس کے کھانے سے منع کیا ہے حالانکہ ہم نے آدم سے اوّل ہی عہد لے لیا تھا مگر آدم اس کو بھول گئے اور اس کو کھا لیا وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا اور ہم نے تمہارے دادا کی کوئی استقامت اور مضبوطی نہیں پائی نہ ہمارے عہد کی حفاظت کی کہ نہ قدیمی دشمن کا خیال کیا (اس میں بنی آدم کی کمزوری طبیعت کی طرف اشارہ بلکہ تعریض ہے) پھر ان پر بھی باوجود اس مقبولیت کے نافرمانی کا لازمی نتیجہ پیش ہی آیا کپڑے تن سے اتارے گئے برہنگی ظاہر ہونے پر درختوں کے پتے بدن پر چمٹانے لگے اور آدم وحوا اور شیطان سب

---

❶ ......اول بار سورۂ بقرہ میں پھر اعراف میں پھر حجر میں پھر اسراء میں پھر کہف میں پھر اس جگہ ذکر ہوا (ک) یہاں صَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ کی وضاحت کے لئے آیا ۱۲ منہ

کے سب اس باغ سے نکالے گئے اور کہہ دیا گیا کہ ایک دوسرے کا دشمن رہے گا۔ لیکن آدم روئے اور توبہ کی خدا تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کی اور بار دگر سرفرازی بخشی۔ جب باغ سے نکالے گئے تھے یا جب توبہ کی تھی تو آدم سے ہم نے کہہ دیا تھا کہ دنیا میں تمہاوے پاس یعنی تمہاری اولاد کے پاس ہدایت آیا کرے گی رسول اور آسمانی کتابیں، پھر جو اس ہدایت پر چلے گا تو وہ اُس سیدھے رستہ سے جو انسان کو دار الخلد تک پہنچاتا ہے نہ بہکے گا نہ خراب ہوگا۔ وَلَا یَشْقٰی یعنی شقاوت و بدبختی سے محفوظ رہے گا۔

شقاوت کی دو قسمیں: ...... شقاوت کی دو قسم ہیں ایک دنیاوی دوسری اُخروی۔ ہدایتِ الٰہی کے طفیل ان دونوں سے محفوظ رہتا ہے اور جو اس ہد[illegible] سے منہ پھیرے گا اس کی دو سزائیں ہوں گی ایک دنیاوی فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا (فالضنک اصلہ الضیق والشدۃ و ھو مصدر ثم یوصف بہ فیقال منزل ضنک وعیش ضنک کبیر) کہ اس کی زندگی تنگ ہوگی۔ عام مفسرین کے نزدیک زندگیٔ دنیا کی تنگی مراد ہے کیونکہ کافر مال وجاہ پر حریص ہوتا ہے، گو باعتبار قید حلال وحرام ہونے کے وہ جنت میں ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر مگر وہ کون ہے کہ جس کو تمام باتیں حسب دل خواہ حاصل ہوگئی ہوں اس کی پریشانی میں کٹتی ہے اور مؤمن کی نظر دارِ آخرت پر ہوتی ہے اس کو کسی تکلیف میں تکلیف معلوم نہیں ہوتی۔

اور یوں بھی ہے کہ خدا کی ہدایت چھوڑنے سے دنیا میں بلائیں نازل ہوتی ہیں سیکڑوں قومیں ایسی ہیں کہ اسی سبب سے برباد ہوگئیں جیسا کہ اسی کی تائید کے لئے اگلی آیت میں فرماتا ہے فَلَمْ یَھْدِ لَھُمْ کَمْ اَھْلَکْنَا قَبْلَھُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ کہ کیا ان کو اس بات سے بھی رہنمائی نہیں ہوئی کہ ان کفار قریش سے پہلے ہم کتنی قوموں کو نافرمانی کی وجہ سے ہلاک کر چکے ہیں کہ جن کے اُجڑے ہوئے مکانوں پر سے آج یہ چلتے پھرتے ہیں۔ عاد وثمود بنی اسرائیل وقیاصرہ وشاہانِ بابل وشاہانِ مصر وغیرہ نے نافرمانی کی۔ نافرمانی کر کے کوئی قوم اخیر تک سرسبز نہیں رہتی۔ بعض کہتے ہیں قبر کی تنگی، بعض کہتے ہیں آخرت کی تنگی مراد ہے۔

دوسری یہ کہ اس کو قیامت میں اندھا کر کے اُٹھائیں گے وہ کہے گا میں آنکھوں والا تھا آج اے رب اندھا کر کے کیوں اُٹھایا جواب ملے گا تو بھی تو دنیا میں ہماری آیتوں سے اندھا ہو گیا تھا۔ آخرت میں اندھا ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ جسمانی تاریکی میں مبتلا ہوں گے نورِ روحانی نصیب نہ ہوگا پس اس سے ان کے لئے ظاہری آنکھیں ہونی اور ہیبت سے اوپر دیکھنے میں کچھ منافات نہیں۔

قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ
مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ
يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ
ع ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ
مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

● "قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ" سے مراد صبح کی نماز "وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا" سے ظہر وعصر کی "وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ" سے مغرب وعشاء وتہجد کی "وَاَطْرَافَ النَّهَارِ" سے عصر وصبح کی نماز مراد ہے بعض کہتے ہیں تسبیح سے گو نماز مراد ہوتی ہے مگر یہاں سبحان اللہ والحمد للہ یا سبحان اللہ وبحمدہ کہنا ان اوقات میں مراد ہے۔ ۱۲ منہ۔

وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾

ترجمہ: ...... فرمائے گا تو نے بھی تو اسی طرح ہماری آیتوں کو جو تیرے پاس آئی تھیں فراموش کر دیا اور اسی طرح ❶ آج تو بھی بھلا یا گیا ﴿۱۲۶﴾ اور جو کوئی حد سے گزر جائے اور اپنے رب کی آیتوں کو نہ مانے تو اس کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں اور البتہ آخرت کا عذاب تو سخت تر اور بہت ہی دیر پا ہے ﴿۱۲۷﴾ پھر کیا ان کو اس بات نے بھی راہنمائی نہ کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنے ایک قرنوں کو غارت کر دیا ہے کہ جن کے مکانوں پر سے وہ چلتے پھرتے ہیں بے شک اس میں تو عقل مندوں کے لئے (بڑی بڑی) نشانیاں ہیں ﴿۱۲۸﴾ اور (اے نبی) اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک بات قرار نہ پا چکی ہوتی اور وعدہ مقرر نہ ہوا ہوتا تو عذاب لازم ہو چکا ہوتا ﴿۱۲۹﴾ پھر جو کچھ وہ بکتے ہیں اس پر صبر کرو اور آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد و ثنا کے ساتھ تقدیس کیا کرو اور رات کے وقتوں میں بھی تسبیح کیا کرو اور دن کے اوّل و آخر میں بھی تا کہ تم کو خوش کیا جائے ﴿۱۳۰﴾۔

آنحضرت ﷺ کو صبر کی تلقین اور تسبیح کا حکم: ...... پہلی قوموں کی ہلاکت بیان فرما کر یہ بات فرماتا ہے کہ اگر نوشتۂ ازلی (کہ چند روز ہم ان کو دنیا میں رکھیں گے) مانع نہ آتا تو ان لوگوں پر بھی عذاب دنیا ہی میں آ چکتا اس پر بھی اے نبی جو ہدایت پر نہیں آتے اور ستاتے ہیں تو صبر کرو اور اپنے لئے دارِ آخرت کی تیاری کرو تا کہ تم وہاں خوش وقت رہو۔

فقال فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ ...... الخ تسبیح سے مراد اکثر علماء کے نزدیک نماز پنج گانہ ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ سے مراد نماز فجر ہے اور وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا سے ظہر و عصر وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ سے مغرب و عشاء اور قولہ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ دونوں نمازوں کے لئے جو دن کے اول و آخر ہوتی ہیں یعنی فجر و مغرب تاکید کا جملہ ہے جیسا کہ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى عصر کے لئے۔ اگرچہ دن کی دو طرف ہوتی ہیں مگر ہر دن کے لحاظ سے اطراف جمع کا صیغہ آیا۔ بعض کہتے ہیں اوقاتِ مذکورہ میں جو تقرب کے اوقات ہیں انسان کو مشاغل دنیاویہ سے غفلت ہو جاتی ہے عموماً اس کی تسبیح و تقدیس کرنا مراد ہے جو نماز کو بھی شامل ہے۔

فوائد: ...... فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آدم کا گناہ سہواً تھا وقت پر ممانعت یاد نہ رہی لیکن احتیاط نہ کی اس لئے عتاب ہوا۔

(۲) آدمی کی جبلّی عادت ہے کہ وہ اپنے باپ دادا کے کمالات پر نازاں ہوا کرتا ہے اور بسا اوقات اسی پر تکیہ کر لیتا ہے کہ ہم فلاں بزرگ کی اولاد ہیں ہمیں کیا غم ہے اس لئے آدم کے قصہ میں متنبہ کر دیا کہ اس پر نازاں نہ ہونا خود تمہارے بزرگ سے نافرمانی پر کیا سلوک ہوا باوجود یہ کہ مسجودِ ملائکہ تھے اور پھر کیسی خواری سے نکالے گئے بجز توبہ کے ان کو چارہ نہ ہوا۔ یہ ہے وعیدِ شدید۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ

❶ ...... تیری طرف نظرِ عنایت نہ رہی، یعنی جس طرح تو نے دنیا میں آیات اللہ سے بے اعتنائی کی، آج اسی طرح تجھ سے بھی بے اعتنائی کی گئی از اں جملہ یہ کہ اس جہان میں تجھے بینائی عطا نہ کی کیونکہ دنیا میں بینائی دی تھی تو اس سے تو نے آیاتِ قدرت کو نہ دیکھا تھا ۱۲ منہ۔

● ...... یعنی عطیۂ آخرت ان دنیاوی سامانوں اور آرائشوں سے بہتر ہے اس لئے کہ اس کے مقابلہ میں یہ چیزیں بے حقیقت ہیں اور باقی یہی ہے اس لئے کہ یہ چند روزہ وہ ،انی ہے ۱۲ منہ

عَلَيْهَا ۭ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا
يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾ وَلَوْ اَنَّآ
اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ
اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ
مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾ ع

ترجمہ:......اور (اے نبی) آپ ان چیزوں کی طرف نظر بھی نہ ڈالیے جو طرح بہ طرح کے سامانِ زندگی و دنیا کی آرائش ہم نے ان کو اس لئے دے رکھے ہیں کہ اس میں ہم ان کی آزمائش کریں اور تمہارے رب کا عطیہ بہتر اور دیر تک رہنے والا ہے ﴿۱۳۱﴾ اور اپنے کنبہ کو نماز کا حکم دیا کرو اور خود بھی اس پر قائم رہو ہم تم سے کچھ روزی تو نہیں مانگتے روزی تو ہم تمہیں دیتے ہیں اور عاقبت (بخیر تو) پرہیزگاروں کی ہے ﴿۱۳۲﴾ اور وہ کہتے ہیں کہ تو اپنے رب کی طرف سے ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں لے آتا کیا ان کے پاس پہلی کتابوں کی شہادت نہیں پہنچی؟ ﴿۱۳۳﴾ اور اگر ہم ان سے پہلے ہی ان کو کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو ضرور کہتے کہ اے رب تو نے کس لئے ہمارے پاس اپنا رسول نہیں بھیجا کہ ہم رسوا اور ذلیل ہونے سے پہلے ہی تیری آیتوں پر چلتے ﴿۱۳۴﴾ ان سے کہہ دو کہ ہر ایک انتظار کر رہا ہے سو تم بھی انتظار کرو پھر تم کو خود معلوم ہو جائے گا کہ سیدھے رستہ پر کون (اور غلط راہ والا کون ہے) اور ہدایت پانے والے کون (اور گمراہ کون) ہے ﴿۱۳۵﴾۔

آرائش دنیا آخرت کے مقابلے میں ہیچ ہے:......وَلَا تَمُدَّنَّ......الخ المدّ دراز کردن کشیدن۔ اور مراد رغبت اور حسرت کے ساتھ نگاہ کرنا۔ دارِ آخرت کے توشہ کی تعلیم کر کے جو نماز و عبادت ہے دنیا کے وہ اسباب و آرائش و تجمل جو کفار اور دولت مندوں کو دیئے گئے ہیں مکان اور عمدہ لباس عمدہ عورتیں اور سواریاں اور دیگر چیزیں، ان کی طرف رغبت کی نگاہ سے منع کرتا ہے کیونکہ یہ چیزیں ان کے لئے فتنہ ہیں ان میں ان کی خدا تعالیٰ آزمائش کرتا ہے سو وہ ان میں ایسے مصروف ہوتے ہیں کہ دارِ آخرت اور اس کے توشہ کا ان کے دل میں خیال بھی پیدا نہیں ہوتا۔ جب اس جہان سے جاتے ہیں تو خالی ہاتھ جاتے ہیں اور اس تجمل کے چھوڑتے وقت ان کی روح پر صدمۂ عظیم ہوتا ہے۔

چشمش نگران است کہ ملکش بادگران است

اس چند روزہ عیش کے مقابلہ میں وہ عذابِ دائمی بڑا فتنہ ہے اور نیز اس دولت کی وجہ سے ظلم و ستم طرح طرح کے گناہوں میں بھی مبتلا ہوتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کی آنکھوں میں یہ سب کچھ ہیچ تھا مگر حضرت ﷺ سے خطاب کر کے اوروں کو سنایا جاتا ہے کہ اس طرف نظر پھیر کر بھی نہ دیکھنا حرص و رغبت تو دوسری چیز ہے اس لئے کہ تمہارے درجاتِ آخرت بہتر اور ہمیشہ رہنے والی چیز ہے۔ ایسے عارف تارک الدنیا کے متعلقین غالباً نان نفقہ اور دنیاوی سامان سے خالی رہا کرتے ہیں اور کچھ عجب نہیں کہ ان کے دل پر دوسروں کے ساز و سامان دیکھ کر کچھ حسرت بھی پیدا ہوتی ہو اس لئے حضرت ﷺ سے فرمایا۔

عزو اقارب کو نماز کی تاکید کا حکم: ......وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ کہ ان کو توشۂ آخرت نماز کی تاکید کرو اور خود بھی اس پر جمے رہو۔ ہم آپ کو رزق دینے کا حکم نہیں دیتے کیونکہ روزی ہم دیتے ہیں اور عاقبت کی بہتری پرہیزگاری سے حاصل ہوتی ہے اس لئے پرہیزگاری میں کوشش کرو و قالو الو لا ایسی باتوں کو سن کر کفار کہتے تھے کہ ہم کو کوئی بڑا معجزہ کیوں نہیں دکھاتے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے جو کچھ معجزے یا نبوت آنحضرت ﷺ کے شواہد پہلی کتابوں میں ہیں کچھ کم ہیں؟ پھر فرماتا ہے ہم چاہتے تو بغیر رسول بھیجے ان کے گناہوں پر انہیں ہلاک کر دیتے مگر وہ عذر کرتے کہ رسول کیوں نہیں بھیجا کہ ہم اس کو مانتے۔ پھر فرماتا ہے ان سے کہو ذرا انتظار کرو مرنے کے بعد تم کو آپ معلوم ہو جائے گا کہ سیدھے رستہ پر کون ہے۔

پارہ (۱۷) اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ

اٰیَاتُہَا ۱۱۲ | (۲۱) سُوْرَۃُ الْاَنْبِیَاۗءِ مَکِّیَّۃٌ (۷۳) | رُکُوْعَاتُہَا ۷

مکیہ ہے اس میں ایک سو بارہ آیات اور سات رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُہُمْ وَہُمْ فِیْ غَفْلَۃٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝۱ مَا یَاْتِیْہِمْ مِّنْ ذِکْرٍ
مِّنْ رَّبِّہِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْہُ وَہُمْ یَلْعَبُوْنَ ۝۲ لَاہِیَۃً قُلُوْبُہُمْ ۭ وَاَسَرُّوا
النَّجْوَی ۖ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۖ ہَلْ ہٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ
تُبْصِرُوْنَ ۝۳ قٰلَ رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ فِی السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۡ وَہُوَ السَّمِیْعُ
الْعَلِیْمُ ۝۴ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ بَلِ افْتَرٰىہُ بَلْ ہُوَ شَاعِرٌ ښ فَلْیَاْتِنَا
بِاٰیَۃٍ کَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝۵ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَہُمْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اَہْلَکْنٰہَا ۚ اَفَہُمْ
یُؤْمِنُوْنَ ۝۶ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْہِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَہْلَ الذِّکْرِ
اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۷ وَمَا جَعَلْنٰہُمْ جَسَدًا لَّا یَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا
کَانُوْا خٰلِدِیْنَ ۝۸ ثُمَّ صَدَقْنٰہُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَیْنٰہُمْ وَمَنْ نَّشَاۗءُ وَاَہْلَکْنَا
الْمُسْرِفِیْنَ ۝۹ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ کِتٰبًا فِیْہِ ذِکْرُکُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۱۰ ع

اقترب للناس ع غفر (۱۷)

ترجمہ: ..... لوگوں کا حساب تو قریب آ لگا اور وہ ہیں کہ غفلت میں پڑے منہ پھیرے ہوئے ہیں ۝۱ ان کے رب کے پاس سے سمجھانے کے لیے کوئی نئی ایسی بات ان کے پاس نہیں آتی کہ جس کو سن کر ہنسی میں نہ ڈال دیتے ہوں ۝۲ ان کے دل کھیل میں لگے ہوئے ہیں اور ظالم پوشیدہ

سرگوشیاں کرتے ہیں کہ یہ (محمد ﷺ) ہے کیا مگر تمہارے ہی جیسا ایک شخص، تو پھر کیا تم دیدہ و دانستہ جادو کی باتیں سننے جایا کرتے ہو ③ رسول نے کہہ دیا کہ میرا رب آسمان اور زمین کی سب باتیں جانتا ہے (سب کچھ) سنتا اور وہ (سب کچھ) جانتا ہے ④ (پھر سرگوشیاں کیا چیز ہیں) بلکہ ان ظالموں نے (یہ بھی) کہہ دیا کہ یہ قرآن خیالات سے پریشان ہیں بلکہ اس نے جھوٹ باندھا ہے بلکہ وہ شاعر ہے پھر جس طرح کہ پہلے رسول (معجزوں کے ساتھ) بھیجے گئے ہیں اسی طرح یہ بھی ہمارے پاس کوئی معجزہ لے آئے ⑤ ان سے پہلے جس بستی کو ہم نے ہلاک کیا تھا تو وہ بھی تو ایمان نہ لائے تھے پھر کیا یہ ایمان لے آئیں گے ⑥ اور (اے محمد) تم سے پہلے بھی تو ہم نے آدمیوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تھا (یہی تھا) کہ ان کی طرف ہم وحی بھیجا کرتے تھے اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو علم والوں سے پوچھ دیکھو ⑦ اور ہم نے ان کے ایسے بدن بھی نہ بنائے تھے کہ جو کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے ⑧ پھر ہم نے ان سے اپنے وعدہ کو سچا کر دیا تب ان کو اور جس کو چاہا نجات دی اور جو حد سے بڑھ گئے تھے ⑨ ان کو ہلاک کر دیا ہم نے تمہارے پاس ایک ایسی کتاب بھیج دی ہے کہ جس میں تمہاری نصیحت ہے پھر کیا تم کو (اتنی بھی) عقل نہیں ⑩۔

ترکیب:...... وهم مبتدا و معرضون خبر و فی غفلة ضمیر معرضون سے حال ہے ای اعرضوا غافلین اور ممکن ہے کہ خبر ثانی ہو۔ لاهية قلوبهم حال ہے ضمیر یلعبون سے اور یہ دونوں حال مترادف یا متداخل ہیں اور جس نے لاهية کو مرفوع پڑھا ہے تب ایک ہی حال ہے اس لیے کہ یہ خبر بعد خبر ہے هل هذا جملہ محل نصب میں ہے النجوی سے بدل ہو کر ای واسروا هذا الحدیث۔ قل بصیغۂ ماضی رسول کا قول ہوگا حمزہ و کسائی و حفص کی قراءت کے بموجب اور دیگر قراء نے قل بصیغۂ امر پڑھا ہے۔

تفسیر:...... یہ سورت مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے اس میں بیشتر توحید و نبوت اور عالم آخرت کا ثبوت اور انبیاء علیہم السلام کے عبرت انگیز تذکرے اور ان کی نافرمان امتوں کا انجام اور انسان کا بارگاہ الٰہی میں حساب دینے کے لیے حاضر ہونا بیان ہے پس فرماتا ہے اِقْتَرَبَ الخ۔

انسان کے حساب کا وقت اور اس کی غفلت:...... کہ انسان کے حساب کا وقت تو قریب آ لگا اور وہ غفلت میں ہی پڑا ہوا اللہ کے فرستادوں سے منہ موڑ رہا ہے اور جو کوئی نئی بات وعظ و پند کی ان کے کانوں میں پڑتی ہے تو اس کی طرف کھیل کود میں توجہ بھی نہیں کرتے۔

حِسَابُهُمْ مفسرین کہتے ہیں کہ حساب سے مراد قیامت کا دن کا حساب ہے اور گو وہ ابھی صدہا ہزارہا سال بعد آئے گا مگر آئندہ آنے والی چیز تو گھڑی گھڑی قریب ہی ہوتی جاتی ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎

ما اقرب ماهو آت	★	وما ابعد ماهو فات

آنے والی چیز بہت قریب ہے اور جانے والی چیز بہت دور ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ حساب کا وقت کچھ قیامت ہی پر موقوف نہیں بلکہ موت کے بعد بھی انسان اپنے اللہ کے روبرو جاتا اور اس کو قبر میں اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے سو یہ بھی ایک قسم کا حساب ہے پس اس وقت کے قریب ہونے میں تو کسی کا بھی کلام نہیں یعنی انسان غفلت کی نیند میں سوتا ہے کہ موت آ لیتی ہے۔

کفار کی عادات رذیلہ:...... وَاَسَرُّوا النَّجْوَى یہ جملہ مستانفہ ہے ان کی عادات رذیلہ کے بیان میں ان کے اعراض اور غفلت اور کھیل اور کود کے ثبوت میں۔ النَّجْوٰی اسم ہے التناجی سے جس کے معنی سرگوشی کرنا پھر اس کے مخفی کرنے کے یہ معنی کہ ان باتوں کو جن کا ذکر اگلے جملہ میں آتا ہے نہایت مخفی طور سے باہم کہتے تھے۔ انسان جس بات کو اہم سمجھتا ہے اس کی بابت مخفی طور پر مشورہ کیا کرتا ہے اور وہ باتیں یہ ہیں۔

۱)...... هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہ یہ رسول تو تمہارے جیسا آدمی ہے جس طرح ہم کھاتے پیتے سوتے جاگتے ہیں ایسا ہی یہ بھی ہے پھر یہ رسول کیسا جو اللہ کی باتیں خاص اس کے پاس آتی ہیں ہمارے پاس نہیں؟ ان کے خیال میں رسول بشریت کے جامہ سے باہر ہے

اور ملکیت کے لباس میں ہونا چاہیے تھا جو کھانے پینے سے پاک ہو اور ہمیشہ جیتا رہے جس کے رد میں آگے ارشاد ہوتا ہے۔

۲)......اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ قرآن مجید کو اس کے اعجاز کی وجہ سے مکہ کے کافر جادو کہتے تھے۔ پھر اس کی نسبت ایک دوسرے کو کہتا تھا کہ تم قرآن پر نہ چلو جان بوجھ کر کیوں جادو پر چلتے ہو؟ یہ بات ان کے دل میں نہ تھی دل میں تو حق جانتے تھے مگر لوگوں کے گمراہ کرنے کو سحر اور جادو کہتے تھے قٰلَ رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ یہ ان کے مخفی کہنے کے جواب میں ہے کہ رسول کو حکم دیتا ہے کہ ان سے کہہ دو تم ہزار چھپاؤ میرا رب جو آسمان و زمین کی تمام باتیں جانتا ہے اور سننے والا جاننے والا ہے اس سے تمہارا یہ مخفی مشورہ کب مخفی رہ سکتا ہے؟ القول صاحب کشاف کہتے ہیں لفظ قول عام ہے شامل ہے سر و جہر کو تاکید کے لیے یَعْلَمُ السِّرَّ کی جگہ یَعْلَمُ الْقَوْلَ کہا۔

کفار مکہ کو قرآن کے جادو کہنے میں استقلال نہ تھا:......بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ کفار مکہ کو قرآن کے جادو کہنے میں بھی استقلال نہ تھا جیسا کہ بے تک کوئی کسی میں عیب لگایا کرتا ہے تو وہ اسی طرح مختلف باتیں کہا کرتا ہے یعنی جادو پھر بھی ایک نادر چیز ہے یہ تو ایسا بھی نہیں بلکہ پریشان خیالات ہیں کہ جن کو از خود محمد نے بنا کر ذرا اچھی اور دل چسپ عبارت میں جمع کر لیا ہے کیونکہ وہ شاعر ہے۔

۳)......فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ . . . الخ پہلے نبیوں کی طرح کوئی بڑا بھاری معجزہ کیوں نہیں دکھاتا کوئی نشانی نہیں لاتا؟ یہ ان کے تین شبہے تھے جن کی تقلید میں آج کل کے عیسائی اور متعصب ہنود بھی یہی کہا کرتے ہیں۔مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ یہ ان کی تیسری بات کا جواب ہے جس کو وہ بار بار منہ پر لاتے اور رسول علیہ السلام کے سامنے پیش کیا کرتے تھے کہ ان سے پہلے جس قدر بستیوں کو ہم نے ہلاک کیا ہے انہوں نے اپنے رسول سے وعدہ کر لیا تھا کہ ہم معجزہ دیکھ کر ایمان لے آئیں گے مگر جب ان کو معجزہ بھی دکھایا تب بھی ایمان نہ لائے پھر یہ جو معجزہ کی درخواست کرتے ہیں کیا ایمان لے آئیں گے؟ اس لیے ان کی خواہش کے بموجب معجزہ نہیں دکھایا جاتا کیوں کہ ایک وقت مقرر تک ان کا ہلاک کرنا ہم کو منظور نہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ ، یہ ان کے پہلے شبہ کا جواب ہے کہ محمد ﷺ سے پیشتر ہم نے جس قدر رسول بھیجے ہیں وہ بھی تو آدمی ہی تھے کہ جن کی طرف وحی کی گئی تھی فرشتہ نہ تھے اگر تم کو معلوم نہ ہو تو فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اہل کتاب سے پوچھ دیکھو کہ جن کے تم اے اہل مکہ اکثر باتوں میں معتقد ہو اور ان سے پوچھ پوچھ کر اعتراضات کیا کرتے ہو۔وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ اور ان انبیاء کو ہم نے ایسے بدن عطا نہ کیے تھے کہ جو کھانے کے محتاج نہ ہوں اور ہمیشہ باقی رہیں بلکہ وہ کھاتے پیتے تھے آخر دنیا سے اٹھ گئے موت سے نہ بچے۔

ہاں وہ ہمارے رسول تھے انہوں نے اپنی نافرمان اور سرکش قوموں کی ہلاکت کے لیے جو کچھ وعدے کیے تھے ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ ان کو ہم نے پورا کر دیا فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ رسولوں اور ان کے پیروؤں کو بچالیا اور بدکاروں کو حد سے گزرنے والوں کو ہلاک کر دیا لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ یہ ان کی دوسری بات کا جواب ہے کہ قرآن کو جو ہم نے تمہارے پاس بھیجا ہے اس میں غور کرو کہ تمہارے لیے اس میں کس قدر وعظ و نصیحت ہدایت و سعادت ہے پھر اس کو سحر اور کیا کیا کہتے ہو اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا تم کو عقل نہیں؟

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ⑪ فَلَمَّآ

أَحَسُّوا بَأْسَنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَرْكُضُونَ ﴿١٢﴾ لَا تَرْكُضُوا وَارْجِعُوا إِلَىٰ مَا أُتْرِفْتُمْ
فِيهِ وَمَسَاكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْأَلُونَ ﴿١٣﴾ قَالُوا يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿١٤﴾ فَمَا زَالَتْ
تِلْكَ دَعْوَاهُمْ حَتَّىٰ جَعَلْنَاهُمْ حَصِيدًا خَامِدِينَ ﴿١٥﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ
وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ ﴿١٦﴾ لَوْ أَرَدْنَا أَنْ نَتَّخِذَ لَهْوًا لَاتَّخَذْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا ۖ إِنْ كُنَّا
فَاعِلِينَ ﴿١٧﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُ الْوَيْلُ
مِمَّا تَصِفُونَ ﴿١٨﴾ وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ
عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ﴿١٩﴾ يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ﴿٢٠﴾ أَمِ
اتَّخَذُوا آلِهَةً مِنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنْشِرُونَ ﴿٢١﴾ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ
فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٢٢﴾ لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ ﴿٢٣﴾

ترجمہ:......اور ہم نے بہت سی بستیوں کو جہاں کے لوگ ظالم تھے غارت کر دیا ہے اور ان کے بعد ہم نے اور قومیں پیدا کیں (۱۱) پھر جب ان ہلاک ہونے والوں نے عذاب کی آہٹ پائی تو فوراً وہاں سے بھاگنے لگے (۱۲) (کہا گیا) مت بھاگو اور ان نعمتوں کی طرف لوٹ جاؤ جن کے تم مزے اڑایا کرتے تھے اور اپنے مکانوں کی طرف بھی واپس جاؤ تا کہ تم سے ❶ پوچھا جائے (۱۳) وہ کہنے لگے وامصیبتاہ ہم ہی ظالم تھے (۱۴) پھر وہ ہمیشہ یہی پکارا کیے یہاں تک کہ ہم نے ان کو کاٹ کر کھلیان کر دیا جو بجھے پڑے تھے (۱۵) اور ہم نے آسمان اور زمین اور ان کے اندر کی چیزوں کو کھیلنے کے لیے نہیں بنایا ہے (۱۶) اگر ہم کھیل ہی بنانا چاہتے تو اپنے پاس ❷ کی چیزوں کو بناتے اگر ہم کو یہی کرنا تھا (۱۷) بلکہ حق کو باطل پر (پتھر کی طرح پھینک مارتے ہیں پس حق باطل کا سر توڑ دیتا ہے پھر وہ باطل ترت مٹ جاتا ہے اور تم پر پھٹکار ہے تمہاری باتیں بنانے سے (۱۸) اور جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا تو ہے اور جو لوگ اس کے حضور میں ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ سرتابی کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں (۱۹) رات دن تسبیح کیا کرتے ہیں سستی نہیں کرتے (۲۰) کیا انہوں نے زمین کی چیزوں میں سے ایسے معبود بنا رکھے ہیں کہ جن کو وہ خود بنا کر کھڑا کرتے ہیں (۲۱) اور اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو وہ (کبھی کے) خراب ہو چکے ہوتے جو یہ لوگ اس کی نسبت بیان کرتے ہیں اللہ عرش کا مالک ان سب سے پاک ہے

●...... الرکض الفرار والهرب واصله من رکض الرجل الدابة ومنها ارکض برجلک والمعنی انهم هربوا ارکضین دوابهم الترف النعمة یقال اترف فلان وهو مترف ای وسع علیه فی معاشه ۱۲ منہ۔

❶...... کہ تم پر کیا گزری اور تمہارے وہ ساز و سامان کیا ہوئے جن مکانوں پر تم فخر کیا کرتے تھے کہاں گئے وہ۔ یہ کلام ان سے بطور تمسخر کے کسی باخدا نے کیا تھا ۱۲ منہ۔ ❷...... یعنی کھیلنے کے لیے عالم غیب کی چیزیں فرشتے اور بہشت کی مخلوق اور روحانیت کیا کم تھے عالم غیب کی چیزوں کو اپنے پاس کی چیزیں اس لیے کہ عالم محسوس کی بہ نسبت عالم ملکوت اس سے قریب ہے۔ عرب کے بعض قبائل اولاد اور بیوی کو لہو کہا کرتے تھے اس لیے کہ دراصل انسان کے کھیلنے دل خوش کرنے کی یہی چیزیں ہیں اس تقدیر پر یہ مطلب کہ کھیلنا ہی ہوتا اپنے پاس کے لوگوں کو بیوی بیٹا بنا کر نہ کھیلتے۔ اس میں ان لوگوں پر تعریض ہے جو مخلوق کو اس کی بیوی یا بیٹا کہتے ہیں ۱۲ حقانی۔

جو کچھ وہ کرتا ہے (۲۳) اس سے پوچھا نہیں جاتا بلکہ وہ خود پوچھے جاتے ہیں (۲۳)۔

ترکیب:...... وَكَمْ قَصَمْنَا صاحب کشاف کہتے ہیں قصم اس طرح سے توڑنے کو کہتے ہیں کہ ایک ایک ٹکڑا جدا ہو جائے بخلاف قصم اور کسر کے۔ قَرْيَةٍ سے مراد وہاں کے سکان بحذف مضاف۔ کم خبریہ تکثیر کے لیے محل نصب میں قصمنا کی وجہ سے مِنْ قَرْيَةٍ تمیز كَانَتْ ظَالِمَةً محل جر میں قریہ کی صفت ہو کر بحذف مضاف۔ اذا مفاجات کے لیے هُمْ مبتدا يَرْكُضُوْنَ خبر اذا اس کا ظرف تِلْكَ دَعْوٰهُمْ تلک موضع رفع میں اسم زالت و دعوٰھم خبر ویجوز العکس۔

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا ہم نے مسرفین کو ہلاک کر دیا اب پھر اس کی تشریح فرماتا ہے کہ وہ مسرفین کون تھے اور ان کی کیا عادات تھیں اور کس طرح سے ہلاک ہوئے؟ تاکہ ان مشرکین کو معلوم ہو کہ وہ ہمارے ہی جیسے کافر اور بدکار تھے اب ہم کو بھی عذاب الٰہی سے ڈرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کسی کو راہِ فرار نہیں: ...... پس فرماتا ہے وَكَمْ قَصَمْنَا کہ ہم نے بہت سے شہروں کو ہلاک و برباد یا غارت کر دیا ہے جن کے رہنے والے ظالم و بدکار تھے اور ان کی جگہ اور نئی قومیں آباد کر دیں اور نئے لوگ پیدا کر دیے۔ پھر جب ان غارت ہونے والے لوگوں کو ہمارا عذاب آتا ہے ہوا دکھائی دیا جیسا کہ انبیاء نے ان کو خبر دی تھی (یہ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ کی تفسیر ہے) تو اس عذاب سے بھاگنے لگے۔ رکض ایڑ مارنا ومنہ قولہ تعالیٰ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ پس جب ان کو عذاب الٰہی کے آثار نمودار ہوتے دکھائی دیے تو اپنی سواریوں پر سوار ہو کر ان کو ایڑ مار کر اپنے شہر و دیار چھوڑ چھاڑ بھاگنے لگے۔ یا رکض کے ساتھ ان کا جلدی بھاگنا سرعت کی وجہ سے تعبیر کیا گیا لَا تَرْكُضُوْا فرشتہ یا ہاتف غیب نے یا ان کے حال موجودہ نے ان سے کہا کہ مت بھاگو اور تم کو جو کچھ اللہ نے نعمتیں اور عمدہ مکانات اور باغ اور مال و زر اور محبوب زن و فرزند دے رکھے تھے، لوٹ کر وہیں جاؤ شاید تم سے سوال کیا جائے کہ تم پر کیا گزری یعنی بھاگنا سود مند نہ ہوگا۔ اور ان کے مکانات اور نعماء کی طرف لوٹ کر جانے کا حکم دینے میں گویا ان پر تعریض ہے کہ آج یہ سب چیزیں تم سے چھینی جاتی ہیں تم نے ان کی شکر گزاری نہ کی تھی اب انہیں کو دیکھ دیکھ کر حسرت کے ساتھ جان دو اور ان کو بھی اپنے روبرو برباد ہوتے دیکھو۔ اور ان سے سوال ہونے سے یہ مراد کہ تمہارے اموال و مکانات کے ساتھ ہلاک ہونے سے کل آئندہ آنے والے لوگ سوال کریں گے کہ یہ کون لوگ تھے اور کیوں کر ہلاک ہوئے؟ یا یہ معنی کہ جاؤ تمہارے نوکر چاکر ماتحت لوگ تم سے پوچھ پوچھ کر کام کریں گے جیسا کہ تمہاری بحالی کے وقت میں کیا کرتے تھے یعنی کہاں بھاگ کر جاتے ہو وہیں جاؤ نا جائز ویسی ہی حکومت چلاؤ! پھر فرماتا ہے فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ کہ وہ ہلاک ہوتے ہوتے تک یوں ہی پکارا کیے يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (۱۴) کہ اے افسوس، اے خرابی! بے شک ہم ستمگار تھے مگر اس وقت ان کا کہنا کیا فائدہ دیتا تھا آخر یوں ہی پکارتے پکارتے نیست و نابود ہو گئے۔

دعوٰی مصدر بمعنی الدعوۃ پکارنا جیسا کہ اہل جنت کی شان میں آیا ہے وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

حصید کٹی ہوئی کھیتی بمعنی المحصود۔ الخمود بجھنا آگ کا یعنی ان کو ہم نے ایسا کر دیا جیسے کھیتی کٹی ہوئی پڑی ہوتی ہے اور اس طرح بجھا دیا جس طرح آگ بجھ جاتی ہے مراد یہ کہ ہلاک و برباد کر دیا۔

ان گاؤں کی نسبت کہ جن کا ان آیات میں ذکر ہے مفسرین کا اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ حضور اور سحول یمن میں دو شہر تھے جہاں عمدہ کپڑا بنتا تھا وہ مراد ہیں کوئی کہتا ہے شام کے ملک میں سدوم وغیرہ قوم لوط کی بستیاں مراد ہیں۔ فقیر کہتا ہے کہ شام و یمن پر کیا موقوف ہے، تاریخ کھول کر دیکھیے گا تو ہر ملک میں آپ کو ایسے بہت سے اجاڑ شہر ملیں گے کہ جو زلزلہ یا آسمانی پتھروں یا طغیانی دریا و وبایا

قتل یا پہاڑ کے آتشی مادہ سے یا کسی اور آفت الٰہی سے جو معمولی آفتوں کے علاوہ ہے برباد ہوئے ہیں اور اب ان قوموں کا نام ونشان بھی نہیں ان کی جگہ اور قومیں آباد ہیں۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿۲﴾۔

زمین وآسمان کی تخلیق کو کھیل نہ سمجھو

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ . . . الخ مشرکین بلکہ اور بہت سے لوگوں کا یہ خیال تھا کہ انسان اور دیگر چیزیں آپ ہی پیدا ہوتی ہیں اور آپ ہی مٹ جاتی ہیں اللہ کو انسان کے نیک وبد سے کیا غرض اور رسولوں کے بھیجنے سے کیا مطلب پھر جو کوئی قوم یا شہر برباد ہوتا ہے اس میں ان کے گناہ وثواب کو کیا دخل یہ سب اسباب ارضی وسماوی سے ہے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ آسمان اور زمین اور اندر کی کائنات از خود تو پیدا ہو ہی نہیں گئی بہر طور کوئی اس کی علت وسبب نکالو گے پھر اس میں کلام ہوگا۔ انجام کار اللہ کا قائل ہونا پڑے گا۔ پھر جب ان کے ہم خالق ہیں تو باوجود اس علم وحکمت کے ہم نے ان چیزوں کو عبث اور بے کار تو پیدا ہی نہیں بلکہ ہر ایک سے ایک غایت مطلوب ہے پھر جن چیزوں کو فی الجملہ اس غایت اور کمال حاصل کرنے میں اختیار بھی دیا گیا ہے اور وہ اس کو حاصل نہ کریں گے (جیسا کہ خلقت انسان سے مقصود اس کی معرفت وعبادت ودیگر مصالح ہیں) تو نکمے ہوں گے جیسا کہ میوے دار درخت کی نکمی شاخ جس کا کاٹنا ضروری ہوتا ہے تا کہ اس کی جگہ اور شاخ پھوٹے (وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ) یہ اسباب ارضی وسماوی وہ سب بھی ہمارے ہی ہاتھ میں ہیں۔ اسباب کا پیدا کرنا بربادی اور ہلاکت کے لیے یا سعادت کے لیے ہمارا ہی کام ہے اور اگر ہم کو دنیا کے پیدا کرنے سے کھیل اور تماشا ہی منظور ہوتا تو لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ای مِنْ عِنْدِنَا اپنے ہاں سے یعنی مجردات اور نورانی چیزیں جو ہمارے اسرار ربوبیت کا نمونہ ہیں کیا کم تھیں؟ بلکہ انبیاء ورسل بھیجنے سے ہمارا مقصود توہمات باطلہ کا مٹانا اور حق کا جتلانا ہے۔ اس مضمون کو کس خوبی سے ادا کیا ہے۔ باطل کو مٹی کے خام برتن سے تشبیہ دی ہے اور حق کو سخت پتھر سے کہ جب اس کو اس برتن پر پھینک ماریں تو فوراً ٹوٹ پھوٹ جائے اس لیے فرماتا ہے کہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں کہ جس سے وہ باطل مٹ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اولاد سے منزہ ہے:...... اور اے کفار وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ تم جو یہ برے بیان کرتے ہو اس سے تمہارے لیے خرابی ہے یا یہ جملہ انشائیہ بصورت جملہ خبریہ ہے کہ تمہاری ان باتوں پر پھٹکار۔ من جملہ ان کے برے بیانوں میں یہ بھی تھا کہ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں اور عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے اب اس کا ابطال فرماتا ہے وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہ زمین وآسمان میں جو کچھ ہے اللہ کی ملک ہے پھر اس کو بیٹے کی کیا حاجت؟ اور جو بیٹا ہے پھر اس نے کیا پیدا کیا ہے۔ چیزیں تو اللہ کی پیدا کی ہوئی ہیں وَمَنْ عِنْدَهٗ اور اس کے پاس رہتے ہیں یعنی ملائکہ وہ تو خود رات دن اس کی عبادت کرتے تھکتے نہیں نہ تکبر کرتے ہیں پھر وہ اس کی بیٹیاں کیوں کر ہیں؟ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً زمین کی چیزوں کو انہوں نے گویا اللہ بنایا ہے۔ پھر کوئی پوچھے هُمْ يُنْشِرُوْنَ کیا وہ کسی کو زندہ کر سکتے ہیں؟۔

آسمان وزمین میں دو خدا ہوتے تو کیا ہوتا؟...... لَوْ كَانَ . . . الخ اگر آسمان وزمین میں دو خدا ہوں تو آپس کے جھگڑے سے نہ آسمان رہے نہ زمین پس خدا عرش کا مالک جس کو کوئی پوچھ نہیں سکتا کہ کیا کرتا ہے ان سب باتوں سے پاک ہے۔ اس کے یہ بھی معنی ہیں کہ خود انہوں نے زمین کی چیزوں سے پتھر پیتل تانبے سونے چاندی کے آپ ہی بت بنا کر کھڑے کرتے اور پھر ان کو پوجتے ہیں۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا

مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۲۵ وَقَالُوا

اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۲۶ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ

وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۲۷ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ

اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ۲۸ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ

مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۲۹ ع ۲

ترجمہ:......کیا انہوں نے اس کے سوا اور بھی معبود بنا رکھے ہیں۔ کہہ دو اپنی دلیل تو پیش کرو یہ میرے ساتھ والوں کا فہمائش کرنے والا (قرآن) موجود ہے اور مجھ سے پہلوں کے بھی فہمائش نامے ہیں (یعنی توریت و انجیل پر کسی میں بھی دو معبود نہیں) بلکہ ان میں سے اکثر تو حق جانتے ہی نہیں اس لیے منہ پھیرے ہوئے ہیں ۲۴ اور (اے نبی) تم سے پیشتر ہم نے ایسا کوئی بھی رسول نہیں بھیجا کہ جس کی طرف یہ وحی نہ کی ہو کہ بجز میرے اور کوئی معبود نہیں، سو میری ہی عبادت کیا کرو ۲۵ اور وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن نے (فرشتوں کو) بیٹیاں بنا لیا ہے وہ پاک ہے بلکہ وہ تو اس کے معزز بندے ہیں ۲۶ کلام کرنے میں اس سے پیش قدمی نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم پر کام کرتے ہیں ۲۷ وہ جانتا ہے جو کچھ کہ ان کے آگے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ شفاعت بھی نہیں کرتے مگر اسی کے لیے کہ جس سے وہ خوش ہو گیا ہو اور وہ اس کے جلال سے ڈرتے رہتے ہیں ۲۸ اور جو کوئی ان میں سے یہ کہے کہ اس کے سوا میں خدا ہوں تو اسی پر ہم اس کو جہنم کی سزا دیں گے ظالموں کو ہم اسی طرح سے سزا دیا بھی کرتے ہیں ۲۹۔

شرک پر کوئی دلیل نہیں:......پھر تہدید و توبیخ کے لیے اسی جملہ کو نقل فرماتا ہے۔ اَمِ اتَّخَذُوْٓا کہ کیا انہوں نے خدا کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں؟ پھر اس بات کو دو طرح سے باطل کرتا ہے (۱) قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ کہ اس پر کوئی سند یا دلیل پیش کرو، اور جب سند نہیں تو محض وہم اور فاسد خیال ہے۔ (۲) هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ کہ اچھا اگر تمہارے پاس کوئی عقلی دلیل اس بات پر نہیں تو نقلی پیش کرو۔ نقلی دلیل کتاب الٰہی سے ہو تو مسلم ہے ورنہ نہیں۔ اور کتاب الٰہی جو میرے ساتھ والوں کا یعنی میری امت کا ذکر یعنی فہمائش کرنے والی ہے وہ قرآن مجید ہے اور مجھ سے پہلے لوگوں کا ذکر تورات و انجیل و زبور و صحف انبیاء بھی دنیا میں آ چکے ہیں پھر کسی میں تو دکھاؤ کہ اور بھی اللہ کے سوا معبود ہیں؟ سعید بن جبیرؒ و قتادہؒ اور سدیؒ کہتے ہیں کہ یہ ذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ قرآن مجید کی صفت ہے کہ اس قرآن میں میری امت کا اور مجھ سے پہلے لوگوں کا ذکر ہے اب اس سے بڑھ کر اور جامع کونسی کتاب ہو گی جو مانو گے؟ فرماتا ہے بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۲۴ کہ یہ جو اس سے اعراض کرتے ہیں اس سے کتاب الٰہی کا قصور نہ سمجھنا چاہیے بلکہ اکثر ان میں نادان اور جاہل ہیں حق شناس نہیں ہیں اس لیے اعراض کرتے منہ موڑتے ہیں۔ اس کتاب کا اور اگلی کتابوں کا تو حال انہیں معلوم ہو گیا۔ رہے بزرگان دین جو انبیاء اور رسول ہیں انہوں نے بھی کبھی دو خدا کی عبادت نہیں بیان کی بلکہ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ ... الخ اے محمد ﷺ تم سے پیشتر جس قدر انبیاء ہم نے بھیجے ہیں سب کی طرف یہی وحی کی تھی کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں میری ہی عبادت کیا کرو۔ چنانچہ توریت موجودہ اور انجیل موجودہ میں بھی یہ بات موجود ہے پھر مسیح علیہ السلام کا خدا ہونا اور خدا کا بیٹا ہونا اسی طرح اور چیزوں یا بزرگوں کا خدائی میں شریک ہونا ان کو کہاں سے ثابت ہو گیا؟۔

فرشتے اللہ کے معزز بندے ہیں:......عرب میں قبیلۂ خزاعہ کے لوگ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے ان کے قول کو بھی ردفرماتا ہے۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ کہ وہ مشرکین کہتے ہیں کہ خدا نے اولاد جنائی ہے وہ ایسی باتوں سے پاک ہے اور وہ فرشتے کہ جن کو وہ اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں اس کے بندے ہاں معزز بندے ہیں مگر اس کے حکم کے ایسے مطیع ہیں کہ (۱) کلام بھی اس کی بغیر اجازت کے نہیں کرتے جب وہ کچھ فرمالیتا ہے تو بولتے جواب دیتے ہیں (۲) وہ اس حکم کے پابند ہیں کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کا ظاہر و باطن معلوم ہے۔ یا یہ معنی کہ اللہ تعالیٰ نے جو ان کو عزت دی ہے وہ ان کی ابتداء انتہا سے خوب واقف ہے کہ وہ نافرمانی نہیں کرتے یا یہ کہ وہ اس کی قدرت وعلم کے احاطہ میں ہیں پھر ان کی الوہیت کیسی؟ (۳) اور وہ سفارش بھی اسی کی کرتے ہیں کہ جس سے اللہ کو راضی پاتے ہیں یعنی کلمہ گو کی۔ اور (۴) وہ ڈرتے رہتے ہیں۔ اور جو کوئی بالفرض ان میں سے خدائی کا قائل ہو بھی تو ہم اس کو جہنم میں ڈالدیں۔ ہمارے زیر حکم ہیں پھر بیٹیاں ہونا اور رشتہ دار ہونا کیسا؟ اور ان پر کیا موقوف ہے ہم ہر ظالم کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۠ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ:......اور کیا منکروں نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین باہم جڑے ہوئے تھے پھر ہم نے ہی ان کو جدا جدا کر دیا اور ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا تو پھر کیا (اس پر بھی ہم پر) ایمان نہیں لاتے ﴿۳۰﴾ اور زمین میں ہم نے ہی بوجھل پہاڑ رکھ دیئے ہیں کہ ان کو لے کر ادھر ادھر نہ جھکنے پائے اور اس میں ہم نے ہی کشادہ رستے بنا دیئے کہ لوگ راہ پائیں ﴿۳۱﴾ اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا اور وہ ہیں کہ ہماری آسمانی نشانیوں سے منہ پھیرے لیتے ہیں ﴿۳۲﴾ اور وہی تو ہے کہ جس نے رات اور دن اور آفتاب اور چاند کو پیدا کیا جو ہر ایک (ایک ایک) آسمان میں تیرتا ہے ﴿۳۳﴾۔

ترکیب:...... كُلَّ شَيْءٍ مفعول جَعَلْنَا حَيٍّ اس کی صفت مِنَ الْمَآءِ لابتداء الغاية ويجوز ان يكون صفة لكل تقدم عليه فصار حالاً۔

تفسیر:......مشرکین کا خیال رد کر کے اب ان کے سامنے (جو بہت سے معبودوں کے قائل تھے اور کبھی اس کی معزز مخلوق کو اس کا بیٹا یا بیٹیاں کہتے تھے) یہ چند دلائل بیان فرماتا ہے کہ معلوم ہو جائے کہ عالم میں یہ تمام صنعت کاری اسی کی ہے کسی معبود یا بیٹے نے کیا پیدا کیا ہے؟ اور چوں کہ یہ دلائل ایسے بدیہی ہیں کہ جو ادنیٰ غور کرنے سے مدعا ثابت کر دیتے ہیں تو اس لیے اَوَلَمْ يَرَ کر کے خطاب کیا۔

توحید پر چند دلائل:......(۱) اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا . . . الخ رتق بند کرنا بند ہونا فتق بالفتح جدا کرنا کھولنا۔ اس کے معنی

* ......اولم یر بمعنی اولم یعلموا۔ کانتا الضمیر الی السماء والارض بلحاظ الجنس لهذا لم یقل کن۔ الرتق السد ضد الفتق یقال رتقت الفتق رتقه فارتتق ای کانتا مرتوقتین وقال رتقا ولم یقل رتقین لانه مصدر ۱۲ منہ

مفسرین نے چند طور پر بیان کیے ہیں لیکن ابن عباس ؓ اور حسن بصریؒ اور جمہور مفسرین اس کے یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ آسمانوں کا بند ہونا مینہ (بارش) کا ان سے نہ برسنا اور زمین کا بند ہونا نباتات کا پیدا نہ ہونا اور کھلنا آسمان سے بارش برسنا اور زمین کا نباتات اُگانا۔ کیا کافر نہیں دیکھ چکے بلکہ ہر سال صیف وشتا شدید (گرمی اور سخت سردی) کے وقت جب کہ بارش نہیں ہوتی اور زمین سے کچھ پیدا نہیں ہوتا دیکھتے ہیں کہ آسمان اور زمین بند ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی اپنے ید قدرت سے کھولتا ہے، بارش برساتا ہے پھر اس سے ہر قسم کا سبزہ اُگاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان آیات میں ابتداء آفرینش عالم کی طرف اشارہ ہے جس کو قرآن مجید میں کئی جگہ بیان فرمایا یہاں اجمالاً بیان کیا جاتا ہے کہ مادہ اثیریہ یعنی ایتھر سب ایک جگہ جمع تھا آسمانوں اور زمین کا مادہ مجتمع تھا اس میں سے میں نے آسمانوں کو جدا کر دیا زمین کو جدا یعنی اس میں سے کسی قدر سے آسمان بنا دیے کسی قدر سے زمین پھر زمین کی مخلوقات حیوانات نباتات کو زندہ کیا۔ کل شئی سے یہی چیزیں مراد ہیں نباتات میں بھی ایک قسم کی حیات ہے اگر غور کرو تو جمادات کا انعقاد بھی پانی سے ہوا ہے اور ان کی صورت نوعیہ کا قیام ان کی حیات ہے اس لیے اس کے بعد فرماتا ہے۔

ہر چیز کی پانی سے پیدائش:......(۲) وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ صاحب کشاف کہتے ہیں کہ جعلنا یا تو ایک مفعول کی طرف متعدی قرار دیا جائے یا دو کی طرف پہلی صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ ہم نے ہر حیوان کو پانی سے پیدا کیا جیسا کہ اور جگہ فرماتا ہے وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ یا تو نطفہ سے حیوانات پیدا ہوتے ہیں جو ایک قسم کا پانی ہے یا ان کو پانی کی طرف اشد ضرورت ہے اس لیے ان کی حیات کو پانی کی طرف منسوب کیا جیسا کہ آیا ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ انسان میں جلدی ہونے کی جلدی سے پیدا ہونے کے ساتھ تعبیر کیا یہ ایک محاورۂ عرب ہے۔ دوسری صورت میں یہ معنی ہوں گے صَيَّرْنَا كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ بسبب الماء کہ ہر جاندار کو پانی سے زندہ کیا ہے من الماء مفعول ثانی کل شئی موصوف حی صفت مجموعہ مفعول اول مفعول ثانی کا مقدم کرنا اہتمام شان کی وجہ سے ہوگا اور بعض روایات میں حیاً بالنصب بھی آیا ہے تو اس کو اس صورت میں كُلَّ کی صفت قرار دیں گے کہ ہر كُلَّ شَيْءٍ جو حی ہے اس کو پانی سے پیدا کیا۔ یا یہ مفعول ثانی ہوگا تب یہ معنی ہوں گے کہ ہر ایک شئی کو پانی سے زندہ کیا۔ اس صورت میں ہر شئے سے مراد حیوان یا نباتات ہوں گے قرائن سے یہ عام خاص کیا جائے گا۔

سوال:......بہت سے جان دار ہیں جو پانی سے پیدا نہیں ہوئے جیسا کہ جن آگ سے پیدا ہوئے ہیں یا فرشتے اور خود حضرت آدم علیہ السلام جن کی نسبت آیا ہے خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ اور وہ جانور جن کو حضرت مسیح علیہ السلام گارے کا بنا کر اس میں کچھ پھونکتے تھے کہ وہ اُڑ جاتا تھا پھر سب جان داروں کا پانی سے پیدا ہونا نہ پایا گیا۔

جواب:......لفظ اگرچہ عام ہے مگر قرینۂ موجود ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اَوَلَمْ يَرَ سے وہ چیزیں بیان کرتا ہے جو ان کے دیکھنے میں آتی ہیں اور یہ چیزیں انہوں نے کب دیکھی ہیں پس یہ اس میں شامل نہیں یا بیان اکثر یہ ہے جس کو محاورۂ عرب میں کلیہ سے تعبیر کرتے ہیں اور عرف عام کا یہی کلیہ ہے۔

(۳) وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ لام ولا عدم التباس کی وجہ سے حذف کیا گیا۔ راسیہ زمین میں گڑی ہوئی چیز جس کی جمع رواسی ہے، مراد پہاڑ۔ یعنی کرہ زمین میں پہاڑوں کی وجہ سے یا خود اس کی ذات میں ثقل اور بوجھل ہونا کر دیا جو ڈگمگاتی نہیں اگر یہ بھی ہوا یا پانی کی طرح خفیف و سبک ہوتی ہلتی جلتی تب اس پر نہ کوئی مکان رہتا نہ مکین، یہ بڑا انعام الٰہی ہے۔

(۴) وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ۝ کہ زمین میں تمہارے راہ پانے کے لیے کشادہ رستے رکھے اگر سخت ناہموار

دشوار گزار زمین ہوتی جیسا کہ بعض خیال کرتے ہیں تو یہی دنیا اس لطف کے ساتھ نہ بستی۔ الفج الطریق الواسع لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ۞ میں ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ کاش یہ گمراہ ان کشادہ رستوں کو نعمت سمجھیں اور راہ ہدایت پر آئیں۔

آسمان کو محفوظ چھت بنایا:......(۵) وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا آسمان کو چھت زمین سے فوقیت کے لحاظ سے کہا جاتا ہے۔ اب رہا اس کا محفوظ ہونا سو وہ کئی وجہ سے ہے۔ ایک یہ کہ وہ گرنے اور پرانا ہونے سے محفوظ ہے اور گھروں کی چھتوں کی مانند وہ نہیں ۔ کقولہ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ دوم یہ کہ شیاطین سے محفوظ ہے شیاطین کو وہاں تک رسائی نہیں کما قال وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ زمین گویا فرش اور آسمان اس کی چھت ہے اور یہ ایک عمدہ گھر ہے جس کی روشنی کی قندیلیں آفتاب و ماہتاب ہیں اور اسی طرح سیارے بھی جن کا آگے ذکر فرماتا ہے۔ پھر یہ تمام مخلوق جو اس کے گھر میں اس کی نعمت کھا پی رہی ہے اور یہ گھر اور اس کی نعمتیں جو روز اپنے مہمانوں کو کھلاتا ہے بجز اس کے اور کس نے پیدا کی ہیں؟ پھر اس آسمان کی رفتار اور اس کے ستاروں کی گردش اور ان سے صدہا انقلابات اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں جو اس کے جبروت و سطوت پر دلالت کر رہی ہیں لیکن کفار ان میں غور نہیں کرتے وَهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ۔

فی الحقیقت اگر انسان تھوڑی دیر ان عجائب قدرت میں غور کرے کہ جو اس نے آسمانوں میں رکھی ہیں تو صاف معلوم ہو جائے کہ اس پردۂ زنگاری میں کوئی ہے جو یہ کار پردازی کر رہا ہے۔

رات و دن سورج و چاند کی تخلیق:......(۶) وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ۞ اس آیت میں ان چند نشانیوں کا ذکر کرتا ہے کہ جن سے وہ اعراض کرتے ہیں رات دن کا بہ تعاقب آنا علاوہ ان بے شمار فوائد کے جو انسان اور دیگر مخلوق کے لیے ہیں جیسا کہ رات میں سونا آرام کرنا، دن میں روزی تلاش کرنا، کاروبار کرنا، پھلوں پھولوں کا نمودار ہونا، اس کی قدرت کی بھی ایک دلیل واضح ہے پھر آفتاب کے مختلف حرکات اور مختلف طور پر طلوع و غروب کرنے میں رات دن کے پیدا ہونے کے سوا ہزاروں فوائد ہیں اور یہ گویا اس دنیا کے گھر کا چراغ ہے۔ اسی طرح ماہتاب کی حرکات اور مختلف طور پر طلوع و غروب بھی ان فوائد کی تکمیل ہے اور یہی حال دیگر ستاروں کا ہے۔ یہ رات کا چراغ ہے۔ چاند اور سورج کی اس چال کو جب ناظر آسمان کی طرف غور کر کے دیکھتا ہے تو گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نیلے رنگ کے دریا میں یہ دو مچھلیاں تیرتی پھرتی ہیں۔ ان کی اس چال کو تیرنے کے ساتھ بطور تشبیہ یا استعارہ کے بیان کیا۔

فائدہ:......حکماء قدیم کا ایک بڑا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ سات آسمان ہیں اور آفتاب چوتھے آسمان میں ہے۔ اور ماہتاب پہلے میں اور نیز ان کی حرکات فلک کی حرکات کے ساتھ ہیں پھر تدویر اور اس فلک کی وجہ سے کہ جس میں یہ تدویر ہے اور نیز فلک الافلاک کی وجہ سے مختلف حرکات پیدا کرتے ہیں (اگر یہ حرکات مختلفہ نہ ہوتیں تو کہیں ہمیشہ جاڑا رہتا کہیں سخت گرمی، کہیں رطوبت، کہیں سخت یبوست نظام عالم میں خلل واقع ہو جاتا) ان کے نزدیک تو معنی ظاہر ہیں اور جمہور اہل اسلام بھی ان آیات و دیگر آیات سے ایسا ہی خیال رکھتے ہیں۔ مگر حکماء کا ایک فریق کہتا ہے کہ آفتاب اور ماہتاب کسی فلک میں جڑے ہوئے نہیں اپنے اپنے مدار پر بذات خود حرکت کرتے ہیں اور افلاک کوئی جسم دار چیز نہیں ہاں یہ جو نظر میں ایک نیلا گنبد سا نظر آتا ہے یہی عرف عام میں فلک گنا جاتا ہے اللہ کی پاک کتابوں میں ایسے امور کی حقیقت سے کچھ بحث نہیں کہ وہ کیا ہے وہاں تو عرف عام کے لحاظ سے کلام ہوا کرتا ہے پس اس تقدیر پر ہر ایک کا ایک فلک میں تیرنا حرکت کرنا بجز اس توجیہ کے درست نہیں ہو سکتا کہ فلک سے مراد ہر ایک کا مدار لیا جائے جیسا کہ ضحاک کا قول ہے:

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ
ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِذَا
رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ
وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِيْكُمْ
اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ لَوْ
يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ
وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا
وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا
مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾ ع ۱۲/۳

ترجمہ:......اور (اے نبی) آپ سے پہلے بھی ہم نے کسی آدمی کے لیے ہیشگی نہیں بنائی تو پھر کیا آپ مرجائیں گے تو وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے؟﴿۳۴﴾ ہر ایک جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے اور (اے لوگو) ہم تم کو بری اور بھلی آزمائش کرتے ہیں اور تم ہمارے پاس تو پھر آؤ ہی گے﴿۳۵﴾ اور (اے نبی) جب تم کو کافر دیکھتے ہیں تو بس تم سے ہنسی کرنے لگتے ہیں کہ کیا یہ وہی ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر کیا کرتا ہے حالانکہ وہ (خود) رحمٰن کے ذکر سے منکر ہیں ۳۶ آدمی جلد باز بنایا گیا ہے (ذرا ٹھہرو) میں تم کو اپنی نشانیاں ابھی دکھائے دیتا ہوں سو جلدی مت کرو﴿۳۷﴾ اور وہ (منکرین) کہتے ہیں کہ بتاؤ وہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو﴿۳۸﴾ کاش منکروں کو وہ وقت معلوم ہو جائے کہ جب وہ نہ اپنے مونہوں ❶ (آگے) سے آگ دور کرسکیں گے نہ اپنی پشت (پیچھے) سے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی﴿۳۹﴾ بلکہ وہ گھڑی ان پر یک بہ یک آجائے گی پھر تو وہ ان کو بدحواس کردے گی پھر نہ تو اس کو ٹال سکیں گے اور نہ ان کو مہلت ملے گی﴿۴۰﴾ اور (اے نبی) آپ سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ تمسخر کیا گیا ہے پھر جس عذاب کی بابت وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے وہی ان پر آپڑا﴿۴۱﴾۔

ترکیب:......فتنہ مفعول لہ یا موضع حال میں ای فاتنین یا مفعول مطلق ای نفتنکم بہا فتنۃ۔ الا ہزوا مفعول ثانی من عجل موضع نصب میں خلق سے علی المجاز جیسا کہ خلق من طین اور حال بھی ہوسکتا ہے ای عجلا و جواب لو محذوف و حین مفعول بہ ہے نہ ظرف بغتۃ مصدر موضع حال میں۔

تفسیر:......آفتاب و ماہتاب اور دیگر دار دنیا کے ارکان بیان فرما کر کہ جن میں غور کرنے سے اس گھر کے بنانے والے کا وجود ثابت

❶......یعنی آگے پیچھے ہر طرف سے جہنم کی آگ گھیرے ہوگی نہ اس کو سامنے سے دور کرسکیں گے نہ پیچھے سے ۱۲ حقانی

ہوتا تھا یہ بات بیان فرماتا ہے کہ کسی کو سدا اس گھر میں نہیں رہنا۔

دنیا ہیشگی کا گھر نہیں ہے:......اے محمد ﷺ تم سے پہلے کوئی ہمیشہ رہنے والا نہیں بنایا نہ تم کو ہیشگی ہے اور نہ تمہارے بعد ہمیشہ یہ رہیں گے جو تمہارے مرنے کی آرزو کرتے ہیں۔ وَمَا جَعَلْنَا . . . الخ اس دنیا میں امتحان کے لیے تم آئے ہوتا کہ تم نیکی کر کے دار آخرت کی خوبیوں کے مستحق بنو اور ہمارے پاس ہر ایک کو ضرور آنا ہے پھر ہر ایک کو نیکی بدی کا بدلہ ملنا ہے وَاِذَا رَاٰكَ . . . الخ مگر اب ان دار آخرت سے غافلوں اور دار دنیا کے مفتونوں کا یہ حال ہے کہ بجائے اس کے کہ دار آخرت کے ہادی ﷺ کا اتباع کرتے اس سے ہر وقت تمسخر اور ٹھٹھا کر کے کہتے ہیں کہ کیا یہی تمہارے بتوں کو برائی سے یاد کرتا ہے؟ یعنی ان کی خدائی باطل کرتا ہے ان کو بے اختیار اور عاجز کہتا ہے۔

آیت کا شانِ نزول:......مقاتل وسدی کہتے ہیں کہ یہ آیت ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی ہے یعنی وہ زیادہ تر ٹھٹھا کیا کرتا تھا اس میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ فرماتا ہے کہ بتوں کے اور اپنے فرضی معبودوں کے ذکر سے تو ایسا خفا ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر یعنی اس کے اوصاف حمیدہ وحدہٗ لاشریک لہٗ اور قادر مطلق ہونے وغیرہ کے منکر ہیں ایسا برتاوا کرتے ہیں جس سے اس کے ان اوصاف کا انکار لازم آتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ حقیقی معبود کے مقابلہ میں فرضی معبودوں کی یہ قدر و منزلت؟ پھر دار آخرت اور حیات جاودانی کیونکر نصیب ہوگی؟۔

انسان کی فطرت میں جلد بازی:......خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ای خلق عجولاً وذٰلک علی المبالغة۔ یعنی دار آخرت کا ہادی ﷺ جو ان کو بری باتوں سے جو پیش آنے والی ہیں روکتا ہے تو اپنی جلد بازی سے کہتے ہیں کہ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ وہ وعدہ کب پورا ہوگا اور جلد ہم پر کیوں عذاب نہیں آچکتا۔ فرماتا ہے سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ کہ ابھی میری آیتوں کا یعنی ان باتوں کا کہ جن کا وعدہ کیا گیا ہے زندگی میں اور مرنے کے بعد ظہور ہو جاتا ہے جلدی نہ کرو۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ جلد بازی اس لیے ہے کہ ان کو اس کا یقین نہیں اگر ان کو وہ وقت معلوم ہو جائے کہ جب جہنم میں ہر طرف سے آگ ان کو گھیرے گی کبھی اس کی جلدی نہ کرتے۔ پھر فرماتا ہے کہ ان آیات میں سے ایک قیامت ہے کہ جو فوراً آجائے گی مہلت نہ لینے دے گی۔

آپ ﷺ کو تسلی:......پھر آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو تسلی دیتا ہے کہ یہ تمسخر کوئی نئی بات نہیں کفار ہمیشہ انبیاء سے تمسخر کرتے چلے آئے ہیں جس کا انجام یہ ہوا کہ وہ وبال وعذاب جس کی بابت وہ تمسخر کرتے تھے انہیں پر اُلٹ پڑا۔

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾

● ......یہ پیشین گوئی ہے کہ کیا کفار مکہ نہیں دیکھتے کہ ارض یعنی زمین عرب کو چاروں طرف سے کم کرتے یعنی فتح کرتے ہوئے یا کھولتے ہوئے چلے آتے ہیں؟ چنانچہ ایسا ہی واقعہ بھی ہوا اس آیت کے نازل ہونے کے وقت گرچہ ظہور غلبۂ اسلام نہیں ہوا تھا مگر جس کا ہونا یقینی ہوتا ہے اس کو ہوا ہی کہہ کر تعبیر کرتے ہیں۔ ۱۲۔ف: الکلاءة الحراسة والحفظ یقال کلاءه الله کلاءة ای حفظه وقری یکلوکم بفتح اللام واسکان واؤ۔ یصحبون قال ابن قتیبة ای لا یجیر هم منا احد لان المجیر صاحب الجار والقرب تقول صحبک الله ای حفظک۔ ۱۲ منه۔

قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ۝۴۵

ترجمہ:.....(اے نبی) ان سے پوچھو (تو سہی) کہ رات دن میں رحمٰن کے عذاب سے تمہاری کون محافظت کرتا ہے (ان کو ڈرنا چاہیے ڈرنا تو کجا) بلکہ وہ تو اپنے رب کے ذکر سے بھی منہ موڑے ہوئے ہیں ۝۴۲ پھر کیا ہم سے ان کے معبود ان کو بچائے رکھتے ہیں وہ تو خود اپنی بھی (وقت پر) مدد نہیں کر سکتے اور نہ ان کا ہمارے مقابلہ میں کوئی ساتھ دے گا (وہ معبود کسی کو کیا دے سکتے ہیں) ۝۴۳ بلکہ ہم نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو یہاں تک رسایا بسایا تھا کہ ان پر زمانہ دراز گزر گیا (اس لیے اس رحمت کو رحمت خداداد نہیں سمجھتے) پھر کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے دبائے چلے آتے ہیں پھر کیا وہی غالب رہیں گے؟ ۝۴۴ (اے رسول) آپ کہہ دیجئے میں تو تم کو صرف وحی سے ڈرسناتا ہوں (مگر تم بہرے ہو) اور بہروں کو جب کسی چیز سے ڈرایا جاتا ہے تو وہ (سرے سے) پکارنا ہی نہیں سنتے ڈرنا تو کجا ۝۴۵۔

ترکیب:.....من استفہامیہ مبتدا یکلؤ کم ای یحفظکم خبر من الرحمٰن ای من باسہ موضع نصب میں یکلؤ سے ام استفہام انکاری لا یستطیعون جملہ مستانفہ یصحبون مازنی کہتا ہے یہ اصحبت الرجل اذا منعۃ سے ہے نہ کہ صحبت سے۔ بعض کہتے ہیں صحبت اس جگہ بمعنی نصرت و معونت ہے۔

تفسیر:..... پہلے فرمایا تھا کہ آخرت میں ان پر ہر طرف سے عذاب محیط ہوگا آگے اور پیچھے سے یہ اس کو دفع نہ کر سکیں گے۔

مصائب سے حفاظت صرف رحمٰن ہی کی شان ہے:.....اب فرماتا ہے آخرت تو آخرت اگر دنیا میں ان پر رات دن میں کوئی بلا نازل ہو جائے تو یہ اس کو کب روک سکتے ہیں پس اس دار دنیا میں بھی ان رات دن کے صدہا مصائب سے بجز رحمٰن کے اور کوئی ان کو محفوظ نہیں رکھ سکتا یہ بات ان سے پوچھ دیکھو خود ان کو بھی اس کا اقرار ہے۔ لفظ رحمٰن میں اشارہ ہے کہ یہ محافظت محض اس کی رحمت کا مقتضیٰ ہے ورنہ تمہارے اعمال تو ایسے نہیں۔ یہ جملہ گویا اگلے کلام کے لیے تمہید بھی ہے کہ ان کے معبودوں میں ایسا کوئی ہے جو ان کو ہماری بلا سے محفوظ رکھ سکے؟ پھر فرماتا ہے کہ وہ تو خود اپنی ہی حفاظت نہیں کر سکتے۔ وہ یہ سب کچھ جان بوجھ کر جو ہمارے سوا اوروں کو پوجتے ہیں گویا عمداً ہم سے اور ہماری یاد سے منہ پھیرتے ہیں۔

کما قال بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۴۲ اب ان کی اس بے اعتنائی کا سبب بیان فرماتا ہے کہ جو

کفار کے اعراض کی وجہ:.....بَلْ مَتَّعْنَا هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ ان کا یہ اعراض و تمرد کچھ نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ ہم نے اس دار دنیا میں کہ جس کا فرش زمین اور جس کی چھت آسمان اور جس کی قندیلیں چاند اور سورج ہیں ان کو پشت در پشت اپنے کرم و فضل سے طرح طرح کی نعمتیں عطا کی ہیں کہ جن کو یہ برتتے برتتے یہ سمجھنے لگے کہ یہ سب ہماری ہی کوشش کا نتیجہ ہے اور سدا سے ہے اور ہمیشہ ہم یوں ہی کامیاب رہیں گے۔ الغرض ہماری نعمتیں کھا کھا کر مست و مغرور ہو گئے سو ان کا یہ خیال غلط ہے وہ ہماری نافرمانی کر کے کبھی بحال نہ رہیں گے ہم ان کو مٹا ڈالیں گے اور اپنے پاک باز بندوں کو غالب کریں گے۔

کفار کے مغلوب ہونے کے قرائن:.....اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا سے یہی مراد ہے کہ وہ مشرکین متمردین جو عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ زمین یعنی ملک عرب کو اس کے کناروں سے لے کر کم کرتے چلے آتے ہیں کہ مکہ کے ارگرد دور دور تک بڑے بڑے سرکش مر جاتے ہیں اور اسلام پھیلتا چلا آتا ہے۔ کفر کی زمین گھٹتی چلی جاتی ہے اسلام پھیلتا جاتا ہے۔

نَنْقُصُهَا کا مصداق:.....ابن عباس رضی اللہ عنہ و مقاتل و کلبی کہتے ہیں نَنْقُصُهَا سے مراد اسلام کے لیے شہروں کا فتح ہونا۔ عکرمہ کہتے ہیں لوگوں کے مرنے سے بستیوں کا برباد ہونا۔ اول قول قوی ہے مگر ایک شبہ ہوتا ہے کہ یہ سورہ مکیہ ہے اور جہاد ہجرت کے بعد فرض ہوا تھا پھر

زمین کفر کے کم کرنے کے اس وقت میں کیا معنی؟ سیوطیؒ نے اتقان میں کہا ہے کہ یہ آیت مدنیہ میں ہیں تب شبہ نہیں رہا۔ فقیر کہتا ہے کہ اگر آیات مکیہ بھی ہوں تو کچھ شبہ نہیں۔ اس لیے کہ آنحضرت ﷺ جب مکہ میں تھے ہجرت سے ذرا پیشتر مدینہ اور اس کے نواح میں اسلام پھیل گیا تھا اسی طرح حبشہ میں اور دیگر قبائل عرب میں بھی۔ اس کے بعد فرماتا ہے کہ ان سے کہہ دو یہ جو کچھ میں تم سے کہتا ہوں اپنے گھر سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تمہارا منعم حقیقی ہے مگر جو لوگ بہرے ہو گئے ان کے کانوں میں حق باتوں کی رسائی نہیں وہ اس خوف آمیز پیغام کو سنتے ہی نہیں وہ دراصل بہرے ہو گئے تھے بلکہ اس قوت شنوائی کو عمداً حق بات سننے میں صرف نہیں کرتے تھے گویا انہوں نے اس قوت سے جب اس کا اصلی کام نہ لیا تو کھو ہی دیا اس لیے بطور استعارہ کے ان کو بہرا کہا گیا اور اسی طرح جس قوت خداداد کو کوئی اس کے موقعہ پر استعمال نہیں کرتا تو اس کو اس قوت کا کم کردینے والا سمجھنا اور اس کو اس فاقدۃ القوۃ سے تعبیر کرنا عام محاورہ ہے اس لیے ان کو گونگا اندھا کہا جاتا ہے۔

وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ* مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ۭ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

ترجمہ:......اور اگر ان کو آپ کے رب کے عذاب کا ایک جھونکا بھی لگ جائے تو کہنے لگیں گے کہ ہائے خرابی بے شک ہم ہی ظالم تھے ﴿۴۶﴾ اور قیامت کے دن ہم انصاف کی ترازوئیں قائم کریں گے پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی کا عمل ہوگا تو اس کو بھی ہم موجود کریں گے اور ہم ہی حساب لینے کے لیے بس ہیں ﴿۴۷﴾ اور البتہ ہم نے موسیٰ اور ہارون کو (حق و باطل میں) فیصلہ کرنے والی اور روشنی دینے والی اور پرہیزگاروں کی فہمائش کرنے والی (کتاب) دی تھی ﴿۴۸﴾ ان پرہیزگاروں کے لیے جو اپنے رب سے غائبانہ ڈرتے ہیں اور قیامت کا بھی وہ خوف کرتے ہیں ﴿۴۹﴾ اور یہ (قرآن) ایک مبارک پندنامہ ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے (اے لوگو) پھر کیا تم اس کے بھی منکر ہو ﴿۵۰﴾۔

ترکیب:......ولئن شرط من عذاب ربک، نفحۃ کی صفت۔ و اصل النفح من الریح اللینۃ و المعنی و لئن مستھم شئی قلیل من عذاب اللہ لیقولن جواب۔ الموازین جمع میزان موصوف القسط گو مفرد ہے مگر مصدر ہے جو جمع کی صفت ہو سکتا ہے یا یہ تقدیر ذوات القسط تب بھی الموازین کی صفت ہو سکتا ہے مثقال منصوب خبر کان ہو کر ای و ان کان العمل وزن مثقال ثقل بمعنی بوجھ سے مشتق ہے جس کے معنی وزن ہے۔ من خردل صفت ہے حبۃ یا مثقال کی۔ کفی بنا کی ترکیب گزر چکی۔

تفسیر:......ہاں اگر ان کو عذاب الٰہی کی کچھ ہوا بھی چھو جائے ذرا بھی عذاب نازل ہو جائے تو یہ بہرہ پن سب جاتا رہے اور اپنے ظلم

* ......نفح وزیدن بوے خوش وہائے زدن ناقہ و بہ شمشیر زدن و زیدن باد و دادن چیزے نفح بشئی اعطاہ۔ قال الاصمعی ما کان من الریاح نفح فھو برد و ما کان نفح فھو حر۔ من الصراح ۱۲ منہ۔

وستم کا اقرار کرنے لگیں اور خیر یہ تو دنیا کا معاملہ ہے مگر آخرت میں تو وہ اپنے اعمال کے بدلے سے ہرگز بچ ہی نہ سکیں گے۔

میزان انصاف اور اعمال کا وزن:...... کیوں کہ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ... الخ وہاں اعمال کی ترازویں ہم قائم کریں گے ہر ایک کے لیے ایک ترازو ہوگی اور ترازو بھی کیسی عدل وانصاف کی کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا کہ اس کے نیک اعمال کو دبا لیا جائے اور نا کردہ عمل اس پر لگا دیے جائیں بلکہ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ... الخ اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی کا عمل ہوگا وہ بھی لایا جائے گا اور ہم خود حساب لیں گے۔ مجاہد کہتے ہیں اور ضحاک وقتادہ سے بھی یہی منقول ہے کہ یہ بطور تشبیہ کے ہے نہ یہ کہ حقیقت میں ترازو عمل تولنے کو کھڑی ہوں گی بلکہ مراد یہ کہ حساب انصاف کے ساتھ لیا جاوے گا کیوں کہ دنیا میں محسوسات کا صحیح اندازہ اور انصاف وعدل کا وزن ترازو یا پیمانہ سے ہوتا ہے اس لیے قیامت میں اعمال کے موازنہ کو اس کے ساتھ تعبیر کیا۔ ابن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے۔ مگر ائمہ سلف فرماتے ہیں کہ جب تک لفظ کے حقیقی معنی بن سکتے ہوں مجاز کی کیا حاجت؟ پس اگر قیامت میں اعمال تولنے کے لیے ترازو قائم ہو تو کیا بعید ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ وہ ترازو دنیا کی ترازوؤں کی طرح نہ ہوگی بلکہ اعمال تولنے کے مناسب خواہ اعمال کو کسی شکل میں محسوس کر کے تولا جائے یا کوئی اور طریق ہو جو خاص اس علام الغیوب کو معلوم ہے اور یہ اس لیے کہ میدان حشر میں سب کو اعمال کا اندازہ معلوم ہو جائے اللہ تعالیٰ پر ظلم کی تہمت نہ کوئی لگاوے اور بہت سی صحیح احادیث سے کہ جن کو صحیحین میں شیخین نے بھی روایت کیا ہے اس قول سلف کی تائید ہوتی ہے۔

سوال: یہ آیت اس آیت کے مخالف اور صریح نقیض ہے فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا۔

جواب: اس آیت میں وزن نہ قائم کرنے سے مراد ان کے اعمال بد کی بے قدری مراد ہے۔

چند اولوالعزم انبیاء کا تذکرہ:...... پہلے فرمایا تھا کہ قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ اب اس بیان کو تمام کر کے جو دار آخرت ومعاد سے متعلق تھا مسئلہ نبوت کو ثابت کرنے کے لیے چند اولوالعزم انبیاء کے تذکرے بیان فرماتا ہے تاکہ آنحضرت ﷺ کی تائید ہو اور مخالفوں کو اطمینان ہو کہ یہ الہام ونبوت کا سلسلہ دنیا میں ہم نے اے محمد ﷺ تم سے بہت پہلے سے جاری کر رکھا ہے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو بھی ہم نے کتاب یعنی تورات دی تھی یہ فیصلہ کرنے والی اور نور یعنی منور پرہیزگاروں کے لیے سمجھ کی چیز تھی، یعنی خدا ترسوں کے لیے۔ باوجود اس کے ان کی امت نے ان سے کیا کیا اور اسی طرح یہ قرآن بھی سمجھانے کی مبارک کتاب ہے۔ پھر کیا اے لوگو تم اس کے بھی منکر ہو؟ کتاب تو موسیٰ علیہ السلام ہی کو دی تھی مگر نبوت اور اس کی ترویج وشہرت میں ہارون علیہ السلام بھی شریک تھے اس لیے ان کو بھی شامل کر لیا جس طرح کبھی امت کو شامل کر لیا جاتا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ

فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ
اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾
قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ
يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾
قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ
هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ
اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ
يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا
يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

ترجمہ:......اور ہم نے ابراہیم کو (اول ہی سے) عقل سلیم عطا کی تھی اور ہم (ان کی صلاحیت سے) واقف تھے ﴿۵۱﴾ جب کہ انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ مورتیں کہ جن پر تم جمے بیٹھے ہو کیا چیز ہیں ﴿۵۲﴾ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو انہیں کی عبادت کرتے پایا ﴿۵۳﴾ ہے۔ ابراہیم نے کہا البتہ تم اور تمہارے باپ دادا صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے ﴿۵۴﴾ انہوں نے کہا کیا تو ہمارے پاس حق بات لے کر آیا ہے یا تو دل لگی کرتا ہے ﴿۵۵﴾ ابراہیم نے کہا بلکہ تمہارا رب تو آسمان اور زمین کا رب ہے کہ جس نے ان چیزوں کو بنایا ہے اور میں بھی اس کا گواہ ہوں ﴿۵۶﴾ (آہستہ سے یہ کہا) کہ بخدا تمہارے گئے بعد میں تمہارے بتوں سے چال ہی کر کے رہوں گا ﴿۵۷﴾ سو ابراہیم نے بڑے بت کے سوا سب کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا (اس کو اس لیے رہنے دیا) شاید کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں ﴿۵۸﴾ (جب وہ پھر کر آئے اور یہ حال دیکھا تو) کہنے لگے کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام کس نے کیا بے شک وہ بڑا ہی ظالم ہے ﴿۵۹﴾ آپس میں کہنے لگے ہم نے ایک جوان کو جو ابراہیم کہلاتا ہے ﴿۶۰﴾ ان کا ذکر (ہجو) کرتے سنا ہے وہ بولے پھر تو اس کو سب کے سامنے لاؤ تا کہ وہ بھی دیکھیں ﴿۶۱﴾ (پھر مجلس میں ابراہیم سے) پوچھا کہ اے ابراہیم کیا یہ حرکت ہمارے بتوں کے ساتھ تو نے ہی کی ہے ﴿۶۲﴾ ابراہیم نے کہا بلکہ یہ تو ان کے اس بڑے نے کی ہے اگر وہ بول سکتے ہوں تو ان سے پوچھو دیکھو ﴿۶۳﴾ پھر وہ اپنے دل میں نادم ہو کر کہنے لگے کہ بے شک سراسر تمہیں ناحق پر ہو ﴿۶۴﴾ پھر انہوں نے سر نیچا کر کے کہا ❶ کہ تو خوب جانتا ہے کہ یہ بولا نہیں کرتے ﴿۶۵﴾ ابراہیم نے کہا پھر کیا تم اللہ کے سوا اس چیز کو پوجا کرتے ہو کہ جو نہ تمہیں کچھ نفع دے سکے اور نہ کچھ نقصان پہنچا سکتی ہے ﴿۶۶﴾ تف ہے تم پر اور تمہارے ان معبودوں پر کہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجا کرتے ہو پھر کیا تم کو کچھ بھی عقل نہیں ﴿۶۷﴾۔

دوسرا قصہ:......حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ دوسرا قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے جس میں حضرت کا ابتداء عمر میں موحد ہونا اور اپنی قوم سے

❶......یعنی شرمندہ ہو کر کہا ۱۲ منہ۔

بت پرستی کی تحقیر کرنا اور جب وہ عید میں باہر گئے تھے بعد میں ان کے چھوٹے بتوں کو توڑ ڈالنا اور بڑے کا باقی رکھنا اس الزام دینے کے لیے کہ ان سے پوچھو پھر بت پرستوں کا اس بات سے ناراض ہو کر حضرت ابراہیم کو آگ میں پھینکنا اور رحمت الٰہی سے جو ہمیشہ اس کے پاک باز بندوں کے ساتھ رہتی ہے آگ کا سرد اور باغ ہو جانا مذکور ہے۔ اس میں عرب کے مشرکین کی طرف تعریض بھی ہے کہ تم کیسے ابراہیم کے فرزند ہو اس نے تو بت پرستی کو یوں مٹایا اور تم خود بت پرستی میں مشغول ہو۔ اگر باپ دادا ہی کی تقلید کرتے ہو تو اپنے جد امجد ابراہیم کی تقلید کرو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رُشد و ہدایت:...... وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ رشد سے مراد نبوت جس پر جملہ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ دلالت کرتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نبوت کے ساتھ اس کو مخصوص کیا کرتا ہے کہ جس کو جان لیتا ہے کہ یہ اس عہدہ کو با امانت و حفاظت سرانجام دے گا اور انجام دینے کے قابل ہے۔

بعض کہتے ہیں اس سے مراد نور ہدایت اور باطنی روشنی ہے۔ جس میں نبوت بھی آگئی۔ من قبل سے مراد یہ کہ موسیٰ سے پیشتر۔ بعض کہتے ہیں لڑکپن کا زمانہ جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام غار یا تہہ خانہ میں پوشیدہ تھے جب ہی سے آثار رشد ان میں نمایاں تھے کیوں نہ ہو ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔

تماثیل کی تفسیر:...... تَمَاثِیْلُ جمع تمثال، آدمی یا دیگر حیوان یا کسی اور چیز کی صورت جسم خواہ پیتل کی ہو خواہ لوہے پتھر لکڑی کی ہو جس کو ہندی میں مورت کہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام شہر بابل یا اہواز کے باشندے تھے۔ اس عہد میں صابیوں کا مذہب مروج تھا جو ستاروں اور دیگر پیکر نورانی کی پرستش کیا کرتے تھے اور ان کے مناسب ان کی مورتیں بنا کر ان کی پرستش کیا کرتے تھے خاص بابل میں ان کا ایک بڑا عالی شان مندر تھا جس کی بلندی اور دیگر عمارات کا حال سن کر حیرت ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام لڑکپن سے ہونہار اور ابد تک موحد قوم کے پیش رو ہونے والے علم الٰہی میں مقرر ہو چکے تھے۔ ان کو اس بت پرستی سے نفرت ہوئی باپ اور دیگر اقارب سے اس امر میں مناظرے شروع ہونے لگے پہلے ستاروں کے طلوع و غروب سے ان کی الوہیت باطل کر کے قوم کو الزام دیا پھر کہہ اٹھے کہ میں تمہارے معبودوں کو بھی ٹھیک کروں گا چنانچہ جب سب لوگ شہر سے باہر اپنی عید کے لیے گئے جو ان کے معبودوں کی پرستش میں ایک سالانہ بڑا بھاری جشن ہوا کرتا تھا ابراہیم علیہ السلام مرض ❶ کا عذر کر کے پیچھے رہ گئے ان کے بت خانہ میں جا کر ان کے چھوٹے چھوٹے بتوں کو توڑ ڈالا (معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ہنود کے ہاں چھوٹی چھوٹی مورتیں ہوتی ہیں ان کے ہاں بھی ویسی ہوں گی) اور ایک مورت کو جو سب میں بڑی تھی رہنے دیا۔ جب وہ لوگ واپس آئے یہ حال دیکھا تو بڑے طیش میں آئے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ ابراہیم کا کام ہے کیوں کہ کسی نے کہا کہ آج قوم بھر میں وہی ان کی اہانت کیا کرتا ہے پھر اس کے سوا اور کون ایسا کر سکتا ہے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مجلس قومی کے سامنے حاضر کیا گیا اور ان سے سوال کیا کہ یہ کام کس ظالم نے کیا؟ فرمایا کہ یہ تمہارے معبود ہیں ان میں ہر قسم کی قدرت ہے خود ان سے دریافت کر لو۔ الزام دینا مقصود تھا کہ یہ کیسے معبود ہیں کہ جن کو کسی نے توڑ ڈالا یہ کچھ کر نہ سکے اور نیز اب بیان بھی نہیں کر سکتے ان میں باہم لڑائی ہوئی بڑے نے چھوٹوں کو مار ڈالا۔

---

❶...... واضح ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے آپ کو بیمار کہنا اور بت شکنی کو بڑے بت کی طرف منسوب کرنا یا آفتاب کو ھٰذا ربی کہنا یا مصر میں جا کر کافر بادشاہ کے خوف سے اپنی بیوی سارہ کو بہن کہنا نسب آبائی کے لحاظ سے جھوٹ نہیں کہا جا سکتا یہ باتیں از قسم تعریض و توریہ ہیں مجازاً جھوٹ کہو تو کہو۔ سو یہ بھی ایسے اولو العزم نبی کے لیے موجب استغفار تھا۔ لوط کو اپنی رحمت میں داخل کرنا اور صالحین میں سے ہونا فرمایا۔ اب اس سے وہ قصہ جو توراتِ موجودہ میں ہے کہ لوط نے شراب پی کر اپنی دونوں بیٹیوں سے زنا کیا نعوذ ثابت ہوگا ایسا نبی کہ جس کی امت اغلام کرنے سے ان کے روبرو غارت ہو آپ ایسا فعل بد کر سکتا ہے؟ ۱۲ منہ

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا
وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾ وَنَجَّيْنٰهُ
وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ
نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ
فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ وَلُوْطًا
اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ
كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ ع

ترجمہ:......(وہ جل کر) کہنے لگے کہ اگر تمہیں کچھ کرنا ہے تو ابراہیم کو جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو﴿۶۸﴾ (جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا تو) ہم نے آگ کو حکم دیا کہ اے آگ ابراہیم پر سرد اور راحت ہو جا﴿۶۹﴾ اور انہوں نے تو ابراہیم سے برا کرنا چاہا تھا پر ہم نے خود انہیں کو زیاں کار کر دیا﴿۷۰﴾ اور ہم ابراہیم اور لوط کو بچا کر اس سرزمین کی طرف لے آئے کہ جس میں ہم نے جہان کے لیے برکت رکھی ❶ ہے﴿۷۱﴾ اور ہم نے اس کو اسحاق اور پوتا میں یعقوب عطا کیے اور ہر ایک کو ہم نے نیک بخت کیا تھا﴿۷۲﴾ اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا تھا کہ وہ ہمارے حکم سے رہنمائی کیا کرتے تھے اور ہم نے ان کو اچھے کام کرنے اور نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا تھا اور وہ ہماری ہی بندگی کیا کرتے تھے﴿۷۳﴾ اور لوط کو ہم نے حکمت اور علم عطا کیا تھا اور ہم ان کو اس بستی سے جو گندے کام کیا کرتی تھی (صحیح) سلامت نکال لے آئے کیونکہ وہ لوگ بری قوم (اور) بدکار تھے﴿۷۴﴾ اور اس کو ہم نے اپنی رحمت میں لیا تھا کیونکہ وہ نیک بختوں میں سے تھا﴿۷۵﴾۔

حضرت ابراہیم کو زندہ جلانا اور آگ کا ٹھنڈا ہونا:......اس پر وہ اور بھی نادم اور خجل ہوئے اور یہ مشورہ کیا کہ ابراہیم کو آگ میں جلا دو چونکہ ان وحشی قوموں میں سخت جرم کی ایسی ایسی وحشیانہ سزائیں تھیں آگ میں ڈالا، اللہ تعالیٰ نے آگ کو ابراہیم پر سرد اور راحت کر دیا صحیح سلامت اس میں سے نکل آئے تب تو اور بھی لوگوں کو حیرت ہوئی اور ان کے بھتیجے لوط علیہ السلام بھی ایمان لے آئے۔ ہاران حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حقیقی بھائی تھا لوط اس کے بیٹے تھے۔ ہاران اپنے باپ تارا کے روبرو جس کو آذر بھی کہتے ہیں وطن میں ہی مر گیا تھا۔ حضرت ابراہیم اللہ تعالیٰ کے کہنے کے موافق روانہ ہوئے اور لوط بھی اس کے ساتھ چلے ❷ اور یہ ملک شام میں آیا کہ جس میں اللہ نے پھلوں پھولوں اور انہار و اثمار و شادابی کی وجہ سے دنیا کے لیے برکت رکھی ہے۔ اس ملک میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو بہت برومند کیا اسحٰق علیہ السلام بیٹا پیدا ہوا اور پھر اسحٰق سے یعقوب نفع میں، کیوں کہ التجا، بیٹے کے لیے کی تھی اللہ نے پوتا بھی دیا اور پھر ان کی نسل میں سے انبیاء اور برگزیدہ لوگ پیدا کیے۔ یہ نتیجہ ہے دنیا میں خدا پرستی کا۔ اور لوط کو جھیل مردار کے پاس رہنے کا حکم ہوا وہاں کی بستیاں سدوم و امورہ

❶......یعنی ملک شام میں لے آئے جہاں باعتبار پیداوار کے بڑی برکت ہے اور ابراہیم کا اصلی وطن عراق تھا ۱۲۔ ❷......توریت سفر پیدائش ۱۲۔

وغیرہ کے بڑے ناپاک لوگ اغلامی تھے ان پر اللہ کا قہر نازل ہوا لوط کو اللہ نے وہاں سے سلامت نکالا۔

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ
الْعَظِيْمِ ۝٧٦ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ
سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝٧٧ وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ
نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ۝٧٨ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ
وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۡ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۭ
وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝٧٩ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ
فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ۝٨٠ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ
الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ۝٨١ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ
يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ۝٨٢

ترجمہ:......اور نوح کو بھی (یاد کرو) جب کہ ان سے پیشتر انہوں نے پکارا تو ہم نے اس کی سنی پھر اس کو اور اس کے گھرانے کو بڑی سخت مصیبت (طوفان) سے نجات دی ۝٧٦ اور ہم نے اس کو اس قوم پر در کیا کہ جس نے ہماری آیتیں جھٹلائی تھیں کیوں کہ وہ بہت برے لوگ تھے (اس لیے) ہم نے ان سب کو غرق کر دیا ۝٧٧ اور داؤد اور سلیمان کو بھی (یاد کرو) جب کہ وہ دونوں کھیتی کا جھگڑا فیصلہ کرنے لگے جب کہ ایک کھیت میں ایک قوم کی بکریاں رات کو چر گئیں اور ان کا فیصلہ ہمارے سامنے تھا ۝٧٨ پھر وہ فیصلہ ہم نے سلیمان کو سمجھا دیا اور ہر ایک کو ہم نے حکمت اور علم دیا تھا اور ہم نے پہاڑوں کو داؤد کے تابع کر دیا تھا کہ تسبیح کیا کرتے تھے اور پرندوں کو بھی (تابع کیا) اور (یہ سب کچھ) ہم ہی کیا کرتے تھے ۝٧٩ اور داؤد کو ہم نے زرہیں بنانا بھی تمہارے لیے سکھایا تا کہ تم کو لڑائی میں محفوظ رکھیں پھر کیا تم شکر کرتے ہو ۝٨٠ اور ہم نے تیز ہوا کو سلیمان کا حکم بردار کر دیا تھا جو اس کے حکم سے اس زمین کی طرف چلا کرتی تھی کہ جس میں ہم نے برکت دی ❶ ہے یعنی ملک شام وفلسطین ۱۲ منہ اور ہم ہر بات جانتے تھے ۝٨١ اور (سلیمان کے لیے) کچھ تو ایسے جن تھے کہ جو دریا میں غوطہ لگاتے تھے اور اس کے سوا اور بھی کام کیا کرتے تھے اور ان کی حفاظت ہم کیا کرتے تھے ۝٨٢۔

ترکیب:......جس طرح لوطا مفعول تھا اتینا محذوف کا جس کی تفسیر اتینا مذکور ہے اسی طرح نوحا و داؤد و سلیمن ہیں اور ممکن ہے کہ ان کو اذکر محذوف کا مفعول کہا جائے اذ نفشت ظرف ہے۔ یحکمن کا۔ مع داؤد العامل مع یسبحن اور یہ حال ہے الجبال سے والطیر معطوف ہے الجبال پر وقیل ھی بمعنی مع۔ الریح منصوب ہے سخرنا مقدر سے عاصفۃ ف حال ہے الریح سے تجری

❶......یعنی ملک شام وفلسطین ۱۲ منہ۔ ف:......عاصفۃ شدیدۃ الھبوب و خفیفۃ یقال اعصفت الریح اذا اشتدت ۱۲ منہ الغوص: غوطہ زدن در آب ۱۲ منہ۔

دوسرا حال ہے من منصوب ہے سحر فاسے۔

یہ تیسرا قصہ:

تفسیر:......حضرت نوح علیہ السلام کا ہے کہ جب ان کی قوم نے ان کو سخت تکلیف پہنچائی اور انہوں نے ہم کو کرب عظیم میں پکارا تو اس کو اور اس کے کنبے کو کشتی میں سوار کر کے اس بلائے عظیم سے نجات دی باقی تمام قوم پر قہر الٰہی ٹوٹ پڑا سب کے سب پانی میں ڈوب گئے۔ اے محمد ﷺ پہلی امتوں نے اپنے انبیاء کو ایسی ایسی تکلیفیں دی ہیں آخر اس کے وبال میں پکڑے گئے۔ تمہارے مخالف اس مہلت پر نازاں نہ ہوں۔

یہ چوتھا قصہ

حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا ہے۔ ان کے قصہ میں ایک تو یہ بات بتلانی مقصود ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں سے ایسے ایسے برگزیدہ اور صاحب تخت و تاج پیدا ہوئے یہ سب ان کی خدا پرستی کا پھل ہے کہ جن کے ساتھ ان کے معاصروں نے یہ بدسلوکیاں کی تھیں کہ ان کو آگ میں ڈال دیا تھا دوسری بات یہ کہ کفار قریش جو اپنی تھوڑی سی آسودگی پر یہ غرور اور سرکشی کرتے ہیں یہ ان کی کم حوصلگی ہے ورنہ داؤد اور سلیمان جیسوں کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کیسی ثروت اور حکومت دی تھی ہوا اور پہاڑ اور پرند تک اور جن اور شیاطین تک بھی ان کے زیر حکم تھے اس پر بھی وہ ایسے خداترس خدا پرست باانصاف تھے کہ جس کی ادنیٰ نظیر یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام سے باجودے کہ باپ اور بزرگ ایک فیصلہ میں غلطی ہوئی جو بکریوں کے کھیت میں نقصان کر دینے کے متعلق تھا مگر سلیمان کے کہنے کو مان گئے اور سلیمان کو دیکھو کہ انہوں نے اس غلط فیصلہ میں جو ایسے بڑے معزز باپ سے سرزد ہو گیا تھا ان کی پیروی نہ کی۔ پھر اے لوگو تم اپنے جہلاء باپ دادا کی لکیر کے ناحق کیوں فقیر بنے بیٹھے ہو کیا ان سے غلطی اور سوفہمی ممکن نہ تھی؟ اب پیشتر وہ بکریوں کے چرنے کا فیصلہ ذکر فرماتا ہے پھر جو ان کو نعمتیں عطا ہوئی تھیں ان کو ذکر کرتا ہے فقال اِذْ نَفَشَتْ ابن السکیت کہتے ہیں نفش شب میں بکریوں کا چرواکے ہے بغیر از خود چرنا۔ وہ قصہ جیسا کہ ابن مسعود و شریح و مقاتل رحمہم اللہ نے نقل کیا ہے یوں ہے کہ داؤد علیہ السلام کے عہد حکومت میں ایک رات کسی چرواہے کی بے خبری بکریاں کسی کے انگوری کھیت میں جا پڑیں بکریوں نے انگور کی کونپلیں کھالیں خوشوں کو خراب کر دیا۔ صبح کو یہ مقدمہ حضرت داؤد کے سامنے پیش ہوا۔ حضرت داؤد نے اس کے نقصان کا اندازہ لگایا تو اس قدر قیمت ہوئی کہ جس قدر بکریوں کی مالیت تھی اس لیے وہ بکریاں اس کے تاوان میں کھیت والے کو دلا دیں۔ فریقین باہر آئے تو ان سے سلیمان نے پوچھا۔ سن کر کہا کہ فریقین کے حق میں اس سے بہتر اور فیصلہ ہونا چاہیے تھا۔ یہ خبر داؤد کو پہنچی انہوں نے سلیمان کو بلا کر پوچھا۔ فرمایا بکریاں کھیت والے کو دیجیے اور چرواہے کو کہیے کہ جتنی مدت تک کہ پھر اسی طرح اس کا باغ درست ہو وہ تیری بکریوں کا دودھ اور اون وغیرہ لے گا، اور تو اتنے دنوں اس کے کھیت کو درست کرے گا۔ پھر جب ویسا ہی ہو جائے تو تیری بکریاں تجھ کو واپس ملیں گی۔ اس پر فریقین راضی ہو گئے۔ داؤد علیہ السلام نے بھی اس کو بہت پسند کیا۔

حضرت داوٗد علیہ السلام پر انعامات:......اب داؤد پر جو انعام ہوئے تھے ان کو بتلاتا ہے۔

(۱) پہاڑ اور پرند ان کے ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے مقاتل کہتے ہیں کہ جب داؤد علیہ السلام جنگل میں جا کر زبور پڑھتے اور روتے تھے تو ان

ف: داؤد علیہ السلام کا یہ فیصلہ وحی والہام پر مبنی نہ تھا بلکہ اجتہاد پر اور اجتہاد شرع میں درست اور سند ہے لیکن مجتہد سے بحیثیت اجتہاد خواہ وہ کوئی ہو غلطی ممکن ہے۔ یا یوں کہو داؤد سے بھی غلطی نہیں ہوئی مگر سلیمان کو ان سے بہتر بات معلوم ہو گئی۔ ہماری شرع میں اگر یہ حادثہ واقع ہو تو اس کی نسبت حسن بصری فرماتے ہیں کہ یہی حکم سلیمانی جاری ہوگا کیونکہ یہ آیت محکم ہے مگر بہت علماء کہتے ہیں یہ اجماع سے منسوخ الحکم ہے۔ مگر اس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر یہ واقعہ دن میں ہو تو بکریوں کے مالک کو کچھ دینا نہیں پڑتا کیونکہ دن میں کھیت کی حفاظت کھیت والے کے ذمہ ہے ہاں اگر رات میں ہو تو تاوان دینا ہوگا۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں خواہ دن کا واقعہ ہو یا رات کا جب تک چھوڑنے والے کی بکریوں کے چھوڑنے میں کوئی تعدی یا خطا نہ ہوئی تاوان نہ لازم ہوگا کیونکہ صحیح حدیث میں آگیا ہے العجماء جرحھا جبار۔ ک ۱۲ منہ

کے ساتھ پہاڑ اور پرند بھی تسبیح وتہلیل کرنے لگتے تھے۔ کلبی کہتے ہیں کہ پہاڑوں کا ان کی آواز تسبیح سے گونج اٹھنا اور پرند کا جھنڈ باندھ کر ان کے گرداگرد آ کے حمد وثناء اور آہ وبکا میں شریک ہونا ان کا تسبیح کرنا ہے اور ایسا واقعہ ہوتا تھا۔

(۲) داؤد علیہ السلام کو زرہ بنانی سکھائی۔ ان سے پیشتر کوئی زرہ بنانا نہ جانتا تھا۔ یہ بھی حروب وجدال میں بڑی کارآمد چیز ہے اللہ نے یہ نعمت بندوں کو داؤد علیہ السلام کے ذریعہ سے عطا فرمائی۔ آج کل قسم قسم کی توپیں اور بندوقیں اور آلات آتش فشاں انسان کے مارنے کے اسباب ہیں مگر محفوظ رکھنے کا کوئی نہیں اس لیے فرماتا ہے لِتُحْصِنَكُمْ اس پر شکر کرنا چاہیے کما قال فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ۝

حضرت سلیمان علیہ السلام کے انعامات کا ذکر:...... اس کے بعد ان نعمتوں کا ذکر کرتا ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کو دی گئی تھیں وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً کہ سلیمان کے لیے ہوا مسخر ہوئی اس کے حکم یا مرضی کے موافق شام کے ملک کی طرف چلا کرتی تھی۔ سورۂ ص میں اسی امر کو یوں بیان فرمایا ہے فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ۝ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ۝ ۔ سورۂ سبا میں یوں آیا وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ کہ سلیمان کے لیے ہوا تابع کر دی تھی جس کی صبح وشام کی رفتار ایک مہینہ کا راستہ تھا۔ سورۂ ص میں ہوا کو نرم اور سورۂ انبیاء میں تند وتیز فرمایا اس وجہ سے کہ ہوا تو تیز تھی مگر سلیمان کی مرضی کے موافق نرم نرم بھی چلتی تھی کہ جس میں تکلیف نہ ہو ہموار چلتی تھی۔

فائدہ:...... ان آیات میں یہ ذکر نہیں کہ سلیمان علیہ السلام کسی تخت پر مع اپنے مصاحبوں کے بیٹھے تھے اور وہ تخت ایسا اور ایسا تھا جو ہوا پر اڑا کرتا تھا مہینے بھر کا راستہ آدھے دن میں طے کرتا تھا اور سلیمان اصطخر یا اور کسی مشرقی صوبہ سے صبح کو سوار ہوتے تھے تو دوپہر تک شام اور خاص یروشلم میں جا پہنچتے تھے۔ البتہ مفسرین اسلام اور مورخین یہود کے ہاں یہ روایات مشہور اور مسلم ہیں اور اگر ایسا ہو بھی تو عقلاً کچھ ممنوع نہیں کیوں کہ اول تو حضرت سلیمان نبی تھے۔ ان کے معجزہ سے ایسا ہونا ممکن ہے۔ دوم ہر زمانے میں ایسے ایسے عجائب غرائب صنائع اختراع ہوئے ہیں کہ جو ان صنائع کے صفحہ عالم سے محو ہو جانے کے بعد وہ افسانہ دور از عقل معلوم ہوتا ہے۔ آج کل ہوائی جہاز کی رفتار کو دیکھیے پھر کیا ممکن نہیں کہ اس عہد میں اسی قسم کی سواری ایجاد ہوئی ہو۔

ہوا اور جنات کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع ہونا:...... (۱) جو لوگ معجزات وخرق عادات کو قصہ وکہانی جانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آیات میں صرف ہوا کا مسخر ہونا مذکور ہے جو سلیمان علیہ السلام کے جہازی بیڑے کی طرف اشارہ کرتا ہے جو حیرام شہر صور کے بادشاہ نے بیت المقدس کی تعمیر کے لیے لکڑیاں پہنچانے کے لیے بنوایا تھا جیسا کہ اول کتاب السلاطین کے ۵ باب میں مذکور ہے۔ اور تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۔ اس پر صاف دلیل ہے کیونکہ لبنان کی طرف سے سمندر کی راہ سے وہ بیڑا یروشلم کی طرف آیا تھا۔

(۲) شیاطین یعنی جن حضرت سلیمان کے تابع تھے جو بہت سے سرکشی کی وجہ سے بیڑیوں میں قید رہتے تھے اور ان میں سے بہت کو مختلف کاموں پر لگا رکھا تھا کہ بعض سمندر میں غوطہ لگا کر موتی نکالا کرتے تھے۔ اور عمارت اور دیگر بھاری بھاری کاموں پر بھی مامور تھے جیسا کہ سورۂ سبا میں ہے وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۔ اور یہ قوم جن محض اللہ تعالیٰ کی قدرت سے سلیمان علیہ السلام کے بس میں تھے جیسا کہ فرماتا ہے وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ۔

جب کہ قوم جن کا وجود انسان سے جداگانہ مقدمہ تفسیر میں ثابت ہو چکا اور یہ بھی کہ اپنے مادہ کی وجہ سے وہ انسان سے قوی ہیں تو پھر اللہ کی قدرت وعنایت سے ان کا کسی بابرکت انسان کے بس میں ہو جانا اور کام کرنا کیا محال ہے؟ صدہا عجائب کار عاملان جن (سینکڑوں عجیب وغریب امور عاملین جنات) کے لوگوں نے دیکھے ہیں۔ مگر وہی نئی روشنی کے لوگ اس کی بھی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی

عملداری نہر فرات سے لے کر فلسطینیوں کی زمین تک اور مصر کی سرحد تک تھی اور دریا کے اس پار سے تفسح سے لے کر غزۃ تک سب بادشاہوں یعنی با اختیار رئیسوں پر ان کی حکومت تھی جیسا کہ اول کتاب السلاطین کے ۴ باب میں ہے اور عمالیق قوم کو ان کی سرکشی اور تنومندی اور قوت کی وجہ سے کبھی جن کے ساتھ کبھی شیاطین کے ساتھ تعبیر کیا جاتا تھا جیسا کہ آج کل بھی بڑے اور سرکش آدمی کو شیطان اور بڑے قوی کو جن کہتے ہیں۔ بس اس سے یہی لوگ مراد ہیں۔

فائدہ:...... یہ باتیں صاف صاف بائبل میں نہیں مگر کچھ حرج نہیں کیوں کہ کتب موجودہ میں بہت سی باتیں نہیں۔ دیکھو اول کتاب التواریخ کے اخیر میں یہ لکھا ہے کہ ''داؤد بادشاہ کے اعمال اول و آخر دیکھو وہ سب سموئیل غیب بین کی تواریخ میں اور ناتن نبی کی تواریخ میں اور جاد غیب بین کی تواریخ میں یعنی اس کی ساری حکومت اور زور کا تذکرہ اور جو جو زمانے اس پر اور اسرائیل پر اور زمین کی ساری مملکتوں پر گزر گئے، ان کا سب حال لکھا ہے۔'' اب فرمایئے کہ وہ سب کتابیں کہاں ہیں؟ پس جس علام الغیوب کے علم میں وہ سب احوال ہیں اس نے ان میں سے بعض اپنے رسول ﷺ پر بھی الہام کیے۔

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٨٣﴾ فَاسْتَجَبْنَا
لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا
وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿٨٤﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٨٥﴾
وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِىْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٦﴾ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا
فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ
اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٧﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِى
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٨﴾ وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿٨٩﴾
فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ
فِى الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿٩٠﴾ وَالَّتِىْٓ اَحْصَنَتْ
فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩١﴾ اِنَّ هٰذِهٖٓ
اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿٩٢﴾ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ

ع ۶

كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾

ترجمہ:......اور (یادکرو) جب کہ ایوب نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے سخت روگ لگ گیا ہے حالانکہ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے ﴿۸۳﴾ سو ہم نے اس کی سنی پس جو کچھ اس کا روگ تھا اس کو دور کر دیا اور ان کا کنبہ بھی انہیں دیا اور اتنا ہی ان کے ساتھ اپنی رحمت سے اور بھی دیا اور اس لیے کہ عابدوں کے لیے یادگار رہے ﴿۸۴﴾ اور اسمٰعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو بھی (یادکرو) ہر ایک ان میں سے صابر تھا ﴿۸۵﴾ اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا کیونکہ وہ نیک لوگوں میں سے تھے ﴿۸۶﴾ اور ذی النون کو (بھی یادکرو) جب کہ وہ خفا ہو کر چل دیے پھر انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ ہم اس پر قابو نہ پائیں گے تب انہوں نے اندھیروں میں سے پکارا کہ تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں تو پاک ہے البتہ میں جو تھا تو ستمگاروں میں سے تھا ﴿۸۷﴾ پھر ہم نے اس کی سن لی اور اس کو غم سے نجات دی اور ہم ایمان والوں کو یوں ہی نجات دیا کرتے ہیں ﴿۸۸﴾ اور زکریا کو بھی (یادکرو) جب کہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑنا اور تو سب سے بہتر وارث ہے ﴿۸۹﴾ پھر ہم نے اس کی سن لی اور اس کو یحییٰ عطا کیا اور اس لیے اس کی بیوی کو درست کر دیا بے شک یہ لوگ نیک کاموں میں دوڑ پڑا کرتے تھے اور ہم کو امید اور ڈر سے پکارا کرتے تھے اور ہم سے ہی ڈرتے رہتے تھے ﴿۹۰﴾ اور اس عورت (مریم) کو (بھی یادکرو) کہ جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا پھر اس عورت میں ہم نے اپنی روح پھونک دی اور اس کو اور اس کے بیٹے کو جہان کے لیے نشانی بنایا ﴿۹۱﴾ (مسلمانو!) یہ لوگ تمہارے گروہ کے ہیں جو ایک ہی گروہ ہے اور میں تمہارا رب ہوں پس میری ہی عبادت کیا کرو ﴿۹۲﴾ لیکن (ان کے بعد) لوگوں نے آپس میں تفرقہ ڈال دیا سب کو آنا تو ہمارا ہی پاس ہے ﴿۹۳﴾۔

پانچواں قصہ حضرت ایوب علیہ السلام:...... یہ پانچواں قصہ ایوب علیہ السلام کا ہے جس میں یہ بات پاک بازوں اور اللہ کے راست بازوں کو بتلائی جاتی ہے کہ دنیا دار المصائب ہے یہاں بڑے بڑے برگزیدہ آزمائے گئے ہیں ان پر طرح طرح کی مصیبتیں پڑی ہیں۔ ایوب کو دیکھو مال واسباب پر مصیبت آئی فقیر ہو گئے پھر تمام اولاد بیٹے اور بیٹیاں دفعتہ مر گئے پھر خود بھی مرض جذام میں مبتلا ہوئے لوگ گھن کھانے لگے گاؤں سے نکال دیے گئے باہر ایک جھونپڑی میں رہتے تھے بیوی کہیں سے محنت ومزدوری کر کے لاتیں اور ان کو کھلاتی تھیں اس پر بھی انہوں نے صبر کیا۔

صبر وشکر کا امتحان:...... اس آزمائش کی بابت کتاب ایوب میں بھی اور ہمارے ہاں کی روایات میں بھی یوں بیان ہوا ہے کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی جو تو تعریف کرتا ہے اس کا سبب یہی ہے کہ اس کو تو نے بہت سی نعمت عطاء کر رکھی ہے۔ اگر اس پر مصیبت آئے اور پھر تری شکایت نہ کرے تب جانوں کہ وہ صابر وشاکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اختیار دیا۔ ایوب علیہ السلام کے سات بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں اور مال کا یہ حال کہ سات ہزار بھیڑیں اور تین ہزار اونٹ اور پانچسو جوڑیاں بیلوں کی اور پانچ سو گدھیاں تھیں۔ پس ایک روز ایسا ہوا کہ سب بہن بھائی ایک مکان میں دعوت کھا رہے تھے اور مواشی چراگاہ میں چر رہے تھے اور بیل جوتے جا رہے تھے ناگاہ سبا کے لوگ آ گرے اور گدھوں کو چھین لے گئے اور آدمیوں کو قتل کر گئے اور اسی دن آسمان سے آگ کا شعلہ آیا اس نے بھیڑوں اور نوکر چاکروں کو ہلاک کیا اور کسدی اونٹ لے گئے اور نوکروں کو مار گئے اور ایک زور کی آندھی آئی مکان گر گیا سب بیٹے بیٹیاں دب کر مر گئے۔ قاصدوں نے یکے بعد دیگر آ کر ایک ہی وقت میں ایوب علیہ السلام کو اس حادثہ کی خبر دی کسی نے اولاد کی ہلاکت کی کسی نے اونٹوں کی کسی نے بکریوں کی۔ ایوب علیہ السلام نے سن کر سجدہ کیا اور کہا میں ماں کے پیٹ ننگا نکلا تھا، اور ننگا ہی قبر میں جاؤں گا اسی نے دیا تھا اسی نے لے لیا۔ اس کے بعد شیطان نے کہا اب بھی ایوب، جو شکر وصبر کرتا ہے تندرستی کی نعمت اس کو حاصل ہے اگر یہ نہ ہو تب شکر وصبر کرے تو معلوم ہو۔ اس پر بھی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اجازت دی۔ تب شیطان نے حضرت ایوب علیہ السلام پر اثر کیا جس کی وجہ سے تمام بدن

پر پھوڑے نکلے اور ٹھیکرا لے کر کھجانے لگے اور تمام بدن خراب ہو گیا پھوٹ نکلا۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی امتحان میں کامیابی:...... ان مصیبتوں پر حضرت ایوب علیہ السلام نے صبر کیا لوگوں کے طعن و تشنیع کی بھی تکلیفیں اٹھائیں، دوستوں کی بے مہری دیکھی تب ایک روز حضرت ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سامنے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے کہ اے میرے معبود! اپنے بندے پر رحم کر، میرے زخمی دل کو دیکھ، مجھ سے لوگ نفرت کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ اللہ تعالیٰ نے ایوب پر رحمت کی اس کو آگے کی نسبت بدونی دولت عنایت کی وَّاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ مقاتل و قتادہ و ابن عباس و ابن مسعود فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کے مرے ہوئے کنبہ کو زندہ کر دیا اور سات بیٹے اور تین بیٹیاں بعد میں پیدا ہوئیں جیسا کہ ظاہر آیت سے سمجھا جاتا ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں اس کے یہ معنی کہ ہم نے ایوب علیہ السلام کو اس کا کنبہ دیا یعنی سات بیٹے اور تین بیٹیاں تندرست ہونے کے بعد پیدا ہوئیں اور اس کے بعد ایوب علیہ السلام ایک سو چالیس برس تک زندہ رہے اپنی چار پشت کو دیکھا (جیسا کہ کتاب ایوب کے ۴۲ باب ورس ۱۵۔۱۶ میں تصریح ہے) یہ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ ہوا۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا زمانہ کونسا ہے؟:...... پھر[1] اس میں بھی اختلاف ہے کہ حضرت ایوب کس زمانہ میں تھے۔ وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام رومی تھے انوص کے بیٹے عیص بن اسحٰق کی نسل سے۔ اور ان کی بیوی حضرت یوسف علیہ السلام کی حقیقی پوتی تھیں جن کا نام رحمت تھا۔ چوں کہ عرب میں بنی اسمٰعیل جا بسے تھے اور ایوب علیہ السلام کی قرابت ان سے بہت قریبہ تھی ان کے ہم زبان بھی تھے اس لیے ان کا عرب میں مبعوث ہونا من قومہ کے برخلاف نہیں کہا جا سکتا۔ اب یہ متعین نہیں کہ عرب میں کس بستی میں رہتے تھے؟ ان کے ایام مصیبت کی تعداد کسی نے سات برس کسی نے کم زیادہ بیان کیے ہیں، والعلم عند اللہ تعالیٰ۔

اس کے بعد اسمٰعیل و ادریس و ذوالکفل علیہم السلام کا ذکر فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ ہر ایک ان میں سے صابر تھا ان پر بھی بڑی بڑی تکلیفیں دنیا میں نازل ہوئی ہیں۔ اسمٰعیل و ادریس کا حال اور ان کے مصائب تو ناظرین کو ہماری کتاب کے متعدد مقامات سے معلوم ہو گئے ہوں گے۔

حضرت ذوالکفل کون ہے:...... ہاں ذوالکفل کا بتلانا ضروری ہے۔ زجاج کہتے ہیں لغت میں کفل حصہ کو بھی کہتے ہیں اور اس کپڑے کو بھی جو اونٹ کے چوتڑوں پر پڑا رہتا ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ یہ بزرگ کون ہیں اور ان کو ذوالکفل کیوں کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں ذوالکفل سے مراد زکریا ہیں، بعض کہتے ہیں یوشع بعض کہتے ہیں الیاس۔ قوی تر یہ ہے کہ یہ الیسع کے شاگرد اور ان کے قائم مقام ہیں۔

حضرت ذوالکفل کی وجہ تسمیہ:...... اور ذی الکفل ان کو اس لیے کہتے ہیں کہ انہوں نے انتظام بنی اسرائیل کا تکفل کر لیا تھا یعنی اپنے ذمہ لے لیا تھا یا غرباء و مساکین کا تکفل (کفالت) کیا کرتے تھے اس لیے اس لقب سے مشہور ہو گئے بعض کہتے ہیں اس سے مراد یا ہو ہے جو حضرت الیسع کے حکم سے بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوا تھا جس نے بنی اسرائیل کی بت پرستی دور کی اس کا اس نے تکفل کیا تھا یہ نیک بندہ بادشاہ تھا نبی نہ تھا، واللہ اعلم۔ وَذَا النُّوْنِ:

نواں قصہ حضرت یونس علیہ السلام:

یہ نواں قصہ حضرت یونس علیہ السلام کا ہے نون مچھلی کو کہتے ہیں کیوں کہ مچھلی نے ان کو لقمہ کر لیا تھا اس لیے ان کا لقب ذوالنون ہوا۔ اِذْ

---

[1]:...... صاحب معالم وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام رومی تھے۔ اور تیسری پشت میں عیص بن اسحٰق علیہ السلام سے جا ملتے ہیں۔ مگر صاحب انوار التنزیل سورۂ ص میں وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَیُّوْبَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ایوب اسحٰق علیہ السلام کا پوتا اور عیص کا بیٹا ہے۔ بعض نے لوط علیہ السلام کا نواسہ بتایا ہے۔

ذَّهَبَ مُغَاضِبًا خفا➊ ہو کر گئے۔ اللہ سے خفا نہ ہوئے تھے بلکہ قوم سے فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ القدر یہاں بمعنی القضاء ہے یعنی یونس کو یہ گمان تھا کہ ہم اس پر سختی نہ کریں گے یہ سمجھ کر قوم سے چلے گئے تھے ان کا مختصر حال یہ ہے کہ یہ شہر نینوا کی طرف بھیجے گئے تھے وہاں کے لوگ بت پرست اور بدکار تھے جب ان کی ہدایت کو قبول نہ کیا تو عذاب الٰہی ان پر نازل ہونے کی ان کو خبر دی گئی انہوں نے بغیر حکم الٰہی اس کا وقت بھی مقرر کر دیا۔ وہاں کے لوگوں کو عذاب کے آثار معلوم ہونے لگے۔ سر بصحرا خدا کی جناب میں توبہ و گریہ کرنے کو نکل کھڑے ہوئے ان سے وہ عذاب ٹل گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام کو وعدہ پر عذاب نہ آنے کے سبب شرمندگی ہوئی اور وہاں سے چل نکلے۔ راستہ میں دریا تھا کشتی سے باہر دریا میں گر گئے مچھلی نے لقمہ کر لیا ان اندھیروں میں اللہ سے دعا کی فِی الظُّلُمٰتِ ایک مچھلی کا اندھیرا دوسرا دریائے شور کا تیسرا رات کا۔ من الظّٰلمین جو کہا ترک اولیٰ کے لیے نہ کہ در حقیقت ان سے ظلم سرزد ہوا تھا کیوں کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں۔

دسواں قصہ

یہ دسواں قصہ حضرت زکریا علیہ السلام کا ہے بیٹے کے لیے دعا مانگی اللہ نے یحییٰ علیہ السلام بیٹا دیا۔ وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا:

گیارہواں قصہ

یہ گیارہواں قصہ حضرت مریمؑ کا ہے وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝ میں تصریح ہے کہ مسیح علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اس لیے ان کو قدرت حق کی نشانی جہان کے لیے فرمایا گیا ورنہ معمولی ولادت نشانی یا معجزہ نہیں ہو سکتی تم سے وہ بیگانہ نہیں تم اور وہ ایک ہی گروہ کے لوگ ہو سب کا اصول ایک ہی ہے ان سے تمہیں کو فخر کرنا چاہیے نہ کہ ان کو جو باوجود ترک اتباع کے ان کی طرف منسوب ہیں جیسا کہ یہود و النصاریٰ۔ ان بزرگوں کے حالات بیان فرما کر مسلمانوں کو بتایا جاتا ہے۔

اختلاف سے اجتناب:...... اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً صاحب کشاف کہتے ہیں امت بمعنی ملت۔ اور یہ اشارہ ہے ملت اسلام کی طرف یعنی ملت اسلام وہ ملت ہے جس پر تم کو قائم رہنا چاہیے جس کو ایک ملت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے یعنی اس میں کچھ اختلاف نہیں۔ مراد یہ کہ تم کو اختلاف پیدا کرنے نہ چاہئیں اور میں تمہارا معبود ہوں میری عبادت کرو۔

ایک حدیث میں جس کو محدثین نے صحیح مان لیا ہے یوں آیا ہے کہ آنحضرت علیہ السلام پیشین گوئی کے طور سے فرماتے ہیں کہ میری امت میں بہتر (۷۲) فریق ہو جائیں گے بجز ایک فریق کے سب ہلاک ہوں گے یعنی آخرت میں اپنے عقائد فاسدہ کی سزا پائیں گے۔ لوگوں نے پوچھا کہ وہ ایک فریق کون سا ہے وہ کہ جس طریق پر میں ہوں اور میرے اصحاب۔ چنانچہ چند روز کے بعد ایسا ہی ہوا۔ اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ بہتر (۷۲) فریق ایک ہی زمانہ میں موجود ہو جائیں بلکہ جب کبھی ہوں۔ بعض کہتے ہیں انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرما کر یہ بات بتلاتا ہے کہ یہ سب لوگ اصول دین میں تمہارے ہی لوگ ہیں ایک طریقہ کے یعنی ان کا اور تمہارا طریق جدا نہیں ہاں پچھلوں نے تفریق کر دی اور اختلاف ڈال دیا ہے۔

➊...... اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا سے اگر یہی مراد لیا جائے کہ اللہ سے خفا ہو کر چل دیے تھے تو یہ خفگی باہمی محبت میں بے گانوں کے پیار سے زیادہ مرتبہ رکھتی ہے اور فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ کے یہ معنی کہ اس خفگی میں ان کا یوں جانا گویا ان کا یہ سمجھ لینا ہے کہ ہم سے بھاگ کر چلے آئے ہیں ہم ان کو پکڑ نہ سکیں گے نہ یہ کہ در حقیقت انہوں نے ایسا گمان بھی کر لیا تھا کیوں کہ وہ نبی تھے صفات اللہ تعالیٰ سے واقف تھے ایسی باتیں عشق و محبت کی باہمی معاملات اور رموز ہیں ایسی چھیڑ چھاڑ کا حل دفتر عشق سے ہو سکتا ہے عقل کے قانون میں اس کی گنجائش نہیں، اس لیے حضرت ذوالنون علیہ السلام پر تنبیہ یہی کی گئی مچھلی کے پیٹ میں جا پڑے۔ آخر اس حالت بے کسی میں اسی معبود حقیقی کے سوا اور کوئی فریاد رس نہ دکھائی دیا۔ فریاد فریاد کرنے لگے قصور کے معترف ہوئے دریائے رحمت جوش میں آ گیا باہمی ملاپ ہو گیا مصیبت سے رہائی ہوئی۔ عاشقان اللہ اس کی بے نیازی سے لرزتے رہتے ہیں ۱۲ منہ۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿٩٤﴾
وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٩٥﴾ حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ
وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ
شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا
ظٰلِمِيْنَ ﴿٩٧﴾ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا
وٰرِدُوْنَ ﴿٩٨﴾ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَاۗءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۭ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٩٩﴾ لَهُمْ فِيْهَا
زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿١٠٠﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ
اُولٰۗىِٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿١٠١﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ
اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٢﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ۭ هٰذَا
يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿١٠٣﴾ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاۗءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ
لِلْكُتُبِ ۭ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿١٠٤﴾

ترجمہ:......پھر جو کوئی اچھے کام کرے گا اور وہ مومن بھی ہوگا تو اس کی کوشش رائگاں نہ جائے گی اور ہم اس کے لکھنے والے ہیں (٩٤) اور جس بستی کو ہم نے غارت کر دیا ان پر رجوع کرنا حرام تھا (٩٥) ف یہاں تک کہ یاجوج و ماجوج کو کھول دیا جائے اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے چلے آئیں گے (٩٦) اور وعدۂ حق نزدیک آ لگے گا کہ یک بیک کافروں کی آنکھیں اوپر لگ جائیں گی، اور وہ کہیں گے ہائے رب! خرابی بے شک ہم تو اس سے غفلت میں پڑے ہوئے تھے بلکہ ہم ہی ظالم تھے (٩٧) (حکم ہوگا) البتہ خود تم اور جس کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے سب جہنم کا ایندھن ہو تم کو اس میں پہنچنا ہے (٩٨) اگر یہ (دراصل) معبود ہوتے تو اس میں کاہے کو گرتے اور یہ سب اس میں سدا پڑے رہیں گے (٩٩) جہنم میں ان کی چیخ دہاڑ ہوگی اور وہ اس میں کچھ نہ سنیں گے (١٠٠) (اپنے رونے کے غل میں) البتہ جن کے لیے ہماری طرف سے (آگے سے) بہتری ٹھہر چکی ہوگی وہی اس سے دور رہیں گے (١٠١) وہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے اور وہ اپنے من مانے عیشوں میں ہمیشہ رہا کریں گے (١٠٢) ان کو بڑی بھاری گھبراہٹ سے بھی پریشانی نہ ہوگی اور ان سے

ف:......اس آیت کے معنے میں مفسرین نے بہت اختلاف کیا ہے۔ بعض نے لفظ لا کو زائد مانا ہے تب یہ معنے ہوں گے کہ وہ ایسے ازلی بدنصیب اور ناپاک طینت تھے کہ ان پر توبہ کرنا اللہ کی طرف رجوع کرنا قضاء و قدر نے حرام یعنی ممنوع کر دیا تھا اس لیے وہ ہلاک ہی ہونے کے قابل تھے۔ باغ دنیا سے ان کا کٹ جانا ہی بہتر تھا۔ بعض لا کو زائد نہیں مانتے تب یہ معنے ہوں گے کہ جن کو ہم نے ہلاک کیا ہے اب یہ نہیں کہ وہ مر کر چھٹ گئے بلکہ ان پر حرام ہے کہ وہ پھر ہمارے پاس روز جزا میں نہ آئیں یعنی ضرور حاضر ہوں گے۔

فرشتے آملیں گے (اور کہیں گے۔) یہی تو تمہارا وہ دن ہے کہ جس کا تم کو وعدہ دیا جاتا تھا۱۰۳ جس دن کہ ہم آسمانوں کو کاغذوں کے مٹھے کی طرح لپیٹ لیں گے جس طرح ہم نے اول بار پیدا کیا تھا اسی طرح سے باردیگر پیدا کریں گے ہم پر وعدہ ہو چکا ہے ہم کو یہ ضرور کرنا ہے۱۰۴۔

اس کے بعد بطور معیار کے فرماتا ہے فَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ کہ جو کوئی ایمان لائے گا اور پھر نیک کام کرے گا خواہ کوئی ہو اس کی کوشش کا قطعاً بدلہ ہم دیں گے۔ پھر فرماتا ہے وَحَرٰمٌ عَلٰی قَرْیَۃٍ حرام خبر ہے اس کا مبتدا یا اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ہے یا کچھ اور۔ اول صورت میں بعض علماء نے لا کو زائد نہیں مانا ہے تب یہ معنی ہوں گے کہ ان کا عدم رجوع حرام یعنی ممتنع ہے تب رجوع کرنا ان پر واجب یعنی ضرور ہے دار آخرت کی طرف۔ اکثر مفسرین لا کو زائد کہتے ہیں تب یہ معنی کہ ان پر رجوع کرنا دنیا میں باردگر آنا حرام کر دیا ہے یا یہ کہ ان کی تقدیر میں شرک و معاصی سے باز آنا حرام تھا اس لیے وہ غارت ہوئے۔ جمہور کا قول بہت ٹھیک ہے کہ ان کو باردگر دنیا میں انا تدارک مافات کے لیے حرام ہے۔ پھر اس کی غایت فرماتا ہے کہ کب تک؟۔

یاجوج وماجوج:...... حَتّٰٓی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ یاجوج وماجوج دو قومیں بند ہیں (دیوار سے) ان کے کھلنے تک اور اس وقت تک کہ وعدہ قیامت قریب آ لگے اور لوگوں کی آنکھیں اس سخت وقت میں خوف و دہشت سے رحمت کے انتظار میں اوپر کی طرف لگ جائیں اور کافر یہ کہنے لگیں کہ ہائے خرابی ہم بدکار تھے یعنی قیامت تک وہ دنیا کی طرف رجوع نہ کریں گے۔

بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ حَتّٰٓی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ حرام کی غایت نہیں بلکہ مستقل کلام ہے اور حتیٰ کسی محذوف مناسب کی غایت ہے قیام الدین وغیرہا۔

دوبارہ تخلیق:...... اور یہاں سے مسئلہ معاد شروع ہوتا ہے یعنی یہ حضرات انبیاء علیہم السلام دنیا میں لوگوں کی رہنمائی کو آئے تھے کہ دار آخرت میں عذاب سے بچیں، نعیم باقیہ حاصل کریں اور یہ دنیا ایک وقت معین تک باقی ہے پھر فنا ہو جائیگی فنا کی ابتداء اور علامت خروج یاجوج وماجوج ہے اس کے بعد وعدۂ حق بہت قریب آ لگے گا قیامت برپا ہو جائے گی اور اس روز گنہگاروں کی آنکھیں دہشت یا انتظار رحمت میں اوپر لگی ہوں گی اور اپنے گناہوں کا آپ اقرار کرینگے حقیقت حال کھل جائے گی، بت اور بت پرست جہنم میں پھینک دیے جائیں گے وہاں روئیں پیٹیں چیخیں چلائینگے مگر بے سود، نیکوں کو ہر مصیبت سے محفوظ رکھ کر نعماء ابدیہ سے سرفراز کیا جائے گا۔ یاجوج ماجوج کا مفتوح ہونا یعنی دیوار سے کھولا جانا قرب قیامت میں ہوگا۔ وہ دیوار ٹوٹ جائے گی یہ قوم بدکار پھیل پڑے گی ہر بلندی سے اترتے آنا محاورہ ہے دوڑے ہوئے آنے سے یہ جملہ یاجوج ماجوج کے ذکر میں تبعاً آ گیا۔ اس قوم کا قرب قیامت میں ظاہر ہونا اس آیت اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اور کتاب حزقیل کی ۳۹ فصل میں مصرحاً مذکور ہے۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ۱۰۵

اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ۱۰۶ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۱۰۷ قُلْ

اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۱۰۸ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ

اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ۱۰۹ اِنَّهٗ يَعْلَمُ

الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ
اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ع

ترجمہ:......اور ہم پند و نصیحت کے بعد زبور میں لکھ چکے ہیں کہ بے شک زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہی ہوں گے ﴿۱۰۵﴾ البتہ اس میں خدا پرست قوم کے لیے ایک (بشارت کا) پیغام ہے ﴿۱۰۶﴾ اور (اے نبی) آپ کو ہم نے جہان بھر کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے ﴿۱۰۷﴾ (ان سے) کہہ دو کہ میری طرف تو یہی حکم پہنچایا جاتا ہے کہ تمہارا معبود تو صرف خدائے واحد ہے پھر کیا تم فرماں بردار رہتے ہو ﴿۱۰۸﴾ (یا نہیں) پھر اگر نہ مانیں تو کہہ دو کہ میں نے تم کو برابر اطلاع کر دی اور مجھے معلوم نہیں کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ قریب ہے ﴿۱۰۹﴾ یا دور کیونکہ اللہ ظاہر بات کو جانتا ہے اور جو کچھ تم مخفی کام کرتے ہو اس کو بھی جانتا ہے ﴿۱۱۰﴾ اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ شاید (اس مہلت میں) تمہاری آزمائش اور ایک وقت تک دنیا کا فائدہ پہنچانا منظور ہے ﴿۱۱۱﴾ (آخر) پیغمبر نے کہہ دیا کہ اے رب (مجھ میں اور ان کافروں میں) حق حق فیصلہ کر دے اور جو جو تم باتیں بناتے ہو ان پر تو اپنے مہربان رب ہی سے مدد مانگی جاتی ہے ﴿۱۱۲﴾۔

زبور کی تفسیر:......وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ سعید بن جبیر و مجاہد و کلبی و مقاتل و ابن زید کہتے ہیں زبور سے مراد وہ کتابیں جو دنیا میں انبیاء پر نازل ہوئیں اور ذکر سے مراد لوح محفوظ کہ جہاں سے نقل ہو کر یہ کتابیں آئیں یعنی دونوں جگہ ہم نے لکھ دیا کہ زمین کے نیک بندے وارث ہوں گے۔ زمین سے مراد جنت کی زمین کہ وہاں بجز ان کے اور کوئی آدم علیہ السلام کے ورثہ میں مالک نہ ہوگا سو یہ بات کل آسمانی کتابوں میں ہے۔ اس تقدیر پر یہ آیت بیان سابق کا تتمہ یا تاکید ہوگی۔ قتادہ و شعبی کہتے ہیں کہ زبور سے مراد قرآن اور ذکر سے مراد تورات ہے۔ سو ان دونوں میں بھی یہ بات مذکور ہے۔ زبور سے مراد داؤد کی کتاب بھی ہو سکتی ہے۔

ارض کی تفسیر:...... میں مفسرین کے چند اقوال ہیں (۱) جنت کی زمین جیسا کہ بیان ہوا (۲) دنیا کی زمین یعنی ملک کا مالک ہم نیک بندوں کو کریں گے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (الیٰ قولہ) لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ الآیہ اس میں اسلام کے غلبہ اور ظہور کی طرف ایماء ہے اور مخالفوں کے لیے تہدید کہ تمہارے سامنے یہ نہ مٹے گا اور بعض کہتے ہیں کہ ارض سے ارض مقدسہ بیت المقدس اور ملک شام مراد ہے سو اس نے اپنے وعدہ کے موافق ایسا ہی کیا کہ مسلمانوں کے قبضہ میں کر دیا اور اب تک ہے اور کسریٰ و قیصر کی سلطنت بھی ان کے قبضہ میں آئی قریش مکہ جو اپنی سرداری اور جماعت پر نازاں تھے ان کو یہ سنایا گیا۔ ۳۷ زبور کے ۹ اور گیارہویں ورس میں بھی یہی مضمون ہے اور بہت سے مقامات عہد جدید و عہد قدیم سے بھی ثابت ہے۔

مؤمنین سے وعدۂ الٰہی:...... پھر فرماتا ہے کہ اس میں عبادت کرنے والوں خدا ترسوں کے لیے مژدہ رسانی ہے کہ خدا پرستوں پر دنیا میں بھی فضل ہوتا ہے۔ آخر کار ملکوں کے مالک بنائے جاتے ہیں اور مصائب سے بھی محفوظ رہتے ہیں آخرت میں تو پھر سب ہی کچھ ہے۔

آنحضرت ﷺ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں:......اور اے محمد ﷺ تم کو اس تمام عالم کا ہادی بنا کر اس لیے رحمت و شفقت کی نظر سے بھیجا ہے کہ میرے بندوں کو جو تاریکی میں پڑے ہیں مطلع کر دو اور من جملہ اور پیغاموں کے سب سے مؤکد حکم توحید کا ہے سو وہ پہنچا دو کہ اِنَّمَا يُوْحٰى... الخ پھر اگر وہ اس کو نہ مانیں تو کہہ دو تم پر بلا مقرر آنے والی ہے لیکن اس کا وقت خدا ہی کو معلوم ہے کیوں کہ وہ چھپی اور کھلی ہر ایک بات کو جانتا ہے اور جو یہ مہلت ہے سو چند روزہ ہے تمتع دنیا کے لیے۔

اٰیَاتُهَا ۷۸ — (۲۲) سُوْرَةُ الْحَجِّ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۳) — رُكُوْعَاتُهَا ۱۰

مدنیہ ہے اس میں اٹھتر آیات اور دس رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ① يَوْمَ تَرَوْنَهَا
تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى
النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ② وَمِنَ النَّاسِ
مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ③ كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ
مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ④ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ
فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ
ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۗ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ
اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ
يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۗ
وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ
كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ⑤ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ ۙ⑥ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ⑦

ترجمہ:......لوگو! اپنے رب سے ڈرتے رہا کرو بے شک قیامت کا زلزلہ ایک بڑی بھاری چیز ہے ① جس دن کہ تم اس کو دیکھو گے تو ہر ایک دودھ پلانے والی دودھ پیتے ہوئے بچے کو بھول جائے گی اور ہر ایک حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی اور تجھے (اے مخاطب) لوگ مدہوش نظر آئیں گے اور

(درحقیقت) وہ مدہوش نہ ہوں گے لیکن اللہ کا سخت عذاب ہوگا۲ (کہ جس کے خوف سے مدہوش ہوں گے) اور کچھ ایسے لوگ بھی ہیں (مشرکین مکہ) کہ پھر اللہ کے معاملے میں نادانی سے جھگڑا کرتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کے کہے پر چلتے ہیں۳ حالانکہ (شیطان کی بابت) لکھا جا چکا ہے کہ جو اس کو یار بنائے گا تو یہ اس کو گمراہ کر کے رہے گا اور اس کو عذاب جہنم کا رستہ دکھائے گا۴ لوگو! اگر تم کو (قیامت کے دن) پھر جی اُٹھنے میں شک ہے تو (اس کو خیال کرو کہ) ہم نے تم کو خاک سے پھر نطفہ سے پھر خون کی پھٹکی سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے بنایا کسی کو پورا اور کسی کو ناقص الخلقت بنایا تاکہ (اپنی قدرت) تم کو معلوم کرائیں اور ہم رحم میں جس کو چاہتے ہیں ایک وقت مقرر تک ٹھہرا رکھتے ہیں پھر تم کو بچہ بنا کر نکال لیتے ہیں پھر (پرورش کرتے رہتے ہیں) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور کچھ تم میں سے (پہلے ہی) مرجاتے ہیں اور کچھ تم میں سے نکمی عمر (بڑھاپے) تک پہنچائے جاتے ہیں کہ دانش کے بعد کچھ بھی وقوف نہیں رہتا ہے اور تجھ کو (اے مخاطب) زمین خشک پڑی دکھائی دیا کرتی ہے پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو تر و تازہ ہو جاتی ہے اور ہر ایک خوشنما جڑی بوٹی اُگاتی ہے۵ یہ (اس لیے) کہ اللہ ہی برحق ہے اور مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر بات پر قادر ہے۶ اور یہ بھی کہ قیامت آنے والی ہے جس میں کچھ بھی شک نہیں اور یہ بھی کہ جو قبروں میں ہیں اللہ ان کو (زندہ کر کے) کھڑا کرے گا۷۔

ترکیب:......زلزلۃ مصدر ہے جائز ہے کہ فعل لازم سے ہو ای تزلزل الساعۃ شیئ اور ممکن ہے کہ متعدی سے ہو ای ان زلزال الساعۃ الناس دونوں صورت میں مصدر فاعل کی طرف مضاف ہوگا۔ یوم ترونھا منصوب ہے تذھل سے جو حال ہے ضمیر مفعول سے والعائد محذوف سکاری حال ہے اور یہ بالضم اور بالفتح دونوں طرح سے آیا ہے اور سکری مثل مرضی اور واحد سکران یا سکر ہے مثل زمن وزمنی۔ من یجادل میں من نکرہ موصوفہ ہے۔

تفسیر:......اس سورۃ میں علماء کا اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما وابن زبیر رضی اللہ عنہ ومجاہد کہتے ہیں مدینہ میں نازل ہوئی ہے بجز چند آیات کے کہ وہ مکہ میں نازل ہوئیں وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ سے لے کر عَذَابَ یَوْمٍ مُّقِیْمٌ تک، جمہور کہتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ صحیح یہی بات ہے۔

اس سورت میں علوم خمسہ قرآنی مذکور ہیں آفرینش بھی، معاد بھی، احکام بھی، پہلے واقعات امتوں کے عذاب ثواب دنیاوی بھی رسالت کا بھی مسئلہ۔ اس میں ابن المبارک وشافعی واحمد واسحٰق کے نزدیک دو جگہ سجدے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما وابراہیم نخعی وسفیان ثوری وامام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں ایک سجدہ ہے۔

ماقبل سورت سے ربط:......سورۂ انبیاء کے خاتمہ میں مسئلہ معاد کا ذکر تھا۔ اس سورت میں اس سے ابتدا کی جاتی ہے تاکہ انسان کو پرہیزگاری اور خداترسی اور عبادت کی طرف کامل رغبت ہو اور دل میں خوف رہے اور انبیاء علیہم السلام جن کا ذکر سورۂ انبیاء میں ہوا تھا کی تصدیق اور ان کی پیروی کرنے کی خواہش پیدا ہو اس لیے کہ دار آخرت کا مسئلہ اور اس عالم کے مفید ومضر کام بغیر حضرات انبیاء کے معلوم ہو نہیں سکتے اس لیے اللہ تعالیٰ اس ہولناک واقعہ کی خبر کس ہیبت ناک عنوان سے بیان فرماتا ہے اور سب سے پیشتر رب سے ڈرنے اور تقویٰ کرنے کا حکم دیتا ہے۔

قیامت کے زلزلے کی کیفیت اور تقویٰ کی تاکید:......فقال یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ، اول تو لفظ رب یہ چاہتا ہے کہ اپنے ہر روز کے مربی سے ڈرنا اور اس کی اطاعت کرنا چاہیے مگر اس کے بعد ایک سخت مصیبت آنے والی ہے اس کا ذکر کر کے اور بھی اس تقوے کے حکم کو مؤکد کرتا ہے گویا یہ جملہ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ اس کی علت ہے کیوں کہ اس سخت وقت میں انسان کو تقویٰ ہی امان دے

گا۔ پھر فرماتا ہے یہ زلزلہ کس دن ہوگا اور اس روز کیا حال ہوگا۔

فرماتا ہے یَوْمَ تَرَوْنَهَا . . . الخ کہ اس روز حاملہ عورتوں کے اس کے خوف سے حمل گر جائیں گے۔ اور دودھ پلانے والیاں باوجود اس کے کہ بچہ سے بڑی محبت ہوتی ہے بچہ کو بھی اس پریشانی اور بدحواسی میں بھول جائیں گی اور اس دہشت سے لوگ متوالے کی طرح بدحواس ہوں گے اور درحقیقت نشہ نہ ہوگا عذاب الٰہی کی بدحواسی ہوگی۔ یہ زلزلہ قیامت کے روز ہوگا جس روز صور پھونکے گا۔ پہاڑ اڑتے پھریں گے زمین کپکپائے گی ایک آپا دھاپی ہوگی کہ الٰہی توبہ۔ اہل ایمان میں سے اس وقت روئے زمین پر ایک بھی باقی نہ رہے گا پہلے ہی اٹھ جائیں گے اشرار بدکردار رہ جائیں گے جو اس دن کو دیکھیں گے۔ پھر تمام دنیا نیست و نابود ہو کر دوبارہ ایک اور عالم پیدا ہوگا نیا آسمان نئی زمین قائم ہوگی، لوگ جی اُٹھیں گے حشر برپا ہوگا۔

اللہ کی باتوں میں جھگڑنے والے:......وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ . . . الخ مکہ کے مشرک اس بیان کو سن کر جھگڑنے لگے کہ ایسا کیوں کر ہوسکتا ہے اور جھگڑا بھی بے دلیل یہ محض شیطانی وسوسہ ہے۔ ابن ابی حاتم نے ابو مالک سے روایت کی ہے کہ نضر بن حارث نے اللہ کے امر یعنی قیامت کے معاملہ میں جاہلانہ گفتگو کی تھی جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کے حق میں فرمایا وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ کہ وہ ہر ایک شیطان راندہ درگاہ کی پیروی کرتا ہے اس میں ان کے گمراہ کنندہ لوگ بھی آگئے اور ابلیس بھی جس کے لیے یہ مقرر ہو چکا ہے کہ جو اس کو یار بنائے گا تو یہ اس کو راہ راست سے بہکا کر جہنم کی طرف لے جائے گا پھر اس کم بخت کو کیا ہوا جو ہادیٔ برحق سے جھگڑ کر مضل کی پیروی کرتا ہے۔

وقوع قیامت پر دو دلیلیں:......اس کے بعد اللہ تعالیٰ قیامت کے ہونے پر دو دلیلیں پیش کرتا ہے۔

اول دلیل: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ الی قولہ تعالیٰ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا کہ اگر تم کو قیامت کے روز مر کر جی اُٹھنے میں شک ہو تو تم اس بات کو دیکھو کہ ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا کیوں کہ تمہارے جدامجد آدم کو مٹی سے بنایا کہ جس کی تم نسل ہو۔ یا یوں سمجھو کہ تم نطفہ سے پیدا ہوتے ہو جیسا کہ اس کے بعد خود ہی فرماتا ہے ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ اور نطفہ غذاؤں کے کھانے سے پیدا ہوتا ہے جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں پھر نطفہ کو جو پانی کا ایک قطرہ ہے خون بنا دیتے ہیں پھر اس خون کو گوشت کا لوتھڑا پھر اس میں کسی کے پورے ہاتھ پاؤں و دیگر اعضاء لگاتے ہیں کسی کو ناقص رکھتے ہیں وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ یا یوں کہو کہ بعض لوتھڑے ناقص کے ناقص ہی رہ کر باہر گر جاتے ہیں۔ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ تا کہ تم کو معلوم کرائیں کہ یہ اس قادر مطلق کی صنعت ہے جس نے طبیعت کو آلہ بنا دیا ہے ورنہ طبیعت کے لیے کون کا امر مرجح تھا کہ ایک قطرہ یا یکساں گوشت کا لوتھڑا سب کی ایک طبیعت پھر اس میں سے کسی کو ہڈی کسی کو پٹھا بنائے کسی کو ہاتھ آنکھ ناک اور ان میں یہ دور اندیشیاں مدنظر رکھے پھر رحم میں جس کو جتنی مدت چاہتے ہیں ٹھہراتے ہیں پھر بچہ بنا کر اس نطفہ کو باہر لاتے ہیں پھر کسی کو لڑکپن میں کسی کو جوانی میں کسی کو ایسی عمر طبعی تک پہنچا کر مارتے ہیں کہ وہ علم و دانش جا کر پھر نادان بچوں جیسا ہو جاتا ہے۔ پس جو ان باتوں پر قادر ہے کیا وہ انسان کو باردگر زندہ نہیں کرسکتا؟ بے شک کرسکتا ہے اور ضرور کرے گا۔

دوسری دلیل: وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً سے لے کر آخر تک۔ کہ زمین خشک ہوتی ہے پھر ہم اپنی قدرت سے پانی برساتے اور ایک پانی ایک ہی زمین سے گوناگوں جڑی بوٹیاں اُگاتے ہیں اور ہماری اس قدرت کاملہ کا تماشا اکثر دیکھتے ہو پھر کیا ہم ماء الحیات برسا کر انسان کو نباتات کی طرح باردگر پیدا نہیں کرسکتے؟

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿٨﴾ ثَانِيَ
عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿٩﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿١٠﴾ ع
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ* ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ
اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ
الْمُبِيْنُ ﴿١١﴾ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ
الْبَعِيْدُ ﴿١٢﴾ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿١٣﴾

ترجمہ:......اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو اللہ کے معاملہ میں حق سے منہ موڑ کر بغیر علم اور ہدایت اور بغیر کتاب روشن کے ﴿٨﴾ ❶ اس کے راستہ سے برگشتہ کرنے کے لیے جھگڑا کرتے ہیں اس کو دنیا میں بھی رسوائی ہے اور قیامت کے دن بھی ہم اس کو عذاب دوزخ کا مزہ چکھائیں گے ﴿٩﴾ (اس کو کہا جائے گا) یہ تیرے عمل کا بدلہ ہے جس کو تیرے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا اور اللہ تو بندوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا کرتا ﴿١٠﴾ اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو اللہ کی عبادت تو کرتے ہیں (مگر) الگ تھلگ پھر اس کو کچھ فائدہ پہنچ گیا تو اس پر جما دیا اور اگر کچھ تکلیف پہنچ گئی تو منہ کے بل الٹا پھر گیا اس نے دنیا بھی کھوئی اور آخرت بھی، یہ ہے ﴿١١﴾ وہ صریح خسارہ اللہ کو چھوڑ کر اس کو پکارتا ہے جو نہ اس کو ضرر دے سکے اور نہ فائدہ یہی تو وہ پرلے درجہ کی گمراہی ہے ﴿١٢﴾ اس کو پکارتے ہیں کہ جس کا ضرر اس کے نفع سے نزدیک تر ہے ایسا آقا بھی برا اور رفیق بھی برا ﴿١٣﴾۔

کفار کی جاہلانہ حجت اور اس کی سزا:......قیامت کے دلائل بیان کر کے پھر انہیں بے ہودہ لوگوں کی جاہلانہ حجت ومجادلہ کا ذکر فرماتا ہے قال وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿٨﴾ بعض کہتے ہیں پہلی آیت ومن الناس الخ نضر بن حارث کے حق میں اور یہ ابوجہل کے حق نازل ہوئی۔ بعض کہتے ہیں دونوں جگہ نضر مراد ہے محض ذم کے مبالغہ کے لیے اس کا اعادہ کیا۔ انسان کسی مقصد پر جو حجت قائم کرتا ہے یا کوئی عقیدہ دل میں جماتا ہے تو یا علم بالبدیہیات یا استدلال ونظر سے یا وحی والہام سے، پھر جس کو یہ تینوں باتیں کسی بات کی طرف ہدایت نہ کریں اور وہ اس پر جھگڑے تو سخت نادان ہے بِغَيْرِ عِلْمٍ میں بدیہیات وَّلَا هُدًى میں نظریات اور وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ میں الہام حق کی طرف اشارہ ہے کہ اس کے پاس ان میں سے کوئی بھی نہیں۔ پھر اس کا یہ فعل محض تکبر اور لوگوں کے گمراہ کرنے کے لیے ہے ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثنی العطف کبر وخیلاء سے عبارت ہے۔ اب اس کی سزا بیان فرماتا ہے اس کے کبر وغرور کے بدلہ میں لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ کہ اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں بھی خوار وذلیل کرے گا۔ چنانچہ نضر بن حارث اور ابوجہل کس ذلت کے ساتھ بدر کی لڑائی میں مارے گئے اور کتوں کی طرح سے ان کی لاشیں کھنچوا کے ایک گڑھے میں ڈال دی گئیں اور

*......قال المفسرون الحرف الشک واصلہ من حرف الشیٔ ای طرفہ مثل حرف الجبل والحائط فان القائم علیہ غیر مستقل ۱۲ منہ

❶ ......یعنی بغیر علم ودانش اور بغیر کسی کتابی سند کے اللہ کی باتوں کی جاہلانہ تکذیب کیا کرتے ہیں ۱۲ منہ ۔

اسی طرح سب سرکشوں کا یہی حال ہوا ہے اور ہوگا۔ اور اس جاہلانہ مجادلہ کی سزا میں وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ قیامت کے روز عذاب جہنم کا بھی مزہ چکھائیں گے اور یہ اسی کے عمل کا بدلہ ہے اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

انبیاء علیہم السلام قیامت کے حالات بیان فرما کر انسان کو دار آخرت کی بھلائی کے لیے اپنی طرف بلایا کرتے ہیں۔

دنیاوی منافع کے لیے دین حاصل کرنے کی مذمت: ...... پھر اس شخص کی سخت حماقت ہے کہ اس راستہ کو دنیا کے فوائد حاصل کرنے کے لیے اختیار کرے۔ دنیا کے نفع و نقصان تو انسان کے ساتھ ہر حال میں رہتے ہیں۔ چنانچہ ❶ حضرت ﷺ کے عہد میں بھی بعض بیوقوف اس لیے اسلام میں آئے تھے اس لیے ان کی برائی بیان فرماتا ہے فقال وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ بخاری نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ مدینہ میں ایسے بھی لوگ آتے اور اسلام لاتے تھے کہ اگر اس کے لڑکا پیدا ہوا اور اس کے مواشی کے بچے ہوئے تو کہتا کہ یہ دین اچھا ہے اور جو ایسا نہ ہوتا تو کہتا کہ یہ دین برا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حرف کے معنی طرف یعنی شک و تردد کے ہیں دنیا میں تو اس پر قضا و قدر سے مصیبت آئی ہی تھی ادھر اللہ سے بھی پھر گئے دنیا بھی گئی دین بھی ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ⑪ یہ بڑا ٹوٹا ہے۔ اب اللہ کے ڈر سے پھر کر اور معبودوں کی طرف رجوع ہوا ہے یہاں کیا رکھا ہے بجز نقصان کے۔ ان کی عبادت و نذر و نیاز میں مال ضائع کرنا، وقت کھونا، وبال بت پرستی سر پر لینا اور بھی خسارہ اور ضرر ہے ان معبودوں کو قدرت ہی کیا ہے جو کسی کو نفع یا نقصان دے سکیں۔ ایسا ہی بدنصیب یہ مانگنے والا ہے جو ان کا رفیق بنا ہے اور ایسے ہی وہ لغو معبود باطل ہیں جن کے پوجنے میں نفع کی جگہ ضرر ہی ضرر ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ
إِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ⑭ مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ
فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا
يَغِيْظُ ⑮ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ⑯ اِنَّ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ
اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ⑰

ترجمہ: ...... بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے ایسے باغوں میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے بڑی نہریں بہتی ہوں گی بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ⑭ جس کو (حالت مایوسی میں) یہ گمان ہو کہ اللہ اس کی دنیا اور آخرت میں مدد نہ کرے گا اس کو چاہیے کہ چھت میں ایک رسی لٹکائے پھر اس کو کاٹ ڈالے (پھانسی لے کر مر جائے) پھر دیکھے کہ اس کی تدبیر اس کے غصہ کو دور بھی کرتی ہے ⑮ اور ہم نے اس قرآن کو کھلی کھلی آیتیں بنا کر نازل کیا ہے اور یہ بھی کہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے ⑯ بے شک اللہ ایمان والوں اور یہودیوں اور صابیوں

❶ ...... یہ کیا حمق ہے کہ اگر اس کو دنیا کا فائدہ حاصل ہوا تو اس راہ پر قائم رہے کچھ آزمائش ہوگئی کوئی تکلیف پہنچی تو پھر گئے بتوں سے مانگنے لگے ۱۲ منہ۔

اور عیسائیوں اور مجوسیوں اور مشرکوں میں ضرور قیامت کے دن فیصلہ کردے گا البتہ اللہ کے سامنے ہر چیز حاضر ہے ⑰۔

مؤمنین کا انجام:...... منافقوں کی عبادت اور ان کے معبودوں کا حال بیان فرما کر اس جگہ سچے ایمان داروں کی عبادت کا حال بیان فرماتا ہے اور ان کے معبود حقیقی کا وصف کرتا ہے کہ اللہ جو معبود حقیقی اور قادر مطلق ہے اپنے ایمان داروں، نیکوکار بندوں کو مرنے کے بعد ایسے باغوں میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی کیوں کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے قادر مطلق ہے برخلاف ان کے معبودوں کے ان کو نفع وضرر کا کچھ بھی اقتدار نہیں۔

حاسدین کے تدابیر سے کچھ نہ ہوگا:...... مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ میں ان منافقوں کی طرف روئے سخن ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت تردد اور شک سے کرتے ہیں کہ جہاں کوئی دنیا کا فائدہ معلوم ہوا تو جمے رہے، کوئی تکلیف آپڑی تو اللہ سے پھر کر باطل معبودوں کی طرف متوجہ ہوگئے کہ بھلا وہ ان معبودوں کی طرف متوجہ ہو کر تو اپنا کام بنالیں اور دیکھیں ان کے دل کا غصہ جو اللہ پر ہے کس طرح سے نکالتے ہیں وہ جیسی چاہئیں تدابیر کرلیں جس قدر چاہئیں زور لگائیں حتیٰ کہ آسمان کی طرف یا اپنے گھر کی چھت میں (کیوں کہ السماء سے سماء البیت بھی مراد ہوسکتا ہے) کوئی رسی لٹکا کر اس سے گلا گھونٹ کر مرجائیں پھر دیکھیں کہ اس تدبیر سے بھی ان کے دل کا غصہ نکلتا ہے؟ یعنی ہزار تدبیر کریں کچھ نہ ہوگا اللہ ہی نہ چاہے تو کیا ہوسکتا ہے۔ یہ معنی اس تقدیر پر ہیں کہ يَّنْصُرَهُ کی ضمیر مَن کی طرف رجوع کی جائے جیسا کہ سیاق چاہتا ہے مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما وکلبی ومقاتل وضحاک وقتادہ وابن زید وسدی وفراء وزجاج اس کو حضرت محمد ﷺ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کی، دنیا میں اس کا بول بالا کرکے اور آخرت میں اس کا درجہ بلند کرکے، اس کی مدد نہ کرے گا اور اسی لیے وہ اسلام کے قبول کرنے میں تردد کرتا ہے جیسا کہ مقاتل کہتے ہیں یہ آیت غطفان اور اسد کے چند لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو کہتے تھے ہم کو خوف ہے کہ اللہ محمد ﷺ کی مدد نہ کرے تو ہم اپنے حلیفوں سے بھی گئے گزرے ہوئے۔ یا جو آنحضرت ﷺ سے حسد رکھتے ہیں اور حسد کے مارے یہ خیال کرتے ہیں تو ان کو چاہیے کہ جیسا دل چاہے ویسی تدبیر اور داؤ کرلیں یہاں تک کہ کوئی رسی لٹکا کر اس سے گلا گھونٹ کر مرجائیں یا رسی کے ذریعہ سے آسمان پر پہنچ جائیں تب بھی کچھ نہ ہوگا اللہ اپنے رسول کی دنیا وآخرت میں مدد کرے گا اور ضرور کرے گا کیوں کہ ابھی ہم کہہ چکے ہیں اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ یا کوئی ایسا سبب پیدا کریں کہ جس سے آسمان پر چڑھ جائیں۔ اور وہاں سے ناکام ہونے پر گر کر مرجائیں لِيَقْطَعْ کے یہ بھی معنی ہوسکتے ہیں۔ سبب کے معنی رسی کے اور وسائل کے بھی ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ بعض مسلمان حضرت محمد ﷺ کے فتوحات اور غلبہ میں دیر ہونے کی وجہ سے خفا اور دل میں تنگ ہوا کرتے تھے، اس آیت میں ان کی طرف اشارہ ہے کہ وہ جو چاہیں کرلیں ان کی تدابیر سے کچھ نہ ہوگا، اللہ ایک وقت پر مدد وفتح حضور ﷺ کی کرے گا۔

اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہدایت عطا فرماتا ہے:...... تمام قرآن کو آیات بینات بنا کر ہم نے یوں ہی نازل کیا ہے۔ رہی ہدایت سو وہ ہر ایک کے حصہ میں نہیں اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ گو دنیا میں اکثر یہ چھ فریق ہیں ❶ اہل اسلام جن کو الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے تعبیر کیا۔ دوم یہودی، سوم صابی، چہارم نصاریٰ، پنجم مجوس، ششم مشرکین۔ اور ان میں سے ہر ایک اپنے تئیں ہدایت پر کہتا ہے مگر دراصل

---

❶...... اس لیے کہ جو لوگ فاعل مختار حق سبحانہ کے قائل ہیں پھر یا تو انبیاء کے قائل نہیں جیسا کہ مشرکین۔ اور جو قائل ہیں یا سچے نبی کے پیرو ہیں یا فرضی اور متنبی کے، پس انبیاء کے متبع تو اہل اسلام اور یہود ونصاریٰ اور صابئین ہیں جو یہود ونصاریٰ کے بین بین ہیں اور فرضی نبی کے متبع مجوس ہیں ۱۲ منہ۔

ہدایت پر وہی فریق ہے کہ جس کو اللہ نے ہدایت دی یعنی اہل اسلام۔ رہی ان کی یہ قیل وقال سو اس کا قیامت میں اللہ آپ فیصلہ کر دے گا
اس کے سامنے ہر چیز ہے وہ سب کچھ جانتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ
وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِیْرٌ حَقَّ
السجدۃ عَلَیْهِ الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ یُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ ۩ ﴿۱۸﴾
هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ ۫ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ
مِّنْ نَّارٍ ؕ یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ ﴿۱۹﴾ یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ
وَالْجُلُوْدُ ﴿۲۰﴾ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِیْدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ
ع غَمٍّ اُعِیْدُوْا فِیْهَا ۗ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۲۲﴾

ترجمہ:......(اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ آسمان والے اور زمین والے اور آفتاب اور ماہتاب اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چار پائے اور بہت سے آدمی اللہ کے آگے جھکتے ہیں اور بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جن پر عذاب مقرر ہو چکا ہے اور جس کو کہ اللہ ذلیل کرتا ہے پھر اس کو کوئی عزت نہیں دے سکتا بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ﴿۱۸﴾ یہ دونوں فریق مخالف جو اپنے رب کے معاملہ میں جھگڑتے ہیں ف پھر جو منکر ہیں ان کے لیے تو آگ کے کپڑے قطع کیے گئے ہیں اور ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا ﴿۱۹﴾ کہ جس سے جو کچھ ان کے پیٹ میں ہے (انتڑیاں وغیرہ) اور ان کی کھال جھلس دی جائے گی ﴿۲۰﴾ اور ان پر لوہے کے گرز پڑیں گے ﴿۲۱﴾ جب گھبرا کر وہاں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اس میں داخل کیے جائیں گے اور (کہا جائے گا) دوزخ کا عذاب چکھو ﴿۲۲﴾۔

ترکیب:...... کثیر مبتدا من الناس صفت خبرہ مطیعون محذوف۔ اور بعض کہتے ہیں من فی السمٰوٰت پر معطوف ہے تفصیل کے لیے بصب جملہ مستانفہ اور خبر ثانی بھی ہو سکتا ہے۔

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا اللہ ہر چیز جانتا ہے جس سے اس کا علم و ادراک کامل ثابت ہوا تھا جو یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت کے فیصلہ کے لیے ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کے آگے تمام کائنات سرنگوں ہے:...... اب یہاں اَلَمْ تَرَ سے قدرت و جبرت کا اثبات کرتا ہے کہ اس کے آگے تمام کائنات سرنگوں ہے اور جس کو وہ ذلت دیتا ہے کوئی اس کو عزت نہیں دے سکتا اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت کر دیا کہ جو

ف: بخاری و مسلم وغیرہما نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت حمزہ و عبیدہ و علی رضی اللہ عنہم کے اور عتبہ اور شیبہ اور ولید بن عتبہ کے حق میں نازل ہوئی جب کہ بدر کے روز یہ دونوں فریق لڑنے کو میدان جنگ میں صف سے نکل کر لڑے۔ اور حاکم نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یوں ہی نقل کیا ہے کہ یہ آیت ہمارے حق اور ہمارے مقابل مبارزوں کے حق میں نازل ہوئی ہے مراد یہ کہ اس کے ہم ہی مصداق ہیں ۱۲ منہ

لوگ اس کے سوا اوروں کو پوجتے ہیں کہ مشرکین جن کا ذکر اگلی آیتوں میں آیا تھا، محض بے وقوف ہیں نہ اور کسی کو وہ علم ہے جو اللہ کو ہے نہ اس کی مانند کسی کو قدرت وسلطنت ہے اور قیامت میں فیصلہ کرنے کے لیے بھی دو وصف ضروری ہیں اس لیے اپنے فیصلہ کرنے کا ثبوت کر دیا کہ ہم قادر مطلق ہیں ہمارے آگے ہر ایک سرنگوں ہے تمہارے معبود وہاں کیا کر سکیں گے؟ اور یہاں بھی وہی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔الم تو سے مراد اَلَمْ تَعْلَمْ یعنی تو کیا نہیں جانتا مراد ہے کہ اے مخاطب تجھے خوب معلوم ہے دلائل و براہین قدرت میں نظر کرنے سے۔چوں کہ یہ بات بہت ظاہر تھی اس لیے اَلَمْ تَرَ سے تعبیر کیا۔

مخلوقات کا اللہ تعالیٰ کو سجدہ:...... یَسْجُدُ لَهٗ سجدہ کرنے سے مراد مسخر اور سرنگوں ہونا اور یہ ظاہر ہے۔اس لیے کہ تمام عالم ممکن ہے اور ممکن کو جس طرح اپنے حدوث سے واجب تعالیٰ کی طرف محتاج ہے اسی طرح بقا میں بھی۔پس ہر چیز کا ہمہ وقت اس کا محتاج رہنا اس کے آگے سجدہ کرنا ہے۔

مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ میں اگرچہ جملہ علویات وسفلیات داخل ہیں لیکن ان مشرکین کے معبود کہ جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے مفصلہ ذیل تھے اس لیے تعمیم کے بعد تخصیص کی گئی۔وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ آفتاب اور چاند اور ستارے اکثر فرقہ صابیہ اور مجوس اور ہنود کے معبود ہیں۔ان کے مرشدوں نے انہیں اشیاء کو پیکر نورانی سمجھ کر ان کی عبادت کو تقرب الٰہی کا ذریعہ بنایا اور بعد میں انہیں کو قاضی الحاجات سمجھنے لگے پھر ان کے نام کے بت ان کی مناسب دھات کے بنائے اور بڑے بڑے شان دار مکان بنا کر ان کی پرستش کرنے لگے یونانی بھی ایسا ہی کرتے تھے۔پھر ان سے اتر کر وَالْجِبَالُ پہاڑوں کے پتھر پوجنے لگے ہنود اور عرب کے معبود پتھروں کے اور پہاڑوں کی دھات تانبے پیتل کے تھے وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ یہاں تک کہ ہنود درختوں چارپایوں کو بھی پوجتے ہیں پیپل کا درخت اور گائے بیل بھی ان کے معبود ہیں وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ بہت سے آدمیوں کو بھی پوجتے ہیں راجہ رام چندر و کرشن و بدھ و مہادیو وبشن و برہما یہ سب انسان تھے جن کو ہندو پوجتے ہیں اسی طرح عرب کے مشرکوں نے لات، منات، اساف، نائلہ، ذی الخلصہ ہبل وغیرہ انسانوں کی مورتیں بنا رکھی تھیں ان کو قاضی الحاجات دافع البلایات جانتے تھے، نذر و نیاز کرتے تھے، مصائب کے وقت ان کو پکارتے تھے، ان کی دہائی دیتے تھے۔فرماتا ہے یہ سب چیزیں تو اللہ کے آگے جھک رہی ہیں اسی کے آگے سر جھکاتی ہیں باخدا انسان کہ جن کو یہ پوجتے ہیں بالاختیار اللہ کو سجدہ کرتے تھے اور کرتے ہیں باقی یہ سب اشیاء اپنی بقاء میں ہر دم اسی طرف محتاج ہیں اور اس کے حکم تکوین کے مسخر ہیں یہی ان کا جھکنا اور سجدہ ہے پھر ان کے مالک و خالق کو چھوڑ کر ان کو پوجنا کون سی عقل مندی ہے مگر آدمیوں میں سے ایسے بھی بدبخت اور بدعقل اور ذلیل ہیں کہ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ کہ باختیار خود اس کے آگے نہیں جھکتے اس کی مخلوق کے آگے جھکتے ہیں۔ان ذلیلوں پر عذاب الٰہی ثابت ہو چکا ہے اور ذلت نوشتہ ازلی ہے وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ کیوں کہ جن کو وہ ذلت دے اس کو کون عزت دے سکتا ہے وہ اعلیٰ مختار ہے اپنی حکمت ومصلحت سے جو چاہے کرتا ہے۔

دو فریق اور ان کا انجام:......اب یہ دو فریق ہو گئے ایک ذلیل جو اپنی مثل مخلوق کو پوجتے ہیں۔دوسرے عزت دار جو اللہ کے سوا کسی کو بھی نہیں پوجتے۔اب دونوں فریق کا کیا حال ہے؟ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ وہ یہ کہ آپس میں اپنے رب کے معاملہ میں باہم اختلاف کرتے ہیں۔ذلیل فریق اللہ میں عجز وحدوث کے اوصاف رذیلہ اپنے قیاس سے ثابت کرتا ہے کہ وہ سب کام آپ نہیں کر سکتا اس نے ان ان اشخاص واشیاء کو یہ کام بانٹ دیے ہیں، اس لیے ہم ان کو پوجتے اور پکارتے ہیں۔فریق عزت دار اسی کو قادر مطلق اور جملہ کاموں کا کرنے والا سمجھتا ہے۔وہی علام الغیوب ہے ہر ایک کی پکار بھی وہی سنتا ہے اور سن کر قضائے حاجت بھی کرتا ہے کیوں کہ علیم بھی ہے رحیم بھی ہے بخلاف مخلوق کے۔اس کے بعد آپ ہی دونوں فریق کا انجام کار بتلاتا ہے۔فریق ذلیل کا انجام ان آیات میں ہے فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا...الخ ان کے لیے جہنم کے کپڑے تیار ہیں گرم پانی اور لوہے کے گرز اور وہاں سدا رہنا ہے۔اگلی آیات میں فریق

عزت دار کا انجام بیان فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ؕ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۲۳﴾
وَهُدُوْۤا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚۖ وَهُدُوْۤا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ﴿۲۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ
سَوَآءَ* ۨ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ؕ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ
ع اَلِيْمٍ ﴿۲۵﴾ وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا وَّطَهِّرْ
بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ وَاَذِّنْ* فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ
يَاْتُوْكَ رِجَالًا* وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾

ترجمہ:......البتہ اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے بھی کام کیے ایسے باغوں میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہاں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا ﴿۲۳﴾ اور (یہ وہ ہیں کہ) جن کو اچھی بات کی طرف رہنمائی کی گئی اور عمدہ رستے کی انہیں ہدایت کی گئی ﴿۲۴﴾ بے شک جو منکر ہو گئے ❶ اور لوگوں کو اللہ کے رستہ سے اور (اس) مسجد الحرام سے روکتے ہیں کہ جس کو ہم نے سب لوگوں کے لیے معبد بنایا وہاں اس جگہ کا رہنے والا اور باہر والا دونوں برابر ہیں اور جو وہاں ظلم سے کج روی کرنا چاہے گا تو ہم اس کو دکھ دینے والا عذاب چکھا دیں گے ﴿۲۵﴾ اور (یاد کرو) جب کہ ہم نے ابراہیم کے لیے کعبہ کی جگہ متعین کر دی (حکم دیا کہ) میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور

---

* ......سواء کو یعقوب و عاصم نے بالنصب پڑھا ہے جعل کا معمول بنا کر۔ بعض نے مرفوع پڑھا ہے مبتدا کی خبر مقدم قرار دے کر۔ صاحب کشاف کہتے ہیں بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ یہ دونوں حال مترادف ہیں۔ رجال جمع راجل پیادہ والضمور الهزال ضمر یضمر ضمورا والمعنی ان الناقة صارت صامرة لطول سفرها الفج الطريق بين الجبلين ثم يستعمل في سائر الطرق الساعاو العميق البعيد۔ کبیر للرازی ۱۲ منہ۔ * ...... وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ حسن اور اکثر معتزلہ کہتے ہیں کہ یہاں سے خطاب آنحضرت ﷺ کی طرف ہے پہلا کلام تمام ہو چکا یعنی اللہ تعالیٰ آں حضرت ﷺ سے فرماتا ہے کہ اے محمد الوگوں میں حج کا اعلان کر دو، وہ تمہارے پاس حج کرنے نزدیک دور سے چلے آئیں گے۔ یہ آیت فرضیت حج کے لیے ہے۔ جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ یہ بھی جملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق ہے اس میں انہی کی طرف خطاب ہے کہ جب حضرت کعبہ تعمیر کر چکے تو ہم نے ان کو حکم دیا کہ تم لوگوں میں حج کے لیے پکار دو تا کہ لوگ حج کو آئیں۔ اس میں یہ مراد ہے کہ اے قریش مکہ تم جو ان لوگوں کو مسجد الحرام سے روکتے ہو نہ صرف اللہ تعالیٰ بلکہ اپنے بزرگ ابراہیم خلیل اللہ کے بھی برخلاف کرتے ہو ۱۲ * ...... حج کے لیے آنا بہ حکم ابراہیم گویا ان کے پاس آنا ہے۔ یا ان کی حیات کے لحاظ سے فرمایا۔ پس ان کے پاس لوگ حج کرنے کو آنے لگے تھے ۱۲ منہ۔

* ...... یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ: دبلی پتلی اونٹنی، جو اونٹنیاں سواری کی ہوتی ہیں کثرت سفر سے دبلی پتلی ہو جاتی ہیں۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ حج کو پیادے یا اونٹنیوں کی سواری ہی آئیں گے۔ بلکہ عرب کی قوموں کے لحاظ سے یہ فرمایا جن کی سواری بیشتر اونٹوں ہی پر ہوتی ہے ورنہ مراد عموم ہے کہ ہر قسم کے لوگ آئیں گے ۱۲ منہ۔

❶ ...... اِنَّ الَّذِیْنَ کی خبر محذوف اس پر نُذِقْهُ دال ہے ۱۲ منہ۔

میرے گھر کو طواف کرنے والوں ■ اور قیام کرنے والوں اور رکوع سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو ۲۶ اور لوگوں میں حج کی منادی کر دو تمہارے پاس لوگ پا پیادہ اور پتلے دبلے اونٹوں پر (سوار ہو کر) دور دراز رستوں سے چلے آئیں گے ۲۷۔

فرمانبردار فریق پر انعامات:......اِنَّ اللّٰهَ میں دوسرے فریق کا ذکر ہے کہ اللہ ان کو ایسی بہشتوں میں داخل کرے گا کہ جن میں نہریں بہتی ہوں گی اور وہ اس میں جڑاؤ زیور اور موتی اور ریشمی لباس پہنیں گے۔ پھر ان اہل ایمان کے وصف میں فرماتا ہے وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ کہ یہ باتیں ان کو اس وجہ سے نصیب ہوں گی کہ دنیا میں اللہ کی طرف سے ان کو اچھی بات اور عمدہ رستہ کی ہدایت کی گئی تھی۔ اچھی بات کہ جس کو قول طیب سے تعبیر کیا کلمہ پاک لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ یا قرآن مجید ہے اور عمدہ رستہ دین اسلام ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد جنت میں جا کر اچھی باتیں کہنا ہے اس کی حمد وثنا گویا اس میں روحانی نعمتوں کی طرف اشارہ ہے۔

نافرمان فریق کے احوال:......اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ . . . الخ یہاں سے اس فریق نافرمان کے پھر چند اوصاف بیان فرماتا ہے۔ بالخصوص ان کے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصر تھے کہ کفر کے علاوہ لوگوں کو اللہ کے رستہ سے بھی روکتے ہیں یعنی اسلام اور نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی سے۔ مشرکین مکہ ان لوگوں پر جو اسلام لاتے تھے بڑے ظلم وستم کر کے ان کو اسلام سے روکتے تھے اور بعض اسلام پر جھوٹے الزامات لگا کر اس کو رسوا کرنا چاہتے تھے۔ جیسا کہ آج کل گمراہ فرقوں کے پیشوا کیا کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو مسجد الحرام یعنی خانہ کعبہ سے بھی روکتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابوسفیان وغیرہ کے حق میں ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عام حدیبیہ میں عمرہ سے روک دیا تھا (کبیر) اگر حدیبیہ کا واقعہ اس آیت کے نزول کے بعد ہے تو یہ صاف ہے ورنہ یوں بھی وہ روک دیا کرتے تھے۔ باہم لڑائی بھڑائی کے خوف سے لوگ بجز ایک خاص موسم کے نہیں آسکتے تھے اور جب اسلام پھیلا تو مسلمان قبائل کو تو آنے سے روک ہی دیا تھا۔

اس کے بعد مسجد الحرام کے اوصاف بیان فرماتا ہے۔

مسجد حرام کے چند اوصاف:......(۱) یہاں عاکف ومقیم وحاضر اور بادی (الطاری من البدو وھو النازع الیہ من غربتہ۔ کبیر) یعنی مقیم ومسافر دونوں برابر ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مکہ کی سکونت میں اور وہاں کے ٹھہرنے میں سب برابر ہیں جو پہلے آئے اور ٹھہر جائے وہی مستحق ہے اور یہی قتادہ اور سعید بن جبیر کا قول ہے۔ ان کے نزدیک مکہ کے مکانات کا کرایہ لینا اور بیع کرنا بھی جائز نہیں کیوں کہ وہ زمین کسی کی ملک نہیں ہوسکتی۔ اور یہی مذہب ابن عمر رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبدالعزیزؒ وامام ابوحنیفہؒ واسحاق حنظلی کا ہے ان کی دلیل یہ آیت اور بعض احادیث ہیں۔ اس تقدیر پر مسجد الحرام سے مراد مکہ ہے۔ اور علماء کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ خاص حرم کسی کی ملک نہیں یہاں ہر ایک مقیم ومسافر کا نماز پڑھنے اور عبادت کرنے میں برابر حق ہے۔ اور مکہ کے مکانات کی بیع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں برابر ہوتی تھی۔

(۲) وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ الحاد، لحد سے مشتق ہے بمعنی کجی۔ اس کی تفسیر میں چند اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں شرک مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں حرم میں شکار کرنا۔ بعض کہتے ہیں کسی کو مارنا ستانا۔ مگر صحیح تر یہ ہے کہ عموماً ممنوعات مراد ہیں ان سب پر عذاب ہے۔ اس کے بعد اس مسجد کی تعمیر اور فرض کے متعلق ارشاد فرماتا ہے کہ وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ . . . الخ کہ اس گھر کے بنانے کا ابراہیم کو ہم نے ہی حکم دیا تھا۔ یہ جگہ اللہ کی

■:...... طائفین جمع طائف بمعنی طواف کنندہ۔ قائمین جمع قائم یعنی قیام کنندہ۔ رکع جمع راکع بمعنی رکوع کنندہ۔ سجود جمع ساجد۔ خواہ یہ افعال ایک ساتھ ادا کیے جائیں جیسا کہ نماز میں یا جداگانہ ۱۲ منہ۔

عبادت کے لیے مخصوص کردی تھی کہ ایک عبادت خانہ بنا کہ جس کے اردگرد لوگ طواف کریں، خدائے غیر جسم کے اوپر اس طرح سے قربان ہوں۔ اور خدا پرست اس میں کھڑے ہو کر نماز ادا کریں اور رکوع کرنے والے رکوع اور سجدہ کرنے وہاں خدائے واحد کو سجدہ کیا کریں اور اس گھر کو پاک صاف کریں اور وہاں کسی قسم کی پرستش غیر اللہ کی نہ ہوا کرے۔ اس میں قریش مکہ پر تعریض ہے کہ تم ایسے نالائق مجاور ہو کہ تم نے اس گھر کو خلاف منشائے ربانی بت خانہ بنا دیا اس کو نجاست سے گندہ کر دیا۔ اور ہم نے ہی ابراہیم کو حکم دیا تھا کہ پکار دے کہ خدا پرست یہاں آ کر حج کیا کریں مراسم خدا پرستی بجالائیں۔ اس صلائے عام سے ہر دور دراز سے خدا پرست پا پیادے اور سوار ہو کر کشادہ رستوں اور تنگ گھاٹیوں سے چلے آئیں گے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرفات کی پہاڑی پر چڑھ کر پکار دیا۔ اس وقت سے یہ جشن خدا پرستی قائم ہوا یہ عرب کے جاہلوں کا بت پرستی کے لیے سالانہ میلہ نہیں ہے اس کے بعد حج کے فوائد اور قربانی کے طریقے ارشاد فرماتا ہے۔

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآىِٕسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾ ع

ترجمہ: تا کہ اپنے فوائد کو دیکھیں اور تا کہ جو چار پائے اللہ نے ان کو دے رکھے ہیں ان پر ایام مقررہ میں اللہ کا نام یاد کیا کریں (قربانی کرنے

• شعائر علامات اور نشان جو امتیاز کے لیے ہر قوم اور ہر شخص کے لیے مخصوص ہوتے ہیں۔ اللہ کے شعائر اس کی وہ عبادت کے خاص دستورات جو اس نے فرماں بردار قوم کے امتیاز کے لیے مقرر کر دیے ہیں ان کی پابندی دلی پرہیزگاری ہے۔ قومی اور ملکی نشانوں کو ہلکا جان کر ترک کرنا ایک طرح کا فسق اور بدکاری ہے اس لیے کہ ان کے ترک کرنے سے قوم قوم نہیں رہتی شیرازہ قائم نہیں رہتا۔ بعض بے باک طبائع ان کو فضول جانتی ہیں اور کہتی ہیں کہ دل میں خدا پرستی ہونی چاہیے۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ بھی دلی پرہیزگاری سے متعلق ہے اس کے منافی نہیں۔ اس جگہ شعائر سے مراد احکام حج ہیں قربانی کرنا، طواف کرنا احرام باندھنا، حرم و احرام میں شکار نہ کھیلنا، سر منڈانے، عورتوں سے صحبت کرنے سے جدا رہنا، اس لیے بعض علماء نے اس کو ہدی یعنی قربانی سے تعبیر کیا ہے۔ ف: شعائر جمع شعیرۃ او شعارۃ بالکسر ومنہ شعار القوم ای علامتھم فی الحرب فشعائر اللہ اعلام دینہ ۱۲ منہ

میں اس کا نام لیا کریں) پھر ان میں سے آپ بھی کھاؤ اور محتاج فقیر کو بھی کھلاؤ۞ پھر چاہیے کہ اپنا میل کچیل دور کریں اور (احرام کھول کر) اپنی نذریں پوری کریں اور قدیم گھر (کعبہ) کا طواف کریں۞ بات یہ ہے اور جو کوئی اللہ کی محترم چیزوں کی تعظیم کرے گا سو یہ اس کے لیے اس کے رب کے نزدیک بہتر ہے اور تمہارے لیے مواشی حلال کر دیے گئے مگر وہ جو تم کو پڑھ کر سنائے جاتے ہیں (مردار وغیرہ) پھر بتوں کی ناپاکی سے بچو اور جھوٹی بات سے بھی دور رہا کرو۞ خالص اللہ کے ہو کر رہو اس کے ساتھ کسی شریک کرنے والے نہ بنو اور جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے تو گویا وہ اوپر سے گر پڑا کہ یا تو اس کو پرندے اچک لے جا رہے ہیں یا اس کو ہوا اڑا کر کسی دور جگہ میں پھینک رہی ہے۞ بات یہ ہے اور جو کوئی اللہ کے شعائر کی حرمت مانتا ہے سو یہ دل کی پرہیزگاری ہے۞ تمہارے لیے (قربانی کے جانوروں میں) ایک وقت معین تک فوائد ہیں پھر ان کو قدیم گھر تک پہنچانا چاہیے۞۔

حج کے فوائد و منافع: ...... فقال لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ، حج کے منافع دو قسم کے ہیں۔

ایک منافع دنیا، سو وہ بھی ❶ بے شمار ہیں۔ اول، تمام اہل مذہب کا ایک جگہ جمع ہونا میل جول کرنا۔ (۲) ایک قوم کا دوسری سے علم و ہنر میں مستفید ہونا۔ (۳) دور دراز کے صحیح صحیح حالات کا باہم پہنچانا (۴) پھر اس سے تجارت کے منافع سے مستفید ہونا۔ (۶) قوت اجتماعیہ اور اخوت دینیہ کا استوار کرنا۔ (۷) جس بات پر تمام قوم کو اتفاق کرنا ہو وہاں اس متبرک جگہ میں اس کا بسہولت میسر آنا (۸) سفر کا عادی ہونا، ریاضت و مشقت و تجربہ حاصل کرنا وغیرہ۔

حج کے فوائد دینیہ: ...... دوسرے، فوائد دینیہ۔ وہ بھی بہت ہیں۞ صد ہا ہزار خدا پرستوں کا ایک جگہ جمع ہو کر دنیا میں آسمانی سلطنت کا نمونہ دکھانا (۲) ایک پر دوسرے کے انوار و برکات کا منعکس ہونا (۳) حضرت ابراہیم رئیس الموحدین کی یادگار کا جلسہ خصوصاً انہیں کے عاشقانہ لباس و ہیئت میں اور تہلیل و تکبیر پہاڑوں پر پکارنا قربانی کرنا (۴) تمام خلائق کو یہ دکھا دینا کہ دنیا میں یہی ایک جماعت ہے کہ جو خاص اس کی پیرو ہے جس سے عام طبائع پر توحید و خدا پرستی کا ایک ولولہ پیدا ہو وغیرہ۔ ان سب کی طرف اس جملہ میں مجملاً ایماء ہے۔ لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ۔ پھر بعض فوائد کی تفصیل فرماتا ہے فقال وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ کہ چند معین دنوں میں اللہ کا نام لیا کریں۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد قربانی کرنا ہے جس کا قرینہ عَلٰی مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ . . . الخ ہے کیوں کہ قربانی میں اللہ کا نام کسی یعنی جانور پر ذکر کیا جاتا ہے تکبیر بسم اللہ واللہ اکبر کہی جاتی ہے اور یہ بھی اللھم منک والیک اور یہ بھی اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۞۔

اکثر علماء کہتے ہیں اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ سے مراد عشرہ ذی الحجہ ہے اور مَّعْدُوْدٰتٍ سے ایام التشریق اور یہ مجاہد و عطاء و قتادہ و حسن و سعید بن جبیر و ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور اسی کو امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ نے اختیار کیا ہے کیوں کہ یہ ایام عرب کو زیادہ معلوم رہا کرتے تھے اور اب بھی معلوم رہا کرتے ہیں اس لیے کہ انہیں کے آخر میں حج کا وقت ہے اور اسی طرح قربانی بھی انہیں ایام میں سے یوم النحر کو ہوتی ہے یعنی دسویں تاریخ۔ خلاصہ یہ کہ ایام معلومات سے عشرہ ذی الحجہ کا مراد ہے اور اس کی جزء اخیر میں یہ قربانی دسویں تاریخ کو ہوتی

---

❶ حج موت کا بھی نمونہ ہے گھر سے چلنا اولاد و مال کو چھوڑنا گویا دنیا سے گزرنے کو یاد دلاتا ہے پھر کعبہ کے قریب آ کر احرام باندھنا گویا کفن میں لپٹنے کا نمونہ ہے پھر احرام میں شکار و جماع وغیرہ مرغوبات سے رکنا مرنے کے بعد ان چیزوں سے رکنے کا نمونہ ہے پھر وہاں زاد راحلہ کا ہمراہ ہونا ہدی کا ہونا اس بات کو یاد دلاتا ہے کہ مرنے کے بعد اعمال ہی کا توشہ ساتھ رہے گا پھر عرفات میں کھڑا ہونا حشر میں کھڑے ہونے کا نمونہ ہے پھر قربانی کے احرام کھولنا نہانا صاف ہونا گناہوں سے بری ہونے کا یاد دلانے والا ہے اللھم ادخلنا الجنۃ۔ اور نیز سفر بہت کی بیماریوں کے لیے مفید ہے ۱۲ منہ ولا یجوز الاکل من ھدی التطوع والتمتع والقران لانہ دم نسک فیجوز الاکل منھا بمنزلۃ الاضحیۃ وقد صح ان النبی ﷺ اکل من لحم ھدیہ وحسی من المرقۃ ھدایہ ۱۲ منہ واللہ اعلم۔

ہے۔عطاء کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں منقول ہے کہ ایام معلومات سے یوم النحر اور اس کے بعد کے اور تین روز مراد ہیں۔کیوں کہ یہ ایام قربانی کے لیے عرب میں معلوم ومعین تھے اور یہی قول صاحبین کا ہے اور اسی کو ابو مسلم نے پسند کیا ہے۔

مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ بہیمہ ہر چار پائے کو کہتے ہیں خواہ بری ہو خواہ بحری۔اس معنی میں یہ لفظ مبہم تھا پھر جب اس کے ساتھ الانعام لگا دیا تو تعیین ہوگئی یعنی اونٹ گائے بیل دنبہ بکرا۔(کشاف)۔

قربانی کا گوشت کھانے کی اجازت:

......فَكُلُوْا مِنْهَا بعض کہتے ہیں یہ مراد وجوب کے لیے ہے کیوں کہ ایام جاہلیت میں برسم یہود یا از خود اپنی قربانی میں سے آپ نہیں کھاتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے دفع حرج کے لیے مسلمانوں کو قربانی میں سے کھانے کا حکم دیا۔لیکن اکثر علماء کہتے ہیں امر وجوب کے لیے نہیں بلکہ اباحت کے لیے یعنی ھدی تطوع وتمتع وقران میں سے آپ بھی کچھ کھائے اور باقی فقیروں محتاجوں کو دیدے۔بعض کہتے ہیں۔نصف آپ کھائے اور نصف کو تصدیق کرے۔بعض کہتے ہیں تین حصے کرے ایک حصہ اپنے لیے ایک احباب واقارب کے لیے ایک مساکین کے لیے مگر جو قربانیاں کہ نذر یا کفارات یا حج کے جنایات میں کی جاتی ہیں ان میں سے بالاتفاق نہ کھانا چاہیے سب کو تصدیق کر دینا چاہیے یہ مساکین کا حق ہے۔پہلی امتوں میں قربانیوں کو خواہ کسی قسم کی ہوں کھاتے نہ تھے۔امام شافعی فرماتے ہیں آپ کھانے کی اجازت صرف اس قربانی میں ہے جو تطوعا ہو۔

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ مبرد کہتے ہیں تفث کلام عرب میں ناپاکی کو کہتے ہیں جو انسان کے لگتی ہے اس میں میل کچیل ناخنوں کا بڑھنا، حجامت کا بڑھ جانا سب آ گیا۔مراد کہ حج میں قربانی کر کے احرام کھول دو حجامت بنواؤ نہاؤ دھوؤ میل کچیل دور کرو۔لیقضوا ای لیؤدوا ازالۃ وسخہم۔

بیت اللہ کا طواف: ......وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ اور جو کچھ ہدایا اور قربانیاں تم نے نذر مانیں ہیں ان کو بھی پورا کرو۔یا یہ مراد کہ حج میں جو چیزیں واجب ہوتی ہیں کہ جن کے بغیر حج پورا نہیں ہوتا جیسا کہ دم قران وتمتع وغیرہ ان کو پورا کرو۔نُذُوْرَهُمْ مواجب حجتهم والعرب یقول لکل من خرج عما وجب علیہ وفی او مابنذرہ وان لم ینذر او ماینذ من اعمال البر فی حجهم۔(مدارک)

وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾ قربانی کے بعد جو دسویں تاریخ منیٰ میں ہوتی ہے احرام کھول دیتے ہیں پھر اس کے بعد خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں جس کا اس جملہ میں حکم دیتا ہے۔بالاتفاق اس طواف سے مراد طواف واجب ہے جس کو طواف الزیارۃ اور طواف الافاضۃ کہتے ہیں۔کعبہ کو بیت العتیق کہا۔عتیق قدیم اور پرانے کو کہتے ہیں۔سو کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے اس سے پرانا اور قدیم عبادت خانہ دنیا پر اور کوئی نہیں۔یہ احکام بیان فرما کر فرماتا ہے، ذٰلک کہ بات یہی ہے جو بیان کی۔یہ عرب کا محاورہ ہے۔ایک کلام تمام کر کے یہ جملہ بول دیا کرتے ہیں جس طرح ھٰذا۔

حرمات اللہ: ......پھر فرماتا ہے کہ جو اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں کی رعایت کرے گا تو یہ اس کے لیے عند اللہ بہتر ہے وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ۔حرمات اللہ وہ امور کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اور ان کی تعظیم ان سے بچنا ہے۔زجاج نے کہا ہے حرمت وہ ہے کہ جس کے قائم رکھنے کا اللہ نے حکم دیا اور اس میں کمی کرنا حرام ہو۔بعض علماء کہتے ہیں کہ اس جگہ حرمات اللہ سے مراد مناسک حج ہیں۔کہتے ہیں من جملہ ان کے احرام میں شکار نہ کھیلنا اور فحش باتوں کی ممانعت ہے۔اس لیے اس کے بعد احرام کے متعلق ذکر کرتا ہے۔

حلال جانوروں کی قربانی:

......وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ کہ احرام میں تمہارے لیے سب چار پائے حلال ہیں۔ان کو ذبح کر کے گوشت کھانا مباح ہے مگر وہ جو تم سے سورۂ مائدہ میں بیان کیے گئے وہ درست نہیں خنزیر وغیرہ اور وہاں وَاَنْتُمْ حُرُمٌ

بھی فرمادیا ہے کہ جس سے یہ بات نکلی کہ ان چار پایوں میں سے جو وحشی جانور ہیں جن کا شکار کیا جاتا ہے محرم کے لیے ان کا شکار کرنا ممنوع ہے ہاں غیر محرم شکار کر کے لائے تو درست ہے کھالینا۔ خلاصہ یہ کہ احرام کی حالت میں کوئی یہ نہ سمجھے کہ ان حلال جانوروں کے گوشت کی بھی ممانعت ہے بلکہ حرام جانوروں کی اور شکار کرنے کی۔

جھوٹی بات وغیرہ سے بچنے کا حکم:...... یہ لب لباب ہے تمام احادیث واقوال کا گوشت سے کیا پرہیز ہے۔ بچنے کی تو یہ چیزیں ہیں فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ کہ بتوں سے بچو جو ناپاک چیز ہے اور وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ اور جھوٹی اور لغویات سے بچو۔ ابن مسعود ﷛ کہتے ہیں قول الذور سے مراد جھوٹی گواہی ہے۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد مشرکین کا وہ قول ہے جو حج میں کہا کرتے تھے لا شریک لک لبیک الا شریکا ھو لک . . . الخ۔ پھر اخیر تک توحید کی تاکید اور شرک کی مذمت بیان فرماتا ہے اور مشرک کو اس بدنصیب سے تشبیہ دی ہے جو آسمان سے گرے اور پھر پرندے اس کی تکابوٹی کر ڈالیں یا ہوا سے کہیں دور جا پڑے مراد یہ کہ اس کا بالکل ستیاناس ہو گیا۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۝۳۴ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳۵ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ * ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۳۶ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۳۷ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ۝۳۸

ترجمہ:...... اور ❶ ہر گروہ کے لیے ہم نے قربانی مقرر کردی تھی تا کہ جو کچھ اللہ نے ان کو چار پائے عطا کیے ہیں ان پر اللہ کا نام یاد کریں پھر تم سب کا اللہ تو ایک ہی اللہ ہے پس اسی کا حکم مانو اور (اے نبی) اللہ سے عاجزی کرنے والوں کو مژدہ دو ۝۳۴ ان کو کہ جب اللہ کا نام ذکر کیا جاتا ہے تو ان

* ...... صواف جمع صافۃ وھی قراءۃ الجمھور ای الھا قالمات قد صلت قوائمھا لان المسنون نحرھا قائمۃ ۱۲ منہ ❶ ...... یعنی ہر وقت اہل ایمان کے لیے جو تم سے پہلے گزرے ہیں (جلالین)۔

کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جب ان پر مصیبت آپڑتی ہے تو اس پر صبر کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے اور ہمارے دیئے میں سے کچھ دیا کرتے ہیں۞۳۵ اور (مسلمانو) ہم نے تمہارے لیے (قربانی) کے اونٹ کو اللہ کی نشانیوں میں سے بنا دیا ہے تمہارے لیے ان میں فوائد بھی ہیں پس ان پر اللہ کا نام کھڑا کر کے لو ❶ (یعنی بسم اللہ کہہ کے ذبح کرو) پھر جب وہ کسی پہلو پر گر پڑیں تو ان میں سے خود کھاؤ اور قانع اور سوالی کو بھی کھلاؤ ہم نے ان کو تمہارے لیے ایسا مسخر کر دیا تاکہ تم شکر کرو۞۳۶ اللہ کو تو نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے نہ خون البتہ تمہاری پرہیزگاری اس کے پاس پہنچتی ہے اس نے اس طرح سے ان کو تمہارے لیے مسخر کر دیا تاکہ تم اللہ کی بزرگی بیان کرو اس پر کہ اس نے تم کو ہدایت کی اور (اے نبی) نیک بختوں کو خوشخبری سنا دو۞۳۷ بے شک اللہ حمایت کرتا ہے ایمان داروں کی اللہ کو کوئی دغاباز ناشکر پسند نہیں آتا۞۳۸۔

جانوروں میں انسان کے منافع:......قربانی کے جانوروں کو عرب اپنے ساتھ کعبہ میں لایا کرتے تھے یا پہلے بھیج دیتے تھے اور ایسے جانوروں کو کہ جن میں بیشتر اونٹ ہوتے تھے ہدی کہتے تھے اب جانوروں کی نسبت فرماتا ہے لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ کہ تمہارے لیے ان میں فوائد رکھے ہیں ان پر بوقت ضرورت سوار ہو لینا یا بوقت حاجت ان کا دودھ پینا درست ❷ ہے کب تک اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک وقت مقرر تک یعنی ذبح ہونے تک ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ پھر وقت ذبح کا ان کے منتہیٰ ہوتا ہے کعبہ تک۔ کعبہ سے مراد حرم ہے۔ یعنی پھر اس کو حرم میں ذبح کرنا چاہیے کیوں کہ حرم کی زمین بھی یہی حکم رکھتی ہے (مدارک)۔

فیہا کی ضمیر کا مرجع:......اس آیت کی تفسیر میں جب کہ فِيهَا کی ضمیر بہائم کی طرف رجوع کی جائے دو قول ہیں (۱) یہ کہ تمہارے لیے ان بہائم میں ان کے ہدی مقرر کرنے سے پہلے منافع اور فوائد رکھے ہیں ان سے بچے لو، دودھ پیو، ان پر سواری کرو وغیرہ۔ مگر جب کہ ان کو ہدی مقرر کر چکو اور اللہ کے پاک نام پر ذبح کرنے کے لیے ان کو کعبہ روانہ کرو تب یہ منافع حاصل نہ کرنے چاہیں۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور مجاہد و قتادہ و ضحاک کا قول ہے پھر اس میں بعض علماء یہ بھی فرماتے ہیں کہ بوقت ضرورت ہدی پر سوار ہو لینا یا اس کا دودھ پی لینا کچھ مضائقہ نہیں۔ اور علماء احناف اسی طرف گئے ہیں اور یہی قوی ہے۔

(۲) یہ کہ ہدی بنانے کے بعد بھی تمہارے لیے یہ منافع درست ہیں اور یہ قول امام مالک و شافعی و احمد و اسحاق کا ہے۔ اس حدیث سے کہ جس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ ایک شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی کو ہانکتے دیکھ کر فرمایا کہ سوار ہو لے اس نے عرض کیا کہ یہ ہدی ہے دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے یہی جواب دیا تیسری بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کم بخت سوار ہو جا (رواہ مالک) مگر یہ حدیث فریق اول پر حجت نہیں ہو سکتی اس لیے کہ غالباً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تاکید کے ساتھ اس کی ضرورت سمجھ کر حکم دیا ہو۔

بعض مفسرین فیہا کی ضمیر شعائر کی طرف رجوع کرتے ہیں جس سے مراد مناسک و مشاہد مکہ مراد لیتے ہیں اور ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ یعنی احرام کھولنے کا موقع بیت اللہ ہے طواف زیارت کرنے کے بعد۔

فوائد:......اور جب ہدی روانہ کر چکے اور کسی دشمن کے خوف سے یا مرض کی وجہ سے (امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک خلافاً ❸ للشافعی رحمہ اللہ) کعبہ جانے سے رک جائے تو ہدی کو کعبہ روانہ کر دے اور جب معلوم کر لے کہ آج ہدی کی قربانی ہو گئی تو احرام کھول دے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں فوراً احرام کھول دے ہدی بعد میں ذبح ہو جائے گی کیونکہ رخصت کا یہی مقتضیٰ ہے (ہدایہ)

---

❶...... یعنی نحر کرو ۱۲ منہ۔ ❷...... لیکن دودھ کی قیمت کا اندازہ کر کے صدقہ دینا پڑے گا۔ و ان صرفه الی حاجته تصدق بمثله او بعينه لانه مضمون عليه (هدايه) ۱۲ منہ۔ ❸...... ان کے نزدیک یہ اجازت مخصوص ہے دشمن سے رکنے میں ۱۲ منہ۔

قربانی پر اعتراض اور اس کے جواب:......کوتاہ اندیش اعتراضات کیا کرتے تھے جیسا کہ اب بھی ہنود اور عیسائی قربانی پر اعتراض کرتے ہیں کہ کسی جانور کے ذبح کرنے سے کیا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے ناحق جانوروں کو مارتے ہیں یہ رسم جاہلیت ہے۔اس کا تحقیقی جواب تو اگلی آیت میں دیتا ہے کہ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ جس کی تشریح اب آگے چل کر ہم کریں گے۔

الزامی جواب:......لیکن الزامی جواب پہلے عنایت فرماتا ہے،فقال وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ - فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا کہ تم سے پیشتر بھی ہم نے ہر قوم کے لیے رسم قربانی اللہ کا نام یاد کرنے کے لیے جاری کی ہے کچھ نئی بات نہیں حضرت موسیٰ اور یعقوب واسحاق وابراہیم علیہم السلام کی شریعتوں میں بھی قربانی کا دستور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے تھا،جیسا کہ اب تک اہل کتاب کی کتب میں پایا جاتا ہے اور اسی طرح ہنود کے ہاں بھی قربانیاں ہیں قدیم سے بل دان چلا آتا ہے۔پس تمہارا اے مسلمانوں اور ان کا جدا جدا خدا نہیں بلکہ ایک ہی اللہ ہے جس نے ان کو حکم دیا تھا اس نے تم کو بھی دیا۔پس اس کا کہا مانو قربانی کرو۔اور اس پر خاص اللہ ہی کا نام لو۔

مخبتین کے اوصاف:......اور اسی طرح اس کی سب باتوں میں فرماں برداری کرو اور اس کی پوری فرماں برداری کرنے والے کو مخبت کہتے ہیں۔اس لیے اس کے بعد مخبتین کے لیے آنحضرت ﷺ کو مژدہ اور خوش خبری دینے کا حکم دیتا ہے بقولہ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۞ پھر مخبتین کے اوصاف ذکر کرتا ہے کہ اللہ کے ذکر سے ان کے دل کانپ اُٹھتے ہیں۔پھر اس کے دو اثر ہیں۔

اول سختیوں پر صبر کرنا اللہ کے رستے میں بیماری تنگ دستی و دیگر مصائب کی برداشت کر کے ثابت قدم رہنا یہ اول سیڑھی ہے اس لیے پہلے اسی کو ذکر کرتا ہے وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ۔

دوم جان اور مال سے اس کی خدمت میں حاضر ہونا۔جان کی خدمت اہم ہے اس لیے پہلے اس کو ذکر کرتا ہے وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ نماز میں کامل درجہ کی جانی خدمت ہے۔اس کے بعد مالی اس کو اس جملہ میں ذکر کرتا ہے وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۞ کہ وہ ہمارے دیے میں سے اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرتے ہیں۔من جملہ اس کے قربانی کرنا ہے۔اس میں فی الجملہ جواب تحقیقی بھی آ گیا کہ قربانی اس لیے ہے اس کے بعد پھر قربانی کا ذکر شروع کرتا ہے بقولہ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ❶ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ البدن جمع بدنة کخشب وخشبة اس سے شافعیؒ کے نزدیک مراد وہ اونٹ ہیں کہ ان کے بڑے بدن ہونے کی وجہ سے ان کو بدنہ کہتے ہیں۔اور امام مالک وابوحنیفہ گائے بیل کو بھی بدنہ کہتے ہیں اگرچہ بکری کی بھی حج وعمرہ میں قربانی جائز ہے لیکن اس کے صغر جسم سے اس کو بدنہ نہیں کہتے (کبیر)۔مگر یہاں بدنہ سے اونٹ ہی مراد ہے کہ یہ جانور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے بار کش اور عجیب الخلقۃ جانور تمہارے لیے کیسا مسخر کر دیا لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ تمہارے لیے اس میں بہت کچھ منافع رکھے ہیں پس ایسی پیاری چیز کو کہ جس کو عرب جان کے برابر عزیز رکھتے ہیں اپنی جان قربان کرنے کے عوض اس کی قربانی کر فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ کہ اس کو کھڑا کر کے پاؤں باندھ کر اس پر اللہ کا نام لو ذبح کی تکبیر پڑھو بسم اللہ واللہ اکبر اور اس طرح سے قربانی کرے،کونحر کہتے ہیں ہدایہ میں ہے والافضل فی البدن النحر وفی البقر والغنم الذبح کہ بدنہ کے لیے نحر افضل ہے اور گائے بکری کے لیے ذبح کرنا افضل ہے لقولہ تعالیٰ فصل لربک وانحر۔آنحضرت ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں موجود ہے۔اگر بٹھا کر بھی ذبح کر لے گا تو جائز ہوگا۔جب نحر کر چکو اور وہ زمین پر گر پڑے یعنی

---

❶......شعائر اللہ من اعلام دینہ ان کو اس لیے شعائر کہا کہ ان کے کوہان میں بوقت ہدی بنانے کے زخم کر دیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ ہدی ہے۔معالم التنزیل ۱۲ منہ۔

جان نکل جائے تو آپ بھی کھاؤ اور محتاجوں فقیروں کو بھی کھلاؤ۔ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا . . . الخ وجبت الجنوب کے معنی زمین پر گر پڑنا کہتے ہیں وجبت الحائط وجبة اذا سقطت علی الارض۔

محتاجوں کو قربانی کا گوشت کھلانا:...... وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ قانع سے مراد وہ محتاج ہے کہ جو قناعت کرے اور لوگوں سے مانگتا نہ پھرے اور معتر وہ جو مانگتا پھرے۔ غرض یہ کہ دونوں کو دو، اور خود بھی کھاؤ جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

تحقیقی جواب:...... اب اس کے جواب تحقیقی کو شروع کرتا ہے اور اسی کے ضمن میں ایک رسم جاہلیت پر تعریض کرتا ہے فقال لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ کہ اللہ کے پاس ان قربانیوں کا نہ تو گوشت جاتا ہے نہ خون بلکہ تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ صاحب معالم التنزیل وغیرہ نے اس آیت کی شان نزول میں یوں لکھا ہے کہ ایام جاہلیت میں عرب قربانی کر کے اس کا گوشت اور خون بتوں کے آگے رکھتے اور خون ان سے مل دیتے تھے اور اسی طرح کعبہ کی دیواروں کو بھی خون لگاتے تھے۔ اس بات کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی کہ قربانیوں کا خون اور گوشت اللہ کو مطلوب نہیں یہ اس کے پاس نہیں جاتا ہاں اس قربانی سے تمہارا تقویٰ مطلوب ہے اور وہی اس کے پاس جاتا ہے۔

اس آیت سے جواب تحقیقی یوں نکلتا ہے کہ بندہ کا کمال اور اس کی سعادت یہ ہے کہ اپنے معبود حقیقی اور خالق کی دل سے محبت کرے، اور طبائع بشریہ میں محبت کا اخیر مرتبہ اس پر فدا اور قربان ہو جانا ہے اور اس لیے اظہار محبت کے مقامات پر ایسے الفاظ کا استعمال کیا جاتا ہے کہ تیرے قربان، تجھ پر فدا۔ اور یہ بات حیوانات میں بھی پائی جاتی ہے پروانہ کا شمع پر جلنا اظہر من الشمس ہے حقیقی قربانی تو فنافی اللہ ہونا ہے جو خاصان خدا کا حصہ ہے مگر اپنی محبوب ترین چیز کا قربان کرنا بھی اس کے قائم مقام ہے اور اپنے نفس کے بعد انسان کو دو چیز زیادہ تر محبوب ہیں اولاد اور مال۔ اس لیے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اپنی قربانی فنافی اللہ کے بعد ❶ اپنے پیارے فرزند حضرت اسمٰعیل کی قربانی کا قصد مصمم کیا۔ اور حج تو سراسر افعال عاشقانہ ہیں حضرت ابراہیم کی یادگار ہے اور نفس اور اولاد کا قربان کرنا ہر ایک کا کام نہیں مال میں سے حیوانات اونٹ بکری دنبہ گائے جو مرغوب چیز ہے اور انسان کے ساتھ حیوانیت میں شریک بھی ہیں اس لیے ان کی قربانی جاری کی گئی۔ تقویٰ اللہ کے پاس پہنچنے سے یہی مراد ہے۔ اس کے بعد فرماتا ہے۔

ذبح کرنے کے وقت کی تکبیر:...... كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ کہ یہ جانور اس لیے تمہارے بس میں کر دیے گئے کہ تم اس کی رہنمائی کے موافق بوقت نحر یا ذبح اللہ کے نام کی تکبیر بیان کرو۔ پھر اس دلیل کے بعد اس کے حکم ماننے والوں کے لیے آنحضرت ﷺ کو مژدہ دینے کا حکم دیتا ہے وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تقرب حاصل کرنا اعلیٰ درجہ کا احسان یا نیکی ہے۔ پہلے ذکر تھا کہ کفار مسجد الحرام سے روکتے ہیں یہاں فضائل حج قربانی اور ایمان داروں کے اوصاف ذکر کر کے ایمان داروں کی حمایت ❷ کا مژدہ سناتا ہے۔

مسلمانوں کی حمایت اور کفار سے نفرت کا اظہار:...... بقولہ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور کافروں سے نفرت ظاہر کرتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ۔ پہلے اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا میں مسلمانوں کے لیے ان کی حالت مظلومی پر مقابلہ کا اشارہ تھا مگر اس کے بعد بھی قریش ظلم وستم سے باز نہ آتے تھے آنحضرت ﷺ کے پاس مسلمان زخمی ہو کر اور پٹ کر آیا کرتے تھے اور شکایت کر کے

---

❶...... آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ انا ابن الذبیحین کہ میں دو ذبیحین کا فرزند ہوں، اس سے حضرت ابراہیم و اسمٰعیل کی طرف اشارہ ہو تو بعید نہیں ۱۲ منہ۔ ❷...... یعنی اللہ تعالیٰ تقریر میں بھی اور معاملات میں بھی ایمان داروں کی حمایت کرتا ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ انجام کار ان کو غالب کرے گا کفار روکنے کے قابل نہ رہیں گے ۱۲ منہ۔

مقابلہ کی اجازت چاہتے تھے مگر آپ ﷺ فرماتے تھے کہ صبر کرو پھر آپ ﷺ مدینہ میں گئے تو یہ آیت اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ نازل ہوئی۔ یہ اجازت جہاد میں اول آیت ہے۔

اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّہُمۡ ظُلِمُوۡا ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصۡرِہِمۡ لَقَدِیۡرُۨ ﴿۳۹﴾ الَّذِیۡنَ
اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ بِغَیۡرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ؕ وَ لَوۡ لَا دَفۡعُ اللّٰہِ
النَّاسَ بَعۡضَہُمۡ بِبَعۡضٍ لَّہُدِّمَتۡ صَوَامِعُ وَ بِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ یُذۡکَرُ
فِیۡہَا اسۡمُ اللّٰہِ کَثِیۡرًا ؕ وَ لَیَنۡصُرَنَّ اللّٰہُ مَنۡ یَّنۡصُرُہٗ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیۡزٌ ﴿۴۰﴾
اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوۡا
بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ نَہَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَ لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ ﴿۴۱﴾ وَ اِنۡ یُّکَذِّبُوۡکَ فَقَدۡ
کَذَّبَتۡ قَبۡلَہُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّ عَادٌ وَّ ثَمُوۡدُ ﴿۴۲﴾ وَ قَوۡمُ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ قَوۡمُ لُوۡطٍ ﴿۴۳﴾
وَّ اَصۡحٰبُ مَدۡیَنَ ۚ وَ کُذِّبَ مُوۡسٰی فَاَمۡلَیۡتُ لِلۡکٰفِرِیۡنَ ثُمَّ اَخَذۡتُہُمۡ ۚ فَکَیۡفَ
کَانَ نَکِیۡرِ ﴿۴۴﴾ فَکَاَیِّنۡ مِّنۡ قَرۡیَۃٍ اَہۡلَکۡنٰہَا وَ ہِیَ ظَالِمَۃٌ فَہِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی
عُرُوۡشِہَا وَ بِئۡرٍ مُّعَطَّلَۃٍ وَّ قَصۡرٍ مَّشِیۡدٍ ﴿۴۵﴾ اَفَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَتَکُوۡنَ
لَہُمۡ قُلُوۡبٌ یَّعۡقِلُوۡنَ بِہَاۤ اَوۡ اٰذَانٌ یَّسۡمَعُوۡنَ بِہَا ۚ فَاِنَّہَا لَا تَعۡمَی الۡاَبۡصَارُ
وَ لٰکِنۡ تَعۡمَی الۡقُلُوۡبُ الَّتِیۡ فِی الصُّدُوۡرِ ﴿۴۶﴾ وَ یَسۡتَعۡجِلُوۡنَکَ بِالۡعَذَابِ وَ لَنۡ
یُّخۡلِفَ اللّٰہُ وَعۡدَہٗ ؕ وَ اِنَّ یَوۡمًا عِنۡدَ رَبِّکَ کَاَلۡفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ ﴿۴۷﴾ وَ کَاَیِّنۡ
مِّنۡ قَرۡیَۃٍ اَمۡلَیۡتُ لَہَا وَ ہِیَ ظَالِمَۃٌ ثُمَّ اَخَذۡتُہَا ۚ وَ اِلَیَّ الۡمَصِیۡرُ ﴿۴۸﴾ ع

ترجمہ:......جن (مسلمانوں سے) کافر لڑتے ہیں ان کے لیے (جنگ کی) اجازت دی گئی کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا اور البتہ اللہ ان کی مدد پر قادر ہے ﴿۳۹﴾ وہ جو ناحق اپنے گھروں سے نکال دیے گئے صرف اس کہنے پر کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹواتا تو تکیے اور مدرسے عبادت خانے اور مسجد کہ جن میں اللہ کی بہت۔ یاد کی جاتی ہے ڈھائی جاچکتیں اور بیشک جو اللہ کی مدد کرے گا تو اللہ بھی اس کی مدد کرے گا

البتہ اللہ قوی زبردست ہے ۞ (ان کی مدد کرے گا) کہ اگر ہم ان کے پاؤں ملک میں جما دیں (حاکم کردیں) تو نماز پڑھا کریں اور زکوٰۃ دیا کریں اور نیک باتوں کا حکم کیا کریں اور بری باتوں سے منع کیا کریں اور ہر بات کا انجام تو اللہ ہی کے ہاتھ ہے ۞ اور (اے نبی) اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو ان سے پہلے بھی نوح کی قوم اور عاد و ثمود ۞ اور ابراہیم کی قوم اور لوط کی ۞ قوم اور مدین والے (اپنے اپنے نبی کو) جھٹلا چکے ہیں اور موسیٰ بھی جھٹلائے گئے ہیں پھر ہم نے منکروں کو (چندے) مہلت دی پھر ان کو پکڑ لیا (سو) دیکھا ہماری کیسی پکڑ تھی ۞ (الغرض) کتنی بستیوں کو ہم غارت کر چکے ہیں اور وہ نافرمان تھیں سو وہ اپنی چھتوں سمیت ڈھئی پڑی ہیں اور (کتنے ایک) کوئیں نکمے پڑے ہیں اور بہت سے مستحکم محل اجڑے پڑے ہیں ۞ پھر کیا وہ ملک میں نہیں پھرے (چل کر دیکھتے) تو ان کے ایسے دل ہوتے کہ جن سے سمجھتے یا ایسے کان ہوتے کہ جن سے وہ سنتے پھر کچھ آنکھیں تو اندھی نہیں ہو جایا کرتیں پر اندھے تو دل ہی ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں ۞ اور (اے رسول) وہ آپ سے عذاب مانگنے میں جلدی کرتے ہیں اور اللہ تو ہرگز اپنے وعدہ کا خلاف نہ کرے گا اور تمہارے رب کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی کے ہزار برس کے برابر ہے ۞ اور کتنی ایک نافرمان بستیوں کو ہم نے مہلت دی اور وہ نافرمان تھیں پھر ہم نے ان کو پکڑ لیا اور پھر کر تو ہمارے ہی پاس آنا ہے ۞۔

اجازت جہاد کی پہلی آیت:...... مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت مکہ ہی میں نازل ہوئی ہے اس میں خاص ان لوگوں کو جہاد کی اجازت ہے جو ان کے ظلم و ستم سے ہجرت کر کے باہر جانا چاہتے تھے اور کفار ان کو زبردستی روکتے تھے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو جہاد کی اجازت ہے اور سبب اجازت بھی بیان کر دیا بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا کہ مسلمانوں پر ظلم کیا گیا اس لیے ان کو اجازت ہے کہ مقابلہ کریں۔ اہل مدینہ و ابن عامر و حفص يُقٰتَلُوْنَ کو بفتح تاء پڑھتے ہیں یعنی ان مومنوں کو اجازت ہے کہ جن سے کفار مقاتلہ کرتے ہیں لڑتے مارتے ہیں قتل کرتے ہیں۔

مسلمانوں کو امداد کا وعدہ:...... پھر ان کو وعدہ دیتا ہے کہ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ کہ وہ ان کی مدد پر قادر ہے یعنی ان کو غالب کرے گا چنانچہ جب مظلوم مسلمانوں نے جہاد کی تلوار کھینچی تو سب کو زیر کر دیا۔ اس کے بعد ان مسلمانوں کی حالت مظلومی بیان فرماتا ہے اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ . . . الخ مہاجرین کی مدح کہ جن کو جہاد کی اجازت دی گئی ہے یہ وہ مظلوم لوگ ہیں کہ جو ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے ہیں صرف اس جرم پر کہ وہ اللہ کو اپنا رب کہتے ہیں اور کسی کو شریک نہیں کرتے۔

اجازت جہاد کا سبب:...... اس کے بعد اجازت جہاد کا سبب بیان فرماتا ہے وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے شریروں سرکشوں کے شر اور ان کی سینہ زوری کو دوسرے لوگوں یعنی اللہ پرستوں کے ہاتھ سے مٹاتا رہا ہے اگر ایسا نہ کرتا تو نہ اگلے انبیاء کے عبادت خانے باقی رہتے نہ حال کے نبی کے عبادت خانے باقی رہیں نہ نماز و عبادت جاری ہے۔ صَوَامِعُ جمع صومعۃ۔ مجاہد و ضحاک کہتے ہیں صَوَامِعُ رہبان کے عبادت خانوں کو کہتے ہیں قتادہ کہتے ہیں فرقہ صائبین کی عبادت گاہوں کا نام ہے۔ و بیع جمع بیعۃ نصاریٰ کے گرجے۔ صلوات یہود کی نماز کی جگہ۔ مساجد جمع مسجد اہل اسلام کی عبادت گاہ۔

ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ صَوَامِعُ نصاریٰ کے اور بیع یہود کے اور صلوات صابیوں کے اور مساجد مسلمانوں کے عبادت خانے۔ بعض کہتے ہیں یہ سب مساجد مسلمین کے نام ہیں اوصاف مخصوصہ کے لحاظ سے، یہ حسن کا قول ہے۔

یہود و نصاریٰ کے عبادت خانوں کو اللہ نے محفوظ رکھنا یا تو اس لیے فرمایا کہ نسخ و تحریف سے پیشتر یہ مقامات متبرکہ تھے۔ بعض کہتے ہیں بعد نسخ و تحریف کے بھی ان کی عزت فی الجملہ باقی ہے اس لیے کہ ان میں بھی تو اللہ ہی کی عبادت کی جاتی ہے یہ بت خانہ نہیں ہیں جہاں بتوں کی پرستش ہوتی ہو۔

مجاہد کو اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ کرنا چاہیے:...... اور حسن کے قول کے موافق تو اس گفتگو کی ضرورت نہیں کیوں کہ مساجد مراد ہیں۔ اس کے بعد مجاہدوں کو اپنی مدد کا بھروسہ دینا ہے وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ کہ جو اللہ کی یعنی اس کے دین اور انبیاء کی اعانت

وحمایت کرے گا اللہ ضرور اس کی بھی مدد کرے گا۔ پھر ان ناصرین دین کے چند اوصاف ذکر کرتا ہے کہ اگر اللہ کی مدد سے وہ زمین پر غالب ہو جائیں اور سلطنت وحکومت حاصل کریں تو (۱) نمازیں پڑھا کریں، (۲) زکوٰۃ دیا کریں (۳) نیک باتوں کا حکم دیا کریں، (۴) بری باتوں سے لوگوں کو منع کیا کریں۔ مطلب یہ کہ جب اللہ ملک پر کسی قوم کو بصلۂ حمایت دینی قابض ومسلط کرے تو ان کو یہ باتیں عمل میں لانی چاہئیں نہ کہ عیاشی اور فسق وفجور میں مبتلا ہونا چاہیے کیوں کہ ان کے غالب ومسلط کرنے سے اللہ کا یہی مقصود ہے کہ زمین پر نیکی اور خدا پرستی اور عدل وانصاف قائم رہے اسی لیے اس بات کو بطور پیشین گوئی فرمایا کہ وہ ضرور ایسا کریں گے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اور آپ کے بعد خلفاء اربعہ نے دین الٰہی کی مدد کی جہاد کر کے مخالفوں کو سرنگوں کرنا چاہا اللہ نے حسب وعدہ ان کی مدد کی ان کو ملکوں کا مالک کر دیا پس بموجب پیشین گوئی ان میں یہ سب خوبیاں موجود تھیں پھر ان کو ظالم وغاصب کہنا کلام الٰہی کی تکذیب کرنا ہے۔

ہر بات کا انجام اللہ کو معلوم ہے:......اور اسی لیے بعد میں فرمایا وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ کہ اللہ کو ہر بات کا انجام کار معلوم ہے وہ بصلۂ حمایت دینی ایسے لوگوں کو ملک پر کیوں قابض کرنے لگا جو اقتدار پا کر فساد کریں۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ اگر یہ مشرکین اپنی دولت وحشمت کے گھمنڈ پر آپ کو جھٹلاتے ہیں تو کچھ رنج کی بات نہیں ہے آپ سے پیشتر قوم نوح اور عاد وثمود اور قوم ابراہیم اور لوط اور مدین کے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا ہے موسیٰ بھی جھٹلائے گئے ہیں مگر انجام کار ہم نے منکروں کو ہلاک کر دیا ملک میں پھر کر دیکھو ان کے بلند محل اور بڑے عمیق کوئیں کیسے برباد پڑے ہیں۔

عذاب کو جلدی طلب کرنا عبث ہے:......اس کو سن کر منکرین عذاب کے خواستگار ہوتے تھے اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ اللہ ہرگز اپنا وعدہ خلاف نہ کرے گا اور عذاب کے لیے جلدی کرنا اور اس کے انتظار کی مدت کو بہت شمار کرنا عبث ہے ہاں عذاب کے ایام البتہ بڑے سخت ایام ہیں وہاں کا ایک روز بوجہ سختی اور تکلیف کے جو منکروں پر ہوگی جس کی مفصل کیفیت اللہ جانتا ہے۔

آخرت کا ایک دن ہزار سال کے برابر ہے:......وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ تمہارے ہزار برس کے برابر ہوگا۔ مصیبت کے ایام کی درازی ضرب المثل ہے۔ معالم میں ہے قال مجاهد وعكرمة يوما من ايام الآخرة میں اللہ تعالیٰ ایام کی ایسی درازی کرے گا کہ وہاں کا ایک روز یہاں کے ہزار برس کے برابر ہوگا۔ بعض کہتے ہیں اس کے یہ معنی ہیں کہ مہلت دینے میں ایک روز اور ہزار برس دونوں برابر ہیں کیوں کہ وہ قادر ہے جب چاہے مواخذہ کر لے، تاخیر سے اس کے وقوع میں تردد نہ کرنا چاہیے یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۹﴾ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۵۰﴾ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ
اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۵۱﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى
اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْۤ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ
اٰيٰتِهٖ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ

قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۝۵۳
وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ
قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۵۴

ترجمہ:......(اے نبی) کہہ دو کہ اے لوگو! میں جو ہوں تو صرف تم کو صاف صاف ڈر سنانے والا ہوں۴۹ پھر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے تو ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۵۰ اور جنہوں نے ہماری آیتوں کے پست کرنے میں کوشش کی ہے وہی دوزخی ہیں۵۱ اور ہم نے (اے نبی) تم سے پہلے کوئی بھی ایسا رسول نہیں بھیجا اور نہ نبی کہ اس نے جب کوئی تمنا کی ہو اور شیطان نے اس کی تمنا میں کچھ آمیزش نہ کی ہو اللہ شیطان کی آمیزش کو دور کر کے اپنی آیتوں کو مستحکم کر دیا کرتا ہے اور اللہ خبردار حکمت والا ہے۵۲ تا کہ شیطان کی آمیزش کو ان لوگوں کے لیے کہ جن کے دلوں میں مرض (شک) ہے اور جن کے دل سخت ہیں ان کے لیے آزمائش بنادے اور بے شک ظالم تو بڑے ضد میں پڑے ہوئے ہیں۵۳ اور اس سے یہ بھی مقصود ہوتا ہے کہ علم والے اس کو حق اور اپنے رب کی طرف سے جان کر اس پر ایمان لاویں (اور) ان کے دل اس کے لیے جھک پڑیں اور اللہ ایمان داروں کو سیدھے رستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے۵۴۔

نیک و بد کا صلہ:......اس کے بعد فرماتا ہے کہہ دو کہ تم کس لیے جلدی کرتے ہو میں تمہیں مطلع کرنے آیا ہوں کہ جو ایمان لائے گا نیک کام کرے گا مغفرت اور دنیا و آخرت میں عزت پائے گا اور جو مقابلہ کرے گا جہنم میں جائے گا میں نذیر ہوں بشیر ہوں نہ اللہ ہوں نہ خدا کے گھر کا مالک و مختار کہ جو چاہوں تمہاری خواہشوں کے موافق اس کو کر دکھاؤں اس لیے اس بات کی تائید کے لیے یہ کلام بعد میں صادر فرمایا۔

شیطانی توہمات اور ان کا ابطال:......وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْۤ اُمْنِيَّتِهٖ کہ اے محمد ﷺ تم پر کیا موقوف ہے تم سے پیشتر جس قدر رسول اور نبی بھیجے گئے ہیں گو وہ معصوم تھے مگر بشر تھے خواص بشریہ سے خالی نہ تھے جب کبھی کسی نے ان میں سے کوئی تمنی کی ہے یعنی کسی امر مہتم بالشان کی طرف توجہ تام کی ہے تو قوت متوہمہ نے جس کو شیطان سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے کچھ نہ کچھ اس میں غلط کر دیا ہے۔ چنانچہ انہیں ایام میں آنحضرت ﷺ کو خواب میں دکھایا گیا کہ آپ ہجرت کر کے ایسے ملک میں گئے ہیں کہ جہاں نخلستان ہے پس قوت متوہمہ نے ملک یمامہ و ہجر کی طرف خیال دوڑایا حالانکہ مراد مدینہ تھا۔ اسی طرح خواب میں دیکھا کہ حلق و قصر کر کے مکہ میں داخل ہوئے ہیں وہم نے کہہ دیا کہ اب کے سال میں یہ واقعہ پیش آئے گا حالانکہ کئی سال بعد پیش آیا اسی طرح آیات میں جو مجملاً پیشین گوئیاں ہوتی ہیں ان کی تعیین میں قوت متوہمہ دخل در معقولات کر دیتی ہے پس ایسی باتیں ضعیف الایمان اور سست اعتقاد اور ناپاک دل والوں کے لیے فتنہ یعنی آزمائش ہو جاتی ہیں وہ ڈگمگاتے جاتے ہیں شبہ کرنے لگتے ہیں اور اہل علم اور راسخ الاعتقاد اس بات کی حقیقت پر واقف ہو کر اس کو ایک بات من جانب اللہ جان کر اس پر ایمان لاتے اور دل میں خائف ہو جاتے ہیں۔

مگر اللہ تعالیٰ اس آمیزش کو دور کر کے جو امر حق ہے اسی کو قائم رکھتا ہے جیسا کہ خود فرماتا ہے فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ آیات سے مراد وہ احکام حقہ ہیں جو رسول اور انبیاء کو القاء ہوتے ہیں۔ اللہ آمیزش وہمی کو دور کر کے انہیں صاف اور مستحکم کر دیتا ہے باقی مطلب صاف ہے۔

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ

عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ﴿۵۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ
لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا ع
لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۵۸﴾ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا
يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۵۹﴾ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ
بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ
فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ
هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۶۲﴾

ترجمہ:......اور منکر تو ہمیشہ اس ❶ سے شک میں پڑے رہیں گے یہاں تک کہ یکا یک ان پر قیامت آجائے یا ان کو نحس دن کا عذاب آلے ﴿۵۵﴾ اس روز اللہ ہی کی حکومت ہے وہی ان میں فیصلہ بھی کردے گا پھر جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے وہ نعمت کے باغوں میں ہوں گے ﴿۵۶﴾ اور جو منکر ہوئے اور انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں سو انہیں کو ذلت کا عذاب ہے ﴿۵۷﴾ اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر وہ مارے گئے یا خود مر گئے البتہ ان کو اللہ عمدہ روزی دے گا (آخرت میں) اور بے شک اللہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے ﴿۵۸﴾ البتہ اللہ ہی ان کو ایسی جگہ میں پہنچا دے گا کہ جس سے وہ خوش ہو جائیں گے اور اللہ خبردار تحمل والا ہے ﴿۵۹﴾ بات یہ ہے اور جو کسی نے اسی قدر بدلہ لیا کہ جس قدر اس کو تکلیف دی گئی تھی پھر اس پر زیادتی کی گئی تو اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا ❷ البتہ اللہ درگزر کرنے والا معاف کرنے والا ہے ﴿۶۰﴾ یہ اس لیے کہ اللہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کیا کرتا ہے اور بیشک اللہ سنتا دیکھتا ہے ﴿۶۱﴾ (یعنی قادر اور واقف ہے) یہ اس لیے کہ اللہ ہی برحق ہے اور جن کو وہ اس کے سوا پکارتے ہیں وہی غلط ہے اور بے شک اللہ ہی عالی شان بزرگ ہے ﴿۶۲﴾۔

ایک باطل خیال کا ابطال:......بعض مفسرین کی عادت ہے کہ وہ قرآن مجید کے صاف اور سیدھے مطلب کو الجھاوے میں ڈال دیتے ہیں اور جب کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آتا تو اس کے لیے کوئی قصہ گھڑ لیتے ہیں پھر اس کو شان نزول قرار دے لیتے ہیں اور پھر لفظ حدثنا یا اخبرنا دیکھ کر خوش اعتقاد لوگ اس مہمل بات کو حدیث سمجھ لیتے ہیں چنانچہ انہیں آیات کی تفسیر میں ایک قصہ نقل کیا کرتے ہیں کہ مکہ میں آنحضرت ﷺ نے سورۃ النجم کی اس آیت کے بعد ومناۃ الثالثۃ الاخرٰی القاء شیطانی سے جو آپ ﷺ کے دل میں خیال تھا بت پرستوں کے خوش کرنے کو یہ جملہ بھی پڑھ دیا تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی جس سے مشرکین خوش ہو گئے مگر

❶......یعنی قرآن و وحی سے ۱۲ منہ۔ ❷......اس مظلوم کی جس نے بدلہ لیا تھا اور پھر ظالم یا اس کے مددگار نے اس بدلہ لینے والے پر بار دگر ظلم کیا تو اللہ اس مظلوم کا مددگار ہے۔ ۱۲ منہ۔

جبرئیل نے آ کر آپ ﷺ کو متنبہ کیا اور آپ ﷺ کو رنج ہوا اس لیے یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

پھر بعض اس کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ شیطان نے اثناء قراءت میں یہ جملہ ملا دیا تھا۔ بعض کہتے ہیں استفہام انکاری کے طور پر یہ جملہ آپ ﷺ نے کہا تھا مگر جب سرے سے اس قصہ کی اصل نہیں اور امام بیہقی نے خاص اس کے رد میں ایک رسالہ لکھ دیا اور ثابت کر دیا کہ یہ قصہ زندیقوں کا بنایا ہوا ہے کسی صحیح سند اور معتبر راویوں سے اس کا کچھ بھی پتہ نہیں لگتا تو پھر ان توجیہات اور اس کے مقابلہ میں قرآن مجید کی آیات اور دیگر دلائل کی کیا ضرورت ہے؟ امام فخر رازی و صاحب مدارک و بیضاوی وغیرہ محققین نے اس قصہ کا ابطال بڑے دلائل عقلیہ و نقلیہ سے کیا ہے مگر اسلام پر عیب لگانے کے لیے پادری لوگ ایسے لغو قصہ کو خواہ مخواہ ہی پیش کر دیا کرتے ہیں حالاں کہ ایسی بے اصل باتوں سے اسلام پر عیب لگانا انصاف اور خدا پرستی سے بہت ہی بعید ہے واللہ اعلم۔ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ تک اسی بیان کا تتمہ ہے۔

مہاجرین کی فضیلت: ...... پھر وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ سے لے کر اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ تک اصل مطلب کی طرف رجوع ہے کہ خدا کی راہ میں ہجرت کرنے والوں اور ظالموں کے ہاتھ سے مارے جانے والوں کو آخرت میں بڑے درجات اور عمدہ مقامات ہیں اور دنیا میں بھی خدا اس گروہ کی مدد کرے گا۔ وہ ہر بات پر قادر ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۫ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ
لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۶۳﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ
ع الْحَمِيْدُ ﴿۶۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ
بِاَمْرِهٖ ؕ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ
لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۵﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ۫ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ اِنَّ
الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ
فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۶۷﴾ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ
اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ
تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ
كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۷۰﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ
سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۷۱﴾ وَاِذَا تُتْلٰى

عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ

يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ

ع اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۲﴾

ترجمہ:......(اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی آسمان سے پانی برساتا ہے تو (اس سے) زمین سرسبز ہو جاتی یہ بیشک اللہ (اپنے بندوں پر) مہربان اور (ان کے حال سے) واقف ہے ﴿۶۳﴾ اسی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہی وہ بے نیاز (اور) قابل ستائش ہے ﴿۶۴﴾ (اور اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لیے زمین کی چیزوں کو مسخر کر دیا اور کشتی کو بھی کہ جو دریا میں اس کے حکم سے چلتی ہے اور اسی نے آسمانوں کو تھام رکھا ہے کہ اس کے حکم بغیر زمین پر کہیں گرنے نہیں پاتا بے شک اللہ آدمیوں کے ساتھ نہایت نرمی کرنے والا مہربان ہے ﴿۶۵﴾ اور وہی تو ہے کہ جس نے تم کو زندہ کیا پھر وہی تم کو مارے گا پھر وہی تم کو (باردگر) زندہ کرے گا البتہ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے ﴿۶۶﴾ ہم نے ہر قوم کے لیے ایک دستور مقرر کر دیا ہے کہ جس پر وہ عمل کرتے ہیں پس اس کام میں کوئی تم سے نہ جھگڑے اور آپ اپنے رب کی طرف لوگوں کو بلایئے کیونکہ آپ سیدھے رستہ پر ہیں ﴿۶۷﴾ اور اگر آپ سے وہ جھگڑیں بھی تو کہہ دو جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس کو خوب جان رہا ہے ﴿۶۸﴾ اللہ قیامت کے دن آپ فیصلہ کر دے گا جس چیز میں کہ تم باہم اختلاف کر رہے ہو ﴿۶۹﴾ (اے مخاطب) کیا تو نہیں جانتا کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اللہ سب کو جانتا ہے یہ سب اس کے دفتر میں لکھا ہوا (موجود ہے) یہ اللہ پر آسان (بات) ہے ﴿۷۰﴾ اور وہ اللہ کے سوا اس کو پوجتے ہیں کہ جس پر نہ اس نے ہی کوئی سند اتاری ہے اور نہ ان کے پاس ہی کوئی اس کا علم ہے اور ان ظالموں کا تو کوئی بھی مددگار نہ ہوگا ﴿۷۱﴾ اور جب کہ ان کو ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھ کر سنائی جائیں تو ان کے چہروں پر اے نبی تم کو ناراضی معلوم ہوگی (یہاں تک کہ) جو ان کو ہماری آیتیں سناتے ہیں قریب ہے کہ ان پر حملہ کر بیٹھیں کہہ دو کہو تو میں تم کو اس سے بھی سخت تر بات سناؤں (وہ کیا ہے) آگ ہے کہ جس کا اللہ نے منکروں سے وعدہ کر لیا ہے اور وہ کیا ہی بری جگہ ہے ﴿۷۲﴾

دن رات کا آنا اللہ کی قدرت کا مظہر ہے:...... پھر اپنی قدرت اور جبروت کا اظہار عالم میں گونا گوں تصرفات سے ظاہر کرتا ہے بقولہ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ الٰی اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾ اور انہیں جملوں میں انسان ناقدر۔ اور ہٹ دھرم کو اپنی بے شمار نعمتیں بھی یاد دلاتا ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ:...... شبہ ہوتا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ ایسا رحیم کریم منعم ہے اور اس کی رحمت اور اس کے فیض سے کوئی خالی نہیں تو پھر بندوں کو محمد ﷺ کی معرفت، پابندی شریعت و احکام کی کیوں تکلیف دیتا ہے؟ اس کے جواب میں فرماتا ہے لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ کہ ہم نے بندوں کی بھلائی کے لیے ہر امت کے لیے ان کے مناسب ان کے انبیاء اور ہادیوں کی معرفت (جیسا کہ فرمایا ہے وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴿۷﴾ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ) ایک شریعت اور رستہ بنا دیا ہے فلاح دارین کے لیے ایک قانون دیا ہے جس کے وہ پابند تھے فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ پھر ان کو تم سے اے نبی اس امر میں جھگڑا کرنا مناسب نہیں وَادْعُ اِلٰی رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰی هُدًی مُّسْتَقِيْمٍ آپ سب لوگوں کو ان کے رب کی طرف بلایئے کیوں کہ تم سیدھے رستہ پر ہو دلائل میں نظر کر کے ہر عاقل جان سکتا ہے۔ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اور اگر اس کے بعد بھی وہ تم سے جھگڑا کریں تو کہہ دو کہ اللہ تمہارے کام سے خوب واقف ہے وہ آپ سمجھ لے گا اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ اور قیامت کے دن آپ فیصلہ کر دے گا۔

منسک شریعت اور راستہ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے جیسا کہ عطاء نے نقل کیا ہے اور یہی ٹھیک ہے جیسا کہ خود فرماتا ہے لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا بعض نے مذبح و قربانی بھی مراد لی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ہر بات معلوم ہے:......اللہ کو ہر بات معلوم ہے اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ اے مخاطب تو خود جانتا ہے کہ اللہ کو آسمان اور زمین کی ہر بات معلوم ہے اور یہ سب کچھ لوح محفوظ میں ہے اور یہ بات اللہ کے نزدیک کچھ مشکل نہیں بلکہ بہت آسان ہے۔ مگر باوجود اس کے ان لوگوں کی عقل کو دیکھیے کہ شریعت وطریقۂ انبیاء کو بگاڑ کر۔

غیر اللہ کی عبادت بے سند بات ہے:......وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں کہ جن کے لیے اللہ کی طرف سے کوئی سند نہیں۔ یعنی یہ جو کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ اللہ کے گھر کے مختار ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں یا قیامت میں ہمارے لیے سفارش کریں گے اس بات پر ان کے پاس اللہ کے ہاں سے کیا دلیل ہے محض خیالی بات ہے اور اس سے بڑھ کر وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ان چیزوں کو پوجتے ہیں کہ جنہیں جانتے بھی نہیں علم حقیقی ان کی ماہیت کا نہیں رکھتے جیسا کہ ہزاروں معبود خیالی ہنود کے ہیں کالی پری سبز پری فلاں دیو فلاں بھوت یہی حال عرب کی قوموں کا تھا مگر وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ جب ان کو رد شرک کے بارے میں ہماری کھلی کھلی آیتیں اور دلائل سنائے جاتے ہیں تو سن کر منہ بناتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آیتوں کے سنانے والوں پر حملہ کریں وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا . . . الخ فرماتا ہے کہ یہ کیا ناگوار ہے جہنم کی آگ اس سے زیادہ ناگوار ہوگی جو منکروں کے لیے مقرر ہو چکی ہے قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ . . . الخ۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۭ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـــًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۭ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾

ترجمہ:......لوگو! ایک مثل بیان کی جاتی ہے اس کو کان لگا کر سنو (وہ یہ کہ) جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے اگرچہ وہ سب اس کے لیے جمع بھی ہو جائیں اور اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین لے جائے تو اس سے واپس بھی نہیں لے سکتے طالب مطلوب (اور عابد و معبود) اور (دونوں ہی) بودے ہیں﴿۷۳﴾ انہوں نے اللہ کی (جیسا کہ چاہیے تھی) کچھ بھی قدر نہ کی بے شک اللہ تو بڑا قوی زبردست ہے﴿۷۴﴾۔

خیالی معبودوں کا عجز و بے بسی:......اس کے بعد ان کے معبودوں کے عجز و ناطاقتی ظاہر کرنے کے لیے فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ کہ ایک مثل بیان کرتے ہیں اس کو سنو! اور وہ مثل یہ ہے اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا کہ جس کو پکارنا اور اس سے مدد چاہنا جائز ہے اس کو قدرت تو ہونی چاہیے اور وہ خالق بھی ہو اور اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ سب حیوانات میں کم مرتبہ مکھی ہے اس کو تو بنا ہی نہیں سکتے وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ اگر وہ سب بھی جمع ہو کر پیدا کریں تو نہیں کر سکتے۔ پھر دوسری بات اس سے بھی کم تر ہے اور وہ یہ کہ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ . . . الخ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے اڑے تو اس سے چھین بھی نہیں سکتے پس جب یہ حال ہے تو ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ۔

ضحاک کہتے ہیں طالب سے مراد عابد اور مطلوب سے مراد معبود۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں طالب سے مراد مکھی ہے جو بتوں کی چڑھی

ہوئی چیز پر آبیٹھتی ہے اس کو لیتی ہے اور مطلوب صنم ہے کہ جس نے مکھی طلب کرتی ہے۔ بعض کہتے ہیں علی العکس کہ طالب صنم مطلوب مکھی۔ بہر تقدیر یہ سب ضعیف و کمزور ہیں جو بت اپنے منہ سے مکھی نہ اڑا سکے بھلا اس کو پوجنا کس عقل کا کام ہے؟

مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ بات یہ ہے کہ لوگوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا کہ چاہئے تھا اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ وہ قوی اور ہر بات پر قادر ہے پھر بندوں کو کیا مصیبت ہے جو اس کے سوا اوروں کے پاس جاتے ہیں کیا وہ کافی نہیں یا اور کوئی اس سے زیادہ قادر ہے؟

اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۷۵﴾ یَعْلَمُ
مَا بَیْنَ اَیْدِیْہِمْ وَمَا خَلْفَہُمْ ؕ وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۷۶﴾ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا
ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۷۷﴾ۚ وَجَاہِدُوْا
فِی اللّٰہِ حَقَّ جِہَادِہٖ ؕ ہُوَاجْتَبٰىکُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ
مِلَّۃَ اَبِیْکُمْ اِبْرٰہِیْمَ ؕ ہُوَسَمّٰىکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ۬ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ ہٰذَا لِیَکُوْنَ
الرَّسُوْلُ شَہِیْدًا عَلَیْکُمْ وَتَکُوْنُوْا شُہَدَآءَ عَلَی النَّاسِ ۚۖ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ
وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰہِ ؕ ہُوَمَوْلٰىکُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ ﴿۷۸﴾ ع

السجدۃ عند الامام الشافعی

ترجمہ:......فرشتوں اور آدمیوں میں سے اللہ ہی (جس کو چاہتا ہے) پیغام پہنچانے کے لیے منتخب کر لیتا ہے بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے﴿۷۵﴾ (اور) وہی سب کا اگلا اور پچھلا حال جانتا ہے اور اللہ ہی کی طرف سب باتیں رجوع کرتی ہیں﴿۷۶﴾ ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کیا کرو اور بھلائی کیا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ﴿۷۷﴾ اور اللہ کی راہ میں جیسا کرنا چاہیے جہاد بھی کرو اسی نے تو تم کو انتخاب کیا ہے اور تم پر اس نے دین میں کوئی تنگی بھی نہیں کی ہے تمہارے باپ ابراہیم کا ہی تو دین ہے اسی نے تو تمہارا نام پہلے سے مسلمان رکھا ہے اور اس قرآن میں بھی تا کہ رسول تم پر گواہ بنے اور تم لوگوں پر گواہ بنو پس نماز قائم کیا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ کو مضبوط ہو کر پکڑ لو وہی تو تمہارا مولا ہے پھر کیا ہی خوب مولا اور کیا ہی خوب مددگار ہے﴿۷۸﴾۔

فرشتوں اور انسانوں میں سے اللہ کے پیغمبر:......بتوں کی حقیقت تو معلوم ہوگئی اب رہے وہ لوگ کہ جو اللہ کے برگزیدہ ہیں ملائکہ وانبیاء جن کو کہ اکثر بت پرست یا مشرکین پوجتے ہیں اور معبود حقیقی کے برابر ان کے درجات تسلیم کر کے ان سے حاجات کا سوال کرتے ہیں جیسا کہ عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو اور ہنود اپنے بزرگوں کو اور آج کل کے جہال مسلمان اولیاء کرام اور بزرگان دین کو پوجتے ہیں اور عرب کے مشرکین اور صابئین ملائکہ کو پوجتے تھے پس ان کی نسبت فرماتا ہے اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ کو ملائکہ اور لوگوں میں سے جو ممتاز اور رسول ہیں ان کو بھی تو اللہ ہی نے برگزیدہ کیا ہے یعنی ان کے کمالات اپنے گھر کے نہیں ان کی بزرگی اللہ کی عطا کی ہوئی ہے پھر اللہ کو چھوڑ کر اللہ کے بندوں کو پوجنا کیا عقل ہے؟

دوم لفظ رُسُلًا میں اشارہ ہے کہ ملائکہ یا انسانوں میں جس قدر محترم اور معزز ہیں وہ رسول ہیں یعنی رسل ملائکہ یا نبی آدم۔ ان کے بھی

اصطفاء اور برگزیدگی کا باعث رسالت ہے پھر یہ جس کے رسول ہیں اس کے برابر اور اس سے زیادہ کیوں کر ہو سکتے ہیں۔

سوم جب رسول ہیں تو ضرور یہ اللہ کے پیغام بندوں کے پاس لاتے تھے اور سب سے مؤکد پیغام یہی تھا کہ اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ بنانا پھر عجب ہے کہ ان کے پیغام کو بالائے طاق رکھ کر انہیں کو خدائی کا شریک سمجھنے لگے۔ اور اسی کلام میں مکہ کے منکروں کا جواب بھی ہے وہ کہتے تھے کہ کیا اللہ نے ہم سب میں سے محمد ﷺ ہی کو رسالت کے لیے خاص کر لیا؟ اُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا کہ اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے اللہ فرشتوں میں سے جس فرشتہ کو چاہتا ہے اس کام کے لیے ممتاز کر لیتا ہے اور اسی طرح انسانوں میں سے جس انسان کو چاہتا ہے اس کام کے لیے ممتاز کر لیتا ہے اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ وہ ہر ایک کام کی مصلحت سے خوب واقف ہے اور ان بزرگوں کے پوجنے والے جو حجتیں کر کے ان کو الوہیت میں شریک کرتے ہیں وہ ان کی باتیں سن رہا ہے اور جو کچھ افعال عبودیت ان بزرگوں کے لیے کر رہے ہیں ان کو دیکھ رہا ہے يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ اللہ کو اگلی پچھلی ہر بات معلوم ہے وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اور ہر بات کی انتہا اللہ ہی کی طرف ہے یعنی ہر بات اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اگلے جملے سے علم اس سے قدرت کا اثبات مقصود ہے۔

بت پرستی اور شرک کی مذمت اور دنیا میں رسولوں کی بعثت بیان کر کے ایمانداروں کو ان باتوں کی تاکید کرتا ہے جو نجات اور فلاح کا ذریعہ ہیں۔

مؤمنین کو عبادت کا حکم: ......فقال يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا کہ اے ایماندارو! اللہ تعالیٰ کو رکوع سجود کرو یعنی نماز پڑھا کرو جس میں رکوع اور سجود ہے اور نماز کے علاوہ اور بھی عبادت کیا کرو وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ تلاوت ذکر روزہ اور وَافْعَلُوا الْخَيْرَ ہر ایک نیکی کرو اس میں صلۂ رحمی، خیرات صدقات مکارم اخلاق دنیا کی سب اچھی باتیں آ گئیں لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تمہیں فلاح ہو۔

مذکورہ آیت کے سجدے میں فقہاء کے اقوال: ......ابن المبارکؒ واحمدؒ واسحاقؒ وامام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے بعد سجدہ کرنا لازم ہے اور سفیان ثوریؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس جگہ سجدۂ تلاوت واجب نہیں۔ قرآن مجید میں چودہ جگہ سجدۂ تلاوت واجب ہے امام شافعیؒ سورۂ ص میں سجدہ واجب نہیں جانتے اس کے بدلہ میں اس جگہ کا سجدہ لے کر چودہ پورے کرتے ہیں۔ ہمارے امام کے نزدیک سورۂ ص میں سجدہ ہے یہاں نہیں، واللہ اعلم۔ اس کے بعد ایک اور حکم دیتا ہے۔

آیت میں جہاد سے کیا مراد ہے؟: ......وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ جہاد سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک دشمنان دین سے جنگ کرنا ہے اور حَقَّ جِهَادِهٖ سے مراد پورے طور پر اور نہایت سعی وکوشش سے، جس کی تفسیر بعض نے یوں کی ہے کہ خالصاً للہ اور بعض کہتے ہیں جس میں سردار اور اللہ کی مخالفت نہ ہو۔ بعض کہتے ہیں جس میں کسی کی ملامت کا خوف نہ ہو۔ پھر یہ عام ہے خواہ زبان سے ہو خواہ تلوار سے۔ اور اس حکم کا سب کے اخیر میں صادر کرنا اس بات کو جتلاتا ہے کہ نماز وفعل الخیرات سب سے بڑھ کر یہ کام ہے کیوں کہ جب تک شر اعداء سے امن قائم نہ ہوگا تو زمین پر اللہ تعالیٰ کے بندے نہ بفراغ قلبی نماز پڑھ سکیں گے نہ کوئی اور نیک کام کر سکیں گے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ سے عام طور پر ہر دینی بات میں دل سے کوشش کرنا مراد ہے خواہ اعداء دین سے جنگ ہو خواہ علم دین کی ترویج خواہ اور نیکی کی باتیں۔ اس تقدیر پر جملہ گویا کلام سابق کے لیے تاکید ہے۔

بعض اہل عرفان جیسا کہ عبداللہ بن مبارکؒ کہتے ہیں اس سے مراد مجاہد نفس ہے کہ نفس کو ناجائز خواہشوں سے روکو اور اسی کو جہاد اکبر کہتے ہیں اور یہی حق الجہاد ہے۔

پھر فرماتا ہے هُوَ اجْتَبٰىكُمْ کہ اللہ نے تم کو اے امت محمد ﷺ اس خدمت کے لیے ممتاز کر لیا ہے تم کسی کے طعن وتشنیع کی پروا نہ کرو وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ اور جو شریعت دی گئی ہے اس میں کوئی مشکل اور دقت نہیں رکھی گئی ہے۔ کوئی گناہ ایسا نہیں کہ جس سے خلاصی اور جس کی معافی توبہ واستغفار یا کفارہ وقصاص سے نہ مقرر کی گئی ہو اور اسی طرح اوقات عبادت کے لحاظ سے بھی سہولت

ہے اور اسی طرح اگر غسل و وضو نہ کر سکے تیمم کی اجازت ہے کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکے بیٹھ کر پڑھ لے سفر میں قصر ہے۔ بیمار کو افطار کی رخصت ہے یہاں تک کہ جو چیزیں سور مردار وغیرہ حرام ہیں بوقت اضطرار ان کی بھی اجازت ہے۔ یہود کی طرح شریعت اور احکام سخت نہیں نہ ہنود کی طرح کچا مذہب ہے کہ غیر کے ہاتھ لگنے سے دھرم بھرشٹ ہو جائے، اپنے ہاتھ سے چوکا کرے اور ہزاروں پاک چیزیں حرام وممنوع ان کے ہاں قرار دی گئی ہیں۔ یہاں تک کہ سفر وحضر موت وحیات معاملات کا دائرہ تنگ کر دیا گیا ہے۔

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ یہ تمہارے باپ ابراہیم کی شریعت ہے کوئی نئی شریعت نہیں۔ اس میں عرب کی طرف خطاب ہے جو اکثر ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور تمام امت بھی مراد ہو سکتی ہے اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضرت ابراہیم علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد ہونے کی وجہ سے جو مسلمانوں کے روحانی باپ ہیں سب مسلمانوں کے باپ ہیں۔ قرآن مجید میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو مسلمانوں کی ماں کہا ہے وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم باپ ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا مادہ حضرت ابراہیم کی شریعت ہے بلحاظ زمانہ اس میں کچھ ترمیم ہوئی ہے اس لیے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو ملت ابراہیم کہتے ہیں هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ کہ اسی نے تو تمہارا نام پہلے سے مسلمان یعنی فرمانبردار رکھا ہے جیسا کہ دعا کی تھی وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۔ وَفِيْ هٰذَا اور اس کتاب میں بھی اور اس عہد میں بھی تمہارا نام مسلمان قرار پایا ہے لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۔ تاکہ رسول قیامت میں تمہارا گواہ بنے اور تم بنی آدم کے لیے گواہ بنو توحید و عبادات کا قیام تمہارے سپرد کیا گیا ہے فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ جانی اور مالی عبادت میں سرگرم رہا کرو وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ اور ہر بات میں اللہ ہی کا بھروسہ رکھو اپنے دشمنوں سے کچھ خوف نہ کرو کیونکہ هُوَ مَوْلٰىكُمْ وہ تمہارا مالک اور کارساز ہے فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝

پارہ (۱۸) قَدْ اَفْلَحَ

رُكُوْعَاتُهَا ۶ | (۲۳) سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ (۷۴) | اٰيَاتُهَا ۱۱۸

مکیہ ہے اس میں ایک سو اٹھارہ آیات اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الجزء الثامن عشر (۱۸)

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ① الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ② وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ
اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ③ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ④ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ
حٰفِظُوْنَ ⑤ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ⑥
فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ⑦ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ
وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ⑧ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ⑨ اُولٰٓئِكَ هُمُ (وقف لازم)
الْوٰرِثُوْنَ ⑩ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ⑪

ترجمہ:...... بے شک ایمان والے مراد کو پہنچے ① (یہ) وہ ہیں جو اپنی نماز میں عاجزی کیا کرتے ہیں ② اور وہ جو بے ہودہ باتوں سے الگ رہتے ہیں ③ اور وہ جو زکوۃ دیا کرتے ہیں ④ اور وہ جو اپنے ستر کو محفوظ رکھتے ہیں ⑤ مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں پر اس لیے کہ ان میں کوئی الزام نہیں ⑥ پھر جو کوئی اس کے سوائے ڈھونڈے تو وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں ⑦ اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہدوں کی رعایت رکھتے ہیں ⑧ اور جو اپنی نمازوں کی محافظت کیا کرتے ہیں ⑨ وہی وارث ہیں ⑩ جو جنت الفردوس کا ورثہ پائیں گے (اور) وہ اس میں سدا رہا کریں گے ⑪۔

ترکیب:...... اَلَّذِيْنَ اَلْمُؤْمِنُوْنَ کی صفت یا بدل وَالَّذِيْنَ اس پر معطوف اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ فی موضع نصب لان المعنی صانوھا عن کل فرج الاعن فروج ازواجھم اور حال بھی ہوسکتا ہے ای الَّا والین علی ازواجھم او قوامین علیھن من قولک کان فلان علی فلانۃ ھم فِیْھَا خٰلِدُوْنَ جملہ حال مقدرہ ہے فاعل سے یا مفعول سے۔

سورت کا زمانۂ نزول اور فضیلت

تفسیر:...... یہ سورۃ بھی مکہ میں ہجرت سے پیشتر نازل ہوئی ہے۔ احمد و ترمذی و نسائی نے روایت کی ہے جس کا اخیر جملہ یہ ہے کہ نبی

ﷺ نے وحی کے بعد فرمایا کہ مجھ پر دس آیات (یعنی اس سورۃ کا اول ایسی نازل ہوئی ہیں کہ جو ان پر عمل کرے گا جنت میں داخل ہوگا۔

ماقبل سورت سے ربط:......سورۂ حج کے اخیر میں یہ تھا کہ اے امت محمد ﷺ تم کو اللہ نے برگزیدہ کیا ہے کہ تم اور لوگوں پر دنیاو آخرت میں نیکی اور بدی کے معاملات میں شہادت ادا کرو۔ جس کام کو بالاتفاق تم اچھا کہو یا جس شخص کو تم بھلا کہو وہی اچھا اور وہی بھلا ہے اور رسول ﷺ ایسے معاملات میں تم پر شہادت ادا کرنے والا ہے تمہاری اچھائی اور برائی رسول کی شہادت پر موقوف ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ گواہ جب تک عدل یعنی نیک اور معتبر نہ ہو تو اس کی گواہی کیا؟ اس لیے اس سورۃ میں اصول حسنات کی طرف اس جملہ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰہِ میں اجمالاً اشارہ تھا اس سورت میں اس کی تشریح فرمائی گئی اور اصول حسنات جو موجب فلاح وصلاح دارین ہیں بتلائے گئے اور اصول حسنات بیان فرمانے سے پہلے ان پر عمل کرنے والے کو بلفظ قد جس کے معنی تحقیق اور ضرور کے ہیں فلاح کا مژدہ بھی دے دیا کہ اس کی فلاح میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ فقال قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ۝ کہ ایمان داروں نے فلاح حاصل کر لی، آگے اس فلاح کی بھی شرح فرمائے گا۔ مگر اس سے پہلے وہ اوصاف ارشاد فرماتا ہے جن پر فلاح مرتب ہے یہ سات صفات ہیں جو تمام مکارم اخلاق کے اصل الاصول ہیں اور جن میں دنیاو آخرت کے متعلق حکمتِ نظری وعملی تہذیب اخلاق سے لے کر تدبیر المنزل تک کوئی بات رہ نہیں گئی ہے۔

مکارم اخلاق کے اصل الاصول:......۱) اَلْمُؤْمِنُوْنَ اس میں ایمان کا ذکر ہے جو سب نیکیوں کی جڑ ہے اس میں اجمالاً اللہ اور اس کی صفات اور ملائکہ اور انبیاء اور ان کی کتب اور دار آخرت کی تصدیق آ گئی یہ تمام حکمت نظریہ کا عطر ہے۔

نماز میں خشوع خضوع:...... ۲) اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ۝ یہاں سے حکمت عملیہ شروع ہوتی ہے اور نماز سب میں اول بات ہے اس جملہ میں نہ صرف نماز پڑھنے ہی کا حکم ہے بلکہ نماز میں عاجزی کرنے کا بھی۔ خشوع کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض اس کو دل کا فعل کہتے ہیں ڈرنا اور دل سے معانی پر لحاظ کر کے اللہ تعالیٰ کو حاضر یا اپنے آپ کو اس کے آگے کھڑا سمجھ کر عجز و نیاز کرنا، اور بعض اس کو ہاتھ پاؤں کا عمل کہتے ہیں سکون سے کھڑا رہنا ادھر اُدھر التفات نہ کرنا، کپڑے یا داڑھی یا اور چیز سے کھیل نہ کرنا نماز کے اندر۔ اور بعض نے دونوں باتوں کو لیا ہے اور یہی قوی ہے۔ اور صحیح حدیثوں میں دونوں باتوں کی طرف اشارہ ہے اور یہ ظاہر ہے اس لیے کہ جب انسان اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کے سامنے سمجھے گا اور اس سے عجز و نیاز کرے گا جو روح نماز ہے تو وہ کبھی ادھر ادھر ملتفت نہ ہوگا۔ جب شاہان دنیا کے دربار میں ادھر اُدھر ملتفت ہونا سوء ادب ہے تو وہاں دربار عالی میں کیوں کر ادھر اُدھر ملتفت ہو سکتا ہے ہاں جو رسمی نماز پڑھتے ہیں اور دل سے نہ ان کو حضور ہے نہ نیاز وہ ایسی باتیں کرتے ہیں ان کی نماز ان کے منہ پر ماری جاتی ہے۔

بیہودہ باتوں سے اجتناب:...... ۳) وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۝ سے وہ جو بے ہودہ باتوں سے کنارہ کرتے ہیں۔ لغو حرام اور مکروہ اور اس مباح فعل کو بھی کہتے ہیں کہ جس کی طرف انسان کو کوئی حاجت یا ضرورت نہ ہو افسوس کہ آج کل مسلمان اس لغو میں کیسے مبتلا ہیں دنیاوی امور میں صدہا مکانات اور بے ضرورت اسباب خرید اور بنا کر محتاج ہو جاتے ہیں بیاہ شادی میں اس لغو کی کچھ انتہا نہیں آتش بازی ناچ رنگ کیا کیا ہوتا ہے اور اسی طرح دینی معاملات میں لغو کا ارتکاب ہوتا ہے اولیاء اللہ کے مزارات مقدسہ پر کیا کچھ نہیں ہوتا پھر قبروں پر ناچ ہوتا ہے اور دیگر فضول باتیں ہوتی ہیں اور محرم میں تو کچھ انتہا ہی نہیں رہتی ہزار ہا روپیہ لگا کر تعزیے بنتے ہیں لوگ ریچھ بندر بنتے ہیں شدے اور علم اور ان کے ساتھ دیگر منہیات پھر کہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کا فرضی نعل نکلتا ہے جس کو نعل

صاحب کہتے ہیں۔سرکاروں سے لاکھوں روپے عاشور خوانوں کے لیے ملتے ہیں کاش یہ روپیہ قوم کی تعلیم میں صرف ہوتا کہاں گئے ہمارے واعظ مجالس میں صرف رلانا ہی جانتے ہیں ان باتوں کا ذکر تک بھی نہیں کرتے۔

پاکدامنی کا حکم:...... ۴)وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ۝ وہ جو اپنے مال اللہ کے راستہ میں ایک حصہ معین دیا کرتے ہیں اور حصۂ معین کو زکوٰۃ کہتے ہیں اس کے لیے فاعلون کا لفظ لانا نہایت فصاحت ہے۔

۵)وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ وہ جو اپنی بیویوں اور شرعی لونڈیوں کے سوا اور کسی پر اپنا ستر نہیں کھولتے اس سے لواطت اور سحق (ہم جنس پرستی) اور ہاتھ سے منی نکالنے کی بھی ممانعت ثابت ہوئی اور متعہ نکاح مؤقت کی ممانعت بھی سمجھی گئی اس لیے کہ متاعی عورت حصہ نہ ملنے کی وجہ سے بیوی نہیں اور نہ لونڈی ہے پھر کیوں کر مباح ہوسکتی ہے اور آیت میں بیوی اور لونڈی پر قضاء شہوت کا حصہ کر دیا ہے۔

امانت وعہد کی پاسداری:......۶)وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ۝ وہ جو امانت اور عہد کی حفاظت رکھنے والے ہیں امانت میں مال اور آبرو اور بات سب کی حفاظت ضرور ہے اسی طرح عہد میں عہد الٰہی اور باہمی معاہدہ آ گیا۔

۷)وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ۝ وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں یعنی ہمیشہ وقت پر شرائط و مستحبات کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ان ساتوں باتوں کے عمل میں لانے والے کے لیے اس نے اپنے فضل سے جنت میں آٹھویں درجہ کی اعلیٰ جنت کا وعدہ دیا جس کو جَنَّةِ الْفِرْدَوْس کہتے ہیں اور اس کا ان کو وارث یعنی مالک بھی قرار دیا اور وہاں ہمیشہ رہنے کا مژدہ بھی دیا یہ ہے وہ فلاح۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ۝۱۲ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ۝۱۳ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ۝۱۴ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَیِّتُوْنَ۝۱۵ ثُمَّ اِنَّكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ۝۱۶

ترجمہ:......اور البتہ انسان کو ہم نے چنی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۝۱۲ پھر ہم نے اس کو ایک قرارگاہ (رحم) میں نطفہ بنا کر رکھا۝۱۳ پھر نطفہ کو علقہ بنایا پھر علقہ کو مضغۂ گوشت بنایا پھر مضغۂ گوشت میں ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں کو گوشت پہنایا پھر اس کو ایک دوسری صورت میں بنا دیا پس تبارک اللہ وہ کیا ہی عمدہ بنانے والا ہے۝۱۴ پھر اس کے بعد تم کو مرنا ہے۝۱۵ پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۝۱۶۔

حشر نشر کے وقوع پر دلائل:......مگر اس کے بعد بھی منکرین حشر و نشر یہ کہتے تھے کہ مر کر کون زندہ ہوگا؟ اس لیے اس کے بعد دلائل حشر شروع کیے فقال وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ......الخ کہ ہم نے انسان کو قطرۂ منی سے پیدا کیا اور وہ قطرہ مٹی سے بنایا تھا کیوں کہ غذائیں جن سے منی پیدا ہوتی ہے مٹی سے بنتی ہیں پھر اس قطرہ کو خون بنایا پھر گوشت کا لوتھڑا بنا کر اس کے ہاتھ پاؤں بنائے ہڈیاں اور پٹھے بنائے اور اس کو انسان بنا کر ماں کے پیٹ سے باہر لائے اور پھر وہ ایک روز مرتا ہے پھر جس نے ایسا کر دیا کیا وہ دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟ ضرور کر سکتا ہے کما قال ثُمَّ اِنَّكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ۝۱۶ یہ دلیل کا نتیجہ ہے۔یہاں تک دلائل النفس تھے کہ انسان سب سے

پہلے اپنے ہی اندر اس کی قدرت وکمال کے صدہا شواہد موجود ہیں ان میں غور کر کے فی الفور کہہ سکتا ہے کہ وہ قادر باکمال ضرور مرنے کے بعد بار دگر زندہ کر سکتا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَاَنْزَلْنَا
مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾
فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ
وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ
لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ
فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع

ترجمہ:......اور البتہ ہم نے ہی تمہارے اوپر سات آسمان بنائے اور ہم بنانے میں بے خبر نہ تھے ﴿۱۷﴾ اور ہم نے ایک اندازہ کے ساتھ آسمان سے پانی اتارا پھر اس کو زمین پر ٹھیرائے رکھا اور ہم اس کو لے جا بھی سکتے ہیں ﴿۱۸﴾ پھر ہم نے اس پانی سے تمہارے لیے کھجور اور انگور کے باغ اُگائے جن میں تمہارے لیے بہت سے میوے ہیں اور ان میں تم کھاتے بھی ہو ﴿۱۹﴾ اور ہم نے ہی (زیتون کا) وہ درخت بھی پیدا کیا جو (کوہ) طور میں (اکثر) پیدا ہوتا ہے جو کھانے والوں کے لیے روغن اور سالن لے کر اگتا ہے ﴿۲۰﴾ اور تمہارے لیے چار پایوں میں بھی عبرت ہے کہ تم کو ان کی پیٹ کی چیزوں میں سے (جدا کر کے دودھ) پلاتے ہیں اور تمہارے لیے ان میں بہت سے اور بھی فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو ﴿۲۱﴾ اور ان پر اور کشتیوں پر سوار بھی کیے جاتے ہو ﴿۲۲﴾۔

ظاہری مشاہدات:......اس کے بعد دلائل آفاق یعنی انسان سے باہر جو شواہد ہیں ان کو شروع کرتا ہے اور سب میں بڑے نمونے کا پہلے ذکر کرتا ہے۔

سات راستوں کی تخلیق:......فقال وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ یعنی ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے۔ طرائق جمع طریقہ۔ آسمانوں کو طرائق یا تو اس لیے کہا یہ ملائکہ کے آنے جانے کے راستے ہیں یا سبع سیارہ کی چال کے راستے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ ان کو طرائق ان کے تطارق کی وجہ سے کہا ہو جس کے معنی تہہ بہ تہہ یعنی اوپر تلے ہونے کے ہیں یقال طارق الرجل نعلیه اذا اطبق نعلا علی نعل و طارق بین ثوبین اذا البس ثوبا فوق ثوب۔ یہ خلیل اور زجاج اور فراء کا قول ہے (کبیر)۔

خلق کی نگرانی:......پھر فرماتا ہے وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ❶ کہ ہم نے ان آسمانوں کو یا دیگر مخلوق کو بے جوڑ کیف ما اتفق نہیں پیدا کیا بلکہ ہر ایک میں صدہا حکمتیں ملحوظ ہیں ابتدا سے لے کر انتہا تک ان کے مصالح کو مدنظر رکھا ہے۔

---

❶...... وما کنا عن الخلق غافلین کی یہ سب دلیل ہے جس میں بعض چیزوں کے چند فوائد بیان ہوئے ہیں اور اس میں طبیعت کے خالق و فاعل ہونے کا رد ہے جس کے دہریے قائل ہیں ۱۲ منہ۔

پانی کے ذخائر وفوائد:......(دوسری دلیل) وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ......الخ کہ ہم آسمانوں سے یعنی اوپر بادلوں سے پانی اتارتے ہیں سووہ بھی بے اندازہ نہیں کہ یوں ہی بادلوں کے دہانے کھول کر بے موقع دنیا کو غرقاب کر دیا جائے بلکہ ایک اندازہ خاص سے، پھر اس پانی کو بے ہودہ طور پر صرف نہیں کرتے بلکہ فَاَسْکَنّٰهُ فِی الْاَرْضِ اس کو زمین میں رہنے دیتے ہیں اور وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ اس پانی کو لے جائیں سکھا دیں لیکن فَاَنْشَاْنَا لَکُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ......الخ تمہارے لیے اس سے باغ اگاتے ہیں اور طرح طرح کی جڑی بوٹیاں اناج وغیرہ پیدا کرتے ہیں من جملہ ان کے کھجور اور انگور ہے جن کو تر اور خشک گرمی اور سردی میں ہر طرح سے کھاتے ہیں ان کے سوا باغوں میں لَکُمْ فِیْهَا فَوَاکِهُ کَثِیْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْکُلُوْنَ ۝۱۹ تمہارے لیے اور طرح طرح کے میوے ہیں اور نہ صرف میوے کہ جن سے پیٹ نہ بھرے غذا کا کام نہ چلے بلکہ بعض ان میں سے کھانے کا بھی کام دیتے ہیں۔ صاحب کشاف کہتے ہیں وَّمِنْهَا تَاْکُلُوْنَ کے یہ معنی کہ یہی باغ تمہاری معاش اور روزی کا بھی ذریعہ ہیں جیسا کہ کہا کرتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں پیشہ سے کھاتا ہے۔ وَشَجَرَةً معطوف ہے جَنّٰتٍ پر ای اَنْشَاْنَا لَکُمْ شَجَرَةً اس درخت سے مراد زیتون کا درخت ہے جو عرب کے لیے بیشتر کوہ طور میں پیدا ہوتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَیْنَآءَ صاحب کشاف کہتے ہیں طور یا تو سیناء میدان کی طرف مضاف ہے کہ جس کو سینین بھی کہتے ہیں یا طور مضاف اور سیناء مضاف الیہ دونوں سے مرکب ہو کر ایک پہاڑ کا نام ہے جیسا کہ امرئ القیس و بعلبک۔ پھر بعض اس کو غیر منصرف کہتے ہیں تعریف و عجمہ کے سبب یا تعریف و تانیث کے سبب کیونکہ یہ بقعہ ہے۔ اور فعلاء کا الف تانیث کے لیے نہیں جیسا کہ حرباء اور بعض الف کو تانیث کے لیے کہتے ہیں جیسا کہ صحراء۔ یہ پہاڑ قلزم کے اس طرف عرب کے گوشہ شمال و مغرب کے بیابان میں ہے۔ یہیں حضرت موسیٰ کو توریت ملی تھی۔

زیتون کا تیل وشرف:......تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ موضع حال میں ہے ای تنبت و فیها الدهن کما یقال رکب الامیر بجنده ای و معه الجند۔ یعنی اس درخت میں تیل ہوتا وَصِبْغٍ لِّلْاٰکِلِیْنَ اور سالن بھی نہ سب کے لیے بلکہ ان کے لیے جو اس میں روٹی لگا کر کھاتے ہیں۔ عرب زیتون کے تیل کو سالن کے کام میں لاتے ہیں۔ الصبغ و الصباغ مایصطبغ به ای یصبغ به الخبز۔ و صبغ عطف علی الدهن ای ادام۔

چوپائیوں کی تخلیق میں انسان کے فوائد:......تیسری دلیل حیوانات کے متعلق وَاِنَّ لَکُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً کہ چار پایوں میں بھی تمہارے لیے بہت غور کی جا ہے۔ ان کی پیدائش اور توالد و تناسل اور ان کا شعور و ادراک تو دفتر معرفت ہی ہے مگر تم صرف ان کے ان ہی فائدوں کو ہی دیکھو۔ (۱) نسقیکم کہ تمہیں ان کا دودھ پلاتے ہیں اور پیٹ کی آلایش اور خون میں سے کس حکمت بالغہ سے جدا کیا اور نکالا جاتا ہے۔ (۲) وَلَکُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ کَثِیْرَةٌ دودھ کے سوا تمہارے لیے ان میں اور بھی فوائد ہیں ان کی اون اور جلد کو کام میں لاتے ہیں (۳) وَّمِنْهَا تَاْکُلُوْنَ کہ بعض کو تم کھاتے بھی ہو ان کا گوشت تمہاری عمدہ غذا ہے۔ (۴) وَعَلَیْهَا وَعَلَی الْفُلْکِ تُحْمَلُوْنَ کہ ان پر بلکہ کشتیوں پر بھی سوار ہوتے ہو بوجھ لادتے ہو پھر جو قادر با کمال یہ کرتا ہے کیا وہ اپنی حکمت بالغہ سے انسان کو ایک نئی زندگانی نہ دے گا اور اس کی حیات کا سلسلہ اسی چند روزہ حیات پر تمام کر دے گا، ہرگز نہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۲۳ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ ۙ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْکُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِکَةً ۚۖ مَّا

سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى
حِيْنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ
بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ
زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى
الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾ وَقُلْ رَّبِّ
اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا
لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا
ع مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمہ:......اور البتہ نوح کو ہم نے اس کی قوم کی طرف بھیجا تب انہوں نے کہا اے قوم اللہ کی عبادت کرو تمہارا اس کے سوا کوئی معبود نہیں تم پھر کیوں نہیں ڈرتے ﴿۲۳﴾ سو اس کی قوم کے کافر سرداروں نے (یہ) کہا کہ یہ ہے کیا مگر تمہارے ہی جیسا ایک آدمی تم پر بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو فرشتے ہی نہ بھیج دیتا ہم نے اپنے اگلے باپ دادا سے یہ بات کبھی سنی بھی نہیں ﴿۲۴﴾ یہ تو بس ایک دیوانہ آدمی ہے پس ❶ اس کا ایک وقت تک انتظار کرو ﴿۲۵﴾ نوح نے کہا اے رب انہوں نے جس بات پر مجھے جھٹلایا ہے تو ہی میری مدد کر ﴿۲۶﴾ پھر ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ ہماری مدد اور حکم سے کشتی تیار کرو پھر جب ہمارا حکم آئے اور تنور (یعنی زمین) سے پانی اُبلنے لگے تو کشتی میں ہر ایک حیوان کے (نر و مادہ کے) دو دو جوڑے سوار کر لینا اور اپنے کنبے کو بھی مگر ان میں سے جس کے لیے (ڈوبنے کا) حکم ہو چکا ہے اور ظالموں کے معاملے میں مجھ سے بات بھی نہ کرنا کیوں کہ وہ سب ڈوبنے والے ہیں ﴿۲۷﴾ پھر جب تم اور جو تمہارے ساتھ ہیں کشتی پر سوار ہو لیں تو کہنا حمد ہے اس اللہ کے لیے جس نے ہم کو ظالم قوم سے نجات دی ﴿۲۸﴾ اور دعا کرنا کہ اے رب مجھ کو (کشتی سے) برکت کے ساتھ اتاریو اور تو بہتر اتارنے والا ہے ﴿۲۹﴾ بے شک اس قصہ میں بہت سی نشانیاں قدرت کی ہیں اور ہم کو تو آزمائش منظور تھی ﴿۳۰﴾ پھر ان کے بعد ہم نے اور دوسرا قرن پیدا کیا ﴿۳۱﴾ پھر ان میں بھی ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا ❷ کہ اللہ کی عبادت کرو تمہارے لیے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں پھر تم کیوں نہیں ڈرتے؟ ﴿۳۲﴾

انبیاء گذشتہ کے تذکرے:......اب یہاں سے چند انبیاء گزشتہ کے تذکرے بیان کرتا ہے جن کے ذکر سے یہ چند باتیں ظاہر کرنی مقصود ہیں۔ (۱) یہ کہ جس طرح اے محمد ﷺ آج تمہاری قوم تم سے کج بحثیاں اور شبہات رکیکہ کرتی ہے اسی طرح پہلے لوگ انبیاء سابقین کے ساتھ کرتے آئے ہیں۔ (۲) یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان نبیوں کی معرفت بڑے بڑے معجزے دکھا کر آخر کار ان کو ہلاک و برباد کیا

❶...... یعنی اس کی بات کا جس سے ہم کو ڈراتا ہے ۱۲ منہ۔ ❷...... حضرت ہود علیہ السلام یا صالح علیہ السلام۔ ۱۲ منہ۔

ہے ایسا ہی تمہارے مخالفوں کے ساتھ ہونے والا ہے۔ (۳) یہ کہ سب انبیاء خدا پرستی اور توحید کی تعلیم کرتے آئے ہیں یہ جو بت پرستی کو تقلید آباء واجداد سے ایک امر جائز قرار دیتے ہیں محض غلط بات ہے (۴) اللہ تعالیٰ ہر ایک قرن کو غارت کر کے اس کے بعد دوسرا قرن پیدا کرتا آیا ہے پھر کیا مرنے کے بعد زندہ نہیں کرسکتا؟

سب سے پہلا قصہ حضرت نوح علیہ السلام کا ہے جس میں بڑی بات کلام سابق کے ساتھ موجب ربط یہ ہے کہ وہاں فرمایا تھا ہم آسمان سے ایک اندازہ خاص کے ساتھ تمہارے فائدے کے لیے نازل کرتے ہیں اور جب بندے سرکشی کرتے ہیں اور انبیاء کے مقابلہ سے باز نہیں آتے تو اسی رحمت کو زحمت کر دیتے ہیں جیسا کہ قوم نوح کے لیے ہوا کہ انہوں نے اپنی قوم کو اللہ کی عبادت کا حکم دیا، شرک سے منع کیا ان کی قوم نے کہا (۱) یہ تم جیسا آدمی ہے اس میں فضلیت کی کیا بات ہے؟ (۲) اللہ نے اس کو کیوں بھیجا فرشتے کیوں نہ بھیج دیے؟ (۳) یہ حکم ہم نے باپ دادا سے نہیں سنا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو (۴) اس کی یہ باتیں خلاف عقل ہیں یہ دیوانہ ہے (۵) یہ کہتا ہے کہ عذاب آئے گا دیکھو آتا ہے یا نہیں؟ چوں کہ یہ شبہات بے بنیاد تھے ان کا جواب ذکر نہ کیا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا اور کشتی کی تیاری کا حکم: ...... آخر کار نوح علیہ السلام نے دعا کی الٰہی میری مدد کر اس پر حکم ہوا کہ کشتی تیار کرو اور اس میں اپنے خاندان کو بجز ان کے کہ جن کی تقدیر میں ازل سے ہلاکت لکھی گئی اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ اور ایمانداروں کو اور ہر چیز کے جوڑے کو سوار کرلو چنانچہ انہوں نے ایسا کیا اور باقی سب لوگ کہ جن میں ان کا بدبخت بیٹا بھی تھا غرق ہو گئے۔ اس قصہ کی کامل تشریح پہلے ہو چکی ہے اور وَفَارَ التَّنُّوْرُ کے معنی بھی ہم بیان کر آئے ہیں قصہ کو تمام کر کے نتائج مذکورۂ بالا کی طرف اشارہ کرتا ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ کہ اس میں بڑی نشانیاں قدرت کی ہیں پھر فرماتا ہے ان کے بعد ہم نے اور قرن پیدا کیا اور اس میں بھی ایک اور رسول بھیجا۔ یہ دوسرا قصہ ہے اس رسول سے مراد حضرت ہود یا صالح علیہما السلام ہیں۔ انہوں نے بھی اپنی قوم کو توحید و خدا پرستی کا حکم دیا تھا اور مر کر زندہ ہونے کا بھی وعدہ کیا تھا۔

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ
مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ ۙ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَيَعِدُكُمْ
اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ
لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾
اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ٰافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ
انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ

الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ
بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ ثُمَّ
اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا* ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ
بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ:......اوران کی قوم کے منکر سردار جوآخرت کے پیش آنے کو جھٹلا چکے تھے اور ہم نے ان کو زندگی دنیا میں آسودگی بھی دی تھی (یہ) کہنے لگے کہ رسول ہے مگر تم ہی جیسا کہ ایک آدمی وہی کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتا ہے جو تم پیا کرتے ہو ﴿۳۳﴾ اور اگر تم نے اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کی تو بے شک تم خسارہ میں پڑ گئے ﴿۳۴﴾ کیا تم کو وعدہ دیتا ہے کہ جب تم مرجاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجاؤ گے تو کیا تم (پھر زندہ کر کے قبروں سے) نکالے جاؤ گے ﴿۳۵﴾ جس بات کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے بھلا وہ دور (بہت) دور ﴿۳۶﴾ ہماری تو صرف یہی دنیا کی زندگی ہے مرتے اور جیتے ہیں اور ہم کو تو (مرکر) زندہ ہونا نہیں ﴿۳۷﴾ بس یہ ایک ایسا شخص ہے کہ جس نے اللہ پر جھوٹ بنالیا ہے اور ہم کو تو اس کا یقین نہیں ﴿۳۸﴾ رسول نے دعا کی کہ الٰہی جس بات پر مجھے جھٹلایا ہے اس پر میری مدد فرما ﴿۳۹﴾ فرمایا تھوڑی دیر کے بعد یہ خود نادم ہوں گے ﴿۴۰﴾ پھر تو وعدۂ برحق پر ان کو ایک ہیبت ناک آواز نے آپکڑا پھر تو ہم نے ان کو چوراچورا کردیا پس ظالم لوگوں پر اللہ کی پھٹکار ہو ﴿۴۱﴾ پھر ان کے بعد ہم نے اور قرن پیدا کیے ﴿۴۲﴾ کوئی قوم نہ اپنے وقت سے آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے ﴿۴۳﴾ پھر تو لگاتار ہم اپنے رسول بھیجتے رہے جب کوئی رسول اپنی قوم کے پاس آتا رہا وہ اس کو جھٹلاتے ہی رہی پھر ہم بھی ایک قوم کو دوسری کے پیچھے ہلاک کرتے گئے اور ہم نے ان کے افسانے بنادیے پس پھٹکار ہے اس قوم پر جو ایمان نہیں لاتی ﴿۴۴﴾۔

کفار کے بے ہودہ شبہات:......جس پر ان کی قوم کے سردار جو آخرت کے منکر اور کافر تھے اور اللہ نے ان کو دنیا میں ثروت ودولت بھی دی تھی (کیوں کہ ایسی باتیں بھی دنیادار دولت مند غرور میں آکر کیا کرتے ہیں) وہی بے ہودہ شبہات کرنے لگے کہ یہ رسول ہمارے جیسا ہے جس طرح ہم کھاتے پیتے ہیں یہ بھی اسی طرح اور وہی چیزیں کھاتا پیتا ہے۔ پھر ایسے شخص کے حکم پر چلنا جو ہم جیسا انسان ہے خرابی میں پڑنا ہے) ان حمقاء نے رسول کو یہ سمجھا تھا کہ وہ نوع انسانیت سے علیٰحدہ کوئی اور ہی طرح کا ہونا چاہیے) اور یہ جو کہتا ہے کہ مرکر اور بوسیدہ ہوکر لوگ زندہ ہوں گے تو یہ بہت بعید بات ہے صرف دنیا ہی کی موت اور زندگی ہے یہ جھوٹا آدمی ہے اس کی بات پر ہم کو یقین نہیں آتا تب نبی نے دعا کی کہ میری مدد کر حکم ہوا کہ ابھی یہ اپنے کیے پر نادم ہوں گے چنانچہ ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا کہ ایک ہیبت ناک آواز آئی جس سے وہ مرکر رہ گئے اس کی تشریح بھی چوتھی جلد میں ہوچکی۔ ان کے بعد یکے بعد دیگر خدا نے اور قرن پیدا کیے (قرن زمانہ مگر مراد اہل زمانہ ہیں) یہ تیسرا واقعہ ہے یعنی اور بھی قومیں ہوئی ہیں اور ان میں بھی لگاتار ہم رسول بھیجتے گئے مگر ہر ایک قوم کے ہلاک کا ایک وقت مقرر ہے اس سے آگے یا پیچھے نہیں ہوسکتا۔ رسول کی تکذیب سے فوراً ہلاک نہیں ہوئے۔ اس میں آنحضرت ﷺ کو تسلی ہے کہ آپ کے منکروں کی بربادی کا بھی وقت مقرر ہے ان کی تکلیفیں اس وقت تم کو اٹھانی پڑیں گی ان کے کہنے اور جلدی کرنے سے فوراً

* ......تترا ای متواترین واحدا بعد واحد من الوتر والتاء بدل من الواو کمافی تولج والالف للتانیث باعتبار ان الرسل جماعة وقرء لتنوین علی انه مصدر بمعنی الفاعل وقع حالاً۔ ابو السعود قرء ابن کثیر تترا منونة والباقون بغیر تنوین وهو اختیار اکثر اهل اللغة لانها فعلی من المواترة وهی المتابعته وفعلی لاینون کالدعوی۔ ک ۱۲ امنه تترا التاء بدل من الواو لانه من المواترة وهی المتابعته ومن ذلک قولهم جاء وا علی وتیرة واحدة ای طریقه واحدة وهو نصب علی الحال ای متتابعین وفی الاصل انه مصدر فی موضع الحال وقیل هو صفة لمصدر محذوف ای ارسالا متواترا۔ والفها هی للالحاق بجعفر کهی فی ارطی او بدل من التنوین ۱۲ الحقانی۔

ہلاک کر دینا ہمارا دستور نہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ جب ان قرن والوں کے پاس ان کا رسول آیا یہ بھی تکذیب سے پیش آئے سو ہم نے بھی یکے بعد دیگر ہر ایک قرن کو ہلاک کیا فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا کے یہ معنی ہیں اور یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ پہلی امت کی طرح دوسری امت کا بھی تکذیب میں وہی دستور رہا وہ بھی انہیں کی چال چلے لیکن اول معنی ظاہر ہیں ان کو یہاں تک ہلاک کیا کہ ان کا کوئی نشان بھی باقی نہ رہا صرف ان کے قصے اور تذکرے باقی رہ گئے وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ سوان پر پھٹکار ہے۔ اس میں اجمالاً بہت سے انبیاء کا تذکرہ ہے۔

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ* ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾ ع ۱۸

ترجمہ:...... پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیاں اور کھلی سند کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا ﴿۴۵﴾ پس انہوں نے تکبر کیا اور وہ ایک تھی ہی سرکش قوم ﴿۴۶﴾ پھر انہوں نے کہا کیا ہم ایسے دو شخصوں پر ایمان لے آئیں کہ جن کی قوم ہماری غلامی کر رہی ہو ﴿۴۷﴾ آخران کو جھٹلا ہی دیا پھر تو وہ بھی ہلاک ہی ہو کر رہے ﴿۴۸﴾ اور البتہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی تا کہ لوگ (اسی سے) ہدایت پائیں ﴿۴۹﴾ اور ہم نے مریم کے بیٹے اور اس کی ماں کو (قدرت کا) نشان بنا دیا تھا اور ان کو ایسی بلند زمین پر لے جا کر پناہ دی تھی جو ٹھیرنے کے قابل اور جس میں پانی کا چشمہ تھا ﴿۵۰﴾۔

ترکیب:...... هٰرُوْنَ بدل ہے اَخَاهُ سے مِثْلِنَا اس کو مفرد لائے تثنیہ نہ لائے حالانکہ یہ تثنیہ و جمع بھی آتا ہے یا تو یہ مصدر ہے جس میں تثنیہ و جمع برابر ہیں یا بشریت میں مماثلت ہے نہ کہ کیت میں وَقَوْمُهُمَا جملہ حال ہے اٰيَةً مفعول ثانی ہے جَعَلْنَا کا۔ مَعِيْنٍ یا تو فعیل ہے معن الماء سے یعنی پانی رواں ہوا بمعنی شئی قلیل اور اسی سے ماعون ہے یا عنة اذا ابصرته سے ہے ای ماء جار ظاهر تراه العيون واصله معيون۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے معجزات

تفسیر:...... یہ چوتھا قصہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ہے کہ ہم نے ان کو معجزات اور سلطان مبین کے ساتھ فرعون مصر اور اس کی قوم کے پاس بھیجا تھا لیکن وہ سرکش لوگ تھے کہنے لگے جیسے تم آدمی ہو ویسے ہی ہم ہیں اور نیز تمہاری قوم ہماری خدمت کرتی ہے یعنی ذلیل قوم کے ہو پھر تم کو کیوں مانیں، انکار کیا ہلاک ہوئے۔

وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ سے مراد یا تو وہی آیات تو معجزے ہیں جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اور وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ان میں سے کوئی خاص معجزہ ہے جیسا کہ عصا اور خاص کا عام پر عطف جائز ہے جیسا کہ ملائکہ کے بعد جبرئیل و میکائیل کا ذکر آیا ہے اور ممکن ہے کہ آیات سے مراد نفس معجزات ہوں اور وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ان کی کیفیت جو ان کے صدق پر دلالت کرنے سے یا ایک ہیبت و وقار جو ان کو عطا ہوا تھا ان کے

* ...مکان مرتفع ۱۲ جلالین۔ ذات قرار ای مستویة یستقر علیها ساکنوها ۱۲ منہ

ہلاک کے بعد جب کہ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر شام کو روانہ ہوئے اور بحر قلزم کو عبور کر کے اس میدان میں آئے جس کو تیہ کہتے ہیں تو یہاں ان کو بنی اسرائیل کی ہدایت اور نظام کے لیے ایک کتاب اللہ تعالیٰ نے دی جو باتفاق جمہور اہل اسلام توریت تھی۔ پس وہ کتاب جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنام توریت تصنیف کی گئی اصلی توریت نہیں ❶۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ (ای التوراۃ)، جلالین لَعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ کے یہی معنی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کھلی نشانی:......وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْیَمَ......الخ یہ پانچواں قصہ حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے ان کے تمام قصہ کو چھوڑ کر صرف اس جگہ یہی بات بتلائی گئی کہ ہم نے ان دونوں کو آیت یعنی اپنے ہاں کی ایک نشانی بنایا تھا۔ باتفاق جمہور مفسرین حضرت مریم اور عیسیٰ علیہ السلام کا اللہ کی نشانی ہونا اس لحاظ سے تھا کہ حضرت مریم کو بغیر مرد کے حمل رہا اور اس سے پیشتر عبادت خانہ میں ان کے پاس غیب سے بے موسم کے میوے آتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے اور معجزات دکھانے کی وجہ سے نشانی تھے چونکہ دونوں کا نشانی ہونا ایک عجیب وغریب بات تھی اس لیے دونوں کو بلفظ واحد آیۃ ذکر فرمایا آیتیں نہ کہا۔ اس آیت سے حضرت مسیح کا بغیر باپ کے پیدا ہونا بخوبی ثابت ہو گیا پھر جو تاویل یا انکار کرتے ہیں وحی کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلتے ہیں اس نشانی سے چاہیے تھا کہ بنی اسرائیل فائدہ اٹھاتے ایمان لاتے راہ راست پر آتے۔ اس کے برعکس ان کی جان کے دشمن ہو گئے اس لیے حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کو بحالت صغر سنی مریم کے چچا زاد بھائی یوسف نجار ہیرودیس حاکم کے خوف سے مصر کی طرف لے کر چلے گئے تھے ❷ اور سال ہا سال وہیں رہے یہاں دریائے نیل کا پانی جاری ہے اور یہ جگہ مرتفع ہے۔ لیکن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مقام ❸ رملہ بتایا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ﴿۵۱﴾
وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾ فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ
بَیْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَذَرْهُمْ فِیْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى
حِیْنٍ ﴿۵۴﴾ اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِیْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی
الْخَیْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۵۷﴾
وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا یُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾

❶......چنانچہ توریت سفر استثنا کے اکتیسویں باب کے چوبیس ورس میں لکھا ہے قولہ "اور ایسا ہوا کہ جب موسیٰ اس شریعت کی باتوں کو کتاب میں لکھ چکا اور وہ تمام ہوئیں تو موسیٰ نے لاویوں کو جو خداوند کے عہد کے صندوق اٹھاتے تھے فرمایا کہ اس شریعت کی کتاب کو لے کے خداوند اپنے خدا کے عہد صندوق کی ایک بغل میں رکھو"......الخ یہی وہ تورات تھی جو حضرت موسیٰ کو ملی تھی آخر کار یہ کتاب موسیٰ کے بعد سلیمان کے عہد تک کے زمانے میں بنی اسرائیل پر مصائب آنے کی وجہ سے تلف ہو گئی۔ چنانچہ جب سلیمان علیہ السلام نے یہ صندوق کھولا تو اس میں صرف پتھر کی دو لوح برآمد ہوئیں کتاب نہ ملی جیسا کہ کتاب اول سلاطین کے آٹھ باب ۹ ورس میں ہے۔

❷......انجیل متی کے دوسرے باب تیرہ ورس میں اس کی تصریح ہے ۱۲۔ ❸......رملہ مصر کے ملک میں ایک خاص جگہ ہے ۱۲ منہ ۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰٓئِكَ

يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾

ترجمہ:......(اور ہم نے کہہ دیا تھا) کہ اے رسولو! پاک چیزیں کھایا کرو اور اچھے کام کرتے رہو جو کچھ تم (نیک کام) کرتے ہو میں ان سے واقف ہوں ﴿۵۱﴾ اور البتہ یہ تمہارا گروہ ایک ❶ ہی (خدائی گروہ ہے اور میں ہی تم سب کا رب ہوں پس مجھ ہی سے ڈرا کرو ﴿۵۲﴾ پھر لوگوں نے اپنے اپنے دین کو جدا جدا کر لیا جو دین جس کے پاس ہے ہر ایک اس ہی سے خوش ہے ﴿۵۳﴾ (اے نبی) ایک وقت تک ان کو اپنے نشے میں پڑا رہنے دو ﴿۵۴﴾ کیا وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم ان کو مال اور اولاد میں ترقی دے رہے ہیں ﴿۵۵﴾ (کچھ) ہم ان کو فائدے پہنچانے میں جلدی کر رہے ہیں (ہرگز نہیں) بلکہ وہ سمجھتے نہیں ﴿۵۶﴾ بے شک وہ جو اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے ہیں ﴿۵۷﴾ اور وہ جو اپنے رب کی آیتوں پر یقین لاتے ہیں ﴿۵۸﴾ اور جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے ﴿۵۹﴾ اور وہ جو کچھ دیتے بن پڑتا ہے دیتے ہیں اور ان کے دلوں کو اس بات کا خوف لگا رہتا ہے کہ ان کو اپنے رب کے پاس جانا ہے ﴿۶۰﴾ (شاید قبول ہو یا نہ ہو) یہی وہ لوگ ہیں کہ جو نیک کاموں میں دوڑ پڑتے ہیں اور وہی آگے بھی رہتے ہیں ﴿۶۱﴾۔

ترکیب:......اِنَّ کو قراء کوفہ نے بکسر الہمزہ پڑھا ہے تب یہ جملہ مستانفہ ہے هٰذہ اس کا اسم امتکم خبر اور امة واحدة منصوب ہے حال لازمہ ہونے کی وجہ سے خبر اِنَّ سے دیگر قراء نے اَنَّ بالفتح پڑھا ہے یا تو لام مقدر مان کر جو اتقون سے متعلق ہوگا ای فاتقون لان هٰذہ اور موضع ان کا نصب ہے یا جر یا یہ معطوف ہے ماقبل پر۔ زبرا بضمتین جمع زبور ای کتبا مختلفة یعنی جعلوا دینهم ادیانا و زبر اقطعا استعیرت من زبر الفضة والحدید (کبیر) وتقرء بفتح الباء وهو جمع زبرة وهی القطعه او الفرقه والنصب علی الوجه الاول علی الحال من امرهم وعلی الوجه الثانی هو حال من الفاعل اَنَّ ما بمعنی الذی وخبر ان نسارع۔

تفسیر:......رسولوں کا ذکر فرما کر ان کے اس شبہ کے جواب میں کہ ان رسولوں میں ہم سے کیا فوقیت ہے جو ہم کھاتے پیتے ہیں یہ بھی وہی کھاتے پیتے ہیں (یعنی ملائکہ یا ان کے مانند کیوں نہیں)۔

کفار کے شبے کا علاج:......فرماتا ہے کہ ہم نے رسولوں سے یہ کہہ دیا تھا کہ طیب یعنی حلال اور پاک چیزیں کھاؤ تمہارے ہی لیے یہ نعمتیں ہم نے پیدا کی ہیں ہاں حرام اور گندی چیزیں نہ کھاؤ۔ بزرگی کا مدار پاک اور حلال چیزوں کے ترک کر دینے پر نہیں جیسا کہ بعض سمجھے ہوئے ہیں اور ان نعمتوں کے شکر میں وَاعْمَلُوْا صَالِحًا نیک کام کیا کرو میں تمہیں دیکھ رہا ہوں اور یہ بھی کہہ دیا گیا تھا کہ اے رسولو! تم سب کا ایک ہی طریقہ ہے توحید و عبادت اسی طرح تمہاری سب امتیں بھی باہم الگ الگ مذاہب کے لوگ نہیں اصول شریعت میں سب ایک ہیں اور تم سب کا رب بھی میں ایک ہوں پس مجھ سے ہی ڈر کر بری باتوں سے پرہیز کیا کرو لیکن انبیاء کے بعد ان کے پیروؤں نے باہم افراط و تفریط کر کے جدا جدا فرقے بنا لیے پھر ہر فریق اپنے تراشیدہ خیالات پر خوش ہے۔ یہود اپنے ہی آپ کو راہ راست پر جانتے ہیں نصاریٰ اپنے تئیں، مشرکین و مجوس اپنے مذہب کو موجب نجات خیال کر رہے ہیں۔

کفار کو ڈھیل دی گئی:......حضرت ﷺ کو فرماتا ہے فَذَرْهُمْ . . . الخ ان سے حجت و تکرار نہ کرو ان کو اپنی غفلتوں کے دریا میں ڈوبا رہنے دو ایک وقت تک۔ بعض علماء کہتے ہیں اس وقت سے مراد وہ وقت ہے کہ جب اسلام اپنی پوری شوکت دنیا میں ظاہر کرے گا پھر تہدید کے چابک سے ان کو بیدار و ہوشیار کر دیا جائیں گا۔ بعض کہتے ہیں موت یا عذاب الٰہی کے وقت تک کہ پھر ان کو آپ معلوم

❶ ......سب حضرات انبیاء علیہم السلام بلحاظ اصول دین اور خدا پرستی کے ایک ہی گروہ ہیں سب کا ایک ہی خدائے واحد ہے ۱۲ منہ۔

ہو جائے گا۔ وہ دنیا کی ثروت و دولت، کثرت اولاد و مال کو اپنے مذہب کے برحق ہونے کی دلیل جانتے تھے بلکہ اب بھی کہا کرتے ہیں ہم نے فلاں دیوی دیوتا کی نذر بھینٹ کی تو اس نے ہم کو مال و اولاد دیا۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ ... الخ کہ کیا وہ اس افزائش مال و اولاد کو ہماری مہربانی سمجھتے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ لَّا يَشْعُرُوْنَ ان کو شعور نہیں، چارپائے ہیں کیوں کہ دنیا فانی کی آسائش کچھ چیز نہیں حیوانات کو بھی نصیب ہے ہاں جن پر ہماری مہربانی ہے اور ان کے لیے ہم بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں وہ لوگ ہیں کہ جو اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ جو شرک نہیں کرتے اور وہ جو اللہ کی راہ میں دیتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ شاید قبول نہ ہو۔ یہی لوگ نیکی میں دوڑنے اور سبقت کرنے والے ہیں۔

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾
بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾
حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْــَٔرُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَا تَجْــَٔرُوا الْيَوْمَ
اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ
تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ
جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ
مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ
كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ
فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾ اَمْ تَسْــَٔلُهُمْ
خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۳﴾

ترجمہ:...... اور ہم کسی پر بوجھ بھی نہیں ڈالتے مگر اس قدر کہ وہ اٹھا سکے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو سچ سچ کہہ دے گی اور ان پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا ﴿۶۲﴾ بلکہ ان کے دل اس سے بے ہوشی میں پڑے ہوئے ہیں اور اس کے سوا ان کے اور بھی کام ہیں کہ جن کو وہ کیا کرتے ہیں ﴿۶۳﴾ یہاں تک کہ جب ان کے مالداروں کو ہم آفت میں مبتلا کریں گے تو وہ فوراً چلا اٹھیں گے ﴿۶۴﴾ (کہا جائے گا) آج نہ چلاؤ تمہاری ہمارے ہاں سے کچھ بھی مدد نہ ہوگی ﴿۶۵﴾ البتہ تم کو ہماری آیتیں سنائی جایا کرتی تھیں تو تم الٹے پاؤں بھاگا کرتے تھے ﴿۶۶﴾ غرور میں آکر اس کو (قصہ) کہانی سمجھ کر (چھوڑ کر) چلے جایا

کرتے تھے ﴿۶۷﴾ کیا انہوں نے ارشاد الٰہی (یعنی قرآن) میں غور نہیں کیا۔ کیا ان کے پاس کوئی ایسی (نئی) بات پہنچی تھی کہ جو ان کے اگلے باپ دادا کے پاس نہ پہنچی تھی ﴿۶۸﴾ کیا انہوں نے اپنے رسول کو نہ پہچانا تھا جو یہ اس کے منکر ہو گئے ﴿۶۹﴾ کیا وہ یہ کہتے تھے کہ اس کو جنون ہے (ان میں سے کوئی بات بھی نہ تھی) بلکہ رسول ان کے پاس سچی بات لایا تھا اور ان میں سے اکثر تو سچ سے نفرت ہی رکھتے تھے ﴿۷۰﴾ اور اگر حق ان کی خواہش کے تابع ہوتا تو آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کچھ خراب ہو چکتا بلکہ ہم نے تو ان کی نصیحت ان کو پہنچا دی تھی سو وہ اپنی نصیحت کی بات سے منہ موڑتے رہے ﴿۷۱﴾ (اے نبی) کیا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو؟ پھر اجرت تو تمہارے رب کی بہت بہتر ہے اور وہی سب سے اچھا روزی دینے والا ہے ﴿۷۲﴾ اور البتہ آپ تو ان کو سیدھے راستہ کی طرف بلا رہے ہیں ﴿۷۳﴾۔

شریعت کا کوئی حکم طاقت انسانی سے باہر نہیں:......اہل ایمان کے چند اوصاف حمیدہ ذکر کر کے فرمایا تھا کہ یہی لوگ نیکیوں میں سبقت کر رہے ہیں۔ اب مخالفوں کو رغبت دلاتا ہے کہ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ہم کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے یعنی احکام سخت پر مامور نہیں کرتے آسان اور سہل حکم دیا کرتے ہیں پھر اے کم بخت منکرو! تم کیوں ان نیکیوں میں پیچھے رہے جاتے ہو اور یہ خیال کرنا کہ ان نیکیوں میں سعی کرنا بے فائدہ ہے، ان کو آخرت میں کون یاد رکھے گا؟ غلط خیال ہے۔

ہر انسان کا اعمال نامہ اللہ کے پاس موجود ہے:......اس لیے کہ وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ہمارے پاس ایک کتاب ہے اس میں یہ سب کچھ لکھا جاتا ہے ہر فرد بشر کے اعمال کراما کاتبین لکھا کرتے ہیں یہ کتاب ہر ایک بات ٹھیک ٹھیک بیان کر دے گی اور کسی کا کوئی عمل رہ نہ جائے گا ان پر ظلم نہ ہوگا۔ اسی کتاب کا آگے ذکر آچکا ہے وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾ مگر اس سے دنیا کی کتابوں کی مانند کاغذوں پر لکھی ہوئی کتاب مراد نہیں بلکہ اور قسم کی کتاب یعنی یادداشت الٰہی، واللہ اعلم۔

یہ باتیں سن کر بھی کفار نیکی کی طرف رغبت نہیں کرتے۔ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا . . . الخ بلکہ ان کے دل اس بات سے غفلت میں ہیں اور اس پر بھی بس نہیں بلکہ وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ اس کے سوا ان کے اور اعمال بھی ہیں جن کو وہ عمل میں لا رہے ہیں پھر یہ ستم گار اپنے اعمال بد میں یہاں تک گرفتار ہیں حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ . . . الخ کہ جب ہم ان کے دولت مندوں کو جو دولت کے نشہ میں مغرور ہیں عذاب میں مبتلا کریں گے تو يَجْئَرُوْنَ دہائی دینے لگیں گے اس عذاب سے مراد موت کے وقت کا عذاب ہے یہ عذاب سب کفار کے لیے ہے مگر دولت مندوں کی تخصیص ان کے غرور تکبر کی وجہ ہوئی۔ ملائکہ اس وقت کہیں گے اب کیوں دہائی دیتے اور فریاد کرتے ہو آج تم کو مدد الٰہی نہ پہنچے گی قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ . . . الخ کیوں کہ تمہارے سامنے میری آیتیں پڑھی جایا کرتی تھیں تم تکبر کی راہ سے ان کو چھوڑ کر قصہ کہانیوں میں مشغول ہوتے تھے۔ تسمیر رات کو قصہ گوئی کرنا۔ عرب کی عادت تھی کہ رات کو لوگ مجتمع ہو کر قصہ خوانی کیا کرتے تھے۔ تَهْجُرُوْنَ ہجر بالکسر بمعنی جدائی۔ ہجر بالفتح ہذیان و بالضم فحش۔ کعبہ کے اردگرد بیٹھ کر قریش مکہ قصہ خوانی کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ اور قرآن کی ہجو حقارت بھی کیا کرتے تھے۔

قرآن میں غور و فکر کیا جائے:......اب فرماتا ہے کہ ان باتوں کا عمل میں لانا یا تو اس لیے تھا کہ قرآن مجید میں کوئی خوبی نہ تھی جو اس سے بھاگتے تھے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ کہ انہوں نے کیا قرآن اور نبی کے ارشاد میں غور نہ کیا تھا یعنی کرنا چاہیے تھا۔ وہ نبی کے آنے کو اور ان کے نصائح کو ایک اوپری بات جانتے تھے سو یہ بھی غلط کیوں کہ اَمْ جَآءَهُمْ کیا ان کے پاس رسول کوئی نئی بات لائے جو ان کے باپ دادا کے پاس پہلے انبیاء نہ لائے تھے؟ تیسری بات یہ کہ کیا وہ رسول سے واقف نہ تھے بلکہ خوب واقف تھے کہ قبل نبوت آپ ﷺ کو سچا دیانت دار خدا ترس جانتے تھے پھر بعد نبوت جھوٹ بولنے سے کیا غرض تھی؟ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ چوتھی

بات یہ کہ باوجود اس خدا پرستی اور راست بازی کے سیکڑوں تکلیفیں اٹھا کر دنیاوی فوائد پر لات مار کر قوم کو آنے والی مصیبتوں سے پرحذر کرنا توحید و راست بازی پھیلانا کسی دیوانہ آدمی کا کام نہیں، پھر کیا انہوں نے رسول کو دیوانہ سمجھا تھا اَمْ یَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ یہ کچھ نہیں تو یقین کر لینا چاہیے کہ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ رسول ان کے پاس دین حق لے کر آ چکا تھا لیکن وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ۝ ان میں سے اکثر کو حق سے کراہت ونفرت ہے۔ اپنی کج طبعی اور تیرہ باطنی سے چاہتے ہیں کہ ان کی خواہش کے موافق دنیا میں رسول احکام جاری کیا کریں وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ . . . الخ اگر ایسا ہو تو آسمان اور زمین اور ان کے رہنے والے خراب ہو جائیں۔ ریل کا انجن اگر کسی نادان کے سپرد کیا جائے تو گاڑیاں الٹ جائیں پس ہم ان کو ان کے سمجھنے اور درست ہونے کی چیز ان کو دیتے ہیں پر وہ اس سے اعراض کر رہے ہیں۔

نبی کی دعوت و تبلیغ بے لوث ہے:...... پھر ان کو یہ خیال کرنا چاہیے کہ اس وعظ و نصیحت سے رسول کچھ ان سے مزدوری مانگتا ہے؟ کچھ نہیں بلکہ وہ اجر آخرت کا طالب ہے اور اللہ بہتر اجر دینے والا ہے اور اے محمد ﷺ تم ان کو سیدھے راستہ کی طرف بلا رہے ہو۔ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ۝ اور آخرت پر یقین نہ لانے والے سیدھے رستے سے پھرے جا رہے ہیں افسوس۔

اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ میں مفسرین کے کئی قول ہیں۔ ایک یہ کہ آنحضرت ﷺ کی بددعا سے قریش مکہ پر سات برس کا ایسا سخت قحط پڑا کہ جس میں وہ چلا اٹھے کتے اور مردار تک کھانے کی نوبت آ گئی، دہائی دینے لگے جس کے جواب میں ان پر عتاب ہوتا ہے کہ اب دہائی دیتے ہو ہمارے رسول پر کیوں ایمان نہ لائے آخر کار ہون تک عتاب ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ آنے والے عذاب کی خبر ہے جو بوقت مرگ یا آخرت میں پیش آئے گا اور کفار اس وقت چلائیں گے دہائی دیں گے تب ان کے جواب میں یہ عتاب ہوگا۔ قوی ترجیح یہی ہے کہ آنے والی مصیبت کی خبر دی جاتی ہے وہ قحط شدید اور واقعہ بدر تھا جس میں قریش چیخ اٹھے تھے ان کے حال پر یہ جواب باعتاب ناطق تھا اور آیندہ مرنے کے بعد اور پھر قیامت میں بھی عذاب شدید پیش آئے گا جہاں ان کی فریاد اور دہاڑنے پر یہی جواب عتاب دیا جائے گا اس لیے فرماتا ہے اور جو ہم اس مصیبت سے کہ جس میں ان کو مبتلا کرتے ہیں نجات بھی دیں تو پھر اپنی سرکشی میں اڑ جائیں گے۔ عذاب دفع ہونے کے بعد سرکشی کرنا تو ان کے نزدیک معمولی بات ہے۔

وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ*۝ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۝ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ۝ حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ۝ؑ وَهُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ ع وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۝ وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ

* ...... النکوب والنکب العدول والمیل ومنه النکباء للریح بین ریحین لعدولها عن المهاب لَّلَجُّوْا اللجاج التمادی فی العناد ومنه اللجة بالفتح لترود الصوت ولجة البحر لتردد امواجه ولجته اللیل لترود ظلامه فبلسون من الابلاس وهو الیاس والتحیر۔ الاساطیر جمع اسطورة کالاحادیث جمع احدوثة ومعناها الاباطل وقیل جمع اسطار وهی جمع سطر ای اکاذیب الاولین التی سطر وها فی الکتب ۱۲ منه

وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْٓا ءَ اِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا

تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُ عِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ

هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾

ترجمہ:......اور بے شک وہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ راہ (راست) سے ہٹے ہوئے ہیں ﴿۷۴﴾ اور اگر ہم ان پر رحم کر کے ان کی تکلیف کو بھی دور کر دیں تو بھی وہ اپنی سرکشی سے گمراہی میں پڑے رہیں گے ﴿۷۵﴾ اور البتہ ہم نے ان کو عذاب میں مبتلا بھی کیا پھر بھی وہ اپنے رب کی طرف نہ جھکے اور نہ عاجزی کرنے والے تھے ﴿۷۶﴾ یہاں تک (غفلت میں رہے) کہ جب ہم نے ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا تو فوراً اس میں ناامید ہو گئے ﴿۷۷﴾ اور وہی تو ہے کہ جس نے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنا دیے (پھر بھی) تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو ﴿۷۸﴾ اور وہی تو ہے کہ جس نے تم کو زمین میں پھیلا دیا اور (قیامت میں) اسی کی طرف جمع کر کے لائے جاؤ گے ﴿۷۹﴾ اور وہی تو ہے کہ جو زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہی رات اور دن کا بدلنے والا ہے تو کیا تم نہیں سمجھتے ﴿۸۰﴾ بلکہ انہوں نے بھی ایسی ہی بات کہہ دی جیسی کہ پہلوں نے کہی تھی ﴿۸۱﴾ انہوں نے کہا تھا کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوں گے تو کیا پھر بھی زندہ کیے جائیں گے؟ ﴿۸۲﴾ اس کا تو ہم سے اور اس پہلے ہمارے باپ دادا سے بھی وعدہ ہوتا چلا آیا ہے یہ کچھ بھی نہیں مگر پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں ﴿۸۳﴾۔

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ . . . الخ ہم نے ان کو اول ایک عذاب میں گرفتار کیا تو اس وقت بھی مَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ اپنے رب کی طرف نہ جھکے۔ استکان استفعل من السکون ای انتقل من کون الی کون۔ ویجوز ان یکون انتعل من السکون (کبیر)۔ اور نہ جھکنے والے تھے۔ حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ یہاں تک کہ اس مصیبت کا دروازہ کھولا تو بھی نہ جھکے بلکہ رب کی رحمت سے ناامید ہو گئے۔ حالانکہ اللہ وہ منعم حقیقی ہے کہ جس نے تم کو کان اور آنکھیں اور دل عطا کیے پھر اس سے ناامیدی کرنا کیسی بری بات ہے۔ اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اس نے سننے کو کان، دیکھنے کو آنکھ، سمجھنے کو دل عطا کیے پھر خود دلائل الٰہی میں کیوں غور نہیں تا کہ ان کو خود معلوم ہو جائے کہ رسول جو کچھ فرماتا ہے سراسر ہمارے فائدے کے لیے اور برحق بات کہتا ہے۔ اس کے بعد اور بھی اپنی نعمتیں اور اپنی قدرت کی کامل نشانیاں ذکر فرماتا ہے کہ جن سے صاف معلوم ہو جائے کہ وہ مرنے کے بعد زندہ کرنے پر قادر ہے وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ یہ نعمت ہے وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ میں وعدہ ہے کہ جس نے تم کو زمین پر پھیلا دیا ہے وہی تم کو قیامت میں سمیٹ بھی لے گا اور وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ میں نعمت بھی ہے اور قدرت کاملہ کی دلیل بھی ہے۔ اسی طرح اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ بھی نعمت اور اس کی قدرت کی دلیل ہے۔

اس کے بعد فرماتا ہے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کہ تم پھر بھی نہیں سمجھتے بلکہ وہی بے ہودہ بات کہے چلے جاتے جو پہلے حمقاء کہہ چکے ہیں کہ مر کر اور ریزہ ریزہ ہو کر کیونکر بار دیگر زندہ ہوں گے۔ یہ صرف ایک جھوٹا وعدہ ہے جو ہم سے اور ہم سے پہلوں سے انبیاء کرتے آئے ہیں اور یہ صرف اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ

اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ۝۸۵ قُلۡ مَنۡ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبۡعِ وَرَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمِ۝۸۶
سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ‌ؕ قُلۡ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ۝۸۷ قُلۡ مَنۡۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَىۡءٍ
وَّهُوَ يُجِيۡرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيۡهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ۝۸۸ سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ‌ؕ قُلۡ فَاَنّٰى
تُسۡحَرُوۡنَ۝۸۹ بَلۡ اَتَيۡنٰهُمۡ بِالۡحَـقِّ وَاِنَّهُمۡ لَـكٰذِبُوۡنَ۝۹۰ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنۡ وَّلَدٍ وَّمَا
كَانَ مَعَهٗ مِنۡ اِلٰهٍ‌ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ‌ؕ
سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوۡنَۙ۝۹۱ عٰلِمِ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ۝۹۲ ع

ترجمہ:...... (اے نبی) ان سے (یہ تو) پوچھو کہ یہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے کس کا ہے اگر تم جانتے ہو۸۴ (تو بتاؤ) وہ جلد کہیں گے اللہ کا ہے کہہ دو کہ پھر تم کیوں نہیں سمجھتے۸۵ ان سے پوچھو کہ، کہ ساتوں آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا رب کون ہے۸۶ وہ جلد کہیں گے (کہ یہ سب) اللہ کا ہے کہہ دو پھر تم کیوں نہیں ڈرتے۸۷ پوچھو (تو سہی) کہ کس کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے اور وہ کون ہے جو سب پر قابو رکھتا ہے اور اس پر کوئی قابو نہیں رکھتا اگر تم جانتے ہو۸۸ (تو بتاؤ)۔ وہ جلد کہہ دیں گے (یہ سب کچھ) اللہ کا ہے ان سے کہہ دو پھر تم کیسے دیوانے ہو رہے ہو۸۹ بلکہ ہم نے تو ان کے پاس حق بات پہنچا دی اور یہ بے شک جھوٹے ہیں۹۰ اللہ نے کوئی بھی بیٹا نہیں بنایا اور نہ اس کے ساتھ کوئی معبود ہی ہے (مگر) یوں ہوتا تو اللہ اپنی بنائی ہوئی چیز کو الگ الگ لیے پھرتا (اس پر قابض ہو جاتا) اور ایک دوسرے پر غالب آتا جو باتیں یہ بناتے ہیں اللہ ان سب سے پاک ہے۹۱ وہ غائب اور حاضر سب کا جاننے والا ہے وہ ان کے شریک بنانے سے بری ہے۹۲۔

ترکیب:...... للّٰہ قراء جمہور میں لام سے ہے اور یہ لمن الارض کا جواب ہے اور اخیر دونوں سوالوں کے جواب میں اللّٰہ واقع ہے اور اللّٰہ بھی۔ بغیر لام میں لفظ کی رعایت ہے اور لام میں معنیٰ کی۔ لان المعنی فی قوله من رب السموات من السموات ملکوت میں ت مبالغہ کے لیے بمعنی ملک اذا جواب ہے شرط محذوف کا۔ تقدیرہ لو کان معہ الهة۔

تفسیر:...... مسئلہ حشر اور رسالت کو تمام کر کے پھر مسئلہ توحید شروع ہوتا ہے اور مشرکین کے مسلمات سے ہی ان پر الزام قائم کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا بیان:...... فقال قُلۡ لِّمَنِ الۡاَرۡضُ اے نبی ان سے پوچھو کہ زمین اور اس کے رہنے والے کس کے ہیں وہ یہی کہیں گے کہ اللہ کے اس لیے کہ وہ اللہ کے قائل تھے تب کہو کہ تم پھر کیوں نہیں سمجھتے کہ جس کے قبضۂ قدرت میں یہ سب ہیں اور وہ ان کا خالق ہے تو اور معبودوں کا کیا استحقاق عبادت ہے بلکہ وہ بھی مخلوق اور مملوک ہیں۔ پھر فرماتا ہے قُلۡ مَنۡ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ... الخ کہ ان سے یہ بھی پوچھو کہ ساتوں آسمان اور عرش عظیم کا کون مالک ہے۔ اس کے جواب میں بھی وہ یہی کہیں گے کہ اللہ۔ تب ان سے کہہ دو کہ پھر

ف: یعنی یہ سب باتیں جانتے ہیں پھر عقل پر پتھر پڑے ہیں کہ اس کے سوا اور کو پوجتے، حاجت روا جانتے، اس کو پکارتے ہیں ۱۲ منہ

* ...... هو یجیر...... الخ یقال اجرت فلانا اذا استغاث بک فحمیته واجرت علیه اذا حمیت عنه والمعنی یحمی ولا یحمی علیه ۱۲ ملکوت لمعنی الملک والتاء للمبالغة کمافی الرحموت والرهبوت ۱۲ منه

کیوں نہیں ڈرتے اس کے سوا اور کون ہے کہ جس کو اس کے ساتھ حاجت روا سمجھ کر پوجتے ہو تم کو ڈرنا چاہیے۔ ان جملوں میں اثبات حشر بھی ہے کیوں کہ وہ جوان سب کا مالک ہے وہ مر کر زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ مسائل قرآنیہ کا باہم ایسا ارتباط ہے کہ ایک مسئلہ کے دلائل سے دوسرا بھی ثابت ہو جاتا ہے یہ کافی اعجاز ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ آسمان و زمین سے بھی تعبیر کر کے یہ سوال کرو کہ ہر ایک چیز پر کس کا قبضہ ہے اور وہ کون ہے کہ جس کو چاہتا ہے پناہ دے سکتا ہے اور اس کے مجرم کو کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ اگر تم کو یہ بات معلوم ہے تو بتلاؤ (یقال اجرت فلان علی فلان اذا اغثته منه و منعته) اس کے جواب میں بھی وہ اللہ ہی کہیں گے۔ پھر کہو کہ تم پر کسی نے کیا سحر کر دیا، کیا افسوں پڑھ کر تم کو احمق بنا دیا ہے کہ اس بات کو جان کر بھی اللہ کے سوا اس کی مخلوق کو پوجتے ہو۔ جو دیدہ و دانستہ احمق بن جائے تو محاورہ میں کہا کرتے ہیں کہ کسی نے اس کو منتر پڑھ کر دیوانہ بنا دیا، نہ یہ مطلب کہ دراصل اس پر کسی نے سحر کر دیا ہے۔

عرب کے مشرک ہندوؤں کا سا عقیدہ رکھتے تھے جس طرح ہندو یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ ایشور (اللہ) جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی اس کے برخلاف نہیں کر سکتا مگر با ایں ہمہ سیکڑوں معبود بھی بنا رکھے ہیں کہیں دیوی پجتی ہے کوئی ہنومان کو مانتا ہے کوئی مہادیو کا لنگ پوجتا ہے کوئی بشن کی مورت پر جل چڑھاتا ہے۔ اور پھر ہر ملک میں ہر ایک قوم کا جدا ہی معبود ہے۔ آگ پانی حجر شجر آفتاب ستارے کوئی چیز بھی نہیں چھوڑی کہ جس کو نہ پوجتے ہوں۔ یہی حاجت روا جان کر ان کو پکارنا، ان کی نذر نیاز کرنا ان کی پرستش ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ان میں بھی ایشر کی مایا ہے یہ بھی بڑی قدرت رکھتے ہیں۔ یہی حال عرب کے مشرکوں کا تھا۔ افسوس ہندوستان کے جاہل مسلمانوں میں بھی ہنود کی صحبت کا اثر آ گیا یہ بھی اپنے بزرگوں کے ساتھ اس کے قریب قریب برتاؤ کرنے لگے یہ اس کو توسل کہتے ہیں اور غیر قومیں جو اپنے بزرگوں سے ایسے ہی معاملات کریں تو اس کو شرک قرار دیتے ہیں فعل ایک ہی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اولاد سے پاک ہے:...... پھر فرماتا ہے بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ . . . الخ کہ ہم نے ان کو حق دین دے دیا ہر بات سچی کھول دی۔ پر یہ جھوٹے منصوبے باندھتے ہیں۔ مشرکین عرب میں سے بعض فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بھی کہتے تھے۔ عرب میں عیسائی بھی حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے ان کے رد میں فرماتا ہے مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ . . . الخ کہ اللہ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور نہ اس کے ساتھ اور کوئی خدائی میں شریک ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر خالق اپنی مخلوق پر قبضہ کرتا اور ایک کا دوسرے کے خلاف ہو کر لامحالہ ایک دوسرے پر غالب ہوتا اور اس جھگڑے میں انتظام عالم بگڑ جاتا۔ اللہ پاک ہے ان کی ان باتوں سے وہ چھپی اور کھلی ہر بات جانتا ہے اور کسی کو یہ بات حاصل نہیں۔

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿٩٣﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٤﴾
وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿٩٥﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ
نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٩٧﴾

● ...... یعنی اگر دنیا میں ان کفار پر عذاب موعود آ جائے تو خدایا مجھے ان میں شامل نہ کر لینا۔ کیونکہ قہر کی آگ میں سوکھے گیلے ساتھ جلنے لگتے ہیں۔ ہر چند وہ ایسا نہیں کرتا مگر شان کبریائی سے ڈرنا مقتضائے عبودیت ہے اس لیے دعا کرتے رہنا چاہیے ۱۲ منہ

● ...... یعنی اگر آپ سے برائی کریں سخت کلامی یا کچھ اور کریں تو آپ بمقتضائے مکارم اخلاق اس کے جواب میں اچھی بات کہیے اور احسان کیجیے ناصح کا یہ فعل زیادہ مؤثر ہوتا ہے شیطان وعظ و پند کے مواقع میں وسوسے ڈال کر بھڑکا دیا کرتا ہے۔ اس سے پناہ مانگنا چاہیے ۱۲ منہ

وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ

ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّيْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ

وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ

بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

ترجمہ:......(اے نبی) یہ دعا کیا کرو کہ اے رب جس عذاب کا ان (منکروں) سے وعدہ کیا جارہا ہے ﴿۹۳﴾ شاید تو اس کو مجھے بھی دکھادے سوائے میرے رب مجھے ان ظالموں میں شامل نہ کرلینا ﴿۹۴﴾ اور البتہ جس عذاب کا ہم ان سے وعدہ کررہے ہیں ہم قادر ہیں ﴿۹۵﴾ (کہ وہ آپ کے روبرو آجائے)۔(اے نبی) آپ برائی کا نیکی سے جواب دیا کریں ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ کہ وہ (آپ کے حق میں) بکا کرتے ہیں ﴿۹۶﴾ اور کہا کرو کہ اے رب میں شیطانی خطرات سے تیری پناہ مانگتا ہوں ﴿۹۷﴾ اور اے میرے رب میں تیری اس سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ شیاطین میرے پاس آئیں ﴿۹۸﴾ بھی (اور مجھے بھڑکائیں) (وہ تو اسی حال میں رہیں گے) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آموجود ہوگی تو کہنے لگے گا کہ اے رب مجھے (دنیا میں) پھر بھیج دے ﴿۹۹﴾ کہ جو کچھ میں چھوڑ آیا ہوں اس میں کوئی نیک کام کروں ہرگز نہیں یہ تو ایک بات ہے جس کو وہ (صرف زبان سے) کہہ رہا ہے اور ان کے آگے تو قیامت تک ایک پردہ پڑا ہوا ہے ﴿۱۰۰﴾ (جس لیے وہ دنیا میں نہیں آسکتے) پھر جب صور پھونکا جائے گا تو اس روز نہ باہم قرابت کا پاس ہوگا اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا ﴿۱۰۱﴾۔

ترکیب:......مَا يُوْعَدُوْنَ جملہ مفعول ہے تُرِيَنِّيْ کا اما اصل میں ان ماتھا ما تاکید ان شرطیہ کے لیے آتا ہے فَلَا تَجْعَلْنِيْ اس کا جواب لفظ رَبِّ اہتمام شان کے لیے مقدم ہوا علی متعلق ہے لَقٰدِرُوْنَ سے بِالَّتِيْ میں ب الصاق کے لیے اور السَّيِّئَةَ مفعول ہے اِدْفَعْ کا اِرْجِعُوْنَ اصل میں رب ارجعنی تھا اور جمع کا لفظ فائدہ تکریر کے لیے یا گویا یوں کہا ارجعنی رجعنی۔ بعض کہتے ہیں رب کی تعظیم کے لیے صیغہ جمع کا لایا۔ اور بعض کہتے ہیں ملائکہ سے کہہ رہا ہے ارجعونی کہ تم مجھے دنیا میں پھر جانے دو۔ همزات جمع همزة وهو الدفع والتحريك الشديد والمراد وسواسه۔

تفسیر:......کفار کی سرکشی پر جو عذاب آنے کے وعدے ہوتے تھے تو سن کر ہنسا کرتے تھے اور بے ہودہ باتیں بکتے تھے اور سخت کلامی اور ایذا سے پیش آتے تھے اس لیے ان آیات میں اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو اپنے وعدہ کے وثوق پر یہ حکم ارشاد فرمایا ہے۔

مؤمنین کو ایک دعا کی ہدایت:......(۱) قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ... الخ کہ اے رب اگر تو دنیا میں مجھے ان کا وہ عذاب دکھادے کہ جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تو اس عذاب میں مجھے شامل نہ کرنا۔ کیوں کہ جب بدکاروں کی شرارت سے دنیا پر قہر الٰہی آتا ہے تو اس عام بلا میں نیک بھی کبھی آجاتے ہیں جیسا کہ قحط اور وبا یا دشمن کا غلبہ پھر فرماتا ہے وَاِنَّا عَلٰۤى اَنْ نُّرِيَكَ کہ منکر ہماری اس بات کو غلط نہ سمجھیں اے نبی! اس عذاب

● ......شراب دنیا کا انجام غفلت بیان فرماتا ہے کہ وہ مرنے تک اس میں پڑے رہتے ہیں۔ جب موت آتی ہے اور دوسرے جہان کا راز کھلتا ہے تو بار دگر دنیا میں آنے کی دعا کرتا ہے کہ اگر نیک کام کریں بھلا یہ کب ہوسکتا ہے یہ دعا اس کے منہ کی ان ہوئی بات ہے پڑا کہا کرے مرنے کے بعد اس دنیا میں آنے کے لیے قدرتی ایک بڑا پردہ پڑا ہوا ہے پھر اس پردہ کو اٹھا کے کوئی ادھر نہیں آسکتا۔ قیامت تک یہی حال رہتا ہے پھر قیامت میں جب سور پھونکا جائے گا تو نفسی نفسی ہوگی نہ رشتہ داری کا پاس ہوگا نہ کوئی کسی کو پوچھے گا۔ یہ عام حکم ہے حضرات انبیاء وصلحاء اس سے مستثنیٰ ہیں ۱۲ منہ

کو ہم تمہیں دکھا بھی سکتے ہیں۔ چنانچہ وہ عذاب آپ ﷺ کو دکھا دیا ایسا سخت قحط کئی سال کا پڑا کہ جس میں کتوں اور مردار کے کھانے کی نوبت آئی اور سب چلا اٹھے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آ کر گریہ وزاری دعا کے خواستگار ہوئے حضرت ﷺ کی دعا سے وہ بلا دفع ہوئی۔

حجت میں مغلوب ہو کر وہ لوگ حضرت ﷺ سے سخت کلامی کرنے لگتے تھے اور ایذائیں بھی طرح طرح سے دیتے تھے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ کو بالخصوص اور تبعاً حضرت ﷺ کے پیروؤں کو بھی جو ہدایت وارشاد کی گدی پر بیٹھے ہیں یہ حکم دیتا ہے۔

برائی کا جواب بھلائی سے دینے کی تلقین:......(۲) اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ کہ تم ان کی اس بدکلامی کے عوض بدکلامی نہ کرو، ان کی ایذا کے مقابلہ میں ایذا نہ دو بلکہ برائی کے مقابلہ میں بھلائی کرو، بدکلامی کے جواب میں نرم بات کہو ان کی تکلیفیں اٹھا کر دعا کرو۔ حدیث میں آیا ہے صل من قطعک اعط من منعک کہ جو تجھ سے توڑے تو اس سے بھی محبت کا رشتہ جوڑ اور جو تجھے نہ دے تو اس کو بھی دے۔ کفار کی سخت تکلیفیں اٹھا کر بھی آنحضرت ﷺ یہی دعا کرتے تھے کہ اللّٰھم اھد قومی انھم لا یعلمون کہ الٰہی میری قوم کو ہدایت دے کیوں کہ نادان ہیں۔ کہاں ہیں وہ معترض جو اسلام کی اس معاشرت پر خوں خواری سفا کی بے رحمی کا الزام لگاتے ہیں۔ اسلام نے وہ رحم دلی عفو حلم صلہ رحمی کی تعلیم کی ہے کہ ایسی کسی مذہب میں نہیں ملتی۔ جمہور محققین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت آیت سیف سے منسوخ نہیں بلکہ محکم ہے۔ وہ اور محل پر ہے یہ اور محل پر۔

شیطان سے استعاذہ:......پھر فرماتا ہے وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ کہ شیطان وسوسہ دلایا کرتا ہے مبادا وسوسہ شیطانی سے انسان ان بدکرداروں کے ساتھ تو تو میں کرنے پر امادہ ہو جائے اس لیے چاہیے کہ اللہ سے پناہ مانگے کہ نہ اس کے وسواس دل میں آئیں نہ شیاطین پاس آئیں۔ جس طرح کسی پر جن بھوت چڑھ کر اس کی بولی بولنے لگتا ہے اسی طرح شیطان جو بدی کا بھوت اور جن ہے آدمی پر بھی مسلط ہو کر برے خیالات دل میں ڈال دیتا ہے لہٰذا پناہ مانگنا ضروری بات ہے۔

نزع کے وقت کفار کا پچھتاوا:......پھر فرماتا ہے کہ تم شیاطین کے پاس آنے سے پناہ مانگا کرو کیوں کہ شیاطین کفار کے پاس موت تک موجود رہتے ہیں پھر جب موت آتی ہے اور اس عالم کا پردہ ان سے اٹھ جاتا ہے اور ملائکہ عذاب اور برے اعمال کی سزائیں دکھائی دیتی ہیں تو کہنے لگتے ہیں رَبِّ ارْجِعُوْنِ اے رب مجھے پھر دنیا میں بھیج کہ جا کے اچھے کام کروں۔ اس وقت اس خواب غفلت سے بیدار اور مئے لذات وشہوات سے ہوشیار ہوگا اور حسرتوں کا ارگرد ہجوم ہوگا بار بار یہ التجا کرے گا وہاں سے جواب ہوگا کَلَّا ہرگز نہیں یہ ایک بے فائدہ بات ہے جس کو وہ عبث منہ سے نکال رہا ہے ان کے درمیان موت کا حجاب یا پردہ پڑا ہے قیامت تک دنیا میں واپس نہ آئیں گے۔

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِیْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾

اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

ترجمہ:......پھر جن کا پلہ ① بھاری ہوا تو وہی فلاح پائیں گے ﴿۱۰۲﴾ اور جن کا پلہ ہلکا ہوگا تو یہی وہ لوگ ہوں گے کہ جنہوں نے خود اپنی آپ کو برباد کیا تھا وہ سدا جہنم میں رہیں گے ﴿۱۰۳﴾ ان کے منہ کو آگ کی لپٹیں جھلستی ہوں گی اور وہاں ان کے منہ بگڑے ہوں گے ﴿۱۰۴﴾ (کہا جائے گا) کیا تم کو ہماری آیتیں نہیں سنائی جایا کرتی تھیں پھر تم تو ان کو جھٹلایا کرتے تھے ﴿۱۰۵﴾ وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر ہماری شامت سوار تھی اور ہم گمراہی میں پڑے رہے ﴿۱۰۶﴾ اے ہمارے رب ہم کو اس میں سے نکال دے اگر پھر کریں تو ہم قصوروار ہیں ﴿۱۰۷﴾ فرمائے دور رہو اس میں پڑے رہو اور ہم سے بات بھی نہ کرو ﴿۱۰۸﴾ کیونکہ ہمارے بندوں میں سے ایک فریق ایسا بھی تھا جو دعا کیا کرتا تھا کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو بہت بڑا رحم کرنے والا ہے ﴿۱۰۹﴾ پس تم نے ان سے مسخرہ پن کیا یہاں تک کہ ان کے مشغلہ نے تم کو میری یاد بھی بھلا دی اور تم ان سے ہنسی ہی کرتے رہے ﴿۱۱۰﴾ آج ہم نے ان کے صبر کا بدلہ انہیں دیا کہ وہ ہی مراد کو پہنچ گئے ﴿۱۱۱﴾۔

یہاں سے تناسخ کا صریح ابطال ہوگیا اور یہی مسلک تمام انبیاء کا ہے۔ پھر قیامت کی کیفیت ظاہر فرماتا ہے۔

قیامت کی کیفیت:......فاذا نفخ فی الصور کہ جس روز صور پھونکے گا تو اس روز نہ انسان کا نسب کام آئے گا جیسا کہ دنیا میں رشتہ کا لحاظ ہوتا ہے کہ یہ فلاں شخص ہے فلاں کی اولاد ہے فلاں قوم اور قبیلے کا ہے اونچی ذات کا شریف خاندانی ہے یا کم قوم پاجی ہے اور نہ کوئی ان باتوں سے پوچھا جائے گا۔ وہاں تو انسان کے اعمال اور ایمان سے کام پڑے گا فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ . . . الخ پھر جس کی نیکیوں کا پلہ بدی کے پلہ سے بھاری ہوگا وہ مراد پائے گا اور جس کا پلہ ہلکا ہوگا جہنم میں جائے گا۔

جہنم کی کیفیت:......پھر آگے جہنم کی کیفیت بیان فرماتا ہے۔ (موازین) میں چند اقوال ہیں (۱) یہ کہ عدل وانصاف سے استعارہ ہے (۲) اس سے مراد اعمال حسنہ ہیں۔ پھر جس کے اعمال کی قدر و منزلت ہوئی یعنی پسند الٰہی ہوئے وہ کامیاب ہے ورنہ خرابی میں پڑے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں موازین جمع موزون اور یہ اعمال صالحہ کے موزونات ہیں جیسا کہ آیا ہے فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ای قدرا۔ (۳) یہ کہ درحقیقت اعمال کے تولنے کے لیے ترازو قائم ہوگی کہ جس کے دو پلے ہوں گے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے مگر اس سے بھی مراد دنیا کی ترازو نہیں جس پر اعراض کا تولنا محال خیال کیا جائے (بلکہ اعمال تولنے کے مناسب جس کی حقیقت وہی خوب جانتا ہے) ان کے مونہوں کو آتش جہنم جھلس دے گی جلا دے گی اور وہاں ان کے منہ بگڑے ہوں گے۔ کلوح کے معنی دونوں ہونٹوں کا پھول کر دانتوں سے جدا ہو جانا ایک نیچے لٹک پڑے دوسرا اوپر چڑھ جائے پھر ان کے رونے چلانے پر فرشتے کہیں گے اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ کہ دنیا میں کیا تم کو اللہ کی آیتیں نہ سنائی جایا کرتی تھیں؟ کہ جن کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے ہماری بدبختی تھی اور ہم گمراہ تھے اب ہم کو اس آگ سے نکال دو اور دنیا میں بھیج دو پھر اگر ایسا کریں تو ہم ظالم ہیں۔ وہاں سے جواب ملے گا یہیں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور بات نہ کرو خسا کتے کو دھت دھت کرنے کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ کتے کی طرح بھونکتے رہو۔ یہ ذلت کا کلمہ ہے کیوں کہ دنیا میں میرے بندوں

---

① ......نیک اعمال کا پلہ بھاری ہونے سے مراد یہ ہے کہ جس کے نیک اعمال بدعملوں سے زیادہ ہوئے تو ان کو نجات ہے ورنہ جہنم ۱۲ منہ۔

میں سے ایک فریق یعنی ایمان والے دعا کیا کرتے تھے رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ تم ان سے ہنسی تمسخر کیا کرتے تھے آج اس کا بدلہ تم کو دیا گیا تم یہاں روؤ دانت پیسو، وہ ایمان والے کامیاب ہیں جنت میں ہیں تم پر ہنستے ہیں۔

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِى الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ ع

ترجمہ: ...... (جہنم میں ان سے فرشتہ) پوچھے گا کہ تم زمین پر گنتی کے کتنے برس رہے؟ ﴿۱۱۲﴾ وہ کہیں گے ایک دن یا اس سے بھی کم پس آپ گنتی کرنے والوں (فرشتوں سے) پوچھ دیکھیے ﴿۱۱۳﴾ فرشتہ کہے گا دنیا میں دراصل بہت کم رہے ہو کاش یہ بات تم نے دنیا میں جانی ہوتی ﴿۱۱۴﴾ پھر کیا تم نے یہ سمجھ لیا کہ ہم نے تم کو نکما پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم کو ہمارے پاس پھر کر نہیں آنا ہے ﴿۱۱۵﴾ پس اللہ جو بادشاہ برحق ہے (بے کار پیدا کرنے سے بری ہے) اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عزت کے تخت کا مالک ہے ﴿۱۱۶﴾ اور جس نے اللہ کے سوا اور معبود کو پکارا کہ جس کے لیے اس پر کوئی بھی سند نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے بے شک کافروں کو فلاح نہ ہوگی ﴿۱۱۷﴾ اور (اے نبی) دعا کرو کہ اے ہمارے رب معاف کر اور رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے ﴿۱۱۸﴾۔

ترکیب: ...... قٰلَ یقرء علی لفظ الماضی عند اھل الکوفۃ بلفظ الامر عند اھل الحرمین و البصرۃ و الشام۔ کم ظرف ہے لَبِثْتُمْ کا ای کم سنۃً لبثتم فی الدنیا و فی قبور کم۔ عدد بدل ہے کم سے اور سنین اس سے عدد سنین تمیز بھی ہو سکتا ہے۔ عَادِّيْنَ بالتشدید من العدد شمار کرنے والے۔ و بالتخفیف علیٰ معنی العادین ای المتقدمین کقولک ھٰذہ بئر عادیۃ ای سل من تقدمنا لو کا جواب محذوف ہے ای لما اجبتم بھٰذہ المدۃ۔ عبثا مصدر فی موضع الحال او مفعول لاجلہ و انکم معطوف ہے انما پر انہ بالکسر علی الاستیناف۔

تفسیر: ...... منکرین قیامت سے بطور توبیخ کے وہاں یہ بھی سوال ہوگا۔

منکرین قیامت سے سوال: ...... كَمْ لَبِثْتُمْ فِى الْاَرْضِ ... الخ کہ جو تم کہتے تھے مر کر جینا نہیں اور زندگی ہے تو دنیا ہی کی زندگی ہے اور وہاں کی زندگی اور اس کی لذات مال و جاہ پر تم مٹے ہوئے تھے۔ اور اب اپنے گمان کے برخلاف مر کر زندہ ہونا اور ابدی عذاب میں مبتلا ہونا بھی دیکھ لیا، اب بتلاؤ کہ تم دنیا میں کس قدر ٹھیرے تھے۔ وہاں کے عذاب ابدی کے مقابلہ میں اور نیز اس وجہ سے بھی کہ گزری ہوئی عمر بوقت مصیبت بہت ہی کم معلوم ہوا کرتی ہے یوں کہیں گے۔

دنیا کی زندگی کی حقیقت:...... یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ایک روز یا اس سے بھی کم دنیا میں رہے تھے فَسْئَلِ الْعَآدِّیْنَ جا ہے آپ گنتی کرنے والوں فرشتوں سے دریافت کر لیجیے فرشتہ کہے گا ایک دن یا نصف دن کہنا تو غلط ہے مگر یہ صحیح ہے کہ تم دنیا میں بہت کم رہے لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ بشرطیکہ تم بھی اس کو جانو کہ دار آخرت اور حیات جاودانی کے مقابلہ میں یہاں کی زندگی خواہ سو برس کی کیوں نہ ہو بہت ہی کم ہے۔

فَسْئَلِ الْعَآدِّیْنَ کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ قدیمی لوگوں سے پوچھ دیکھو۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ جو پہلے زمانوں میں بڑی عمروں کے لوگ گزرے ہیں وہ بھی حیات دنیا کو اسی قدر قلیل سمجھتے ہیں۔ یہ حیات دنیا کی حقیقت ہے کہ جس کے لیے انسان ایسی تدبیریں کرتا پھرتا ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ كَمْ لَبِثْتُمْ میں سوال مرنے کے بعد قبر میں رہنے کی مدت سے ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں اس کو بھی بہت ہی قلیل تصور کریں گے، یہ بھی ممکن ہے۔

دوسری زندگی کے بغیر حیات دنیا بے مقصد ہے:...... اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا . . . الخ یہاں سے ایک تہدید آمیز کلام شروع فرماتا ہے اور اس میں قیامت قائم ہونے پر دلائل بھی ذکر فرماتا ہے کہ اگر قیامت قائم نہ ہو تو نیک و بد کو کامل سزا و جزا نہ ملے پھر نہ نیکی مطلوب ہو اور نہ بدی سے نفرت ہو جس سے لازم آئے کہ انسان عبث پیدا کیا گیا ہے اس پر کوئی مطالبۂ الٰہی نہیں، اس لیے فرماتا ہے کہ کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تم کو بے کار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم پھر ہمارے پاس نہ آؤ گے فَتَعٰلَى اللّٰهُ اس بات سے پاک ہے کہ وہ عبث پیدا کرے مگر اس سے بھی نہ سمجھ لو کہ وہ ہمارا حاجت مند ہے کیونکہ الْمَلِكُ الْحَقُّ وہ بادشاہ بے نیاز ہے اس کی بادشاہی ثابت اور قائم ہے کبھی زائل نہ ہوگی لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وہ اکیلا ہے اور وہ بادشاہ عرش یعنی تخت کریم ذی عزت کا مالک ہے۔ عرش سے مراد بعض کے نزدیک ساتوں آسمان ہیں بعض کے نزدیک حقیقت عرش۔ لَآ اِلٰهَ کے بعد یہ فرماتا ہے کہ وَمَنْ يَّدْعُ جس نے اور معبود کو پکارا بغیر دلیل (اور دلیل تو ہے نہیں) تو اس کا حساب خاص ہم لیں گے۔ ابدی عذاب کی سزا دیں گے۔ کافروں کو فلاح نہ ہوگی۔

سورت کی ابتدا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ① سے اور خاتمہ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ⑪ سے کرنا عجب لطف کلام میں پیدا کرتا ہے۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو دعا و ثناء کی تعلیم کر کے کلام کو کس خوبی سے تمام کرتا ہے وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ⑱

اٰیَاتُھَا ۶۴ (۲۴) سُوْرَۃُ النُّوْرِ مَدَنِیَّۃٌ (۱۰۲) رُکُوْعَاتُھَا ۹

مدنیہ ہے اس میں چونسٹھ آیات اور نو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝۱
اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا
رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا
طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ
لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۳

ترجمہ:......(یہ) سورت ہے کہ جس کو ہم نے ہی نازل کیا اور (اس کے احکام) ہم نے ہی فرض کیے ہیں اور ہم نے ہی اس میں کھلی کھلی آیتیں نازل کی ہیں تا کہ تم سمجھو ۱ عورت زنا کرے اور مرد زنا کرے تو ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو اور تم کو اللہ کے حکم میں ان پر کچھ بھی ترس نہ کرنا چاہیے اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہو اور چاہیے کہ ان کے عذاب کو مسلمانوں کی ایک جماعت دیکھے ۲ (اکثر) زنا کرنے والا تو بجز بدکار عورت یا مشرک عورت کے نکاح نہیں کرتا اور بدکار عورت سے (اکثر) زانی یا مشرک ہی نکاح کیا کرتے ہیں اور مؤمنوں پر تو یہ (زنا) حرام کر دیا گیا ہے ۳۔

ترکیب:......سورۃ مبتدأ محذوف کی خبر ای ھذہ انزلنھا سورۃ کی صفت فَاجْلِدُوْا اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ کی خبر مائة منصوب ہے مفعول مطلق کی صفت ہو کر و کذا ثمانین۔

سورت کا خلاصہ اور ماقبل سورت سے ربط

تفسیر:......ابن مردویہ نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ و ابن زبیر رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی ہے اور اسی پر جمہور کا اتفاق ہے۔ سورۂ مؤمنون کے خاتمہ میں اس دعا کرنے کا حکم دیا تھا کہ اے رب ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر کیوں کہ تو بڑا رحم والا ہے۔ رحمت الٰہی اس کی مخلوق بالخصوص انسان پر ہمہ وقت سایہ افگن ہے مگر اس رحمت سے محروم کرنے والی یا یوں کہو اس نور کا حجاب دو ہی چیزیں ہیں اول خالق سے سرکشی اس سے غفلت، دوسرے معبودوں کی طرف التفات۔ اس کا تدارک تو سورۂ مؤمنون میں بخوبی کر دیا، فلاح کے کام ارشاد فرما دیے۔

دوئم حقوق العباد میں ظلم اور کسی کو ناحق ایذا دینا منجملہ ان کے زنا ہے اور اسی طرح کسی پارسا پر زنا کی تہمت لگانا بھی بمنزلہ زنا ہے۔آبروریزی اور فتنہ وفسادات تمدن اور معاشرت کے اصول کے خلاف اور بڑا ہی ظلم اور مردم آزاری ہے اس لیے اس سورت میں اس کا تدارک کرنا بھی ضروری تھا ورنہ نصاب تعلیم میں قصور متصور ہوتا اس لیے اس سورت میں زنا اور تہمت اور زنا کے اسباب عورتوں کی بے حجابی عورتوں کا اپنے محاسن کو دکھانا اور کسی کے گھر میں بے اجازت چلا جانا یا اپنے ہی گھر میں بے دھڑک تنگے کھلوں میں چلا آنا سب کو کس عمدہ پیرایہ سے حرام وممنوع فرمایا ہے۔اور انسانی تہذیب ومعاشرت کا دستور العمل بنادیا گیا ہے۔اس لیے سب سے اول اس سورت کے فضائل اور اس کے احکام کا وجوب اجمالاً ارشاد فرمایا ہے۔

سورت کے احکام وفضائل:......فقال سُوْرَۃٌ اَنْزَلْنٰهَا کہ یہ سورت ہم نے نازل کی ہے پیغمبر علیہ السلام نے اپنی طرف سے نہیں گھڑی ہے ہم نے فَرَضْنٰهَا اس کے احکام فرض واجب کیے ہیں نہ کسی غیر نے وَاَنْزَلْنَا فِیْهَآ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ اور ہم نے ہی اس سورت میں آیات بینات نازل کیے ہیں یعنی احکام مفیدہ جن کے مفید ہونے میں کسی کو بھی کلام نہیں اس لیے وہ آیات اللہ یعنی اس کی نشانیاں ہیں۔بشر اور وہ بھی ان پڑھ اور اس ملک کا جس میں تہذیب شائستگی مفقود پھر نہ اس کی معین کوئی قانونی جماعت ایسے احکام بیان کرے نبوت کی دلیل ہے اور دلیل بھی کیسی روشن اور آیات بینات کیوں نازل کیے لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ تا کہ تم سمجھو عقل پکڑو اس تمہید کے بعد احکام شروع ہوتے ہیں۔

(۱) اَلزَّانِیَۃُ . . . الخ کہ مرد یا عورت جو کوئی زنا کرے اس کو سو دُرّے مارلوگوں کے سامنے تاکہ لوگوں کو عبرت ونصیحت ہو اور اس حکم کی تعمیل میں کسی پر رحم نہ کھاؤ شریف ووضیع اپنے وبیگانے کا کچھ لحاظ نہ کرو اگر تم کو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔یہ سخت تاکید وتہدید ہے یعنی اگر ایسا نہ کرو گے تو تمہارے ایمان میں کلام ہے پھر اس کام کرنے والوں کی توہین کی جاتی ہے کہ اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ کہ یہ بدنصیب اور ناپاک گروہ پاک مردوں اور عورتوں سے نکاح کرنے کے قابل ہی نہیں اکثر اپنی ہی جنس کو ڈھونڈھ لیا کرتے ہیں انہیں سے ان کو رغبت ہوا کرتی ہے لیکن ایمانداروں پر یہ حرام ہے۔

زنا کی تعریف:......زنا کی تعریف بعض علماء نے یہ کی ہے کہ پیشاب گاہ کو اس مقام مخصوص میں داخل کرنا (فرج میں) جو طبعاً مرغوب اور قطعاً حرام ہو۔غالباً یہ تعریف عرف عام کے دستوروں کو اور شرعی قیود کو ملحوظ رکھ کر کی ہے۔پیشاب گاہ داخل کرنے کی قید سے یہ بات پیدا ہوئی کہ اگر کوئی کسی کی فرج میں انگلی یا لکڑی داخل کرے گا اس پر زنا کا اطلاق نہ ہوگا نہ اس کے احکام جاری ہوں گے یہ اور بات ہے کہ یہ فعل بھی حرام وممنوع ہے اور اس کے لیے تعزیر ہے اسی طرح ایسے مقام مخصوص میں داخل کرنے کی قید سے جو طبعاً مرغوب ہو بعض کے نزدیک دبر یعنی پائخانہ کی جگہ میں داخل کرنے سے خواہ مرد کے خواہ عورت کے زنا کا اطلاق نہ ہوگا نہ اس پر احکام زنا جاری ہوں گے۔البتہ یہ فعل بھی حرام ہے اور اس کی تعزیر ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کیوں کہ یہ مقام طبعاً مرغوب نہیں۔طبائع سلیمہ کا ذکر ہے نہ کہ خبیثہ کا۔مگر امام شافعیؒ اس کو بھی زنا کہتے ہیں کیوں کہ لذت اور قضاء شہوت دونوں جگہ برابر ہے اور اسی طرح چار پایوں سے کرنے کو بھی زنا نہ کہیں گے گو اس حرام فعل پر اس کو سزا دی جائے گی اور اسی طرح حرام قطعی کی قید سے یہ بات پیدا ہوئی کہ جو فرج اس کے لیے حلال ہے جیسا کہ اس کی بیوی اور شرعی لونڈی اس کے ساتھ کرنے سے زنا کا اطلاق نہ ہوگا گو حالات حیض ونفاس ہی کیوں نہ ہوں یہ اور بات ہے کہ حالات حیض ونفاس میں بیوی کے ساتھ بھی یہ فعل کرنا شرعاً حرام ہے اور اسی طرح جہاں حرام قطعی نہیں بلکہ شبہ اور اختلاف کی صورت ہو جیسے کہ وطی بالشبہ یا نکاح فاسد وغیرہ۔اسی طرح عورت کا عورت سے رگڑنا یا ہاتھ سے مرد کا منی نکالنا بھی زنا نہیں گو شرعاً ممنوع اور بدکام ہے۔یہ بہت سے مسائل ہیں کہ جن کی تفصیل اور ادلہ بڑی کتابوں میں ہیں زنا کی برائی تمام عقلاء کے نزدیک ادلہ عقلیہ سے

ثابت ہے۔ اور اہل ادیان بھی اس کو برا جانتے ہیں ہماری شریعت میں بھی کثرت سے اس کی برائیاں آئی ہیں۔ ایک جگہ قرآن شریف میں آیا ہے وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی کہ زنا کے پاس بھی نہ جاؤ۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے بری نگاہ سے دیکھنا بھی زنا ہے یعنی ویسا ہی گناہ ہے۔ اسی طرح ہاتھ سے چھونا اور شہوت انگیز باتیں کرنا بلکہ دل میں اس کا قصد مصمم کرنا بھی گناہ ہے۔

زنا کے دنیاوی و اُخروی نقصانات:...... اس فعل بد کی شامت سے دنیا میں بھی انسان پر سیکڑوں بلائیں نازل ہوتی ہیں دشمن کا غلبہ، رزق کی تنگی، عزت و ہیبت کی بربادی، عمر میں بے برکتی، ملک و دولت کی بربادی، وبا اور سیکڑوں بیماریوں کا آنا، اور روح پر بھی ایک ایسی تاریکی پیدا ہوتی ہے جو مرنے کے بعد اندھیری اور عذاب آتش بن کر سامنے آئے گی۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں بھی یہ شخص مقہور ہو جاتا ہے روحانی لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں دعا میں بھی اثر نہیں رہتا وغیرہ ذٰلک، توبہ توبہ۔

شرائع سابقہ اور اسلام میں زنا کی سزا:...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں زنا کی سزا جان سے مار ڈالنا تھا جیسا کہ توریت کتاب احبار کے بیسویں باب کا دسواں جملہ ہے، قولہ "وہ جو دوسرے کی جورو کے ساتھ یا اپنے پڑوسی کی جورو کے ساتھ زنا کرے وہ دونوں قتل کیے جائیں۔" اور ۱۹ باب کے ۲۰ ورس میں غیر کی لونڈی اور غیر کی منگیتر کے ساتھ زنا کرنے کی سزا میں صرف کوڑے مارنے کا حکم ہے۔ اور جب لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک زنا کار عورت کو مارنے کے لیے لائے تو آپ نے حد نہ ماری نہ حد مارنے کا حکم دیا جیسا کہ انجیل میں موجود ہے اس لیے عیسوی شریعت میں زنا پر کوئی حد قائم نہیں اور شاید اسی خیال سے انگریزی قانون میں زنا صرف شوہر دار عورت کے ساتھ مباشرت کرنے کا نام ٹھیرایا گیا جس پر کچھ خفیف سی سزا رکھی ہے اور نئی تعلیم کے لوگ خواہش نفسانی کے لحاظ سے اس کو پسند کرتے ہیں۔

مگر قرآن مجید نے اس افراط و تفریط کو دور کر کے یہ مناسب حکم دیا اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ ... الخ کہ زنا کار کو سو کوڑے مارو ❶ اور اس حکم میں فرد گزاشت نہ کرو اور یہ سزا جماعت کے سامنے دو۔

اوائل اسلام میں زنا کی سزا:...... اول اسلام میں زنا کی سزا بیاہی کے لیے گھر میں قید کر کے رکھنا تھا موت تک اور کنواری کے لیے زبان سے لعنت و ملامت کرنا جیسا کہ آیا ہے: وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَۃَ مِنْ نِّسَآئِکُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَۃً مِّنْکُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِکُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ⑮ وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْکُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا اور اسی طرح لونڈی غلام جو اس امر قبیح کے مرتکب ہوتے تھے تو ان کو جوتے تھپڑ مار کر چھوڑ دیتے تھے۔ پھر یہ حکم بدل گیا بیاہی کی سزا رجم یعنی سنگسار کرنا اور کنواری کی سزا سو کوڑے یا درے مقرر ہوئے۔ امام شافعیؒ اس کے ساتھ برس تک جلاوطنی کا بھی حکم حدیث سے استدلال کر کے دیتے ہیں بخلاف امام ابوحنیفہؒ کہ حدیث کو منسوخ العمل قرار دے کر یہ بات امام کی رائے کے سپرد کرتے ہیں کہ چاہے تو تعزیراً ایسا کرے۔

اگرچہ اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ کا لفظ عام ہے لہٰذا خوارج اسی عموم کو ملحوظ رکھ کر محصن کے لیے بھی سو درے کی سزا قرار دیتے ہیں رجم نہیں کہتے۔ مگر اس میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ لونڈی کی سزاء زنا پچاس درے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَۃٍ فَعَلَیْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَی الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ اور غلام کا بھی یہی حکم اس پر قیاس کر کے قائم ہوا پس اس عموم کی تخصیص اور عموم مخصوص البعض کی تخصیص خبر احاد سے درست ہے چہ جائے کہ مخصص خبر متواتر ہو پس جمہور اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ جو مرد یا عورت محصن ہو (یعنی جس عاقل بالغ مسلم

❶ ...... عورت کو مقدم اس لیے کیا کہ بیشتر اس فعل بد کی ابتداء اسی کی لگاوٹ سے پیدا ہوتی ہے۔ یا اس لیے کہ زنا کا عار اس کے لیے زیادہ ہے ۱۲۔

نے صحیح کر کے ایک بار بھی مباشرت کا حصہ حاصل کر لیا ہو جس کو عرف عام میں بیاہا ہوا کہتے ہیں) اس کو سنگسار کرنا چاہیے یہ سزا ❶ بسند صحیح آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے اور اس پر اجماع صحابہ منعقد ہو چکا ہے اس لیے حکم کے مؤکد کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ . . . الخ کہ تم کو یہاں ترس نہ کھانا چاہیے اگر تم کو اللہ اور قیامت پر ایمان ہے۔

زنا کی سزا لوگوں کے سامنے ہو:...... (۲) یہ سزا مسلمانوں کی ایک جماعت کے سامنے ہونی چاہیے تا کہ لوگوں کو عبرت ہو اور یہ خراب بات جہان سے کم ہو۔ ❷

اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِکَةً ۫ وَّالزَّانِیَةُ لَا یَنْکِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ مکرر جملہ نہیں ہے اس لیے کہ زانیہ کو بسا اوقات نیک مرد سے نکاح کی رغبت ہوتی ہے یہ تیسری سزا زنا کی ہے۔ اگر ان الفاظ کو خبر تسلیم کیا جائے کما ہو الظاہر تو یہ ایک عام اور غالب دستور کا ذکر ہے کہ بدکار کو بدکار یا مشرکہ عورت سے رغبت ہوا کرتی ہے اور اسی طرح ایسی عورتوں کو ایسے مردوں سے رغبت ہوتی ہے اور وہی باہم نکاح یا وطی کرتے ہیں اور ایمانداروں کے لیے یہ رغبت بحیثیت مذکورہ حرام ہے۔ یہ معنی سعید بن جبیر و ابن عباس و عکرمہ کے نزدیک ہیں۔

یا بالخصوص ان کے حق میں ہے کہ جن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ چنانچہ نسائی و احمد نے روایت کی ہے کہ ایک عورت جس کا نام ام مہزول تھا بدکار تھی ایک صحابی نے اس سے نکاح کرنا چاہا اور آنحضرت ﷺ سے پوچھا تو ممانعت میں یہ آیت نازل ہوئی اس لیے بعض ائمہ کے نزدیک زنا کار عورت سے نکاح درست نہیں نہ پارسا عورت کا بدکار مرد سے نکاح درست ہو سکتا ہے مگر صحیح توجیہ وہی ہے جو پہلے بیان ہوئی کہ زنا کاروں کو ایسی ہی بدکار عورتوں سے نکاح کی رغبت ہوتی ہے ورنہ بقصد تعفف زنا کار عورت سے نکاح کر لینا شرعاً جائز ہے اور ایسا عہد صحابہ میں ہوا ہے کہ جس نے کسی عورت سے زنا کیا بعد میں اس کے ساتھ نکاح ہوا اس نکاح کو جائز سمجھا گیا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ فاحشہ عورتوں سے نکاح کرنا اچھا نہیں، واللہ اعلم۔

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۴ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۵ وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝۶ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ۝۷ وَیَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ ۝۸ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَیْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ

❶...... چنانچہ بخاری و مسلم نے ماعز رضی اللہ عنہ کا سنگسار کیا جانا بسند صحیح روایت کیا ہے اور یہ ماجرا حد تواتر کو پہنچ گیا ہے ۱۲ منہ۔

❷...... اس حوالے سے مزید تفصیلات و معلومات کے لیے ملاحظہ فرمائیں اردو زبان میں "کتاب الزنا" مطبوعہ دار الاشاعت۔ از مصحح

الصّٰدِقِيْنَ ۝٩ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝١٠

ترجمہ:......وہ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت (زنا) لگاتے ہیں پھر چار گواہ نہیں لاتے تو ان کو اسی ۸۰ کوڑے مارو اور ان کی کبھی گواہی قبول نہ کرو اور خود یہی لوگ بدکار ہیں۴ مگر وہ جو اس کے بعد توبہ کرلے اور درست ہو جائے تو بے شک اللہ غفور رحیم ہے۵ اور جو اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں اور ان کے پئے بجز اپنے اور کوئی گواہ نہیں تو ان کی یہی شہادت ہے کہ ہر ایک چار بار اللہ کی قسم کھا کر یہ کہہ دے کہ بیشک وہ (یعنی میں) سچا ہوں ۶ اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر (یعنی مجھ پر) اللہ کی لعنت ہو اگر میں جھوٹا ہوں۷ اور (اس کے بعد) عورت کی سزا کو بھی یہ بات دور کردے گی کہ وہ بھی چار بار اللہ کو گواہ کرکے یہ کہے کہ بے شک وہ سراسر جھوٹا ہے۸ اور پانچویں بار کہے کہ بے شک اس پر (یعنی مجھ پر) اللہ ہی کا غضب پڑے اگر وہ سچا ہو۹ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ توبہ قبول کرنے والا حکمت والا ہے (تو کیا کچھ نہ ہو جاتا)۱۰

ترکیب:......وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ مبتدأ فاجلدوهم بالتاویل اس کی خبر وَاُولٰٓئِكَ... الخ جملہ مستانفہ۔ اِلَّا الَّذِيْنَ ایک جماعت کے نزدیک پہلے جملوں سے استثناء ہے اور ایک جماعت کے نزدیک صرف اَلْفَاسِقُوْنَ سے اور موضع اس کا نصب ہے علی الاصل۔ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ نعت شهداء کی ہے یا اس سے بدل۔ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ مصدر مضاف فاعل کی طرف مبتدأ والخبر فالواجب شهادة احدهم۔ اَرْبَعُ منصوب ہے مصدر ہونے کی وجہ سے ای ان یشهد احدهم اربع... الخ باللہ بصریوں کے نزدیک شہادات سے اور کوفیوں کے نزدیک شہادت سے متعلق ہے۔

حدِّ قذف کا بیان

تفسیر:......یہ دوسرا حکم تہمت زنا کی بابت ہے۔ جب کہ زنا کی قباحت اور اس کی سزا مقرر ہوئی تو کسی کو اس کے ساتھ متہم کرنے کی بھی ممانعت اور اس کی سزا مقرر ہونی چاہیے تھی۔ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ رمی پھینکنا۔ یہ استعارہ ہے تہمت زنا سے کیوں کہ تہمت لگانے والا گویا پتھر پھینک رہا ہے اور اسی کو قذف کہتے ہیں۔ اس آیت کا صاف حکم یہ ہے کہ جو کوئی کسی پارسا عورت پر زنا کی تہمت لگائے اور پھر اپنے ثبوت میں چار گواہ نہ پیش کرے تو اس کو اسی ۸۰ درے مارو اور کبھی اس کی گواہی نہ قبول کرو وہ فاسق ہے مگر جب توبہ کرے اور نیک ہو جائے تو خیر کیوں کہ اللہ غفور رحیم ہے۔

فائدہ: یہاں چند باتیں قابل غور ہیں۔

محصنات سے کیا مراد ہے؟:......(۱) احصان پاک دامنی کو کہتے ہیں خواہ یہ عورت بیاہی خواہ کنواری۔ اگر پاک دامن ہے تو محصنہ ہے۔ اسی طرح آیت کا عموم چاہتا ہے خواہ کافرہ ہو خواہ مؤمنہ، خواہ آزاد ہو خواہ لونڈی، غریب ہو یا امیر شریف القوم ہو یا نہ ہو۔ مگر فقہاء نے احادیث یا دیگر مقامات میں غور وفکر کرکے احصان میں چند شرطیں لگائی ہیں۔ اسلام، عقل، بلوغ، حریت، عفت۔ اس لیے وہ کہتے ہیں کافرہ عورت کو تہمت لگانے سے یہ سزا نہ ہوگی بلکہ تعزیر۔ مگر امام زہری وسعید بن المسیب وابن ابی لیلیٰ کافرہ کو بھی شامل کرتے ہیں اس پر تہمت لگانے والے کو بھی یہی سزا دینا فرماتے ہیں۔ اور اسی طرح دیوانی یا نابالغ یا لونڈی یا زنا کار عورت کو (خواہ بالفعل وہ زنا سے تائب ہو گئی ہو) تہمت لگانے پر صرف تعزیر کا حکم دیتے ہیں نہ کہ یہ حد۔ اگرچہ آیت میں پارسا عورتوں پر تہمت لگانے میں سزا مذکور ہے مگر تمام امتِ محمدیہ اس بات پر متفق ہے کہ یہی سزا پارسا مرد پر تہمت لگانے میں بھی ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ سے کون مراد ہیں؟:...... (۲) آیت کا عموم چاہتا ہے کہ کوئی کیوں نہ ہو خواہ عورت ہو خواہ مرد ہو غلام ہو خواہ آزاد

ہو، خواہ کافر ہو خواہ مسلمان ہو جو تہمت لگائے اس کو یہی سزا دی جائے۔ مگر یہاں بھی علماء نے لڑکے یا دیوانے کو بحکم حدیث رفع القلم عن ثلاث... الخ مستثنیٰ کیا ہے کہ ان پر حد نہ قائم ہوگی۔ ہاں اگر حاکم مناسب جانے تو کچھ گوشمالی کر دے۔

جن پر کہ جرم تہمت قائم ہو پھر کیا سب کو یہی سزا ہونی چاہیے ؟:......(۳) آیت کا عموم یہی چاہتا ہے مگر امام شافعیؒ وابوحنیفہؒ و مالکؒ وابو یوسفؒ و محمدؒ و زفرؒ وغیرہم غلام یا لونڈی پر نصف سزا یعنی چالیس درے مارنے کا حکم دیتے ہیں اس آیت سے فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ کیوں کہ اس آیت میں لونڈیوں کی سزا زنا نصف قرار دی ہے جس میں غلام بھی شامل ہیں۔ پھر جب زنا کی نصف سزا ہے تو تہمت کی بھی نصف ہونی چاہیے۔ امام جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد سب کو میں نے غلام لونڈیوں کو اس جرم میں یہی سزا دیتے دیکھا ہے۔ امام اوزاعیؒ پوری سزا کا حکم لگاتے ہیں اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے اور یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے پوری سزا دی تھی۔ مسئلہ اختلافیہ ہے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا... الخ کس سے استثناء ہے؟:......(۴) شعبی کہتے ہیں کہ یہ استثناء سب سے پہلے جملوں کی طرف رجوع کرتا ہے فَاجْلِدُوْهُمْ اور وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ... الخ یعنی توبہ کرنے کے بعد نہ اس کو اسی ۸۰ درّے مارو نہ اس کی گواہی رد کرو نہ وہ فاسق ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما وعمر رضی اللہ عنہ وسعید بن جبیر ومجاہد وعطاء وامام مالک وشافعی کہتے ہیں صرف پچھلے دونوں جملوں سے استثناء ہے یعنی توبہ کرنے کے بعد اس کی گواہی قبول ہے اور فاسق نہیں توبہ کرنے کے بعد اس کی شہادت قبول ہوگی خواہ اس پر حد قائم ہوئی یا نہیں۔ نخعی وشریح وامام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں صرف وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ سے استثناء ہے یعنی توبہ کرنے کے بعد وہ فاسق نہیں رہتا۔ ہاں اس پر حد بھی قائم ہوگی اور ابداً اس کی گواہی بھی مقبول نہ ہوگی جس طرح کہ چوری یا دیگر جرائم میں توبہ کرنے سے عنداللہ اس کا فسق تو دفع ہو جاتا ہے لیکن سزا دینا نہیں اٹھتی اور گواہی قبول نہ کرنا بھی سزا دینا ہے اور یہی بات قرین قیاس بھی ہے۔ باقی ہر ایک کے دلائل ان کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ جس کو شوق ہو وہاں دیکھ لے، واللہ اعلم۔

فوائد:......زنا کے ثبوت میں چار گواہوں کا ہونا محض بنظر پردہ پوشی شرط کیا گیا ہے ورنہ دو گواہوں سے قتل ثابت ہو جاتا ہے اور ایسا ہی ہونا عین حکمت ہے کیوں کہ ہر فعل کے ثبوت میں دو شخصوں کی گواہی ہوتی ہے اور یہ فعل دو کا ہے اس لیے دو گواہ عورت کے لیے دو مرد کے لیے، چار گواہوں کی ضرورت ہوئی۔

لعان کا بیان:......وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ... الخ تیسرا حکم اپنی بیوی کی بابت تہمت لگانے کا ہے کہ جو کوئی اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائے اور اس کو چار گواہ نہ ملیں (گرچہ قیاس یہی چاہتا تھا کہ ایسی صورت میں اس پر بھی اسی ۸۰ درے مارنے چاہئیں مگر عادۃً غیر عورت پر تو تہمت عداوت یا رسوائی کے لیے ایک معمولی بات ہے لیکن اپنی بیوی پر تہمت لگانے میں اس کی بھی بے عزتی ہے اس لیے بغیر سبب قوی اور اپنے معائنہ کے کوئی سلیم الفطرت اپنی بیوی پر ایسا الزام نہیں لگا سکتا اور ایسے موقعوں پر چار گواہوں کا بہم پہنچانا بڑی مشکل بات ہے اس لیے اس بارے میں دونوں کی رعایت رکھ کر یہ حکم جداگانہ دیا گیا)۔ تو خاوند چار بار اللہ کی قسم کھا کر حاکم کے روبرو یہ کہے کہ میں سچا ہوں۔ یہ چار قسمیں بمنزلہ چار گواہوں کے ہیں، اور پانچویں بار کہے کہ اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ پس اس قسم کے بعد مرد پر بالزام تہمت اسی ۸۰ درے نہ مارے جائیں گے۔ اب رہی بیوی، اگر اس نے زنا کا اقرار کر لیا تو وہ سنگسار کی جائے گی۔ اور اگر وہ اس حد سے بری ہونا چاہے تو اس کو بھی چار بار اللہ کا نام لے کر یہ قسم کھانی پڑے گی کہ باللہ یا بخدا یا اللہ کی قسم وہ یعنی شوہر

جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو جو وہ سچا ہو۔ اس کو شرع میں لعان کہتے ہیں۔

لعان کا حکم:......لعان کے بعد دونوں میں نکاح باقی نہ رہے گا اور پھر کبھی اس مرد کا اس عورت سے نکاح درست نہ ہوگا اور جو اس حمل سے بچہ پیدا ہوگا وہ اس مرد کا نہ کہلائے گا۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ طلاق نامہ تصور ہوگا۔ اور امام شافعیؒ اس کو فسخ نکاح کہتے ہیں۔ مالکؒ و شافعیؒ وغیرہما کہتے ہیں اس لعان میں حر، عبد، مسلمان، ذمی سب شریک ہیں۔ زہری، اورزائی، ابوحنیفہؒ کہتے ہیں یعنی جو اہل الشہادت ہو اور عورت کے قاذف پر حد قائم ہو سکتی ہو۔

آیت کا شانِ نزول:...... بخاری و مسلم نے سہل بن سعد سے روایت کی ہے کہ عویمر نے عاصم بن عدی سے کہا تھا کہ تو نبی ﷺ سے پوچھ کہ اگر کوئی اپنی بیوی کے پاس کسی کو پائے تو کیا کرے مار ڈالے؟ عاصم نے حضرت ﷺ سے پوچھا، آپ ﷺ نے یہ سوال مکروہ جانا۔ تب عویمر نے کہا خیر میں خود جا کر حضرت ﷺ سے پوچھوں گا۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں ائمہ کا اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں عویمر کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی بعض کہتے ہیں ہلال بن امیہ کے حق میں۔ بعض کہتے ہیں اول تو ہلال کا معاملہ پیش آیا پھر جب ہی عویمر کا بھی دونوں اس میں شریک ہو گئے۔ ❶

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱﴾ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۲﴾ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾

ترجمہ:...... جو لوگ طوفان ❷ بنا کر لائے ہیں وہ تمہارے ہی میں کا تو ایک گروہ ہے اس کو اپنے لیے برا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہے ان میں سے ہر ایک کے لیے بقدر عمل گناہ ہے اور ان میں سے جس نے کہ اس کا بیڑا اٹھایا ہے اس لیے تو بڑا عذاب ہے ﴿۱۱﴾ (مسلمانو!) جب تم نے اس کو سنا تھا تو کس لیے ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں نے اپنے دلوں میں نیک گمان نہ کیا اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ تو صریح بہتان ہے ﴿۱۲﴾ وہ کس لیے اس بہتان پر چار گواہ نہ لائے پھر جب وہ گواہ نہ لائے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں ﴿۱۳﴾ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی دنیا اور آخرت میں

❶ ......مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں کتاب الزنا اردو، باب ۹ (مطبوعہ دارالاشاعت کراچی) ❷......حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جب کہ وہ اپنا گلوبند تلاش کرتی ہوئی ایک سفر میں پیچھے رہ گئیں اور قافلہ کے آخر میں صفوان تھے ان کو اپنے اونٹ پر سوار کر کے اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے لائے اس بات سے چند لوگوں نے جو بظاہر مسلمان تھے طوفان باندھ لیا اور زنا کی تہمت لگا کر اس کا عام چرچا کر دیا اس قصہ کی طرف جابجا اس سورت میں اشارہ ہے۔ ۱۲ منہ۔

رحمت نہ ہوتی تو جس کا تم نے چرچا کیا تھا اس میں تم پر کوئی بڑی آفت پڑ گئی ہوتی⑭

ترکیب:...... عُصْبَۃٌ مِّنْکُمْ خبر اِنَّ وَمِنْکُمْ اس کی نعت کِبْرَہٗ بالکسر معظمہ و بالضم، من قولھم الولاء للکبز ای اکبر ولد الرجل۔ اِذْتَلَقَّوْنَہٗ کا عامل مسکم بہتان کے متعلق۔

تفسیر:...... ایک واقعہ کا ذکر کیا جاتا ہے جو ایک عبرت کا واقعہ ہے کہ یہ افک یعنی بہتان کہ جس کا ان آیات میں ذکر ہے اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر باندھا گیا تھا، جس کی تفصیل میں امام بخاری و مسلم وغیرہما محدثین نے یوں روایت کی ہے۔

واقعۂ اُفک:...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب باہر جاتے تو جس بیوی کا نام قرعہ میں نکلتا تھا اس کو ساتھ لے جاتے تھے چنانچہ ایک بار ایک جہاد میں چلے اور میرا قرعہ میں نام نکلا تو مجھے ساتھ لے گئے۔ آیت حجاب نازل ہو چکی تھی اونٹ پر ہودہ میں، میں پردہ میں چلتی تھی جب اس سفر سے واپس آئے شب کو مدینہ کے قریب قیام ہوا رات سے کوچ پکارا گیا۔ میں اس عرصہ میں قضاء حاجت کو گئی، لوٹ کر آئی تو گلے کا گلوبند نہ پایا اس کو لینے گئی اتنے میں لوگوں نے میرا ہودہ اسی طرح سے اونٹ پر کس دیا اور بوجھ کا تفاوت خیال نہ کیا کیوں کہ اس زمانے میں تنگ دستی کی وجہ سے کھانا کم میسر آتا تھا عورتیں ہلکی پھلکی تھیں وہ سمجھے کہ میں ہودہ میں ہوں۔ قافلہ چل دیا میں لوٹ کر آئی تو کسی کو نہ پایا، یہ سمجھ کر کہ آخری میری تلاش کرتے ہوئے لوگ یہیں آئیں گے اسی جگہ بیٹھ گئی اس میں نیند آ گئی۔ صفوان ابن معطل رضی اللہ عنہ لشکر کے بعد اس لیے چھوڑا گیا تھا کہ پیچھے سے گری پڑی چیز یا بھولے بھٹکے آدمی کا خیال رکھے۔ جب وہ میرے قریب آیا اور صبح ہو گئی تھی تو اس نے مجھے پہچان کر اِنَّا لِلّٰہِ کہا۔ اس کی آواز سے میں بیدار ہو گئی اس نے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر مجھے اپنے اونٹ پر چڑھا لیا اور نہ میں نے اس سے بات کی اور نہ اس نے مجھ سے۔ دوپہر کے قریب تک مجھے فرودگاہ لشکر میں لے آیا۔ عبداللہ بن ابی منافق نے جو بظاہر مسلمان تھا یہ طوفان اٹھایا اور مجھ پر تہمت لگائی اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور مسطح رضی اللہ عنہ و حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا اس کی ہاں میں ہاں ملانے والے اور اس بات کو مشہور کرنے والے ہو گئے۔ جب یہ خبر مسطح کی والدہ کے ذریعہ سے مجھے پہنچی تو میری آنکھوں سے آنسو نہ تھمتے تھے مہینے بھر تک یہی حال رہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس التفات سابق سے پیش نہ آتے تھے۔ آخر کار میری براءت میں یہ آیات نازل ہوئیں اور مجھے اپنے اللہ پر بھروسہ تھا کہ وہ ضرور میرے معاملہ میں کچھ نازل فرما کر مجھے سچا کرے گا۔

ضحاک کہتے ہیں اس کا بیڑہ حسان و مسطح نے اٹھایا تھا اس لیے ان پر اور ایک قریشی عورت پر حد ماری گئی یعنی حمنہ پر۔ جمہور کے نزدیک بیڑہ اٹھانے والا عبداللہ بن ابی منافق تھا جس کے لیے عذاب عظیم جہنم میں ہوا۔ اور حسان رضی اللہ عنہ کا ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے روبرو ذکر آیا۔ فرمایا جنتی ہے کسی نے کہا اس نے بیڑہ اٹھایا تھا، فرمایا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں یہ کہا ہے ؎

فان ابی و والدتی و عرضی ★ لعرض محمد منکم وقاء

بس دنیا میں سزا پائی کہ اندھا ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس بہتان کو اپنے حق میں بہتر سمجھو، اس لیے کہ اس کے سبب سے قرآن مجید میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت اور پاک دامنی قیامت تک کو ثابت ہو گئی۔ آئندہ لوگوں کو بزرگوں کی بیویوں کی نسبت ایسی باتیں کرنے سے عبرت ہو گئی بعض لوگ اس واقعہ کو سن کر خاموشی اختیار کرتے تھے بعض ہاں میں ہاں ملاتے تھے۔ بعض صریح رد کرتے تھے۔ ان میں صریح رد کرنے والوں کی مدح اور باقی سکوت کرنے والوں پر اور اس بات کو مشہور کرنے والوں پر ناراضی ظاہر فرمائی۔

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ

هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ⑮ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ

بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ⑯ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑰ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑱ اِنَّ الَّذِيْنَ

يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا

وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ⑲ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ

وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ⑳ ع النصف ۸

ترجمہ:...... جب کہ تم (بے دھڑک) اس کو اپنی زبانوں سے نکالنے لگے اور اپنے مونہوں سے وہ بات کہنی شروع کردی کہ جس کا تم کو علم بھی نہ تھا اور اس کو تم نے ہلکی بات سمجھ لیا تھا حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے ⑮ اور جب تم نے اس کو سنا تھا تو کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں تو اس کا منہ سے نکالنا بھی لائق نہیں سبحان اللہ یہ تو بڑا بہتان ہے ⑯ (اے ایمان والو!) اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی ایسا نہ کرنا اگر تم ایمان رکھتے ہو ⑰ اور تمہارے لیے اللہ آیتیں بیان کرتا ہے اور اللہ خبردار حکمت والا ہے ⑱ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ بدکاری کا چرچا ایمان والوں میں پھیلے تو ان کو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی عذاب الیم ہے اور اللہ جانتا ہے ⑲ اور تم نہیں جانتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ درگزر کرنے والا مہربان ہے (تو دیکھتے کیا ہوتا) ⑳

ترکیب:...... لَوْلَا بمعنی ھلا۔ اذ حین مَا یَکُوْنُ لنا بمعنی ماینبغی لنا سُبْحٰنَکَ ھنا للتعجب ان تَعُوْدُوْا ای کراھۃ ان تعودوا فھو مفعول لہ اور ممکن ہے کہ مفعول بہ ہو یَعِظُکُمْ کا بمعنی ینھکم۔ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ خبر اِنَّ الَّذِیْنَ ان تشیع مفعول یُحِبُّوْنَ فی الدنیا عَذَابٌ اَلِیْمٌ سے متعلق ہے وَرَحْمَتُہٗ معطوف ہے فضل اللہ پر پھر وان اللہ اس پر معطوف جواب لو لا محذوف ای لعاجلکم بالعقوبۃ۔

تفسیر:...... من جملہ ناراضیوں کے ایک یہ جملہ بطور زجر کے ہے۔

بلا تحقیق بہتان کا چرچا جرم عظیم ہے:...... وَتَقُوْلُوْنَ . . . الخ کہ جس بات کا تم کو علم نہیں اس کو ہلکا جان کر مونہوں سے نکالنے لگے یہاں تک کہ کوئی گھر اور کوئی مجلس نہ تھی کہ جہاں یہ چرچا نہ پھیلا ہو۔ فرماتا ہے یہ بڑی بھاری بات ہے وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْہُ . . . الخ بلکہ تمہیں یہ مناسب تھا کہ جب اس کو سنا تھا وہیں کہہ دیتے کہ ہم کو یہ بات منہ پر لانی زیبا نہیں۔ سُبْحٰنَکَ یہ بہتان عظیم ہے۔ سُبْحٰنَکَ عرب میں تعجب اور استبعاد دونوں موقع پر بولا جاتا ہے مگر ہمارے محاورہ میں استبعاد کے موقع پر معاذ اللہ وغیرہ کلمات بولے جاتے ہیں سنتے ہی بُھْتَانٌ عَظِیْمٌ کہہ دینا اس لیے ضرور تھا کہ یہ قصہ پیغمبر علیہ السلام سے تعلق رکھتا تھا۔ عقل سے بھی آدمی کو کام لینا چاہیے با خدا اور اس کے برگزیدہ لوگوں کی شان میں اور نیز ان کی عفت ازواج کے حق میں جو کوئی احمق کچھ بکے تو یہ نہیں کہ سنتے ہی اس پر ایمان لے آئے اور جا بجا ذکر کرتا پھرے جیسا کہ بعض سادہ لوحوں کی عادت ہوتی ہے۔ اول تو ایسے لوگوں پر نیک گمان رکھنا لازم ہے۔ دوم اس بات کے جھوٹے ہونے کی صورت میں بزرگوں کو ایذا پہنچے پر اللہ تعالیٰ کی کس قدر ناراضی ہوگی۔ سوم اگر سچ بھی ہو تو کسی کی پردہ دری کرنے سے پردہ پوشی

کرنی بہر حال بہتر ہے۔ چہارم ایسی باتوں کے پھیلانے سے بجز اس کے کہ ایمان داروں میں نخش کا چرچا ہو اور کوئی نتیجہ نہیں۔ اس لیے فرماتا ہے یَعِظُکُمُ اللّٰہُ کہ اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے آیندہ پھر کبھی ایسا نہ کرنا اور اللہ تمہارے لیے آیتیں کھول کر بیان فرماتا ہے ادب اور اخلاق حمیدہ اور تہذیب سکھاتا ہے وہ علیم ہے ایسی باتوں میں جو کچھ خرابیاں پیش آتی ہیں باہمی نفاق ورنجش وغیرہ وہی خوب جانتا ہے اور وہ حکیم ہے انہیں حکمتوں کو ملحوظ رکھ کر تم کو ایسی نکوہیدہ باتوں سے منع کرتا ہے۔

تہمت لگانے والوں کے لیے دنیاوی واخروی سزا:...... مگر بعض بے ہودہ لوگوں کی جبلت ہی ایسی ہوتی ہے کہ وہ ایسی گندہ اور ناپاک باتیں مشہور کیا کرتے ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ ان کے دلوں میں یہی ولولہ ہوا کرتا ہے کہ فلاں نے یوں کہا اور فلاں کی جورو نے ایسا کیا اور وہ ایسی اور ایسی سو لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ان پر دنیا میں بھی اللہ کی طرف سے عذاب دردناک نازل ہوتا ہے حد قذف ماری جاتی ہے مردود الشہادۃ اور لوگوں کی نظروں میں خفیف غیر قابل الاعتبار ہو جاتے ہیں اور نیز طرح طرح کے مصائب میں بھی مبتلا ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی عذاب الٰہی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ فرماتا ہے صرف اس کا فضل اور رحمت تھی جس کے سبب دنیا میں ان لوگوں پر سخت قہر الٰہی نہیں اترا اور ورنہ بات تو بڑی تھی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ
فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى
مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾
وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْۤا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ
وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۪ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ
لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ
الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ يَّوْمَ تَشْهَدُ
عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ يَوْمَئِذٍ
يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾ اَلْخَبِيْثٰتُ
لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ
لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾ ع

ترجمہ:......اے ایمان والو! شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلا کرو اور جو کوئی شیطان کے قدم بقدم چلتا ہے تو یہ تو اس کو بے حیائی کی اور بری باتیں ہی بتاوے گا اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی نہ سدھرتا لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے سنوارتا ہے اور اللہ ہی سننے والا خبردار ہے ۲۱ اور تم میں سے بزرگی اور مقدور والوں کو ۞ اس بات پر قسم نہ کھانا چاہیے کہ قرابت داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہ دیا کریں گے ان کو معاف کرنا اور درگزر کرنا چاہیے کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کر دے اور اللہ ہی (بڑا) معاف کرنے والا مہربان ہے ۲۲ جو لوگ پاک دامن بے خبر ایمان والی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر پھٹکار ہے دنیا اور آخرت میں اور ان کو بڑا عذاب ہے ۲۳ ۞ جس دن کہ ان پر ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پاؤں جو کچھ وہ کیا کرتے تھے اس پر گواہی دیں گے ۲۴ اس روز اللہ ان کا واجبی بدلہ پورا پورا دے گا اور وہ جانیں گے کہ اللہ ہی برحق ہر بات ظاہر کر دینے والا ہے ۲۵ ناپاک عورتیں تو ناپاک مردوں کے لیے ہوتی ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہوتی ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہوتے ہیں جو کچھ یہ بکتے پھرتے ہیں یہ لوگ اس سے پاک ہیں ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے ۲۶۔

ترکیب:...... ولا یاتل هو یفتعل من الالیة یقال ائتلی یأتلی کانتهی ینتهی اذاحلف ومنه قوله تعالیٰ لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ وقیل هو من الوت فی کذا اذا قصرت فیه ومنه قوله تعالیٰ لَا یَأْلُوْنَكُمْ خَبَالًا والاول اولی۔ ان یؤتوا ای علی ان لا یؤتوا الجملة بیان حلف یوم عامل ظرف میں استقرار جو لهم میں ہے۔

تفسیر:...... یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یہاں پھر صاف صاف مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ ایسی باتیں نہ کریں۔

شیطان بے حیائی کی تعلیم دیتا ہے:...... یہ باتیں شیطانی وسواس ہیں۔ فرماتا ہے اس کی پیروی نہ کرو کیوں کہ وہ بے حیائی اور بری باتیں سکھایا ہے۔ شیطان خون کی طرح انسان کی رگوں میں دوڑتا اور جا کر دل میں گھر کر لیتا ہے۔ پھر بھلا اس موذی کے زہر سے کوئی بچ سکتا ہے؟ مگر فضل الٰہی اور اس کی رحمت ہی ہے کہ جو اس سے پناہ میں رکھ کر راہ راست کی طرف لاتی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ... الخ کہ اس کے فضل نے تم کو ستھرا کر دیا۔

عفو و درگذر کی تعلیم:...... وَلَا یَأْتَلِ جس طرح بہتان باندھنے والوں پر عتاب ہوا اسی طرح توبہ کرنے کے بعد ان لوگوں سے تشدد کرنے سے ممانعت فرمائی۔ طبرانی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسطح کے ساتھ بھانجا ہونے کی وجہ سے سلوک کیا کرتے تھے۔ اس واقعہ میں قسم کھا بیٹھے تھے کہ آئندہ میں اس کو کچھ نہ دیا کروں گا اس لیے یہ آیت نازل ہوئی کہ اہل وسعت و کرم کو قسم نہ کھانا چاہیے کہ وہ اپنے دست کرم کو بند رکھیں گے ان کو معاف کرنا اور درگزر کرنا چاہیے کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے۔ یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا بخدا! میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے معاف کرے اس کے بعد پھر اسی طرح سے دینے لینے لگے۔ مسطح ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اہل قرابت بھی تھے اور نیز مسکین تھے اور مہاجر بھی تھے اس لیے رحم دلانے کے لیے اُولِی الْقُرْبٰی وَالْمَسٰكِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ عموم کے صیغوں سے تعبیر کیا۔ اس آیت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اہل کرم میں شمار کیا اور مدح کے ساتھ یاد فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی:...... اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اس کے بعد پھر تہمت لگانے والوں پر تہدید کر کے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی مدلل کر کے اس بحث کو تمام کرتا ہے۔ فرماتا ہے جو کوئی پاک دامن بے خبر ایمان دار عورتوں کو تہمت لگاتا ہے اس پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور قیامت کے روز جب کہ اس کے اعمال پر اس کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے وہ اپنے اعمال بد کا

۞:...... یہاں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں کی فضیلت ثابت ہوئی۔ ۞:...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بدگمانی کرنے والا کافر ہے۔

پورا بدلہ پالے گا۔

بے خبر یعنی اس بدکام کا کرنا تو در کنار اس بے چاری کو اس کی خبر بھی نہیں وہ اس کو جانتی بھی نہیں یہ پاک دامنی کے لیے کامل ہے۔

ازواج مطہرات پر تہمت لگانے والے اسلام سے خارج ہیں:..... اَلْخَبِیْثٰتُ... الخ یہاں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اور بھی پاک دامنی ثابت کرتا ہے کہ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے پاس رہتی ہیں اور پاک بازوں کے لیے پاک باز عورتیں ہیں۔ اب دیکھنا چاہیے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون پاک باز ہوگا؟ پس ان کی بیویاں بھی پاکباز ہیں۔

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت تطہیر عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے نص قاطع ہے۔ خصوصاً لفظ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ اور بھی تاکید کر رہا ہے اس لیے جو شخص پیغمبر علیہ السلام کی بیوی خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جناب میں اس کے بعد بھی بدگمانی کرے کافر ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى یُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ﴿۲۸﴾ لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِیْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمہ:..... اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور کسی کے گھروں میں (بے دھڑک) نہ گھس جایا کرو جب تک کہ اجازت نہ مانگ لو اور گھر والوں پر سلام نہ کر لیا کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے تاکہ تم سمجھو ﴿۲۷﴾ پھر اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ تو اندر نہ جاؤ جب تک کہ تم کو اجازت نہ دی جائے اور اگر تم کو کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ آیا کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کیا کرتے ہو ﴿۲۸﴾ تم پر کچھ گناہ نہیں (کہ بغیر اجازت) کسی ایسے گھر میں جاؤ کہ جہاں کوئی نہیں بستا اس میں تمہارا اسباب ہو اور اللہ جانتا ہے جو کچھ کہ تم (دل میں) مخفی رکھتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو ﴿۲۹﴾۔

ترکیب:..... غیر بیوتکم استثناء ہے بیوتا سے تستانسوا تستاذنوا من الاستیناس بمعنی الاستعلام۔ آنس الشئی ابصرہ وعلمہ واحسن بہ (قاموس) کیوں کہ مستاذن اس بات کا علم چاہتا ہے کہ اس کو اجازت ملتی ہے کہ نہیں۔ او من الاستیناس الذی ھو خلاف الاستیحاش۔ فانہ مستوحش ان لا یؤذن لہ فاذا اذن لہ استانس۔ (بیضاوی)۔

تفسیر:..... جب کہ اللہ تعالیٰ نے زنا کو بند کیا اور تہمت اور بدگمانی کی بھی سخت ممانعت فرمائی تو جو چیزیں بدگمانی اور زنا کے اسباب ہیں ان کو بھی روکتا ہے۔

اسباب زنا و تہمت سے اجتناب کا حکم:..... من جملہ ان اسباب کے کسی کے گھر میں بغیر اذن و اطلاع کے چلا جانا بھی ہے کیونکہ نہ معلوم گھر میں عورت ننگی ہے یا سوتی ہے پھر وہاں ان سے خلوت اور ہم کلامی کا ہونا اور بھی محل تہمت ہے خصوصاً اس گھر والے کے لیے بڑے رنج کا باعث ہے اس لیے اس بارے میں بھی ادب سکھانے کے لیے یہ فرمایا یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا... الخ (یہ

چوتھا حکم ہے) کہ کسی کے گھر میں بغیر اجازت اور سلام دیے نہ جایا کرو۔ پہلے دروازے پر جا کر السلام علیکم کہہ کر کہے میں آؤں؟ احادیث سے ثابت ہے کہ تین بار اجازت لے۔ جب تیسری بار بھی آنے کی اجازت نہ ملے یا کچھ جواب نہ آئے تو یہ نہیں کہ وہیں جم جائے بلکہ الٹا چلا آئے جیسا کہ عبداللہ ابن قیس نے آنحضرت ﷺ سے روایت کی ہے۔ اور یہ حکم عام ہے خواہ اس گھر میں زنانہ ہو یا صرف مردانہ ہو کیوں کہ نہ معلوم کہ مرد کس حال میں ہے اور کیا کر رہا ہے اور اسی طرح جس گھر میں اس کی محرم عورتیں ہوں وہاں بھی اطلاع کر کے آنا چاہیے کیوں کہ محرم عورت کا بھی ننگی کھلی دیکھنا درست نہیں بلکہ جس گھر میں خاص اس کی بیوی اور لونڈی رہتی ہوں کہ جن کی برہنگی اس پر ظاہر ہے وہاں بھی بہتر ہے کہ اطلاع کر کے آئے کیوں کہ عورتوں کو بعض باتیں نہانے دھونے میں خاوند کے روبرو کرنی بری معلوم ہوتی ہیں اور اس کے لیے بھی باعث نفرت ہونے کا ہے۔

فرماتا ہے یہ بات تمہارے لیے بہتر ہے کیوں کہ اس میں سیکڑوں آفات سے نجات ہے اس لیے فرمایا تاکہ تم سمجھو۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر اس گھر میں تم کو کوئی نہ ملے یعنی آواز نہ آئے جس سے معلوم کر سکو کہ کوئی نہیں تب بھی اندر نہ جاؤ۔ اور جو اندر سے آواز آئے کہ چلے جاؤ تو بھی چلے آؤ، کیوں کہ دروازے پر ٹھیرا رہنا بھی بعض اوقات کسی رازداری کے سبب ناگوار گزرتا ہے اس لیے فرماتا ہے یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور اس کی مصلحت اللہ جانتا ہے اور تمہارے حالات بھی اس کو معلوم ہیں۔ احادیث صحیحہ میں گھر میں جھانکنے کی بھی ممانعت آئی ہے۔

غیر رہائشی گھروں میں داخلے کے لئے اجازت ضروری نہیں:...... لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا یہ اسی حکم کا تتمہ ہے فرماتا ہے کہ جن گھروں میں کوئی بستانہ ہو صرف اسباب رکھنے کے مکان ہوں وہاں بغیر اطلاع جانے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ کی تفسیر میں علماء کے چند اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں مسافر خانہ۔ بعض کہتے ہیں خرید و فروخت کے مکانات۔ بعض کہتے ہیں حمامات۔ بعض کہتے ہیں غیر آباد مکانات۔ مگر آیت میں حکم عام ہے سب کو شامل ہے۔ لیکن جو مکانات اسباب کے ہوں اور وہاں تجارتی مال ہو وہاں بغیر اجازت کے جانے کے یہ معنی نہیں کہ ہر کوئی چلا جایا کرے کہ اس میں چوری اور بیگانہ ملک میں تصرف کا مظنہ ہے بلکہ جن کو وہاں جانے کی اجازت ہے یا جو مجاز ہیں ان کو وہاں دستک دینے اور اطلاع کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہاں احتمال نہیں کہ کوئی ننگا کھلا ہوگا۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۳۰ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ

وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ

عَلٰي جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَاۗىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَاۗءِ بُعُوْلَتِهِنَّ

اَوْ اَبْنَاۗىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَاۗءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ

اَوْ نِسَاۗىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ* مِنَ الرِّجَالِ

* ...... لاربة الفجلة من الارب كالجلسة من الجلوس و الارب الحاجة والعقل ومنه الاريب والمراد هنا الحاجة في النساء ۱۲ منہ

اَوِ الطِّفۡلِ الَّذِيۡنَ لَمۡ يَظۡهَرُوۡا عَلٰى عَوۡرٰتِ النِّسَآءِ ۖ وَلَا يَضۡرِبۡنَ* بِاَرۡجُلِهِنَّ لِيُعۡلَمَ مَا يُخۡفِيۡنَ مِنۡ زِيۡنَتِهِنَّ ؕ وَتُوۡبُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِيۡعًا اَيُّهَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۳۱﴾

ترجمہ:......(اے نبی) ایمانداروں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کو بھی محفوظ رکھیں یہ ان کے حق میں ستھرائی ہے بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ کہ وہ کیا کرتے ہیں ﴿۳۰﴾ اور ایماندار عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی بھی محافظت رکھیں اور وہ اپنی آرائش (کی جگہ) نہ دکھایا کریں مگر وہ جو (بضرورت) ظاہر ہوتی ہے اور اپنے سینوں پر اپنے دوپٹے ڈالے رکھا کریں اور اپنی آرائش ظاہر نہ کیا کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا خاوند کے باپ یا اپنے بیٹوں یا خاوند کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا بھانجوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنے مملوک (لونڈی غلاموں) پر یا ان خدمت گاروں پر کہ جن کو عورتوں کی حاجت نہیں رہی ہو یا ان لڑکوں پر جو عورتوں کی پردہ کی چیزوں سے واقف نہیں اور اپنے پاؤں ٹھوکر مار کر نہ چلیں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے اور اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ سے توبہ کرتے رہا کرو تاکہ تمہیں فلاح ہو ﴿۳۱﴾۔

ترکیب:......من ابصارهم من هنا للتبعيض لانه لا يلزم غض البصر بالكلية وقيل هي زائدة وقيل هي لبيان الجنس۔ غير اولي الاربة اي الحاجة بالجر على الصفة او البدل۔

تفسیر:......من جملہ اسباب زنا کے مرد کا عورت کو اور عورت کا مرد کو دیکھنا بھی ہے یہ نظر زنا کا بڑا سبب ہے۔ کسی نے کہا ہے۔ ع

برق نگاہ یار میرا کام کر گئی

نظریں نیچی رکھنے کا حکم:......اس لیے ایمان داروں کو ادب سکھاتا ہے قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ يَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ ... الخ یہ پانچواں حکم ہے کہ اے نبی! ایمان داروں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہ کو بند رکھیں جس کا دیکھنا انہیں حلال نہیں اس کو نہ دیکھیں اپنی بیوی اور لونڈی کے سوا اجنبی عورت کا بضرورت منہ اور ہاتھ دیکھنا تو درست ہے اور باقی چیزوں پر نظر کرنا حرام ہے اور بغیر ضرورت اجنبیہ کا چہرہ دیکھنا بھی درست نہیں۔ خصوصاً جب کہ محل فتنہ ہو اور جو اچانک نظر پڑ جائے تو بار دگر نہ دیکھے۔ اور اجنبیہ اگر اور کی لونڈی ہے تو بعض کہتے ہیں ناف سے گھٹنے تک پر نظر نہ کرے باقی کا مضائقہ نہیں۔ بعض کہتے ہیں سر وغیرہ جو عضو کام میں کھلے رہتے ہیں ان کا دیکھنا ممنوع نہیں، باقی ممنوع ہے۔ اور عورت اگر محرم ہے خواہ نسب سے، خواہ رضاع سے خواہ بیوی کے رشتہ سے تو اس کی ناف سے لے کر گھٹنے تک نظر ممنوع ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صرف وہی اعضاء دیکھنے درست ہیں، جو کام میں کھل جاتے ہیں ہاتھ بازو وغیرہ۔ اور مرد کی بابت بھی یہ حکم ہے کہ ناف سے لے گھٹنے تک نہ دیکھے۔ اسی طرح عورت کو دوسری عورت کا ناف سے گھٹنے تک دیکھنا منع ہے۔

عرفاء کہتے ہیں جس طرح نظر کو محارم کے دیکھنے سے بند کرے اسی طرح دل کو غیر اللہ کے دیکھنے سے روکے۔

ستر کی حفاظت:......پھر فرماتا ہے وَيَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَهُمۡ کہ اپنے ستر کو محفوظ رکھیں یعنی حرام کاری نہ کریں یہ تمہارے لیے دین و دنیا میں بہتر ہے اِنَّ اللّٰهَ خَبِيۡرٌۢ بِمَا يَصۡنَعُوۡنَ میں تنبیہ ہے کہ اللہ کو غافل نہ سمجھو وہ تمہارے ہر کام سے واقف ہے۔

وَقُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنٰتِ ... الخ اسی طرح ایماندار عورتوں کو بھی نظر بند رکھنے اور حرام سے محفوظ رہنے کا حکم دیا۔

* ...... پاؤں کو زمین پر اس طرح سے نہ مارنا چاہیے جس سے پازیب وغیرہ زیور کی آواز سنائی دے اور اسی طرح اپنی آواز بھی بلند نہ کرے ۱۲ منہ

پردہ اور زیب وزینت کا شرعی حکم: ......اور اس کے ساتھ یہ بھی (چھٹا حکم) دیا کہ اپنی زینت کو بجز ان اشخاص مذکورہ ذیل کے اور کسی کو نہ دکھائیں ❶ اور اوڑھنی اوڑھے رہیں جس سے سر اور سینہ اور کان اور گردن نہ دکھائی دے۔

یہ جو کہا اپنی زینت نہ دکھائیں مگر وہ جو ظاہر ہے۔ زینت کہتے ہیں خوبصورتی کو قدرتی ہو یا بناوٹی۔ لباس فاخرہ یا زیور یا مہندی کاجل وغیرہ ان میں سے صرف ظاہر زینت کے ظاہر کرنے کی اجازت دی۔ ظاہر زینت بناوٹی میں سے تو انگوٹھی کپڑا جس کے ظاہر کرنے کی ضرورت پڑے اور خلقی میں سے ہاتھ منہ جو بضرورت ظاہر کرنا پڑے۔

بعض علماء کہتے ہیں زینت سے مراد وہ اعضاء ہیں جن پر زیور پہنا جاتا ہے۔

محرم وغیرہ کی تفصیل: ......اور وہ یہ اشخاص ہیں شوہر، عورت کا باپ، دادا نانا، شوہر کے باپ دادا، نانا عورتوں کے بیٹے، پوتے، نواسے خاوند کی دوسری بیوی سے بیٹے، پوتے، نواسے، عورت کے بھائی عینی، علاتی، اخیافی، رضاعی، عورت کے بھتیجے، بھائیوں کی اولاد، عورت کے بھانجے بہن کی اولاد، گھر کی عورتیں۔ عورت کے مملوکہ لونڈی غلام، گھر کے وہ خادم جن کو عورتوں کی طرف رغبت نہ ہو بوڑھے اور خواجہ سرا نابالغ لڑکے۔ ان لوگوں کے سامنے اگر عورت اپنی زینت ظاہر کرے تو مضائقہ نہیں یعنی زینت ظاہرہ کے سوا اور زینت، کیونکہ بضرورت اس کا تو ہر ایک پر ظاہر کرنا درست تھا۔ وہ زینت ظاہرہ جس کی بضرورت اظہار کی ہر ایک کے لیے رخصت تھی باتفاق علماء چہرہ اور دونوں ہاتھ یا بالائی کپڑے مراد ہیں۔ اور اس جگہ جس زینت کے ظاہر کرنے کی ان مذکورہ اشخاص کے سامنے اجازت ہے وہ بازوؤں گلے کانوں، سر کے زیور کی ہے اور ان اعضاء کا کھولنا بھی ان کے سامنے جائز ہے۔ وَنِسَآئِهِنَّ اپنی عورتیں۔ کیوں کہ کافر عورتیں بمنزلہ اجانب کے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کافرہ عورتوں کے سامنے ان چیزوں کا کھولنا درست ہے۔

مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ میں غلام لونڈی سب آ گئے۔ مگر امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں صرف لونڈیاں مراد ہیں کیوں کہ غلام اجنبی ہے اس میں مادہ شہوت بھی موجود ہے آزاد ہو کر اس سے نکاح بھی کر سکتا ہے۔

اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں عورت کی بالکل خواہش نہیں۔ بعض کہتے ہیں وہ بے وقوف عنین مراد ہیں جو کھانے میں ساتھ ہو لیتے ہیں ان کا صرف یہی مقصود ہوتا ہے۔ مخنث اور ہیجڑے مراد نہیں۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ۭ اِنْ يَّكُوْنُوْا

فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۳۲ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا

يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا

مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ڰ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ

اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۭ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ * عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا

---

❶ ......کیونکہ ان میں سے شوہر کو تو دکھانا مقصود ہی ہے اور باقی اور لوگ گھر میں ملے جلے رہا کرتے ہیں ہر وقت ان سے اخفاء میں حرج تھا اور نیز ان سے برے کام کی توقع بھی عادۃً نہیں ہے کیوں کہ محارم ہیں یا ان کو یہ مادہ ہی نہیں ۱۲ منہ۔ * ......عرب میں غلام کو فتی اور لونڈی کو فتاۃ کہتے تھے جس کی جمع فتیات ہے ۱۲ منہ

عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَمَنْ یُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۴﴾ ع ۸ ۱۰

ترجمہ:......اور جو تم میں مجرد ہوں ان کے نکاح کرادو اور جو تمہارے غلام اور لونڈیاں نیک ہوں ان کے بھی اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کردے گا ﴿۳۲﴾ اور اللہ گنجائش والا خبردار ہے اور جن لوگوں کو نکاح کا مقدور نہیں ان کو چاہیے کہ پارسائی سے رہیں یہاں تک کہ اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کردے اور جو تمہارے غلام لونڈیوں میں سے لکھت ❶ چاہیں تو ان کو لکھ دو بشرطیکہ ان میں بہتری معلوم ہوتی ہو اور ان کو اللہ کے اس مال میں سے بھی دیا کرو جو اس نے تم کو دے رکھا ہے اور اپنی چھوکریوں کو حرام کاری کے لیے مجبور نہ کیا کرو اگر وہ پاک دامنی چاہتی ہوں (ایسا کام اس لیے کرتے ہو) کہ دنیا کے فوائد حاصل کرو اور جو ان کو اس کام پر مجبور کرے گا تو ان کی مجبوری کے بعد اللہ غفور رحیم ہے ﴿۳۳﴾ اور البتہ ہم نے تمہارے پاس۔ آیتیں بھیج دی ہیں جو روشن ہیں اور جن میں تم سے پہلوں کے حالات ہیں اور جو پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہیں ﴿۳۴﴾۔

ترکیب:......الایامی جمع ایم وھو العذب ذکر اکان او انثی بکرا کان او ثیبا و ایامی مقلوب أیائم کیتامیٰ۔ والصالحین معطوف ہے ایامی پر مفعول انکحوا کا والذین یبتغون مبتدا فکاتبوھم خبر۔ ان علمتم جملہ شرطیہ اگلا جملہ فکاتبوھم دال برجزا۔

تفسیر:......جب کہ ہر طرح سے زنا اور اس کے دواعی کی ممانعت کی تو نکاح کرنے کی بھی رغبت دلائی اس لیے کہ مجرد (تنہا، غیر شادی شدہ) رہنے میں بڑا خطرہ ہے اس لیے آنحضرت ﷺ نے نکاح کرنے کی تاکید فرمائی یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر و احصن للفرج و من لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء (متفق علیہ) اور فرمایا کہ میرے بعد مردوں کے لیے سخت فتنہ عورتوں سے زیادہ کوئی نہیں (متفق علیہ) اس لیے جن قوموں میں مجرد رہنا ہنر ہے ان کے ہاں حرام کاری کا بھی کچھ حساب نہیں۔

نکاح کا حکم:......فرماتا ہے وَاَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ (یہ ساتواں حکم ہے) کہ اے مسلمانو! جو تم میں مجرد ہیں خواہ عورت ہو خواہ مرد خواہ بیوہ خواہ ناکتخدا ان کے نکاح کردو۔ لفظ ایامیٰ سب کو شامل ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے وہ شخص کہ جس کے دین اور خلق سے تم خوش ہو نکاح کی درخواست کرے تو نکاح کردو ورنہ زمین پر بڑا فتنہ اور فساد سخت ہوگا۔ (رواہ النسائی وابن ماجہ) علماء کے نزدیک یہ امر مندوب واستحباب کے لیے ہے۔ بعض کہتے ہیں وجوب کے لیے۔ فیصلہ یہ ہے کہ جہاں زنا میں مبتلا ہونے کا یقین ہو اور نکاح کرنے پر قادر بھی ہو تو نکاح کرنا واجب ہے ورنہ مستحب ہے۔

پھر فرماتا ہے والصالحین من عبادکم و امائکم کہ اپنے غلام لونڈیوں میں سے بھی جن کو نیک دیکھو ان کے بھی نکاح کردو کیوں کہ نیک ہی نکاح اور خدمت مولیٰ کو ملحوظ رکھ سکتے ہیں۔ یا صالحین سے مراد وہ کہ جن کو نکاح کی صلاحیت ہو۔ لفظ فانکحوا سے علماء شافعیہ نے یہ بات نکالی ہے کہ نکاح بغیر ولی کے درست نہیں، وفیہ مافیہ۔

فرماتا ہے نکاح کرنے میں فقر و فاقہ سے نہ ڈریں، اگر وہ فقیر ہیں تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کردے گا۔ بلاشک جو نیک نیتی سے

❶......جو غلام یا لونڈی یہ چاہیں کہ اگر ہم اس قدر روپیہ ادا کریں تو ہم کو آزادی لکھ دو تو لکھ دیا کرو بشرطیکہ تم کو اس میں بہتری معلوم ہو۔ اس عقد کو شرع میں مکاتبت کہتے ہیں ۱۲ منہ۔

نکاح کرتے ہیں اللہ ان کو فراخی دیتا ہے۔ اور جن کو نکاح کا مقدور نہ ہو تو ان کو پاک دامنی اختیار کرنی چاہیے یہ نہیں کہ اس عذر سے مرتکب فواحش ہو جائے۔

مکاتبت کا بیان:......وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ چونکہ فراغ دستی اور فضل الٰہی ہونے کا ذکر تھا اس لیے جو غلام اللہ کے فضل پر توکل کر کے اپنے مولیٰ سے کتابت چاہیں ان کے لیے بھی حکم دیا کہ اگر ان میں خیر دیکھو کہ یہ بدل کتابت ادا کر سکیں گے اور ان کا رویہ بھی اچھا ہے تو ان کو لکھ دو یعنی مکاتب بنا دو۔ (یہ آٹھواں حکم ہے) اس کو بھی گونہ پارسائی سے تعلق ہے۔ اس لیے کہ جب غلام مولیٰ کی طرف سے خرید فروخت کا مجاز ہوتا ہے تو اس کے ہاتھ میں روپیہ پیسہ رہتا ہے جس سے حرام کاری کا اندیشہ ہے۔ اس سے کوئی رقم لینی مقرر کر کے آزادی لکھ دو کہ اپنا نکاح کرے گھر آباد کرے۔ اسلام میں بھی یہی دستور باقی رہا اور جاہلیت میں بھی تھا کہ جو کوئی غلام اپنے آقا سے یہ معاملہ کر لیا تھا کہ میں آپ کو اس قدر روپیہ دیدوں تو آزاد ہو جاؤں۔ آقا اس کو منظور کر لیتا تھا اور لکھ دیتا تھا۔ اس معاملہ کو مکاتبت کہتے تھے۔ وہ غلام آزادنہ خرید وفروخت کر کے وہ مقدار ادا کر دیتا تھا۔ کتب فقہ میں اس مسئلہ کی بڑی تشریح ہے۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ اس بدل کتابت کے ادا کرنے میں مدد کرو اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے ان کو بھی بمد زکوٰۃ وخیرات یا اس بدل میں سے کچھ حصہ چھوڑ دو۔

لونڈیوں سے بدکاری کروانے کی ممانعت:......وَلَا تُكْرِهُوْا (یہ نواں حکم ہے) عرب میں دستور تھا کہ اپنی چھوکریوں سے زنا کرا کے کمواتے تھے۔ چنانچہ مدینہ میں عبداللہ بن ابی منافق بھی ایسا ہی کیا کرتا تھا اسلام نے اس کی بھی ممانعت کر دی۔ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا میں ان شرطیہ علیٰ سبیل الغالب واقع ہوا جس کا مفہوم مخالف نہیں۔

فوائد:......ان آیات میں توبہ کرنے اور مکاتبوں کو دینے کا بھی حکم ہے مگر بظاہر ان کا تعلق حقوق العباد سے کم تھا اس لیے ان کا عدد ہم نے شمار میں نہیں لیا۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۙ ﴿۳۵﴾

ترجمہ:......اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی طاق میں چراغ ہو (اور) چراغ شیشہ (کی قندیل) میں (اور) شیشہ گویا کہ چمکتا ہوا تارا ہو روشن کیا گیا ہو روغن زیتون سے جو بابرکت درخت ہے نہ شرقی ہو اور نہ غربی ہو کہ جس کا تیل خود بخود روشن ہونے کو ہو اور گو اس کو ابھی آگ نہ لگی ہو نور پر نور اللہ اپنے نور سے جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر شے سے واقف ہے ﴿۳۵﴾۔

ترکیب:......اللہ مبتدأ نور السمٰوٰت . . . الخ خبر۔ مثل نورہ ای صفتہ نورہ مبتدأ کمشکوٰۃ موصوف فیھا مصباح صفت سب محذوف سے متعلق ہوکر خبر ہوئی تمام جملہ بیان ہوا نور السمٰوٰت کا المصباح مبتدأ فی زجاجۃ خبر قس علیٰ ہٰذا۔ دری منسوب الی الدر وھو فعیل کمریق من الدرء یوقد صفت ہے مصباح کی۔

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا کہ اللہ نے تمہارے لیے آیات بینات نازل کیں تم کو جہل کی اندھیریوں سے نکال کر علم کی روشنی میں لایا۔

اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال:......اب یہاں اپنے اوصاف نورانی اور نور ہدایت کی تمثیل بیان فرماتا ہے کہ وہ اللہ جس نے تم کو جہل کی ظلمات سے نکالا آسمانوں اور زمین کا نور ہے پھر اپنے نور کو اس شمع سے تشبیہ دے کر جو شیشہ کی قندیل میں ہو یہ فرماتا ہے اللہ اپنے اس نور سے جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔

بحث اول:......اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ نور عرف میں روشنی کو کہتے ہیں۔ وہ ایک عرض قائم بالغیر ہے جو اجسام کو عارض ہوتا ہے جیسا کہ آفتاب وستارے اور آگ اس معنی سے اس لفظ کا اطلاق اللہ پر حقیقۃً جائز نہیں اس لیے کہ نور بمعنی مذکور ایک عرض ہے وہ حادث اور قابل تقسیم اور قائم بالغیر ہونے کی وجہ سے الٰہ نہیں ہوسکتا۔ اس سے فرقہ مانویہ کا بھی قول رد ہو گیا جو نور اعظم کو اللہ کہتے ہیں۔ اس لیے علماء اسلام اس جگہ تاویل کرتے ہیں کہ نور بمعنی منور ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو آفتاب ومہتاب وکواکب اور انبیاء وصلحاء وملائکہ سے منور کر دیا اور یہ قول ابی بن کعب وحسن وابوالعالیہ کا ہے۔ بعض کہتے ہیں بمعنی مدبّر السماوات والارض ہے۔ جیسا کہ باخبر رئیس کو کہتے ہیں کہ وہ شہر کا نور ہے یعنی مدبر بہ تدبیر حسن جیسا کہ جریر شاعر کہتا ہے۔ ع۔ وانت لنا نور وغیث وعصمۃ۔ یہ زجاج اور اصم کا قول ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نور بمعنی ہادی ہے کیوں کہ نور سبب ہدایت ہے کہ وہ آسمان اور زمین والوں کا ہادی ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نور کا اطلاق اس پر مبالغۃً ہو جیسا کہ عادل کو عدل کہہ دیا کرتے ہیں۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام مشکوٰۃ الانوار رکھا ہے اس میں امام صاحب نے ثابت کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حقیقۃً آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس پر اس لفظ کا اطلاق حقیقۃً ہے نہ کہ مجازاً بہت سے مقدمات بیان فرما کر یہ کہا ہے کہ ادراک عقلی ادراک بصری سے اشرف ہے اور دونوں کا مقتضیٰ ظہور ہے اور خواص نور میں سے ظہور ہی اشرف ہے اس لیے ادراک عقلی ادراک بصری سے بدرجہ اولیٰ انور ہے۔

انوار عقلیہ کے اقسام:......پھر انوار عقلیہ کی دو قسم ہیں۔ ایک وہ جو سلامۃ الاحوال کے وقت واجبۃ الحصول ہیں یعنی تعقلات فطریہ۔ دوسرے مکتسبہ اور قسم ثانی میں کبھی غلطی بھی واقع ہوجاتی ہے اس لیے، اس کے واسطے ہادی ومرشد کی ضرورت ہوتی ہے اور اس امر میں کلام الٰہی اور کلام انبیاء سے زیادہ اور کوئی ہادی ومرشد نہیں اس لیے یہ بھی نور ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن اور نبی کو بھی نور کہا گیا ہے اور اسی طرح ملائکہ بھی نور ہیں۔ پھر ملائکہ بھی درجہ میں متفاوت ہیں۔ یہاں تک کہ سب سے بڑھ کر نور اعظم وہ روح جو سب ارواح سے اعلیٰ ہے معدن نور ہے پھر یہ سب انوار حسیہ ہوں خواہ سفلیہ جیسا کہ آگ کا نور یا علویہ جیسا کہ آفتاب ومہتاب وکواکب کے انوار یا انوار عقلیہ سفلیہ ہوں جیسا کہ ارواح انبیاء واولیاء یا علویہ ہوں جیسا کہ ملائکہ یہ سب کے سب فی حد ذاتہا ممکن ہیں اور ممکن فی حد ذاتہ معدوم ہیں ان کو وجود غیر کی طرف سے عطا ہوتا ہے اور وجود نور اور عدم ظلمت ہے۔ پس کل ممکنات اپنی ذات میں مظلم ہیں نور فی حد ذاتہ وہی ہے جس کا وجود ذاتی ہے ممکنات کا وجود اور ان کی صفات اور ان کے سب معارف اللہ کی طرف سے آئے ہیں۔ اب ظاہر ہوگیا کہ نور مطلق وہ اللہ سبحانہٗ ہی ہے اور غیر پر جو اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے تو مجازاً کیونکہ اس کے جو کچھ ہے من حیث ھُوَ ھُوَ ظلمت محضہ ہے۔ اس لیے کہ وہ من حیث ہو عدم محض

ہے بلکہ یہ انوار بھی من حیث ھِیَ ھِیَ ظلمت ہیں۔ خلاصہ یہ کہ وہی نور حقیقی ہے اور جس قدر انوار ہیں اسی کے نور کے پرتوے ہیں، واللہ اعلم۔

بحث دوم: نُوْرُ کو السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی طرف کیوں مضاف کیا؟: ......اس لیے کہ سب آسمان اور زمین انوار مجردہ اور مادیہ سے بھرے ہوئے ہیں۔ انوار مادیہ جیسا کہ چاند اور سورج اور ستاروں کی روشنی یہ سب آسمانوں میں ہیں اور زمین پر بھی یہی انوار منعکس ہوتے ہیں کہ جس سے الوان مختلفہ دکھائی دیتے ہیں اور انوار مجردہ سے عالم بالا ❶ پُر ہے اور وہ انوار مجردہ ملائکہ ہیں۔ عالم سفلی میں بھی انوار عقلیہ بہت سے ہیں اور وہ قویٰ نباتیہ اور حیوانیہ اور انسانیہ ہیں اور نور انسانی سے جس کے سبب یہ خلیفۃ اللہ فی الارض بنایا گیا عالم اسفل کا نظام ہو رہا ہے جیسا کہ نور ملکی سے عالم علوی کا نظام قائم ہے اور یہ جملہ انوار با یکے دیگر مرتبط و مسلسل ہیں اور سب کا انتہیٰ نور الانوار کی طرف ہے اور وہ اللہ سبحانہ ہے اس لیے اَللّٰهُ کو نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہا:

بحث سوم: اپنے نور کو چراغ کے ساتھ تشبیہ کیوں دی؟ ......مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ ❷......الخ اپنے نور کو ایسے چراغ سے تشبیہ دی جو شیشہ میں ہو اور شیشہ کسی طاق میں ہو اور چراغ زیتون کے تیل سے روشن کیا گیا ہو اور وہ ایسا صاف ہو کہ جو آگ دکھاتے ہی جل اٹھے اور زیتون بھی ایسا ہو کہ نہ شرقی ہو کہ صبح ہی کے وقت اس پر آفتاب کی شعاع پڑتی ہوں پھر نہ پڑیں اور نہ غربی ہو کہ شام کے وقت ہی اس پر دھوپ پڑتی ہو کیوں کہ ایسا درخت کچا ہوتا ہے اس کا تیل بھی عمدہ نہیں۔ بخلاف اس کے کہ جو نہ شرقی ہو نہ غربی بلکہ میدان میں یا پہاڑ کی بلندی پر ہو وہ خوب تناور اور پختہ ہوتا ہے اس کا تیل بھی عمدہ ہوتا ہے۔ جس کے ساتھ تشبیہ دی گئی وہ تو یہ چیزیں ہیں بحیثیت مجموعی اور جس کو تشبیہ دی گئی وہ اللہ کا نور ہے۔ مگر کلام اس میں ہے کہ اللہ کے نور سے کیا مراد ہے؟ جمہور متکلمین کے نزدیک ہدایت مراد ہے۔ یہ معنی کہ اللہ کی ہدایت ظہور میں ایسی ہے کہ جیسے کوئی چراغ ہو جس کی یہ صفت ہو کہ جس کی ہر صفت روشنی چراغ کو ترقی دیتی ہے۔

سوال: آفتاب کے ساتھ کیوں تشبیہ نہ دی؟:

جواب: مقصد اس روشنی کے ساتھ تشبیہ دینا ہے جو اندھیریوں میں سے ظاہر ہو۔ البتہ ہدایت کی ایک ایسی روشنی ہے جو شبہات کی اندھیریوں میں سے ظاہر ہوتی ہے سو یہ بات چراغ کے ساتھ تشبیہ دینے سے حاصل ہوتی ہے کہ جس کے ہر طرف اندھیری محیط ہوتی ہے۔ برخلاف آفتاب کے کہ وہ جب جلوہ گر ہوتا ہے تو تمام عالم اس کے نور سے بھر جاتا ہے ظلمت باقی نہیں رہتی۔

- بعض کہتے ہیں کہ نور سے مراد قرآن ہے جیسا کہ فرمایا ہے قد جاء کم من اللہ نور یہ حسن و سفیان بن عیینہ و زید بن اسلم کا قول ہے۔

بعض کہتے ہیں اس سے مراد حضرت رسول کریم ﷺ ہیں جن کی صفت میں سراجاً منیراً آیا ہے۔ یہ عطاء کا قول ہے۔ بعض کہتے ہیں اس نور سے مراد وہ نور ہے کہ جو مؤمن کے دل میں ایمان و معرفت کا نور ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کو نور اور کفر کو ظلمت سے تعبیر کیا ہے یہ اُبی رضی اللہ عنہ و ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

انسان کے قویٰ مدرکہ پانچ ہیں: ......امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں انسان کے قویٰ مدرکہ پانچ ہیں۔ قوت حسیہ جو حواس خمسہ کو شامل

---

❶......عالم بالا آسمانوں سے بھی اوپر ہے وہ عالم حسیات نہیں بلکہ عالم مجردات ۱۲ منہ۔ ❷......کعب احبار کہتے ہیں کہ مشکوۃ سے مراد ہے آنحضرت ﷺ کا سینہ مبارک اور زجاجہ قلب اور اس میں مصباح جو ہے وہ نبوت یہ وہ شجرۂ مبارک سے روشن کیا گیا ہے یعنی شجرۂ ابراہیمیہ سے کہ جو نہ شرقی ہے نہ غربی بلکہ سب کے لیے اس کا فیضان نبوت برابر ہے۔ گو آپ مونہوں سے کچھ اظہار نہ کریں، مگر وہ نور نبوت خود بخود کہے دیتا ہے صدہا لوگ آپ ﷺ کو دیکھتے ہی کہہ دیتے تھے۔ کہ آپ ﷺ نبی برحق ہیں جیسا کہ زیتون کے تیل صافی میں سلگ اٹھنے کا مادہ تیار ہے۔ نور پر نور ہے۔ ایک نور ابراہیمی جو ان کی دعا اور حضرت عیسیٰ کی پیشین گوئی (سفر استثنی باب ۱۸) کے مطابق پشت در پشت چلا آتا تھا۔ دوسرا خود حضرت کا نور محمدی ﷺ جو تمام انوار حسیہ و عقلیہ کا منتہیٰ اور مظہر اول اور منبع ہے ۱۲ منہ ابو محمد عبدالحق۔

ہے۔قوت خیالیہ۔قوت عقلیہ جو حقائق کلیہ کا ادراک کرتی ہے۔قوت فکریہ جو معارف عقلیہ میں ترکیب دے کر نا معلوم بات کو دریافت کرتی ہے۔قوت قدسیہ جو انبیاء واولیاء کو حاصل ہے جس سے اسرار غیب ولوائح ملکوت ظاہر ہوتے ہیں جس کی نسبت اللہ فرماتا ہے جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا یہ پانچوں نور ہیں ہر ایک کو ان پانچ میں سے ایک ایک کے ساتھ تشبیہ ہے۔روح حساس کو مشکوۃ سے ❶۔

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

ترجمہ:......ان گھروں میں کہ جن کی تعظیم کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا نام یاد کیا جاتا ہے اس میں صبح اور شام اس کی تسبیح وتقدیس کی جاتی ہے ﴿۳۶﴾ ایسے لوگ تسبیح کیا کرتے ہیں کہ جن کو نہ تجارت اور بیچنا ذکر الٰہی سے روکتا ہے اور نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوۃ دینے سے وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں کہ جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی ﴿۳۷﴾ تاکہ اللہ ان کو ان کے عمل کا اچھا بدلہ دے اور ان کو اپنے فضل سے اور بھی دے (یعنی ڈرتے بھی ہیں اور امید بھی رکھتے ہیں) اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے ﴿۳۸﴾۔

ترکیب:......فی بیوت یا توصفت ہے زجاجۃ کی المصباح فی زجاجۃ فی بیوت یا یوقد سے متعلق ہے ای توقد فی المساجد یا یسبح سے متعلق ہے وھو الاقوی۔رجال، یسبح کا فاعل یا مفعول مالم یسم فاعلہ لا تلھیھم رجال کی صفت یخافون صفت ثانیہ لیجذیھم، یسبح سے متعلق۔

تفسیر:......فِيْ بُيُوْتٍ کو جمہور مفسرین نے کلام سابق کا تتمہ قرار دے کر تشبیہ میں شامل کیا ہے یعنی وہ چراغ جو آئینہ میں ہو اور صاف تیل سے روشن کیا ہو کسی گندہ اور ناپاک مکان میں نہ ہو کہ جس کی روشنی صاف باطنوں کی آنکھوں میں بے قدر معلوم ہوتی ہو بلکہ ان مکانوں میں ہو کہ جن کے بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا یعنی مساجد، خانہ کعبہ، مسجد نبوی، بیت المقدس، مسجد قباء یا عام مساجد اور ان کے بلند کرنے سے مراد یا حقیقۃً بلند کرنا ہے یا تعظیم کرنا۔ان مقامات خصوصاً بیت المقدس کی قندیلوں کی روشنی جو زیتون کے عمدہ تیل سے روشن ہوتی تھیں ضرب المثل تھی۔

جس گھر میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے ان کے اوصاف:......پھر ان گھروں کی صفت میں فرماتا ہے کہ ان میں ایسے لوگ صبح وشام اللہ کی تسبیح وتقدس کیا کرتے ہیں اور اس کا نام لیا کرتے ہیں (یہ عام ہے خواہ نماز فرائض ونوافل کے ذریعہ سے ہو خواہ بغیر اس کے

❶...... مشکوۃ سراج وغیرہ ۱۲ منہ۔

صرف ذکر و تسبیح ہو) کہ جن کو ذکر الٰہی اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ تجارت روک سکتی ہے نہ بیع کرنا۔ تجارت عام ہے خرید اور فروخت دونوں کو شامل ہے مگر فروخت میں نقد حاصل کیا جاتا ہے اس میں اور بھی لالچ ہے جو انسان کو ذکر الٰہی سے روک دیتا ہے اس لیے اس کو جداگانہ بھی بیان کیا کہ ان کو فروخت بھی نہیں روک سکتی۔ اور باجود اس قدر یاد الٰہی میں مشغول ہونے اور زکوٰۃ و خیرات دینے کے وہ لوگ اپنی عبادت پر نازاں نہیں بلکہ قیامت کے دن سے ڈرتے رہتے ہیں کہ جس دن دل اور آنکھوں کا عجب حال ہوگا دل صدمات کے مارے ہوا ہوگا اور آنکھیں اوپر کو ٹکٹکی باندھے ہوئے ہوں گی کہ کیا حکم آتا ہے؟ یہ سب باتیں ان کی اس بات کا سبب ہیں کہ اللہ ان کے عمدہ اعمال کا عمدہ بدلہ دے گا اور نہ صرف بلکہ اعمال کے سوا اپنے فضل سے اور بڑھتی (برکت) بھی عطا کرے گا کیوں کہ وہ بے نیاز بے پروا ہے جس کو چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں فی بیوت، یسبح سے متعلق ہے اور یہ ایک جداگانہ کلام ہے جس میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ وہ نور کہ جس کو تشبیہ دی گئی ہے کہاں اور کس جگہ پایا جاتا ہے؟ پھر آپ ہی بتلاتا ہے کہ ایسے گھروں میں پایا جاتا ہے کہ جن کے بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا اور جن میں اس کی یاد کی جاتی ہے اور وہاں ایسے پاک باز لوگ اس کی تسبیح و تقدیس کیا کرتے ہیں کہ جن کو کوئی شغل دنیاوی ان کے کار (کام) سے نہیں روکتا (دست بکار دل بہ یار) ان کا شیوۂ خاص اور انہیں کے دلوں اور سینوں میں نور الٰہی کا وہ چراغ روشن ہے کہ جس سے ان کو اللہ نے اس راہ راست اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت کی ہے، واللہ اعلم باسرار کلامہ۔

فائدہ:......رجال کے لفظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ مساجد میں حاضر ہونا مردوں کے لیے ہے جمعہ اور جماعت انہیں پر ہے نہ عورتوں پر۔ اور یہ بھی اشارہ ہے کہ دراصل رجال یعنی مرد ایسے لوگ ہیں کیوں کہ دنیا مردار کے طالب کتے ہیں، اور مولیٰ کے طالب مرد ہیں۔ بڑی مردانگی یہی ہے نہ کہ کھانا، سونا، جماع کرنا، کسی کو مار ڈالنا، نفس کا مار ڈالنا اور نفسانی خواہشوں کو اس چراغ ہدایت سے جلا دینا بڑی مردمی ہے۔ اس کلام پاک کی شرح کے لیے ایک دفتر چاہیے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا
جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ
الْحِسَابِ ۝ۙ۳۹ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ
سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ
لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝۴۰ ع

ترجمہ:......اور وہ جو کافر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں کہ جیسے جنگل میں چمکتی ہوئی ریت جس کو پیاسا پانی سمجھتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اس کو کچھ بھی نہ پایا اور اللہ ہی کو اپنے پاس پایا (اور تڑپ تڑپ کر مر گیا) اور اللہ نے اس کا حساب پورا پورا چکا دیا اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے ۝۳۹ یا ایسی مثال ہے کہ جیسے موج زن دریا میں اندھیریاں ہوتی ہیں کہ جس کو ایک موج پر دوسری موج نے اور اس پر بادل نے ڈھانک رکھا ہو اندھیریاں ہیں ایک کے اوپر ایک (انسان وہاں) جب اپنا ہاتھ نکالے تو اس کو کچھ بھی دیکھ نہ سکے اللہ ہی نے نور نہ دیا ہو تو اس کے لیے کوئی

تھی نور نہیں۔

ترکیب :...... بقیعۃ موضع جر میں سراب کی صفت یحسبہ بھی سراب کی صفت قیعتہ جمع قاع ای فی فلاۃ و الیاء فی قیعۃ بدل من واو لسکونھا و انکسار ماقبلھا لانھم قالوا فی قاع اقواع ۔او کظلمات معطوف ہے سراب پر تقدیرہ او کاعمال ذی ظلمات فیقدر ذی لیعود الضمیر من قولہ اذا اخرج یدہ الیہ و یمکن ان یقال لاحذف فیہ و المعنی انہ شبہ اعمال الکفار بالظلمۃ فی حیاتھا بین القلب و بین مایھتدی الیہ ۔فی بحر صفت ظلمت ۔لجی نسبۃ الی اللج ای ذی لجۃ ۔یغشہ صفت اخریٰ ۔من فوقہ صفۃ لموج و الموج الثانی مرفوع بالظرف لانہ قد اعتمد و یجوز ان یکون مبتدأ و الظرف خبرہ من فوقہ سحاب نعت للموج الثانی ۔ظلمت بالرفع خبر مبتدأ محذوف ای ھٰذا ظلمات۔

تفسیر :...... اس نور اور نورانی لوگوں کے بعد ظلمت اور ظلمانی لوگوں کا حال بھی تشبیہ میں بیان فرمایا جاتا ہے۔

ظلمت اور اہل ظلمت کے احوال :...... فَقَالَ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا ... الخ کہ کافروں کے اعمال جن کو وہ نیک اور وسیلۂ آخرت سمجھ کر کرتے ہیں سراب کی مانند ہیں جس کو جنگل میں دوپہر کے وقت پیاسا دور سے پانی سمجھ کر بڑی بے قراری سے اس کے پاس آتا ہے اور وہاں جا کر کچھ بھی نہیں پاتا۔ یہی حال ان کا ہے کہ بوقت مرگ جن اعمال پر ان کو سہارا تھا ان کو کچھ بھی نہ پائیں گے اور اللہ ہی سے ان کو وہاں معاملہ پڑے گا۔ سو وہ ان کا حساب پورا کردے گا۔

ازہری رحمہ اللہ کہتے ہیں سراب وہ ہے جو ٹھیک دوپہر میں دور سے پانی سا موجیں مارتا ہوا دکھائی دیا کرتا ہے یعنی پانی چلتا ہوا دکھائی دیا کرتا ہے یقال سرب الماء یسرب سروبا اذا جزی فھو سارب ۔قولہ تعالیٰ وَّوَجَدَ اللّٰہَ عِنْدَہٗ أی وجد عقاب اللہ الذی یوعدبہ الکافر عند ذلک ۔یہ ان کے بقیہ احوال کا بیان ہے جو اس کے بعد ان پر عارض ہوگا بطور تکملہ کے۔ تاکہ یہ نہ سمجھا جائے کہ ان کے حال کا اسی پر حصر ہے بلکہ اس کے بعد اور بھی برا حال ہوگا۔ بس یہ لَمْ یَجِدْہُ شَیْئًا پر معطوف نہیں۔ (ابوالسعود)۔

اَوْ کَظُلُمٰتٍ یہ دوسری مثال ہے کفار کے حال کی۔ پہلی مثال میں یہ بتایا گیا کہ ان کے اعمال اگر اچھے بھی ہیں تو عقائد صحیحہ نہ ہونے کی وجہ سے سراب کی مانند ہیں۔ آخرت میں ان سے کوئی نفع نہ ہوگا اور اگر برے ہیں تو وہ ظلمات ہیں۔ یا یوں کہو کہ پہلی مثال میں ان کے اعمال بیان تھا کہ وہ کچھ بھی فائدہ مند نہیں اور دوسری مثال میں ان کے عقائد کا بیان ہے کہ وہ ظلمات سے مشابہ ہیں جیسا کہ فرمایا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ای من الکفر الی الایمان ۔اگلا جملہ وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ اس پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ دریاء لجی (ای ذو اللجۃ التی ھی معظم الماء الغمر البعید القعر) یعنی بڑے گہرے اور بہت عمیق کے قعر میں اندھیرا ہوتا ہے۔ پھر جب اس پر امواج کا تلاطم ہوتا ہے تو اور بھی اندھیرا زیادہ ہو جاتا ہے اور جب کہ امواج پر بادل اور گھٹا گھنگھور ہوتی ہے تو انتہا درجہ کی اندھیری ہو جاتی ہے تو ایسی حالت میں ہاتھ بھی نہیں دکھائی دیتا حالانکہ پاس کی چیزوں میں سے جو دکھائی دیا کرتے ہیں عادۃً ہاتھ ہی بہت قریب سمجھا جایا کرتا ہے۔ اسی طرح کافر تین اندھیریوں میں مبتلا ہیں۔

کافر تین اندھیروں میں مبتلا ہیں :...... اول اعتقاد بد کی ظلمت جو بحر عمیق کے مشابہ ہے اور عقائد کا محل دل ہے جس کو مختلف موجیں مارنے میں اور خطرات و شہوات کے تلاطم میں بڑی مناسبت اور کامل تشبیہ ہے۔ دوم قول بد کی ظلمت جو ان کی زبان سے نکل کر دریا کی طرح موجیں مارتی ہے۔ سوم عمل بد کی ظلمت جو بادل کی طرح محیط ہے۔ یا اس کے قلب اور سمع و بصر کی اندھیریاں مراد ہیں۔ یا اپنے کفر پر جو اس کو اصرار ہے اس کی ظلمات متراکمہ کو دریا اور امواج اور سحاب کی ظلمات متراکمہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ پس وہ کافران اندھیریوں

میں مبتلا ہے۔ اب اگر اس کو اللہ ہی اندھیریوں سے نہ نکالے اور نور میں نہ لائے تو کون نکال سکتا ہے اور نور میں لاسکتا ہے اس لیے فرمایا وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ
عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِیْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ﴿۴۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُزْجِیْ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَهٗ
ثُمَّ یَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ
جِبَالٍ فِیْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَیُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَیَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ یَّشَآءُ ؕ یَكَادُ
سَنَا بَرْقِهٖ یَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ یُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ
لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ
عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰى رِجْلَیْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰۤى اَرْبَعٍ ؕ
یَخْلُقُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۵﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ ؕ
وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۴۶﴾

ترجمہ:......(اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمین کے رہنے والے اور پرند جو پر پھیلائے اُڑتے ہیں (وہ) سب اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں ہر ایک نے اپنی اپنی نماز اور تسبیح معلوم کر رکھی ہے اور اللہ ہی خوب جانتا ہے جو کچھ کہ وہ کرتے ہیں ﴿۴۱﴾ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کو سزاوار ہے اور اللہ ہی کے پاس پھر کر جانا بھی ہے ﴿۴۲﴾ کیا (اے مخاطب) تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی بادلوں کو چلاتا ہے پھر وہی ان کے ٹکڑے ملاتا ہے پھر وہی ان کو گھنگھور گھٹا بناتا ہے پھر تو دیکھتا ہے کہ ان میں سے مینہ برساتا ہے اور وہی آسمانی پہاڑوں سے جو بادلوں میں ہیں اولے برساتا ہے پھر ان کو جس پر چاہتا ہے گراتا ہے اور جس سے چاہتا ہے روک لیتا ہے اس کی بجلی کی چمک ہے کہ آنکھوں (کے نور) کو اُچکائے لیے جارہی ہے ﴿۴۳﴾ (اور) اللہ ہی رات اور دن کو بدلتا رہتا ہے بے شک اس میں آنکھوں والوں کے لیے ایک بڑی عبرت ہے ﴿۴۴﴾ اور اللہ ہی نے تمام زمین پر چلنے والے جانوروں کو پانی سے پیدا کیا ہے پھر بعض تو ان میں وہ ہیں جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض ہیں کہ اپنے دو پاؤں سے چلتے ہیں اور بعض ہیں کہ چار پاؤں سے چلتے ہیں اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ﴿۴۵﴾ البتہ ہم نے کھلی کھلی آیتیں نازل کردی ہیں ❶ اور اللہ ہی جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے ﴿۴۶﴾۔

❶......جن سے ہماری قدرت اور کمال واضح ہوتا ہے ۱۲ منہ۔

ترکیب:......الطیر معطوف علی من جمع طائر صافات حال من الطیر ای باسطات اجنحیهن۔علم کی ضمیر راجع ہے کل کی طرف وھو الاقوی لان القراءۃ برفع کل علی الابتداء یزجی یسوقه برفق۔بینه انما جاز دخول بین علی المفرد لان المعنی بین اجزاء السحاب۔رکاما متراکما بعضه فوق بعض۔الودق المطر من خلاله ای مخارجه جمع خلل کجبال فی جمع جبل۔من السماء من لابتداء الغایۃ من جبال کا من یا زائدہ ہے اور ممکن ہے کہ پہلے من سے بدل ہو علی اعادۃ الجار والتقدیر وینزل من جبال السماء ای من جبال فی السماء من برد بیان للجبال والمفعول محذوف ای ینزل مبتداء من جبال فیها من برد بردًا۔

چند دلائل توحید

تفسیر:...... انوار قلوب المؤمنین وظلمات قلوب الکافرین کے بعد وہ چند دلائل توحید بیان کرتا ہے جن میں نظر کرنے سے حق سبحانہ اور اس کی توحید کا نور متجلی ہو کر نور پر نور کی کیفیت حاصل ہو جائے۔

فقال اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ . . . الخ یہ اول دلیل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان ہی پر کیا موقوف ہے۔جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے ملائکہ اور روحانیات، اور جو کچھ کہ زمین پر ہے انسان اور حیوان حجر اور شجر بلکہ جو ان کے درمیان ہے پرند جو ہوا میں پر کھولے معلق اڑتے پھرتے ہیں سب اس کی تسبیح کیا کرتے ہیں۔الم تر سے مراد الم تعلم ہے کیوں کہ ان چیزوں کی تسبیح آنکھوں سے نہیں دیکھتی ہاں دل کی آنکھوں سے دکھلاتی دیتی ہے یعنی عقل سے معلوم ہو سکتی ہے۔

رب تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس:......تسبیح کرنے سے متکلمین کے نزدیک ان چیزوں کا اس پر دلالت کرنا مراد ہے کہ ان کا خالق صفات نقصان سے منزہ اور بری اور صفات کمال اور نعوت جلال سے موصوف ہے یعنی تسبیح بدلالۃ الحال ہے نہ بالمقال۔بعض کہتے ہیں بعض چیزیں زبان سے بھی تسبیح کرتی ہیں عقلاء انسان ملائک جن وغیرہ اور بعض بدلالۃ الحال۔بعض کہتے ہیں ہر چیز اپنی ایک خاص زبان سے جو اس کو عطا کی گئی ہے اس کی تسبیح وتقدیس کرتی ہے۔جمادات اپنی زبان جمادی سے کرتے ہیں۔کبھی جمادات کی تسبیح بعض روشن ضمیروں کو بھی سنائی دے جاتی ہے۔چنانچہ ایک بار آنحضرت ﷺ کی مجلس میں کنکریوں کی تسبیح سنائی دی۔اور نیز عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ولقد کنا نسمع تسبیح الطعام وھو یو کل (رواہ البخاری) کہ ہم کھاتے میں کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے۔اور نباتات اپنی زبان نباتی سے تسبیح کرتے ہیں۔چنانچہ مسجد نبوی میں کھجور کا ٹنڈ جو مسجد کا ستون تھا جس پر آپ ﷺ سہارا لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے حضرت ﷺ کے فراق میں رویا اور اس کا رونا سب کو سنائی دیا (رواہ البخاری) رہے حیوانات پرند اور غیر پرند سو ان کے عجائب افعال اس بات کی صریح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک قسم کی گویائی اور ادراک عطا کیا ہے اور وہ اللہ کی تسبیح وتقدیس کیا کرتے ہیں اور اللہ نے ہر ایک کو اپنی نماز اور تسبیح فطری طور پر تعلیم فرمائی ہے کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِیْحَهٗ اور اسی لیے بعد میں فرمایا وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ بِمَا یَفْعَلُوْنَ۔

اس کے بعد مبدأ ومعاد کا مسئلہ ظاہر کرتا ہے وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہ ہر چیز کا وجود اس کی طرف سے ہے اور اسی کے قبضہ میں ہے اسی لیے اس کی تسبیح وتقدیس کا استحقاق ہے وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ۝ اور پھر اسی کے پاس جانا بھی ہے اس لیے اس کی تسبیح وتقدیس ضروری ہے آخر اسی سے کام پڑے گا۔حاصل یہ کہ یہ سب عالم مسخر ہے صغریٰ بدیہی الثبوت ہے اس لیے اس کو اَلَمْ تَرَ سے تعبیر کیا۔اور جو چیز مسخر اور منقاد ہے وہ اللہ نہیں۔ثابت ہوا کہ عالم میں سے کوئی چیز بھی قابل پرستش نہیں۔پھر جو ان کو پوجتے ہیں وہ ظلمات متراکمہ میں جو ان کے تخیلات باطلہ ہیں گرفتار ہیں۔

بادلوں کی تخلیق اور بارش کا برسایا جانا:..... اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُزْجِیْ سَحَابًا۔ یہ دوسری دلیل ہے کہ اللہ بادل پیدا کرتا ہے پھر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو جمع کر کے ان کو گھنگھور گھٹا بناتا ہے اور ان بادلوں میں سے کس لطف کے ساتھ مینہ برساتا ہے۔ یہ نہیں ہونے دیتا کہ مشک کا دہانہ کھلنے سے جس طرح بے تحاشا پانی گر پڑتا ہے اس طرح گرے۔ یہ بھی حکیم و قدیر کی عجب قدرت ہے۔ پھر اس پر اور حکمت دیکھو وَیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِیْهَا مِنْۢ بَرَدٍ کہ انہیں بادلوں میں سے جو پہاڑ کی مانند ہیں جس طرح مینہ برساتا ہے اسی طرح جسم جامد اولے بھی برسا دیتا ہے جن کو پتھر کہنا بمناسبت من جبال نہایت مناسب ہے۔ اس پر اور بھی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ قابل غور ہے **یکاد سنا برقه یذهب بالابصار** کہ اس سرد اور تر جگہ سے کہ جہاں سے اولے اور مینہ برستا ہے بجلی بھی ظاہر کرتا ہے جو سخت آتش کی روح ہے پھر وہ اس طرح سے کوندتی ہے کہ دیکھنے والے بھی آنکھ بند کر لیتے ہیں آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اس کے دیکھنے کی تاب نہیں لاتیں۔ پھر عاقل بصیر ان سب چیزوں سے اس قادر حکیم کا جلوہ دیکھ سکتا ہے کہ جس سے عقل کی آنکھیں نہیں چندھیاتیں بلکہ اور بھی اس نور عقلی سے روشن ہو جاتی ہیں۔ کلام میں بلاغت بھی کس درجہ کی ہے کہ مینہ کا سارا سماں باندھ دیا۔

دن ورات کی تبدیلی:..... یُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ یہ تیسری دلیل ہے کہ اللہ ہی رات دن کو بدلتا ہے رات کے بعد دن، دن کے بعد رات لاتا ہے اور پھر ہر ایک کو چھوٹا بڑا بھی کرتا گو یہ آفتاب یا زمین کی حرکت سے ہو مگر ان کی حرکت بھی تو اسی کے ید قدرت میں ہے۔ تمام اسباب کا سلسلہ انجام کار اسی کی طرف منتہی ہوتا ہے۔ اس لیے اس کے بعد ارشاد فرماتا ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ کہ ان میں انہیں کے لیے عبرت ہے جو چشم بصیرت رکھتے ہیں وہی ان دلائل سے بانی عالم کا وجود با کمال سمجھ سکتے ہیں کہ دنیا میں جس قدر نعمتیں ہیں اس کے ہاں سے آئی ہیں وہی مینہ برسا کر دنیا کو آباد کرتا ہے اور سب کے اسباب وہی مہیا کر دیتا ہے۔ اور نیز یہ کہ رحمت ناشکری کے وقت زحمت ہو جاتی ہے۔ بادلوں میں سے پانی بھی برساتا ہے مگر وہیں بجلی اور اولے بربادی کے بھی سامان مہیا کر رکھے ہیں۔ اور نیز دولت کے بعد افلاس اور زوال کے بعد اقبال، علت کے بعد تندرستی یہ سب باتیں رات دن کی الٹا پلٹی کی طرح وہی الٹتا پلٹتا ہے۔ اگر عقل ہے تو پھر غیر کی پرستش کبھی نہ کرے۔

جاندار کی پانی سے پیدائش:..... وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ... الخ یہ چوتھی دلیل ہے کہ اللہ نے ہر جان دار کو پانی سے پیدا کیا پھر کسی کو پیٹ کے بل کسی کو دو پاؤں پر کسی کو چار پاؤں پر چلایا یہ اختلاف اور یہ پیدائش بھی اسی صانع حکیم کا فعل ہے نہ طبیعت کا نہ مادہ کا نہ کسی اور کا۔

سوال: بہت سے جان دار پانی سے نہیں پیدا ہوئے۔ جن آگ سے ملائکہ نور سے، آدم خاک سے اور نیز مواد ارضیہ سے بھی حیوانات کو پیدا ہوتے دیکھا ہے؟۔

جواب: من ماء صلہ كُلَّ دَآبَّةٍ کا ہے نہ خلق کا۔ یعنی جو جانور پانی سے بنتے ہیں ان کو اللہ نے ایسا بنایا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصل جمیع مخلوقات کی پانی ہے پھر اس پانی سے اور عناصر پیدا ہوئے جیسا کہ جلد ثانی میں ہم نے بیان کیا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دابۃ سے مراد زمین پر چلنے والے جانور ہیں جن کی پیدائش پانی سے ہے پس جن اور ملائکہ ان میں داخل نہیں۔ من ماء کو نکرہ لا کر یہ بتا دیا کہ ہر نوع دابۃ کو اس پانی سے پیدا کیا جس کے ساتھ وہ مخصوص ہے۔ بعض جانور پیٹ کے بل چلتے ہیں سانپ وغیرہ۔ بعض دو پاؤں سے انسان وغیرہ۔ بعض چار سے گائے بھینس گھوڑا وغیرہ اور بھی عجائب مخلوقات ہیں یا کسی کے چار سے زیادہ پاؤں ہیں کنکھجورا وغیرہ تو ان سب کی طرف یَخْلُقُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ میں اشارہ کر دیا۔

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝۴۷ وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ
اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۴۸ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ۝۴۹
اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ
بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۵۰ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵۱ وَمَنْ ع
يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝۵۲ وَاَقْسَمُوْا
بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۵۳ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ
تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ
وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝۵۴

ترجمہ:......(اے رسول) منافق یہ تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور فرمانبردار بھی ہوگئے (مگر) اس کے بعد بھی ان میں سے ایک فریق پھر جاتا ہے اور وہ تو سرے سے ایمان ہی نہیں لائے تھے۴۷ اور جب کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف باہم فیصلہ کے لیے بلائے جاتے ہیں تو جبھی ایک فریق ان میں سے منہ موڑ لیتا ہے۴۸ اور اگر ان کے لیے حق پہنچتا ہو تو رسول کے پاس گردن جھکائے چلے آتے ہیں۴۹ کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا شک میں پڑے ہیں یا اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان کی حق تلفی کردے گا (وہ تو ایسا نہیں کریں گے) بلکہ وہ خود ہی ظالم ہیں۵۰ مومنوں کی بات تو یہی تھی کہ جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف اس لیے بلایا گیا تھا کہ ان فیصلہ کردیا جاتا (تو یہی) کہتے کہ ہم نے (حکم) سن لیا اور مان لیا اور وہی لوگ فلاح پانے والے بھی ہیں۵۱ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کی نافرمانی سے حذر کرتا ہے سو وہی کامیاب ہوتا ہے۵۲ اور وہ اللہ کی پکی پکی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اگر آپ حکم دیں تو ہم (اپنے گھربار چھوڑ کر) نکل پڑیں کہہ دو قسمیں تو نہ کھاؤ دستور کے موافق حکم برداری چاہیے بے شک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو (خوب) جانتا ہے۵۳ کہو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتے رہو پھر اگر اس پر بھی پھر جائیں تو پیغمبر پر تو وہی ہے جس کا وہ ذمہ دار ہے اور تم پر وہ ہے جو تمہارے ذمہ لازم کیا گیا ہے (کہہ دو) اور اگر اس کا کہا مانو گے تو ہدایت پاؤ گے اور رسول پر تو بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ کھول کر (صاف صاف) پہنچا دیوے۵۴۔

منافقین اور ان کے جھوٹے وعدے اور قسمیں

تفسیر:......ان دلائل کے بعد جو انسان کے دل میں نور ابدی اور سرور سرمدی پیدا کرتے ہیں چند گمراہ ازلیوں کا تذکرہ کرتا ہے جو ظلمات میں مبتلا ہیں اور ان ظلمات کے سبب ذرا ذرا سی باتوں میں بھی رسول کریم ﷺ کے اتباع کرنے سے دل چرا جاتے اور حیلہ بہانہ بناتے ہیں۔ یہ چند منافق جو مدینہ منورہ میں رہتے تھے انہیں کی طرف ان آیات میں روئے سخن ہے کہ یہ لوگ منہ سے تو ایمان و فرماں برداری کا اقرار کرتے ہیں اور موقع پر آ کر منہ موڑ جاتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت وہ مومن نہیں اور جب کسی باہمی فیصلہ کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تو انکار کر جاتے ہیں اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا تو رسول کے پاس دوڑے چلے آتے ہیں پھر کیا ان کے دل میں مرض نفاق ہے یا شک میں پڑے ہوئے ہیں یا یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کرے گا؟ بلکہ وہی ظالم ہیں جو ایسی بدگمانی رسول اور اللہ کی طرف جائز رکھتے ہیں۔ ایمانداروں کی یہ شان نہیں بلکہ ان کی شان ہے کہ جب ان کو اللہ اور رسول کی طرف بلایا جائے یعنی کوئی حکم دیا جائے تو سمعنا و اطعنا کے سوا اور کچھ نہ کہیں یعنی یہی کہیں کہ ہم حکم بردار ہیں۔ اس سرزنش کے بعد وہ منافق قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ اگر آپ ہمیں وطن سے نکل جانے کا بھی حکم دیں گے تو ہم تعمیل کریں گے یعنی ہم دل سے مطیع ہیں۔ فرمایا کہہ دو کیوں جھوٹی قسمیں کھاتے ہو۔ وطن سے نکلنے کا کوئی حکم نہیں دیتا دستور کے موافق اطاعت کا اللہ اور رسول حکم دیتا ہے اسی پر قائم رہو اور اس پر بھی قائم نہ رہو گے تو رسول پر کچھ نہیں وہ پہنچا چکا اس کا بار تمہیں پر ہے۔

اب اس میں مختلف روایات ہیں کہ ان آیات میں کون منافق مراد ہیں اور کس خاص معاملہ کی طرف اشارہ ہے؟ مقاتل کہتے ہیں بشر منافق مراد ہے اس کا ایک یہودی سے جھگڑا تھا جس میں وہ حق پر نہ تھا اس لیے کہتا تھا کہ اس کا فیصلہ کعب بن اشرف سردار یہود کرے گا۔ یہودی جانتا تھا وہ دغاباز ہے اس لیے وہ کہتا تھا کہ آنحضرت ﷺ کی طرف چلو۔

ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مغیرہ بن وائل منافق اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میں ایک زمین کی بابت نزاع تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا آنحضرت ﷺ سے فیصلہ کراؤ اس نے انکار کیا، واللہ اعلم۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ
كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى
لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ
شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ ع

ترجمہ:......اللہ نے تم میں سے ایمانداروں اور اچھے کام کرنے والوں کے لیے وعدہ کرلیا ہے کہ ان کو ضرور ملک کی خلافت (حکومت) عطا کرے

گا جیسا کہ ان سے پہلوں کو عطا کی تھی اور جس دین کو ان کے لیے اس نے پسند کیا ہے ان کے لیے اس کو ضرور مستحکم کر دے گا اور البتہ ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا وہ (باطمینان) میری عبادت کیا کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کریں گے اور جو کوئی اس کے بعد بھی ناشکری کرے سو وہی فاسق ہیں ۵۵ اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور رسول کی اطاعت کرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے ۵۶ (اے نبی یہ) خیال بھی نہ کرنا کہ منکر ملک میں (اپنی تدابیر سے) ہم کو ہرا دیں گے اور ان کا ٹھکانا تو آگ ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے ۵۷۔

ترکیب: ......لیستخلفنهم هو جواب قسم مضمر ای وعدهم واقسم لیستخلفنهم ۔یعبد وننی حال من الذین اواستیناف۔ لا یشرکون حال من الواو ای یعبدوننی غیر مشرکین۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے وعدۂ حکومت اور ان کا احکام کی پابندی کا حکم

تفسیر: ...... پہلے فرمایا تھا کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں وہی فلاح پائیں گے وہی کامیاب ہوں گے۔ آخرت کی کامیابی تو متعدد مقامات پر بیان ہو چکی تھی۔اب یہاں دنیا کی کامیابی بیان فرماتا ہے بقولہ وَعَدَ اللّٰهُ . . . الخ اور اس وعدہ کے بعد پھر ان مسلمانوں کو کہ جن کے لیے خلافت و امامت اور زمین پر حکومت و شوکت کا وعدہ کیا ہے وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ کا حکم دیتا ہے کہ زمین پر اقتدار پا کر اور سلطنت و شوکت حاصل کر کے بنی اسرائیل کی طرح اللہ اور اس کے رسول سے برگشتہ نہ ہو جانا بلکہ نماز روزہ اور جمیع امور میں اس کے احکام کی پابندی کرنا جن کی طرف وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ میں اجمالاً اشارہ ہے تا کہ تم پر رحم کیا جائے ورنہ قہر الٰہی میں مبتلا ہو جاؤ گے،شوکت و سلطنت چھین لی جائے گی اور جو دنیا میں اقتدار پا کر اللہ سے سرتابی کرتے ہیں اور تکبر میں آ کر دین کی پروا نہیں کرتے ان کو یہ نہ سمجھو کہ وہ اللہ کے قبضے میں نہیں رہے دنیا میں بھی وہ رسوا ہوں گے اور آخرت میں بھی ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔اور نیز اس فقرہ لَا تَحْسَبَنَّ . . . الخ میں مسلمانوں کو تسلی دیتا اور اپنے وعدۂ خلافت کا وثوق ظاہر کرتا ہے کہ اے مسلمانو! آج جو تم کفار سے دبے ہوئے ہو اور تمہارے مقابلہ میں روم و ایران وغیرہ بڑی بڑی سلطنتیں ہیں یہ سب ہمارے بس میں ہیں،ان کو ہم مغلوب و مقہور کرنے پر قادر ہیں۔

شان نزول: ......حاکم نے بسند صحیح نیز طبرانی نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے (اس آیت کے شان نزول میں) یوں روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تو تمام تر عرب دشمن ہو گیا مسلمان ہر وقت خوف کی حالت میں ہتھیار بند رہا کرتے تھے،اور آرزو کیا کرتے تھے کہ کبھی ایسے بھی دن آئیں گے کہ ہم بھی امن سے رات کو سویا کریں گے کہ بجز خوف اللہ اور کسی کا خوف نہ ہو گا ایسی حالت میں ان کو تسلی دینے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔خصوصاً جنگ احزاب میں تو مسلمانوں پر از حد تکلیف اور سخت خوف و ہراس تھا۔ابو العالیہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔اور ابن ابی حاتم نے بھی ایسا ہی کچھ نقل کیا ہے۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ اس وقت کے مسلمانوں سے جو نیک تھے بطور پیشین گوئی یہ وعدہ کرتا ہے کہ ہم ان کو زمین پر اس طرح سے خلیفہ کریں گے یعنی سلطنت و حکومت دیں گے کہ جس طرح تم سے پہلوں کو دی تھی حضرت سلیمان و داؤد علیہما السلام وغیرہما کو،اور ان کے حق پسند دین پر ان کو قادر کریں گے کسی کی روک ٹوک نہ ہو گی ہر طرح سے اس مذہب کے پھیلانے پر قادر ہوں گے اور خوف جو ان کو دشمنوں کا رہتا ہے اس کو دور کر کے اس کے بدلہ میں امن دیں گے کسی سے نہ ڈریں گے کہ دین کو مخفی کریں۔

يَعْبُدُوْنَنِيْ میری عبادت کیا کریں گے اور امیر کسی کو شریک نہ کریں گے یعنی بے کھٹکے عبادت و توحید کو بجا لائیں گے اور نیک ہوں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کرے گا وہ فاسق ہے اس پر حمایت الٰہی کا ہاتھ نہ رہے گا،صدق اللہ العلی العظیم۔

خلفائے اربعہ کی فضیلت وخلافت:......اس نے یہ وعدہ پورا کیا آنحضرت ﷺ کو جنگ احزاب کے بعد سے غلبہ دیا اور پھر آپ ﷺ کے بعد حضرات ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت میں نہ تنہا عرب بلکہ روم وایران وغیرہ سرسبز سلطنتیں بھی ان کے ہاتھ میں دیں اور نہایت امن کے ساتھ ان کے زمانوں میں دین اسلام کی اشاعت وترقی ہوئی۔اس آیت سے خلفاء اربعہ کی خلافت کا برحق ہونا صاف صاف ثابت ہوتا ہے۔خوارج کا قول باطل ہے جو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ کو خارج کرتے ہیں۔اسی طرح شیعہ کا قول بھی غلط ہے جو وہ خلفاء ثلثہ کو خارج سمجھتے ہیں کیوں کہ فتوحات اسلام تو انہیں حضرات کے عہد میں ظہور میں آئیں،اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے عقیدہ کے موافق تقیہ کرتے تھے ان کو امن حاصل نہ ہوا وہ اس آیت کے مصداق ہو نہیں سکتے اور اسی طرح باقی ائمۂ اطہار کو تو سرے سے حکومت ہی نہیں ملی اور وہ بھی خوف سے تقیہ کرتے رہے ان کے مہدی تو آج تک ڈر کے مارے کسی غار میں چھپے بیٹھے ہیں۔افسوس بعد میں مسلمانوں نے فسق وفجور اختیار کیا وہ شوکت وقوت بھی ان کی نہ رہی اور اب بھی باز نہیں آتے۔مسلمانوں کی ترقی اور قومی شوکت کا یہی سبب ہے جس سے آج کل کے ریفارمر غافل ہو کر اور اسباب ترقی تلاش کررہے ہیں۔اللّٰھم ارحم المسلمین واھد رؤسائھم۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ
يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ* تَضَعُوْنَ
ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۛ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ
عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ
مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ
يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا
يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ
مُتَبَرِّجٰتٍۭ* بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۶۰﴾

ترجمہ:......ایمان والو! تمہارے غلام اور تمہارے وہ لڑکے جو حد بلوغ تک نہیں پہنچے تم سے ان تینوں وقتوں میں اجازت لے کر آیا جایا کریں،صبح کی نماز سے پہلے اور دوپہر کے وقت جب کہ تم اپنے کپڑے اتار دیا کرتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد یہ تین وقت تمہاری برہنگی کے ہیں ان

* ...وحين معطوف على موضع من قبل ۱۲ تبیان۔ * ...یعنی بڑی بوڑھی عورتیں جو نکاح کے قابل نہ رہی ہوں اپنے گھروں میں اپنے بالائی کپڑے اتار کر بیٹھا کریں۔بشرطیکہ زینت یعنی وہ اعضاء جو عورتوں کی زینت ہیں سینہ اور رانیں نہ کھول دیا کریں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(وقتوں) کے بعد نہ تم پر کچھ گناہ ہے نہ ان پر کہ آپس میں ایک دوسرے کے پاس آیا جایا کرے اللہ (اپنے احکام) اس طرح کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ خبردار حکمت والا ہے ۵۸ اور جب تمہارے لڑکے حدِ بلوغ کو پہنچ جائیں تو ان کو بھی اجازت لے کر آنا چاہیے جیسا کہ ان سے پہلے (یعنی بڑی عمر کے) اجازت لے کر آتے ہیں اللہ اس طرح کھول کر تمہارے لیے احکام بیان کرتا ہے اور اللہ علیم حکیم ہے ۵۹ اور وہ بڑی بوڑھی عورتیں جو نکاح کی رغبت نہیں رکھتیں ان پر بھی کچھ گناہ نہیں کہ وہ (اپنے گھروں میں) کپڑے اُتار دیا کریں (بشرطیکہ) زینت کی جگہ نہ کھول دیا کریں اور اگر اس سے بھی بچیں تو ان کے لیے بہت بہتر ہے اور اللہ (سب کچھ) سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے ۶۰۔

ترکیب:...... ثلث مرات فی الاصل مصدر وقد استعملت ظرفا فعلی ھذا نصبھا علی الظرفیۃ والعامل لیستأذنکم والقواعد جمع قاعد عن النکاح وامامن القعود فقاعدۃ۔

اجازت لینے سے متعلق اہم مسئلہ

تفسیر:...... من جملہ اطاعت اللہ اور اس کے رسول کے ایک استیذان و اجازت کا مسئلہ بھی ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ادب سکھاتا ہے جو تدبیر المنزل کے متعلق ایک بڑا اہم مسئلہ تھا جس سے آج تک تمام کتب الہامیہ خالی تھیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری لڑکے کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بلانے کو بھیجا، دوپہر کا وقت تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سو رہے تھے (وہ لڑکا) گھر میں گھس گیا اور عمر رضی اللہ عنہ کو بیدار کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کپڑا (ستر) کھل گیا تھا دل میں خیال آیا کہ ان کے (گھروں میں) آنے جانے کی بابت بھی کاش اللہ تعالیٰ کوئی حکم نازل کرے۔ (بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت سنائی۔ شاید اس آیت کے سنانے کے لیے بلایا ہو۔

مقاتل رحمہ اللہ کہتے ہیں اسماء بنت مرثد کا ایک بڑا لڑکا تھا وہ گھر میں ایک بار ایسے وقت آیا جو ان کو ناگوار معلوم ہوا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تب یہ آیت نازل ہوئی (معالم) اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ غیر مرد اور جانب جوان یا بالغوں کو تو اجازت لے کر آنے کا پہلے حکم ہو چکا تھا بقولہ تعالیٰ کَرِیْمٌ ۞ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا الآیۃ اب رہے تھے لڑکے بالے جو حد بلوغ تک نہیں پہنچے جن سے عادۃً پردہ نہیں کیا جاتا وہ اپنے گھر کے ہوں یا بیگانے اور اسی طرح اپنے غلام اور لونڈی سے بھی آنے جانے میں پردہ نہیں ہوا کرتا یہ خادم ہیں ہر وقت آقا کے پاس آتے جاتے ہیں۔ اس بارے میں کوئی حکم نہیں آیا تھا لیکن مسلمانوں کو بے وقت آنا ان کا بھی ناگوار معلوم ہوتا تھا اور ہونا بھی چاہیے۔ بھلا کس کا دل چاہتا ہے کہ سونے کے وقت جب کہ کپڑے اتار دیے ہوں کوئی ہوشیار لڑکا گو بالغ نہ ہو خواہ وہ اپنا عزیز ہی کیوں نہ ہو یا اپنا غلام ہو بے محابا چلا آئے؟۔

طلب اجازت سے مستثنیٰ اوقات:...... اس لیے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ اے ایمان والو! چاہیے کہ تمہارے غلام اور نابالغ لڑکے تین وقتوں میں تم سے اجازت لے کر آیا کریں: صبح کی نماز سے پہلے اور دوپہر کے وقت جب کہ کپڑے اتار دیے جاتے ہیں (یہ گرمی میں گرم ملکوں میں عام عادت ہے) اور نماز عشاء کے بعد۔ ان اوقات کے بعد پھر اور وقتوں میں بے اجازت اور بے اطلاع آنے جانے کی کچھ ممانعت نہیں۔ اور وہ لڑکے جب بالغ ہو جائیں تب ان کو ہر وقت اسی طرح سے اذن (اجازت) لے کر آنا چاہیے کہ جس طرح ان سے بڑے اور بالغ لوگ اذن لے کر آیا کرتے ہیں كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ سے یہی مراد ہیں نہ کہ پہلی امتوں کے لوگ۔ ان خاص وقتوں کے علاوہ جب کہ بے اذن و بے اطلاع آنے کی غلاموں اور لڑکوں کو اجازت دی گئی تو اس کے ساتھ گھر میں عورتوں کو کس حال میں رہنا چاہیے؟ اس کی بھی تشریح کر دی۔ یہ نہیں کہ جوان عورت گھر میں ننگ دھڑنگ رہا کرے یا ستر غلیظ ڈھانکنے کے لیے کوئی

کپڑا باندھ کر باقی برہنہ رہا کرے جیسا کہ بعض قوموں میں دستور ہے۔ بلکہ گھر میں بھی ستر پردہ کے کپڑے پہنے رہے وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ... الخ ہاں بڑی بوڑھی عورتوں کو اوڑھنا یا چادر اتار دینا کچھ مضائقہ نہیں اس طرح پر کہ چھپانے کے اعضاء نہ کھلیں اور اگر یہ بھی گھر میں سر کی اوڑھنی وغیرہ نہ اتارا کریں تو بہتر ہے عواقب امور کو اللہ جانتا ہے۔ یہ پہلے حکم کا تکملہ ہے۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ ع

ترجمہ:...... نہ تو اندھے ہی پر کچھ گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر اور نہ بیمار پر اور نہ خود تم پر اس بات میں کہ تم اپنے گھروں سے کھانا کھاؤ یا اپنے باپ کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے کہ جن کی کنجیاں تمہارے قبضہ میں ہوں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے تم پر کچھ گناہ نہیں کہ مل کر کھاؤ یا الگ الگ پھر جب گھروں میں داخل ہونا چاہو تو اپنے لوگوں پر سلام کرلیا کرو جو مبارک اور عمدہ دعا اللہ کی طرف سے ہے اسی طرح سے اللہ (کھول کھول کر) تمہارے لیے احکام بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو ﴿۶۱﴾۔

ترکیب:...... تحية مصدر من معنی سلموا الان سلم وحيا بمعنى۔ من عندالله ظرف مستقر صفة التحية۔

معذورین کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رویہ اور گھر والوں کے ساتھ کھانے پینے کے آداب

تفسیر:...... اجازت اور گھروں میں جانے کا ذکر آیا تھا اس لیے اس کے بعد باہم مواکلت اور مشاربت کے مسئلہ کو بھی طے فرمادیا بقولہ العظیم لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ ... الخ عبدالرزاق نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں میں یہ دستور تھا کہ کسی اندھے یا لنگڑے یا بیمار کو کھانا کھلانے کے لیے اپنے باپ وغیرہ اقارب مذکورہ فی الآیت کے گھر لے جا کر کھانا کھلا دیا کرتے تھے۔ مگر وہ لوگ اپنے تقویٰ و دیانت سے اس میں تردد کرتے تھے کہ ہم کو بیگانہ گھروں میں لے جا کر کھانا کھلاتے ہیں یہ آیت نازل ہوئی کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں یعنی درست ہے۔

اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ لوگ اندھے اور بیمار اور لنگڑے کے ساتھ مل کر کھانا کھانے میں تامل کرتے تھے اور نیز ان گھروں سے

کھانے میں تامل تھا۔ پھر اس کی چند وجوہ بیان کی ہیں۔ اندھے کے ساتھ اس لیے کہ اس کو کھانے میں امتیاز نہیں رہتا۔ اور لنگڑے کے ساتھ اس لیے کہ مجلس طعام میں اس کی نشست حرج انداز خیال کی جاتی تھی، اور بیمار سے تو تنافر طبعی ہوا ہی کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے رخصت دی۔ صاف معنی یہ ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً . . . الخ تو تقویٰ و پرہیزگاری کی وجہ سے لوگوں کو یہ بات پیدا ہوگئی کہ اپنے ہی گھروں سے کھانا کھانا درست جانتے تھے رشتہ داروں دوستوں کے گھر سے کھانا ان کا حق مال کھانا سمجھتے تھے اور اسی احتیاط سے اندھے کے ساتھ اور بیمار اور لنگڑے کے ساتھ مشترک کر کے نہ کھاتے تھے کہ اندھے کو اچھا لقمہ نہ سوجھے اور میں کھا جاؤں اور بیمار اپنا پورا حصہ نہ کھا سکے گا اور لنگڑے کے آنے میں دیر ہونا معمولی بات ہے مبادا اس پیشتر کھایا جائے اور نیز وہ اچھی طرح بیٹھ بھی نہیں سکتا کہ پورا حصہ برابر کھائے اور نیز چند آدمی باہم مل کر اسی خیال سے نہ کھاتے تھے کہ مبادا حصہ زیادہ کھایا جائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ حرج و دقت کی بات ہے شرع نے تم کو تنگ نہیں کیا ہے اس لیے اندھے اور بیمار اور لنگڑے کو اور خود تم کو اجازت ہے کہ حسب دستور قوم اپنے گھروں سے اور اپنے رشتہ داروں کے گھروں سے کہ جس نے تم کو اپنی کنجیاں دے کر مختار کر دیا ہے باہم مل کر کھاؤ یا جدا جدا۔ اس لیے کہ عرب میں عادت اور دستور ہے کہ وہ اپنے عزیزوں دوستوں کے ساتھ کھانے سے خوش ہوا کرتے ہیں سو یہ اجازت ہے۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ جہاں دستور نہ ہو یا یہ معلوم ہو کہ ہمارے کھانے سے یہ ناخوش ہوگا تو ہرگز جائز نہیں کہ اس کی اجازت بغیر اس کے گھر سے کھائے اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اپنے گھروں سے کھانے کی جو اجازت دی حالانکہ اجازت کی کوئی بھی ضرورت نہیں تو اس لیے کہ اپنے گھروں سے مراد اپنی بیویوں کے گھر ہیں یا اپنی اولاد کے گھر۔ اور اس لیے بیویوں اور اولاد کے گھروں کا ذکر آیت میں نہیں آیا۔

گھر میں داخلہ کے وقت سلام کیا جائے:...... فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا . . . الخ پھر جب تم ان گھروں میں کھانا کھانے جاؤ تو اول سلام کہہ لیا کرو گویا یہ اجازت مانگنا ہے۔ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ سے مراد اپنے لوگ ہیں کیوں کہ احباب رشتہ دار بمنزلہ ایک جان کے ہیں اور جو وہاں کوئی نہ ہو تو خود اپنے اوپر سلام کہو السلام علینا من قبل ربنا کیونکہ فرشتے جواب دیتے ہیں اور یہ سلام کہنا جس میں سلامتی کی طرف اشارہ ہے اور نیز یہ اللہ کا نام ہے اور مذہب اسلام سے بھی خبر دیتا ہے۔ تمہارے رب کی طرف سے مبارک دعا اور سلام ہے نہ کہ بندگی و کورنش وغیرہ۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ
لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ
وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ
كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ
فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ

اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ
وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾ ع

ترجمہ:......مؤمن تو وہی ہیں کہ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں اور جب وہ رسول کے ساتھ کسی ایسے کام میں ہوتے ہیں کہ جس میں جمع ہونے کی ضرورت ہے تو جب تک رسول سے اجازت نہیں لے لیتے تو اٹھ کر نہیں جاتے (اے رسول) جو لوگ تم سے اجازت لیتے ہیں وہی دراصل اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں (اے نبی) پھر جو وہ اپنے کسی کام کے لیے اجازت مانگیں تو ان میں سے جس کو آپ چاہیں اجازت بھی دے دیا کریں اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا بھی کریں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۶۲﴾ (مسلمانو!) رسول کے بلانے کو آپس کے ایک دوسرے کے بلانے جیسا کہ نہ سمجھو اللہ ان کو بھی جانتا ہے کہ جو موقع پا کر سٹک جاتے ہیں پس جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کیا کرتے ہیں ان کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی آفت آ جائے یا ان پر اور کوئی عذاب دردناک نازل ہو جائے ﴿۶۳﴾ دیکھو اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے البتہ اللہ (خوب) جانتا ہے جس حال پر کہ تم ہو اور جس دن کہ وہ لوگ اس کے پاس پھر لائے جائیں گے تو وہ ان کو بتلائے گا کہ وہ کیا کیا کرتے تھے اور اللہ کو ہر بات معلوم ہے ﴿۶۴﴾۔

ترکیب:......دعاء الرسول المصدز مضاف الی المفعول ای دعائکم الرسول۔ لو اذا مصدر فی موضع الحال و یجوز ان یکون منصوبا بیتسللون۔

منافقین مدینہ کی مذمت اور اہل ایمان کی مدح

تفسیر:...... یہاں سے رسول ﷺ کی اطاعت کے بارے میں مدینہ کے منافقوں کی مذمت کا بیان ہے جو وہ اس سے پہلو تہی کرتے تھے اس مناسبت کے لیے سورت کا تتمہ اسی قسم کے آداب پر کرنا ان کے دل میں کیفیت نورانی کا پیدا کر دینا ہے اور ان سب امور کے مصالح اور حکمتوں کی طرف و اللہ بکل شئی علیم میں اشارہ کر دیا۔ اور علم چونکہ نور ہے اس لیے کلام کو اس کے ساتھ ختم کیا۔

ابن اسحاق اور بیہقی نے دلائل میں عروہ و محمد بن کعب قرظی وغیر ہما سے روایت کی ہے کہ غزوۂ احزاب کے ایام میں ابوسفیان قریش کو لے کر چڑھ آیا اور دومۃ الجندل کنوئیں کے پاس آ اُترا۔ اُدھر قبیلہ غطفان نے آ کر اُحد پہاڑ کے نیچے ڈیرہ ڈال دیا مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے۔ حضرت ﷺ نے خبر پا کر مدینہ کے اردگرد خندق کھودنے کا حکم دیا، خود بہ نفس نفیس اور مسلمان بھی اس میں شریک ہوئے۔ مگر منافقوں نے پہلو تہی کی ذرا سی بات کا بہانہ کر کے بغیر اجازت و اذن رسول کریم ﷺ کے چلے جایا کرتے تھے اور جو کسی مسلمان کو کوئی ضرورت پیش آتی تھی تو آپ ﷺ سے اجازت لے کر جاتا اور کام سے فارغ ہو کر پھر شریک ہو جاتا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان مؤمنین کی مدح میں آیت نازل فرمائی اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ ... الخ اور ضمناً اس میں منافقوں کی مذمت ہے کہ وہ جو اس کا خلاف کرتے ہیں حقیقی مؤمن نہیں ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾ میں اس طرف اشارہ بھی کر دیا کہ ان کو ضروری کام میں اذن لے کر جانا گو جائز ہے مگر تب بھی معافی مانگنا چاہیے۔

اَمْرٍ جَامِعٍ یعنی وہ کام جو اجتماع کو واجب کرے امر کو جامع علی سبیل المجاز کہا گیا۔ پھر اس امر جامع کی تفسیریں کی گئی ہے کہ ایسا کام جس میں مسلمانوں کا مجمع ضروری سمجھا جائے جیسا کہ مخالفین سے لڑائی۔ یا کوئی تعمیر و عمل کے متعلق ایسا کام کہ جس میں عام منفعت ہو یا کوئی مشورہ، اس میں جمعہ اور عیدین بھی شامل ہیں۔ جب امر جامع میں سردار کی اطاعت کا حکم دیا اور مخالفت سے منع کیا تو سردار کے متعلق

آداب کا بیان کرنا بھی مناسب ہوا کیوں کہ سردار کی عظمت بغیر کسی امر جامع کا انتظام نہ ہوگا۔

آنحضرت ﷺ کو مخاطب کرنے کے آداب:...... فقال لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ . . . الخ یہ گیارہواں حکم ہے اس آیت کے معنی میں تین قول ہیں۔اول یہ کہ رسول جو تم کو پکارے بلائے تو ان کے بلانے کو آپس کے ایک دوسرے کے بلانے کی طرح سرسری نہ سمجھا کرو بلکہ فی الفور حاضر ہوا کرو اور تعمیل کیا کرو۔

دویم یہ کہ رسول کی دعا کو آپس کی دعاؤں کی طرح نہ سمجھا کرو۔رسول جس کام کے صلہ میں دعا دیں تو وہ دعا مستجاب ہے اور جس کو بددعا دیں تو وہ بھی مقبول ہے۔برخلاف عام لوگوں کی دعاؤں و بددعاؤں کے۔

سویم وہ معنی ہیں جن کو ابونعیم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بطریق ضحاک نقل کیا ہے کہ لوگ آنحضرت ﷺ کو یا محمد، یا ابوالقاسم نام لے کر پکارا کرتے تھے کہ جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو اس کا نام لے کر پکارا کرتے تھے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اس طرح نہ پکارو بلکہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ کہہ کے پکارو۔اور اسی طرح اور بزرگان دین کے ساتھ بھی ادب ملحوظ رکھنا لازم ہے۔

مجلس نبوی میں منافقین کے رویہ کی مذمت:...... قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ . . . الخ یہاں تعلیم ادب و مومنوں کی مدح کے بعد منافقوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ آنکھ بچا کر نکل جانے والے ہم سے مخفی نہیں رہ سکتے ،رسول کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ دنیا میں ان پر کوئی بلا نہ آ پڑے۔بیماری، تنگدستی، دشمن سے مقہور ہونا، مرگ ناگاہ زلزلہ وغیرہ اور آخرت میں دردناک عذاب میں نہ مبتلا ہو جائیں اللہ کو تمہارا سب حال معلوم ہے۔مَآ اَنْتُمْ عَلَیْہِ اس کے قبضۂ قدرت میں آسمان و زمین ہے عذاب بھیجنے پر بھی قادر ہے۔اب تم زبان سے جو چاہو لاف زنی کرو مگر جس روز مر کر اس کے پاس جاؤ گے وہ تم کو تمہارے سب کرتوت بتلا دے گا وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝

آیَاتُھَا ۷۷ (۲۵) سُوْرَۃُ الْفُرْقَانِ مَکِّیَّۃٌ (۴۲) رُکُوْعَاتُھَا ۶

مکیہ ہے اس میں ستتر آیات اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۙ۝۱ الَّذِیْ لَہٗ
مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ
وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَہٗ تَقْدِیْرًا ۝۲ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖۤ اٰلِہَۃً لَّا یَخْلُقُوْنَ
شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ وَلَا یَمْلِکُوْنَ لِاَنْفُسِھِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا یَمْلِکُوْنَ
مَوْتًا وَّلَا حَیٰوۃً وَّلَا نُشُوْرًا ۝۳

ترجمہ:......اس کی بڑی بابرکت ذات ہے کہ جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا تاکہ تمام جہان کو ڈر سنایا کرے ۝۱ وہ ذات کہ جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اور اس نے نہ کسی کو بیٹا بنایا اور نہ کوئی اس کی سلطنت میں اس کا شریک رہا ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا کر کے) ایک اندازہ پر قائم کر دیا ۝۲ اور لوگوں نے تو اس کے سوا اور معبود مقرر کر لیے ہیں کہ جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے حالانکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں اور نہ وہ نہ خود اپنی ذات کے لیے ضرر کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ نفع کا اور نہ موت کا اور نہ زندگی کا اور نہ مر کر زندہ ہونے کا ۝۳۔

ترکیب:......لیکون کا اسم ضمیر جو عبد کی طرف راجع ہے یا فرقان کی طرف یا اللہ کی طرف پھرتی ہے لیکون کا لام نزل سے متعلق ہے الذی یا تو اول الذی سے بدل ہے یا خبر ہے مبتدأ محذوف کی وَلَمْ یَتَّخِذْ جملہ کلام سابق پر معطوف و اتخذوا جملہ مستانفہ۔

نزول سورۂ فرقان

تفسیر:......یہ سورت مکہ میں ہجرت سے پہلے اس وقت نازل ہوئی تھی جب کہ مشرکین مکہ کا آنحضرت ﷺ پر ہجوم تھا اور وہ حضرت کی رسالت اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر طرح طرح کے شبہات کیا کرتے تھے اور بت پرستی کے دریا میں غرق تھے اور اللہ تعالیٰ کو اور اس کی صفات کو غلط طور پر اپنے اوہام باطلہ کے موافق سمجھ رکھا تھا اس سورت میں ان سب باتوں کا جواب ہے۔

سورۂ نور کے اخیر میں یہ جملہ تھا قَدْ یَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَیْہِ... الخ کہ اللہ کو معلوم ہے کہ جس حال میں تم ہو جس دن تم دنیا سے لوٹ کر اس کے پاس آؤ گے تو وہ تمہیں بتلائے گا کہ تم کیا کیا کرتے تھے۔ اس کلام میں اول تو عرب کے ان اعمال فاسدہ کی طرف تنبیہ تھی جن میں وہ شب و روز غرق تھے اور ظلمات میں مبتلا تھے، اس کا تدارک تو اس سورت کے آخر میں بیان فرمایا۔ اور نیز سورۂ نور میں حکمت عملیہ کے

متعلق بہت کچھ ارشاد ہو چکا تھا مگر ان کاموں میں سے ہر ایک سے بدتر بت پرستی تھی۔ دوئم اس جملہ میں مر کر اللہ کے پاس جانے اور نیک و بد کی جزاء و سزا پانے کا اشارہ تھا مگر یہ دو باتیں عرب کے مشرکوں کے بالکل خلاف تھیں پھر جو ان باتوں کو رد کرنے والی چیز تھی تو وہ نبوت تھی کہ دنیا میں ایک شخص دعویٰ کر کے یہ کہے کہ میں اللہ کی طرف سے تمہیں ان باتوں سے منع کرنے آیا ہوں۔ یہ اور بھی ان کے نزدیک حیرت انگیز بات تھی۔ اس لیے ان تینوں مسائل کا جو اصول مذہب ہیں اس سورت کے اول میں ثابت کرنا ضروری ہوا۔ سب سے اول مسئلہ نبوت شروع کیا اس لیے کہ اسی پر زیادہ توحید و معاد کے مسئلہ کی بنیاد ہے۔

مشرکین کے مسئلہ نبوت پر شبہات:...... مشرکین کے مسئلہ نبوت میں یہ شبہات تھے۔ اول شبہ ان کا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو کیا غرض ہے جو اس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی؟ دوم اگر نازل ہی کرنا تھا تو اپنے کسی اس بابرکت شخص پر نازل کرنا تھا جس کو اس نے اپنی سلطنت کے اختیارات دے رکھے ہیں جیسا کہ ہمارے معبودلات منات یا ملائکہ وغیرہ۔ سوم پھر اس قرآن سے کیا فائدہ ہے؟ پس ان سب باتوں کا جواب ان آیات میں کس لطف و خوبی کے ساتھ دیا جاتا ہے فقال تَبٰرَكَ الَّذِيْ . . . الخ یہ اول شبہ کا جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑا برکت والا ہے (قال الزجاج تبارک تفاعل من البرکة والبرکة کثرة الخیر و زیادة) بندوں کو خیر اور بھلائی پہنچانے اور سعادت دارین تک لے جانے کے لیے اپنے ایک بندے پر یعنی محمد ﷺ پر کتاب کیسی کتاب فرقان یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والی نازل کی، اس میں ضرورت نزول قرآن کی طرف بھی اجمالی اشارہ کیا گیا کہ لوگوں کے عقائد اور افعال سلیمہ اور غیر سلیمہ میں توہمات باطلہ سے امتیاز نہیں رہا تھا یہی کتاب ہے جو ان میں فرق کرتی ہے۔

لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝ میں تیسرے شبہ کا تفصیلاً جواب ہے کہ اس سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ عالمین یعنی سب جہان کے لوگوں کو متنبہ کر دے کہ تمہارے ان عقائد اور ان افعال پر دنیا و آخرت میں یہ سب مصائب پیش آنے والے ہیں ان سے پرحذر رہو۔ اس عہد میں عرب، ہند، روم، شام سب ملکوں میں کفر و شرک و فسق کا دریا طغیانی پر تھا، اس لیے سب کا نذیر آنحضرت ﷺ کو قرار دیا گیا۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کل عالم کے نبی ہیں انسانوں کے علاوہ جنوں کے بھی۔

الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ . . . الخ میں دوسرے شبہ کا جواب اور ان کے عقائد باطلہ کا رد ہے کہ اس کے قبضہ میں آسمان و زمین ہیں، اس کا نہ کوئی بیٹا ہے نہ اس کی سلطنت میں کسی کا کچھ حصہ ہے بلکہ ہر ایک شے اسی کے ایک خاص اندازہ سے پیدا ہوئی ہے سب مخلوق کو اس سے رشتۂ عبودیت کے سوا اور کوئی رشتہ نہیں پھر کیا وجہ کہ وہ اپنے ایک بندہ پر اپنا کلام نازل نہ کرے اس میں ضمناً مسئلہ توحید کی طرف بھی اشارہ ہے۔

وَاتَّخَذُوْا . . . الخ یہاں سے مسئلہ توحید شروع ہوتا ہے کہ لوگوں نے غلط توہمات سے اللہ کے سوا اور معبود بنائے ہیں کہ جو کچھ بھی نہیں پیدا کر سکتے بلکہ خود پیدا کیے گئے اور اللہ کے لیے یہ بات ضرور ہے کہ وہ پیدا کرتا ہو اس کو کسی نے پیدا نہ کیا ہو۔ اس سے بڑھ کر یہ خاص اپنے نفع نقصان کا بھی تو انہیں اختیار نہیں اور نہ کسی کو مار سکتے ہیں نہ جلا سکتے ہیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨ افْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ
فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۝۴ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ
بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝۵ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ

معانقة ۔ عند المتأخرين

كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۝٦ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي
الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا۝٧ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ
تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا۝٨
ع اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا۝٩ تَبٰرَكَ
الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ
وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا۝١٠

ترجمہ:......اور کافروں نے کہہ دیا کہ یہ قرآن کچھ نہیں مگر جھوٹ کہ جس کو خود گھڑ لیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس پر اس کی مدد کی ہے پس وہ منکر تو بڑے ظلم اور جھوٹ پر اُتر آئے۝۴ اور کہنے لگے کہ (قرآن) اگلوں کی کہانیاں ہیں کہ جن کو اس نے کسی سے لکھوا لیا ہے سو یہی اس پر صبح و شام پڑھی جاتی ہیں۝۵ (سوائے نبی آپ) کہہ دو کہ اس کو تو اس نے نازل کیا ہے کہ جو آسمانوں اور زمین کی مخفی باتیں جانتا ہے بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۝۶ (جو فوراً سزا نہیں دیتا) اور (منکر یہ بھی) کہتے ہیں اس رسول کو کیا ہوا جو کھانا کھاتا اور بازاروں میں پھرتا ہے اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیج دیا گیا کہ اس کے ساتھ وہ بھی ڈرسنایا کرتا۝۷ یا اس کے پاس کوئی خزانہ آ پڑتا یا اس کے لیے کوئی باغ ہوتا کہ جس میں سے وہ کھایا کرتا اور ظالموں نے (یہ بھی) کہہ دیا کہ تم تو بس ایک ایسے شخص کے تابع ہو گئے ہو کہ جس پر جادو کیا گیا ہے۝۸ (اے نبی) دیکھو تو تمہارے لیے کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں پس وہ تو ایسے گمراہ ہوئے کہ راستہ بھی نہیں پا سکتے۝۹ اس کی بڑی بابرکت ذات ہے اگر چاہے تو (دنیا میں) آپ کے لیے اس سے بھی بہتر ایسے باغ پیدا کر دے کہ جن میں بڑی نہریں بہا کریں اور آپ کے لیے محل بھی تیار کر دے۝۱۰۔

ترکیب:......افتزی کا فاعل ضمیر جو عبد کی طرف راجع ہ ضمیر فرقان کی طرف راجع اعانہ کی عبد کی طرف علیہ کی ضمیر افتری کی طرف قوم اٰخرون اعان کا فاعل ظلمًا وزورًا مفعول جاء و کا یا مصدر موضع حال میں ان شاء شرط جعل جوابہ وھو لکونہ ماضیا یجوز ان یکون فی محل الرفع والجزم فما عطف علیہ یجوز ان یکون مرفوعا اور مجزوما کما قرء الجمہور۔

تفسیر:......ان آیات میں ان کے اور چند شبہات کا جواب ہے جو رسالت کی بابت تھے کہ محمد ﷺ نے قرآن کو از خود بنا لیا ہے اور دیگر لوگ (جس سے ان کا اشارہ اہل کتاب کی طرف تھا) اس کے اس کام میں مددگار بن گئے ہیں وہی لوگ انبیاء سابقین کے حالات اور ان کی شریعتوں کے احکام اس کو بتاتے ہیں یہ اپنی فصیح عبارت میں جمع کر لیتے ہیں۔ آج کل بھی متعصب لوگ یہی کہا کرتے ہیں اس شبہ کو وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا سے شروع کیا اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا میں اشارہ کر دیا کہ ایسی بے ہودہ باتیں کافر ہی بنایا کرتے ہیں۔ پہلے انبیاء کی نسبت بھی اس سے بڑھ کر شبہات کیا کرتے تھے۔ چوں کہ یہ شبہ محض لچر و پوچ ایک بدگمانی پر مبنی تھا اس لیے اس کے جواب میں یہی کہہ دینا کافی تھا کہ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا کہ یہ بڑی بے انصافی اور مکر کی بات ہے کون سا اہل کتاب ہے جو آپ ﷺ کو تعلیم کرتا ہے؟ اور آپ ﷺ قبل نبوت بزم عرب میں صداقت اور راستی سے موصوف تھے۔ دنیا کے معاملہ میں کبھی جھوٹ نہ بولا بھلا اللہ کے معاملہ میں

جھوٹ بول کر دنیا کو دشمن بناتے؟

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ . . . الخ یہ ایک دوسرا شبہ ہے جو فی الحقیقت پہلے شبہ کا تتمہ ہے کہ یہ قرآن پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ موسیٰ فرعون وثمود وغیرہم لوگوں کے تذکروں کی طرف ان کا ایماء ہے جو قرآن مجید میں نصیحت وعبرت کے لیے ذکر ہوئے ہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا ہے قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ . . . الخ اس کو اس نے نازل کیا ہے کہ جو آسمانوں اور زمین کے اسرار اور مخفی باتوں سے واقف ہے۔

یعنی جب کہ محمد ﷺ نہ پڑھے لکھے ہیں نہ کسی کے شاگرد ہیں نہ کہیں باہر کے ملکوں میں پھر کر آئے ہیں پھر پہلے لوگوں کے حالات صحیح طور پر کہ جن کو اہل کتاب اور اہل تاریخ بھی اس کیفیت سے نہیں بیان کر سکتے کہاں سے معلوم ہو گئے اور تم کو معلوم نہ ہوئے۔ نہیں بلکہ اسی عالم الغیب نے حضرت ﷺ کو بتلائے ہیں۔ وہ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ہے۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ہے ورنہ اس انکار کا مزہ دنیا ہی میں معلوم کرا دیتا۔

(۲) شبہ یہ تھا کہ رسول فرشتہ خصال ہونا چاہیے کہ جو نہ کھاوے نہ دنیا کے کاروبار کے لیے بازاروں میں آئے جائے یا شاہ مرفہ الحال سا ہو کہ جو ہمارے جیسا کہ کھانا نہ کھاوے بلکہ اس کے پاس کوئی آسمانی خزانہ ہونا چاہیے اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ کہ جس کی وجہ سے عمدہ کھانا کھائے اور اس کے نوکر چاکر بازاروں میں سے خرید وفروخت کیا کریں یا اس کے پاس کوئی ایسا باغ ہو کہ ہر طرح کے میوے وہاں سے کھایا کرے یہ شبہ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ سے يَّاْكُلُ مِنْهَا تک ہے۔ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ . . . الخ اسی شبہ کی تائید میں ایک تیسرا شبہ تھا کہ اس کی تصدیق کے لیے کوئی فرشتہ کیوں نہ بھیجا گیا کہ اس کے ساتھ وہ بھی پیغام پہنچاتا تا کہ لوگوں کو یقین آ جاتا۔

وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ . . . الخ یہ ان کا ایک اور طعن تھا کو جب اس کے پاس نہ خزانہ غیبی ہے نہ باغ تو دیوانہ ہے اس پر کسی نے سحر کر دیا، اس جادو کے مارے ہوئے دیوانہ کے لوگ تابع ہو گئے ہیں اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ حضرت ﷺ کی تسلی کرتا ہے کہ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا دیکھو یہ بدبخت آپ کو کیا کیا کہتے ہیں گمراہ ہیں راہ راست نہیں پا سکتے۔ یعنی بیہودہ بکتے ہیں آپ کچھ خیال نہ کریں۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ . . . الخ وہ بڑی برکت والا ہے۔ اگر چاہے تو اے نبی دنیا میں تمہارے لیے اس سے بھی بہتر باغ بنا دے کہ جس کے نیچے نہریں چلا کریں اور آپ کے لیے عمدہ محل رہنے کے لیے تیار کر دے مگر دنیا چند روزہ ہے۔

بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۛ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ⑪ اِذَا رَاَتْهُمْ
مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ⑫ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا
مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ⑬ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا
كَثِيْرًا ⑭ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً
وَّمَصِيْرًا ⑮ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ۭ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ⑯
وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ

هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ
مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا
قَوْمًا بُوْرًا ﴿۱۸﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ
وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ
اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ
لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾ ع ۱۱ ۱۴

ترجمہ:...... بلکہ انہوں نے تو قیامت کو جھوٹ سمجھ لیا ہے اور ہم نے بھی قیامت کے جھٹلانے والے کے لیے دوزخ ہی تیار کر رکھی ہے ﴿۱۱﴾ جب وہ ان منکروں کو دور سے دیکھے گی (تو جوش میں آئے گی) یہ اس کے جوش و خروش کی آوازیں سنیں گے ﴿۱۲﴾ اور جب کہ وہ اس کے کسی تنگ مکان میں (ہاتھ پاؤں) جکڑ کر ڈال دیے جائیں گے تو وہاں موت ہی موت پکاریں ﴿۱۳﴾ (کہا جائے گا) ایک موت کو نہ پکارو (بلکہ) بہت سی موتوں کو پکارو ﴿۱۴﴾ (اے نبی ان سے) پوچھو کیا یہ بہتر ہے یا وہ جنت کہ جس کا پرہیز گاروں کے لیے وعدہ کیا گیا ہے جو ان کا بدلہ اور ٹھکانا ہوگی؟ ﴿۱۵﴾ وہاں ان کو جو چاہیں گے ملے گا وہ اس میں سدا رہیں گے (اے نبی) اس کا تمہارے رب نے ایسا وعدہ کیا ہے جو پوچھا جا سکتا ہے ﴿۱۶﴾ اور جس دن کہ اللہ ان کو اور ان کے معبودوں کو جمع کرے گا کہ جن کو وہ اللہ کے سوا پوجا کرتے تھے تو ان سے فرمائے گا کہ کیا تم ہی نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا؟ یا وہ خود بھول گئے تھے ﴿۱۷﴾ (تو ان کے معبود) کہیں گے تو پاک ذات ہے ہمیں یہ کب لائق تھا کہ تیرے سوا اور کسی کو کارساز بناتے ❶ لیکن تو نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو (دنیا میں) یہاں تک آسودگی دی تھی کہ وہ (تجھے) یاد کرنا بھول گئے تھے اور وہ تھی بھی غارت ہونے والی قوم ﴿۱۸﴾ (اللہ فرمائیگا) سو تمہارے معبودوں نے تمہیں جھٹلا دیا پس (اب تم پر سزا ثابت ہو چکی) جس کو نہ تم ٹال سکتے ہو اور نہ کسی سے مدد لے سکتے ہو اور جس نے تم میں سے (ایسا) ظلم کیا ہوگا اس کو ہم بڑا عذاب چکھائیں گے ﴿۱۹﴾ (اور اے نبی) تم سے پہلے ہم نے ایسا کوئی بھی رسول نہیں بھیجا کہ جو کھانا نہ کھاتے ہوں اور بازاروں میں نہ پھرتے ہوں اور ہم نے تم میں سے ایک کو دوسرے کے لیے آزمائش بنا دیا ہے مسلمانو! کیا اب بھی صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب تو دیکھ ہی رہا ہے ﴿۲۰﴾۔

آیت کا شان نزول:...... مصنف میں ابن ابی شیبہ نے اور ابن جریر و ابن ابی حاتم نے خیثمہ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے کہا گیا تھا اگر آپ کی خوشی ہو تو آپ کے ہاتھ میں زمین بھر کے خزانوں کی کنجیاں دی جائیں اور اس سے آخرت میں آپ کا کچھ بھی نقصان نہ ہو اور مرضی ہو تو یہ سب کچھ آخرت میں دیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا آخرت ہی میں چاہتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور بہت جگہ اسی قسم کا مضمون احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ چوں کہ آپ ﷺ کی نظر آخرت پر تھی اور ہونی بھی چاہیے اور کفار آخرت کے منکر تھے۔ ان کے نزدیک جو کچھ انعام و افضال ہوں یہیں ہوں تو ہوں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ کہ وہ آخرت کے

---

❶ ...... جب ہم نے تیرے سوا اور کو کارساز بنایا تو ہم اوروں کے کیونکر کارساز بنتے ۱۲ منہ۔

منکر ہیں پھر وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا سے لے کر نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا تک مسئلہ معاد اور وہاں کی سزا و جزا کا بیان ہے اور ان کے معبودوں کا ان بت پرستوں سے الگ ہونا بھی ظاہر کرتا ہے کہ جن کو وہاں کا ذریعہ سمجھ کر ان کی عبادت کیا کرتے ہیں۔

ہر نبی کھاتا پیتا اور تجارت کیا کرتا تھا:......وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ یہاں سے ان کے شبہ کا جواب شافی دیتا ہے کہ اے محمد ﷺ آپ سے پیشتر جس قدر دنیا میں رسول آئے ابراہیم علیہ السلام و اسحاق و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کسی کے پاس بھی نہ خزانہ تھا نہ ایسا باغ نہ ان کی تصدیق کے لیے ان کے ہمراہ فرشتہ رہتا تھا۔ وہ دنیا میں کھانا بھی کھاتے تھے، بازاروں میں خرید و فروخت کے لیے بھی جاتے تھے یعنی بشر اور غریب لوگ تھے۔ رہے دنیا کے تجملات اور امارات سو یہ ایک فتنہ ہے یعنی آزمائش کہ دیکھیں کہ امیر دولت مند شکر کرتا ہے یا کفران نعمت اور غریب مفلس دنیا کے مصائب پر برداشت کرتا ہے کہ نہیں۔ لہٰذا کسی کو کچھ دیا کسی کو کچھ عطا کیا۔ اس لیے مسلمانوں سے فرماتا ہے اَتَصْبِرُوْنَ کیا صبر کرتے ہو؟ یعنی صبر کرنا چاہیے اور تمہارے رب دیکھ رہا ہے اور آخرت میں جزا دے گا۔

پارہ (۱۹) وَقَالَ الَّذِیْنَ

الجزء التاسع عشر (۱۹)

وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْمَلٰٓئِکَۃُ اَوْ نَرٰی رَبَّنَا ؕ لَقَدِ
اسْتَکْبَرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا کَبِیْرًا ﴿۲۱﴾ یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلٰٓئِکَۃَ لَا بُشْرٰی
یَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِیْنَ وَیَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ
فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ یَوْمَئِذٍ خَیْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِیْلًا ﴿۲۴﴾
وَیَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِکَۃُ تَنْزِیْلًا ﴿۲۵﴾ اَلْمُلْکُ یَوْمَئِذِ ٍالْحَقُّ
لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَکَانَ یَوْمًا عَلَی الْکٰفِرِیْنَ عَسِیْرًا ﴿۲۶﴾ وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ
یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا ﴿۲۷﴾ یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا
خَلِیْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّکْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ ؕ وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ
خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾

ترجمہ:.....اوران لوگوں نے جو ہم سے ملنے کی اُمید نہیں رکھتے کہہ دیا (یہی) کہ ہمارے پاس فرشتے کیوں نہ بھیجے گئے یا ہم اپنے رب کو دیکھ لیتے (تب یقین آتا) البتہ انہوں نے تو اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھ لیا اور بہت ہی بڑی سرکشی کی ہے ﴿۲۱﴾ جس دن فرشتوں کو دیکھیں گے تو اس دن مجرموں کے لئے کوئی خوشی نہ ہوگی اور کہیں گے: دور دور ﴿۲۲﴾ اور جو کچھ عمل انہوں نے کیا ہوگا ہم اس کی طرف توجہ کریں گے تو اس کو خاک دھول کر ڈالیں گے ﴿۲۳﴾ جنت والوں کا ہی اس روز ٹھکانا بہتر ہوگا اور خواب گاہ بھی عمدہ ہوگی ﴿۲۴﴾ اور جس روز کہ بادلوں سے آسمان کھل جائیں گے اور جوق درجوق فرشتے اترنے لگیں گے ﴿۲۵﴾ تو اس دن (حقیقی) سلطنت رحمٰن ہی کی ہوگی اور وہ دن کافروں پر بڑا سخت ہوگا ﴿۲۶﴾ اور اس دن ظالم ہاتھ کاٹے گا (اور) کہے گا اے کاش میں بھی رسول کے ساتھ راہ چلا ہوتا ﴿۲۷﴾ ہائے میری خرابی! کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا ﴿۲۸﴾ اس نے تو نصیحت کے

● .....یہ قیامت برپا ہونے کے بعد حشر کے دربار عدالت کی کیفیت بیان ہو رہی ہے اس کے بعد کی آیتیں یہی کہہ رہی ہیں تو اس وقت آسمان نہ پھٹے گا بلکہ اس سے پہلے پھٹ چکے گا اور نیا آسمان نئی زمین قائم ہوگی لیکن ہنوز اس پہلے حادثہ کے آثار میں سے دھواں اور بادل محیط ہوں گے۔ وَیَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ اب وہ بادل اور بخارات آسمان سے دور کئے جائیں گے اور ملائکہ جوق در جوق اترنے شروع ہوں گے کیونکہ حساب کتاب کے لئے درباری اور کارکن جماعت آنے لگے گی۔ تَشَقَّقُ بمعنی باعداو بمعنی الکشف بالغمام ای عن الغمام، واللہ اعلم۔ ۱۲ منہ۔

آئے بعد بھی مجھے بہکا دیا اور شیطان تو انسان کو رسوا کرنے والا ہی تھا۲۹ اور رسول کہے گا اے میرے رب! البتہ میری قوم نے تو اس قرآن کو زٹل سمجھ رکھا تھا۳۰۔

ترکیب:......لولا انزل مقولہ ہے قال الذین کا مستقر اتمییز خیر۔ الحق، الملک کی صفت یوم کا نصب اذکر محذوف سے ہے۔

تفسیر:......منکروں کا یہ ایک اور شبہ تھا جس کو وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا سے شروع کرتا ہے کہ جن کو ہم سے ملنے کی امید نہیں یہ نہیں سمجھتے کہ مرکر اللہ کے سامنے جانا ہے۔

کفار کی ایک جاہلانہ فرمائش:......وہ کہتے ہیں (کیونکہ ایسی باتیں وہی کہا کرتے ہیں ایمان داروں کی تو کیا مجال) کہ ہمارے پاس فرشتے کیوں نہ آئے محمد ﷺ کے پاس کیوں آتے ہیں؟ یا ایسا ہوتا کہ ہم خدا کو دیکھ لیتے پھر اس سے آپ پوچھ لیتے کہ یہ تیرا بھیجا ہوا نبی ہے کہ نہیں؟

اس جواب میں فرماتا ہے لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ کہ انہوں نے اپنے آپ کو اس لائق سمجھ لیا ہے کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا دنیا میں خدا تعالیٰ کو دیکھیں؟ یعنی یہ بڑے تکبر اور سرکشی کی بات ہے۔ ملائکہ مخصوص لوگوں کے پاس آتے ہیں جن کی روحانیت ان کے قریب قریب پہنچی ہوتی ہے سو وہ انبیا ہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ لطیف الخبیر کو دنیا میں ہر ایک کب دیکھ سکتا ہے خفاش کو تاب ہے کہ آفتاب کو دیکھے؟ ہاں قیامت میں سب لوگ ملائکہ کو دیکھیں گے پھر اس روز کہ وہ ملائکہ کو دیکھیں گے ان کے لئے کوئی خوشی نہ ہوگی عذاب کے فرشتے سامنے آئیں گے جن کو دیکھ کر الحذر (پناہ) مانگیں گے۔

احوال قیامت:......وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ سے آخر تک اسی مناسبت کے سبب قیامت کا حال اور ان منکروں کا وبال ونکال کا بیان شروع کر دیا جو ملائکہ کے دیکھنے کی خواہش کرتے ہیں اور وہ بھی تکبر کی راہ سے کہ رسول کا کہنا ہم نہیں مانتے ہمارے پاس خود فرشتے آنے چاہیں۔

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا . . . الخ یعنی وہ جو دنیا میں بہ ارادۂ ثواب یہ کفار کچھ عمل بھی کرتے ہیں ایمان واعتقاد صحیح نہ ہونے کی وجہ سے اس دن هَبَآءً مَّنْثُوْرًا یعنی نیست ونابود ہو جائیں گے کچھ کام نہ آئیں گے۔ ہاں ایمان دار نیکوکار اس روز اچھے مقام میں ہوں گے۔ اس کے بعد اس دن کے چند اور حالات ہیبت ناک بیان فرماتا ہے۔

(۱) وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ ایک جگہ اور آیا ہے، هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ ابر سفید۔ اس ابر سے کیا مراد ہے؟ غالباً ملائکہ اور دیگر روحانیت کے انوار ہوں جو بصورت ابر سفید دکھائی دیں گے۔ آسمان کھل کر اس ابر میں سے قیامت کو ملائکہ نمودار ہوں گے۔

(۲) اَلْمُلْكُ . . . الخ اس روز حقیقی بادشاہت اللہ کی ہوگی۔ گرچہ آج بھی اسی کی حقیقی بادشاہت ہے مگر دنیا میں مجازی بادشاہتیں بھی ہیں اس روز کسی کی نہ ہوگی اس لیے ظہور کامل اسی روز ہوگا۔

(۳) وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ . . . الخ قرینۂ عبارت تعمیم پر دلالت کرتا ہے یعنی ہر ظالم اس روز ہاتھ دانتوں سے کاٹے گا افسوس کرے گا کہ اے کاش میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا۔ اس سے مراد اس کی وہ شخص ہوگا کہ جس نے اس کو دنیا میں ہدایت پانے کے بعد ہدایت سے دوستی کے پیرایہ میں باز رکھا تھا اور ایسا بہت ہوتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا
وَّنَصِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ مع
كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا
جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿۳۳﴾ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى
جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۳۴﴾ ع

ترجمہ:......اور ہم یوں ہی مجرموں کو ہر ایک نبی کا دشمن بناتے رہے ہیں اور (لوگوں کی) رہ نمائی کرنے کو (انبیاء) اور مدد کرنے کو آپ کا رب کافی ہے ﴿۳۱﴾ اور کافروں نے (یہ بھی) کہہ دیا کہ اس ❶ پر یک بارگی قرآن کیوں نہ نازل کیا گیا یوں ہی نازل ہونا چاہیے تھا تا کہ اس سے تمہارے دل کو ہم تسکین دیتے رہیں (اس لیے) ہم نے ٹھہر ٹھہر کر پڑھ سنایا ﴿۳۲﴾ اور (اے نبی) جو سوال یہ لوگ آپ پر پیش کریں گے ہم بھی تم کو اس کا بہت ٹھیک جواب اور بہت عمدہ توجیہ بتادیں گے ﴿۳۳﴾ یہ وہ لوگ ہیں جو منہ کے بل گھسٹوا کر جہنم میں ڈال دیے جائیں گے یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کا بہت ہی برا مقام ہے اور وہ بہت ہی بڑے گمراہ ہیں ﴿۳۴﴾۔

ترکیب:......جملة واحدة حال من القرآن ای مجتمعا۔ کذلک ای انزل کذلک فالکاف فی موضع نصب علی الحال لنثبت اللام تتعلق بالفعل المحذوف۔

تفسیر:......لیکن بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ان عام الفاظ میں کسی شخص خاص کی طرف بھی اشارہ ہے اور یہ ہوسکتا ہے۔ پھر اس شخص خاص سے مراد وہ کہتے ہیں عقبہ بن ابی معیط ہے کہ جب وہ سفر سے آتا تھا تو دعوت دیا کرتا تھا چنانچہ ایک بار اس نے آنحضرت ﷺ کو بلایا آپ ﷺ نے اس کے کفر کی وجہ سے انکار کیا۔ اس نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا تب آپ ﷺ تشریف لے گئے۔ اس کی خبر ابی بن خلف کو بھی ہوئی وہ اس کا بڑا دوست تھا اس نے اس کو بڑی ملامت کر کے اسلام سے برگشتہ کرادیا، اور حضرت ﷺ کی گستاخی پر آمادہ کیا۔ (اس قصہ کو معالم التنزیل وجلالین وغیرہ کتابوں میں نقل کیا ہے) اور ابن جریرؒ نے بھی ابن عباس ؓ سے ایسا ہی نقل کیا ہے) اس تقدیر پر ظالم سے مراد عقبہ اور فلاں سے مراد ابی بن خلف کافر ہے۔

آنحضرت کی شکایت:......وَقَالَ الرَّسُوْلُ ... الخ جب کفار نے آنحضرت ﷺ کو طرح طرح سے ستایا تو آپ نے بددعا تو نہ کی کیوں کہ رحمۃ للعالمین تھے مگر اللہ تعالیٰ سے شکایت کی جس کو ان آیات میں اللہ تعالیٰ نقل کرتا ہے۔

ابو مسلم اصفہانی کہتے ہیں یہاں قال بمعنی یقول ہے۔ یعنی قیامت میں آنحضرت ﷺ ان لوگوں کی یوں شکایت کریں گے جیسا کہ آیا ہے فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾ مَهْجُوْرًا بمعنی متروک اور ہجر بمعنی ہذیان بھی ہوسکتا ہے کہ اس قرآن کی بابت انہوں نے بے ہودہ اور لغو باتیں بنائیں کبھی وہ اس کو سحر کہتے تھے کبھی از خود بنایا ہوا کبھی اگلے لوگوں کی کہانیاں۔

ہر نبی کے دشمن ضرور ہوئے ہیں:......وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا ... الخ اس آیت میں اللہ تعالیٰ حضرت ﷺ کو آپ کی شکایت پر تسلی دیتا

❶...... یعنی رسول پر ۱۲ منہ۔

ہے اور صبر اور برداشت پر آمادہ کرتا ہے کہ یہ کچھ نئی بات نہیں ہمیشہ سے ہر ایک نبی کے کافر سخت دشمن ہوتے آئے ہیں۔ آپ اطمینان رکھیں اللہ آپ کی مدد کرنے کے لیے اور آپ کی قوم کو ہدایت کرنے کو کافی ہے۔ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا۝

قرآن کے یکبارگی نازل ہونے پر کفار کے شبہات اور ان کے جوابات:......وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا . . . الخ یہ ان کا قرآن مجید پر ایک اور شبہ تھا کہ یہ تھوڑا تھوڑا اور وقتاً فوقتاً کیوں نازل ہوتا ہے ایک ہی بار مجتمع ہو کر کیوں نہ نازل ہوا؟ پس معلوم ہوا کہ محمد (ﷺ) از خود سوچ سوچ کر تصنیف کرتے ہیں اس کا جواب دیتا ہے كَذٰلِكَ ؛ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا کہ اس کے اس طرح نازل کرنے میں چند حکمتیں ہیں جن کی طرف اجمالاً اس جملہ میں اشارہ کیا گیا ہے۔

(۱) آنحضرت ﷺ اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم لکھے پڑھے نہ تھے۔ اگر یک بارگی اتنی بڑی کتاب نازل ہوتی تو حفظ نہ رہتی اس لکھے پر اعتماد رہتا۔ سو اگلی کتابوں کی طرح سے اس میں بھی تبدیل و تحریف ہوتی یا کسی حادثہ میں معدوم ہو جاتی۔ پھر جب تھوڑا تھوڑا نازل ہوا تو دلوں میں جمتا گیا لوح حافظہ پر ثابت ہوتا گیا۔ لنثبت بہ فؤادک کے یہی معنی ہیں اس لیے اس میں ایک نقطہ کا بھی فرق نہ آیا۔

(۲) دوم یہ کہ تمام احکام جو یک بارگی نازل ہوتے قوم کو ان پر ثابت و قائم رہنا شاق ہو جاتا۔

(۳) وقتاً فوقتاً نئے حوادث پیش آتے تھے اور جاہل قوم کی تربیت و تعلیم میں ایسی باتیں پیش آیا ہی کرتی ہیں پس ہر حادثہ میں جبرئیل کا کلام الٰہی لے کر آنا آپ ﷺ کے لیے تقویت قلبی کا باعث تھا۔ (۴) یک بارگی قرآن نازل ہوتا تو کفار مقابلہ میں کہہ سکتے تھے کہ اتنی بڑی کتاب ہم کیوں کر لا سکتے ہیں لیکن جب تھوڑا تھوڑا نازل ہوا اور کسی ٹکڑے کا بھی جواب نہ بن سکا تو حضرت ﷺ کا دل قوی ہو گیا ان کا عذر جاتا رہا۔

(۵) حالت الہامی ایک عجیب حالت ہے، تھوڑے نازل ہونے میں اخیر عمر تک حضرت ﷺ کو حاصل رہی جو قلبی تقویت کا باعث ہوا۔

وَلَا يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ . . . الخ سب اعتراضات کے جواب کے بعد خاتمہ کے طور پر فرمایا ہے کہ آپ کے پاس وہ جو کوئی مثل لاتے ہیں یعنی اعتراض کرتے ہیں تو ہم اس کے جواب میں آپ کو حق بات کھلی ہوئی بتلا دیتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ . . . الخ فرماتا ہے ایسے لوگ اوندھے منہ ہنکا کر جہنم میں ڈالے جائیں گے یہ لوگ بڑے شریر و گمراہ ہیں۔ یہ ان کے اوندھے اعتراضات کا نتیجہ ہے جس کی سزا جہنم میں اوندھا گرنا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا۝۳۵ فَقُلْنَا اذْهَبَآ
اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا۝۳۶ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا
كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ
عَذَابًا اَلِيْمًا۝۳۷ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا۝۳۸
وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ؗ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا۝۳۹ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ

اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾

وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ اِنْ

كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ

يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ

تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ

هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾ ع

ترجمہ:......اور البتہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی کتاب دی اور ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون کو بھی وزیر بنا کر بھیجا تھا﴿۳۵﴾ سو ان سے کہہ دیا کہ تم دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ کہ جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں (وہ گئے انہوں نے نہ مانا) تو ہم نے بھی ان کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا﴿۳۶﴾ اور قوم نوح کو بھی (ہلاک کیا) جب کہ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو بھی غرق کر دیا اور ان کو لوگوں کے لیے عبرت کی نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے عذاب الیم تیار کر رکھا ہے﴿۳۷﴾ اور عاد اور ثمود اور کنوئیں والوں کو بھی (ہلاک کیا) اور بہت سے قرنوں کو بھی جو اس کے درمیان تھے﴿۳۸﴾ اور ان میں سے ہر ایک کو مثالیں دے دے کر سمجھا دیا تھا (آخر) ہر ایک کو ہم نے ہلاک کر دیا﴿۳۹﴾ اور (کفار مکہ) بے شک اس بستی پر سے بھی گزرے ہیں کہ جس پر بہت بری طرح سے (پتھر) برسائے تھے پھر کیا انہوں نے اس کو دیکھا نہ ہوگا بلکہ وہ مر کر زندہ ہونے کی امید ہی نہیں رکھتے تھے (اس لیے ایمان نہیں لائے)﴿۴۰﴾ اور (اے نبی) یہ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ سے تمسخر ہی کرتے ہیں کہ کیا یہ وہی ہے کہ جس کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے﴿۴۱﴾ اس نے تو ہم کو ہمارے معبودوں سے منحرف کر ہی دیا ہوتا اگر ہم ان پر جمے نہ رہتے اور ان کو جب کہ یہ عذاب دیکھیں گے تو آپ معلوم ہو جائے گا کہ کون راہ راست سے دور تھا﴿۴۲﴾ (اے نبی) تم نے اس کو بھی دیکھا کہ جس نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا اللہ بنا رکھا ہے پھر کیا آپ اس کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں؟﴿۴۳﴾ (اے نبی) کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہوں گے وہ کچھ بھی نہیں (سمجھتے) مگر جیسے کہ چار پائے بلکہ وہ (تو ان سے بھی زیادہ) راہ بھولے ہوئے ہیں﴿۴۴﴾۔

ترکیب:......هارون بدل من اخاه۔ وزيرا مفعول ثاني لجعلنا۔ وقوم يجوز ان يكون معطوفا على دمرنا۔ يا مفعول اذكر محذوف۔ على هذا القياس عادا وثمودا...الخ۔

تفسیر:......جب کہ توحید و نفی انداد و اثبات نبوت میں کلام ہو چکا اور منکرین کے شبہات رد کر دیے گئے، اور قیامت کا حال اور منکرین کا وبال بھی بیان ہو چکا تو مجملاً انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ ان کے دشمنوں پر آخر کار کیا کیا بلائیں نازل ہوئیں کیونکہ آپ کی تسلی کے لیے پہلے فرمایا تھا وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا اور قرآن کا بھی طریقہ ہے کہ ایسے موقعوں پر قصص انبیاء علیہم السلام بیان ہوتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ ان کے تذکرے بار بار آتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کا مختصر تذکرہ:......فقال وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى...الخ سب سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا کیوں کہ ان کی نبوت اور کتاب اہل کتاب میں بہت مشہور تھی کہ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ لوگوں نے کیا کیا تھا اور ان کو کس قدر معجزات دیے گئے اور ان کے بھائی ہارون

علیہ السلام ان کے وزیر بھی تھے۔ آخر فرعونیوں کو دیکھو کہ انہوں نے نہ صرف نوح علیہ السلام کی تکذیب کی تھی بلکہ عموماً رسولوں کے منکر تھے آخر غرق ہوئے۔ پھر قوم عاد و ثمود کو دیکھو کہ حضرت ہود و صالح علیہما السلام کے انکار اور مقابلہ سے ان پر کیا ماجراء گزرا؟ پھر اصحاب الرس کو غور کرو۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں رس کنوئیں کو کہتے ہیں رس کے معنی لغت میں دفن کے ہیں یقال رس المیت اذا دفن (کبیر)۔

اصحاب الرس کون تھے؟:...... ابو مسلم کہتے ہیں ایک ملک کا نام ہے۔ اصحاب الرس اس ملک یا وادی کے رہنے والے۔ یا کنوئیں والے اس وادی میں کنواں ہونا ان کے لیے اس عہد میں اس نام کے ساتھ منسوب ہونے کا سبب ہو گیا۔ مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہ کس نبی کی امت تھی؟ اکثر یہی کہتے ہیں کہ یہ ایک بت پرست قوم تھی جن کے بہت سے کنوئیں تھے ان سے زراعت کرتے اور مواشی کو پانی پلایا کرتے تھے ان کی ہدایت کو حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے انہوں نے ان سے بہت سرکشی کی اور ایذائیں دیں آخر قہر آسمانی سے ہلاک ہوئے۔ اس تقدیر پر یہ جگہ عرب کے شمال مغرب میں شام سے ملحق ہے اور دیگر روایات بھی ہیں، والعلم عنداللہ۔ اس کے درمیان بہت سے قرن یعنی زمانے گزر گئے ہیں جن میں انبیاء آئے اور لوگوں نے انکار کیا بلا میں مبتلا ہوئے۔

پھر فرماتا ہے وَلَقَدْ اَتَوْا کہ یہ قریش مکہ اس گاؤں پر سفر شام میں گزر چکے ہیں کہ جس پر پتھر برسے تھے، یعنی حضرت لوط علیہ السلام کی بستیاں جھیل مردار کے کنارے جو الٹی پڑی ہیں جن کو سفر شام میں آتے جاتے یہ لوگ دیکھتے ہیں اور عبرت نہیں کرتے۔ جب کفار ان باتوں سے عاجز آجاتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تمسخر اور ٹھٹھا کرتے تھے کہ کیا اسی کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے یعنی کسی سردار دولت مند کو بنانا تھا اس نے تو ہم کو ہمارے معبودوں سے روک ہی دیا ہوتا اگر ہم ان پر جمے نہ رہتے فرماتا ہے ان کو عذاب الٰہی کے وقت معلوم ہو جائے گا کہ وہ گمراہ تھے یا راہ پر۔

پھر فرماتا ہے ان کم بختوں نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا ہے جو خواہش کہتی ہے اسی پر چلتے ہیں پھر ان کے آپ ذمہ دار نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ سنتے سمجھتے ہیں؟ گو ظاہر میں یہ ہے مگر حسِ باطن نہیں یہ تو چوپایوں سے بھی بدتر ہیں کیوں کہ وہ مکلف نہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا
الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ
لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ
الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾ لِّنُحْيِۦَ بِهٖ
بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿۴۹﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ
بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۵۰﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ
كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿۵۱﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿۵۲﴾

ترجمہ:......(اے مخاطب) کیا تو نے اپنے رب کی طرف نہیں دیکھا کہ وہ کیوں کر سایہ کو بڑھاتا ❶ اور اگر چاہتا تو اس کو ٹھہرا رکھتا پھر ہم نے اس کے لیے آفتاب کو رہبر بنا دیا ﴿۴۵﴾ پھر ہم اس کو آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹتے ہیں ﴿۴۶﴾ اور اسی نے تو تمہارے لیے رات کو لباس اور نیند کو راحت بنا دیا اور دن چلنے پھرنے کے لیے (بنایا) ﴿۴۷﴾ اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت (بارش) سے پیشتر خوش خبری لانے والی ہوائیں چلایا کرتا ہے اور ہم نے آسمان سے پاکیزہ پانی اُتارا ﴿۴۸﴾ تا کہ اس سے مرے ہوئے (خشک) شہر کو زندہ کریں اور اس کو اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں چار پایوں اور بہت سے آدمیوں کو پلائیں ﴿۴۹﴾ اور ہم نے اس کو ان میں بانٹ دیا تا کہ سمجھیں پس بہت سے آدمی تو ناشکری کیے بغیر نہ رہے ﴿۵۰﴾ اور اگر ہم چاہتے تو ہر گاؤں میں ایک ڈرسنانے والا کھڑا کر دیتے ﴿۵۱﴾ پس (اے نبی) کافروں کا کہنا نہ مانو اور (قرآن سے) ان کا مقابلہ بڑے زور سے کرتے رہو ﴿۵۲﴾۔

ترکیب:......اناسی اصله اناسین جمع انسان کسرحان و سراحین فابدلت النون فیه یاء و ادغمت و قیل هو جمع انسی علی القیاس۔ صرفناه الضمیر للماء۔

تفسیر:......ان کے شبہات رد کر کے اور اس کج روی کا نتیجہ امم گزشتہ کے حالات میں بیان فرما کر اب یہ چند دلائل توحید اور کمال قدرت پر بیان فرماتا ہے۔

سائے اور روشنی میں قدرت کے دلائل:......فقال اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ . . . الخ یہ (۱) دلیل ہے کہ اپنے اللہ کی قدرت دیکھو کہ اس نے اس عالم حسی میں نورانی اجسام پیدا کیے چاند سورج ستارے آگ وغیرہ جن کی روشنی دوسری اشیاء مظلمہ پر پڑ کر ان کو بھی روشن کر دیتی ہے یہ ایک بات ہوئی جس میں قدرت کا کامل نمونہ ہے اس لیے کہ اگر صانع عالم کوئی قادر مختار نہیں اور طبائع یا مادہ ہی سب کچھ کرتا ہے تو پھر یہ ترجیح بلا مرجح کیسی کہ بعض اجسام منور اور منور بھی ایسے کہ جن کے نور کا انعکاس دوسرے اجسام پر پڑتا ہے اور یہ ان کا ظل ہے اور بعض غیر منور۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ کفار مکہ یا دیگر حساد نبوت آنحضرت ﷺ کی نبوت پر کلام کرتے ہیں کہ ان میں کیا خصوصیت تھی جو ان کو نبی بنایا گیا اور پھر باغ یا دولت ثروت یا ملائکہ ساتھ رہنے کی ظاہری خصوصیت بھی نہیں دکھائی گئی۔ ان کا یہ اعتراض بے جا ہے جب اجسام میں اس نے ایسی ایسی خصوصیت ممیزہ پیدا کر دی ہیں تو نفوس بشریہ میں نورانی و ظلمانی خصوصیات پیدا کرنے سے اس کو کون مانع ہے اور کون پوچھنے والا ہے۔ پھر اس ظل کو بھی ایک حالت پر نہیں رہنے دیا کما قال وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا بلکہ اول مَدَّ الظِّلَّ اس کو پھیلاتا دراز کرتا ہے یہ دوسری بات ہوئی۔ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا اگرچہ اور چیزوں کے بھی سائے اور ظل ہیں کیوں کہ اس عالم میں اور بھی نورانی نیرات وجواہر ہیں مگر آفتاب سے سب کم ہیں۔ سایہ کے بڑھنے گھٹنے کا نمونہ آفتاب ہے اس کے ظل میں یہ بات سب سے نمایاں ہے یہ تیسری بات ہوئی یہ بھی اس کی قدرت کمال کا پورا نمونہ اور بڑی علامت ہے۔

ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا پھر انبساط کے بعد جہاں تک اس کا بسط مقدر کر رکھا تھا اس ظل کو ہم تھوڑا تھوڑا کر کے نیست و نابود کر دیتے ہیں یا اس کو اس کی حد مقرر تک جو انتہا کی حد ہے پہنچا دیتے ہیں جس طرح ہر شے کے وجود کا انبساط اس کی طرف سے ہے اسی طرح انتہی اور زوال کا بھی وہی مرجع ہے اس بات کے بتلانے کے لیے قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا فرمایا یہ چوتھی بات بھی بڑی نشانی اس کے کمال وقدرت کی ہے جو عالم کے حدوث اور زوال پر دال ہے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ تمام اشیاء کے وجود اور ان کے حقائق یہ سب اس کے وجود حقیقی کے ظل یعنی پرتوے ہیں پھر ان کا دراز کرنا عالم عدم سے فضاء وجود خارجی میں لانا ہے سو یہ اسی کا فعل ہے اگر وہ چاہتا تو

---

❶......یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ ظل سے مراد سایہ الٰہی ہو وہ کسی قوم اور کسی شخص کے لیے اللہ نے کیسا دراز کیا ہے؟ مگر بقا اسی کو ہے اس کو ٹھہرا نہیں رکھتا بعد دوپہر ڈھلنے لگتا ہے اور آفتاب اقبال و عنایت اس کی دلیل ہوتا ہے۔ انسان کی عمر بھی ایک سایہ ہے باوجود درازی کے کس طرح سے ڈھلتی ہے اور یہ بے خبر غافل ہے ۱۲ منہ۔

ٹھہرا دیتا فضاء وجود خارجی میں نہ آنے دیتا یا آنے کے بعد ترقی اور کمال تک نہ پہنچنے دیتا۔ اس بات پر ہم نے آفتاب عقل کو دلیل بنا دیا ہے وہی کہتی ہے کہ یہ اس کے اظلال ہیں۔ پھر رفتہ رفتہ ہر ایک کو فنا کرتے ہیں اور وہ دراصل معدوم محض نہیں ہوتے بلکہ سایہ کی طرح سمٹ کر ہمارے پاس آتے ہیں جس طرح کہ سایہ سمٹ کر ہمارے پاس آتے ہیں جس طرح کہ سایہ سمٹ کر جس کا سایہ ہوتا ہے اس کے پاس آجاتا ہے۔ لیکن اس مشاہدۂ ذات میں دو مرتبے ہیں عارفین مقام مشاہدۂ نور عقل سے چل کر مشاہدۂ صفت کی طرف آتے ہیں پھر وہاں سے مشاہدۂ نور ذات کرتے ہیں یہ ایک مرتبہ ہے۔

دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اول ہی مرتبہ مشاہدۂ نور ذات کا حاصل ہو پھر اس کے بعد صفات کا پھر فعل کا مشاہدہ اس امت کے نفع کے لیے کیا جائے سو یہ مرتبہ خاص خاتم النبیین ﷺ کا ہے اس لیے حضرت ﷺ کو اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ میں مشاہدۂ ذات کی طرف پھر كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ سے مشاہدۂ افعال کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ (۲) اللہ نے تمہاری راحت کے لیے رات اور کام کاج کے لیے دن بنایا۔ والسبات الراحۃ ومنہ یوم السبت ای یوم الرحۃ لفراغہ فیہ من الاشغال صاحب کشاف کہتے ہیں السبات الموت والمسبوت المیت۔ رات آتی ہے تو گویا قیامت آگئی سب سو جاتے ہیں گویا مرجاتے ہیں کوچہ و بازاروں میں سناٹا ہوتا ہے پھر صبح ہوتی ہے تو گویا حشر کا دن برپا ہو جاتا ہے بستروں سے کیا اُٹھتے ہیں گویا قبروں سے اٹھتے ہیں اس لیے وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا فرمایا۔

ہواؤں میں اللہ کی نشانیاں:......(۳) وَهُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًا ۢ جمع بشیر۔ رحمت سے مراد بارش یعنی اللہ وہ قدیر و مدبر ہے کہ بارش آنے سے پہلے ایک ایسی ہوا چلاتا ہے جو بارش کی خوش خبری دیا کرتی ہے وہ بادلوں کے اٹھنے کا سبب ہوتی ہے پھر بادلوں سے پاک اور ستھرا پانی ہم اتارتے ہیں جس سے خشک زمین کو جو بمنزلہ مردہ کے ہوتی ہے شادابی سے حیات بخشتے ہیں اور اس پانی کو چارپائے اور انسان پیتے ہیں یہ بھی ہمارا ہی فعل ہے ورنہ یہ باتیں از خود تو ہو نہیں سکتیں اور کوئی کر نہیں سکتا۔

پانی کی حکیمانہ تقسیم:......وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ پھر اس پانی کو تم میں تقسیم کر دیتے ہیں ایک کے قبضہ میں نہیں رکھتے تا کہ تم سمجھو لیکن اکثر لوگ ناشکری کیے بغیر نہیں رہتے۔

وَلَوْ شِئْنَا ... الخ جس طرح ہم نے باران رحمت کو عام کر دیا ہر جگہ برساتے ہیں اسی طرح نبوت کو بھی جو بارش روحانی ہے عام کر سکتے تھے ہمارے ہاں کچھ بات نہ تھی، ہر گاؤں میں رسول بھیج دیتے جیسا کہ منکرین نبوت اس کی استدعا کرتے ہیں مگر حکمت الٰہی کے خلاف تھا۔ انتظام عالم میں خلل آجاتا۔ پس اے نبی ان کے کہنے پر التفات نہ کرو وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ۝ جہاں تک ہو سکے ان کے سمجھانے میں کوشش کرو۔

وَهُوَ الَّذِىْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ

بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝ وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ

نَسَبًا وَّصِهْرًا ۭ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ۝ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ

وَلَا يَضُرُّهُمْ ۭ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ۝ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا

وَّنَذِیْرًا۝۵۶ قُلْ مَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰی رَبِّهٖ

سَبِیْلًا۝۵۷ وَتَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَکَفٰی بِهٖ بِذُنُوْبِ

مع عِبَادِهٖ خَبِیْرًا۝۵۸ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ

ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا۝۵۹ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ

ع اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ* ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ* نُفُوْرًا۝۶۰ السجدۃ

ترجمہ:......اور وہی تو ہے کہ جس نے دو دریاؤں کو باہم ملا دیا یہ ایک تو (ان میں سے) شیریں خوشگوار ہے اور یہ ایک کھاری کڑوا اور ان دونوں میں ایک پردہ اور مستحکم آڑ بنادی۝۵۳ جو باہم ملنے نہیں دیتی اور اسی نے انسان کو پانی (منی) سے پیدا کیا پھر اس کے لیے رشتہ نسب ودامادی قائم کیا اور آپ کا رب تو ہر چیز پر قادر ہے۝۵۴ اور وہ اللہ کو چھوڑ کر ان معبودوں کو پوجتے ہیں کہ جو ان کو نفع دے سکتے ہیں اور نہ ضرر اور کافر تو اپنے رب کے مقابلہ میں کمر باندھے ہوئے ہیں۝۵۵ اور (اے نبی) آپ کو ہم نے محض خوش خبری اور ڈر سنانے کے لیے بھیجا ہے۝۵۶ (ان سے) کہہ دو میں اس پر تم سے کوئی اجرت تو نہیں مانگتا مگر یہی کہ جو چاہے اپنے رب کی طرف کا راستہ اختیار کر لے۝۵۷ اور (اے نبی) تم اپنے اس زندہ اللہ پر بھروسہ رکھو کہ جس کو کبھی موت نہیں اور اس کی ستائش کے ساتھ تسبیح کرتے رہو اور اس کا اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار ہونا بس کرتا ہے۝۵۸ وہی تو ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے سب کو چھ دن میں بنا دیا پھر تخت (حکومت) پر قائم ہوا وہ رحمٰن ہے پس اس کی شان تو کسی خبردار سے پوچھیے۝۵۹ اور جب ان (منکروں) سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کیا ہے رحمٰن کیا تو جس کو کہے گا اس کو ہم سجدہ کریں گے۔ اور یہ نام تو ان کو اور بھی بدکاتا ہے۝۶۰۔

ترکیب:......بینهما ظرف جعل علی ربه متعلق ظهیرا سے اور ظهیر خبر کان۔ الا من شاء استثناء من غیر الجنس الرحمٰن مبتدأ فسئل به خبر۔

میٹھے اور کھاری پانی کے دریاؤں کا سنگم

تفسیر:......وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ...الخ یہ (۴) دلیل ہے کہ اس نے دو قسم کے دریا رواں کیے۔ یا یوں کہو دو دریاء کو باہم ملا یا ایک ان میں سے نہایت شیریں خوشگوار اور دوسرا کھاری اور تلخ اور باہم ملنے نہیں پاتے ان میں قدرتی حد فاصل رکھی ہوئی ہے۔ زمین کے دریاء رواں جب سمندر میں گرتے ہیں اور یہ دریا شیریں ہوتے ہیں تو دور تک دونوں کی دو دھاریں نظر آتی ہیں باہم اختلاط پر امتیاز معلوم ہوتا ہے ان میں سمندر کی دھار کھاری اور زمین کے دریائے رواں کی دھار شیریں ہوتی ہے۔ سمندر میں پڑنے سے دونوں سمندر

* ......بعض کہتے ہیں کفار نہیں جانتے تھے کہ رحمٰن اللہ کا نام ہے۔ مگر یہ ٹھیک نہیں کیونکہ لفظ عربی ہے بلکہ تکبراً اللہ سے انکار کرتے تھے اور اس کے لیے سجدہ کرنے سے نفرت کرتے تھے کیونکہ بت پرستی کی عادت تھی ۱۲ منہ اس مقام پر سجدہ واجب ہے۔

* ضحاک کہتے ہیں اس موقع پر آنحضرت ﷺ اور خلفاء اربعہ ؓ اور عثمان بن مظعون وعمرو بن عنبسہ نے جو سجدہ کیا تو مشرکین مسجد کے کنارے جا کر ہنسنے لگے پس وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا سے یہ مراد ہے (ک) ۱۲ منہ

ہو گئے اور سمندر کو عرب میں بحر کہتے ہیں اصل المرج الارسال و الخلط و منہ قولہ تعالیٰ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ۔ ان دونوں دریا سے اس طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے کہ انسان مجمع البحرین ہے اس کے اندر دو دریا آملے ہیں ایک قوائے ملکوتیہ کا دریا جو درحقیقت نہایت شیریں اور خوش گوار ہے اور دوسرے قوائے حیوانیہ کا دریا جو تلخ ہے ان دونوں کے درمیان حدِ فاصل عقل کامل ہے۔

پانی کے قطرہ سے انسان کی تخلیق:......(۵) وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا کہ اس نے ایک پانی سے یعنی منی سے بشر پیدا کر دیا۔ وہی مرد کی ایک منی ہے کہ اسی سے مرد پیدا کرتا ہے اور اسی اے عورتیں اور رب قادر ہے۔ نسبا ای ذو نسب و المراد الذکور ینسب الیھم فیقال فلان بن فلان و ذوات صھر ای اناثا یصاھرون۔ یا یوں کہو انسان کو بنا کر اس کی قرابت و مودّت کے دو طریقے رکھے۔ ایک نسب دوسرا صہر یعنی داماد۔ فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ . . . الخ دلائل توحید کے بعد کفار کے اس طریقہ کی مذمت کرتا ہے جو بت پرستی کے لیے ان میں جاری تھا کہ ایسی نکمی چیزوں کو پوجتے ہیں کہ جو ان کو نہ کچھ نفع دے سکتی ہیں نہ ضرر اور کافر (جس سے مراد اکثر کے نزدیک ابو جہل ہے) اپنے رب سے پیٹھ پھیرے ہوئے ہے جو ایسی باتیں کرتا ہے۔ ابو مسلم کہتے ہیں ظَهِيْرًا اس جگہ ان کے اس قول سے ماخوذ ہے ظھر فلان بحاجتی اذا نبذھا وراء ظھرہ و من قولہ تعالیٰ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا یعنی اس کے معنی پیٹھ پیچھے ڈالنے اور پیٹھ پھیرنے کے ہیں۔ اگرچہ ظہیر بمعنی معاون بھی ہوسکتا ہے جس کے یہ معنی ہوں گے کہ کافر اپنے اس رب کا جس کو وہ اللہ کے سوا پوجتا ہے مددگار ہے خود اس کو گھڑ کر ہاتھ سے یا خیالات سے بناتا ہے۔ ایسا اللہ بھی کوئی اللہ ہے جس کا مددگار اس کا عابد ہو۔

آپ کا کام پیغام پہنچانا ہے:......پھر فرماتا ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ . . . الخ یعنی اے نبی اگر یہ ہدایت پر نہ آئیں تو آپ کا کچھ بھی ذمہ نہیں کیونکہ آپ کا کام خوش خبری اور خوف دلانا ہے سو آپ کر چکے۔

پھر فرماتا ہے کہ ان حمقاء سے کہہ دو کہ میں تم سے اس بات میں کچھ مانگتا تو نہیں یہی چاہتا ہوں کہ تم کو راہ راست نصیب ہو یعنی بے غرض خیر خواہ ہوں پھر ایسے شخص سے سرتابی کرنا کس عقل کا مقتضیٰ ہے؟ اس لیے آپ کو تسلی دیتا ہے کہ آپ خدائے حیّ ولایزال پر توکل کریں اور اس کی ثناء و صفت کیا کریں وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے واقف ہے آپ سمجھ لے گا وہ کہ جس نے چھ روز میں آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو بنا دیا پھر تخت حکومت پر قائم ہوا یعنی مخلوقات کو پیدا کر کے ان پر حکمرانی شروع کی اور وہ کون ہے؟ رحمٰن۔ خبیر یعنی بڑے خبردار سے پوچھو، یا یوں کہو رحمٰن خبردار ہے اس سے پوچھو ان جملوں میں اللہ تعالیٰ کی صفات اس طرز پر ثابت کیے کہ جس سے ضمناً ان کے بتوں کی خدائی بھی باطل ہو گئی کہ وہ نہ حی ہیں نہ موت سے بری ہیں نہ وہ بندوں کے گناہوں سے واقف ہیں نہ انہوں نے کوئی چیز پیدا کی ہے۔ اور چھ روز سے یہ بھی بتلا دیا کہ آپ جلدی نہ کریں اللہ نے باوجود قدرت کے چھ روز میں مخلوق پیدا کی، آپ کا دین بھی بتدریج جاری ہوگا۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ یعنی آپ سے کیا برگشتہ ہیں وہ رحمٰن سے بھی برگشتہ ہیں جو سجدہ نہیں کرتے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿۶۱﴾ وَهُوَ

الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ

قَالُوْا سَلٰمًا﴿٦٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا﴿٦٤﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ
رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا﴿٦٥﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ
مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا﴿٦٦﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ
ذٰلِكَ قَوَامًا﴿٦٧﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ
حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا﴿٦٨﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ
الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا﴿٦٩﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا
صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴿٧٠﴾ وَمَنْ
تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا﴿٧١﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ
وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا﴿٧٢﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا
عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا﴿٧٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا
قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴿٧٤﴾ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا
وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا﴿٧٥﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا﴿٧٦﴾
ع قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا﴿٧٧﴾

ترجمہ:......اس کی ذات بڑی بابرکت ہے کہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور ان میں چراغ (آفتاب) اور چمکتا ہوا چاند بھی بنایا﴿٦١﴾ اور وہی تو ہے کہ جس نے رات اور دن بنائے جو ایک دوسرے کے پیچھے لگا ہوا ہے (یہ) اس کے لیے جو آیات میں غور کر کے سمجھنا چاہے یا شکر کرنے کا ارادہ کرے﴿٦٢﴾ اور رحمٰن کے (خاص) بندے تو وہی ہیں جو زمین پر جھک کر چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل مڈبھیڑ ہو جاتے ہیں تو سلام کہتے (اور الگ ہو جاتے) ہیں﴿٦٣﴾ اور وہ جو اپنے رب کے آگے سجدہ اور قیام ہی میں رات گزراتے ہیں﴿٦٤﴾ اور وہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم سے جہنم کا عذاب دور رکھیو کیونکہ دوزخ کا عذاب بڑی سخت آفت ہے﴿٦٥﴾ وہ تو بہت ہی برا ٹھکانا اور بہت برا مقام ہے﴿٦٦﴾ اور وہ جو جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگ دلی اور ان کا خرچ کرنا اعتدال پر ہوتا ہے﴿٦٧﴾ اور وہ جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں کہ جس کو اللہ نے حرام کر دیا ہے مگر حق سے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو ایسا کرتا بھی ہے تو سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے﴿٦٨﴾ اس کے لیے قیامت

میں دو چند عذاب ہوگا اور اس میں وہ عذاب سدا خوار ہو کر پڑا رہے گا۞ مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھے کام بھی کرے سو اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا کرتا ہے اور اللہ غفور الرحیم ہے۞ اور جس نے توبہ کر لی اور نیک کام بھی کرنے لگا تو وہ (دراصل) اللہ کی طرف رجوع کرتا۞ ہے اور وہ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور وہ جو کبھی بیہودہ جگہ پر گزر ہو جائے تو منہ پھیر کر گزر جائیں۞ اور وہ جب ان کو ان کے رب کی آیات سے سمجھایا جاتا ہے تو ان پر بہرے اندھے بن کر نہیں گر پڑتے (بلکہ غور کرتے ہیں)۞ اور وہ جو دعا کیا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا دے۞ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو ان کے صبر کے بدلہ میں جنت کے بالاخانے دیے جائیں گے اور ان کا وہاں دعاء و سلام کے ساتھ استقبال کیا جائے گا۞ وہ وہاں سدا رہا کریں گے (جنت میں) وہ بہت عمدہ ٹھہرنے کی جگہ اور خوب ہی مقام ہے۞ (اے نبی) کہہ دے میرے رب کو بھی تمہاری کچھ پروا نہیں اگر تم اس کو نہ پکارو البتہ تم جھٹلا تو چکے ہو (پھر دیکھو) ابھی سزا ہوتی ہے۞۔

تفسیر:......تَبٰرَكَ الَّذِیْ۔۔۔ الخ یہ جواب ہے ان کے اس قول کا وَمَا الرَّحْمٰنُ کہ کیا ہے رحمٰن؟۔

رحمٰن کون ہے؟:......وہ بابرکت ہے کہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں سراج یعنی آفتاب بنایا ہے جو تمام دنیا کا چراغ ہے اگر یہ نہ ہوتا تو اندھیر ہو جاتا اور رات کے لیے بھی اس نے چاند چمکتا بنایا ہے۔ مطلب یہ کہ رحمٰن وہ ہے کہ جس نے دنیا کا گھر بنایا اور اس گھر میں آفتاب و ماہتاب کی قندیلیں روشن کیں اور اس گھر میں تمہارے لیے ہر ایک قسم کا سامان معیشت بہم پہنچایا پھر کہتے ہو کہ رحمٰن کون ہے اور اس کے سجدہ کرنے سے نفرت کرتے ہو؟ اور اس پر بس نہ کیا بلکہ اس نے رات دن بنائے جو ایک کے بعد دوسرا آتا ہے رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات۔ یا یوں کہو ایک دوسرے کے مخالف ہے یہ مجاہد و قتادہ و کسائی کا قول ہے: یقال لکل شیئین اختلفاھما خلفان فقولہ خلفۃ ای مختلفین وھذا اسود وھذا ابیض وھذا طویل وھذا قصیر اگر ہمیشہ رات یا دن ہوتا تو نظام عالم نہ رہتا۔

آسمان میں برجوں کی تخلیق:......فرماتا ہے یہ شکر کرنے والوں اور سمجھنے والوں کے لیے ہے جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا آسمان میں تاروں کے اجتماع سے مختلف صورتیں پیدا ہوگئیں کہیں شیر کی کہیں ترازو کی کہیں بیل کی کہیں مچھلی کی وغیرہ۔ اور آسمان کو حکماء نے بارہ حصوں میں خیالی طور پر اس طرح سے تقسیم کیا ہے کہ جس طرح خربوزہ کی قاشیں اور ہر ایک حصہ کا نام برج رکھا ہے۔ اور جس برج میں صور مذکورہ میں سے جو کسی کی صورت آگئی ہے اس کو اسی کے نام سے نامزد کر دیا ہے۔ جس میں شیر کی صورت ہے اس کو برج اسد کہتے ہیں جس میں مچھلی کی اس کو برج حوت، علیٰ ھذا القیاس۔ اور یہ بات عرب میں ہمیشہ سے مسلم چلی آتی تھی۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ۔۔۔ الخ یہاں سے ان پر تعریض کرتا ہے کہ تم رحمٰن کو کیا جانتے ہو تم تو شیطان کے بندے بنے ہوئے ہو دیکھو رحمٰن کے بندے یہ لوگ ہیں جن میں یہ خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ یہاں سے پھر احکام اور قوت عملیہ کی تکمیل کا مسئلہ اس خوبی اور مناسبت سے شروع کرتا ہے۔

رحمٰن کے بندوں کے اوصاف:......عِبَادُ الرَّحْمٰنِ کے چند اوصاف حمیدہ ذکر کرتا ہے جس سے عام مسلمانوں کو بھی ان اوصاف کے حاصل کرنے کی ترغیب دلانی مقصود ہے کہ خالی باتیں بنانے سے رحمٰن کا بندہ خالص نہیں بنتا جب تک کہ ان باتوں کو اپنے میں پیدا نہ کرے۔ اور یوں تو رحمٰن کے سبھی بندے ہیں مگر مراد خالص اور اچھے اور مقبول بندے ہیں۔

(۱) صفت اول اَلَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ۔۔۔ الخ کہ جو زمین پر اکڑتے اور اتراتے ہوئے نہیں چلتے بلکہ تواضع اور فروتنی سے۔

(۲) وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ جب جاہلوں سے ہم کلامی کا اتفاق پڑتا ہے تو سلام کہتے ہیں یعنی تسلیم اختیار کرتے ہیں۔ یا یہ کہ سلامتی اور سکوت طلب کرتے ہیں۔ جیسا کہ کہتے ہیں معاف کیجیے، ان سے اُلجھتے جھگڑتے نہیں اس لیے کہ سفہاء کی باتوں سے درگزر کرنا عقلاً

وشرعاً بہتر ہے اور اس میں سلامتی اور حفظ آبرو بھی ہے یا یہ کہ سلام تودیع کہتے ہیں یعنی سلام کر کے رخصت اور الگ ہو جاتے ہیں سب کا مطلب یہ ہے کہ جہل و فساد کے مقابلہ میں حلم اختیار کرتے ہیں۔

(۳) یہ کہ یہ تو ان کا دن کا اور باہمی تمدن کا برتاؤ تھا، اب اللہ سے معاملہ اور شب کی کیفیت یہ ہے یَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ . . . الخ کہ تمام رات یا اس کا بڑا حصہ اللہ کی یاد میں صرف کرتے ہیں نماز پڑھتے ہیں جس میں سجدہ اور قیام بھی ہے۔ حسن کہتے ہیں اللہ کے سامنے کھڑے رہتے ہیں اور نیاز کے ساتھ اس کے آگے سر رکھ دیتے ہیں آنکھوں سے آنسو جاری رہتے ہیں۔ یہ نماز تہجد کی طرف اشارہ ہے جو اسلام کا شیوۂ خاص ہے۔

(۴) وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ . . . الخ یعنی اس عبادت پر ان کو غرور نہیں بلکہ عذاب جہنم سے ڈرتے اور یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم سے عذاب جہنم کو دور رکھیو کیونکہ وہ دردناک عذاب ہے اور جہنم بری جگہ ہے۔

(۵) وَالَّذِيْنَ إِذَآ أَنْفَقُوْا . . . الخ کہ خرچ کرنے میں میانہ روی کرتے ہیں نہ اسراف ہے نہ اقتار۔ ❶ کھانے پینے لباس مکان سب میں میانہ روی مستحسن ہے۔ بعض کہتے ہیں گناہ کے کام میں صرف کرنا اسراف ہے اور حق اللہ میں دست کشی کرنا اقتار یعنی تنگ دلی ہے۔

(۶) وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ . . . الخ کہ وہ ہر حال میں شرک سے بچتے ہیں اللہ کا کسی کو شریک نہیں سمجھتے اور کسی کو ناحق قتل بھی نہیں کرتے۔ جن مواقع میں قتل کی رخصت ہے جیسا کہ خون کے بدلے میں خونی کا خون کرنا یا عین جنگ میں دشمن کا قتل کرنا وہاں تو وہ ہاتھ نہیں روکتے۔ باقی دیگر مواضع میں جن کا اللہ نے حکم نہیں دیا اور جان کا مارنا حرام کیا ہے وہاں سے ہاتھ روکتے ہیں۔ یہ نہیں کہ آپس کی خانہ جنگیوں میں یا راہ زنی اور چوری وغیرہ امور میں مار ڈالتے ہوں۔ رحم اور عدل دونوں کی رعایت رکھتے ہیں اور نہ وہ زنا کرتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا کہ جو ایسے کام کرے گا وہ اس کا بدلہ بھی پائے گا۔ ان الاثام والاثم واحد والمراد ھنا جزاء الاثام۔ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ان کو قیامت میں دو چند عذاب دیا جائے گا ایک شرک کا دوسرا ان گناہوں کا وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا اور اس عذاب میں ہمیشہ خوار و ذلیل ہو کر رہے گا۔

بخاری و مسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا گناہ بڑھ کر ہے؟ فرمایا کہ تو کسی کو اللہ کا شریک بنائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا۔ میں نے کہا پھر کون سا ہے؟ فرمایا پھر یہ کہ تو اپنے لڑکے کو اس خوف سے مار ڈالے کہ تجھے اس کو اپنے ساتھ کھلانا پڑے گا (عرب میں ایسا بھی ہوتا تھا) پھر عرض کیا پھر کون سا؟ فرمایا ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرنا۔ اس کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا أٰخَرَ الآیۃ یعنی یہ آیات حدیث کی تائید کرتی ہیں، اور مواقع تائید میں آیات کا پیش کرنا متقدمین میں نزول سے تعبیر ہوتا ہے۔

بخاری وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس آیت کے بعد مشرکین نے کہا ہم نے تو اور معبودوں کو بھی پوجا اور ناحق قتل بھی کیا اور حرام کاری بھی کی ہے پس ہمارے لیے مغفرت کا کیا طریق؟ تب یہ آیت نازل ہوئی إِلَّا مَنْ تَابَ وَأٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا کہ جس نے توبہ کی اور ایمان لا کر عمل صالح کیے فَأُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ اللہ ان کے گناہان سابقہ کو مٹا کر یہ نیک کام ان کے نامہ اعمال میں لکھ دے گا اور ممکن ہے کہ اپنے فضل سے ان کی حقیقت بدل دے۔

ہر کہ در سایہ حمایت اوست	☆	گنہش طاعت ست دشمن دوست

❶...... اقتار و قتور تنگ دلی کنجوسی ۱۲ منہ۔

جھوٹی گواہی سے اجتناب:......(۷) وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ زور کے معنی ہیں جھوٹی گواہی کے پاس بھی نہیں جاتے اور مواضع کذب بھی مراد ہو سکتے ہیں اور ہر نازیبا مجلس بھی ہو سکتی ہے جو خلاف شرع شریف ہو۔ جیسا کہ ناچ رنگ کی مجلسیں اور کھیل اور تماشوں کے مجامع۔ اسی طرح کفار و مشرکین و مبتدعین کے میلے اور تہوار۔ ان سب سے اجتناب کرنا عباد الرحمن کی شان ہے وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا اور جو کہیں ایسے بیہودہ مواقع کے پاس سے گزرنے کا اتفاق بھی ہو تو اعراض کر کے گزر جاتے ہیں۔ منہ ڈھانک کر آنکھ بند کر کے گزرنا ان کی طرف متوجہ نہ ہونا بزرگانہ گزرنا ہے۔

(۸) وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا . . . الخ کہ جب ان کو آیات الٰہی سنائی جاتی ہیں تو ان پر اندھے بہرے ہو کر نہیں گر پڑتے جیسا کہ منافقین دکھانے کے لیے ایسا کرتے ہیں بلکہ بصیرت اور سمجھنے اور سننے کی حالت میں ان پر گر پڑتے ہیں ان سے اعراض نہیں کرتے۔

(۹) وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ . . . الخ کہ اپنی اولاد اور ازواج کے لیے بھی دعا کیا کرتے ہیں کہ ان کو صلاح اور بن داری میں ایسا کر کہ ان سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور اپنے خاندان اور کنبے کے ہم بزرگ رہبر بن جائیں۔ یہ بڑی نعمت ہے کہ انسان کے زن و فرزند اس کے موافق ہوں اور دین میں معین۔ یا یہ معنی کہ مر کر یہ ہم سے ملیں اور ہماری آنکھیں دار آخرت میں ان سے ٹھنڈی ہوں۔

عباد الرحمٰن کی جزاء:......اب عباد الرحمن کی جزاء فرماتا ہے اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ . . . الخ کہ یہ لوگ جنت میں بلند محلوں کی کھڑکیوں میں بیٹھیں گے اور ہمیشہ اس میں رہا کریں گے۔

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ . . . الخ وہ جو رحمن کے سجدہ کرنے سے نفرت کرتے ہیں ان سے عتاب کیا جاتا ہے کہ کہہ دو میرے رب کو بھی تمہاری کچھ پروا نہیں جو تم اس کو نہیں پکارتے تم تو جھٹلا چکے عنقریب تم پر عذاب آتا ہے۔

اٰيَاتُهَا ۲۲۷ (۲۶) سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ مَكِّيَّةٌ (۴۷) رُكُوْعَاتُهَا ۱۱

مکیہ ہے اس کی دوسو ستائیس آیات اور گیارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

طٰسٓمّٓ ① تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا
مُؤْمِنِيْنَ ③ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا
خٰضِعِيْنَ ④ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ
مُعْرِضِيْنَ ⑤ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑥
اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ⑦ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
ع لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑧ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑨

ترجمہ:......طٰسٓمّٓ ① یہ آیتیں روشن کتاب کی ہیں ② شاید (اے نبی) آپ اپنی جان کو گھونٹ کر ماردیں گے اس پر کہ وہ کیوں ایمان نہیں لاتے ③ اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ان پر ایک ایسی نشانی نازل کردیں کہ اس کے آگے ان کی گردنیں جھک پڑیں ④ اور ان کے پاس رحمٰن کی طرف سے کوئی نئی بات نصیحت کی ایسی نہیں آئی کہ وہ اس سے منہ نہ موڑ لیتے ہوں ⑤ سو یہ تو جھٹلا چکے اب ان کو اس کی حقیقت معلوم ہوجائے گی کہ جس سے وہ ٹھٹھا کیا کرتے تھے ⑥ بھلا کیا انہوں نے زمین کو نہیں دیکھا کہ اس میں کس قدر ہم نے قسم قسم کی عمدہ چیزیں اُگائی ہیں ⑦ البتہ اس میں ایک بڑی نشانی ہے۔ اور ان میں سے بہت تو مانتے ہی نہیں ⑧ اور البتہ آپ کا رب زبردست (اور) رحم کرنے والا ہے (جو ان کے کفر پر جلد سزا نہیں دیتا) ⑨

ترکیب:......ان لایکونو امفعول لہ ای لئلاّ۔ خاضعین و القیاس خاضعات انماجاء جمع المذکر لان المراد اصحاب الاعناق ولیس المراد الرقاب کم انبتنا فی موضع نصب بانبتنا من ذکر ای قرآن من الرحمن صفۃ ذکر محدث صفۃ اخری۔

سورت کا خلاصہ اور ماقبل سورت سے ربط

تفسیر:......یہ سورت بھی مکہ میں اسی وقت نازل ہوئی ہے جب کہ کافروں کا حضرت ﷺ پر اور مسلمانوں پر ہر طرف سے سخت ہجوم تھا اور سلام کی روح افزا باتیں ان کو عجیب وغریب معلوم ہوتی تھیں۔ حضرت ﷺ کی نبوت پر وہ طرح طرح سے لغو شبہات وارد کیا کرتے تھے اور جب جواب سے عاجز آجاتے تھے تو اپنی خواہش کے موافق ہر شخص ایک عجیب وغریب معجزے کا طالب ہوتا تھا کوئی کہتا

تھا اس پہاڑ کو یہاں سے ہٹا دو تو جانوں، کوئی کہتا تھا کہ اس خشک اور پہاڑی جگہ میں نہر جاری کر دو تو مانوں، علیٰ ہذا القیاس حضرت ﷺ کے دل میں قوم کی خراب حالت کی اصلاح کا جوش تھا، دردمندی حد سے بڑھی ہوئی تھی ان کے نہ ماننے اور کج بحثیاں کرنے سے نہایت رنج ہوتا تھا۔ اس سورت میں آپ کو تسلی دی گئی کہ اگر یہ ایمان نہ لائیں گے تو کیا آپ غم میں گھٹ کر اپنے آپ کو ہلاک کر دیں گے۔ اور پھر اس کے بعد چند انبیاء اولوالعزم اور ان کی سرکش امتوں کا تذکرہ کر کے یہ بتلا دیا کہ پہلے لوگ بھی اپنے انبیاء کے ساتھ ایسا ہی کرتے آئے ہیں اور چونکہ عرب میں شاعری کا بڑا زور شور تھا اور عاجز ہو کر قرآن کو شعر کہہ دیا کرتے تھے اس لیے اخیر سورت میں شعراء کی حقیقت بھی بیان کر دی کہ وہ واہی تباہی باتیں اشعار میں جمع کیا کرتے ہیں ہر وادی سخن میں حیران و پریشان پھرا کرتے ہیں برخلاف قرآن مجید کے کہ جس میں سراسر راستی اور مکارم اخلاق اور توحید وغیرہ کے مضامین عالیہ ہیں، اس مناسبت سے اس سورت کا نام سورۂ شعراء ہوا۔ اور نیز ان کو روحانی بلاغت کا اس میں ایک جداگانہ لطف دکھا کر ان پر کوڑا سا مار دیا۔ سورۂ فرقان کے اخیر میں یہ جملہ تھا کہ تم جھٹلا چکے اب دیکھو کیسی سزا ملتی ہے۔ ہر چند ان کی تکذیب کے مقابلہ میں بہت سے مواقع پر شہادتیں پیش کی گئی تھیں کہ ان میں غور کرنے کے بعد عاقل کو تکذیب کی گنجائش نہیں رہتی مگر اس کے بعد دلائل اثبات نبوت بیان کرنا اور ساتھ ہی گزشتہ انبیاء اور ان کی نافرمان اور سرکش قوموں کے واقعات بیان کرنا اتمام حجت اور اپنے محبوب رسول ﷺ کے دل کی تشفی اور دفع ملال مقصود تھا جو آپ ﷺ کو اس بدنصیب قوم کی بے نصیبی اور آنے والی مصیبت سے تھا اس لیے سورۂ فرقان کے بعد اس سورت کا آنا مناسب ہوا۔ طٰسٓمٓ الٓمٓ کی تفسیر میں حروف مقطعات کی بابت ہم بہت کچھ کہہ آئے ہیں۔ یہاں ط سے مراد طرب اور س سے سرور دائمی اور میم سے محمد ﷺ ہے۔ یعنی محمد ﷺ کو طرب و سرور ابدی مبارک ہو۔ یہ غم چند روزہ ہے، واللہ اعلم۔

روشن کھلی ہوئی کتاب کی آیتیں: ......تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ۝ یہ آیتیں جو اے لوگو تم کو سنائی جاتی ہیں روشن اور کھلی ہوئی کتاب یعنی قرآن کی ہیں جن میں عقل سلیم کو کچھ بھی تردد نہیں ہاں جو کور ازلی اور بدنصیب اصلی ہیں ان کو ان پر طرح طرح کے شکوک پیدا ہوتے ہیں یہ مضمون الہامی ان کے دل میں نہیں اُترتا۔ اس لیے وہ ایمان نہیں لاتے۔ پھر جب وہ ایسے کور باطن ہیں تو اے نبی آپ کو ان کے ایمان نہ لانے سے کچھ رنج نہ کرنا چاہیے۔ پھر آپ کیوں جی میں گھٹتے ہیں لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ . . . الخ۔

اب رہا ان کا یہ عذر کہ ہمارے سوال کے مطابق حضرت ﷺ کیوں کوئی نشانی نہیں دکھاتے سو یہ بھی غلط ہے ان کو اس سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا ورنہ ہم قادر ہیں اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً . . . الخ کہ آسمان سے ان پر کوئی ایسی نشانی اتاریں جس کے آگے ان کی گردنیں جھک جائیں۔ مگر ان کا تو یہ حال ہے کہ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ . . . الخ کہ جب کوئی نئی بات نصیحت کی ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے تو اس سے انکار ہی کرتے ہیں۔ فقد كذبوا . . . الخ یہ جھٹلا چکے نہ مانے ہیں نہ مانیں گے اب عنقریب اس کی حقیقت ان کو معلوم ہو جائے گی۔ اور نشانی دیکھتے ہیں تو ہر وقت دیکھ سکتے ہیں زمین کی جڑی بوٹیوں کو دیکھیں کہ کس صناع نے کس حکمت سے پیدا کی ہیں۔ اس جڑی بوٹیوں کے اُگانے میں چند نمونہ قدرت ہیں اول یہ کہ جس طرح ہر سال جڑی بوٹیوں برسات میں پیدا ہو جاتی ہیں اور موسم خزاں میں ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا دوسرے سال پھر وہی اسی طور سے برآمد ہوتی ہیں۔ اس میں حشر اور قیامت اور انسانی بقا کا پورا نمونہ ہے۔ دوئم جب عالم حسی میں اس کا ایک بار نہیں بلکہ بار بار یہ فضل ہے کہ وہ آسمانی پانی سے حیوانات بالخصوص انسان کے لیے کیا کیا مفید چیزیں پیدا کرتا ہے تو پھر وہ رحیم و کریم اس کی دوسری حیات کے لیے ابر رحمت یعنی نبوت کے فیض سے کیوں محروم کرتا مگر اکثر جاہل ان باتوں پر ایمان نہیں لانے والے۔

وَاِذْ نَادٰی رَبُّكَ مُوْسٰۤی اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا
یَتَّقُوْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۱۲﴾ وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ
لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰی هٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَهُمْ عَلَیَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾ قَالَ
كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰیٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاْتِیَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ
رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶﴾ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِیْنَا وَلِیْدًا
وَّلَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِیْنَ ﴿۱۸﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ
الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۹﴾ قَالَ فَعَلْتُهَاۤ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ
فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۲۱﴾ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَیَّ اَنْ
عَبَّدْتَّ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾
قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ
لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَیْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾
قَالَ لَىِٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَیْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ اَوَلَوْ
جِئْتُكَ بِشَیْءٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۰﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَلْقٰی
ع عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ﴿۳۲﴾ وَّنَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ:..... اور جب کہ آپ کے رب نے موسیٰ علیہ السلام کو پکارا کہ تم ظالم قوم کے پاس جاؤ (۱۰) فرعون کی قوم کے پاس ڈرتے وہ کیوں نہیں (۱۱) موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں (۱۲) اور میرا سینہ تنگ ہو جائے اور میری زبان نہ چلے پس ہارون کو پیغام دے (۱۳) اور مجھ پر ان کا ایک گناہ بھی ہے سو مجھے ڈر ہے کہ مار نہ ڈالیں (۱۴) فرمایا ایسا ہرگز ہو گا پس تم دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ ہم تمہارے ساتھ سننے والے ہیں (۱۵) تم

دونوں فرعون کے پاس جا کر کہو کہ ہم رب العالمین کے رسول ہیں ﴿۱۶﴾ کہ تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے ﴿۱۷﴾ فرعون نے کہا کیا تجھ کو ہم نے
اپنے گھر میں بچہ سے نہیں پالا تھا اور تو نے ہم میں اپنی عمر برسوں یہیں گزاری ہے ﴿۱۸﴾ اور تو اپنی وہ حرکت کہ جو تو نے کی تھی کر چکا ہے حالانکہ تو
انکاریوں میں سے ہے ﴿۱۹﴾ موسیٰ علیہ السلام نے کہا جب کہ میں نے وہ کام کیا تھا تو میں بے خبر تھا ﴿۲۰﴾ پس میں تم سے تمہارے ڈر کے مارے بھاگ نکلا تب
مجھ کو میرے رب نے دانائی عطا کی اور مجھ کو رسول بنایا ﴿۲۱﴾ اور کیا یہ بھی کوئی احسان ہے کہ جس کو تو مجھ پر جتلاتا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا
ہے ﴿۲۲﴾ فرعون نے کہا رب العالمین کیا چیز ہے ﴿۲۳﴾ موسیٰ علیہ السلام نے کہا وہ آسمانوں اور زمین اور ان کے اندر کی سب چیزوں کا رب ہے اگر تم کو یقین
آئے ﴿۲۴﴾ فرعون نے ان (درباریوں) سے جو اس کے اردگرد تھے کہا کہ تم (موسیٰ علیہ السلام کی باتیں) سنتے ہو؟ ﴿۲۵﴾ موسیٰ علیہ السلام نے کہا وہ تمہارا رب اور
تمہارے اگلے باپ دادا کا بھی رب ہے ﴿۲۶﴾ فرعون نے کہا بیشک تمہارا یہ رسول جو تمہارے پاس بھیجا گیا ہے ضرور دیوانہ ہے ﴿۲۷﴾ موسیٰ علیہ السلام نے کہا
مشرق و مغرب کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے اگر تم عقل رکھتے ہو ﴿۲۸﴾ فرعون نے کہا اگر تو نے میرے سوا اور کوئی معبود قرار دیا تو تجھے
قید ہی میں ڈال دوں گا ﴿۲۹﴾ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اور جو تیرے پاس کھلی ہوئی بات لایا ہوں ﴿۳۰﴾ (تو بھی؟) فرعون نے کہا اگر سچا ہے تو اس کو پیش کر ﴿۳۱﴾ پس
موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا تو وہ فوراً ایک بڑا اژدہا بن کر ظاہر ہو گیا ﴿۳۲﴾ اور اپنا ہاتھ نکالا تو فوراً وہ ناظرین کو چمکتا ہوا دکھائی دینے لگا ﴿۳۳﴾۔

تفسیر:.....وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰى . . . الخ اب یہاں سے انبیاء علیہم السلام کے تذکرے عبرت انگیز شروع ہوتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ:.....(۱) یہ قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے جس میں ان کا فرعون کے پاس جانا اور اللہ کا پیغام پہنچانا اور طرح طرح کے معجزات دکھانا اور اس کا نہ ماننا اور انجام کار دریا قلزم میں مع لشکر غرق ہونا مذکور ہے۔

وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فرعون کے گھر جب موسیٰ علیہ السلام تھے اور اس کے فرزندوں کی طرح پرورش پاتے تھے ایک بار فرعون کی داڑھی پکڑ لی جس پر خفا ہو کر اس نے قتل کا حکم دیا۔ اس کی بیوی نے سفارش کی کہ نادان بچہ ہے اس کے نزدیک آگ اور جواہرات برابر ہیں دونوں لا کر سامنے رکھے گئے تو آگ منہ میں ڈال لی تھی جب سے لکنت زبان پر تھی۔ بعض کہتے ہیں یوں ہی قدرتی طور پر لکنت تھی۔ اس جملہ سے لکنت ثابت کرنا بے فائدہ ہے اس لیے کہ مراد یہ ہے کہ میں گویا نہیں ہوں مزاج میں غصہ زیادہ تھا عذر کر دیا کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے میرا سینہ تنگ ہوگا زبان نہ چلے گی۔

وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ یہ گناہ قبطی کو مکا مار کر مار ڈالنا ہے۔ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا کیا تو ہم میں لڑکپن سے ایک عمر تک نہیں پلتا رہا؟ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ اور تو نے وہ کام کیا جو کیا یعنی قبطی کو جو ہماری قوم کا تھا مار ڈالا۔ یہ فرعون نے بطور طعن کے کہا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اقرار کر لیا کہ بے شک ایسا کام نادانستگی سے سرزد ہو گیا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ کے یہی معنی ہیں کہ مجھے طریقۂ فہمائش اس وقت نہ معلوم تھا نہ یہ کہ میں دراصل گمراہ بت پرست تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا تھا اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝ کہ ہم دونوں بھائی رب العالمین کے رسول ہیں۔ مصر کے لوگ اور فرعون بھی بت پرست تھے ستاروں اور دیگر علویات کے بت بنا کر پوجا کرتے تھے اور نیز وہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو رب یعنی لوگوں کا پرورش کرنے والا سمجھتا تھا جیسا کہ ہندو راجہ کو ان داتا یعنی رزق دہند کہا کرتے ہیں وہ اس لفظ سے چونکا جیسا کہ مشرکین مکہ رحمن کے لفظ سے چونکے تھے۔ اس لیے پوچھا وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ کہ کیا ہے رب العالمین؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا آسمان اور زمین اور ان کے اندر جو کچھ ہے سب کا رب۔ فرعون نے تعجب سے درباریوں سے کہا سنتے ہو یہ کیا کہتا ہے یعنی ایک شخص ایسا ہو سکتا ہے کہ ان سب چیزوں کا رب ہو؟ وہ اللہ تعالیٰ کا منکر ہو سکتا ہے موسیٰ علیہ السلام نے کہا بلکہ تمہارے اگلے باپ دادا کا بھی رب۔ اس پر اس کو تاب نہ رہی کہہ دیا یہ دیوانہ ہے اس پر موسیٰ علیہ السلام نے اور ترقی کی کہ مشرق اور مغرب کے لوگوں کا رب، تمہارے باپ دادا کی کیا خصوصیت ہے۔ اگر تمہیں عقل سے سمجھو یعنی میں دیوانہ نہیں ہوں تم احمق ہو۔ اس پر فرعون نے کہہ دیا اگر تو نے کسی اور کو رب بنایا تو مقرر تجھے قید خانہ میں ڈال

دوں گا۔ فرعون کا قید خانہ بھی معاذ اللہ برا قید خانہ تھا کسی کنوئیں میں قیدیوں کو ڈال دیا کرتے تھے اوپر سے منہ بند کر دیتے تھے جیسا کہ ہندو راجاؤں کے عہد میں دستور تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر میں تجھے کوئی نشانی اپنی صداقت کی دکھاؤں تب بھی تو مجھے قید میں ڈالے گا؟ اس نے کہا وہ نشانی دکھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ کو بغل میں سے نکالا تو آفتاب کی طرح چمکتا ہوا نکلا ید بیضاء پھر عصا یعنی اپنے ہاتھ کی لکڑی کو ڈالا تو اسی کے درباری ڈر کے مارے بھاگ اٹھے اس کی خدائی کی قلعی تو وہیں کھل گئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو پکڑ لیا پھر وہی لکڑی ہو گئی۔

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۝۳۴ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ
بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ۝۳۵ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۝۳۶
يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ۝۳۷ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝۳۸ وَّقِيْلَ
لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ۝۳۹ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ۝۴۰
فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ۝۴۱
قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝۴۲ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ
مُّلْقُوْنَ ۝۴۳ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ
الْغٰلِبُوْنَ ۝۴۴ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ۝۴۵ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ
سٰجِدِيْنَ ۝۴۶ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۴۷ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝۴۸ قَالَ اٰمَنْتُمْ
لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ
تَعْلَمُوْنَ ۬ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ
اَجْمَعِيْنَ ۝۴۹ قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۡ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝۵۰ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا
رَبُّنَا خَطٰيٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۵۱ ع

ترجمہ:...... فرعون نے اپنے درباریوں سے جو اس کے پاس تھے کہا کہ بے شک یہ بڑا ماہر جادوگر ہے ۝۳۴ تم کو اپنے جادو کے زور سے تمہارے ملک سے نکال دینا چاہتا ہے پھر تم کیا رائے دیتے ہو؟ ۝۳۵ وہ بولے اس کو اور اس کے بھائی کو مہلت دیجئے اور شہروں میں ہرکارے بھیج دیجئے ۝۳۶ کہ

آپ کے پاس بڑے بڑے ماہر جادوگروں کو حاضر کریں ۳۷ پس سب جادوگر ایک دن معین پر جمع کیے گئے ۳۸ اور لوگوں سے کہا گیا کیا تم بھی اکٹھے ہوتے ہو؟ ۳۹ شاید کہ ہم جادوگروں کے متبع ہو جائیں اگر وہی غالب رہے ۴۰ پھر جب جادوگر آئے تو فرعون سے کہا بھلا ہم کو کچھ انعام بھی ہے اگر ہم ہی غالب آ جائیں ۴۱ اس نے کہا ہاں بے شک جب تو تم مقربوں میں داخل ہو جاؤ گے ۴۲ ان سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا ڈالو کیا ڈالتے ہو ۴۳ پھر انہوں نے اپنی رسیاں اور لکڑیاں ڈال دیں اور کہنے لگے فرعون کے اقبال سے ہم ہی غالب رہیں گے ۴۴ پھر موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنا عصا ڈال دیا پھر تو وہ فوراً (ان کے ان شعبدوں کو جو بنا رہے تھے) لقمہ کرنے لگا ۴۵ پھر جادوگر سجدے میں گر پڑے ۴۶ کہنے لگے ہم رب العالمین پر ایمان لائے ۴۷ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے رب پر ۴۸ فرعون نے کہا کیا تم میری اجازت سے پہلے ہی ایمان لے آئے؟ بے شک یہ تمہارا استاد ہے کہ جس نے تم کو جادو سکھایا ہے سو تم کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے کہ میں تمہارا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کٹوائے ڈالتا ہوں اور تم سب کو سولی پر چڑھائے دیتا ہوں ۴۹ وہ بولے کچھ مضائقہ نہیں ہم کو تو اپنے رب کے پاس لوٹ کر جانا ہے ۵۰ ہم کو امید ہے کہ ہمارا رب ہمارے گناہوں کو معاف کر دے گا اس سبب سے کہ ہم سب سے پہلے ایمان لائے ۵۱۔

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چیلنج

تفسیر:...... بدنصیب یہ معجزے دیکھ کر ایمان تو نہ لایا یہ کہہ دیا کہ یہ بڑا جادوگر ہے اس کے زور سے تمہارا ملک لینا چاہتا ہے۔ فرعونیوں کے عہد میں جادو اور طلسم کا بڑا زور تھا چنانچہ اس عہد کے یادگار مسلمانوں کے ابتداء عہد تک موجود تھے جن کو اہل اسلام کے مورخین نے نقل کیا ہے، دیکھو تاریخ مصر۔ درباریوں نے صلاح دی کہ آپ بھی اپنے ملک میں سے نامور جادوگر ایک روز معین میں جمع کر کے اس کو عاجز کر دیجیے اور عید یا کوئی فرعونیوں کا میلہ ہوتا تھا جس میں سب لوگ شریک ہوتے تھے وہ روز قرار پایا تا کہ سب لوگ موسیٰ علیہ السلام کا عجز ملاحظہ کریں چنانچہ اس روز وہ سب جادوگر اور طلسم کار آئے اور ایک میدان میں فرعون اور اس کے امراء اور عام لوگ جمع ہوئے وہاں موسیٰ و ہارون بھی تشریف لائے مقابلہ کی ٹھہری۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ڈالو کیا ڈالتے ہو یعنی پہلے تم کچھ دکھاؤ انہوں نے اپنی رسیاں اور لکڑیاں زمین پر ڈالیں۔ لوگوں کو سانپ بن کر پھرتی ہوئی نظر آنے لگیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے عصا ڈالا وہ اژدہا بن گیا سب کو کھا گیا۔ فرعون کے جادوگروں کو معلوم ہو گیا کہ یہ کام سحر کی طاقت سے باہر ہے یہ اللہ کی قدرت کا نشان ہے فوراً ایمان لے آئے اور وہیں سجدہ میں گر پڑے۔ فرعون بڑا خفا ہوا اور کہا میرے حکم سے پیشتر تم کیوں ایمان لائے یہ موسیٰ علیہ السلام تمہارا استاد معلوم ہوتا ہے تمہارے باہم سازش پائی جاتی ہے تم کو اب سزا دیتا ہوں کہ ایک طرف کا ہاتھ دوسری طرف کا پاؤں کٹوا کر دار پر چڑھاتا ہوں۔ انہوں نے کہا کچھ مضائقہ نہیں کہ دنیا کی تکلیف چند ساعت کی ہے گزر جائے گی آخر ہم اپنے اللہ کے پاس جائیں گے۔ ہم کو امید ہے کہ وہ ہمیں بخش دے گا۔ اس لیے کہ سب سے پہلے ہم موسیٰ علیہ السلام پر اور اس کے رب پر ایمان لائے۔ چنانچہ فرعون نے ایسا ہی کیا۔

رب العالمین کے بعد رَبِّ مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ اس لیے کہا کہ فرعون بھی اپنے آپ کو رب سمجھتا تھا۔

لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَۃَ اس وقت تک فرعونی جادوگروں کو بھی مذہبی امور میں قابل اتباع نہ جانتے تھے اگر وہ غالب آ گئے تو ہمیشہ ان کے کہنے پر چلا کریں گے۔ سحرۃ سے موسیٰ اور ہارون مراد نہیں ہو سکتے۔ اول تو سحرہ جمع ساحر ہے جس سے مراد بہت سے ساحر۔ دوئم لفظ لعل یہ آرزو کرنا ان کی حالت کے خلاف ہے۔

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْٓ اِنَّکُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۵۲ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ ۵۳ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِیْلُوْنَ ۵۴ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ۵۵

وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ
كَرِيْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا
تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ
سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾ فَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ
كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ
مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶۸﴾ ع ۱۴ / ۸

ترجمہ:......اور موسیٰ کو ہم نے حکم بھیجا کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے کر نکل جاؤ کیونکہ تمہارا تعاقب کیا جائے گا﴿۵۲﴾ (سو وہ نکلے) پھر فرعون نے بھی شہروں میں ہرکارے دوڑا دیئے﴿۵۳﴾ کہ یہ ایک تھوڑی سی جماعت ہے﴿۵۴﴾ اور یہ ہمارے بڑے دشمن ہیں﴿۵۵﴾ اور ہم سب ان سے خطرہ رکھتے ہیں﴿۵۶﴾ پس ہم نے فرعونیوں کو باغوں اور چشموں﴿۵۷﴾ اور خزانوں اور عمدہ مقام سے نکال باہر کر دیا﴿۵۸﴾ یوں کیا اور ان چیزوں کا بنی اسرائیل کو وارث کر دیا﴿۵۹﴾ پھر فرعونیوں نے ان کو دن نکلتے ہی آلیا﴿۶۰﴾ پھر جب دونوں جماعتیں مقابل ہوئیں تو موسیٰ علیہ السلام کے لوگ کہنے لگے﴿۶۱﴾ ہم تو پکڑ لئے گئے موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہرگز نہیں بیشک میرے ساتھ میرا رب ہے وہ مجھے ابھی راہ بتلائے دیتا ہے﴿۶۲﴾ پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے عصا کو دریا پر مار (موسیٰ علیہ السلام نے عصا مارا) سو دریا پھٹ گیا اور پانی کا ہر ایک ٹکڑا ایسا ہو گیا جیسا کہ اونچا ٹیلہ﴿۶۳﴾ اور اس مقام پر ہم دوسروں (فرعونیوں) کو لے آئے (اور لا کر ڈبو دیا)﴿۶۴﴾ اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور اس کے سب ساتھیوں کو بچا لیا﴿۶۵﴾ اور ان دوسروں کو غرق کر دیا﴿۶۶﴾ البتہ اس میں ایک (بڑی) نشانی ہے اور ان میں سے اکثر تو مانتے بھی نہ تھے﴿۶۷﴾ اور البتہ آپ کا رب تو زبردست ❶ رحم کرنے والا ہے﴿۶۸﴾۔

تفسیر:......وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰى باقی تمام قصہ کو حذف کر کے جو موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت مصر سے تعلق رکھتا تھا صرف بنی اسرائیل کے مصر سے جانے کا تذکرہ شروع فرمایا۔ کیونکہ نشانی قدرت کاملہ اور ان کے کفر و انکار کا نتیجہ ظاہر کرنا مقصود مقام تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مصر سے ہجرت کا حکم:......موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے حکم دیا کہ میرے بندوں کو یعنی بنی اسرائیل کو رات میں لے

● ......ان چیزوں کا یعنی باغوں اور چشموں اور خزانوں اور عمدہ مکانوں کا شام میں لا کر بنی اسرائیل کو مالک کر دیا۔ ان چیزوں کے مالک کر دینے سے یہ مراد نہیں کہ انہیں فرعونیوں کے باغوں کا مالک بنا دیا اس لیے کہ بنی اسرائیل کے بعد بھی فرعونیوں کی سلطنت ملک مصر پر قائم رہی ہے کوئی بنی اسرائیل مصر کا بادشاہ نہیں ہوا خصوصاً وہ اسرائیلی جو موسیٰ کے ساتھ تھے وہ تو برسوں تیہ میں ٹکراتے پھرے ہیں جہاں من و سلویٰ اترا اور کیا کیا احکام فرض ہوئے اور کیا کیا واقعات گزرے جس نے خاص وہی فرعونی باغ سمجھ کر قرآن پر دروغ بیانی اور تاریخی واقعات کے خلاف ہونے کا الزام لگا دیا ہے یہ اس کی غلط فہمی ہے اور جو کوئی ہمارا مفسر اس طرف گیا ہے تو یہ اس کی ناواقفیت ہے ۱۲ حقانی۔

❶ ......زبردست ایسا کہ فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کر دیا۔ رحیم ایسا کہ بے چارے بنی اسرائیل کو بچا لیا۔ یا یہ کہ زبردست ہے۔ سزا دینے پر آئے تو کوئی بچ نہیں سکتا۔ مگر رحیم بھی ہے کہ فی الفور سزا نہیں دیتا در گزر کر جاتا ہے۔ ۱۲ منہ۔

نکل۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مع زن وفرزند کسی عید کے بہانہ سے باجازت فرعون لے نکلے اور اسرائیلیوں نے فرعونیوں سے عید کے بہانہ سے زیورات بھی مستعار لیے تھے۔ جب یہ سب نکل گئے تو فرعون کو خبر ملی کہ وہ نکل کر ملک شام میں جاتے ہیں فرعون نے جابجا ہرکارے بھیج دیے کہ لوگ کمک کو آئیں اور کچھ خوف نہ کریں کیونکہ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ یہ تھوڑے لوگ ہیں اور انہوں نے ہم کو ناخوش کیا ہے۔ ایک تو ہماری حکومت سے نکلے جاتے ہیں دوسرے ہمارے زیورات لے گئے محض بہ نظر احتیاط تم کو کہلا بھیجا ہے کہ مدد کو آؤ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ کہ ہم کو ان سے خطرہ ہے۔

پس فرعون اور اس کے ساتھ بہت سے لوگ ان کے تعاقب میں نکلے اور صبح دن نکلتے ہوئے اسرائیلیوں کو دریائے قلزم کے قریب آلیا۔ بنی اسرائیل ان کو دیکھ کر ڈر گئے موسیٰ علیہ السلام نے تسلی دی کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ دریا پر اپنا عصا مار اس کے مارنے سے دریا پھٹ گیا اور پانی کی باڑ پہاڑ کی طرح دونوں طرف کھڑی ہوگئی۔ بنی اسرائیل خشک زمین پر سے سلامت نکل گئے۔ ان کے پیچھے پیچھے اسی راستہ سے جب وہ یہاں آئے تو دریا باہم مل گیا وہ سب ڈوب کر مر گئے۔ یہ ایک اللہ کی طرف کی بڑی نشانی ہے لیکن وہ اکثر نہیں مانتے۔

بنی اسرائیل کو خزانوں کا انعام:...... كَذٰلِكَ ۚ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مقام پر اکثر لوگوں کو دھوکہ ہو گیا ہے کہ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ها کی ضمیر کو فرعونیوں کے خاص جنات وعیون وکنوز ومقام کریم کی طرف پھرایا ہے اور اس کی تفسیر میں کہہ دیا ہے فرعونیوں کے غرق ہونے کے بعد ان کے باغوں اور عمدہ مقامات کے بنی اسرائیل پھر لوٹ کر آکر مالک ہوگئے تھے۔ حالاں کہ یہ بات نہیں ہوئی۔ اس لیے کہ تمام اہل تاریخ اس پر متفق ہیں کہ دریائے قلزم کو عبور کر کے بنی اسرائیل چالیس برس تک تیہ میں ٹکراتے پھرے مصر میں واپس نہ آئے اور نیز اس فرعون کے بعد دوسرا فرعون تخت مصر پر بیٹھا ہے۔ ان کی سلطنت کا خاتمہ بابل کے بادشاہ کے ہاتھ سے سیکڑوں برس بعد ہوا۔ صحیح توجیہ جیسا کہ بیضاوی فرماتے ہیں یہ ہے او مثل ذلک المقام الذی کان لهم علی انه صفة مقدم۔ اس تقدیر پر معنی صاف ہوگئے کہ ایسے مقامات کا ہم نے بنی اسرائیل کو وارث یعنی مالک کر دیا۔ یعنی ملک شام اور فلسطین میں ان کو بھی ہم نے ویسے ہی عمدہ مقامات اور باغ اور چشمے اور خزانے عطا کیے جیسا کہ فرعونیوں کے پاس تھے اور ان سے نکال کر ہم نے ان کو دریائے قلزم میں غرق کیا۔

خلاصہ یہ کہ ان عمدہ مقامات سے ان کو نکالا اور ایسے عمدہ مقامات بنی اسرائیل کو عطا کیے۔ اور سورۂ دخان میں بھی ایسا ہی آیا ہے كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝۲۵ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝۲۶ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۝۲۷ كَذٰلِكَ ۣ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝۲۸۔

رکوع ۵

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ۝۶۹ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۷۰ قَالُوْا
نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ۝۷۱ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ۝۷۲ اَوْ
يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ۝۷۳ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝۷۴ قَالَ
اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝۷۵ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ۝۷۶ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ
لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۷۷ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ۝۷۸ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ

وَيَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿۸۱﴾
وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۸۲﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا
وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاجْعَلْنِيْ
مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿۸۵﴾ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا تُخْزِنِيْ
يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ
سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَقِيْلَ
لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۹۳﴾
فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿۹۵﴾ قَالُوْا وَهُمْ
فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۹۶﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۷﴾ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَا
صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
ع لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾

ترجمہ:......اور ان کو ابراہیم کا حال بھی پڑھ سناؤ ﴿۶۹﴾ جب کہ انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کس کو پوجا کرتے ہو؟ ﴿۷۰﴾ انہوں نے کہا بتوں کو پوجتے ہیں سو انہیں کے گرد رہا کرتے ہیں ﴿۷۱﴾ ابراہیم نے کہا کیا وہ تمہاری بات سنتے ہیں جب کہ تم پکارتے ہو ﴿۷۲﴾ یا تم کو کچھ نفع یا نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں؟ ﴿۷۳﴾ انہوں نے کہا (کچھ نہیں) بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے ﴿۷۴﴾ ابراہیم نے کہا تم کو خبر (کچھ) بھی ہے ﴿۷۵﴾ کہ تم اور تمہارے اگلے باپ دادا جس کو پوجتے تھے ﴿۷۶﴾ وہ تو سب میرے دشمن ہیں مگر رب العالمین (کہ وہ بڑا زبردست ہے) ﴿۷۷﴾ وہ کہ جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر مجھ کو رہنمائی کیا کرتا ہے ﴿۷۸﴾ اور وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے ﴿۷۹﴾ اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو مجھے شفا دیتا ہے ﴿۸۰﴾ اور وہ جو مجھے موت دے گا پھر زندہ کرلے گا ﴿۸۱﴾ اور وہ کہ جس سے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے گناہ معاف کرے گا ﴿۸۲﴾ اے رب مجھے حکمت عطا کر اور مجھے شائستہ لوگوں میں ملا دے ﴿۸۳﴾ اور آیندہ آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر باقی رکھیو ﴿۸۴﴾ اور مجھ کو جنۃ النعیم کے وارثوں میں سے کر دے ﴿۸۵﴾ اور میرے باپ کو بھی بخش دے کیونکہ وہ گمراہوں میں سے تھا ﴿۸۶﴾ اور مجھ کو جی اٹھنے کے دن رسوا نہ کرنا ﴿۸۷﴾ جس دن کہ نہ مال کام آئے گا نہ اولاد ﴿۸۸﴾ مگر اس کو کہ جو اللہ کے پاس پاک دل لے کر آیا ﴿۸۹﴾ اور اس دن پرہیزگاروں کے لیے جنت قریب لائی جائے گی ﴿۹۰﴾ اور جہنم سرکشوں کے لیے ظاہر کی جائے گی ﴿۹۱﴾ اور

ان سے کہا جائے گا کہ وہ کہاں ہیں جن کو تم اللہ کے سوا پوجا کرتے تھے (۹۲) (اب) کیا وہ تمہاری کچھ مدد کر سکتے ہیں یا بدلہ لے سکتے ہیں (۹۳) پھر وہ بھی ❶ اور گمراہ لوگ بھی (۹۴) اور سب شیطانی لشکر جہنم میں اوندھے منہ ڈال دیئے جائیں گے (۹۵) وہاں باہم جھگڑتے ہوئے کہیں گے (۹۶) کہ اللہ کی قسم ضرور ہم صریح گمراہی میں تھے (۹۷) جب کہ (اے جھوٹے معبودوں) تم کو ہم رب العالمین کے برابر کیا کرتے تھے (۹۸) اور ہم کو کسی نے گمراہ نہیں کیا تھا مگر ان بدکاروں نے (۹۹) پھر نہ ہمارا کوئی شفاعت کرنے والا ہے (۱۰۰) اور نہ کوئی دوست وغم گسار ہے (۱۰۱) کاش ایک بار پھر ہمیں دنیا میں جانا ملے تو ہم ضرور ایمان والوں میں شامل ہو جائیں (۱۰۲) البتہ اس میں ایک (بڑی) نشانی ہے اور ان میں سے اکثر تو ماننے والے نہیں (۱۰۳) اور بے شک آپ کا رب زبردست (اور) رحم کرنے والا ہے (۱۰۴)۔

ترکیب:...... کذلک منصوب بہ یفعلون ۔ فانهم عدولی انما افرد والقیاس اعداء لان العدد جنس یطلق علی الواحد والکثیر ۔ او المرد ذو عداوة ۔ الا رب العلمین استثناء جنس اور غیر جنس دونوں سے ہو سکتا ہے۔ الذی مبتدأ فهو مبتدأ ثان یهدین اس کی خبر اور جملہ الذی کی خبر ۔ اور بعد کے الذی پہلے کی صفات ہیں اور صفات میں و کا داخل کرنا جائز ہے یوم لا ینفع بدل ہے اول یوم سے الا من استثناء متصل اور غیر متصل بھی ہو سکتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ

تفسیر:...... وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ... الخ (۲) قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے جس میں حضرت ﷺ کو کامل تسلی دی گئی ہے کہ ابراہیم کا باپ اور ان کی تمام قوم بھی گمراہی میں مبتلا تھی بت پرست تھے۔ پھر ابراہیم کو اپنے باپ کے جہنمی ہونے کا کیا غم نہ تھا مگر بجز دعا کرنے کے اور کچھ نہ کر سکے پھر آپ کیوں اے نبی اس قدر غم کرتے ہیں؟ اور جب ابراہیم کے ساتھ ان بت پرستوں نے نہ صرف مقابلہ ہی کیا بلکہ آگ میں ڈالا اور وہاں سے سلامت آنے پر بھی دیس چھوڑنا پڑا۔ پس آپ پر یہ مصائب کوئی نئی بات نہیں۔ حضرت ابراہیم نے اپنی دعا میں جنۃ النعیم میں جانا اور قیامت کی رسوائی سے پناہ میں رہنا ذکر کیا تھا، جس سے معلوم ہوا کہ جنت اور دوزخ اور مرنے کے بعد دوسری زندگانی کے اے قریش مکہ تمہارے جد امجد ابراہیم بھی معتقد تھے اس میں میں نے کوئی نیا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ اس کے بعد اس مناسبت سے مسئلہ معاد یعنی حشر کی کیفیت بھی بیان فرمائی کہ اس روز جہنم بدکاروں کے جنت ابرار کے سامنے لائی جائے گی اس دن مال اور زر اور اولاد کام نہ آئے گی مگر ان کے کہ جو اللہ کے پاس کفر و معصیت حب شہوات سے پاک دل لے کر آیا ہوگا اس کی اولاد نیک کے اعمال صالحہ جو اس کی ہدایت کا نتیجہ ہیں۔ اور اسی طرح جو مال اس نے اللہ کی راہ میں صرف کیا ہے اس کے کام آئے گا اور اس روز بت پرستوں سے پوچھا جائے گا کہ تم دنیا میں کس کی عبادت کیا کرتے تھے پھر کیا آج وہ تمہارے معبود کچھ تم کو نفع یا نقصان دے سکتے ہیں ۔ اس کے بعد وہ بھی اور ان کے وہ معبود خبیث بھی ارواح خبیثہ و شیاطین سب کے سب جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔

اور جہنم میں آپس میں لڑیں گے اور مشرکین کہیں گے کہ ہم بڑے سخت گمراہ تھے جو تم کو رب العالمین کا شریک ٹھہرایا کرتے تھے ہائے آج ہمارا نہ کوئی سفارشی ہے نہ حمایتی کاش دوبارہ دنیا میں جانے کی اجازت ملے تو ہم بھی ایمان لائیں۔ ایمان کے نتائج کا مشاہدہ ہو گیا۔

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ گو حضرت ابراہیم علیہ السلام جانتے تھے کہ یہ بتوں کو پوجتے ہیں لیکن سوال اس غرض سے کیا تھا کہ ان کے بتوں کی کمزوری ثابت کریں تاکہ ان کو شرمندگی حاصل ہو اور پھر یہ ان کی کوشش چھوڑ دیں۔ مگر وہ تو ایسے پختہ تھے کہ نَعْبُدُ اَصْنَامًا کہنے پر بس نہ کیا بلکہ فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ بھی کہہ دیا کہ ہم نہ صرف ان کی پرستش کیا کرتے ہیں بلکہ ہم دن بھر ان کے گرد رہا کرتے ہیں

---

❶...... یعنی معبود اور ان کے پوجنے والے گمراہ لوگ اور ان کو بہکانے والے شیاطین سب کے سب جہنم میں اوندھے منہ ڈال دیئے جائیں گے ۱۲ منہ۔

(والعكوف الاقامة على الشئ وانما قالوا انظل لانهم كانوا يعبدونها بالنهار دون الليل (کبیر) ان کو بت پرستی پر تفاخر تھا اور اس کی وہ مسرت ظاہر کرنا چاہتے تھے۔ (اللہ رے گمراہی)۔

ابراہیم علیہ السلام کی قوم بابل اور اس کے اطراف میں تھی وہ لوگ مذہب صابی رکھتے تھے جو ستاروں اور دیگر نورانی چیزوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ پھر ان معبودوں کے نام سے طرح طرح کی مورتیں بنا رکھی تھیں۔

تخمیناً پچاس سال ہوئے ہوں گے کہ شہر نینویٰ کے بعض تودوں کو فرانس کی ایک جماعت نے بحکم حضرت سلطان عجائب قدیمہ دریافت کرنے کی غرض سے کھدوایا تو بہت نیچے سے سنگ مرمر کا ایک عجیب وغریب مکان برآمد ہوا جس کی دیواروں پر ہر طرف عجائب مورتیں ترشی ہوئی تھیں اور پھر اس کے صدر مقام میں ایک بہت بلند بیل سنگ مرمر کا تھا جس کے پاؤں ہاتھی کے اور بازوؤں پر عقاب کے سے پر اور اس کی صورت انسان کی تھی دو قد آدم اونچا تھا جس کو اُکھاڑ کر فرانس کے عجائب خانہ میں رکھا گیا اور دیواروں پر کچھ کتبہ بھی تھی جو آج تک کسی سے پڑھا نہیں گیا۔ غالباً یہ ابراہیم کی قوم کا بت تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر ان سے دریافت کیا هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾ کہ بھلا جب تم ان کو پکارتے ہو کچھ تمہاری بات بھی سنتے ہیں یا تم کو کچھ نفع یا نقصان بھی دیتے ہیں؟ اس کا وہ کیا جواب دیتے بجز اس کہنے کے کہ بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے ان کی تقلید ہم کرتے ہیں۔ ایسی تقلید حرام ہے۔ اس پر حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ اب تم کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ تم اور تمہارے باپ دادا کس بے حقیقت چیز کی عبادت کیا کرتے تھے۔ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾ یہ سب میرے دشمن ہیں یعنی مجھے ان سے نفرت وعداوت ہے مگر رب العالمین سے نہیں۔ اس کے بعد رب العالمین کے چند اوصاف ذکر کرتے ہیں جن سے ان کو اس کی طرف رغبت پیدا ہو پس فرمایا الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ وہ کہ جس نے مجھے پیدا پھر وہی مجھ کو راہ راست کی طرف رہنمائی کیا کرتا ہے وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾ کہ صرف یہی نہیں کہ پیدا کر کے ہی اس نے چھوڑ دیا پھر اس سے کچھ کام نہیں پڑتا بلکہ جس طرح ابتداء میں اس کی طرف حاجت تھی حال میں بھی ادنیٰ اور اعلیٰ حاجت اسی سے وابستہ ہے يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ سے چھوٹی باتوں کی طرف وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ سے امور عظام کی طرف ایماء کیا گیا۔

وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـــَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۸۲﴾ زندگی دنیا کے بعد بھی اس سے تعلق ہے وہی موت دے گا پھر قیامت کو دوبارہ وہی زندہ کرے گا اسی سے مجھے گناہوں کی معافی کی امید ہے (ہر چند حضرت ابراہیم گنہ گار نہ تھے۔ مگر خاصان اللہ بمقام عبدیت اپنی ذرا ذرا سی فروگزاشت کو بھی بہت بڑا گناہ سمجھا کرتے ہیں) یعنی تمہارے بت بے کار اور میرا معبود یہ کیا کرتا ہے اب دیکھو کون قابل پرستش ہے۔ یہ سب ان پر تعریض ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا:...... اس کے بعد جو دار آخرت اور دنیا کی بہبودی کے لیے حضرت ابراہیم نے اپنے رب سے دعا کی اس کو نقل کرتا ہے رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ حکم سے مراد کمال قوت مدرکہ کا کہ جس سے ادراک حق حاصل ہو وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ سے مراد کمال قدرت عملیہ کا کہ جس سے خیر کو عمل میں لاوے۔

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾ اور مرنے کے بعد دنیا میں میرا سچائی اور ذکر خیر کے ساتھ تذکرہ باقی رہے یعنی توحید کا طریقہ جو مجھے نصیب ہوا ہے میرے بعد میں بھی رہے کہ وہ اس سبب سے مجھے ذکر خیر سے یاد کیا کریں جو اوروں کے لیے توحید کی طرف رغبت کا باعث ہو۔ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿۸۵﴾ اور مجھ کو جنت نعیم کا وارث کیجیو۔ یہ سعادت آخرت کی دعا تھی۔ جب سعادت دنیا

وآخرت کے سوال سے فارغ ہوئے تو باپ ❶ کے لیے بھی دعا کی کیوں کہ وعدہ کر چکے تھے اور نیز اپنے حق داروں کو نعمت میں شریک کرنا عالی حوصلوں کا کام ہے وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ﴿۸۷﴾ کہ قیامت کے روز مجھ سے کوئی باز پرس بھی نہ کرنا۔ پھر اس کے بعد قیامت کا حال شروع کر دیا کہ اس روز نہ مال کام آئے گا اولاد نفع دے گی مگر قلب سلیم کہ جس میں توحید واخلاص ہو۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ۨالْمُرْسَلِيْنَ﴿۱۰۵﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ﴿۱۰۶﴾
اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ﴿۱۰۷﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴿۱۰۸﴾ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ
اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْۤا
اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ﴿۱۱۱﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِیْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴿۱۱۲﴾ اِنْ
حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّیْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ﴿۱۱۳﴾ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴿۱۱۴﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا
نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴿۱۱۵﴾ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ﴿۱۱۶﴾ قَالَ
رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِ﴿۱۱۷﴾ فَافْتَحْ بَيْنِیْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِیْ وَمَنْ مَّعِیَ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ﴿۱۱۸﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ
الْبٰقِيْنَ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴿۱۲۱﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ
لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴿۱۲۲﴾

ترجمہ:......نوح کی قوم نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا﴿۱۰۵﴾ جب کہ ان کے بھائی نوح نے کہا کیا تم (اللہ سے) نہیں ڈرتے؟﴿۱۰۶﴾ میں تو تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں﴿۱۰۷﴾ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو﴿۱۰۸﴾ اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت بھی تو نہیں مانگتا میری مزدوری تو اللہ ہی پر ہے جو تمام جہان کا رب ہے﴿۱۰۹﴾ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو﴿۱۱۰﴾ قوم نے کہا کیا ہم تجھے مانیں اور تیرے تابع تو کمینے لوگ ہو گئے ہیں﴿۱۱۱﴾ نوح نے کہا اور مجھے کیا خبر کہ وہ کیا کرتے تھے﴿۱۱۲﴾ ان کا حساب تو میرے رب ہی پر ہے اے کاش تمہیں اس کا شعور ہوتا﴿۱۱۳﴾ اور میں تو ایمان داروں کو اپنے پاس سے کھدیڑنے کا نہیں﴿۱۱۴﴾ میں تو بس کھول کر ڈر سنانے والا ہوں﴿۱۱۵﴾ انہوں نے کہا اے نوح! اگر تو باز نہ آیا تو ضرور سنگسار کیا جائے گا﴿۱۱۶﴾ نوح نے دعا کی اے رب میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا﴿۱۱۷﴾ پس تو میرے اور ان کے درمیان فیصلہ ہی کر دے اور مجھ کو اور میرے ساتھ جو ایمان دار ہیں ان کو نجات دے﴿۱۱۸﴾ پھر ہم نے اس کو اور اس کے ساتھ والوں کو بھی جو بھری کشتی میں تھے بچالیا﴿۱۱۹﴾ پھر بعد میں اور باقی لوگوں کو غرق کر دیا﴿۱۲۰﴾ البتہ اس میں ایک (بڑی) نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ماننے والے ہی نہ تھے﴿۱۲۱﴾ اور البتہ آپ کا رب زبردست مہربان ہے﴿۱۲۲﴾

❶......حضرت ابراہیم کی سب دعائیں قبول ہوئیں مگر باپ کے حق میں نہ قبول ہوئی عبرت کا مقام ہے اللہ کی بے نیازی سے ڈرنا چاہیے ۱۲ منہ۔

ترکیب:......اتبعک جملہ حال ہے ضمیر نؤمن سے ارذلون جمع ارذل بمعنی ذلیل ماعلمی ظاہر میں ما استفہامیہ ہے محل رفع میں بسبب مبتدا ہونے کے اور علمی اس کی خبر۔ اور ممکن ہے کہ نافیہ ہو بما کی ب دونوں تقدیر پر علمی سے متعلق ہے دوسری تقدیر پر خبر کو مضمر ماننا پڑے گا بعد ای بعد انجائھم۔

حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ

تفسیر:......حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کا عبرتناک قصہ بیان فرماتا ہے اگرچہ سورۂ اعراف وسورۂ ہود میں یہ قصہ مشرحاً بیان ہو چکا ہے لیکن چوں کہ اُسلوب قرآن مؤرخانہ نہیں کہ جن کے نزدیک مکرر بیان کرنا عیب ہے بلکہ واعظانہ کہ جن کے نزدیک عبرتناک قصوں کو بمقتضائے مقام وحالات قوم مکرر بیان فرمانا عین حکمت ہے۔ خصوصاً نئے نئے اسلوب سے اس لیے اس کا پھر یہاں اعادہ کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا ساڑھے نوسو برس تک ان میں وعظ و پند فرمانا اور پھر ان کا ہدایت پر نہ آنا آنحضرت ﷺ کے لیے کامل تسلی اور ان کے اخیر نتیجہ غرق ہونے سے حضرت ﷺ کے ہم وطنوں سرکش قریش کو کامل تہدید ہے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ گرچہ قوم نوح کے صرف نوح رسول تھے مگر جب کہ ان کو جھٹلایا تو سب نبیوں کو جھٹلایا کیوں کہ دین کی باتوں میں سب ایک زبان تھے ایک کی تکذیب سب کی تکذیب اس لیے الْمُرْسَلِيْنَ جمع کا صیغہ آیا کہ ان کے فعل بد کی وری شناعت اور کامل قباحت ظاہر ہو جائے اور اس لیے بعد کے قصوں میں یہی صیغہ استعمال ہوا ہے۔

اَخُوْهُمْ نُوْحٌ نوح ان کے بھائی تھے کیوں کہ ایک قوم کے تھے۔ نوح نے اولاً یہی فرمایا اَلَا تَتَّقُوْنَ کہ کیوں نہیں اللہ سے ڈرتے جو بت پرستی کرتے ہو۔ قوم نوح میں بھی بت پرستی کا رواج تھا۔ یہ تو ان کا وصف تھا۔ اب اپنی حالت کا ذکر کرتے ہیں اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ کہ میں تمہارے لیے اللہ کی طرف سے پیغام لے کر آیا ہوں، اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا اور میں امانت دار بھی ہوں یعنی اس پیغام رسانی میں کچھ کمی زیادتی نہیں کرتا ہوں جب یہ ہے تو فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ اللہ سے ڈرو کہ اس کے احکام کی مخالفت نہ کرو اور میرا کہا مانو۔

وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ میں تم سے اس پر کچھ مانگتا نہیں، یعنی بے غرض ہوں کیوں کہ غرض مند کی بات میں دغدغہ ہوتا ہے۔ البتہ مزدوری تو میری ہے مگر تم پر نہیں رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پر ہے۔ پھر اسی کلمہ کا اعادہ کیا تاکید کے لیے فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ ان سب باتوں کے بعد ان بدبختوں نے یہ عذر کیا اَنُؤْمِنُ لَكَ . . . الخ کہ ہم تجھ پر کیوں کر ایمان لائیں تجھ پر تو پاجی لوگ ایمان لائے ہیں جو احمق اور بدعقل ہوتے ہیں اور کوئی دنیاوی لالچ ان کا مقصود ہوتا ہے یعنی دل سے نہیں۔

نوح علیہ السلام پر غریب غرباء لوگ ایمان لے آئے تھے اور ہمیشہ ہر کار میں یہی پیش قدمی کیا کرتے ہیں کیوں کہ راہ حق میں مانع جاہ وحشم دنیاوی ہے سو یہ ان کے ہاں نہیں ہوتا۔ اس لیے نوح نے فرمایا وَمَا عِلْمِيْ . . . الخ کہ ان کی حقیقت حال سے اللہ آگاہ ہے مجھے ان کے باطن سے کیا کام بظاہر مومن ہیں مؤمنوں کو دور نہ کروں گا۔ آخر کار نہ مانا غرق ہوئے۔

كَذَّبَتْ عَادُ ِالْمُرْسَلِيْنَ ۝۱۲۳ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۱۲۴ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝۱۲۵ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝۱۲۶ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ

أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۷﴾ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَتَّخِذُوْنَ
مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ
وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۱۳۳﴾
وَّجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۳۴﴾ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳۵﴾ قَالُوْا سَوَآءٌ
عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳۷﴾
وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ
ع ۸/۱۱ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۴۰﴾

ترجمہ:......(اسی طرح) قوم عاد نے (بھی) رسولوں کو جھٹلایا تھا (۱۲۳) جب کہ ان سے ان کے بھائی ہود نے کہا کہ تم (اللہ سے) کیوں نہیں ڈرتے؟ (۱۲۴) البتہ میں تمہارے لیے امانت دار رسول (ہو کر آیا) ہوں (۱۲۵) پس اللہ ہی سے ڈرو اور میرا کہنا مانو (۱۲۶) اور میں تم سے اس پر کچھ مزدوری بھی تو نہیں مانگتا میری مزدوری تو رب العالمین پر ہے (۱۲۷) کیا تم ہر ایک ٹیلہ پر کھیلنے کے لیے بلند عمارت بناتے ہو (۱۲۸) اور صنعت کے محل تیار کرتے ہو (اس خیال سے کہ شاید) تم ہمیشہ رہو گے (۱۲۹) اور جب کسی ہاتھ پر ڈالتے ہو تو جبار بن کر پنجہ مارتے ہو (۱۳۰) سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو (۱۳۱) اور اس اللہ سے ڈرو کہ جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی ہے کہ جن کو تم بھی جانتے ہو (۱۳۲) تمہاری چار پایوں اور اولاد (۱۳۳) اور باغوں اور چشموں سے مدد کی ہے (۱۳۴) میں تم پر ایک بڑے سخت روز کے عذاب (آجانے) کا اندیشہ کر رہا ہوں (۱۳۵) انہوں نے کہا تو نصیحت کر یا نہ کر ہم کو تو سب برابر ہے یہ (۱۳۶) تو کچھ بھی نہیں مگر اگلوں کی عادت ہے (۱۳۷) اور ہم کو تو عذاب ہوگا نہیں (۱۳۸) سو وہ (ہود کو) جھٹلا کر رہے پھر تو ہم نے بھی ان کو ہلاک ہی کر دیا بیشک اس میں (بڑی) نشانی ہے اور ان میں بہت سے تو ایمان لانے والے بھی نہ تھے (۱۳۹) اور البتہ آپ کا رب زبردست (اور) مہربان ہے (۱۴۰)۔

حضرت ہود علیہ السلام کا واقعہ

تفسیر:...... یہ حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ ہے اس کے شروع میں بھی وہی الفاظ ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کی ابتداء میں تھے اس لیے ان کی تفسیر کی بار دیگر ہم کوئی ضرورت نہیں سمجھتے۔ صرف ان کلمات کی تفسیر کی جاتی ہے جو حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے دعوت میں فرمائے تھے اور پھر قوم نے ان کو کیا جواب دیا تھا؟

(۱) اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ (۱۲۸) ریع بلند جگہ۔ ایۃ نشان قوم عاد عرب میں ایک بڑی مال دار قوم تھی، ان میں سلطنت بھی تھی۔ ایک زمانہ تو ان کی سلطنت وشوکت کا ایسا گزرا ہے کہ مصر سے لے کر ترکستان اور ہند تک ایشیا کے اکثر ملکوں میں انہیں کا پھریرا ہوا میں اڑتا تھا جب مال واقبال حد کو پہنچا تو اس کے ساتھ حرام کاری وغیرہ افعال زشت بھی حد کو پہنچے جس کے لیے اللہ نے ان میں ہود علیہ السلام

● ...... الریع بالکسر والفتح المرتفع من الارض (قاموس) مصانع المصنعة کالحوض یجمع فیه ماء المطر والمصانع الجمع ای والقری والمبانی من القصور والحصون۔ (قاموس) ۱۲۔ ● ...... خلق افتراء، خلق عادت ۱۲ منہ

مبعوث کیے۔ من جملہ ان بے فائدہ اور نکمی باتوں کے ایک بات یہ بھی تھی کہ ان کو نام آوری اور اپنی یادگار چھوڑ کر مرنے کا ازحد شوق تھا جیسا کہ مال داروں کو ہوا کرتا ہے اس لیے وہ ہر ایک بلند پہاڑی یا ٹیلے پر اپنی یادگار کے لیے بلند منارے ❶ بناتے تھے جو ان کے مقبرے خیال کیے جاتے تھے چنانچہ مصر کے بلند مینار اب تک ان کے میناروں کی نظیر دنیا میں باقی ہیں۔ چوں کہ یہ عبث کام ہے اس سے دین دنیا کا کوئی فائدہ نہیں اس لیے سب سے اول ہود علیہ السلام نے اسی پر اعتراض کیا کہ کیا تم ایسا کرتے ہو؟ یعنی ایسا کرنا نہ چاہیے۔ مفسرین نے گرچہ اس کی تفسیر میں اور توجیہیں بھی لکھی ہیں مگر سیاق و سباق اور تاریخ سے بھی یہ توجیہ موافق ہے۔

(۲) وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ﴿۱۲۹﴾ مصانع، پانی کے حوض اور بلند محل۔ جب مقبروں کی تعمیر میں ان کا یہ حال تھا تو مکانات کی تعمیر میں کیا کچھ اسراف نہ ہوگا؟ چنانچہ وہ عجائب غرائب بلند اور مضبوط محل بنواتے تھے اور ان کی تعمیر میں بے شمار روپیہ صرف کرتے تھے ان کو بھی بے جا خرچ اور دنیائے فانی کو مقام جاودانی سمجھنے کے خیال سے منع فرمایا۔ یعنی تم جو ایسے استحکام کرتے ہو کیا یہاں ہمیشہ رہو گے؟ دنیائے چندروزہ کے لیے بقدر ضرورت مکان کافی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا یہ پہلا کام ہے کہ دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کا ثبوت دکھائیں۔

(۳) وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ۔ یعنی باوجود اس حب دنیا اور حب جاہ اور علو کے غیروں سے تمہارا جابرانہ معاملہ ہے عدل و انصاف کا نہیں جیسا کہ جبار قوم کی عادت ہوتی ہے جس کو چاہا بیگار میں پکڑ لیا ذرا سا انکار کیا پیٹ ڈالا مار ڈالا۔ کسی کا کچھ دینا ہوا دھکا دیا یا مار کر نکال دیا۔ کسی کی عورت یا عمدہ چیز کو زبردستی چھین لیا، یہ باتیں بھی بربادی کا سبب ہوتی ہیں اس لیے فرمایا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴿۱۳۱﴾ اللہ سے ڈرو میرا کہنا مانو پھر ان کو خواب غفلت سے مجملاً و تفصیلاً بیدار کر کے عذاب الٰہی سے ڈرایا۔ مجملاً وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ میں پھر اس کی تفصیل کی اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ... الخ مگر وہ کب مانتے تھے صاف کہہ دیا کہ آپ وعظ کریں یا نہ کریں ہم پر کچھ اثر نہ ہوگا۔ یہ پہلوں کی عادت ہے وہ ہمیشہ یوں ہی وعظ کرتے آئے ہیں۔ پس تکذیب کی تو تمام قوم عذاب الٰہی سے غارت ہوئی۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ﴿۱۴۱﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ﴿۱۴۲﴾ اِنِّيْ لَكُمْ
رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴿۱۴۴﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ
اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴿۱۴۵﴾ اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ﴿۱۴۶﴾ فِيْ جَنّٰتٍ
وَّعُيُوْنٍ﴿۱۴۷﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ﴿۱۴۸﴾ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا
فٰرِهِيْنَ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴿۱۵۰﴾ وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ﴿۱۵۱﴾ الَّذِيْنَ
يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴿۱۵۲﴾ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ﴿۱۵۳﴾ مَآ
اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚۖ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴿۱۵۴﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ

❶...... چنانچہ قصر غمدان جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں گرایا گیا اور دیگر آثار باقیہ اب تک ملک یمن میں اس قوم کی یادگار ہیں ۱۲ منہ۔

لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ
يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵۶﴾ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۵۹﴾ ع

ترجمہ:......(اسی طرح) قوم ثمود نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا ﴿۱۴۱﴾ جب کہ ان سے ان کے بھائی صالح علیہ السلام نے کہا کہ کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟ ﴿۱۴۲﴾ میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں ﴿۱۴۳﴾ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو ﴿۱۴۴﴾ اور میں تم سے اس پر کچھ اجرت تو نہیں مانگتا ہوں میری مزدوری تو رب العالمین پر ہے ﴿۱۴۵﴾ کیا تم یہاں کی نعمتوں میں امن سے چھوڑ دیے جاؤ گے؟ ﴿۱۴۶﴾ باغوں میں چشموں میں ﴿۱۴۷﴾ اور کھیتوں میں اور ایسی کھجوروں میں کہ جن کے خوشے (بوجھ کے مارے) ٹوٹے پڑتے ہیں ﴿۱۴۸﴾ اور تم پہاڑوں میں کیا خوشی سے گھر تراشا کرتے ہو ﴿۱۴۹﴾ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو ﴿۱۵۰﴾ اور ان بیہودہ لوگوں کی بات پر نہ چلو ﴿۱۵۱﴾ وہ جو ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے ﴿۱۵۲﴾ وہ بولے تو تو جادو کا مارا ہوا ہے تو ہے ﴿۱۵۳﴾ کیا مگر ہم سا ہی ایک آدمی پس کوئی نشانی تو لے آ اگر تو سچا ہے ﴿۱۵۴﴾ صالح علیہ السلام نے کہا یہ اونٹنی ہے اس کے پینے کا ایک دن ہے اور ایک دن معین تمہارے پینے کے لیے ہے ﴿۱۵۵﴾ اور اس کو برائی سے ہاتھ بھی نہ لگانا ورنہ تم کو بڑے دن کی آفت آ پکڑے گی ﴿۱۵۶﴾ سو انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں پھر تو وہ بھی پشیمان ہو کر رہ گئے ﴿۱۵۷﴾ پس ان کو ایک آفت نے آلیا البتہ اس میں (بڑی) نشانی ہے اور ان میں سے اکثر تو ماننے والے بھی نہ تھے ﴿۱۵۸﴾ اور البتہ آپ کا رب تو بڑا زبردست (اور) مہربان ہے ﴿۱۵۹﴾۔

ترکیب:......امنین حال من ضمیر تترکون فی جنت... الخ بدل من فی ما ھھنا باعادۃ الجار ھضیم لطیف لین تنحتون نحت تراشیدون فرھین حال۔

حضرت صالح علیہ السلام کا واقعہ

تفسیر:......یہ پانچواں قصہ حضرت صالح علیہ السلام کا ہے۔ یہ قوم عاد کے بعد عرب کے شمالی کنارے میں تھی۔ ان کے ہاں باغ اور کھیتی اور پانی کے جاری چشمے اور عمدہ کھجوریں پیدا ہوتی تھیں۔ یہ ملک نہایت سرسبز اور شاداب تھا۔ اس قوم کو بڑی فراغ بالی حاصل تھی باغوں اور کھیتوں میں عیش کیا کرتے تھے مگر بدبخت بت پرست تھے، راہ زنی اور غارت گری اور چوری اور دیگر فواحش میں سخت مبتلا تھے۔ قیامت اور روز جزا کے منکر اور ان میں بیہودہ لوگ ان کے پیر تھے جن کی نسبت فرماتا ہے۔ الَّذِیْنَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ ﴿﴾ انہیں کے کہنے پر چلتے تھے۔ اس قوم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ حضرت نے فاتقوا اللہ واطیعون کا ارشاد فرمایا کہ اللہ سے ڈرو میں تمہارا رسول ہوں میرے کہنے پر چلو۔ آخر مرنا ہے اللہ سے کام پڑے گا اس لیے فرماتے ہیں۔

(۱) اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ... الخ کہ کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ یہاں کی ان نعمتوں باغوں کھیتوں چشموں کھجوروں میں بحالت امن رہنے پاؤ گے ہمیشہ یہیں رہو گے، امن سے مزے اڑاتے رہو گے؟ آدمی جب لذات دنیا میں مستغرق ہو جاتا ہے گو وہ زبان سے نہ کہے کہ میں سدا یہاں رہوں گا، مگر اس کا برتاؤ اور زبان حال یہی کہا کرتی ہے جس لیے حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو اس کام کے ساتھ مخاطب فرمایا۔

(۲) وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ کہ تم کس امنگ کے ساتھ پہاڑوں میں گھر تراشتے ہو گویا ہمیشہ یہیں رہنے کا سامان کر لیا

ہے۔ اس سے مراد دنیا سے نفرت اور دار القرار کی طرف رغبت دلانا تھا اس لیے کہ تمام گناہوں کی جڑ دنیا کی محبت ہے۔

(۳) فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ اللہ سے ڈرو بری باتوں کو چھوڑو جو میں تم کو ارشاد کروں اس پر عمل کرو، نہ کہ بدمعاشوں مفسدوں کے کہنے پر چلو قوم نے جواب میں تین باتیں کہیں۔

(۴) اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ کہ تجھ پر تو کسی نے جادو کر دیا ہے یعنی تو دیوانہ ہے۔ بھلا دنیا کی لذتوں کو چھوڑنا اور ایک موہوم گھر کی طرف منہ موڑنا کس عاقل کا کام ہے؟

(۵) اگر یہی اللہ کا حکم ہے تو تجھے کس طرح سے معلوم اگر تو نبی ہے تو تجھ میں اور ہم میں کیا فرق ہے جیسے ہم ویسا تو۔

(۶) اگر تو سچا ہے تو کوئی معجزہ دکھا۔ چنانچہ حضرت کی دعا سے معجزہ کے طور پر ایک ناقہ یعنی اونٹنی پیدا ہوئی جس کے لیے پانی پینے کا ایک دن مقرر ہوا اور کہہ دیا کہ اس پر قصد بد بھی نہ کرنا۔ آخر ایک نے اس کو زخمی کر دیا اور ذبح کر ڈالا۔ تب ان پر آثار عذاب نمودار ہوئے ندامت کرنے لگے مگر اس وقت کی ندامت سے کیا فائدہ تھا سب کے سب ہلاک ہو گئے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۱﴾
اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۶۲﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ
اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۴﴾ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۵﴾
وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾
قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿۱۶۷﴾ قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ
مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۷۰﴾
اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَاۗءَ
مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَاِنَّ
ع رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۷۵﴾ كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْــَٔــيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۶﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ
شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾

• اَیکہ بن یا درختوں کا جھنڈ جو پانی اور نرم زمین پر ہوتا ہے۔ اس سے وہ بن یا درختوں کے جھنڈ مراد ہیں جو مدین کے پاس تھے اور وہاں ایک بستی تھی جن کے رسول شعیب علیہ السلام تھے ۱۲ منہ

وَمَآ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ‌ ۚ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۸۰﴾ اَوۡفُوا الۡكَيۡلَ
وَلَا تَكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُخۡسِرِيۡنَ‌ۚ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِيۡمِ‌ۚ ﴿۱۸۲﴾ وَلَا تَبۡخَسُوا
النَّاسَ اَشۡيَآءَهُمۡ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ‌ۚ ﴿۱۸۳﴾ وَاتَّقُوا الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ
وَالۡجِـبِلَّةَ الۡاَوَّلِيۡنَ‌ؕ ﴿۱۸۴﴾ قَالُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مِنَ الۡمُسَحَّرِيۡنَ ۙ ﴿۱۸۵﴾ وَمَاۤ اَنۡتَ اِلَّا بَشَرٌ
مِّثۡلُنَا وَاِنۡ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ‌ۚ ﴿۱۸۶﴾ فَاَسۡقِطۡ عَلَيۡنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنۡ
كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ؕ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّىۡۤ اَعۡلَمُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوۡهُ فَاَخَذَهُمۡ
عَذَابُ يَوۡمِ الظُّلَّةِ‌ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوۡمٍ* عَظِيۡمٍ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِىۡ ذٰ لِكَ لَاٰيَةً‌ ؕ وَمَا
ع ۱۶ كَانَ اَكۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ﴿۱۹۱﴾

ترجمہ:......(اسی طرح) قوم لوط نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا (۱۶۰) جب کہ ان سے ان کے بھائی لوط علیہ السلام نے کہا کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے (۱۶۱) میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں (۱۶۲) سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو (۱۶۳) اور میں تم سے اس پر کچھ مزدوری نہیں مانگتا ہوں (اس لیے کہ) میری مزدوری تو رب العلمین ہی پر ہے (۱۶۴) کیا تم دنیا میں لڑکوں ہی پر چلے پڑتے ہو؟ (۱۶۵) اور وہ جو تمہارے لیے تمہارے رب نے تمہاری بیویاں پیدا کی ہیں ان کو چھوڑے دیتے ہو بلکہ تم حد سے گزرنے والے لوگ ہو (۱۶۶) انہوں نے کہا اے لوط اگر تو ان باتوں سے باز نہ آیا تو ضرور تو نکال دیا جائے گا (۱۶۷) لوط علیہ السلام نے کہا میں تو تمہارے کام سے سخت بیزار ہوں (۱۶۸) (اور دعا کی) اے رب مجھے اور میرے گھر والوں کو جو کچھ وہ کیا کرتے ہیں (۱۶۹) اس کے وبال سے نجات دیجو پھر ہم نے اس کو اور سب اس کے کنبہ کو بچالیا (۱۷۰) مگر ایک بڑھیا کہ جو پیچھے رہ گئی تھی (۱۷۱) پھر اور سب کو ہلاک کردیا (۱۷۲) اور ان پر (پتھروں کا) مینہ برسا دیا سو کیا ہی بری بارش تھی جو خوف دلائے گیوں پر برسی (۱۷۳) البتہ اس میں (بڑی) نشانی ہے اور ان میں سے اکثر تو ماننے والے ہی نہ تھے (۱۷۴) اور البتہ آپ کا رب زبردست (اور) مہربان ہے (۱۷۵) بن والوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا (۱۷۶) جب کہ ان سے شعیب نے کہا تھا کہ کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟ (۱۷۷) میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں (۱۷۸) پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو (۱۷۹) اور میں تم سے اس کی کچھ اجرت تو نہیں مانگتا میری اجرت تو رب العالمین پر ہے (۱۸۰) پیمانہ بھر کر دیا کرو اور کسی کو نقصان نہ پہنچایا کرو (۱۸۱) اور پوری ڈنڈی سے تولا کرو (۱۸۲) اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو اور نہ ملک میں فساد مچاتے پھرو (۱۸۳) اور اس سے ڈرو کہ جس نے تم کو اور اگلی خلقت کو بنایا (۱۸۴) (اور جواب اس کے) انہوں نے کہا تو تو جادو کے مارے ہوؤں میں سے ہے (۱۸۵) اور تو ہے کیا مگر ہم جیسا ایک آدمی اور ہم تو تجھ کو جھوٹوں میں سے خیال کرتے ہیں (۱۸۶) پھر تو ہم پر آسمان سے ٹکڑیں برسادے اگر تو سچا ہے (۱۸۷) رسولوں نے کہا میرا رب خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو (۱۸۸) سو انہوں نے اس کو جھٹلا دیا پس ان کو سایہ کے دن کے عذاب نے آلیا بے شک وہ بڑے سخت دن کا عذاب تھا (۱۸۹) بے شک اس میں ایک (بڑی) نشانی ہے اور وہ تو اکثر ماننے والے نہیں تھے (۱۹۰) اور البتہ آپ کا رب زبردست (اور) مہربان ہے (۱۹۱)۔

* یَوۡمِ الظُّلَّۃِ ای ابر کے نمودار ہونے کے دن کو کہتے ہیں ۱۲ منہ

حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ

تفسیر: ...... چھٹا قصہ حضرت لوط علیہ السلام کا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے اور ان کے حکم سے اس سرزمین پر بھیجے گئے تھے جو شام کے جنوب مشرق میں ہے جھیل مردار کے قریب سدوم عمورہ وغیرہ چند شہر تھے وہاں کے لوگ علاوہ بت پرست ہونے کے لونڈے باز بھی تھے عورتوں سے رغبت نہ رکھتے تھے لڑکوں پر مرتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو اس فعل بد سے منع کیا۔ اس کے جواب میں کہنے لگے کہ اگر تو اس وعظ سے باز نہ آئے گا تو یہاں سے نکال دیا جائے گا۔ حضرت نے فرمایا میں تو منع ہی کروں گا اس لیے کہ میں اس ناپاک کام سے بیزار ہوں اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اور میرے گھر کے لوگوں کو اس کی شامت سے بچائیو۔ مراد یہ کہ اس بستی پر عذاب آنے والا ہے میں اس سے پناہ مانگتا ہوں۔ پس ایک روز ان پر عذاب آیا۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو حکم ہوا کہ بڑے تڑکے سے تم شہر چھوڑ کر چل دو پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا صبح کو یہ غارت ہوں گے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی انہیں لوگوں میں کی تھی، اس کو اہل وطن سے تعلق تھا پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ بھی ہلاک ہوئی۔ تمام شہر پر پتھر برسے الٹ دیے گئے جن کے آثار نبی آخر الزمان علیہ السلام کے عہد تک باقی تھے۔ اب بھی کچھ کچھ سیاحوں کو معلوم ہوتے ہیں۔

اصحاب الایکہ کا واقعہ: ...... كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ... الخ یہ ساتواں قصہ بن والوں کا ہے۔ مدین کے قریب کچھ کنوئیں آبپاشی کے لیے تھے وہاں درخت تھے۔ وہاں کے لوگوں کو اصحاب الایکہ کہتے ہیں ان کے نبی بھی حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ یہ کم بخت بت پرست تھے، اس پر کم تولتے تھے لین دین میں فریب کرتے تھے۔ راہ زن ڈاکو چور بدکار بھی تھے۔ حضرت نے ان سب باتوں سے منع کیا نہ مانا بلکہ کہنے لگے ہم پر کوئی آسمان کا ٹکڑا گرادے یا یہ معنی کہ سلیں برسوادے اگر تو سچا ہے۔ چنانچہ انجام کار ایسا ہی ہوا اور آسمان سے ایک سخت دھوئیں کا بادل سایہ کی طرح نمودار ہوا اور پہاڑ نے آتش فشانی کی جس کے صدمہ سے سب مر کر رہ گئے یہ ابر اس پہاڑ کا آتشیں دھواں تھا، واللہ اعلم۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ
مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ اَوَلَمْ يَكُنْ
لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۹۷﴾ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ* ﴿۱۹۸﴾
فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۰۰﴾
لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۲۰۱﴾ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا
يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾

* ...... العجم بالضم والتحریک خلاف العرب ۱۲ (قاموس) اعجمین جمع اعجمی علی التخفیف ولذلک جمع جمع السلامة ۱۲ (بیضاوی) ای لیس جمع اعجم لانہ علی وزن افعل وافعل اذا کان مؤنثہ فعلاء کعجماء یکون من الصفات لایجمع جمع السلامة ۱۲ ابو محمد عبدالحق

اَفَرَءَیْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِیْنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾ وَمَاۤ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾ ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴿۲۰۹﴾

ترجمہ:......اور یہ قرآن تو رب العالمین کا اُتارا ہوا ہے ﴿۱۹۲﴾ اس کو روح الامین ﴿۱۹۳﴾ صاف عربی زبان میں ﴿۱۹۵﴾ آپ کے دل پر لے کر آئے ہیں آپ بھی ڈر سنایا کریں ﴿۱۹۴﴾ اور البتہ اس کی خبر تو پہلوں کی کتابوں میں بھی ہے ﴿۱۹۶﴾ کیا ان کے لیے (یہ) نشانی کافی نہیں کہ اس (قرآن کی حقانیت) کو علماء بنی اسرائیل بھی جانتے ہیں ﴿۱۹۷﴾ اور اگر ہم اس کو کسی عجمی پر نازل کرتے ﴿۱۹۸﴾ پھر وہ اس کو ان کے سامنے پڑھتا تو اس پر بھی وہ کبھی ایمان نہ لاتے ﴿۱۹۹﴾ اس طرح ہم نے یہ انکار گناہ گاروں کے دل میں بٹھا دیا تھا ﴿۲۰۰﴾ کہ وہ اس پر عذاب الیم دیکھے بغیر ایمان نہ لائیں گے ﴿۲۰۱﴾ پھر وہ ان پر دفعتہً آجائے گا اور ان کو خبر بھی نہ ہو ﴿۲۰۲﴾ تو (اس وقت) کہنے لگیں کہ بھلا ہم کو کچھ مہلت بھی مل سکتی ہے؟ ﴿۲۰۳﴾ پھر کیا وہ ہمارے عذاب کی جلدی کر رہے ہیں ﴿۲۰۴﴾ دیکھو تو سہی اگر ہم ان کو چند برس (دنیا کے) فائدے اٹھانے بھی دیں ﴿۲۰۵﴾ پھر ان کے پاس وہ عذاب آجائے کہ جس کا ان کو خوف دلایا جاتا ہے ﴿۲۰۶﴾ تو جو کچھ انہوں نے فائدے اٹھائے ہیں ان کے کچھ بھی کام نہ آئیں گے ﴿۲۰۷﴾ اور ہم نے ایسی کوئی بھی بستی ہلاک نہیں کی کہ جس کے لیے آگاہی دینے والے نہ آئے ہوں ﴿۲۰۸﴾ یہ (قرآن) نصیحت ہے یاد دلانے کے لیے اور ہم نے کسی پر ظلم نہیں کیا ﴿۲۰۹﴾۔

ترکیب:......بلسان، نزل سے متعلق اور منذرین سے بھی ہو سکتا ہے لم یکن کان تامہ ہے تو فاعل اٰیۃ اور ان یعلم بدل اور نا قصہ ہے تو اٰیۃ خبر مقدم ان یعلمه . . . الخ اسم۔

تفسیر:......ان ساتوں قصوں کے بعد چند باتیں ثبوت نبوت ورد منکرین کے لیے ذکر فرماتا ہے۔

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہے:......(۱) وَاِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿﴾ کہ یہ قرآن رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔ لفظ رب العالمین دو باتوں کی طرف اشارہ کرنے کے لیے فرمایا۔ اول یہ کہ جس طرح ہم تمہاری جسمانی پرورش کرتے ہیں رزق روزی دیتے ہیں اسی طرح روحانی تربیت بھی ہمارا کام ہے اور روحانی تربیت کا ذریعہ وحی اور پیغمبر پر کتاب نازل کرنا ہے۔ دوم یہ کہ تم جو اس نعمت آسمانی کا مقابلہ کرتے ہو اور پھر اب تک تم عذاب سے بچے ہوئے ہو یہی سبب ہے کہ یہ رب العالمین کا کلام ہے جس کا شیوہ رحمت عام ہے۔ ورنہ دیکھتے کیا ہوتا اور اس لیے قصص مذکورہ میں ہر ایک کا مقطع وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ پر کیا۔ جس سے آنحضرت ﷺ کے مخاطبوں کو یہ جتلایا جاتا ہے کہ ہم زبردست ہیں دم بھر میں ہلاک کر سکتے ہیں لیکن رحیم بھی ہیں اور رب ہیں پرورش کرنے والے تم پر ترس کھانے والے۔

نزول کی کیفیت:......(۲) نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ الی قولہ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ وہ جو فرمایا تھا کہ یہ قرآن رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے اس پر یہ شبہ باقی رہتا تھا کہ رب العالمین نے اس کو کس طرح سے نازل کیا ہے کیا لکھی لکھائی کتاب آسمان سے فرشتہ لے کر آیا ہے۔ کیا حضرت ﷺ کو غیب سے آواز آتی ہے یا آپ ﷺ سے ہر وقت اللہ تعالیٰ باتیں کرتا ہے کیا صورت ہے؟ اس کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ اس کو روح الامین یعنی جبرئیل محمد ﷺ کے دل پر لے کر آیا ہے صاف عربی زبان میں۔ انکشاف غیبی انسان کے اوپر ہوا کرتے ہیں۔ اور جبرئیل چونکہ روح ہیں ان کی سرایت دل تک بخوبی ہوتی ہے اور ایسی روحانی اور لطیف چیزیں اپنے الفاظ سے جو مضمون چاہتے

ہیں بشر کے دل پر القاء کر دیتے ہیں۔ جن لوگوں پر جن یا کسی روح ناپاک کا گزر ہوتا ہے باوجودیکہ وہ جن زبان سے واقف بھی نہیں ہوتے اس زبان میں ان کو وہ دور دراز باتیں اور دیگر مطالب القاء کر جاتے ہیں جس کا لوگوں کو بارہا مشاہدہ ہوا ہے چہ جائیکہ روحانیت مقدسہ اور ان میں سے خاص حضرت جبریل امین جس کے اوپر القاء کریں۔ حواریوں پر بعد مسیح علیہ السلام کے روح القدس اترا تھا جس سے وہ مختلف زبانیں بولنے لگے تھے (کتاب اعمال)۔ معلوم ہوا کہ حضرت روح الامین نہ صرف معانی بلکہ الفاظ کے ساتھ قرآن کا القاء حضرت ﷺ کے دل پر کرتے تھے پھر اس کو حضرت ﷺ جمع کرا دیتے تھے یہ ہے نزول قرآن کی کیفیت۔

پچھلی کتابوں میں قرآن کی خبر:......(۳) وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ نیز اس قرآن اور نبی علیہ السلام کا پہلوں کی کتاب میں بھی ذکر ہے یہ بھی بڑی دلیل حقانیت کی ہے۔ گرچہ کتب سابقہ بالفعل بعینہا موجود نہیں ان میں بہت کچھ تحریف و تبدیل ہوگئی اور ہوتی ہے مگر تاہم جس قدر پیشین گوئیاں آنحضرت ﷺ کی بابت ان میں اب تک پائی جاتی ہیں اور کسی کے لیے اتنی نہیں پائی جاتیں۔

علماء بنی اسرائیل کی گواہی:......(۴) اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۹۷﴾ میں بہت سے دین داروں نے آنحضرت ﷺ اور قرآن کی تصدیق کی اور اقرار کیا کہ ہماری کتب میں ان کا ذکر ہے اور وہ آپ ﷺ کے منتظر تھے۔ یہ بھی ایک بڑی علامت حق ہونے کی ہے۔ عبداللہ بن سلام وغیرہ علماء یہود نے اقرار کیا۔

(۵) وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ ... الخ قرآن مجید پر ان کا یہ بھی شبہ تھا کہ یہ تو ہماری زبان میں ہے جس کو محمد ﷺ بخوبی جانتے ہیں اگر کسی اور زبان میں بنا کے لاتے تو جانتے۔ اس کا جواب دیتا ہے اگر غیر عربی زبان میں آتا تو تم ہرگز نہ مانتے۔

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ اِنَّهُمْ عَنِ
السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾
وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾
فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۲۱۷﴾
الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ
اَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾
اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ اِلَّا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا

ظُلِمُوْا ۭ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ ع

ترجمہ:۔۔۔۔۔اور قرآن کو شیاطین لے کر نہیں اُترے ﴿۲۱۰﴾ اور نہ یہ ان کا کام ہے اور نہ وہ اس کو کر سکتے ہیں ﴿۲۱۱﴾ وہ تو سننے کی جگہ سے بھی دور کر دیئے گئے ہیں ﴿۲۱۲﴾ پس (اے نبی) اللہ کے ساتھ اور کسی معبود کو نہ پکارنا ورنہ آپ بھی عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے ﴿۲۱۳﴾ اور اپنے نزدیکی قرابت داروں کو بھی ڈراؤ ﴿۲۱۴﴾ اور جو ایمان والے آپ کے تابع ہیں ان کے لیے اپنا بازو جھکائے رکھو (یعنی بہ تواضع پیش آیا کرو) ﴿۲۱۵﴾ پھر مشرک نافرمانی کریں تو کہہ دو کہ میں تمہارے افعال سے بری الذمہ ہوں ﴿۲۱۶﴾ (اے نبی) خدائے زبردست مہربان پر بھروسہ رکھو ﴿۲۱۷﴾ جو آپ کو نماز کے وقت اٹھتے دیکھا کرتا ہے ﴿۲۱۸﴾ اور آپ کا نمازیوں (کی صف) میں پھرنا بھی (دیکھتا ہے) ﴿۲۱۹﴾ بے شک وہی سنتا جانتا ہے ﴿۲۲۰﴾ (کہہ دو) میں تم کو بتلاؤں کہ کس پر شیاطین اُترا کرتے ہیں ﴿۲۲۱﴾ وہ ہر جھوٹے بدکردار پر اُترا کرتے ہیں ﴿۲۲۲﴾ جن پر کہ شیاطین بے اصل باتیں لا کر ڈالا کرتے ہیں اور بہت تو ان میں سے سرے سے جھوٹے ہی ہوا کرتے ہیں ﴿۲۲۳﴾ اور شاعروں کی بات پر تو بدراہ لوگ چلا کرتے ہیں ﴿۲۲۴﴾ (اے مخاطب) کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ ہر میدان (سخن) میں بھٹکتے پھرا کرتے ہیں ﴿۲۲۵﴾ اور وہ ایسی (باتیں) کہا کرتے ہیں جو کرتے نہیں ﴿۲۲۶﴾ مگر وہ شاعر جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے اور (اپنے کلام میں) انہوں نے اللہ کا بہت ذکر کیا اور اپنے اوپر زیادتی ہونے کا بدلہ ❶ لیا کرتے ہیں (تو وہ مستثنیٰ ہیں) اور ظالموں کو تو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس کروٹ پر پڑتے ہیں ﴿۲۲۷﴾۔ ❷

ترکیب:۔۔۔۔۔ یھیمون۔ خبر انّ کی اور حال بھی ہو سکتا ہے تب خبر فی کل واد ہوگی۔ منقلب صفت ہے مصدر محذوف کی والعامل ینقلبون ای ینقلبون انقلابا ای منقلب۔

تفسیر:۔۔۔۔۔ مگر اس پر بھی وہ یہ شبہ کرتے تھے کہ جبرئیل نہیں بلکہ شیاطین آنحضرت ﷺ پر القاء کرتے ہیں اور ہر مخالف کہہ سکتا ہے کہ یہ کیوں کر معلوم ہوا کہ وہ القاء کرنے والے جبرئیل امین ہیں کوئی شیطان نہیں؟۔

قرآن کسی جن کا لایا ہوا نہیں ہے:۔۔۔۔۔ اس کا کیا ہی تسلی بخش جواب عطا کرتا ہے وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾ کہ شیاطین نے تو اس کو نازل نہیں کیا ہے کیوں کہ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ ان کے قبضۂ قدرت سے باہر ہے اس لیے کہ شیاطین اور ارواح خبیثہ کو مضامین خبیثہ سے دلی رغبت ہے ناپاک باتیں ان کی خوراک ہیں روحانی مضامین اور توحید و معرفت اور ترک حب دنیا اور آخرت سے محبت اور اللہ تعالیٰ سے دلی رغبت اور شہوات و لذات فانیہ سے نفرت وغیرہ مضامین عالیہ قرآن مجید میں ہیں ان سے ان کو دلی نفرت ہے۔ پھر یہ مطلب شیاطین کو اول تو معلوم ہی نہیں ان کو تو وہی شہوات و لذات کی باتیں معلوم ہیں جن سے نفس خوش ہوتا اور روح پر تاریکی آتی ہے اور جو معلوم بھی ہوں تو وہ کاہے کو ایسی باتیں تعلیم و القاء کرنے لگے جن سے ان کو دلی نفرت ہو بلکہ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ان کو اس کی قدرت بھی نہیں کہ وہ کسی مقدس اور پاک بازوں کے دل تک پہنچیں اور پھر ایسی باتیں القاء کریں۔ گو کے کیڑے کو پھول تک کہاں رسائی؟ خفاش کو آفتاب تک کہاں دسترس! اور بالفرض وہاں تک دسترس ہو تو پھر ملأ اعلیٰ اور حظیرۃ القدس تک کہاں رسائی کہ جہاں سے یہ مضامین عالیہ آتے ہیں؟ اس لیے فرماتا ہے اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ۔ ترمذی نے سورۂ جن کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ پہلے جن آسمان تک چڑھ جایا کرتے تھے وہاں سے کوئی بات سن آتے تھے تو ساحروں کاہنوں کو اس میں سو جھوٹ ملا کر کہہ دیا کرتے تھے۔ مگر جب سے آنحضرت ﷺ نبی کیے گئے ان کو وہاں تک جانے سے روک دیا گیا۔

❶۔۔۔۔ یعنی جب ان کی کسی نے ہجو کر کے ستایا تب وہ کسی کو ستاتے ہجو کرتے بدلہ لیتے ہیں ابتدا نہیں کرتے جیسا کہ حسان بن ثابت انصاری ؓ ۱۲ منہ۔ ❷۔۔۔۔ یعنی ان کا کیا انجام ہوتا ہے ۱۲ منہ۔

توحید کا حکم:......جب ان کے تمام شبہات کا پورا پورا جواب دے دیا گیا اور قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا ثابت کر دیا گیا تو آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے ان بت پرستوں کو شرک سے منع کرتا اور توحید کا حکم دیتا ہے فقال فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ کہ اللہ کے ساتھ اور کسی کو اللہ بنا کر نہ پکارنا اور جو ایسا کرے گا تو عذاب دیا جائے گا۔قوم عرب بلکہ اس عہد کے تمام بنی آدم ہندو روم، ایران و ترکستان والے عیسائی یہودی اسی بلا میں مبتلا تھے اس لیے اس اصلی مقصد کا بیان کرنا مقدم ٹھہرا اور اس کے بعد خاص آنحضرت ﷺ کو یہ حکم دیا۔

قرابت داروں کو ڈرانے کا حکم:......وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ کہ اپنے قرابت داروں کو ڈرا کہ تمہارے ان برے افعال پر یہ آفت آنے والی ہے۔

امام بخاری نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ جبل صفا پر چڑھ کر پکارے اور بعید کے قبائل سے شروع کیا ''اے بنی عدی'' یہاں تک کہ قریش کے تمام قبائل کا نام لیا اور وہ سب جمع ہوئے اور جو کوئی خود نہ آسکا تو اس نے اپنے کسی آدمی کو بھیج دیا، پس قریش کے لوگ اور ابولہب سب آئے، آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں تم کو خبر دوں کہ کسی وادی میں تم پر چھاپہ مارنے کو کوئی لشکر جمع ہو رہا ہے تو تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ بے شک اس لیے کہ ہم نے بارہا تجربہ کر لیا ہے کہ آپ نے کبھی کوئی بات جھوٹی نہیں کہی۔تب آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں مطلع کرتا ہوں کہ ایک سخت عذاب آنے والا ہے۔تب ابولہب نے کہا تیرے ❶ ہاتھ ٹوٹیں کیا اس لیے ہم کو جمع کیا تھا؟۔

بخاریؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی امر میں یہ بھی روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اے قریش تم اپنا بندوبست آپ کر لو میں تمہارے اوپر سے اللہ کا عذاب دور نہیں کر سکوں گا۔اے عبد مناف! میں اللہ کے مقابلہ میں تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔اے عباس بن عبدالمطلب! میں تیرے لیے اللہ کے مقابلے میں کچھ کارآمد نہ ہوں گا۔اے صفیہ! (رسول اللہ کی پھوپی) میں تیرے لیے اللہ کے مقابلہ میں کچھ کام نہ آؤں گا۔اے فاطمہ بنت محمد ﷺ! تو جو چاہے میرے پاس سے مال مانگ لے لیکن اللہ کے مقابلہ میں میں تیرے کچھ کام نہ آؤں گا (افسوس آج ہم کو خاندانوں پر ناز ہے اسی آخرت کا سرمایہ سمجھے بیٹھے ہیں۔)

مؤمنوں کی دلجوئی کا حکم:......جس طرح نافرمان اقارب کو ڈرسنانے کا حکم ہوا اسی طرح اس کے مقابلہ میں ایمان داروں کے آگے جھکنے اور تواضع مدارات کرنے کا حکم دیا بقولہ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ یہ دوسرا حکم تھا۔ایمان واطاعت رسول کا مرتبہ کہاں تک بلند ہے کہ اپنے رسول پاک کو ان کی تواضع کا حکم دیا۔اسی لیے ایمان داروں سے آپ ﷺ یہ تواضع پیش آتے تھے۔

پھر فرماتا ہے اگر ڈرسنانے پر بھی اے نبی آپ کا حکم نہ مانیں تو کہہ دو کہ میں تم سے بری ہوں فَاِنْ عَصَوْكَ . . . الخ اور ان کی اس مخالفت سے کچھ خوف نہ کیجئے بلکہ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝ اللہ زبردست مہربان پر توکل کرو، وہ زبردست ہے اس کے آگے ان کا زور نہ چلے گا اور مہربان بھی ہے اپنی مہربانی سے ہر وقت محفوظ رکھے گا الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ۝ وہ اللہ جو آپ کو دیکھتا ہے جب کہ آپ نماز تہجد کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور نیز نمازیوں میں آپ کا پھرنا بھی دیکھتا ہے کہ صفیں قائم کرتے ہو۔تقلب اٹھنا بیٹھنا بھی ہے کہ کبھی رکوع کرتے ہو کبھی قیام کبھی سجود سب کو اللہ دیکھتا ہے مقاتل کہتے ہیں کہ حِيْنَ تَقُوْمُ سے مراد تنہا نماز کے لیے اُٹھنا اور تقلب سے مراد جماعت میں نماز پڑھنا ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں ساجد سے مراد مصلین ہے۔مجاہد کہتے ہیں

---

❶ ...... یہ عرب کا محاورہ ہے بددعا کے لیے کہتے ہیں تَبًّا لَكَ يَدَاكَ یعنی تو خراب ہو جائے۔اسی لیے قرآن مجید میں ابولہب کو بھی وہی جواب ملا جو اس نے حضرت ﷺ سے کہا تھا تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۱۲ منہ۔

تَقَلُّبَكَ سے مراد آنحضرت ﷺ کا نماز میں پیچھے سے نمازیوں کو دیکھنا ای تقلب بصرک فی المصلین کیونکہ مؤطا میں امام مالک نے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں پیچھے سے بھی دیکھا کرتا ہوں مجھ پر تمہارا رکوع اور خشوع مخفی نہیں۔

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ شیعہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے آباء مؤمنین تھے۔ کیونکہ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ؀ سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے حضرت ﷺ کی روح کو ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف نقل کیا۔ اس بات کو امام صاحب نے رد کر دیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ان افعال حمیدہ کو وہ دیکھتا ہے کہ جو تم پر مہربانی اور محافظت الٰہی کا سبب ہیں یعنی آپ نیکو کار ہیں اور نیکوں کی حفاظت ہم ہمیشہ کرتے چلے آئے ہیں واللہ اعلم۔

کاہنوں کے احوال:...... پھر ان کے شبہ کا رد کرتا ہے بقولہ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ؀ کفار کہتے تھے کیا عجب ہے کہ محمد ﷺ پر شیاطین نازل ہو کر اس کو قرآن کی تعلیم کرتے ہوں جیسا کہ کاہنوں کو غیب کی باتیں بتایا کرتے ہیں اور شاعروں کو شعر کا مضمون القاء کرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ دونوں میں فرق بتلاتا ہے کہ کاہنوں اور شاعروں کی اور حالت ہے، پیغمبر کی اور۔ پہلے کاہنوں کا حال بیان کرتا ہے۔ بقولہ تعالیٰ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ؀ کہ شیاطین تو بڑے جھوٹے بدکاروں پر نازل ہوا کرتے ہیں اور وہ کاہن ہیں جو يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ جن پر شیاطین کوئی بات لا ڈالتے ہیں وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ؀ اور اکثر جھوٹے ہی ہوتے ہیں۔ سفلی عملیات کے عامل اکثر ناپاک اور گندے رہا کرتے ہیں تاکہ شیاطین ان کے پاس خوشی خوشی آئیں۔

شاعروں کی بات پر بے راہ چلے ہیں:...... اب رہے شاعر، ان کا یہ حال ہے وَالشُّعَرَآءُ ... الخ کہ ان کے پیچھے تو بدکاروں کی جماعت ہوا کرتی ہے یہ کوئی مضمون نظم کرتے ہیں وہ اس کو نقل کرتے پھرتے ہیں مگر اس سے مراد وہ شاعر کہ جو آنحضرت ﷺ کی ہجو کیا کرتے تھے جیسا کہ ہبیرہ بن وہب و امیہ بن ابی الصلت اور لوگوں کو جمع کر کے سناتے تھے اور وہ لوگوں سے بیان کرتے پھرتے تھے۔

شاعر تخیل کی وادیوں میں بھٹکتے ہیں:...... اَلَمْ تَرَ ... الخ ان کی بدراہی کی دلیل ہے کہ ہر میدان سخن میں ٹکراتے پھرتے ہیں کیا کیا جھوٹی اور مبالغہ آمیز بندشیں باندھتے ہیں۔

وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ ... الخ منہ سے کہتے ہیں کرتے نہیں۔ ہجر و وصال معشوق سب فرضی جھگڑے ہوتے ہیں مطلب یہ کہ اشعار اور مضامین قرآن میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

کون سے شاعر اس سے مستثنیٰ ہیں:...... اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مگر جو ان میں دین دار ایماندار ہیں وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا اور اللہ کو اپنے اشعار میں یا خارجاً بہت یاد کرتے ہیں۔

وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا اور جو کسی کی ہجو بھی کرتے ہیں تو ان پر ظلم ہو چکنے کے بعد کرتے ہیں وہ ایسے نہیں۔ ان جملوں میں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے کہ کفار کی ہجو جب کی کہ وہ پہلے آنحضرت ﷺ اور مومنین کی ہجو کر چکے تھے۔ مگر یہ بھی سچی ہجو۔ خلاصہ یہ کہ جو شعر برا وہ برا ہے۔ اور جو اچھا مضمون ہے اللہ و رسول کی مدح میں، قوم و ملک کی اصلاح میں تو اچھا ہے۔ وَسَيَعْلَمُ ... الخ ظالموں کو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ وہ مر کر کہاں جاتے ہیں اور کس کروٹ پر پڑتے ہیں۔

حاشیہ متعلق بہ آیت وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ:

اِنَّهٗ کی ضمیر آنحضرت ﷺ کی طرف بھی پھرتی ہے اور قرآن مجید کی طرف بھی۔ شق ثانی کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ قرآن یعنی

اس کے مطالب یہ انوکھے نہیں۔اولین کی کتب کے موافق ہیں ان میں بھی پائے جاتے ہیں باستثناء ان مواضع کے جہاں کتب اولین میں تحریف واقع ہوئی ہے۔اگر اس مطابقت کے لیے میں نظائر پیش کروں تو یہ تمام کتاب بھی بس نہ کرے جو شخص قرآن مجید اور کتب سابقہ کو دیکھے گا اس بات کی پوری تصدیق کرے گا۔

عجب مشکل بات ہے مخالف کے ہاتھ سے نجات نہیں۔اگر قرآن مجید کتب سابقہ کے مطابق ظاہر کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں ان سے لیا گیا ہے۔حالانکہ جانتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اُمی تھے اور ان کے ہاں عرب میں کوئی کتب خانہ سابقہ کا نہ تھا۔پھر کس نے وہاں سے نقل کیا اور کب کیا اور کس کی معرفت کیا؟ اسی شبہ کی بنیاد پر ایک پادری صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن نازل ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ اور جو ان باتوں کو دکھایا جاتا ہے کہ جہاں قرآن مجید نے ان کی غلط باتوں کو چھوڑ کر صحیح بات ذکر کی ہے تو کہتے ہیں کہ لو صاحب قرآن کتب سابقہ کا خلاف کر رہا ہے۔

اول شق پر بھی معنی صاف ہیں کیوں کہ اب کتب سابقہ بلا تحریف میسر نہیں آتیں۔ان کے اہل مذاہب نے اپنی خود غرضیوں سے بھی ان میں ایسی تحریف وتبدیل کی ہے کہ کچھ کا کچھ کر دکھایا۔اس بات کو علماء اسلام نے کتب مناظرات میں بڑی خوبی کے ساتھ ثابت کر دیا ہے۔مگر تاہم ان میں اب بھی آنحضرت ﷺ اور آپ کے دین متین کی بابت اس قدر بشارتیں پائی جاتی ہیں کہ اتنی اور کسی کے لیے نہیں پائی جاتیں۔اس مقام پر بطور نظیر کے چند بشارات مختصراً نقل کرتا ہوں مفصلاً کتب مناظرات میں ہیں وہاں دیکھو۔

چند بشارات:......(۱) توریت سفر استثنیٰ کے اٹھارویں باب میں ۱۸ ورس یہ ہے میں ان کے لیے (بنی اسرائیل کے لیے) ان کے بھائیوں میں سے (بنی اسماعیل میں سے کیوں کہ وہ بنی اسرائیل کے بھائی ہیں) (اے موسیٰ علیہ السلام) تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا، انتہی اس خبر کا مصداق تو حضرت یوشع علیہ السلام حضرت موسیٰ کے جانشین ہیں جیسا کہ علماء یہود کہتے ہیں کیوں کہ وہ خود موسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے کتاب وشریعت جدید ان کے پاس نہ تھی، نہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ہے کیوں کہ باعتقاد نصاریٰ حضرت عیسیٰ اللہ کبھی اللہ کے بیٹے کبھی اللہ کے ٹکڑے بحکم تثلیث تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام انسان تھے اللہ اور انسان میں کوئی بھی مماثلت نہیں اور نیز عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے تھے موسیٰ علیہ السلام باپ سے پیدا ہوئے تھے، نہ عیسیٰ کی شریعت کے مانند ہے نہ ان کا طرز نبوت ان کے طرز نبوت سے ملتا ہے۔موسیٰ علیہ السلام کی نبوت حکومت وشوکت کے ساتھ تھی برخلاف عیسیٰ کے۔اس کے علاوہ حضرت عیسیٰ اور یوحنا یعنی یحییٰ علیہ السلام کے عہد تک اس بشارت کے بموجب لوگوں کو اس نبی کا انتظار تھا اور یہ نبی موعود ان میں نہایت مشہور تھا۔چنانچہ انجیل یوحنا کے اول باب میں ہے کہ لوگوں نے یحییٰ سے پوچھا کیا تو الیاس ہے کیا تو مسیح ہے یا وہ نبی ہے وہ نبی سے اشارہ ان کا اسی نبی موعود کی طرف تھا جس کو مسیح اور الیاس کے غیر سمجھتے تھے۔رہی یہ بات کہ بعض حواریوں نے یہود کے مقابلہ میں اس بشارت کا مصداق حضرت عیسیٰ کو قرار دیا ہے جیسا کہ کتاب اعمال سے پایا جاتا ہے تو یہ استدلال ہم پر کوئی حجت نہیں، البتہ آنحضرت ﷺ اور موسیٰ علیہ السلام کی مماثلت خود کہے دیتی ہے کہ اس کے مصدق آنحضرت ﷺ ہیں۔آنحضرت ﷺ والدین سے پیدا ہوئے تھے۔جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرعون کی قید سے رہا کیا آنحضرت ﷺ نے عرب کو غیر قوموں کی حکومت سے ابد تک رہائی دی۔جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع ایک غیر شخص ان کا جانشین ہوا اسی طرح حضرت ﷺ کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جانشین ہوئے۔جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں سردار ہوئے اسی طرح آنحضرت ﷺ کے بعد خلفاء ہوئے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں طہارت نجاست حلت وحرمت قصاص وغیرہ کے متعلق احکام تھے اسی طرح آنحضرت ﷺ کی شریعت میں بھی ہیں اور بہت سی باتیں ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے اِنَّآ اَرْسَلْنَآ

اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا اس لیے آنحضرت ﷺ کی نبوت کے آنحضرت ﷺ کے معاصر علماء یہود بھی قائل تھے۔ ہاں الفت جاہ و مال سے بعض نے دین اسلام قبول نہ کیا بعض نے کیا من جملہ ان کے مخیریق تھا جو جنگ احد میں شریک ہوا اور عبداللہ بن سلام وغیرہ اَوَلَمْ یَکُنْ لَّهُمْ اٰیَةً اَنْ یَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ۔

(۲) یشعیا نبی علیہ السلام کی کتاب میں جواب تک اہل کتاب کے نزدیک کلام الٰہی مانی جاتی ہے آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کا نہایت صراحت کے ساتھ ذکر ہے۔ چنانچہ اس کے ساٹھویں باب کے یہ جملے ہیں: اُٹھ روشن ہو کہ تیری روشنی آئی اور اللہ کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا ہے کہ دیکھ تاریکی زمین پر چھا جائے گی اور تیرگی قوموں پر لیکن اللہ تجھ پر طالع ہوگا اور اس کا جلال تجھ پر نمودار ہوگا اور قومیں تیری روشنی میں اور شاہان تیرے طلوع کی تجلی میں چلیں گے۔ (یہ طلوع اللہ اس پیشین گوئی کے بعد بجز قوم عرب کے اور کسی پر اب تک نہیں ہوا۔ اور اسی طلوع اللہ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد ہوا تھا جیسا کہ توریت کے سفر استثناء کے تینتیسویں باب میں ہے جس کے یہ جملے ہیں۔

''اور اس نے کہا کہ اللہ ❶ سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لیے تھی۔ کوہ سینا اور توریت عطا کرنا مراد ہے''۔

اب رہا کوہ شعیر اور کوہ فاران سے آنا جو عرب کے پہاڑوں کے نام ہیں اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آنا یہ بجز اسی طلوع اللہ کے جو آنحضرت ﷺ کے وسیلہ سے عرب پر ہوا اور فتح مکہ میں دس ہزار پاکباز تھے۔ اور یوں بھی بدر وغیرہ میں ملائکہ کے لشکر مدد کو آئے اور ملائکہ قدوسی ہیں یہ بات اور کسی پر صادق نہیں آتی۔ اشعیا نبی کے کلام میں تصریح ہے کہ اس وقت تمام قوموں پر ظلمت ہوگی اور دیگر قومیں اس باخدا جماعت کی روشنی میں آئیں گی اور شاہان اس کی تجلی میں آئیں گے یہ بات بھی بجز آنحضرت ﷺ کی بعثت کے اور کسی پر صادق نہیں آسکتی۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے تمام عالم پر تاریکی چھائی ہوئی تھی غیر قومیں آپ ﷺ کی روشنی میں آئیں شاہان مطیع اسلام ہوئے۔ پھر آگے اور بھی تصریح ہے۔ کثرت سے اونٹ آ کے تجھے چھا لیں گے (یہ شہر یروشلم کی طرف خطاب ہے جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اہل اسلام نے اونٹوں پر سوار ہو کر ہر طرف سے محاصرہ کر لیا تھا) مدیان اور عیفہ کے جوان اونٹ وہ جو سبا کے ہیں آئیں گے (سبا سے قبائل یمن مراد ہیں جو حمیر وغیرہ اس غزوہ میں وہی پیش تر شریک تھے) وہ سونا اور لبان لائیں گے اور اللہ کی تعریف کی بشارتیں سنائیں گے، قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی، نبیط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے اور وہ میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے۔

قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام ہے جس کی نسل سے آنحضرت ﷺ اور بہت سے قبائل عرب ہیں۔ ان سب کا جمع ہونا اور اللہ کی منظوری کے لیے مذبح پر چڑھایا جانا یعنی شہید ہونا بتلائیں بجز آنحضرت ﷺ کے اور کس پر صادق آتا ہے؟ پھر آگے چل کر اس شہر اور ہیکل کا تعمیر کرنا اور بیت المقدس کی خدمت کرتے رہنا مذکور ہے۔ اب وہ کون سی قوم ہے جس نے طیطس کے ڈھائے ہوئے ہیکل اور یروشلم کی تعمیر کی اور اس کے بادشاہوں نے اس کی خدمت گزاری کی اور وہاں امن قائم کیا؟ یہ بجز اسلامیوں کے اور کس پر صادق آتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی، پھر بعد میں شاہان اسلام اس کے اب تک خدمت گزار رہے وہاں جب سے یہود کو امن ہو گیا۔

پھر ۶۱ باب میں یہ ہے تب وہ پرانے اُجاڑ مکانوں کی تعمیر کریں گے......الخ اور انہیں دائمی شادمانی ہوگی......الخ اور ان کے ساتھ ایک

---

❶...... بعد اس پیشین گوئی کے عرب کے ان پہاڑوں سے اللہ کے آنے اور جلوہ گر ہونے کی بجز اس کے کہ آنحضرت ﷺ کا ظہور مراد لیا جائے اور کوئی معنی قائم نہیں ہو سکتے۔ کوہ شعیر مدینہ سے ملا ہوا پہاڑ ہے اور فاران مکہ کے پہاڑوں کا نام ہے جس کا سلسلہ دور تک چلا گیا ہے ۱۲ منہ۔

ابدی عہد باندھوں گا اور ان کی نسل قوموں کے درمیان نام ور ہوگی اور ان کی اولاد امتوں کے درمیان سب جو انہیں دیکھیں گے اقرار کریں گے کہ یہ وہ نسل ہے جسے اللہ نے مبارک کیا ہے عہد ابدی مسلمانوں سے باندھا گیا، اب تک یروشلم کے قابض ہیں اور شام کی سرزمین کے بھی۔ پھر ۶۲ باب میں یروشلم کا نئے نام سے نام زد ہونا اور اس کی تعمیر کرنے والی قوم کا اس کو محترم جاننا مذکور ہے۔ اُجڑے ہوئے یروشلم کو محترم جان کر بجز مسلمانوں کے اور کس نے تعمیر کیا ہے؟ اور انہیں کے عہد میں اس کا نیا نام بیت المقدس مشہور ہوا۔ پھر ۶۵ باب میں مسلمانوں کا یروشلم پر قبضہ پانا اور ان کا اللہ کے نزدیک مبارک ہونا صراحتاً مذکور ہے کیونکہ اس میں نئی قوم سے ابدی عہد باندھنا منظور ہے۔ پھر ۶۶ باب میں ان لڑائیوں کا ذکر ہے جو مسلمانوں اور عیسائیوں میں بیت المقدس کی بابت ہوئیں اور انجام کار مسلمانوں کو کامیاب کیا۔ قولہٗ اللہ کی بات سنو اے تم جو اس کے کلام کے سبب کانپتے ہو (یعنی مسلمان جن کی نسبت آیا ہے تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ) تمہارے بھائی جو تم سے کینہ رکھتے (عیسائی لوگ جو بہ نسبت اور قوموں کے مسلمانوں کے بھائی ہیں کینہ بھی رکھتے تھے ❶ اور میرے نام کے واسطے تمہیں خارج کر دیتے ہیں کہتے ہیں اللہ کی تمجید کی جائے گی (عیسائی مسلمانوں سے دین کی لڑائی سمجھ کر لڑتے تھے کہ یہ برے لوگ خانۂ اللہ کے کیوں مالک ہو گئے؟ آخر ایک بار غالب آ کر مسلمانوں کو وہاں سے خارج کر دیا ستر برس کے قریب تک مسلمان خارج رہے)۔

پر وہ (اللہ) تمہاری خوشی کے لیے دکھائی دے گا اور پشیمان ہوں گے۔ شہر کی طرف سے غلغلے کی آواز اور ہیکل کی طرف سے بھی آواز یہ اللہ کی آواز ہے جو اپنے دشمنوں کو بدلہ ❷ دیتا ہے (پھر ایک جرار لشکر کے ساتھ صلاح الدین یوسف شاہ مصر نے بیت المقدس پر چاروں طرف سے حملہ کیا اور ہر طرف سے تکبیروں کے نعرے بلند تھے جس سے اللہ کے دشمن مغلوب ہو کر نکلے اور بھاگ گئے شہر فتح ہوا جھنڈا کھڑا کیا گیا ہزاروں دشمن اللہ مارے گئے۔

پھر ۴ اور س سے اخیر تک اور بھی تصریح ہے اس کے سوا کتاب دانیال اور زبور حضرت داؤد میں اور انجیل میں اور ان کی دیگر کتب مسلمہ میں کہیں بالاجمال کہیں بالتفصیل آنحضرت ﷺ کی بکثرت بشارتیں موجود ہیں جن کو غور کر کے بہت سے اللہ ترس اہل کتاب حضرت ﷺ پر ایمان لائے اور لاتے ہیں اور جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر کر دی ہے وہ کبھی نہیں مانتے سیکڑوں حجتیں پیش کیے جاتے ہیں، واللہ الہادی ۱۲ منہ غفر اللہ لہٗ۔

---

❶ خصوصاً حرب صلیب کے وقت کہ کئی سو برس تک فرنگستان کے عیسائی حملہ کر کے مسلمانوں پر آئے ۱۲ منہ ۔

❷ یہاں معلوم ہوا کہ عیسائی مذہب اللہ کا دشمن ہے ۱۲ منہ

اٰیَاتُھَا ۹۳ (۲۷) سُوْرَۃُ النَّمْلِ مَکِّیَّۃٌ (۴۸) رُکُوْعَاتُھَا ۷

مکیہ ہے اس کی ترانوے آیات اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

طٰسٓ تِلْکَ اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ وَکِتَابٍ مُّبِیْنٍ ① هُدًی وَّبُشْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ ②
الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ ③ اِنَّ
الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ زَیَّنَّا لَھُمْ اَعْمَالَھُمْ فَھُمْ یَعْمَھُوْنَ ④ اُولٰٓئِکَ
الَّذِیْنَ لَھُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ ھُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ⑤ وَاِنَّکَ لَتُلَقَّی
الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ عَلِیْمٍ ⑥

ترجمہ:......یہ آیتیں ہیں قرآن اور کھلی کتاب کی ① جو ایمان داروں کے لیے ہدایت اور بشارت بھی ہے ② (اور) ان کے لیے جو نماز ادا کرتے اور زکوٰۃ دیا کرتے ہیں اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں ③۔ البتہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے اعمال ان کے لیے بھلے کر دکھائے ہیں پس وہ سرگرداں پھرتے ہیں ④ یہی وہ لوگ ہیں جن کو برا عذاب ہونا ہے اور وہ آخرت میں بڑے ہی خسارے میں ہوں گے ⑤ اور البتہ آپ کو قرآن خدائے دانا اور حکیم کی طرف سے دیا جاتا ہے ⑥۔ ❶

ترکیب:......وکتاب معطوف ہے قرآن مجرور مضاف الیہ پر ھدی و بشری دونوں محل حال میں ہیں اٰیت یا کتاب سے اور مبتداء محذوف کی خبر بھی ہو سکتے ہیں الذین یقیمون صفت ہے المؤمنین کی وھم بالاٰخرۃ . . . الخ تتمہ صلہ کا ہے حال یا عطف کے لیے اور عطف کی صورت میں جملہ فعلیہ سے اسمیہ کی طرف تغیر کرنا ان کے اثبات اور ایمان پر استمرار ثابت کرنے کے لیے ہے۔

تفسیر:......یہ سورت بھی مکہ میں نازل ہوئی ہے اس میں بھی توحید اور اثبات نبوت کے مباحث اور چند انبیاء ﷩ کے تذکرے ہیں اور ان پر جو کچھ انعامات ہوئے ہیں وہ بھی بیان ہوئے ہیں جو ان کی خدا پرستی کا نتیجہ تھا۔

فرماتا ہے طٰسٓ ان دو حرفوں سے کسی خاص بات کی طرف اشارہ ہے جس کو وہی خوب جانتا ہے۔

قرآن اہل ایمان کے لیے ہدایت و بشارت ہے:...... تِلْکَ یہ یعنی یہ آیتیں جو اس سورت میں ہیں قرآن اور کتاب مبین کی

---

❶......یعنی اے نبی اگر یہ قرآن حکیم و علیم کا دیا ہوا نہ ہوتا تو یہ احکام اور اگلے انبیاء کے صحیح صحیح حال تمہیں کیوں کر معلوم ہوتے نہ آپ کے پاس کوئی تاریخ کی کتاب ہے نہ آپ نے فلسفہ اور حکمت پڑھی ہے ۱۲ منہ۔

آیات ہیں کسی شاعر کا کلام نہیں۔ کتاب مبین سے مراد قرآن ہے مگر کتاب مبین کہنے سے یہ بات بتلانی مقصود ہے کہ قرآن مجید میں کوئی بات بعید از عقل نہیں سب باتیں اس کی صاف اور ظاہر ہیں جن کو ہر ایک صاحب عقل سلیم تسلیم کرنے میں ذرا بھی تردد نہیں کرسکتا مگر وہی کہ جس کے دل کی آنکھیں روشن ہیں ورنہ ہیئے کے اندھوں اور جنم کے کور باطنوں کج طبعوں کو اس میں ہزار ہا قیل وقال ہیں اس لیے فرماتا ہے هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ۝ کہ یہ قرآن ہدایت ہے سب کے لیے مگر نفع اس سے وہی اُٹھاتے ہیں جن میں راستی کا مادہ رکھا ہوا ہے اس لیے بشریٰ کو مؤمنین کے ساتھ مخصوص کیا۔ پھر آگے یہ بھی کھول دیا کہ زبان سے مومن کہنا کافی نہیں جب تک کہ اس میں یہ اوصاف نہ پائے جائیں۔

مؤمن کے اوصاف:......(۱) الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ کہ وہ جو نماز قائم کرتے ہیں یعنی اہتمام سے اور اس کی ساری شرطوں اور قاعدوں سے نماز ادا کرتے ہیں معلوم ہوا کہ جو نماز ادا نہ کرے وہ پورا اور کامل مومن نہیں۔ حیف ہے ان لوگوں پر جو خدا پرستی اور دین کی حمایت کا تو دعویٰ کرتے ہیں مگر نماز سے بے فکر ہیں۔

(۲) وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ اور جو زکوٰۃ دیا کرتے ہیں زکوٰۃ شرع میں مال میں سے چالیسواں حصہ اللہ کے نام دینا اور اس کے علاوہ ہر قسم کی خیرات کو بھی زکوٰۃ کہتے ہیں۔ مالی اور بدنی دونوں عبادتوں کو شامل کر لیا۔ مگر سب کے ساتھ ایک بڑی قید بھی ہے۔ وہ کیا؟ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ کہ وہ آخرت پر یقین بھی رکھتے ہوں۔ اس میں ایمان یعنی جملہ اعتقادیات کی طرف ایک اہم جز کے ذکر کرنے سے اشارہ کر دیا۔ کیوں کہ مکہ کے لوگ برائے نام اللہ تعالیٰ کے اور کچھ کچھ صفات باری تعالیٰ کے معتقد تھے مگر آخرت کے بالکل منکر تھے اور نہ صرف وہ بلکہ اس عہد میں باستثناء بعض سب مذاہب آخرت کے منکر تھے۔ اس لیے اس کی تصریح کی تاکہ قوت عملیہ اور نظریہ کی تکمیل ہو جائے۔

منکرین آخرت کا انجام:......اس کے بعد اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ... الخ میں آخرت کے منکروں کا بد نتیجہ بھی بیان فرمادیا کہ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ۝ کہ ان کو بہت ہی برا عذاب ہے اور آخرت میں وہی زیادہ نقصان اٹھائیں گے کیوں کہ یہ جب اس کے منکر ہیں تو اس دن کے لیے کوئی توشہ کیوں جمع کرنے لگے؟ یہی خسارہ ہے۔ اور آخرت کے انکار کی وجہ بھی بیان کر دی۔

انکار آخرت کی وجہ:......زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ کہ وہ کام جو لذات وشہوات وفراہمیٔ مال وزر اور دنیا کے استحکام کے لیے کرتے ہیں وہ ان کو بھلے معلوم ہوتے ہیں قضاء وقدر نے ان کی نظروں میں زیبا کر دیے ہیں۔ اس میں حیران وسرگرداں ہیں۔ آخرت اور مرنے کا تصور بھی برا جانتے ہیں۔ جو دنیا میں اس طرح غرق ہے گویا آخرت کا منکر ہے۔

یہاں تک قرآن کا مبین ہونا ثابت کر کے یعنی دعوے کی دلیل پیش فرما کر پھر اس دعویٰ کو بطور نتیجہ کے پیش کیا جاتا ہے وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ یعنی اے نبی تم قرآن کو حکیم وعلیم کی طرف سے پا رہے ہو، وہی حکیم وعلیم جس کی کوئی بات حکمت وعلم سے خالی نہیں۔ قرآن وہی وقتاً فوقتاً تم پر نازل کر رہا ہے اس لیے اس جملہ کو ان اور لام تاکید سے صادر کیا اور نیز یہ جملہ اگلے بیان کے لیے تمہید بھی ہے۔ اس کی حکمت کا ثبوت احکام سے جن میں تکمیل قوت نظریہ وعملیہ (جس کو ہندی میں گیان وکرم کہتے ہیں) جس پر نجات وکش کا مدار ہے جس میں کوئی بات نہیں چھوڑی بخوبی ثابت ہے اور علم کا ثبوت انبیاء علیہم السلام کے گزشتہ واقعات سے جو ابھی بیان ہوتے ہیں اچھی طرح ہو جائے گا، کس خوبی کے ساتھ توحید کے مسئلہ کو نبوت کے مسئلہ سے اور نبوت کے مسئلہ کو معاد کے مسئلہ سے اور پھر ان سب سے احکام کی پابندی اور نیک روی کو ثابت کیا ہے اور خلاف ورزی اور شہوات ولذات کی پیروی کے قصص انبیاء سے کیا برے نتائج دکھائے

ہیں یہ ہے وہ قرآن کا اعجاز جس کا معارضہ ناممکن ہے، نہ صرف مقفے و مسجع عبارت۔ اب قصص انبیاء علیہم السلام شروع ہوتے ہیں فقال۔

اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِاَهْلِهٖۤ اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْكُمْ
بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۞۷ فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ
وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۞۸ یٰمُوْسٰۤی اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۞۹
وَاَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ ؕ یٰمُوْسٰی
لَا تَخَفْ ۫ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۞۱۰ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ
سُوْٓءٍ فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۞۱۱ وَاَدْخِلْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ
سُوْٓءٍ ۫ فِیْ تِسْعِ اٰیٰتٍ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ۞۱۲ فَلَمَّا
جَآءَتْهُمْ اٰیٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۞۱۳ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَاۤ
ع اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ۞۱۴

ترجمہ:...... (یاد کرو) جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں نے ایک آگ دیکھی ہے ابھی میں تمہارے پاس وہاں کی خبر لاتا ہوں یا کوئی انگار سلگا کر لاتا ہوں تاکہ تم تاپو۞۷ پھر جب موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس آئے تو آواز آئی کہ جو آگ میں اور اس کے پاس ہے وہ بابرکت ہے اور پاک ہے اللہ جو تمام جہان کا رب ہے۞۸ اے موسیٰ علیہ السلام میں جو ہوں تو اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہوں۞۹ اور اپنی لاٹھی ڈال دو پھر جب اس کو دیکھا کہ وہ آپ کی طرف چل رہی ہے تو موسیٰ علیہ السلام پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا (ہم نے کہا) اے موسیٰ علیہ السلام ڈرو مت کیونکہ میرے حضور میں رسول ڈرا نہیں کرتے۞۱۰ لیکن جس نے ظلم کیا ہو پھر برائی کے بعد اس نے اس کو نیکی سے بدل دیا ہو تو میں غفور رحیم ہوں۞۱۱ اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو (پھر نکالو تو) وہ سفید نکلے گا بے عیب یہ ایک نشانی ہے من جملہ اور نشانیوں کے جو فرعون اور اس کی قوم کے پاس بھیجی جاتی ہیں کیوں کہ وہ ایک بدکار قوم ہے۞۱۲ پھر جب ان کے پاس آنکھیں کھول دینے والی نشانیاں آئیں تو کہنے لگے یہ تو صاف جادو ہے۞۱۳ اور ان نشانیوں کا ظلم و تکبر سے انکار کر دیا حالانکہ دل میں مان چکے تھے پھر دیکھو مفسدوں کا کیا برا انجام ہوا۞۱۴۔

ترکیب:......اذ کا عامل اذکر محذوف اور علیم سے بھی متعلق ہوسکتا ہے نودی کا مفعول مالم یسم فاعلہ یا تو ضمیر ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے یا ان بورک علی الاول ان بمعنی ای تفسیر کے لیے من مرفوع ہے بورک سے انہ ضمیر شان انا مبتداء اللہ خبر تہتز حال ہے راٰھا مفعول سے کانھا حال ہے ضمیر تہتز سے الا من ظلم استثناء منقطع موضع نصب میں اور ممکن ہے کہ محل رفع میں ہو فاعل سے بدل ہو کر بیضاء من غیر سوء تسع تینوں حال ہیں الی محذوف سے متعلق تقدیرہ مرسلا الی فرعون۔ مبصرۃً حال ہے۔ مبصرۃً ی

پڑھا ہے تب یہ مفعول لہ ہے۔ ظلماً وعلواً حال ہیں ضمیر جحدوا سے مفعول لہ بھی ہو سکتے ہیں۔

نبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام

تفسیر:......اِذْقَالَ مُوْسٰی...الخ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہاں سے قصہ ہے کہ جب وہ اپنے خسر حضرت شعیب علیہ السلام کے گھر میں سے دس برس کے بعد اپنی بیوی کو لے کر پھر مصر میں جا رہے تھے۔ سردی کا موسم تھا، رات کو رستہ میں دور سے آگ کی چمک نظر آئی بیوی سے کہا تم ٹھہرو میں جا کر تمہارے تاپنے کے لیے آگ لاتا ہوں ورنہ وہاں جو کوئی ہوگا اس سے رستہ کی خبر پوچھوں گا کیوں کہ رستہ بھی بھول گئے تھے پھر جب تو وہاں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سبز درخت آگ کا شعلہ ہو رہا ہے یعنی منور ہے۔ وہ تجلی حق کی روشنی تھی جس کو حکیمانہ خیال کے لوگ گیاس کہتے ہیں کہ وہ ایک مادہ ہے جو رات کو چمکتا ہوا نظر آیا کرتا ہے وہ گھاس میں بھی ہوتا ہے جانوروں میں بھی ہوتا ہے۔ کرم شب تاب جس کو جگنو یا پٹ بیجنا کہتے ہیں اسی مادہ سے چمکتا ہے۔ سمندر میں بھی رات کو آگ کی چنگاریاں نظر آیا کرتی ہیں یہ کیا ضرور ہے کہ ہر جگہ وہی مادہ مان لیا جائے بغیر اس کے تجلی حق روشنی کیا محال بات ہے؟ الغرض اس کو دیکھ کر حیرت میں رہ گئے۔ تب وہاں سے آواز آئی کہ حیرت نہ کر کہ اس آگ میں جو ہیں یعنی فرشتے اور جو اس کے ارد گرد ہیں (وہ بھی فرشتے) بابرکت ہیں اللہ کا یہ نور ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞ کہ اللہ جو رب العالمین ہے جس کے تربیت یافتوں میں سے یہ نورانی ملائکہ بھی ہیں، وہ آگ میں نظر آنے سے پاک ہے یعنی اس آگ یا روشنی کو اور اس کے آس پاس والوں کو اللہ نہ سمجھ لینا بلکہ یہ مقام اللہ کی تجلی گاہ ہے اور یہ ملائک اس کے جلو میں ہیں خدا نہیں۔

يٰمُوْسٰى اِنَّهٗ اَنَا اللّٰهُ ... الخ اللہ جو ہوں تو میں زبردست حکمت والا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہمکلام ہونا:...... پھر موسیٰ علیہ السلام سے خدائے تعالیٰ کا کلام شروع ہوا یہ آواز کچھ معمولی آواز نہ تھی جس کے لیے حروف اور جہت تجویز کرنی پڑے بلکہ یہ ایک روحانی ندا تھی جس کی حقیقت ہم نہیں جان سکتے اور وہی اس کی ذات پاک سے لائق ہے واللہ اعلم۔

معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام:...... پھر اللہ نے فرمایا اپنا عصا زمین پر ڈال دو موسیٰ علیہ السلام نے ڈال دیا تو وہ سانپ بن کر لہرانے لگا۔ موسیٰ علیہ السلام ڈر کر بھاگے۔ فرمایا ڈرو مت میرے حضور میں انبیاء ڈرا نہیں کرتے۔ موسیٰ علیہ السلام کے دل میں ان کے ہاتھ سے قبطی کے مارے جانے سے گناہ کا کھٹکا بھی تھا اس کی صفائی کے لیے یہ بھی اطمینان دلایا کہا اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ... الخ لیکن جو کوئی گناہ کے بعد نیکوکاری کرتا ہے میں اس کے لیے غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بھی ہوں۔ یہ ایک معجزہ دیا۔ دوسرے کے لیے فرمایا وَاَدْخِلْ يَدَكَ کہ اپنی بغل میں ہاتھ دبا کر باہر نکالو وہ بغیر اس کے کہ اس میں کوئی برص کی سفیدی پیدا ہو چمکتا ہوا نکلے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

پھر فرمایا کہ من جملہ نو نشانیوں یعنی معجزات کے یہ دو نشانیاں ہیں ان کو لے کر فرعون اور اس کی قوم کی طرف جاؤ وہ بدکردار لوگ ہیں حسب الحکم حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس گئے معجزات دکھائے وہ دل میں تو قائل ہو گئے مگر اپنی سرکشی اور غرور سے انکار کیا، پھر دیکھو ان کا کیا انجام ہوا غرق ہوئے۔ قصہ کو یہاں مختصر کر دیا۔ یہاں اسی قدر کافی تھا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۞ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا

مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَأُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَحُشِرَ

لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ حَتّٰۤى إِذَاۤ أَتَوْا

عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤأَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ

سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ

رَبِّ أَوْزِعْنِيْۤ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ

صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَأَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾

ترجمہ:......اور البتہ ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم دیا تھا اور ان دونوں نے (خوش ہو کر) کہا سب تعریف اس اللہ ہی کو ہے جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایماندار بندوں پر فضیلت عطا کی ﴿۱۵﴾ اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے اور کہنے لگے کہ لوگو! ہم کو پرندوں کی بولی بھی سکھائی گئی ہے اور ہم کو ہر ایک قسم کے ساز و سامان عطا کیے گئے ہیں بے شک یہ اس کا صریح فضل ہے ﴿۱۶﴾ اور سلیمان کے لیے اس کا لشکر (ملاحظہ کے لیے) جمع کیا گیا جن اور آدمیوں اور پرندوں کے لشکر صف بستہ (با ترتیب) کھڑے کیے جاتے تھے ﴿۱۷﴾ یہاں تک کہ جب وہ لشکر چیونٹیوں کے جنگل میں آئے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ تم کو سلیمان اور اس کا لشکر روند ڈالے اور ان کو خبر بھی نہ ہو ﴿۱۸﴾ پھر سلیمان چیونٹی کی بات سے مسکرا کر ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ اے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر کیا کروں کہ جو تو نے مجھے اور میرے باپ کو عطا کی تھیں اور ایسا اچھا کام کروں کہ جس کو تو پسند کرے اور اپنی رحمت سے مجھ کو اپنے نیک بندوں میں داخل کر دے ﴿۱۹﴾۔

ترکیب:......ضاحکا، حال مؤکدۃ و قیل مقدرۃ لان التبسم مبدأ الضحک و یقرء ضحکا علی انہ مصدر و العامل فیہ تبسم لانہ بمعنی ضحک حشر کا مفعول مالم یسم فاعلہ جنودہ۔

تفسیر:...... یہ دوسرا قصہ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا ہے جو اس تفصیل سے یہود و نصاریٰ کو بھی معلوم نہ تھا اسی حکیم و علیم نے حضرت ﷺ کو بتلایا ہے فرماتا ہے ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم دیا۔ ان کا علم اور دانش مشہور اور ضرب المثل ہے جس کے شکریہ میں وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾ کہتے تھے۔ یہ مجمل تھا پھر اس علم کی آگے تفصیل فرماتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے سچے وارث حضرت سلیمان:...... بقولہ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ اس وراثت میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ کوئی علم و دانش و نبوت کی وراثت کہتا ہے یہ چیزیں ورثہ میں نہیں آتیں مبدء غیب سے عطا ہوا کرتی ہیں۔ پھر سلیمان کے وارث ہونے کے یہ معنی کہ جو کمالات ان کے باپ کو عطا ہوئے تھے وہی اس فرزند رشید کو بھی۔ یعنی سلیمان کے کمالات نئے نہیں کہ انہیں کو عطا ہوئے ہوں بلکہ خاندانی ہیں۔ خاندانی اہل کمال کی نسبت ان کے کمالات کا اپنے بزرگوں سے ورثہ پانا محاورہ میں آتا ہے اور یہی قول جمہور کو پسند ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ملک و سلطنت کا ورثہ ہے وفیہ ما فیہ وقال ای سلیمان، یہ اس علم اور ورثہ کی تفصیل شروع ہوتی ہے کہ سلیمان نے کہا کہ ہم کو جانوروں کی بولی بھی اللہ تعالیٰ نے سکھائی اور ہم کو ہر ایک نعمت عطا کی ہے پھر ہر ایک نعمت کے مجموعہ میں سے بعض

بعض خاص نعمتوں کا اللہ تعالیٰ ذکر کرتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی خاص خاص نعمتوں کا ذکر:......(۱) وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ... الخ کہ سلیمان کے پاس تین قسم کا لشکر جمع تھا۔ جنوں کا، آدمیوں کا، پرندوں کا، جو تخت سلیمان کے اوپر سایہ کرتے تھے۔ یہ کبوتر وغیرہ ہوں گے جو خطوط اور فرامین پہنچانے کا کام دیتے ہوں گے جیسا کہ آگے ہدہد کا ذکر ہوتا ہے کہ وہ حضرت سلیمان کا خط لے کر بلقیس شاہ زادی کے پاس گیا تھا۔

چیونٹی کا کلام:......(۲) حَتّٰۤى اِذَاۤ... الخ ایک بار سلیمان کا لشکر کسی ایسے مقام سے گزرا کہ جہاں چیونٹیوں کے بل تھے اور وہ زمین پر چل رہی تھیں ان میں سے ایک چیونٹی نے کہا کہ اپنے بلوں میں گھس جاؤ کہیں بے خبری میں ان کی روندن میں نہ آجاؤ۔ یہ بات حضرت سلیمان کو معلوم ہوگئی۔ کیوں کہ اللہ نے ان کو بہت سے علوم عطا کیے تھے۔ اس پر آپ ہنسے اس لیے کہ چیونٹی سلیمان کو بے خبری کا الزام لگاتی ہے۔ دوم اس لیے کہ اس کو یہ معلوم نہیں کہ حضرت کو کیا کیا علم دیئے گئے ہیں۔ سوم اللہ تعالیٰ کی عنایت اور رحمت پر خیال کر کے کہ اس نے مجھے ایسا بلند مرتبہ کیا، اس لیے اس کے بعد سلیمان نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے شکر گزاری کی توفیق دے اور اس جاہ و حشم پر مغرور و متکبر نہ کر دینا بلکہ اس بلند اقبالی پر اچھے کام کیا کروں اور جماعت صالحین سے باہر نہ ہوں۔ یہ قصہ گو بائیبل میں نہیں، مگر اس کی تصدیق کرنے والی باتیں اول کتاب السلاطین کی چوتھے باب میں بہت کچھ ہیں جن میں سے بعض جملے یہ ہیں۔ (۲۹) اور اللہ نے سلیمان کو دانش اور خرد نہایت دی تھی اور دل کی وسعت بھی عنایت کی ایسی جیسے سمندر کے کنارے کی ریت، (۳۰) اور سلیمان کی دانش اہل مشرق اور اہل مصر کی دانش سے کہیں زیادہ تھی...... الخ اور (۳۳) اس نے درختوں کی کیفیت بیان کی سرو کے درخت سے لے کر جو لبنان میں تھا اس زوفہ تک جو دیواروں پر اُگتا ہے اور چار پایوں اور پرندوں اور رینگنے والوں ❶ اور مچھلیوں کا حال بیان کیا۔ مَنْطِقَ الطَّيْرِ۔ بیضاوی کہتے ہیں نطق کے معنے عرف میں ان الفاظ کا استعمال کرنا جو دل کی بات کو ظاہر کر دیں خواہ وہ مفرد ہوں خواہ مرکب اور نطق کا مجازاً اطلاق کبھی اس حالت پر بھی ہوتا ہے کہ جس سے کوئی بات ظاہر کی جائے حیوانات کا نطق اسی طرح کا ہے کہ ان کی آوازیں ان کے تخیلات کے تابع ہیں جو بمنزلہ عبارات کے ہوتی ہیں اور شاید سلیمان علیہ السلام قوت قدسیہ سے ہر حیوان کا وہ خیال دریافت کر لیتے تھے کہ جس خیال سے اس نے وہ آواز نکالی ہے۔ انتہی ملخصاً۔ اب حکیمانہ خیال کی بھی کوئی توجیہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیوں کہ یہ بات ان کے نزدیک ناممکن نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت کو چیونٹی کا خیال معلوم ہوگیا ہوگا، جو وہ اپنی جماعت کے آگے ظاہر کر رہی تھی۔ اللہ نے حیوانات کو بھی علم اور ادراک دیا ہے ان کے باہم ہم کلامی اور اطلاع دینے کے ذرائع پیدا کیے ہیں یہ اور بات ہے کہ ہم نہیں جانتے۔ اس تقدیر پر کیا ضرورت ہے کہ نملہ کسی قبیلہ کا نام رکھا جائے اور جن سے قوم عمالیق مراد لی جائے ایسی توجیہیں دور از کار ہیں، واللہ اعلم۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَاۤ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿۲۰﴾
لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۱﴾ فَمَكَثَ
غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اِنِّيْ
وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَجَدْتُّهَا

❶ ...... جیسا کہ چیونٹی وغیرہ جو زمین پر چلتے ہیں۔

وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ

فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ

الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ

اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۶﴾ السجدة قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ

الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا

يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ

وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ ع

ترجمہ:......اور سلیمان نے پرندوں کی حاضری لی تو کہا کہ کیا بات ہے جو میں ہدہد کو نہیں دیکھتا ہوں کیا وہ غیر حاضر ہے؟ (۲۰) (اگر ایسا ہے تو) میں اس کو سخت سزا دوں گا یا اس کو ذبح کر ڈالوں گا یا وہ میرے پاس کوئی صاف وجہ (غیر حاضری کی) بیان کرے (۲۱) پھر تھوڑی دیر کے بعد (ہدہد) حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ حضور کے پاس وہ خبر لایا ہوں جو حضور کو معلوم نہیں اور سبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں (۲۲) (یعنی) میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ ان پر حکمرانی کر رہی ہے اور اس کو ہر قسم سے ساز و سامان بھی دیے گئے ہیں اور اس کے پاس ایک بڑا تخت بھی ہے (۲۳) میں نے اس کو اور اس کی قوم کو اللہ کے سوا آفتاب کو سجدہ کرتے ہوئے پایا اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے آراستہ کر دکھایا ہے اور ان کو راہ راست سے روک دیا ہے پھر ان کو یہ بھی نہیں سوجھتا (۲۴) کہ اللہ ہی کو کیوں نہ سجدہ کریں کہ جو آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو آشکارا کیا کرتا ہے اور جو کچھ تم مخفی رکھتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو سب کو جانتا ہے (۲۵) اس اللہ کو کہ جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ بڑے تخت کا مالک ہے (۲۶) (سلیمان نے) کہا ہم ابھی دیکھتے ہیں تو سچ کہتا ہے یا تو جھوٹا ہے؟ (۲۷) جا میرے اس خط کو لے جا کر ان پر ڈال دے پھر ان سے الگ ہٹ جا پھر دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں (۲۸) (اس کو پڑھ کر بلقیس نے) کہا کہ اے دربار والو یہ میری طرف ایک فرمان محترم ڈالا گیا ہے (۲۹) اور وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور وہ یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم (۳۰) میرے سامنے تکبر نہ کرو میرے پاس مطیع ہو کر چلی آؤ (۳۱)۔

ترکیب :......غیر بعید ای مکانا غیر بعیداو وقتها غیر بعید او مکثا الا یسجدوا و الالیسنت بزائدة و موضع الکلام نصب بدلا من اعمالهم و التحقیق دخل حرف التنبیه علی الفعل من غیر تقدیر حذف۔ الخبأ مصدر بمعنی المخبؤ من المطر و النبات انه من سلیمان بالکسر علی الاستیناف و بالفتح بدلا من کتاب او مرفوع بکریم الا تعلوا موضعه رفع بدلا من کتاب۔

پرندوں کی حاضری

تفسیر:......(۳) وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ کہ پرندوں کی حاضری لی تو ان میں ہدہد کو نہ پایا فرمایا کہ اس کو سزا دوں گا ورنہ کوئی عذر معقول بیان کرے۔

ہدہد کی گفتگو:...... تھوڑی دیر کے بعد ہدہد بھی آحاضر ہوا اور اس نے ❶ سبا کی شہزادی بلقیس کا حال بیان کیا کہ اس کو سب ساز و سامان سلطنت حاصل ہیں اور ایک بڑا عمدہ تخت بھی ہے کہ جس پر وہ جلوس کرتی ہے مگر با ایں ہمہ آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں (وہ لوگ آفتاب پرست تھے یا تو صابی ہوں گے یا کوئی اور مذہب مروج ہوگا جو شیطانی مذہب تھا) اور اللہ کو سجدہ نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو ظاہر کرتا ہے۔ آسمانوں کی چھپی ہوئی ستارے آفتاب ماہ تاب چھپ جاتے ہیں پھر ان کو اللہ ہی ظاہر کرتا ہے پھر ان کو کیا سجدہ کرنا چاہیے؟ اور زمین کی چھپی ہوئی چیزیں، طرح طرح کی جڑی بوٹیاں اور اناج وغیرہ اس میں ہدہد نے اپنی خورش بھی ظاہر کر دی ۔اور اللہ جو بڑے تخت کا مالک ہے یعنی اس کے تخت کے آگے ان کے تخت کی کیا حقیقت ہے؟ یہاں تک ہدہد کی گفتگو تھی جو تمام ہوئی۔

اب سلیمان علیہ السلام اس کے جواب میں فرماتے ہیں سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ . . . الخ کہ ہم دیکھتے ہیں تو جھوٹا ہے کہ سچا ہے؟ جا تو میرا نامہ لیجا اور جا کر اوپر سے ڈال دینا پھر چھپ کر دیکھنا کہ وہ آپس میں کیا کہتے ہیں۔

حضرت سلیمان کا ملکہ بلقیس کو خط لکھنا:...... سلیمان علیہ السلام نے نامہ لکھا جس کا یہ عنوان تھا مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۞ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ۞ اللہ کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے۔ اس کے بعد واضح ہو کہ تم میرے پاس مطیع ہو کر حاضر ہو جاؤ اور تکبر نہ کرو۔ اب یہ کچھ ضرور نہیں کہ سلیمان نے بعینہٖ یہی لکھا ہو بلکہ ممکن ہے کچھ اور ہو جس کا خلاصہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کر دیا۔ لیکن سرنامہ پر بسم اللہ لکھی تھی۔ یہ نامہ عبرانی زبان میں تھا۔ ہدہد نامہ لے کر گیا اور ان پر جا کر ڈال دیا۔ یعنی بلقیس کے تخت پر اس نے پڑھا اور اپنے ارکان دولت سے ذکر کیا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ سلیمان کے پاس جاؤں یا نہ جاؤں؟

قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْۤ اَمْرِیْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰی تَشْهَدُوْنِ ۳۲
قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِیْدٍ ۙ۬ وَّالْاَمْرُ اِلَیْكِ فَانْظُرِیْ مَاذَا
تَاْمُرِیْنَ ۳۳ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ
اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ ۳۴ وَاِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَیْهِمْ بِهَدِیَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ
یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ۳۵ فَلَمَّا جَآءَ سُلَیْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ؗ فَمَاۤ اٰتٰىنِ اللّٰهُ
خَیْرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِیَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ۳۶ اِرْجِعْ اِلَیْهِمْ فَلَنَاْتِیَنَّهُمْ

❶ ......سبا یشجب کا بیٹا اور وہ یعرب کا اور وہ قحطان کا جو تمام قبائل یمن کا باپ تھا۔ پھر سبا کی بہت سی اولاد تھی پھر اسی کے نام سے یمن میں ایک شہر سبا بسا، جو صنعاء سے تین دن کے فاصلہ پر ہے۔ سبا سے مراد اگر قبیلہ ہے تو غیر منصرف ہے ورنہ (ک) بلقیس الہدہاد کی بیٹی وہ شرحبیل کا بیٹا وہ ذی الاذعار کا وہ افریقس کا وہ ذی المنار کا جس کو ابرہہ بھی کہتے تھے وہ صعب کا جس کو ذوالقرنین کہتے تھے وہ حارث الرائش کا جس کو تبع اول کہتے تھے۔ کئی پشت آگے چل کر اس کا نسب نامہ حمیر سے ملتا ہے جو سبا مذکور کا بیٹا تھا۔ اسی سبا نے مارب کی زمین پر ایک پختہ بند بندھوا کر تالاب کے طور پر پانی جمع کیا تھا جس سے چھوٹی چھوٹی نہروں کے ذریعہ سے ملک میں بڑی سرسبزی تھی۔ آخر لوگوں کی ناشکری سے وہ بند ٹوٹا اور ملک برباد ہوا جیسا کہ سورۂ سبا میں مذکور ہے۔ شداد بن عاد بن الملطاط بن سبا بھی سبا کی نسل میں سے تھا۔ بلقیس اسی کے تخت پر بیٹھی تھی اس قوم کی بڑی شان و شوکت کی سلطنت ہو چکی ہے ان کے آثار اب تک ملک یمن میں پائے جاتے ہیں۔ از تاریخ ابی الفداء تا قلائن ابی سعید المغربی ۱۲ منہ۔

بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ۝۳۷ قَالَ يٰٓاَيُّهَا

الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ۝۳۸ قَالَ عِفْرِيْتٌ* مِّنَ

الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ۝۳۹

قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ؕ

فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۖ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ* اَمْ

اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ۝۴۰

ترجمہ:......(بلقیس) کہنے لگی کہ اے سردارو! میرے معاملہ میں رائے دو میں کوئی بات تمہارے حاضر ہوئے بغیر طے نہیں کرتی۝۳۲ انہوں نے کہا ہم لوگ زور آور اور بڑے (سخت) لڑنے والے ہیں اور (آگے) سرکار کو اختیار ہے جو کچھ حکم دیں اس کو غور کر لیں۝۳۳ (بلقیس نے) کہا جب کسی شہر میں بادشاہ (بہ زور) داخل ہوا کرتے ہیں تو اس کو اُجاڑ کر دیتے ہیں اور وہاں کے عزت داروں کو ذلیل کر ڈالتے ہیں اور یوں ہی کیا بھی کرتے ہیں۝۳۴ اور میں (اول) ان کے پاس کوئی تحفہ بھیجتی ہوں پھر دیکھتی ہوں کہ ایلچی کیا جواب لے کر آتے ہیں۝۳۵ پس جب ایلچی سلیمانؑ کے پاس پہنچا تو (سلیمان نے) کہا کہ کیا تم میری مدد مال سے کرنا چاہتے ہو؟ سو جو کچھ مجھ کو اللہ نے دے رکھا ہے اس سے بہت بہتر ہے جو تم کو دے رکھا ہے بلکہ تم ہی کچھ اپنے تحفہ سے خوش ہوتے ہو گے۝۳۶ ان کی طرف واپس جاؤ ہم ان پر ایک ایسا لشکر بھیجتے ہیں کہ جس کا وہ مقابلہ ہی نہ کر سکیں گے اور ہم ان کو وہاں سے ذلیل (وخوار) کر کے نکال دیں گے۝۳۷ (سلیمان نے) کہا اے سردارو! تم میں ایسا کوئی ہے کہ اس کے حاضر ہونے سے پہلے میرے پاس اس کا تخت لا حاضر کرے۝۳۸ ایک زور آور جن بول اٹھا کہ آپ کے دربار سے اٹھنے سے پہلے ہی میں اس کو لا حاضر کرتا ہوں اور میں اس پر قوی بھی ہوں (اور) امانت دار بھی۝۳۹ اس شخص نے کہ جس کے پاس کتاب کا علم تھا (یہ) عرض کیا کہ میں اس کو حضور کی آنکھ جھپکنے سے پہلے لا حاضر کرتا ہوں پھر جب اس تخت کو سلیمان نے اپنے پاس دھرا پایا تو کہنے لگے کہ یہ میرے رب کی عنایت سے ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور جو کوئی شکر کرتا ہے تو اپنے بھلے کو اور جو کوئی ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بھی بے پروا عزت والا ہے۝۴۰۔

بلقیس کا اپنے درباریوں سے مشورہ اور ان کا جواب

تفسیر:......انہوں نے کہا ہم بڑے قوی اور بڑے لڑنے والے لوگ ہیں سلیمان سے کچھ خوف نہیں مگر تاہم جو آپ کی رائے ہو وہی ٹھیک۔ بلقیس بڑی عقل مند عورت تھی، سوچا کہ لڑائی کا انجام برا ہے اگر غالب آ گیا تو آ کر الٹ پلٹ دے گا عزت داروں کو ذلیل کر دے گا اور بادشاہوں کا یہی دستور ہے صلح کر لینی بہتر ہے۔ اول مرتبہ اس کے پاس جانا تو مصلحت نہیں تحفہ تحائف دے کر ایلچیوں کو بھیجنا چاہیے اس سے سلیمان کی پوری کیفیت معلوم ہو جائے گی۔ یہ بات سب کو پسند آئی۔ بڑے بڑے بیش قیمت ہدیے دے کر ایلچیوں کو بھیجا تاکہ سلیمان

● ...... عفریت التاء زائدة لانه من العفر يقال عفريت و عفرية هو القوى الشديد او خبيث مارد۔

● ...... ااشكر ام اكفر جملة فى موضع نصب اى ليبلو شكرى و كفرى ۱۲ منہ

اس مال کو دیکھ کر نرم ہو جائیں۔ مگر سلیمان علیہ السلام کا مقصد اس بت پرست بادشاہ زادی کو اسلام میں لانا اور برائی سے بچانا تھا اس لیے ان تحفوں کو کچھ بھی خاطر میں نہ لا کر یہ فرمایا کہ اللہ کا دیا میرے پاس بہت کچھ ہے۔ ایسے ہدیوں سے تمہیں خوش ہو۔ جاؤ جا کر کہہ دو کہ حاضر ہوں ورنہ میں ایسا بھاری لشکر بھیجتا ہوں کہ جس کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے گا اور میں ان کو وہاں سے ذلیل و خوار کر کے نکال دوں گا۔

بلقیس کے تخت کا دربار سلمانی میں حاضر ہونا:...... ایلچی تو ادھر روانہ ہوئے ادھر حضرت سلیمان نے اپنے درباریوں سے کہا کوئی ہے کہ اس کے آنے سے پیشتر میرے پاس اس کا تخت اٹھا لائے؟ ایک بڑے قوی جن نے کہا میں اس کو حضور کے پاس آپ کے دربار کے برخاست ہونے سے پہلے لے آتا ہوں۔ میں قوی بھی ہوں امانت دار بھی ہوں اس میں کچھ خیانت نہ کروں گا۔ مگر اس شخص نے کہ جس کو کتاب الٰہی کا علم تھا، اسم اعظم جانتا تھا یہ کہا کہ میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آتا ہوں۔ چنانچہ اس نے لا کر سلیمان کے سامنے اس کو کھڑا کر دیا۔ سلیمان نے اس پر اللہ کی عنایت کا بڑا شکر ادا کیا۔ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا . . . الخ بھی کہہ دیا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرتا ہے تو اپنے لیے، یعنی اللہ کو اس کا کچھ فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ بندے کو پہنچتا ہے کہ وہ اور بھی نعمتیں اس کو عطا کرتا ہے اور جو کوئی ناشکری کرتا ہے تو اللہ کو کچھ بھی پروا نہیں۔ (یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو دولت و حکومت کا کچھ بھی نشہ نہیں چڑھتا)۔

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾
فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ
قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ
مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً
وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ۬ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ
ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾ ع

ترجمہ:...... سلیمان نے حکم دیا کہ اس کے تخت کو متغیر کر دو (اس کے امتحان کے لیے) تا کہ ہم دیکھیں کہ وہ راہ پر آتی ہے یا ان میں سے ہوتی ہے جو راہ نہیں پاتے ﴿۴۱﴾ پھر جب وہ آئی تو کہا گیا کہ کیا آپ کا تخت بھی ایسا ہی ہے؟ ملکہ نے کہا گویا یہ (ہو بہو) وہی ہے اور ہم کو تو پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا (آپ برگزیدہ نبی ہیں) اور ہم تو فرماں بردار ہو چکے ہیں ﴿۴۲﴾ اور اس نے کہا اللہ کے سوا جو وہ غیر معبودوں کو پوجا کرتی تھی اس سے اس کو باز رکھا کیوں کہ وہ کافروں میں سے تھی ﴿۴۳﴾ ملکہ سے کہا گیا کہ وہ محل میں چلیے پھر جب اس نے اس کو دیکھا تو اس کے صحن بلوری کو پانی سمجھی اور اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا دیا سلیمان نے کہا کہ یہ تو ایک حوض ہے شیشوں سے پٹا ہوا وہ بولی کہ اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا اور میں سلیمان کے ساتھ اللہ کی حکم بردار ہوئی جو جہان کا رب ہے ﴿۴۴﴾۔

ترکیب:...... ننظر بالجزم علی الجواب وبالرفع علی الاستیناف وصدها الفاعل ما کانت اما الضمیر الراجع الی اللہ تعالیٰ او الی سلیمان ای وصدها عما کانت . . . الخ عبادتها الشمس عن التقدم الی الاسلام انها بالکسر علی الاستیناف

و بالفتح علی البدل من مایکون ما علی ھذا مصدریۃ الصرح القصر و قیل عرصۃ الدار۔ ❶

تخت کے ذریعے بلقیس کی آزمائش

تفسیر:...... قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا . . . الخ یہاں سے پھر اصل قصہ شروع ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس کے تخت میں کچھ ایسا تغیر و تبدل کر دو کہ اس کی پہلی صورت بدل جائے تاکہ میں جب بلقیس آوے تو اس کی عقل کا امتحان کروں کہ یہ دنیاوی چیزوں کی پہچان میں جب یہ حال ہے تو اللہ کی ذات و صفات کے پہچاننے میں تم نے کتنی غلطی نہ کی ہوگی؟ چنانچہ وہ آئی اور اس سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کا ہی تخت ہے؟ اس کو پہچان نہ سکی دھوکے میں آ گئی کہا ایسا ہی میرا بھی تخت ہے۔ اس کو اس کے مشابہ بتلایا یہ نہیں کہا کہ یہ وہی ہے۔ مگر تھوڑی دیر بعد بلقیس کو معلوم کرایا گیا کہ یہ وہی تخت ہے۔

بلقیس کی حق گوئی:...... اس پر اس نے بطور معذرت کے کہا وَأُوْتِيْنَا الْعِلْمَ . . . الخ کہ حضور ہم کو کیا آزماتے ہیں ہم کو تو اس حالت سے پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ آپ بڑے طاقت ور ❷ ہیں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ اور ہم یہاں حاضر ہونے سے پہلے ہی آپ کے فرماں بردار ہو چکے ہیں جس لیے حاضر ہوئے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ حضرت سلیمان کا کلام ہے کہ ہم کو پہلے ہی معلوم تھا کہ تو نہ بتلا سکے گی اور ہم ہمیشہ سے اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ اور بلقیس کو ایمان لانے سے آفتاب پرستی نے روک رکھا تھا اور یہ اس لیے کہ وہ بھی کافر قوم میں سے تھی۔ وَصَدَّهَا . . . الخ کے یہ معنی ہیں۔ یا یہ کہ سلیمان نے اس کو عبادت غیر اللہ سے روک دیا۔

حضرت بلقیس کا ایک اور امتحان:...... پھر دوسرا امتحان اور کیا گیا قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ صرح قصر کو بھی کہتے ہیں یعنی محل، اور اس کے صحن کو بھی کہتے ہیں۔ حضرت سلیمان نے ایک ایسا محل بنایا تھا کہ جس کا صحن پانی کا حوض تھا جس میں رنگ برنگ کی مچھلیاں تھیں مگر اس کو اوپر سے صاف بلور یا سفید شیشے سے پاٹ دیا تھا اس کے اوپر سے آتے جاتے تھے۔ جب بلقیس کو دربار میں بلایا تو اس محل کے صدر میں تخت بچھوا کر اس پر بیٹھے اور بلقیس کو آنے کا حکم دیا۔ جس کا راستہ اسی حوض پر سے تھا۔ شیشہ و بلور میں پانی لہرانا اور مچھلیوں کا پھرنا دیکھ کر یہ سمجھی کہ حوض ہے اس لیے پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا وہ سمجھ گئی تھی کہ گھٹنے سے کم ہی کم پانی ہے۔ کپڑا اٹھانا تھا کہ سلیمان نے فرمایا اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ یہ حوض پانی کا شیشوں سے پٹا ہوا ہے کپڑا اٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

وہ عورت تھی اور اس پر بادشاہ ملک کے عین دربار میں اس کی بے عقلی اور گنوار پن ثابت ہو جانے سے اس کو سخت ندامت ہوئی اور سمجھ گئی کہ میری عقل خاک بھی نہیں۔ سلیمان علیہ السلام کے روبرو صاف کہہ دیا۔

حضرت بلقیس کی شرک سے توبہ:...... رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ . . . الخ کہ اے رب اس وقت تک میں بڑی خطاوار تھی اب سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین پر ایمان لائی۔ سلیمان کے ساتھ سے یہ مراد کہ سلیمان کی ہدایت اور رہ نمائی سے یا یہ کہ جس طرح سلیمان لائے ہیں اسی طرح میں بھی کیوں کہ رب العالمین کے پہچاننے سے پہلے سے قاصر تھی۔

قصہ تمام ہوا اب قرآن میں اس بات کا کچھ ذکر نہیں کہ سلیمان کے ساتھ اس نے شادی کی اور وہیں رہ گئی یا پھر یمن میں چلی گئی۔ نہ یہ کہ اس وقت تک اس کی شادی ہو چکی تھی کہ نہیں اور پھر شادی یمن میں کس کے ساتھ ہوئی؟ ان باتوں کا ثبوت تو ارخ سے ہوگا ہم کو ان

---

❶ ...... قال ابن قتیبۃ: الصرح بلاطہ اتخذ لھا من قواریر و جعل تحتہ ما۔ و سمک (و اصلہ من التصریح و ھو الکیف)۔ لجۃ ھی معظم الماء ای مسقف مسطح۔ الممرد المحکوک المماس و منہ الامرد لملاسۃ وجہ و الشجرۃ المرداء التی لا ورق لھا ۱۲ منہ۔ ❷ ...... کیونکہ تخت منگا لیا اسی لیے ہم مطیع ہو کر آئے ہیں ۱۲ منہ۔

سے کچھ سروکار نہیں۔ نہ یہ بات قرآن سے ثابت ہے۔ کہ بلقیس پر سلیمان غائبانہ عاشق تھے اور بلقیس کسی پری یا جنیہ کے پیٹ سے پیدا ہوئی تھی اس لیے مشہور تھا کہ اس کی پنڈلیوں پر بال ہیں اس بات کے دریافت کرنے کو سلیمان نے یہ تدبیر کی تھی۔ یہ سب افسانے ہیں جو اپنے خیالات کے مطابق لوگوں نے قرآن واحادیث میں شامل کر دیے ہیں، واللہ اعلم۔

فوائد: (۱) قرآن مجید سے صرف یہ ثابت ہوا کہ ہدہد نے حضرت سلیمان سے بلقیس کی مفصل کیفیت بیان کی۔ اور حضرت سلیمان نے ہدہد کو نامہ دے کر بھیجا جس میں ظاہر کیا گیا تھا کہ بلقیس مطیع ہو کر یہاں آوے۔ بلقیس کے آنے سے پیشتر سلیمان نے اس کا تخت منگا لیا جس کے لانے کی بابت عنفریت جن نے یہ کہا تھا کہ میں آپ کے اٹھنے سے پیشتر اس کو لا سکتا ہوں مگر ایک شخص نے کہ اس کو کتاب کا علم تھا (نہ اس کا قرآن میں نام بتلایا ہے نہ یہ کہ کون سی کتاب کا اس کو علم تھا نہ یہ کہ کتاب کے علم سے کیا مراد ہے؟ ہاں مفسروں نے اس کا نام آصف ابن برخیا بتلایا ہے اور اس کو سلیمان کا وزیر کہا ہے اور علم کتاب سے مراد اسم اعظم کا علم بتلایا ہے) اس کو لا موجود کیا۔ بلقیس آئی اور اسلام لائی۔

(۲) ان باتوں پر عقلی قاعدہ سے کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا، مگر تاہم مخالفین نے دو قسم کے اعتراضات کیے ہیں اول اہل کتاب نے کہ یہ قصہ ہماری کتابوں میں نہیں اس لیے غلط ہے۔

اس کا جواب ہم بار ہا دے چکے ہیں کہ بہت سی کتابوں کے بائیبل میں حوالے ہیں اور اب وہ کتابیں مفقود ہیں۔ تو پھر اہل کتاب کیوں کر کہہ سکتے ہیں کہ یہ واقعہ ان میں نہ ہوگا۔ (ملاحظہ ہو اول سلاطین کا باب) پھر سلیمان کے جملہ حالات کا حصر صرف کتاب السلاطین وغیرہ کتب بائیبل پر کیوں کر سمجھ لیا؟ دوسرا اعتراض فلسفیانہ خیالات کا ہے۔

(۱) یہ کہ اگر ہدہد جانور ہے تو اول اس کی رفتار میں ایسی سرعت کہاں کہ تھوڑی دیر میں شام کے ملک سے اڑ کر یمن میں پہنچ جائے اور وہاں سے لوٹ کر آ جائے دوم اس جانور کو خدا پرستی اور آفتاب پرستی میں کیا فرق؟ اور پھر اس نے اس قدر لمبی چوڑی گفتگو سلیمان سے کیوں کر کی؟ یہ باتیں بعید از قیاس ہیں۔

(۲) سلیمان علیہ السلام شام کے بادشاہ تھے کیا ان کو بلقیس کا حال معلوم نہ ہوا ہوگا؟ جو وہ بھی ایک بڑی سلطنت کی مالک تھی۔ باوجودیکہ تم کہتے ہو جن وشیاطین ان کے تابع تھے، پھر صرف ہدہد وغیرہ نے خبر دی؟

(۳) سیکڑوں کوسوں کے فاصلہ سے بلقیس کا تخت پلک جھپکنے سے پہلے سلیمان کے پاس کیوں کر آ گیا اور علوم الکتاب سے یہ قدرت کب حاصل ہو سکتی ہے کیا اب ایسے لوگ نہیں کہ ایک کتاب تو کیا سیکڑوں کتابوں کو دھوئے بیٹھے ہیں وہ تو دو کوس سے بھی اتنی جلدی تخت تو کیا کوئی تختہ بھی نہیں لا سکتے۔ یہ باتیں پرانے افسانے ہیں۔

ان کے جواب معتزلہ اور ان کے پیروان ومریدان نے بذریعہ تاویل کے یوں دیے ہیں کہ الطیر جمع طائر پرند کو بھی کہتے ہیں اور تیز گھوڑے کے سوار کو بھی جیسا کہ کسی ❶ حدیث میں آیا ہے کہ بہتر وہ شخص ہے کہ جو گھوڑے کی لگام کو اللہ کی راہ میں تھامے ہوئے تیار ہو۔ یطیر جہاں کھٹکا پائے اُڑ جائے۔ الغرض کلام عرب میں طائر تیز گھوڑے کے سوار کو بھی کہتے ہیں۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ جمع طائر یعنی سواروں کی فوج کو دیکھا ان میں ہدہد کو نہ پایا جوان کا سپہ سالار تھا اور ہدہد کا سپہ سالار ہونا کتاب ❷ السلاطین سے ثابت ہے وہ نمک حلال سلطنت تھا، بغیر اطلاع یمن کی طرف بلقیس کے حالات دریافت کرنے چلا گیا اور سلیمان کو آ کر خبر دی۔

---

❶...... قال رسول اللہ ﷺ من خیر معاش الناس لھم رجل ممسک عنان فرسہ فی سبیل اللہ یطیر علی متنہ کلما سمع ھیعۃ او فزعۃ طار علیہ... الخ رواہ مسلم۔ ❷...... اول کتاب السلاطین کے دسویں باب میں اور ۲ کتاب التواریخ کے ۹ باب میں سلیمان کے پاس سبا کی ملکہ کا حاضر ہونا لکھا ہے۔ اول کتاب التواریخ کے خاتمہ میں داؤد کے دیگر حالات کا حوالہ سموئیل بین کی تاریخ اور ناتن نبی اور جادغیب بین کی تاریخ کا دیا ہے آج مفقود ہیں ۱۲ منہ۔

فَمَکَثَ غَیْرَ بَعِیْدٍ کے یہ معنی نہیں کہ اسی وقت آموجود ہوا بلکہ بہت زمانہ نہیں گزرا معمولی زمانہ سفر سے بہت جلد آ گیا۔ لوگوں نے ہدہد کو سچ مچ کا ہدہد جانور سمجھ لیا اور تفصیلی خبر سلیمان کو معلوم نہ تھی اور یہ ممکن ہے کیوں کہ اس عہد میں تار اور ریل نہ ہونے کی وجہ سے غیر مملکتوں کے حال تفصیل سے بمشکل معلوم ہوتے تھے۔ اب رہا تخت کا طرفۃ العین میں حاضر ہونا سو یہ قرآن مجید سے ثابت نہیں۔ جو ثابت ہے وہ صرف یہ ہے کہ جب سلیمان نے اس کو اپنے روبرو دیکھا تو شکر کیا کہ ایک بادشاہ کا تخت میرے روبرو اللہ کی عنایت سے موجود ہے، ہاں ایک عفریت بمعنی قوی جن یعنی عمالیقی آدمی نے یہ کہا تھا۔ اور قوی اور سخت آدمیوں کو جن سے تعبیر کیا کرتے ہیں جس طرح نیک کو فرشتہ سے اور خوبصورت کو پری سے۔ اور ایک اہل علم نے بھی کہا تھا کہ میں طرفۃ العین میں لا حاضر کرتا ہوں۔ اب یا تو وہ ان کی زیادہ گوئی تھی یا ایک محاورہ کی بات ہے جلدی کام کرنے کو کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ کام طرفۃ العین میں یا پلک جھپکنے میں ہو گیا یا کر دوں گا لیکن اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ پلک جھپکنے میں تخت آ گیا یہاں تک کہ اس کے لانے والے کا نام بھی نہیں بتلایا بلکہ یہ کہا ہے فَلَمَّا رَاٰہُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَہٗ ممکن ہے یہ اہل علم کسی حکمت عملیہ سے تخت کو لایا ہو اجلد لایا ہو۔

منکروں کے اعتراضات کا جواب:...... صحیح جواب یہ ہے کہ جانور کا خط لے جانا کچھ مشکل بات نہیں۔ طوطے اور مینا کی گفتگو اور مالک کو باتوں پر مطلع کر دینا بار مشاہدہ میں آیا ہے پھر ہدہد نے ایسا کیا ہو تو کیا محال بات ہے؟ اور جب ہم یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ جن ایک جداگانہ مخلوق ہے اس کے افعال وقویٰ انسانی افعال وقویٰ سے کہیں زیادہ قوی ہیں۔ تو پھر اس سے ایسی بات کیا بعید ہے۔ اسی طرح اسماء الٰہی اور روحانیات کی طاقتیں حد سے باہر ہیں جو اس زمانہ میں مفقود ہیں۔ پھر سلیمان علیہ السلام کے پاس اگر کوئی ایسا شخص ہو تو کیا بعید ہے انسان کی عادت ہے جس بات کو آنکھ سے نہیں دیکھتا اور وہ اس کے نزدیک محال معلوم ہوتی ہے تو انکار کر دیتا ہے۔ تار برقی اور ریل کے جاری ہونے سے پیشتر جو کوئی ان کے حالات بیان کرتا تو مجنون شمار کیا جاتا۔ تمام عالم اللہ کے عجائب اسرار کا مجموعہ ہے۔

اس وقت کے تعلیم یافتوں نے سمجھ لیا ہے کہ ہم نے سب کا احاطہ کر لیا ہے۔ حالانکہ اسرار روحانیات اور ان کی تاثیرات اور نفوس قدسیہ کی قوتیں جو کرامت یا معجزہ کہلاتی ہیں ابھی تک ان کے ذہن بلید تک بھی نہیں پہنچیں، ان فنون سے ناآشنائے محض ہیں اس لیے انکار کرتے ہیں تمسخر سے پیش آتے ہیں، واللہ اعلم۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ
يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا
تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ؕ قَالَ
طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ
يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ
ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا

وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۝۵۰ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا
دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ۝۵۱ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۝۵۲ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ۝۵۳ وَلُوْطًا
اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ۝۵۴ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ
شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ۝۵۵ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ
اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ۝۵۶
فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ۝۵۷ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ
مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ۝۵۸ ع

ترجمہ:......اورالبتہ قوم ثمود کی طرف بھی ہم نے ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا (یہ حکم دے کر) کہ اللہ کی بندگی کیا کرو پھر تو وہ دوفریق ہوکر باہم جھگڑنے لگے۝۴۵ صالح علیہ السلام نے کہا کہ اے قوم تم کس لیے نیکی سے پہلے برائی کے لیے جلدی کرتے ہو تم اللہ سے معافی کیوں نہیں مانگتے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۝۴۶ انہوں نے کہا ہم کو تو تجھ سے اور تیرے ساتھ والوں سے نحوست معلوم ہوئی صالح علیہ السلام نے کہا تمہاری نحوست اللہ کی طرف سے ہے بلکہ تم ایک ایسی قوم ہو کہ جو آزمائش میں ڈالی گئی ہے۝۴۷ اور اس شہر میں نو شخص ایسے تھے کہ جو زمین میں فساد مچاتے پھرتے تھے اور صلاح نہ کرتے تھے۝۴۸ انہوں نے کہا باہم اللہ کی قسم کھاؤ کہ صالح علیہ السلام اور اس کے گھر والوں پر شب خون ماریں پھر اس کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم اس کے کنبہ کی ہلاکت کے وقت موجود ہی نہ تھے اور ہم بے شک سچے ہیں۝۴۹ اور انہوں نے ایک داؤ کیا تھا اور ہم نے بھی ایسا داؤ کیا کہ ان کو خبر بھی نہ ہوئی۝۵۰ پھر دیکھو ان کے مکر کا کیسا انجام ہوا کہ ہم نے ان کو اور ان کی تمام قوم کو غارت کر دیا۝۵۱ پھر یہ ان کے گھر ہیں کہ خالی پڑے ہوئے ان کے ظلم کے سبب البتہ اس میں ایک بڑی نشانی ہے۝۵۲ ان کے لیے جو جانتے ہیں اور جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کیا کرتے تھے ان کو بچا لیا۝۵۳ اور (ہم نے) لوط علیہ السلام کو بھی (بھیجا تھا) جب کہ لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تم دیکھ بھال کر بھی بے حیائی کے کام کرتے ہو۝۵۴ کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں پر خواہش کر کے آتے ہو؟ (کچھ نہیں) بلکہ تم جاہل قوم ہو۝۵۵ پھر اس کی قوم کا اور کوئی جواب نہ تھا بجز اس کے کہ یہ کہہ دیا لوط علیہ السلام کے گھرانے کو اپنی بستی سے نکال دو کیونکہ یہ لوگ بڑے ستھرے ہیں۝۵۶ پھر ہم نے لوط علیہ السلام اور اس کے گھرانے کو بچا لیا مگر اس کی بیوی کو (کیونکہ ہم اس کو پیچھے رہ جانے والوں میں ٹھہرا چکے تھے۝۵۷ اور (باقی) سب پر (پتھروں کا) مینہ برسا دیا پھر ڈرائی ہوئی قوم کا کیا ہی برا مینہ تھا۝۵۸۔

تفسیر:......وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا یہ تیسرا قصہ حضرت صالح علیہ السلام کا ہے اس کی شرح ہو چکی مگر اس جگہ عبارت کا حل کرنا ضروری ہے۔

قوم صالح کے دوفریق بن گئے:......فَاِذَا هُمْ . . . الخ جب صالح علیہ السلام نے وعظ و دعوت اسلام شروع کی تو دوفریق ہو گئے ایک اہل توحید کا دوسرا وہی گمراہوں کا اور باہم جھگڑنے لگے لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اگر تم نہ مانو گے تو عذاب الٰہی نازل

ہوگا۔ وہ کہنے لگے عذاب کیوں نہیں آتا؟ اس پر صالح علیہ السلام نے فرمایا اللہ سے بدی کیوں مانگتے ہوں بھلائی خیر و برکت مانگو ایمان لاؤ استغفار کرو۔

قوم صالح کی نحوست:...... قَالُوا اطَّيَّرْنَا حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت کے بعد ان پر کچھ خشک سالی نمودار ہوئی تھی اس پر وہ صالح علیہ السلام سے کہنے لگے یہ تو تجھ سے اور تیرے ساتھ والوں سے نحوست آئی ہے۔ صالح علیہ السلام نے فرمایا یہ تمہارے اعمال کی نحوست اللہ کے ہاں مقدر تھی اور تم کو اس سے آزمایا جاتا ہے، بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ۔

حضرت صالح علیہ السلام کے قتل کی سازش:...... شہر میں نو شخص بڑے بدمعاش تھے باہم قسم کھائی کہ رات کو گھر میں گھس کر صالح علیہ السلام اور اس کے کنبے کو قتل کر ڈالو اور پھر اس کے وارثوں سے کہہ دینا کہ ہم وہاں موجود نہ تھے۔ آخر اللہ نے صالح علیہ السلام کو محفوظ رکھا اور وہ تمام قوم آسمانی بلا سے ہلاک ہوئی اور ان کے گھر خالی ہو گئے ان کا داؤ غلط ہوا اللہ کی تدبیر صادق ہوئی ان کے مکر اور فریب کی پاداش کو مکر و فریب سے تعبیر کرنا ایک محاورہ ہے۔ ع

بدی را بدی سہل باشد جزا

حالانکہ بدی کی جزا بدنہیں مگر چونکہ دونوں فعل ایک قسم کے ہوتے ہیں اس لیے علیٰ سبیل المشاکلۃ اس پر بھی وہی لفظ بولا جاتا ہے جو لوگ ایسے محاورات نہیں سمجھتے وہ قرآن پر الزام لگاتے ہیں کہ اس میں خدائے قدوس کو بری صفات سے متصف بنایا ہے۔

وَلُوْطًا... الخ یہ چوتھا قصہ حضرت لوط علیہ السلام کا ہے وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ یعنی تم جانتے ہو کہ یہ بے حیائی کا کام ہے پھر اس کو کیے جاتے ہو اس بات کا ان کی طرف سے یہی جواب تھا کہ لوط علیہ السلام کو اپنے شہر سے نکال دو یہ بڑی پاکیزگی ظاہر کرتے ہیں اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ استفہام انکاری ہے یعنی تم کو ایسا نہ کرنا چاہیے کہ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے یعنی لڑکوں سے شہوت رانی کرو قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ۞ حضرت لوط علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ بڑی رات سے شہر چھوڑ کر چلے جانا جو پیچھے رہے گا ہلاک ہوگا۔ بیوی پیچھے رہ گئی تو وہ ہلاک ہوئی۔ فرماتا ہے کہ ازل میں ٹھہر گیا تھا کہ وہ پیچھے رہے گی۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ؕ۵۹

ترجمہ:...... کہو سب تعریف اللہ کو ہے اور سلام اس کے برگزیدہ بندوں پر ہے بھلا اللہ بہتر ہے یا وہ کہ جن کو وہ شریک بناتے ہیں ۵۹۔

خطبۂ حمد و ثناء

تفسیر:...... حضرت انبیاء علیہم السلام کے قصے بیان فرما کر اور مخالفوں پر ہلاکت کا آنا ظاہر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب کرتا ہے کہ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى کہہ دو کہ سب تعریف اللہ کو ہے کہ جس نے اپنے پاک باز بندوں کو بچا لیا اور سرکشوں کو ہلاک کیا اور ان تمام برگزیدوں پر سلام و صلوٰۃ کہ جنہوں نے اللہ کی راہ میں مخالفوں کے کیسے کیسے جور و جفا اٹھائے۔ یہ کلام گویا قصص سابقہ کا خاتمہ ہے پر کس خوبی کا خاتمہ کہ جس کا بیان نہیں اور نیز کلام آئندہ باتوں کے لیے تمہید بھی ہے کہ اللہ کی تعریف اور برگزیدوں پر سلام کر کے کوئی نصیحت یا عمدہ کام شروع کرنا چاہیے۔ اس کے بعد مشرکین کو اپنے عجائب قدرت ملاحظہ کراتا جاتا ہے اور پوچھا جاتا ہے کہ بتلاؤ اللہ کے سوا یہ کس کے کام ہیں؟ اول تو مجملاً یہ فرما دیا کہ تمہارے معبود بہتر ہیں یا اللہ؟

پارہ (۲۰) اَمَّنْ خَلَقَ

الجزء العشرون (۲۰)

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ
حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ
هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ
لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا
يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ
الْاَرْضِ ؕ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ
وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ
عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ
وَالْاَرْضِ ؕ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ لَّا
يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾
ع بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

ترجمہ:...... بھلا کس نے آسمان وزمین بنائے اور (کس نے) تمہارے لیے آسمان سے پانی اُتارا ہے؟ پھر ہم نے ہی اس سے تروتازہ باغ اُگائے تمہیں کیا مقدور تھا کہ تم ان کے درخت اُگاتے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟ بلکہ یہ وہ ہی لوگ کج روی کر رہے ہیں ﴿۶۰﴾ بھلا وہ کون ہے کہ جس نے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور اس میں ندیاں جاری کیں اور زمین کے لیے لنگر بنائے (پہاڑ) اور دو دریاؤں میں پردہ رکھا کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟ بلکہ وہ اکثر بے علم ہیں ﴿۶۱﴾ بھلا کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کیا کرتا ہے اور برائی کو دور کر دیتا ہے اور تم کو زمین کا خلیفہ بناتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی اللہ ہے؟ تم بہت ہی کم سمجھتے ہو ﴿۶۲﴾ وہ کون ہے جو تم کو جنگل اور دریا کی اندھیریوں میں رستہ بتلایا کرتا ہے۔ اور کون خوش خبری کی ہوائیں چلایا کرتا ہے اپنی رحمت ❶ سے آگے کیا کوئی اور بھی معبود اللہ کے ساتھ ہے؟ اللہ ان کے شرک کرنے سے بالاتر

❶ ...... بارش ۱۲ منہ۔

ہے۞ بھلا وہ کون ہے جو از سر نو خلقت کو پیدا کرتا ہے پھر اس کو دوبارہ بنا دے گا اور کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے روزی دیا کرتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟ کہو اپنی سند تو لاؤ اگر تم سچے ہو۞ کہو اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین کا کوئی بھی رہنے والا غیب کی بات نہیں جانتا اور اس کی بھی ان کو کیا خبر کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۞ بلکہ آخرت کے باب میں تو ان کی سمجھ گئی گزری ہے بلکہ وہ تو اس سے شک ہی میں ہیں بلکہ وہ تو اس سے اندھے ہی ہیں۞۔

تفسیر:...... پھر اس کے بعد یہ چند دلائل اللہ کے بہتر اور قادر مطلق وحدہٗ لاشریک لہٗ ہونے پر بیان فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظاہرے:......(۱) آسمان اور زمین کا پیدا کرنا پھر اوپر سے پانی برسا کر اس سے عمدہ عمدہ اور کارآمد باغ اور درخت اُگانا یعنی اس نے تمہارے لیے آسمان وزمین کا گھر بنایا اور اس میں تمہارے لیے روزی بھی پیدا کی۔

(۲) زمین کو ٹھہرنے کے لیے بنایا اور اس میں پہاڑ اور نہریں بنائیں جو انسان کے راحت کے سامان ہیں دو دریاؤں میں پردہ رکھا۔

(۳) بے قراری کے وقت انسان کی فریاد رسی وہی کرتا ہے نہ کہ اور۔ تم کو زمین کا خلیفہ بناتا ہے ایک کے بعد دوسرا وارث و مالک ہوتا آتا ہے یعنی اس کا احسان تم پر پشت در پشت ہے۔

(۴) تم کو جنگل اور دریا کی اندھیریوں میں رستہ وہی بتاتا ہے۔ جنگل میں درختوں کی اندھیری رات پھر رات کی پھر ابر کی اسی طرح سمندر کے سفر میں جب راستہ بھول جاتے ہیں وہاں وہی رہنمائی کرتا ہے۔

(۵) بارش کے آنے سے پیشتر خوش آئندہ ہوائیں وہی چلاتا ہے۔

(۶) وہی ابتداءً پیدا کرتا ہے وہی مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرے گا۔ مبدأ و معاد کی طرف بھی معاش کے بعد اشارہ کر دیا۔

(۷) آسمان سے پانی کے ذریعہ سے اور زمین سے نباتات کے واسطے سے ہم ہی تم کو روزی دیا کرتے ہیں یہ سب کام اللہ تعالیٰ کرتا ہے یا کوئی اور یعنی اور کوئی معبود نہیں تمہارے بتوں کے معبود ہونے پر کیا دلیل ہے؟ آسمان اور زمین کی مخفی بات اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا پھر وہ اللہ کے شریک کس بات سے ہو گئے؟ بلکہ ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ مر کر کب زندہ ہوں گے۔ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ ای انتھی و تکامل یعنی باوجودیکہ مشرکین کو معلوم کرا دیا گیا کہ آخرت برحق ہے مگر پھر بھی اس سے شک میں ہیں۔ یا یہ معنی کہ ادارک بمعنی انتھی و فنی من قولک ادرکت الثمرۃ لان تلک غایتھا التی عندھا تعدم (ک) کہ ان کا علم آخرت کے بارے میں نیست ہو گیا جس لیے وہ شک میں ہیں بلکہ اس سے اندھے ہیں۔ ان تین باتوں کے لیے تین اضراب ہوئے کہ ان کو حشر کا وقت معلوم نہیں ❶ بلکہ اس کو جان بھی نہیں سکتے بلکہ اس سے شک میں ہیں بلکہ اس سے اندھے ہیں۔ واللہ اعلم۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَ اِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ۞ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا
نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۞ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ
فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ۞ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ

---

❶...... یہاں سے اضرابات کا مضمون شروع ہوتا ہے ۱۲۔

مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ عَسٰٓى
اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى
النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ
وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾

ترجمہ:......اور منکروں نے کہہ دیا کہ کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مر کر مٹی ہو گئے تو کیا ہم پھر زمین سے نکالے جائیں گے ﴿۶۷﴾ اس کا تو ہم اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا سے بھی وعدہ ہوتا چلا آیا ہے یہ تو صرف پہلوں کی کہانیاں ہیں ﴿۶۸﴾ (سوائے رسول) کہو تم زمین پر پھر چل کر دیکھو کہ کیا انجام ہوا گنہگاروں کا ﴿۶۹﴾ اور (اے نبی) تم ان پر کچھ غم نہ کھاؤ اور نہ ان کے مکر کرنے سے دل تنگ ہوا کرو ﴿۷۰﴾ اور وہ (یہ بھی) کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتلاؤ وہ وعدہ کب پورا ہوگا ﴿۷۱﴾ کہہ دو شاید بعض وہ چیزیں کہ جن کی تم جلدی مچا رہے ہو تمہاری پیٹھ کے پیچھے آ لگی ہوں ﴿۷۲﴾ اور البتہ آپ کا رب تو لوگوں پر فضل کرتا ہے لیکن ان میں سے اکثر شکر بھی نہیں کرتے ﴿۷۳﴾ اور البتہ آپ کا رب جانتا ہے جو کچھ کہ ان کے دلوں میں مخفی ہے اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں ﴿۷۴﴾ اور آسمان و زمین میں ایسی کوئی بھی مخفی بات نہیں کہ جو کتاب مبین میں درج نہ ہو ﴿۷۵﴾۔

ترکیب:......اذا کا عامل لمخرجون کا مدلول وھو محرج نہ خود لمخرجون اس لیے کہ ھمزہ و ان و لام اس کے عمل کرنے سے مانع ہیں ہمزہ کا مکرر آنا انکار کی تاکید کے لیے ردف لکم تبعکم و لحقکم لام تاکید کے لیے زیادہ کیا گیا بعض الذی ردف کا فاعل غائبۃ صفات غالب سے ہے ت مبالغہ کے لیے جیسا کہ راوی کو مبالغۃً راویۃ کہتے ہیں یا اسم ہے۔ ت ایسی ہے جیسے کہ عاقبۃ میں۔

تفسیر:......اب ان کے قصور علم اور اندھے ہونے کا بیان کیا جاتا ہے اور اس مناسبت سے مبدأ میں کلام کر کے معاد میں کلام واقع ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ قیامت میں شک دو ہی بات پر مبنی ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کو اس بات پر قادر نہ سمجھا جائے۔ دوسرے یہ کہ ممکنات اور ان کے حالات کے علم اور یادداشت سے اس کو عاری سمجھا جائے کہ مرنے کے بعد ہر ایک جان دار کے اجزاء کو اسی کے بدن میں جمع کرنا دشوار سمجھا جائے انہیں بناؤں پر وہ حشر کے برپا ہونے میں کلام کرتے تھے۔ اپنا کمال قدرت تو آیات گزشتہ میں ثابت کر دیا تھا کہ ہم نے آسمان و زمین اور سب چیزیں بنائیں اور تمہارے رزق کے کیسے کیسے سامان کیے اس کے بعد اس کی قدرت میں شک کرنا کمال حماقت تھا اس لیے ان کے احمقانہ شبہ کو اس کے بعد نقل کرتا ہے۔

آخرت پر کفار کا اعتراض:...... وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ... الخ یہ شبہ انہیں دونوں باتوں پر مبنی ہے کہ آیا جب ہم مر گئے اور ریزے ریزے ہو گئے پھر ان کو کیوں کر جمع کیا جائے گا؟ گویا اس کی قدرت کا بھی انکار کیا اور علم کا بھی کہ ہر ایک بدن کے اجزاء اس کو کیوں کر معلوم ہوں گے؟ یہ تو اصلی شبہ تھا لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا اس پر ان کی فضول گفتگو کہ یہ ناممکن اور غلط بات ہے۔ نہ صرف ہم سے بلکہ ہمارے باپ دادا سے بھی پہلے انبیاء اور ان کے نائب ایسی باتیں کہتے چلے آئے ہیں۔ یہ کہانیاں اور افسانے ہیں۔

منکرین آخرت کا انجام:......اس کے بعد قُلْ سِيْرُوْا سے اس انکار کا دنیاوی بدنتیجہ بتلاتا ہے کہ ملک میں پھر کر دیکھو ایسے منکروں کا کیا انجام ہوا الٹی ہوئی بستیاں اوندھے گرے ہوئے قصور عالیہ ان کے حال زار پر کیا کیا اشک حسرت بہا رہے ہیں اس آنے والی

مصیبت پر آنحضرت ﷺ کو قوم کا رنج و ملال ہونا ضروری تھا آپ ﷺ سراسر رحمت الٰہی تھے، اس پر آپ کو تسلی دی جاتی ہے وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ کہ آپ ان ازلی بدنصیبوں پر کچھ رنج نہ کیجیے وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ اور نہ ان کے مکر و فریب سے جو آپ کے ساتھ کرتے ہیں تنگ دل ہوں اس چشمۂ الٰہی کو اپنی تدابیر کی ریتلی مٹی سے یہ بند نہ کر سکیں گے بلکہ اس سے تو وہ اور بھی چاروں طرف پھوٹ نکلے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس کے بعد وہ بدنصیب بجائے خوف کرنے اور ایمان لانے کے دلیرانہ یہ پوچھا کرتے تھے مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ . . . الخ اگر سچے ہو تو بتاؤ وہ قیامت یا عذاب ہم پر کب آئے گا؟ اس کا جواب دیتا ہے قُلْ عَسٰى . . . الخ کہ ان سے کہہ دو جس کی تم بہت جلدی کر رہے ہو شاید تمہارے بہت ہی قریب آلگا ہو۔ چنانچہ قحط اور بدر کا واقعہ بہت جلد پیش آیا اور یوں موت تو سر پر ہی کھڑی ہے جو قیامت کا دروازہ ہے مگر اللہ کا فضل و کرم ہے جو جلدی سزا نہیں دیتا اس پر شکر کرنا چاہیے نہ کہ دلیر ہونا مگر اکثر شکر نہیں کرتے۔

قدرت کی بابت تو پہلے کلام ہو چکا گو وہاں سے علم کامل بھی سمجھا جاتا تھا لیکن وہ لوگ بلید الذہن تھے اس لیے علم کا اثبات صراحۃً کرنا پڑا۔ بقولہ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ کہ اللہ ہی ان کی دل کی باتوں کو جانتا ہے۔ یعنی جن کا وجود ذہنی ہے وہ باتیں بھی تو اس سے مخفی نہیں چہ جائے کہ جن کا وجود خارج میں ہو اور ان کے جمیع افعال و حرکات و حالات سے واقف ہے یعنی اعراض کہ جو غیر قار ہیں ادھر موجود ہوئے ادھر مٹ گئے، چہ جائے کہ وہ چیزیں جو عرصہ تک قائم رہتی ہیں۔ پھر تعمیم کرتا ہے وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ کہ ان پر کیا موقوف ہے جو چیزیں ❶ آسمان و زمین میں مخفی ہیں ابھی تک میدان ظہور میں نہیں آئی ہیں وہ سب کتاب مبین یعنی علم الٰہی میں ہیں جس کو کسی خاص اعتبار سے کتب مبین اور کبھی لوح محفوظ سے تعبیر کیا جاتا ہے اس میں ان کے مکر اور مخفی تدابیر پر بھی تہدید ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾
وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ
وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۸﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿۷۹﴾ اِنَّكَ لَا
تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِي
الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾
وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ
النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ:...... بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل کو اکثر وہ باتیں سناتا ہے کہ جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں ﴿۷۶﴾ اور البتہ یہ قرآن ہدایت اور رحمت ہے

❶...... اگرچہ یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ ان چیزوں کو جانتا ہے مگر جب کہ اس کا خالق ہونا تسلیم کر لیا گیا ہے تو خالق کو مخلوق کا علم ہونا ضروری ہے ۱۲ منہ۔

9B

ایمانداروں کے لیے ۷۷ بے شک آپ کا رب ان میں اپنے حکم سے آپ فیصلہ کردے گا اور وہ زبردست (اور) خبردار ہے ۷۸ (اے نبی) پس اللہ پر توکل کیے رہو کیوں کہ تم صریح حق پر ہو ۷۹ البتہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو آواز سنا سکتے ہو (خصوصاً) جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں ۸۰ اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی دور کر کے ہدایت کر سکتے ہیں آپ تو ان ہی کو سنا سکتے ہیں جو ہمارے آیتوں پر ایمان لاتے ہیں سو وہی مان لیتے ہیں ۸۱ اور جب ان پر وعدہ پورا ہوگا تو ان کے لیے ہم زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا (اس لیے) کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں لاتے تھے ۸۲۔

ترکیب:...... اکثر یقص کا مفعول ھادی علی الاضافۃ بالتنوین و النصب علی اعمال اسم الفاعل عن ضلالتھم ھادی سے متعلق اور ممکن ہے العمی سے متعلق یکون و المعنی ان العمی صدر عن ضلالتھم تکلمھم من الکلام او من الکلم اذا قرئ تکلمھم ان الناس بالفتح ای لکلم بان الناس و بالکسر علی الاستیناف۔

تفسیر:...... مبدأ و معاد میں کلام کر کے پھر نبوت میں کلام شروع ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی نبوت کی بڑی کامل اور روشن دلیل قرآن مجید ہے۔ اس لیے سب سے پیشتر قرآن مجید کے ان کمالات کا ذکر کرتا ہے جو اس کے الہامی اور کلام الٰہی ہونے کے صاف شواہد ہیں۔

قرآن میں بنی اسرائیل کے اختلافات کا فیصلہ:...... از انجملہ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۷۶ کہ اہل کتاب کو شرائع و حالات انبیاء و دیگر امور دینی کے جاننے کا بڑا دعویٰ تھا اور اب بھی ان کے بعض لوگ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں جو کچھ عمدہ مطالب ہیں ہمارے ہاں سے لیے گئے ہیں اور عرب کے لوگ بھی ان کو علوم کا سرچشمہ جانتے تھے اور آنحضرت ﷺ باوجودیکہ علوم رسمیہ نہیں جانتے تھے لکھے پڑھے نہ تھے پھر حضرت ﷺ پر وہ قرآن مجید نازل ہونا جو يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ بنی اسرائیل کو بھی ان مواقع میں (کہ جہاں وہ خود گرداب اختلاف باہمی میں غوطے کھا رہے ہیں اور تردداتِ گوناگوں اور شکوک و شبہات بوقلموں میں گرفتار ہیں) رہنمائی کرتا ہے اور جو ٹھیک اور صحیح بات ہے وہی نپی تلی بتلا رہا ہے اس کے الہامی ہونے کی صاف دلیل ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ جو قوم علوم کا سرچشمہ خیال کی جاتی تھی جب قرآن ان کو صحیح بات بتلاتا ہے تو اب بجز اس کے اور کیا خیال ہوسکتا ہے کہ قرآن اس کا کلام ہے کہ جو تمام جاننے والوں سے زیادہ اور صحیح بات جاننے والا ہے اور وہ بجز اس کے اور کون ہے پس قرآن اسی کا کلام ہے۔ اب بطور نظیر کے میں چند وہ مقامات بتلاتا ہوں کہ جہاں قرآن مجید نے علماء بنی اسرائیل اور ان کی کتب محرفہ تورات وانجیل کو ان کی اغلاط فاحشہ پر تنبہ کیا ہے۔

چند اغلاط فاحشہ پر تنبیہ:...... (۱) اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے باب میں بہت سی غلطیاں تھیں ان میں جن کی قرآن مجید نے اصلاح کی۔ اول یہ کہ تورات موجودہ میں ہے کہ اللہ نے چھ روز میں آسمان و زمین کو بنایا اور ساتویں روز آرام کیا۔ حالاں کہ یہ بات غلط ہے کیوں کہ اللہ تھکتا نہیں جو آرام کرے اس لیے قرآن میں فرماتا ہے وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ کہ ہم کو آسمانوں اور زمین کے بنانے میں تکان نہیں ہوا۔

(۲) دوم یہ کہ توریت سفر پیدائش اول باب کے ۲۶ ورس میں ہے تب اللہ نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اپنی مانند بنادیں۔ حالانکہ اللہ کا کوئی مانند نہیں اور نہ اس کی کوئی صورت و شکل ہے یہ باتیں جسمانی چیزوں کے لیے ہوتی ہیں۔ اس لیے قرآن نے اصلاح دی لیس کمثلہ شئی کہ اس کے مشابہ اور اس کے مانند کوئی چیز نہیں ہے۔

(۳) سوم حضرت آدم کے قصے میں عجیب خلط ملط کیا ہے۔ سفر پیدائش کے باب میں لکھا کہ اللہ نے عدن کے پورب طرف ایک

باغ لگایا ہے اور آدم کو وہاں رکھا۔ اور اس باغ کے بیچ میں ایک درخت لگایا جو حیات کا اور نیک و بد کی پہچان کا درخت تھا اور آدم کو اس درخت کے کھانے سے منع کر دیا (بدخیال کہ ہمارے برابر نہ ہو جائے) اور آدم نے پھر اس کو کھا لیا تو اسی رشک و حسد میں آکر باغ سے نکال دیا جیسا کہ اسی سفر کے باب کے ۲۲ جملہ میں ہے اور اللہ نے کہا دیکھو کہ انسان نیک و بد کی پہچان میں سے ایک کی مانند ہو گیا ❶ اور اب ایسا نہ ہو کہ ہاتھ بڑھائے اور حیات کے درخت سے بھی کچھ کھائے اور ہمیشہ جیتا رہے اس لیے اللہ نے اس کو باغ عدن سے باہر کر دیا۔

اس قصہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کس خوبی کے ساتھ صحیح بیان کیا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ پھر اسی سفر باب ورس ۶ میں ہے تب اللہ زمین پر انسان پیدا کرنے سے پچھتایا اور نہایت دل گیر اہوا۔ معاذ اللہ کو کیا نا عاقبت اندیش اور جاہل سمجھا۔

پھر کتاب خروج کے باب ۱۶ اور باب ۱۹ اور کتاب احبار کے باب ۹ و دیگر مقامات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بدلی میں اترا اور خیمہ کے دروازے پر کھڑا رہا اور اس کے منہ سے آگ اور نتھنوں سے دھواں نکلا اور وہ ایک کروبی پر سوار ہو کر اُڑا اور اسرائیل کے ستر لوگوں نے موسیٰ اور ہارون کے ساتھ میں اللہ کو کرسی پر بیٹھے دیکھا اور کھایا پیا۔ اور اس کا لباس برف سا سفید اور اس کے سر کے بال صاف ستھرے اون کی مانند تھے۔ اور نیز کتاب خروج کے باب ۲۰ ورس اور باب ۲۴ ورس اور کتاب یرمیاہ کے باب ۳۲ ورس میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ باپ دادوں کے گناہ کی سزا ان کی تیسری چوتھی پشت کو دیتا ہے۔ اس کا بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فیصلہ کر دیا اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کہ کوئی شخص کسی کا گناہ نہیں اُٹھاتا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ اس کی نیکی بدی اسی کے لیے ہے۔

(۲) ملائکہ کی بابت اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی بابت زنا کاری بت پرستی شراب خوری دغا بازی قتل وغیرہ کی سیکڑوں تہمتیں ان کی توریت و انجیل ❷ میں ہیں چنانچہ انجیل میں مسیح علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے کہ مجھ سے پہلے جس قدر انبیاء آئے تھے چور اور قزاق تھے۔ ❸ ان سب باتوں سے قرآن مجید میں انبیاء کو پاک اور مبرا بتلایا وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ۔

(۳) تاریخی واقعات میں سیکڑوں غلطیاں ہیں اور طرز بیان میں بدعنوانیاں ہیں کہ جن کو حسب موقع قرآن مجید نے درست کیا اور ٹھیک بات کو بتلا دیا۔

(۴) خود یہودیوں میں صدوقی اور فریسی وغیرہ کئی فرقے تھے۔ اس سبب سے کہ جب بار دیگر توریت بنائی گئی تو اس میں آخرت کا کچھ حال نہ لکھا گیا صدوقی فرقہ آخرت کا منکر ہو گیا اور باہم بڑی قیل و قال جوتی پیزار ہوا کرتی تھی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بہت صاف صاف بیان فرما دیا۔

(۵) باہم عیسائیوں کے فرقوں میں سخت اختلافات تھے۔ یعقوب حواری کہتے تھے کہ بغیر عمل کیے ایمان معتبر نہیں، جیسا کہ ان کے خط میں مذکور ہے۔ برخلاف اس کے پولوس شریعت کی پابندی کو لعنت اور اللہ کی ناراضی کا سبب بتلاتا تھا جیسا کہ اس کے نامجات میں متعدد جگہ مذکور ہے۔ اور اسی قسم کے صدہا اختلافات ہیں کہ جن کی قرآن نے اصلاح کی۔ اگر ہر ایک کو مفصل بیان کرو تو ایک دفتر کی حاجت پڑے۔ ان شاء اللہ اگر فرصت ملی تو اسی آیت کی تفسیر ایک ضخیم کتاب میں لکھوں گا۔

ازاں جملہ یہ کہ قرآن هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ کہ قرآن ایمانداروں کے لیے ہدایت ہے۔ مبدأ و معاد علم اخلاق و احکام قتل و قصاص و نماز و روزہ وغیرہا میں سے کوئی بات اس نے باقی نہیں چھوڑی۔ اور دوسرا لطف یہ ہے کہ یہ رحمت بھی ہے یعنی احکام میں جو سختیاں پہلے تھیں وہ سب دور کر دی گئیں، سہولت کے لباس سے شریعت کو ملبوس کر دیا گیا پھر ایسی کتاب دنیا میں کسی نبی کے ہاتھ پر ظاہر نہیں ہوئی چہ

---

❶ ...... معلوم ہوا کہ کئی اللہ تھے ۱۲ منہ۔ ❷ ...... ان سب باتوں کو آیات تنزیہات رد کرتی ہیں ۱۲ منہ۔ ❸ ...... انجیل یوحنا باب ۱۰۔ ۱۲ منہ۔

جائے کہ امی کے ہاتھ پر ظاہر ہو پھر اس کے الہامی اور اس کے خاتم النبیین ہونے میں کون سا شک ہے؟

پھر اس پہلی بات کی طرف رجوع کرتا ہے کہ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ کہ ان کے باہمی اختلاف میں تیرا رب اپنے حکم سے فیصلہ کرتا ہے نہ ان کی خواہش اور رائے سے، کیوں کہ وہ زبردست ہے کسی سے نہیں دبتا اور خبردار ہے ہر ایک بات اس کو ٹھیک معلوم ہے۔

آنحضرت ﷺ کے حق ہونے پر پر گواہی:...... اے نبی فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اللہ پر بھروسہ رکھو جو فریق فیصلہ الٰہی سے ناخوش ہوگا تو آپ کا کیا کرے گا؟ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ آپ تو صاف حق پر ہیں اور حق کا حامی اللہ ہے۔ ان دلائل کے بعد عرب کے ہٹ دھرم کفار کی نسبت فرماتا ہے اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى . . . الخ کہ یہ تو بوجہ نہ ہونے حس باطنی کے مردہ ہیں اور آپ مردوں اور بہروں کے سنانے کے لیے نہیں آئے ہو نہ تم ازلی اندھوں کو ہدایت کرنے آئے ہو، آپ تو انہیں کو سنانے اور ہدایت کرنے آئے ہو کہ جن میں ایمان لانے کا مادہ اور صلاحیت بھی ہے اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا سے یہی مراد ہے۔ اس آیت سے یہ ثابت کرنا کہ مردے زندوں کی بات سن سکتے ہیں تکلف ہے۔ اس کو اس مسئلہ سے کچھ بھی علاقہ نہیں چونکہ موتی سے مراد یہاں کفار ہیں۔

دابۃ الارض کا خروج اور کلام:...... وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ . . . الخ یہ قرآن مجید کے لیے ایک اور دلیل ہے جس میں قریب قیامت ایک دابہ یعنی جانور کے نکلنے اور کفار سے کلام کرنے کا ذکر ہے۔ اور نیز اب یہاں سے پھر قیامت کا حال شروع کرتا ہے اور قیامت سے پیشتر اس کی بڑی علامت بیان فرماتا ہے کہ واذا وقع القول علیهم جب بات پوری ہو جائے گی یعنی ان کے گناہوں کا اخیر الزام قائم ہونے کا وقت آئے گا تو اس سے پہلے ہم لوگوں کے لیے زمین سے ایک ایسا جانور یا چار پایہ نکالیں گے کہ جو لوگوں سے کلام کرے گا اس لیے کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں کرتے تھے سو اب دیکھو اللہ کی عجیب و غریب نشانی ظاہر ہوئی مگر اب کیا ہوتا ہے۔ یا یہ معنی کہ لوگوں سے وہ دابہ یہ کہے گا کہ یہ لوگ ہماری یعنی اللہ کی آیتوں پر یقین نہیں لاتے تھے یعنی ان پر الزام قائم کرے گا۔

دابۃ الارض:...... مسلم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے قیامت کی اول نشانیوں میں سے آفتاب کا مغرب سے طلوع کرنا، اور دابۃ الارض کا لوگوں پر دن چڑھے ظاہر ہونا ہے اور ان میں سے جو کوئی پہلے ہو تو دوسری علامت اس کے ساتھ ہی ساتھ ہوگی۔ اور بھی احادیث صحیحہ میں اس کا ذکر آیا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے صرف قریب قیامت کے ایک دابہ کا نکلنا ثابت ہوتا ہے جو لوگوں سے کلام کرے گا اور قدرت الٰہی کا نمونہ ہوگا۔ اب قرآن میں یہ نہیں کہ وہ دابۃ الارض کس شکل کا ہوگا، کوئی چار پایہ ہوگا یا دو پاؤں کا ہوگا۔ انسان کی صورت ہوگی یا کسی اور چیز کی؟ یہ باتیں علماء نے ثابت کی ہیں، معالم التنزیل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے۔ کہ وہ ایسا جانور نہ ہوگا کہ جس کی دم ہو بلکہ ڈاڑھی ہوگی۔ مراد آپ کی یہ کہ وہ ایک انسان ہوگا۔ عام خیال یہ ہے کہ وہ جانور ہوگا کہ جو کوہ صفا کے زلزلے آنے کے بعد اس کی کسی کھوہ میں سے نکلے گا اور لوگوں سے کلام کرے گا اور اس کا عام چرچا ہوگا۔

دابۃ الارض کی حقیقت بوجہ اختلاف اقوال علماء اسلام معلوم نہیں مگر قرب قیامت میں کوئی زمین پر چلنے والی چیز ایسی نمودار ہوگی کہ جو قدرت الٰہی کا نمونہ ہوگی۔ اب خواہ وہ کوئی انسان ہو جو ملک میں دورہ کر کے قدرت کے آثار دکھائے۔ یا کوئی عجیب و غریب جانور ہو جو لوگوں سے باتیں کرے اور مشرکین اور منکرین کو الزام دے، والعلم عند اللہ امنا باللہ۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝۸۳ حَتّٰٓى

اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾
وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا
الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾
وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ
اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ
السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ مَنْ
جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَمَنْ جَآءَ
بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ؕ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾
اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ
شَيْءٍ ۫ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى
فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع ۱۱

ترجمہ:......اور (اس دن کو یاد دلاؤ) جس دن کے ہر جماعت میں سے ان لوگوں کو جمع کریں گے کہ جو ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے وہ سب صف بستہ کھڑے کر دیئے جائیں گے ﴿۸۳﴾ یہاں تک کہ جب سب حاضر ہو چکیں گے تو اللہ فرمائے گا کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا تھا حالانکہ تم ان کو سمجھے بھی نہ تھے یا کیا کیا کرتے تھے ﴿۸۴﴾ اور ان کے ظلم سے ان پر الزام قائم ہو جائیں گے پھر وہ بات بھی نہ کر سکیں گے ﴿۸۵﴾ کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے ان کے سکون کے لیے رات کو اور دیکھنے کے لیے دن کو بنایا ہے البتہ اس میں بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں ﴿۸۶﴾ اور جس روز کہ صور پھونکا جائے گا تو جو کوئی آسمان میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے تو سب ہی تو گھبرا اٹھیں گے مگر وہ کہ جس کو اللہ چاہے اور سب اس کے پاس سرنگوں ہو کر چلے آئیں گے ﴿۸۷﴾ اور اے مخاطب تو جو پہاڑوں کو جمے ہوئے دیکھ رہا ہے یہ تو بادلوں کی طرح اڑتے پھریں گے اس اللہ کی کاریگری سے کہ جس نے ہر شے کو ٹھیک کر دیا بے شک وہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ﴿۸۸﴾ جو کوئی نیکی لاوے گا سو اس کو اس سے بہتر بدلہ ملے گا اور وہ لوگ اس دن کی گھبراہٹ سے بھی امن میں ہوں گے ﴿۸۹﴾ اور جو بدی لے کر آئیں گے سو وہ منہ کے بل آگ میں ڈالے جائیں گے (کہا جائے گا) تم کو وہی بدلہ مل رہا ہے جو تم کیا کرتے تھے ﴿۹۰﴾ (اے نبی کہہ دو) مجھ کو تو یہی حکم ہوا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے اس رب کی عبادت کیا کروں کہ جس

نے اس کو محترم کیا ہے اور سب کچھ اسی کا ہے اور مجھے یہ بھی حکم ہوا کہ میں فرماں بردار ہو کر رہوں ۹۱ اور یہ بھی کہ قرآن سنایا کروں پھر جو کوئی راہ پر آگیا تو وہ اپنے بھلے کو راہ پر آتا ہے اور جو گمراہ ہوا کہہ دو کہ بس میں بھی ڈرانے والوں میں سے ہوں ۹۲ اور کہو الحمد للہ وہ تم کو عن قریب اپنی نشانیاں دکھائے گا تم ان کو پہچان لو گے اور آپ کا رب ان کے کاموں سے بے خبر نہیں ہے ۹۳۔

ترکیب:......یوم منصوب ہے اذکر محذوف سے من کل امۃ من تبعیض کے لیے ممن یکذب بیان ہے فوجا مفعول نحشر کا ولم تحیطوا جملہ حال کے لیے ای اکذبتم بھا بادئ الرأی غیر ناظرین فیھا نظر تعمق اما ذا ام . . . الخ ای شیئ کنتم تعلمونہ تحسبھا جملہ حال ہے جبال سے یا ضمیر تری سے وھی تمر حال ہے ضمیر منصوب سے جو تحسبھا میں ہے ای تمر مرا مثل مر السحاب صنع اللہ مصدر مؤکد لنفسہ وھو مضمون الجملۃ المتقدمۃ کقولہ تعالیٰ وعد اللہ۔ وان اتلوا معطوف ہے ان اکون پر۔

تفسیر:......علامت قیامت کے بعد حشر کی کیفیت بیان فرماتا ہے۔

حشر میں مکذبین کی جماعتیں اور ان سے باز پرس:......وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا کہ قیامت کے روز ہم ان لوگوں میں سے ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے ہر ایک جماعت کو جمع کر کے پوچھیں گے کہ تم نے بے سمجھے بوجھے میری آیتوں کو کیوں جھٹلایا؟ ان کو وہاں کچھ جواب نہ آئے گا۔ أَوَلَمْ يَرَوْا . . . الخ یہ منکرین کے لیے الزام دیا جاتا ہے کہ دنیا میں ہم نے اپنی قدرت و کمال کے بہت سے نشان دکھائے تھے من جملہ ان کے رات اور دن تھے جو کسی سے بھی مخفی نہ تھے ان میں ہماری قدرت اور یکتائی کے بہت سے نمونے تھے۔ اول یہ کہ زمانہ یعنی رات دن بھی کسی کے قبضۂ قدرت میں تھے جن میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ زمانہ کا اور چیزوں پر اثر ہے بڑھاپا جوانی زمانے کے آثار ہیں مگر زمانہ اسی کے بس میں ہے۔ برخلاف ان کے معبودوں کے کہ وہ زمانہ کے بس میں ہیں دوم یہ کہ دن اور رات قیامت اور فنا کا نمونہ ہے رات کو سناٹا ہوتا ہے دوست دشمن سب دوسرے عالم بے خودی میں ہوتے ہیں پھر صبح ہوتے ہی بیدار اور شور و غل برپا ہو جاتا ہے سوم یہ کہ رات میں ظلمت دن میں نور ہے جس میں اشارہ ہے کہ یہ دنیا ظلمت کدہ ہے۔ شہوات کی اندھیریاں محیط ہیں نیک و بد کچھ نہیں معلوم ہوتا صبح قیامت میں سب روشن ہو جائے گا اور اگر کچھ بھی نہ سمجھا تھا تو ادنیٰ بات یہ تو جانتے تھے کہ رات میں آرام اور دن میں کام ہوتا ہے یہ کس کی طرف سے نشان ہیں۔

صور کا پھونکا جانا:......وَيَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ . . . الخ یہاں سے پھر حشر اور اس کی ابتداء تفصیل کے ذکر فرماتا ہے کیونکہ اجمال کے بعد تفصیل خوب دل میں جم جاتی ہے صور پھونکنے کا آلہ ترئی یا بگل کی مانند ہے۔ قیامت کی ابتداء یہیں سے ہوگی کہ اسرافیل فرشتہ اس کو منہ سے لگا کر بجائے گا۔ اس کی آواز اس شدت کی ہوگی کہ اول حیوانات مر جائیں گے پھر نباتات فنا ہوں گے پھر جمادات۔ اور اس کی ہیبت ناک آواز سے آسمان و زمین کے سب لوگ گھبرا اٹھیں گے۔ مگر جن کو اللہ چاہے گا نہ گھبرائیں گے۔ وہ کون لوگ ہوں گے؟ بعض کہتے ہیں ملائکہ، حوران جنت بعض کہتے ہیں اہل اللہ انبیاء اولیاء و شہداء حدیث میں آیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بھی انہی میں ہوں گے۔

وَكُلٌّ أَتَوْهُ دَاخِرِينَ اور سب اللہ کے پاس عاجز ہو کر چلے آئیں گے۔ یہ جب ہوگا کہ مر کر زندہ کرنے کے لیے دوبارہ صور پھونکا جائے گا۔ اس لیے علماء یہی فرماتے ہیں کہ وَيَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ سے دوسرے بار کا صور مراد ہے۔ اور پہلے صور کا اثر ظاہر کرنے کے لیے یہ جملہ ہے وَتَرَى الْجِبَالَ . . . الخ کہ یہ پہاڑ جو تم کو جمے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں بادلوں کی طرح اڑتے پھیریں گے۔ اس پر جو وہم ہو کہ یہ کیوں کر ہوگا؟ تو فرماتا ہے صُنْعَ اللَّهِ . . . الخ کہ یہ کام اسی اللہ کا ہوگا کہ جس نے ہر شے کو مستحکم کیا ہے۔ پس جو مستحکم کرنا جانتا ہے وہ

اس کو اُکھیڑنا بھی جانتا ہے اس کو تمہارے سب کام معلوم ہیں۔ یہ تمہید ہے میدان حشر کے بیان کی۔ اس لیے فرماتا ہے کہ اس روز اس قانون پر عمل ہوگا مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ . . . الخ کہ جو کوئی نیکی لے کر آئیں گا (ایمان و عمل نیک) وہ اس کا اس سے بہتر بدلہ پائے گا اور اس دن کی گھبراہٹ سے بھی امن میں رہے گا۔ اور جو برائی لے کر آئے گا (کفر و شرک) تو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ فرشتے کہیں گے یہ تمہارے عمل بد کی سزا ہے اور کچھ نہیں۔

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ . . . الخ مبدأ و معاد و نبوت میں کلام کر کے سورت کو کس عمدہ خاتمہ پر تمام کرتا ہے جو تمام اگلے مضمون کا خلاصہ ہے۔

اول یہ کہ لوگوں کو کہہ دو کہ مجھ کو صرف اس شہر کے رب کی عبادت کا حکم ہوا ہے یعنی مکہ کے رب کی۔ صرف اللہ کی عبادت پر مامور ہوں توحید خالص میرا وظیفہ ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نہ صرف مکہ کا رب ہے بلکہ تمام شہروں کا اور کل مخلوقات کا لیکن هٰذِهِ الْبَلْدَةِ کہنے سے قریش کو انفعال دلانا مقصود تھا کہ وہ رب کہ جس نے تمہارے اس شہر کو متبرک کیا حرمت دی جس کی بدولت تم عرب کی مار دھاڑ سے امن میں رہو۔ اور اسی پر کیا منحصر ہے وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ اس کی اور بہت خوبیاں ہیں اور ہر شے اس کے قبضہ میں ہے پس وہی پرستش کے قابل ہے۔

دوم: وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۝ کہ توحید کے بعد اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری، نیک باتوں کا بجالانا، بری باتوں سے بچنا بھی میرا فرض ہے۔

سوم: وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ کہ تم کو قرآن سناؤں تبلیغ احکام کروں پھر جو ہدایت پر آئے گا اپنا بھلا کرے گا نہ مانے گا اپنا برا کرے گا۔ اس ترتیب میں یہ بھی اشارہ ہے کہ تبلیغ اسی کا کام ہے جو خود توحید اور اعمال صالحہ سے آراستہ ہو۔ اسی کی بات اثر بھی کرتی ہے۔ پھر اس خاتمہ کو کس عمدہ جملہ سے تمام کرتا ہے وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں وہ تم کو اپنی وہ نشانیاں ابھی دکھاتا ہے جس کی تم کو جلدی ہے سو ان کو پہچان لو گے۔ چنانچہ بدر اور قحط کا دخان دیکھ لیا۔ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ تمہارے کام سے غافل نہیں ہر ایک عمل کا بدلہ دے گا۔ وله الحمد اوّلاً و آخراً و ظاهراً و باطناً والصلوٰة والسلام علیٰ عباده المصطفين الاخيار خصوصاً علیٰ محمد سید الابرار و آله الاطهار و اصحابه الاخيار۔

اٰیَاتُهَا ۸۸ (۲۸) سُوْرَۃُ الْقَصَصِ مَکِّیَّۃٌ (۴۹) رُکُوْعَاتُهَا ۹

مکیہ ہے، اس میں اٹھاسی آیات اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

طٰسٓمّٓ ① تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ② نَتْلُوْا عَلَیْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰی وَفِرْعَوْنَ
بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ③ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِیَعًا
یَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ یُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَیَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ
الْمُفْسِدِیْنَ ④ وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ
اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَ ⑤ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَنُرِیَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ
وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَحْذَرُوْنَ ⑥

ترجمہ:...... طٰسٓمّٓ ① یہ آیتیں ہیں روشن کتاب کی ② ہم آپ کو ایمان داروں کے فائدے کے لیے موسیٰ اور فرعون کا کچھ صحیح حال سناتے ہیں ③ البتہ فرعون زمین پر سرکش ہو گیا تھا اور وہاں کے لوگوں کے کئی گروہ کر ڈالے تھے ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کر رکھا تھا کہ ان کے لڑکوں کو مروا ڈالتا تھا اور لڑکیوں کو جیتا رکھتا تھا البتہ وہ مفسدوں کا مفسد تھا ④ اور ہم یہ چاہتے تھے کہ جو ملک میں کمزور کیے گئے تھے ان پر احسان کریں اور ان کو سردار بنادیں اور ان کو وارث کریں (ملک شام کا) ⑤ اور ان کو ملک پر قابض کریں اور فرعون اور ہامان اور ان کی فوج کو وہ چیز دکھادیں کہ جس کا وہ خطرہ کرتے تھے ⑥۔

ترکیب:...... نتلوا کا مفعول محذوف ای شیئا من نبا اس کی صفت جو اس پر دال ہے اخفش کے نزدیک من زائد ہے تب یہ نبا موسیٰ مفعول ہے بالحق حال ہے نبا سے نتلوا کے فاعل سے بھی حال ہو سکتا ہے ای نتلوا ملتبساً بالحق لقوم لام نتلوا سے متعلق و نری معطوف ہے نمکن پر اور وہ اور نجعل لمن پر ان کے پیچھے فرعون ہامان و جنودھما کا اول مفعول ما کانوا یحذرون مفعول دوم منھم نری سے متعلق اور بعض کہتے ہیں یحذرون سے وفیہ ما فیہ لان الصلۃ لاتتقدم علی الموصول۔

ماقبل سورت سے ربط

تفسیر:...... اس سے پہلی سورت نمل کے خاتمہ میں یہ تھا وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ کہ مجھے قرآن سنانے کا حکم ہوا ہے خواہ کوئی مانے نہ مانے

اس لیے اس سورت کی ابتداء طٰسٓمٓ حروف مقطعات سے کر کے (جن میں ط سے طور اور س سے موسیٰ اور م سے محمد ﷺ کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح کوہ طور پر ہم موسیٰ پر کتاب لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجی اسی طرح مکہ میں محمد ﷺ پر)

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ سے کلام شروع کیا کہ قرآن کتاب واضح ہے اس کی یہ آیتیں ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ کتاب اپنی صداقت پر آپ گواہی دے رہی ہے جیسا کہ آفتاب اپنے وجود کی آپ دلیل ہے مُبِيْن یعنی ظاہر ہونے کے سبب۔

نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ . . . الخ سے اسی مناسبت سے موسیٰ اور فرعون کا حال شروع کیا کہ فرعون نے اپنی دولت اور سلطنت کے غرور میں بنی اسرائیل کو پریشان کر رکھا تھا شیعاً ای فرقاً یشیعونہ علیٰ مایرید ویطیعونہ وجعلھم اصنافا فی استخدامہ فمن بان وحارث (نیشاپوری) یعنی مصر کے لوگوں کے مختلف گروہ کر دیے تھے اپنی قوم قبط کو تو معزز خدمات پر مامور کر رکھا تھا اور بنی اسرائیل کو محنت و ذلت میں ڈال دیا تھا، پھر ان میں بھی مختلف گروہ تھے کوئی معماری پر کوئی کھیتی پر مامور تھا۔ يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ۔ شِيَعًا کی تفصیل ہے۔ اور ان کے جدا جدا گروہ کر دینے اور باہم پھوٹ ڈالنے کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے تاکہ باہمی پھوٹ اور نفاق سے ان کا زور جاتا رہے اور ہمیشہ غلامی میں رہیں۔

بچوں کا قتل:...... يُذَبِّحُ ❶ اس کی تفصیل ہے کہ ان کے لڑکوں کو قتل کر ڈالتا تھا تاکہ ان کی نسل نہ بڑھے یا اس خوف سے کہ کسی نجومی نے ان میں موسیٰ پیدا ہونے اور مبعوث ہونے کی خبر دی تھی، لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا کہ ان سے کچھ خوف نہیں تاکہ ان کی عورتوں کو کچھ کام میں لائیں جس سے ان کی اور بھی ذلت تھی۔ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ یعنی وہ بڑا شریر تھا۔

بنی اسرائیل میں امامت کا ارادہ:...... وَنُرِيْدُ اور ہم کو یہ مقصود تھا کہ ان غریبوں پر احسان کریں اور ان کو اَئِمَّةً یعنی سردار بنا دیں بادشاہ یا ہادیٔ دین اور وارث یعنی ملک شام کا مالک اور قابض کریں اور فرعون اور اس کے وزیر ہامان کو ان کے داؤ کو غلط کر دکھائیں اور جس بات سے وہ ڈرتے تھے (کہ یہ لوگ کہیں آزاد ہو کر ترقی نہ کر جائیں) وہی ان کے سامنے لائیں۔ اس کلام سے یہ مطلب ہے کہ جس طرح ہم نے بنی اسرائیل کو مصیبت سے رہا کرنے کو موسیٰ کو بھیجا تھا اسی طرح اے لوگو تمہاری بہتری ❷ کو حضرت ﷺ کو قرآن دے کر بھیجا اور جس طرح تکبر سے فرعون نے نہ مانا ہلاک ہوا اللہ کے ارادہ کو نہ روک سکا اسی طرح تم سے پیش آئے گا۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۞ ٧ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ۞ ٨ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّىْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ

---

❶ ...... یعنی يَسْتَضْعِفُ کی ۱۲ منہ۔

❷ ...... عرب نہ صرف جہالت و گمراہی کے ظلمات میں مبتلا تھا بلکہ قوموں کی نظروں میں ذلیل بھی تھا قیصر و کسریٰ کے دبدبہ میں دبا ہوا تھا پس آنحضرت ﷺ نے نہ صرف ان کو ورطۂ ضلالت سے بچالیا بلکہ ملکوں کا بادشاہ اور قوموں کا سردار بھی کر دیا اور ابوجہل فرعون مکہ کا کچھ داؤ نہ چلا۔ اس کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ انسان کو لازم ہے کہ مشیت الٰہی کا خلاف نہ کرے اور ارادۂ آسمانی کا مخالف نہ بنے ورنہ ہلاک ہوگا کیوں کہ اللہ اپنی مخلوق پر ہمیشہ سے رحم کرتا آیا ہے۔ ۱۲ منہ۔

عَسٰى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝٩ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ
مُوْسٰى فٰرِغًا ۭ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ۝١٠ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۡ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا
يَشْعُرُوْنَ ۝١١ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى
اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝١٢ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ
عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝١٣ ع

ترجمہ:......اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو حکم بھیجا کہ اس کو دودھ پلا پھر جب تجھے اس کا خوف ہو تو اس کو دریا میں ڈال دینا اور کچھ خوف اور غم نہ کرنا کیونکہ ہم اس کو تیرے پاس واپس پہنچا دیں گے اور اس کو رسولوں میں سے ایک رسول بنائیں گے ۝٧ پھر اس کو فرعون کے خاندان والوں نے دریا سے اُٹھا لیا کہ انجام کار وہ ان کا دشمن اور رنج دینے والا بنے بے شک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے ۝٨ اور فرعون کی بیوی نے کہا (یہ لڑکا) میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اس کو قتل نہ کرو شاید کہ وہ نفع دے یا اس کو ہم بیٹا بنا لیں اور انہیں انجام کی خبر نہ تھی ۝٩ (کہ بڑا ہو کر کیا کرے گا) اور صبح کو موسیٰ کی ماں کا دل بے قرار ہو گیا اس راز کو ظاہر ہی کر دیا ہوتا اگر ہم اس کے دل کو صبر نہ دیتے تاکہ اس کو ہمارے وعدہ کا یقین رہے ۝١٠ اور اس نے موسیٰ کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے چلی جا سو وہ اس کو اجنبی بن کر دیکھتی رہی اور فرعونیوں کو خبر نہ تھی ۝١١ اور ہم نے پہلے سے موسیٰ پر دائیوں کا دودھ حرام کر دیا تھا سو اس کی بہن بولی کہو تو میں ایک ایسا گھرانہ بتاؤں کہ جو اس کی پرورش کرے اور وہ اس کے دردمند بھی ہوں ۝١٢ پس ہم نے موسیٰ کو اس کی ماں کے پاس پہنچا دیا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ آزارہ خاطر نہ رہے اور وہ معلوم کر لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن بہت لوگ جانتے ہی نہیں ۝١٣۔

ترکیب:......ان ارضعیہ اگر ان مصدریہ ہے تو یہ او حینا کا مفعول اور اگر بمعنی اے تفسیر کے لیے تو یہ او حینا کی تفسیر ہوگی لیکون اللام للصیرورۃ لا للغرض فارغا ای خالیا من الصبر او الخوف او مما سواہ یہ اصبح کی خبر فؤاد ام موسیٰ اسم۔ ان کادت ان مخففہ ہے ثقلیہ سے و اسمہا محذوف ای انہا و قیل بمعنی ما جواب لو لا محذوف دل علیہ ان کادت۔ لتکون لام متعلق بربطنا۔ عن جنب من مکان بعید اختلاساً ہو فی موضع الحال من الفاعل فی بصرت۔ والمراضع جمع مرضعۃ ویمکن ان یکون جمع (مرضع) بمعنی مصدر۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو الہام

تفسیر:......واوحینا یہاں سے حضرت موسیٰ کا قصہ شروع ہوتا ہے کہ موسیٰ کی ماں کو ہم نے وحی کی یعنی اس کے دل میں القاء کیا (اس لیے کہ یہاں وحی سے مراد وحی انبیاء نہیں) کہ تو بے کھٹکے موسیٰ کو دودھ پلائے جا۔ جب فرعونی تلاش کرنے آئیں جیسا کہ ان کا قانون اور دستور تھا کہ لڑکے کی خبر پا کر اس محلہ کے لوگ آتے اور اس کو وہیں یا اور جگہ لے جا کر قتل کر ڈالتے تھے تو اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا۔

صندوق میں رکھ کر اور اس بات سے کچھ خوف نہ کرنا کیوں کہ ہم اس کو پھر تیرے پاس پہنچائیں گے (یہ بات فرشتے نے ان کی ماں سے کہی یا ان کے دل القا کیا) آخر ڈال دیا اور وہ صندوق بہتا ہوا فرعون کے محل کے پاس آیا، انہوں نے اُٹھایا تو ایک حسین بچہ زندہ معلوم ہوا۔ اللہ نے فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر کی تدبیر کو کس طرح غلط کیا کہ اس بچہ کو اپنے گھر میں فرزند بنا کر پرورش کرنے لگے کہ انجام کار یہی بچہ ان کے خاندان کی ہلاکت کا باعث ہوا۔ مگر موسیٰ کی ماں نے اپنی بیٹی سے کہہ دیا تھا کہ تو اجنبی بن کر اس صندوق کے ساتھ ساتھ دیکھتی جانا کہ کدھر جاتا ہے اور تجھ کو کوئی نہ پہچانے۔ پھر جب فرعون کے محل میں حضرت موسیٰ پہنچ گئے اور دودھ پلانے کے لیے اَنائیں بلائی گئیں تو حضرت موسیٰ نے کسی کا بھی دودھ نہیں پیا۔ حضرت پر ان کے دودھ حرام کر دیے تھے تب ان کی بہن نے کہا کہو تو میں تم کو ایک اَنا بتاؤں جو اس کو اچھی طرح سے دودھ پلائے اور دل سے پرورش کرے انہوں نے کہا بہت اچھا۔ اس نے اپنی ماں کو بلایا انہوں نے دودھ پلایا تو حضرت موسیٰ پینے لگے۔ آخر کار پھر حضرت موسیٰ اپنی ماں کے پاس آ گئے۔ اللہ نے اس کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں رنج دور کر دیا اور بتلا دیا کہ اللہ کا وعدہ سچا ہوتا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اگر جانتے تو اس کے عذاب سے ڈرتے اور رزق وغیرہ کی بابت جو اس نے وعدہ کیا ہے اس پر توکل کرتے در بدر مارے مارے نہ پھرتے دنیا کے لیے عقبیٰ برباد نہ کرتے۔

موسیٰ کی ماں نے جب ان کو دریا میں ڈالا تو بیٹے کی محبت میں دل بے اختیار ہو گیا قریب تھا کہ چیخیں مار مار کر روتی۔ مگر اللہ نے اس کے دل کو صبر اور مضبوطی عطا کی۔

فالتقطہ۔ التقاط بر داشتن، اٹھانا، ربودن، لے جانا، اُچک لینا۔ اسی لیے پڑی ہوئی چیز کہ جس کو لوگ اٹھا لیتے ہیں لقطہ کہتے ہیں۔ اور پڑے ہوئے لڑکے کو جو اٹھا لیتے ہیں یعنی لاوارث کو لقیط۔

لِيَكُوْنَ لَهُمْ یہ لام عربی میں لام عاقبت کہلاتا ہے نہ لام غرض۔ یعنی موسیٰ کے اٹھا لینے سے ان کی غرض اپنا دشمن پالنا اور رنج مول لینا نہ تھا لیکن اس کا انجام یہ ہوا کہ كَانُوْا خٰطِئِيْنَ ان کی یہ تدبیر غلط تھی۔

فرعون کی بیوی کی سفارش:......وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ یہ محل کے اندر کی گفتگو ہے جب کہ بعض قیافے والوں نے یہ کہا کہ یہ بچہ کوئی بنی اسرائیل میں سے ہونہار معلوم ہوتا ہے کہیں یہ وہی نہ ہو جس کی نجومیوں نے خبر دی ہے اس کو مار ڈالو تب فرعون کی بیوی نے کہا نہ مارو۔ اس کے دل میں اللہ نے موسیٰ کی بے حد محبت ڈال دی تھی۔ فرعون کے کوئی لڑکا نہ تھا کہا یہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے کسی شریف کا بچہ ہے نفع پہنچاوے گا یا ہم اسی کو بیٹا بنا لیں گے۔ اگر بیٹا نہ بنائیں گے تو بھی اس سے بھلائی کی توقع ہے۔ اگرچہ اس صندوق کو فرعون کی بیٹی نے اٹھوا منگایا تھا مگر سفارش بیوی نے کی اس لیے اس میں دونوں شریک تھے۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۖ

هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ

مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۖ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ

اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ
اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا
لِّلْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۷﴾ فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآىِٕفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ
بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤی اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ
یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ یٰمُوْسٰۤی اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ
نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖۗ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ وَ مَا تُرِیْدُ اَنْ
تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾ وَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰی ۫ قَالَ
یٰمُوْسٰۤی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۲۰﴾
ع ۲ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآىِٕفًا یَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمہ:......اور جب موسیٰ اپنی جوانی کو پہنچا اور مستحکم ہوا تو ہم نے اس کو حکمت اور علم دیا اور ہم نیک بندوں کو اسی طرح سے بدلہ دیا کرتے ہیں ﴿۱۴﴾ اور موسیٰ شہر میں لوگوں کی بے خبری کے وقت داخل ہوا پھر اس نے وہاں دو شخصوں کو باہم لڑتے ہوئے پایا کہ یہ ایک اس کی جماعت کا تھا اور یہ دوسرا مخالفوں میں سے تھا پھر اس نے جو موسیٰ کے گروہ کا تھا اپنے دشمن پر موسیٰ سے مدد چاہی تب موسیٰ نے مخالف کے مکا مارا تو اس کا کام تمام کر دیا موسیٰ کہنے لگے یہ تو شیطانی حرکت سرزد ہوگئی بے شک شیطان صریح دشمن گمراہ کرنے والا ہے ﴿۱۵﴾ موسیٰ نے دعا کی اے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا سو مجھے بخش دے چنانچہ بخش دیا البتہ وہ جو ہے تو بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے ﴿۱۶﴾ موسیٰ نے کہا اے رب جیسا کہ آپ نے مجھ پر کرم کیا ہے تو آئندہ میں بھی کسی شریر آدمی کا مددگار نہ ہوں گا ﴿۱۷﴾ پھر موسیٰ نے شہر میں ڈرتے انتظار کرتے ہوئے صبح کی (پھر کیا دیکھتا ہے کہ) وہی شخص کہ جس نے کل موسیٰ سے فریاد کی تھی اس کو پھر پکار رہا ہے موسیٰ نے اس سے کہا بے شک تو صریح کج رو ہے ﴿۱۸﴾ پھر جب موسیٰ نے قصد کیا کہ اپنے اور اس کے دشمن پر ہاتھ دراز کرے تو یہ کہنے لگا اے موسیٰ تو مجھے بھی قتل کیا چاہتا ہے جیسا کہ کل ایک کو قتل کر چکا ہے تو یہی چاہتا ہے کہ ملک میں زبردستی کرتا پھرے اور تو یہ نہیں چاہتا کہ اصلاح کرنے والوں میں سے ہو کر رہے ﴿۱۹﴾ اور ایک شخص نے جو شہر کے پرلے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا تھا یہ کہا اے موسیٰ دربار والے تیرے لیے مشورہ کر رہے ہیں کہ تجھے قتل کریں سو تو نکل جا البتہ میں تیرا خیر خواہ ہوں ﴿۲۰﴾ پھر موسیٰ شہر سے ڈرتے انتظار کرتے ہوئے نکلے کہا اے رب مجھے ظالم قوم سے بچا لے ﴿۲۱﴾۔

ترکیب:...... اتینٰہ جواب لما علیٰ حین غفلۃ حال من المدینۃ و یجوز ان یکون حالاً من الفاعل ای مختلساً۔ ھذا من ... الخ الجملتان فی موضع نصب صفۃ لرجلین بما انعمت الباء للقسم والجواب محذوف دل علیہ فلن اکون و یمکن ان یکون المعنی بحق انعامک علی اعصمنی خائفًا حال من فاعل اصبح یترقب بدل منھا او تاکید لھا۔ یسعیٰ صفتہ

اخری لوجل او حال الایتمار التشاور لان کل واحد من المتشاورین یامر صاحبہ بشئی او یشیر علیہ بامر۔

حضرت موسیٰ اور علم وحکمت

تفسیر:......الغرض موسیٰ علیہ السلام جب پھر پور جوان ہو گئے تو اللہ نے ان کو حکم یعنی دانائی اور حکمت دی اور علم عطا کیا نیک وصالح اور باخدا اٹھے لیکن ہنوز نبوت نہیں عطا ہوئی تھی۔ بعض کہتے ہیں اشد اور استویٰ کے ایک ہی معنی ہیں۔ اور قوی یہی ہے کہ دونوں لفظوں کے جدا جدا معنی ہیں۔ اشد بلوغ اور استویٰ جہاں تک بڑھنے کی حد ہو بڑھ چکنا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اشد کا اٹھارہ برس سے تیس برس تک کا زمانہ ہے اور استویٰ تیس سے لے کر چالیس تک کا (نیشاپوری)۔

حضرت موسیٰ کا شہر میں داخلہ اور قبطی کا واقعہ:......وَدَخَلَ الْمَدِیْنَةَ عَلٰی حِیْنِ غَفْلَةٍ . . . الخ مدینہ سے کون سا شہر مراد ہے کہ جہاں لوگوں کو غافل پا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام چلے گئے تھے اور غافل پا کر جانے کا کیا سبب تھا؟ اس بارے میں علماء مفسرین نے ❶ کئی قول لکھے ہیں۔ بہت لوگ کہتے ہیں کہ شہر مصر سے دو فرسخ کے فاصلہ پر فرعون نے اپنے رہنے کو ایک جدا بستی آباد کی تھی؟ وہاں موسیٰ علیہ السلام کے آنے کی ممانعت تھی۔ اس لیے کہ اپنے عالمانہ اور حکیمانہ خیالات سے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعونیوں کے طریقے پر معترض ہوا کرتے تھے۔ نگہبانوں کی آنکھ بچا کر ایک روز آپ وہاں چلے گئے پھر وہاں یہ قصہ پیش آیا کہ ایک مصری اور ایک اسرائیلی کو باہم لڑتے دیکھا۔ مصری اپنی قومی شوکت کے گھمنڈ پر زیادتی کر رہا تھا۔ اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی، آپ نے چھڑانے کی غرض سے مصری کے سینہ پر ایک ہاتھ مار کر دھکا دیا شہ زور آدمی تھے اس کے دل پر کوئی صدمہ پہنچا مر گیا۔ اگرچہ یہ موت ناگہانی تھی اس میں موسیٰ علیہ السلام کا کوئی قصور نہ تھا مگر تاہم ایک آدمی ان کے ہاتھ سے ضائع ہوا اس لیے افسوس کیا اور اس کو شیطانی کام کہا اور اللہ سے استغفار کیا۔ اس واقعہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر طعن کرنا عصمت انبیاء میں کلام کرنا بے فائدہ بات ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کا اس میں دراصل گناہ ہی کیا تھا۔ دوسرے اس وقت تک آپ نبی ہی کہاں ہوئے تھے۔ نبوت تو مدین سے واپس آتے وقت ملی جیسا کہ قرآن مجید سے صاف ظاہر ہے فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُكْمًا (شعراء) پس موسیٰ علیہ السلام نے قسم کھالی کہ آئندہ مجرموں کی کبھی مدد نہ کروں گا۔ مدد تو اسرائیلی کی کی تھی وہ مظلوم تھا مجرم نہ تھا پھر یہ کیا فرمایا کہ آئندہ مجرموں کی مدد نہ کروں گا۔ پہلے کب مجرموں کی مدد کی تھی اور اگر وہ اسرائیلی مجرم تھا اور موسیٰ نے حمیت قومی سے اس کی مدد کی تھی تو پھر موسیٰ کے گناہ میں کیا کلام باقی رہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْیَنَ قَالَ عَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۲۲﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْیَنَ وَجَدَ عَلَیْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ یَسْقُوْنَ ۟ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَیْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِیْ حَتّٰی یُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٚ وَاَبُوْنَا شَیْخٌ كَبِیْرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰی لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓی اِلَی الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ

❶......ضحاک کہتے ہیں عین الشمس مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں مصر مراد ہے۔ حِیْنِ غَفْلَةٍ سے بعض کہتے ہیں شام کا وقت بعض کہتے ہیں دوپہر کا وقت۔ اس کا سبب بعض نے یہ بیان کیا ہے کہ لڑکپن میں جب موسیٰ نے فرعون کی داڑھی پکڑ لی اور لکڑی کھیلتے ہوئے سر میں ماردی تو فرعون نے ناراض ہو کر حکم دیا کہ ہمارے محل میں نہ آئے نہ خاص شہر میں یہ ممکن ہے کہ ایسا ہو، مگر صاف بات یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام شاہزادوں کی طرح پرورش پاتے تھے ادھر ادھر جانے کا حکم نہ تھا لوگوں کو غافل پا کر نکل آئے ہوں۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ

اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ۲۴ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ ۫ قَالَتْ
اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَیْهِ
الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ٚ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۲۵ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا
یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۫ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ۲۶ قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ
اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ
عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ ؕ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ
الصّٰلِحِیْنَ ۲۷ قَالَ ذٰلِكَ بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ ؕ اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ
عَلَیَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ ۲۸ ع

ترجمہ:......اور جب موسیٰ علیہ السلام نے مدین کا رخ کیا تو کہا امید ہے کہ اللہ مجھے سیدھا رستہ بتا دے گا ۲۲ اور جب کہ مدین کے پانی پر پہنچے تو لوگوں کا مجمع پایا جو پانی پلا رہے تھے اور ان سے الگ عورتیں دیکھیں جو اپنے چارپایوں کو روکے ہوئے تھیں موسیٰ نے ان سے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے وہ بولیں جب تک چرواہے پلا کر نہیں ہٹ جاتے ہم اپنی بکریوں کو نہیں پلاتے اور ہمارا باپ بڈھا بڑی عمر کا ہے ۲۳ پھر موسیٰ نے ان کے جانوروں کو پلا دیا اور پلا کر چھاؤں کی طرف ہٹ آئے پھر کہنے لگے اے رب تو جو کچھ خیر میرے پاس بھیجے تو میں محتاج ہوں ۲۴ پھر ان دونوں میں سے ایک عورت موسیٰ کے پاس شرم سے چلتی ہوئی کہنے لگی میرے باپ نے تم بلایا ہے کہ تم کو پلائی کی اجرت دے پھر جب موسیٰ اس کے پاس آئے اور سب قصہ بیان کیا انہوں نے کہا خوف نہ کرو تم قوم ظالم سے بچ آئے ۲۵ ان میں سے ایک نے کہا اے باپ اس کو نوکر رکھ لو البتہ جس کو آپ نوکر رکھیں تو قوی امانت دار ہونا بہتر ہے ۲۶ ان کے باپ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا تمہارے ساتھ نکاح کر دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ برس تک میری نوکری کرو پھر اگر تم دس پورے کر دو تو تمہاری طرف سے (احسان) ہے اور میں تم پر مشقت ڈالنا نہیں چاہتا تم مجھے ان شاء اللہ اچھے ہی لوگوں میں سے پاؤ گے ۲۷ موسیٰ نے کہا یہ میرے اور آپ کے درمیان عہد ہے ان دونوں مدتوں میں سے جون سی بھی پوری کر دوں تو مجھ پر زیادتی نہ ہو اور اللہ ہمارے قول و قرار پر گواہ ہے ۲۸۔

ترکیب:......علی استحیاء حال ماسقیت ما مصدریۃ ان تاجرنی فی موضع الحال ثمانی ظرف۔ فمن عندک یجوز ان یکون خبر مبتدأ محذوف ای فالتمام۔ الرعاء جمع راع تذودان تمنعان اغنامهما عن الماء، الذیاد المنع۔

اسرائیلی اور قبطی کا جھگڑا

تفسیر:......ہر چند اسرائیلی مجرم نہ تھا زیادتی مصری کی تھی مگر مشہور ہے ایک ہاتھ سے تالی نہیں بجتی بہر حال بازاروں میں لپاڈگی ہونا

● اسی لفظ کی مناسبت سے اس سورۃ کو سورۃ قصص کہتے ہیں۔

صالحین کی سیرت نہیں۔ان کو جو کوئی برا بھلا بھی کہتا ہے تو صبر ہی کر جاتے ہیں آمادۂ جنگ نہیں ہوتے۔اس لیے اس اسرائیلی کو اگلے روز آپ نے اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ کہا۔اس لحاظ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو بھی مجرم ہی قرار دیا اور قصد کیا کہ آئندہ سے ایسے جھگڑوں میں نہ پڑوں گا مگر اللہ کی قدرت اگلے روز اسی اسرائیلی کا کسی اور شخص سے بازار میں جھگڑا ہورہا تھا۔موسیٰ کو دیکھ کر پھر اس نے فریاد کی۔آپ نے خفا ہو کر اس کو فرمایا کہ تو بڑا بے ہودہ ہے ہر روز لوگوں سے لڑا کرتا ہے ان کو چھڑانا اور ہاتھ بڑھا کر الگ کر دینا چاہا تو اس بے ہودہ اسرائیلی نے اس پہلی خفگی کی بات سے یہ سمجھا کہ میرے مارنے کو ہاتھ بڑھایا ہے اس لیے موسیٰ کو کہا جس طرح آپ نے کل ایک آدمی کو مار ڈالا آج مجھے بھی مارنا چاہتے ہیں۔اس کے اس کہنے سے راز قتل افشاء ہو گیا یہ خبر فرعون کے دربار تک پہنچی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کی تدبیر:......ان کے اعتراضات اور تنفر کی وجہ سے وہ پہلے ہی ان سے ناراض اور باغی سمجھتے تھے اب تو اور بھی غضب ناک ہو گئے اور انتقام میں موسیٰ کو قتل کرنے کی تدبیر کرنے لگے۔فرعونیوں میں سے ایک نیک مرد موسیٰ کا خیر خواہ بھی تھا وہ دوڑا ہوا آیا اور موسیٰ کو خبر دی اور کہا آپ یہاں سے بھاگ جایئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدین کی طرف رُخ کرنا:......حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی حالت میں نکل پڑے اور مدین کی طرف رخ کیا۔یہ ایک بستی قلزم کے پار فرعون کی عمل داری سے باہر عرب میں ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے لوگوں کی تھی حضرت شعیب علیہ السلام ایک پیر مرد اسی بستی میں رہتے تھے ان کی صرف دو لڑکیاں تھیں بکریوں پر گزراوقات تھی،کنوئیں سے ڈول کھینچ کر جب لوگ پانی پلا چکتے تو بچا ہوا یہ بھی پلاتیں اور اتنی دیر اپنی بکریوں کو روکے کھڑی رہتی تھیں۔اتفاقاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کئی دن کا سفر طے کر کے مدین آئے اور اسی کنوئیں پر پہنچے۔سایہ دار درخت کے تلے بیٹھے ہوئے دیکھ رہے تھے لڑکیوں سے پوچھا تم کیوں نہیں پلاتیں؟انہوں نے کہا ہم سے ڈول نہیں کھینچ سکتا اور ہمارا باپ بوڑھا ہے۔ان کو رحم آیا قوی مرد تھے تنہا چرس کھینچ کر ان کی بکریوں کو پانی پلا دیا۔گھر جا کر انہوں نے باپ سے کہا ایک نو وارد مسافر آیا ہوا ہے اور بڑا نیک اور قوی ہے آپ اس کو نوکر رکھ لیجے۔باپ نے کہا اس کو بلا لاؤ،ایک آئی مگر شرم وحیا کے ساتھ۔آ کر کہا کہ میرے باپ آپ کو بلاتے ہیں۔کہ آپ کی اجرت دیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام گئے اور سب قصہ بیان کیا۔شعیب علیہ السلام نے فرمایا خوف نہ کرو اللہ نے تم نجات دی۔پھر کہا میں ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کا تمہارے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہوں،اس شرط پر کہ آپ آٹھ برس میرے ہاں کام کاج کریں اور دس پورے کریں تو آپ کی مہربانی اور میں آپ کو تکلیف نہ دوں گا۔آخر نکاح ہوا اور باہمی قول وقرار پر اللہ کو ضامن کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں رہنے لگے۔یہ آٹھ برس کی نوکری گویا حضرت کا مہر تھا۔اس وقت بجائے مال کے خدمات بھی مہر یاتی تھیں۔بعض علماء نے اس سے اور نیز بعض احادیث سے کہ جن میں آنحضرت ﷺ نے قرآن پڑھانا مہر قرار دیا ہے،آج کل بھی اس قسم کا مہر مقرر کرنا جائز قرار دیا ہے جیسا کہ ظاہر یہ کہتے ہیں۔امام ابوحنیفہؒ مال ہی کو مہر قرار دیتے ہیں بدلیل قولہ تعالیٰ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ الآیۃ۔

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ

لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ

لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝٢٩ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ

الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٣٠ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۭ

فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَلَا
تَخَفْ ۗ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ
غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ* فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ
اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ
نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ
مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ ۫ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ
وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚۛ بِاٰيٰتِنَآ ۚۛ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا
الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى
وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى
مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ
يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ
فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾

معانقة عند المتأخرين ۱۲

ترجمہ:......غرض جب موسیٰ علیہ السلام اپنی مدت پوری کر چکے۔اورا پنے گھر کے لوگوں کو لے کر چلے تو (رستہ میں) کوہ طور کی طرف سے ایک روشنی دیکھی گھر والوں سے کہا تم یہیں ٹھہرو مجھے ایک روشنی دکھائی دی ہے شاید کہ وہاں سے تم کو (رستہ کی) خبر لا کر دوں یا آگ کا انگارا لاؤں تا کہ تم تاپو۞۲۹ پھر جب موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس آئے تو اس مقدس وادی کے دائیں جانب سے ایک درخت میں سے یہ آواز آئی کہ اے موسیٰ علیہ السلام تمام جہان کا پرورش کرنے والا اللہ میں ہوں۞۳۰ اور یہ بھی کہ تم اپنا عصا ڈال دو پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کو دیکھا کہ سانپ کی طرح لہرا رہا ہے تو منہ پھیر کر الٹے بھاگے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا ہم نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام سامنے آ اور ڈر نہیں تو (ہر طرح) امن میں ہے۞۳۱ اپنے گریبان میں اپنا ہاتھ ڈالو کہ وہ بغیر کسی عیب

*......ذکر جار اللہ لہٗ معنیین احدھما حقیقۃ وھوانہ لماقلب اللہ العصا حیۃ فزع واضطرب فاتقاھا بیدہ کمایفعل الخائف من الشیٔ فقیل لہ ان اتقاءک بیدک فیہ نقصان لدرک عندالاعداء فان القیتھا فکما تنقلب حیۃ فادخل یدک تحت عضدک مکان اتقاءک بھا ثم اخرجھا بیضاء لیحصل الامران اجتناب النقص واظہار معجزۃ اخری ، و ثانیھما مجاز وھوان یراد بضم الجناح التجلد وضبط النفس حتی لایضطرب فیکون استعارۃ من فعل الطائر لانہ اذا خاف ارخی جناحیہ والاضمھما ومعنی الرھب من اجل الخوف (نیشاپوری)۔

کے چمکتا ہوا نکلے گا اور خوف سے اپنے دونوں بازو اپنی طرف ملا لو (یعنی اطمینان رکھو) پس یہ دو سند ہیں آپ کے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس جانے کے لیے بے شک وہ بدکار قوم تھی ۳۲ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے رب میں نے ان کے ایک آدمی کو قتل کر دیا ہے سو خوف ہے کہ (اس کے بدلے میں) کہیں مجھی نہ مار ڈالیں ۳۳ اور میرا بھائی ہارون وہ مجھ سے فصیح اللسان ہے اس کو میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج کہ میری تصدیق کرے کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے ۳۴ فرمایا ہم تمہارے بھائی سے تمہارا بازو قوی کیے دیتے ہیں اور تم کو غلبہ دیں گے پھر وہ تم تک پہنچ بھی نہ سکیں گے ہماری نشانیوں کے سبب تم اور تمہارے پیرو غالب رہیں گے ۳۵ پھر جب موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آئے تو لوگ بولے یہ ہے کیا؟ مگر جادو بنایا ہوا اور ہم نے تو اس کو اپنے اگلے باپ دادا میں سنا بھی نہ تھا ۳۶ اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میرا رب خوب جانتا ہے جو اس کی طرف سے ہدایت لے کر آیا ہے (اور اس کو بھی خوب جانتا ہے) کہ جس کے لیے دار آخرت کی خوبیاں ہوں گی البتہ ستمگار فلاح نہیں پاتے ۳۷ اور فرعون نے کہا اے سردارو! میں نہیں جانتا کہ میرے سوا تمہارا کوئی اور معبود ہے پھر اے ہامان تو میرے لیے گارا پکوا۔ (یعنی پزاوا) پھر میرے لیے ایک بلند محل چنوا کہ میں اس پر چڑھ کر موسیٰ علیہ السلام کے اللہ کو جھانکوں اور میں تو اس کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں ۳۸۔

ترکیب:......شاطئ الوادی جانبہ و من الاولیٰ و الثانیۃ کلتاھما لابتداء الغایۃ أی اتاہ النداء من شاطئ الوادی من قبل الشجرۃ فالثانیۃ بدل الاولیٰ بدل الاشتمال لان الشجرۃ کانت نابتۃ علی الشاطئ۔

حضرت موسیٰ کی مدین سے واپسی:...... **تفسیر:**...... جب موسیٰ علیہ السلام وہ میعاد پوری کر چکے تو بیوی کو لے کر (مصر) کی طرف روانہ ہوئے۔ سردی کا موسم تھا رستہ بھی رات میں بھول گئے تھے گھر کے لوگوں سے کہا کہ وہ جو دور سے جنگل میں آگ چمک رہی ہے تم یہیں ٹھہرو میں وہاں جا کر دریافت کرتا ہوں یعنی رستہ کے لیے کہ اس آگ کے پاس کوئی ہوگا اور جو آگ زیادہ ہوئی تو اس میں سے ایک انگارا بھی تمہارے تاپنے کو لا دوں گا۔ جب موسیٰ علیہ السلام وہاں آئے تو رستہ کے دائیں جانب ایک جنگل کی پاک جگہ میں ایک درخت سے یہ آواز آئی کہ اے موسیٰ علیہ السلام! میں ہوں اللہ رب العلمین۔ یہ وادی جہاں درخت میں سے دور سے رات کو موسیٰ علیہ السلام کو آگ دکھائی دی تھی کوہ طور کی وادی ہے قلزم کے قریب اس کی دونوں شاخوں کے درمیان مدین سے ایک دو روز کے فاصلہ مصر جاتے ہوئے یہ وادی ملتی ہے۔

تجلی الٰہی:......الغرض موسیٰ علیہ السلام نے جو دور سے آگ کا شعلہ دیکھا تھا دراصل وہ آگ نہ تھی تجلی الٰہی کی روشنی تھی، چنانچہ جب وہاں آئے تو اللہ سے ہم کلام ہوئے۔ آگ لینے آئے تھے نبوت مل گئی۔ وہیں عصا بد بیضا کے دو معجزے ملے اور حکم ہوا کہ فرعون کو جا کر سمجھاؤ، دعا کی کہ میری زبان میں لکنت ہے میرے ساتھ میرے بھائی ہارون کو بھی مددگار کر دے۔ چنانچہ آئے اور فرعون سے ملے اور معجزے دکھائے وہ کب مانتا تھا آخر وہ اور اس کا تمام لشکر قلزم میں غرق ہوا۔ یہ قصہ اور سورتوں میں مفصل ہے یہاں اختصار کر دیا گیا۔ کیوں کہ جس غرض سے بیان ہوا وہ اسی قدر میں حاصل ہو گئی، اب کلام اس میں ہے کہ درخت میں سے جو آواز آئی اور موسیٰ علیہ السلام کو سنائی دی وہ کس کی آواز تھی؟ فرشتہ کی یا خود اللہ تعالیٰ کی۔ اگر فرشتہ کی آواز تھی تو اس نے کیوں کر کہہ دیا کہ اللہ میں ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی تھی تو اس کا کلام آواز اور حروف سے پاک ہے جیسا کہ محققین کا مذہب ہے۔ کیوں کہ یہ باتیں جسمانی چیزوں کے کلام میں ہوتی ہیں۔ اس کے جواب میں معتزلہ نے تو یہی کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کسی جسمانی چیز کے ذریعہ سے کلام کر سکتا ہے یعنی اپنا کلام اس میں پیدا کر کے سنوا دیتا ہے۔ پتھر کی طرف توجہ کی تو پتھر اس کی طرف سے زبان بن کر کلام کرنے لگا، درخت کی طرف کی تو وہ بولنے لگا۔ ماوراء النہر کے علماء اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ وہ کلام قدیمہ جو اللہ کی ذات سے قائم ہے سنا نہیں جا سکتا اور جو درخت میں سے سنا گیا وہ ایک آواز اور حروف تھے جو اس کلام پر دلالت کرتے تھے۔ اشعری فرماتے ہیں کہ وہ کلام کہ جو نہ آواز کے ذریعہ سے ہو نہ حروف کے وہ بھی ممکن ہے کہ سنائی دے جائے جیسا کہ ذات الٰہی جو نہ جسم ہے نہ عرض ہے ممکن ہے کہ دکھائی دے جائے (نیشاپوری)۔

خلاصۂ جواب یہ کہ فرشتہ کی آواز نہ تھی۔ بات یہ تھی کہ اس درخت پر اللہ کی تجلی ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے تو وہاں ان کی روح کو انکشاف ہوا روحانی

طور پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے۔ پس اس نداء کو آواز اور حروف ظاہری کی حاجت نہیں ایسی باتوں کی پوری کیفیت حیطۂ بیان سے بھی باہر ہے۔
بعض فلسفیانہ خیالات کے مسلمان اس روشنی کو فاسفورس کے سبب سے بیان کرتے ہیں اور اس آواز کی اور پھر دونوں معجزوں کی بھی عجب عجب بے سروپا توجیہیں کرتے ہیں جو محض بے فائدہ بات ہے۔

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾
فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾
وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ
ع ۴ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا
مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى
وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى
الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ
الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا
مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ
لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمہ: ...اور فرعون اور اس کے لشکروں نے ناحق کا ملک میں سر اٹھایا تھا اور سمجھ لیا تھا کہ ہماری طرف لوٹ کر نہ لائے جائیں گے ﴿۳۹﴾ پھر ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا پھر ان کو دریا میں پھینک دیا سو دیکھیے ستمگاروں کا کیا انجام ہوا ﴿۴۰﴾ اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا تھا (گمراہی میں) وہ لوگوں کو جہنم کی طرف بلایا کرتے تھے اور قیامت کے دن ان کو مدد نہ پہنچے گی ﴿۴۱﴾ اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے دن تو ان کی بہت بری گت ہوگی ﴿۴۲﴾ اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی (توارت) بعد اس کے کہ ہم پہلے قرنوں کو ہلاک کر چکے تھے وہ کتاب لوگوں کے لیے بینائی اور ہدایت اور رحمت تھی تا کہ وہ لوگ سمجھیں (اور نصیحت پکڑیں) ﴿۴۳﴾ اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جب کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے نبوت کا حکم دیا تھا تو نہ آپ (کوہ طور کے) غربی جانب موجود تھے اور نہ آپ ان کو دیکھ رہے تھے ﴿۴۴﴾ لیکن ہم نے بہت سے ان کے بعد قرن ❶ پیدا کیے

❶ قرن سینگ کو بھی کہتے ہیں اور زمانہ کو بھی، یہاں اخیر معنی مراد ہیں۔ قرن میں اختلاف ہے۔ کوئی بارہ برس کے زمانے کو قرن کہتا ہے کوئی کہتا ہے اس سے زیادہ کو کہتے ہیں اس کا ہندی میں فصیح ترجمہ جگ ہے۔ کہتے ہیں کئی جگ بیت گئے یعنی کئی زمانے گزر گئے۔ چونکہ آج کل خود قرن کا لفظ مستعمل ہے اس لیے ہم نے اسی کو رہنے دیا اور جہاں کہا گیا ہے ہم نے بہت سے قرن ہلاک کیے وہاں مراد یہ ہے کہ بہت سے قرنوں کے لوگ ہلاک کیے ۱۲ منہ۔

جن پر مدتیں دراز گزر گئیں اور نہ تو آپ مدین کے لوگوں میں ہی رہا کرتے تھے جو ان کو ہماری آیتیں سنایا کرتے تھے لیکن ہم رسول بھیجتے رہے ۞۴۵ (اسی طرح آپ کو بھیجا اور الہام سے یہ واقعات آپ کو معلوم ہوئے) اور نہ تم اس وقت طور کے کنارے پر تھے جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی لیکن آپ کے رب کی رحمت ہے کہ اس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا تاکہ آپ اس قوم کو تنبیہ کریں کہ جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت پکڑیں ۞۴۶۔

تفسیر:... وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ۞۴۲ تک فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تھا۔ اس کو تمام کر کے وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ... الخ سے اس قصہ کے نتائج کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب پہلے قرن یعنی زمانے والے ہلاک ہو چکے تو خلق کی رہ نمائی کے لیے ہم نے موسیٰ کو مبعوث کیا اس کو یہ یہ باتیں پیش آئیں۔ جنگل میں کلام کیا۔ معجزات دیے اور کتاب یعنی تورات عطا کی جو بصارت اور ہدایت اور رحمت تھی سمجھ داروں کے لیے۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے بعد جب گمراہی کا زمانہ دراز گزر گیا خلق کی ہدایت کے لیے اے محمد ﷺ تجھ کو مبعوث کیا اور تجھ پر قرآن نازل کیا جس میں گزشتہ انبیاء کے صحیح صحیح واقعات تجھ پر ظاہر کیے ورنہ اے محمد ﷺ نہ تو آپ جانب غربی میں تھے یعنی اس مکان میں جو غربی رخ تھا جہاں کہ ہم موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی، اس سے مراد کوہ طور کی وادی ہے جو عرب میں غربی سمت پر واقع ہے یا اسی وادی کی غربی جانب مراد ہے۔ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ اور نہ تو اس معاملہ کا دیکھنے والا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ معنی ہوئے کہ نہ تو آپ اس جگہ موجود تھے اور جو موجود بھی ہوتے تو ان وقائع کو نہ دیکھتے۔ وَلٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا لیکن موسیٰ علیہ السلام کے عہد سے لے کر تیرے زمانے تک بہت سے قرن پیدا کیے فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ پس بعد زمانہ کی وجہ سے علوم اور شرائع معدوم ہو گئے تھے تو ہم پر رسول بھیجنا ضرور ہوا۔ پھر تفصیل کرتا ہے وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْۤ اَهْلِ مَدْيَنَ کہ نہ تو مدین میں رہا کرتا تھا جو تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا تو ان مکہ والوں کو ان کے حالات بتا رہا ہے (مقاتل) اور ضحاک کہتے ہیں تو مدین والوں کا رسول نہ تھا بلکہ ان کا اور رسول تھا شعیب علیہ السلام تو اور رسول ہے جو سب کے بعد آیا وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا اور نہ تو کوہ طور کے پاس تھا جب کہ موسیٰ علیہ السلام کو پکارا۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کے کسی دوسرے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب کہ ستر آدمیوں کو لے کر گئے تھے وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ مگر تیرے رب نے اپنے فضل سے تجھ پر وحی کی اور یہ باتیں بتائیں اور تجھے رسول بنایا لِتُنْذِرَ قَوْمًا کہ ان لوگوں کو متنبہ کرے کہ جن کے پاس رسول نہیں آیا وہ تیرے زمانے کے لوگ ہیں لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ وہ سمجھیں اور ہدایت پر آئیں۔

وَلَوْلَاۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ
اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۞۴۷ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ
مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَاۤ اُوْتِيَ مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَاۤ اُوْتِيَ
مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۫ وَقَالُوْۤا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ۞۴۸ قُلْ
فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَاۤ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۞۴۹

فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ
اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾ ع

ترجمہ:......اور اگر یہ بات ہوتی کہ ان کے اپنے ہی اعمال بد کے سبب سے ان پر مصیبت نازل ہو جائے (اس وقت) کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے پاس تو نے کس لیے رسول نہیں بھیجا کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے (حکموں کو مانتے) اور ایمان لانے والوں میں سے ہوتے ﴿۴۷﴾ پھر جب کہ ان کے پاس ہماری طرف سے دین حق آ گیا تو یہ کہنے لگے کہ رسول کو ویسا (معجزہ) کیوں نہ دیا گیا جیسا موسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا کیا جو معجزے موسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے تھے لوگوں نے ان کا پہلے انکار نہیں کیا تھا کہہ دیا تھا کہ دونوں جادوگر (اور) ایک دوسرے کا مددگار ہے اور (صاف صاف) کہتے تھے کہ ہم کسی کو بھی نہیں مانتے ﴿۴۸﴾ (اے رسول) آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو اللہ کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لاؤ جو ان دونوں سے ہدایت میں بڑھ کر ہو کہ میں اس پر چلوں ﴿۴۹﴾ پھر اگر آپ کا کہنا نہ کریں (نہ مانیں) تو جان لو کہ وہ صرف اپنی خواہشوں کے تابع ہیں اور ان سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا کہ جو اللہ کی ہدایت چھوڑ کر اپنی خواہشوں پر چلتا ہو بے شک اللہ (ایسے) ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا (توفیق قبول ہدایت کی نہیں دیتا) ﴿۵۰﴾۔

ترکیب:......لولا کلمہ شرط ان تصیبھم ان مصدریہ بما تصیبھم سے متعلق ای لو لا اصابة المصیبة علیھم بسبب ما ای اعمال سیئة قدمت والعائد محذوف ای اعمال کسبوھا فیقولوا ف تفریع یا تعقیب کے لیے پورے جملہ مقدمہ سے یعنی لو وقع علیھم المصیبة باعمالھم لقالوا ربنا... الخ یہ سب جملہ حیز شرط میں ہے جواب محذوف ما ارسلناک الیھم رسولا۔ قالوا سحران جملہ بیان ہے اولم یکفروا کا ساحران بالالف ای موسیٰ علیہ السلام وھارون وقیل موسیٰ علیہ السلام و محمد صلی اللہ علیہ وسلم وبغیر الالف سحران القرآن والتوراة۔

رسالت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے

تفسیر:......وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ یہاں سے پھر اسی رسولوں کے بھیجنے کے مسئلہ کو مدلل کرتا ہے کہ ہم اس لیے بھی رسول بھیجا کرتے ہیں کہ لوگ جب ان پر ان کے اعمال بد کی شامت سے عذاب آئے یہ نہ کہنے لگیں کہ اگر اللہ ہمارے پاس رسول بھیجتا تو ہم آیات الٰہی پر چلتے ایمان دار ہو جاتے اس مصیبت کو نہ دیکھتے اس لیے کہ پھر برے کام ہی نہ کرتے۔ اس الزام کو دفع کرنے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انبیاء بھیجے تاکہ پھر کسی کو کوئی عذر باقی نہ رہے۔

کفار کے شبہات:......لیکن فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ ... الخ جب ان کے پاس دین حق آیا تو اس میں شبہات کرنے لگے کہ لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى اس رسول کو ایسے معجزے کیوں نہ دیے گئے جو موسیٰ علیہ السلام کو دیے گئے تھے عصا کا سانپ بن جانا، ید بیضا وغیرہ۔

کفار کے شبہات کا جواب:......اللہ تعالیٰ ان کے اس شبہ کا جواب دیتا ہے اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا کہ کیا اگلے لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کا پہلے انکار نہیں کر دیا ہے کہ اور کہہ دیا کہ دونوں بھائی جادوگر ہیں، ایک دوسرے کا مددگار بن گیا ہے۔ قریش نے یہود مدینہ کے کہنے سے یہ کہا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے مانند معجزات دکھاؤ فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کو کب لوگوں نے مانا تھا اور یہ قریش اب بھی موسیٰ علیہ السلام کو کب مانتے ہیں دونوں بھائیوں کو ساحر کہتے ہیں جس نے ساحران پڑھا ہے تب تو معنی ظاہر اور جس نے ساحران پڑھا ہے تب یہ مبالغہ پر محمول ہوگا۔ جیسا کہ زید عدل، یا سِحْرٰنِ بمعنی ذو سحران۔ بعض مفسرین کہتے ہیں سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا سے ان

کی مراد توریت وقرآن ہے جو اپنے مضامین کی مطابقت کی وجہ سے ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہے اور یہی تظاہر یعنی باہم مدد کرنا ہے۔اور اسی پر بس نہیں بلکہ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ یہ بھی کہہ دیا کہ ہم سب کے منکر ہیں نہ توریت کو مانتے ہیں نہ قرآن کو نہ موسیٰ علیہ السلام وہارون علیہ السلام کو نہ محمد ﷺ کو۔اس کے جواب میں فرماتا ہے یہ تو تم بھی مانتے ہو کہ اللہ اپنے بندوں پر لطف وکرم کرتا ہے ان کی سخت ضرورتوں کو دفع کرتا ہے ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی بچہ کے لیے دودھ تیار کر دیتا ہے وقت پر مینہ برساتا ہے طیور کو پر اور درندوں کو دانت اور چنگل عطا کرتا ہے۔پھر انسان کی اس سے بڑھ کر اور کیا ضرورت ہے کہ اختلاف عقول وعادات کے وقت دار آخرت اور راہ راست بتانے کے لیے اس کے پاس کوئی اس کا بھی دستور العمل آنا چاہیے کہ جس پر چلے قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اب تم کوئی کتاب الٰہی توریت اور قرآن سے بہتر بتلاؤ کہ میں بھی اس پر چلوں اگر تم سچے ہو۔

خواہشات کی پیروی:...... فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ پس اگر وہ کوئی ایسی کتاب نہ لاسکیں تو ظاہر ہوجائے گا کہ وہ اپنی خواہش نفسانی کے پیرو ہیں جھوٹی حجتیں کرتے ہیں و من اضل . . . الخ اور جو ایسا کرتا ہے اس سے زیادہ کون گمراہ ہے؟ یہ ہٹ دھرم بے انصاف ہیں اور ہٹ دھرم بے انصافوں کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔غرض یہ کہ رسول نہ آتا تو یوں عذر کرتے اور وہ بھی جب کہ ان پر عذاب آتا نہ کہ اپنے کفر پر آخرت میں آپ نادم ہوتے (بل بے تمہارا کفر) اور جو رسول آیا تو یوں کہنے لگے۔پھر ایسوں کو ہدایت کہاں؟ ازلی بدنصیب ہیں۔

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ
مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ
رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا
وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ
اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۫ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۫ لَا
نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿۵۵﴾ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ
وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾

انصف

ترجمہ:......اور البتہ ہم ان کے پاس ہدایت بھیجتے رہے تا کہ وہ سمجھیں ﴿۵۱﴾ (وہ جو منصف ہیں) جن لوگوں کو ہم نے اس (قرآن) سے پہلے کتاب دی ہے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں ﴿۵۲﴾ اور جب ان کو (یہ کلام الٰہی) سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے یہ حق ہے ہمارے رب کی طرف سے ہم تو اس کو پہلے ہی سے مانتے ہیں یہ ہیں ﴿۵۳﴾ وہ لوگ کہ جن کو دوگنا بدلہ ملے گا ان کے صبر کی وجہ سے اور یہ نیکی کے ساتھ بدی کو دفع کرتے ہیں اور ہمارے دیئے میں سے کچھ دیتے ہیں ﴿۵۴﴾ اور جب بیہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے اعمال اور

تمہارے لیے تمہارے اعمال (دور ہی سے) تم کو سلام ہے ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۵۵ (اے رسول) آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور وہی راہ پر آنے والوں کو خوب جانتا ہے۵۶۔

ترکیب:...... لھم وصلنا سے متعلق ای بینا القول القرآن مفعول وصلنا من قبلہ ای من قبل القرآن پس یہ اتینا سے متعلق ہے۔

کفار مکہ کا ایک شبہ اور اس کا جواب

تفسیر: اہل مکہ کا ایک یہ بھی شبہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ایک ہی بار تمام کتاب محمد (ﷺ) کو کیوں نہ دی گئی؟ تھوڑا تھوڑا کیوں نازل ہوتا ہے؟ اور نیز کیا موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کافی نہ تھی؟ پھر نئی کتاب کیوں نازل کی گئی؟ آج کل کے بعض ناواقف پادریوں نے بھی یہی شبہ کیا ہے) اس کا جواب دیتا ہے وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ ❶ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ۵۱ کہ ہم جو پے در پے قول یعنی ہدایت کی بات قرآن مجید اور اس کی آیات یکے بعد دیگر اس لیے بھیجتے رہے کہ وہ سمجھیں۔ ہر روز ایک نئے فائدے اور نئی حکمت سے فیض اٹھانا اور تدریجاً یاد کرنا اور ہر ایک وقت اور زمانہ کی ضرورت کے موافق حکمت نوامیسیہ اور اسرار شریعت سے واقف ہونا زیادہ تر موثر ہے جیسا کہ مشاہدہ اور تجربہ شاہد ہے۔

منصف اہل کتاب کی مدح:..... اَلَّذِينَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ ❷ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ۵۲ تمہارے اس شبہ کی کچھ بنیاد نہیں وہ لوگ کہ جن کو اس سے پہلے کتابیں دی گئی ہیں توریت زبور و دیگر صحف انبیاء و انا جیل وہ قرآن مجید کے مضامین عالیہ پر نظر کر کے اس پر ایمان لاتے ہیں اور جانتے ہیں کہ مصلحتوں کے لحاظ سے ہر وقت میں یکے بعد دیگر اللہ تعالیٰ انبیاء پر الہام کرتا آیا ہے۔ توریت کے بعد زبور اور پھر اور بہت سے نبیوں کی کتابیں اور ان کے بعد انجیل مقدس نازل ہوئی ایک کتاب کافی نہ سمجھی گئی۔ اور یہ بھی نہیں ہوا کہ ان کتابوں کو ایک ہی نازل کر دیا ہو۔ اور نہ وہ صرف ایمان ہی لاتے ہیں بلکہ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ... الخ وہ اس کے برحق ہونے کی بھی گواہی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو اس پر پہلے ہی سے ایمان لائے ہوئے ہیں کیونکہ پہلی کتابوں میں انہوں نے اس کی بابت پیشین گوئیاں دیکھی تھیں۔ پس اعتبار ان اہل علم کی شہادت کا ہے جو کلام الٰہی کے پہچاننے کا ملکہ رکھتے ہیں نہ کہ تم جاہلوں کا، کہ تم کلام الٰہی کے اسلوب ہی سے واقف نہیں پھر تمہارے شبہ کی کیا وقعت ہے؟ قتادہ کہتے ہیں کہ یہ ان کی نسبت ہے کہ جو آنحضرت ﷺ کے معبوث ہونے سے پہلے شریعت سابقہ پر عمل کرتے تھے پھر جب آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے تو آپ ﷺ پر بھی ایمان لائے من جملہ ان کے سلمان اور عبداللہ بن سلام ہیں۔ مقاتل کہتے ہیں چالیس عیسائیوں کی طرف اشارہ ہے، کہ جن میں سے بتیس آدمی تو وہ ہیں کہ جو جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر حبشہ سے آئے تھے اور آٹھ شام سے آئے تھے۔ اور رفاعہ بن قرظہ کہتے ہیں کہ دس آدمیوں کے بارے میں ہے کہ جن میں سے ایک میں بھی ہوں۔ مگر ان کی خصوصیت نہیں جس کسی میں یہ صفات پائی جائیں (نیشاپوری)۔

مؤمنین اہل کتاب کو خوشخبری اور ان کے چند اوصاف حمیدہ:...... اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے حق میں خوش خبری دیتا ہے اور ان کے چند اوصاف بھی ذکر فرماتا ہے۔ خوش خبری یہ ہے اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ کہ ان کو دوگنا ثواب ملے گا اور دو چند بدلہ دیا جائے گا۔ پہلی شریعت پر عمل کرنے کا بھی اور اس شریعت پر عمل کرنے کا بھی۔ یا ان کے ایمان لانے کا اور پھر شہادت دینے کا کیوں کہ ان کو

---

❶ قرآن ۱۲:۱۰۰۔

❷ اہل کتاب کے علماء کی طرف اشارہ ہے وہ اپنی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کا ذکر دیکھ کر حضرت ﷺ کے ظاہر ہونے سے پہلے اسلام کی طرف مائل تھے ۱۲ منہ۔

بڑی بڑی سختیاں پیش آئی ہیں جس پر انہوں نے صبر کیا۔ بِمَا صَبَرُوْا یہ اول وصف تھا۔ وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ یہ دوسرا وصف ہے کہ جو کوئی ان سے برائی کرتا ہے وہ اس کے جواب میں اس سے بھلائی سے پیش آتے ہیں۔ گالی کے بدلے دعا دیتے ہیں۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ کہ اللہ کے دیے میں سے دیتے ہیں خیرات وصدقات بھی کرتے ہیں صرف زبانی جمع خرچ نہیں، یہ تیسرا وصف تھا۔ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ اور جب جاہلوں کج بحثوں کی بے ہودہ باتیں اور رکیک حجتیں اور بدزبانیاں سنتے ہیں تو کنارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں اچھا بھی تمہارے اعمال تمہارے لیے اور ہمارے اعمال ہمارے لیے۔ ہم تم سے لڑنا تکرار کرنا نہیں چاہتے۔ یہ چوتھا وصف ہے۔

ہدایت صرف اللہ کا کام ہے: ......فرماتا ہے کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ دور کے ان اجنبیوں کو کیوں ہدایت ہوگئی اور ان لوگوں کو کیوں نہ ہوئی کہ جن کی ہدایت کی تجھے بڑی کوشش ہے اس لیے کہ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ . . . الخ ہدایت تیرے قبضہ میں نہیں اللہ جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے۔

زجاج کہتے ہیں تمام اہل اسلام متفق ہیں کہ یہ آیت ❶ ابو طالب کے بارے میں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے بہت کچھ چاہا کہ ایمان لاویں پر وہ ایمان نہ لائے۔ اس آیت اور اس آیت میں کچھ منافات نہیں وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ کیوں کہ نفی جو ہے تو ایصال الی المقصود کی ہے اور اثبات جو ہے تو اراءۃ الطریق کا یعنی آپ رستہ بتاتے ہیں مگر اس پر چلنا اور مقصد تک پہنچنا اللہ کے بس میں ہے۔

وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۵۷ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ۝۵۸ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ۝۵۹ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۶۰ ع

ترجمہ: ...... اور (کفار مکہ) کہتے ہیں اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت پر چلیں تو اپنے ملک سے اچکا لیے جائیں کیا ہم نے ان کو حرم میں امن سے جگہ

❶ ...بخاری نے روایت کیا ہے کہ جب ابو طالب کا وقت وفات قریب پہنچا تو آنحضرت ﷺ ان کے پاس آئے وہاں ابوجہل اور عبداللہ بن ابی بھی موجود تھے آپ ﷺ نے فرمایا ہے چچا! کلمہ لا الٰہ الا اللہ کہہ لے میں اس سے تیرے لیے اللہ کے ہاں سند پکڑوں گا۔ ان دونوں نے کہا اے ابو طالب! کیا تو ملت عبدالمطلب سے پھرتا ہے؟ حضرت ﷺ بار بار وہی بات فرماتے تھے اور وہ بھی اپنی وہی کہتے تھے یہاں تک کہ آخر میں ابو طالب نے یہی کہہ دیا کہ میں تو عبدالمطلب کے مذہب پر ہوں اور کلمہ طیب نہ کہا۔ حضرت ﷺ کو رنج ہوا جس پر یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ منہ۔

نہیں دے رکھی ہے کہ جس کی طرف ہر قسم کے میوے کھنچے چلے آتے ہیں جو ہماری طرف سے روزی ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے ﴿۵۷﴾ اور ہم نے بہت سی ایسی بستیاں ہلاک کر ڈالیں کہ جو معیشت میں حد سے بڑھ کر اترا گئی تھیں سو (دیکھو) پھر ان کے یہ گھر ہیں کہ (اُجڑے پڑے ہیں) کہ جو ان کے بعد بہت ہی کم آباد ہوئے ہیں اور آخر کار ہم ہی (ان کے) وارث بنے ﴿۵۸﴾ اور آپ کا رب ایسا بھی نہ تھا کہ بستیوں کو بغیر اس کے کہ ان کی بڑی بستی میں رسول بھیجے جو ان کو ہماری آیتیں سنائے (یوں ہی) غارت کر دے اور ہم بستیوں کو بغیر اس کے کہ وہاں کے لوگ نافرمان ہو جائیں ہلاک نہیں کرتے ﴿۵۹﴾ اور تم کو جو کچھ دیا گیا ہے سو وہ دنیا ہی کی زندگی کا اسباب اور اس کی آرائش ہے اور جو کچھ (نعمتیں) اللہ کے پاس (موجود) ہیں وہ ان سے بہتر اور باقی رہنے والی ہیں پھر کیا تمہیں (اتنی بھی) عقل نہیں ﴿۶۰﴾۔ ■

ترکیب:...... معک نتبع سے متعلق۔ نتخطف جواب شرط۔ خطف ربودن، اُچکنا۔ نمکن بمعنی نجعل اس لیے حرما کی طرف بنفسہ متعدی ہوا۔ امنا بمعنی مومن او ذاامن صفت ہے حرما کی۔ یجبی جملہ صفت ثانیہ رزقا یجبی کے معنی سے مفعول مطلق وقیل حال وکم فی موضع نصب باھلکنا۔ معیشتھا کا نصب بطرت ہے جس کا فاعل ضمیر قریۃ لان المعنی کفرت نعمتھا او جاوزت الحد۔ لم تسکن حال والعامل فیہ الاشارۃ الا قلیلا ای زمانا قلیلا۔ فمتاع الحیوۃ ای فالمؤتی متاع۔

تفسیر:...... مشرکین مکہ کا ایک اور شبہ تھا جس کو بعد وضوح دلائل کے پیش کیا کرتے تھے اس کو اللہ تعالیٰ یہاں نقل فرماتا ہے وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ کہ اگر ہم تیرے ساتھ ہدایت پر آجائیں تو لوگ ہم کو اس جگہ سے مار کر نکال دیں۔

روایت ہے کہ حارث بن عثمان بن نوفل بن عبد مناف نے آنحضرت ﷺ سے کہا ہم جانتے ہیں جو کچھ آپ کہتے ہیں حق ہے لیکن کیا کریں ہم کو خوف ہے کہ ہم کو عرب جلدی نکال دیں گے ہمارے لیے جنگ پر یک بیک سب آمادہ ہو جائیں گے اور مکہ سے نکال دیں گے۔ اور اکثر اہل دنیا حق معلوم ہو جانے پر بھی ایسے ایسے اغراض دنیاویہ پر نظر کر کے دین حق قبول نہیں کیا کرتے۔ اس کا جواب دیتا ہے اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا ... الخ کہ کیا ہم نے ان کو حرم مکہ میں امن سے نہیں بسایا ہے؟ عرب کی باہم مار دھاڑ ہوتی تھی مگر حرم میں رہنے والوں کو کوئی نہیں چھیڑتا تھا۔ دوسرے باوجودیکہ نمک پہاڑوں میں واقع ہے مگر يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ۔ ہر قسم کے پھل اور میوے وہاں باہر سے کھنچے چلے آتے ہیں۔ پھر جب کہ وہ مکہ میں بت پرستی کر رہے ہیں اس پر بھی ہم نے اس جگہ کی بزرگی سے ان کو وہاں امن اور رزق دے رکھا ہے تو خدا پرستی میں یہ بات ان سے ہم کیوں دور کریں گے؟ اور جو خدا پرستی میں کوئی مصیبت آئے اس کو برداشت کر کے دار آخرت کی نعمتیں حاصل کرنا ابدی جہنم میں جانے سے بہتر ہے۔ مگر عرب کے جاہلوں کو اول ان کے مسلمات ہی سے ساکت کیا یہ جواب بعد میں دیا بقولہ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا کہ تم ناز و نعمت بھروسہ پر بھی نہ رہنا کیوں کہ ہم نے بہت سے ایسے شہر ان کے کفر اور بدکاری کی وجہ سے ہلاک کر دیے ہیں کہ جن کے سامان عیش حد سے زیادہ تھے اور وہ اس کی شکر گزاری نہ کرتے تھے پھر ہلاک بھی ایسا کیا فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۭ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ کہ ان کے مکانات خالی پڑے رہ گئے پھر ان کے بعد ان میں کوئی آکر نہ بسا، مگر کم مسافر یا کوئی وارد و صادر عارضی طور پر بابل اور نینوٰی کے خرابات کسریٰ کی عمارات صور و صیدا کے کھنڈر یمن میں عاد کے بلند محل عبرت کی نشانیاں ہیں وہ سب مر گئے آخر ہم ہی مالک رہے کیوں کہ فناء خلق کے بعد ہم ہی باقی رہتے ہیں۔

■:...... حیف ہے ان لوگوں کی عقل پر جو دنیائے فانی کے لالچ میں آکر دین چھوڑ دیتے ہیں۔ یا کسی گناہ اور بدکاری کو اختیار کر لیتے ہیں۔ ہائے! کے دن اور کے سال اس کو کھائیں پییں گے؟ نہیں دیکھتے کہ ان کے روبرو کیسے کیسے ناز و نعم والے بادشاہ اور والیان ملک خاک میں مل گئے۔ نہ آج ان کے وہ رنگ محل ہیں نہ ہاتھی گھوڑے نہ وہ زر و نقد نہ وہ عیش کے سامان نہ وہ حکومت و شوکت نہ وہ شراب اور اس کی طلائی گلاس نہ وہ مہ رویان تبہ کار، فقط ایک خاک کا ڈھیر ہے اور اس کے ارد گرد حسرتوں کا انبار اور جہنم کی نار ہے، عبرت عبرت۔ ۱۲ منہ

ایک شبے کا جواب:......شبہ ہوتا تھا کہ اگر خدا کو یوں ہی شہروں کو غارت کر دینا تھا تو نبی بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟ دوم بہت سے ایسے شہر ہیں اور تھے کہ جو ہر طرح کی بدکاری میں مبتلا تھے باوجودیکہ غارت نہ ہوئے اس کا جواب دیتا ہے وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا کہ ہماری شان یہ نہیں کہ کسی شہر یا گاؤں کو یوں ہی ہلاک و برباد کر دیں بغیر اس کے کہ ان کے پاس ہمارا رسول آ کر ان کو ہماری آیتیں سنائے۔ یعنی حجت تمام کیے بغیر ہلاک نہیں کرتے۔ رسول بھیج کر اپنے احکام سے مطلع کر دیتے ہیں اس پر بھی جب وہ نہیں مانتے تب غارت ہوتے ہیں تاکہ بے خبری کا عذر باقی نہ رہے اس لیے رسول بھیجے اور جہاں جب تک رسول نہیں آئے وہ لوگ غارت نہیں کیے گئے اور ہم ناحق کسی کو برباد نہیں کرتے وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ہم جب ہی کسی بستی کو غارت کرتے ہیں کہ جب وہاں کے لوگ ظلم پر کمر باندھتے ہیں۔ اس لیے حجت تمام کرنے کے لیے اے اہل مکہ تم میں رسول بھیجا۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ نیک شہر برباد نہیں ہوتے اور وہ بربادی جب ہوتی ہے کہ جب رسول یا اس کا نائب احکام پہنچا دیتا ہے پھر وہ نہیں مانتے۔

پھر تیسرا جواب دیتا ہے وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا... الخ کہ جس دنیا اور اس کے لذائذ کے لیے تم دین قبول نہیں کرتے وہ بے حقیقت اور فانی ہے ہاں وہ جو اللہ کے پاس ہے بہتر اور باقی ہے۔ سرور جاودانی اسی عالم میں نصیب ہے۔ پھر جو کوئی بے بنیاد چیز کے لیے دائمی نعمت کو چھوڑے اس سے زیادہ کون بے عقل ہے؟ اس لیے اخیر میں فرماتا اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کہ تم کیوں عقل نہیں پکڑتے۔ بس عاقل ہی ہیں کہ دنیا کی بے ثبات لذتوں سے منہ پھیر کر دار آخرت اور یاد الٰہی کی طرف متوجہ ہیں۔ متاع برتنے کی ضروری چیزیں کھانا، کپڑا، مکان، بیوی اور زینت آرائش اور تکلفات۔

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ
هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٦١﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ
الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٦٢﴾ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ
اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۫ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿٦٣﴾
وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ
لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٦٥﴾
فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ فَاَمَّا مَنْ تَابَ
وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿٦٧﴾ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا
يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٨﴾

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٦٩﴾

ترجمہ:...... پھر کیا وہ شخص کہ جس کو ہم نے (جنت کا) وعدہ دیا ہو سو وہ اس کو پانے والا بھی ہو اس کے برابر ہو سکتا ہے کہ جس کو ہم نے دنیا کی چند روزہ زندگی کے اسباب سے بہرہ مند کیا پھر وہ قیامت کے دن پکڑا ہوا آئے ﴿٦١﴾ اور جس روز ان کو پکار کر کہے گا کہاں ہیں ہمارے وہ شریک کہ جن کا تمہیں گھمنڈ تھا وہ لوگ کہ جن پر الزام قائم ہو چکے گا ﴿٦٢﴾ کہیں گے اے ہمارے رب یہی ہیں وہ کہ جن کو ہم نے بہکایا تھا (اور) ان کو ہم نے گمراہ کیا تھا جیسا کہ ہم خود گمراہ ہوئے تھے ان کی ذمہ داری سے آپ کے حضور میں دست برداری کرتے ہیں یہ ہم کو نہیں پوجا کرتے تھے ﴿٦٣﴾ اور مشرکوں سے کہا جائے گا تم اپنے معبودوں کو پکارو (کہ تمہاری مدد کریں) سو وہ ان کو پکاریں گے پھر وہ ان کو جواب بھی نہ دیں گے اور عذاب دیکھیں گے آرزو کریں گے اے کاش یہ لوگ ہدایت پر ہوتے ﴿٦٤﴾ اور جب ان کو پکار کر پوچھے گا کہ تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا ﴿٦٥﴾ پھر اس روز ان کو کوئی بات بھی نہ سوجھے گی پھر وہ باہم بھی پوچھ کچھ نہ کر سکیں گے ﴿٦٦﴾ پھر جس نے (دنیا میں) توبہ کی ہوگی اور ایمان بھی لایا ہوگا اور نیک عمل بھی کیا ہوگا پس امید ہے کہ وہ شخص فلاح کو پہنچے ﴿٦٧﴾ اور (اے رسول) آپ کا رب جیسا چاہتا پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا منتخب کر لیتا ہے ان کو (اس میں) کچھ اختیار نہیں اللہ پاک اور برتر ہے ان کے شریک کرنے سے ﴿٦٨﴾ اور آپ کا رب خوب جانتا ہے جو کچھ ان کے سینوں میں مخفی ہے اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں ﴿٦٩﴾۔

ترکیب:...... هؤلاء مبتدأ موصوف الذين صله موصول صفت اغوينهم خبر كما اغوينا صفت ويمكن هؤلاء مبتدأ الذين ... الخ خبر اغوينهم جملہ مستانفہ لو انهم کلمہ تحسر۔ اگر شرط ہو تو بارادہ جواب محذوف۔

مؤمن اور کافر برابر نہیں

تفسیر:...... پھر دنیا کی نعمت اور آخرت کی مصیبت والے کا اس سے مقابلہ کر کے دکھاتا ہے کہ جس کے لیے حیات جاودانی اور سرور ابدی تیار رکھا ہے اس کے جانے ہی کی دیر ہے بقولہ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِیْهِ... الخ کہ کیا دونوں شخص برابر ہو گئے؟ ہرگز نہیں۔ بھلا کہاں وہ کہ اس کے لیے اس عالم میں بے شمار نعمتیں تیار کر رکھی ہوں اور وہ اس کو ملنے والی ہیں اس کے برابر ہے کہ جس کو دنیا کی زندگانی کا اسباب عطا ہوا لیکن قیامت کے روز اس کے لیے عذاب تیار ہے۔ ابن جریر نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت آنحضرت ﷺ اور ابوجہل کے بارے میں ہے اور دوسرے طریق سے منقول ہے کہ اس میں حمزہ رضی اللہ عنہ اور ابوجہل کی طرف اشارہ ہے اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ سے حمزہ کَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ سے ابوجہل۔ چوں کہ تمثیل کے طور پر آخرت کا ذکر آیا تھا اس لیے مسئلہ نبوت کو تمام کر کے مسئلہ آخرت ذکر فرمایا کہ وہاں مشرکوں سے یوں سوال ہوگا۔ مِنَ الْمُفْلِحِیْنَ تک وَیَوْمَ یُنَادِیْهِمْ اب یہاں سے وہ قیامت کی باز پرس شروع کرتا ہے کہ ان سے کہا جائے گا بتاؤ کہاں ہیں وہ کہ جن کو تم نے میرا شریک سمجھ رکھا تھا؟ اس کا جواب ان سے کچھ نہ بن آئے گا۔ مگر وہ لوگ کہ جن کے گمراہ کرنے سے یہ بہکے تھے اور اس عدالت میں ان پر جرم ثابت ہو کر سزا جہنم کا حکم ہو چکے گا اپنی براءت کے لیے یوں کہیں گے یہ لوگ ان کو ہم نے گمراہ کیا ہم نے ان پر کوئی جبر نہیں کیا تھا جس طرح باتوں باتوں میں پہلوں نے ہم کو بہکایا تھا اسی طرح ویسی ہی باتیں ان سے ہم نے بھی کہیں یہ آپ بہک گئے ہم ان سے بری ہیں یہ لوگ ہرگز ہم کو نہیں پوجتے تھے۔

محشر میں شرکاء کا اعتراف:...... قَالَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ سے لے کر مَا كَانُوْٓا اِیَّانَا یَعْبُدُوْنَ تک کے یہی معنی ہیں۔ غرض یہ کہ جن کی تقلید کر کے آج یہ ان کو پوجتے ہیں، کل میدان قیامت میں ان کا ساتھ دینا تو درکنار ان سے بیزاری ظاہر کریں گے۔

وَقِیْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ... الخ یہاں سے ایک دوسرے عتاب کا بیان ہے کہ ان سے کہا جائے گا اپنے معبودوں کو بلاؤ کہ وہ تمہاری فریاد رسی کریں پھر وہ ان کے معبود انہیں کچھ جواب نہ دیں گے لقولہ تعالیٰ وَقِیْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهُمْ یہ اس

لیے کہ ان کو اپنے معبودوں کی بے قدرتی اور بیزاری ثابت ہو کہ جن کو یہ آج پوج رہے یعنی برے وقت وہ کچھ کام نہ آئیں گے بلکہ وہ مصیبت دیکھیں گے وَرَاَوُا الْعَذَابَ پھر حسرت کریں گے لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ کہ کاش ہدایت پر ہوتے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں لو شرطیہ ہے اور اس کا جواب محذوف ہے۔ ضحاک ومقاتل کہتے ہیں یعنی المتبوع والتابع یرون العذاب وَلَوْ اَنَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ فی الدنیا ما ابصروہ فی الآخرۃ یہ تو ان پر توحید اختیار نہ کرنے سے الزام قائم ہوگا کہ جس کو رسولوں بغیر عقل سلیم بھی منواتی تھی۔ باقی دیگر احکام حلال وحرام جو رسولوں کے ذریعہ سے پہنچے ہیں ان پر عمل نہ کرنے پر خاص رسولوں کی بابت سوال ہوگا کہ تم نے ان کو کیا جواب دیا تھا وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ . . . الخ یعنی ہمارے ایلچیوں کو کیوں نہیں مانا فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ ان کو کچھ بھی جواب نہ آئے گا۔

انبیاء کے بارے میں سوال:...... فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ کہ آپس میں پوچھ بھی نہ سکیں گے کہ پوچھ کر بتادیں سخت ہیبت اور دہشت ہوگی۔ فَاَمَّا مَنْ تَابَ . . . الخ۔

ایمان وعمل صالح اصل کامیابی ہے:...... یہاں سے حشر کا فیصلہ بیان فرماتا ہے کہ جس نے کفر وشرک اور بدکاری سے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے ان کو فلاح اور نجات ہوگی۔ کلمہ عسیٰ امید دلانے کے لیے ہے۔ حشر کا حال بیان کرکے مناسب ہوا کہ کفار کے اس شبہ کا بھی جواب دے دیا کہ جو ان کو آنحضرت ﷺ کی نبوت میں تھا اس لیے کہ ابھی حشر میں انبیاء کے ماننے کی بابت سوال ہونے کا ذکر تھا جس کا یہ مطلب کہ آج تم نبوت میں یہ شبہ کرتے ہو کل میدان حشر میں تمہارا نبوت کے نہ ماننے پر یہ حال ہوگا۔ شبہ یہ تھا کہ یہ قرآن کسی بڑے سردار پر کیوں نہ اترا ایسے غریب آدمی کو کیوں نبی کیا وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ۝ اس کا جواب دیتا ہے۔

حق تعالیٰ کی مشیت واختیار:...... وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ کہ اللہ کو اختیار ہے کہ جو چاہے پیدا کرے جس کو چاہے برگزیدہ کرے ان کا کچھ اختیار نہیں اور نہ ان کے معبودوں کا کہ جن کو وہ خدائی میں شریک کرتے ہیں اللہ ان کے شریک کرنے سے پاک ہے وہ سب کچھ جانتا ہے ظاہر کی باتیں بھی دل کے خیالات بھی۔ جب وہ علام الغیوب ہے تو اس مصلحت کو بھی وہی جانتا ہے کہ فلاں کو کیوں نبی کیا؟ ❶

وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۝۷۰ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ۝۷۱ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۝۷۲ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝۷۳ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ

❶...... اور ممکن ہے کہ یہ جملہ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ . . . الخ ایک جدا دلیل ہو رد شرک کے لیے کہ تیرا رب قادر وعالم ومتصرف ہے۔ برخلاف ان کے معبودوں کے کہ وہ نہ اختیار رکھتے ہیں نہ قدرت نہ علم حشر میں خود عاجز ہوں گے اور کا کیا بھلا کرسکیں گے۔ اور رَبُّكَ یہ تعریض بھی ہے کہ تیرا رب ایسا ہے برخلاف ان کے معبودوں کے، اور اس وہم کے دفع کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ نے کسی کو نبی کیا اور کسی کو کیوں نہیں بنایا۔ حشر کے ذکر پر یہ شبہ پیدا ہوتا تھا اس کا جواب دیا کہ وہ قادر وحاکم وحکیم ہے ۱۲ منہ۔

فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ ع

ترجمہ:......اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی (اور) معبود نہیں اسی کی تعریف ہے دنیا اور آخرت میں اور اسی کے لیے فرماں روائی ہے اور اسی کے پاس تم کو پھر کر جانا ہوگا ﴿۷۰﴾ کہو بھلا دیکھو تو اگر اللہ تم پر رات کو قیامت تک دراز کر دے تو کوئی اللہ کے سوا (اور) معبود ہے جو تم کو روشنی میں لائے پھر کیا تم سنتے بھی نہیں ﴿۷۱﴾ کہو دیکھو تو (سہی) اگر تم پر اللہ قیامت تک دن کو دراز کر دے تو کون معبود ہے اللہ کے سوا جو تم کو رات میں لائے جس میں تم آرام پاؤ پھر کیا تم (اس نعمت کو) دیکھتے بھی نہیں ﴿۷۲﴾ اور اپنی رحمت ہی سے اس نے تمہارے رات اور دن بنائے تا کہ تم اس میں آرام پاؤ اور اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو ﴿۷۳﴾ اور جس دن ان سے پکار کر پوچھے گا کہ جن کو تم میرا شریک جانتے تھے وہ کہاں ہیں؟ ﴿۷۴﴾ اور ہر گروہ میں سے ہم گواہی دینے والا الگ کر لیں گے پھر ہم کہیں گے تم اپنی دلیل لاؤ تب ان کو معلوم ہو جائے گا کہ حق اللہ ہی کے لیے ہے اور جو کچھ وہ ڈھکوسلے بنایا کرتے تھے گئے گزرے ہو جائیں گے ﴿۷۵﴾۔

ترکیب:......سرمدا یجوز ان یکون حالاً من الیل وان یکون مفعولاً ثانیاً لجعل والی یتعلق بسرمدا۔ من اله... الخ جواب ہے ان جعل اللہ کا۔

تفسیر:......وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ سے مبدا میں گفتگو شروع ہوگئی تھی یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں، اس لیے وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے اس کی تکمیل کی جاتی ہے گویا یہ بیان سابق کا تتمہ ہے اور قرآن مجید کی عادت ہے کہ کبھی مبدا میں گفتگو کرتا ہے کبھی معاد میں کبھی نبوات وشرائع میں اور یہی باتیں مقصود بالذات بھی تھیں۔ فرمایا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں دنیا وآخرت میں اپنی نعمتوں کے سبب وہی ستائش کا مستحق ہے اور فرماں روائی اسی کے لیے ہے اور اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔ اور کون ہے کہ جس میں یہ اوصاف ہیں؟ مشرکین اگرچہ دوسرے اللہ کے قائل نہ تھے مگر چوں کہ اور چیزوں کو بھی خدائی میں شریک جانتے تھے اور نافع وضار سمجھ کر ان کو پکارتے تھے اور نذر ونیاز کرتے تھے اس لیے ان سے یہ کلام کیا گیا کہ اللہ کی جو باتیں ہیں وہ تو اللہ ہی میں ہیں ذکی کے لیے تو اسی قدر بس تھا۔ مگر وہ پشت در پشت ایسے ناپاک اور ظلمانی خیالات کے رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے وہ اتنی بات سے کب سمجھتے ہیں اس لیے ان کے معبودوں سے قدرت واختیار نفع وضرر پہنچانے کی نفی کی گئی۔ اور سب سے پہلے ایک ایسی بات میں عاجزی ثابت کی کہ جس کی طرف انسان کو اشد ضرورت ہے اور بغیر اس کے کسی طرح چارہ نہیں۔ وہ کیا، رات دن کا اپنے اندازۂ خاص پر ہونا اور ان سے آرام اٹھانا، پس فرماتا ہے قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ... الخ کہ ان سے پوچھو اگر اللہ تم پر رات کو اس قدر دراز کر دے کہ قیامت تک صبح نہ ہو تو پھر تمہارے معبودوں میں سے کوئی ایسا ہے کہ صبح کر دے؟۔

اسی طرح اگر دن کو اس قدر بڑا کر دے کہ قیامت تک شام نہ ہو تو پھر تمہارے معبودوں میں سے وہ کون سا ہے جو تمہارے آرام کے لیے رات پیدا کرے؟ رات میں آرام پانا سکون طبع ہونا ایک طبعی بات ہے۔ رات کی درازی میں تو اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ فرمایا تھا کیوں کہ رات میں اندھیرا ہوتا ہے دکھائی کم دیتا ہے کانوں سے کام لیا جاتا ہے اندھیرا میں آدمی سن سکتا ہے دیکھ نہیں سکتا اور دن میں دیکھنا ہو سکتا ہے اور روشنی میں آنکھ زیادہ کام دیتی ہے اس لیے یہاں اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ فرمایا۔

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ فرماتا ہے اسی کی عنایت ہے کہ اس

نے تمہارے لیے رات اور دن بنایا لتسکنوا تا کہ آرام پاؤ، سکون ملے یہ رات کا فائدہ ہے۔ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ کہ اس کے فضل یعنی روزی کی تلاش کرو تجارت وزراعت وغیرہ اسباب معاش میں مصروف ہو یہ دن کا فائدہ ہے کیونکہ دن میں انسان کاروبار کرتا ہے وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ دونوں سے متعلق ہے۔ یہ چیزیں اس لیے بنائیں کہ تم شکر کرو۔ اب روزمرہ کی نعمت کی بے قدری اور ناشکری کو دیکھیے۔ اس برہان کے بعد حشر کے دن کا عجز بیان کرتا ہے۔

شرک کا ابطال اور حق کا اظہار:......وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ . . . الخ کہ ان سے پکار کر کہا جائے گا تا کہ ہر کوئی سنے اور ان کی رسوائی سب پر ظاہر ہو کہ وہ تمہارے معبود کہاں ہیں؟ اور اس عدالت میں ہم ہر ایک امت میں سے گواہی دینے والا نبی یا اس کا نائب بلائیں گے جو ان مجرموں سے کہے گا کہ اب کوئی دلیل یا سند پیش کرو کیا خاک پیش کریں گے۔ پس ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ اللہ کا فرمانا برحق ہے اور ہمارے جھوٹے ڈھکوسلے تھے کہ فلاں دیوی قیامت میں یہ کرے گی دیوتایوں کام آئے گا۔

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۪ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَاۤ اِنَّ
مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ
الْفَرِحِيْنَ ۝۷۶ وَابْتَغِ فِيْمَاۤ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا
وَاَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا
يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۷۷ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِىْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ
اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْئَلُ
عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۷۸ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِىْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ
الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِىَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝۷۹ وَقَالَ
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا
يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ۝۸۰ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ
يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ۝۸۱ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا
مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۤءُ مِنْ عِبَادِهٖ

غ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۭ وَيْكَاَنَّهٗ* لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ:...... بے شک قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا پھر وہ ان سے اکڑنے لگا اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیے تھے کہ اس کی کنجیاں چند زور آور مرد بمشکل اٹھاتے تھے (قارون کے اکڑنے پر) جب اس کو اس کی قوم نے کہا کہ اترا مت کیونکہ اللہ کو اترانے والے نہیں بھاتے ﴿۷۶﴾ اور جو کچھ تجھ کو اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر حاصل کر اور اپنا حصہ دنیا میں سے نہ بھول اور بھلائی کر جس طرح اللہ نے تجھ سے بھلائی کی اور ملک میں خرابی ڈالتا نہ پھر اس لیے کہ اللہ کو مفسد لوگ پسند نہیں آتے ﴿۷۷﴾ اس نے کہا مجھے تو یہ ایک ہنر سے ملا ہے جو مجھے حاصل ہے کیا اس نے معلوم نہیں کیا کہ اللہ نے اس سے پہلے ایسے قرن ہلاک کر دیے جو قوت اور مال میں اس سے بھی زیادہ تھے اور گناہ گاروں کے گناہوں سے پرستش نہیں کی جاتی ہے ﴿۷۸﴾ (پھر ایک دن) وہ اپنی قوم کے سامنے اپنی تیاری سے نکلا تو دنیا کی زندگی کے طالب کہنے لگے کہ اے کاش ہمارے لیے بھی ویسا ہی ہوتا جیسا کہ قارون کو دیا گیا ہے وہ تو بڑا نصیبے والا ہے ﴿۷۹﴾ اور علم والوں نے کہا کم بختو! اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لیے جو ایمان لایا اور نیک کام کیا اور یہ نہیں ملتا مگر صبر کرنے والوں کو ﴿۸۰﴾ پھر ہم نے قارون اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا پھر اس کی ایسی کوئی بھی جماعت نہ تھی جو اس کو (عذاب) اللہ سے بچا لیتی اور نہ وہ خود بچ سکا ﴿۸۱﴾ اور وہ لوگ جو کل اس کے مرتب کی تمنا کرتے تھے آج صبح کو کہنے لگے کہ ہائے رے اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے اگر اللہ کی ہم پر مہربانی نہ ہوتی تو ہم کو بھی زمین میں دھنسا دیا ہوتا ہائے کافروں کو فلاح نہیں ہوتی ﴿۸۲﴾۔

ترکیب:...... ما ان مفاتحہ ما بمعنی الذی فی موضع نصب باٰتیناو ان واسمہا وخبرہا صلۃ الذی ولہذا کسرت ان لتنؤ ... الخ ای لثقلہم فالباء للتعدیۃ وقد یقال اناءتہ ونوءت بہ وقیل ھو علی القلب ای لتنوء بہ العصبۃ ومن الکنوز تتعلق باٰتیناہ واذقال لہ ظرف لاٰتینہ والاوجہ ان یقال اذکر اذقال لہ قومہ۔ فیما اٰتاک ما مصدریۃ او بمعنی الذی وھی فی موضع الحال ای واطلب متقلبا فیما اٰتاک اللہ اجر الاٰخرۃ ویجوز ان یکون ظرفا لابتغ۔ علی علم فی موضع الحال وعندی صفۃ لعلم من قبلہ ظرف لاھلک من ھو مفعول۔

تفسیر:...... کلام اس میں آ گیا تھا کہ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى کہ دنیا کے ناز و نعم بے ثبات ہیں نعماء باقیہ دار آخرت کی ہیں پھر اس کے سبب دار آخرت کو چھوڑنا پوری بدنصیبی اور بے عقلی ہے۔ اس کے بعد اسی کے متعلق کلام رہا۔ اب اس کی توضیح و تمثیل کے لیے ایک بڑے مالدار کا قصہ بیان کرتا ہے کہ جس نے مال کے غرور میں دار آخرت کی محرومی حاصل کی اور نبی سے سرکش ہو گیا جس سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ پھر یہ دولت دنیا ہی میں جاتی رہتی ہے اور بلاءِ آسمانی نازل ہو جاتی ہے یعنی دار آخرت کا عذاب تو جو کچھ ہو گا سو ہو گا مگر جس دولت پر پھولا ہوا ہے وہ بھی دنیا میں سدا اس کے پاس نہیں رہتی۔

قارون کا قصہ ▣

او روطلی دار ایک شخص کا تھا جس کا نام قارون تھا فقال اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ... الخ۔ فَبَغٰى عَلَيْهِمْ سو اس نے موسیٰ، قارون اور بنی اسرائیل کے فرماں بردار سرداروں سے سرکشی اور مقابلہ کیا اور حالاں کہ اس کو اللہ نے اس قدر خزانے دیے تھے کہ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ اس کی کنجیوں کے اٹھانے سے چند زور آور آدمی تھک جاتے تھے۔ و المفاتح جمع

---

* ویکانہ ویک عند الکوفین بمعنی ویلک وجوز جار اللہ ان یکون الکاف کاف الخطاب مضموما الی ای ۱۲ منہ۔

▣ گو یہ قصہ توریت میں بھی ہے مگر قرآن مجید نے کن الفاظ میں ادا کیا اور کس خوبی کے ساتھ جو عبرت دلاتا اور دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتا ہے ۱۲ منہ۔

مفتح بکسر المیم و ھو مایفتح بہ الباب یعنی مِفتح کنجی۔ معانۃ اس کی جمع کنجیاں۔ او جمع مفتح بالفتح و ھو الخزانۃ۔ مفتح بالفتح خزانہ اگر مفاتح اس کی جمع ہوگی تو اس کے معنی بہت سے خزانے۔ نیشاپوری اور بعض مفسرین پہلے معنی پر طعن کر کے دوسرے ہی کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس قدر مال ہو نہیں سکتا کہ جس کی کنجیوں کے بوجھ سے ایک جماعت تھک جائے۔ اور اگر ہم ایک شہر سونے سے بھرا ہوا بھی فرض کر لیں تو اس کے لیے بھی ایک کنجی کافی ہے۔ اسی لیے ابورزین کہتے ہیں کہ تمام کوفہ کو ایک کنجی کافی ہے۔ اور نیز کنوز دفینہ کو کہتے ہیں اس کے لیے کنجیوں کی کیا ضرورت ہے؟ پس معنی یہ ہوئے کہ اس کے پاس اس قدر خزانے تھے کہ جن کے اٹھانے سے چند قوی آدمی تھک جاتے تھے اور یہ ممکن ہے۔ لیکن جو لوگ مفاتح کو کنجیاں سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں وہ زمانہ اور طور کا تھا آج کل کے عمدہ قفلوں اور باریک اور نازک کنجیوں پر قیاس نہ کرنا چاہیے موٹی موٹی بھاری بھاری کنجیاں ہوں گی جیسا کہ اب بھی جنیوں کی دکانوں کی ہوتی ہیں۔ خصوصاً دیہات میں اور پھر اس کنجوس نے ہر ہر چیز کو ایک صندوق میں مقفل کر رکھا تھا کسی میں کپڑے کسی میں برتن کسی میں کچھ کسی میں کچھ اسی طرح کئی سو صندوق ہوں تو پھر ایسی کنجیوں کے اٹھانے کے لیے ضروری کئی آدمیوں کی ضرورت پڑتی ہوگی۔ اور کئی خچروں پر لدتے ہوں گے۔ پس یہ ممکن ہے اور اسی کو ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حسنؒ نے اختیار کیا ہے۔ ابومسلم کہتے ہیں مفاتح سے مراد علم کے مفاتح ہیں جن کا احاطہ جماعت ذی قوت پر دشوار ہے جیسا کہ ایک جگہ آیا ہے وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ یہ توجیہ بالکل غلط ہے ابومسلم کو شاید کتب اہل کتاب کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ کہ اترا نہیں اللہ کو اترانا نہیں بھاتا وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ کہ جو کچھ اللہ نے تجھ کو دیا ہے مال و عزت اس سے دار آخرت حاصل کر وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا اور جو کچھ دنیا میں تیرا حصہ ہے کھانے پینے میں اس کو فراموش نہ کر یعنی دولت دنیا سے نفع اٹھا کیونکہ وہ بڑا بخیل تھا، یہ اس لیے کہا۔ مطلب یہ کہ اللہ کی راہ میں دے اور خود بھی کھا پی اور تکبر اور سرکشی نہ کر قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ کہ میں نے یہ جو کچھ حاصل کیا ہے تو اپنی دانائی اور ہوشیاری سے حاصل کیا ہے۔ جیسا کہ آج نئی روشنی والے جب کامیاب ہو جاتے ہیں تو اس کو اللہ کا فضل نہیں سمجھتے اپنی ہی لیاقت اور دانائی کا نتیجہ قرار دیتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ اس سے بڑھ کر استعداد اور علم کے لوگ کیسے نامراد پھرتے ہیں۔

اَوَلَمْ يَعْلَمْ میں اللہ تعالیٰ اس کی ناشکری پر تہدید ظاہر فرماتا ہے کہ وہ نہیں جانتا تھا کہ اللہ نے اس سے پہلے کیسے کیسے مال داروں زور آوروں کو غارت کر دیا ہے اور پھر جب وقت آ جاتا ہے تو مجرموں سے کچھ نہیں پوچھا جاتا یعنی ان کا کوئی عذر نہیں سنا جاتا۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ایک روز بڑی آرائش سے قوم کے سامنے آیا (اور ممکن ہے کہ اس کے یہ معنی ہوں کہ اپنی زینت میں قوم سے مقابل و مخالف ہو بولتے ہیں خرج علٰی فلان ای بغی علیہ) جس کو دنیاداروں نے دیکھ کر بڑی حسرت کی۔ آخر وہ مال کے ساتھ زمین میں غرق کر دیا گیا۔ اس پر لوگوں کو متنبہ کیا۔

قارون کا ذکر توارت میں بھی موجود ہے:...... یہ قصہ توریت کے سفر عدد کے سولہویں باب میں بالتصریح مذکور ہے جس کے مختصر جملے یہ ہیں:

''اور قارح (یعنی قارون) بن اظہار بن قہات بن لاوی نے لوگ لیے۔''......الخ۔ اڑھائی سو شخص جو سر گروہ اور نامی اور جماعت کے لیڈر مشہور تھے موسیٰ کے مقابلہ میں اٹھے اور وہ موسیٰ اور ہارون کی مخالفت پر جمع ہوئے اور انہیں کہا......الخ۔ تم کیوں آپ کو اللہ کی جماعت سے بڑا جانتے ہو......الخ پھر موسیٰ نے قارح کو کہا اے بنی لاوی سن رکھو......الخ اب تم کہانت (امامت) کو بھی چاہتے ہوئے سو تو اور سب تیسرے گروہ خداوند کی مخالفت پر اکٹھے ہوئے اور ہارون کون ہے جو تم اس کی شکایت کرتے ہو......الخ (قارون چاہتا تھا کہ موسیٰ اور ہارون کے برخلاف لوگوں کو اکسا کر سرداری آپ لے اور خصوصاً کہانت کے عہدہ کا اس کو بڑا رشک تھا کہ یہ اپنے بھائی

ہارون کو کیوں دیا مجھے کیوں نہ دیا) تب موسیٰ کا غصہ بھڑکا اور اللہ سے یوں بولا ان کے ہدیے کی طرف توجہ مت کر۔ میں نے ان سے ایک گدھا بھی نہیں لیا نہ ان میں سے کسی کو دکھ دیا۔ پھر موسیٰ نے قارح کو کہا کہ تو اپنے سارے گروہ سمیت تو اور وہ اور ہارون بھی اللہ کے حضور کل کے دن حاضر ہوں اور ہر ایک شخص اپنا اپنا عود سوز لے لے اور اس میں بخور ڈالے......الخ سو ہر ایک آدمی نے اپنا اپنا عود سوز لیے اور اس میں آگ بھری اور اس پر بخور ڈالا اور جماعت کے خیمے کے دروازے پر موسیٰ اور ہارون سمیت آ کھڑے ہوئے اور قارح نے اس سارے گروہ کو ان کی مخالفت پر جماعت کے خیمے کے دروازے پر جمع کیا (فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِىْ زِيْنَتِهٖ کے یہی معنی ہیں) تب اللہ کا جلال اس سارے گروہ کے سامنے ظاہر ہوا اور اللہ نے موسیٰ اور ہارون کو خطاب کر کے فرمایا تم آپ کو اس گروہ میں سے جدا کرو تا کہ میں انہیں ایک پل میں ہلاک کروں......الخ۔ تب موسیٰ نے کہا تم اس سے جانیو کہ اللہ نے مجھے بھیجا ہے......الخ۔ اگر یہ آدمی اس موت سے مریں جس موت سے سب مرتے ہیں یا ان پر کوئی حادثہ ایسا ہوئے جو سب پر ہوتا ہے تو میں اللہ کا بھیجا ہوا نہیں۔ پر اگر اللہ کوئی نئی بات پیدا کرے اور زمین اپنا منہ پھیلا دے اور ان کو اس سب سمیت جو ان کا ہے نگل جائے اور جیتے جی گور میں جائیں تو تم جانیو کہ ان لوگوں نے اللہ کی اہانت کی۔ اور یوں ہوا کہ جوں ہی موسیٰ یہ سب باتیں کہہ چکا تو زمین جو ان کے نیچے تھی پھٹی اور زمین نے اپنا منہ کھولا اور انہیں اور ان کے گھروں اور ان سب آدمیوں کو جو قارح کے تھے اور ان کے سب مال کو نگل گئی سو وہ اور سب جو ان کے تھے جیتے جی گور میں گئے اور زمین نے انہیں چھپا لیا اور جماعت کے درمیان سے فنا ہو گئے۔

(فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ کے یہی معنی ہیں) اور سارے بنی اسرائیل جو ان کے پاس تھے ان کا چلانا سن کے بھاگے کہ انہوں نے کہا ایسا نہ ہو کہ زمین ہم کو بھی نگل جائے، انتہیٰ ملخصاً۔

دنیا کی مالداری کچھ مقبولیت کی دلیل نہیں:...... وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ (دنیا کی مال داری کچھ مقبولیت کی دلیل نہیں)۔ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ کے یہی معنی ہیں۔ یعنی اس کی دولت دیکھ کر جو ہم حسرت کرتے تھے اور اس کو بڑا شخص جانتے تھے اگر اور لوگوں کی طرح ہم بھی ان کے ساتھ ہو جاتے تو ہلاک ہو جاتے۔ کافروں یعنی پیغمبروں سے مقابلہ کرنے والوں کو فلاح نہیں ہوتی۔

قارون کی دولت کا توریت میں کچھ ذکر نہیں، مگر قرآن سے اس کا مال دار ہونا معلوم ہوتا ہے اور وہ اپنی قوم میں بڑا مال دار تھا۔ یہ مال اس نے مصر میں تجارت یا فرعون کی نوکری سے حاصل کیا تھا۔ باقی اس کی کیمیا گری اور فسون سازی کے جو افسانے لوگوں نے لکھے ہیں بے سند باتیں معلوم ہوتی ہیں قصہ گو تھوڑی سی بات کو بڑا کر لیتے ہیں۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ اِنَّ الَّذِىْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّىْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِىْ

ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۸۵﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ یُّلْقٰٓى اِلَیْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ

فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِیْرًا لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا یَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ

اِلَیْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا

اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾ ع ۱۳ وقف لازم ۔ النصفۃ

ترجمہ:......(دنیا تو عام ہے مگر) یہ آخرت کا گھر ہم خاص ان کو ہی دیتے ہیں جو نہ زمین میں گردن کشی کرنا چاہتے ہیں اور نہ فساد اور انجام تو پرہیزگاروں کا ہی (اچھا) ہے ﴿۸۳﴾ جو کوئی نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس سے بہتر بدلہ ملے گا اور جو کوئی بدی لائے گا سو بدی کرنے والوں کو اسی قدر سزا دی جائے گی جو وہ کرتے تھے ﴿۸۴﴾ (اے نبی) جس نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے وہ ضرور آپ کو معاد کی طرف پھیر لائے گا (اے نبی) کہہ دو میرا رب خوب جانتا ہے کہ کون دین حق لے کر آیا ہے اور کون صریح گمراہی میں پڑا ہوا ہے ﴿۸۵﴾ اور آپ کو توقع بھی نہ تھی کہ آپ پر کتاب اتاری جائے گی مگر آپ کے رب کی آپ پر مہربانی ہوئی (جو کتاب اتاری) پھر آپ کافروں کی طرف داری نہ کرنا ﴿۸۶﴾ اور ایسا نہ ہو کہ اللہ کی آیتیں نازل ہو چکنے کے بعد آپ کو ان سے کوئی باز رکھے اور آپ لوگوں کو اپنے رب کی طرف بلائے چلے جائیں اور ہرگز مشرکین میں شامل نہ ہونا ﴿۸۷﴾ اور اللہ کے ساتھ اور کسی معبود کو نہ پکارنا اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہر چیز مٹ جانے والی ہے مگر اس کی ذات اسی کی بادشاہی ہے اسی کے پاس تم کو پھر کر جانا ہے ﴿۸۸﴾

ترکیب:......تلک مبتدأ و الدار نعت و نجعلها خبر من موضع نصب میں ہے اعلم . . . الخ سے و من یہ معطوف ہے من اول پر الا رحمة ای ولکن القی رحمة الا وجهه استثناء من الجنس ای الا ایاہ۔

تفسیر:......قارون کی بربادی کا حال بیان فرما کر اور یہ بات ثابت کر کے کہ دار آخرت کی نعماء باقی اور بہتر ہیں یہ بات بتلاتا ہے کہ اس دار آخرت کا کون مستحق ہے اور کن کن باتوں سے حاصل ہوتا ہے۔

آخرت متقین کے لیے ہے:......فقال تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا کہ یہ دار آخرت ہم اس کو دیں گے کہ جو دنیا میں سرکشی اور فساد کرنے کا قصد بھی نہ کرے گا۔ علو گردن کشی تکبر۔ اس کی ضد اسلام گردن نہادن یعنی جو اللہ اور اس کے رسول کے آگے گردن جھکائے ان کی سب باتوں کو مانے۔ اس میں تمام عقائد آ گئے یعنی قوت نظریہ کی تکمیل اور فساد کی ضد اصلاح ہے اس میں اعمال صالحہ آ گئے یعنی نیک کام کرے۔ اب یہ خیال کرنا کہ دار آخرت کے لیے ایمان اور عمل صالح کی کوئی شرط نہیں تکبر اور فساد نہ کرنا ہی کافی ہے محض غلط خیال ہے۔ ان اعتقاد اور عملیات کو ترک تکبر اور فساد کے الفاظ سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ فرعون اور قارون کہ جن کا اس سورت میں ذکر ہے وہ کم بخت اسی تکبر اور فساد سے ہلاک ہوئے ہیں وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ میں اس کی تصریح ہے کہ ترک تکبر اور ترک فساد سے ایمان اور عمل صالح مراد ہیں کیوں کہ بغیر اس کے متقی نہیں ہوتے اور عاقبت یعنی آخرت اور اس کی خوبیاں متقیوں کے لیے ہیں۔ یہ جملہ کلام سابق کی تفسیر یا تاکید ہے۔ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ میں اور بھی تصریح و تفصیل ہے کہ جو کوئی نیکی کرے گا اس سے بھی بہتر بدلا پائے گا اور جو بدی کرے گا اسی کی سزا پائے گا۔ یہ دار آخرت کا قانون ہے۔ کفار اور بت پرست دار آخرت کا ذکر سن کر کہتے تھے کہ در اصل ہم ہی دار آخرت کے مستحق ہیں جو کام ہم کر رہے ہیں وہی ہدایت اور سعادت کے کام اور دار آخرت کے وسائل ہیں (اور تمام مذاہب باطلہ کو یہی خبط ہے کہ وہ اپنے اعتقاد بد اور عمل فاسد کو موجب نجات جانتے ہیں دوسرے کو محروم

)اور اسی لیے آنحضرت ﷺ کو کہتے تھے کہ تجھے دار آخرت نصیب نہیں اور نہ تو ہدایت پر ہے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ کہ جس نے تجھ پر قرآن کا پڑھنا اور لوگوں کو سنانا فرض کیا جو راہ راست اور ہدایت کا سرچشمہ ہے ضرور تجھے معاد یعنی دار آخرت میں پہنچائے گا۔ یعنی وہاں کی خوبیاں نصیب کرے گا۔ معاد جائے بازگشت۔ اس میں ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ یہ کفار جو تجھے مکہ سے نکالتے ہیں ہم پھر تجھے یہاں لائیں گے چنانچہ بعد ہجرت کے آنحضرت ﷺ مکہ میں تشریف لائے اور یہاں کے قابض ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پیش گوئی کو صادق کر دیا اور حضرت ﷺ کا اعجاز پورا ہوا۔ ابن ابی حاتم نے ضحاک سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ مکہ سے نکلے اور جحفہ تک پہنچے تو مکہ کا شوق ہوا تب یہ آیت نازل ہوئی۔ بخاری نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ معاد سے مکہ مراد ہے۔

اور ان سے کہہ دے کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ ہدایت پر کون ہے اور گمراہی صریح میں کون پڑا ہوا ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ کو تسکین دیتا ہے وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا . . . الخ کہ اس وحی کی تجھے تو امید بھی نہ تھی پھر خود ہم نے اپنی رحمت سے قرآن نازل کیا، پھر تو خاموشی اختیار کر کے کافروں کا مددگار نہ بن اور ان کے شبہات سے اللہ کی آیتوں سے نہ رک۔ تو شوق سے اپنے رب کی طرف لوگوں کو بلا اور مشرکوں میں شامل نہ ہو اور اللہ کے سوا اور کسی کو نہ پکار کیوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے سوا جو کوئی ہے تو فنا ہونے والا ہے دنیا❶ سے یا ممکن الوجود ہے مگر وہ۔ وَجْهَهٗ سے اسکی ذات تعبیر کی گئی ہے اور اس کی بادشاہی اور سب کو اسی کے پاس پھر کر آنا ہے۔ یہ تین علامتیں معبود برحق کی ہیں باقی اور ابدی ہونا، بادشاہی ہونا، اس کے پاس سب کو پھر کر آنا۔ یہ باتیں اور کسی میں نہیں پس وہ معبود بھی نہیں۔ اس لیے ان کے پکارنے سے منع کیا۔ حاصل یہ کہ تو راہ راست پر ہے اور لوگوں کو توحید کی تعلیم کر ان کے کہنے کا کچھ بھی خیال نہ کر۔ سبحان اللہ سورت کو کن عمدہ مقاصد پر کس لطف کے ساتھ تمام کیا ہے۔

---

❶......اس قید سے وہ تعارض اٹھ گیا جو نعماء جنت کے لیے دائمی اور باقی رہنے والا فرمایا ہے اس لیے کہ اس نعماء اور ہلاک سے مراد فنا اس عالم کا ہے اور ہالک کے معنی ممکن الوجود کے لیے ہیں اس کے نزدیک تو سرے سے تعارض ہی نہیں ۱۲ منہ۔

اٰیَاتُھَا ۶۹ (۲۹) سُوْرَۃُ الْعَنْکَبُوْتِ مَکِّیَّۃٌ (۸۵) رُکُوْعَاتُھَا ۷

مکیہ ہے اس میں اُنہتر آیات اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ۝۱ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۝۲
وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ
الْکٰذِبِیْنَ ۝۳ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا
یَحْکُمُوْنَ ۝۴ مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ ؕ وَھُوَ السَّمِیْعُ
الْعَلِیْمُ ۝۵ وَمَنْ جَاھَدَ فَاِنَّمَا یُجَاھِدُ لِنَفْسِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۝۶

ترجمہ:......الٓمّٓ ف ۝۱ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم آمنا کہہ کر چھوٹ جائیں گے اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی ۝۲ اور بے شک ہم نے ان سے پہلوں کو بھی آزمایا ہے پھر اللہ ضرور معلوم کر کے رہے گا کہ کون سچے ہیں اور جھوٹوں کو بھی ضرور جان لے گا ۝۳ کیا بدی کرنے والوں نے (یہ) سمجھ رکھا ہے کہ وہ ہم سے بھاگ کر آگے نکل جائیں گے وہ بہت ہی بری تجویز کیا کرتے ہیں ۝۴ جس کسی کو (مر کر) اللہ سے ملنے کی توقع ہو (تو اس کو ضرور تیاری کرنی چاہیے) کیونکہ اس کی مقرر کردہ اجل ضرور آنے والی ہے اور وہ ہر کچھ سنتا جانتا ہے ۝۵ اور جو کوئی کوشش کرتا ہے تو اپنے ہی بھلے کے لیے کرتا ہے البتہ اللہ تو تمام جہان سے بے نیاز ہے ۝۶۔

ترکیب:......ان یترکوا ان وماعملت فیه یسد مسد المفعولین۔ ان یقولوا ای بان یقولوا ویجوز ان یکون بدلا من ان یترکوا۔ من کان شرط والجواب فان اجل اللّٰہ والتقدیر لاٰتیه۔

تفسیر: پہلی سورت کے خاتمہ میں فرمایا تھا اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ اور معاد دار آخرت کی طرف کامیابی کے ساتھ جانا آسان بات نہیں اس میں بڑی بڑی جاں فشانیاں کرنی پڑتی ہیں اور بڑی سختیوں کی برداشت کرنی پڑتی ہیں اس لیے اس سورت

ف:......یہ حروف مقطعات مخاطب کو تنبیہ کرنے کے لیے شروع کلام میں آتے ہیں جیسا کہ سنو، دیکھو، تا کہ یہ معلوم ہو کہ اس کے بعد کوئی بڑی بات کہی جائے گی اسی لیے بجز تین سورتوں کے اس کلمہ کے بعد کتب یا تنزیل یا قرآن کا ذکر آیا ہے جو بڑی بھاری بات ہے مگر ان تین سورتوں میں بھی اور دوسری بھاری بات بیان ہوئی ہے کھیعص۔ الٓمّٓ ۝۱ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝۲۔ الٓمّٓ ۝۱ اَحَسِبَ النَّاسُ۔ سو یہ بھی ایک بڑی بات تھی کہ لوگ زبان سے امنا کہنا کافی سمجھتے تھے۔ اور ان حروف میں اور بھی اشارات ہوتے ہیں جیسا کہ یہاں الف سے اللہ کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ ہی نے سب کو بنایا اور وہی باقی رہے گا۔ علم مبدأ آ گیا۔ ل سے رسل کہ اس نے دنیا کی رہنمائی کو رسول بھیجے۔ علم بالواسطہ آ گیا۔ م سے معاد یعنی دار آخرت اور وہاں کی خوبیاں اور اس میں علم معاد آ گیا اور لطف یہ ہے کہ پہلے اللہ کا حرف اول لیا بیچ میں رسول کا حرف اخیر پھر معاد کا حرف اول تا کہ معلوم رہے کہ رسولوں کا بھیجنا ہدایت کا ذریعہ ہے اور مقصود مبدأ و معاد ہے۔ اور رسول کا اخیر حرف لینا یہ بھی بتلاتا ہے کہ اب رسولوں کا بھیجنا آخر ہوا ۱۲ منہ

میں الٓمٓ سے ایک خاص مطلب کی طرف اشارہ کر کے یہ فرمادیا۔

ہر مومن کا امتحان کیا جاتا ہے:...... اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ۞ کہ کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہہ دینا اور صرف ایمان لا کے بیٹھ رہنا کافی ہے اور ان کی کوئی آزمایش نہ ہوگی؟ ضرور ہوگی۔ اس لیے کہ ان سے پہلے بھی ایمان داروں نے بڑی بڑی مصیبتیں اٹھائی ہیں آزمائے گئے ہیں اس سے اہل اسلام کو مضبوط کیا جاتا ہے کہ اسلام میں تکالیف دیکھ کر نہ گھبرائیں ایسی ہی آزمائشوں میں سچے جھوٹے کا امتیاز ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے عہد میں خصوصاً ہجرت سے پیشتر ایمان داروں کو بڑی بڑی مصیبتوں کا منہ دیکھنا پڑتا تھا۔ کافروں سے مار کھانا، جلاوطن ہونا، مارا جانا جورو بچے چھٹنا، مال واسباب سے دست بردار ہونا وغیرہ وغیرہ۔

چنانچہ ایک بار آنحضرت ﷺ کعبہ کی دیوار سے تکیہ لگائے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے مشرکین کے ظلم وستم کی شکایت کی کہ ہم یوں یوں ستائے جارہے ہیں آپ دعا نہیں کرتے خفا ہو کر فرمایا تم سے پہلے دین دار آرے سے چیرے گئے ہیں پر وہ دین سے نہ ہٹے لوہے کے کنگھے ان کے سر میں کیے گئے کہ گوشت چیر کر ہڈی تک پہنچ گئے پر وہ تب بھی اپنے دین سے نہ ہٹے۔ اور قسم ہے اللہ کی یہ دین تو پھیلے گا یہاں تک کہ صنعاء سے لے کر حضر موت تک سوار امن سے جائے گا لیکن تم جلدی کررہے ہو، رواہ البخاری۔

مفسرین متفق ہیں کہ یہ ان اہل اسلام کی شان میں نازل ہوا ہے کہ جن کو کفار سے تکلیفیں پہنچ رہی تھیں جیسا کہ عمار بن یاسر اور ولید بن الولید وسلمہ بن ہشام۔ فتنہ جان اور مال اور آبرو پر مصیبت آنا۔ الغرض مسلمانوں کو تسلی اور ثابت قدمی دی گئی کہ راہ حق میں جو تکلیف پیش آئیں ان کی برداشت کرو زبانی دعویٰ کافی نہیں یہ آزمایش ہے جو ثابت قدم رہا صادقوں میں لکھا گیا ورنہ کاذب قرار دیا گیا۔ اور یہ کچھ نئی بات نہیں تم سے پہلے بھی دینداروں کو بڑی تکلیفیں پہنچی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جب ان کے حواری یا ان کے مرید روم میں پہنچے تو روم کے بادشاہوں نے کسی کو لوہے کے ستونوں سے گرم کر کے بندھوادیا، کسی کو آگ میں ڈلوادیا، کسی کو درندوں سے پھڑوادیا مگر وہ ثابت قدم رہے۔

اس کے بعد ان تکلیف دینے والوں کو بھی آگاہ کرتا ہے بقولہ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ . . . الخ یہ برائی کرنے والے یہ نہ سمجھیں کہ ہم سے بڑھ جاویں گے یعنی ہمارے قابو میں نہ آئیں گے۔ اس میں اسی طرف اشارہ ہے کہ ہم بہت جلد اپنے نبی کی مدد کریں گے سرکشوں کے سر توڑ ڈالیں گے چنانچہ روز کے بعد ایسا ہی ہوا۔ پھر دین داروں کی طرف روئے سخن کر کے فرماتا ہے کہ مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللہِ . . . الخ کہ جو کوئی دار آخرت کا طالب اور اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہے کہ اس کے پاس جاؤں اور حیات ابدی پاؤں تو اللہ کا وعدہ آنے والا ہے یعنی موت چلی آرہی ہے اس کے بعد اس کو وہ کچھ ملے گا کہ جو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا نہ دل میں گزرا۔ پس اس کو چاہیے کہ سرگرمی سے ایمان اور نیکوکاری میں مصروف رہے وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اور تمہاری یہ کوشش ایسی نہیں کہ جو اس کو معلوم نہ ہو کیوں کہ وہ سَمِیْعٌ ہے منہ کی بات سنتا ہے علیم ہے دل کے بھید جانتا ہے۔

وَمَنْ جَاھَدَ فَاِنَّمَا یُجَاھِدُ لِنَفْسِہٖ . . . الخ اور یہ بھی یاد رہے کہ جو کوئی نیکی میں کوشش اور سرگری کرتا ہے تو اپنے فائدہ کے لیے کیوں کہ اللہ کو کسی کی کچھ بھی حاجت نہیں۔ اصول دین تین ہیں مبدأ کا پہچاننا اسی کی طرف اٰمَنَّا میں اشارہ کیا۔ اور وسط کا جاننا وہ رسولوں کا بھیجنا اور شریعت کا قائم کرنا اسی کی طرف وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ میں اشارہ کیا۔ معاد سے واقف ہونا اسی کی طرف مَنْ کَانَ یَرْجُوْا میں اشارہ کیا۔ اس میں یہ بھی بتلادیا کہ مرنے کے بعد روح جاتی رہتی ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُکَفِّرَنَّ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَلَنَجْزِیَنَّھُمْ

اَحْسَنَ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۝ وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ
جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ
فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝۸ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ
فِی الصّٰلِحِیْنَ۝۹ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَاۤ اُوْذِیَ فِی اللّٰهِ جَعَلَ
فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَىِٕنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا
مَعَكُمْ ؕ اَوَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِیْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِیْنَ۝۱۰

ترجمہ:......اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے تو ضرور ہم ان سے ان کی برائیاں مٹا ڈالیں گے اور ہم ان کو ان کے کام کا بہت ہی اچھا بدلہ بھی دیں گے۝۷ اور ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ سے نیکی کرے اور (ہاں) اگر وہ اس بات پر اصرار کریں کہ تو میرے ساتھ اس کو شریک کرے کہ جس کو تو جانتا بھی نہ ہو تو پھر ان کا کہنا نہ مان تم سب کو پھر کر میری ہی پاس آنا ہے تب میں تم کو بتلا دوں گا کہ تم کیا کیا کرتے تھے۝۸ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل بھی کیے ان کو ہم ضرور نیک بختوں میں داخل کریں گے۝۹ اور کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ جو زبان سے کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب ان کو اللہ کی راہ میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو لوگوں کی تکلیف کو اللہ کے عذاب کے برابر سمجھتے ہیں اور اگر آپ کے رب کے پاس سے مدد آ جائے تو کہنے لگتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ہی ساتھ تھے اور کیا اللہ دنیا جہان کے دلوں کی باتیں نہیں جانتا؟۝۱۰

ترکیب:......حسنا منصوب بوصینا وقیل محمول علی المعنی والتقدیر الزمناه حسنا۔ والذین أمنو امبتدأ لندخلنھم خبر من یقول مبتدأ من الناس خبر۔

تفسیر:......اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ میں فی الجملہ ایک تہدید سی تھی جس سے کم سمجھ لوگوں کے دل پر شبہ ہوتا تھا کہ پھر نیک کام کیا ہے؟ اس لیے اس خیال کو رد کر کے فرمایا۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے۔

ہم بارہا بیان کر آئے ہیں کہ ''ایمان'' شرع میں جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے فرمایا ہے اس کو سچا جاننا اور ماننا ہے جن میں سے اللہ کی ذات پاک اور اس کی صفات اور ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان لانا یعنی تصدیق کرنا از حد ضروری ہے۔ اور ''عمل صالح'' وہ کام ہے کہ جس کی رغبت اللہ اور اس کے رسول نے دلائی۔ اور عمل فاسد وہ کہ جس سے منع کیا۔ عمل ایک عرض غیر قار ہے باقی نہیں رہتا مگر نیت اور خلوص سے۔ ان دونوں کے انعام میں دو چیزیں عطا فرمانے کا وعدہ کیا۔ لَنُكَفِّرَنَّ ایمان کے بدلے میں کہ ہم ان کی پہلی برائیاں مٹا دینگے وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ کہ ان کے اعمال خیر کا عمدہ بدلہ دیں گے جنت اور وہاں کے نعماء اور نیز دنیا میں بھی کبھی بدلہ مل جاتا ہے۔

ماں باپ سے حسن سلوک:......چونکہ اعمال صالحہ کا ذکر تھا اس لیے ان میں سے بعض ان عملوں کا ذکر کرتا ہے کہ جن کے صالح ہونے میں کسی کو بھی کلام نہیں اور اس کی کس لطف کے ساتھ فرضیت ثابت کرتا ہے بقولہ وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حُسْنًا ؕ کہ ہم نے

انسان کو حکم دے دیا ہے (اس کو بہ لفظ وصیت تاکید کے لیے فرمایا) کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کیا کرے کیوں کہ یہ اس کے بڑے محسن ہیں لڑکپن میں جب کہ یہ کچھ بھی کمانہیں سکتا تھا اس کو پالا پرورش کیا علم وتہذیب سکھائی۔

معصیت میں والدین کی اطاعت کی ممانعت:......مگر وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ . . . الخ وہ اس بات کی اگر کوشش کریں کہ تو میرا کسی کو شریک کرے تو ان کا کہنا اس بات میں نہ ماننا اس لیے کہ سب سے زیادہ میں محسن ہوں ماں باپ سے بھی زیادہ میرے احسانات ہیں اس لیے میری بے ادبی نہ کرنا کہ کسی کو میرا شریک ٹھہرانے لگے وہ پڑے جھگڑا کریں تو مانیو ہی نہیں تم سب میرے پاس آؤ گے میں تم کو وہاں بتادوں گا کہ تم کیا کرتے تھے۔ یعنی اس بارے میں تیرے ماں باپ کے اور تیرے جھگڑے کا میں فیصلہ کردوں گا۔ اور ممکن ہے کہ یہ جملہ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ خلوص نیت کے لیے تاکید ہو۔

مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ جس کو تو جانتا نہیں اس کو بھی میرا شریک نہ کرنا اور جس کو تو جانتا ہے اس کو تو بدرجہ اولیٰ نہ کرنا اس لیے کہ جب تجھے خود معلوم ہے کہ فلاں شے مخلوق اور حادث ہے اس کو کیا شریک کرے گا ہاں جس کو جانتا بھی نہیں وہاں وسوسہ ہوسکتا تھا کہ شاید یہ شخص خدائی میں شریک ہونے کی قابلیت رکھتا ہے پس اس لیے مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ کی قید لگائی۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ پہلے کام کی تاکید ہے کہ جو اچھے کام کرے گا ہم اس کو صالحین کے زمرہ میں داخل کردیں گے وہ کہ جن کے لیے کون وفساد نہیں۔ اس میں علویات بھی آگئے۔ یہ حکماء کا قول ہے۔

ضعیف الایمان لوگوں کے حالات:......پھر اسی پہلی بات کی طرف دوسرے عنوان سے رجوع کرتا ہے فقال وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ زبان سے تو کہتے ہیں امنا کہ ہم ایمان لائے مگر فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ جب اس کو اللہ کی راہ میں کوئی ایذا پہنچتی ہے تو اس کے ڈر سے دین سے اس طرح رک جاتا ہے کہ جس طرح اللہ کے عذاب کے ڈر سے لوگ گناہوں سے رکتے ہیں اور اس تکلیف کی وہ کچھ بھی برداشت نہیں کرتا اور لطف یہ کہ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ کہ اللہ کی طرف سے کوئی فتح نصیب ہوجائے تو کہنے لگیں اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ کہ ہم تو پہلے سے تمہارے ساتھ تھے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ کہ کیا اللہ لوگوں کے دلوں کی بات نہیں جانتا؟ پس ہم ان کے دلی راز سے واقف ہیں یعنی ان کا یہ جھوٹ ہم سے نہیں چل سکتا۔

مسائل:......ماں باپ کی اطاعت فرض ہے مگر گناہ کے کام میں نہیں۔ انسان کو کسی تکلیف سے یا کسی کے خوف سے دین یا اس کی کسی بات کو ترک کرنا حرام ہے دین پر سختی اور نرمی میں ثابت قدم رہنا فرض ہے۔

وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ⑪ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ
خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑫ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ
ع اَثْقَالِهِمْ ؗ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ⑬ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا

إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا ط فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ

وَهُمْ ظَالِمُونَ ⑭ فَأَنجَيْنَاهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ ⑮

ترجمہ:......اور البتہ اللہ ایمان داروں کو جانچ لے گا اور منافقوں کو بھی ⑪ اور کافر ایمان داروں سے کہتے ہیں کہ تم ہمارے طریق پر چلو اور ہم تمہارے گناہ اٹھالیں گے حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی اٹھانے والے نہیں وہ بالکل جھوٹے ہیں ⑫ اور (ہاں) البتہ وہ اپنے بار گناہ اٹھائیں گے اور بار بھی اپنے بوجھوں کے ساتھ اٹھائیں گے اور قیامت کے دن ان کی فتنہ پردازیوں سے ضرور پوچھا جائے گا ⑬ اور البتہ ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا پھر وہ اس میں پچاس کم ہزار (ساڑھے نو سو) برس تک رہے [ف] پھر ان لوگوں کو طوفان نے آلیا حالانکہ وہ بدکاری میں مصروف تھے ⑭ پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو بچالیا اور کشتی کو دنیا کے لیے نشانی بنادیا ⑮۔

ترکیب:...... الذین امنوا یعلمن کا مفعول اتبعوا... الخ مقولہ ہے قال الذین کفروا کا ولنحمل عطف علیٰ اتبعوا وارادوا لیجمع ھذان الامران فی الحصول ان تتبعوا طریقتنا ولنحمل خطٰیکم نظیرہ' لیکن منک العطار و لیکن منی الدعاء الھم لکذبون فی اخبار حمل الخطایا وان صدر ذلک بلفظ الامر۔ وعندی اذا کان الوعد من غیر صمیم القلب یسمی ھذا فی العرف بالکذب فعلیٰ ھذا لاینحصر الکذب فی الاخبار بل قد یکون فی الانشاء وھم ظلمون حال من ضمیر ھم فی اخذھم۔

اعمال سے مؤمن ومنافق کی پہچان

تفسیر:......وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ ⑪ یہ کلام سابق کا تتمہ ہے کہ وہ جو ایسی باتیں بناتے ہیں۔ اللہ پر کوئی بات مخفی نہیں وہ دلوں کے راز جانتا ہے اور آئندہ مومن اور منافق کا پورا امتیاز ہو جائے گا۔

اللہ کو ہر چیز کا ہمیشہ سے علم ہے پھر یہ جو قرآن میں آیا کرتا ہے تاکہ اللہ جان جائے، اور اللہ جان جائے گا، وغیرہ تو اس سے علم تفصیلی مراد ہے۔ ایک حادثہ اور تجربہ کے بعد اس شخص کو بھی حاصل ہو جاتا ہے کہ جس کا یہ معاملہ ہے اور لوگ بھی جان لیتے ہیں کہ اس کے الزام کے لیے اس پر حجت ہوا کرتا ہے۔

یہاں یہ کلام ہو سکتا ہے کہ یہ سورت مکیہ ہے اور مکہ میں یا کافر تھے یا مومن یا کسی لالچ پر ہوتے ہیں یا کسی خوف سے اور مکہ میں نہ تو

[ف]:......توریت سفر الخلیقہ کے پانچویں اور چھٹے باب میں یوں لکھا ہے کہ آدم کی عمر ایک سو تیس برس کی ہوئی تو اس کے ہاں سیت (شیث) پیدا ہوا۔ آدم کی کل عمر نو سو تیس برس کی ہوئی۔ اور سیت کے ایک سو پانچ برس کی عمر میں انوس پیدا ہوا اور اس کی کل عمر نو سو بارہ برس کی ہوئی اور انوس کی جب نوے برس کی عمر ہوئی تو اس سے قینان پیدا ہوا اور انوس کی کل عمر نو سو پانچ برس کی ہوئی اور قینان کی ستر برس کی عمر میں محلل پیدا ہوا اور قینان کی کل عمر نو سو دس برس کی ہوئی اور محلل ایل کی پینسٹھ برس کی عمر میں اس سے یارد پیدا ہوا۔ اور محلل ایل کی کل عمر آٹھ سو پچانوے برس کی ہوئی اور یارد کی ایک سو باسٹھ برس کی عمر میں اس سے حنوک پیدا ہوا۔ اور یارد کی کل عمر نو سو باسٹھ کی ہوئی اور حنوک کی پینسٹھ برس کی عمر میں اس سے متوسلح پیدا ہوا اور حنوک کی کل عمر تین سو پینسٹھ برس کی تھی کہ اس کو اللہ نے لیا اور غائب ہو گیا اور وہ خدا کے ساتھ ساتھ چلتا تھا اور متوسلح ایک سو ستاسی برس کا ہوا تو اس سے لمک پیدا ہوا اور متوسلح کی کل عمر نو سو انہتر برس کی ہوئی اور لمک ایک سو بیاسی کا تھا کہ اس سے نوح پیدا ہوا اور لمک کی کل عمر سات سو ستتر برس کی ہوئی۔ اور نوح پانسو برس کا تھا کہ اس سے سام حام، یافث پیدا ہوئے۔ نوح کی عمر جب چھ سو برس کی ہوئی تب طوفان آیا اور طوفان کے بعد نوح ساڑھے تین سو برس جیتا رہا۔ اور نوح کی ساری عمر نو سو پچاس برس کی ہوئی۔ لَبِثَ فِیْهِمْ کی ضمیر خاص اس کافر قوم کی طرف راجع نہیں جو طوفان سے ہلاک ہوئے بلکہ ان کی طرف اور ان کے بعد والوں کی طرف یعنی قوم کی طرف راجع ہے اور لبث کے معنی یہ ہوں گے کہ ان میں ساڑھے نو برس کی عمر تک جیتے رہے ۱۲ منہ۔

اہل اسلام کی طرف سے کوئی توقع کی تھی اور نہ کچھ خوف تھا کیوں کہ خود مسلمان مصیبت میں تھے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کسی شخص کا واقعہ نہیں بلکہ ایک تمثیل ہے کہ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں کہ زبان سے ایمان ظاہر کرتے ہیں اور لوگوں کی تکلیف سے ایسا ڈرتے ہیں کہ جیسا اللہ کے عذاب ❶ سے ڈرتے ہیں اور راحت کے وقت ایمانداروں کے ساتھ رہنا بیان کرتے ہیں۔

یا یوں کہو کہ یہ پیشین گوئی ہے کہ ایسے لوگ بھی اسلام میں آئیں گے چنانچہ مدینہ میں آ کر یہ بات پیش آئی۔ اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اسلام میں فتوحات پیش آئیں گی حال کی مصیبت سے نہ ڈرو۔

مسلمانوں کے اعمال کی جھوٹی ذمہ داری:...... وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے ان ظالم کافروں کی ایک اور ڈھٹائی بیان فرماتا ہے وہ کم بخت کافر بے کس مسلمانوں کو از حد ستاتے تھے اس پر ان سے یہ کہتے تھے کہ تم یہ تکالیف کس لیے اٹھاتے ہو کس لیے اسلام نہیں چھوڑ دیتے؟ وہ کہتے تھے کہ ہم اپنے اس گناہ سے ڈرتے ہیں آخرت کا خوف ہے۔ اس کے جواب میں وہ کہتے تھے ابھی تم چھوڑ دو دنیا کے مزے اڑاؤ تمہارے گناہ ہم اٹھالیں گے (چنانچہ آج کل فساق ایک دوسرے کو یہی کہہ کر گناہ پر آمادہ کیا کرتے ہیں کہ میری قسم! شراب کی پیالی پی لو تمہارا گناہ ہمارے سر پر تمہارے عوض ہم عذاب اٹھالیں گے)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا هُمْ بِحٰمِلِیْنَ مِنْ خَطٰیٰهُمْ مِّنْ شَیْءٍ کہ وہ ان کا کوئی گناہ بھی نہ اٹھا سکیں گے وہ اس دعوے میں جھوٹے ہیں۔ اول تو دار آخرت کی تکلیف، پھر کوئی اپنی تکلیف کا متحمل نہیں ہو سکتا چہ جائے کہ دوسرے کی تکلیف اور اللہ تعالیٰ کا عدل کب مقتضی ہے کہ کسی کے گناہوں پر کسی اور سے مطالبہ کرے البتہ وہ وَلَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ اپنے گناہوں کا بار اٹھائیں گے وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ اور اس کے ساتھ اپنی اس دلیری اور ان کے بہکانے کا بھی بار گناہ اٹھائیں گے اور ان کی اس افترا پردازی سے قیامت کو باز پرس ہوگی کہ تم کس جرأت اور بے باکی سے ایسی باتیں بناتے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ۹۵ سال رہے:...... اول سورت میں فرمایا تھا کہ تم سے پہلے لوگ بھی دین داری کے سبب بہت کچھ ستائے گئے ہیں۔ اب اس کی تصدیق کے لیے حضرت نوح علیہ اسلام کا حال بیان فرماتا ہے فقال وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ... الخ کہ ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا پھر وہ اس میں ساڑھے نو سو برس تک رہا۔ بہت کچھ وعظ و پند کیا مگر نہ مانا اور نوح کو اور ان کے ساتھ چند ایمان داروں کو وہ وہ تکلیفیں دیں کہ جو بیان سے باہر ہیں۔ آخر کار فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ... الخ طوفان نے آلیا اور وہ اس وقت تک ویسے ہی بدکار تھے اور ہم نے نوح کو اور اس کے ساتھ جو کشتی میں تھے بیوی بیٹے اور چند دین داروں کو بچالیا اور قرنوں تک اس کشتی کو اپنی قدرت کا نمونہ دکھانے کے لیے باقی رہنے دیا کہ دیکھ کر لوگ عبرت پکڑیں اور اس عہد کو یاد کریں اور اپنی سرکشی سے باز آئیں۔ اس میں کفار مکہ کی طرف روئے سخن ہے کہ غرہ نہ ہونا جس طرح قوم نوح کو ہلاک کیا تم بھی ایک روز گرداب بلا میں آجاؤ گے۔

وَاِبْرٰهِیْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ
تَعْلَمُوْنَ ⑯ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْکًا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِکُوْنَ لَکُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ

---

❶ ...... جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ کَعَذَابِ اللّٰهِ، کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ جب اس کو دنیا میں اسلام پر کوئی تکلیف پہنچتی ہے کسی ظالم کی طرف سے تو اس کو اللہ کی طرف کا عذاب سمجھ کر اسلام سے پھر جاتا ہے یعنی اسلام کو نامبارک سمجھتا ہے ۱۲ منہ۔

وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۱۷ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ
مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۱۸ اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ
يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۱۹ قُلْ سِيْرُوْا* فِى الْاَرْضِ
فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۲۰ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ۲۱ وَمَآ
اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ ۫ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِىٍّ
ع ۲ ۹ ۱۴ وَّلَا نَصِيْرٍ ۲۲ ع

ترجمہ:......اور ابراہیم (کے حالات بھی بیان کرو) جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی عبادت کیا کرو اور اس سے ڈرا کرو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اگر خبر رکھتے ہو ۱۶ تم اللہ کے سوا بتوں کو پوجتے اور جھوٹی باتیں بناتے ہو جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری روزی کے مالک نہیں پس تم روزی بھی اللہ ہی سے مانگو اور اس کی عبادت بھی کیا کرو اور اس کا شکریہ کیا کرو اسی کے پاس لوٹائے جاؤ گے ۱۷ اور اگر تم جھٹلاتے ہو تو تم سے پیشتر بہت سے لوگ (رسولوں کو) جھٹلا چکے ہیں اور رسول پر تو یہی ہے کہ کھول کر پہنچا دے ۱۸ یہ کیا نہیں دیکھتے کہ اللہ اول بار کیوں کر پیدا کرتا ہے پھر اس کو بار دگر لوٹاتا ہے بے شک یہ کام اللہ پر آسان ہے ۱۹ کہہ دو زمین پر (چل) پھر کر دیکھو کہ اللہ نے کس طرح سے ابتداءً پیدا کیا پھر اللہ آخرت کا جی اٹھنا بھی پیدا کرے گا بے شک اللہ ہر بات پر قدرت رکھتا ہے ۲۰ جس کو چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے اور اسی طرف لوٹ کر جاؤ گے ۲۱ اور تم نہ زمین میں (چھپ کر) ہرا سکتے ہو اور نہ آسمان میں (اڑ کر) اور نہ تمہارا اللہ کے سوا کوئی حمایتی ہے اور نہ مددگار ۲۲۔

ترکیب:...... وابراهيم معطوف على المفعول فى انجيناه اوعلى تقدير واذكر اوعلى ارسلنا۔ النشاة الأخرة بالمد القصر لغتان اوثانا مفعول لتعبدون جمع وثن اى صنم وتخلقون معطوف على تعبدون اى تقولون۔ افكا اى كذبا۔ تميز من ضمير تخلقون او مفعول مطلق الذى اسم ان الذين تعبدون من دون الله صلة له والعائد محذوف لا يملكون خبر كيف هو والجملة مفعول اولم يروا كيف بمعنى الكيفية اى كيفية ابداء الخلق يبدء بضم اوله وقرئ بفتحه من بدا وابدء بمعنى واحد اى يخلقهم ابتداء فى الارض متعلق بمعجزين والمفعول ربكم۔

تفسیر:......وَاِبْرٰهِيْمَ یہ دوسرا واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ یہ حضرت نوح کے بیٹے سام کی نسل سے ہیں ان کے اور نوح کے بیچ میں آٹھ پشت ہوتی ہیں۔ طوفان کے بعد حضرت نوح کی اولاد ایشیاء کو چک سے پورب رخ عراق عرب میں آ رہی تھی اور اس جگہ انہوں نے شہر بابل اور ایک بلند برج آیندہ طوفان سے بچنے کے لیے بنایا تھا۔ پھر نوح کی اولاد وہیں سے تمام دنیا میں پھیلی گویا سب کا قدیم وطن یہی دیس ہے جیسا کہ توریت سفر الخلیقہ کے گیارہویں باب سے ثابت ہے۔

* ......حكاية كلام الله تعالىٰ لابراهيم او محمد عليهما السلام ۱۲ بيضاوى۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد تک جو حضرت نوح علیہ السلام سے سیکڑوں برس کا فاصلہ ہے لوگوں میں بت پرستی ازحد ہوگئی تھی۔ یہ لوگ صابی مذہب کے تھے عناصر اور کواکب اور دیگر روحانیات کی مورتیں بنا کر ان کو پوجتے تھے اور ان کو اپنے رزق اور دنیا کی راحت کا مالک جانتے تھے اور دار آخرت کے قائل نہ تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس قوم کی طرف مبعوث کیے گئے۔ انہوں نے وعظ کیا کہ اے قوم اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اور جن کو تم پوجتے ہو ان کو تمہاری روزی کا کچھ بھی اختیار نہیں۔ یہ جھوٹے خیالات ہیں کہ وہ روزی دیتے ہیں۔ روزی اللہ دیتا ہے اسی سے طلب کرو اسی کی عبادت کرو اسی کا شکر یہ کرو۔ تم کو اسی کے پاس پھر کر جانا ہے اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۝ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ . . . الخ اور اگر تم مجھے جھٹلاتے ہو تو کوئی جدید بات نہیں۔ تم سے پہلے بہت سے گروہ اور فرقے پہلے انبیاء کو جھٹلا چکے ہیں۔ نوح اور شیث اور ادریس علیہم السلام کو ان کے لوگوں نے جھٹلایا تھا۔ رسول کا کام صاف صاف حکم پہنچا دینا ہے اب تم مانو یا نہ مانو۔

چوں کہ وہ لوگ بھی اللہ کے قائل تھے اور بتوں کو اس کے مختار اور عہدہ دار جان کر پوجتے تھے اس لیے توحید کے حکم پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چنداں دلائل لانے کی ضرورت نہ پڑی اور حشر کے تو وہ بالکل منکر تھے اس لیے اس مسئلہ کو دو دلیلوں سے مدلل کیا:

فقال اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ کہ کیا وہ عقلی برہان سے نہیں دیکھتے جو قائم مقام آنکھوں کے دیکھنے کے ہے کہ اللہ نئے سرے سے کیوں کو پیدا کرتا ہے ہر حجر و شجر و حیوانات کو دیکھو کہ پہلے کب تھے از خود تو بنے نہیں کیونکہ کوئی شے جو حادث ہو از خود نہیں اگر از خود ہوتی ہے تو پہلے سے کیوں نہ تھی کسی نے تو اس کو روک رکھا تھا۔ پھر جس نے روک رکھا تھا وہی تو اس کا خالق ہے وہ اللہ ہے جو تم کو حس سے محسوس نہیں ہوتا۔ اور جو ابتداء پیدا کرتا ہے (اور اس کو تو تم بھی مانتے ہو اس لیے استفہام کے طور پر اَوَلَمْ يَرَوْا فرمایا) اس کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے؟ اس کو قیاس عقل چاہتا ہے اور اسی لیے آیت کو اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ پر ختم کیا۔

اس کے بعد دوسری دلیل ذکر فرماتا ہے قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ . . . الخ اگر تم کو علم یقینی اور حدس مذکور حاصل نہ ہو تو اقطار ارض میں یعنی ملکوں میں پھر کر دیکھو اور موالید ثلاثہ معاون، نباتات، حیوان کے پیدا ہونے کی کیفیت ملاحظہ کرو کہ ان کو کس طرح سے پیدا کیا ہے تاکہ یہ فکر مشاہدہ تک پہنچاوے۔ اور اسی لیے اس جگہ كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ بلفظ ماضی ذکر کیا تاکہ اگر آیندہ اول بار پیدا کرنے اور بار دگر پیدا کرنے میں شک ہو تو پیدا کی ہوئی چیزوں کو دیکھو انسان کو ایک قطرۂ منی سے بنایا، درختوں کو ایک ذرا سے تخم سے بلند و بالا کیا پھر اس سے سمجھ لو کہ وہ بار دگر یعنی مرنے کے بعد پھر دوبارہ تم کو پیدا کرے گا۔ پس دونوں جملوں میں ایک کا دوسرے جملہ پر معنی کے لحاظ سے عطف ہے پھر ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ میں بجائے ضمیر کے لفظ اللہ کے لانے میں یہ نکتہ ہے کہ یہ تمہارے معبودوں کا کام نہیں۔

دلائل الانفس والآفاق کے بعد نتیجہ ثابت کرتا ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کہ وہ اول بھی پیدا کرسکتا ہے پھر مٹا کر اس کو بار دگر بھی بنا سکتا ہے دار آخرت قائم کر کے۔

يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ، جس کو چاہے گا سزا دے گا جس پر چاہے گا مہربانی کرے گا۔ اسی طرح دنیا میں بھی تم کہیں مرو کہیں دفن ہو۔ یا جلائے جاؤ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ سب اسی کے پاس لوٹائے جاؤ گے۔ ہم سے نہ زمین میں کہیں بھاگ کر جا سکتے ہو نہ آسمان میں چڑھ سکتے ہو وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ اور نہ کسی معبود کی مدد سے سامنے ہو کر مقابلہ کر سکتے ہو اس لیے کہ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ اس کے سوا تمہارا نہ کوئی حمایتی ہے نہ مددگار۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۲۳ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ
اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۲۴ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ
مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝۲۵ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ ۝۲۶ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ
وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۲۷

ترجمہ:.....اور جو اللہ کی آیتوں اور اس کے ملنے کے منکر ہوئے وہی میری رحمت سے بھی ناامید ہو گئے ہیں اور انہیں کے لیے عذاب الیم ہے ۝۲۳ پھر اس کی قوم کے پاس بجز اس کے اور کچھ جواب ہی نہ تھا کہ کہنے لگے کہ اس کو یا تو مار ڈالو یا جلا دو پھر ابراہیم کو اللہ نے آگ سے بچا لیا البتہ اس میں بھی ایمان لانے والی قوم کے لیے (بڑی بڑی) نشانیاں ہیں ۝۲۴ اور ابراہیم نے (اپنی قوم سے) کہا تم نے جو اللہ کے سوا بت بنا رکھے ہیں تو آپس کی محبت کے لیے جو دنیا کی زندگی میں ہے پھر قیامت کے دن تو ایک دوسرے کا انکار کرے گا اور ایک دوسرے پر لعنت کرے گا اور (اس وقت) تمہارا ٹھکانا آگ ہوگا اور تمہارے لیے کوئی بھی مددگار نہ ہوگا ۝۲۵ پس ابراہیم کو لوط نے مانا اور کہا میں اپنے رب کی طرف وطن چھوڑ کر جاتا ہوں بے شک وہ زبردست حکمت والا ہے ۝۲۶ اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق اور یعقوب عطا کیا اور اس کی نسل میں نبوت اور کتاب قائم کی اور ہم نے دنیا میں بھی اس کا بدلہ اس کو دیا اور وہ آخرت میں بھی نیک بختوں میں سے ہوں گے ۝۲۷۔

ترکیب:.....قال جار الله الزمخشری مودة بالنصب اما باضافة او بغير اضافة فعلى الاول التعليل لتوادوا بينكم وعلى الثانى يكون مفعولاً ثانياً على حذف المضاف او على ان المصدر بمعنى المفعول اى اتخذتم الاوثان سبب المودة بينكم او اتخذتموها مودودة بينكم وقرئ بالرفع ايضاً باضافة فعلى الوجهين يكون خبر الان على ان ما موصولة والتقدير ان التى اتخذتموها اوثانا هى سبب مودة بينكم اى مودودة بينكم۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس لوگ

تفسیر:.....پھر جب مجرم ہمارے دربار عدالت میں لائے جاویں گے تو وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖ وہ جو اللہ کی آیتوں اور اس کے پاس جانے کے منکر ہو گئے ہیں اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وہ درحقیقت میری رحمت سے ناامید ہو گئے پس وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ان کو سخت سزا ملے گی یہ آخرت کا فیصلہ ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا سے لے کر تو اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ تک بقرینہ قولہ تعالیٰ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ حضرت ابراہیم کے قصہ میں جملہ معترضہ ہے جس میں قریش مکہ سے کلام ہے اس لیے کہ عرب

کی حالت کفر و شرک و انکار حشر میں بعینہٖ قوم ابراہیم کی حالت تھی۔ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ سے پھر ابراہیم کا قصہ شروع ہوتا ہے کہ اس کی قوم کو بجز اس کے اور کچھ جواب نہ آیا کہ جل کر یہ کہہ دیا کہ ابراہیم کو قتل کر ڈالو آگ میں جلا دو چنانچہ آگ میں ڈال دیا، اللہ نے حضرت کو سلامت وہاں سے نکالا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ❶ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس میں ایمان داروں کے لیے بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

من جملہ ان کے ایک یہ کہ اللہ ایسا قادر ہے کہ آگ میں ڈال کر سلامت نکال لیتا ہے من جملہ ان کے ایک یہ کہ دین داروں پر ہمیشہ ان کی عنایت رہتی ہے من جملہ ان کے ایک یہ ہے کہ امت محمدیہ ملت ابراہیم کی پابند ہے جس طرح ان کو آگ سے نجات دی اس کے پیروں کو جہنم کی آگ سے بھی نجات دے گا۔ پھر حضرت ابراہیم نے وعظ شروع کیا کہ آج دنیا میں تم نے باہمی محبت سے بت پرستی اختیار کر رکھی ہے باپ دادا کی محبت سے ان کے غلط طریق پر چلتے ہو اور برادری کی محبت سے ان کے غلط بات کو ترک نہیں کرتے قیامت میں وہ محبت بھی جاتی رہے گی وہی تم پر لعنت کریں گے اور تم جہنم میں جاؤ گے کوئی نہ بچائے گا فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ پس اس قوم میں سے حضرت کا بھتیجا لوط ایمان لایا اور وہ وطن چھوڑ کر پہلے حران اطراف کوفہ میں آئے پھر وہاں سے ملک شام گئے مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ یعنی رب کے حکم سے ہجرت کرتا ہوں جہاں وہ لے جاتا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر انعام الٰہی:...... وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ یہاں سے حضرت ابراہیم پر جو کچھ انعام الٰہی ہوا اس کو بیان فرماتا ہے کہ ہم نے اس کو ایسا بلند اقبال بیٹا اسحٰق اور پوتا یعقوب عطا کیا اور اس کی نسل میں نبوت اور کتاب قائم کی گئی توریت زبور انجیل قرآن اسی کی اولاد کو ملی اور دنیا میں بھی اس کو بدلہ دیا مال و اسباب و اولاد و عزت اور آخرت میں بھی وہ کاملین میں رہیں۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۫ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ
مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۲۸ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِيْ
نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ۭ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ
ع كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۲۹ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ۳۰ وَلَمَّا
جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ
اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۳۱ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۭ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۪
لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۡ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۳۲ وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا

❶......نوح کی کشتی کے لیے اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ آیا ہے اور یہاں آیات لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ آیا۔ اس سبب سے کہ وہ کشتی صرف ایک ہی نشانی تھی اور جہان کے لیے تھی اس لیے کہ قرنوں وہ باقی رہی۔ ہر ایک شخص کافر و مومن اس کو دیکھتا تھا، برخلاف ابراہیم کے آگ سے نکلنے کے۔ اس کو وحی کے سبب ایمان والے ہی مانتے ہیں اور اس میں چند نشانیاں ہیں جیسا کہ بیان ہوا ۱۲ منہ۔

لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴿۳۵﴾

ترجمہ:......اور (بیان کرو) لوط (کا حال) جب کہ اس نے اپنی قوم سے کہا کہ تم تو وہ بے حیائی کرتے ہو کہ جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے بھی نہیں کی﴿۲۸﴾ کیا تم لڑکوں کے پاس جاتے ہو اور رہ زنی کرتے ہو اور اپنی مجلس میں برا کام کرتے ہو پھر اس کی قوم کے پاس بجز اس کے کچھ جواب نہ تھا کہ تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آ اگر تو سچا ہے﴿۲۹﴾ لوط نے کہا کہ اے رب (ان) بدمعاش لوگوں پر مجھے غالب کر﴿۳۰﴾ اور جب کہ ہمارے (بھیجے ہوئے) فرشتے ابراہیم کے پاس مژدہ لے کر آئے تو کہنے لگے کہ ہم اس بستی کے لوگوں کو غارت کرنا چاہتے ہیں یہاں کے لوگ بڑے ظالم ہیں﴿۳۱﴾ ابراہیم نے کہا اس بستی میں تو لوط بھی ہے وہ بولے ہم خوب جانتے ہیں جو اس میں ہے ہم لوط کو اور اس کے کنبہ کو بچالیں گے مگر اس کی بیوی کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگی﴿۳۲﴾ اور جب کہ ہمارے (بھیجے ہوئے) فرشتے لوط کے پاس آئے تو لوط کو ان کا آنا برا معلوم ہوا اور ان سے دل میں بھنچے اور ان سے فرشتوں نے کہا آپ کچھ خوف نہ کیجیے اور نہ غم کھائیے بے شک ہم آپ کو اور آپ کی بیوی کے سوا گھر والوں کو بچالیں گے کیونکہ وہ تو پیچھے رہ جانے والوں میں قرار پا چکی﴿۳۳﴾ ہم اس بستی والوں پر آسمان سے ایک آفت اتارنے والے ہیں اس سبب سے کہ وہ بدکاری کرتے ہیں﴿۳۴﴾ اور البتہ اس بستی کے کچھ کھلے ہوئے نشان تو ہم نے عقل مندوں کے لیے باقی رکھ چھوڑے ہیں﴿۳۵﴾۔

ترکیب:......ولوطا معطوف علی نوح وابراهيم۔ المنكر مفعول تاتون۔ منجوک واهلک الكاف فی موضع جر عند سيبويه۔ من الغبرين الباقين فی العذاب او من الماضين ذکرهم او ممن مضى زمانه و يفنی۔ سیٔ بهم حزن بسببهم وضاق بهم ذرعا صدرا، او ضاق بشانهم و تدبير امرهم ذرعه ای طاقة ان جأت ان صلة لتاكيد الفعلين۔

تفسیر:......یہ تیسرا قصہ حضرت لوط علیہ السلام کا ہے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے جو ان کے ساتھ بابل سے ہجرت کر کے آئے تھے شام میں پہنچ کر یہ قرار پایا کہ دونوں صاحب جدا جدا رہیں کیوں کہ دونوں کے چار پائے اور مویشی بکثرت تھے۔ ابراہیم علیہ السلام تو کنعان میں رہے اور لوط نے دریائے یردن کی ساری ترائی اپنے لیے پسند کی اور شہر سدوم کے پاس آ کر مقام کیا یہ شہر اس شور جھیل کے کنارے پر آباد تھا کہ جس کو بحر المیت کہتے ہیں کنعان سے پورب اور جنوب میں۔

قوم لوط کی برئیاں:...... یہاں کے لوگ بڑے بدکار اور فاسق تھے مردوں سے بدفعلی کرتے تھے اور راہ گیر کو بھی پکڑ کر اس سے ایسی بدفعلی کرتے تھے اس لیے اس طرف کا رستہ بند ہو گیا تھا اور رہ زنی بھی کرتے تھے اور مجلس میں بیٹھ کر بے حیائی کے کام کرتے تھے۔ لوط علیہ السلام نے منع کیا وہ کب مانتے تھے تمسخر کے طور پر کہنے لگے کہ اللہ کے عذاب کو لے آ اگر سچا ہے۔ لوط نے دعا کی کہ مجھے ان بدمعاشوں پر فتح یاب کر یعنی ان کو سزا دے۔

بشارت اور عذاب لانے والے فرشتے:......حضرت ابراہیم علیہ السلام دوپہر کے وقت بلوطوں میں اپنے خیمے میں بیٹھے تھے کہ ان کو تین شخص نظر آئے ابراہیم علیہ السلام نے ان کی ضیافت کے لیے کچھ روٹیاں اور تلا ہوا بچھڑا تیار کرایا انہوں نے کھانے سے ہاتھ

روکا۔ابراہیم علیہ السلام ڈر گئے کیوں کہ اس وقت جو کوئی کسی کے پاس بد ارادہ سے جاتا تھا تو اس کے ہاں کا کھانا نہ کھاتا تھا۔فرشتوں نے کہا خوف نہ کر ہم تجھ کو بشارت دینے آئے ہیں کہ تیری بیوی سارہ کے ہاں فرزند پیدا ہوگا اور جب چلنے لگے تو کہا ہم سدوم کو غارت کرنے جاتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا وہاں تو لوط بھی ہے انہوں نے کہا ہم کو معلوم ہے اس کو اور اس کے کنبے کو بچالیں گے مگر اس کی بیوی نہ بچے گی کیوں کہ وہ پیچھے اس بستی کو مڑ کر دیکھے گی ان کے ساتھ وہ بھی ہلاک ہوگی۔شام کو وہ لوگ سدوم آئے اور لوط سدوم کے دروازہ پر بیٹھے تھے ان کو مسافر سمجھ کر اپنے گھر لے گئے مگر دل میں ناخوش ہوئے اور بہت تنگ ہوئے اس لیے کہ وہ امرد لڑکوں کی صورت میں تھے۔شہر کی حالت معلوم تھی مگر مہمان نوازی ضروری تھی یہ بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ ان کو گھر میں نہ لاتے خاطر مدارات نہ کرتے۔

قوم لوط کی ہٹ دھرمی:......ابھی وہ سونے کے لیے نہ لیٹے تھے کہ شہر کے مردوں نے جوان سے لے کر بوڑھے تک نے ان کا گھر آگھیرا اور کہنے لگے ان مہمانوں کو ہمارے حوالے کر کہ ان سے بدفعلی کریں۔لوط کواڑ کھول کر باہر ان کے پاس گئے اور بہت سمجھایا کہ یہ میرے مہمان ہیں۔وہ بولے پرے ہٹ، کیا تو یہاں گزر کرنے آیا ہے یا حکومت کرنے۔تب وہ کواڑ توڑ کر اندر کو لپکے۔فرشتوں نے اپنا ہاتھ بڑھا کے لوط کو تو اندر کھینچ لیا اور دروازہ بند کر دیا اور ان کو اندھا کر دیا کہ وہ دروازہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئے تب ان مہمانوں نے لوط سے کہا سنو جی ہم فرشتے ہیں آپ کچھ خوف وغم نہ کیجیے ہم اس شہر کو غارت کرنے آئے ہیں۔آپ صبح ہونے سے پیشتر اپنے لوگوں کو لے کر باہر نکل جائیے۔

قوم لوط کی تباہی:......چنانچہ لوط باہر نکلے اور سورج کے نکلنے کے وقت اللہ تعالیٰ نے سدوم اور عمورہ پر گندھک اور آگ برسائی بیوی نے پیچھے مڑ کر دیکھا تھا وہ نمک کا کھمبا بن گئی اور اس شہر کے کچھ نشان عبرت کے لیے باقی رہ گئے۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝۳۶ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝۳۷ وَعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۟ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ۝۳۸ وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۟ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ۝۳۹ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۴۰

ترجمہ:......اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا تب اس نے کہا اے قوم اللہ کی عبادت کرو اور قیامت کی توقع رکھو اور ملک میں فساد

مچاتے نہ پھرو۝۳۶ سوانہوں نے اس جھٹلایا تب تو ان کو زلزلہ نے آلیا پھر تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۝۳۷ اور ہم نے ہی عاد اور ثمود کو (غارت کیا) اور البتہ تم کو ان کے کچھ مکانات بھی دکھائی دیتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال (بد) پر ان کو رجھا دیا تھا پھر ان کو رستہ سے روک دیا تھا حالانکہ وہ سمجھ بوجھ بھی رکھتے تھے۝۳۸ اور قارون اور فرعون اور ہامان کو بھی (ہلاک کیا) اور البتہ ان کے پاس موسیٰ نشانیاں بھی لے کر آئے تھے (باوجود اس کے) پھر انہوں نے زمین میں سرکشی کی اور وہ بھاگ کر نہ جا سکے۝۳۹ پھر ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ پر پکڑ لیا پھر کسی پر تو ان میں سے ہم نے سخت آندھی بھیجی اور ان میں سے کسی کو کڑک آلیا اور کسی کو ان میں سے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے کسی کو غرق کر دیا اور اللہ تو ان پر کیوں ظلم کرنے لگا تھا لیکن خود وہی اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے۝۴۰۔

ترکیب:...... شعیباً مفعول لارسلنا بدل من اخاھم مفسدین حال مؤکدۃ لعاملھا من عثی بکسر المثلثۃ افسد۔ الرجفۃ الزلزلۃ الشدیدۃ۔ جثمین بارکین علی الرکب میتین وعاداً وثموداً ای اھلکنا ثموداً ابصرف ثمود و ترکہ بمعنی الحی والقبیلۃ مستبصرین ذوی بصائر و قارون ای اھلکنا فکلا منصوب باخذنا۔

تفسیر:...... وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا۔ یہ چوتھا قصہ حضرت شعیب علیہ السلام کا ہے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ مدیان حضرت ابراہیم کا بیٹا قتورہ کے شکم سے تھا۔ عرب کے شمال و غرب میں قلزم کے اس پار آ رہے تھے انہیں کے نام سے اس بستی کو مدین کہنے لگے انہیں کی اولاد وہاں بستی تھی اور حضرت شعیب علیہ السلام بھی انہیں میں سے تھے جو اس گروہ کے نبی کر کے بھیجے گئے تھے۔ یہ لوگ بت پرست تھے اور قیامت کے منکر اور لوٹ ماران کا پیشہ تھا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کو قوم کو تین باتوں کی نصیحت:...... حضرت شعیب نے تینوں باتوں کی نصیحت کی فقال فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ کہ اے قوم اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو نہ پوجو۔ یہ توحید کی تعلیم تھی۔ وَارْجُوا الْیَوْمَ الْاٰخِرَ اور قیامت پر ایمان لاؤ۔ یہ ایمان بالبعث کی تعلیم تھی۔ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ۝ اور ملک میں فساد مچاتے نہ پھرو یہ اصلاح معاش کی بابت تعلیم تھی۔ مگر فَکَذَّبُوْہُ وہ کب ماننے والے تھے آخر نہ مانا پھر ان پر بلاء آسمانی نازل ہوئی زلزلہ نے آلیا، سب مر کر وہیں پڑے رہ گئے۔

قصہ عاد و ثمود:...... وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ . . . الخ قصہ مجملاً عاد و ثمود کا ہے۔ قوم عاد عرب کے جنوبی حصہ یعنی یمن میں رہتی تھی اور قوم ثمود ان کے بعد اٹھی جو عرب کے شمالی حصہ میں آباد تھی۔ ان قوموں کی بڑی سلطنت اور حشمت ہو چکی ہے۔ ان کا حال کئی جگہ ہم مفصل بیان کر آئے ہیں۔ ان کے غارت ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک ان کے مکانات کے آثار قدیمہ باقی تھے جن کو سفر میں آتے جاتے اہل مکہ دیکھا کرتے تھے۔ اس لیے فرماتا ہے وَقَدْ تَّبَیَّنَ لَکُمْ مِّنْ مَّسٰکِنِھِمْ ان کا حال کیا تھا وَزَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَھُمْ کہ ان کے برے کام ان کو عمدہ معلوم ہوتے تھے اس لیے راہ راست سے رک گئے باوجودے کہ وَکَانُوْا مُسْتَبْصِرِیْنَ سمجھ بوجھ رکھتے تھے۔ دنیا کے کاموں میں بڑے ہوشیار تھے۔ معاذ اللہ جب انسان اپنی برائی کو بھلائی اور برے کام کو اچھا سمجھنے لگتا ہے تو اس مرض لا دوا کا کوئی علاج ہی نہیں بجز موت روحانی کے۔

تین شرکشوں کا تذکرہ:...... وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَھَامٰنَ چھٹا تذکرہ موسیٰ علیہ السلام کے ہم زمانہ تین سرکش لوگوں کا ہے فرعون مصر کا بادشاہ تھا۔ ہامان اس کا وزیر۔ قارون موسیٰ علیہ السلام کی برادری میں سے تھا بڑا مال دار۔ تینوں کے رسول موسیٰ علیہ السلام تھے معجزات بھی دکھائے لیکن فَاسْتَکْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ میں تکبر اور سرکشی اور غرور نے ان کو مطیع نہ ہونے دیا۔ پھر اللہ سے کہاں جا سکتے تھے؟ وَمَا کَانُوْا سٰبِقِیْنَ۔

بعض معترضین کہا کرتے ہیں کہ ہامان تو اخسویرس شاہ ایران کا وزیر تھا نہ کہ فرعون کا۔ یہ ان کا اعتراض بے جا ہے اس لیے کہ ایک نام

کے کیا دو شخص نہیں ہوتے؟ فرعون کے وزیر کا نام بھی ماہان تھا۔

نافرمانوں پر مختلف قسم کے عذاب:...... فَکُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ عاد اور ثمود، قارون وفرعون وہامان کا ذکر کر کے سب کی ایک جملہ میں سزا بیان فرماتا ہے پہلے تو اجمالاً یہی کہہ دیا کہ ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کے سبب پکڑ لیا پھر تفصیل کرتا ہے فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا کہ ان میں سے بعض پر سخت آندھی بھیجی کہ جس میں کنکریاں تھیں (حاصبا ریحا عاصفا فیہا حصباء جلالین) اس سے قوم عاد مراد ہے ان پر بھی عذاب آیا تھا۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ جیسا کہ قوم ثمود۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ جیسا کہ قارون۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا جیسا کہ فرعون وہامان۔ زجر کے طور پر یہ آیت بلاغت وفصاحت میں اپنا نظیر نہیں رکھتی۔

پھر کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اللہ نے اپنی مخلوق پر ظلم کیا۔ اس لیے بعد میں فرمایا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۝ کہ اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا نہ یہ اس کی شان ہے۔ ہاں وہی خود اپنے اوپر ظلم کر کے برباد ہوئے بری بات کا برا نتیجہ بھگتا۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۝۴۱ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۝۴۲ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ۝۴۳ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۝۴۴ ع

ترجمہ:...... ان لوگوں کی مثال کہ جنہوں نے اللہ کے سوا حمایتی بنا رکھے ہیں مکڑی کی سی مثال ہے کہ جس نے گھر بنایا اور البتہ سب گھروں سے بودا گھر مکڑی کا ہے کاش وہ جانتے ۝۴۱ البتہ اللہ جانتا ہے جس کو کہ وہ اس کے سوا پکارتے ہیں اور وہ زبردست حکمت والا ہے ۝۴۲ اور یہ مثالیں ہیں کہ جنہیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں اور ان کو وہی سمجھتے ہیں جو علم والے ہیں ۝۴۳ اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو درستی سے بنایا البتہ اس میں ایمان داروں کے لیے بڑی نشانی ہے ۝۴۴۔

ترکیب:...... مثل الذین صلہ وموصول مبتدا کمثل العنکبوت خبر اتخذت بیتا جملہ مستانفہ یا وصف العنکبوت تقع علی الواحد والجمع والمذکر والمؤنث والتاء فیہ زائدۃ کتاء طاغوت ویجمع علی عناکیب وعناک وعکاب وعکبۃ واعکب (بیضاوی) مایدعون من دونہ من شئی ما استفہامیۃ منصوبۃ بیدعون بالتاء والیاء ویعلم معلقۃ عنہا (لان من خواص افعال القلوب التعلیق ای ابطال العمل لفظاً فقط) ومن للتبیین او نافیۃ ومن مزیدۃ وشئی مفعول یدعون او موصولۃ مفعول لیعلم ومفعول یدعون محذوف وھو العائد والخبر الامثال ونضربہا حال عنہا ویجوز ان یکون خبرا والامثال نعت بالحق حال من خلق اللہ۔

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اب یہاں ان کے اس ظلم کی جو وہ اپنی جانوں پر کرتے تھے تشریح فرماتا ہے۔

مشرکین کی مثال:...... مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ کہ اس سے بڑھ کر اپنی جان پر اور کیا ظلم ہوگا اللہ نے تو ان کو بزرگی دی علم

وہنر ہوش وادراک عطا کیا لیکن انہوں نے اس عزت خداداد کو کیسا غارت کیا کہ اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے بتوں کو سجدہ کرنے لگے جو نہایت مبتذل چیز ہے جس کو نہ حس وحرکت نہ عقل وشعور۔ان کا یہ کا کَمَثَلِ الْعَنْکَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَیْتًا مکڑی کے جالے کی طرح بے بنیاد ہے۔

کمزور ترین اور بے بنیاد گھر:......سب چیزوں کے گھروں کو دیکھیے ان سب میں بے بنیاد مکڑی کا گھر ہے جس سے نہ دھوپ کا آرام نہ بارش سے امن وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ہاں وہ مکڑی اس میں مچھر مکھی کا شکار کر لیتی ہے اسی طرح جوان بت پرست کو کوئی دنیوی فائدہ پہنچ جائے تو وہ بھی ایسا ہی بے بنیاد ہے۔اسی طرح ان کو اس مذہب سے کوئی فائدہ نہ پہنچے گا لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ اگر وہ جانتے تو ایسا نہ کرتے۔یا یہ معنی کاش ان کو علم ہوتا۔اس مثل پر شاید چالاک بت پرست یہ گفتگو کرتے ہوں گے جیسا کہ آج کل کیا کرتے ہیں کہ ہم ان بتوں کو نہیں پوجتے بلکہ ان کو کہ جن کے یہ بت [1] ہیں اور وہ دیوتا اوتار ملائک روحانیات اولیاء کرام انبیاء علیہم السلام ہیں جو اس کی بارگاہ کے مختار اور داروغہ ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں نیز ان سے جو ہم مانگتے ہیں پاتے ہیں اس کا جواب دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جانتا ہے جن کو مشرکین پکارا کرتے ہیں:......اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ کہ جن کو وہ اس کے سوا پکارتے ہیں ہم کو معلوم ہیں یہ کلام بطور تہدید کے ہے یعنی وہ بھی پرستش کے قابل نہیں ہمارے گھر کا کوئی مالک ومختار نہیں سب ہمارے دست نگر ہیں وَهُوَ الْعَزِيْزُ ہم سب پر غالب ہیں اور نیز ہم کو کسی داروغہ یا اہل کار کی حاجت کیا ہے کیوں کہ الْحَكِيْمُ ہم حکیم ہیں ہر شے کی تدبیر وتصرف آپ کیا کرتے ہیں۔اس میں اس دوسری بات کی طرف اشارہ ہے کہ تم جو کہتے ہو کہ ہم جوان سے مانگتے ہیں پاتے ہیں یہ بھی غلط ہے کیونکہ یہ دینا دلانا زبردست کا کام ہے سو زبردست تو ہم ہیں جو تم کو دنیاوی فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ سب اپنی حکمت سے تم کو ہم دیتے ہیں تم سمجھتے ہو کہ فلاں دیوی دیوتا نے ہم کو اولاد دی مال دیا۔اور نیز اس طرف اشارہ ہے کہ یہ بھی اسی کی حکمت ہے کہ مانگتے غیروں سے ہو دیتے ہیں ہم۔غصہ دنیا میں ظاہر نہیں کرتے کہ تمہارے کاربند کر دیں نظام عالم میں خلل آئے۔جو ازلی جہنمی ہے اس کے گمراہ ہونے کے یہ اسباب اسی کی حکمت بالغہ کا اثر ہے۔اور نیز وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ قابل پرستش وہ ہے جو غالب اور حکیم ہو سو یہ دونوں وصف ہم کو حاصل ہیں نہ اور کو یہ معنی اس تقدیر پر ہیں کہ جب مَا يَدْعُوْنَ کے ما کو موصولہ مانا جائے اور اگر اس کو نافیہ یا استفہامیہ سمجھا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ جن کو تم نے اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ کچھ بھی نہیں یا وہ کیا چیز ہیں؟

جہلاء پر رد:......اور بعض جہال اس مثال پر یہ بھی طعن کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مکڑی کا کیوں ذکر کیا وہ تو ایک ذلیل چیز ہے کوئی اور ہی مثال دینی تھی اس کے جواب میں فرماتا ہے وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝ کہ ان مثالوں کو ہم لوگوں کے سمجھانے کے لیے ذکر کرتے ہیں پر سمجھتے وہی ہیں جو ذی علم ہیں وہ جان جاتے ہیں کہ مکڑی خواہ کیسی ہی ذلیل چیز ہو مگر غرض تو مشرکوں کے مذہب کو اس ذلیل چیز کے ذلیل گھر سے تشبیہ دینا ہے سو وہ بخوبی حاصل ہے اگرچہ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ سے ان کے معبودوں کی قلعی کھول دی تھی مگر اس بات کو پھر ایک بڑی بھاری دلیل سے ثابت فرماتا ہے خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ کہ اللہ نے تو آسمانوں اور زمین کو نہایت درستی سے بنایا ہے کوئی ان میں بے کار نہیں نہ کوئی کار آمد بات رہ گئی ہے پھر بتلاؤ تمہارے معبودوں نے کیا بنایا ہے خواہ وہ بت ہوں یا وہ کہ جن کے یہ بت ہیں اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ اس میں ایمانداروں کے لیے بڑی نشانی اور کامل حجت اور پوری اطمینان دینے والی سند ہے کہ وہی پرستش کے قابل ہے کہ جس نے آسمان زمین بنائے باقی کسی کا کیا حق ہے۔

---

[1]:......لات ومنات عرب میں کوئی باخدا شخص تھے جن کی مورت پوجا کرتے تھے اسی طرح حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہم السلام کی مورتیں خانہ کعبہ میں رکھ چھوڑی تھیں ۱۲

پارہ (۲۱) اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ

الجزء الحادی والعشرون (۲۱)

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ط اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ
وَالْمُنْكَرِ ط وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝۴۵ وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ
الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ
اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝۴۶
وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ط فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ
وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ط وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ۝۴۷ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا
مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝۴۸ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ
بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ط وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ۝۴۹

ترجمہ: ...... (اے رسول) وہ جو آپ کی طرف کتاب وحی کی گئی ہے اس کو پڑھا کرو اور نماز کو (سرگرمی سے) ادا کرتے رہو البتہ نماز بے حیائی اور بری بات سے روکتی ہے اور اللہ کی یاد سب سے بڑھ کر ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ۝۴۵ اور (اے مسلمانوں) اہل کتاب سے نہ جھگڑو مگر اسی طریقہ سے کہ جو عمدہ ہو مگر ان میں سے جو ظالم ہیں (ان سے پورا مقابلہ کرو) اور کہو ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور (اس پر بھی جو) تمہاری طرف نازل کیا گیا اور ہمارا اللہ اور تمہارا خدا ایک ہی ہے اور ہم اسی کے آگے سر جھکائے ہوئے ہیں ۝۴۶ اور اسی طرح کی ہم نے آپ کی طرف بھی کتاب نازل کی ہے پھر جن کو کہ ہم نے کتاب دی تھی وہ تو اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان میں سے بھی کچھ لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیتوں کا کافر ہی انکار کیا کرتے ہیں ۝۴۷ اور اس سے پہلے آپ اے نبی نہ تو کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے کہ اب یہ بدکیش شبہ میں پڑ گئے ۝۴۸ بلکہ (یہ) قرآن کھلی ہوئی آیتیں ہیں ان کے دلوں میں کہ جن کو علم دیا گیا ہے اور ہماری آیتوں کا (کوئی) انکار نہیں کرتے مگر ظالم ۝۴۹۔

ترکیب: ...... الا بالتی ای المجادلۃ التی ھی احسن کالدعاء الی اللّٰہ بآیاتہ والتنبیہ علی حججہ الا الذین ظلموا ھو استثناء من الجنس فی المعنی وجہان احدھما الا الذین ظلموا فلا تجادلوھم بالحسنی بل بالغلظۃ والثانی لا تجادلوھم البتۃ۔

تفسیر: ...... اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ تک انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور شرک کی برائی اور مشرکین کے ساتھ مناظرہ اور ان کی بت

پرستی کی تحقیر تھی اور یہ ایک خاص مقصد تبلیغ رسالت ہو جانا ایک جبلی بات ہے اس لیے اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو تلاوت قرآن اور نماز اور ذکر الٰہی کا حکم دے کر پھر تازہ دم کیا جاتا ہے

تلاوت قرآن کا حکم:......فقال اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ . . . الخ کہ اگر یہ جاہل و سرکش نہ مانیں تو آپ کتاب الٰہی کی جو آپ کی طرف بھیجی گئی ہے یعنی موسیٰ کی امتوں کا پورا بیان ہے آپ کے دل کو تسکین ہو جائے گی کہ پہلے بھی کافر اور بت پرستوں نے اپنے انبیاء کے ساتھ یہ کچھ کیا تھا جس پر برباد ہوئے یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اور اسی لیے اُتْلُ فرمایا اُتْلُ عَلَيْهِمْ نہیں فرمایا قرآن میں دنیا کی بے ثباتی دار آخرت کی ترغیب ہے اس کے پڑھنے سے خواہ مخواہ دل کی تسلی اور روح کو روشنی حاصل ہو جاتی ہے اور دنیا کو بے ثبات سمجھنے لگتا ہے پھر کوئی رنج رنج نہیں معلوم ہوتا ہے اور اب تک قرآن مجید کی تلاوت میں یہی برکت رکھی ہوئی ہے اور تلاوت کا پہلے اس لیے حکم دیا گیا کہ اس کو سننے والا بھی مستفیض ہوتا ہے اور اسی لیے اوسط درجہ کا جہر اولیٰ قرار دیا گیا

نماز بے حیائی سے باز رکھتی ہے:......پس اگر اس سے بھی ان کو فیض نصیب نہ ہو تو وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ نماز پڑھ کیوں کہ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ نماز برے اور بے حیائی کے کاموں سے روک دیتی ہے اول تو اس میں ہر رکعت میں سورۃ الحمد پڑھی جاتی ہے جس کا ہر ہر جملہ انسان کی روحانی قوتوں کو ابھارنے والا ہے پھر اس کا کھڑا ہونا حمد و ثنا کرنا اس کے آگے سر رکھ اس کی حمد و ثنا کرنا روح کو تازہ کرتا ہے اور جب روح پر تازگی آتی ہے تو نفسانی قوتیں گھٹ جاتی ہیں جو بے حیائی اور برے کاموں کی محرک تھیں اور ذکر الٰہی نماز کے باہر بھی کر کیوں کہو-لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ خواہ ذکر قلبی ہو خواہ لسانی جہری ہو خواہ سرّی، یہ بڑی چیز ہے، اس میں اللہ جل شانہ، سے نزدیکی ہوتی ہے اور اس کی صحبت سب سے بڑھ کر ہے۔

یہ تین قسم کی عبادت ہے تلاوت، نماز، ذکر۔ اگرچہ نماز میں تینوں کیا پاکیزہ حرف ہیں مگر جداگانہ بھی ہر ایک جدا اثر رکھتی ہے اس لیے ہر ایک کو جداگانہ ذکر کیا اور اس ترتیب میں ایک نکتہ ہے۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ۝ میں اشارہ ہے کہ خلوص سے، یہ کام کرو، وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ یہ تعلیم باطنی تھی کہ تم ایسے ہو جاؤ تمہارے نور باطن سے لوگ خود بخود ہدایت پر آئیں گے۔ اس لیے اس کے بعد اہل کتاب کے مناظر اور جھگڑے سے بھی روک دیا جو وہ بسا اوقات مسلمانوں سے اُلجھا کرتے تھے۔

اہل کتاب سے مجادلہ کا طریقہ:......فقال وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اہل کتاب سے مجادلہ نہ کرو مگر عمدہ طور سے ہو تو مضائقہ نہیں جس میں نرم کلامی اور اظہار حق مدنظر ہو۔

اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ مگر جو ان میں ہٹ دھرم ہیں۔ بعض سخن پرور ضدی متعصب زبان دراز ہو تو ان سے مناظرہ نہ کرو ان کو اس وقت کے لیے چھوڑو کہ آسمانی سلطنت کا بادشاہ اپنی تلوار اپنی ران پر لٹکائے اور اس کا دایاں ہاتھ مہیب کام دکھائے۔

اس کے بعد اہل کتاب کے لیے کیا ساکت کرنے والا کلام فرماتا ہے وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا . . . الخ کہ بھائیو! الہام اور نبوت کا دروازہ بند نہیں ہو گیا ہم جو ہمارے نبی انبیاء سابقین پر الہام ہوا ہے کہ جن کو تم بھی جانتے ہو اس کو بھی ہم مانتے ہیں توریت زبور انجیل سب پر ہمارا ایمان ہے اور ہمارا تمہارا ایک ہی اللہ ہے پھر جس نے پہلے کتابیں اور نبی بھیجے اسی نے یہ نبی اور کتاب بھیجی۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ پھر اب تم کو ہمارے اہل حق ہونے میں کیا کلام باقی ہے صاف بات ہے ہم پر نبی یا کتاب نہ ماننے کا الزام عائد نہیں ہو سکتا ہاں تم پر ہے، اس لیے خدا ترس اہل کتاب جیسا کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور عرب کے بھی با انصاف لوگ اس پر ایمان لاتے

ہیں۔ فَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْكِتٰبَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ . . . الخ پھر جو اس کا منکر ہے تو وہی ہے جو ازلی کافر ہے وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ۔

اس کے بعد ایک اور دلیل تسلی بخش ذکر کر کے فرماتا ہے وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ۝۴۸ کہ اس دن سے پہلے آپ نہ کبھی کوئی کتاب پڑھتے تھے نہ لکھتے تھے یعنی ظاہری علم نہیں تھا اگر اگلی کتابیں لکھے پڑھے ہوتے تو ان کے لیے شک کرنے کی گنجائش تھی کہ ان میں سے دیکھ کر کتاب لکھ لی ہوگی۔ پھر جب یہ نہیں تو بجز الہام الٰہی کے اور کوئی وجہ نہیں پھر یہ مطبل جھوٹا کرنے والے یا تباہ کار کس لیے شک کرتے ہیں بلکہ بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ یہ قرآن کھلی کھلی آیتیں ہیں جو حفاظ کے سینوں میں لکھی ہوئی ہیں نہ کہ کاغذوں پر محمد ﷺ نے لکھ کر دی ہیں اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات روشن ہیں یعنی ان کے مطالب الہامی ہیں اہل علم کے دلوں میں پیوست ہیں وہ اہل علم دل سے تصدیق کرتے ہیں یعنی کچھ اسی معجزہ پر بس نہیں کہ ایک اُمی سے ایسی کتاب ظاہر ہوئی بلکہ نفس مضامین قرآن اپنے لیے آفتاب کی طرح اہل علم کے نزدیک آپ دلیل ہیں۔ اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ قرآن عالم بالا کے اہل علم ملائکہ کے دلوں میں لکھا ہوا ہے وہاں سے دنیا میں آیا ہے نہ کہ محمد ﷺ نے فرمایا ہے جو کوئی ایسا آیتوں کا انکار کرے تو بڑا بے انصاف ہے۔ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ۔ یہاں تک اہل کتاب کے ساتھ احسن طریق پر مناظرہ تھا۔

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ اَنَا

نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ۝۵۰ اَوَلَمْ یَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ فِیْ

ع ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰی لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۝۵۱ قُلْ كَفٰی بِاللّٰهِ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ شَهِیْدًا ۚ

یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۝۵۲ وَیَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّی

لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَیَاْتِیَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۝۵۳ یَسْتَعْجِلُوْنَكَ

بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِیْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِیْنَ۝۵۴ یَوْمَ یَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ

فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَیَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝۵۵

ترجمہ:......اور کہتے ہیں اس پر ❶ اس کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نہ نازل کی گئیں کہہ دو نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں جو ہوں تو کھول کر ڈر سنانے والا ہوں۝۵۰ کیا ان کو یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو ان کے سامنے پڑھی جاتی ہے البتہ اس میں رحمت اور نصیحت ہے اس قوم کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۝۵۱ کہہ دیجئے میرے اور تمہارے درمیان گواہی کو اللہ کافی ہے وہ جانتا ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین کے

---

❶......رسول پر ۱۲۔

اندر ہے اور وہ جو جھوٹ پر ایمان لائے اور اللہ سے منکر ہوئے وہی زیاں کار ہیں ﴿۵۲﴾ اور وہ آپ سے جلدی عذاب مانگ رہے ہیں اور اگر وقت مقرر نہ ہو چکا ہوتا تو پھر ان پر عذاب آ چکتا اور البتہ وہ ان پر دفعتہ آئے گا کہ ان کو خبر بھی نہ ہوگی ﴿۵۳﴾ آپ سے جلدی کر رہے عذاب کے لیے اور البتہ جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے جس دن کہ عذاب ان پر چھا جائے گا ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے اور کہے گا چکھو جو کچھ کہ تم کیا کرتے تھے ﴿۵۵﴾۔

ترکیب: ......انا انزلنا جملہ یکفھم کا فاعل یتلی علیھم کتاب کی صفت کفی کا فاعل اللہ اور ب زائد ہے شھیدا مفعول لہ کفی سے یا تمیز اور ممکن ہے کہ حال بھی ہو جائے یوم یغشھم ظرف ہے اس کا عامل محیطۃ ای سیحیط بھم یوم کذا۔

رسول ﷺ کی لئے مخالفین کی خواہش کے موافق معجزات کا دیا جانا کوئی شرط رسالت نہیں

تفسیر: ......وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ جب آنحضرت ﷺ کی نبوت دلائل سے ثابت کی گئی اور یہ بتلایا گیا کہ جس طرح پہلے نبیوں پر کتاب نازل کی گئی تھی اسی طرح آپ ﷺ پر بھی اللہ نے نازل کی ہے اس پر کفار قریش نے از خود یا بعض اہل کتاب کے سکھانے سے یہ شبہ کیا کہ اس کو یعنی محمد (ﷺ) کو وہ معجزات کیوں نہ دیے گئے تھے۔ (نافع و ابن عامر اور بصریوں اور حفص کی قراءت میں آیات جمع کا لفظ ہے اور یہی راجح ہے۔) اس کے جواب میں فرماتا ہے قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ کہ معجزات تو اللہ کے اختیار میں ہیں جب چاہے منکروں کے الزام کے واسطے ظاہر کرے۔ اور میں رسول ہوں رسول کے لیے مخالفین کی خواہش کے موافق معجزات کا دیا جانا کوئی شرط رسالت نہیں۔

رسول کے بھیجنے سے غرض لوگوں کا تنبیہ کر دینا ہے۔ سو میں کھلم کھلا تم کو متنبہ کرنے والا ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی یہودیوں نے صلیب پر چڑھاتے وقت معجزات طلب کیے۔ مگر جب دیکھا گیا کہ نہ مانیں گے نہ دکھائے گئے۔ اور اگر تم کو کوئی معجزہ تصدیق کے لیے درکار ہے تو قرآن سے زیادہ اور کون سا معجزہ ہے جو تم کو سنایا جاتا ہے کیوں کہ امی شخص سے ایسی کتاب کا ظاہر ہونا کہ جس کی دس آیتوں کے برابر بھی کسی سے نہیں بن سکتیں، بڑا معجزہ ہے اور نیز قرآن صرف معجزہ ہی نہیں بلکہ نصیحت اور رحمت ہے ایمانداروں کے لیے فقال اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ الی قولہ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾

دوسری دلیل نبوت کی اللہ کی شہادت ہے جو آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں سے واقف ہے اس کی شہادت بس ہے فقال قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ... الخ پس جو ایمان لائے ہوئے ہیں وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ... الخ۔

کفار کا عذاب الٰہی کو جلد طلب کرنا: ......اس پر بھی کفار کو بس نہ تھی کہتے تھے کہ جب عذاب کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے اگر سچا ہے تو ابھی اس کو لا۔ ویستعجلونک بالعذاب۔ فرماتا ہے اس کے لیے ایک خاص وقت مصلحت الٰہیہ کی وجہ سے مقرر نہ ہوا ہوتا تو ابھی آتا اور وہاں وہ یکایک ان پر آئے گا۔

بدر کا واقعہ اور ایک قحط عظیم چنانچہ آیا۔ پھر تعجب کے طور پر اسی کلمہ کا اعادہ کرتا ہے وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ کہ کیا جلدی کرتے ہو؟ جہنم کے گھیرے میں تو پڑے ہوئے ہو۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۣ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ
الْعٰمِلِیْنَ ۝۵۸ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۝۵۹ وَكَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا
تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ یَرْزُقُهَا وَاِیَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝۶۰ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ
مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰی
یُؤْفَكُوْنَ ۝۶۱ اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ
شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝۶۲ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ
ع ۶ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝۶۳

ترجمہ:......اے میرے ایمادار بندو! بے شک میری زمین فراخ ہے پھر میری ہی عبادت کرو (اور غیر کے آگے نہ جھکو) ۝۵۶ ہر شخص موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے پھر ہمارے ہی پاس پھر کر آؤ گے ۝۵۷ اور جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے البتہ ہم ان کو جنت کے بالاخانوں میں جگہ دیں گے کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ ہاں ہمیشہ رہا کریں گے کیا خوب بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا ۝۵۸ ان کا جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں ۝۵۹ اور بہت سے ایسے جانور ہیں کہ جو اپنی روزی نہیں اٹھاتے ہیں اللہ ان کو بھی روزی دیتا ہے اور تم کو بھی اور وہ سنتا جانتا ہے ۝۶۰ اور (اے رسول) اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور (کس نے) سورج اور چاند کو محکوم کر دیا تو کہیں گے اللہ نے پھر کہاں بہکے چلے جاتے ہو ۝۶۱ اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کرتا ہے اور تنگ کرتا ہے اللہ ہر شے سے خبردار ہے ۝۶۲ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان سے کس نے پانی اتارا کہ جس سے خشک ہو جانے کے بعد زمین کو سرسبز کیا تو کہیں گے اللہ کہو الحمد للہ بلکہ اکثر ان میں سے نہیں سمجھتے ۝۶۳۔

ہجرت کی ترغیب

تفسیر:......جب کہ کفار و مشرکین مکہ اور نیز اہل کتاب کا حال اور ان کے نامحمود طریقے کی برائی اور آخرت کا وبال صاف صاف بیان ہوا تو شدہ شدہ کفار مکہ کو نہایت جوش و تعصب ہوا کہ دین داروں کو نہایت تکلیفیں دینی شروع کر دیں جن کو مسلمانوں نے نہایت استقلال اور ثابت قدمی کے ساتھ برداشت کرتے رہے مگر جب اداء ارکان دینی سے بھی سخت مانع آئے تو وطن چھوڑ کر باہر جانے کی اجازت ہی نہ دی بلکہ رغبت دلائی گئی اس لیے یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں ہجرت کی ترغیب ہے جس سے مسلمان ملک حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کر کے جانے لگے فقال یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا کہ اے میرے ایمان دار بندو! میری زمین فراخ اور کشادہ ہے کس لیے یہاں پڑے ہو باہر جاؤ اور اطمینان سے میری عبادت کرو۔ وطن چھوڑنا یوں بھی ایک آسان بات نہیں اس پر مسلمانوں کو آنحضرت ﷺ کی جدائی اور اپنے دینی بھائیوں کا فراق شاق گزرتا تھا اور تنگ دستی اور سفر کی غربت کا بھی خیال گزرتا ہے۔

ہر شئی کو موت کا مزہ چکھنا:......اول بات کا اطمینان اس آیت میں دلاتا ہے۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝ کہ

ہر ایک شخص کو ایک روز موت کا مزہ چکھنا ہے پھر بہتر یہی کہ اللہ کی راہ میں مرے اور مر کر سب ہمارے پاس آ جائیں گے پھر وہاں جدائی نہیں۔ دنیا میں چند روزہ جدائی ہوئی تو کیا اور نیز اگر ہجرت نہ کی تو بھی مرنا ہے جدائی تو پھر بھی تمہارے خیال کے مطابق ہے۔ اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ یہ تکلیف جو ہے تو چند روزہ ہے اور تمہارے مخالفوں کا زور شور بھی چند دن کے لیے۔

دوسری بات کے اطمینان کے لیے یہ آیت ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا کہ ہم ایمان داروں نیک کام کرنے والوں کو جنت کی کھڑکیوں اور جھروکوں میں جگہ دیں گے کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور وہ وہاں ہمیشہ رہا کریں گے یعنی تمہارے اس ایمان اور وطن چھوڑنے کے بدلے میں ہم تم کو ایسا عمدہ وطن دیں گے۔ (لنبوئنهم ای لننزلنهم من الجنة عوالی و انتصاب غرفا جمع الغرفة امابنزع الخافض ای فی غرف فحذف فی و امابکونه مفعو لاثا نیاالبوئ الاقامة)۔

دو عمدہ نیکیاں:...... اور عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ میں کی دو عمدہ نیکیوں کو بیان فرماتا ہے الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ۝ کہ وہ جو سفر کرتے ہیں اور ہجرت کی تکلیف گوارا کرتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ گھر پر بھی تو بغیر مدد الٰہی کے کچھ کام نہیں چلتا پھر سفر میں بھی وہی انیس ہے ان کے رزق کا اطمینان دلاتا ہے وَكَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ . . . الخ کہ بہت سے زمین پر جانور ہیں کہ اپنی روزی کا آپ بندوبست نہیں کر سکتے ہوا کے پرندوں اور زمین کے سوراخوں میں رہنے والوں کو وہی روزی دیتا ہے پھر کیا تم کو نہ دے گا یا تم کو بھول جاویگا نہیں ہرگز نہیں وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وہ سننے جاننے والا ہے پھر اس توکل کو ان تین آیتوں میں اور بھی مستحکم کرتا ہے اور اس ضمن میں مشرکوں پر تعریض بھی کرتا ہے اور یہ بھی بتلاتا ہے کہ آفتاب و ماہتاب اور بارش وغیرہ انقلاب دہر اسی کے ہاتھ میں ہیں وہ اے مہاجرین تم کو زبر اور مخالفوں کو زیر کر دے گا۔

اول آیت سَاَلْتَهُمْ . . . الخ کہ ان سے پوچھے گا تو اقرار کریں گے کہ آسمان و زمین چاند اور سورج اللہ نے بنائے ہیں پھر کیا وہ تمہاری روزی کے اسباب پیدا نہ کرے گا؟ اس میں مشرکوں پر طعن بھی ہے کہ پھر غیر کو کیوں پوجتے ہو؟

دوسری آیت اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ . . . الخ تنگ دستی و فراخی دستی اللہ کے ہاتھ ہے۔

تیسری آیت وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ . . . الخ کہ وہی مینہ برسا کر اس سے زمین کو ہرا بھرا کرتا ہے ان آیتوں میں مہاجرین کے اطمینان اور مشرکوں پر تعریض اور اللہ تعالیٰ کے خالق و قادر ہونے کا ثبوت و حشر بالاجساد و بالارواح کا بیان ہے۔

فائدہ: ہجرت کب واقع ہوتی ہے:...... اب بھی (جہاں فرائض دینی ادا کرنے سے کوئی مانع ہو تو ہجرت واجب ہے) اور اس جگہ کی کہ جہاں ہجرت کر کے جائے کوئی خصوصیت نہیں مکہ معظمہ ہو یا مدینہ منورہ یا کوئی دوسری جگہ کہ جہاں آزادی سے ارکان اسلام ادا کر سکے۔ اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم حبشہ بھی ہجرت کر کے گئے تھے اور مدینہ تو دار الہجرت ہی تھا۔ فتح مکہ سے پیشتر ہجرت ضروری بات تھی پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اب ہجرت کرنا ضروری نہیں مگر جہاں کہیں مسلمانوں کی وہی حالت ہو جائے جو ابتدائے اسلام میں مکہ میں تھی تو پھر ہجرت کا وہی حکم ہے۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ۝

ترجمہ:......اور کیا ہے اس دنیا کی زندگی مگر کھیل اور کود اور البتہ دار آخرت ہی زندگی (کی جگہ) ہے کاش وہ جانتے۔

ترکیب:......الحیوان مصدر حی سمی بہ ذو الحیوۃ و اصلہ حییان فقلبت الیاء الثانیۃ واو لئلا تلتبس بالتثنیۃ و علم تقلب الفا لئلا یحذف احد الالفین و الحیوۃ ایضا مصدر لکن الحیوان ابلغ لان من بناء فعلان من معنی الحرکۃ و الاضطراب الازم للحیوۃ (بیضاوی وغیرہ)۔

تفسیر:......ان آیتوں کے بعد (کہ جن میں توکل کی ترغیب تھی اور جن میں اپنی قدرت کاملہ کے آثار ظاہر فرمائے تھے کہ ہم نے آسمان و زمین کو پیدا کیا پھر آسمان سے مینہ برسا کر روزی رزق پیدا کرتے ہیں ہم ہی بے بس جانوروں کو روزی دیتے ہیں ہم ہی تنگی و فراخ دستی دیتے ہیں تا کہ بندہ اسی پر توکل کرے اور دین کی حفاظت میں جو کچھ مصیبت آئے اس سے نہ ڈرے) ایک ایسا جملہ ارشاد فرماتا ہے کہ جس سے دنیا سے دل سرد ہو جائے اور یہاں کا عیش و آرام اور دکھ درد سب گرد ہو جائے۔

حیات دنیویہ کی مثال:......فقال وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۚ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ

اس آیت میں تین باتیں ارشاد فرمائیں:

اول یہ کہ دنیا کی زندگی محض کھیل کود ہے یعنی اس چیز کے مانند بے حقیقت ہے کہ جس سے لڑکے تھوڑی دیر تک مل کر کھیل کود لیتے ہیں پھر تھک کر الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح عالم وجود میں لوگ آتے ہیں دنیا کی چیزوں پر فریفتہ ہو جاتے ہیں اور اپنے اصلی رستہ کو کہ جہاں جانا ہے اور اپنے اصلی کام کو کہ جو یہاں کرنا تھا بھول جاتے ہیں اتنے میں جام عمر لبریز ہوا دنیا سے بڑی تلخ کلامی کے ساتھ سب کچھ چھوڑ چھاڑ ایسے گئے کہ پھر کسی نے ادھر آ کر بھی نہ جھانکا۔ غرض یہ کہ جس طرح کھیل کود بے بنیاد ہے اسی طرح دنیا کی زندگی ہے۔ کیا خوب کہا ہے عارف جامی نے ؎

ولاتا کے دریں کاخ مجازی	☆	کنی مانند طفلاں خاک بازی
بفشاں بال و پرز آمیزش خاک	☆	پرتا کنگرۂ ایوان افلاک

دنیا کی قیمت:......مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ ایک بکری کے کن کٹے بچے کے پاس سے ہو کر نکلے لوگوں سے فرمایا اس کو کوئی ایک درہم میں خریدنا چاہتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہم تو اس کو مفت بھی نہیں لیتے۔ فرمایا بخدا! اللہ کے نزدیک تمہارے لیے دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خبردار دنیا ملعون ہے جو کچھ اس میں ہے سب پر لعنت ہے مگر اللہ کا ذکر اور اس کے پسندیدہ کام اور عالم اور طالب العلم، رواہ الترمذی و ابن ماجہ۔

سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اگر اللہ کے نزدیک دنیا مچھر کے برابر بھی ہوتی تو کسی منکر کو پانی بھی نہ پینے دیتا، رواہ احمد والترمذی و ابن ماجہ۔

حذیفہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ خطبہ میں فرماتے تھے کہ شراب گناہ کا گھر ہے اور عورت شیطان کی رسی ہے (اس سے باندھ لیتا ہے) اور دنیا کی محبت سب گناہوں کی جڑ ہے۔ مشکوۃ۔ ؎

ایام بقا چو باد صحرا بگذشت	☆	تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت

لہو ولعب سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ دنیا میں لہو ولعب کرنا چاہیے۔ بعض کہتے ہیں لہو اور لعب کے ایک ہی معنی ہیں دوسرا لفظ پہلے کی تاکید

کے لیے آیا کرتا ہے بعض کہتے ہیں لعب لڑکپن کے زمانے میں کھیلنے کو کہتے ہیں اور لہو جوانی میں کھیلنا۔ کھیل کو داس کا ترجمہ ہے۔
دوسری بات وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ کہ آخرت کا گھر ہی زندگی کی جگہ ہے یعنی فنا نہیں حیات ابدی ہے۔ پھر جس جگہ ہر وقت کوچ کا نقارہ بج رہا ہو عاقل کو وہاں دل لگانے مکان بنانے قصے قضیے کرنے سے کیا کام اور اس رواروی میں اسباب عیش سے کیا آرام؎

مرا در منزل جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم	☆	جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا

اقارب واحباب کی موت، بدن کے تغیرات، زمانے کا انقلاب اس غافل کے کوچ اور سفر کے لیے گھنٹیاں ہیں۔

مصحفی کس زندگانی پر بھلا میں شاد ہوں	☆	یاد ہے موت قتیل و مردن انشا مجھے

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں	☆	بہت آگے گئے باقی جو تیار بیٹھے ہیں

تیسری بات لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ اگر لوگ جانتے تو دنیا پر نہ مرتے۔ یا یہ معنی کاش ان کو اس بات کا علم ہوتا۔ اگرچہ دنیا کی بے ثباتی اور اپنی موت کا سب کو علم ہے مگر جب کہ اس علم پر عمل نہیں تو وہ بمنزلہ جہل کے ہے اس لیے یہ کلمہ فرمایا۔ اور سچ بھی ہے کہ اس جاننے پر دنیا اور اس کے اسباب تفاخر میں یہ محویت ہے کہ مرنا بھی بھول گئے۔

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ
اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾
اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۭ
اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى
اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾

ترجمہ:......پھر جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں خاص اسی کے لیے نیاز کر کے پھر جب ان کو خشکی کی طرف بچا کر لے جاتا ہے تو جبھی شرک کرنے لگتے ہیں ﴿۶۵﴾ تاکہ ہماری دی ہوئی (نعمتوں) کا انکار کریں اور برت لیں پھر جلد معلوم کر لیں گے ﴿۶۶﴾ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنا دیا؛ ور لوگ ہیں کہ ان کے آس پاس سے اُچکے جاتے ہیں پھر کیا جھوٹ پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں ﴿۶۷﴾ اور اس سے کون بڑھ کر ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا حق کو جھٹلائے جب کہ اس کے پاس آئے کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانا نہیں؟ ﴿۶۸﴾

ترکیب:......اذا رکبوا شرط دعوا جواب مخلصین کا الدین مفعول اور فاعل اس کا ضمیر۔ یہ جملہ حال ہے فاعل دعوا سے حرماً موصوف امناً اهله من القتل او السبی صفت مجموعہ جعلنا کا مفعول ثانی اول بلدهم محذوف اور کل جملہ لم یروا کا مفعول۔ ویتخطف ... الخ جملہ حال مفعول جعلنا سے یا مستانفہ الخطف ربودن، لے جانا۔

تفسیر:......فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ یہاں پھر اس حیات دنیا کے ایک بڑے اثر کو بیان فرماتا ہے کہ جب یہ مشرکین جو حیات دنیا میں محو ہو رہے ہیں کشتی پر سوار ہو کر دریا کا سفر کرتے ہیں اور وہاں پہاڑ جیسے دریا کی موجیں اٹھتی اور کشتی کو تہ وبالا کرتی ہیں تو اس حیات دنیا کا

نشہ اتر جاتا ہے اور موت سامنے دکھائی دیتی ہے ان کی فطری حالت عود کر آتی ہے تو پھر خاص اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں۔

مخلصین له الدین بمعنی الطاعة ای مخلصین الطاعة له' لا لغیره و یمکن ان یکون بمعنی الملة فالمعنی کائنین فی صورة من اخلص دینه من المؤمنین حیث لا یذکرون الا الله تعالیٰ و لا یدعون سواه۔

کفار کی ناشکری کا حال:...... فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ پھر جب ان کو وہ خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو اپنی اسی حالت پر آجاتے ہیں اپنے انہیں معبودوں کی طرف دنیاوی طمع سے جس کو وہ ان کی طرف سے سمجھتے ہیں ان کو اللہ کے ساتھ شریک کرنے لگتے ہیں۔

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ تا کہ اللہ کی نعمت کی ناشکری کریں (**واللام لام کی ای یشرکون لیکونوا کافرین بشرکهم نعمة النجاة او لام الامر علی التهدید، بیضاوی**) یعنی ان کو اس نعمت کا شکر کرنا چاہیے تھا مگر حیات دنیا کے نشہ میں اس کے بدلے وہ ناشکری کرتے ہیں غیروں کی طرف طمع میں آکر جھک جاتے ہیں وَلِيَتَمَتَّعُوْا اور ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایسا کرنے سے ہم دنیا میں شاد بامراد رہیں گے، پھلے پھولیں گے دنیا کو برتیں گے اگر ایسا نہ کریں تو یہ معبود ہم کو برتنے نہ دیں گے۔ چنانچہ اب بھی مشرکوں کا اپنے بتوں کی بابت یہی خیال ہے کہ اگر ہم ان کو نہ پوجیں نذر نیاز نہ کریں تو بیمار ہو جائیں مفلسی آجائے ان کی اولاد مر جائے۔ دوسری تقدیر پر یعنی جب کہ لام امر لیا جائے گا تو یہ معنی ہوں گے اچھا برت لیں فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ۝۶۶ پھر ان کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ نعمتیں کس نے دی تھیں اور اب اس کی ناشکری میں کون سزا دے رہا ہے؟ یہ بات مرنے کے بعد بخوبی معلوم ہوگی۔

مکۃ المکرمہ کی تعظیم:...... اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا . . . الخ یہاں سے یہ بات بتلاتا ہے کہ یہ سب نعمتیں ہماری دی ہوئی ہیں اس میں ان کے معبودوں کا کچھ بھی دخل نہیں ان نعمتوں میں سے ایک ایسی نعمت کا ذکر کرتا ہے کہ جس کو وہ بھی خاص اللہ ہی کی طرف سے سمجھتے تھے۔ وہ کیا؟ حرم مکہ کا امن کی جگہ ہونا۔ عرب کے تمام قبائل حرم مکہ کی تعظیم ہمیشہ سے کیا کرتے تھے۔ حرم مکہ یعنی اس کے پاس ایک خاص مدت تک (جس کو ہم سورۂ بقرہ کی تفسیر میں بیان کر آئے ہیں) نہ کسی کو مارتے تھے۔ اس لیے مکہ کے لوگ امن و عافیت سے زندگی بسر کرتے تھے اور ان کے ارد گرد حرم کی حد سے باہر لوگ اچک لیے جاتے تھے۔ یعنی جس طرح شکاری پرند چیل، باز وغیرہ زمین پر سے اچک لیتے ہیں یعنی اٹھا کر لے بھاگتے ہیں اسی طرح لوگوں کا حال تھا۔

اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ۝۶۷ فرماتا ہے کہ پھر کیا غلط اور جھوٹی باتوں پر ایمان لاتے ہیں کہ فلاں بت نے اولاد دی فلاں کام کر دیا اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں اس کو نہیں مانتے اس پر ایمان نہیں لاتے۔

کافر و مشرکین اس حیات دنیا کے نشے میں دو کام کرتے تھے۔ ایک تو یہ کہ بتوں کے لیے افسانے اور قصے گھڑ رکھے تھے کہ اس نے فلاں کو یہ نعمت دی تھی اور فلاں نے جو نذر و نیاز کی تھی اس کو برباد کر دیا تھا اللہ نے ان کو اپنے گھر کا مختار کیا ہے۔

دوسرا یہ کہ سچی باتوں کو جو رسول لے کر آیا تھا جھٹلاتے تھے۔ اور درحقیقت یہ دونوں باتیں عقلاء کے نزدیک از حد بری اور صریح ظلم ہیں اس لیے فرماتا ہے وَمَنْ اَظْلَمُ . . . الخ کہ ان لوگوں سے بھی بڑھ کر کوئی ظالم اور بے انصاف ہے کہ جو اللہ پر جھوٹی باتیں بنائیں اور سچی بات کو نہ مانیں! پھر کیا ان کافروں کا جہنم میں ٹھکانا نہ ہوگا؟ یعنی ان کا جہنم میں گھر ہوگا۔

ع ۷ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ۝۶۹

ترجمہ:...... اور جنہوں نے ہمارے معاملہ میں محنت کی البتہ ان کو ہم اپنے رستے بتا دیں گے اور البتہ اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۝۶۹۔

ترکیب:...... والذین موصول جاهدوا فینا جملہ صلہ مجموعہ مبتدأ لنهدینهم هم مفعول اول نهدی کا سبلنا مفعول ثانی جملہ خبر

مضاف المحسنین مضاف الیہ خبران۔

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿۶۸﴾ کہ کیا جہنم میں کافروں کا مقام نہیں؟ یعنی جس رستہ پر یہ چلے جارہے ہیں یہی رستہ جہنم کا ہے کیوں کہ جب رستہ تمام ہوجاتا ہے تو وہی مقام ملتا ہے کہ جس کا یہ رستہ ہے۔ اب اس کے مقابلہ میں ایک دوسری سیدھی سڑک کی طرف اشارہ کرتا ہے جو خاص اس کی بارگاہ کبریائی تک پہنچی ہے۔

اللہ تعالیٰ نیک بختوں کے ساتھ ہے:...... فقال وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا کہ وہ جو ہمارے لیے کوشش کرتے ہیں ہم ان کو اپنے پاس پہنچنے کے رستے بتلائیں گے اور جب وہ ان رستوں پر چل پڑیں گے تو پھر کچھ غم کسی رستہ میں پیش آنے والی مصیبت کا نہیں کیوں کہو: اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۶۹﴾ اللہ نیک بختوں کے ساتھ ہے پھر جب ہم ساتھ ہیں تو کیا غم ہے نعم الطریق و نعم الرفیق۔

فوائد:... (۱) جَاهَدُوْا فِیْنَا۔ ای فی حقنا و من اجل رضاء نا خالصاً یعنی ہمارے دربار فیض آثار کا در بند نہیں جو کوئی قصد کرے اور قصد بھی جھوٹا قصد نہ ہو بلکہ جہاد یعنی پوری کوشش اور خوب جدوجہد ہو تو ہم خود ہی اس کو رستوں پر چراغ لے کر آملتے ہیں۔ وہ جو پہلے فرمایا تھا وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ اب اس دار آخرت کا آپ ہادی بن گیا مطلب یہ کہ بندہ کا کام صرف کوشش کرنا ہے پھر منزل مقصود تک ہم آپ پہنچادیتے ہیں۔

(۲) یہ ایک ایسا اکثر المعنی جملہ ہے کہ جس کی تفسیر کے لیے ایک اتنی ہی بڑی اور تفسیر کے لیے ایک اتنی ہی بڑی اور تفسیر لکھی جائے تو بس نہ ہو۔ اس میں ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ سے اعلیٰ مقاصد کی طرف اشارہ ہے اگر کوئی نیک کام کرنا چاہے کہ ہم مدرسہ یا مسجد بنائیں یا مسافروں یتیموں کے لیے کوئی آرام گاہ تیار کریں یا کوئی دینی تصنیف کریں یا گمراہوں کو وعظ و پند سنا کر راستی پر لاویں یا دنیا میں شریر اور سرکشوں کو زیر کرکے راست بازوں کے لیے امن قائم کریں جیسا کہ جہاد میں ہوتا ہے تو سب کاموں میں جو یہ کوشش ہوگی تو اللہ ہی کے لیے ہوگی ان سب کاموں میں اللہ اس کی مدد کرکے اس کو کامیاب کرے گا اور یہ سب نیک رستے اس کے پاس پہنچنے کی سڑکیں ہیں ان میں سے ہر ایک رستے کی وہی رہنمائی کرکے اپنے دربار تک پہنچاوے گا جو دارالخلود ہے۔ اسی لیے ان سب طریقوں کے لحاظ سے سبلنا جمع کا صیغہ آیا کیوں کہ سبیل کی جمع سبل ہے اور اسی لیے پھر سبل کو نا کی طرف مضاف کرکے سب کو اپنا رستہ کہہ دیا۔ اسی طرح جو کوئی معرفت و حقیقت کے لیے کوشش کرے گا ذکر و فکر و مراقبہ وغیرہ رستوں سے اللہ اس کو اپنے تک پہنچاوے گا۔ بندہ کوشش تو کرے پھر تو اس کے لیے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ اس میں جہاد اصغر اور جہاد اکبر دونوں کی طرف اشارہ ہے۔ بندے کی کوشش کی دیر ہے اور فیض تو ہر وقت کھلا ہوا ہے جہاں اس نے ادھر کے لیے کوشش کی فوراً مبدأ فیاض سے اس پر تجلی پڑی۔ ہائے رے غفلت یار خود بلا رہا ہے رستہ دکھارہا ہے ہم ہیں کہ دنیا کے مال و اسباب جمع کرنے میں محو ہو رہے ہیں جن کو تھوڑی دیر کے بعد چھوڑ دینا پڑے گا۔ الٰہی اس کوشش کی بھی تو ہی توفیق عطا کر، آمین۔

(۳) تین فرقے:...... سورت کے خاتمہ میں تین فرقوں کی طرف اشارہ فرماتا ہے فرقۂ ناقصین کی طرف وَمَنْ اَظْلَمُ میں کہ یہ بدبخت اپنی استعداد کو نکمی باتوں میں صرف کرکے جہاں کہیں جانا چاہئے وہاں جانا چاہتے یعنی جہنم میں فرقۂ متوسطین کی طرف وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا میں یہ لوگ سیدھے رستے کے لیے محنت کرتے ہیں ان کی جدوجہد پر توفیق الٰہی ان کی رہنما ہوتی ہے اور فرقۂ کاملین کی طرف وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ میں کہ یہ لوگ طبقۂ علیا کے ہیں پیدا ہوتے ہی اللہ کے ساتھ ہوتے ہیں اول فرقہ کے لوگ کفار و بت پرست جن کو اصحٰب الشمال کہتے ہیں اور دوسرے فرقہ کے صالحین و مؤمنین جن کو وَاَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ کہتے ہیں تیسرے فرقہ کے اولیاء کرام و انبیاء علیہم جن کو وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کہتے ہیں۔

اٰيَاتُهَا ۶۰ (۳۰) سُوْرَةُ الرُّوْمِ مَكِّيَّةٌ (۸۴) رُكُوْعَاتُهَا ۶

سورہ بکی ہے اس میں ساٹھ آیات اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ① غُلِبَتِ الرُّوْمُ ② فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ③
فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ
الْمُؤْمِنُوْنَ ④ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑤ وَعْدَ
اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ⑥ يَعْلَمُوْنَ
ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ښ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ⑦

ترجمہ:......الٓمّٓ ① روم والے قریب کے ملک میں مغلوب ہو گئے ② اور وہ چند سال میں مغلوب ہونے کے بعد جلد غالب ہوں گے ③ (فتح وشکست کا اختیار) اس سے پہلے بھی اللہ ہی کو تھا اور اس کے بعد بھی اور اس روز (جس روز رومی غالب ہوں گے) سلمان بھی اللہ کی فتح سے خوش ہو جائیں گے ④ وہ جس کو چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہ زبردست رحم کرنے والا ہے ⑤ اللہ کا وعدہ ہو چکا اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا اور لیکن اکثر آدمی جانتے ہی نہیں ⑥ کچھ دنیا کی زندگی کی ظاہر باتیں جانتے ہیں اور آخرت سے تو وہ غافل ہی ہیں ⑦۔

ترکیب:......فی ادنی الارض، غلبت سے متعلق ہم مبتدأ سیغلبون خبر من بعد غلبهم اس سے متعلق غلبهم میں اول قراءت یعنی غلبت کو مجہول مانا جائے تو مصدر مفعول کی طرف اور دوسری تقدیر مصدر فاعل کی طرف مضاف ہے۔ فی بضع متعلق ہے سیغلبون سے بنصر اللہ متعلق ہے یفرح المؤمنون سے وعد اللہ مصدر مؤکد ای وعد اللہ وعدا ودل ماتقدم علی الفعل المحذوف لانه وعد۔ وعدہ مفعول لہ یخلف۔

تفسیر:......اگلی سورت میں اہل کتاب کو مشرکین پر ترجیح دی تھی بقولہ وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ الی قولہ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ کہ اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر نرمی سے اور یہ کہ کہہ دو جو کچھ تمہارے انبیاء علیہم پر نازل ہوا ہے ہم اس کو مانتے ہیں اور ہمارا تمہارا ایک ہی اللہ ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بہ نسبت مشرکوں کے اہل اسلام کو اہل کتاب سے ایک خاص برادرانہ تعلق ہے ان کی صدہا باتیں ملتی ہیں۔ اس پر مشرکوں کو اہل کتاب سے بھی نفرت ہوگئی اب ان کے پاس آنا جانا بھی چھوڑ دیا اس عرصہ میں شاہ ایران خسرو اور شاہ روم ہر کلیوس کی لڑائی ہوئی اور ہمیشہ ان دونوں سلطنتوں میں لڑائیاں ہوا کرتی تھیں، اللہ کی قدرت اب کے بادشاہ روم جو اہل کتاب یعنی عیسائی تھا، شاہ ایران سے مغلوب ہو گیا اور شاہ ایران کے ہاں بت پرستی کے اصول کو زندہ کرنے والی آتش پرستی مروج تھی اس لیے مشرکین کو

اس سے جانب داری اور شاہ روم سے منافرت تھی اس موقع پر مشرکین نے بڑی خوشی منائی اور مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ لو تمہارے بھائی اہل کتاب ہیں اور ان کا اور تمہارا اللہ ایک ہے مغلوب ہو گئے تمہارے اللہ سے کچھ بھی نہ ہو سکا۔ اس پر یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی مسلمانوں کی تسلی کے لیے جس میں شاہ روم کے پھر غالب ہونے کی اور نیز مسلمانوں کو فتح نصیب ہونے کی بشارت ہے۔

تفسیر الٓمّٓ:...... الٓمّٓ۔ ہم بار ہا بیان کر آئے ہیں کہ اوائل سور میں یہ حروف مفردات آیندہ مضمون کے مہتم بالشان ہونے پر دلالت کرنے کے لیے آیا کرتے ہیں اور ان میں مخاطب کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اس کے بعد کوئی بڑی بات بیان ہوگی تا کہ متوجہ ہو کر سنے اور نیز ان میں کسی خاص امر کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ اس جگہ الف سے اسلام کی طرف اور ل سے اہل کتاب کی طرف م سے مغلوب ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ گو اہل کتاب ایرانیوں پر غالب ہوں گے مگر اخیر میں اہل اسلام سے مغلوب ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اس کو وہ قرأت بھی مؤید ہے کہ جس میں غَلَبَتِ کو معروف اور سَيُغْلَبُوْنَ کو مجہول پڑھا ہے کہ اہل کتاب یعنی رومی غالب آئے مگر اس غالب آنے کے بعد پھر مغلوب ہوں گے۔ اور اگر حرف سَيَغْلِبُوْنَ کو ہی مجہول کا صیغہ لیا جائے تو بھی یہی مقصد حاصل ہوتا ہے کہ رومی اب دب گئے مگر مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ اپنے غلبہ پانے کے بعد پھر مغلوب ہوں گے۔ اس میں ایک بار ان کے غالب ہونے کی بشارت ہے پھر مغلوب ہونے کی بھی پیشین گوئی ہے چنانچہ دونوں باتیں وقوع میں آئیں اور رومی ایرانیوں پر فتح بدر کے روز غالب آئے۔ پھر چند برس کے بعد خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ میں مغلوب ہو گئے، والعلم عند اللہ تعالیٰ۔

اہل روم کا مغلوب ہونا:...... غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ کہ بالفعل رومی لوگ اور ہر کلیوس کہ جس کو اہل اسلام ہرقل ❶ کہتے ہیں قریب کی زمین میں مغلوب ہو گئے ہیں۔ ادنی الارض کے معنی ہیں قریب کی زمین۔ اس کی تفسیر میں علماء کے مختلف اقوال ہیں بعض کہتے ہیں کہ عرب کے قریب کی زمین اطراف شام اذرعات ❷ و بصریٰ اور یہیں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہو کر روم مغلوب ہوا تھا اور یہی جگہ شام کے ملک سے باعتبار عرب کے قریب ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اردن اور فلسطین مراد ہے۔ مجاہد کہتے ہیں ارض جزیرہ مراد ہے اور یہی ملک ■ روم کی سرحد میں سے فارس کے قریب ہے۔

فقیر کہتا ہے ہجرت سے تخمیناً چھ برس روم کے بادشاہ ہر کلیوس اور شاہ ایران خسرو میں جنگ شروع ہوئی اور طرفین سے سخت لڑائیاں ہوئیں ایرانی لشکر بصرہ کی طرف سے بڑھا اور رومیوں کو دباتا ہوا چلا شام کے ملک میں پہنچا اور خاص بیت المقدس کو بھی فتح کر لیا۔ ایشیائے کوچک کے تمام علاقے دبا لیے آخر قسطنطنیہ کے محاصرہ تک نوبت پہنچی تھی ہزاروں رومی اس جنگ میں مارے گئے بڑی شکست فاش ہوئی (اب سب کے قول ٹھیک ہو گئے) جب یہ خبریں مکہ میں پہنچیں تو مشرکین بڑے خوش ہوئے اور مسلمانوں کو طعنہ دینے لگے۔ تب مسلمانوں کی تسلی کے لیے یہ آیتیں نازل ہوئیں، ان میں تین پیشین گوئیاں ہیں۔

تین پیشین گوئیاں:...... ایک باوجود ان کے مغلوب ہونے کے رومیوں کا ایرانیوں پر غالب آنا۔ دوم پھر مسلمانوں کے ہاتھ سے

---

❶...... کسریٰ شاہ فارس اور ہرقل شاہ روم کی عرب سے قریب کے ملک یعنی عراق میں آنحضرت ﷺ کے عہد میں فتح مکہ سے پہلے لڑائی ہوئی تھی جس میں رومی مغلوب ہو گئے تھے قریش کہ عناصر پرستی وغیرہ کے رشتے سے ایرانیوں سے خوش اور اہل کتاب ہونے کے سبب رومیوں سے ناخوش تھے اور ان کو مسلمانوں سے منسوب کرتے تھے اس آیت میں رومیوں کے غالب ہونے کی پیش خبری ہے چنانچہ اس واقعہ کے چند سال کے بعد پھر لڑائی ہوئی اور رومی غالب آئے اور اسی روز بدر کی لڑائی میں قریش مکہ پر مسلمانوں نے بھی بڑی فتح پائی اور بڑی خوشی ہوئی، حقانی۔ ❷...... اذرعات۔ یہ صوبہ دمشق کا شہر ہے جو عمان اور بلقاء کے مابین واقع ہے۔ اور بصریٰ ضلع حوران کا مرکزی شہر تھا شام میں۔ ■:...... روم تو در اصل اٹالیہ کو شہر رومہ کے سبب سے کہتے ہیں مگر ایشیائے کوچک سے لے کر قسطنطنیہ تک اور اس کے آگے تک بہت سے ملکوں کو عرب روم ہی کہتے تھے جو ان ملکوں میں رہتا ہے اور جو وہاں کا بادشاہ سب کو روم یا رومی کہتے ہیں جس طرح کہ ایشیائے کوچک کے جنوبی ملکوں کو شام کہتے ہیں۔ ہر کلیوس عیسائی مذہب کا بادشاہ تھا ۱۲ منہ۔

مغلوب ہونا۔ سوم اس پر مسلمانوں کا فتح پانا۔ بحمد اللہ یہ تینوں باتیں بہت جلد چند سال کے بعد واقع ہوئیں۔ فقال اللہ تعالیٰ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ اور وہ رومی ایرانیوں کے غلبہ کے بعد ان پر غالب آئیں گے فِيْ بِضْعِ ❶ سِنِيْنَ چند برس میں اور ان کی شکستہ حالی پر کوئی نہ جائے کیوں کہ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ اللہ ہی کے ہاتھ میں زمام حکومت ہے آگے بھی اور پیچھے بھی۔ دوسری قرأت پر یہ معنی ہوں گے کہ وہ رومی اپنے اس غلبہ کے بعد جو چند برس میں ہونے والا ہے عنقریب مسلمانوں کے ہاتھوں سے مغلوب ہوں گے چنانچہ اس شکست کے سات برس بعد ہجرت کے دوسرے سال روم نے پھر اپنا ساز وسامان تیار کر کے ایرانیوں سے جنگ شروع کی اور اب کے ان کو اس پیشین گوئی کے مطابق ایرانیوں پر وہ غلبہ ہوا کہ اپنا تمام ملک مقبوضہ ان کے ہاتھ سے چھڑا کر ان کے ملک میں بھی گھس آئے یہاں تک کہ مدائن تک پہنچ گئے اور وہاں اپنی فتح کی یادگاری میں ایک عمارت بنوائی جس کو رومیہ کہتے ہیں' وراس کے ساتھ مسلمانوں کو بھی ایک (تیسری) پیشین گوئی سناتا ہے۔

وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ کہ اس روز مسلمان بھی اللہ کی فتح دینے سے خوش ہوں گے۔ چنانچہ ادھر رومیوں کی فتح کی خبر آئی اسی دن بدر کی لڑائی میں جو کفار قریش سے تھی مسلمانوں کو بڑی فتح نصیب ہوئی بضع کے معنی چند کے ہیں جو تین سے لے کر نو تک کے عدد کو شامل ہے۔ آیت پر کفار قریش نے بڑا تمسخر کیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تعداد قائم کرو کہ یہ بعد کے برس میں واقع ہوگی؟ کیوں کہ لفظ بضع میں ابہام تھا اس پر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ابی بن خلف کافر میں بحث ہو کر ایک شرط ٹھہری کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نو برس کے اندر اگر روم غالب آ گیا تو میں تجھ سے سو اونٹ لے لوں گا ورنہ تجھ کو سو اونٹ دوں گا جب یہ پیشین گوئی پوری ہوئی ابی بن خلف مر چکا تھا، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ابی کے وارثوں سے سو اونٹ لیے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو للہ دے دو انہوں نے دیئے (نیشاپوری) اس عہد تک شاید اس قسم کی شرط جائز ہوگی۔ پھر جب قمار کی حرمت آئی تو ایسی شرطیں بھی قمار میں شامل ہو کر ممنوع ہو گئیں۔ ہاں اگر ایک طرف سے شرط ہو تو مضائقہ نہیں۔ حنفیہ اس واقعہ سے اس بات پر دلیل لاتے ہیں کہ دار الحرب میں اگر مسلمان کفار سے اس قسم کے معاملات ❷ قائم کریں تو جائز ہے۔ (بیضاوی)

پیشین گوئیاں: ...... یہ پیشین گوئیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے لیے دلیل واضح ہیں۔ اب بضع کے لفظ پر شبہ کرنا عبث ہے اس لیے کہ اکثر پیشن گوئیوں کی مدتوں میں قدرے ابہام ہوا کرتا ہے کتاب دانیال وغیرہ ملاحظہ کرو۔ اور دراصل ابہام بھی جاتا رہا جب کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے مدت معین کر دی۔

پھر بضع کا لفظ ایک محاورہ کے لیے آیا اور یہ شبہ بھی بعید از عقل ہے کہ کچھ قرائن دیکھ کر یہ پیشین گوئی کر دی ہوگی، اس لیے کہ اس وقت ہرکلیوس کی فتح کا کوئی بھی قرینہ باقی نہ رہا تھا، نہ مسلمانوں کی فتح بدر کا قرینہ تھا نہ اہل کتاب پر فتح یابی کا کوئی قرینہ تھا بلکہ اس وقت یہ پیشن گوئیاں ایسی خلاف قیاس معلوم ہوتی تھیں کہ جن پر کفار قریش مضحکہ کرتے تھے جن کے جواب میں اللہ تعالیٰ بھی قدرت اور اسباب ظاہر پر تکیہ کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

فقال يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ کہ وہ جس کو چاہے فتح دے زبردست ہے رحمت کرنے والا ہے جس پر چاہے رحم کر کے غالب کر دے۔ وَعْدَ اللّٰهِ ۚ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ اللہ کا وعدہ ہو چکا وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرے گا۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وہ دنیا کی زندگی کے ظاہری اسباب کو جانتے ہیں اور انہیں پر ان کو تکیہ ہے وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ

---

❶ ...... اور نیز بضع کے لفظ میں مخالف کی غلط افواہ کی بھی روک ہے۔ اگر ایک معین سال کا نام لیا جاتا تو تکذیب کرنے کے لیے اس سے پہلے ہی مخالف فتح یابی کی افواہ اڑا دیتے ۱۲ منہ۔ ❷ ...... ای عقود فاسدہ ۱۲۔

غٰفِلُوْنَ پیچھے آنے والی بات سے کہ جس کو وہ ظاہر نہیں دیکھتے غافل ہیں۔ پیچھے آنے والی بات میں یہ پیشن گوئیاں اور دیگر اور دیگر امور اور قوموں کے ادبار واقبال اور ان کی موت اور عالم آخرت حشر ونشر جنت دوزخ سب آ گئے۔ ہرقل کی فتح کے سولہویں ❶ برس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رومیوں کو مغلوب کیا بیت المقدس کو لیا۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ⑧ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ⑨ۭ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْۗآٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑩ؑ

ترجمہ:......کیا وہ اپنے دل میں (یہ بھی) خیال نہیں کرتے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے عمدگی سے اور وقت مقرر تک کے لیے بنایا ہے اور البتہ بہت سے لوگ تو اپنے رب سے ملنے کے منکر ہی ہیں⑧ کیا انہوں نے زمین پر پھر کر نہیں دیکھ لیا کہ ان سے پہلوں کا کیسا انجام ہوا وہ ان سے بھی بڑھ کر قوت والے تھے اور انہوں نے زمین کو جوتا تھا اور ان سے بہت زیادہ آباد کیا اور ان کے پاس ان کے رسول معجزات لے کر بھی آئے تھے پھر اللہ تو ان پر کاہے کو ظلم کرنے لگا تھا پر وہی اپنے اوپر آپ ظلم ڈھاتے تھے⑨ پھر برا کرنے والوں کا انجام بھی برا ہی ہوا اس لیے کہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور ان کی ہنسی اڑاتے رہے⑩۔

ترکیب:......ماخلق ما نافیہ وفی التقدیر وجھان احدھما ھو مستانف لا موضع لہ والکلام تام قبلہ والثانی موضعہ نصب بیتفکروا والنفی لا یمنع ذٰلک کما لم یمنع فی قولہ وظنوا ما لھم من محیص۔ عاقبۃ فمن رفعہ جعلہ اسم کان وفی الخبر وجھان احدھما السوای ون کذبوا فی موضع نصب مفعولا لہ ای لان کذبوا او بان کذبوا والثانی ان کذبوا والسوای علی ھٰذا صفۃ مصدر ومن نصب جعلھا خبر کان وفی الاسم وجھان السوای وان کذبوا والسوای تانیث الاسوء وھو الاقبح۔

تفسیر:......ان لوگوں کو کہ جو ظاہر دنیا پر فریفتہ ہیں اور آخرت سے غافل ہیں ان آیات میں اپنی قدرت اور جبروت کا مشاہدہ کراتا ہے۔

تخلیق کائنات میں غور:......فقال اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا . . . الخ کہ وہ اپنے دل میں نہیں سوچتے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے اندر جو کچھ چیزیں ہیں سب کو کس عمدگی کے ساتھ بنایا ہے کوئی بات لغو نہیں اور ہر ایک کی ایک عمر مقرر کر دی ہے۔ نباتات، حیوان، انسان کی چوں کہ تھوڑی عمر

❶...... چڑھائی تو نویں برس میں ہوئی مگر سولہویں میں بہت کچھ روم مغلوب ہو گئے ۱۲ منہ۔ ❷...... مگر انہوں نے نہ مانا اور آخر اپنے کیے کی سزا کو پہنچے ہلاک ہوئے ۱۲ منہ۔

ہے اس لیے اس کے فانی ہونے میں تو کسی کو شبہ نہیں مگر پتھر اور عناصر اور آسمان اور کواکب کی عمریں بہت ہیں اس لیے بہت سے کم عقلوں کو گمان ہو گیا ہے کہ یہ چیزیں فنا نہیں ہوں گی ہمیشہ رہیں گی اور جب ہمیشہ کا رہنا مان لیا تو لاچار ہو کر یہ بھی کہنا پڑا کہ ان کی ابتداء بھی نہیں یعنی ہمیشہ سے ہیں پھر جب یہ ہوا تو حشر کا خواہ مخواہ انکار کرنا پڑا جیسا کہ حکماء کے بعض فریق اور ہنود کے بعض گروہ قائل ہیں مگر یہ نہ سوچا کہ جو چیز ازلی اور ابدی ہے وہ اللہ کی ذات ہے اور کوئی نہیں مگر عرب کے مشرک اس بات کے قائل تھے کہ ان سب چیزوں کو اللہ نے پیدا کیا ہے اس لیے ان پر تو حجت جلد قائم ہو گئی کہ جس کی ابتدا ہے اس کی انتہا بھی ضرور ہو گی اس لیے اللہ نے مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ میں ان چیزوں کا حادث اور مخلوق ہونا بیان فرما دیا اور اِلَّا بِالْحَقِّ میں یہ کہ اس نے ان کو اضطراراً نہیں بنایا ہے جیسا کہ بعض حکماء کہتے ہیں بلکہ قصداً۔ اور ان میں سے ہر ایک میں مصلحت رکھی ہے۔ بے اختیاری بنانے میں یہ کب ہوتا ہے؟

وَاَجَلٍ مُّسَمًّى میں یہ بیان کر دیا کہ ان کی انتہا بھی ہے پھر جب یہ ہے تو حشر اور قیامت اور اللہ کے پاس جانے میں کیا شبہ باقی رہا؟

پچھلی قوموں کے حالات سے عبرت:...... وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ بہت سے لوگ اللہ کے پاس جانے کا انکار کرتے ہیں اور یہ انکار ان کا چونکہ غفلت اور دنیا کے غرور اور محبت سے تھا اس لیے ان سے پہلوں کا حال بیان فرمایا کہ وہ سب جو تم سے زیادہ قوی اور مال دار اور زمین میں بسنے والے تھے اسی سبب سے برباد ہوئے۔ ذرا دنیا میں پھر کر دیکھو ان کے آثار قدیمہ تمہیں دکھائی دیں گے۔ فقال اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ کہ کیا انہوں نے زمین میں پھر کر نہیں دیکھ لیا ہے کہ ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا؟

كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وہ ان سے بھی زیادہ قوی تھے اور زمین کو جوتتے تھے اور آباد کرتے تھے ان سے زیادہ اور ان کے پاس ان کے رسول معجزات لے کر آئے تھے۔

فَمَا كَانَ اللّٰهُ ... الخ پھر ان پر اللہ کا عذاب آیا لیکن اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا وہ خود اپنے اوپر آپ ظلم کرتے تھے جو رسولوں سے مقابلہ میں پیش آئے۔

ثُمَّ كَانَ ... الخ پھر ان کا برا انجام ہوا اس کے سبب ہے کہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے اور ان سے تمسخر کرتے تھے۔

ان آیات میں اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرما کر یہ بھی بتلا دیا کہ ہم نے جو فتح کی خبر دی ہے وہ بھی سچ ہے ہماری قدرت بعید نہیں آخرت سے جو ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا تھا اس کو بھی اٹھا دیا کہ ہر چیز کی ایک مدت مقرر ہے یہ عالم فنا ہو گا تم کو اس کے پاس جانا ہے اور یہ بھی بتلا دیا کہ پہلے لوگوں نے دنیا کے غرور میں ان باتوں کو نہیں مانا وہ ہلاک ہوئے۔ دیکھو دنیا فانی ہے، وہ کہاں گئے؟

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ⑪ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ
يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ⑫ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا
بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ⑬ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ⑭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ⑮ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِى الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ⑯

ترجمہ:......اللہ ہی مخلوق کو اول بار پیدا کرتا ہے پھر وہ اس کو دوبارہ پیدا کریگا پھر اس کے پاس لوٹ کر آؤ گے ⑪ اور جس دن قیامت برپا ہو گی گناہ گار ناامید ہو جائیں گے ⑫ اور ان کے معبودوں میں سے کوئی ان کا سفارشی نہ ہو گا اور یہ بھی اپنے معبودوں سے منکر ہو جائیں گے ⑬ اور جس دن قیامت قائم ہو گی اس روز لوگ جدا جدا ہو جائیں گے پھر جو ایمان لائے ⑭ اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے سو وہ بہشت میں چین کریں گے ⑮ اور وہ جو منکر ہوئے اور انہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کے پیش آنے کو جھٹلایا سو وہ عذاب میں پکڑے ہوئے آئیں گے ⑯۔

ترکیب:...... یبلس المجرمون یسکتون متحیرین آیسین یقال ناظرتہ فابلس اذا سکت وأیس من ان یحتج و کانوا بشر کانھم کفرین ای یکفرون بالٰتھم حین ییئسوا منھم، وقیل کانوا فی الدنیا کافرین بسببھم یوم کا ناصب یبلس۔ شفعاء جمع شفیع اسم ولم یکن لھم خبر مقدم۔ من شر کائھم بیان لشفعاء یوم یقوم کا عامل یتفرقون۔ یومئذ یوم کی تاکید ولقاء الاٰخرۃ مصدر مضاف ہے مفعول کی طرف یہ اٰیتنا پر معطوف تحت میں باء جار کی مفعول ہے کذبوا کا۔

تفسیر:...... اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ یہاں سے بیان معاد یعنی حشر شروع ہوتا ہے۔

مسئلہ معاد پر دلیل:...... اور اس بات کو مدلل کر کے ارشاد فرماتا ہے کہ اللہ مخلوق کو شروع سے پیدا کرتا ہے یہ بات نہیں کہ پیدا کر کے فارغ ہو گیا۔ اگرچہ بھاری بھاری چیزیں اس عالم کی تو پیدا کر دیں جیسا کہ آسمان و زمین کواکب و عناصر۔ اب ان کے علاوہ انسان نباتات حیوان ہر روز لاکھوں چیزیں پیدا کیا کرتا ہے کہ ان کا اول میں کچھ نام و نشان بھی نہیں ہوتا ہے پھر جو نئے سرے سے پیدا کرتا ہے وہ اس بات پر بھی قادر ہے بلکہ اس کا وعدہ ہے کہ اس عالم کے فنا ہونے کے بعد ہر چیز کو بار دگر پیدا کرے گا اور پھر لوگ عدالت کے دربار میں اللہ تعالیٰ کے روبرو حاضر ہوں گے۔

قیامت کے دن مجرموں کو فرماں برداروں سے الگ کر دیا جائے گا:...... وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ یہاں سے اس روز کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ جس دن قیامت برپا ہو گی نافرمان و مجرم ناامید ہو جائیں گے۔ مجرم کون ہیں کافر و مشرک اور اہل اسلام میں سے فاسق و بدکار مگر آیت میں کافر و مشرک مراد ہیں۔ ان کے وہ دلی منصوبے سب جاتے رہیں گے۔ بعض کہا کرتے تھے کہ ہم کو گنگا مائی بچالے گی۔ بعض کہتے تھے کہ گائے کی دم پکڑ کے بحر عذاب سے پار ہو جائیں گے اور برہمن نے اس مسئلہ کو اپنے معتقدوں کے دل میں خوب جما رکھا تھا اس لیے دھرماتما گائے دان کیا کرتے تھے۔ بعض مہاراجہ یہ سمجھتے تھے کہ بیل پر سوار ہو کر پار ہو جائیں گے بعض کہتے تھے ہنوماں جی بچالیں گے۔ بعض کہتے تھے حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام تو ہمارے تمام گناہ خواہ وہ کیسے ہی ہوں اپنے اوپر اٹھا کے لے گئے اب کیا ہے جس نے بپتسمہ یعنی اصطباغ ❶ پایا مرتے ہی اللہ تعالیٰ کے دائیں طرف تخت رب العالمین کا کنارہ دبا کر بیٹھ جائیں گے۔ اسی طرح مکہ بلکہ عرب کے بت پرست کہیں لات منات پر تکیہ کیے ہوئے تھے کہیں ملائکہ عناصر اور آفتاب کو قاضی الحاجات دافع المشکلات جانتے تھے جیسا کہ آج کل جاہل مسلمان تعزیہ اور اسپ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے فرضی کو، کہیں کسی جھنڈے دار تھا ان کو حاجت روا سمجھتے ہیں وہاں دیکھیں گے تو کچھ بھی نہیں وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا کہ ان کے معبودوں میں سے کوئی بھی ان کا سفارشی کھڑا نہ ہو گا بلکہ وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ⑬ اپنے ان معبودوں سے منکر ہو کر کہنے لگیں گے کہ ہم تو ان کو نہیں پوجتے تھے، کما قال اللہ

---

❶...... عیسائیوں کے ہاں جب کوئی ان کے دین میں داخل ہوتا یا نیا بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کو ایک حوض میں غوطہ دیتے ہیں بعض صرف پانی کے چھینٹے ہی دیتے ہیں۔ بعض رنگ کے چھینٹے دیا کرتے تھے۔ اس کو اصطباغ یا بپتسمہ کہتے ہیں ان کا اعتقاد ہے کہ اصطباغ لینے میں سب گناہوں سے پاک ہو گیا، جیسا کہ ہندو گنگا میں نہانا سب گناہوں کا معاف ہونا جانتے ہیں۔ پھر جس طرح ہندو برہما، بشن، مہیش تینوں کو اللہ سمجھتے ہیں پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک ایشر یعنی خدا ہے، اسی طرح عیسائی باپ، بیٹا، روح القدس کو اللہ سمجھتے ہیں پر تینوں کو کہتے ہیں ایک خدا ہے، مذہب کا اسی عقیدہ پر مدار ہے۔ پھر اس کو روحانی تعلیم بھی کہتے ہیں۔ ۱۲ منہ

تعالیٰ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ۔

ہاں حضرات انبیاء علیہم السلام خصوصاً سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اوران کے پیرو کاملین ان ایمان داروں کے لیے ضرور سفارش کریں گے کہ جن سے بمقتضائے بشریت کوئی خطا دنیا میں ہوگئی ہے کیوں کہ وہ درگاہ کبریائی کے باغی نہ تھے کہ جو اس کے سوا انہوں نے کسی کو معبود بنالیا ہو اور آیت میں صاف اشارہ ہے کہ جوکوئی ان انبیاء علیہم السلام کو معبود بنالے گا اس کی وہ سفارش نہ کریں گے پھر انجام کار وہاں کیا ہوگا؟ اس کی تفصیل فرماتا ہے وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ کہ اس روز قیامت برپا ہوگی اللہ تعالیٰ کے مجرموں کو فرماں برداروں سے الگ کردیا جائے گا۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا . . . الخ پھر جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے وہ بہشتوں میں چین کریں گے مدار نجات کا ایمان اور نیک کام کرنے پر رکھا ہے خواہ اس میں کوئی غریب ہو یا امیر رہو یا شریف۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا . . . الخ اور جس نے کفر اختیار کیا اللہ کی آیتیں جھٹلائیں اور قیامت کے منکر ہوئے اس میں شرک ہر قسم کے، گناہ اور بدکاری بھی آ گئی جن کو وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ میں اجمالاً بیان کردیا اس لیے کہ کفار جو شرک کرتے ہیں وہ آیات توحید کی تکذیب کرتے ہیں اور معصیت کو حلال جان کر کرتے ہیں اس میں تکذیب آیات قیامت ہے فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ۝۱۶ پس وہ عذاب میں پکڑے ہوئے لائے جائیں گے۔ يحبرون يسترون بانواع المسار لحظة فلحظة جمره اذا اسره (نیشاپوری)

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ۝۱۷ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ۝۱۸ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ
ع الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ۝۱۹ وَمِنْ
اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ۝۲۰ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ
خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً
وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۝۲۱ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ۝۲۲
وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ۝۲۳ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ

دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ

الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ ع ۸

ترجمہ:...... پھر اللہ کی تسبیح کیا کرو جب کہ تم شام کرو اور جب کہ تم صبح کرو ﴿۱۷﴾ اور اسی کی ستائش ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور پچھلے پہر کو اور دن ڈھلے کو ﴿۱۸﴾ زندہ کو مردہ سے پیدا کر کے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے مرنے کے بعد اور اسی طرح سے تم بھی زندہ کیے جاؤ گے ﴿۱۹﴾ اور اس کی قدرت کی ایک یہ بھی نشانی ہے کہ تم کو خاک سے پیدا کیا پھر تو تم انسان بن کر پھیل رہے ہو ﴿۲۰﴾ اور اس کی ایک یہ بھی نشانی ہے کہ تمہارے لیے تمہیں میں سے بیویاں پیدا کیں کہ ان کے پاس تم کو قرار آئے اور تم میں باہم محبت و مہربانی پیدا کی البتہ یہ بڑی نشانیاں ہیں غور کرنے والوں کے لیے ﴿۲۱﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا مختلف ہونا بھی ہے البتہ اس میں علم والوں کے لیے نشانیاں ہیں ﴿۲۲﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے تمہارا رات اور دن میں سونا اور اس کے فضل (روزی) کا تلاش کرنا بھی ہے البتہ اس میں سننے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں ﴿۲۳﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تم کو خوف اور امید دلانے کو بجلی دکھاتا ہے اور اوپر سے پانی برساتا ہے پھیر اس سے خشک ہو جانے کے بعد زمین کو تر و تازہ کرتا ہے البتہ اس میں عقل مندوں کے لیے بڑی بڑی نشانیاں ہیں ﴿۲۴﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں پھر جب تم کو زمین میں سے یک بارگی بلاوے گا تو تم نکل آؤ گے ﴿۲۵﴾ اور اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اس کے آگے گردن جھکائے ہوئے ہیں ﴿۲۶﴾ اور وہی ابتداءً پیدا کرتا ہے پھر اس کو بار دگر پیدا کرے گا اور یہ اس کے لیے بہت آسان ہے اور اس کی شان بلند ہے آسمانوں اور زمین میں ❶ اور وہ (بڑا) زبردست حکمت والا ہے ﴿۲۷﴾۔

ترکیب:...... فسبحٰن اللہ . . . الخ قد مر وجه الاعراب فی سورة الاسراء۔ حین تمسون الجمهور علی الاضافة والعامل فیه سبحان و قرئ منونا ❷ علی ان یجعل تمسون صفة له والعائد محذوف ای تمسون فیه و عشیا معطوف علی حین فکها داخل التسبیح و له الحمد معترض و فی السمٰوٰت حال من الحمد و یمکن ان یکون عشیا معطوفا علی فی السمٰوٰت۔

تفسیر:...... وعدہ اور وعید کے بعد یہ بتلانا مناسب تھا کہ وہ کون سی باتیں ہیں کہ جن سے وعدۂ انعام کا مستحق ٹھہرے اور کون سی باتیں ہیں کہ جن سے وعید جہنم سے بچے؟

تسبیح و تحمید کے اوقات:...... اس لیے فرمایا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ . . . الخ کہ ان اوقات مذکورہ میں اس کی تسبیح و تحمید کرنا۔ گرچہ یہ ظاہر میں جملہ خبریہ ہے پر معناً امر ہے کہ ایسا کرو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اول آیات میں قیامت اور وہاں کے وعد و وعید بیان فرمائے تھے جس سے کسی کوتاہ فہم کو خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی فرماں برداری کرانے کا محتاج ہے جیسا کہ دنیا میں بادشاہوں کو اطاعت و تن دہی رعیت کی حاجت پڑتی ہے پھر جب کوئی اطاعت نہیں کرتا سزا پاتا ہے اطاعت پر انعام کا مستحق ہوتا ہے‘‘ اس خیال کے غلط کرنے کو یہ فرمایا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ . . . الخ کہ اس کو تمہاری بندگی و طاعت کی کچھ ضرورت نہیں وہ جو کچھ فرماتا ہے تمہارے بھلے کو، آسمانوں کے

❶...... ای الصفة العلیا وهی انه لا اله الا الله ۱۲ منہ (جلالین)۔ ❷...... ای حین تمسون و حین تصبحون ۱۲ منہ۔

فرشتے اور ہر ممکن کا حال اوقات مذکورہ میں اس کی تسبیح وتقدیس کرتا ہے۔ اس صورت میں جملہ خبریہ ہی مانا جائے تو ہوسکتا ہے مگر جمہور اس کو بمعنی امر لیتے ہیں یعنی ان اوقات مذکورہ پر اس کی تسبیح وتحمید کرنی چاہیے۔

اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ اللہ کی تسبیح بیان کرو شام کے وقت اور صبح کے وقت اور ظہر وعصر کے وقت (اس صورت میں وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ایک درمیانی جملہ مانا جائے گا) اس بات کے بتلانے کے لیے کہ آسمانوں اور زمین میں اس کی ستائش ہو رہی ہے تم بھی اوقات مذکورہ میں اس کی تسبیح بیان کرو یعنی سُبْحٰنَ اللّٰہِ کہو کہ اللہ پاک اور منزہ ہے اور جب اس کو جملہ معترضہ نہ مانا جائے اور عشیا کا پنج گانہ نماز فِي السَّمٰوٰتِ پر عطف قرار دیا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ صبح اور شام تو اس کی تسبیح بیان کرو اور ظہر وعصر کے وقت اس کی حمد کرو الحمد اللہ کہو جس کے معنی اس کی خوبیاں بیان کرنا اور اسی کے انعام والطاف کا شکریہ ادا کرنا ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا ہے جو کوئی ہر صبح وشام سو بار سبحان اللہ وبحمدہ کہے گا اس روز اس کے برابر کسی کی نیکیاں نہ ہوں گی مگر اس کی جو اس قدر کہے یا اس سے زائد، متفق علیہ۔ علماء اسلام کی ایک جماعت یہی کہتی ہے کہ یہ آیات مکہ میں نازل ہوئیں، اس وقت تک نماز پنج گانہ فرض نہ تھی۔ اوقات مذکورہ میں اللہ کی تسبیح وتحمید کر لینا کافی تھا اور اس کی کوئی تعداد نہ تھی کہ کتنے بار تسبیح وتحمید کی جائے۔

مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس سے مراد پنج گانہ نماز ہے۔ قرآن کی عادت ہے کہ وہ نماز کو اس کے اجزاء کے ساتھ تعبیر کیا کرتا ہے۔ نماز میں تسبیح بھی ہے تحمید بھی ہے رکوع بھی سجدہ بھی۔ پھر کبھی اس کو تسبیح سے کبھی تحمید سے کبھی رکوع سے کبھی سجدہ سے بیان کرتا ہے۔ حِيْنَ تُمْسُوْنَ سے صبح کی نماز، اور عَشِيًّا سے عصر کی نماز اور تُظْهِرُوْنَ سے ظہر کی نماز مراد ہے۔ اور مکہ میں ہر وقت کے لئے دو دو ہی رکعت مقرر ہوئی تھیں پھر مدینہ میں آ کر اور زیادہ ہو گئیں (چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث کہ جس کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے اس کی مؤید[1] ہے۔ ان اوقات کی خصوصیت چند اسرار کی وجہ سے ہے۔

مذکورہ اوقات کی خصوصیات

(۱) یہ کہ یہ وقت غفلت اور دنیاوی کاروبار کے ہیں ان میں اللہ کو یاد کرنا ضروری ہے۔

(۲) یہی اوقات تجدد نعماء الٰہی کے ہیں۔

(۳) عالم غیب میں یہ اوقات اہل زمین کی عبادت ودعاء استغفار کے لیے اجابت کے واسطے مخصوص ہیں۔ اس کے بعد چند دلائل بیان فرماتا ہے کہ جن سے خاص اسی کا اس تسبیح وتحمید کے لیے مستحق ہونا ثابت ہوتا ہے اور بت پرستی کی قباحت ثابت ہوتی خصوصا اس لیے بھی کہ ان دلائل میں اپنے انعام واکرام کا ذکر فرماتا ہے۔ کہ جو اس کی طرف سے اس کے بندوں کو پہنچتے ہیں اور جن پر ان کی زندگی اور آرام کا مدار ہے پھر جس کے انعام ونعماء ہیں اسی کی ستائش وتسبیح بھی ہونی چاہیے۔

زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ پیدا ہونا: ...... (۱) فقال يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ یہ پہلی دلیل ہے کہ وہ مردہ سے یعنی نطفہ سے زندہ آدمی پیدا کرتا ہے پھر زندہ عورت سے مردہ بچہ بھی پیدا کرتا ہے اس کے معنی متعدد کئی جگہ بیان ہو چکے ہیں وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اور مری ہوئی زمین کو زندہ کرتا ہے یعنی خشک جڑی بوٹیوں سے جو اگلے موسم میں مر چکی تھیں، تر وتازہ کر کے زندہ کرتا ہے اس میں زندگی بعد موت اور موت کے بعد زندگی عطا کرنا ثابت کیا گیا ہے اس لیے بعد میں فرمایا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ کہ اسی طرح مرنے کے بعد جڑی بوٹیوں کی طرح قیامت میں تم کو بھی زندہ کر دے گا اور زمین سے اوپر نکالے گا۔ حشر کا مسئلہ بھی ثابت کر دیا۔

---

[1]: عن عائشة رضي الله عنها قالت فرضت الصلوٰة ركعتين ثم هاجر رسول الله ﷺ ففرضت اربعا وتركت صلوٰة السفر على الفريضة الاولى ۔ ۱۲ منہ

(۲) وَمِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ خَلَقَکُمْ مِّنْ تُرَابٍ . . . الخ کہ تم کو مٹی سے بنایا۔ آدم کو اول مٹی سے بنایا پھر اس سے اس کی تمام نسل بنی۔ یا کہو نطفہ سے انسان بنتا ہے وہ خاکی غذاؤں سے جو دراصل خاک تھیں اور خاک ہو جائیں گی۔

(۳) وَمِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا . . . الخ کہ تمہیں میں سے تمہارے جوڑے عورت، عورت کا جوڑا مرد۔ جنس کے اگر غیر جنس ہوتے تو بڑی خرابی ہوتی الفت نہ ہوتی اور پھر باہم باوجود غیر ہونے کے میاں بیوی میں وہ محبت والفت دی کہ ایک کو دوسرے کے بغیر چین نہیں۔

(۴) وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ . . . الخ کہ اس نے آسمان وزمین بنائے اور زمین کے مختلف قطعات پر تم کو بسایا جس سے تمہاری زبانیں اور رنگتیں جدا جدا ہو گئیں باوجودیکہ ایک شخص کی نسل، پر کوئی گورا کوئی کالا، کسی کی کچھ یہ اس کی کیسی قدرت ہے۔

(۵) وَمِنْ اٰیٰتِہٖ مَنَامُکُمْ بِالَّیْلِ . . . الخ کہ رات تمہارے سونے آرام کرنے کو بنائی دن تمہارے کاروبار روزی کے سامان مہیا کرنے کو۔ اگر صدا رات ہی رہتی یا رات ہی نہ ہوتی تو کیسی خرابی تھی۔ اس میں ہر روز مرنے اور جی اٹھنے کا بھی نمونہ ہے اس لیے اس کے بعد فرمایا لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ کہ اس کو سن رکھیں حشر بھی ہوگا۔ یہاں تک دلائل الانفس تھے، اس کے بعد دلائل الآفاق ذکر کرتا ہے۔

(۶) وَمِنْ اٰیٰتِہٖ یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ . . . الخ کہ وہ تم کو بجلی چمکا کر دکھاتا ہے جس سے جان کا خوف اور بارش کی امید ہے پھر مینہ برساتا ہے اس سے خشک زمین کو تر وتازہ کرتا ہے۔

(۷) وَمِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِہٖ کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں آسمان کا کوئی ستون نہیں، زمین کسی چیز کے اوپر دھری ہوئی نہیں۔ اس کے بعد پھر حشر کے مسئلہ کا اعادہ کرتا ہے ثُمَّ اِذَا دَعَاکُمْ . . . الخ کہ وہ قادر مطلق جب تم کو زمین سے بلائے گا سب نکل کر چلے آؤ گے وَلَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ . . . الخ کیوں کہ آسمان وزمین کی ہر چیز اس کے بس میں ہے وَھُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ . . . الخ اور وہی اول بار بناتا ہے بار دیگر بنانا اس کو کیا مشکل ہے بلکہ تمہارے خیال کے بموجب بار دگر بنانا اول بار بنانے سے آسان تر ہے۔ اس کی آسمانوں اور زمین میں بلند شان ہے۔ اس پر کوئی چیز مشکل نہیں وہ زبردست ہے حکیم ہے ہر ایک تدبیر جانتا ہے۔

ضَرَبَ لَکُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِکُمْ ؕ ھَلْ لَّکُمْ مِّنْ مَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ مِّنْ
شُرَکَآءَ فِیْ مَا رَزَقْنٰکُمْ فَاَنْتُمْ فِیْہِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَھُمْ کَخِیْفَتِکُمْ اَنْفُسَکُمْ ؕ
کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَھْوَآءَھُمْ
بِغَیْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ یَّھْدِیْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰہُ ؕ وَمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقِمْ وَجْھَکَ
لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ
اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ مُنِیْبِیْنَ
اِلَیْہِ وَاتَّقُوْہُ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ﴿۳۱﴾ مِنَ الَّذِیْنَ

فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۳۲

ترجمہ: ...... اللہ نے تمہارے لیے تمہارے حال سے ایک مثال بیان کی ہے کہ بھلا تمہارے غلاموں میں سے کہ جو تمہارے ہاتھ کا مال ہیں تمہارا اس چیز میں کہ جو ہم نے تم کو دی ہے کوئی بھی حصہ دار ہے؟ کہ تم اس میں برابر ہو جاؤ ان سے ویسا ہی خطرہ رکھو کہ جیسا کہ اپنے برابر کے لوگوں سے رکھتے ہو عقل مندوں کے لیے ہم یوں آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں ۲۸ بلکہ بے انصاف بے سمجھے بوجھے اپنی خواہش پر چلنے لگے ہیں پھر کون ہدایت کر سکتا ہے جس کو کہ اللہ نے گمراہ کر دیا ہو اور ان کا کوئی بھی مددگار نہیں ۲۹ پھر آپ تو دین پر یک طرفہ ہو کر قائم ہو جاؤ فطرت الٰہی پر کہ جس پر لوگوں کو پیدا کیا اللہ کی بناوٹ میں رد و بدل نہیں ہے یہ ہے سیدھا طریقہ لیکن اکثر آدمی جانتے نہیں ۳۰ (فطرت الٰہی پر قائم رہو) اس کی طرف رجوع ہو کر اور اس سے ڈرا کرو اور نماز ادا کرتے رہو اور شرک کرنے والوں میں شامل نہ ہو جاؤ ۳۱ ان میں کہ جنہوں نے اپنے دین میں پھوٹ ڈال دی اور مختلف فرقے ہو گئے ہر فرقہ اس پر جو ان کے پاس ہے خوش ہے ۳۲۔

ترکیب: ...... من انفسکم من للابتداء وفی قولہ من ما ملکت للتبعیض والثالثۃ مزید لتاکید۔ الاستفہام الجاری مجری النفی۔ ومعنی من انفسکم انہ اخذ مثلاً وانتزعہ من اقرب شئی منکم وھی انفسکم فالمعنی ھل ترضون لانفسکم ان یکون لکم شرکاء من بعض عبید کم یشارکونکم فیما رزقکم فانتم ایھا السادات والعبید فی ذلک المرزوق سواء تخافون العبید ان یستبدوا بالتصرف کخیفتکم انفسکم ای کما یخاف بعضکم بعضا من الاحرار فانتم فیہ سواء والجملۃ فی موضع نصب جواب الاستفھام ای ھل لکم فطرت اللہ الزموھا او علیکم بھا منیبین الیہ راجعین الیہ من اناب اذا رجع مرۃ بعد اخری، وھو حال من الضمیر فی الناصب المقدر لفطرۃ اللہ او فی اقمہ لان الآیۃ خطاب للرسول ولامتہ لقولہ واتقوہ واقیموا الصلوٰۃ ... الخ بدل من المشرکین باعادۃ الجار۔

تفسیر: ...... اس سے پہلے چند دلائل اس کے خالق و رازق قابل ستایش ہونے پر بیان ہوئے تھے ہر چند وہ رد شرک کے لیے بھی کافی تھے کہ عالم میں اور کوئی اس کے برابر نہیں مگر زیادہ وضح کرنے کے لیے ایک مثال بیان کی جس سے شرک کی برائی اور بھی ظاہر ہو جائے۔

شرک کی مذمت کی ایک بلیغ مثال: ...... فقال ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ... الخ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ہی حالت سے تم کو ایک مثال بتاتا ہے وہ یہ کہ بھلا تم اپنے غلاموں میں سے کسی کو اپنے برابر ہونا پسند کرتے ہو کہ وہ برابر ہو کر مال میں تصرف کرنے لگیں اور تم ان سے ایسے ڈرنے لگو کہ جیسا کہ برابر کے شریک سے ڈرا کرتے ہو کہ ایک دوسرے کے پوچھے بغیر کوئی تصرف کرنا بھی پسند نہ کرو گے۔ پھر غور کرو کہ جب غلام کو کہ جو تمہارا بنایا ہوا نہیں وہ بھی اللہ کا بندہ ہے تم اپنے مال میں کہ تم کو اللہ نے دیا ہے تمہارا بنایا ہوا نہیں شریک اور برابر ہونا پسند نہیں کرتے تو پھر اللہ تعالیٰ کو (کہ جس نے یہ کیا جس کا بیان اوپر کی آیتوں میں آیا) کب پسند ہوگا کہ تم اس کی مخلوق کو خواہ وہ اشرف ہو خواہ ارذل اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں اس کا شریک بناؤ اور عبادت کرنے اور پکارنے اور نذر و نیاز کرنے میں یا ان کی تعظیم و تکریم میں اس کے برابر کرو، ان کے بھی حصے لگاؤ؟ نہیں ہرگز نہیں كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ہم اپنی آیتوں کو یعنی کلام کو تفصیل سے مثال دے کر عقل والوں کے لیے بیان کرتے ہیں مگر حمقاء کی سمجھ میں یہ بھی نہیں آتا۔ اور انہوں نے جو یہ معبود بنا رکھے ہیں ان کے پاس اس بات کی کوئی دلیل و سند نہیں بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ... الخ بلکہ ستمگاروں نے جہالت سے اپنی دلی خواہشوں کی پیروی کرنی اختیار کر لی ہے ان کو تقدیر ازلی نے ہدایت میں حصہ ہی نہیں دیا۔ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ پھر ایسے ازلی گمراہ کو کون ہدایت دے سکتا ہے؟ ان کا دردمند خیر خواہ ان کو لاکھ سمجھائے وہ کب مانتے ہیں وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ کے یہ معنی ہیں۔

مشرکین کو الزام دے کر اور ان سے مایوسی ظاہر فرما کر آنحضرت ﷺ کی طرف خطاب کر کے دین داروں کو حکم دیتا ہے فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا کہ تم ادھر اُدھر نہ ڈگمگاؤ ایک طرفہ ہو کر دین پر قائم ہو جاؤ۔

فطرت الٰہی فطرت انسانی:......فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا فطرت الٰہی پر قائم ہو جاؤ کہ جس پر اس نے بنی آدم کو بنایا ہے۔ یعنی فطرت انسان کی ایک اصلی حالت ہے کہ جس پر قائم رہنا انسان کا کمال ہے۔ کبھی توہمات باطلہ اور رسم و عادات فطرت سے باز رکھ کر اس کو ناموزوں حالت پر ڈال دیتے ہیں جو اس پر قائم کرنے کے لیے دنیا میں حضرات انبیاء علیہم السلام بھیجے جاتے ہیں وہی آ کر بتلاتے ہیں کہ فلاں فلاں باتیں فطرت کے مطابق نہیں۔

عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قا ل قال رسول الله ﷺ ومامن مولود اله یولد علیٰ فطرة فابو اه یهودانه اوینصر انه او لمیجسانه کماتنتج البهیمة بهیمته جمعاء هل تحسون فیهامن جدعاء ثم یقول فطرت الله التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق الله ذٰلک الدین القیّم ،متفق علیه۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر ایک بچہ ہی پر پیدا ہوتا ہے پھر بعد میں اس کے ماں باپ کہیں اس کو یہودی بنا لیتے ہیں کہیں نصرانی کہیں مجوسی جیسا کہ حیوانات میں بچہ جو پیدا ہوتا ہے تو بے عیب ہوتا ہے کسی کا کان کٹا ہوا نہیں ہوتا۔ بعد میں لوگ اس کے کان کاٹ ڈالتے ہیں پھر اس کی سند میں حضرت ﷺ نے یہ آیت پڑھی فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ . . . الخ یعنی بدء الخلقت میں جس طرح کہ حیوانات کے بچے اپنی اصلی حالت اور صورت پر پیدا ہوتے ہیں اسی طرح ہر ایک بچہ انسان کا اخلاق و عادات و خیالات میں بھی اپنی اصلی حالت پر پیدا ہوتا ہے اگر اس پر کوئی اثر بیرونی نہ پڑے تو وہ جوان ہو کر بھی اسی حالت پر رہے اللہ کو وحدہٗ لاشریک جانے اپنے خالق و محسن کی تابعداری کرے یہ اجمالی حالت ہے۔ تفصیلی طور پر ہر ہر بات میں اس کی مرکز طبعی وہی باتیں ہو دیں کہ جو انسان کے لیے ہونی چاہئیں۔ راست بازی، رحم دلی، ہمدردی مگر بعد میں جب اس پر اور اثر پڑتے ہیں تو یہ اس اصلی حالت سے بدل جاتا ہے۔ چالاکی، فریب دہی، ظلم و ستم، بدکاری، بت پرستی وغیرہ اوصاف رذیلہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی جملہ کی طرف سید الانبیاء ﷺ نے **فابو اه یهو دانه** سے ایماء فرمایا کہ ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی کر لیتے ہیں۔ اور اس اصلی حالت کا نام دین قیم ہے اور اسی کو اسلام بھی کہتے ہیں۔

فطرت الٰہی کو تبدیل نہ کیا جائے:......فرماتا ہے لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ یا تو یہی ہے کہ تم خلق اللہ یعنی فطرت الٰہی کو نہ بدلو اسی پر قائم رہو۔ یا جملہ خبر یہ ہے کہ فطرت الٰہی بدلتی نہیں۔ تمام انبیاء کا اس میں ایک ہی رستہ ہے اس کو ہم منسوخ نہیں کیا کرتے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں وہ اپنے توہمات باطلہ اور عادات و اخلاق رذیلہ کو دین اور فطرت سمجھ بیٹھے ہیں اور پھر جب یہ باطل طریقہ پشت در پشت چلا آتا ہے تو معاذ اللہ پھر اس کو فطرت کیا فطرت کی بھی جان سمجھنے لگتے ہیں۔

اس کے بعد فطرت الٰہی کی قدرے شرح کرتا ہے کہ اس کی چند باتیں بتلا کر ان کی پابندی کا حکم دیتا ہے فقال مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ اسی طرف رجوع کرتے رہو امر میں۔ گو وہ رحیم و کریم ہے وَاتَّقُوْهُ اس سے ڈرتے بھی رہا کرو نافرمانی پر سزا بھی دیا کرتا ہے۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور نماز قائم کیا کرو۔ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور شرک کرنے والوں میں سے نہ ہو یعنی اس جماعت میں داخل نہ ہو شرک نہ کرو۔

پھر ان کا حال بیان فرماتا ہے مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا وہ لوگ ہیں مشرک کہ جنہوں نے اپنے اصلی دین میں یعنی فطرت اللہ میں پھوٹ ڈالی اس سے الگ راہ نکالی اور ہر ایک جگہ کے لوگوں نے جدا جدا معبود بنائے اور جدا جدا رسمیں قائم کیں۔ اور ان

کی حس باطنی جاتی رہی کھرے کھوٹے پرکھنے کا امتیاز باقی نہ رہا۔ ہر ایک گروہ اپنے عقائد و رسوم پر کہ جس کو انہوں نے مذہب سمجھ رکھا ہے ،خوش وخرم ہیں اسی کو بہتر جانتے ہیں۔

فطرت دانائی، زیرکی ابداء، اختراع، حالت، یہاں اخیر معنی حالت والے معتبر ہیں یعنی اصلی حالت ہر چیز کی ایک اصلی حالت ہوتی ہے پانی میں روانی، ہوا میں خفت وغیرہ وغیرہ۔ اگر ان میں کوئی آمیزش یا کی اصلی حالت کو شروع میں فطرت اللہ کہتے ہیں جو ایک عمدہ اور کمالی حالت ہے اور اسی کو اسلام اور اسی کو دین قیم کہتے ہیں۔ یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے نہ اور کسی کا۔ واللہ الھادی وبیدہ المقاصد والمبادی۔

وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ٚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمہ:......اور لوگوں کو جب کوئی دکھ پہنچتا ہے تو اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی طرف رجوع ہو کر پھر جب ان کو اپنی عنایت کا مزہ چکھاتا ہے تو جب ہی کوئی ایک فرقہ ان میں سے اپنے رب کے ساتھ شریک پیدا کرنے لگتا ہے ﴿۳۳﴾ تا کہ ہماری دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کریں پھر (دنیا کے چند روزہ) فائدے اٹھالو۔ پھر تو تم کو معلوم ہی ہو جائے گا ﴿۳۴﴾ کیا ہم نے ان کے لیے کوئی سند بھیجی ہے کہ وہ ان کو شرک کرنا بتارہی ہے ﴿۳۵﴾ اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو اس پر خوش ہو جاتے ہیں اور جو ان کو ان کی شامت اعمال سے کچھ دکھ پہنچتا ہے تو فوراً ناامید ہو جاتے ہیں ﴿۳۶﴾۔

ترکیب:......واذامس الناس شرط دعوا جواب منیبین حال من الضمیر الفاعل فی دعوا اذا فریق اذا مکانیۃ للمفاجاۃ نابت عن الفاء فی جواب الشرط فتمتعوا فیہ التفات عن الغیبۃ سلطنا یذکر لانہ بمعنی الدلیل ویؤنث لأنہ بمعنی الحجۃ وقیل ھو جمع سلیط کر غیف ورغفان ۔واسناد التکلم الیہ مجاز کما تقول نطقت الحال بکذا ای یتکلم تکلم دلالتہ بما کانوا اما مصدریۃ والضمیر فی بہ للہ او موصولۃ او الضمیر لھا ای بالامر الذی بسببہ یشرکون۔

فطرت الٰہیہ کا ثبوت

تفسیر:......وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ . . . الخ یہاں سے انسانی جذبات میں فطرت الٰہیہ کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے کہ جب انسان پر کوئی سخت مصیبت آپڑتی ہے جو اس کے بیرونی آثار سے اس کو قدرے بے خبر کر ڈالتی ہے تو یہ پھر اسی فطرت اور اصلی حالت پر آ کر کمال اخلاص سے اپنے رب کو پکارنے لگتا ہے۔ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ پھر وہ جب ان کی مصیبت کو ٹال دیتا ہے اور اپنی رحمت کا کچھ بھی مزہ چکھاتا ہے سب تو نہیں پر بعض لوگ کہ جن پر پھر وہی بیرونی آثار و تعلیمات باطلہ و توہمات

فاسدہ کا دیو آ کر سوار ہوتا ہے تو اپنے رب کے ساتھ اوروں کو بھی اس دفع مصیبت میں شریک کرنے لگتے ہیں لیکفروا بما اتینھم تا کہ اللہ کی نعمت کی ناشکری کریں۔ یعنی ان کا یہ کام اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہے۔ اس کے بدلے میں شکر کرنا چاہیے تھا نہ کہ ناشکری کہ اب اوروں کو بھی اس میں شریک کرنے لگے۔

تَعْلَمُوْنَ۝ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَیْھِمْ سُلْطٰنًا فَھُوَ یَتَکَلَّمُ بِمَا کَانُوْا بِہٖ یُشْرِکُوْنَ۝ یہاں سے یہ بات ظاہر فرماتا ہے کہ وہ جو شریک بناتے ہیں انہیں توہمات باطلہ کا اثر ہے ورنہ ان کے پاس اس بات کی ہم نے کوئی سند نہیں اتاری ہے کہ وہ ان کو شرک کرنے کا حکم دیتی ہے۔

فَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۝ اب تم اے ناقدرو! اپنے نزدیک امن وراحت کی حالت میں آ گئے ہو کچھ دنوں دنیا کا مزہ اٹھا لو پھر مرنے کے بعد تم کو معلوم ہو جاویگا کیوں کہ اس وقت حس وادراک کامل عود کر آئے گا۔ اب یہ نشہ تم کو معلوم ہونے نہیں دیتا مرنے کے بعد یہ نشہ اتر جائے گا۔ یا یہ کلمۂ تہدید ہے جو عذاب کی خبر دیتا ہے۔ جیسا کہ ہمارے محاورے میں مجرم کو کہا کرتے ہیں کہ معلوم ہو جائے گا۔ یعنی سزا ملے گی۔

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَۃً فَرِحُوْا بِھَا ؕ وَاِنْ تُصِبْھُمْ سَیِّئَۃٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْھِمْ اِذَا ھُمْ یَقْنَطُوْنَ۝ یہاں سے ایک اور جذبہ انسانی بتلایا جاتا ہے جو اس میں بیرونی آثار سے پیدا ہوا کرتا ہے وہ کیا؟ اللہ تعالیٰ کی جب رحمت اور نعمت ملے تو اس پر اترانا، شکر گزاری نہ کرنا، اس کو اپنی کوشش اور عقل کا ثمرہ قرار دینا اور جب اس پر کوئی مصیبت آئے اور وہ بھی اسی کے کردار سے تو اس وقت اللہ تعالیٰ سے مایوس ہو جانا، روٹھ بیٹھنا یعنی نعمت کا شکر نہ کرنا، مصیبت پر صبر نہ کرنا۔ یہ نالائقی اس کی اس خارجی اثر کا نتیجہ ہے جو پیدا ہونے کے بعد اس کو نادان ماں باپ کی تعلیم سے یا اور کسی کی صحبت بد سے حاصل ہوا ہے۔

ان آیات میں انسان کے دونوں جذبات کا حال بیان کر دیا جذبہ فطرت اللہ کا بھی کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف کھینچ لاتی ہے جو اس کی روح نورانی کا ایک کچھ ذرا سا اثر باقی تھا۔ دوسرا جذبہ اس کی کایا پلٹ کر شرافت انسانی سے باہر ہو جانے کا جو اس کے قوائے بہیمیہ اور توہمات فاسدہ اور تخیلات باطلہ کا نتیجہ ہے جس پر یہ بے شعور بڑا مسرور ہے کما قال کُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ یہ وہ حالت ہے جس سے طبقۂ انسان کامل سے نکل کر ارذل طبقہ میں جا ملتا ہے۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۝۳۷ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ؕ ذٰلِکَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْہَ اللّٰہِ ۫ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝۳۸ وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَا۠ فِیْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰہِ ۚ وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَکٰوۃٍ

●...... وما اتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس تفصیل المقام ماموصولہ اتیتم اس کا صلہ اور عائد محذوف من ربا کا بیان محلاً منصوب ہے اتیتم سے اور قراءت وہ مد نظر ہے کہ جس میں اتیتم کو مد کے ساتھ پڑھا ہے (کی) اور لیربوا کو صیغہ مفرد جو لام کی وجہ سے مفتوح ہے من ربا لیربوا ای زاد ویزید لیربوا کا لام اتیتم سے متعلق ہے فی بربوا سے متعلق ہے اور یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ رباسے مراد ربا محرم نہیں بلکہ ہدیہ بان یعطی شیئاً ھدیۃ او ھبۃ لیطلب اکثر منہ فسمی باسم المطلوب من الزیادۃ فی المعاملۃ (جلالین)۔ اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ وہ جو تم ہدیہ دیتے ہو کہ وہ ہدیہ بڑھے اور دو چند سہ چند ہو جائے لوگوں کے مال میں سے کیوں کہ لوگوں کی عادت تھی اور اب بھی ہے کہ ہدیہ کے طور پر کوئی چیز کسی کو اس لیے دیا کرتے تھے کہ وہ اس کے صلہ میں اس کو اس سے زیادہ

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع۴

ترجمہ:...... کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ اللہ جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کرتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) نپی تلی کرتا ہے البتہ اس میں ایمانداروں کے لیے نشانیاں ہیں ﴿۳۷﴾ پھر (اے مخاطب) قرابت دار کو اس کا حق دیتا رہ اور فقیر اور مسافر کو بھی یہ بہتر ہے ان کے لیے جو اللہ کے طالب ہیں اور یہی فلاح بھی پانے والے ہیں ﴿۳۸﴾ اور جو کچھ کہ تم سود دیتے ہو کہ لوگوں کے اموال میں افزائش ہو سو اللہ کے نزدیک تو افزائش ہوتی نہیں اور جو کچھ کہ تم اللہ کی رضا جوئی کے لیے زکوٰۃ دیتے ہو سو وہی بڑھا بھی رہے ہیں ﴿۳۹﴾ اللہ وہ ہے کہ جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو روزی دی پھر تم کو مارے گا پھر تم کو زندہ کرے گا بھلا تمہارے معبودوں میں سے بھی کوئی ایسا ہے کہ جو ان (چار) کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے وہ پاک اور بلند ہے ان کے شرک کرنے سے ﴿۴۰﴾۔

ترکیب:...... وما أتيتم مافي موضع النصب باتيتم بالمد بمعنى اعطيتم والقصر بمعنى جئتم وقصدتم۔ ليربوا اے الربا۔ اس تقدیر پر لیربو اصیغہ واحد غائب کا ہے اس کا فاعل الربا فالمعنى ليزيد الربا ويزكوا في اموال الناس فاولٰئك فيه التفات حسن كانه قال ذلك لخواصه ولملائكته وهو امدح لهم من ان يقول فانتم المضعفون (کشاف)۔ هل من ... الخ من الاولىٰ للتبعيض كانه اقام فعل البعض مقام فعل الكل توسعة على الخصم والثالثة لتاكيد الاستفهام والمتوسطة للابتداء۔

تفسیر:...... انسان کی اس حالت قنوط یعنی ناامیدی کے جذبہ کی دوا بتلاتا ہے۔

تنگ دستی میں صبر کرنا چاہیے:...... فقال اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ ... الخ کہ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ تنگ دستی اور فراخ دستی

(بقیہ گزشتہ صفحہ سے آگے) دے فلا یربو اعند اللہ اس ہدیہ دینے کا عند اللہ کچھ ثواب نہیں کیوں کہ بوجہ اللہ نہ تھا۔ یعنی اللہ کے واسطے نہ دیا تھا۔ (۲) دوسری صورت میں کہ الفاظ اور ترکیب تو یہی رہی مگر ربا سے مراد ربا حرام لیا جائے جس کو سود کہتے ہیں تو یہ معنی ہوں گے وہ جو تم نے سود پر روپیہ دیا ہے (سود سے مراد سودی روپیہ مجازاً اطلاق المسبب علی السبب) یعنی یاد کرتے ہو تا کہ لوگوں کے اموال میں پڑ کر یہ بھی بڑھتا رہے۔ مثلاً سو روپیہ کسی کو سود پر دیے روپیہ سیکڑے پر اور لینے والے نے اس کو کسی بیوپار میں لگا دیا۔ اب جس طرح سے اس کا مال بڑھ رہا ہے اس کا سودی روپیہ بھی جوں جوں دن گزرتے جاتے ہیں بڑھتا جاتا ہے فلا یربوا پس یہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا۔ (۳) تیسری صورت میں ہے بضم الیاء وسکون الواو علی الجمع أبو جعفر ونافع وسہل ویعقوب یعنی ان قراء نے اس کو صیغہ جمع پڑھا ہے۔ یہ اصل میں یربون تھا لام کی وجہ سے نون جمع ساقط ہو گیا اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ وہ جو تم نے سود کی غرض سے دیا ہے کہ لوگ اور لوگوں کے مال سے بڑھ جاویں یعنی اس سودی روپیہ سے مال میں نفع حاصل کر کے بڑھیں فی اموال الناس ای بسبب اموال الناس المعطین فلا یربو اعند اللہ پس ہرگز نفع عند اللہ نہ ہوگا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ یربو کو تربوا جمع حاضر کا صیغہ مانا جائے وقرء نافع ویعقوب لتربوا ای لتزیدوا او لتصیروا ذی ربوا بیضاوی۔ اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ وہ جو تم سود پر دیتے ہو تا کہ تم لوگوں کے مال میں بڑھو یعنی اور لوگوں کے مال سے تم کو نفع حاصل ہو پر عند اللہ نفع حاصل نہ ہوگا۔ (۴) چوتھی یہ بھی ایک صورت ہے کہ اتیتم کو بالقصر پڑھا جائے جس کے معنی یہ کہ وہ جو تم ربا یعنی سود لے کر آئے ہو ای ماجئتم من ربا یعنی وہ جو تم نے سود حاصل کیا ہے اور سودی لینے والے نے تم کو دنیاوی غرض سے دیا ہے۔ (۵) اس پانچویں صورت میں یربوا کو مفرد مانا جائے یا جمع غائب یا حاضر کا صیغہ لیا جائے ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ہر ایک معنی سود یا ہدیہ کو مختلف قراءتوں کے ساتھ لحاظ کیا جائے تو متعدد معنی حاصل ہوں گے اور بھی احتمالات ہیں۔ کیا ہی بلیغ کلام ہے۔ ۱۲ منہ

اللہ کی طرف سے ہے۔ محقق کی نظر دونوں حالتوں میں اللہ ہی کی طرف ہونی چاہیے فراخ دستی میں شکر کرنا چاہیے نہ اترانا۔ حق داروں کی دست گیری سے ہاتھ روکنا مناسب نہیں اور تنگ دستی میں صبر کرنا چاہیے اللہ سے فضل و کرم کا امیدوار رہنا چاہیے یہ نہ خیال کرے کہ اللہ میری فراخ دستی پر قادر نہیں یا اس کی ادھر عنایت کی نظر نہیں بلکہ اپنے قصور کا تازیانہ خیال کر کے توبہ استغفار کرے اور اللہ کی طرف رجوع کرے یہ حالت فطرت اور پہلی حالتیں اس کے برخلاف تھیں اور فطرت اللہ پر قائم رہنا مومن کی شان ہے اس لیے اخیر میں فرمادیا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔

چوں کہ یہ بات (کہ ہر چیز کی تنگی فراخی اللہ ہی کی طرف سے ہے) ایک بدیہی بات تھی گو انسان اپنے جذبہ میں اس سے اندھا ہو رہا تھا اس لیے اولم یروا فرمایا۔

اقرباء و مساکین کا حق: ......فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ جب مومن کو یہ بتلایا گیا کہ تنگی فراخ دستی اللہ ہی کی طرف سے ہے تو اس کو یہ بھی فطری حکم سنایا گیا کہ تو قرابت دار اور مسکین اور مسافر کے حق ادا کرنے میں کوتاہی نہ کر اور اسی لیے فات پر ف کا آنا مستحسن ہوا۔ (علماء احناف فرماتے ہیں آیت عام ہے اس میں زکوۃ اور دیگر صدقات بھی آگئے اسی طرح ذوی القربیٰ کا لفظ بھی عام ہے ذوی الفروض اور عصبات اور اولی الارحام بھی آگئے اس لیے جو ان میں سے ایسا محتاج ہو کہ خود نہ کما سکے اقارب اہل استطاعت پر اس کا خرچ واجب ہے۔ امام شافعیؒ وغیرہ فرماتے ہیں ذوی الارحام کا نفقہ واجب نہیں)۔

فرماتا ہے ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ کہ یہ حق ادا کرنا ان کے حق میں بہتر ہے کہ جو اللہ کے طالب ہیں وجہ اللہ سے مراد اس کی ذات۔ اور اس لفظ کے ساتھ تعبیر کرنے میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جو اس کے طالب دیدار ہیں اور اس کے عاشق صادق ہیں۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ اور یہی لوگ فلاح پانے والے دنیا سے کامیاب ہو کر جانے والے ہیں۔ یعنی اس میں نقصان نہیں بلکہ فلاح ہے۔ چوں کہ اللہ کے لیے دینے کا ذکر تھا کہ جو فطرت اللہ کا ایک جذبہ ہے اس مناسبت سے اس کے برخلاف ایک دوسرے جذبۂ انسانی کا بھی ذکر کرنا مناسب ہوا۔

سود سے مال گھٹتا اور زکوۃ سے بڑھتا ہے: ......فقال وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ کہ وہ جو تم سود دیتے ہو کہ اس سے لینے والا سمجھتا ہے کہ جس طرح اور اموال تجارت سے بڑھتے ہیں اس سے بھی بڑھے گا تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا۔ اس میں خیر و برکت نہیں سود خوروں کا آخر کار بہت برا دیکھا گیا ہے دیوالیہ نکل جانا رقم ڈوب جانا تو معمولی بات ہے اور بے مروتی تنگ دلی اس کا بدیہی نتیجہ ہے جو شخصی اور ترقی کے لیے سخت حارج ہے۔

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ . . . الخ برخلاف زکوۃ یعنی صدقہ و خیرات اور مقررہ زکوۃ کے کہ ان کے مال میں بھی خیر و برکت ہوتی ہے آخرت میں بھی دوچند اجر ملے گا۔ مُضْعِفُوْنَ کا لفظ کہ جس کے معنی ہیں بڑھانے والے زیادہ کرنے والے کے۔ ہر قسم کے اضافہ کو شامل دنیاوی و اخروی سب کو۔ اس کے بعد انسانی فطرت کو توحید کے بارے میں اُبھارتا ہے۔ فقال اَللّٰهُ الَّذِيْ . . . الخ کہ اللہ وہ ہے کہ جس میں یہ اوصاف ہیں پیدا کرنا روزی دینا مارنا پھر جلانا۔ پھر بتاؤ کہ تمہارے معبودوں میں سے کون ہے جو ایسا کر سکتا ہے پھر تمہارا یہ فعل محض بے سود ہے اور تمہارے یہ خیالات محض غلط ہیں۔ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ

الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ﴿۴۱﴾ قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ
كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِیْنَ﴿۴۲﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ
لِلدِّیْنِ الْقَیِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ یَوْمَىٕذٍ یَّصَّدَّعُوْنَ﴿۴۳﴾
مَنْ كَفَرَ فَعَلَیْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ یَمْهَدُوْنَ﴿۴۴﴾ لِیَجْزِیَ
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ﴿۴۵﴾

ترجمہ:...... خشکی اور تری میں انسانوں کے کرتوتوں ہی سے خرابیاں نمودار ہوگئی ہیں تا کہ اللہ لوگوں کو ان کے عمل بد کا کچھ مزا چکھائے تا کہ وہ باز آجائیں ﴿۴۱﴾ کہہ دو ملک میں پھر کر تو دیکھو کہ تم سے پہلوں کا کیا انجام ہوا؟ ان میں سے اکثر تو مشرک ہی تھے ﴿۴۲﴾ پھر آپ اس دن کے آنے سے پہلے کہ جو ٹالے نہ ٹلے گا اپنا رخ سیدھے دین کی طرف قائم رکھیے اس دن لوگ جدا جدا ہو جائیں گے ﴿۴۳﴾ جس نے کفر کیا سو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے اور جو اچھے کام کرتے ہیں سو وہ اپنے لیے سامان کر رہے ہیں ﴿۴۴﴾ تا کہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے اللہ ان کو اپنے فضل سے بدلہ عطا کرے البتہ اللہ ناشکروں (متکبروں) کو پسند نہیں کرتا ﴿۴۵﴾۔

ترکیب:...... لیذیقهم متعلق بظهر ای لیصیر حالهم الی ذلک وقیل التقدیر عاقبهم لیذیقهم۔ کان اکثرهم استیناف من الله متعلق بیاتی۔ ویجوز ان یتعلق بمرد لانه مصدر علی معنی لا یرده الله لتعلق ارادته القدیمة بمجیئه۔ یومئذ بدل من یوم والناصب یصدعون ای یتفرقون کما یقول فریق فی الجنة وفریق فی السعیر من کفر فعلیه کفره ای علیه وبال کفره یمهدون یسوون منزلا فی الجنة لیجزی علة لیمهدون او لیصدعون والاقتصار علی جزاء المؤمنین للاکتفاء علی فحوی قوله انه لا یحب الکفرین۔

تفسیر:...... ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ رد شرک کے قوی دلائل بیان فرما کر اب اس جگہ یہ بات ظاہر فرماتا ہے کہ

بدعملی کے سبب بحر و بر میں فساد:...... فطرت اللہ کے ترک کرنے سے اور کفر و شرک اور ہر ایک قسم کی بدکاری سے جس کا انسان مرتکب ہوتا ہے صرف یہی نتیجہ نہیں کہ دار آخرت کی سعادت سے محرومی نصیب ہوتی ہے بلکہ اور طرح طرح کی عقوبات میں مبتلا ہوتا ہے بلکہ دنیا میں بھی فساد و فتن اور ہر طرح کا رنج و محن دیکھنا پڑتا ہے اور خیر و برکات اٹھ جاتی ہیں۔

فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کے معانی میں علماء کا اختلاف ہے لفظوں کے ظاہری معنی تو یہی ہیں کہ جنگل اور دریا میں انسان کی بدکاری سے خرابی ظاہر ہوگئی۔ وہ کیا کہ انسان پر ان جگہوں میں انواع واقسام کے مصائب پڑنے لگے جنگل یعنی خشکی میں عام ہے کہ شہر کی زمین ہو یا باہر کی بیابان موقع پر بارش نہ ہونا قحط پر قحط پڑنا۔ باغ اور کھیتیوں، نے پھل پھولوں پر آفت آنا۔ آندھی اولوں کا آنا سیلاب کا پھیلنا۔ یا پیداوار کم اور ناقص ہونا۔ یہاں تک کہ مزے میں بھی کم ہونا۔ شیرہ والی چیزوں میں سے کم شیرہ برآمد ہونا۔ مواشی میں مری پڑنا۔ ان کی نسل کم پھیلنا۔ دودھ گھی کم دینا۔ تجارت اور کاروبار میں نفع کم آنا۔ مصارف کا بڑھ جانا۔ ہر چیز کا گراں ہو جانا۔ حاکم کا ظالم وطماع ہونا۔ قانون اور انصاف کے پیرایہ میں رعایا کو تباہ کر دینا۔ باہم بادشاہوں اور قوموں میں جنگ قائم ہو کر ہزاروں کا بے خانماں ہو جانا۔ سینکڑوں کا مارا جانا۔ بیماریوں کی کثرت

ہیضہ کا زور۔ خاردار درختوں اور موذی جانوروں کا بہ کثرت پیدا ہو کر انسان کو تکلیف پہنچانا۔ باہمی الفت و محبت و اتفاق کی جگہ عداوت و بغض و نفاق پھیلنا۔ حیا و شرم کا اٹھ جانا۔ بے حیائی اور فحش کی ترقی ہونا۔ چھوٹوں کا بڑوں سے بے ادب و گستاخ ہو جانا۔ باہم چوری اور زنا کاری اور خوں ریزی اور بدامنی پھیلنا۔ یہ ہیں وہ بلائیں کہ جو انسان کے کرتوت سے پیدا ہوتی ہیں۔ اسی طرح دریا کی بلاؤں کو سمجھ لیجیے۔ بعض کہتے ہیں کہ بحر سے مراد شہر ہے۔ قال عکرمۃ العرب تسمی الامصار بحارا۔ نیشاپوری

فرماتا ہے لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا ... الخ یہ خرابیاں اس لیے ظاہر ہوئیں کہ انسان اپنے کیے کا کچھ دنیا میں بھی تو مزہ اٹھائے تا کہ اس فعل بد سے باز آئے تو بہ کرے مگر افسوس ہے کہ آج کل کے زمانے میں سب خرابیاں ظاہر ہو رہی ہیں مگر بجائے توبہ و استغفار کے الحاد اور بے دینی اور بدکاری کا دریا موج زن ہے۔ فلسفہ کے نزدیک مذکورہ خرابیوں کا باعث انسانی بدکاری نہیں ہو سکتی بلکہ ان کے دیگر اسباب ہوتے ہیں۔ ہم اس کو مانتے ہیں مگر وہ دیگر اسباب بھی تو علت یا علۃ العلل ہی کا فعل قرار دیں گے جو انسانی بدعملی سے ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔

قُلْ سِيْرُوْا ... الخ یہاں سے ان غافلوں کو یہ بتلاتا ہے کہ اگر تم اپنی صنعت اور ہر قسم کی صنائی و دست کاری و شہ زوری و دولت مندی پر گھمنڈ کر کے یہ کہتے ہیں کہ ہم خود ان مصائب کو اپنی تدابیر سے دفع کر دیں گے تو ملک میں پھر کر تو دیکھو کہ تم سے پہلوں کا کیا حال ہوا وہ بھی یہی دعویٰ کیا کرتے تھے اور اکثر شرک میں مبتلا تھے۔

دین قیم پر قائم رہو:...... فَاَقِمْ وَجْهَكَ ... الخ یہاں سے حجت تمام کر کے یہ بات فرماتا ہے اگر کوئی مانے یا نہ مانے تم اے نبی دین قیم یعنی فطرت اللہ پر مستقیم ہو جاؤ۔ ایسے صیغوں سے مراد اور عام لوگ ہوتے ہیں مگر حسن بلاغت کے لیے خطاب پیغمبر علیہ السلام سے کیا جاتا ہے خواہ اس دن سے قیامت کا دن مراد ہو یا اور کوئی برا دن جو ایسی بدکاری کی سزا دینے کے لیے آیا کرتا ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ
الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ
قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ
وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا
فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ* وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ
خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ
كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ

*...... کیف یشاء فی الاطوار المختلفۃ والمقادیر المتنوعۃ والاشکال العجیبۃ وذلک اشارۃ الی بطلان القول بالطبیعۃ المستقلۃ کما توھم الطبیعیون وذلک اظہر دلیل علی وجود الصانع العلیم القدیر السمیع البصیر ۱۲ حقانی۔

اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۞ وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ۞

ترجمہ:......اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ خوشی دینے والی ہوائیں چلایا کرتا ہے اور تا کہ تم کو اپنی رحمت کا کچھ مزہ چکھائے اور تا کہ اس کے حکم سے کشتیاں چلیں اور تا کہ تم اس کے فضل سے روزی تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو۞ اور البتہ آپ سے پہلے بھی ہم نے ان کی قوم کی طرف رسول بھیجے ہیں پھر وہ ان کے پاس نشانیاں لے کر آئے پھر ہم نے مجرموں سے بدلہ لے کر چھوڑا اور ہم پر ایمان داروں کی مدد کرنا ضرور تھا۞ اللہ وہ ہے کہ جو ہوائیں چلاتا ہے پھر وہ اس کو آسمان میں جس طرح چاہتا ہے پھیلاتا ہے اور اس کو گھنگھور گھٹا بناتا ہے پھر تو (اے مخاطب) دیکھتا ہے کہ اس میں سے مینہ برستا ہے پھر جب اس کو اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے پہنچاتا ہے تو جب ہی وہ خوش ہونے لگتے ہیں۞ اور اگر چہ ان پر برسنے سے پیشتر وہ ناامید تھے۞ پھر (اے مخاطب) تو اللہ کی رحمت کی نشانیوں کو تو دیکھ کہ خشک ہونے کے بعد کس طرح سے زمین کو سرسبز کرتا ہے بے شک وہی مردوں کو پھر زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر بات پر قدرت رکھتا ہے۞ اور اگر ہم ہوا کا کوئی ایسا جھونکا چلاویں کہ جس سے وہ اپنی کھیتی کو زرد ہوا دیکھیں تو اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں۞۔

ترکیب:......وکان حقاً حقًا خبر کان مقدم و نصر اسمھا و یجوزان یکون حقا مصدر أو علینا الخبر و یجوزان یکون فی کان ضمیر الشان و حقا مصدر و علینا نصر مبتدا و خبر فی موضع خبر کان کسفاء بفتح السین علی انہ جمع کسفۃ و سکونھا علی ھذا المعنی تخفیف قطعاً متفرقۃ الودق المطر۔

ہواؤں کے چند فوائد

تفسیر:...... بر و بحر میں انسان کی بدکاری کی وجہ سے خرابی ظاہر ہونے کا بیان فرما کر یہ بات بتلاتا ہے کہ اس پر بھی ہم رحیم کریم نظام عالم کو باقی رکھتے ہیں ہوائیں چلاتے ہیں......الخ۔ فقال وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ . . . الخ ہواؤں کے چند فوائد بیان فرماتا ہے کہ جن پر بقاء انسانی موقوف ہے۔

(۱) مُبَشِّرٰتٍ کہ وہ خوشی دیتی ہیں۔ انسان کے بدن پر جب ہوا لگتی ہے تو اس کو فرحت ہوتی ہے اور نیز بارش سے پہلے جب سرد ہوا چلتی ہے تو گویا مینہ کا مژدہ لاتی ہے۔

(۲) وَلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ ہواؤں کی وجہ سے انسان زندہ رہ کر دنیا میں اس کی رحمت اور نعمت کے مزے لیتا ہے اور انہیں سے پھل پھول کھیتی باڑی تیار ہوتی ہے یہی ہیں جو تعفنات کو دور کرتی ہیں یہ دونوں باتیں بر یعنی خشکی کے متعلق ہیں۔

(۳) وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ . . . الخ اس سے دریا میں کشتیاں چلتی ہیں۔

(۴) وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ . . . الخ کہ تم دریائی سفروں کی وجہ سے روزی تلاش کرتے ہو مچھلیوں کا شکار کرتے ہو۔ یہ دونوں باتیں بحر سے متعلق ہیں۔ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ کہ تم شکر کرو سب سے متعلق ہے۔

اور مِنْ اٰيٰتِهٖٓ کے ساتھ تعبیر کرنے میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ہواؤں کا چلانا جس پر مدار زندگی ہے اسی کی قدرت کاملہ کی نشانی ہے تمہارے معبودوں میں سے کون کر سکتا ہے؟ یہ دلیل توحید وجود باری ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا . . . الخ یہاں سے مسئلہ نبوت کو کس لطف کے ساتھ ثابت کر گیا ہے۔ کہ جس طرح نظام عالم جسمانی

کے لیے ہوائیں چلاتے ہیں اسی طرح نظام عالم روحانی کے لیے اپنے فضل سے انبیاء بھیجتے چلے آئے ہیں (کچھ آپ ﷺ ہی کو نیا نبی نہیں بنایا جس پر وہ بدکتے ہیں) جو اپنی قوموں کے پاس آیات و معجزات لے کر آئے تھے۔ پھر جس نے نہ مانا ہم نے اس سے انتقام لیا اور ایمانداروں کی مدد کی کیوں کہ یہ ہم پر لازم تھا کہ ہم ان کی مدد کرتے۔ اس پر کسی کا کوئی حق نہیں نہ کوئی بات لازم ہے مگر اپنے فضل سے وہ لازم کر لیتا ہے اس جملہ میں نہایت اختصار کے ساتھ رسولوں کا بھیجنا اور ان کی امتوں پر سرکشی سے عذاب آنا ایمان والوں کا نجات پانا بیان فرمادیا اور مخاطبین کو اسرار نبوت سمجھا کر متنبہ کر دیا۔ مسئلہ اثبات وجود باری و توحید اور مسئلہ نبوت کو کس لطف، کے ساتھ ثابت کر دیا۔ اس کے بعد مسئلہ معاد کو ثابت کرتا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ . . . الخ یہاں سے اور دوسری نعمت ظاہر فرماتا ہے کہ جس پر نظام عالم منحصر ہے وہ کیا؟ بارش کا بھیجنا۔ پھر اس سے زمین کا شاداب کرنا پھر اس نعمت کے بیان میں کیا کیا اشارات لطیفہ ہیں۔

چند اشارات لطیفہ:

(۱) اَللّٰهُ الَّذِیْ سے شروع کیا کہ یہ کام جس کا ہے وہ اللہ ہے نہ کہ تمہارے خیالی معبود۔

(۲) یُرْسِلُ الرِّیٰحَ کو مقدم ذکر کیا کہ مینہ سے پہلے ہم کیسی ہوائیں چلاتے ہیں پھر وہ ہوائیں بدلیاں اٹھالاتی ہیں پھر اس کو آسمان پر ابر بنا کر کس طرح پھیلاتی ہیں کیف یشاء مگر جس طرح اللہ چاہتا ہے کہیں کم کہیں زیادہ کبھی ہر جگہ مساوی کبھی سیاہ رنگ کے بادل کبھی اور رنگ کے پھر سب کو گھنگھور گھٹا کر دیتا ہے۔ پھر اس میں سے مینہ برساتا ہے جس کو چاہتا ہے اس سے بہرہ مند کرتا ہے جس کو چاہتا ہے محروم رکھتا ہے پھر اس سے بندے کیسے خوش ہو جاتے ہیں۔ حالاں کہ اس سے پہلے کہ جہان میں گرد و غبار اور گرمی بے شمار تھی کیسے ناامید تھے۔

(۳) یُرْسِلُ کو بلفظ مضارع بیان فرمایا کہ ایک بار نہیں بلکہ ہمیشہ سے ہم یوں ہی کیا کرتے ہیں۔

(۴) پھر اس نعمت سے مسئلہ معاد کو کس لطف کے ساتھ ثابت کیا کہ جس طرح ہم زمین کو زندہ کر دیتے ہیں جس کا ہر سال تم معائنہ کرتے ہو اسی طرح لَمُحْیِ الْمَوْتٰی ہم مردوں کو زندہ کر دیں گے ہم ہر بات پر قادر ہیں۔ اس کے بعد انسان کی ناشکری کرنے کی عادت بیان فرماتا ہے فقال وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا . . . الخ کہ اگر ہم ایسی ہوا چلا دیں کہ جس سے کھیتی خشک ہو جائے تو پھر کیسے ناشکر ہو جاتے ہیں اور کیا کیا منہ سے بکنے لگتے ہیں۔

فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ۝۵۲ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۵۳ ع

ترجمہ:...... پھر آپ تو نہ مردوں کو اور نہ بہروں کو آواز سناتے ہیں (خصوصاً) جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں ۝۵۲ اور نہ آپ اندھوں کو گمراہی سے ہدایت کر سکتے ہیں آپ تو صرف انہیں کو سناتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں سو وہی مان لیتے ہیں ۝۵۳

ترکیب:...... لا تسمع خبر ان۔ اذا متعلق بتسمع۔ مدبرین حال من فاعل ولوا۔ انت اسم ما بھد العمی خبرہ والباء زائدۃ۔

تفسیر:...... یہاں تک توحید و نبوت و معاد کے مسائل کو براہین قاطعہ و حجج ساطعہ سے ایسا ثابت کیا تھا کہ جو کوئی ذرا بھی عقل سلیم رکھے تو خود سمجھ لے اور جو اس سے بھی بلید الذہن ہو تو ان کی کیفیت کسی سے سن کر مان لے مگر کفار مکہ اپنی بدقسمتی اور ازلی محرومی سے اس

مرتبہ میں بھی نہ تھے اس پر بھی ان کا وہی اصرار وہی انکار چلا جاتا تھا تو اب ان کی نسبت یہی صادق آ گیا تھا کہ وہ حیات انسانی سے بہرہ ور نہیں گویا مردے ہیں اور نہ ان کے حواس سلیمہ بجا ہیں اندھے بہرے بھی ہیں۔

آنحضرت ﷺ کو تسلی: ......ان آیات میں اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ اس میں آپ کا کیا قصور ہے؟ یہ مردے ہیں آپ مردوں کو سنانے نہیں آئے، اور بہرے ہیں۔ ایسے بہروں کو جو پیٹھ پھیر کر بھاگ اٹھیں تو آپ انہیں بھی نہیں سنا سکتے۔ کاش بہرے ہوتے اور سامنے آتے ہاتھوں کے اشارے سے ہی سمجھ جاتے، مگر جب کہ انہوں نے یہ قصد مصمم کر لیا کہ ہم ہرگز نہیں مانیں گے تو گویا پیٹھ پھیر کر بھاگ اٹھے اور یہ ازلی اندھے ہیں آپ ان کو کیوں کر رہنمائی کر سکتے ہو۔ آپ صرف ان لوگوں کے سنانے کو آئے ہیں کہ جن میں ایمان لانے کا مادہ اور صلاحیت ہے جس کو اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا کے ساتھ اس لیے تعبیر کیا کہ ان کی قابلیت واستعداد فعلیت کے مرتبہ کے پاس آ گئی ہے پس وہی مانتے ہیں، فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى سے لے کر فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ تک یہ مطلب ہوا۔

فَاِنَّكَ میں جو ف آئی ہے وہ اس لیے کہ وہ مردے ہیں حیات انسانی ان میں نہیں بس آپ مردوں کو نہیں سناتے۔ اَلْمَوْتٰى سے مراد وہی کفار ہیں کہ جن کو مردوں سے تشبیہ دی گئی۔ اور الصُّمَّ سے مراد بھی وہی لوگ ہیں کہ جن کو بہروں سے تشبیہ دی گئی۔ اور الْعُمْيِ سے بھی وہی مراد ہیں کہ جن کو اندھوں سے تشبیہ دی گئی۔ میت، صم، عمی کے الفاظ کا اطلاق حقیقت عرفی کے مطابق اسی متعارف مردے بہرے اندھے پر ہوتا ہے جو ظاہری جان نہ رکھے، نہ ظاہری کان نہ ظاہری آنکھ۔ مگر کنایہ کے طور پر یا مجاز بعلاقہ تشبیہ ایسے لوگوں پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔

اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ کی قید کا فائدہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو بھاگ اٹھے تو پھر کسی طرح بھی سمجھ نہیں سکتا سننا تو درکنار اور اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ کے معنی بھی معلوم ہو گئے کہ جن میں ایمان کی قابلیت ہے۔ پس اب یہ اعتراض بھی اٹھ گیا جو اللہ کی آیتوں پر خود ایمان لاتے ہیں ان کو سنانے کی کیا ضرورت؟ تحصیل حاصل ہے۔

سماع موتیٰ کا مسئلہ: ......ان آیات سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ مردہ نہیں سنتا اور ان کی سند میں کچھ احادیث واقوال بھی پیش کرتے ہیں۔ آج کل یہ مسئلہ سماع موتی باہمی قیل وقال کا بڑا میدان ہو رہا ہے اگرچہ اس کی پوری تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے مگر مختصراً کچھ بیان کرتا ہوں۔ ان آیات میں تو عدم سماع موتی کا اشارہ تک بھی نہیں اس لیے ان سے استدلال کرنا بے فائدہ بات ہے رہے احادیث واقوال ان سے بھی صاف نہیں معلوم ہوتا کہ میت سن نہیں سکتی بلکہ بہت سی صحیح احادیث اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ مردے زندوں کی آواز سنتے ہیں۔

ازانجملہ وہ احادیث جو زیارت قبور کی بابت وارد ہیں جن میں مردوں سے خطاب کر کے کلام کیا جیسا کہ ترمذی نے ابن عباس ؓ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ مدینہ کے قبرستان پر سے گزرے تو یہ فرمایا السلام علیکم یا اھل القبور۔ اور اسی طرح مسلم نے عائشہ ؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بقیع ❶ میں جا کر یہ فرمایا السلام علیکم دار قوم مؤمنین . . . الخ اور ایسا ہی تعلیم بھی فرمایا۔

ازاں جملہ احادیث عذاب قبر میں جیسا کہ بخاری ومسلم نے انس ؓ سے روایت کیا ہے نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب میت کو قبر میں رکھ کر اس کے لوگ واپس پھرتے ہیں تو انہ یسمع قرع نعالھم وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے...... الخ ازاں جملہ وہ جو بدر کے روز آنحضرت ﷺ نے کفار قریش کے مقتولوں سے خطاب کر کے فرمایا تھا کہ تم نے آج دیکھ لیا اللہ کا وعدہ سچا ہے جس پر حضرت عمر ؓ نے

❶ مدینہ میں شہر سے باہر شرقی رخ ایک قبرستان ہے ۱۲۔

عرض کیا حضرت! یہ کیا سنتے ہیں؟ فرمایا تم سے بھی زیادہ سنتے ہیں لیکن جواب نہیں دیتے۔ اس کو بھی بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ نقلی دلائل کے جواب ہو چکے۔

فائدہ: موتٰی کی بحث:......اب رہی بحث عقلی، سو عقل سلیم بھی کہتی ہے کہ مر کر جسم سے روح کا تعلق بدن سے منقطع ہو جاتا ہے وہ جو حواس کے ذریعہ سے کام لیتا تھا اب تجرد کی وجہ سے ان کے بغیر کام لیتا ہے۔ خصوصاً حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام، ان کے ادراک کا تو کیا ٹھکانا ہے؟ رہی یہ بات کہ ان کو قاضی الحاجات مستقل بنا کر پوجا جائے جیسا کہ جہلا کا دستور ہے وہ ان کی ممات پر کیا موقوف ہے حیات میں بھی منع ہے۔ ان کے مقابر مقدسہ سے فیوض و برکات بے شک جاری ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَةً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ ﴿۵۴﴾ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ۬ مَا لَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا یُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰی یَوْمِ الْبَعْثِ ؗ فَهٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَیَوْمَئِذٍ لَّا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمہ:......اللہ ہی ہے کہ جس نے تم کو کمزوری کی حالت سے پیدا کیا پھر کمزروی کے بعد قوت عطا کی پھر قوت کے بعد ضعف اور بڑھاپا بنایا وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہی علم (اور) قدرت والا ہے ﴿۵۴﴾ اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو گنہ گار قسمیں کھائیں گے کہ ہم ایک گھڑی سے زیادہ (دنیا میں) نہیں ٹھہرے ایسے ہی (دنیا میں بھی) بہکے ہوئے تھے ﴿۵۵﴾ اور علم اور ایمان والے کہیں گے کہ تحقیق اللہ کے دفتر میں تم قیامت تک ٹھہرے رہے ہو سو یہ ہے قیامت کا دن لیکن تم تو اس کو جانتے ہی نہ تھے ﴿۵۶﴾ پس اس دن ظالموں کا عذر کرنا کچھ بھی فائدہ نہ دے گا اور نہ ان کا عذر قبول کیا جائے گا ﴿۵۷﴾۔

ترکیب:......الضعف بالفتح و الضم لغتان۔ من ضعف من للابتداء ای ابتدأ کم ضعفاء و اساس الانسان الضعف کما قال خلق الانسان من عجل أی من العجلة و یمکن ان یقال خلقکم من اصل ضعیف و هو النطفة علی ان یاول المصدر باسم الفاعل او علی تقدیر المضاف و یوم تقوم الساعة و العامل فیه یقسم ای یحلف مالبثوا فی الدنیا او فی القبور۔ فی کتب اللہ أی فی علمه او اللوح المحفوظ۔ فیومئذ أی یوم کان کذا لاینفع المعذرة۔ الذین مفعول للاینفع معذرتهم مصدر مضاف الی الفاعل و المجموع فاعله و لاهم یستعتبون ای لایدعون الی مایزیل عنهم عتبهم أی غضبهم۔

تفسیر:......اَللّٰهُ الَّذِیْ... الخ یہاں سے پھر دلائل توحید شروع ہوتے ہیں۔

(توحید):...... پہلے دلائل الانفس ہیں کہ جو انسان کی ذات اور اس کے حالات سے متعلق ہیں فرماتا ہے اللہ وہ ہے کہ جس نے تم کو

کمزوری کی حالت میں پیدا کیا یعنی تمہاری ابتداء نہایت کمزوری کے ساتھ تھی، تمہاری بنیاد کمزور تھی جیسا کہ فرمایا وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا یا یوں کہو تم کو ایک کمزور چیز سے بنایا وہ کیا؟ منی جو ایک قطرۂ آب ہے۔ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً پھر کمزوری کے بعد تم کو توانائی دی تا کہ بالغ ہونے کے بعد یا تمہارے ابدان سے روح متعین ہونے کے بعد۔ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَّشَیْبَةً یہ تیسری حالت ہے کہ قوت کے بعد پھر تم کو کمزور اور بوڑھا کر دیتا ہے یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ وہ جو چاہتا ہے بناتا ہے اپنے احوال مختلفہ ہی میں غور کرلو کہ تمہاری کیسی صورتیں مختلف بنائیں پھر تم کو قوت اور ضعف کے میدان میں کیسی الٹی پلٹیاں دیں۔ پھر اس کے علیم وقدیر ہونے میں کیا شک؟ ایسے علیم وقدیر کے نزدیک قیامت قائم کر کے مردوں کو زندہ کرنا اور ان سے حساب وکتاب لینا کیا بعید ہے؟ اس لیے فرماتا ہے وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اس جگہ قیامت کی قدرے کیفیت بیان فرماتا ہے۔ اور قرآن کی عادت ہے کہ مبدء کے معاد ذکر فرمایا کرتا ہے۔

آخرت میں دنیا کی زندگی بہت کم معلوم ہوگی: ...... وہ کیفیت یہ ہے یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ مَا لَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَةٍ گنہگار قسم کھا کر کہیں گے دنیا میں ہم ایک ساعت سے زائد نہیں رہے تھے۔ قیامت کے شدائد کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی اور سال لہا سال کی عیش وکامرانی ایک گھڑی بھر کی معلوم ہوگی۔ وہاں یہ غلط پنداری جائے گی كَذٰلِكَ كَانُوْا یُؤْفَكُوْنَ دنیا میں بھی ایسے ہی خیال غلط اور اوہام باطلہ میں پڑے ہوئے تھے۔ اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک کرتے تھے دنیا کی چند روزہ کامرانی کو عیش جاودانی سمجھے ہوئے تھے، آخرت سے غافل ہو کر اسی کے فکر میں لگے ہوئے تھے۔ پس جس طرح دنیا میں ان کی غلط پنداری کو اہل علم انبیاء علیہم السلام یا ان کے نائب ظاہر کر کے راہ حق بتلانے کی کوشش کرتے تھے، پر یہ اس سچ کو جھوٹ جانتے تھے، اسی طرح دار آخرت میں اصلی بات بتلا دیں گے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ ... الخ کہ تم دفتر الٰہی میں لکھے کے موافق قیامت تک ٹھہرے تھے پس یہ قیامت موجود ہے جسے تم بھولے ہوئے تھے وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ مَا لَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَةٍ مرنے کے بعد عالم برزخ میں ٹھہرنے کی بابت کفار کہیں گے جیسا کہ آیا ہے مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا کہ کس نے ہم کو ہماری خواب گاہ سے بیدار کر دیا۔ اس تقدیر پر اہل علم وایمان کا جواب بہت ٹھیک ہو جائے گا کہ تم یوم البعث تک ٹھہرے ہو۔ اول قول یعنی قیام دنیا مراد لینے کی صورت پر بھی یہ جواب ٹھیک ہو سکتا ہے اس لیے کہ ان کا کلام جماعت کفار کے مقابلہ میں ہوگا اور گو ہر ہر شخص نہیں، جماعت کفار تو دنیا میں یَوْمِ الْبَعْثِ تک ٹھہری تھی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عالم برزخ کا قیام بھی دنیا کے قیام کا اثر ہے، واللہ اعلم۔

فَیَوْمَئِذٍ لَّا یَنْفَعُ ... الخ فرماتا ہے اس روز ظالموں کا کوئی عذر نہ قبول ہوگا۔ وَلَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ لا یطلب منهم العتبی ای الرجوع الی ما یرضی اللہ۔ جلالین۔ یعنی کسی نیک کام کرنے اور اللہ کی طرف رجوع کرنے کی مہلت نہ ملے گی۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰیَةٍ لَّیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا یَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِیْنَ لَا یُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

ترجمہ:......اور البتہ اس قرآن میں ہم نے لوگوں کے لیے ہر ایک قسم کی مثال بیان کر دی ہے۔ اور اگر آپ ان کے پاس کوئی بھی نشانی لائیں تو جو منکر ہو گئے یہی کہیں گے کہ تم (اے مسلمانو) محض فریبی ہو۞ اللہ نادانوں کے دلوں پر اسی طرح سے مہر کر دیا کرتا ہے۞ (۵۹)
پس (اے نبی) صبر کیجیے بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے اور یقین نہ کرنے والے آپ کو خفیف نہ کرنے پائیں۞۔

ترکیب:......من کل مثل فی محل النصب لکونہ مفعو لا لضربنا أی بیناہ للناس متعلق بضربنا أی ان القرآن مشحون بقصص واخبار کلھا کالمثل السائر فی غرابتھا وحسن مواقعھا فصار القرآن فی کل ماجاء بہ کالامثال السائرۃ حتی لایمجھا الطبائع الصافیۃ کذلک أی مثل ذلک الطبع۔

تفسیر:......مسئلہ معاد کے بعد مسئلہ رسالت پر کس لطف کے ساتھ کلام تمام کرتا ہے۔

مسئلہ رسالت سے متعلق دو باتیں:......فقال وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ۔ مسئلہ رسالت کی بابت دو باتیں ہیں۔

اول:......سب سے بڑھ کر اس کتاب کی خوبی پر نظر کی جاتی ہے کہ جس کو رسول اللہ کا دستور العمل بتلا کر عالم کو اس پر چلنے کا حکم دیتا ہے اور جس کو اللہ کی بھیجی ہوئی کتاب کہتا ہے کیوں کہ اس کتاب میں اگر یہ خوبی نہ ہو تو وہ بندوں کی حاجات کو کافی نہ ہو اور انسانی جذبات یا اس کے طبعی جزر و مد میں پوری رہبر نہ ہو، پس وہ کتاب اللہ نہیں۔ ہر شخص کا کلام خود کہہ دیتا ہے کہ میں کس کا کلام ہوں۔ بادشاہوں کی بات چیت میں سے وہی شاہی رعب و داب ٹپکتا ہے۔ حکیم کا کلام حکمت سے پر ہوتا ہے۔ شہوت پرست کے کلام میں شہوانی خیالات ہوتے ہیں اسی طرح اللہ کا کلام اس کے حوصلہ کے موافق ہوتا ہے (دیکھو آج کل جو کتابیں اہل کتاب کے ہاتھ میں ہیں یا اور لوگ جن کو کتاب الٰہی کہتے ہیں ان کے مطالب پر غور کرو صاف معلوم ہو جائے گا یہ کلام اللہ کے لائق نہیں بلکہ کسی مورخ یا خیالات باطلہ کے پابند کا کلام معلوم ہوتا ہے) اس پہلی بات کے لیے یہ جملہ ولقد ضربنا ارشاد فرمایا کہ قرآن میں لوگوں کے لیے ہر حاجت کا پورا کرنے والا کلام ہے اور کلام بھی فلسفیانہ ایچ پیچ میں نہیں بلکہ ایسا کہ جیسے مثالیں ہوتی ہیں کہ جن کو طبائع بشریہ بہت جلد قبول کر لیتی ہیں۔

دوسری بات:...... جو نبوت اور رسالت کے متعلق ہے معجزات ہیں جن کو آیات کہتے ہیں اس کی بابت فرماتا ہے وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ ... الخ کہ ان کفار مکہ کا انکار اور ہٹ دھرمی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اگر آپ ان کے پاس کوئی بڑے سے بڑا معجزہ بھی لائیں یا کسی قسم کی کوئی نشانی دکھائیں تو وہ ہرگز نہ مانیں گے بلکہ آپ کو جھوٹا بتلا دینگے۔ انسان کی جب یہ حالت ہوتی ہے کہ جس کو دلوں پر اللہ کی مہر کرنے کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے تو اس کی نسبت صاف یہی کہا جاتا ہے كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ کہ ان نادانوں سرکش جاہلوں کے دلوں پر اللہ نے مہر کر دی اور وہ ایسا ہی کر دیا کرتا ہے یعنی تقدیر ازلی نے ان کو اس قابل ہی نہیں رکھا کہ وہ نبی کی بات مانیں۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کا دستور یوں جاری ہے ان کے لیے گو وہ ہزار درخواست کریں معجزہ نہیں دکھایا جاتا کیوں کہ اگر معجزہ دکھایا جائے اور نہ مانیں تو اور بھی عتاب الٰہی میں گرفتار ہوں۔

ف:...... آریہ، عیسائی وغیرہ قرآن مجید پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی ذات میں عیب ثابت کرتا ہے جیسا کہ دلوں پر مہر کر دینا، گمراہ کر دینا وغیرہ۔ باوجود دعوائے ہدایت کے ایسا فرمانا اور بھی اس کی شان سے بعید ہے۔ اس اعتراض کا جواب ہم بارہا دے چکے ہیں کہ ہر کتاب ہر زبان میں ہر متکلم کے محاورات مخصوص ہوتے ہیں۔ جب تک ان کو نہیں معلوم کیا جاتا ایک سرسری نظر کا شخص حیرت میں پڑ جاتا ہے۔ دلوں پر مہر کر دینا، آگے پیچھے گمراہی کی دیوار کھینچ دینا، ان کی ازلی کوری اور اس پر ان کے افعال ارادیہ سے اسباب گمراہی پیدا کر لینا مراد ہے۔ جس کو بطور سرزنش کے بیان فرمایا جاتا ہے اور اعتراضات کا بھی ایسا ہی حال ہے ۱۲ منہ

معجزات نہ دکھانے کا ثبوت انجیل سے:......خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایسے موقع پر معجزات دکھانے سے انکار کیا ہے دیکھو انجیل متی کے سولہویں باب کے شروع میں یہ ہے۔

''فریسیوں اور صدوقیوں نے آ کے آزمایش کے لیے اس سے چاہا کہ ایک آسمانی نشان ہمیں دکھا، اس نے جواب میں ان سے کہا ......الخ اس زمانے کے بد اور حرام کار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں پر یونس بن متی کے نشان کے سوا کوئی نشان دکھایا نہ جائے گا۔''

اور اسی طرح انجیل مرقس کے آٹھویں باب کے گیارہویں ورس میں یہ ہے تب فریسی نکلے اور اس سے حجت کر کے اس کے امتحان کے لیے آسمان سے کوئی نشان چاہا اس نے اپنے دل سے آہ کھینچ کے کہا کہ اس زمانے کے لوگ کیوں نشان چاہتے ہیں میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانے کے لوگوں کو کوئی نشان دیا نہ جائے گا۔'' اور اسی طرح قرنتھوں کے اول باب ۲۲ ورس میں ہے۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں معجزہ دکھانے سے انکار آیا ہے وہ اسی قسم کا ہے۔ پادری آنکھ بند کر کے اعتراض جما دیا کرتے ہیں۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ جب مخالف کی یہ حالت ہو جاتی ہے تو پھر اس سے سیکڑوں تکالیف اور بدکلامی برداشت کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ اور ایمانداروں کو صبر کا حکم ہوا اور تسلی دی گئی کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے ان پر ضرور عذاب آئے گا اور ایماندار دنیا آخرت میں کامیاب ہوں گے۔

وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ . . . الخ اور اے نبی! آپ ان کے تمسخر سے دل میں خفیف نہ ہونا۔ یا یہ معنی کہ ان کے مقابلہ میں آ کر آپ کوئی خفیف بات نہ کریں جو شان نبوت کے برخلاف ہو، واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

اٰیَاتُھَا ۳۴ (۳۱) سُوْرَۃُ لُقْمٰنَ مَکِّیَّۃٌ (۵۷) رُکُوْعَاتُھَا ۴

مکیہ ہے اس میں چونتیس آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳﴾ الَّذِيْنَ
يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ
عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ
لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ
لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۶﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا
كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۷﴾

ترجمہ:......الٓمّٓ ① یہ آیتیں ہیں حکمت والی کتاب کی ② جو ہدایت ورحمت ہے نیک بختوں کے لیے ③ وہ جو نماز ادا کرتے اور زکوٰۃ دیتے اور آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں ④ یہی لوگ اپنے رب کی ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح بھی پانے والے ہیں ⑤ اور کچھ ایسے آدمی بھی ہیں جو کھیل کی باتیں (قصہ کہانیاں) خریدا کرتے ہیں تاکہ بے سمجھے بوجھے لوگوں کو اللہ کے رستے سے بہکائیں اور اللہ کی آیتوں کی ہنسی اُڑائیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو ذلت کی سزا ہونی ہے ⑥ اور جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو اکڑ کر منہ پھیر لیتا ہے گویا کہ ان کو سنا ہی نہیں گویا اس کے کانوں ٹینٹیاں ہیں پس (اے نبی!) اس کو عذاب الیم کا مژدہ سنا دو ⑦۔

ترکیب:......هدى ورحمة حالان من الآيات والعامل فيهما معنى الاشارة وتكرير ضمير هم للتوكيد ولما فصل بينه وبين خبره الذين مبتدا اولئک . . . الخ الجملة خبره ويتخذها بالنصب عطفا على ليضل والرفع عطف على يشترى والضمير يعود على السبيل وقيل على الحديث لانه يراد به الاحاديث وقيل على الآيات كان لم يسمعها موضعه حال والعامل ولىٰ كان بدل منها۔

تفسیر: رحمت سے پر کتاب:...... چوں کہ اخیر سورۂ روم میں وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فرمایا تھا جس میں اعجاز قرآن کی طرف اشارہ تھا اور اس کے بعد قوم کی سرکشی بیان ہوئی تھی۔ ان دونوں باتوں کی تاکید اس سورت کے اوائل میں فرماتا ہے۔ اور سورت کو انہیں مفردات الم کے ساتھ شروع کیا۔ اس رمز کے لیے کہ جس کا ہم سورۂ عنکبوت کی ابتداء میں ذکر کر آئے ہیں۔ اس جگہ

الف سے اشارہ اللہ کی طرف اور ل سے جبریل علیہ السلام کی طرف اور م سے محمد ﷺ کی طرف ہے۔ جس کے یہ معنی کہ یہ کتاب اللہ نے جبریل کے واسطہ سے محمد ﷺ پر نازل فرمائی۔ پھر اس کی تصریح تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ میں کر دی کہ یہ آیات کتاب پُر حکمت کی ہیں۔

پہلی بات کی تاکید الْمُفْلِحُوْنَ تک ہے۔

رحمت سے پُر کتاب:...... ان جملوں میں بظاہر کتاب یعنی قرآن مجید کی مدح ہے کہ یہ کتاب پُر حکمت ہے جو کچھ اس میں ہے وہ بندوں کے لیے عین حکمت ہے نیک بختوں کے لیے ہدایت ہے۔ ان کو مقاصد دینی و دنیاوی میں راہ راست دکھاتی ہے اور نیز رحمت بھی ہے کہ بہ نسبت امم سابقہ کے اس امت کے لیے اس میں نہایت سہل احکام ہیں اور نیز یہ بھی ہے کہ اس کے ماننے والے تلاوت کرنے والے پر اللہ کی رحمت بھی ہوتی ہے اور نیز قرآن پر عمل کرنے والے کے دل میں رحمت یعنی نرم دلی پیدا ہوتی ہے۔ یہ کتاب رحم دلی کا برتاؤ سکھاتی ہے۔ اگر میں ان آیات اور احادیث کو اس بارے میں نمونہ کے طور پر بھی لکھوں تو ایک جداگانہ کتاب تیار ہو جائے۔

نیک بخت لوگوں کا تذکرہ:...... الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ سے مُحْسِنِيْنَ کا بیان ہوتا ہے کہ مُحْسِنِيْنَ یعنی نیک بخت لوگ کون ہیں؟ وہ ہیں جو نماز ادا کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اس میں حکمت عملیہ کے دونوں جز بدنی اور مالی عبادت آ گئی۔

وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اور آخرت پر یقین بھی رکھتے ہیں۔ یہ حکمت نظریہ کے جمیع اجزاء کو شامل ہے اس لیے کہ جو دار آخرت پر ایمان رکھتا ہے ضرور اللہ تعالیٰ پر بجمیع صفاتہ بھی ایمان رکھتا ہے جو دار آخرت میں جزاء و سزا کا دینے والا ہے اور اسی طرح ملائکہ اور انبیاء اور کتب منزلہ پر بھی ایمان رکھتا ہے جو دار آخرت کے لیے سعادت کے ہادی اور شقاوت سے مانع ہیں۔ اب ایمان اور عمل صالح دونوں کا ہونا نیک بختی میں ضروری ہے اور ایمان میں دار آخرت کا ذکر اس لیے ہوا کہ یہی مسئلہ اہم تھا۔ مخالف زیادہ تر اسی کے منکر تھے۔ اور اعمال صالحہ کے بعد اس کا ذکر اس لیے آیا تاکہ معلوم رہے کہ اعمال صالحہ نماز و خیرات آخرت کا توشہ ہے۔ سورۂ بقرہ میں هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ آیا تھا اور یہاں هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ آیا۔ ایک تو ہدایت کے بعد رحمت کا لفظ زیادہ ہوا اس لیے محسنین کا لفظ بھی آیا اس لیے کہ احسان کا مرتبہ تقویٰ سے بالا ہے۔ کیوں کہ حدیث جبریل علیہ السلام کہ جس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے اسلام و ایمان کے بعد احسان کی بابت سوال ہوا ہے جس کے معنی آنحضرت ﷺ نے یہ بیان فرمائے۔

تَعْبُدَ اللّٰهَ ... الخ کہ اللہ کی یہ سمجھ کر عبادت کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ نہ ہو تو یہ سمجھ لو کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

پس جس طرح کتاب کے حق میں ازدیاد کیا گیا تو اسی طرح کتاب سے نفع اٹھانے والے کے حق میں اور زیادہ مدح کا لفظ آیا۔

ولطفہ مما لا یخفی علی ارباب البصیرۃ۔ پھر ان کے لیے دو باتیں انعام میں عطا کرتا ہے۔

اول اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر قائم ہیں نہ وہ کہ جو دیگر اعمال بد کر کے ان کو سعادت کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ گویا ان کے ہدایت پر ہونے کی اللہ نے شہادت ادا کر دی پورا اطمینان دلا دیا۔

دوسری وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ کہ یہی فلاح پانے والے ہیں۔ دنیا میں بھی آخرت میں بھی نہ ان کے برخلاف لوگ۔ نجات کا بھی پورا اطمینان کر دیا۔ اور اپنے نیک بندوں کو بھی بتلا دیا۔

لہو ولعب:...... اس کے بعد اس طریقہ فلاح کے برخلاف لوگوں کا ذکر فرماتا ہے وہ لوگ کہ جن کا ذکر وَلَىِٕنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ ... الخ میں آیا تھا کہ جو آیات الٰہی کے منکر ہیں۔ پس فرماتا ہے، وَمِنَ النَّاسِ ... الخ کہ ایسے بھی لوگ ہیں جو بے ہودہ باتیں لوگوں کو اللہ کے رستہ سے بہکانے کے لیے خریدا کرتے ہیں۔ لَهْوَ الْحَدِيْثِ الاضافۃ بمعنی من ای الحدیث الذی ھو لھو و منکر (نیشاپوری) مایلھی

عمایعنی کالا حادیث التی لا اصل لھا والاساطیر التی لا اعتبار فیھا والمضاحیک وفضول الکلام (بیضاوی) کہ لہو الحدیث لایعنی اور بے فائدہ کلام جیسا کہ وہ باتیں کہ جن کی اصل نہ ہو اور وہ قصے کہ جن میں کچھ عبرت نہ ہو اور ہنسانے والی باتیں اور فضول کلام۔

لہو الحدیث کی تفسیر:......ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ لہو الحدیث راگ ہے (مدارک)۔ قرطبی کہتے ہیں لہو الحدیث کی تفسیر میں جو عمدہ بات کہی گئی ہے یہ ہے کہ اس سے مراد راگ ہے اور یہی صحابہ اور تابعین کا قول ہے۔ اور بخاری نے الادب المفرد میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد غنا یعنی راگ ہے اس کو وہ قسم کھا کر کہتے تھے۔ ابوطیب طبری کہتے ہیں کہ علماء امصار راگ کے ممنوع اور مکروہ ہونے پر متفق ہیں، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ لہو الحدیث میں بے فائدہ باتیں اور لغو قصے کہانیاں اور ہنسی مسخرے پن کی باتیں داخل ہیں جن سے محفلیں گرم کی جاتی ہیں اس میں وہ اشعار بھی داخل ہیں کہ جن میں معشوقوں کے خد و خال اور اعضاء مستورہ کی توصیف اور دیگر شہوت انگیز باتیں ہوتی ہیں۔ اور بہت سے علماء کے نزدیک راگ بھی مطلقاً اس میں داخل ہے اور ستار، سارنگی وغیرہ تو بالاتفاق حرام ہیں۔ فقہا، ومحدثین کا اس پر اتفاق ہے۔ باجوں میں طبل غازی اور عیدین اور شادیوں میں دف بجانا مستثنیٰ ہے۔ مگر نفس راگ میں قدرے کلام ہے۔ وہ یہ کہ شہوت انگیز مضامین کا گانا حرام ہے۔ رہے وہ اشعار کہ جن میں دنیا کی نفرت اور اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ پس جس طرح ان اشعار کا تصنیف کرنا ممنوع نہیں اسی طرح کسی خاص وقت میں ان کا سننا بھی ممنوع نہیں خواہ وہ خوش آوازی کے ساتھ ہو یا بغیر اس کے ان احادیث واقوال پر نظر کر کے جو اس کی اباحت کی طرف اشارہ کرتے ہیں عوارف المعارف اور احیاء العلوم میں اس کا بخوبی فیصلہ کر دیا ہے۔ اور اس کی بھی اباحت اہل اللہ کے لیے مخصوص کی ہے جن پر غلبۂ حال اور شوق ہے پھر اس کے لیے مکان اور زمان اور اہل مجلس کے اہل ہونے کی قید لگائی ہے۔ بعض صوفیۂ کرام جو راگ سنتے تھے انہیں احتیاطوں سے نہ اس طور سے کہ جیسا آج کل مروج ہے اس کے ممنوع ہونے میں کسی اہل علم کو کلام نہیں (تفسیر احمدی وغیرہ)۔

ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت ایک قریشی کی بابت نازل ہوئی ہے جو ایک گانے والی چھوکری خرید کر لایا تھا۔ اور جویبر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نضر بن حارث کے حق نازل ہوئی ہے جو گانے والی چھوکریاں خرید کر لاتا تھا جس کو سنتا تھا کہ وہ اسلام لانا چاہتا ہے اس کے پاس بھیجتا تھا اور گانا سنواتا اور شراب پلاتا اور کہتا تھا یہ بہتر ہے یا وہ باتیں کہ جن کی طرف تم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلاتا ہے کہ نماز پڑھو روزہ رکھو جہاد کرو۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ رستم واسفندیار کے قصے بھی لاتا تھا جن کو لوگوں کو سنا کر قرآن سے روکتا اور یہ کہتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عاد وثمود کے قصے سناتا ہے میں رستم واسفندیار کے (مدارک)۔ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا کہ وہ آیات الٰہی کے ساتھ تمسخر کرتا ہے۔ اس کج رو کے دو فعل بیان ہوئے۔ اول یہ کہ وہ لَهْوَ الْحَدِيْثِ اللہ کے رستہ سے روکنے کے لیے خریدتا ہے کہ لوگ اس طرف متوجہ ہوں، اس کو چھوڑ دیں۔ دوسرا یہ کہ وہ اللہ کے رستہ یا اس کی آیات سے تمسخر کرتا ہے یا ان لہو الحدیث کو مسخری کے لیے اختیار کرتا ہے۔ اس تمسخر کی سزا بیان فرماتا ہے، اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ کہ ان کو ذلت کا عذاب ہوگا۔ عذاب بمقابلہ لہو الحدیث خرید کر گمراہ کریں گے ذلت تمسخر کے سبب۔ اور تمسخر کا نتیجہ ذلت ہے۔ ٹھٹھے باز آدمی کا رعب نہیں رہا کرتا۔ نظروں میں ذلیل ہو جاتا ہے۔

قرآن سے منہ موڑنے والوں کے لئے عذاب:......وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا ... الخ یہ اس بدکردار کی تیسری حرکت ناشائستہ ہے کہ جب اس کو آیات الٰہی پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ تو منہ توڑ کر اس طرح چل دیتا ہے کہ گویا سنا ہی نہیں اور گویا اس کے کانوں میں ثقل ہے یعنی بہرا ہے اس کی سزا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ کہ اس کو دردناک یعنی بڑے دکھ دینے والے عذاب کا مژدہ سناؤ کہ تجھ کو بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ہے۔

اگرچہ آیات مذکورہ میں ایک شخص کی طرف روئے سخن ہے مگر اس کی کچھ خصوصیت نہیں جو کوئی ایسا ہو۔ اس زمانے میں بھی ایسے لوگ ہیں جو اسلام اور کار خیر سے روکنے کی سیکڑوں تدبیریں کیا کرتے ہیں۔ کہیں اسلام پر جھوٹے اعتراضات کرتے ہیں۔ کبھی اہل اسلام کے نماز روزہ پر تمسخر کیا جاتا ہے۔ کہیں ناچ رنگ کی محفلیں کر کے صد ہا بندگان خدا کو آلودہ کیا جاتا ہے کہیں علوم اسلام اور علماء کرام کی توہین کر کے علم دین سے روکا جاتا اور کفار کے لایعنی علوم کی طرف رغبت دلائی جاتی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۝۸ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۹ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ* كَرِيْمٍ ۝۱۰ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۱ ع ۱۱

ترجمہ:...... بے شک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے ان کے لیے نعمت کے باغ ہیں ⑧ جہاں ہمیشہ رہا کریں گے اللہ کا سچا وعدہ ہو چکا اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے ⑨ اس نے آسمانوں کو بے ستونوں کے بنایا جن کو تم دیکھتے ہو اور زمین میں ثقل پیدا کیا (پہاڑوں کا لنگر ڈالا) تاکہ تم کو لے کر ادھر ادھر نہ جھکے اور اس میں ہر ایک قسم کے جان دار پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے مینہ برسایا پھر ہم نے زمین میں ہر قسم کی عمدہ چیزیں اگائیں ⑩ یہ (سب کچھ تو) اللہ کا بنایا ہوا ہے پھر مجھے دکھاؤ کہ اس کے سوا غیر نے کیا پیدا کیا بلکہ ظالم صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں ⑪۔

تفسیر:...... اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ... الخ قرآن کی عادت ہے کہ جب اہل شقاوت کا ذکر اور ان کی سزا کا بیان ہوتا ہے تو اہل سعادت اور ان کے انعام و اکرام کا بھی ذکر کرتا ہے اس لیے یہاں اہل سعادت کا ذکر کرتا ہے کہ

اہل سعادت کے لئے نعامات:...... جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے ان کے لیے جنات النعیم ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہا کریں گے مسخرے بڑے تمسخرے کیا کریں۔ لیکن وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا اللہ کا وعدہ برحق ہے وَهُوَ الْعَزِيْزُ وہ زبردست ہے اس کو وعدہ پورا کرنے میں کوئی عجز لاحق نہیں ہوتا۔ الْحَكِيْمُ حکمت والا ہے۔ ان کے تمسخر پر جو حلم ہے اور مومنوں کو جلدی بدلہ نہیں ملتا اس کی کوئی حکمت ہوتی ہے۔

آسمان بغیر ستونوں کے:...... خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ یہاں الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ہونے پر ایک دلیل لاتا ہے کہ اس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے بنایا جن کو تم آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ آسمانوں کو کروی الشکل بنانا یعنی گول۔ ستونوں سے بے پروا کر دینا ہے۔ وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اور زمین میں ثقل یعنی بوجھ ڈال دیا کہ تم کو لے کر ادھر ادھر نہ ہلے۔

وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ آسمانوں اور زمین کو تیار کر کے زمین پر گوناگوں جانور پھیلائے۔ دو پاؤں پر چلنے والے، بغیر پاؤں کے

* ...... زوج من کل جنس جمعہ ازواج لان النبات اما یکون شجرا او غیر شجر و الشجر اما مثمر او غیر مثمر کذلک ینقسم قسمین۔ کریم ای ذی کرم لانہ یاتی کثیرا من غیر حساب او مکرم مثل بعیض للمبغض (من الکبیر) حقانی)۔

چلنے والے، اور پاؤں سے چلنے والے ہر چار پاؤں سے پھر اس سے بھی زیادہ پاؤں سے چلنے والے جن کی صدہا اقسام ہیں۔ پھر ان کی روزی کا یہ بندوبست کیا وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ . . . الخ کہ آسمان سے پانی برسایا اور اس سے ہر قسم کی جڑی بوٹیاں اناج اور گھاس اُگائیں پھر ایسے شخص سے زیادہ کون عزیز ہے اور کون حکیم ہے۔

مسئلۂ توحید:......اس موقعہ پر مسئلہ توحید کے بیان کرنے کا بھی عمدہ قرینہ نکل آیا۔ اس لیے فرماتا ہے هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ یہ سب کچھ تو اللہ کا بنایا ہوا ہے فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اب تم مجھ کو دکھاؤ کہ اس کے سوا کسی اور نے کیا بنایا ہے؟ کسی نے کچھ بھی نہیں، پھر جب کچھ بھی نہیں بنایا تو ان کی خدائی کیسی اور ان کی عبادت کیا؟ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ کم بخت بدنصیب صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں جو کسی اور کو اس کا شریک کرتے ہیں۔ ردِ شرک کے لیے کیا عمدہ برہان ہے جس کو حکیم سے لے کر جاہل تک برابر سمجھ سکتا ہے۔

نقل ہے کہ ایک پادری برسرِ راہ بڑے زور شور سے کہہ رہا تھا کہ عیسیٰ مسیح خدا ہے اور خدا کا بیٹا ہے۔ اتفاقاً وہاں ایک دیہقانی گنوار بھی موجود تھا اس نے کہا پادری صاحب اگر عیسیٰ خدا کا سپوت یعنی لائق بیٹا ہے تو کوئی آسمان وزمین اس کا بنایا ہوا بھی دکھاؤ اور جو اس نے باپ کی طرح کوئی چیز نہیں بنائی تو کپوت یعنی نالائق بیٹے کا ذکر کیا ہے؟ پادری صاحب بغلیں جھانکنے لگے۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ یَّشْكُرْ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ
وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَا
تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؔؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۳﴾ وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ ۚ حَمَلَتْهُ
اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ ؕ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ﴿۱۴﴾
وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤی اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا
فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ یٰبُنَیَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ
صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ ﴿۱۶﴾
یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَاۤ
اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ

◆...... یقال اصعر خدہ وصعرہ وصاعرہ من الصعر بفتحتین وھو داء یصیب البعیر یلوی منہ عنقہ والمعنی لاتول عن الناس صفحۃ وجہک کما یفعلہ المتکبرون ۱۲ منہ)

فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ

وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ﴿۱۹﴾ ع

ترجمہ:......اور ہم نے البتہ لقمان کو دانائی عطا کی تھی (اور حکم تھا) کہ اللہ کا شکر کیا کرو اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے بھلے کو شکر کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی سو اللہ بھی بے نیاز سزاوار حمد وثنا ہے (۱۲) اور (یاد کرو) جب کہ لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے (یہ) کہا تھا کہ بیٹا! اللہ کے ساتھ شریک نہ کیجیو بے شک شرک کرنا بڑا ہی ظلم ہے (۱۳) اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کی بابت (نیکی کا) حکم دیا اس کی ماں نے اس کو دکھ پر دکھ اٹھا کے اس کو پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ بڑھایا (اس لیے ہم نے حکم دیا) کہ میرا اور اپنے ماں باپ کا شکرگزار رہ میری ہی طرف پھر کر آنا ہے (۱۴) اور اگر وہ تجھ سے اس بات پر اڑیں کہ تو میرے ساتھ اس کو شریک بناوے کہ جس کو تو جانتا بھی نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا اور (ہاں) دنیا میں ان کے ساتھ نیکی سے پیش آ اور ان لوگوں کی راہ پر چل جو میری طرف رجوع ہو گئے۔ پھر لوٹ کر تو تم کو میرے ہی پاس آنا ہے پھر ہم تم کو بتائیں گے کہ تم کیا کیا کرتے تھے (۱۵) بیٹا! اگر کوئی (عمل) رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو پھر وہ کسی پتھر میں ہو یا آسمانوں یا زمین میں بھی ہو تو اس کو بھی اللہ لا حاضر کرے گا (قیامت کے دن) بے شک اللہ باریک بین خبردار ہے بیٹا (۱۶)! نماز قائم کیا کر اور نیک بات کی نصیحت کیا کر اور بری بات سے منع کیا کر اور جو کچھ تجھ پر آ پڑے تو اس پر صبر کیا کر بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں (۱۷) اور لوگوں سے بے رخائی نہ کیا کر اور زمین پر اتراتا ہوا نہ چل کیونکہ اللہ کسی اترانے والے شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا (۱۸) اور درمیانی چال چل اور دھیمی آواز (سے بات) کر کیوں کہ آوازوں میں بری آواز گدھے کی ہے (۱۹)۔

ترکیب:......ان اشکر للہ تفسیر للحکمۃ فی معنی القول یبنی بیاء التصغیر و یاء ھی لام الکلمۃ و الیاء الثالثۃ یاء التکلم ولکنھا حذفت لدلالتہ الکسرۃ علیھا فرارا من توالی الیاآت ویقرء بالفتح و فیہ وجھان احدھما انہ ابدال الکسرۃ فتحتہ فانقلبت یاء الاضافۃ الفاثم حذفت الالف کما حذفت الیاء مع الکسرۃ لانھا اصلھا و الثانی ان الألف حذفت من اللفظ لالتقاء الساکنین۔ وھناً المصدر حال من الام بتقدیر مضاف ای ذات وھن او ھو مفعول مطلق لفعل محذوف ای تھن وھناً۔ معروفاً صفۃ لمصدر محذوف ای صحابا معروفا وقیل التقدیر بمعروف۔ انھا الضمیر للقصۃ۔

تفسیر:......شروع میں فرمایا تھا کہ یہ آیات پر حکمت کتاب کی ہیں۔

اہل حکمت کے اقوال:......اس جگہ بعض اہل حکمت کے اقوال نقل فرماتا ہے تا کہ ناظرین کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی توحید کا اعتقاد ان حکیموں کا بھی قول ہے کہ جن کی حکمت کے تم بھی قائل ہو اور جن کے اقوال دلائل عقلیہ پر مبنی ہوتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ قرآن مجید کس قدر حکیم ہے۔

اس لیے یہاں لقمان حکیم کا ذکر کرتا ہے فقال وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ کہ ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تھی۔ حکمت کے معنی طبابت کے نہیں بلکہ (الحکمۃ فی عرف العلماء استکمال النفس الانسانیۃ باقتباس العلوم النظریۃ و اکتساب الملکۃ التامۃ علی الافعال الفاضلۃ علی قدر طاقتھا۔ بیضاوی) حکمت حکماء کے ہاں بقدر طاقت علوم نظریہ حاصل کرنے کے بعد عمدہ افعال عمل میں لانے کا ملکہ تامہ حاصل کر کے نفس انسانیہ کے کامل کرنے کا نام ہے۔ بعض کہتے ہیں ھی الاصابۃ فی القول و العمل (مدارک) کہ بات اور عمل کرنے میں راہ صواب پر ہونا حکمت ہے۔

حضرت لقمان حکیم کا حال:...... لقمان حکیم ایک باخدا شخص بڑا حکیم اور باخدا شخص تھا۔ عرب میں بھی اس کی حکمت و دانائی نزول قرآن کے عہد تک ضرب المثل تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لقمان نہ کوئی نبی تھا نہ فرشتہ تھا، ایک سیاہ رنگ کا چرواہا تھا۔ لیکن اللہ نے اس کو علم وحکمت عطا کر دیا تھا۔ اس روایت کے موافق اکثر علماء اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ لقمان نہ نبی تھا بلکہ شخص باخدا اہل علم وحکمت تھا۔ مگر عکرمہ اور شعبی کہتے ہیں کہ وہ نبی تھے۔ (نیشاپوری و مدارک و بیضاوی)۔

اب ہم کو یہ تحقیق کرنا ہے کہ وہ کس ملک کے رہنے والے اور کس زمانے میں تھے؟ افسوس ہے کہ اس بارے میں ہم کو آنحضرت ﷺ کی کوئی حدیث نہ ملی۔ ناچار کتب تاریخ سے پتہ لگانا پڑا۔ مؤرخوں کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ کتب تفاسیر میں یہ ہے کہ باعورا کا بیٹا ہے جو حضرت ایوب علیہ السلام کا بھانجا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ آزر کی اولاد میں سے تھا۔ ان کی عمر ہزار برس کی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے تک زندہ تھے۔ عرب میں بھی رہے ہیں اور شام میں بھی اور یونان وغیرہ دوسرے ملکوں میں بھی گئے تھے اس لیے بعض مورخوں نے کہہ دیا کہ وہ ایک یونانی حکیم تھے حکیم انبذقلس کے استاد تھے۔ حکماء یونان کی تاریخ میں ان کا ذکر پایا جاتا ہے۔

بعض کہتے ہیں یہ لقمان کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر آیا ہے یمن کا بادشاہ تھا لقمان بن عاد شداد کے بعد تخت نشین ہوا تھا برخلاف شداد کے، یہ بڑا نیک اور حکیم تھا۔ اس کے بعد اس کا بھائی ذوسدد بادشاہ ہوا اس کے بعد ذوسدد کا بیٹا حارث الرائش تخت نشین ہوا یہی تبع اول ہے جو لقمان کا بھتیجا ہے۔ اور تبع کے بعد اس کا بیٹا صعب تخت نشین ہوا۔ یہی وہ ذوالقرنین ہے جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ ذوالقرنین لقمان کے بھتیجے کا بیٹا ہے۔ شداد کے بعد اس خاندان میں لقمان کی دینداری کے سبب تبع اور ذوالقرنین بھی باخدا ہوئے ہیں۔ انہی کے تذکرے عرب میں خورد و کلاں کے زباں زد تھے، واللہ اعلم۔

حکیم لقمان کی چند نصیحتیں:...... اس باخدا حکیم کی بہت سی دل پسند نصیحتیں ہیں من جملہ ان کے یہ ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ اس جگہ بیان فرماتا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ اگر کتاب الٰہی پر دھبہ لگتا ہے کہ گویا خدا حکیموں سے نصیحتیں سیکھ کر بیان فرماتا ہے اس لیے اس جگہ یہ اسلوب بدل دیا اور کلام اللہ ہونے کی اس میں بھی شان دکھادی۔ پس اول یہ فرمادیا وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ کہ ہم نے لقمان کو حکمت سکھائی تھی۔ تاکہ ناظرین کو یہ معلوم رہے کہ لقمان کی یہ نصیحتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی ہوئی ہیں۔ اس کے بعد اس حکمت کی تفصیل کرتا ہے اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ کی شکر گزاری کیا کر۔

دنیا میں کوئی ایسا بشر نہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ کی ہزاروں نعمتیں نہ ملی ہوں۔ تندرستی، ہاتھ پاؤں آنکھ، ناک، قویٰ ظاہر یہ و باطنیہ اس کے بعد عقل وادراک، معاش پیدا کرنے کی تدابیر کا علم، پھر دولت اولاد و زن وفرزند کس کس کو کوئی بیان کرے اور نعمت کے مقابلہ میں منعم کا شکر کرنا چاہیے۔

شکر کیا ہے؟...... زبان سے اس کی ثناء وصفت بیان کرنا، دل میں احسان ماننا، ہاتھ پاؤں کو یا دیگر اعضاء کو اور مال کو اس کی خوشنودی کے کاموں میں لگانا۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو کسی کے شکر کی کچھ حاجت نہیں کیوں کہ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ کہ جو کوئی شکر کرتا ہے تو اس میں اسی کا فائدہ ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو کوئی کسی نعمت پر شکر کرے گا ہم اور زیادہ دیں گے۔ شکر کرنے سے بندے کی لائق مندی اور سعادت مندی کا اظہار ہوتا ہے۔ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ اور جو کوئی ناشکری کرتا ہے تو خود اس کی نالائقی ثابت ہوتی ہے۔ اللہ تو بے پروا ہے اس کا کوئی اس میں حرج نہیں اور وہ اس کی ثناء وصفت کا محتاج نہیں کیوں کہ وہ حمید ہے وہ خود بخود لائق ثناء وصفت ہے۔ بے شمار قدوسی آسمانوں میں شب و روز اس کی حمد وثناء کرتے ہیں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

فرزند لقمان کو نصیحت:......اس کے بعد لقمان کی وہ نصیحتیں بیان کرتا ہے جو اس نے بوقت فہمایش اپنے پیارے فرزند کو کی تھیں کما قال وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ اور یہ اس لیے کہا تا کہ ناظرین کو معلوم ہو کہ نصائح مذکورہ ذیل کچھ ایسے ویسے نہیں ہیں بلکہ وہ ہیں جو اس نے اپنے فرزند دلبند سے بیان کی تھیں۔ غیر کو جو کوئی نصیحت کرتا ہے تو اس میں یہ بھی گمان ہو سکتا ہے کہ شاید ان میں نفع نہ ہو بہکا دیا ہو مگر اپنے فرزند دلبند کو جو کوئی حکیم نصیحت کرتا ہے تو وہاں یہ گمان نہیں ہو سکتا خصوصاً جب کہ وہ بوقت نصیحت بیان کرے تو اس کا تو اور بھی زیادہ اعتبار کرنا چاہیے گویا یہ ایسے در نفیس اور جواہر بے بہا ہیں جو سوائے فرزند دلبند کے کسی اور کو انسان طبعاً نہیں دیتا۔ (حکیم اور نبی میں یہ بھی فرق ہے کہ وہ تمام مخلوق الٰہی کو فرزند سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے کسی بات سے دریغ نہیں کرتا)۔

اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک مت کرنا:...... پھر ان نصائح کا ذکر فرماتا ہے یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۳﴾ کہ اے میرے پیارے فرزند! اللہ کے ساتھ کسی اور کو شامل نہ کیجیو کہ اس کو بھی خدائی میں یا اس کے کاروبار یا دیگر اوصاف میں اس کے ساتھ ملانے لگے اس لیے کہ شرک بڑا ہی ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کا ذکر تھا اور شرک کرنا بڑی ناشکری ہے۔ اس لیے اس کے بعد اس کا ذکر آیا کیوں کہ نعمت تو کوئی اور دے، منسوب کسی اور کی طرف کی جائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا۔

والدین کے ساتھ نیکی کرنا:......حضرت لقمان کے نصائح ماں باپ کی شکر گزاری کا ذکر نہ آیا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے لقمان کی نصیحت کو کامل بنانے کے واسطے اس کے نصائح میں بطور جملہ معترضہ ماں باپ کی شکر گزاری کا کس تاکید شدید کے ساتھ حکم دیا۔ فقال وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ کہ ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ اپنے ماں باپ سے نیکی سے پیش آئے۔ باپ کے احسانات تو ہوش وحواس کے زمانے میں ظاہر ہوتے ہیں کھلاتا پہناتا ہے۔ ماں کے احسانات اس کے عالم بے خبری میں اس سے بھی بڑھ کر تھے اس لیے ان کو یاد دلاتا ہے فقال حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ علی وَهن ای تضعف ضعفاً فوق ضعف فانها لاتزال یتضاعف ضعفها۔ بیضاوی کہ اس کی ماں نے اس کو پیٹ میں رکھا ضعف پر ضعف اٹھائے۔ اس لیے کہ جوں جوں حمل بڑھتا جاتا ہے ضعف زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ اس کے بعد وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اور دو برس تک اس کے پاس رہا جدا نہ ہوا دودھ پلاتی اور ساتھ سلاتی رہی اس کے بعد جدا ہوا۔ اس زمانے میں بھی جو کچھ ماں بے چاری پر تکلیفیں پہنچتی ہیں ان کا بیان نہیں ہو سکتا۔ سردی کی راتوں میں مگ دیتا ہے رات بھر میں کئی کئی بار پیشاب کرتا ہے اس کو سوکھے میں سلاتی ہے آپ گیلے میں سونا گوارا کرتی ہے پھر اس کی ذرا سی تکلیف دیکھتی ہے تو بے چین ہو جاتی ہے۔

مدت رضاعت:...... وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ میں سب باتیں آ گئیں۔ اس آیت سے امام شافعیؒ وابو یوسفؒ ومحمدؒ نے استدلال کر کے یہ فتویٰ دیا ہے کہ دودھ پینے کی مدت جس کو مدت رضاعت کہتے ہیں دو برس تک ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ یہ مدت اڑھائی برس تک ہے۔ کیوں کہ ایک آیت میں آ گیا ہے وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا اور یہاں جو دو برس بیان ہوئے ہیں تو کثیر الوقوع معاملات پر نظر کی گئی ہے۔ اس لیے کہ اکثر بچوں کا دودھ اس عرصہ میں بڑھ جاتا ہے یہ کوئی حکم نہیں ہے نہ غایت مدت بیان ہوئی ہے۔ اس کی پوری بحث کتب فقہ میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ اور والدین کی شکر گذاری:......ان کے احسانات جتلا کر فرماتا ہے۔ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ کہ میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر کیا کر۔ اپنا شکر اس لیے بیان کیا کہ ان سے بھی زیادہ محسن میں ہوں اور نیز اس میں یہ بھی رمز ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد دنیا میں ماں باپ کا بڑا حق ہے اِلَیَّ الْمَصِیْرُ میرے پاس پھر کر آنا ہے۔ یہ اس لیے فرمایا کہ نہایت سرگرمی اور تن دہی سے حقوق اللہ اور حقوق والدین ادا کیا کرے یہ نہ سمجھے کہ اب اللہ سے کیا کام پڑے گا؟ نہیں پھر مجھ سے کام پڑنا ہے میرے پاس آنا ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ خدمت اور سلوک کا زیادہ کون مستحق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیری ماں۔ اس نے عرض کیا کہ پھر کون؟ فرمایا تیری ماں۔ پھر عرض کیا پھر فرمایا تیرا باپ۔ (متفق علیہ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ماں باپ کی خوشنودی میں اللہ کی خوشنودی ہے اور ان کی ناراضگی میں اللہ کی ناراضی ہے۔ (رواہ الترمذی)

اس اطاعت کے حکم پر یہ خیال ہوسکتا تھا کہ ماں باپ خواہ بری بات کا حکم دیں خواہ بھلی کا بہرحال ان کی اطاعت فرض ہے۔ حالاں کہ ان سے زیادہ ایک اور بھی قابل ادب واطاعت موجود ہے یعنی اللہ تعالیٰ، اگر ماں باپ اس کے ساتھ شریک کرنے کا حکم دیں تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ اس لیے اس کا حکم بھی بیان فرمادیا فقال وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا کہ ایسی صورت میں ان کی اطاعت نہ کرنی چاہیے وہ ہزار زور ڈالیں اور اڑ جائیں کہ تو اللہ کے ساتھ اور کو بھی شریک کر کہ جس کو تو جانتا بھی نہیں جہاں گمان ہوسکتا ہے کہ شاید یہ شخص اس قابل ہو کہ اس میں شریک ہونے کا وصف ہے تو اس بات کو نہ ماننا چہ جائے کہ جس کو تو جانتا کہ مخلوق الٰہی ہے اور کسی طرح شریک نہیں ہوسکتا۔

اس آیت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ

اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ماں باپ کی اطاعت فرض نہیں:...... بلکہ اس وقت ان کا حکم ہرگز نہ ماننا چاہیے۔ لیکن ایسی حالت میں بھی وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا کہ دنیا میں ان سے سعادت مندانہ طریقے سے پیش آ۔ گو وہ مشرک وکافر ہی کیوں نہ ہوں مگر تاہم ان کا ادب کر، کھانے پینے کی تکلیف نہ دے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ زمانہ معاہدۂ قریش مکہ میں میری ماں میرے پاس آئیں اور وہ اس وقت مشرکہ تھیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میری ماں آئی ہے اور وہ اسلام سے نفرت رکھتی ہے پھر کیا اس سے کچھ سلوک کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اس سے سلوک کر۔ (متفق علیہ)

مفسرین نے اس مقام پر نقل کیا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو ان کی ماں نے قسم کھائی کہ نہ تو میں دھوپ میں سے اٹھوں گی نہ کھانا کھاؤں گی، جب تک کہ سعد اسلام ترک نہ کرے گا اور سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میں ہرگز اسلام ترک نہ کروں گا۔ اس حالت میں اس پر تین روز گزر گئے۔ آنحضرت ﷺ کو خبر کی گئی تب یہ آیت وَاِنْ جَاهَدٰكَ... الخ نازل ہوئی کہ اس امر میں اطاعت نہ کر۔ اور ایسی حالت میں کہ ماں باپ گمراہ ہوں تو ان کی پیروی نہ کرنا چاہیے۔

اسلاف کے نقش قدم پر چلنا:...... وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ان کے رستہ پر چلنا چاہیے۔ کہ جو میری طرف رجوع ہوئے یعنی با خدا لوگوں کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام وعلماء عظام کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ یہ لوگ روحانی باپ دادا ہیں اور اپنے اصلی بزرگ بھی ہیں۔ پھر ان سب باتوں کی تاکید کے لیے جملہ ارشاد ہوا ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ کہ تم کیا کیا کرتے تھے، ظاہرداری اور خلوص نیت سب کا حال معلوم ہوجائے گا۔ ووصینا سے یہاں تک جملۂ معترضہ تمام ہوا۔ اس کے بعد پھر نصائح لقمان شروع ہوئے۔

اصول سعادت کی تعلیم:...... يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ... الخ اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری کا اول ذکر کرکے جو اصل اصول حکمت ہے اور مابعد کے احکام کے لیے ایک بڑا محرک ہے۔ اس کے اوصاف حمیدہ ذکر فرماتا ہے خصوصاً وہ وصف کہ جس کو اگر انسان پیش نظر رکھے تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر کبھی جرأت نہ کرے اور نیکی کرنے میں بڑا سرگرم رہے وہ کیا؟ کہ اللہ تعالیٰ بڑا لطیف ہے

نہایت باریک بین ہے خبیر ہے کوئی شے اس سے مخفی نہیں۔ یہاں تک کہ رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی چیز ہو۔ خردل یعنی ذرہ کے مانند ہو کسی قدر کم کیوں نہ ہو۔ (رائی کے دانہ برابر ایک محاورہ کی بات ہے، قلت بیان کرنے کے لیے اس فقرے کو استعمال کرتے ہیں) پھر وہ زمین میں خصوصاً پتھر کے پردوں میں یا زمین پر کسی جگہ ہو یا آسمانوں میں ہو اللہ سے مخفی نہیں۔ اور صرف یہی بات نہیں کہ اللہ کو اس کا علم ہے بلکہ وہ حاضر کرنے پر بھی قادر ہے وہ اس کو ہر جگہ سے نکال لا دے گا قیامت میں سامنے کر دے گا۔ پھر جب وہ ایسا ہے تو اس بھروسہ پر چھپ کر گناہ کرنے میں جرأت نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ کو خبر نہ ہوگی اور اسی طرح تیری کوئی نیکی بھی رائیگاں نہ جائے گی یہ خیال نہ کرنا کہ دنیا کے بادشاہوں کی طرح شاید اس کو اس کی خبر نہ ہو۔

نماز قائم کروں: ...... پس یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ اے فرزند نماز ادا کرتا رہ۔ یہ معلوم نہیں کہ حضرت لقمان کے عہد میں نماز کا کیا دستور تھا۔ رکوع وسجود، قیام وسلام کے ساتھ تھی یا کسی اور طرح سے؟ نماز اس کے آگے عجز و نیاز کرنے کا نام ہے۔ اس کے طریقے ہر نبی اور ہر زمانے کے موافق مختلف رہے ہیں۔ کہیں صرف دعا و گریہ وزاری تھا، کہیں سجدہ کرنا، کہیں اس کی تسبیح وتقدیس واستغفار کرنا۔ ہمارے حضرت ﷺ کے عہد میں وہ طریقہ قائم ہوا کہ جس میں یہ سب باتیں آ گئیں تکمیل نفس کے بعد تکمیل غیر کا بھی حکم دیتا ہے اس لیے کہ کامل حکیم کے لیے دونوں باتیں ضروری ہیں۔ آپ اچھا ہونا، اور لوگوں کو راستی کی طرف لانا۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر: ...... اس لیے فرمایا وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ نیک باتوں کی تعلیم اور بری باتوں سے روک۔ کسی کام کے نیک یا بد قرار دینے میں بھی طبائع بشریہ یکساں نہیں۔ ایک بات ہے کہ اس کو بعض نیک کام سمجھتے ہیں اور بعض اس کو برا جانتے ہیں۔ اس لیے نیک کام کو معروف سے اور برے کو منکر سے تعبیر فرمایا۔ کیوں کہ اگر کوئی لوث شیطانی نہیں لگا ہے تو فطرت انسانیہ خود مفتی ہے اچھی باتیں علانیہ کرنے میں دل کو شرمندگی نہیں ہوتی ان کو سب کے سامنے کر سکتا ہے یا ظاہر کر سکتا ہے بخلاف بری بات کے کہ اس کو مخفی کیا کرتا ہے اس لیے نیکی معروف اور بدی منکر اور بری بات قرار پائی۔

حسن معاشرت کی تعلیم: ...... اس کے بعد حسن معاشرت کا طریقہ بتلاتا ہے وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ کہ تجھ پر اگر اللہ کی طرف سے یا لوگوں کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے کیوں کہ جو خلق خدا کی خیر خواہی کا بیڑا اٹھاتا ہے ناعاقبت اندیش اس کی ایذا کے درپے ہوا کرتے ہیں، اس پر کوئی تکلیف پہنچنا بڑی بات نہیں۔ گالی، سخت کلامی تو معمولی بات ہے پس صبر کرنا چاہیے۔ اول شکر کی تعلیم تھی جو نعمتوں کی طرف اشارہ کرتی تھی۔ اور حقیقت میں انسان کو نعمتیں بے شمار دی گئی ہیں اور مصائب کم۔ اس لیے اس کے بعد صبر کی تعلیم کی۔ فرمایا کہ یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

تکبر وغیرہ کی ممانعت: ...... اس کے بعد تین باتیں اور تعلیم کیں۔ اول: وَلَا تُصَعِّرْ ... الخ کہ لوگوں سے تکبر سے پیش نہ آنا، بے رحمی نہ کرنا۔ متکبر کے لوگ دشمن ہو جاتے ہیں۔ دوم: وَلَا تَمْشِ ... الخ اترا کر نہ چلنا بلکہ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ ... الخ درمیانی چال چل۔ اس میں جملہ معاملات دنیاوی کی طرف بھی اشارہ ہے۔ نہ لکھ لٹ قلندر بن نہ کنجوس بن۔ سوم: وَاغْضُضْ ... الخ کہ بات چیت دھیمی آواز کے ساتھ کیا کر۔ یہ مہذب لوگوں کا دستور ہے۔ چیخ چلا کر بات نہ کر جو گدھے کی آواز کے مشابہ ہو جائے۔ کیوں کہ آوازوں میں گدھے کی آواز مکروہ معلوم ہوتی ہے۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ

نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى
وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا
وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾
وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ
وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ
فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ
نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: ...... کیاتم نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ کہ آسمانوں میں اور جو کچھ کہ زمین میں ہے سب کو اللہ نے تمہارے کام پر لگا رکھا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دیں اور بعض وہ بھی آدمی ہیں کہ اللہ کے معاملہ میں جھگڑتے ہیں نہ ان کو علم ہے اور نہ ہدایت ہے اور نہ روشنی بخشنے والی کتاب ہے ﴿۲۰﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس پر چلو کہ جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اسی طریق پر چلیں گے کہ جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے بھلا تب بھی چلیں گے جو ان کو شیطان دوزخ کی طرف بلاتا رہا ہو ﴿۲۱﴾ اور (اے نبی) جس نے نیک ہو کر اپنا منہ اللہ کے سامنے جھکا دیا تو اس نے مضبوط رسی کو تھام لیا اور آخر کار ہر معاملہ تو اللہ ہی کے حضور میں پیش ہونا ہے ﴿۲۲﴾ اور جس نے انکار کیا سو اس کے انکار سے (اے نبی) آپ کو رنج نہ کرنا چاہیے (انجام کار) ان کو ہمارے پاس آنا ہے پھر ہم ان کو بتلا دیں گے کہ انہوں نے کیا کیا ہے بے شک اللہ دلوں کے راز جانتا ہے ﴿۲۳﴾ دنیا میں ہم ان کو تھوڑا سا عیش دے رہے ہیں پھر تو ہم ان کو سخت عذاب کی طرف گھسیٹ کر لے جائیں گے ﴿۲۴﴾۔

ترکیب: ...... ان اللہ جملہ قائم مقام دو مفعولوں کے کہ جن کو تروا چاہتا ہے واسبغ الاسباغ الاکمال ھو معطوف علی سخر۔ نعمه بالجمع و الاضافه نافع و ابو عمرو و حض و قرئ نعمة مفرداً ظاهرةً و باطنةً يمكن ان يكون حالاً من النعمة اى حال كونها ظاهرةً و باطنةً محسوسةً معقولةً ماتعرفونه و مالا تعرفونه و قدمر شرح النعمة و تفصيلها فى الفاتحة و يمكن ان يكون نعتا من يجادل من مبتدا و من الناس خبره المقدم اولو الهمزة للاستفهام و الواو للعطف و لو شرطية و جوابها محذوف مثل لاتبعوه و الاستفهام للانكار و التعجب و الجملة معطوف على الكلام السابق۔

تفسیر: ...... پہلے فرمایا تھا کہ لقمان نے شرک کی ممانعت کی تھی۔ اور یہ حکمت کا بڑا خزانہ ہے۔

اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے: ...... اب اس آیت سے اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ ... الخ سے یہ بات ظاہر فرماتا ہے کہ کچھ لقمان کے کہنے ہی پر موقوف نہیں ہر شخص دلائل و شواہد آفاقیہ و انفسیہ میں غور کر کے کہہ سکتا ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں وہی ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کی چیزوں کو انسان کے لیے مسخر کر دیا یعنی ان کے کام میں لگا دیا۔ اور انسان کو ظاہری اور باطنی نعمتوں سے بھرپور کر دیا۔ ہاتھ پاؤں

تندرستی وغیرہ ظاہری نعمتیں ہیں جو محسوس ہیں۔ عقل سلیم، ادراک اور دیگر قویٰ باطنیہ غیر محسوس نعماء باطنیہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور احکامات کی بابت جھگڑنے والے: ...... وَمِنَ النَّاسِ ... الخ یہاں سے یہ بتلاتا ہے کہ دنیا میں ایسے بھی کوڑھ مغز ہیں جو اللہ کے معاملہ میں یعنی اس کی ذات وصفات کی بابت یا احکام دینیہ کی بابت دلائل کو پس پشت ڈال کر انبیاء اور ان کے نائبوں سے جھگڑتے ہیں۔ کوئی اس کو دنیاوی بادشاہوں پر قیاس کر کے امیروں وزیروں کا محتاج ثابت کرتا ہے اور پھر اس کے امیر وزیر کہیں ملائکہ کہیں انبیاء وصلحاء قرار دیے جاتے ہیں کہیں عناصر وکواکب، اس لیے ان کی پرستش جائز بلکہ واجب بتاتے ہیں بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ نہ ان کے پاس اس بارے میں کوئی دلیل عقلی ہے نہ کسی بزرگ باخدا کا قول ہے نہ کسی کتاب الٰہی سے ثابت ہے۔ یعنی نہ عقل سے کہتے ہیں نہ نقل سے صرف تقلید آبائی پر بھروسہ ہے کہ بڑے بزرگوں سے یوں ہی سنتے چلے آئے ہیں۔ اس پر جو ان سے کہا جاتا ہے اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ کہ اللہ نے جو نازل کیا ہے اس پر چلو تو کہتے ہیں بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ہم تو اپنے باپ دادا کی لکیر کے فقیر ہیں اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ کہ کیا تب بھی ان کے رستہ پر چلیں گے جب ان کو معلوم کرا دیا گیا کہ شیطان ان کو جہنم کی طرف لیے جا رہا ہے۔ یعنی آبائی طریقے کی قباحت ظاہر ہونے کے بعد بھی کیا اس پر چلیں گے؟ اب کہاں لقمان کی نصیحت اور کہاں برہان عقلی اور کہاں ان کی یہ جہالت۔

اپنے آباء واجداد کی تقلید کرنا: ...... وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗ اِلَى اللّٰهِ یہاں سے سلامت روی کا نتیجہ ظاہر فرماتا ہے ان کج رووں کے مقابلہ میں کہ جو کوئی اللہ کے آگے اپنا منہ جھکائے یعنی اس کا دل سے فرماں بردار ہو جائے اور اس کے بعد اس دلی ارادت کے مطابق نیک کام بھی کرے تو اس نے مضبوط رسی کو تھام لیا یعنی نجات کا بڑا قوی ذریعہ اس کے ہاتھ آگیا جس طرح کوئی پستی سے بلندی کی طرف چڑھنے والا مستحکم رسی کو تھام کر مطمئن ہو جاتا ہے یہی حال اس کا ہے۔ اور اس کا انجام اللہ اچھا کرے گا بیچ میں رسی کو نہ ٹوٹنے دے گا۔ ہر چیز کا انجام اسی کے ہاتھ میں ہے یا یوں کہو ہر معاملہ اسی کے حضور میں پیش ہوتا ہے۔

وَمَنْ كَفَرَ اور جو اس کے برخلاف ہوگا کفر اختیار کرے گا اے نبی آپ اس سے کچھ غم نہ کریں انجام کار ہمارے پاس آنا ہے وہاں اس کو معلوم ہو جائے گا اب دنیا میں چند روز کھا پی لے پھر تو جہنم ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۲۵ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۲۶ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ* مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۲۷ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝۲۸ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ

* ...... یقال مد الدواۃ وامدھا ای زاد فی مدادھا ر ادیا ثل۔ ای یصیر البحر المحیط مدادا ممدودا بسبعۃ ابحر اخر حیث تصب فیہ البحار السبع مدادا ۱۲ منہ

الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ز كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ لا وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾ ع

ترجمہ: ......اور (اے رسولؐ) اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا؟ تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔ (ان سے) کہہ دو الحمد للہ بلکہ ان میں سے اکثر (اتنا بھی) نہیں جانتے ﴿۲۵﴾ اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بے شک اللہ بے نیاز (اور) خوبیوں والا ہے ﴿۲۶﴾ اور اگر وہ جو زمین میں درخت ہیں سب قلم ہو جائیں اور ❶ دریا سیاہی (اور) اس کے بعد اس دریا میں سات اور دریا سیاہی کے آملیں تو بھی اللہ کی باتیں تمام نہ ہوں۔ بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ ﴿۲۷﴾ تم سب کا پیدا کرنا اور مر کر زندہ کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسا ایک شخص کا بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔ ﴿۲۸﴾ (اے مخاطب) کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں اور سورج اور چاند کو کام پر لگا رکھا ہے۔ کہ وقت معین تک چلتا ہے اور یہ کہ اللہ تمہارے کام سے خبردار ہے یہ اس لیے کہ اللہ ہی برحق ہے ﴿۲۹﴾ اور اس کے سوا جس کو وہ پکارتے ہیں بے اصل ہے اور اللہ ہی سب کے اوپر بالادست بڑا ہے ﴿۳۰﴾۔

ترکیب: ......اقلام جمع قلم خبر ان۔ ما موصولۃ فی الارض صلتھا و الجملۃ اسم ان من شجرۃ بیان ما و البحر رفعہ للعطف علیٰ محل ان و معمولھا یمدو سبعۃ ابحر الجملۃ مع الفعل یمدو فاعلہ سبعۃ ابحر حال او یقال و البحر المبتدا یمدہ الجملۃ خبرہ۔

تفسیر: ......وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ . . . الخ گو وہ دلائل پر غور و فکر نہیں کرتے محض تقلید آبائی میں گرفتار ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی خالقیت کا کفار بھی اعتراف کرتے ہیں: ......لیکن بایں ہمہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور خالق ہونے کا نیز قادر و مالک آسمان و زمین ہونے کا فطری طور پر ایسا علم ہے کہ اگر تو ان سے دریافت کرے گا کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا ہے تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ اس میں کسی کی بھی شرکت نہ بتائیں گے قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ تو کہہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہ وہ ملزم تو ہوئے اور لاچار ہو کر ایسی بات کے قائل ہو گئے کہ ان کے اعتقاد فاسد کے برخلاف ہے بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ وہ نادان ہیں جانتے نہیں کہ ان کا اقرار ان کے اعتقاد کو باطل کر رہا ہے۔ یا کہو کہ اکثر تو ان میں سے اتنا بھی نہیں جانتے، جاہل محض ہیں۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں تو ان کا حصہ ہے ہی نہیں۔ آسمانوں اور زمین کے اندر کی چیزیں بھی اللہ کی ہیں ان میں بھی کوئی حصہ نہیں پھر اللہ کی عبادت و ستائش نہیں کرتے۔ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ اللہ کو کچھ پروا نہیں اس کی تعریف خود بخود ہو رہی ہے۔

---

❶ ...سات دریا یعنی سات سمندر۔ سمندر تو تمام زمین کے اردگرد ایک ہی ہے۔ مگر اہل جغرافیہ نے اس کے احاطہ کے اعتبار سے اس کی سات حصوں پر تقسیم کی ہے۔ بحر احمر، بحر فلاں، جیسا کہ کتب جغرافیہ میں مصرح مذکور ہے۔ اس لیے لوگوں کی زبان پر سات سمندر کا لفظ جاری ہونے لگا۔ اور بحر عرب کی زبان میں سمندر ہی کو کہتے تھے۔ چلتے اور بہتے ہوئے دریاؤں کو جیسا کہ دجلہ، فرات، نیل، ان کو نہر کہتے تھے۔ یہاں کلام بطور تمثیل کے ہے کچھ سات سمندروں سے کام نہیں کہ وہ کون سے ہیں اور کہاں سے کہاں تک۔ یعنی سمندر سیاہی ہو جائے اور اسی طرح کے اور سات سمندر اس کی مدد کریں سیاہی بن کر تب بھی کلمات اللہ تمام نہ ہوں گے۔ یہ خشک ہو جائیں گے اور کلمات باقی رہ جائیں گے ۱۲ منہ۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ . . . الخ یہاں سے یہ بات بتلاتا ہے کہ اس کی قدرت و کبریائی کا حال تو معلوم ہو گیا، اب اس کے علم اور دیگر صفات و شیون کا حال سنو کہ دنیا بھر کے تمام درختوں کے قلم بنائے جائیں اور سات سمندروں کی سیاہی بنا کر اس کے اوصاف اور شیون اور معاملات کو لکھا جائے تو وہ کم ہو جائیں گے۔ مگر وہ کلمات کہ جن سے اس کی معلومات اور شیون کو تعبیر کیا جائے ہرگز کم نہ ہوں گے۔

اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ اس لیے کہ اللہ زبردست ہے۔ اس کے عجائبات قدرت اس حد تک نہیں پہنچ سکتے کہ ان کے بعد پھر وہ کچھ اور عجائب قدرت پیدا نہ کر سکے وہ حکیم ہے۔ کوئی شے اس کے علم سے باہر نہیں نہ اس کے اسرار حکمت کا احاطہ کر سکتا ہے۔ الغرض بے انتہا علم و قدرت رکھتا ہے اور قلم اور دوات متناہی ہیں، اور متناہی غیر متناہی کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ اس لیے اس جملہ کو غنی حمید کے بعد لایا کہ اس غنی اور حمید ہونے کے لیے دلیل ہو جائے۔

شانِ نزول:......ابن جریر نے عکرمہ سے اور ابن اسحاق نے عطا بن یسار سے روایت کی ہے کہ جب مکہ میں یہ نازل ہوا کہ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا اور پھر حضرت رسول اللہ ﷺ مدینہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے تو احبار یہود نے آ کر پوچھا کہ یہ کس کی بابت ہے، آپ کی قوم کی نسبت یا سب کی؟ اگر ہماری نسبت ہے تو غلط ہے۔ اس لیے کہ ہم کو توریت ملی ہے اور اس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ پھر ہماری نسبت کیوں کر صادق آ سکتا ہے کہ تم کو تھوڑا علم دیا گیا؟ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ سب کی نسبت۔ اس لیے کہ علم الٰہی کی نسبت یہ بھی قلیل ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی ان کے اس اعتراض کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے سورۂ لقمان کی یہ آیت پڑھی جو پہلے نازل ہو چکی تھی جس کو راوی نے نازل ہونا بیان کیا۔

اللہ تعالیٰ کا سمع و بصر:......مَا خَلْقُکُمْ وَلَا بَعْثُکُمْ . . . الخ یہاں سے اپنے بعض عجائب قدرت کا اظہار اس لیے فرماتا ہے کہ اس کے منکرین سخت منکر تھے۔ فرماتا ہے سب کا پیدا کرنا اور پھر زندہ کرنا اس کے نزدیک ایک شخص کے پیدا کرنے اور زندہ کرنے کے برابر ہے۔ اس لیے کہ جس طرح ایک سے علم و قدرت کا تعلق ہے اسی طرح سب سے۔ پھر کیوں تعجب کرتے ہو کہ تمام خلائق کی یادداشت کس طرح کر سکے گا؟ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ وہ ہر ایک کی بات سنتا دلی ارادت سے خبر رکھتا ہے۔ بَصِیْرٌ ہر چیز کو دیکھتا ہے۔

رات کو دن میں، دن کو رات میں کون گھساتا ہے؟......اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ . . . الخ یہاں سے اپنی قدرت کاملہ اور علم پر اور دلیل قائم کرتا ہے کہ وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں گھسا دیتا ہے آفتاب اور ماہتاب اس کے حکم پر چلتے ہیں اور تمہارے سب کاموں سے واقف ہے ذٰلِکَ یہ کہ وہ قادر اور ایسا عالم ہے اس لیے ہے بِاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ اللہ ہی برحق اور واجب الوجود ہے وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ اور اس کے سوا جس کو وہ پکارتے ہیں وہ غلط ہے فانی الذات ہے وَاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ اور یہ کہ اللہ ہی سب سے بالادست اور سب سے بڑا ہے۔ اس کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں۔ یہ دلائل کا نتیجہ ہے جس پر مخاطبین کو متنبہ کیا جاتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ
لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ
لَهُ الدِّیْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَی الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ
خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ

وَّلَدِهٖ ۫ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٚ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝۳۳ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ

وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ

غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝۳۴ ع ۱۲

ترجمہ:......(اے مخاطب) کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ ہی کی عنایت سے دریا میں کشتیاں چلا کرتی ہیں تاکہ تم کو کچھ اپنی قدرت دکھاوے البتہ اس میں ہر ایک صابر شاکر کے لیے (قدرت کی) نشانیاں ہیں ۝۳۱ اور جب پہاڑ جیسی دریا کی موج ان کو ڈھانک لیتی ہے تو اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں اسی کے ہو کر پھر جب ان کو خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو ان میں سے کچھ ہی تو راہ راست پر رہتے ہیں اور ہماری نشانیوں کا کوئی بھی انکار نہیں کرتا مگر ہر دغاباز ناشکرا ۝۳۲ لوگو! اپنے رب کا خوف کرو اور اس دن سے ڈرو کہ جس دن نہ باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آئے گا اللہ کا وعدہ برحق ہے پھر دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈالے۔ اور نہ شیطان تم کو اللہ سے دھوکے میں رکھے ۝۳۳ بے شک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے۔ اور وہی مینھ برساتا ہے اور جو کچھ ماؤں کے پیٹ ہوتا ہے اس کو وہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس زمین پر مرے گا البتہ اللہ علیم (اور) خبیر ہے ۝۳۴۔

ترکیب:...... بنعمت اللہ الباء تتعلق بہ تجری ای بسبب نعمۃ ویجوز ان یکون حالا من ضمیر فی تجری فیکون الظرف مستقرا ای مصحوبۃ بنعمۃ اللہ۔ لیریکم علتہ لتجری من اٰیتہ ای بعض اٰیاتہ الدالۃ علیٰ قدرتہ کالظلل جمع الظلۃ وھی ما اظلک من جبل او سحاب ولا مولود عطف علیٰ والد ویکون مابعدہ ویجوز ان یکون مبتدأ وان کان نکرۃ لانہ فی سیاق النفی ومابعدہ الجر وعلی الثانی فایرادالجملۃ الاسمیۃ للتوکید وقد انضم الی ذٰلک قولہ ھو وقولہ مولود دون ان یقول ولا ولد لان الوالد یقع علیٰ ولد الولد ایضا بخلاف المولد لانہ یطلق علیٰ الابن خاصۃ ومن شانہ ان یکون جازیاً عن والدہ لما علیہ من الحقوق۔ لا یجزی لا یقضی عنہ مالزمہ من الغرامۃ۔ وقرئ لا یُجزی من اجزأ اذا اغنی والراجع الی الموصوف محذوف ای لا یجزی فیہ۔

تفسیر:...... اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ یہ ایک دوسری دلیل ہے جو اس کے کمال قدرت اور حکمت اور شمول انعام پر دلالت کرتی ہے۔

دریا میں کشتیوں کا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے چلنا:...... کہ دریا میں کشتیوں کا اس کی رحمت سے چلنا اس کی قدرت کی نشانی ہے۔ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ کشتی اس کی نعمت کو لے کر دریا میں چلتی ہے اناج وغیرہ ہزاروں نعمتیں ایک ملک سے دوسرے ملک میں کشتیوں کے ذریعے سے پہنچتی ہیں فیکون الباء للتعدیۃ۔ ان فی ذٰلک البتہ اس کشتی کے چلنے میں ایک نشانی نہیں بلکہ لاٰیٰت بہت سی نشانیاں ہیں ایک تو یہ کہ پانی پر اس قدر بھاری بوجھ چلتا ہے ڈوبتا نہیں۔ دوسری یہ کہ جدھر چاہتے ہو لے جاتے ہو۔ پانی کو تو مسخر کیا ہی تھا ہوا کو بھی کیا۔ تیسری یہ کہ تم کو کیسی نافع چیز کی تعلیم کی اور عناصر کے متعلق کیسے کیسے کارآمد علوم سکھائے یہاں تک کہ کشتی کو انجن کے زور سے بھی چلانا سکھا دیا اور اس کے ساتھ برقی چیزیں اس کی حفاظت کے لیے استعمال کرنے کا علم سکھایا۔ چوتھی بااین

ہمہ جب چاہتا ہے طوفان کے گرداب میں مبتلا کر دیتا ہے سب کاری گری دھری رہ جاتی ہے۔ لیکن پھر تم کو اس خوفناک رستے سے صحیح وسلامت لے آتا ہے۔

یہ نشانیاں ہر ایک شہوت پرست غافل کے لیے نہیں، وہ تو اس کو معمولی بات سمجھتا ہے بلکہ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ہر ایک صبر و شکر کرنے والے کے لیے جو گناہوں سے نفس کو روکتا اور اس کے حملوں پر صبر کرتا ہے اور پھر جو اس کو نعمت الٰہی ملتی ہے اس کا شکر یہ ادا کرتا ہے کیوں کہ ایسی حالت میں نفس کی کدورتیں زائل ہو جاتی ہیں پھر وہ اس آئینہ میں نظر و تامل کر کے ان دلائل کو دیکھ سکتا ہے۔ اور انسان کی حالتیں بھی دو ہیں۔ مصیبت کی یا راحت کی۔ جو ان دونوں حالتوں میں ثابت قدم رہتا ہے وہ صابر بھی ہے شاکر بھی ہے۔ اور جس کو ان دونوں حالتوں میں استقامت حاصل ہوگئی وہ کامل اور حکیم ہو گیا اس پر ایسی باتوں کے اسرار منکشف ہونے لگتے ہیں۔ اسی لیے آیا ہے کہ ایمان کے دو حصے ہیں صبر اور شکر۔ الغرض انسان کے کمال کی یہ دو حالت ہیں انہیں میں مرتاض اور پختہ کار ہوتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں پر اسرار حکمت منکشف ہوتے ہیں۔ وللہ در من قال ۔

گنج صبر اختیار لقمان است	☆	ہر کرا صبر نیست حکمت نیست

وقال قطعہ

گہہ اندر نعمتے مغرور وغافل	☆	گہہ اندر تنگ دستی خستہ دریش
چو در سرا و ضرا حالت این است	☆	ندانم کے بحق پردازی ازخویش

اس میں اور بھی لطیفہ ہے کہ دریائی سفر میں طوفان وغیرہ کی تکلیفیں اور منزل مقصود تک پہنچنے کی راحتیں بھی ہوتی ہیں اس کو صبر و شکر سے زیادہ کام پڑتا ہے اس لیے صبار شکور فرمایا اور بھی لطائف ہیں کہ جن کے ذکر کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں۔

مصائب میں اللہ تعالیٰ کو پکارنا:...... وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ یہ بھی اس سفر دریائی کی ایک حالت ہے جس میں اور بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت و رحمت کے نشان معلوم ہوتے ہیں اور یہ بھی کہ مصائب کے وقت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی کس طرح سے دست گیری کرتا ہے۔ اور کس جلدی سے انسان کی دلی حالت پر متنبہ ہوتا ہے اور انسان مصیبت کے وقت اپنی اس فطری حالت پر آ جاتا ہے عوارض اٹھ جاتے ہیں مگر نجات پانے کے بعد بعض تو پھر بھی اسی راہ راست پر رہتے ہیں۔ بعض پھر اسی ناراستی پر آ جاتے ہیں اللہ کو بھول جاتے ہیں۔ اس میں صبر و شکر کی پوری آزمائش ہے۔ فرماتا ہے کہ سفر دریائی میں جب ان کو پہاڑ جیسی موجیں ڈھانک لیتی ہیں اور ہر طرف سے ان پر سائبان کی طرح محیط ہو جاتی ہیں اور ہر طرف سے ان پر سائبان کی طرح محیط ہو جاتی ہیں تو دَعَوُا اللّٰهَ اللہ ہی کو پکارتے لگتے ہیں کس طرح سے مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ خاص اسی کی طرف اخلاص اور نیاز پیدا کر کے۔ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ پھر جب ان کو خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو بعض ان میں سے درمیانی رستہ پر رہ جاتے ہیں اور وہ توحید اور شکر گزاری کا طریقہ ہے، **ای مقیم علی الطریق القصد الذی ھو التوحید او متوسط فی الکفر لانزجارہ بعض الانزجار۔** (بیضاوی) مُّقْتَصِدٌ کے بیضاوی نے دوسرے معنی یہ بھی بیان کیے ہیں کہ درمیانی رستہ مراد کفر کا درمیانی رستہ ہے۔ یعنی اس جوش و خروش کفر پر نہیں رہتے اس لیے کہ اس کو کچھ تو نصیحت ہوگئی ہے۔

قدرت الٰہیہ کا انکار:...... يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ اس حالت میں جس نے ناشکری کی تو اللہ کی آیتوں کا انکار کر دیا۔ اور آیتوں سے انکار خَتَّارٍ یعنی غدار عہد شکن ہی کیا کرتے ہیں جو عہد فطری کو توڑ دیتے ہیں۔ كَفُوْرٍ ناشکر یہ پورا مقابلہ ہے صَبَّارٍ شَكُوْرٍ کا۔ صَبَّارٍ کے مقابلہ میں خَتَّارٍ اور شَكُوْرٍ کے مقابلہ میں کفور آیا۔

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ یہاں سے حجت تمام کر کے ایک ایسا حکم دیتا ہے جو تمام نیکیوں کا اصل الاصول ہے وہ کیا؟ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ کہ اپنے رب سے ڈرا کرو۔ جو اپنے رب سے ڈرے گا کسی معصیت کے پاس نہ جائے گا اور کسی حکم الٰہی کے بجالانے میں کوتاہی نہ کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اوصیکم بتقوی اللہ، الحدیث رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ۔ کہ میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں یعنی تاکیدی حکم دیتا ہوں چوں کہ اللہ سے ڈرنا بغیر یاد دلانے کسی آنے والی بلائے عظیم کے جو اللہ کے ہاں سے آنے والی ہو مشکل ہے۔ اس لیے آنے والی بلا کا ذکر فرماتا ہے وَاخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْـًٔا کہ اس روز سے ڈرو یعنی قیامت کے دن سے کہ جس دن باوجود شفقت پدری کے کوئی باپ اپنے بیٹے کے کام نہ آئے گا اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آئے گا ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوگی بغیر ایمان اور عمل صالح کے کچھ چارہ نہ ہوگا۔ جب باپ بیٹے کا یہ حال ہوگا تو اور کسی کی قرابت یا محبت کا تو کیا ذکر ہے۔

بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے اے قریش! اپنی خلاصی ڈھونڈو میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے بنی عبد مناف! میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے عباس! میں تیرے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے صفیہ محمد ﷺ کی پھوپی! میں تیرے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اے فاطمہ! محمد ﷺ کی بیٹی مجھ سے جو مال چاہئے لے لے، اللہ کے معاملے میں تیرے کچھ کام نہ آؤں گا۔ یعنی اعمال وایمان چھوڑ کر یہ تکیہ نہ کر بیٹھو کہ ہم پیغمبر کے اقارب ہیں۔ جیسا کہ عیسائیوں نے مسیح علیہ السلام کے کفارہ ہونے پر تکیہ کر کے اعمال صالحہ کو بے فائدہ ٹھیرا دیا اور ضمناً ہر قسم کی بدکاری کی اجازت دے دی اس سے شفاعت کا انکار نہیں نکلتا۔ کیوں کہ وہ ایمان داروں اور اللہ کے فرماں برداروں کے لیے ان کے رفع درجات یا قصوروں کی بابت ہوگی سو یہ اور بات ہے۔

وقوع قیامت کا وعدہ برحق ہے:...... کفار سمجھتے تھے کہ ایسا دن کبھی نہیں آئے گا کیوں کہ وہ قیامت کے منکر تھے۔ اس لیے فرماتا ہے اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے ضرور وہ دن آئے گا۔ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا پھر تم دنیا کی زندگی پر دھوکا نہ کھاؤ سدا کوئی نہیں جئے گا۔ وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ اور اسی طرح اللہ کے معاملہ میں بھی دھوکے میں نہ رہو کہ ہم کو دنیا میں سرداری دی ہے وہاں بھی دے گا۔ اور جس طرح یہاں ہمارے اقارب واعزہ حمایت کر کے چھڑا لیتے ہیں چھڑا لیں گے۔ یا ہمارے معبود جو اللہ کے گھر کے مختار ہیں بچالیں گے۔

الْغَرُوْرُ فریب یا فریب دہندہ الشیطان کہ شیطان تم کو فریب نہ دے۔ اس کے بارے میں کفار یہ پوچھتے ہوں گے کہ وہ کب آئے گی اس کی مدت بیان کر۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ❶ کہ اس گھڑی کا علم اللہ ہی کو ہے اس کو اس مصلحت سے مخفی رکھا ہے کہ بندوں کے دل کو ہر وقت کھٹکا

❶...... اس جگہ ان پر علم کا اختصاص ظاہر فرماتا ہے کہ تمہارے فرضی معبود اور چیزوں کو تو کیا جان سکتے ہیں یہ پانچ چیزیں جن سے ہر ایک کا تعلق ہے ان کو بھی تو کوئی یقینی طور پر نہیں جانتا۔ نجوم وغیرہ سے جاننا علم یقینی نہیں بلکہ ظنی ہے اسی لیے بارہا اس کے احکام غلط ثابت ہوتے ہیں وہ پانچ چیزیں یہ ہیں (۱) قیامت کا علم کہ کب آئے گی؟ (۲) بارش کا علم، قرآئن وآلات سے صرف ظن حاصل ہوتا ہے۔ (۳) ماؤں کے رحم کا حال کہ بچہ ہے یا خالی مادہ فاسد ہے۔ پھر نر ہے یا مادہ نیک ہے یا بد اور پیدا ہو کر کیسا ہوگا۔ اگر آلہ عکسی سے کسی نے دکھا دیا تو ان باتوں میں سے کوئی بات بھی معلوم نہیں ہو سکتی۔ یہ دکھا دینا ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ پیٹ چیر کر دکھا دے۔ (۴) کل کیا پیش آئے گا؟ (۵) کہاں مرے گا؟ نقل ہے کہ خلیفہ عباسی اپنی زندگی کا حال دریافت کیا کرتا تھا کہ کب تک ہے۔ ایک شب خواب میں دیکھا کہ دجلہ سے ایک سوار نے اپنا پنجہ پانی سے نکال کر دکھایا کسی نے پانچ برس کسی نے پانچ مہینے کسی نے پانچ روز معنی بتائی۔ آخر امام ابو حنیفہ کو بلایا گیا، آپ نے فرمایا فرشتہ نے یہ بتایا ہے کہ ان پانچ چیزوں کا سوائے باری تعالیٰ کے اور کسی کو علم نہیں۔ (حقانی)۔

رہے لیکن اس کے قائم ہونے پر دو دلیلیں بیان فرمائیں۔

وقوع قیامت پر دو دلیلیں:......اول: وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ کہ وہ مینہ برساتا ہے جس سے مردہ زمین زندہ ہوتی ہے۔

دوم: وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ اور رحم میں بچے کو پیدا کرتا ہے اور اس کی کیفیت سے وہی آگاہ ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ نر ہے یا مادہ کس شکل کا ہوگا۔ پس جو ابتدا پر قادر ہے وہ اعادہ پر بھی بطریق اولیٰ قادر ہے۔ دیکھو ماں کے پیٹ میں بچہ ہوتا ہے اس کا تو کوئی مفصل علم نہیں پھر کیا وہ ظہور میں نہیں آتا؟ اسی طرح قیامت کا معاملہ ہے۔ اور تم تو اپنی معاش اور حیات کے متعلق بھی علم نہیں رکھتے پھر اگر قیامت کا تم کو علم نہ دیا گیا تو کیا ہوا۔

فقال وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا کیا پیش آئے گا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اور یہ بھی نہیں کہ کہاں جا کر مرے گا۔ پھر باوجود اس علم کے نہ ہونے کے ضرور کچھ نہ کچھ کل کرتا ہے اور کہیں نہ کہیں جا کر مرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ اللہ ہی کو ہر چیز کا علم اور ہر چیز کی خبر ہے۔ اس میں ان کے معبودوں کی عاجزی اور دنیا بھر کے حکماء کے علم و دانش کی بھی حقیقت بیان کردی کہ وہ یہ ضروری باتیں بھی نہیں جانتے۔

بخاری نے روایت کی ہے کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ غیب کے پانچ خزانے ہیں پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ان اللہ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ...الخ، واللہ اعلم بالصواب۔

آیَاتُهَا ۳۰ — (۳۲) سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ (۷۵) — رُكُوْعَاتُهَا ۳

مکیہ ہے اس میں تیس آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ۝١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٢ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ
بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ
يَهْتَدُوْنَ ۝٣ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ
ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ؕ اَفَلَا
تَتَذَكَّرُوْنَ ۝٤ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ
كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝٥ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ
الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝٦ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ
طِيْنٍ ۝٧ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝٨ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ
مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝٩

ترجمہ:......الٓمّٓ ① اس میں کچھ شبہ نہیں کہ (یہ) کتاب پروردگار عالم کی طرف سے اتری ہے ② کیا وہ (یہ) کہیں گے کہ اس کو از خود بنا لیا ہے بلکہ یہ آپ کے رب کی طرف سے برحق ہے (یہ اس لیے نازل کی گئی) تا کہ آپ اس قوم کو ڈر سنا دیں جن کے پاس آپ سے پہلے ڈر سنانے والا نہیں آیا تا کہ وہ راہ پر آئیں ③ اللہ وہ کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے سب کو چھ روز میں بنا دیا پھر عرش پر قائم ہوا تمہارے لیے اس کے سوا نہ کوئی کارساز ہے نہ سفارشی پھر کیا تم نہیں سمجھتے ④ ہر ایک کا اللہ ہی انتظام کرتا ہے آسمان سے لے کر زمین تک پھر اس دن بھی کہ جس کی مقدار تمہاری گنتی سے ہزار برس کی ہوگی وہ انتظام اس کی طرف رجوع کرے گا ⑤ وہی چھپی اور کھلی بات کا جاننے والا زبردست مہربان ہے ⑥ جس نے عمدگی سے ہر شئے کو بنایا اور انسان کی پیدائش گارے سے شروع کی ⑦ پھر اس کی اولاد نچڑے ہوئے بے قدر پانی سے بنائی ⑧ پھر انسان کو ٹھیک کیا اور اس میں اپنے پاس سے روح پھونکی اور تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنایا (اس پر بھی) تم بہت کم شکر کرتے ہو ⑨۔

ترکیب:......الٓمّٓ۔ یجوز ان یکون مبتدء وتنزیل خبرہ والتنزیل بمعنی المنزل۔ ھذا اذا جعل الم اسماً للسورۃ او القرآن

فعلی هذا لا ریب فیه حال الکتاب و العامل تنزل و من رب متعلق بتنزیل و لا ریب هنا مبنی ـ و ان جعل تعدید الحروف فقط کان تنزیل خبر مبتدء محذوف او مبتدء خبره لا ریب فیکون من رب الغلمین حالاً من الضمیر فی فیه ویمکن ان یکون خبرا بعد خبر و لا ریب فیه حال من الکتاب او اعتراض ـ ام منقطة بمعنی بل ما اتهم ما نافیه و الجملة صفة لقوم من السماء الی الارض الجار متعلق بیدبر علی تضمین معنی النزول ❶ ویمکن ان یکون حالا من الامر ـ مما تعدون یجوز ان یکون صفة لالف او سنة الذی احسن خبر مبتدء محذوف ❷ ـ

تفسیر:......اس سے پہلی سورت میں توحید اور حشر کے دلائل بیان فرمائے تھے اور وہ دو طرف ہیں اس لیے اس سورت میں امر اوسط یعنی اس رسالت کا ذکر کرتا ہے کہ جس پر قرآن کی برہان قائم ہے۔

قرآن کا منجانب اللہ نزول:......فقال تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ یہ کتاب یعنی قرآن (کہ جس کے برحق ہونے میں عاقل کو غور و تامل کے بعد کوئی بھی شبہ نہیں رہتا) رب العالمین کی طرف سے ہے۔ رب العالمین کے لفظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ جو تمام جہاں کا پرورش کرنے والا ہے۔ روحانی پرورش بھی اسی کا خاص حصہ ہے۔ اس لیے اس نے دنیا کی شائستگی کے لیے ایک ایسی کتاب نازل کی جو آفتاب کی طرح سے اپنی آپ گواہ ہے۔ مگر کوڑھ مغزی اور تیرہ باطنی بھی عجب بد بلا ہے ایسے لوگ یہ کہہ دیتے تھے کہ اس کو محمد ﷺ نے از خود بنا لیا ہے اللہ نے نازل نہیں کیا ہے اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ اس کے جواب میں فرماتا ہے بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ کہ یہ قرآن برحق ہے تیرے رب کے ہاں سے آیا ہے اس کی شان ربوبیت کا مقتضٰی ہے۔ یہ کس لیے نازل ہوا؟ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ۝ تاکہ تو اے محمد ﷺ خصوصاً ان لوگوں کو پر حذر کرے اور ان کو آنے والے عذاب الٰہی سے ڈراوے کہ جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا پیغمبر نہیں آیا ہے۔ اس قوم کی خصوصیت نہیں کہ آنحضرت ﷺ خاص عرب ہی کے لیے مبعوث ہوئے تھے ان کا نام اس لیے آ گیا کہ سب سے اول انہیں سے کلام تھا اس لیے کہ دوسری جگہ آ گیا ہے تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۱ اور آنحضرت ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ میں تمام عالم کے لیے نبی کیا گیا ہوں۔ پس اس جملہ سے یہ سمجھ لینا کہ آنحضرت ﷺ خاص عرب کی قوم کے لیے مبعوث ہوئے تھے بڑی غلطی ہے۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے ایک عرصہ دراز تک عرب میں کوئی نبی مبعوث ہو کر نہیں آیا تھا۔ اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ان کے گمراہ ہونے کے بعد بجز حضرت ﷺ کے ان کے پاس کوئی نبی نہیں آیا اس میں سب آ گئے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ... الخ یہاں سے وہ بات بیان فرماتا ہے کہ جس کا پہنچانا رسول پر فرض ہے جیسا کہ پہلے رسالت اور اس کی ضرورت بیان کی تھی۔ یعنی اللہ وہ ہے کہ جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا، نہ وہ لوگ کہ جن کو مشرکین اس کے ساتھ ملا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی حمایتی و مددگار نہیں:......مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ اس میں اس بات کا بھی رد ہے کہ جن کو تم

---

❶ ای یدبر امر الدنیا باسباب سماویة کالملائکة واسعة الکواکب نازلة آثارها الی الارض ۱۲ منہ ـ ❷ ...... ای هو الذی او خبر بعد خبر ـ و العزیز ابتدا و الرحیم صفته الذی احسن خبره ـ و خلقه بسکون اللام بدل من کل بدل الاشتمال ای احسن خلق کل شئی ویمکن ان یکون مفعولا ثانیا و کل شئی مفعولا اولا و احسن بمعنی عرف ای علم کیف یخلقه کما قال علی رضی اللہ عنہ قیمة المرء ما یحسنه ای یحسن معرفته ـ و قرأ نافع و الکوفیون بفتح اللام علی انه فعل ماض فیکون صفة لکل او لشئی ـ من روحه اضافه الی نفسه تشریفاً و اشعاراً بانه خلق عجیب و له شان یناسب الربوبیة ۱۲ منہ ابو محمد عبدالحق عفا اللہ عنہ ـ

اس کا شریک سمجھ رہے ہو وہ خدا تو کیا اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش بھی نہیں کر سکتے نہ کسی کے حامی ومددگار بن سکتے ہیں۔ جس خیال سے کہ مشرکین غیر اللہ کو اس کا شریک سمجھتے ہیں اس آیت میں جس طرح اس کی اجازت کے بغیر اوروں کی ولایت وشفاعت کی نفی ہے اسی طرح سے اس کی طرف سے ولایت وشفاعت یعنی حمایت کا ثبوت ہے۔ اس میں بت پرستوں کی تجہیل ہے۔ وہ جو یہ اقرار کر کے کہ اس کے سوا کوئی خالق نہیں یہ سمجھتے تھے۔ ہماری سفارش کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ہی مدبر وکارساز ہے:۔۔۔ جب خلق کو بیان فرما چکا تو اس کے بعد امر کو بیان فرماتا ہے یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ کہ وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر ایک کام کی آپ ہی تدبیر کرتا ہے۔ اس میں اس کا کوئی مشیر وزیر نہیں۔ آسمانوں یعنی علویات کی کل تدبیر وتصرف آسمانوں کی حرکت ستاروں کی حسب موقع گردش ان کے انوار کا تحفظ پھر وہاں کے رہنے والوں ملائک اور روحانیات کے متعلق سب کام وہ آپ ہی کیا کرتا ہے۔ اور اسی طرح زمین یعنی عالم سفلی کے متعلق سب کام آپ ہی کرتا ہے۔ مینہ کا بروقت برسانا، ہواؤں کا چلانا، نباتات کا اُگانا، حیوان اور انسان کی بیماری وتندرستی، موت وحیات سب باتیں وہی کرتا ہے۔ یا یوں کہو ہر ایک کام کی تدبیر اسباب سماویہ کے ساتھ جو آسمان سے زمین کی طرف نازل ہوا کرتے ہیں وہی کیا کرتا ہے۔ یہ تو دنیا کی بقا تک کا معاملہ تھا۔

ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْہِ اس کے بعد جب کہ عالم فنا ہو چکے گا اور نیا عالم پیدا ہوگا جس کو عالم آخرت یا عالم حشر کہتے ہیں اس روز بھی یہ سب تدبیر وتصرف، یعرج الیہ ای یرجع الیہ، اسی کے ہاتھ میں ہوگا۔

اَلْفَ سَنَۃٍ کا بیان:..... مگر اس عالم کو فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗۤ اَلْفَ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۝ کے ساتھ تعبیر فرمایا ہول دلانے کے لیے۔ اور وہ عالم لایزال ہے اس کے دنوں کا کوئی شمار نہیں۔ لیکن اس عالم کے پہلے روز کا ذکر کر دیا یعنی قیامت کو۔ یعنی اس عالم کے پہلے دن ہی سے کہ جس کی مقدار تمہارے ہزار برس کے برابر ہے۔ سب کام وہاں کے اسی کے ہاتھ میں ہوں گے۔ اب یہ بات رہی کہ کہیں تو اس دن کی مقدار پچاس ہزار برس کی فرمائی ہے جیسا کہ سورۂ معارج میں ہے خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ اور کہیں ہزار برس جیسا کہ یہاں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس روز بڑی سختی ہوگی، اور نہایت دہشت وہیبت۔ سو یہ ہر ہر شخص کی نسبت جداگانہ ہوگی کیوں کہ جیسا جرم ویسی دہشت، اور مصیبت کے دن کی درازی بمقدار مصیبت ہوا کرتی ہے۔ وہ دن ایک معمولی دن ہوگا۔ مگر کفار کو پچاس ہزار برس کے برابر معلوم ہوگا اور گنہگاروں کو ہزار برس کے برابر اور نیکوں کو فریضہ نماز کے وقت کے برابر۔ پس اس لیے کبھی اس کو پچاس ہزار برس کے برابر کہہ دیا، کبھی ہزار برس کے، کبھی صلوٰۃ مکتوبہ کے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ البتہ دراز معلوم ہوگا تکلیف کے سبب سے اور اس کی درازی کو اعداد مختلفہ کے ساتھ تعبیر کر دیا۔ جیسا کہ جب ہم کو انکار محض منظور ہوتا ہے تو کہا کرتے ہیں تو سو بار بھی کہے گا تو یہ کام نہ کروں گا۔ پھر تھوڑی دیر بعد اس کے جواب میں کہہ دیتے ہیں تو ہزار بار بھی کہے گا تو نہ کروں گا۔ یہ بات ایک محاورہ کے متعلق ہے یعنی محض کثرت مراد ہے۔

یُدَبِّرُ الْاَمْرَ کا بیان:..... عالم خلق وعالم امر کا مالک ومختار ہونا (اور وہ بھی دنیا وآخرت دونوں عالموں میں) بیان فرما کر کس زور کے ساتھ فرماتا ہے ذٰلِکَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ یہ ہے غیب اور ظاہر کا جاننے والا جو تمام کائنات کا خالق اور مدبر ہے دارین میں، نہ وہ کہ جن کو تم پوجتے ہو۔ چونکہ دنیا اور آخرت اور خلق اور امر کا ذکر آیا تھا ان کے مناسب دو لفظ آئے۔ غیب تو آخرت کے لیے کیوں کہ وہ اور وہاں کے سب کام ہماری آنکھوں سے غائب ہیں اور اسی طرح عالم امر کے لیے بھی کیونکہ وہ بھی محسوس نہیں اور شہادت دنیا اور خلق کے لحاظ سے اور اسی طرح الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ۝ بھی دونوں کے لحاظ سے آیا بلکہ ہر لحاظ سے۔ اس لیے کہ خلق اور امر اور دنیا آخرت میں جس

طرح عزیز یعنی غالب وقادر ہونے کی ضرورت ہے اسی طرح رحیم ہونے کی بھی یہ ہے۔ پھر عزیز ورحیم ہونے کا ثبوت دنیا میں عالم خلق کی ایک اعلیٰ اور عمدہ قسم کے پیدا کرنے کے بیان سے کرتا ہے یعنی حضرت انسان کی پیدائش سے جس سے کلام ہورہا ہے کہ اس کو کس طرح بنایا۔

ہر شئے کو عمدہ طور سے بنایا ہے: ..... فقال اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ کہ اس نے ہر شے کو عمدہ طور سے بنایا ہے۔ جس چیز کو بغور دیکھے گا تو وہ آپ ثابت کردے گی کہ میرے خالق کو اس امر میں وہ کمال ہے کہ جس کو کسی کے ساتھ تشبیہ بھی نہیں دی جاسکتی۔ اونٹ کو ملاحظ کیجیے، اگر آپ کی گردن دراز نہ ہوتی محض بے کار ہوجاتے ہاتھی کو سونڈ نہ ملتی تو بڑا اپاہج تھا۔ علیٰ ہٰذا القیاس ہر درند پرند چرند کے ایک ایک عضو اور اس کے بال اور کھال پر غور کروگے تو ہر ایک منہ سے یہی بول اٹھے گا ۔

ففی کل شئی له شاهد ☆	یدل علیٰ انه واحد

یہ تو ایک تعمیم تھی۔ اس کے بعد ان میں سے حضرت انسان کی پیدائش کا حیرت انگیز حال بیان فرماتا ہے

انسان کی گارے سے پیدائش: ..... وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ یعنی انسان کی پیدائش گارے سے شروع کی۔ یعنی اس نوع کا جو اول فرد ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو کسی کے نطفہ سے نہیں بنایا بلکہ اس کو خاک سے بنایا۔ گرچہ خاک کے ساتھ پانی وغیرہ اور بھی اجزاء عنصری تھے مگر چوں کہ یہ زیادہ تھا اس لیے اسی کا لحاظ کیا گیا اور کل کو جزء غالب سے تعبیر کرنا محاورہ کی بات ہے۔ ہم اس مقام پر اس ذکر کو چھوڑ دیتے ہیں کہ خاک سے کیوں کر بنایا اور کہاں بنایا؟ لفظ بدأ نے یہ بھی بتلا دیا کہ انواع قدیم نہیں جیسا کہ حکماء یونان کا خیال تھا چنانچہ ان کا رد علم کلام کی بڑی کتابوں میں بڑے زور سے کردیا گیا ہے۔

انسان کی حقیقت: ..... ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ پھر اس کی نسل جاری کرنے کا دستور بتلاتا ہے کہ ہم نے اس کی نسل کو نچڑے ہوئے بے قدر پانی سے جاری کیا۔ یعنی منی سے جو تمام انسانی اخلاط کا نچوڑ یا عطر ہوتا ہے اور باوجود اس کے بے قدر ہوتا ہے انسان اس کو چھپاتا ہے۔ بدن یا کپڑے پر لگ جاتی ہے تو دھوڈالتا ہے۔ نسل کو اس لیے کہتے ہیں کہ وہ جس کی نسل ہوتی ہے اس سے نکلتی ہے (نسل الصوف نسولا سقط۔ قاموس۔ نسله ذریة سمیت به لانها تنسل منه ای تنفصل بیضاوی)۔ سلالة سل سے ہے۔ جس کے معنی کھینچنے کے ہیں، سیف مسلول۔ سللته ای مااستخرج من منی آدم علیہ السلام (مجمع بحار الانور) منی کو سلالہ اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ انسان کے جسم سے کھنچتی ہے۔ مهین المهین الضعیف والحقیر والقلیل (قاموس)۔

روح کا ڈالا جانا: ..... ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ اس کی ماں کے پیٹ میں اس کو ٹھیک کیا سر کی جگہ اس گوشت کے لوتھڑے میں سے سر بنایا، کان کی جگہ کان، آنکھ کی جگہ آنکھ، ناک کی جگہ ناک۔ ہڈی پٹھے بال کھال ایک تناسب طبعی سے بنائیں اور ہر چیز کو اس اندازہ سے بنایا کہ علم تشریح سے واقف ہونے کے بعد عاقل کو اس بات کا اقرار ہی کرنا پڑتا ہے کہ یہ کسی بڑے مدبر حکیم کا فعل اور بڑے باکمال کی کاری گری ہے فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ اور اس کو ٹھیک کرکے اس میں اپنے ہاں کی روح پھونکی زندہ کردیا۔ من روحہ کے یہ معنی نہیں کہ اللہ نے اپنی روح یعنی اپنی جان کا کوئی ٹکڑا اس میں ڈال دیا۔ بلکہ یہ معنی وہ روح کہ جو اللہ کی عمدہ اور لطیف چیزوں میں کی ایک چیز ہے وہ اس میں ڈال دی، اور روح کو اپنی طرف اس کی خوبی ولطافت وشرافت کے لیے مضاف کردیا۔ جیسا کہ بادشاہ اپنے خاص نوکر کو عزت دینے کے لیے کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہمارا نوکر، ہمارا غلام۔

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ اس کے بعد تمہارے لیے شنوائی و بینائی یعنی حواس ظاہرہ عطا کیے وَالْاَفْئِدَۃَ دل دیا یعنی قوائے باطنہ و مدرکات عطا کیے۔ مگر اس پر بھی قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ تم بہت ہی کم اللہ کا شکر ادا کرتے ہو۔ ان باتوں کو اپنے گھر کی باتیں خیال کرتے ہو۔ روح پھونکنے سے پہلے تک تو غائب کے صیغوں سے تعبیر کیا ثُمَّ سَوّٰىهُ فرمایا اور روح پھونکنے کے بعد جَعَلَ لَكُمُ خطاب کا صیغہ لایا کیوں کہ اب قابل خطاب کے ہو گیا۔

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ بَلْ هُمْ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝۱۰ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝۱۱ ع

ترجمہ:......اور کافر کہتے ہیں کیا جب ہم زمین میں مل جل گئے تو کیا پھر نئے سرے سے پیدا ہوں گے؟ بلکہ وہ اپنے رب کے ملنے کے منکر ہیں ۝۱۰ کہہ دو (ایک روز) تمہاری جان موت کا وہ فرشتہ قبض کرے گا جو تم پر معین کیا گیا ہے پھر تم اپنے رب کے پاس لوٹائے جاؤ گے ۝۱۱۔

تفسیر:......مشرکین مکہ ان چند توہمات باطلہ میں مبتلا تھے۔ (۱) آنحضرت ﷺ کو مفتری کہتے تھے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور چیزوں کو بھی شریک کرتے تھے۔ ان دونوں باتوں کا یہاں تک جواب ان کے شبہ کو نقل کر کے دیتا ہے۔

مر کر دوبارہ زندہ ہونا:...... ▪ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ کہ وہ کہتے ہیں کیا ہم جب مر کر زمین میں گم ہو جائیں گے یعنی بدن کے اجزاء متفرق ہو کر نیست و نابود ہو جائیں گے تو پھر زندہ ہو جائیں گے؟ جواب سے پہلے فرماتا ہے بَلْ هُمْ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ کہ ان کا زمین میں ملنے کے بعد زندہ ہونے ہی پر تعجب نہیں بلکہ وہ دراصل اپنے رب کے پاس جانے کے منکر ہیں۔

اب جواب دیتا ہے قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ کہ ان سے کہہ دے ایک روز وہ فرشتہ ❶ جو تمہاری جان قبض کرنے پر معین کیا گیا ہے تمہاری جان قبض کرے گا، مرنے پر تو تمہارا بھی یقین ہے۔ اب رہا بار دگر زندہ ہونا سو جس نے نیست سے ہست کر دیا کیا وہ بار دگر زندہ نہیں کر سکتا؟ کر سکتا ہے اور کرے گا۔ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ پھر تم اپنے رب کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۝۱۲ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا

▪......کفار مکہ دو غلطیوں میں مبتلا تھے۔ چونکہ اللہ کو مخلوق و محسوس اشیاء پر قیاس کر کے اللہ کے ساتھ چیزوں کو بھی شریک کرتے تھے۔ اس کا رد تو آیات بالا میں نہایت واضح طریق پر کر دیا۔ دوسری غلطی یہ تھی کہ وہ مرنے کے بعد روح کا باقی رہنا، عذاب و ثواب پانا حق نہیں جانتے تھے، قیامت کے قائل نہ تھے۔ یہ ایک ایسا خیال ہے کہ انسان کو اکتساب سعادت سے روکتا اور لذات و شہوات اور طرح طرح کی بدکاری میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اس کا رد ان آیات میں کیا جاتا ہے کہ تمہاری جانوں کو ملک الموت قبض کر کے اللہ کے پاس لے جاتا ہے۔ مرنے سے لے کر قیامت قائم ہونے تک کے زمانے میں بھی انسان نیک و بد اعمال کا بدلہ پاتا ہے جس کو عذاب و ثواب قبر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پھر قیامت کا حال اگلی آیات میں بیان فرماتا ہے اذالمجرمون ناکسوا رؤسھم عند ربھم کہ مجرم اللہ کے سامنے سرنگوں کھڑے ہوں گے اور بار دگر دنیا میں آنے کی آرزو کریں گے۔ یہ بات عالم برزخ کے عذاب پر بھی صادق آتی ہے پس یہ خیال غلط ہے کہ مر کر نیست ہو جاتا ہے یا کسی اور جسم میں جاتا ہے۔ حقانی)

❶......فرشتہ اللہ کی طرف سے موکل ہے۔ اس کا قبض کرنا اللہ ہی کا قبض کرنا ہے۔ دونوں باتوں میں تعارض نہیں ۱۲ منہ

وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳﴾

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ

الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا

سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ السجدۃ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ

الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۫ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَلَا

تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمہ: ...... اور جو آپ کبھی دیکھیں جب کہ گنہ گار اپنے رب کے آگے سر جھکائے ہوئے کہہ رہے ہوں گے کہ اے رب! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب ہمیں دنیا میں پھر بھیج کہ اچھے کام کریں ہم کو یقین آ گیا ﴿۱۲﴾ اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت پر لے آتے لیکن ہماری بات پوری ہو کر رہی کہ ہم جنوں اور آدمیوں سب سے جہنم بھر کر رہیں گے ﴿۱۳﴾ پھر تم بھی (مزہ) چکھو اس لیے کہ تم آج کے دن پیش آنے کو بھول بیٹھے تھے ہم نے تم کو بھلا دیا (لو اب) اور عذاب دائمی چکھو اپنے کئے کے بدلے میں ﴿۱۴﴾ ہماری آیتوں پر تو وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو ان سے سمجھایا جاتا ہے تو سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی ستائش کرتے ہیں اس کی خوبیاں بیان کر کے اور وہ تکبر نہیں کرتے ﴿۱۵﴾۔ (شب کو) اپنے بستروں سے اٹھ کر اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور ہمارے دیئے میں سے کچھ دیتے بھی ہیں ﴿۱۶﴾ پھر کوئی شخص بھی نہیں جانتا کہ ان کے لیے ان کی آنکھوں کی کیا ٹھنڈک چھپا رکھی ہے ان کے عمل کے بدلے میں ﴿۱۷﴾۔

ترکیب: ...... ولوتری ہومن رؤیۃ العین والمفعول محذوف ای ولوتری المجرمین، واغنی عن ذکرہ المبتدأ۔ واذھنا یروابھا المستقبل والتقدیر یقولون ربنا وموضع المحذوف حال والعامل فیہا ناکسوا۔ فذوقوا بما ای فذوقوا العذاب ویجوزان یکون مفعول فذوقوا القاء علی مذھب الکوفیین فی اعمال الاول، ویجوزان یکون ھذا۔ تتجافی فی موضع الحال وجواب لو محذوف أی لرأیت امرافظیعا ویمکن ان یکون لو للتمنی خوفا وطمعا مفعول لہ والعامل یدعون، ۔مابمعنی الذی ویجوزان یکون للاستفہام۔

تفسیر: ...... وَلَوْ تَرٰی یہاں سے وہ حال بیان کرتا ہے جو اللہ کے پاس رجوع ہونے کے بعد یعنی اس کے پاس جانے کے بعد ظہور میں آئے گا کہ اے محمد ﷺ! یا اے ہر شخص مخاطب!

کفار کی ذلت و ندامت اور جرم کا اقرار: ...... اگر تو ان کافروں کو اس وقت دیکھے جب کہ وہ اپنے رب کے سامنے شرمندگی اور خوف سے سر جھکائے کھڑے ہوں گے اور یہ کہیں گے کہ اے رب اب ہم نے آنکھ سے حشر کا معاملہ دیکھ لیا اور تجھ سے رسولوں کا برحق ہونا سن لیا۔ یہ معنی کہ وہ وہاں جا کر اپنے جرم کا اقرار کریں گے کہ ہم نے رسولوں اور ان کے معجزات کو دنیا میں دیکھ لیا تھا اور ان کے کلام کو سن لیا تھا جیسا کہ آیا ہے قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ اب ہم کو بار دگر دنیا میں بھیج کہ وہاں جا کر اپنے کام کریں اب ہم کو یقین آ گیا۔ مگر اب کیا ہوتا ہے۔ کیوں کہ

وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا ... الخ اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت کرتے ایمان دار نیک کردار کردیتے مگر ان میں صلاحیت نہ تھی ان کو رسولوں نے بہت کچھ سمجھایا پر نہ مانا اس لیے کہ اللہ کا نوشتۂ ازلی پورا ہوگیا کہ یہ لوگ جہنم میں جائیں گے۔ مطلب یہ کہ اگر بار دگر بھی دنیا میں جائیں تو کبھی راہ پر نہ آئیں۔ پس حکم ہوگا کہ آج کے دن فراموش کرنے کا مزہ چکھو۔ اب ہم نے تم کو بھلا دیا یعنی ہمارے دل میں تمہاری جگہ باقی نہیں رہی۔ یہ محاورہ کی بات ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھول جائے گا اس لیے کہ وہ سہو ونسیان سے پاک ہے۔ وَذُوْقُوْا اب عذاب دائمی کا مزہ چکھو اپنے اعمال بد کے سبب سے۔ تم دائم ان میں گرفتار تھے اس لیے عذاب دائمی میں گرفتار ہوئے۔

اِنَّمَا يُؤْمِنُ ... الخ یہاں سے یہ بات بتلاتا ہے کہ یہ بدنصیب کیا ایمان لائیں گے ایمان لانا آیات الٰہی پر تو ازلی نیک بختوں کا کام ہے پھر ان کی علامات اور عادات حمیدہ بیان فرماتا ہے۔

سجدۂ تلاوت:...... (۱) کہ جب ان کو آیات الٰہی سنا کر سمجھایا جاتا ہے تو خوف الٰہی کے مارے سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اس کی تسبیح وتحمید کرتے ہیں سبحان اللہ بحمدہ کہتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے نہ تو دنیا میں کسی سے بہ تکبر پیش آتے ہیں نہ اللہ کے رسولوں اور اس کے احکام سے تکبر کر کے سرتابی کرتے ہیں یعنی ان میں کمال صلاحیت ہے۔ اس آیت کو پڑھ کر یا سن کر سجدہ کرنا لازم ہے۔

(۲) تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ ای ترتفع وتتنحی عن الفرش و موضع النوم (بیضاوی) کہ وہ رات کو اپنے بستروں اور خواب گاہوں سے اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھتے ہیں۔ اس میں خوف اور امید کے ساتھ اللہ کو پکارتے ہیں دعا کرتے ہیں مناجات میں مشغول ہوتے ہیں۔

نماز تہجد:...... احادیث صحیحہ میں نماز تہجد کی تاکید اور فضائل بہت کچھ وارد ہیں۔ آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ اور صالحین امت کا قدیم دستور ہے کہ وہ نصف شب کے بعد اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھتے ہیں۔ وہ بارہ رکعت ہیں دو دو کی نیت سے۔ حضرت ﷺ پر یہ نماز فرض تھی۔ تمام امت کے لیے مسنون ہے۔ حضرت ابوامامہ ؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ رات کا اٹھنا لازم کرو کیوں کہ یہ تم سے پہلے صالحین کی عادت ہے۔ اس سے تمہارے رب کی نزدیکی پیدا ہوتی ہے یہ گناہوں کو مٹاتا ہے گناہوں سے روکتا ہے (رواہ الترمذی) اور فرمایا کہ یہ بڑا قبولیت کا وقت ہے۔

(۳) وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ کہ اللہ کے دیئے میں سے دیتے ہیں یعنی خیرات بھی کرتے ہیں۔ پھر ان کے اجر کی بابت فرماتا ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ... الخ کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی فرحت وسرور کی چیزیں جو کچھ ہم نے چھپا رکھی ہیں ان کی پوری تعداد اور کیفیت کوئی نہیں جانتا ہے۔ یعنی وہ بے حساب چیزیں ہیں اور یہ ٹھیک ہے مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہم جنت اور اس کی کسی نعمت سے واقف نہیں خصوصاً وہ کہ جن کو قرآن اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتا دیا۔ جس نے یہ مطلب سمجھ کر نعماء جنت اور حور وقصور کا انکار کیا بڑی غلطی کی ہے۔

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۭ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

وقف غفران

❶ اہل اسلام میں معتزلہ اور شیعہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو اس بات کا کرنا لازم ہے کہ جو بندے کے حق میں اصلح ہو اس لحاظ سے وہ اس قسم کی آیات کی کہ جن میں گمراہ کرنا اور ہدایت نہ دینا اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے تاویل کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ گمراہی بندے کے حق میں کسی طرح بہتر نہیں۔ ان کے رد کے لیے یہ آیت کافی ہے۔ اور اسی طرح عیسائی بھی منہ آیا کرتے ہیں اور تقدیر کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے چپ کرنے کے لیے کتاب یسعیاہ کا ۴۵ باب ۹ ورس کافی ہے جس میں صاف ہے کہ کوئی خالق سے نہیں کہہ سکتا کہ تو نے میرے لیے ایسا کیوں کیا ۱۲ منہ۔

الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ

فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ

لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ

الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ

ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع ۱۱ ۱۵

ترجمہ: ...... تو کیا مومن اس کے برابر ہو جائے گا جو بدکاری کر رہا ہو وہ برابر نہیں ہو سکتے ⑱ لیکن وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کئے تو ان کے ان کاموں کے سبب جو وہ کیا کرتے تھے مہمانی میں ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں ⑲ اور جنہوں نے بدکاریاں کیں سو ان کا ٹھکانا آگ ہے جب چاہیں گے کہ وہاں سے نکلیں تو اس میں پھر داخل کر دیے جائیں گے اور ان کو کہا جائے گا آگ کا وہ عذاب چکھو کہ جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے ⑳ اور البتہ (دنیا میں بھی) ہم ان کو تھوڑا سا عذاب چکھا دیں گے بڑے عذاب سے پہلے تا کہ وہ رجوع کریں ㉑ اور بھلا اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا کہ جس کو اس کے رب کی آیتوں سے سمجھایا جائے پھر وہ ان سے منہ موڑے، ہم کو تو گنہگاروں سے ضرور بدلہ لینا ہے ㉒۔

ترکیب: ...... افمن الاستفهام للانکار ای لیس المؤمن کالکافر۔ لا یستون تاکید لما تضمنه الاستفهام والجمع لرعاية معنی من وهو مفرد لفظا جمع معنی۔ اما الذین . . . الخ هٰذا التفصيل تقرير للايستون ۔ جنٰت الماوٰی ای التی فیها المساکن والدور والغرف العالية (ابن کثیر) الماوٰی ما یاوی اليه وقیل الماوٰی اسم للجنة۔

تفسیر: ...... مؤمنوں کے درجات آخرت سن کر ایک خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ اللہ کے مؤمن و کافر نیک و بد سب بندے برابر ہیں، اس کو نہ نیک سے فائدہ نہ بد سے نقصان۔ پھر نیکوں کے لیے یہ کچھ درجات، بدوں کے واسطے یہ مصائب، اس کے عدل و انصاف کے خلاف ہے۔ اور کچھ عجب نہیں کہ کفار بھی اپنی بت پرستی اور دیگر بے کار کوششوں پر اپنے تئیں ان نعمتوں کا مستحق سمجھتے ہوں۔ اس کا جواب اس آیت میں دیتا ہے۔

مومن اور فاسق دونوں برابر ہیں؟: ...... اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ کہ بھلا مومن اور فاسق دونوں برابر ہیں؟ ہرگز نہیں پھر اس کی اور بھی توضیح کرتا ہے۔

اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا . . . الخ کہ وہ جو ایمان لائے ہیں اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ انہوں نے نیک کام بھی کیے ہیں۔ نیک کاموں کی شرح پہلی آیتوں میں آ چکی ہے فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى کہ ان کا مقام جنت ہے وہی ان کا اصلی مقام ہے۔ دنیا ایک کوچ کر جانے کی منزل ہے۔ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یہ مقام مقدس ان کی مہمانی میں دیا جائے گا ان کے ان کاموں کے بدلہ میں جو وہ دنیا میں کیا کرتے تھے۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا اور وہ جو فاسق ہو گئے یعنی اللہ کے حکم سے نافرمان ہو گئے یہ عام ہے۔ کفر و معصیت دونوں فسق ہیں۔ فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ان کا ٹھکانا آگ ہے۔ دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ ان کا گھر ہے۔ یہ دنیا کے عمدہ محل اور نفیس باغ تو چند روز کے لیے ہیں۔ دنیا میں

شہوت کی آگ میں مبتلا تھے وہی آتش شہوت نارِ جہنم بن جائے گی۔ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا جب وہاں سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو پھر وہیں دھکے دے کر پہنچا دیئے جائیں گے یعنی نکلنے نہ پائیں گے۔ اس لیے کہ وہ دنیا میں اس آگ سے نہ نکلے تھے۔

وَقِيْلَ لَهُمْ . . . الخ اور ان سے کہہ دیا جائے گا کہ آج اس آتش کے عذاب کا مزہ چکھو کہ جس کو تم دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے۔ جب کوئی کہتا تھا کہ اس فعل بد کی سزا جہنم ہے تو کہہ دیتے تھے یہ جنت اور جہنم سب فرضی باتیں ہیں بے وقوفوں کے ڈرانے کے لیے۔ اس پر وہ اپنی دولت وحشمت کے گھمنڈ پر قہقے لگایا کرتے تھے۔ چنانچہ کسی بدکردار شاعر نے اس پر بہت کچھ مضحکہ کیا ہے۔ اور آج کل عیاش ملحد منش اپنی محفلوں میں بہت کچھ قہقے اُڑایا کرتے ہیں وہاں ان کو کہا جاویگا یہ وہ آگ ہے کہ جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

فاسقوں کے لئے دنیا میں عذاب:...... وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى . . . الخ اب یہ بات ارشاد فرماتا ہے کہ اس خیال میں نہ رہنا کہ آخرت ہی میں عذاب آئے گا دنیا میں تو مزے سے گزرتی ہے۔ بلکہ آخرت کے عذاب سے پہلے دنیا میں بھی ہم ان کو عذاب دیں گے گو وہ کتنا ہی بڑا ہو مگر عذاب آخرت کے مقابلہ میں ادنیٰ ہے۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کے موافق اہل مکہ پر عذاب ادنیٰ آیا۔ سات برس تک وہ قحط پڑا ❶ کہ مردار اور کتوں کے کھانے کی نوبت آ گئی۔ گرچہ آیت میں روئے سخن اہل مکہ کی طرف ہے مگر سب فاسقوں کی طرف اشارہ ہے۔ کتب تواریخ شاہد کہ دنیا میں جس قوم نے بدکاری، شہوت پرستی اختیار کی وہ دنیا ہی میں برباد اور تباہ کیے گئے۔ سلطنتیں چھین لی گئیں، لوگوں کے ہاتھوں سے قتل ہوئے ان کی جورو اور بیٹیوں کو بے حرمت کیا گیا۔ یہ عذاب ان کو اس لیے دیا جاتا ہے کہ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ کہ کاش وہ اللہ کی طرف رجوع کریں توبہ کر کے صلاحیت اختیار کریں۔ مگر افسوس کہ جو اس کے بعد بھی رجوع نہیں کرتے جان لو کہ وہ اللہ کی بارگاہ سے راندے ہوئے ہیں۔ ان کو کبھی خوش وقتی دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ اہل اسلام کے امراء کو عبرت کرنا چاہیے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ . . . الخ میں یہی بات بتلاتا ہے کہ اس سے زیادہ کون بدبخت ظالم ہے کہ جس کو اللہ کی آیتوں سے سمجھایا جاتا ہے پھر وہ اس سے اعراض کرتا ہے پھر ہم ایسے مجرموں سے کیوں نہ انتقام لیں گے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى
لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۳﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۗ وَكَانُوْا
بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ
يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ
فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ۭ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ
اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ۭ اَفَلَا
يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ يَوْمَ

---

❶ ...... نسائی نے عذاب الادنیٰ کی تفسیر میں یہی روایت کی ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں اس سے مصائب دنیا مراد ہیں، ابن کثیر۔

الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع

ترجمہ:......اور البتہ موسیٰ کو بھی ہم نے کتاب دی تھی پھر تو اس کے ملنے میں شبہ نہ کریں اور ہم نے ہی اس کو بنی اسرائیل کے لیے رہنما بنایا تھا ﴿۲۳﴾ اور ہم نے ان میں سے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے۔ جب کہ انہوں نے صبر کیا تھا ▪ اور وہ ہماری آیتوں پر یقین بھی رکھتے تھے ﴿۲۴﴾ بے شک آپ کا رب قیامت کے دن ان میں فیصلہ کردے گا کہ جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں ﴿۲۵﴾ کیا ان کو اس سے بھی رہنمائی نہ ہوئی کہ ان سے پہلے ہم نے کتنے قرن غارت کردیے کہ لوگ جن کے گھروں میں (چلتے) پھرتے ہیں البتہ اس میں بڑی نشانیاں ہیں پھر وہ کیا سنتے بھی نہیں ﴿۲۶﴾ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم پانی کو خشک زمین کی طرف رواں کر کے اس سے کھیتی نکالتے ہیں کہ جس کو ان کے چار پائے اور وہ خود بھی کھاتے ہیں پھر کیا وہ دیکھتے بھی نہیں ﴿۲۷﴾ اور کافر کہتے ہیں کب ہے یہ فیصلہ اگر تم سچے ہو ﴿۲۸﴾ کہہ دو فیصلہ کے دن تو کافروں کو ایمان لانا کچھ بھی نفع نہ دے گا اور نہ ان کو مہلت ہی دی جائے گی ﴿۲۹﴾ پس ان سے کنارہ کرو اور انتظار کرتے رہو وہ بھی انتظار کر رہے ہیں ﴿۳۰﴾۔

ترکیب:......من لقائہ یجوز ان یرجع الضمیر فی لقاء الی اللہ ای من لقاء موسی اللہ فالمصدر مضاف الی المفعول۔ وان یرجع الی موسیٰ ای من لقاء موسی الکتاب او الشدۃ والانکار من قومہ فیکون المصدر مضافا الی الفاعل۔ وقیل یرجع الی الکتاب ای فلاتکن فی شک من لقاء الکتاب من اللہ تعالیٰ کما قال، وانک لتلقی القرآن وقیل من لقائک موسیٰ، کما وقع فی لیلۃ المعراج او فی القیامۃ۔ لما بالتشدید ظرف والعامل یھدون او جعلنا، وبالتخفیف مصدریۃ۔

تفسیر:......وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ . . . الخ یہاں سے پھر مسئلہ رسالت کا ثبوت کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی پھر اے محمد! آپ کتاب کے ملنے میں شبہ نہ کریں کیوں کہ جس طرح حضرت موسیٰ کے عہد میں گمراہی بڑھ گئی تھی بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے توریت نازل کی گئی اسی طرح آپ کے عہد میں تمام عالم گمراہ ہوگیا تھا ان کی ہدایت کے لیے تم کو نبی بنانا اور تم کو کتاب دینا ضرور ہوا۔ آنحضرت ﷺ کو اس میں کوئی شبہ نہ تھا کتاب یعنی قرآن پا چکے تھے بلکہ یہ اوروں کے لیے فرمایا کہ تم اس میں شبہ نہ کرو۔

موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کا وعدہ:......بعض مفسرین کہتے ہیں جیسا کہ مجاہد و کلبی سے وسدی کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اے محمد! ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آپ اپنی زندگی میں موسیٰ سے ملاقات کریں گے۔ چنانچہ شب معراج میں آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام سے بیت المقدس یا آسمان میں ملاقات کی جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے میں نے موسیٰ علیہ السلام سے شب معراج میں ملاقات کی ہے۔ وہ بلند قامت گھنگریالے بالوں والے تھے جیسا کہ شنوءۃ کے آدمی ہوتے ہیں۔ اسی طرح بخاری نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے شب معراج موسیٰ کو سرخ ڈھیر کے پاس اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

بعض کہتے ہیں یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے تکلیف پائی آپ ﷺ بھی پائیں گے۔ اس میں شک نہ

▪: بخاری نے کتاب الجمعہ میں روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں سورۂ سجدہ اور سورۂ ھل اتی پڑھا کرتے تھے۔ صحیح مسلم میں بھی یہی آیا ہے۔ احمد و داری و ترمذی و نسائی و حاکم نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ بغیر سورۂ سجدہ اور سورۂ تبارک الذی کے پڑھے نہ سویا کرتے تھے۔ ان کے فضائل میں اور بھی احادیث ہیں ۱۲ منہ)

کرنا حسن۔

کفار کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنائے جانے پر تعجب کرنا:

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً . . . الخ یعنی موسیٰ کے بعد بھی ہم نے یہ سلسلہ جاری رکھا کہ ان میں سے پیشوا لوگوں کی ہدایت کے لیے قائم کیے وہ برداشت کر کے ہدایت کیے جاتے تھے۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول بنانا اور اس پر قرآن نازل کرنا کون سی نئی بات ہوگئی جس پر کفار اس قدر تعجب و انکار کرتے ہیں؟۔

اِنَّ رَبَّكَ مگر موسیٰ کے بعد نبیوں کے آنے پر بھی لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا دین اور کتاب میں تحریف شروع ہوئی جس کا فیصلہ ہم کردیں گے کہ کون حق پر تھا؟ کون ناحق پر؟ اس جملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی ضرورت کی طرف اشارہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد کے انبیاء کے طریقے میں اختلاف پڑ جانے کے سبب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اصلاح کے لیے نبی کر کے بھیجا گیا۔

قدرت کاملہ اور دنیا کا ناپائیداری پر دلائل:

اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ یہاں سے اپنی قدرت کاملہ اور دنیا کے بے ثبات ہونے پر دو دلیلیں پیش کر کے یوم الفتح کے آنے کا وعدہ دیتا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن کے انتظار کا متوقع کر کے سورت کو تمام کرتا ہے۔

اول تو یہی دلیل ہے کہ وہ اپنے سے پہلوں کے مکانات شکستہ پر سے گزرتے ہیں جو عبرت کا نمونہ ہیں پھر کیا اس سے ان کو ہدایت نہیں ہوتی، غور نہیں کرتے کہ ان کے بنانے والے کون تھے، کہاں گئے، ان کے دل میں کیا کیا امیدیں ہونگی؟ اسی طرح ایک دن تمہارے لیے ہے۔

دوسری دلیل اَوَلَمْ يَرَوْا کہ خشک زمین کو نہیں دیکھتے کہ اس کو ہم پانی سے کس طرح شاداب کرتے ہیں ان کے اور ان کے چارپایوں کی روزی پیدا کرتے ہیں اناج، گھاس۔ پھر کیا ہم باردگر پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ پہلی دلیل میں افناء دوسری میں ایجاد کی طرف اشارہ ہے۔ پہلی دلیل کے بعد اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ فرمایا تھا۔ اس لیے کہ گزشتہ لوگوں کا حال سننے سے علاقہ رکھتا ہے۔ دوسری کے آخر میں اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ اس لیے کہ زمین کا خشک ہونے کے بعد شاداب دیکھنا بصارت سے متعلق ہے۔ اہل اسلام ان کے انکار پر آئندہ بلاؤں کا آنا ایک دن پر محول کرتے تھے جس پر کفار نے پوچھا مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ کہ وہ فیصلہ کا دن کب ہے؟ اس سے مراد قیامت [1] کا دن ہے (مجاہد)۔ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ جواب دیتا ہے کہ اس کی تعیین دریافت کرنے سے تم کو کیا فائدہ؟ اگر یہ غرض ہے کہ اس دن ایمان لے آوینگے تو اس دن ایمان لانا کچھ فائدہ نہ دے گا، نہ ان کو مہلت ملے گی۔ پس اے نبی ان سے کنارہ کرو بحث نہ کرو اور منتظر رہو وہ بھی منتظر ہیں۔

---

[1] ...فراء و قتیبی کہتے ہیں۔ فتح مکہ سدی کہتے ہیں بدر کا دن ۱۲ منہ۔

اٰیَاتُھَا ۷۳ (۳۳) سُوْرَۃُ الْاَحْزَابِ مَدَنِیَّۃٌ (۹۰) رُکُوْعَاتُھَا ۹

مدینہ میں نازل ہوئی اس میں تہتر آیتیں اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ۝۱ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ۝۲ وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝۳

ترجمہ:......اے نبی اللہ سے ڈرا کرو اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ ماننا البتہ اللہ جو ہے سو خبردار حکیم ہے① اور جو کچھ تم پر تمہارے رب کی طرف سے بھیجا گیا ہے اسی پر چلا کرو البتہ اللہ جانتا ہے② جو کچھ کہ تم کیا کرتے ہو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ ہی کارسازی کے لیے بس ہے③۔

ترکیب:......من ربک متعلق بیوحی و کیلا تمیز للکفی باللہ فاعلہ والباء زائدۃ۔

تفسیر:......احزاب جمع حزب کی جس کے معنی جماعت اور گروہ کے ہیں۔اس سورت میں ان جماعتوں کا بھی تذکرہ ہے جو نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم پر چڑھ کر آئی تھیں اور چاروں طرف سے مدینہ طیبہ کو گھیر لیا تھا جس کی مدافعت کے لیے حضرت ﷺ نے شہر کے اردگرد خندق کھودنے کا حکم دیا تھا اس واقعہ کو غزوۂ خندق کہتے ہیں جو شوال کے مہینے میں اُحد کی لڑائی کے ایک برس بعد ہجرت کے پانچویں سال میں واقع ہوا تھا۔اس لیے اس سورت کا نام سورۂ احزاب ہو گیا۔

یہ سورت بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔

منسوخ التلاوۃ آیات:......بعض روایتوں میں یہ پایا جاتا ہے کہ اس سورت میں سے بعض آیات آنحضرت ﷺ کے عہد میں منسوخ التلاوت ہوگئی ہیں۔گو اس سے بھی قرآن مجید پر تحریف کا الزام قائم نہیں ہو سکتا۔اس لیے کہ تحریف جب ہوتی ہے کہ جب آپ ﷺ کے بعد قرآن میں کمی کی جاتی یا آپ ﷺ کے بغیر اجازت۔اور جب کہ منزل قرآن ہی نے کسی قدر اجزاء کو کسی حکمت سے کم کر دیا تو پھر کسی کو کیا مجال گفتگو ہے۔اس بحث کو ہم تعریف القرآن جواب تحریف القرآن میں خوب بیان کر چکے ہیں۔مگر ابو مسلم وغیرہ محققین اس کے سرے سے قائل ہی نہیں وہ ان آیات منسوخ التلاوت کو قرآنی آیات نہیں کہتے بلکہ وہ جملے بطور تفسیر کے آنحضرت ﷺ نے پڑھے تھے جس کو لوگوں نے آیت سمجھ کر اپنے مصاحف میں لکھ لیا مگر جب قرآن اصلی حالت پر لکھوایا گیا عرضہ اخیرہ کے مطابق اس میں درج نہ ہونے دیا۔

سورۂ سجدہ کے اخیر میں آنحضرت ﷺ کو انتظار کا حکم دیا گیا تھا اور نصرت کا وعدہ بھی تھا ایسی حالت میں کچھ عجب نہیں کہ کفار و منافقین نے آنحضرت ﷺ کو اپنی اطاعت پر آمادہ کرنا چاہا ہو کہ آپ فلاں فلاں باتیں مان لیں تو ہم آپ کے دین میں آجاتے

ہیں۔ ورنہ ہم آپ کو اور آپ کے ماننے والوں کو ستائیں گے۔ گو آپ ﷺ سے یہ بات متوقع نہ تھی مگر ایسی خطرناک حالتوں میں طبیعت انسانی کا مائل ہو جانا کچھ بعید نہیں۔ اس لیے بنظر احتیاط آنحضرت ﷺ کو اول ہی آگاہ کر دیا۔

آنحضرت ﷺ کی کمال عزت: ...... فقال یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اے نبی! اس میں آنحضرت ﷺ کی کمال عزت ہے کہ قرآن مجید میں کسی جگہ آپ کا اسم مبارک لے کر نہیں پکارا گیا بلکہ بہ لقب نبی یا رسول یا مزمل یا مدثر یاد فرمایا گیا۔ اتَّقِ اللّٰهَ سے ڈرا کرو اور کسی سے نہ ڈرو۔ اگرچہ آپ ﷺ اللہ ہی سے ڈرتے تھے۔ مگر یا اس پر دوام کے لیے یا ازدیاد کے لیے یہ حکم دیا، اس لیے کہ تقویٰ کا بے نہایت میدان ہے۔ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ ماننا۔

کافروں کی دھمکی: ...... واحدی کہتے ہیں کہ کافروں میں سے ابوسفیان، وعکرمہ، وابوالاعور اور منافقوں میں سے عبداللہ بن ابی، وعبد اللہ ابن ابی سرح آپ ﷺ سے طرح طرح کی باتیں دھمکی دے کر کہا کرتے تھے کہ ایسا ایسا کر۔ ان کا کہنا اس لیے نہ مان کہ یہ وہ باتیں کہتے ہیں جس کو مصلحت الٰہی نہیں چاہتی تھی۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا البتہ اللہ عالم ہے ہر بات کی ابتدا و انتہا شروع و انجام جانتا ہے۔ اس نے جو کچھ حکم دیا ہے اس میں سراسر حکمت ہے۔

پس وَّاتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤى اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ اللہ نے جو کچھ آپ کی طرف وحی کی ہے اسی پر چلو، اور نہایت استحکام اور صدق دل سے وحی کا اتباع کرو اس لیے کہ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا جو کچھ تم کرتے ہو اس کو اللہ خوب جانتا ہے اس پر کوئی بات مخفی نہیں۔ ان سرکشوں کی دھمکیوں سے نہ ڈرو وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ پر بھروسہ رکھو، وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا وہ کافی ہے سب کار درست کرے گا کوئی دشمن تم پر غلبہ نہ پاوے گا۔

حاصل کلام، جب قومیں ورطۂ ضلالت میں غرق ہوں، اور جہالت کی تاریک اندھیروں میں بند ہوں اس وقت اللہ کے ہادی کو جو قوانین ملیہ واحکام سیاسیہ کا سرچشمہ، اس کا الہام ہو بڑا مستقل رہنا چاہیے۔ لوگوں کی بے ہودہ خواہشوں کی تعمیل اور خلاف میں ایذا وتکلیف کی کچھ بھی پروانہ کرنا چاہیے۔ قرآن نے لوگوں کو ہمیشہ ❶ کے لیے کیا عمدہ قانون بتلا دیا ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔیْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ ۝۴ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْكُمْ ؕ وَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ فِیْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝۵

ترجمہ: ...... اور اللہ نے کسی کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے اور نہ اللہ نے تمہاری ان بیویوں کو کہ جن سے تم ظہار کر بیٹھے ہو تمہاری ماں بنایا ہے اور نہ

❶ یعنی کلام بھی اور خطاب بھی ہے۔ لوگوں کو کہا جاتا ہے ۱۲ منہ۔

تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا بیٹا بنایا ہے یہ تمہارے منہ کی بات ہے اور اللہ سچ فرماتا ہے اور وہی سیدھا رستہ بتاتا ہے ۝۴ ان کو ان کے اصلی باپوں کے نام سے پکارا کرو یہ اللہ کے نزدیک بہتر ہے اگر تم کو ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو وہ تمہارے دینی بھائی اور رفیق ہیں اور بھول چوک میں تم پر کچھ گناہ بھی نہیں ہاں دل سے قصد کر کے کہنے میں (گناہ ہے) اور اللہ جو ہے تو معاف کرنے والا مہربان ہے ۝۵۔

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا کہ خلوص کے ساتھ وحی کا اتباع کرو۔

کسی کے دو دل نہیں:...... اب مَا جَعَلَ اللّٰهُ ... الخ سے یہ بات بتلاتا ہے کہ مقتضائے خلوص یہی ہے کہ ایک طرف کا ہو جائے۔ دو دلی اچھی نہیں۔ اس دو دلی کو اس جملہ میں رد کیا۔ دو دلی یا دو رنگی کے باطل کرنے کے لیے یہ جملہ میں ضرب المثل ہے۔ محاورۂ عرب میں اس محل پر یہی جملہ بولا کرتے ہیں کہ اللہ نے کسی کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے ہیں۔ دل ایک ہی ہوتا ہے۔ اب اس میں محبت واطاعت بھر لو یا بغض ونافرمانی۔ یہ نفاق کی قطع وبرید کے لیے بڑا پر اثر جملہ ہے۔ عرب کے شاطر وفہیم تفاخراً یہ کہہ دیا کرتے تھے کہ ہمارے دو دل ہیں اور اسی لیے جمیل ابن معمر کا یہ لقب ہو گیا تھا۔ اسی چالاکی پر مدینہ کے منافق باتیں کیا کرتے تھے۔

معاملۂ ظہار:...... اس کے بعد اسی پر متفرع کر کے دو باتیں اور ارشاد فرماتا ہے جو احکام آیندہ کے لیے تمہید ہیں اور جن سے مخالفوں کے طعن اٹھانے منظور ہیں۔

اول وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ ... الخ کہ تم جن بیویوں کو غصہ میں ماں کہہ بیٹھے ہو وہ تمہاری مائیں نہیں بن جاتیں۔ جاہلیت میں عرب کا دستور تھا کہ وہ خفا ہو کر بیوی کو کہہ دیتے تھے انت کظهر امی۔ تو مجھ پر اس طرح حرام ہے کہ جیسے میری ماں کی ظہر یعنی پشت مجھ پر حرام ہے۔ پشت کے نام سے کنایہ ستر خاص کی طرف ہوتا تھا، مگر شرم وتہذیب کے سبب ستر خاص کا ذکر نہیں کرتے تھے۔ یہ جاہلیت میں طلاق سمجھی جاتی تھی۔ اسلام میں ایسی تشبیہات کو ظہار کہتے ہیں اس کا حکم مفصل سورۂ مجادلہ میں آئے گا۔

اسلام میں متبنی کوئی چیز نہیں:...... دوسری بات وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ کہ جن کو تم خوشی میں بیٹا کہہ لیتے ہو وہ درحقیقت تمہارے بیٹے نہیں بن جاتے۔ جس طرح وہ غصہ کی بات بیوی کو ماں نہیں کر دیتی اس طرح خوشی کی بات کہ کسی کو بیٹا کہہ لو یا بیٹا بنا لو غیر کو بیٹا نہیں بنا دیتی۔

جاہلیت میں دستور تھا کہ کوئی کسی کو بیٹا بنا لیتا تھا یعنی متبنی کر لیتا تھا جس طرح کہ ہنود گود لے لیتے ہیں پھر وہ شخص اصلی بیٹا سمجھا جاتا تھا اور اسی کی میراث بھی پاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی وحی سے پہلے زید بن حارثہ کلبی کو بیٹا کر لیا تھا، لوگ اس کو زید بن محمد ﷺ کہا کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری ومسلم وغیرہ میں روایت کیا ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ ہم زید بن حارثہ کو زید بن محمد ﷺ کہہ کر پکارا کرتے تھے یہاں تک کہ قرآن میں آ گیا اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ ... الخ تب آنحضرت ﷺ نے خود کہہ دیا کہ تو زید بن حارثہ بن شراحیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس الحاق اور اس نسبت جاہلیت کو بھی رد کر دیا اب اسلام میں متبنی بنانا کوئی چیز نہیں رہا۔

ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ، یہ صرف تمہاری منہ کی باتیں ہیں عند اللہ ان کی کچھ بھی اصل نہیں نہ کسی کے لیے دو دل ہیں نہ کوئی بیوی کسی کی ماں ہے نہ کوئی غیر کا بیٹا بیٹا ہے۔

وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ سچی بات اللہ کہتا ہے اور وہی سیدھا رستہ بتاتا ہے نہ وہ کہ جو تم کہتے ہو۔

لے پالک (متبنی) کے اصل باپ کے نام سے پکارا جائے:...... تیسری بات کی بابت سیدھا رستہ بتانے کے لیے یہ حکم دیتا ہے اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ ... الخ کہ ان کو ان کے اصلی باپوں کے نام سے پکارا کرو یہ اللہ کے نزدیک بہتر اور انصاف کی بات ہے۔ اگر

تم کو ان کے باپوں کے نام معلوم نہ ہوں تو بھائی یا مولیٰ فلاں کہہ کے پکارو۔ قال الزجاج موالیکم ای اولیائکم فی الدین۔ اور بعض کہتے ہیں اگر آزاد ہے اور اس کے باپ کا نام معلوم نہیں تو بھائی کہہ کے پکارو اور اگر غلام ہے تو مولیٰ فلاں اس کے آقا کے نام سے پکارو موالی مولیٰ کی جمع ہے جو ولاء سے مشتق ہے جس کے معنی قرابت اور نزدیکی کے ہیں۔ قرابت نسبی کے علاوہ اسلام میں قرابت سببی بھی معتبر ہے۔ پھر اس کی دو قسم ہیں۔

موالات و مواخات کا شرعی حکم:...... ایک موالاۃ و مواخات کہ باہم دو شخصوں کا ایسا عقد دوستی مستحکم ہو جائے کہ ایک دوسرے کے نیک و بد میں شریک ہونا لازمی سمجھے۔ ابتداء اسلام میں اس سے وراثت بھی دلائی جاتی تھی۔ اور آنحضرت ﷺ مدینہ میں اسی طرح سے ایک کو دوسرے کا بھائی قرار دیتے تھے جو ایک دوسرے کے رنج و راحت کا شریک ہوتا تھا۔ خصوصاً پردیسیوں کے لیے اس سے بڑا فائدہ تھا۔ اب بھی گو توریث نہ ہو مگر اس قسم کی موالاۃ بڑی عمدہ بات ہے اور اسی طرح قبائل عرب میں موالاۃ ہوا کرتی تھی۔ خصوصاً پردیس اور غیر برادری کے لوگ کسی قبیلہ کے ساتھ ایسی برادری قائم کر کے بڑی عافیت سے زندگی بسر کیا کرتے تھے وہ شخص انہیں کی طرف منسوب ہوا کرتا تھا، کہتے تھے مولیٰ فلاں۔

دوسری ولاء عتاقت کہ جو کوئی کسی کو آزاد کرتا تھا تو آزاد کردہ اسی کی طرف منسوب ہوتا تھا اس کو بھی مولیٰ فلاں کہتے تھے اسی طرح جو کوئی کسی کے ہاتھ پر اسلام لاتا تھا، وہ بھی اسی کی طرف منسوب ہوتا تھا اس کو بھی مولیٰ فلاں کہتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ وغیرہ عجمی لوگوں کے بزرگ جب اسلام لائے اپنے مرشدوں کے مولیٰ کہلائے جس کو بعض نے غلطی سے غلام ہونا سمجھ لیا۔ حاصل کلام یہ کہ جس قسم کی موالاۃ پائی جائے تو جس کے حق میں وہ موالاۃ ثابت ہو اس کی طرف منسوب کر دو یہ بات عرب میں تحقیر کا سبب نہیں سمجھی جاتی تھی بلکہ اس قسم کا انتساب باعث فخر سمجھا جاتا تھا۔ ہاں اس اخیر زمانے میں جب کہ اسلام دور دراز ملکوں میں پھیل گیا اور بزرگوں کی طرف موالات کا انتساب چلا آتا تھا وہ نسب کی طرف رجوع کر گیا۔ پچھلوں نے اپنے آپ کو انہیں کی اولاد مشہور کر دیا۔ سیکڑوں سید، سیکڑوں صدیقی، سیکڑوں فاروقی، ہزاروں عثمانی ہندوستان میں اسی قسم کے ملیں گے۔

تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی غیر باپ کو باپ جان کر بناوے تو کافر ہے اور اسی وجہ سے طعن فی الانساب کا دستور آج ہندوستان میں ہو گیا اور نئی قومیں جو اسلام میں داخل ہوتی ہیں خواہ وہ جاہلیت میں شریف ہی کیوں نہ ہوں ان کو یہ نالائق طعن کرنے لگے جو اسلام کے لیے ایک دھبہ بن گیا۔ فرماتا ہے لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اگر غلطی سے تمہارے منہ سے نکل جائے اور غیر کی طرف اس کو منسوب کر دیا جائے تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔ ہاں عمداً کرو گے تو گنہگار ہو گے وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۞

ترجمہ:..... نبی ایمان داروں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ اقرب ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں اور اہل قرابت آپس میں اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے کے حق دار ہیں ایمان داروں اور ہجرت کرنے والوں سے مگر یہ کہ تم اپنے رفیقوں سے (کچھ) احسان کرو یہ کتاب

میں لکھا جا چکا۔

تفسیر:...... چونکہ اخوت فی الدین اور ولایت کا ذکر تھا اور ضمناً حضرت زید بن حارثہؓ کا بیٹا ہونا بھی باطل کر دیا تھا جس سے وہم گزرتا تھا کہ نبی کو اب کسی امتی سے کوئی تعلق نہیں رہا۔

نبی ﷺ کا مسلمانوں سے رشتہ:...... اس لیے اس آیت اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ میں نبی کا رشتہ بتلا کر اس وہم کو دفع کر دیا گیا کہ نبی کا رشتہ قرابت مسلمانوں کے لیے ان کی ذات سے بھی زیادہ ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے ہر ایک مؤمن کے لیے میں سب سے زیادہ ولی ہوں دنیا اور آخرت میں۔ اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ دیکھو اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی... الخ الأیة جو کوئی مسلمان مال چھوڑ کر مرے تو اس کو اس کے قرابت دار لیویں جو کوئی ہوں، اگر قرض چھوڑے یا عیال ❶ چھوڑے تو میرے پاس قرض خواہ آئے کہ میں اس کا متولی اور کارکن اور متکفل ہوں۔ اور اسی طرح اس کو بخاریؒ نے باب استقراض میں روایت کیا ہے اور اسی کے معنی میں ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اور امام احمدؒ نے روایت کیا ہے۔

نبی روحانی باپ ہوتا ہے:...... ابن مسعود کی قرأت میں اس کے بعد وھواب لھم بھی آیا ہے کہ نبی ﷺ مسلمانوں کا باپ ہے۔ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہر نبی امت کا باپ ہے اور اسی لیے سب اہل ایمان بھائی ہیں ایک روحانی باپ کے بیٹے۔ آگے جو آئے گا مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ (الأیة) کہ محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں تو وہ اس کے مخالف نہیں ہے اس لیے کہ یہاں باپ ہونے سے اور اسی طرح حضرت ﷺ کی بیویوں کے ماں ہونے سے روحانی ماں باپ ہونا مراد ہے اور اس آیت میں جو باپ ہونے کا انکار ہے تو جسمانی باپ ہونے کا انکار ہے جس کو عرف میں باپ کہتے ہیں۔

اور اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ نبی روحانی باپ ہے عرفی باپ کے سبب دنیا کی زندگی حاصل ہوتی ہے اور اس باپ کے طفیل کہ جس پر سیکڑوں ماں باپ کو قربان کر دیا جائے حیات ابدی نصیب ہوتی ہے پس عرفی باپ کا جس قدر ادب اور اس کی اطاعت فرض ہے اس سے لاکھ درجے بڑھ کر اس روحانی باپ کی اطاعت و محبت فرض ہے اور ہر طرح سے ادب واجب ہے۔ خود قرآن مجید میں ہے فَلَا وَرَبِّكَ ... الخ کہ تیرے رب کی قسم وہ ایمان دار نہ ہوں گے جب تک کہ دل سے تیرے فیصلہ کو تسلیم نہ کریں گے۔

صحیح میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ بخدا تم میں سے کوئی بھی مؤمن نہیں جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان اور مال اور اولاد سب لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہوں اور روحانی باپ کی جب تک اس قدر محبت نہ ہوگی کبھی سعادت نصیب نہ ہوگی۔ اس محبت سے مؤمن اس کے مقابلہ میں ماں باپ امیر غریب کسی کی پروا نہیں کرتا۔ نفسی فداک یا محمد ﷺ۔ باوجود اس نص قطعی آجانے کے آنحضرت ﷺ فداہ امی وابی کو بڑے بھائی سے تشبیہ دینا گستاخی و بدنصیبی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

نبی کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں:...... وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ اور نبی کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ یعنی جس طرح ماں کا ادب اور تعظیم واجب ہے اسی طرح ان کا بھی اور جس طرح ماں سے نکاح حرام ہے ان سے بھی مگر اس میں نبی کی بیویوں کی بیٹیاں شامل نہیں اس لیے کہ ان سے نکاح درست ہے۔ حیف ہے ان لوگوں پر کہ جو حضرت ﷺ کی بیوی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے گستاخی کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت ﷺ کی اولاد اور خاندان کی محبت و تعظیم لازم ہے۔

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ ... الخ ابن عباس رضی اللہ عنہما و سعید بن جبیرؒ وغیرہ سلف سے خلف تک یہ کہتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں جب کہ لوگ ہجرت

---

❶ ...... یہ جناح کا ترجمہ ہے جو بفتح معجمہ ہے ۱۲ منہ۔

کر کے مدینہ میں آتے تھے ان کے خویش و اقارب کفر کی وجہ سے چھوٹ جاتے تھے تو مہاجرین وانصار میں ایک دوسرے کا اسلام وہجرت اور باہمی بھائی چارہ کی وجہ سے وارث قرار دیا جاتا تھا۔ پھر جب لوگوں کے اقارب بھی اسلام میں داخل ہوئے تو یہ حکم ہو گیا کہ ایمان دار و مہاجر اقارب زیادہ تر ولی ہیں اور مہاجروں ایمان داروں سے کہ جن سے مواخاۃ قائم ہوئی تھی یہی وارث ہوں گے۔

اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ ہاں اس کا مضائقہ نہیں کہ تم اپنے ان انصار و مہاجرین بھائیوں سے اور کوئی نیکی کرو ہمدردی محبت اور مرتے وقت وصیت کر جاؤ۔

كَانَ ذٰلِكَ . . . الخ یہ حکم اس کتاب ازل میں مندرج ہو چکا جو کبھی نہ بدلے نہ متغیر ہو۔ یعنی کتاب قضاوقدر میں۔

ابحاث

اول: من قلبين مفعول لجعل و من زائدة۔ في جوفه متعلق بجعل او صفة لقلبين۔ لرجل متعلق بجعل او مفعول ❶ اول ويمكن ان يكون المعنى ماجمع قلبين في جوف رجل۔ ازواجكم موصوف الى جمع التى، والاصل اثبات الياء ويجوز حذفها اجتزاء بالكسرة تظاهرون مضارع ظاهر وقرئ مضارع تظاهر والاصل تتظاهرون وقرئ تظهرون والاصل تتظهرون فادغمت التاء الثانية في الظاء بعدابدالها ظاء والجملة مع الموصول والصلة صفة لازواجكم وهى مفعول اول لجعل امهتكم مفعول ثان۔ وكذاادعياء كم مفعول اول وابناء كم مفعول ثان۔ ادعياء جمع دعى فعيل بمعنى مفعول من الدعوة بالكسر۔ في القاموس الدعوة بالكسر الادعاء بالنسب وهذا الجمع على خلاف القياس لان القياس ان يكون جمع الفعيل المعتل اللام اذا كان بمعنى فاعل افعلاء كتقى والتقياء وغنى واغنياء وهنا وان كان فعيل معتل اللام لان اصله دعيو فادغم لكنه ليس بمعنى فاعل بل انه بمعنى مفعول فكان القياس جمعه على فعلى كقتيل وقتلى وجريح وجرحى ومريض ومرضى فكانه شبه بفعيل بمعنى فاعل فجاء جمعه شذوذا على افعلاء كاسير واسارى كذاقيل هو اقسط الضمير لمصدر ادعوا فاخوانكم بالرفع اى فهم اخوانكم وبالنصب اى فادعوهم اخوانكم ولكن مافى موضع جر عطفا على ماويمكن ان يكون في موضع رفع على الابتداء والخبر محذوف بعضهم يجوز ان يكون بدلاً وان يكون مبتدا في كتب الله يتعلق باولى وافعل يعمل في الجار والمجرور ويجوزان يكون حالا والعامل فيه معنى اولى من المؤمنين والمهجرين يجوز ان يكون متصلا باولوا الارحام فينتصب على التبيين اى اعنى فيكون المعنى واولوا الارحام من المؤمنين والمهاجرين اولى بالميراث من الاجانب ويجوز ان يكون صلة لاولى فيكون المعنى اولوا الارحام بحق القرابة اولى بالميراث من المؤمنين والمهاجرين بحق الدين والهجرة۔ الا ان تفعلوا الاستثناء امامتصل من اعم العام والتقدير اولى ببعض في كل شئى من الارث وغيره الافي فعل المعروف من صدقة او وصية فان ذلك جائز للاولياء وامامنقطع والتقدير لكن فعل المعروف للاولياء لاباس به۔

امور سیاسیہ و اسرار حکمت

دوم۔ ان آیات میں علاوہ کمال بلاغت و فصاحت کے امور سیاسیہ و اسرار حکمت کی نہایت رعایت کی گئی ہے۔

اول: یہ کہ امور قدرت میں عادت اللہ کو کس محل پر بیان فرمایا کہ وہ ایک ظرف میں دو دل نہیں بناتا۔ اس لیے کہ قلب معدن ہے روح

---

❶ ای ماجعل اللہ لرجل من قلبین ۱۲ منہ۔

حیوانی کا جو نفس انسانی سے سب سے اول متعلق ہوتی ہے اور منبع ہے تمام قوی کا۔ اگر جسم میں دو دل ہوں تو تناقض پیدا ہو جائے۔ کیوں کہ اگر ایک کو ان سب باتوں کے لیے کار آمد قرار دیں گے تو دوسرا بے کار ہو جاویگا۔ انسان قدرت الٰہیہ کا آئینہ ہے اس میں ایسی چیز کا بے کار رہنا حکیم مطلق کی حکمت کے خلاف ہے۔

دوم: یہ کہ قدرتی باتوں کے علاوہ عادی اور عرفی باتوں میں بھی اس نے اپنے ہی قانون قدرت کو غالب رکھا ہے۔ انسان کے نام بدل دینے سے امور واقعیہ کی حقیقت نہیں بدل سکتی، اس کی نظیر میں وہ باتیں غیر کا بیٹا بیٹا کہنے سے اپنا بیٹا نہیں ہو جاتا۔ اس کے بعد بول چال میں ادب کی تعلیم فرمائی۔ واقعات کا لحاظ رکھ کر اور محبت کا برتاؤ بتلایا کہ یہ کہہ کر پکارو اور اس میں بنی برادری، قرابت نسبی، موالاۃ، مواخاۃ پھر امت سے رسول کو جو رابطہ ہے وہ بتلایا کہ وہ دینی باپ ہے تمہارے حال پر عرفی باپ سے زیادہ مہربان ہے نہ صرف وہی بلکہ اس کی بیویاں بھی تم پر تمہاری ماؤں سے زیادہ شفیق ہیں یعنی اس کا پاک خاندان بھی امت کے لیے رحمت الٰہی ہے۔ ان کی ذات بابرکات سے بھی بے شمار فوائد امت کو پہنچتے ہیں۔ اور اسی لیے نبی ﷺ نے اپنے اہل بیت کو نوح علیہ السلام کی کشتی سے تشبیہ دی ہے۔ امت کو ان سے محبت وادب ہی کرنا واجب نہیں بلکہ ان کے طریقے کی سچی پیروی بھی، واللہ اعلم۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّإِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۖ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝٧ لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَأَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا أَلِيْمًا ۝٨ ع

ترجمہ:......اور (یاد کرو) جب کہ ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور آپ سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے بھی اور ان سے ہم نے پکا عہد لیا تھا۝ تا کہ (قیامت کے دن) اللہ سچوں سے ان کے سچ کی بابت پوچھے اور کافروں کے لیے عذاب الیم تیار کر رکھا ہے۝۸۔

ترکیب:......واذ مقدر باذکر میثاقهم مفعول لاخذنا من النبیین متعلق به ومنک معطوف علی النبیین عطف الخاص علی العام ومن نوح وکذا ما بعده عطف علی منک باعادۃ الجار لیصح العطف علی الضمیر المتصل واخذنامنهم ... الخ الجملة معطوف علی الجملة السابقة لبیان هذا الوصف واعد عطف علی اخذنا او علی مادلّ علیه لیسئل کانه قال فاثاب المؤمنین واعد للکفرین (بیضاوی)۔

تفسیر:......اتباع وحی کے حکم کو اول مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ سے مؤکد کیا تھا کہ دل ایک ہے دو نہیں جو دو طرف لگاؤ۔ پس خاص اللہ ہی کی طرف لگانا چاہیے۔

انبیا کرام علیہم السلام سے عہد:......اب اسی حکم کو وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ سے مؤکد کرتا ہے کہ تم پر وحی کی اتباع کرنا ضرور ہے اس لیے کہ تم اے محمد (ﷺ) اس وقت کو یاد کرو کہ جب ہم نے سب نبیوں سے عہد لیا خصوصاً آپ (ﷺ) سے اور نوح (علیہ السلام) اور ابراہیم (علیہ السلام) اور موسیٰ (علیہ السلام) اور عیسیٰ (علیہ السلام) بن مریم سے، اور عہد بھی کیسا بڑا مستحکم عہد لیا۔

اب گفتگو اس میں ہے کہ وہ کیا عہد تھا اور کب لیا تھا۔ دوسری بات کی بابت ابوجعفر رازی نے ربیع بن انس سے اور انہوں نے

ابوالعالیہ سے اور انہوں نے اُبی بن کعب سے یوں نقل کیا ہے کہ یہ عہد اس وقت لیا تھا کہ جب روز میثاق میں لوگوں کو آدم علیہ السلام کی پشت سے باہر نکالا تھا اور تمام بنی آدم سے عہد لیا تھا جیسا کہ فرماتا ہے وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ الآیۃ اور وہاں انبیاء سے بالخصوص عہد موثق لیا تھا اور مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔ چنانچہ اور جگہ بھی اس عہد کا ذکر آتا ہے

کما وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۸۱﴾

مگر بعض علماء کہتے ہیں یہ عہد انبیاء سے دنیا میں رسول بنا کر بھیجے جانے کے بعد لیا تھا۔

اوّل بات کی بابت مفسرین نے یہ فرمایا ہے کہ انبیاء سے جو عہد لیا گیا تھا وہ اس بات کا تھا کہ دین الٰہی کو قائم رکھیں، احکام الٰہی لوگوں کو سنائیں، خدا تعالیٰ کی رضامندی ہر بات میں مقدم رکھیں اور باہم اتفاق رکھیں اور ایک دوسرے کی مدد کریں۔

وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا یہ دوسرا جملہ کوئی جدا جملہ نہیں کہ جس سے دوسرا عہد سمجھا جائے بلکہ یہ پہلے جملہ کی تاکید اور اس کا بیان ہے کہ وہ عہد ایسا ویسا نہیں بلکہ بڑا سخت عہد لیا تھا۔ نبی کو جب اسرار غیب کا رازداں بنایا جاتا ہے تو اس سے اس قسم کا سخت عہد لیا جاتا ہے۔

فوائد:......اول تو جمیع انبیاء کا ذکر عام طور سے کیا کہ ہم نے ان سے عہد لیا تھا۔ پھر ان میں سے پانچ نبیوں کا نام لیا جو بڑے اولوالعزم اور صاحب شریعت تھے۔ اگرچہ دنیا میں حضرت ﷺ کا ظہور سب نبیوں کے بعد ہوا مگر آپ ﷺ عالم ازلی میں سب سے پہلے نبی ہیں۔ چنانچہ ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ میں سب نبیوں سے پیدا ہونے میں اول ہوں اور بھیجے جانے میں سب سے اخیر ہوں اس لیے سب سے اول اللہ نے میرا ذکر کیا۔ اس روایت کے سلسلے میں سعید بن بشیر راوی ضعیف ہے مگر اس کی مؤید اور بہت سی صحیح حدیثیں موجود ہیں۔

عہد لینے کا نتیجہ:......لِّیَسْـَٔلَ الصّٰدِقِیْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ اس عہد لینے کا نتیجہ بیان فرماتا ہے کہ یہ اس لیے لیا گیا کہ قیامت کے دن انبیاء سے سوال کرے جو اپنے عہد کے پورا کرنے میں صادق تھے کہ تم نے اپنے کام کو پورا اور عہد کو سچا کر دیا لوگوں کو احکام پہنچائے؟ وہ کہیں گے ہاں۔ اس سے منکرین کو الزام دینا مقصود ہوگا۔ اور ممکن ہے صادقین سے انبیاء کی تصدیق کرنے والے لوگ مراد ہوں کیوں کہ صادق کا مصدق بھی صادق ہے اور مؤمنین بھی مراد ہو سکتے ہیں کہ جنہوں نے دنیا میں اپنا عہد سچا کر دیا۔ اور منکروں کو دردناک عذاب ہوگا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا
عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ﴿۹﴾ اِذْ
جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ
الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴿۱۰﴾ هُنَالِكَ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ
وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا ﴿۱۱﴾ وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ

مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ⑫

ترجمہ:......ایمان والو! اللہ کے احسان کو یاد کرو جو تم پر ہوا جب کہ تم پر لشکر چڑھ آیا پھر ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور ایسا لشکر بھیجا کہ جس کو تم نہیں دیکھ سکتے تھے اور جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ دیکھ رہا تھا⑨ جب کہ وہ لوگ تم پر تمہارے اوپر کی جانب اور نیچے کی جانب سے چڑھ آئے اور جب کہ آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور دل گلوں تک پہنچ گئے تھے اور اللہ سے تم طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے⑩ اس موقع میں ایمان دار آزمائے گئے اور سخت ہلا دیے گئے⑪ اور جب کہ منافق اور جن کے دلوں میں شک تھا کہنے لگے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو ہم سے وعدہ کیا تھا صرف دھوکا ہی تھا⑫۔

ترکیب :......علیکم صفة لنعمة اللہ۔ اذجاء تکم ھو مثل اذ کنتم اعداء وقد ذکر فی آل عمران اذجاء وکم بدل من اذالاولی وجنود معطوف علی ریحالم تروھا صفة الجنود الظنونا بالالف فی المصاحف ووجھه انه راس آیة فشبه باواخر الآیات ویقرء بغیر الالف علی الاصل۔

تفسیر:......يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا یہاں سے اپنی اطاعت کی ترغیب دیتا ہے اپنا احسان اور فضل یاد دلا کر کہ اے ایمان دارو! اس وقت کو یاد کرو جب کہ تمہارے اوپر لشکر چڑھ آئے اور تمہاری سخت حالت ہوگئی تھی ہم نے ان کو ہزیمت دے کر تم سے ٹال دیا۔

غزوۂ خندق کا واقعہ:......یہ غزوۂ خندق کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو موافق ❶ قول صحیح کے شوال کے مہینے میں ہجرت کے پانچویں سال واقع ہوا تھا۔ اور اس کا باعث یہ ہوا تھا کہ مدینہ کے پاس یہود کا ایک قبیلہ بنی النضیر رہتا تھا۔ ان کی بدعہدی اور شرارت کی وجہ سے نبی ﷺ نے ان کو وہاں سے نکال دیا تھا۔ ان میں سے بہت لوگ خیبر ❷ جا رہے تھے ان لوگوں میں سے سلام بن ابی الحقیق وسلام بن مشکم وکنانہ ابن الربیع مکہ میں آئے اور قریش کو حضور ﷺ کے اوپر چڑھائی کے لئے آمادہ کیا اور ان کی مدد کا وعدہ کیا پھر وہاں سے نکل کر غطفان ❸ کے قبیلہ کو بہکایا۔ یہ لوگ اول ہی سے حضور ﷺ سے بھرے بیٹھے تھے قریب دس ہزار کے تھا۔ جب حضور ﷺ کو خبر ہوئی کہ یہ لوگ آتے ہیں تو سلمان فارسی کے مشورہ سے مدینہ کے شرقی جانب میں خندق کھودنے کا حکم دیا۔ خندق کھودنے میں بہت لوگوں نے بہت سے معجزات اور آیات بینات کا مشاہدہ کیا۔ پس مخالفین میں سے کچھ تو مدینہ سے شرقی جانب میں اُحد پہاڑ کے قریب آ اترے اور کچھ مدینہ سے بلندی کے رخ اتر پڑے۔ کما قال اللہ تعالیٰ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ۔ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ۔ مدینہ کے ایک رخ بلند سطح ہے ایک رخ نشیب ہے۔ بلند سطح پر اترنے سے مراد اوپر سے آنا ہے وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ سے مراد نشیب کی سطح میں اترنا ہے مدینہ کے لوگ چاروں طرف سے محاصرہ میں آ گئے ہر طرح کی تکلیف اور ہر وقت کے خوف سے لوگوں کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ جس کو اللہ تعالیٰ ان آیات میں بیان فرماتا ہے۔

غزوۂ خندق کی سختیاں:......وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ کہ آنکھیں پتھرا گئی تھیں جیسا کہ ڈر کے وقت ہوا کرتا ہے۔ وَبَلَغَتِ ❹ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ اور دل گلوں تک پہنچ گئے تھے۔ یہ ایک محاورۂ عرب کی بات ہے۔ شدت خوف کے وقت یہ کہا کرتے ہیں جیسا کہ ہمارے محاورہ میں کہتے ہیں ناک میں دم آ گیا تھا یا کہا کرتے ہیں دل باہر نکل پڑے تھے۔ کلیجہ پانی ہو گیا تھا اس پر اعتراض کرنا سخت حماقت ہے۔

❶ ......لیکن موسیٰ بن عقبہ وغیرہ کہتے ہیں چوتھے سال ہوا تھا ۱۲ ابن کثیر۔ ❷ ......یہ ایک پہاڑی سلسلہ میں مدینہ سے کئی منزل جنوب وشمال کے رخ ایک گڑھی ہے اور چھوٹا سا قصبہ ہے جہاں باغات اور چشمے بھی ہیں۔ ۱۲ منہ۔ ❸ ......عرب میں ایک بڑا قبیلہ تھا۔ ۱۲ منہ۔ ❹ ......فان الرئة تنتفخ من شدة الروع فترتفع بارتفاعها الی راس الحنجرة وھی مدخل الطعام والشراب۔ بیضاوی۔ اس تقدیر پر بھی کچھ اعتراض نہیں پڑتا۔ کیونکہ سخت خوف میں پھیپھڑا پھول کر گلے تک آ جاتا ہے ۱۲ منہ۔

وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا اور تم اللہ سے طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے پس سچے ایمان دار تو یہی کہتے تھے هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے ضرور اسلام فتحیاب ہوگا اور منافق کہتے ہیں کہ ہم مصیبت میں پڑ گئے اور برے گمان دل میں پیدا کرتے تھے۔

اہل ایمان کی آزمائش :...... الغرض ایسا سخت وقت تھا کہ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿١١﴾ کہ ایمان دار آزمائے گئے اور سخت زلزلہ میں پڑے مگر کھرے اور مخلص نکلے اور منافق لوگ کہ جن کے دلوں میں نفاق کا مرض تھا یہ کہنے لگے مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿١٢﴾ کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو کچھ ہم سے وعدہ کیا تھا سب جھوٹ ہے۔

القصہ یہ کفار قریب ایک مہینے کے محاصرہ کئے ہوئے پڑے رہے۔ باہم کوئی صف بستہ ہو کر لڑائی نہیں ہوئی۔ البتہ تیر بازی اور سنگ باری ہوتی رہی۔ البتہ ایک بار عمرو بن عبدود عامری ❶ چند سواروں کو لے کر خندق سے نکل کر مسلمانوں کے قریب آ گیا تھا اس کے مقابلہ کو علی مرتضی رضی اللہ عنہ نکلے اور اس کو قتل کر ڈالا۔ آخر کار اللہ نے فضل کیا اور آسمانی لشکر بھیجا۔ ایک سخت آندھی چلائی اور سردی کے ایام تھے اس میں سردی بھی نہایت تھی۔ کما قال فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا اس سے وہ نہایت پریشان ہو گئے جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا اور ملائکہ کا لشکر بھی بھیجا جو مسلمانوں کو دکھائی نہیں دیتا تھا آخر سب حراساں ہو کر بھاگے یہاں تک کہ طلیحہ بن خویلد اسدی نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو سحر میں گرفتار کر لیا۔ ہوا کے سوا گھوڑوں اور سواروں کی آہٹ ہر طرف سے معلوم ہوتی ہے بھاگو بھاگو۔ پس سب بھاگ گئے۔

وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ
فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ
اِلَّا فِرَارًا ﴿١٣﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا
وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿١٤﴾ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ
الْاَدْبَارَ ۭ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ﴿١٥﴾ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ
الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٦﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ
مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ
اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿١٧﴾ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ
هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٨﴾ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ښ فَاِذَا جَآءَ

❶...... یہ شخص عرب میں بڑا شہ سوار بہادر مشہور تھا۔

الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ
الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ؕ
اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ⑲

ترجمہ:......اور جب کہ ان میں سے ایک جماعت کہنے لگی کہ مدینہ والو! تم (مقابلہ میں) ٹھہر نہ سکو گے سو ہٹ چلو، اور ان میں سے کچھ لوگ نبی سے رخصت مانگنے لگے کہنے لگے کہ ہمارے گھر اکیلے ہیں اور حالانکہ وہ اکیلے نہ تھے وہ صرف بھاگنا چاہتے تھے ⑬ اور اگر کسی طرف سے کوئی ان پر گھس آتا پھر ان سے فساد کی درخواست کی جاتی تو فساد پر آمادہ ہو جاتے اور دیر نہ کرتے مگر بہت ہی کم ⑭ حالانکہ اس سے پہلے اللہ سے عہد بھی کر چکے تھے کہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ سے عہد کرنے کی پرسش ہوتی رہے گی ⑮ کہہ دو: اگر تم موت یا قتل (کے خوف) سے بھاگو گے تو یہ تم کو کچھ بھی فائدہ نہ دے گا اور (اگر بھاگ کر بچو گے بھی) تو چند روز (اور دنیا میں رس بس لو گے) ⑯ اے نبی! (ان سے) پوچھو کہ وہ کون ہے جو تم کو اللہ سے بچا سکے اگر وہ تمہارے ساتھ بدی کرنا چاہے یا تم پر مہربانی کرنا چاہے (تو کون منع کر سکتا ہے؟) اور ان کو اللہ کے سوا اپنے لئے کوئی نہ حمایتی ملے گا اور نہ مددگار ⑰ البتہ اللہ جانتا ہے تم میں سے روکنے والوں کو اور اپنے بھائی بندوں سے (یہ) کہتے ہیں کہ ہمارے پاس چلے آؤ، اور وہ خود جنگ میں حاضر نہیں ہوتے مگر بہت ہی کم ⑱ تمہاری بخیلی سے پھر جب خوف کا وقت آجائے تو آپ ان کو دیکھیں گے کہ آپ ہی کی طرف تکنے لگتے ہیں ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح پھر رہی ہیں کہ جس پر سکرات موت طاری ہوں، پھر جب خوف دور ہو جائے تو تم سے زبان تیز کر کے ملیں گے مال کے لالچ میں۔ یہ لوگ ایمان بھی لائے سو اللہ نے ان کے اعمال ضبط کر ڈالے اور یہ اللہ کے نزدیک آسان بات ہے ⑲

ترکیب:......یثرب غیر منصرف للتعریف ووزن الفعل وفیہ التانیث یقولون حال او تفسیر لیستاذن۔ عورۃ ای ذات عورۃ ویقرء بکسر الواو والفعل منہ عور فھو اسم فاعل لاتوھا بالقصر جاء وھا وبالمد او طوعا ماعندھم من القوۃ الا یسیر البثا یسیرا او زمانا یسیرا ای قلیلا۔ لا یولون الادبار جواب القسم لان عاھدوا بمعنی اقسموا۔ ھلم ذکر فی الانعام الا انہ ھنا متعد وھذا لازم اشحۃ جمع شحیح بمعنی بخیل ونصبھا علی الحال من فاعل یاتون او المعوقین او علی الذم واشحۃ الثانی حال من الضمیر فی سلقوکم ینظرون حال لان رایتھم بمعنی ابصرتھم تدور حال من فاعل ینظرون۔

تفسیر:......ان آیات میں اللہ تعالیٰ منافقوں کے ظنون فاسدہ اور اقوال کاذبہ کو نقل کرتا ہے جو اس حادثہ میں بجائے صبر و استقلال کے ان سے ظہور میں آئے اور اس واقعہ میں ان کی لاف زنی کا امتحان ہو گیا۔ تاکہ وقت مصائب اہل اسلام ایسے خیالات فاسدہ دل میں نہ لائیں۔ آیات میں کوئی بات چنداں تفسیر کرنے کے لائق نہیں صاف ہیں۔

منافقین کے حیلے بہانے و ہرزہ رسائی:......وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ یعنی منافقوں کی ایک جماعت نے یہ کہا۔ مقاتل کہتے ہیں وہ بنی سالم کے منافق تھے۔ سدی کہتے ہیں عبداللہ بن ابی اور اس کے یاروں نے کہا تھا۔ بعض کہتے ہیں ابن قیظی اور اس کے دوستوں نے کہا تھا کہ یٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ کہ اے مدینہ والو تمہارے لیے یہاں ٹھیرنے کی جگہ نہیں یا تم دشمن کے مقابلہ میں ٹھیر نہیں سکتے۔ میدان جنگ چھوڑ کر اپنے اپنے گھر چلو۔ یا تم دین اسلام پر قائم نہیں رہ سکتے، دین چھوڑ کر کفر کی طرف رجوع کرو کہ دشمنوں سے پناہ پاؤ۔

یثرب:......ابوعبیدہ کہتے ہیں یثرب زمین کے ایک قطعہ کا نام ہے، اور مدینہ اس کے ایک گوشہ میں آباد ہے بعض کہتے ہیں خاص مدینہ

کا پہلا نام یثرب ہے۔ بخاری و مسلم وغیرہما نے روایت کی ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا مجھے ایسے شہر میں رہنے کا حکم ہوا جو اور شہروں کو کھا جائے اس کو یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے، الحدیث۔ اس سے معلوم ہوا کہ یثرب مدینہ ہے۔ اور آپ ﷺ نے پھر یثرب نام لینے سے منع کیا جیسا کہ امام احمدؒ نے روایت کیا ہے تو اس لیے کہ یثرب کے نام میں سرزنش کے معنی پائے جاتے ہیں اس لیے مدینہ نام بہتر ٹھیرایا۔

وَیَسْتَاْذِنُ فَرِیْقٌ اور ایک جماعت منافقوں کی آنحضرت ﷺ سے اجازت مانگتی تھی کہ ہمارے گھر اکیلے ہیں اجازت دیجیے کہ میدان چھوڑ کر گھر جائیں۔ یہ لوگ بنو حارثہ و بنو سلمہ کے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے عذر کو باطل کرتا ہے کہ یہ صرف انہوں نے بھاگنے کے لیے بہانہ بنایا ہے۔

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَیْہِمْ یعنی ان کے گھروں میں یا مدینہ میں مخالف داخل کیے جاتے مِنْ اَقْطَارِہَا ای جوانبہا یعنی ہر طرف سے آ جائیں۔

ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَۃَ پھر ایسی حالت میں ان سے دین سے پھر جانے کی یا مسلمانوں سے لڑنے کی درخواست کی جائے تو آمادہ ہو جائیں گے پھر گھروں کے اکیلے ہونے کا کچھ بھی عذر نہ کریں۔

وَلَقَدْ کَانُوْا عَاہَدُوا اللّٰہَ مِنْ قَبْلُ حالانکہ اس سے پہلے یعنی غزوۂ خندق سے پیشتر بدر کی لڑائی کے بعد جب کہ بدر کی لڑائی میں شریک نہ ہوئے اور مسلمانوں کو اللہ نے کامیاب کیا تو اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ اب کبھی پیٹھ نہ دیں گے دل سے لڑیں گے۔ اس کے بعد قضا و قدر کے مسئلہ سے متنبہ کرتا ہے۔

قُلْ لَّنْ یَّنْفَعَکُمْ کہ اگر تقدیر میں مرنا اور قتل ہونا لکھا ہے تو اس بھاگنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ اور بالفرض اگر بھاگ کر بچے بھی تو کب تک؟ اور اللہ کے سوا دنیا میں کوئی مددگار کارساز نہیں اگر وہ بھلائی یا برائی دینا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا۔

قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ الْمُعَوِّقِیْنَ تعویق۔ ٹالنا، دیر کرنا۔ کچھ منافق ایسے بھی تھے جو جنگ میں شریک ہونے سے حیلے بہانے کرتے تھے اور اس پر طرہ یہ کہ اپنے بھائیوں سے بھی کہتے تھے کہ ہماری طرف آ ؤ جنگ میں نہ جاؤ۔ یہ ان کا شریک نہ ہونا اور تم کو روکنا ان کی و بخالت کی وجہ سے ہے جو اللہ کی راہ میں جان و مال خرچ کرنے سے بخل کرتے ہیں اور خوف کی حالت میں ان پر غشی سی طاری ہو جاتی ہے۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اے محمد ﷺ تمہاری طرف دیکھتے ہیں یعنی آپ ہی کو ماویٰ ملجا جانتے ہیں۔ اور جب خوف کا وقت جاتا رہتا ہے تو بھلائی میں شریک ہونے کے لیے بڑی چرب زبانی کرتے ہیں اللہ نے ان کے عمل برباد کر دیے وہ بے ایمان ہیں۔

یَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ یَذْہَبُوْا ۚ وَاِنْ یَّاْتِ الْاَحْزَابُ یَوَدُّوْا لَوْ اَنَّہُمْ بَادُوْنَ
فِی الْاَعْرَابِ یَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِکُمْ ؕ وَلَوْ کَانُوْا فِیْکُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۲۰﴾ ع
لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ
الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا ﴿۲۱﴾ؕ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا ہٰذَا مَا
وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَصَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ ۫ وَمَا زَادَہُمْ اِلَّآ اِیْمَانًا وَّتَسْلِیْمًا ﴿۲۲﴾ؕ

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى
نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ
بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى
اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿۲۵﴾ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ
مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا
تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿۲۶﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ
وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾ ع

ترجمہ:...... سمجھتے ہیں کہ فوجیں نہیں گئیں اور اگر (پھر) فوجیں آجائیں تو آرزو کریں کہ کاش ہم باہر گاؤں میں جا رہیں (دور سے) تمہاری خبریں پوچھا کریں اور اگر (کسی مجبوری سے) تم میں ہی رہنا پڑے تو بہت ہی کم لڑیں ﴿۲۰﴾ البتہ تمہارے لیے رسول اللہ کی پیروی بہتر تھی اس کے لیے جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے ﴿۲۱﴾ اور جب (اے نبی) ایمانداروں نے فوجوں کو دیکھا تو کہا یہ وہ ہے کہ جس کا ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا اور اس سے ان کا ایمان اور فرمابرداری اور زیادہ ہوگئی ﴿۲۲﴾ ایمان والوں میں سے کچھ ایسے بھی آدمی ہیں کہ جنہوں نے جس کا اللہ سے عہد کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا پھر ان میں سے کچھ تو اپنا کام پورا کر چکے اور کچھ منتظر ہیں اور انہوں نے عہد میں کچھ بھی خلاف نہیں کیا ﴿۲۳﴾ تاکہ اللہ سچوں کو ان کے سچ کا بدلہ دے اور اگر چاہے تو منافقوں کو عذاب دے یا ان کو توبہ نصیب کرے بے شک اللہ جو ہے تو معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے ﴿۲۴﴾ اور اللہ نے کافروں کو ان کے غصہ میں بھرا ہوا لوٹا دیا ان کے کچھ بھی ہاتھ نہ آیا اور اللہ مسلمانوں کی طرف سے جنگ کے لیے آپ کافی ہوگیا اور اللہ قوی زبردست ہے ﴿۲۵﴾ اور جن اہل کتاب نے ان کی مدد کی تھی ان کو ان کی گڑھیوں سے اُتار لایا اور ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ ان کے ایک فریق کو تم قتل کرنے لگے اور ایک فریق کو قید ﴿۲۶﴾ اور تم کو ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں اور اس زمین کا وارث کر دیا کہ جس پر تمہارے قدم بھی نہ پہنچے تھے اور اللہ ہر بات پر قادر ہے ﴿۲۷﴾

ترکیب:...... یحسبون حال من احد الضمائر السابقة بادون جمع باد۔ اسوة بالکسر والضم مصدر بمعنی التاسی ھو اسم کان ولکم خبرہ وفی رسول اللہ حال او ظرف ویتعلق بالاستقرار لا باسوة لمن کان بدل من ضمیر المخاطب باعادة الجار ومنعه الاکثر لعلی ھذا یجوز ان یتعلق بحسنة او یکون نعتا لھا بغیظھم یجوز ان یکون مفعولا او حالا لم ینالوا حال من اھل الکتب حال من ضمیر الفاعل فی ظھروھم ومن صیاصیھم متعلق بانزل۔ فریقا منصوب بتقتلون۔

تفسیر:...... یَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ یہاں سے ان کی اور بزدلی بیان کرتا ہے کہ لشکروں کے چلے جانے پر بھی ان بزدلوں کو یقین نہیں

ہوتا کہ کفار کے لشکر بھاگ گئے، یہی جانتے ہیں کہ ابھی گھیرے ہوئے پڑے ہیں اور اگر بار دگر کفار کے لشکر چڑھ آئیں تو یہ نامرد یہ آرزو کریں کہ اس وقت ہم مدینہ سے نکل کر باہر جنگلوں میں چلے جائیں اور وہاں سے تمہارا حال دریافت کیا کریں۔ اور اگر وہ تمہارے پاس بھی رہیں تو بہت کم مخالف سے لڑیں۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ یہاں سے منافقوں پر تعریض کر کے ان کے مقابلہ میں مخلصین کا حال بیان فرماتا ہے کہ وہ اس واقعہ میں ایسے ثابت قدم رہے اسوة خصلة حسنة۔ بیضاوی۔ بکسر الهمزة و ضمها اقتداء به فی القتال و الثبات فی مواطنه۔ (جلالین) یعنی تمہارے لیے رسول اللہ کی پیروی کرنی عمدہ بات تھی، دیکھو وہ ان مواقع میں کیسے ثابت قدم رہے۔

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ الآیہ۔ یہاں سے لے کر غَفُوْرًا رَّحِيْمًا تک انہیں کا حال ہے فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ کہ بعض تو ان سچے دین داروں میں سے وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے ہیں شہید ہو چکے ہیں اور بعض منتظر ہیں اور عہد جو انہوں نے کیا تھا پورا کر دیا اس میں کچھ تغیر نہیں کیا۔

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یہاں سے اپنی عنایت اور فضل کا ذکر فرماتا ہے کہ اس نے ان کافروں کو غصہ میں بھرا ہوا واپس کر دیا، ہزیمت دے کر، ان کو فائدہ نہ پہنچا سب نوک دم بھاگے اور اللہ آپ اس جنگ کا کارساز ہو گیا۔

وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ ان کفار کے جو مددگار اہل کتاب تھے یعنی بنی قریظہ جو مدینہ کے پاس رہتے تھے اور حضرت ﷺ سے عہد تھا پھر عہد توڑ کر اس واقعہ میں کفار کے شریک ہو گئے تھے ان کو ان کی گڑھیوں میں بند کر دیا۔ صیاصی جمع صیصة وهی الحصون۔ جب ابوسفیان وغیرہ بھاگ گئے تو یہ یہود مسلمانوں کے ڈر سے اپنی گڑھیوں میں جا بیٹھے۔ پندرہ دن تک ان کا محاصرہ مسلمانوں نے کیا۔ ان کے دل میں اللہ نے رعب ڈال دیا۔ آخر کار گڑھیوں سے باہر نکلے جوان مرد قتل کیے گئے اور عورتیں اور بچے غلام بنائے گئے اور ان کی جائداد و املاک بے تکلف مسلمانوں کے ہاتھ آئیں یہ اس کی قدرت کاملہ کا ایک کرشمہ تھا کما قال وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِیْقًا ۝ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِیَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا اور اس کے سوا تم کو اے مسلمانو اور زمین کا بھی وارث کیا جو تمہارے پاؤں تلے ابھی تک نہیں آئی۔ اس زمین کا وارث ہونا بطور پیشین گوئی کے فرمایا ہے۔ چنانچہ اس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بہت سے ملکوں کا مالک کیا جیسا کہ فارس اور روم اور خیبر اور مکہ بلکہ کل عرب کا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ۝ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝۲۸ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۲۹ يٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝۳۰

ترجمہ:......اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم کو دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش منظور ہے تو آؤ تو میں تم کو کچھ دے دلا کر اچھی طرح سے رخصت کردوں۲۸ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے نیک بختوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۲۹ اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کوئی صریح بے حیائی کا کام کرے گی تو اس کو دوگنا عذاب دیا جائے گا اور یہ اللہ پر آسان ہے۳۰

ترکیب :......ان شرطیة وجوابها فتعالین وامتعکن واسرحکن بالجزم علیٰ انه جواب للامر فتعالین وبالرفع علی الاستیناف للمحسنٰت متعلق باعد منکن حال من المحسنٰت اوبیان لالتبعیض اجرا عظیما مفعول لاعد یضٰعف جواب من یات۔

تفسیر:......اس سورت میں بیشتر اخلاق انسانی کی اصلاح ہے اور اس مسئلہ کو نہایت تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ معاشرت کے متعلق سب سے اول بات احکام الٰہیہ کا اتباع ہے۔ اس لیے کہ عقول عالیہ جو مؤید بالالہام ہیں معاشرت وتمدن میں رسم ورواج سے جو تغیرات واقع ہوئے ہیں ان کا فیصلہ انہیں کے ہاتھ ہے۔ اس لیے سب سے اول خود آنحضرت ﷺ کو اتباع وحی کا حکم بڑی تاکید سے دیا۔ اس کے بعد ان لوگوں کی سرزنش کی جو سخت حوادث میں احکام الہامیہ کی مخالفت کر بیٹھتے ہیں۔ جیسا کہ غزوۂ احزاب میں منافقوں سے ظہور میں آیا جن کی مذمت پچھلی آیتوں میں کی گئی۔ اس لیے کہ رسول الٰہی کی مخالفت سخت محرومی کا باعث ہے۔ اب ایک بات اور اخلاق کے متعلق رہ گئی تھی جن کو ان آیات یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ... الخ میں ارشاد فرماتا ہے۔ وہ مسئلہ معاشرت ازواج کا ہے۔

مسئلہ معاشرت ازواج:......منافقوں کی تکلیف آنحضرت ﷺ کو دلی عداوت اور پوشیدہ کفر کی وجہ سے تھی۔ مگر حضرات امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی طرف سے دنیاوی تجمل اور مرفہ الحالی کے سامان طلب کرنے سے بھی آنحضرت ﷺ کو سخت تکلیف پہنچی تھی، گو دل سے محبت اور ایمان دار رکھتی تھیں اور آپ ﷺ کو اللہ کا رسول برحق جانتی تھیں۔ لیکن بایں ہمہ اپنا شوہر بھی سمجھتی تھیں۔ اور جیسا کہ عورتوں کی جبلت اور طینت ہے آپ ﷺ سے دنیاوی معاملات میں وہی برتاؤ برتتی تھیں کہ جو معمولی عورتیں اپنے خاوندوں سے برتاؤ کرتی ہیں یہ لاؤ وہ لاؤ، ہمارے پاس فلاں چیز نہیں، فلاں کے پاس یہ کچھ ہے۔ اس پر متعدد بیویوں کی باہمی رقابت اور رشک اور بھی برافروختگی کا باعث ہوتا تھا۔

آنحضرت ﷺ کا ایلاء ونزول آیت تخییر:......اس لیے ایک بار آنحضرت ﷺ سب سے خفا ہو کر ایک مہینے تک الگ مکان میں بیٹھ گئے۔ اور صحابہ کے پاس بھی تشریف نہ لائے۔ تب یہ آیات نازل ہوئیں جن میں ازواج مطہرات کو تعلیم وتہدید وترغیب دی گئی۔

اس آیت میں ازواج مطہرات کو دو باتوں میں اختیار دیا گیا اور اس لیے اس آیت کو آیت تخییر کہتے ہیں کہ اگر تم کو حیات دنیا اور اس کی آرائش منظور ہے تو آؤ میں تم کو کچھ ❶ دے کر بالکل چھوڑ دوں۔ طریق سنت پر طلاق دے دوں پھر تم جہاں چاہو جا کر دنیا حاصل کرو۔ اور اگر تم کو اللہ اور اس کا رسول اور دار آخرت منظور ہے تو اللہ نے تم نیک بخت بیویوں کے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت کے بعد ازواج مطہرات نے طلاق لینا منظور نہ کیا اور دار آخرت اور اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا اور عہد کیا کہ آئندہ آنحضرت ﷺ سے اس قسم کے سوال نہ کریں گی۔

بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سب سے اول حضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا اور یہ بھی کہہ دیا کہ جلدی نہ کرنا، اپنے ماں باپ سے صلاح لے کر کہنا۔ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ فرمایا تو مجھے اختیار کرتی ہے۔ اور دار آخرت کو یا دنیا کو؟ میں نے کہا اس بارے میں ان سے کیا پوچھوں گی۔ میں نے اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو اختیار کیا۔ اسی طرح سب

---

❶......متعۂ طلاق جو مہر کی جگہ دیا جاتا ہے، کپڑوں کا جوڑا ۱۲ منہ۔

بیویوں نے کہا۔

اسی مضمون کو مسلم نے اور ابن جریر اور احمد اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔

اس آیت کے متعلق یہ بات باقی رہ گئی وہ یہ کہ علماء کی اس بارے میں بحث ہے کہ یہ اختیار کیا تفویض طلاق تھی کہ نفس اختیار سے طلاق واقع ہوجاتی ہے یا نہیں؟

حسن اور قتادہ اور اکثر اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ یہ بات نہ تھی بلکہ اس بات میں اختیار دیا تھا کہ دنیا کو اختیار کرتی ہو تو آؤ طلاق لے لو، یا آخرت کو منظور کرتی ہو۔ خود طلاق لے لینے میں بھی اختیار نہ دیا تھا۔ بدلیل قولہ تعالیٰ فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ﴿۲۸﴾ اور عائشہ اور مجاہد و عکرمہ و شعبی اور زہری اور ربیعہ وغیرہم علماء کہتے ہیں کہ ان کو از خود طلاق لے لینے میں بھی اختیار دے دیا تھا یہاں تک کہ جو بیوی یہ کہہ دیتی کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو بغیر آپ ﷺ کے طلاق دینے کے اس پر طلاق پڑ جاتی۔ پہلا قول بہت ٹھیک ہے۔

مسئلہ خیار:...... جو کوئی اپنی بیوی کو اختیار دیدے کہ خواہ تو مجھے اختیار کر لے خواہ طلاق لے لے۔ پس اگر وہ اپنے خاوند کو اختیار کر لے تو جمہور کے نزدیک طلاق نہیں پڑتی مگر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ زوج کے اختیار کر لینے پر بھی ایک طلاق بائن پڑ جائے گی۔ اور یہی قول حسن اور لیث اور خطابی اور نقاش کا ہے جو اس نے امام مالکؒ سے نقل کیا ہے۔ قوی اول بات ہے۔ کیوں کہ صحیحین میں عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو اختیار دیا لیکن ہم نے حضرت ﷺ کو اختیار کر لیا۔ پھر اس سے ہم پر کوئی طلاق نہ واقع ہوئی۔ اور قیاس بھی اسی کو چاہتا ہے کہ محض اختیار دینے سے طلاق واقع ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ البتہ اگر عورت نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو جمہور کے نزدیک طلاق پڑ جائے گی۔ مگر عمر رضی اللہ عنہ و ابن مسعود رضی اللہ عنہ و ابن عباس رضی اللہ عنہما و ابی لیلیٰؒ اور ثوریؒ اور شافعیؒ یہ کہتے ہیں کہ ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک طلاق بائن پڑے گی اور امام مالکؒ کا بھی اسی طرف میلان ہے۔

امہات المؤمنین کے لیے دوگنی جزاء:...... اس کے بعد ازواج مطہرات کے لیے حکم سناتا ہے يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ ... الخ کہ اے نبی کی بیویو! جو کوئی تم میں صریح گناہ کرے گی تو دو چند عذاب دی جائے گی۔ اور یہ بات اللہ پر کچھ مشکل نہیں۔

بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ زنا۔ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی بیویوں کو اس سے محفوظ و معصوم رکھا ہے اور ان کو پاک اور طاہر کیا تھا۔ پس یہ صرف تہدید ہے جیسا کہ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ ہے۔ یہ شرط ہے اور شرط وقوع کی مقتضی نہیں۔ بعض کہتے ہیں فاحشہ کا لفظ جب معروفہ ہو کر مستعمل ہوگا تو اس سے مراد زنا ہوگی یا لواطت اور جب نکرہ ہو کر مستعمل ہوگا تو اس سے مراد ہر ایک قسم کا گناہ اور جو اس کی نعت بھی آئے گی جیسا کہ اس جگہ تو اس سے مراد خاوند کی نافرمانی اور سرکشی۔

يُضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ گناہ کوئی کرے گناہ ہے۔ مگر پھر بھی فرق ہے۔ ایک عالم اس کی برائی سے واقف ہو کر کرے ایک جاہل کرے دونوں میں فرق ہے۔ نبی ﷺ کی بیویاں بڑے رتبہ کی تھیں اور جو کوئی بلند مرتبہ ایسا کام کرے اس کو دو چند سزا ہے۔ اس سزا دو چند سے مراد عذاب آخرت ہے کہ وہاں دو چند عذاب ہوگا۔ (مقاتل)۔

ابن جریر کہتے ہیں معاذ اللہ اگر ان سے یہ خطا سرزد ہوتی تو دو بار حد ماری جاتی جیسا کہ لونڈی کی بہ نسبت آزاد عورت کو زیادہ حد ماری جاتی ہے اور عذاب سے مراد حد ہے کما قال وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔

پارہ (۲۲) وَمَن يَّقْنُتْ

الجزء الثاني والعشرون (۵)

وَمَن يَّقْنُتْ مِنكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ
وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ۝۳۱ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ
اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا
مَّعْرُوْفًا ۝۳۲ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ
الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ
عَنكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝۳۳ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ
ع بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝۳۴

ترجمہ:......اور جو تم میں سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گی اور نیک کام کرے گی تو ہم اس کو دو بار اس کا بدلہ دیں گے اور اس کے لیے عزت کی روزی بھی تیار کر رکھی ہے ۝۳۱ اے نبی کی بیویو! تم کسی عام عورتوں جیسی نہیں ہو اگر تم اللہ سے ڈرتی ہو تو دبی زبان سے بات نہ کہا کرو کیوں کہ جس کے دل میں مرض ہے وہ طمع کرے گا اور (بے رکاوٹ) دستور کے موافق کلام کیا کرو ۝۳۲ اور اپنے گھروں میں بیٹھی رہا کرو اور (بناؤ سنگھار) دکھاتی نہ پھرا کرو جیسا کہ اگلے جاہلیت کے زمانے میں پھرا کرتی تھیں اور نماز ادا کرتی رہو اور زکوۃ دیا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے گھر والو! تم میں سے ناپاکی دور کردے اور تم کو خوب پاک کردے ۝۳۳ اور تمھارے گھروں میں جو اللہ کی آیتیں اور حکمت کی باتیں تم کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو بے شک اللہ جو ہے وہ بھید جاننے والا خبردار ہے ۝۳۴

ترکیب:......ومن یقنت بالیاء رعایۃ للفظ من و بالتاء رعایۃ لمعناھا۔تعمل معطوف علی یقنت۔نؤتھا جوابھا۔واعتدنا معطوف علی نؤتھا۔کاحداصل احد وحد ،بمعنی الواحدثم وضع فی النفی العام مستوفیا فیہ المذکر و المؤنث والواحد و الکثیر والمعنی لستن کجماعۃ واحدۃمن جماعات النساء فی الفضل۔اھل البیت منصوبا علی النداء المدح من ایات بیان لمایتلی والحکمۃ معطوف علی ایات اللہ۔

تفسیر:......وَمَن يَّقْنُتْ مِنكُنَّ...الخ القنوت طاعت وفرمانبرداری۔

امہات المؤمنین کا مقام عظمت:......اور جو کوئی (امہات المؤمنین میں سے) اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گی۔اور نیکی کرے گی تو اسی طرح اس کو دو چند مرتبہ ملے گا کیونکہ وہ تمام عورتوں سے اشرف ہیں۔چنانچہ خود اللہ ان کی بزرگی بیان فرماتا

ہے۔ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ کہ اے نبی کی بیویو! تم اور عورتوں جیسی نہیں ہو۔ تمہارا مرتبہ بلند ہے۔

حضرت ﷺ کے کثرتِ ازواج پر اعتراض اور اس کا جواب:......حضرت ﷺ پر اس موقع میں مخالفین اسلام یہ اعتراض کیا کرتے ہیں اور حضرت ﷺ کی سیرت پاک پر دھبہ لگایا کرتے ہیں:۔

قَوْلُھُمْ محمد ﷺ باوجود اس دعوے کے کہ میں خاتم المرسلین ہوں عورتوں کی طرف بہت حریص تھے۔ قانونِ فطرت کے مطابق ہر مرد کو ایک عورت کافی ہے جو علاوہ حاجتِ انسانی پورا کرنے کے اس کی ضروریاتِ خانہ داری کو بھی بخوبی انجام دے سکتی ہے پھر متعدد عورتیں رکھنا ایک قسم کی شہوت پرستی ہے جو اُولُوا الْعَزْمِ لوگوں کی شان کے بالکل مخالف ہے۔ محمد ﷺ نے اور مسلمانوں کے لیے چار عورتوں کی شرط لگا دی اور اپنے لیے کوئی حد ہی نہیں رکھی اور ایک وقت نو بیویاں اور کئی ایک حرمین موجود تھیں۔ اوروں کے لیے تو نکاح کرنے کی بھی قید تھی اور اپنے لیے تو یہ بھی قید نہ رکھی بلکہ جیسا کہ اگلی آیتوں میں آتا ہے جو کوئی عورت نبی کو اپنا نفس بخش ⊙ دے تو وہ نبی کو حلال ہے وَامْرَاَۃً مُّؤْمِنَۃً اِنْ وَّھَبَتْ نَفْسَھَا لِلنَّبِیِّ اور خود زید کی بیوی کو بغیر نکاح کے رکھ لیا اور کہہ دیا کہ میرا نکاح آسمان پر فرشتوں نے پڑھا دیا ہے اور بھی ایسے واقعات گذرے ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے ایک عورت کا شہرۂ حسن سن کر کسی کو بھیج کر اس کو بلایا اور عائشہ کے ڈر سے اس کو باہر باغ میں اتارا اور جب آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ دراز کیا تو اس نے کہا میں اللہ کی پناہ مانگتی ہوں یعنی آپ ﷺ کو پسند نہیں کیا پھر آپ کو برا معلوم ہوا جس لیے اس سے صحبت نہ کی۔

اس کے علاوہ اور مسلمانوں کو تو عورتوں میں عدل و انصاف کا حکم دیا کہ باری سے ہر ایک کے پاس رہا کریں اور اپنے لیے یہ بھی فرض نہ تھا جیسا کہ اگلی آیت میں آتا ہے: تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْھُنَّ وَتُؤْوِیْٓ اِلَیْکَ مَنْ تَشَآءُ اسی لیے عائشہ جل کر کہتی ہیں کہ کیا کوئی عورت اپنا نفس بھی ہبہ کر سکتی ہے اور جب یہ آیت ترجی اتری تو کہا کہ اللہ اے محمد ﷺ تیری خواہشوں کو بہت جلد پوری کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم) اس لیے محمد ﷺ کی بیویوں میں بڑا جھگڑا رہا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک بار سب عورتیں آپ سے چمٹ گئیں ایک کہتی تھی مجھ سے صحبت کر، دوسری کہتی تھی مجھ سے یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور حجروں کے باہر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ بیہودہ باتیں سن کر کہا کہ اے محمد (ﷺ) نماز کو آیئے اور ان کے منہ میں خاک ڈالیئے۔ اس بات کو بھی بخاری نے نقل کیا ہے۔ توبہ توبہ یہ شہوت پرستی اور یہ دعویٰ۔ اور لطف یہ کہ اتنی تو بیویاں کیں اور اس قدر ان پر سخت احکام مقرر کیے اس پر روٹی کپڑا مانگنے سے منع کر دیا۔ پہلے انبیاء نے ایسا نہیں کیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے تو سرے سے کوئی عورت نہیں کی اور دنیا میں جس قدر باکمال لوگ آئے وہ عورتوں سے نفرت ہی کرتے آئے ہیں ان کو شہوت پرستی سے کیا علاقہ؟

جوابِ تحقیقی:......اگر منصف مزاج ذرا بھی انصاف کرے تو سب اعتراض اٹھ جاویں۔ یہ بات تمام اہلِ تاریخ کے نزدیک مسلّم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ میں عین جوشِ جوانی کے وقت جو انسانی قویٰ کے موجیں مارنے کا زمانہ ہوتا ہے ایک بڑھیا عورت سے نکاح کیا، یعنی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے جو حضرت ﷺ سے عمر میں بہت زیادہ تھیں، وہی پاک باز عورت آپ کو غارِ حرا کے خلوت خانہ میں دو چار روز کا کھانا پانی دے آیا کرتی تھیں۔ اُن کے انتقال کے بعد ایک اور عورت عمر رسیدہ سیاہ فام سے نکاح کیا جن کا نام حضرت سودہ رضی اللہ عنہا تھا۔ باون برس (۵۲) کی عمر تک جو انتہائی جوشِ جوانی کا موقع تھا یکے بعد دیگرے انہیں بیویوں کے ساتھ زندگی بسر کی باوجود یکہ آپ ﷺ خاندانی نہایت خوبصورت بھی تھے اور قریش آپ ﷺ کو حسین مہ جبین عورتوں کا لالچ بھی دیتے تھے اور عرب کے دستور کے موافق مکہ جو آپ کا وطن تھا متعدد حسین عورتوں کا میسر آ جانا کچھ بھی مشکل نہیں تھا۔ کم مرتبہ کے آدمیوں کے پاس مکہ میں متعدد عورتیں رہتی تھیں اور یہ

⊙ بغیر گواہ اور مہر کے وہ نبی کے لئے حلال ہو جاتی ہے ۱۲ منہ۔

بات عرب کے نزدیک کچھ معیوب بھی نہ تھی مگر آپ ﷺ نے مطلق توجہ بھی نہ فرمائی۔

ہجرت سے کچھ دنوں آگے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بڑی التجا کے ساتھ اپنی دختر نیک اختر عائشہ رضی اللہ عنہا جو چھے (۶) برس کی تھیں صرف نکاح کردیا تھا جو بمنزلہ منگنی کے تھا۔ رخصت نہ کی تھی اور کرتے بھی تو یہ نہایت صغیر سن تھیں مدینہ میں آکر جہاں ہر طرف سے مصیبت کے دروازے کھل گئے اور تمام عرب دشمن ہو گیا، ادھر مہاجروں کی فکر بھی آپ ﷺ ہی کے سر پڑ گئی تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جوان ہونے پر رخصت کیا۔ اب اس پردیس میں اور اس مصیبت کے زمانے میں اور اس تنگ دستی میں کہ ہفتے کہ ہفتے بے روٹی کہ گزر جاتے کھجور کہ چند دانوں اور پانی پر بسر اوقات ہوتی تھی اور اس عمر میں کہ پچاس سے تجوز ہو گئی جوانی کہ زور جاتے رہے بڑھاپا آ گیا کون دانشمند کہہ سکتا ہے کہ آپ نے اتنی بیویاں شہوت پرستی کے لیے کی تھی اور معاشرت کا طریقہ نفرت انگیز تیار کیا تھا؟ پردیس میں تو اپنی عزت بڑھانے کے لیے خصوصاً اس قوم میں جا کر جو مددگار اور خاص مرید ہوں کوئی نفرت کی بات ہو تو لوگ چھوڑ دیا کرتے ہیں کہ مبادا لوگ بداعتقاد ہو جائیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ آپ سے کوئی انصار و مہاجر بداعتقاد نہ ہوئے۔ پس عقلِ سلیم تاریخی واقعات پر نظر کر کے صاف صاف کہدے گی کہ اتنی بیویاں اور ان کے ساتھ یہ برتاؤ شہوات پر مبنی نہ تھا اور جو ہوتا بھی تو یہاں آکر اس قدر عورتوں نے کیوں ازواجِ مطہرات میں داخل ہونے کی رغبت کی مکہ میں جوانی کے وقت نہ کی؟

معلوم ہوا کہ یہ اور بات تھی وہ یہ کہ حضرت ﷺ جس طرح خاتم المرسلین بنائے گئے تھے اسی طرح آپ ﷺ کے دین میں حلت وحرمت، طہارت ونجاست مرد وعورت کے سب احکام تھے۔ مردوں میں سے تو علم سیکھنے کے لئے ایک جماعت اس کام کی ہو کر درِ دولت آ پڑی تھی جن کو اصحابِ صفہ کہتے تھے۔ اسی طرح عورتوں کی جماعت بھی اس کام کے لئے پر ضرور تھی کہ عورتوں کو تعلیم دیا کریں۔ خصوصاً وہ مسائل جو عورتوں سے متعلق ہیں اور جن کا ذکر غیر مرد سے سننا شرم کی بات ہے۔ اب یہ جماعتِ نساء اگر محض شاگردوں کے سلسلہ میں ہوتی اول تو آپ ان اجنبی عورتوں سے وہ شرم کے متعلق مسائل حیض ونفاس غسل وجنابت بیان کرتے شرم کرتے اور وہ بھی ان کے دریافت کرنے سے شرم کرتیں مقصود فوت ہو جاتا۔ دوم شاگردوں کا خلوت وجلوت میں رہنا ضروری بات ہے جو قولاً وفعلاً ہر قسم کی تعلیم پا سکیں اور اگر ایسا ہوتا تو لوگوں کو اجنبی عورتوں کے ساتھ رہنے سے بدگمانی ہوتی۔ سوم مردوں کی جماعت تعلیم پانے کے وقت صبر اور محنت کشی سے اپنے رزق کا فی الجملہ آپ بندوبست کر سکتے ہیں اور کچھ نہیں تو لکڑیوں کا گٹھا لا کر بیچ سکتے ہیں بخلاف عورتوں ضعیف البنیان کے، اس لیے ان کا بندوبستِ رزق وحاجات بھی حضرت ﷺ ہی کے ذمہ ٹھہرا اس لیے ان تلامذہ کو سلسلہ نکاح میں داخل کرنا پڑا۔ اگر غیر کی بیویاں ہوتیں تو ان کے خاوندان کو اس قدر مہلت کیوں دیتے۔

اور نیز اس میں یہ بھی مقصود تھا کہ آپ ﷺ لوگوں کو صفتِ توکل تعلیم کریں کہ عورتوں کی کج خُلقی برداشت کرنے کے عرب عادی ہو جائیں جو بے رحمانہ برتاؤ کیا کرتے تھے اور لوگوں کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ انحضرت ﷺ اس عیال داری پر کسی کی بھی پروا نہ کرتے تھے۔ مشہور ہے کہ ایک بیوی کر کے سو کا غلام بننا پڑتا ہے۔ اور بہت سی باتوں میں حق سے چشم پوشی کرنی پڑتی ہے۔ لہٰذا اس لئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان نیک بیویوں کو جو دینی مدرسہ کی طالبعلم تھیں اور وجوہِ مذکور سے بضرورت ان کو سلسلہ زوجیت میں لایا گیا تھا یہ سنادیا یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسۡتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ کہ تم اور عورتوں جیسی عورتیں نہیں ہو تم خاص دین کے لئے اس بیت العلوم میں داخل کی گئی ہو اور اسی لئے وہ زوجیت معمولی سمجھ کر اور عورتوں کی طرح آرائش وتجمل کے سوالات کر کے حضرت ﷺ کو تکلیف دیتی تھیں ان کو اختیار دیا گیا جس پر وہ سمجھ گئیں۔ جب یہ بات تھی تو پھر آپ ﷺ کے اس مدرسہ یا بیت العلم میں داخل ہونے کے لیے کس لیے تعداد مقرر ہوتی؟ پھر کسی قدر کیوں نہ آئیں بشرط صلاحیت لینا ہی پڑتا تھا۔ اور اسی لیے اس داخلہ کے لئے نکاح کا لفظ خاص نہ ہوا نفس کے بخشنے اور دیگر امورِ مقررہ ان کی توسیع کے لیے جائز قرار پانے ضروری ہوئی اور اسی لیے پھر اور گواہوں کی بھی وَّهَبَتۡ نَفۡسَهَا میں ضرورت نہ ہوئی۔ اور اسی

بیویوں کی طرح باری کے ساتھ ان کے پاس رہنا ضروری نہ ہوا گو آپ ﷺ اس پر بھی باری سے رہتے تھے اور ان کی اطمینان قلبی کی باتیں ملحوظ رکھتے تھے۔ اور اگر کوئی عورت دور سے آئی ہو اور پھر اس کو مصائب دنیا دیکھ کر اس بیت العلم میں داخل ہونا منظور نہ ہوا تو آپ ﷺ نے داخل نہ کیا اور باغ میں اتارنا کوئی عیب کی بات نہیں۔ رہا عورتوں کا باہمی جھگڑا سو یہ ان کی جبلی بات ہے اور معاذ اللہ اس شب میں وہ پاک باز بیویاں امرِ خاص کے لیے آپ ﷺ سے خواستگار نہ تھیں۔ بات یہ تھی کہ آپ ﷺ ایک کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت کے انفاس متبرکہ کو ہر ایک غنیمت جانتی تھیں اور بھی آ گئیں اُس گھر والی کو ناگوار گذرا جو ایک طبعی بات ہے اس پر باہم کچھ قیل و قال تھی۔ جس کو سن کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس وجہ سے کہ ان کی صاحب زادی بھی ان میں شامل تھی عورتوں پر بزرگانہ طور پر خفا ہوئے۔ اصل بات یہ تھی، اب مخالف اس کو جس پیرایہ میں چاہے ڈھالے۔

جواب الزامی:..... حضرت سلیمان اور داؤد علیہما السلام کی بیویاں اور حرمین تو سینکڑوں تھیں پھر عیسائی اور یہودی ان کی کتابوں کو الہامی مانتے ہیں۔ اسی طرح ہنود کے ہاں کرشن جی کی چودہ سو (۱۴۰۰) گوپیاں ناچا گایا کرتی تھیں۔ اب خواہ اس کو آریا لوگ بھجن کہیں یا کچھ اور ہم کچھ نہیں کہتے۔ رہا تعددِ ازواج کا اعتراض سو اس کا جواب کئی بار ہو چکا کہ انسانی ضرورتیں بعض اوقات ایک بیوی سے پوری نہیں ہو سکتی، اور پہلی کا بغیر قصور کے چھوڑ دینا انسانی مروت کے خلاف ہے۔ اور فرض کرو کہ مرض یا کسی اور وجہ سے اولاد جننے کی اس میں صلاحیت نہیں پس اسلام نے بضرورت تعددِ ازواج کی اجازت اور وہ بھی مشروط دی کہ عدل پورا ہو۔

ازواج مطہرات کو چند احکام کی تعلیم:..... آمدم برسرِ مطلب اس تعلیم کے بعد پھر ازواجِ مطہرات کو چند احکام کی تعلیم دیتا ہے۔ ان اتقیتن اگر تم اللہ سے ڈرتی ہو۔ یہ جملہ اس لئے فرمایا کہ صرف اسی بات پر بھروسہ نا کر لینا کہ ہم نبی کی بیویاں ہیں۔ بلکہ یہ فضیلت تقویٰ کی وجہ سے ہے چنانچہ ازواجِ مطہرات ہمیشہ زیورِ تقویٰ سے آراستہ تھیں حضرت ﷺ کی حیات میں بھی اور آپ ﷺ کے بعد بھی جوابِ شرط کا محذوف ہے لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اس پر دلالت کرتا ہے۔

پہلا حکم:..... اور بعض کہتے ہیں فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ لوگوں سے جو بات چیت کرنے کا اتفاق ہو تو بات میں نرمی اور لگاوٹ نہ کرو۔ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ تاکہ ناپاک آدمی کہ جس کے دل میں بدکاری اور شہوت کا مرض ہے طمع نہ کرے۔ کھری بات کہو۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو عورتیں مہین مہین باتیں اور بڑے اخلاق سے اور ہنس ہنس کر کیا کرتی ہیں خواہ وہ پاک اور صاف دل ہی کیوں نہ ہوں مگر ناپاک آدمی کے دل میں گدگداہٹ اور تحریک باطل پیدا کر دیتی ہیں۔ یہ ایک حکم تھا۔

دوسرا حکم:..... وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى۔ وَقَرْنَ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ اور عاصم نے وقرن بفتح قاف پڑھا ہے اور بعض لوگوں نے بکسر قاف، پہلی قراءت کے موافق یہ معنیٰ ہوں گے **قررن ای الزمن بیوتکن من قولهم قررت بالمکان فحذفت الراء الاولی هی عین الفعل لثقل التضعیف و نقلت حرکتها الی القاف کما فی ظللت ظلت و علی الثانی فقیل هو من قررت اقررت اقر معناه اقرر فبکسر الراء فحذفت الاولی و نقلت حرکتها الی القاف و قیل هو من الوقار من قولهم اقر فلان یقر وقور او اسکن و اطمئن فهو امر کعدن من الواحد و صلن من الوصل**۔ یعنی اپنے گھروں میں بیٹھی رہا کرو۔ بغیر ضرورت باہر نہ جایا کرو۔ یہاں سے پردہ فرض ہوا۔ سامنے ہونے کی جیسا کہ جاہلیت میں دستور تھا ممانعت ہوگئی۔ جیسا کہ اخیر جملہ میں فرماتا ہے لاتبرجن تبرج اظہار زینت اور مواقع زینت۔ مجاہد کہتے ہیں کہ پہلے عورتیں لوگوں کے سامنے آیا جایا کرتی تھیں پس یہی تبرج جاہلیت ہے۔ (ابن کثیر)

جاہلیت اولیٰ کا معنی:...... ابنِ عباس رضی اللہ عنہما یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ کے درمیانی زمانے کو جاہلیت اولیٰ کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں نوح علیہ السلام و ابراہیم علیہ السلام کا درمیانی زمانہ۔ بعض کہتے ہیں موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ کا، مگر ابنِ عطیہ کا قول بہت صحیح معلوم ہوتا ہے کہ جاہلیتِ اولیٰ سے اسلام کا پہلے کا زمانہ مراد ہے اور اس کو اولیٰ زمانۂ اسلام کے لحاظ سے کہا نہ اس لیے کہ کوئی جاہلیت اخریٰ اسلام کا وہ زمانہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ جس میں فسق و فجور رواج پا گیا۔

پردہ کا حکم:......ان آیات سے نبی کی بیویوں کے لیے بلا ضرورت باہر جانا حرام ہو گیا تھا۔ ضرورتِ شرعیہ میں سے حج وعمرہ ہے۔ امت کی بیویوں پر گھر میں رہنا باہر نہ نکلنا اس آیت سے بعض کے نزدیک واجب ہے قوی تر یہی ہے کہ پردہ میں رہنا مستحب ہے اور اگر بضرورت باہر جائیں تو برقع میں یا ایسی چادر میں کہ جس سے کوئی ستر کی چیز دکھائی نہ دے، یہ پردہ فرض ہے۔ اس میں جو کچھ حکمتیں ہیں غیر قوموں کی بے پردہ عورتوں کے بے جا حالات دیکھ کر بخوبی سمجھ میں آسکتی ہیں۔

تیسرا، چوتھا حکم اور پانچواں حکم:...... وَاَقِمۡنَ الصَّلٰوةَ چوتھا حکم وَاٰتِيۡنَ الزَّكٰوةَ زکوٰۃ دیں۔ اس میں صدقہ وخیرات بھی داخل ہے۔ اس کے سوا جس قدر احکام شرعیہ ہیں ان کو بھی بجالائیں۔ کما قال وَاَطِعۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ یہ پانچواں حکم جمیع احکام کو شامل ہے اس میں حج اور رمضان کے روزے بھی آگئے۔ مگر نماز اور زکوٰۃ کو تاکید و اہتمام کے لیے جداگانہ بیان کر دیا۔

یہ وہ احکام ہیں جو تدبیر المنزل و اخلاق اور معد اور حسن معاشرت کے اصل الاصول ہیں اور تہذیب و شائستگی کا عطر اس لیے اللہ تعالیٰ ان کی وجہ بیان فرماتا ہے: اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ وَيُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيۡرًا کہ اے اہلِ بیت نبی کے گھر والو! یعنی بیویو! ان احکام سے اللہ تم کو پاک کرنا اور تمھاری ناپاکی دور کرنا چاہتا ہے۔ الرجس الاثم والذنب۔ میل کچیل ظاہری کے سوا انسان کی اخلاقی بھی میل کچیل ہوتی ہے جو مکارمِ اخلاق اختیار کرنے اور ذکرِ الٰہی اور اس کے احکام پر عمل کرنے سے دور ہوتی ہے وہ کسی دریا یا کنویں کے پانی یا کسی مسالے یا صابن سے دور نہیں ہوتی۔

اہل بیت کی تحقیق:...... اہلِ بیت کے لغوی معنی گھر والے کے ہیں۔ اور اصطلاح میں خصوصاً عرب کے عرف میں اس لفظ کا اطلاق خاص بیوی پر ہوتا ہے گو گھر میں بیٹا بیٹی پوتا نواسہ نواسی بھی ہوتے ہیں اور اسی طرح نوکر چاکر خادم بھی۔ اور اسی طرح قرآن مجید میں ایک جگہ یہی اہل البیت کا لفظ خاص حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی پر بھی استعمال ہوا ہے اَتَعۡجَبِيۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ رَحۡمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيۡكُمۡ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ اور عرب بولتے ہیں کیف اھلك۔ یعنی گھر والی کی خیریت پوچھتے ہیں۔ ہمارے عرف میں بھی اہلِ خانہ گھر والی بیوی کو کہتے ہیں۔ اس لیے علماء کرام کا ایک جمِ غفیر اس کا قائل ہوا ہے کہ اس آیت میں اہل البیت سے مراد آنحضرت ﷺ کی بیویاں ہیں۔

جس کو قرآنی مذاق کچھ بھی ہے وہ سیاق وسباق میں نظر کر کے اس بات کو تسلیم کر سکتا ہے۔ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما و عکرمہ و عطاء و کلبی و مقاتل و سعید بن جبیر اسی کے قائل ہیں۔ عکرمہ کہتے ہیں میں اس بات پر مباہلہ کر سکتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں اول بھی خطاب نبی ﷺ کی بیویوں سے ہے کما قال قُلۡ لِّاَزۡوَاجِكَ اور یہاں تک انہیں کے متعلق احکام چلے آتے ہیں گھر میں بیٹھنا وغیرہ اور بعد میں بھی انہی کی طرف خطاب ہے۔ وَاذۡكُرۡنَ مَا يُتۡلٰى فِىۡ بُيُوۡتِكُنَّ اور نیز بیت سے مراد آنحضرت ﷺ کا گھر ہے جو حضرت ﷺ کی بیویوں کے رہنے کی جگہ ہے جہاں آپ شب باش ہوتے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ و مجاہد و قتادہ اور کل اہلِ شیعہ یہ کہتے ہیں کہ اہلِ بیت سے مراد اس جگہ علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا و حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ عَنۡكُمۡ وَيُطَهِّرَكُمۡ مذکر کے صیغے ہیں جو ازواجِ مطہرات پر اطلاق نہیں کیے جاتے۔ اس کا

جواب ان کی طرف سے یہ ہے کہ لفظ اہل کی رعایت سے تذکیر کے صیغے کلام میں آجایا کرتے ہیں جیسا کہ اس آیت میں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی پر اہل البیت کا اطلاق ہوا ہے وہاں بھی علیکم مذکر کا صیغہ ہے۔

اب فریقین کے وہ دلائل کہ جن سے ہر ایک نے اپنے مطلب کو ثابت کیا ہے روایات احادیث واقوال ہیں جن کا ہر ایک فریق نے ڈھیر لگا دیا ہے پھر ہر ایک نے دوسرے کے راویوں میں کلام کیا ہے اور پھر ہر ایک فریق نے اس کا جواب دیا ہے اگر اس سب کو نقل کروں تو یہ جلد بھی کافی نہ ہو اس لیے سب کو ترک کرتا ہوں۔

مگر فریقِ ثانی کی ایک حدیث بڑی زور آور ہے۔ جس کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا و عائشہ رضی اللہ عنہا واثلہ بن الاسقع سے بطریق مختلفہ ترمذی و ابن المنذر و حاکم ابن مردویہ و بیہقی و ابن ابی حاتم و طبرانی و ابن ابی شیبہ و احمد و مسلم نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے گو اس کے بعض طرقِ محدثین کے نزدیک قابلِ اعتبار نہیں ہیں۔ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ: حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا و علی رضی اللہ عنہ و حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کو ایک سیاہ کملی میں لپٹا کر لیا جس کو آپ اوڑھے ہوئے تھے یہ آیت پڑھی اور پھر یہ کہا اللّٰھم ھو لاء اھلِ بیتی اللّٰھم يُذْهِبَ عَنْهُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا کہ اے الٰہ یہ لوگ میرے اہلِ بیت ہیں ان کی ناپاکی دور کر دے اور ان کو پاک کر دے۔

اور ایک اور حدیث انھی لوگوں نے یہ بھی روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کو جب مسجد جاتے تھے تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر کھڑے ہو کر یا اھل البیت الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہ کر یہ آیت پڑھتے تھے۔ اور مسلم نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو اپنے اہل بیت کے حق میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں یعنی ان کی مراعات رکھنا۔ زید سے کسی نے پوچھا اہل بیت کون ہیں، کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ان کی اہلِ بیت نہیں ہیں؟ کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت ہیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت وہ لوگ ہیں کہ جن پر صدقہ حرام ہے علی رضی اللہ عنہ اور عقیل رضی اللہ عنہ اور جعفر رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد۔

ان تینوں حدیثوں کو صحیح مان لینا چاہیے، مگر ان سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ خاص علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا و حسنین رضی اللہ عنہما ہی اہلِ بیت ہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اہلِ بیت نہیں ہیں۔ بلکہ پہلی حدیث تو یہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا و علی رضی اللہ عنہ و حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ بھی کملی میں لے کر اہل، بیت میں شامل فرمایا اور ان کے لیے دعا کی۔ ورنہ کیا اللہ کو معلوم نہ تھا کہ یہی لوگ اہلِ بیت ہیں؟ پھر ھو لاء اھل بیتی کہنے کی کیا حاجت تھی؟ اور اسی طرح دوسری حدیث سے پایا جاتا ہے۔ اور تیسری حدیث تو ان دونوں کے مخالف ہے۔ اس کے علاوہ یہ قول زید کا ہے جو جعفر رضی اللہ عنہ و عقیل رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ و عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد کو اہلِ بیت کہہ رہے ہیں۔

قولِ فیصل:......قولِ فیصل یہ ہے کہ دراصل اہلِ بیت تو ازواجِ مطہرات ہی ہیں اور ان میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیارے فرزندوں کو بھی شامل فرما لیا اور کیوں نہیں، بال بچے اور بہت قریب کے عزیز واقرب بھی گھر ہی کے لوگ شمار ہوتے ہیں، پس اعتقاد صحیح اور محبت خالص یہی ہے کہ ازواجِ مطہرات اور ان پاک باز لوگوں کو بھی اہلِ بیت سمجھ کر ان کا تہ دل سے ادب کرے جن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا زہرا اور حسنین رضی اللہ عنہما بھی داخل ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

فائدہ:......کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ و جعفر رضی اللہ عنہ و عقیل رضی اللہ عنہ و عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد بھی جو سینکڑوں برس کے بعد پیدا ہوئی اور ہوگی سب اہلِ بیت ہیں؟ حقیقت میں اہلِ بیت اور آل وہی لوگ تھے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے موجود تھے اور ان کی اولاد اور اولاد در اولاد کو جو اہلِ بیت اور آلِ نبی کہا جاتا ہے تو مجازاً اور ادباً۔ اس لیے کہ نہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کبھی رہے ہیں نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیالت کرتے تھے

حق بات یہی ہے باقی افراط وتفریط ہے جو تعصب یا فرطِ محبت پر مبنی ہے۔

چھٹا حکم:......وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا یہ چھٹا حکم ہے کہ اے نبی کی بیویو! وہ جو تمھارے گھروں میں آیات اللہ اور حکمت کا درس ہوتا ہے اس کو خوب یاد رکھو، لوگوں کو سمجھاؤ اللہ تعالیٰ تم کو اس کی جزاء خیر دے گا کیونکہ وہ لطیف یعنی مہربان لطف کرنے والا اخبردار ہے۔اس پر تمھاری کوشش مخفی نہیں، یہ وہی اصلی حکم ہے جس کے لیے یہ پاک باز با خدا بیویاں مدرسہ علمِ دینیہ میں داخل کی گئیں۔اور ان کو نبی کی زوجیت کا شرف عطا کیا گیا۔ پہلے احکام تو خود ان کی تہذیب وشائستگی اور ادبِ صحبت اور حسنِ معاشرت کے لیے تھے اور یہ اس خاص مقصد کے لیے کہ جس کے لیے یہ بیویاں بنائی گئیں۔

اٰيٰتِ اللّٰهِ قرآن کی آیات اور حکمت سنت۔ یہ قرطبی کا قول ہے۔اور ممکن ہے کہ حکمت سے بھی قرآن ہی مراد ہو یا اسرارِ شریعت ورموزِ طریقت جو نبی ﷺ کی صحبت سے وقتاً فوقتاً ان کو حاصل ہوتے تھے اور یہ حاصل ہونا گویا ان کو ان پر پڑھا جانا یعنی پڑھ کر سنایا جانا ہے۔ چنانچہ ازواجِ مطہرات شب وروز اسی میں مصروف تھیں۔

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ
وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ
وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ
وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا
عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ
لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا
مُّبِيْنًا ﴿۳۶﴾ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ
زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ
اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ۭ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى
الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ
اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ۭ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي

الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَکَانَ اَمۡرُ اللّٰہِ قَدَرًا مَّقۡدُوۡرَا ۣ﴿۳۸﴾ الَّذِیۡنَ یُبَلِّغُوۡنَ رِسٰلٰتِ اللّٰہِ وَیَخۡشَوۡنَہٗ وَلَا یَخۡشَوۡنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰہِ حَسِیۡبًا ﴿۳۹﴾

ترجمہ:...... بے شک اللہ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں اور ایمان دار مردوں اور ایمان دار عورتوں کے لیے اور فرماں بردار مردوں اور فرماں بردار عورتوں کے لیے اور راست باز مردوں اور عورتوں اور صبر کرنے والے مردوں اور صبر کرنے والی عورتوں کے لیے اور (خدا سے) ڈرنے والے مردوں اور عورتوں اور خیرات کرنے والے مردوں اور خیرات کرنے والی عورتوں اور روزہ دار مردوں اور روزہ دار عورتوں اور پاک دامن مردوں اور پاک دامن عورتوں کے لیے اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مردوں اور بہت یاد کرنے والی عورتوں کے لیے بخشش (کا صلہ) اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے ﴿۳۵﴾ نہ کسی ایمان دار مرد اور نہ کسی ایمان دار عورت کو یہ لائق ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے تو ان کو اپنے کام میں اختیار باقی رہے اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ صریح گمراہ ہوا ﴿۳۶﴾ اور (یاد کرو) جبکہ اس کو کہ جس پر اللہ نے احسان کیا آپ نے بھی احسان کیا یہ کہہ رہے تھے کہ اب اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈر اور اپنے دل میں وہ بات مخفی رکھتے تھے کہ جس کو اللہ ظاہر کرنا چاہتا تھا اور لوگوں سے ڈر رہے تھے اور ڈرنا تو زیادہ تو اللہ ہی سے چاہیے پھر جب زید اپنی عورت سے اپنی غرض پوری کر چکا تو اس کا ہم نے آپ سے نکاح کر دیا۔ تاکہ ایمان داروں کے لیے اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنے کی ممانعت نہ رہے جبکہ وہ ان سے بے تعلقی کر چکیں اور اللہ کا حکم ہو کر رہتا ہے ﴿۳۷﴾ نبی پر اس بات میں کچھ بھی ممانعت نہیں جو اللہ نے اس کے لیے مقرر کر دی ہے، جیسا کہ اللہ کا پہلے لوگوں میں دستور تھا (ان پر نکاح کرنے میں کوئی ممانعت نہ تھی) اور اللہ کا حکم مقرر ہو چکا تھا ﴿۳۸﴾ وہ پہلے لوگ جو اللہ کا پیغام پہنچاتے رہے اور اللہ سے ڈرتے رہے اور اللہ کے سوا اور کسی سے نہ ڈرتے تھے اور کافی ہے اللہ حساب لینے کو ﴿۳۹﴾

ترکیب:...... اعد اللہ بجملۃ خبر انّ و الخیرۃ ما یتخیر و الجمع الضمیر الاول لعموم مؤمن و مؤمنۃ لانھما فی حیز النفی و جمع الضمیر فی من امرھم للتعظیم و اللہ و الواو للحال سنۃ اللہ نصبہ علی المصدر ای سن ذالک سنۃ الذین یبلغون صفۃ للذین خلو مدح لھم منسوب او مرفوع۔ الوطر الحاجۃ۔

تفسیر:...... آنحضرت ﷺ کے زمانے میں بالخصوص اور بھی مرد اور نیک عورتیں ایسی تھیں جو دین کی اطاعت میں بڑے سرگرم تھے گویا انہوں نے اپنی جان مال کو اسی کام کے لیے وقف کر دیا تھا جیسا کہ عشرہ مبشرہ اور اصحاب الصفہ اور ابو ہریرۃ و عبداللہ بن مسعود و عبد اللہ ابن عمر و ابنِ عباس رضی اللہ عنہم اور عورتوں میں سے انصار و مہاجرین کی بہت سی عورتیں۔

شانِ نزول:...... ان آیات، مذکورہ سے شاید ان کے دل میں یہ خطرہ گذرتا ہوگا کہ ازواجِ مطہرات ہی کی مساعی جمیلہ ہی خدا کے ہاں پسند ہیں جن کا آیات مذکورہ میں بیان ہوا اور ہماری کوشش چنداں قابلِ التفات نہیں پس ان کی تسلی کے لیے یہ آیت اِنَّ الۡمُسۡلِمِیۡنَ وَالۡمُسۡلِمٰتِ وَالۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ . . . الخ نازل ہوئی اور اسی کی مؤیدہ روایت ہے کہ جس کو عبداللہ بن حمید و طبرانی نے روایت کیا ہے کہ ام عمارۃ رضی اللہ عنہا انصاریہ نے آنحضرت ﷺ کے پاس آ کر یہ عرض کیا کہ مردوں ہی کا قرآن میں ذکر ہے عورتوں کا کچھ بھی نہیں۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ اور اسی طرح ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے احمد و نسائی و ابن جریر نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے جس کی اسناد کو سیوطی نے حسن کہا ہے۔

مرد اور عورت دونوں کے لئے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ ہے:...... اس آیت میں مسلمان اور ایمان دار مردوں اور عورتوں کے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ ہے اور ان کے لیے یہ چند اوصاف اس وعدہ کے لیے شرط قرار پائے ہیں۔ ۱: اسلام، ۲: ایمان، گرچہ

عرف علماء میں دونوں لفظوں کا مصداق ایک ہی ہے مگر قرآن واحادیث میں مقاماتِ متعددہ میں لغوی معنی لحاظ کر کے اسلام مراد انقیاد یعنی احکامِ ضروریہ کا بجالانا مراد لیا ہے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے جس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

ان تشھد ان لا الہ الا اللہ وتقیم الصلوٰۃ وتؤتی الزکوٰۃ وتحج البیت وتصوم رمضان اور ایمان میں اعمال کا ذکر نہیں صرف اللہ کا اور رسول اور ملائکہ اور کتبِ الٰہیہ اور اس کے رسولوں اور تقدیر کی تصدیق کرنا اور یقین کرنا اسی حدیث میں بیان ہوا ہے، قٰنِتٰتِ یعنی عبادت واطاعت۔ صبر یعنی شہوت ودیگر تکالیف کی برداشت کرنا۔ اس میں اشاعتِ دین کی تکالیف بھی آ گئیں خشوع اللہ سے عاجزی کرنا سرنگوں دنیا میں رہنا تکبر اور سرکشی نہ کرنا۔ صدقہ دینا زکوٰۃ اور خیرات اور دیگر نیک کاموں میں مال صرف کرنا۔ صوم روزہ رکھنا۔ عفاف پاک دامن رہنا۔ ذکر، الٰہی کرنا اور بہت کرنا کسی وقت اس کو دل سے نہ بھلانا یہاں تک کہ دست بکار دل بیار ہے۔

حکم عدولی کی ممانعت:...... اس کے بعد علی العموم مرشدِ برحق یعنی جنابِ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیتا ہے فقال وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۞ کہ کسی مؤمن مرد وعورت کو اللہ اور اس کے رسول کے حکم دینے کے بعد یہ مجاز باقی نہیں رہتا کہ اس کو عمل میں نہ لاوے اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے تو صریح گمراہ میں پڑتا ہے۔ کیونکہ مرشدِ کامل اور ہادی برحق کا خلاف کرنا گمراہی میں پڑنا ہے یہ ایک عام حکم ہے جو احکام سابقہ کے لیے سربمہر ہے۔ نہ اس میں زینب ؓ کے نکاح کا ذکر ہے نہ کسی اور کا۔ مگر مفسرین نے اپنی عادت کے موافق (کہ وہ آیت کے معنی سے چسپاں کرنے کے لیے کوئی قصہ یا واقعہ خواہ مخواہ گھڑ کر اس آیت کو اسی پر ڈھال دیا کرتے ہیں گویا یہ آیت خالص اسی کے لیے نازل ہوئی ہے)

حضرت زینب بنت جحش ؓ کا نکاح:...... یہ روایت کیا ہے کہ حضرت ﷺ نے زینب ؓ سے نکاح کرنے لیے زینب ؓ بنتِ جحش کو پیغام دیا جو حضرت ﷺ کی پھوپی کی بیٹی تھیں۔ زینب ؓ نے زید ؓ کو حقیر جان کر انکار کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی تب زینب ؓ نے زید سے نکاح کرنا منظور کرلیا۔ اور ان کی باہم شادی ہوگئی۔ مگر مؤرخین کہتے ہیں کہ زید سے زینب کا نکاح ہجرت سے آٹھ سال پہلے ہو چکا تھا۔ اور یہ سورت ہجرت کے پانچویں برس نازل ہوئی ہے پھر اس میں زینب ؓ کے نکاح کی طرف اشارہ کیسے ہوسکتا ہے؟ نبی کی نافرمانی یا کہو اللہ اور رسول کی کسی بات میں نافرمانی اگر انکار کے طور پر ہے تو کفر ہے اور اگر قبول ہے مگر سستی سے یا خواہش نفسانی سے ہے تو فسق ہے۔

لوگوں کی ہدایت کا دارومدار نبی ﷺ کی عظمت پر ہے اس لیے مخالفوں کے بعض مطاعن کو جو حضرت ﷺ طعن پر کیا کرتے تھے (اور ایسا ہوتا ہی آیا ہے) کس لیے کہ کوئی شخص دنیا میں ایسا نہیں آیا ہے کہ جس کی کسی بات پر بھی لوگوں نے اپنی کج رائی بدباطنی کی وجہ سے انکار نہیں کیا ہے) دفع کرتا ہے۔

طعنہ زنی کا جواب:...... من جملہ ان مطاعنین کے ایک طعن زید کی بیوی زینب ؓ سے نکاح کر لینے کے بارے میں تھا جو حضرت ﷺ نے زید کے طلاق دینے اور عدت گذر جانے کے بعد ایک حکم آسمانی اور مصلحتِ الٰہیہ کی وجہ سے کیا تھا۔

فقال وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ۔ اس آیت میں ضرور ایک واقعہ گذشتہ کی طرف اشارہ ہے اور باتفاقِ مفسرین وہ زید بن حارثہ ؓ اور ان کی بیوی زینب بنتِ جحش ؓ کے جھگڑے کی طرف اشارہ اور اسی پر آیت کے الفاظ چسپاں ہیں۔ وہ قصہ یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کی

ضمانت اور کفالت اور بڑی کوشش سے زینب کا نکاح زید سے ہوا تھا۔ زینب کی قوم قریش اس پر تند خو تھیں۔ اکثر معاملات میں میاں بیوی کی تو تو میں میں رہتی تھی۔ آخر ناچار ہو کر زید نے آنحضرت ﷺ سے شکایت کی اور بجز آپ ﷺ کے اس کا تھا کون؟ اور یہ بھی ظاہر کیا کہ میں اس کو طلاق دینا چاہتا ہوں۔ اس کی بدمزاجی سے میرا اس کا نباہ نہیں ہوسکتا۔ حضرت ﷺ نے زید کو جس پر اللہ نے انعام کیا اس کو مشرف باسلام کیا اور خود حضرت ﷺ نے بھی اس پر انعام کیا کہ اس کو آزاد کیا) منع کیا اور کہا کہ طلاق نہ دے۔ کیوں کہ جانتے تھے کہ پھوپھی کی بیٹی ہے میں نے ہی اس کا نکاح کرادیا ہے۔ آخر پھر مجھ کو ہی اس کے ساتھ نکاح پر مجبور کیا جاوے گا اور میں جو اس سے نکاح کروں گا تو لوگ مجھے طعنہ دیں گے کہ بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا۔ یہ بات تھی کہ جس کو حضرت ﷺ دل میں مخفی رکھتے تھے یعنی سوچے ہوئے تھے اور اسی سبب سے لوگوں کی طعنہ زنی سے ڈرتے تھے۔ جس پر اللہ تعالیٰ آپ کو تنبیہ کرتا ہے کہ لوگوں سے کیا ڈرتا ہے اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ لوگوں سے ڈرنا اور ایک ناجائز رسم کے توڑنے میں رسول کو دل میں لوگوں کے طعنہ کا خوف کرنا خدا کے نزدیک ناپسند بات تھی کہ جس کی نسبت فرماتا ہے کہ: تُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ جو تو اپنے دل میں جو بات سوچ کر چھپاتا ہے اور لوگوں سے ڈرتا ہے اللہ اس کو ظاہر ہی کر کے رہے گا۔ چنانچہ خدا نے اس کو ظاہر کردیا جیسا کہ خود فرماتا ہے۔

واقعہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ:...... فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا کہ جب اس عورت یعنی زینب رضی اللہ عنہا سے اپنی حاجت پوری کر چکا نکاح کر کے گھر میں رکھ کر طلاق دے دی تو اس کا نکاح ہم نے اے نبی تجھ سے کرادیا۔ یعنی ہم نے اس کے نکاح کرنے کا تجھ کو حکم دیا۔

بخاری و ترمذی و احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ زینب رضی اللہ عنہا کی شکایت لیکر آپ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے ان کو یہی سمجھایا کہ نہ چھوڑو اور اللہ سے ڈرو، اس پر یہ آیت وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ الخ نازل ہوئی۔ پھر ان سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح کرلیا۔ اور ان کا ولیمہ ایسا کیا جو کسی بیوی کا ولیمہ نہیں کیا۔ سب لوگوں کو گوشت اور روٹی کی دعوت کھلائی۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ خود خدا نے یا آسمان پر فرشتے نے نکاح پڑھا دیا تھا اور آپ چپ چاپ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس چلے گئے تھے، جیسا کہ معترض روایات میں غور نہ کرنے سے سمجھتا ہے۔ زوجنا کا فرمانا حضرت ﷺ کے دلی خوف کا اظہار کردیتا ہے کہ جس کو آپ ﷺ دل میں لوگوں کے ڈر سے مخفی رکھتے تھے۔

اور اے نبی تجھ سے اس کا نکاح ہم نے کیوں کردیا؟ لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا کہ مسلمانوں کے لیے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں جبکہ وہ ان کو طلاق دیں چکیں کوئی ممانعت نہ رہے۔ یعنی یہ عورت اسلام میں محرمات میں سے نہیں ہے اور ایک رسم کی وجہ سے اس کو حرام جانتے ہیں۔ یہ رسم اور الحاق جاہلیت مٹ جاوے۔ درحقیقت ایسی رسوم کو توڑنے میں لوگوں پر بڑے حملے ہوا کرتے ہیں۔ ہمارے ملک میں بیچی ارمانی سے نکاح کرنا بڑا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اگر کوئی اس رسم کو توڑنے کے لیے کرلیتا ہے تو پھر دیکھیے اس پر کیسے بہتان باندھے جاتے ہیں اور کیسے حملے ہوتے ہیں۔ فرماتا ہے یہ بات ہونے والی تھی خدا کو اس کا مٹانا منظور تھا۔

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ کوئی اگر شبہ کرے کہ اس رسم کو نبی سے کیوں مٹوایا کسی اور کا نکاح کر کے اس کو توڑ دینا تھا۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ نبی پر کیا عیب ہے اور کیا تنگی ہے اور ممانعت ہے اس کام کے کرلینے میں جو اللہ نے اس کے لیے مقرر کردیا۔

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ اگلے انبیا اور صلحاء میں بھی اللہ کا یہی دستور چلا آیا ہے کہ وہ ان کے ہاتھ سے رسوم جاہلیت کو تڑوایا کرتا ہے انہیں کو اس کے توڑنے پر مامور کیا کرتا ہے۔ کیوں نشان ملامت بننا انہیں مردان خدا کا کام ہے۔

وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا اور اللہ کی بات مقرر ٹھہرائی گئی ہوتی ہے۔ وہ ٹلتی نہیں ہو کر رہتی ہے۔ اور یہ دستور رسم شکنی کن لوگوں کا ہے؟ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللّٰهَ۔ ان کا جو اللہ کے احکام پہنچایا کرتے ہیں اور اللہ کے سوا وہ کسی سے نہیں ڈرتے ہیں، کسی کے طعن و تشنیع اور برا بھلا کہنے کی ان کو کچھ پرواہ نہیں ہوتی ہے۔

حساب لینے کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے:...... وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا اور کافی ہے حساب لینے کو۔ جو ان پاک بازوں پر طعن کرتے ہیں ان سے وہ ضرور حساب لے گا، باز پرس کرے گا۔

یہ ہیں ان آیات کے صاف صاف معنی جن پر کوئی خدشہ کسی مخالف کا وارد نہیں ہوسکتا۔ واضح ہو کہ اسلام میں ظاہر ہو کر مخالف ہمیشہ سے اپنی کاری گری کرتے آئے ہیں۔ انھوں نے بہت سی جھوٹی حدیثیں بھی گھڑی ہیں جن سے اسلام اور پیغمبر ﷺ پر بدنما دھبہ لگانا مقصود ہوتا ہے اور قرآن مجید کی تفسیر کرنے میں بھی وہ ایسی روایات شامل کر دیتے ہیں کہ جن سے آیات کا مطلب الٹ پلٹ ہو جائے۔ اور اسلام پر کوئی عیب لگے۔ قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر انھوں نے ایسا کیا ہے۔ من جملہ ان کے یہاں بھی عجیب وغریب روایات گھڑی ہیں۔ کسی نے کہہ دیا کہ زینب رضی اللہ عنہا اچھے کپڑے پہنے کھڑی تھی۔ پیغمبر ﷺ جو زید رضی اللہ عنہ کے گھر میں گئے زینب رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر فریفتہ ہو گئے۔ اور اللّٰھم مقلب القلوب پڑھ کر چلے آئے۔ زینب اس لگاوٹ کو سمجھ گئی اس نے زید سے کہہ دیا۔ زید کو غیرت آئی طلاق دیدیا آپ نے جھٹ پٹ نکاح کر لیا بلکہ بے نکاح کے شوق میں آکر اس کے گھر میں گھس گئے اور اس سے ہمبستر ہوئے اور جو کسی نے پوچھا تو کہہ دیا کہ میرا نکاح اس سے آسمان پر ہو چکا ہے تُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ کے معنی زینب کی محبت اور اس سے عشق مراد لیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دل میں تو یہ تھا کہ زید اس کو چھوڑ دے لیکن اس کو لوگوں سے ڈر کر ظاہر نہیں کرتے تھے اور بظاہر زید کو کہتے تھے کہ اس کو طلاق نہ دے۔

معاذ اللہ معاذ اللہ نبی پر کیا بہتان باندھے ہیں۔ زینب رضی اللہ عنہا تو آپ کی پھوپھی زاد بہن تھیں، لڑکپن سے آپ کے سامنے ہوتیں تھیں اور کون عورت تھی کہ جو حضرت ﷺ سے پردہ کرتی تھی۔ پھر کیا آج ہی حضرت ﷺ نے زینب رضی اللہ عنہا کو دیکھا تھا اور اگر ابتداء سے محبت تھی تو زید سے کیوں نکاح کروایا جبکہ بمشکل اس کے ورثہ راضی ہوئے تھے۔ آپ ہی کیوں نہ کر لیا جو بڑی خوشی سے اس کے وارث منظور کرتے۔

ان بے دینوں سے تو یہ بہتان باندی کچھ بھی تعجب نہیں مگر تعجب تو اپنے بعض سیدھے سادھے ❶ بھولے بھالے مفسرین سے ہے کہ جنہوں نے ان کی روایات کو اپنی تفاسیر میں نقل کر دیا۔ اور ان کے اس کہنے سے دھوکے میں آگئے کہ حدثنا فلان عن فلان۔ یہ حضرات تو بس اس حدثنا پر غش کھاتے ہیں پھر نہیں دیکھتے کہ اس کے راوی کیسے ہیں اور یہ روایت کیسی ہے؟ جو مخالفین اسلام ان روایات یا ان سادہ لوح مفسرین کے اقوال سے انحضرت ﷺ پر عیب لگاتے ہیں وہ عیب دراصل آنحضرت ﷺ پر کبھی نہیں لگتا بلکہ ان راویوں پر لگتا ہے۔ نہ ہم ان بے ہودہ روایات کی صحت کے قائل ہیں اور نہ ان پر جو اعتراضات پڑتے ہیں ان کے جواب کے ذمہ دار ہیں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۗ
ع وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿٤٠﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿٤١﴾
وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا ﴿٤٢﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ

❶...... اگر کوئی کہے کہ جب مومنین کے لئے بھی اللہ اور ملائکہ کی طرف سے صلوۃ بھیجا آیا اور بعد میں نبی کے لئے ہے: حیث قال ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی تو پھر کیا فرق رہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس صلوۃ میں اور اس میں فرق ہے ۱۲ منہ۔

مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ؕ وَكَانَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَحِيۡمًا ﴿۴۳﴾ تَحِيَّتُهُمۡ يَوۡمَ يَلۡقَوۡنَهٗ

سَلٰمٌ ۖۚ وَاَعَدَّ لَهُمۡ اَجۡرًا كَرِيۡمًا ﴿۴۴﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا

وَّنَذِيۡرًا ۙ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذۡنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيۡرًا ﴿۴۶﴾ وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ بِاَنَّ

لَهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ فَضۡلًا كَبِيۡرًا ﴿۴۷﴾ وَلَا تُطِعِ الۡكٰفِرِيۡنَ وَالۡمُنٰفِقِيۡنَ وَدَعۡ اَذٰٮهُمۡ

وَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيۡلًا ﴿۴۸﴾

ترجمہ:......محمد تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں (زید کے بھی نہیں) لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں پر مہر ہیں اور اللہ ہر بات جانتا ہے ﴿۴۰﴾ ایمان دارو! اللہ کو بہت یاد کیا کرو ﴿۴۱﴾ اور اس کی صبح و شام پاکی بیان کیا کرو ﴿۴۲﴾ وہی ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تاکہ تم کو (کفر کی) اندھیریوں سے نکال کر (ایمان کی) روشنی میں لائے اور وہ ایمان والو پر بڑا مہربان ہے ﴿۴۳﴾ اس دن مؤمن خدا سے ملیں گے ان کے لیے سلام کا تحفہ ہوگا اور ان کے لیے عزت کا اجر تیار کر رکھا ہے ﴿۴۴﴾ اے نبی! ہم نے آپ کو گواہی دینے اور خوشی اور ڈر سنانے کے لیے بھیجا ہے ﴿۴۵﴾ اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف لوگوں کو بلانے کو اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے ﴿۴۶﴾ اور (نبی) خوشخبری دو ایمان داروں کو کہ ان کے لیے اللہ کا بڑا فضل ہے ﴿۴۷﴾ اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہیں ماننا اور ان کی ایذاء سے درگذر کرتے رہو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اللہ کافی ہے کارساز ہو کر ﴿۴۸﴾

ترکیب:......ولكن بالتشديد فخبره محذوف اى ولكن رسول للهاب من غير وراثة۔ او يقال ولكن كان رسول الله بكرة و اصيلاً ظرفان للتسبيح۔ تحيتهم اضافة المصدر الى المفعول مبتدا و سلام خبره يوم يلقونه ظرف له۔ يحيون يوم لقائه الى الله تعالىٰ عند الموت او الخروج من القبر او دخول الجنة بالسلام يقول لهم السلام عليكم او يخبر بالسلامة من كل مكروه و آفة فضلاً كبيراً اى ان لهم خبره و من الله صفة و الجملة معطوف على محذوف مثل عواقب احوال امتک۔

تفسیر: آپ ﷺ تم میں سے کسی کے باپ نہیں:......مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ اب ان کے اس طعن کا جواب دیتا ہے کہ محمد ﷺ نے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا کہ محمد ﷺ تم میں کسی مرد کے باپ نہیں کیونکہ اس وقت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور بعض صاحب زادیاں تھیں وہ مرد نہیں اور صاحب زادے قاسم و طیب وغیرہ لڑکپن میں انتقال کر چکے تھے۔ رہے حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ گو وہ حقیقی بیٹے نہ تھے بلکہ نواسے مگر مرد یعنی بالغ جوان وہ بھی اس وقت نہ تھے بچے تھے۔ مطلب یہ کہ زید کے آپ ﷺ باپ نہیں۔ پھر کس وجہ سے طعن کرتے ہو؟ وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ لیکن اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے پچھلے۔ ان کی نبوت کا سلسلہ ختم کرنے والے ہیں۔ ابن عامر اور عاصم نے خاتم کو بفتح التاء پڑھا ہے جس کے معنی ہیں مہر کے کہ آپ سب نبیوں کی مہر ہیں۔ جب کسی چیز پر بند کر کے مہر لگا دیتے ہیں تو اس میں اور نہیں داخل ہوتی۔ اسی طرح آپ ﷺ سے سلسلہ نبوت کو تمام کر کے اس پر مہر کر دی گئی کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آوے گا۔ اور دوسرے قراء نے بکسر التاء اسم فاعل کا صیغہ قرار دیا ہے۔ مطلب دونوں کا ایک ہی ہے احادیث صحیحہ میں بھی تصریح آ گئی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ قصر نبوت میں ایک اینٹ کی جگہ باقی تھی سو وہ اینٹ آپ ﷺ ہیں۔ اس کو

بخاری اور مسلم و احمد و ترمذی وغیرہ نے مختلف صحابیوں سے روایت کیا ہے۔مختلف عبارات ہیں اور اسی پر تمام امت کا اتفاق ہے اور اجماع۔

خاتم النبیین پر دلیلِ عقلی:......اور دلیلِ عقلی اس پر یہ ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے سینکڑوں انبیاء اس دنیا میں آئے اور گمراہی کی کوئی صورت باقی نہیں رہی، طرح بطرح احکام کے تبدیل وتغیر کرنے سے اصلاحیں ہوتیں رہیں آخر جو کچھ کسر باقی رہ گئی تھی وہ آپ ﷺ کے عہد میں پوری کردی گئی، رہیں پیش آنے والی ضرورتیں ان کی تدبیر بھی کتاب وسنت میں رکھ دی گئی ہے۔وقتاً فوقتاً مجدد اور مجتہد یا حکیم امت کتاب وسنت سے وہ حاجت برآری کر سکتے ہیں۔ نئے نبی بھیجنے میں سیاستِ ملیہ میں بڑا انقلاب واقع ہوتا ہے جس میں ہزاروں گمراہ ہو جاتیں ہیں۔اس لیے اس مشقت اور زحمت کو اپنے بندوں سے دور کر دیا جس کی طرف وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا میں اشارہ ہے کہ عواقب امور اللہ کی نظر میں ہیں۔اس کی مصلحت وہ خوب جانتا ہے اور نیز آئندہ آیات میں اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ حضرت ﷺ کے بعد قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی آئیں گے جیسا کہ اہلِ اسلام بلکہ عیسائیوں کا بھی عقیدہ ہے پھر آپ ﷺ خاتم کیوں کر ہو گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ نئے نبی نہیں ہیں بلکہ وہ آپ ﷺ سے پہلے ہو چکے ہیں اور زمین پر آ کر حضرت ﷺ کے دین کی اشاعت کریں گے آپ ﷺ کے نائب ہو کر۔

صبح وشام ذکر وتسبیح کا حکم:......بندوں پر خدا نے ایسے نبی بھیج کر بڑا احسان کیا ہے اس لیے اس نعمت کے شکریہ میں حکم دیتا ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ کہ اے ایمان والو اللہ کو بہت یاد کیا کرو اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اور بعثتِ انبیاء سے مقصود بھی یہی ہے کہ بندے اپنے اللہ کو یاد کیا کریں۔

وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا اور صبح وشام اس کی تسبیح کیا کرو سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم کہو بری باتوں سے اس کی پاکی بیان کیا کرو کہ وہ سب عیبوں سے پاک ہے۔بعض علماء نے اس سے فجر اور عصر کی نماز مراد لی ہے ذکرِ الٰہی، تسبیح وتہلیل کے بہت کچھ فضائل احادیث میں آئے ہیں، انسان کی دنیا کی کمائی میں سے یہی بڑا حصہ ہے۔پھر جس کو خدا نصیب کرے۔

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰۗىِٕكَتُهٗ صلوۃ کا لفظ جب اللہ کی طرف منسوب ہوتا ہے تو اس مراد رحمت ہوتی ہے اور جب ملائکہ کی طرف تو استغفار۔مگر یہاں مراد معنی مشترک ہیں وہ عنایت وتوجہ بطرف اصلاحِ کار بندگان۔یہاں سے تو یہ بات بتلاتا ہے کہ اللہ اور عالم بالا کو تمہارے حال پر مہربانی ہے اس لیے اس نے رسول بھیجا۔لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ تم کو ظلمات سے نکال کر روشنی میں لائے۔

وکان بالمؤمنین رحیما وہ مؤمنین پر نہایت مہربان ہے۔یہ دنیا کی رحمت ہے اور آخرت میں تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ جس دن ملیں گے، یا مرنے کے بعد وہ ان سے السلام علیکم کہے گا جس کہ معنی یہ ہیں کہ تم پر سلامتی ہو وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا عَظِيْمًا اور ایمان داروں کے لئے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

نبی کریم ﷺ اوصاف:......اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم کی شرح کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اوصاف بیان فرماتا ہے۔فقال يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا کہ اے نبی ﷺ ہم نے (یہ نہیں کہ از خود بن گیا) تجھ کو بھیجا ہے شاہد اور مبشر اور نذیر اور داعی الی اللہ اور سراج منیر بنا کر۔شاہد نبی ہے عقول وآراء لوگوں کے تعارض میں اور عادات ورسوم کے اختلاف میں اور تجارب کی کشمکش میں کہ جہاں کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ رائے لگاتا ہے خدا کی طرف سے اس کے اور سچی بات کے حق ہونے کی شہادت یعنی گواہی دیتا ہے اس کی شہادت پر فیصلہ ہوتا ہے وہی لوگوں کو نیک کاموں کے عمدہ نتیجہ کا مژدہ اور

بشارت دے کر کمر ہمت بند ہوا دیتا ہے سعادت حاصل کرنے میں سرگرم کر دیتا ہے۔ وہی بارگہ کبریائی کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے اس کے حکم سے اس کے گھر میں جا کر نعمتیں حاصل کرنے کی دعوت دیتا ہے صلائے عام پکارتا ہے کہ ادھر آؤ شہنشاہِ حقیقی کی بارگاہ میں تم کو میں لے چلوں، میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ کوئی مانع نہ ہوگا۔ وہی سراج منیر چراغ روشن ہے سراج منیر محاورہ عرب میں آفتاب کو کہتے ہیں تمام دنیا ظلمات اور اندھیریوں میں ٹکراتی پھرتی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ کا یہ آفتاب جہاں تاب مکہ کے پہاڑوں پر جلوہ گر ہوا اس نے مشرق سے مغرب تک کو منور کر دیا۔ جس نبی میں یہ اوصاف ہوں اور اس نے دنیا کو منور کر دیا ہو اس کے بعد اور نبی آ کر کیا کرے گا۔ ایک آفتاب کے بعد دوسرے کی کیا ضرورت؟۔

اہل ایمان کے لئے خوشخبری: ......اس کے بعد خود اس صلائے عام کا نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے فقال: وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِأَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا کہ ایمان داروں کو خوش خبری دے کہ اللہ کا ان پر بڑا فضل ہے دنیا میں ان کو ہر طرح سے سرفرازی دے گا اور آخرت میں اجر عظیم دے گا۔

اب رہے کافر و منافق جو تصدیق نہیں کرتے اور طرح طرح کے بہتان باندھتے اور طعن کرتے ہیں اور آپ کو اپنی مرضی کے موافق کرنا چاہتے ہیں پس وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ان کا کہنا نہ مان وَدَعْ اَذٰىهُمْ اور ان کی تکلیف اور ایذاء سے درگذر کر وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اور اللہ پر بھروسہ رکھو یہ تمہارا کیا کر سکتے ہیں وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا اور اللہ کارسازی کے لیے بس ہے آپ کو ان کی کیا احتیاج ہے جو نہیں مانتا نہ مانے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۫ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۚ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْۤ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۰﴾

ترجمہ:......ایمان دارو! جب تم مؤمن عورتوں سے نکاح کرو پھر ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دیدو تو تمھارے لیے ان پر کوئی عدت نہیں کہ جس کی تم کو گنتی پوری کرنی پڑے پس ان کو کچھ دیدو اور خوش اسلوبی سے چھوڑ دو ﴿۴۹﴾ اے نبی ہم نے آپ کے لئے وہ بیویاں حلال کر

دیں کہ جن کو آپ نے ان کا مہر دیدیا اور وہ عورتیں بھی جو آپ کے ہاتھ لگیں اس غنیمت سے جو اللہ نے تم کو عنایت کی ہے اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور پھوپھی کی بیٹیاں اور ماموں کی بیٹیاں اور بھی وہ جو آپ کے ساتھ ہجرت کر کے آئی ہیں اور وہ ایماندار عورت بھی جو اپنی جان نبی کو بخش دے بشرطیکہ نبی بھی ان سے نکاح کرنا چاہے (یہ) خالص آپ کیلئے ہے نہ کہ اور مسلمانوں کیلئے ہم کو معلوم ہے جو کچھ ہم نے مسلمانوں پر ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں مقرر کر دیا ہے تا کہ آپ پر کوئی دقت نہ رہے، اور اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے ﴿۵۰﴾

ترکیب:......وامرأۃ منصوب بفعل محذوف یفسرہ ما قبلہ ای حللنا لک امرأۃ مؤمنۃ ویمکن ان یکون معطوفاً علی ما سبق ولا یمنعہ ان التی للاستقلال فی قولہ ان وھبت لان المراد بالاحلال الاعلام بالحل اذا وقع الفعل علی ذلک کما یقال ابحت لک الکلام بزید ان سلم علیک خالصۃ یمکن ان یکون حالا من الضمیر فوھبت و ان یکون صفۃ المصدر ای ھبۃ ویجوز ان یکون مصدرا ای اخلصنا لک ذلک اخلاصاً وقد جاءت فاعلہ مصدر أمثل العاقبۃ۔

تفسیر:......اول حکم:......زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پچھلی آیتوں میں تذکرہ تھا۔ اس لیے کچھ احکام نکاح وطلاق اور عدت کے متعلق بیان فرماتا ہے۔ فقل یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نَكَحۡتُمُ الۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقۡتُمُوۡهُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ فَمَا لَكُمۡ عَلَیۡهِنَّ مِنۡ عِدَّةٍ تَعۡتَدُّوۡنَهَا یہ ایک حکم ہے کہ جس ایمان دار عورت سے نکاح ہوا پھر اس کے پاس جانے سے پہلے اس کو طلاق دینے کی ضرورت پڑ جائے تو اس عورت کیلئے کوئی عدت نہیں کہ جس کو تم گنو [ف] اس کو اختیار ہے کہ طلاق کے بعد فوراً کسی اور سے نکاح کر لے مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ ہاتھ لگانے سے پہلے۔ اگر اس کے معنی صحبت کرنا لیا جاوے تو صحبت کرنے سے پہلے طلاق دینے میں کوئی عدت نہیں۔ اس سے یہ بات پیدا ہوگئی کہ اگر صحبت نہیں کی اور خلوت ہوئی تب بھی عدت نہیں جیسا کہ امام شافعیؒ کہتے ہیں۔ اگر اس لفظ کو عام لیا جاوے کہ جس میں خلوت بھی آگئی تو یہ معنی ہوں گے کہ صحبت اور خلوت سے پہلے طلاق دینے میں عدت نہیں پس اگر خلوت کا اتفاق ہوا اور صحبت نہ کی اور طلاق دیدی تو عدت بھی لازم ہوگی اور مرد کو پورا مہر بھی دینا پڑے گا کیوں کہ خلوت بمنزلہ صحبت کے ہے اور اس بات کا امتیاز کہ خلوت کے بعد صحبت کی نہیں، مشکل ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ کا یہی قول ہے اور قرطبی اور ابنِ کثیر نے اسی بات پر اجماع ہونے کا دعویٰ کیا ہے کہ مسئلہ اجماعی ہے۔ عدت تین حیض سے نکاح کرنے سے رکے رہنا۔ اس عرصہ میں عورت اور سے نکاح نہ کرے اور جو حیض نہیں آتا تو تین مہینے تک اندر ہے۔

اَلۡمُؤۡمِنٰتِ کا لفظ یہ کہتا ہے کہ حکم مسلمان عورت کے لئے ہے مگر حکم عام ہے، اگر اہلِ کتاب کی عورت سے نکاح کر کے صحبت سے پہلے طلاق دیدی تو اس کے لئے بھی عدت نہیں مگر مؤمنات کا لفظ اس لئے آیا ہے کہ مسلمان ہی عورت سے نکاح کرے اور ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ پس یہ قید احترازی نہیں بلکہ اتفاقی ہے کہ یوں ہی اتفاق ہوا کرتا ہے۔

نکاح کے لغوی معنی صحبت کرنے کے ہیں۔ مگر قرآن میں جہاں کہیں یہ لفظ آیا ہے تو اس سے مراد عقد ہے، خواہ بطورِ حقیقت خواہ بطورِ مجاز۔

فَمَا لَكُمۡ کا لفظ یہ کہہ رہا ہے کہ عدت میں عورت کو رکھنا مرد کا حق ہے اگر وہ عدت میں نکاح کرنا چاہے تو یہ اس کو روک سکتا ہے۔

تَعۡتَدُّوۡنَهَا من عدۃ الدراھم اس کے معنی گنتی کے ہیں اور بعض نے اس کو بالتخفیف بھی پڑھا ہے تو یہ اعتداد بمعنی ظلم سے ہوگا جس کے معنی یہ ہوں گے کہ ان پر اس صورت میں عدت نہیں کہ جس کے اندر تم ان پر زیادتی کرو۔ والاول اقوی۔

[ف]:......والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء۔ وقولہ تعالیٰ والّٰئی یئسن من المحیض من نساء کم ان ارتبتم فعدتھن ثلاثۃ اشھر، ان آیتوں میں جو طلاق دی ہوئی عورت کے لئے تین حیض یا تین مہینے کی عدت بیان فرمائی ہے ان سے مراد وہ عورت ہے جس سے صحبت کی ہو۔ اس لئے صحبت نہ کی ہوئی عورت کی عدت کا حال بیان کر دیا کہ اس کے لئے کوئی مدت نہیں۔ ابن الشیخ لکھتے ہیں کہ یہ آیت پہلی دونوں آیتوں کے عموم کی مخصص ہے ۱۲ منہ

دوسرا حکم:......شریعت نے عورت کے لیے عدت اس لیے مقرر کی ہے کہ حمل کا حال معلوم ہو جائے اگر فوراً نکاح کرے یہ نہ معلوم ہو کہ پہلے خاوند کا حمل ہے یا دوسرے کا۔ جب صحبت نہیں کی تو عدت کا کیا فائدہ؟ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا یہ دوسرا حکم ہے کہ ان کو متعہ دو اور صاف طور سے چھوڑ دو۔ پھر ان سے کوئی دعویٰ نہ رکھو۔ یہ نہ ہو کہ ادھر میں لٹکائے رکھو۔

متعہ:......''متعہ'' اس عطیہ کا نام ہے جو خاوند کی طرف سے طلاق کے بعد بیوی کو دیا جاتا ہے۔ جس کی تعیین میں علماء کا کسی قدر اختلاف ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک تین کپڑے ہیں اور وہ کس قیمت کے ہوں؟ یہ غنی اور تنگ دست کے حال پر چھوڑا گیا ہے۔ کما قال عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ (سورہ بقرہ) مگر اس کی قیمت نصف مہر مثل سے زیادہ نہ ہو اور پانچ درہم سے کم نہ ہو۔ امام شافعیؒ نے اس کی مقدار امام کی رائے پر ٹھہرائی ہے۔

اب کلام تو اس میں ہے کہ ایسی عورت کو کہ جس کو صحبت سے پہلے طلاق دی گئی ہو اس کو متعہ دینے سے کیا مراد ہے؟ کیا واجب ہے یا مستحب اور اس کے سوا اس کو اور بھی کچھ ملنا چاہیے یا نہیں؟ یہ مسئلہ سورہ بقرہ میں تفصیل کے ساتھ آ چکا ہے کما قال وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ الآیہ۔ ان دونوں آیتوں پر نظر کر کے یہ بات نکلتی ہے کہ اگر اس عورت کے لیے مہر معین نہیں ہوا اور صحبت سے پہلے طلاق دیدی ہو تو اس کے لیے صرف متعہ دینا واجب ہے مہر کچھ نہ ملے گا۔ اس آیتِ احزاب میں غالباً یہی مراد ہے۔ اور اگر مہر معین ہو چکا ہے تو نصف مہر ملے گا، جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت میں ہے۔ اور متعہ دینا اس صورت میں مستحب ہے نہ واجب۔ یہ اس لیے واجب ہوا کہ آخر اس عورت سے نکاح ہوا ہے گو صحبت نہیں ہوئی اور اس بیچاری کا مہر بھی معین نہیں اور اس پر طلاق کی عار عائد ہوتی ہے ضرور اس کو کچھ دینا شرطِ مودت ہے۔

وہ احکام جو نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ خاص ہیں:......يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ ❶ یہاں سے وہ احکام بیان فرماتا ہے جو خاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی بابت متعلق ہیں۔ ہم کہہ چکے ہیں بلکہ ثابت کر چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ متعدد نکاح جو مدینہ میں آ کر ہوئے ان سے غرض یہی تھی کہ اپنی بیویوں کی ایک جماعت بنا کے ان کو دینیات کے سیکھنے پر مامور کریں۔ دراصل یہ بیویاں دینی مدرسہ کی طالب علم تھیں اور اسی نیت سے ان کو زوجیت میں لیا جاتا تھا تا کہ ان کو نان نفقہ سے فراغ بالی ہو جائے اور خلوت و جلوت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسائل سیکھیں۔ اس لیے ان کے اقسام اور اس مدرسہ کے داخلہ کے دستور اور پھر ان کے اسی غرض کے لحاظ پر حقوق بیان فرماتا ہے۔

بیویوں کی اقسام:......ان بیویوں کی کئی قسم تھیں یعنی کئی ایک طور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زنانہ مدرسہ میں ان کا داخلہ ہوا تھا۔

قسم اوّل: وہ بیویاں ہیں جن کا معمولی طور پر نکاح ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مہر ادا کر دیا جن کا اس آیت میں ذکر ہے اجور جمع اجر بمعنی مہر۔ اتیت کے یہ معنی نہیں کہ جن کا مہر ادا لیے گئے وہی آپ کو حلال تھیں اور جن کے ادا نہ ہوئے وہ حلال نہ تھیں۔ کیوں کہ اگر سرے سے مہر کا ذکر بھی بوقتِ نکاح نہ آوے۔ یا ادا نہ کیا جاوے یا مؤجل قرار پاوے سب صورتوں میں بیوی بلا اتفاق حلال ہے۔ بلکہ ایک قیدِ اتفاقی ہے۔ کس لیے کہ عرب میں مہر کم ہوتے تھے او. شوہر ان کو پہلے سے ادا کر ہی دیا کرتا تھا۔ یہ لاکھوں اور ہزاروں کے مہر نہ تھے جو محض فخراً باندھے جاتے ہیں جن کا میاں سے تو کیا اس کے ... مدان سے بھی ادا کرنا مشکل ہے۔ اس آیت کی بابت ابن زید و ضحاک یہ کہتے ہیں کہ

❶ توریت سفر خروج کے بائیسویں باب ۱۶۔ ۱۷ اور اس میں عورتوں کو مہر دینے کا ذکر ہے جس کے بعض جملے یہ ہیں قولہ البتہ وہ مہر دے کے اس سے نکاح کرے۔ و قولہ وہ کنواریوں کے مہر کے موافق اسے نقد دے یعنی مہر مثل نیز ملی بالشبہ وغیرہ کے احکام ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ موسیٰ کی شریعت میں بھی مہر دینا ضروری بات تھی۔ ۱۲ منہ۔

اس میں عام اجازت ہے کہ آپ ﷺ محارم کے سوا جس سے چاہیں بلا تعداد نکاح کرلیں مہرادا کردیں وہ مباح ہیں۔ جمہور کا یہ قول ہے کہ یہ حضرت ﷺ کی موجودہ بیویوں کی حلت بیان کی گئی ہے کہ جن کا آپ ﷺ مہر ادا کر چکے تھے۔ اگر تعمیم ہوتی تو بَنٰتِ عَمِّكَ الخ جو آگے آتا ہے بے کار ہو جاتا۔

قسمِ دوم۔ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وہ عورتیں جو آپ کے ہاتھ کا مال تھیں غنیمت میں ہاتھ آئی تھیں۔ جیسا کہ صفیہ ؓ و جویریہ ؓ جن کو آپ نے آزاد کر کے ان سے نکاح کیا اور سی طرح ماریہ ؓ کہ جن کے بطن سے ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔ یہ بھی آپ ﷺ کے مکارمِ اخلاق میں سے تھا کہ لونڈیوں کو اس مرتبہ عالیہ تک پہنچا دیا مما أفاء الله کی قید بھی اتفاقی ہے ورنہ جو لونڈی خریدی جاوے یا ہبہ سے حاصل ہو وہ بھی حلال ہے۔

قسمِ سوم: وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ چچا اور پھوپی اور ماموں اور خالہ کی بیٹیاں بھی حلال ہیں اگر آپ ﷺ ان سے چاہیں تو نکاح کریں۔ مگر اس میں شرط یہ تھی الّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَكَ کہ وہ ہجرت کر کے تیرے ساتھ بھی آئی ہوں۔ کیوں کہ اگر ہجرت میں شریک نہیں گو مومنہ ہوں ان سے آپ ﷺ کا نکاح درست نہیں تھا۔ ترمذی اور ابنِ جریر وطبرانی نے امّ ہانی بنت ابی طالب سے روایت کی ہے کہ حضرت نے مجھ سے نکاح کی درخواست کی مگر میں نے ہجرت نہ کی تھی اس لئے آپ ﷺ کو منع کر دیا گیا۔

قسمِ چہارم: وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ وہ عورت جو اپنا نفس نبی کو بخش دے۔ یعنی وهبتُ لكَ نفسِی کے صیغے سے نکاح میں آئے وہ بھی آپ ﷺ کے لیے حلال تھی۔ مگر صرف اس کا یہ کہہ دینا آپ ﷺ کو اس بات پر مجبور نہیں کرتا تھا کہ آپ ﷺ اس کو خواہ مخواہ اپنی زوجیت میں داخل کر ہی لیں بلکہ آپ ﷺ کی مرضی پر منحصر تھا کما قال اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا بشرطیکہ نبی کو اس سے نکاح کرنا بھی منظور ہو تب اس کا وَهَبْتُ نَفْسِيْ کہنا ایجابِ نکاح تھا لہٰذا آپ ﷺ کا قبلت فرمانا قبول۔ انہیں لفظوں سے عقد ہو جاتا تھا۔ مگر اس میں بھی یہ شرط تھی کہ وہ عورت مؤمنہ یعنی مسلمان ہو۔ کتابیہ حضرت ﷺ کے نکاح میں نہیں آتی تھی۔ گو امت کے لیے کتابیہ سے نکاح درست ہے۔ مگر آپ ﷺ کے بلند مرتبہ کے لائق یہ ناپاک باطن درست نہ تھی۔ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ یہ نکاح بلفظ ہبہ و بغیر مہر وشہود خاص حضرت ﷺ کے لیے درست تھا نہ اور کسی مسلمان کے لیے۔

بعض علماء نے جیسا کہ سعید بن المسیب و زہری ومجاہد وعطا وابن ربیعہ وشافعی ومالک ہیں خَالِصَةً لَّكَ میں نکاح بلفظِ ہبہ کو بھی لیا ہے کہ ہبہ کے لفظ سے نکاح اور کسی سے نہیں ہو سکتا یہ خصوصیت حضرت ﷺ کی تھی۔ مگر علماء اور خصوصاً کوفہ کے علماء جن میں ابراہیم نخعی اور ابوحنیفہ ہیں یہ کہتے ہیں کہ اوروں کا نکاح بھی ہبہ اور تملیک کے لفظ سے ہو سکتا ہے اور آپ ﷺ کی اس میں خصوصیت نہ تھی۔ خصوصیت صرف مہر اور گواہ نہ ہونے میں تھی۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ خود حضرت ﷺ کا بھی کوئی نکاح بہ لفظِ ہبہ نہیں ہوا۔ کس لیے کہ موہوبہ عورت کے بارے میں اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا کا لفظ وارد ہوا ہے۔ جو کوئی عورت یہ لفظ کہتی تھی تو گویا اپنا منشا ظاہر کرتی تھی کہ میں نے اپنی جان کو دینی کاموں کے لئے نبی کی خدمت گذاری کے واسطے ہبہ کر دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ اس میں صلاحیت دیکھ کر اس کو زوجیت میں داخل کرتے تھے۔ علماء کا اس میں بھی اختلاف ہے۔

عبداللہ بن عباس ؓ ومجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ کے گھر میں کوئی ایسی عورت نہ تھی کہ جو صرف نفس کو ہبہ کر کے آئی ہو۔ قدر عورتیں آپ ﷺ کے پاس تھیں یہ وہی تھیں جن سے نکاح کیا تھا۔ اور یہ بات بطور شرط وجزا کے آیت میں ہے کہ اگر کوئی ع کرے تو جائز ہے نہ یہ کہ ایسا کسی نے کیا بھی تھا اور علماء کہتے ہیں کہ ہاں ایسی عورتیں تھیں۔ پھر کسی نے کہا ہے کہ وہ زینب ؓ بنت خزیمہ

ہلالیہ تھیں جن کو ام المساکین کہتے تھے۔عروہ کہتے ہیں وہ خولہ بنت حکیم تھیں قبیلہ بنی سلیم کی۔

فائدہ:...... چوتھی قسم کے سوا اس ان احکامِ نبویہ میں اور مسلمان بھی شریک ہیں البتہ تعداد میں شریک نہیں یہ چار سے زیادہ جمع نہیں کر سکتے اس لیے فرماتا ہے قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ کہ ان باتوں میں اور مؤمنین بجمیع وجوہ شریک نہیں ہیں نہ چار سے زیادہ جمع ہو سکتے ہیں نہ بغیر مہر کے نکاح باندھ سکتے ہیں۔ان کے اوپر جو کچھ حقوقِ زوجیت ہم نے مقرر کیے ہیں وہ ہم کو معلوم ہیں ہم ان کو بھول نہیں گئے ہیں کہ ان کو بھی ان کے حقوقِ مقررہ کو نسیا منسیا کر کے نبی کے ساتھ شریک کر دیا جائے۔اور نہ صرف بیویوں ہی کے حق بلکہ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ ان کی لونڈیوں کے بارے میں جو حقوق ان پر مقرر ہیں (اہلِ ذمہ کی عورت لونڈی نہیں ہو سکتی حربی کی ہو سکتی ہے)اور ان کے کھانے پینے کی رعایات اور حسنِ سلوک وغیرہ وہ بھی ہم کو معلوم ہیں یہ جملہ معترضہ ہے درمیان خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ کے اور درمیان لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ کے اور کَیْلَا بیانِ سابقہ سے متعلق ہے کہ یہ احکامِ مذکورہ بالا ہم نے تیرے لیے اے نبی اس لئے نافذ کیے کہ تجھ پر تنگی نہ ہو اور کوئی حرج واقع نہ ہو بلکہ سہولت اور وسعت ہو جائے وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور اللہ جو ہے تو بخشنے والا مہربان ہے۔بندوں سے جو احکام کی تعمیل میں کوئی قصور ہو جائے تو اس پر بھی ہم معاف کر دیتے ہیں اور مہربانی کرتے ہیں۔اور مہربانی تھی کہ تم پر سہل احکام نازل کئے۔اس مقام پر کتبِ اہلِ فقہ نے دلچسپ بحث کی ہے۔جس کا ذکر فائدہ سے خالی نہیں۔

بحث قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا:

امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ مہر کی کوئی مقدار شرع نے قائم نہیں کی۔زیادہ سے زیادہ کہیں تک ہو اور کم سے کم پیسے دو پیسے کا ہو سکتا ہے۔جو چیز معاملاتِ بیع و شراء میں قیمت ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے ہو مہر ہونے کی بھی صلاحیت رکھتی ہے۔اہلِ ظواہر کے نزدیک قرآن مجید کی تعلیم بھی مہر ہو سکتی ہے اور ایسی قسم کی خدمات بھی۔ان کے دلائل بہت سی صحیح احادیث اور اقوالِ صحابہ ہیں مگر علماء کا ایک فریق جن میں امام ابو حنیفہؒ بھی ہیں مہر کی مدار کمی کی جانب سے دس درہم ٹھہراتے ہیں کہ زیادہ کا شوہر کو اختیار ہے مگر کم دس درہم سے نہ ہو۔کیوں کہ یہ کمی کی حد شرع نے مقرر کر دی ہے ان کے پاس بھی بہت سے دلائل ہیں۔من جملہ ان کے یہ آیت ہے

فرض کے لغت میں معنی قطع کے ہیں۔اس کا استعمال کبھی بمعنی ایجاب ہوا ہے اور کبھی بمعنی تقدیر یعنی اندازہ کرنا اور عرفِ شرع میں اس کا اخیر معنی میں اس قدر استعمال ہوا ہے کہ منقول ہونے کے بعد گویا کہ حقیقتِ عرفیہ ہے۔فرض کے معنی اندازہ کرنا اور جب اس کو متکلم کی طرف مستند کیا تو یہ معنی ہو گئے کہ ازواج کے بارے میں جو کچھ ہم نے ٹھہرا دیا ہے یعنی اس کا اندازہ مقرر کر دیا ہے وہ ہم کو معلوم ہے اور کلام مہر میں ہے پس ثابت ہوا کے مہر اللہ نے ٹھہرا دیا اور اس کی حد مقرر کر دی ہے۔زیادہ کی حد کی تو کوئی ضرورت نہ تھی البتہ کم سے کم کی حد مقرر کر دی۔اور یہ مہر ایک عضوِ مخصوص کا عوض ہے اور شرع نے کم سے کم اعضاء کے قطع میں جو مقدار قائم کی ہے وہ دس درہم ہے دس درہم سے کم پر چوری کرنے میں ہاتھ نہیں کٹتا۔معلوم ہوا کہ اس عضو کی قیمت یہ ہے۔پس اس عضو کو اس پر قیاس کر لیا۔اس کی بھی دس درہم سے کم قیمت نہ ہونی چاہئے۔اور آثارِ صحیحہ میں بھی اس کا بیان آ گیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ میں سے بھی لوگ اس کی طرف گئے ہیں۔مگر اس دلیل میں فریقِ ثانی کو بہت کچھ کلام ہے۔

دوسری بحث لونڈی غلاموں کی بابت:...... اس وقت کے نو تعلیم یافتہ یہ کہتے ہیں کہ غلام،لونڈی رکھنا انسانی ہمدردی کے برخلاف اور انتہائی مکروہ کام ہے پھر تعجب ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو روا رکھا اور بہائم کی طرح سے لونڈی غلاموں کو خدمات پر مامور کرنے کی اجازت دی،لونڈی سے مباشرت کرنا جائز سمجھا یہ بات پہلے انبیاء علیہم السلام کے بھی برخلاف ہے۔

اس کا جواب بعض آزاد لوگوں نے قرآن و احادیث میں تحریف کر کے یہ دیا ہے کہ اسلام میں یہ فعل درست نہیں ۔ مگر عقلاء کے نزدیک یہ جواب ہو نہیں سکتا۔ اس لیے کہ وہ کہاں تک قرآن و احادیث کی الٹ پلٹ کریں گے پھر بھی یہ فعل اسلام میں ثابت ہی رہے گا خصوصاً یہ آیات بہ آوازِ بلند یہ کہ رہی ہیں کہ اسلام نے لونڈیوں کی معاشرت کی بابت کچھ حقوق مقرر کر دیے ہیں اور لونڈیوں سے صحبت کرنا جائز ہے کما قال تعالیٰ: قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ اور اس سے پہلے کی یہ آیت اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ الخ

اس کا صحیح جواب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ایک آسمانی سلطنت قائم کی ہے جس کا وعدہ اگلے انبیاء خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معرفت ہوا تھا۔ اس سلطنت کا بادشاہ ہی دنیا میں قائم کرنے والا حضرت محمد ﷺ ہیں۔ دنیاوی سلطنتیں خاص جہاں داری اور حقوقِ عباد کے لئے ہیں۔ اس سے بڑھ کر خداوندی حقوق کا وہ مطالبہ نہیں کرتیں۔ بلکہ آج کل کی شائستہ سلطنتیں ایسے حقوق کے مطالبہ کو برا جانتی ہیں ان کے نزدیک کوئی خدا تعالیٰ کو اور اس کے جمیع برگزیدہ انبیاء و اولیاء برا کہے بت کو پوجے اس کا انکار کرے کچھ پرواہ نہیں۔ لیکن آسمانی سلطنت سب سے اول انہیں حقوق کا مطالبہ کرتی ہے۔ اس کا فرض ہے کہ ایسے جرموں کی سزائیں دے۔ اور خصوصاً کفر اور شرک کے جرم کا مطالبہ سخت کرے، مگر رحم دلی کے ساتھ اس سلطنت میں برتاؤ کیا گیا ہے۔ اول ان لوگوں کو سمجھایا جاتا ہے اگر نہ مانیں تو اس سلطنت کے خلاف ہونے سے ممانعت کی جاتی ہے اور ماتحتی پر مجبور کیا جاتا ہے اگر پھر بھی وہ مقابلہ پر آئیں تو جنگ ہوتی ہے جس میں بجز قتلِ طرفین کے اور کیا ہوا کرتا ہے مگر عورتوں، بچوں اور بڈھوں کو اس جوش کے وقت میں بھی اس سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ پھر جو لوگ قتل سے آزاد کئے جاتے ہیں ان کو لونڈی غلام بنایا جاتا ہے۔ پھر ان کو آزاد کرنے کی یہاں تک تاکید اور ثواب بتلایا گیا ہے کہ جو بہت کو آزادی دلا دی جاتی ہے اور غلامی کی حالت میں ان کے وہ حقوق قائم کیے جاتے ہیں کہ جو اور قوموں میں آزاد لوگوں کے بھی نہیں۔ یہ داغِ غلامی صرف اس جرمِ آسمانی کی یادگاری ہے۔

اب بتلاؤ کہ اس میں بے رحمی ہے یا ان کے قتل کر ڈالنے میں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت ➊ میں ہوا کیا ان میں دنیاوی جرائم کی قیدوں سے زیادہ بے رحمی ہے؟ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بھی غلام اور لونڈی رکھے جاتے تھے دیکھو توریت سفرِ احبار ۲۵ باب درس ۴۴۔

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ۭ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿۵۱﴾ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾ ع

ترجمہ:...... آپ ان بیویوں میں سے جس کو چاہیں الگ رکھیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس جگہ دیں اور جس کو آپ نے الگ کر دیا تھا اپنے

➊...... توریت سفرِ احبار کے ۲۴ باب ۱۶ اور اس میں کفر بکنے والے کو ضرور مار ڈالنے کا حکم ہے ۱۲ منہ۔

پاس بلاؤ تو بس اس پر کچھ بھی گناہ نہیں۔ یہ اس لیے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں رنج نہ کریں گی اور جو کچھ بھی آپ ان کو دیں اس پر سب خوش رہیں اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے اور اللہ جاننے والا تحمل والا ہے ﴿۵۱﴾ نہ اس کے بعد آپ کے لیے اور عورتیں حلال ہیں اور نہ یہ کہ ان کو بدل کر اور عورتیں کر لو۔ گو آپ کو ان کی صورت بھلی معلوم ہو مگر آپ کے ہاتھ کا مال (لونڈیاں درست ہیں) اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے ﴿۵۲﴾

ترکیب:......من ابتغیت من موضع نصب بابتغیت و ھی شرطیة والجواب فلا جناح علیک ویمکن ان یکون مبتداء والعائد محذوف ای والتی ابتغیتھا والخبر فلا جناح۔ کلھن منصوب علی توکید الضمیر فی اٰتیتھن والرفع علی توکید الضمیر فیرضین۔ من ازواج من مزیدة لتاکید الاستغراق۔ ولو اعجبک حال من فاعل تبدل والتقدیر مفروضاً اعجابک بھن الا ماملکت استثناء ھو فی موضع رفع بدلا من النساء او فی موضع نصب علی اصله۔

تفسیر:......ان آیات میں آنحضرت ﷺ کو ان بیویوں کی بابت معاشرت کے متعلق احکام سنانا ہے۔ اور ہم بارہا ثابت کر چکے ہیں کہ یہ بیویاں دراصل مدرسہ دینیہ کی طالب علم تھیں جو بوجہ مذکورہ ان کو ازواج میں داخل کیا گیا تھا، آئندہ کے لیے اس بات کو بھی ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے۔

آنحضرت کو ازواج میں حق اختیار:......فقال تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِیْٓ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ مہموز اور غیر مہموز دونوں طرح سے آیا ہے۔ ارجاء تاخیر ارجنه اخرہ۔ اس آیت کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر کا قول یہ ہے کہ یہ آیت شب باشی کے بارے میں ہے کہ آپ ﷺ کو اختیار ہے کہ جس کو چاہیے مؤخر کیجیے ساتھ نہ سولائیے اور جس کو چاہے اپنے پاس بلائیے۔ یہ ایک حکم خاص آنحضرت ﷺ کے لیے تھا۔ آپ ﷺ پر شب باشی میں برابری رکھنا واجب نہ تھا، بلکہ آپ کو اختیار دیا گیا تھا جس کے پاس چاہیں رات کو رہیں جس کے پاس چاہیں نہ رہیں۔

بخاری اور مسلم نے عائشہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ میں ان عورتوں پر جو آپ نے نفس کو ہبہ کر دیتی تھیں عیب رکھتی تھی پھر یہ آیت ترجی الخ نازل ہوئی تو میں نے کہہ دیا کہ یا حضرت! اللہ تعالیٰ تیری خاطر رکھنے میں بہت جلدی کرتا ہے یسارع فی ھواک کہ معنی یہ ہیں کہ جو بات تجھ پر شاق گذرتی ہے اللہ اس کو تجھ سے دور کر دیتا ہے اس کو تیری خاطر بہت منظور ہے۔

ابنِ رزین کہتے ہیں کہ جب امہات المؤمنین نے حضور ﷺ کو نان نفقہ کے بارے میں تنگ کرنا شروع کیا اور آپ ﷺ خفا ہو کر ایک مہینے تک سب سے الگ ہوئے تب آیتِ تخییر نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے سب کو کہہ دیا اگر دارِ آخرت منظور ہے (کہ جس کے لیے تم کو بیوی بنایا گیا) تو جس حال میں رکھا جائے اس پر رہنا منظور کرو اور جو دنیا مقصود ہے تو آؤ تم کو طلاق دیدوں۔ سب بیویوں نے دارِ آخرت کو منظور کیا۔ تب باری سے رہنا بھی واجب نہ رہا۔ یہ آیت اس بارے میں ہے کیوں کہ جب ان کو سمجھا دیا گیا کہ تم اور عورتوں جیسی نہیں ہو تم ایک خاص دینی کام کے لیے بیویوں میں شامل کی گئی ہو۔ بیویوں نے بھی سمجھ لیا کہ ہم اسی لیے ہیں تب سب اس بات پر راضی ہو گئیں اور ایسا ہی ہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر یہ آزادی پیغمبر کو حاصل نہ ہو تو اور سینکڑوں مقاصدِ دینیہ میں فرق آجاوے، رات دن بیویوں کہ جھگڑے سے ہی فرصت نہ ملے۔

مگر اس کے بعد بھی حتی المقدور آنحضرت ﷺ ان کے حقوق میں اپنی طرف سے برابری رکھتے تھے۔ جیسا کہ ابنِ عربی وغیرہ علماء کہتے ہیں اور اسی پر سب کا اتفاق ہے اور اس حدیث سے کہ جس کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے یہی سمجھا جاتا ہے اس میں وہ فرماتی ہیں کہ ہماری باری کے دن جو آپ ﷺ اور بیوی کے پاس رہنا چاہتے تھے تو ہم سے اجازت لیتے تھے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد۔

شعبی وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ آیت طلاق کے بارے میں ہے کہ جس کو آپ چاہیں طلاق دیں جس کو چاہیں رکھیں آپ ﷺ کو اختیار ہے ابن عباس کا بھی یہی قول ہے۔

اور حسن کہتے ہیں کہ یہ آیت نکاح کے لیے ہے کہ جس سے چاہیں آپ ﷺ نکاح کریں جس سے چاہیں نہ کریں۔ آپ ﷺ کو نکاح کی عام اجازت دی گئی ہے۔ اس تقدیر پر علماء کہتے ہیں کہ یہ آیت ناسخ ہے اگلی آیت لَا یَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ کی۔ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ اور تو جس کو چاہے پاس بلا لیوے ان میں سے کہ جن کو الگ کر چکا ہے ساتھ سونے سے یعنی جن کے ساتھ سونا ترک کر دیا ہے ان میں سے کسی کو بلاوے اور ساتھ سلاوے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ تجھ پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ تتمہ ہے تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ کا۔

ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَاۤ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ یہ اختیار اور تفویض تجھ کو اس لیے دیا گیا ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور غمگین نہ ہوں اور جو کچھ آپ ان کو دیویں اس سے ہر ایک خوش رہے۔ کس لیے کہ جب ان کو یہ معلوم ہو جاوے گا کہ ہمارا شب باشی میں کوئی حق مقرر نہیں پھر جس قدر آپ جس سے التفات کریں گے وہ اس کو احسان سمجھے گی۔ مگر آپ ﷺ نے اس پر بھی برابری رکھی۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِىْ قُلُوْبِكُمْ اور تمہارے دلوں کے حالات کو اللہ خوب جانتا ہے کہ کس کی طرف زیادہ رغبت ہے کس کی طرف کم۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا اور اللہ خبردار ہے ہر چیز کا ظاہر و باطن اور ہر چیز کی حکمت و علت اس کو معلوم ہے جو حکم دیتا ہے اس میں مصلحت سمجھ کر دیتا ہے حلیم بھی ہے کہ جو بندوں سے احکام کی بجا آوری میں تقصیر ہوتی ہے تو وہ اس پر جلد عتاب نہیں کرتا۔

دوسرا حکم: لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ یہ حضرت ﷺ کو دوسرا حکم ہے کہ اب آپ ﷺ کے لیے اور کوئی عورت حلال نہیں۔

مفسرین کے اس کی تفسیر میں چند اقوال ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ و مجاہد و ضحاک و قتادہ و حسن و ابن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ کو ان موجودہ نو بیویوں کے سوا جو آپ کے پاس تھیں جنہوں نے اللہ اور رسول اور دارِ آخرت کو اختیار کیا تھا اور عورتوں سے نکاح کرنا منع ہو گیا تھا ان کی اس نیکی کے بدلے میں۔ اور وہ نو بیویاں یہ تھیں:

اسمائے گرامی ازواج مطہرات:......(۱) عائشہ رضی اللہ عنہا، (۲) حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر، (۳) ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنتِ ابی سفیان، (۴) سودہ رضی اللہ عنہا بنتِ زمعہ، (۵) ام سلمہ رضی اللہ عنہا بنتِ ابی امیہ، (۶) صفیہ رضی اللہ عنہا بنتِ حُیی بنتِ اخطب۔ (جو خیبر کے رئیس کی بیٹی تھیں) (۷) میمونہ رضی اللہ عنہا بنتِ حارث الہلالیہ، (۸) زینب رضی اللہ عنہا بنتِ جحش الاسدیہ، (۹) جوریہ رضی اللہ عنہا بنتِ حارثہ مصطلقیہ رضی اللہ عنہن۔

حضرت ﷺ کی وفات تک یہی موجود رہیں۔ ان کے بعد اور کی اجازت تو درکنار ان کی جگہ اور عورت کا قائم کرنا ممنوع تھا کہا ایک کو طلاق دیکر اس کی جگہ اور دوسری کو لا دیں اور نو کے عدد کو پورا رکھیں۔ کما قال وَلَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ مگر اور لونڈی رکھنے کی اجازت تھی کما قال اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مگر وہ جو تیرے قبضہ میں آجائے۔ یہ آیت محکمہ ہے اسی پر آخر تک حضرت ﷺ کا عمل درآمد رہا۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا و ابراہیم رضی اللہ عنہ:......اور اس کے بعد ایک لونڈی آپ کے پاس آئی جس کا نام ماریہ تھا۔ یہ مقوقس بادشاہ مصر نے آپ کی خدمت میں بھیجی تھی۔ اس سے ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔ آٹھویں سال ہجری میں ذی الحجہ کے مہینے میں جو شیر خوارگی کی عمر میں انتقال کر گئے۔ انہیں کی وفات پر حضرت ﷺ نے فرمایا تھا والی بفراقک یا ابراھیم لمحزنون کہ میں تیری جدائی سے اے ابراہیم غمگین ہوں۔

بعض علماء اس آیت کی تقدیر پر اس کو منسوخ کہتے ہیں۔ سنت سے اور آیت تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ سے چنانچہ احمد و ابوداؤد و ترمذی و نسائی نے عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ کو اجازت عام ہو گئی تھی اور ابی بن کعب و عکرمہ و ابوزرین وغیرہ کہتے ہیں کہ النساء سے مراد وہ نو بیویاں نہیں بلکہ وہ چاروں اقسام جو پہلے مذکور ہوئیں ان کے سوا اور کسی سے آپ ﷺ کو نکاح کی ممانعت تھی اور تعداد اور تبدیل میں آپ ﷺ مختار تھے اور اقسام اربعہ کی تبدیل سے ہی منع کیے گئے تھے، اور انہیں کی تائید کرتا ہے وہ قول کہ النساء سے مراد کتابیات و مشرکات ہیں کہ آپ ﷺ کو مشرک اور اہل کتاب یعنی غیر مہذب عورتیں درست نہیں ہاں غیر مہذب والی لونڈیوں کا مضائقہ نہیں۔ کس لیے کہ ام المؤمنین ہونے کا شرف مسلمان عورت ہی کو ہے اور یہی قوی ہے کس لیے کہ مدرسہ دینیہ کے لائق کافرہ نہیں ان کو نکاح میں لانے کا کیا فائدہ؟ اس صورت میں آیت کو منسوخ کہنے کی بھی کچھ ضرورت نہیں۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا﴿۵۲﴾ اللہ کا شے ہر محافظ ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ اللہ دیکھ رہا ہے جو کام کرو اس بات کا خیال رکھو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴿۵۳﴾ اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴿۵۴﴾

ایمان والو! نبی کی گھروں میں نہ جایا کرو مگر یہ کہ تمہیں کھانا کھانے کے لیے اجازت دی جائے بغیر اس کے کہ اس کے پکنے کا انتظار کرو لیکن جب بلائے جاؤ تو داخل ہو جاؤ پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ جایا کرو اور باتوں کے لیے جم کر نہ بیٹھا کرو کیونکہ اس سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے اور وہ تم سے شرم کرتا ہے اور حق بات کہنے سے اللہ شرم نہیں کرتا اے نبی کی بیویوں جب کوئی چیز مانگو تو پردہ کے باہر سے مانگا کرو اس میں تمہارے اور انکے دلوں کیلئے بہت پاکیزگی ہے اور تم کو زیبا نہیں کہ اللہ کے رسول کو ایذاء دو اور نہ یہ لائق ہے کہ اس کی بیویوں سے اس کے بعد کبھی نکاح کرو البتہ یہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے﴿۵۳﴾ اگر تم کسی بات کو ظاہر کر دیا چھپاؤ تو اللہ ہر بات کو جانتا ہے﴿۵۴﴾

ترکیب:...... الا ان یؤذن فی موضع الحال ای لا تدخلو الا ماذونا لکم۔ الی طعام متعلق بیؤذن لانہ فی معنی یدعو غیر نظرین بالنصب علی الحال من الفاعل فی یدخلو ا او من الجر۔ فی لکم ویقرأ بالجر علی لفۃ للطعام وھو غیر جائز عند البدریین لانہ جری علی غیر ما ھو لہ فیجب ان یبرز الفاعل فیکون غیر نظرین انتم۔ و لا مستأنسین معطوف علی نظرین

او مقدر بفعل ای ولا تدخلوا او لا تمکثوا امستأنسین۔

تفسیر:......ازواجِ مطہرات کے حقوق جو نبی ﷺ پر تھے ان کو بیان فرما کر اب وہ حقوق بیان فرماتا ہے جو لوگوں پر ہیں اور نیز بزرگوں کیساتھ حسنِ معاشرت کا کیا طریقہ ہے۔

ایک حکم: آداب النبی ﷺ کی تعلیم و حکم:......فقال يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ الخ یہ ایک حکم ہے اس میں عام مسلمانوں کو حکم ہے کہ نبی کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر جب کہ تم کو کھانے کی اجازت دی جائے (کھانے کی قید بھی اتفاقی ہے کس لیے کہ اس آیت کے نازل ہونے کا سبب ہی یہی تھا کہ حضرت ﷺ نے زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح پر لوگوں کی دعوتِ ولیمہ کی۔ لوگ کھا پی کر باتوں میں مشغول ہو گئے جیسا کہ عام لوگوں کی عادت ہے۔ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ چلے جائیں شرم کے مارے کہہ نہ سکے، کئی بار اٹھے کہ لوگ اٹھ جائیں مگر تین آدمی پھر بھی باتوں میں مصروف ہی رہے جب وہ اٹھ گئے تو حضرت ﷺ گھر میں آرام کے لیے تشریف لائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (اس کو بخاری و مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے) تو جاؤ اور اس میں بھی یہ شرط ہے کہ پہلے ہی سے جا کر پکنے کے انتظار میں نہ بیٹھ جایا کرو (اناہ تصحجہ وادراکہ یقال انی یانی اذا حان وادرک) جیسا کہ عرب کا دستور تھا ہاں جب تم کو بلایا جائے تو جاؤ۔

دوسرا حکم: نبی ﷺ کو تکلیف مت دو:......پھر جب کھا چکو تو اٹھ جاؤ باتیں کرنے کو نہ بیٹھ جایا کرو۔ (یہ دوسرا حکم ہے) کیوں کہ اس میں نبی کو تکلیف ہوتی ہے، وہ شرم کے مارے نہیں کہتے لیکن اللہ کو حق بات بیان کرنے سے کوئی شرم نہیں۔ عام مسلمانوں کے گھروں کی بابت بھی یہی حکم ہے۔

تیسرا حکم:......وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ۔ یہ تیسرا حکم ہے کہ نبی کی بیویوں سے جب کوئی چیز مانگنی ہو تو پردہ کے باہر سے آواز دے کر مانگا کرو یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی صفائی کے لیے عمدہ بات ہے، کس لیے کہ جوان عورت کے آمنے سامنے ہونے میں خطرات پیدا ہوتے ہیں اس آیت کو آیتِ حجاب کہتے ہیں۔

حجاب کا حکم:......ابنِ جریر وغیرہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ شب کے وقت حضرت ﷺ کی بیویاں حاجتِ ضروریہ کے لیے باہر جایا کرتیں تھیں اور عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ حضرت ﷺ سے پردہ کرنے کے بارے میں عرض کیا کرتے تھے ایک بار سودہ رضی اللہ عنہا بھی نکلیں لمبے قد کی عورت تھیں عمر نے دیکھ کر کہا اے سودہ رضی اللہ عنہا! ہم نے پہچان لیا، اس غرض سے کہ پردہ کا حکم نازل ہو تب یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن سعد نے اس سے نقل کیا ہے کہ پانچویں سال ہجری میں پردہ کا حکم نازل ہوا اور میں اس وقت پندرہ برس کا تھا بخاری نے بھی نقل کیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کئی بار عرض کا کہ آپ کے پاس نیک و بد سب طرح کے آدمی آتے ہیں اگر امہات المؤمنین کو پردہ کا حکم ہو جائے تو بہتر ہے پس یہ آیت حجاب نازل ہوئی۔

اور سودہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں جو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے، بخاری کی کتاب التفسیر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیتِ حجاب کے بعد سودہ رضی اللہ عنہا باہر نکلیں تھیں اور یہی حدیث اس اسناد سے کتاب الطہارۃ باب خروج النساء میں موجود ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حجاب سے پہلے کا معاملہ ہے۔

سیوطیؒ کہتے ہیں کہ دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں اس لیے کہ اس حدیث میں جو آیا ہے خرجت سودۃ بو فدما ضرب الحجاب۔ اس حجاب سے مراد بدن ڈھانکنا ہے جس کا ذکر سورۃ نور میں آچکا ہے اس کے بعد کسی غیر قوم نے امہات المؤمنین کو نہیں دیکھا اور یہ حکم گو وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ سے بھی سمجھا جاتا ہے جو اس سے پہلی آیتوں میں آیا تھا مگر یہاں بالکل تصریح ہو گئی۔

اور یہی حکم سب مسلمان عورتوں کے لیے بھی ہو گیا اور اسوقت سے مسلمانوں میں پردہ کو رواج ہوا۔ حقیقت میں یہ ایک ایسی عمدہ بات ہے کہ جس کو غیرت مند لوگ ہی جانتے ہیں۔ ہاں جن قوموں میں یہ رسم نہیں (اور بجز مسلمانوں کے اور قوموں میں نہیں اور ہے تو انہی کی صحبت سے اور عہد آدم علیہ السلام سے لیکر اب تک کسی قوم میں مروج نہیں) ان کی آزاد طبیعتیں جو چاہیں اس پر طعن کریں اور عورتوں کو قید میں ڈالنا یا اور کچھ کہیں مگر غیرت اور عصمت پسند طبائع اس کو بہت عمدہ رسم کہتی ہیں۔

چوتھا حکم: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء دینا حرام ہے:......وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ یہ چوتھا حکم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو کسی قسم کی ایذاء اور دکھ دینا مسلمانوں پر حرام ہے خواہ زبان سے ایذاء دی جائے یا آپ ﷺ سے مخالفت کی جائے اور آپ ﷺ کے دینِ پاک میں کوئی بدعت ایجاد کی جاوے، یا آپ ﷺ کی یا آپ ﷺ کے اقارب خصوصاً اہل بیت رضی اللہ عنہم کی توہین کی جائے، حضرت ﷺ کی ازواجِ مطہرات پر کوئی عیب لگایا جاوے سب حرام ہے جس کی سزا جہنم ہے۔ اعاذنا اللہ منہا۔

پانچواں حکم: ازواج مطہرات سے اہل اسلام کے لئے نکاح حرام ہے:......وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا۔ یہ پانچواں حکم ہے کہ نبی کے بعد یا آپ ﷺ کے طلاق دینے کے بعد کسی مسلمان کو آپ ﷺ کی بیویوں سے نکاح کرنا ابداً حرام ہے۔ ایک تو اس لیے کہ وہ مسلمانوں کی دینی مائیں ہیں جو حقیقی ماؤں سے بھی تعظیم و تکریم میں بڑھ کر ہیں اور ماں سے نکاح کرنا حرام ہے۔ دوسرا یہ کہ بیوی مرد کا فراش اور محکوم ہوتی ہے اس کی خدمت کے لیے اس کو آمادہ رہنا پڑتا ہے۔ اگر ازواجِ مطہرات کے ساتھ نکاح کیا جائے تو یہی ذلت ان کے ظہور میں آئے۔ اور یہ شانِ نبوت کی پوری توہین ہے اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا کہ یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات اور بڑا گناہ ہے۔

اور وجہ: نکاح سے ممانعت کے وجوہات:......اگر کوئی کہے اس میں بیویوں کی بڑی حق تلفی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کچھ بھی حق تلفی نہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت ﷺ کے بعد ان کا نان نفقہ تو بیت المال کے ذمہ کر دیا تھا۔ اور آپ ﷺ نے بھی اپنی حیات میں ان کو اس سے مطمئن فرما دیا تھا اب رہی خواہشِ نفسانی سو اس سے بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو مستغنی فرما دیا تھا۔ ان کے دل میں یہ ہوس باقی نہیں رکھی تھی۔ حضرت ﷺ کے بعد خود ان کو کسی کی بیوی بننا گوارا نہ تھا۔ اس صحبت کے بعد ان کو کس کی صحبت پسند آ سکتی تھی۔

ذوقِ الطافِ تو اے کاش نمی یافت دلم ☆ یا دہر لحظہ تو اکنوں سبب صد الم است

اور وجہ:......اور سب سے بڑھ کر ازواجِ مطہرات سے نکاح حرام ہونے کی ایک اور وجہ ہے۔ وہ یہ کہ جس کام کے لیے یہ حضرت نبی کریم ﷺ کے نکاح میں آئیں تھیں یعنی علومِ دینیہ سیکھنے اور پھر اس کو پھیلانے کے لیے، یہ کام اس سے فوت ہو جاتا۔ کس لیے کہ یہ خانہ داری کے جھگڑوں میں اور بال بچوں کے جنجال میں پھنس کر اور دوسرے مرد کی پابند اور محکوم رہ کر کبھی اس کام کو سرانجام نہ دے سکتیں۔

اور وجہ:......اور ایک وجہ اور بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو موت گو عرفی عارض ہوئی اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۝ مگر اس پر بھی ایک حیاتِ ابدی حاصل تھی اور ایسی ہے کہ جو شہیدوں سے ہزار درجہ بڑھ کر ہے۔ اس ہادی برحق ﷺ کا تعلق اب بھی دنیا میں امت سے وہی ہے اور اسی لیے جسمِ اطہر کو خاک نہیں کھا سکتی اور اسی لیے بہت سے آثار غریبہ لوگوں نے مشاہدہ کیے ہیں۔ ان لحاظات سے آپ ﷺ زندہ ہیں اور حیات النبی مشہور ہیں پس زندہ کی بیوی کسی سے کیوں کر نکاح کر سکتی ہے؟

اور وجہ:......ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ بزرگوں کی بیویوں کے ساتھ نکاح کرنا ان کی گستاخی ہے اس کو طبائع سلیمہ برا جانتی ہیں اور اسی

لیے ہندوؤں میں یہ مسئلہ مہاراجوں اور پیشواؤں کے لیے ایجاد ہوا تھا جوان کی دیکھا دیکھی اور شرفاء اہل ہند میں بھی رواج پا گیا۔ غلطی سے برہمنوں نے ازدواج ثانی کو حرام کہہ دیا مگر اسلام نے یہ بات خاص ازواجِ مطہرات ہی کے لیے رکھی ہے اوروں کے لیے نہیں ہاں طبیعت کا اختیار ہے۔ کچھ نکاح ثانی کے لیے مجبور بھی نہیں کیا گیا مگر برسم ہنود اس کو ترک کرنا بھی ممنوع ہے۔

علماء کا اتفاق ہے کہ جو بیوی آپ ﷺ کے نکاح میں آگئی اس کا نکاح غیر مرد سے حرام ہوگیا، خواہ صحبت کی ہو یا نہ کی ہو۔ بعض کہتے ہیں اگر صحبت سے پہلے طلاق دیدے تو درست ہے۔ کیوں کہ اس مستعیذہ نے کہ جس کو صحبت سے پہلے آپ ﷺ نے طلاق دیدی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اشعث ابن قیس سے نکاح کیا جس کے سنگسار کرنے کا قصد کیا گیا مگر جب یہ معلوم ہوا تو چھوڑ دیا گیا (بیضاوی) اور لونڈیوں کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر حضرت ﷺ نے ان سے صحبت کی تو ان سے نکاح حرام ہے ورنہ نہیں۔ اس بارے میں خطراتِ قلبی سے دل پاک رکھنے کے لیے فرماتا ہے اِنۡ تُبۡدُوۡا شَیۡئًا اَوۡ تُخۡفُوۡهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمًا۔

لَا جُنَاحَ عَلَيۡهِنَّ فِيۡۤ اٰبَآئِهِنَّ وَلَاۤ اَبۡنَآئِهِنَّ وَلَاۤ اِخۡوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبۡنَآءِ اِخۡوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبۡنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيۡنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِىِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمۡ عَذَابًا مُّهِيۡنًا ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ بِغَيۡرِ مَا اكۡتَسَبُوۡا فَقَدِ احۡتَمَلُوۡا بُهۡتَانًا وَّاِثۡمًا مُّبِيۡنًا ﴿۵۸﴾ ع

ترجمہ:......ان عورتوں پر کچھ گناہ بھی نہیں اپنے باپ کے سامنے ہونے میں نہ اپنے بیٹوں کے اور نہ بھائیوں کے اور نہ اپنے بھتیجوں کے اور نہ اپنے بھانجوں کے اور نہ اپنی عورتوں کے اور نہ اپنے ہاتھوں کے مال کے (یعنی غلاموں کے) اور اللہ سے ڈرتی رہا کرو بے شک اللہ کے سامنے ہر چیز موجود ہے﴿۵۵﴾ البتہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے رہتے ہیں ایمان والو تم بھی اس پر درود و سلام بھیجا کرو﴿۵۶﴾ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی اور ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے﴿۵۷﴾ اور جو ایمان دار مرد اور عورتوں کو نا کردہ گناہوں پر ستاتے ہیں تو انہوں نے بہتان اور بڑا گناہ اٹھایا﴿۵۸﴾

ترکیب:......لاجناح استیناف فی آبائھن متعلق بمحذوف ای الدخول او مثلہ ماینا سب المقام۔ واتقین اللہ استیناف او معطوف علی الکلام السابق لانہ فی معنی الانشاء۔ وان ترکنا علی ظاہرہ فیجوز عطف الجملۃ الانشائیۃ علی الجملۃ الخبریۃ عند الفصحاء تسلیما مصدر مؤکد۔

تفسیر:......آیت حجاب بظاہر عموم الفاظ کے لحاظ سے یہ کہتی تھی کہ ازواجِ مطہرات کے باپ بھائیوں و دیگر محارم سے بھی پردہ ہے اور اس میں بڑی دقت تھی اس لیے اس آیت لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِیْٓ اٰبَآئِهِنَّ الخ میں اس بات کو ظاہر کر دیا کہ ان لوگوں سے پردہ نہیں۔

کن لوگوں سے پردہ نہیں؟......اس آیت میں ہے کہا ہے کہ ازواجِ مطہرات کے (۱) باپوں اور (۲) بیٹوں سے عام ہے کہ حضرت ﷺ سے ہوں یا ان کہ پہلے خاوندوں سے ہوں اور ان کے (۳) بھائیوں سے عام ہے کہ عینی ہوں یا علاتی یا اخیافی یا رضاعی اور ان کے (۴) بھتیجوں سے اور ان کے (۵) بھانجوں سے اور ان کی (۶) خدمت گار عورتوں سے اور ان کے (۷) مملوک لونڈی غلاموں سے پردہ نہیں۔

خدمت گار عورتوں سے مراد علماء نے مسلمان عورتیں لیں ہیں، بقرینہ اضافت نِسَآئِهِنَّ اور کافر عورتیں جو ازواجِ مطہرات ان سے بجز منھ اور ضروری اعضاء کے سب بدن چھپاتی ہیں اور وما ملکت میں بھی اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں لونڈی اور غلام دونوں، بعض نے فیصلہ کیا ہے کہ نابالغ غلاموں کو اندر آنے کی اجازت تھی۔ اس مسئلہ کی کامل شرح سورۂ نور میں ہو چکی۔

اب کلام اس میں ہے کہ ماموں اور چچا کا کیوں ذکر آیت میں نہیں آیا حالانکہ ان سے بھی پردہ نہیں۔ اس کا صحیح جواب یہی ہے کہ فِیْٓ اٰبَآئِهِنَّ میں داخل ہیں۔ عینی یہ بھی باپ عرف میں شمار کیے جاتے ہیں اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جمیع محارم کا ذکر سورۃ نور میں آچکا ہے یہاں بعض کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس حکم کی تائید کے لیے فرماتا ہے وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرتی رہو سب باتوں میں خصوصاً پردہ کے امر میں کیوں کہ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا اللہ کے نزدیک ہر شئے حاضر ہے کوئی بات اس سے مخفی نہیں۔ درحقیقت احکامِ الٰہی پر سرگرمی سے عمل جب ہی ہو سکتا ہے کہ جب انسان اس کو ہر وقت حاضر و ناظر سمجھے گا۔

اس حکم میں بھی اور عورتیں شریک ہیں، ان کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ پردے میں رہا کریں اور بجز محرموں کے اور کوئی اندر نہ جایا کرے اور یہ بھی آواز دے کر۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ کا بیان:......آنحضرت ﷺ کی ازواجِ مطہرات واہلِ بیتِ اطہار کی تعظیم آنحضرت ﷺ کی تعظیم پر مبنی ہے۔ اس لیے اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی عزت وعظمت کا حال بیان فرما کر مسلمانوں کو اس کی رغبت دلاتا ہے۔

فقال اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ کہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجا کرتے ہیں۔ بخاری نے ابوالعالیہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صلوۃ سے مراد ملائکہ کے روبرو آپ ﷺ کی ثناء وصفت کرنا ہے اور ملائکہ کی صلوۃ سے مراد دعا کرنا ہے۔ اور ترمذی نے اپنی سنن میں سفیان ثوری وغیرہ بہت سے اہلِ علم سے نقل کیا ہے کہ اللہ کی صلوۃ سے مراد رحمت ہے اور ملائکہ کی صلوۃ سے استغفار ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا وہ مرتبہ بتلاتا ہے جو اس کے نزدیک اور ملاءِ اعلیٰ میں ہے کہ اللہ اس کی ثناء وصفت ملاءِ اعلیٰ میں بیان کرتا ہے اور آپ ﷺ پر رحمت بھیجا کرتا ہے اور ملائکہ آپ ﷺ کے لیے دعاءِ خیر کیا کرتے ہیں پس مسلمانوں کو بھی یہی کرنا چاہیے۔ مقصد یہ کہ حضرت ﷺ کی ازواج اور ان کے متعلق احکام اور مخالفوں کے طعن سے یہ نہ سمجھ لینا کہ حضرت ﷺ بھی ایک معمولی آدمی ہیں ہماری طرح سے۔ آپ ﷺ کے ہاتھ بھی دنیاوی جھگڑے میں لگے ہوئے ہیں۔ نبی کو دنیاوی باتیں زن وفرزند سب الگ تھلگ رہ کر ملائکہ کی طرح رہنا چاہیے۔ یہ خیال نہ کرنا یہ باتیں بشریت کے لوازمات میں سے ہیں۔ روحانی طور پر آپ ﷺ ملائکہ سے بھی بڑھ کر ہیں۔ کیونکہ عالمِ ملکوت کے بادشاہ اور اللہ تعالیٰ کے ایسے محبوب ہیں کہ وہ ملائکہ کے بھرے دربار میں آپ ﷺ کی ثناء وصفت کرتا ہے اور دربار کے ملائکہ آپ ﷺ کے لیے دعا کرتے ہیں اور مدح میں شریک ہوتے ہیں۔

چند اہم ابحاث:......(۱) صلوٰۃ کے معنی بلحاظ اللہ اور ملائکہ کے بڑے مختلف ہیں اور کتب اصول فقہ میں اس بات کو بڑے زور سے ثابت کیا ہے کہ ایک لفظ بول کر ایک یہ استعمال میں نہ تو حقیقی ومجازی دونوں معنی مرزاد لے سکتے ہیں نہ ایک لفظ مشترک المعانی کے ایک سے زیادہ معنی مراد لے سکتے ہیں۔ اور اس لفظ یصلون میں اللہ اور ملائکہ دونوں شریک ہیں اور لامحالہ دونوں معنی لینے پڑتے ہیں۔ پس اس کا جواب صاحب توضیح وغیرہ نے یہ دیا ہے کہ اس مقام ہر ایک معنی مجازی ایسے وسیع مراد ہیں کہ جو حقیقی اور مجازی دونوں کو شامل ہیں۔ صلوٰۃ کے لغوی معنی دعا کے ہیں اور یہ حقیقت لغوی ہے اور اس کے علاوہ مجازی اور وہ معنی مجازی ارادہ خیر ہیں جو رحمت الٰہی اور استغفار و دعاء ملائکہ کو بھی شامل ہیں اور اسی معنی میں مسلمانوں کو اقتداء کرنے کا حکم ہوا ہے۔ اور بعض نے دوسرا لفظ ❶ یصلون محذوف مانا ہے وفیہ مافیہ۔

(۲) بعض علما کہتے ہیں کہ ضمیر واحد اور کلام واحد میں اللہ کے ساتھ دوسرے کو ملانا جائز نہیں۔ مگر محققین کہتے ہیں اگر ملانا اس طور سے ہو کہ جس سے دونوں کی برابری سمجھی جاوے تو ممنوع ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے اس خطیب کو کہ جس نے ومن یعصھما کہا تھا بئس الخطیب فرمایا کہ برا خطیب ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے تھا وَمَنْ يَّعْصِ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ، اور اس طرح سے نہیں تو جمع کرنا جائز ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے کہ صیغہ یصلون میں اللہ اور ملائکہ دونوں شامل ہیں۔ اور نیز صحیح بخاری میں آیا ہے کہ خیبر کے مقام پر آپ ﷺ نے منادی سے کہا کہ یہ پکار دے ان اللہ ورسولہ ینھیانکم عن لحوم الحمر الاھلیۃ۔

نبیؐ پر درود وسلام بھیجنے کا حکم:......يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ جب اللہ اور ملائکہ آپ ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں تو ایمان دارو! تم بھی حضرت ﷺ پر درود بھیجو اور سلام۔

بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ کسی شخص نے حضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یا حضرت ﷺ! آپ پر سلام کہنا تو ہم کو معلوم ❷ ہو گیا ہے صلوٰۃ آپ پر کس طرح سے بھیجنی چاہیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یوں کہو: اللّٰھم صل علی محمد وعلیٰ اٰل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم انک حمید مجید اللّٰھم بارک علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم انک حمید مجید۔ اور ابن شیبہ وعبداللہ بن حمید واحمد ونسائی نے طلحہ بن عبیداللہ سے آل ابراہیم بھی دونوں فقروں میں نقل کیا ہے۔ اور دیگر احادیث صحیحہ میں اور طور سے بھی صلوٰۃ کا کہنا آیا ہے اور اسی طرح سے حضرت محمد ﷺ کی صفات مختلفہ کو بھی اس میں شامل کیا گیا ہے مگر اکثر حدیث میں حضرت ﷺ کے ساتھ حضرت ﷺ کی آل پر بھی درود بھیجنے کا ذکر ہے۔

علماء اس بات پر متفق ہیں کہ یہاں صلوا میں امر وجوب کے لیے آیا ہے اس لئے سب کے نزدیک حضرت ﷺ پر درود بھیجنا واجب ہے مگر اس کے اوقات وتعداد میں اختلاف ہے۔ ضحاک وطحاوی کے نزدیک عمر بھر میں ایک بار درود بھیجنا واجب اور باقی مندوب۔ اور بعض کہتے ہیں جس مجلس میں حضرت ﷺ کا ذکر آوے درود بھیجنا لازم ہے۔ اور کرخی فرماتے ہیں جب آپ ﷺ کا نام سنے درود بھیجے اور اس میں احتیاط ہے اور یہی جمہور کا قول ہے (مدارک) اور امام شافعی کے نزدیک قاعدہ اخیرہ میں درود پڑھنا واجب ہے اول میں سنت ہے۔ درود کے فضائل احادیث میں کثرت سے وارد ہیں۔ گو حضرت ﷺ کو اس کی کچھ احتیاج نہیں بلکہ لوگوں کے فائدے کے لیے اس کا حکم دیا۔ خدا کے برگزیدہ بندوں پر رحمت بھیجنے اور دعا کرنے سے اللہ اس دعا کرنے والے پر رحمت وبرکت نازل کرتا ہے۔

دیکھو توریت سفر الخلیقہ کے بارھویں باب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے قولہ ''اور میں تجھ کو مبارک اور تیرا

❶......اور ہمارے نزدیک آیت میں وہ معنی مراد نہیں بلکہ ایک کیوں کہ اللہ صلوٰۃ بھیج رہا ہے جو اس کے مناسب ہے یعنی ثناء وصفت کرتا ہے اور ملائکہ اس بھرے دربار میں ہاں ہاں کرتے اور بجا بجا کرتے ہیں گویا دونوں مل کر ثناء وصفت کرتے ہیں ۱۲ منہ۔

❷......وہ تشہد میں آپ نے تعلیم فرمایا ہے یعنی التحیات میں السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (ابن کثیر) ۱۲ منہ۔

نام بڑا کروں گا اور تو ایک برکت ہوگا اور ان کو جو تجھے برکت دیتے ہیں برکت دوں گا اور اس کو جو تجھے لعنت کرتا ہے لعنتی کروں گا''۔
الحمدللہ کہ یہ امت پنجگانہ نماز میں ابراہیم علیہ السلام پر بھی برکت دیتی ہے۔

علماء کا اتفاق ہے کہ صلوۃ وسلام کا لفظ خاص آنحضرت ﷺ کے لیے ہے تبعاً غیر پر بھی درست ہے جیسا کہ عزوجل کا لفظ اللہ کے لیے مخصوص ہے اور رضی اللہ صحابہ اور اہل بیت کے لیے اور رحمۃ اللہ اوروں کے لیے۔

آنحضرت ﷺ کو ایذاء دینے والوں کے لئے دنیا وآخرت میں ذلت ورسوائی:......اس کے بعد حضرت ﷺ کو ایذاء دینے والوں کی سزا بیان فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ الخ کہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا تھا اس سے بھی بڑھ کر ان کو آخرت میں ذلت کا عذاب ہوگا۔ اور آپ ﷺ کے ساتھ متبعین کا رتبہ بھی بیان فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ الخ کہ وہ جو ناحق مسلمان مردوں اور عورتوں کو ایذاء دیتے ہیں ان پر بہتان لگاتے ہیں اور صریح گناہ کا بار اٹھاتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ
جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵۹
لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ
لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۶۰ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا
ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝۶۱ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ
تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝۶۲

معانقة ۱۲ عند المتأخرین ۱۲ — الربع

ترجمہ:......اے نبی! اپنی بیویوں بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے مونہوں پر نقاب ڈالا کریں اس میں یہ ہوگا کہ وہ پہچانی جایا کریں گی پھر ستائی نہ جائیں گی اور اللہ جو ہے تو معاف کرنے والا مہربان ہے ۝۵۹ اگر منافق اور وہ جن کے دلوں میں مرض ہے اور مدینہ میں غلط خبریں اڑانے والے باز نہ آئیں گے تو آپ کو ہم ان کے ہی پیچھے لگا دیں گے پھر وہ اس شہر میں تیرے پاس نہ ٹھہر سکیں گے مگر بہت کم پھٹکارے ہوئے ۝۶۰ کہیں کہیں پائے گئے پکڑے گئے اور جان سے مارے گئے ۝۶۱ جیسا کہ اللہ کا دستور چلا آیا ہے پہلی امتوں میں اور اللہ کے دستور کو تو کبھی بدلا ہوا نہ پائے گا ۝۶۲

ترکیب:......يدنين هو مثل قوله قل لعبادى يقيموا الصلوٰة فى ابراهيم فتذكره من جلأبيبهن للتبعيض فان لمرأة ترخى بعض جلبابها والبعض على راسها لم لايجاورونك عطف على نغرينك ولم للدلالة على ان الجلاء اشد عليهم من سائر المصائب الاقليلازمانا او جوارا قليلا ملعونين نصب على الذم او الحال والاستثناء معاولايجاورون الاملعونين۔

تفسیر:......پیغمبر علیہ السلام اور مؤمنین کی ایذاء کی برائی کے بعد ایذاء کے بعض اسباب دور کرنے کی تدبیر بتلاتا ہے۔

عورتوں کو پردہ کا حکم:......فقال یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ ابن سعد نے طبقات میں ابی مالک سے روایت کیا ہے کہ حضرت کی بیویاں حاجت ضروری کے لیے باہر جایا کرتی تھی (جب تک گھروں میں پاخانے نہ بنے تھے) اور منافق لوگ رستے میں ان پر آوازیں کستے تھے یعنی چھیڑ چھاڑ کرتے تھے۔ان کی بیویوں نے شکایت کی تو ان لوگوں سے کہا گیا، کہنے لگے کہ ہم تو لونڈیوں کو چھیڑا کرتے ہیں۔تب یہ آیت نازل ہوئی۔پردہ کے بعد بھی حاجت ضروریہ وشرعیہ کے لیے پردہ کے ساتھ عورتوں کو باہر نکلنے کی اجازت تھی جیسا کہ بخاری کی اس حدیث سے سمجھا جاتا ہے کہ جس میں شب کو سودہ ؓ کے باہر جانے اور عمر ؓ کے باہر جانے کا ذکر ہے۔پاخانے کو بھی جاتی تھیں۔شب کے وقت نماز میں بھی شریک ہوتی تھیں رستہ میں منافق چھیڑا کرتے تھے یہ بھی بڑی ایذا تھی۔

اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ نبی کی بیویاں اور بیٹیاں اور مسلمانوں کی عورتیں جو بضرورت باہر نکلیں تو چادر میں چھپ کر نکلیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ لونڈیاں نہیں بیویاں ہیں۔کیوں کہ لونڈیوں کا لباس اور ہوتا ہے وہ کپڑا اس طرح سے اوڑھ کر نہیں نکلتیں (اسی لیے حضرت عمر ؓ نے ایک بار کسی لونڈی کو چادر میں لپیٹے ہوئے جاتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کم بخت بیویوں کہ مشابہ ہوا چاہتی ہے اس کپڑے کو اتار) پھر بیوی سمجھ کر کوئی نہیں چھیڑتا تھا۔جلابیب جمع جلابیب بڑا کپڑا اوڑھنا وغیرہ کہ جس سے تمام بدن سر سے پاؤں تک چھپ جاوے۔

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝۵۹ ۔اور جو پردہ کے بارے میں جو کچھ قصور ہو جائے بشریت سے تو اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

جھوٹی خبریں اڑانے والے:......منافقوں کی ایک اور بھی ایذاءرسانی تھی وہ یہ کہ مدینہ میں طرح طرح کی خوفناک خبریں اڑا کر لوگوں کو پریشان کیا کرتے تھے کہ فلاں بادشاہ چڑھ کر آتا ہے وہ آ کر یوں قتل عام کرے گا۔فلاں قوم آتی ہے۔ان سب کی نسبت فرماتا ہے لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَةِ کہ اگر یہ منافق اور وہ لوگ جن کے دل میں مرض ہے شک وشبہ کا یا مرض زناکاری ہے اور وہ جو افواہیں اڑایا کرتیں ہیں باز نہ آئیں گے تو لَنُغْرِیَنَّكَ بِهِمْ تو اے نبی تجھ کو ہم ان پر ابھاریں گے اور مسلط کر دیں گے۔ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَكَ فِیْهَاۤ اِلَّا قَلِیْلًا کہ پھر وہ تیرے پاس مدینہ میں بہت ہی کم رہنے پائیں گے۔مَّلْعُوْنِیْنَ ۚۛ اَیْنَمَا ثُقِفُوْۤا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا ۝۶۱ اور مدینہ سے باہر نکل کر بھی خوشحال نہ رہیں گے بلکہ ذلیل وخوار ہو کر کہ جہاں کہیں جائیں پکڑ لے جائیں اور قتل کیے جائیں۔یہ جملہ بطور تہدید کے ہے کہ اگر منافق اس بات سے باز نہ آئیں گے تو جہاں پائے جائیں گے قتل کیے جائیں گے، وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ اور اس کے بعد جو جملے بطور عطف کے آئے ہیں ان سب سے منافق ہی مراد ہیں واؤ زائدہ ہے جیسا کہ اس شعر میں

الی الملک القرم وابن الهمام	☆	ولیث الکتیبة فی المزجوم

بعض کہتے ہیں کہ منافق کئی قسم کے مدینہ میں تھے۔بعض وہ تھے کہ جن کے دل میں مرض تھا زناکاری کا، وہ اسی لیے رستہ میں آتے جاتے عورتوں کو چھیڑا کرتے تھے اور بعض غلط افواہیں اڑایا کرتے تھے۔الرجاف من الرجفة وهي الزلزلة سمي الاخبار الكاذب لكونه متزلزلا غير ثابت۔بیضاوی۔

سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ کہ ہمیشہ سے اللہ کا دستور یوں ہی چلا آتا ہے کہ ایسے لوگوں کو غارت ہی کیا کرتا ہے۔وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا اور اللہ کا یہ دستور کبھی نہیں پلٹے گا۔اس کے بعد منافق اپنی اس حرکت سے باز آ گئے تھے۔

یَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِیْبًا ۝۶۳ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِیْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِیْرًا ۝۶۴

خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوۡنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيۡرًا ۚ﴿۶۵﴾ يَوۡمَ تُقَلَّبُ وُجُوۡهُهُمۡ فِى
النَّارِ يَقُوۡلُوۡنَ يٰلَيۡتَنَاۤ اَطَعۡنَا اللّٰهَ وَاَطَعۡنَا الرَّسُوۡلَا ﴿۶۶﴾ وَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ
اَطَعۡنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوۡنَا السَّبِيۡلَا ﴿۶۷﴾ رَبَّنَاۤ اٰتِهِمۡ ضِعۡفَيۡنِ مِنَ
ع
الۡعَذَابِ وَالۡعَنۡهُمۡ لَعۡنًا كَبِيۡرًا ۧ﴿۶۸﴾

ترجمہ:......لوگ آپ سے قیامت کا وقت پوچھتے ہیں کہہ دو کہ اس کی خبر تو اللہ ہی کے پاس ہے اور تجھے کیا خبر کہ شائد قیامت قریب ہی آ لگی ہو ﴿۶۳﴾ اللہ نے کافروں پر لعنت کر دی ہے اور ان کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے ﴿۶۴﴾ جس میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے نہ کوئی حمایتی پاویں گے نہ کوئی مدد گار ﴿۶۵﴾ اس دن کے آگ میں اان کے منہ الٹ دئے جائیں گے کہنے لگیں گے اے کاش! ہم نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی ہوتی ﴿۶۶﴾ اور کہیں گے اے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہنا مانا سو انہوں نے ہم کو گمراہ کر دیا ﴿۶۷﴾ اے رب! ان کو دو گناہ عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر ﴿۶۸﴾

ترکیب:...... قريبا اى شيئاً قريبا و انتصابه على انه خبر كان ۔قريب فعيل وهو اذا كان فى معنى المفعول كما فى هذه الآية فيستوى فيه المذكر و المؤنث كما فى قوله تعالىٰ ان رحمة الله قريب من المحسنين فلا يقال قريبة و قيل المعنى تكون الساعة عن قريب اى فى زمان قريب و انتصابه على الظرفية و التقدير لكون الساعة فى معنى اليوم او الوقت مع ان الساعة ليس مؤنثاً حقيقياً ۔يوم ظرف فيقولون ۔الرسولا لرعاية الفواصل۔

تفسیر:......آنحضرت ﷺ دنیاوی عذاب کے سوا قیامت کے عذاب سے بھی ان بدکاروں سرکشوں کو خوف دلایا کرتے تھے۔لیکن وہ بدبخت اس بات کو کب باور کرتے تھے، ہنسی اور تمسخر کی راہ سے پوچھتے تھے کہ وہ قیامت کب آئے گی؟ چنانچہ ان آیتوں میں انہیں باتوں کا تذکرہ ہے۔

قیامت کا وقت ایک مصلحت سماویہ کے تحت مخفی رکھا گیا ہے:......فقال يَسۡئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ کہ لوگ آپ سے قیامت کا سوال کرتے ہیں کہ وہ کب ہے؟ یہ سوال کرنے والے وہی بدکردار منافق تھے اور ان کے ساتھ اور کافر بھی شریک تھے۔اس سے سوال کرنے کا قرآن مجید میں بہت جگہ ذکر آیا ہے کیوں کہ منکرین نظام عالم کا بگڑنا محال جانتے تھے اور قدمِ دہری کے قائل تھے اور پھر اس کو ابدی بھی جانتے تھے قائل ہیں اور مشرکوں میں یہ عقیدہ مدت سے چلا آتا ہے۔قیامت کا وقت ایک مصلحت سماویہ کے تحت مخفی رکھا گیا ہے اس لیے اس کا تو کچھ بھی جواب نہیں دیا نہ یاں قرآن مجید میں نہ اور کسی جگہ ،مگر اس آنے والی مصیبت کا حال بیان کر دیا اور یہی مواقع انذار میں مناسب تھا۔اور اس جگہ کو وقت معین میں تو نہ بتلایا مگر یہ بات بتلا دی کہ اس کا وقت بہت دور نہیں بلکہ قریب ہے فقال اِنَّمَا عِلۡمُهَا عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا يُدۡرِيۡكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوۡنُ قَرِيۡبًا ﴿۶۳﴾۔

حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے میں اور قیامت اس طرح سے ہیں اور اپنی دو انگلیوں کو ملا کر دکھایا۔(متفق علیہ) یعنی جس طرح سے یہ دونوں ملی ہوئی ہیں اس طرح سے قیامتِ کبریٰ اور میری بعثت ملی ہوئی ہے۔غرض یہ کہ نزدیک زمانہ آ گیا ہے۔

قیامت صغریٰ:...... واضح ہو کہ احادیث صریحہ میں موت کے وقت کو بھی قیامت کہا ہے اور یہ قیامتِ صغریٰ ہے من مات فقد قامت قیامۃ اور کبھی انقراض قرن کو بھی قیامت کہا گیا ہے اُن کو قیامتِ وسطیٰ کہتے ہیں پس اگر قیامتِ صغریٰ و وسطیٰ ہی مراد ہوں تو اس کا قرب آنکھوں کے سامنے ہے، انسان کی زندگی حباب کی بقاء سے کم تر ہے مرتے ہی اس پر دار و گیر آخرت شروع ہو جاتی ہے خود ہر وقت ہوشیا رہنا چاہئے اس کا وقت کیا پوچھنا؟

اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ الخ یہاں سے ان غفلت شعار لوگوں کا وہ معاملہ بیان فرماتا ہے جو آخرت میں بہت جلد ان کے سامنے ہونے والا ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے ان کو اس بلاء سے وہاں کوئی نہ چھڑا سکے گا اس روز ان کے منہ آگ میں الٹے پلٹے جائیں گے۔ منہ سے مراد ان کی ذات ہے۔ یعنی وہ الٹے پلٹے جائیں گے کہ جس طرح کباب کو بھونتے وقت الٹا پلٹا کرتے ہیں۔ یہ دنیا میں ان کے الٹنے پلٹنے کی سزا ہے کہ کبھی کچھ کرتے کبھی کچھ کرتے تھے۔ جو نفاق کی شان ہے۔ اور وہاں ان کو اپنے مذہب اور اس کے پیشواؤں کا حال معلوم ہوگا کہ انہوں نے ہم کو مفت بدراہ کیا۔ اس لیے جل کر کہیں گے کہ خداوندا ان کو دو گناہ عذاب دے۔ ایک ان کی گمراہی کا دوسرا ہمارے گمراہ کرنے کا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿۶۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۷۰﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۱﴾

ترجمہ:...... اے ایمان والو! تم لوگ ان جیسے نہ ہو کہ جنہوں نے موسیٰ کو ستایا پھر اللہ نے موسیٰ کو ان کی باتوں سے بری کر دیا اور وہ اللہ کے نزدیک عزت دار تھے ﴿۶۹﴾ ایمان والو! اللہ سے ڈرا کرو اور راستی کی بات کہا کرو ﴿۷۰﴾ تا کہ وہ تمہارے اعمال کو درست کرے اور تمہارے گناہ معاف کر دے اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانا سو وہ بڑی مراد کو پہنچا ﴿۷۱﴾

ترکیب:...... كالذين خبر كان۔ مما تعلق به برأه۔ و كان الجملة معطوفة على فبرأه و يمكن ان تكون حالا من الضمير فى فبراه۔ يصلح و يغفر مجزوم جواب للامر امن يطع الله شرط۔ فقد فاز جوابه سديدا قاصدا اى مستقيما صالحا صوابا من سد يسد سدو دا و جيها ذا وجاهة

تفسیر:...... منافقوں کو تو تہدید کی ہی تھی جو رسول اکرم ﷺ کو طرح طرح کی ایذائیں دیا کرتے تھے مگر کچھ نادان مسلمان بھی بعض مواقع میں بے سوچے سمجھے بے ہودہ باتیں کہہ گذرتے تھے جن کو ان آیات میں منع کیا گیا ہے اور حکم دیا کہ منہ سے اچھی باتیں کہا کرو تا کہ تمہارے اعمال درست ہوں یعنی مقبول ہوں اور تمہارے گناہ بخش دیے جائیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

اہل اسلام کو نصیحت:...... اس لئے ان آیتوں میں اسی بات کا تذکرہ کرتا ہے فقال يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿۶۹﴾ کہ ایمان والو! تم ان نادان لوگوں جیسے نہ ہو جایا کرو کہ جنھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو ایذاء دی لیکن اللہ نے موسیٰ علیہ السلام

کو ان کے الزامات سے بری کر دیا اور وہ اللہ کے نزدیک ذی مرتبہ تھے یعنی ان الزامات کے قابل نہ تھے۔

ہمارے پیغمبر ﷺ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہت مشابہت تھی۔ شریعت میں احکامِ الٰہی کے جاری کرنے قوم کو ورطہ ضلالت سے نکال کر سرفرازی بخشنے میں پس بعض نادان مسلمانوں نے بھی حضرت ﷺ پر ایسے ہی الزام لگائے کہ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام پر ان کے لوگوں نے لگائے تھے۔

اب اس آیت کی تفسیر میں دو باتوں کی تشریح ضروری ہوئی۔ اول یہ کہ آنحضرت ﷺ کو کیا ایذاء دی تھی؟ دوم یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کو کیا ایذاء دی تھی؟ پہلی بات کی بابت محدثین کی ایک جماعت نے کہ جن میں امام احمد اور بخاری اور مسلم اور ابو داؤد و ترمذی ہیں مختلف راویوں اور مختلف اسناد سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس کہیں سے مال آیا تھا جس کو آپ ﷺ نے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ لیکن کسی انصاری نے اپنے کسی دوست سے کہا کہ محمد ﷺ نے یہ تو تقسیم اللہ کے لیے نہیں کی یعنی اس میں اوروں کی رعایت کی ہے۔ یہ خبر آپ ﷺ کو پہنچی۔ سن کر فرمایا کہ چھوڑو۔ موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم نے اس سے زیادہ ایذاء دی جس پر انہوں نے صبر کیا۔

دوسری بات کی بابت بھی ہمارے راویوں نے یہ نقل کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام شرمیلے آدمی تھے نہاتے تو پردہ کر کے۔ اس پر بنی اسرائیل کے بعض لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو نہانی کوئی عارضہ ہے جس کو وہ چھپاتا ہے جس کو سن کر موسیٰ علیہ السلام کو رنج ہوا۔ ایک بار موسیٰ پتھر پر کپڑے رکھ کر نہا رہے تھے کہ پتھر کپڑے لے کر بھاگا اور جہاں بنی اسرائیل کا مجمع تھا وہاں لایا لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کو برہنہ دیکھ کر یقین کر لیا کہ کوئی عارضہ نہیں ہے۔ اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں یہ روایت ہے کہ ہارون جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ پر گئے تھے اور وہیں مر گئے ان کے کپڑے لا کر موسیٰ علیہ السلام نے ان کے بیٹے کو دیئے۔ اسرائیلیوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی کو مار ڈالا۔ جس سے موسیٰ علیہ السلام کو سخت صدمہ ہوا لیکن اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس اتہام سے بری کر دیا۔

پچھلی بات کا تو کسی قدر توریت سے پتہ لگتا ہے مگر پہلی بات کا کچھ بھی پتہ نہیں لگتا اس لیے ہم کو توریت کو دیکھنا پڑا۔ اس کو جو دیکھا تو ایسے بہت سے واقعات ملے کہ جن میں بنی اسرائیل نے حملے کیے اور خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی برائت کی۔ من جملہ ان کے ایک قادح یعنی قارون کا حملہ ہے جس کی پوری تفصیل ہم اس جلد میں کر آئے ہیں۔

من جملہ ان کے ایک واقعہ توریت کے سفرِ عدد کے بارہویں باب میں مذکور ہے وہ یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک حبشی عورت لی تھی جس کی نسبت آپ کی بہن مریم اور ہارون علیہ السلام نے کوئی الزام لگایا (اس میں اس سبب سے کہ ہارون کو کوئی سزا نہ ملی صرف مریم کو کہ وہ مبروص ہو گئی ہارون علیہ السلام کی شرکت نہیں معلوم ہوتی۔ ممکن ہے کہ اور بنی اسرائیل بھی اس میں شریک ہوں) جس سے خدا تعالیٰ کا غصہ بھڑک اٹھا اور خدا کا جلال بدلی میں سے نمودار ہوا مریم کو برص ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام کی نسبت فرمایا وہ میرے سارے گھر میں امانت دار ہے وکان عند اللہ وجیھا اسی کے قریب قریب ہے اور یہی قصہ زیادہ تر چسپاں ہے کیوں کہ اسی سورۃ میں حضرت ﷺ پر بھی زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے میں لوگوں نے طعن کیا تھا اور الزام لگایا تھا۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴿۷۲﴾ لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِينَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوبَ اللّٰهُ عَلَى

الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾ ع

ترجمہ:......ہم نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے امانت پیش کی پھر اس کے اٹھانے سے انہوں نے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور اس کو انسان نے اٹھالیا البتہ وہ بڑا ظالم اور جاہل تھا﴿۷۲﴾۔ تا کہ اللہ منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو عذاب دے اور مؤمن مردوں اور عورتوں پر مہربانی کرے اور اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے﴿۷۳﴾۔

ترکیب:......الامانة مفعول لعرضنا علی السمٰوٰت متعلق به ان یحملنها مصدریة والجملة بتاویل المصدر مفعول لابین من ابی یابی بمعنی انکر لیعذب اللام متعلق یحملها ویتوب معطوف علی یعذب منصوب لدخول۔ لام کی۔

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا کہ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اس کو دارین میں کامیابی حاصل ہوئی۔ اس جگہ اس باعثِ کامیابی کا حال بیان فرماتا ہے کہ یہ اس امانت کے ادا کرنے کے لیے ہے جو انسان کو سپرد ہوئی اور زمین وآسمان اس کو نہ لے سکے پس جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے تو اس امانتِ الٰہی کو ادا کرتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی امانت اور انسان

فقال: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہ ہم نے وہ امانت آسمان وزمین کے آگے پیش کی روزِ اوّل میں۔

فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا ان میں اس کے لینے اور اٹھانے کا مادہ نہ تھا اس لیے وہ اس سے ڈر گئے اور لینے سے انکار کیا مگر

وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ: انسان نے اس کو اٹھالیا۔

اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾ کیوں کہ یہ اس انجام کار سے بے خبر اور اپنی جان پر ظلم کرنے والا تھا۔ اب اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ

کہ جس نے اس امانت کو ادا نہ کیا نفاق وشرک وغیرہ قبائح میں مبتلا ہوا اس کو اللہ اس خیانت کی سزا دے گا عذاب کرے گا۔

وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ اور جس نے اس امانت کو ادا کیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت کہ وہ صدقِ دل سے ایمان لا کر متبع شریعت ہوا تو اس پر مہربانی کرے گا۔

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾: اور اللہ تعالیٰ کی صفت مہربانی کرنا اور معاف کرنا ہے۔ یہ آیت کے معنی ہیں جو الفاظِ ظاہر قرآن مجید سے سمجھے جاتے ہیں۔ ہم اس کے متعلق چند بحثیں ناظرین کے افادہ کے لیے درج کرتے ہیں۔

(بحثِ اول) امانت کے معنی

امانت کے معنی میں مفسرین نے بہت کچھ قیل وقال کی ہے۔ عوفی ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ اس سے مراد اطاعت ہے۔

اور مجاہد وسعید بن جبیر وضحاک وحسن بصری رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم یہی کہتے ہیں کہ اس سے مراد فرائض اور اطاعت کرنا ہے کہ جس کے بجا لانے پر اور ادا کرنے پر ثواب اور ترک کرنے اور خیانت کرنے پر عذاب ہے۔

قرطبیؒ کہتے ہیں کہ جمہور کا یہی قول ہے پھر اداءِ فرائض کو بنظرِ اہتمام شان مختلف اقوال میں امانت سے تعبیر کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں پنج گانہ نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا اور روزہ رکھنا اور حج کرنا، سچ بولنا، قرض ادا کر دینا، انصاف کرنا ناپ تول میں کمی نہ کرنا یہ سب امانتِ الٰہی ہے۔

حضرت ابو العالیہؒ کہتے ہیں کہ جس سے منع کیا گیا ہے اس باز رہنا اور جس کا حکم دیا گیا ہے اس کو بجالانا امانت ہے۔

امانتیں:......اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کہتے ہیں کہ سب سے اول خدا نے انسان کی پیشاب گاہ بنائی اور یہ اس کی امانت ہے پس اگر اس کو بدکاری سے محفوظ رکھا تو امانت ادا کر دی پس شرم گاہ امانت ہے، کان امانت ہیں، آنکھیں امانت ہیں، زبان امانت ہے، پیٹ امانت ہے۔ ہاتھ پاؤں امانت ہیں ان کو کسی بری بات میں نہ لگائے الغرض یہ سب اقوال اداء فرائض وطاعت کی تفصیل ہیں۔ یہ مذہب ہے قدماء کا۔

آسمان وزمین کو ان فرائض کے ادا کرنے پر مامور نہیں کیا ان میں مادہ افعالِ اختیاریہ بجا لانے کا نہیں تھا۔ یہ مادہ نہ ہونا زبانِ حال سے گویا اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیتا ہے۔ اور انسان میں اس کا مادہ ہونا گویا اقرار کرنا ہے اور یہ اقرار اس کے مادہ کی وجہ سے ہوا کہ جس میں قوتِ غضبیہ وشہوانیہ بھی ہیں کہ جو ظلم وجہل کی جڑ ہیں۔

۲) علامہ بیضاوی اور نیشاپوری نے اس آیت کے معنی یوں بیان کئے ہیں کہ طاعت جو بندوں پر فرض کی گئی اس کو واجب الادا ہونے کی حیثیت سے امانت کہا گیا، اب یہ معنی ہوئے کہ عظیم الشان ہونے کی وجہ سے اگر ایسے بھاری اجرام پر بھی دھرے جاتے اور ان کو عقل وشعور ہوتا تو وہ ان کو اٹھانے سے انکار کرتے اور ڈر جاتے کس لیے کہ عبادت وطاعت کی ایک تکلیف ہے اور تکلیف خلافِ طبیعت کام پر مامور ہونے میں ہوتی ہے۔ پس اس قسم کی تکلیف اٹھانے کی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں میں طاقت نہیں ہے۔ کیوں کہ آسمانوں سے خلافِ طبع کام جو ہوتا ہے ہو نہیں سکتا اس طرح زمین سے صعود اور پہاڑوں سے حرکت بھی سرزد نہیں ہوتی یہ کام ان پر قضاء وقدر نے لگا دیئے ہیں اسی پر لگے ہوئے ہیں۔ اسی طرح ملائکہ سے بجز تسبیح وتقدیس کے اور کوئی خلاف بات سرزد نہیں ہو سکتی لیکن باوجود ضعیف البنیان ہونے کے انسان نے اس کو اٹھا لیا۔ پس اس کو جو بجا لایا امانت ادا کر دی دارین میں فلاح پائی۔ اور جس نے اس کو ادا نہ کیا وہ ظلوم وجہول ہے۔ پس امانت کے پیش کرنے کے ان اجرام پر یہ معنی ہیں اور ان کا اس اٹھانے سے انکار کرنا یہ ہے کہ ان میں اس کی صلاحیت نہیں اور کلام میں حقیقی معنی سے گفتگو نہیں بلکہ ایک تصویر وتمثیل ہے یعنی استعارہ تمثیلیہ ہے انسان کی حالت اور اس کی ہیئتِ تکلیفیہ کو ایک حالتِ مفروضہ سے تشبیہ دی گئی کہ اگر وہ ان اجرام پر پیش کی جاتی تو اس سے انکار کر بیٹھتے کما قال:

لَوۡ اَنۡزَلۡنَا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیۡتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنۡ خَشۡیَةِ اللّٰهِ ؕ (سورۃ الحشر: ۲۱)

۳) بعض کہتے ہیں کہ ظاہر تر بات یہی ہے کہ امانت سے مراد وہ استعداد ہے کہ جس پر ہر ایک مخلوق محمول کی گئی اور حملِ امانت سے مراد خیانت کرنا ادا نہ کرنا کما یقال فلان رکب علیه الدین۔ پس جس نے اس کو قوت کے مرتبہ پر پہنچا دیا اس نے ادا کر دی ورنہ وہ اس کے ذمہ باقی ہے اور وہ اس کا حامل ہے۔ اور اس میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ آسمان اور ستار سے مراد امرِ الٰہی کے ہر وقت مسخر ہیں۔ کما قال:

فَقَالَ لَهَا وَلِلۡاَرۡضِ ائۡتِیَا طَوۡعًا اَوۡ كَرۡهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَیۡنَا طَآئِعِیۡنَ ﴿۱۱﴾ ... كُلٌّ یَّجۡرِیۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ

وقال تعالیٰ: وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ وَلٰكِنۡ لَّا تَفۡقَهُوۡنَ تَسۡبِیۡحَهُمۡ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیۡمًا غَفُوۡرًا ﴿۴۴﴾

وقال تعالیٰ: اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَسۡجُدُ لَهٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ وَالشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ وَالنُّجُوۡمُ وَالۡجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ

اور اسی طرح ملائکہ کا حال ہے: وَمَا مِنَّاۤ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعۡلُوۡمٌ ﴿۱۶۴﴾

اسی طرح قرآن مجید میں بہت سی آیات ہیں۔ بخلاف حضرت انسان کے یہ ثابت قدم نہ رہا اس لیے ظلوم یعنی ظالم اور جہول یعنی نادان ٹھہرا۔ ظلوم اس لیے کہ اس نے استعداد کو خلاف بات میں صرف کیا اور جہول اس لیے کہ اس نے استعداد کو برباد کرنے کا نتیجہ نہ جانا یا اپنے علم پر عمل نہ کیا، اس سے کچھ ثمرہ نہ اٹھایا۔ کیا خوب کہا ہے۔

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید | قرعہ حال بنام من دیوانہ زدند

وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ: میں لام جنس کے لیے ہے جو اس کے بعض افراد پر صادق آنے کی وجہ سے جنس پر صادق آ گیا۔ اور وہ بعض افراد فاسق ومنافق وکفار ومشرکین ہیں (نیشاپوری وغیرہ)

(۴) اس آیت کے متعلق کاتب الحروف کے دل پر بھی ایک معنی القاء ہوئے ہیں اور وہ یہ ہیں: جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ عالم علوی سے لے کر سفلی تک ذرے سے آفتاب تک اسی کے ہاتھ کی کاری گری ہے اسی کے جمالِ جہاں آرا کا آئینہ ہے اس نے اس عالم میں کسی چیز کو بے کار پیدا نہیں کیا ہے ہر ایک شئی کو اپنی صفت کا ایک مظہر بنایا اور ہر ایک کو ایک خاص کام پر لگایا ہے۔ یہ نظامِ عالم اس بات کا مقتضی تھا کہ اس میں ایک شخص ایسا بھی ہو جو تمام عالم کا مجموعہ بن کر خدا تعالیٰ کی جمیع صفات کا مظہر اور اس کے جمال با کمال کا کامل آئینہ صافی ہو جائے۔ پس وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اسی لیے صحیح بخاری شریف میں ایک حدیث شریف آئی ہے کہ

ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔

صورت سے مراد سیرت ہے۔ اور اس معنی میں یہ لفظ زبانِ عرب اور ان کے اسلوبِ کلام میں بہت وارد ہے۔ ورنہ خدا تعالیٰ صورت و شکل سے پاک ہے۔ آیت تنزیہات اس بات کی صاف گواہی دے رہی ہیں اور اسی لیے قرآن مجید میں جیسا کہ آیاتِ الٰہی کے ملاحظہ کے لیے آفاق کے صحیفے کے مطالعہ کا حکم دیا ہے، اسی طرح انسان کو اپنے نفس میں غور وتامل کا حکم دیا ہے اور انہیں معنی سے انسان کو عالمِ کبیر کہا جاتا ہے۔ پس اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام میں ہر ایک طرح کی قوت ودیعت رکھی ہے۔ قوتِ ادراکیہ۔ قوتِ غضبیہ۔ قوت رحمانیہ وغیرہا۔ اور ان قویٰ کی ترکیب اور ان کی اصلاح سے اس میں وہ صفات پیدا ہوئیں کہ جو نہ آسمان وزمین کو حاصل ہیں نہ جن کو نہ فرشتہ کو من جملہ ان کے ایک دردِ دل اور محبت اور جذبہ ہے جو کسی میں نہیں۔ یہی سوزِ نہانی ہے جو شب بیداروں کو رات بھر جگاتا ہے اور صبح کو سجدہ میں سر رکھوا کر پھوٹ پھوٹ کر رلواتا ہے اور اسی لیے شیطان نے بہت سی عبادت کر کے ایک گناہ کیا بخشا نہ گیا، برخلاف آدم علیہ السلام کے کہ اس قدر عبادت بھی کی نہ تھی اس کو فرشتوں کا مسجود بنا گیا دار الخلد میں بسایا گیا ان انعامات پر گناہ کر لیا جس کی جس قدر سزا ہوتی تھوڑی ہوتی اور ابد تک بخشی نہ جاتی تو بجا تھا۔ مگر آدمؑ کے دردِ دل نے جب اس کو جوش دلایا اور ابر کی طرح رلایا اور منہ سے

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ۝ نکلوایا تو فوراً دریائے رحمت الٰہی جوش میں آیا۔ ایک گناہ تو کیا اگر ایسے ہزار گناہ ہوتے اور زمین بھر کے ہوتے تو سب معاف ہو جاتے ؎

واہ رے شورِ محبت خوب ہی چھڑکا نمک | استخواں میرے ہما کس مزے سے کھائے ہیں

ملائکہ نے صرف قوتِ غضبیہ وشہوانیہ پر نظر کر کے بارگاہِ کبریائی میں عرض کیا تھا: أَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا چونکہ اس مجموعہ خوبی و گل دستہ محبوبی کے اسرار کی خبر نہ تھی۔ جواب ملا: إِنِّيْ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝ کہ تم کچھ نہیں جانتے جو کچھ میں جانتا ہوں۔

پس وہ امانتِ الٰہی یہی دردِ دل ہے اور یہی اس کے قویٰ مودعہ ہیں جن کے قابل نہ آسمان وزمین تھے نہ حجر وشجر نہ ملائکہ نہ کوئی جو اس کو لیتا اور بارِ گراں کو اٹھاتا یہ خلیفۃ اللہ ہی کے حصے میں آیا، اسی نے سب کو اٹھایا اور کیوں نہ اٹھاتا یہ اسی لیے پیدا ہوا تھا سب سے اول اسی نے سر جھکایا اور عرض کیا مجھے دیجئے آپ دیں اور میں نہ لوں ؎

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت | سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

إِنَّهُ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۝ ملائکہ و دیگر لوگوں پر تعریض ہے کہ یہ وہی ہے کہ جس کو تم ظالم وجاہل سمجھتے تھے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایسے

بار گراں کو اٹھانا اور اس بلاء و محنت کو گلے میں ڈالنا دانشمند اور دور اندیش سے کب ہو سکتا ہے یہ ایسے ہی لوگوں کا کام ہے جو اپنی جان پر مصیبت گوارا کر لیں اور دور اندیشی نہ کریں۔

گر چہ بدنامی ست نزدیع اقلاں مانمی خواہیم ننگ ونام را

ان آیتوں میں خدا تعالیٰ بنی آدم کو اس سرّ نہانی کو یاد دلا کر طاعت پر آمادہ کرتا ہے اور اس امانت کے پورا نہ کرنے کی صورت میں عتاب اور پورا کرنے میں ثواب کا وعدہ فرماتا ہے اور اس سورت میں بیشتر احکام ہیں ان کے خاتمے میں یہ ذکر ایک نمک ہے۔

آیَاتُهَا ۵۴ | سُوْرَةُ سَبَإٍ مَكِّيَّةٌ (۳۴) (۵۸) | رُكُوْعَاتُهَا ۶

اس سورۃ میں کل ۵۴ آیات ہیں اور ۶ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِى الْاٰخِرَةِ ؕ
وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ① يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِى الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ
مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ② وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّىْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ
عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ وَلَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرُ
اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ③ لِّيَجْزِىَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ
لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ④ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِىْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ
عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ⑤

ترجمہ:......سب خوبیاں اللہ ہی کو ہیں جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور آخرت میں بھی اسی کی ستائش ہے اور وہ حکمت والا خبردار ہے ① جو کچھ زمین میں جاتا ہے اور جو کچھ اس سے باہر آتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھ جاتا ہے سب کو جانتا ہے اور وہی مہربان بخشنے والا بھی ہے ② اور منکر کہہ چکے کہ ہم پر وہ گھڑی (قیامت میں) نہ آئے گی کہہ وہ ضرور آئے گی مجھے اپنے اس رب کی قسم جو غیب کا جاننے والا ہے جس سے آسمانوں اور زمین کی کوئی چیز ذرہ کے برابر بھی غائب نہیں اور ذرہ سے چھوٹی اور نہ بڑی کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو لوح محفوظ میں نہ ہو ③ (قیامت اس لیے آئے گی) تا کہ خدا ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے نیک بدلہ دے یہی وہ ہیں جن کے لیے بخشش اور عزت کی روزی تیار ہے ④ اور جو ہماری آیتوں کے رد کرنے میں کوشش کرتے پھرتے ہیں ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے ⑤۔

ترکیب:......فی السمٰوٰت متعلق بثبت فی الاخرۃ یجوز ان یتعلق بالحمد یعلم مستانف وقیل حال مؤکدۃ علم الغیب بالجر صفۃ لربی او بدل ویقرء بالرفع أی ھو عالم اصغر بالرفع عطفاً علی مثقال۔ و بالجر عطفاً علی ذرۃ۔ لیجزی متعلق

بمعنی لایعزب فکانہ قال یحصی ذٰلک لیجزی۔ الیم بالجر صفۃ لرجز و بالرفع صفۃ العذاب۔ والرجز مطلق العذاب۔

تفسیر:......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہے کہ سورۃ سبا مکہ میں نازل ہوئی۔

اس قسم کی سورتیں کہ جن کے اول میں الحمد للہ ہے پانچ ہیں ان میں سے دو نصف اول ہیں انعام و کہف اور دو اخیر قرآن میں ہیں ایک یہ دوسری ملائکہ پانچویں الحمد کہ جس کو چاہو نصفِ اول میں شمار کرو خواہ نصفِ اخیر میں۔

اور سر اس میں یہ ہے کے خدا کی بیشمار نعمتیں دو قسم کی ہیں ایک نعمت ایجاد ہے کہ اس نے معدوم سے ہم کو موجود کر دیا۔ دوسری نعمتِ بقاء ہے کہ ہم کو باقی رکھا اور زندہ رہنے کے سامان عطا کیے۔ اور بندہ کی بھی دو حالتیں ہے ایک ابتداء جو اس عالم سے علاقہ رکھتی ہے۔ دوسری اعادہ کہ بار دیگر ہم کو زندہ کر کے وہاں کے سامان عطا کرے گا۔ پس ان پانچوں سورتوں میں کہیں ایجاد کی نعمتیں یاد دلائی ہیں کہیں بقاء کی، پھر کہیں اس عالم کی کہیں اُس عالم کی۔ اس سورت میں بھی مَافِی الْاَرْضِ تک تو نعمتیں بقاء کا ذکر ہے جو اس عالم میں آسمانوں اور زمین کی چیزیں بارش، ہوا، رزق وغیرہ نہ ہو تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔

وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ: میں آخرت کی جمیع نعمتوں کی طرف اشارہ ہے۔

وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ میں اس طرف اشارہ ہے کہ اِس عالم کی یہ نعمتیں کہ جن کو لوگ معمولی باتیں سمجھتے ہیں خود بخود پیدا نہیں ہوگئی ہیں نہ ان کو بے سوچے سمجھے خدا نے پیدا کیا ہے بلکہ ہر ایک کو حکمت و علم سے بنایا ہے۔

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ۔۔۔الخ میں اپنے علم و حکمت کو دکھاتا ہے کہ جو کچھ زمین میں گھستا ہے پانی، اموات، تخم (بیج) وغیرہ ان کو بھی جانتا ہے اور جو اشیاء زمین سے پھر باہر نکلتی ہے جڑی بوٹیاں اور پانی چشموں کا اور جواہر معدنیات جو اسی کی اس اندھیرے میں کاری گریاں ہیں ان کو بھی خوب جانتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے پانی اور ملائیکہ اور وحی و دیگر برکات ان کو بھی جانتا ہے اور جو کچھ پھر آسمان کی طرف جاتا ہے اور اعمال صالحہ اور ملائکہ سب کو جانتا ہے۔ یہ سب تدبیر و تصرف اسی کی رحمت سے ہے اور اسی کی مغفرت ہے کہ گناہوں سے ان چیزوں کو بند نہیں کرتا اس میں اس کی کمالِ قدرت کا ثبوت ہے۔

کوئی ذرہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم سے باہر نہیں

اس کے بعد مشرکین مکہ کا مقولہ نقل کرتا ہے کہ وہ کہتے ہیں قیامت برپا نہ ہوگی۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ کہہ دے خدا کی قسم وہ ضرور آئے گی اور پھر اس کے برپا کرنے کی قدرت کا اظہار کرتا ہے کہ اس سے آسمان و زمین کی کوئی چیز اور کوئی ذرہ غائب نہیں وہ تمہارے اجزائے بدن اور اس کے ذرات کو جمع کر دے گا۔ پھر قیامت برپا کرنے کی دلیل بیان فرماتا ہے کہ دنیا تو دارِ تکلیف ہے دارِ جزا نہیں، اور جزاء نیک و بد کو دینی اس کی خدائی کا لازمہ ہے۔ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے لیکر مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ تک میں یہی ذکر ہے۔

وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۶ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝۷ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ

كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ
الْبَعِيْدِ ⑧ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ
اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ⑨ ع

ترجمہ:......اور جن کو وہ علم دیا گیا ہے جو آپ کی طرف آپ کے رب کے ہاں سے نازل ہوا ہے تو وہ اس کو برحق جانتا ہے اور جن کو اس چیز کا علم دیا گیا ہے جو تیرے رب کے ہاں سے بھیجی گئی ہے وہ زبردست خوبیوں والے کا رستہ دکھاتا ہے ⑥۔ اور کافر کہتے ہیں کہ (کہو تو) ہم تم کو ایک ایسا شخص بتائیں جو تم کو کہتا ہے کہ جب تم مر کر ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو پھر نئے سرے سے پیدا کئے جاؤ گے ⑦ کیا اس نے اللہ پر جھوٹ بنا لیا ہے یا اس کو جنون ہے؟ (یہ کچھ بھی نہیں) بلکہ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے (خود) مصیبت اور بڑی غلطی میں پڑے ہوئے ہیں ⑧ کیا وہ آسمان و زمین کو جو ان کے آگے اور پیچھے سے محیط ہے نہیں دیکھتے؟ اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دیں خدا کی طرف رجوع کرنے والے بندے کے لیے بڑی نشانی ہے ⑨۔

ترکیب:......ويرى معطوف على ليجزى ويمكن ان يكون مستانفًا الذى انزل مفعول اول الحق مفعول ثانى هو الضمير للفصل۔ وقرئ الحق بالرفع على الابتدا والخبر۔ ويهدى فاعله الضمير يرجع الى الذى انزل والمراد به القرآن أى القرآن يهدى۔ ويمكن ان يرجع الى الله ويمكن ان يعطف على موضع الحق بتقدير ان اذا مزقتم عامله محذوف دل عليه ما بعده أى تبعثون ممزق مصدر بمعنى تمزيق ويحتمل ان يكون مكانا۔ جديد بمعنى فاعل من جد۔ افترى الهمزة للاستفهام وهمزة الوصل حذفت استغناء۔ افلم يرو والمعنى افلم ينظروا الى ما احاط بجوانبهم من السماء والارض ولم يتفكروا اهم اشد خلقا ام هى وانا ان نشا نخسف بهم الارض او نسقط عليهم قطعة من السماء لتكذيبهم الآيات۔

تفسیر:......وَيَرَى الَّذِيْنَ اس جملہ کو اگر لیجزی پر معطوف کہیں گے تو یہ معنی ہوں گے کہ قیامت برپا کرنے میں ایک اور "حکمت" ہے وہ یہ کہ اہل علم جو انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئی باتوں کو صدق دل سے مانتے ہیں جب قیامت کو برپا ہوتے دیکھیں گے تو ان کو اور بھی یقین کامل ہو جائے گا اور عین الیقین کا مرتبہ حاصل ہو جائے گا۔ جیسا کہ آیا ہے

لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ (....) هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۞

يَهْدِيْٓ کا عطف يَرَى پر ہو کر یہ معنی ہوں گے کہ قیامت اس لیے برپا کریں گے کہ وہ (ایمانداروں کو مفعول محذوف) خدا زبردست کا رستہ دکھائے گی، یقین کامل پیدا کرے گی۔ پہلے جملے کی تاکید ہے۔ اور اگر اس جملہ کو مستانفہ کہیں تو یہ معنی ہوں گے کہ جو اللہ کی نازل کی ہوئی چیزوں کا علم رکھتے ہیں ان کو اللہ نے علم کتاب اللہ کا دیا ہے وہ اس بات کو یعنی اللہ کے کلام کو برحق جانتے ہیں اور یہ بھی کہ یہ کلام اللہ زبردست خوبیوں والے کا رستہ دکھاتا ہے۔ کسی کے شبہ سے ان کے دل میں شبہ نہیں پڑتا۔ مطلب یہ کہ کفار تو آیات الٰہی کے مٹانے میں ساعی ہیں اور ایماندار اہل علم صحابہ اور تابعین یا جو کوئی ہو ان کو برحق اور ہادی راہ خدا جانتے ہیں۔

حیاتِ ثانیہ پر کفار کا استہزاء

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا : اس جگہ ان اہلِ علم وایمان کے برخلاف احمق لوگوں کا قول نقل کرتا ہے کہ منکر یہ کہتے ہیں کہ ایسا شخص بھی دیکھا ہے کہ جو مرنے کے بعد جب کہ جسم کے ریزے ریزے ہو جائیں گے دوبارہ زندہ ہونے کی خبر دیتا ہے۔ ایسے شخص سے ان کا اشارہ حضرت ﷺ کی طرف تھا۔ هَلْ نَدُلُّكُمْ : کہو تو ہم بتلادیں۔ یہ عرب کے محاورہ میں ایسی بات ہے کہ جس طرح ہماری زبان میں کہتے ہیں کہ کوئی ایسا بھی ہے؟ یعنی وہ اس بات کی خبر دینے سے کہ مرکر زندہ ہوں گے سخت تعجب کرتے ہیں اور رسول کو جھوٹا یا دیوانہ کہتے ہیں۔

افترا بھی ایک قسم کا جھوٹ ہے یعنی جان بوجھ کر جھوٹ بولنا اور ایک بات بنالینا۔ کوئی نئی قسم نہیں جس سے جھوٹ اور سچ میں کوئی واسطہ یعنی تیسری چیز کوئی اور ثابت ہو جائے۔ ہر کلام میں جس بات کی خبر دی جائے اگر واقع کے مطابق ہے تو سچا کلام ہے، ورنہ جھوٹا۔

کفار کا مقصد یہ تھا کہ یا تو یہ شخص جھوٹا ہے اور بڑا جھوٹا ہے جو عمداً جھوٹی بات کہتا ہے یا دیوانہ ہے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ وہ تو ایسا نہیں ہے بلکہ کافر عذاب دینے والی بڑی بات اور بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد امکانِ حشر پر ایک دلیل بیان فرماتا ہے افلم یروا کہ وہ آسمان و زمین میں غور کر کے نہیں دیکھتے کہ جس نے ایسی چیزیں بنائی ہیں کیا وہ قیامت برپا کرنے پر قادر نہیں؟ ان کے انکار پر ہم صبر کرتے ہیں اگر چاہیں تو ان کو زمین میں غرق کر دیں یا کوئی آسمانی چیز ان پر ڈال کر ہلاک کر دیں جو ان کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۙ﴿۱۰﴾
اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرٌ ﴿۱۱﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ
الْقِطْرِ ؕ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ
اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ
وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ
وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى
مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا
يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ؕ﴿۱۴﴾

ترجمہ.....: اور البتہ ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بزرگی دی تھی (ہم نے پہاڑوں کو حکم دیا تھا) اے پہاڑو! ان کی تسبیح کی آواز کا جواب دیا کرو اور پرندوں کو مسخر کر دیا تھا اور ان کے لیے لوہا نرم کر دیا تھا﴿۱۰﴾ کہ فراخ زرہیں بناؤ اور اندازہ سے کڑیاں جوڑا کرو اور (ان کے خاندان کو)

حکم دیا تھا کہ اچھے کام کیا کرو ہم جو کچھ تم کر رہے ہو دیکھ رہے ہیں⑪۔ اور ہوا کو سلیمان کے تابع کر دیا تھا کہ جس کی صبح کی منزل مہینے بھر کی راہ تھی اور ان کے لیے تانبہ کا چشمہ بہا دیا تھا اور کچھ جن اس کے آگے کام کیا کرتے تھے اس کے رب کے حکم سے (تھا) اور جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم سے سرتابی کرتا تھا تو ہم ان کو آگ کا عذاب چکھاتے تھے⑫ اور وہ جو چاہتا تھا محرابیں اور مورتیں اور لگن حوض جیسے بنایا کرتے تھے اور بڑی بھاری دیگیں بھی (جو ایک جا جمی رہتی تھیں ہلتی نہ تھیں اور ہم نے کہہ دیا تھا) اے داؤد کے لوگو! شکر کیا کرو اور میرے بندوں میں سے شکر کرنے والے بہت ہی کم ہیں⑬۔ پھر جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم دیا تو ان کو اس کی موت کسی نے نہ بتلائی مگر گھن کے کیڑے نے جو اس کے عصا کو کھاتا رہا، پھر جب وہ گر پڑا تو جنوں کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ اگر وہ غیب کی باتیں جانتے تو ذلت کی مشقت میں نہ پڑتے⑭۔

ترکیب:......داؤد مفعول اول فضلا ثانی لاتینا۔یجبال تفسیر للفضل والطیر بالنصب لانہ معطوف علیٰ محل جبال وفیہ وجوہ اخریٰ۔ وبالرفع عطفا علیٰ لفظہا أی جعلنا الجبال والطیور مناقدین لامرہ فی نفاذ مشیتہ فیہما ان اعمل أی امرناہ ان اعمل وان مفسرہ مصدریۃ۔ الریح بانصب أی سخرنا الریح وبالرفع علی الابتدا غدوہا الغدو مصدر ولیس بزمان ای سیرہا من الغدو یعنی الصباح الی الزوال شہر الجملۃ فی موضع الحال من الریح۔ من یعمل من فی موضع نصب۔ منساتہ ولمنساء العصیٰ علیٰ مفعالۃ کیضاۃ من نسات البعیر اذ طردتہ لانہا تطردیہا۔

حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا: اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّکُلِّ عَبۡدٍ مُّنِیۡبٍ⑨ اب اس جگہ بعض رجوع کرنے والوں کا ذکر کرتا ہے جن کو ''عبد منیب'' کہتے ہیں۔ پھر یہ بھی بتلاتے ہیں کہ ایسے بندوں پر ہمارے انعام و افضال بھی بے حد ہوتے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک حضرت داؤد علیہ السلام بھی ہیں۔ (اللہ تبارک وتعالیٰ) فرماتے ہیں کہ داؤدؑ پر ہم نے بڑا فضل کیا تھا کہ پہاڑ اور پرند اس کی تسبیح میں شریک ہوتے تھے۔ ابن عباسؓ اور مجاہدؒ وغیرہ علماء کہتے ہیں اوّبی کے معنی ہیں سبحی کے اس کے ساتھ تسبیح کیا کرو۔

لغت میں تادیب کے معنی ترجیح کے ہیں۔ اٹھارویں زبور کے شروع میں حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ قول مذکور ہے:

''میں نے تنگی کے وقت خداوند کو پکارا اور اپنے خدا کے آگے چلایا اس نے میری آواز اپنے ہیکل سے سنی اور میری فریاد اس کے سامنے اس کے کانوں تک پہنچی تب زمین کانپی اور لرزی سارے پہاڑ جڑوں سے ہل گئے۔'' الخ

معجزات ومناجات حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام

قرآن مجید میں داؤد علیہ السلام کی مناجات کا بیان ہے کہ ان کی مناجات کے وقت پہاڑ اور طیور موافقت کرتے تھے۔

بیضاویؒ فرماتے ہیں: وذلک اما بخلق صوت مثل فیہا او بحملہا ایاہ علی التسبیح اذا تامل ما فیہا کہ یا تو پہاڑوں میں بھی داؤد علیہ السلام کی تسبیح کی آواز جیسی آواز پیدا ہوا کرتی تھی (یعنی پہاڑ گونج اٹھتے تھے جیسا کہ کنویں یا گنبد میں آواز دینے سے ویسی ہی آواز سنائی دیا کرتی ہے) یا پہاڑوں میں غور کرنے سے داؤد علیہ السلام تسبیح کرنے پر آمادہ ہوتے تھے۔

اول بات قوی ہے کہ اس وقت پرندوں اور پہاڑوں پر بھی ایک حالت طاری ہو جاتی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی تسبیح اور سوزِ درونی کا ان پر کیا اثر پڑتا تھا وہ بھی ان کے ساتھ شریک ہو جاتے تھے۔ اس سے داؤد علیہ السلام کا کمال اور خلوص اور تصرف باطنی ثابت ہوا اور اسی لیے ان کے فضل میں یہ بات بیان ہوئی ورنہ پہاڑ تو ہر ایک بلند آواز سے گونج اٹھا کرتے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے لوہا نرم کردیا گیا تھا

وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۝: یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی دوسری فضیلت ہے کہ ان کے لیے لوہا نرم ہو گیا تھا۔

اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ: وذرعاً واسعات کہ بڑی لمبی چوڑی زرہیں بنا۔

وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ: سرد: درز دوختن ادیم تسرید مثلہ وزرہ بافتن۔ والسرد اسم جامع للدروع وسائر الحلق۔ (صراح)

کہ زرہ کے حلقے ایک انداز ے سے جوڑ۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو زرہ بنانے کا علم دیا تھا یعنی سامانِ جنگ بھی عطاء کئے تھے۔ جیسا کہ اسی زبور کے ۳۲ ورس میں آیا ہے۔ جس طرح ان کو کمالاتِ درویشی عطا ہوئے تھے اسی طرح شاہی اور جنگی قوت بھی دی گئی تھی۔ ان دونوں نعمتوں پر ان کو یہ حکم ہوا تھا: وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ کہ نیک کام کیا کرو کیوں کہ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ ہم تمہارے کاموں کو دیکھ رہے ہیں قوت وسلطنت پا کر شرارت وبدکرداری نہ کرنا اور یہی نعمت کا شکریہ ہے۔

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ یہ دوسرے بندہ خالص حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے اور جانشین تھے۔

خدا تعالیٰ نے جس طرح ان کے باپ کے لیے لوہا مسخر کردیا تھا ان کے لیے ہوا مسخر کردی تھی کہ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ کہ وہ ہوا صبح سے لیکر دوپہر تک ایک مہینے بھر کی راہ طے کرتی تھی اور شام کو یعنی پچھلے پہر کو بھی مہینے بھر کا رستہ طے کرتی تھی۔

تختِ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام

دہم کتاب التواریخ کے نویں باب ۱۷ ورس میں لکھا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے ہاتھی دانت کا ایسا تخت بنایا تھا کہ جو زمین کے سب بادشاہوں سے سبقت لے گیا تھا پھر کچھ اس کے حالات لکھے ہیں۔ اگرچہ تحقیق جدید سے نہیں ثابت ہوتا کہ یہ تخت سلیمان علیہ السلام ہوا پر چلا کرتا تھا اور اول دن میں مہینے بھر کی راہ اور آخر دن میں مہینے بھر کی راہ طے کرتا تھا مگر اہل اسلام کے اکثر مؤرخ اس بات کے قائل ہیں۔ اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں۔ ریل کے جاری ہونے سے پہلے ریل کی یہ تیز دوڑ اور اس قدر بارکشی اور بے بیل اور روانگی نہایت عجیب بات معلوم ہوتی تھی۔ اب چند روز سے غبارہ اڑانے کا فن جاری ہوا ہے اگر ترقی کر جائے تو کیا کچھ ہو جائے۔ اور اس میں کوئی بھی شبہ نہ کرنا چاہیے کہ زمانہ نے بھی عجیب رنگ پلٹے ہیں۔ اس کا حزر مدتواریخ اور زمین کے نیچے سے عجائب آلات اور مکانات برآمد ہونے سے بخوبی ثابت ہے پھر کیا تعجب ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے عہد میں ایسے صناع لوگ پیدا ہوئے ہوں کہ تخت کو غبارہ کی طرح سے ہوا پر اڑا لے جانے کا علم جانتے ہوں۔ پھر جس طرح اور صدہا چیزیں اور سینکڑوں علوم وفنون مٹ گئے یہ بھی جاتا رہا۔ اور کتاب التواریخ سے جو اہل کتاب کے نزدیک الہامی کتاب ہے یہ ثابت ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے عہد میں صناعی اور دیگر فنون کا رواج تھا۔

وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝

ہمارے بعض معاصر جو اپنے فہم شریف کے تابع تمام عجائب صنع باری کو کرتے ہیں ان آیت کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ ہوا کے مسخر ہونے سے اور اس قدر جلد چلنے سے جہازوں کے بیڑے کی طرف اشارہ ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے دور سے لکڑیاں وغیرہ چیزیں لاد کر لایا کرتے تھے۔ ❶ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ قطر بالکسر مس ❷۔ (صراح)

---

❶..... صور کے بادشاہ حورام کی طرف سے صنوبر اور سرو اور صندل کے لبنان پہاڑ سے مسجد کی تعمیر کے لیے جہازوں میں لاد کر بحر شام سے آیا کرتے تھے اور یافا میں بیڑا اترتا تھا وہاں سے یروشلم پہنچاتے تھے ۱۲ منہ۔ ❷..... مجاہد کہتے ہیں قطر سے مراد صفر یعنی پیتل ہے ۱۲ منہ۔

ہیکل کی تعمیر: ۔۔۔۔۔ یہ دوسرا انعام ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملا تھا۔ خدا تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جب بادشاہوں پر حکمران کیا تو ہیکل کی تعمیر شروع کی اور بڑے بڑے پیتل کے حوض اور ستون اور دیگر ظروف ڈھلوائے جیسا کہ دوسری کتاب التواریخ کے چوتھے باب میں مشرحا مذکور ہے اور ان چیزوں کے ڈھالنے والے شہر صور کے کاری گر آئے تھے جن کو بادشاہ حورام نے بھیجا تھا۔ اور پھر ایک نے ڈھلا ہوا بحر بنایا جو اردگرد گول تھا۔ عرض ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک دس ہاتھ تھا اور بلندی پانچ ہاتھ اور اس کو گھیر تیس ہاتھ اور اردگرد اس کے نیچے بیلوں کی صورتیں تھیں وہ بارہ بیل ڈھلے ہوئے تھے جن پر وہ بحر قائم تھا، اور اسی کتاب کے تیسرے باب میں ہے کہ اور اس نے پاک ترین مکان میں دو کروبیوں کو تراش کر بنایا اور ہیکل بھی بنائی جس میں محرابیں اور پھاٹک اور کواڑ اور بڑی صناعی خرچ کی تھی اور سلیمان علیہ السلام نے اسرائیل کے ملک میں پردیسیوں کو گنوایا تو ایک لاکھ ترپن ہزار چھ سو تھے ان میں سے ستر ہزار کو بار برداری اور اسی ہزار کو سنگ تراشی پر مقرر کیا اور تین ہزار ان کے افسر مقرر کیے کہ ان سے کام لیتے تھے۔

پیتل اور تانبے کا چشمہ

پیتل یا تانبے کا چشمہ جاری کرنے کے معنی یہ ہیں کہ یہ پیتل اس کے لیے اتنا فراہم ہوا اور ڈھالا گیا گویا اس کا چشمہ جاری ہو کر بہہ نکلا یہ ایک محاورہ کی بات ہے اور ممکن ہے کہ کسی پہاڑ میں سے یہ مادہ ان دنوں بہہ نکلا ہو جس کو سلیمان علیہ السلام کے کاری گروں نے لے کر صرف کیا۔

جنات کا تابع ہونا

وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهٖ ۔ یہ ایک اور نعمت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے آگے جن کام کرتے تھے۔

وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ⑫ اور باوجود سرکشی کے کوئی نافرمانی نہ کرتا تھا اور جو کرتا تھا سخت سزا پاتا۔

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ: محاریب جمع محراب۔ لغتِ عرب میں بلند مکان کو کہتے ہیں۔

ضحاک وقتادہ کہتے ہیں محاریب سے مراد بیت المقدس ہے۔

وَتَمَاثِيْلَ: تماثیل جمع تمثال یعنی مورتیں۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا کہ کروبیوں اور بیلوں وغیرہ کی مورتیں پیتل کی ڈھالی گئی تھیں حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں ان کا ڈھالنا اور زینت کے لیے مکان میں رکھنا ممنوع نہ تھا۔

شریعتِ مصطفوی میں بت پرستی کی جڑ مٹانے کے لیے منع ہو گیا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔

وَجِفَانٍ: جفان جمع جفنة لگن۔۔۔۔۔ كَالْجَوَابِ: جواب جمع جابة وهو حفيرة وقيل الحوض الكبير۔ یہ ان حوضوں اور بحر کی طرف اشارہ ہے۔۔۔۔۔ وَقُدُوْرٍ: قدور جمع قدر۔

رّٰسِيٰتٍ: ثابتات اور بڑی بڑی دیگیں بھی بنائیں جو ایک ہی جگہ دھری رہتی تھیں۔ بڑی ہونے کی وجہ سے ہلتی نہ تھیں۔

ان نعمتوں پر ان کو حکم ہوا تھا: اِعْمَلُوْۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۔ اے داؤد کے گھرانے! اس کے شکریہ میں نیک کام کیا کرو۔ یا یہ معنی کہ اس کا شکر کرو۔ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ⑬ مگر میرے بندوں میں سے شکر کرنے والے بہت کم لوگ ہیں۔

مِنَ الْجِنِّ کے ظاہری معنی یہی بتلا رہے ہیں کہ قوم جن کے لوگ سلیمان علیہ السلام کے آگے یہ کام کرتے تھے۔

جن کا وجود تسلیم کرنے کے بعد اس بات میں کوئی بھی تعجب نہیں رہتا کہ جن سلیمان علیہ السلام کے مسخر تھے۔

اور جو لوگ جن کا وجود نہیں مانتے وہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ شہ زوری اور غیریت کے اعتبار سے ان پردیسیوں کو جن سے تعبیر کیا ہے جو ان کاموں پر مامور تھے اور سخت اور قوی آدمی کو جن کہہ دینا ایک محاورہ کی بات ہے۔ مقدمہ تفسیر میں یہ بحث آ چکی ہے۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِى الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿١٤﴾

وفات حضرت سلیمان علیہ السلام:...... یہاں سے دنیا کی بے ثباتی بیان کرنے کے لیے سلیمان علیہ السلام کی موت اور ان کے جاہ حشم کا اختتام■ بیان کرتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام مر گئے اور ان کی موت کا حال ایک کیڑے نے ظاہر کیا جو ان کے عصا کو کھاتا تھا۔ پھر جب سلیمان علیہ السلام گر پڑے اور جنوں کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ ہم غیب نہیں جانتے اگر جانتے تو اب تک سلیمان علیہ السلام کی قید میں نہ پڑے رہتے۔ مفسرین کے اس میں دو قول ہیں:

اول: عام مفسرین کا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام عبادت کے لیے مہینوں تخلیہ میں بیٹھا کرتے تھے۔ اخیر بار جو بیٹھے تو ٹھوڑی کے نیچے عصا لگا ہوا تھا، عبادت ہی میں روح نکل گئی۔ خدا تعالیٰ کی اس میں چند مصلحتیں تھیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے جسم پر آثارِ موت ظاہر نہ ہونے دیئے، ازانجملہ یہ کہ لوگ جنوں کو غیب دان سمجھا کرتے تھے ان کی غیب دانی پر پتھر پڑ گئے۔ ازانجملہ کچھ انتظام مملکت بنی اسرائیل سے تمام کرانا مقصود تھا لوگ یہی سمجھے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام زندہ ہیں اندر کوئی جانے نہ پاتا تھا۔ باہر سے بیٹھا ہوا آنکھ بند کئے لکڑی پر سہارا دیئے بیٹھا ہوا مشغول بحق دیکھتے۔ کئی مہینوں بعد جب خدا کو اس بات کا اظہار مقصود ہوا تو دیمک یا گھن نے لکڑی کو کاٹ ڈالا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام گر پڑے سب کو معلوم ہو گیا۔ مگر سلیمان علیہ السلام کی موت کی بابت یہ بیان اہل کتاب کی کتب موجودہ میں نہیں۔

دوم: دوسرے معنی یہ ہیں کہ ہم نے سلیمان علیہ السلام کی موت مقرر کر دی تھی کہ فلاں وقت مریں گے اس بات کو کوئی نہیں جانتا تھا مگر دَآبَّةُ الْاَرْضِ دیمک یا گھن سے معلوم ہوا جو سلیمان علیہ السلام کے عصائے حیات کو کھا رہا تھا۔ پھر جب وقتِ خاص آ گیا اور وہ عصائے حیات کٹ گیا حضرت سلیمان علیہ السلام گر پڑے تو سب نے جان لیا اور جنوں پر بھی ظاہر ہو گیا کہ ہم غیب داں نہیں اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا وقت معلوم ہوتا تو اس کی طاعت میں نہ پڑے رہتے دَآبَّةُ الْاَرْضِ سے مراد بطور استعارہ انقراض عمر ہے۔

اور مِنْسَاَتَهٗ سے اس کی عمر و اقبال، جس کے زور پر حکومت کرتے تھے۔

افسوس کے ہر ایک کے عصائے حیات کو دیمک یا گھن لگ رہا ہے مگر عصا کٹ جانے سے پہلے ہم بے خبروں کو معلوم نہیں۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِىْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿١٥﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَىْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَىْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿١٦﴾ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ۭ وَهَلْ نُجٰزِىْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿١٧﴾

■:......حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت نہر فرات سے لے کر فلسطینیوں کے ملک تک اور مصر کی حد تک تھی اور روپیہ یروشلم میں کنکریوں کی مانند تھا چالیس برس تک سلطنت کر کے جاں بحق ہوئے۔ کتاب التواریخ ۱۲ منہ۔

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا
السَّيْرَ ؕ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا
وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا
فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ
ع يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ؕ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۲۱﴾

ترجمہ:......البتہ قوم سبا کے لیے ان کے وطن میں دو باغ داہنی اور بائیں قدرت کی نشانی تھی (اور حکم دیا تھا کہ) اپنے رب کی روزی کھاؤ اور اس کا شکر کیا کرو پاکیزہ شہر رہنے کو اور رب معاف کرنے والا ﴿۱۵﴾ پس انہوں نے نافرمانی کی پھر ہم نے ان پر بند کا پانی چھوڑ دیا اور ان کے دو باغوں کے بالعوض اور دو باغ بدمزہ پھل کے اور جھاؤ کے اور کچھ تھوڑی سی بیریوں کے بدل دیئے ﴿۱۶﴾ یہ ہم نے ان کی ناشکری کا بدلہ دیا اور ہم ناشکروں ہی کو برا بدلہ دیا کرتے ہیں ﴿۱۷﴾ ور ہم نے ان میں اور ان بستیوں میں کہ جن میں برکت رکھی تھی (یعنی شام کے قریات) دکھلائی دینے والی بستیاں قائم کی تھیں اور ان میں منزلیں مقرر کی تھیں (حکم دیا تھا) کہ رات دن امن سے پڑا پھرا کرو ﴿۱۸﴾ پھر وہ کہنے لگے کہ اے ہمارے رب ہماری منزلوں کو دور دور کر دے اور انہوں نے اپنی جانوں پر ستم کیا پھر تو ہم نے ان کو افسانہ ہی بنا دیا اور ان کو تباہ و (پریشان) کر دیا البتہ اس میں ہر ایک صبر شکر کرنے والے کے لیے عبرت ■ ہے ﴿۱۹﴾ اور البتہ شیطان نے ان پر اپنا گمان سچ کر دکھایا سوائے ایمان داروں کے ایک فریق کے سب اس کے تابع ہو گئے ﴿۲۰﴾ حالانکہ اس کا ان پر کچھ زور بھی نہ تھا مگر یہی کہ ہم کو معلوم کرنا تھا کہ کون آخرت پر ایمان لاتا ہے اور کون اس سے شک میں پڑا ہوا ہے اور آپ کا رب ہر شے کا نگہبان ہے ﴿۲۱﴾

ترکیب:......اٰیۃ اسم کان وجنتٰن بدل منها او خبر مبتداء محذوف و قرء بالنصب علی المدح۔ والمراد جماعتان من البساتين بلدة أى هذه بلدة ورب أى ربكم غفور وقد يقرء بلدة وربا بالالف شاذا على انه مفعول اشكروا۔ العرم جمع عرمة وهو ما يمسك الماء من بناء وغيره أى قوت حاجة (بند) خمط فى الصراح خمط نوعی ازاراک که میوه دارد۔ والتقدير اكل اكل خمط فحذف المضاف أى الاكل الثانى لان الخمط شجر والاكل ثمرة وقيم المضاف اليه مقامه أى خمط فى كونه بدلا من الاكل الاول او عطف بيان للكل الاول ويقرء بالاضافة وهو ظاهر۔ بعد وبعد على السوال و يقرء بعد على لفظ الماضى۔ ممزق مصدر او مكان صدق بالتخفيف والتشديد۔ ابليس فاعله و ظنه مفعول من بمعنى الذى فينتصب بنعلم ويجوز ان يكون استفهاما فى موضع رفع على الابتداء منها اما للتبيين أى الشك منها واما للحال من شك۔

تفسیر:......شکر کرنے والے بندوں کے ذکر کے بعد ناشکری کرنے والوں اور ان کی مصیبت کا ذکر کرتا ہے اس لیے سبا کا ذکر کرتا ہے۔

■:......مزق جامہ پارہ کردن مزقناہم کل ممزق محاورہ ہے کہ ہم نے تباہ و پریشان کرنے والوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ حقانی

قصۂ سبا:...... فقال: لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ ... الخ ان آیات کی تفسیر ایک تاریخی واقعہ کے متعلق ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔
یمن کے ملک میں جو عرب کا جنوبی حصہ سمندر سے ملا ہوا ہے قحطان بن عامر بادشاہ ہوا اس کے بعد اس کا بیٹا یعرب ہوا اس کے بعد اس کا بیٹا یشجب ہوا۔ ابن سعید مغربی کہتے ہیں اسی کو ''سبا'' کہتے ہیں اور مؤرخین کے نزدیک سبا اس کے بیٹے کا نام ہے۔ اسی کے نام سے اس کی اولاد نامزد ہوگئی اس تمام خاندان یا قبیلے کو سبا کہتے ہیں۔ یہ لوگ متعدد مقامات میں بستے تھے ان کی بستیوں کو ''سد مارب'' کہتے ہیں، شہر صنعا سے تین دن کے فاصلے پر۔
احمد و عبد بن حمید و طبرانی و حاکم و ابن مردویہ وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ کسی نے پوچھا سبا ملک ہے یا کسی عورت کا نام ہے؟ فرمایا نہ ملک کا نام ہے نہ عورت کا بلکہ وہ ایک مرد تھا جس کے دس بیٹے تھے چھ تو ان میں سے ملک یمن میں رہے اور چار شام میں جا رہے۔ یمن میں جو بسے ان کے نام یہ ہیں: (۱) ازد۔ (۲) اشعر۔ (۳) حمیر۔ (۴) کندہ۔ (۵) مذحج۔ (۶) انمار۔
اور شام والوں کے نام یہ ہیں: (۱) لخم (۲) جذام۔ (۳) غسان۔ (۴) عاملہ۔ ہر ایک کی اولاد اسی کے نام سے مشہور ہے اور ان کے قبیلوں کے بھی نام ہوگئے۔
بخاری اور مسلم میں بھی اسی طرح آیا ہے۔ حمیر کے خاندان میں ملک یمن کی سلطنت رہی۔ شداد بن الملطاط بن سبا بھی اسی ملک کا بادشاہ ہوا جو بڑا جبار تھا اس کے بعد اس کا بھائی لومان بن عاد ہوا (بعض نے اس کو وہی لقمان کہا ہے جس کا سورۂ لقمان میں ذکر ہے) اس کے بعد اس کا دوسرا بھائی ذوسد تخت نشین ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا حارث الرائش بادشاہ ہوا یہی تبع اول ہے اس کے بعد اس کا بیٹا صعب ہوا یہی ذوالقرنین ہے اس کے بعد اس کا بیٹا افریقس بادشاہ ہوا اس کے بعد اس کا بھائی ذوالجار اس کے بعد اس کا بھائی شرحبیل اس کے بعد اس کا بیٹا الہدہاد ہوا اس کے بعد اس کی بیٹی بلقیس بادشاہ ہوئی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئی تھی (ابوالفداء)
سبا کی اولاد میں سے جو یہ گذرے ہیں ان میں بعض خدا پرست اور نیک بھی تھے جیسا کہ تبع اور ذوالقرنین اور بعض بت پرست۔
اور بعض کی سلطنت عرب سے تجاوز کر کے مصر اور شام اور ایران اور ہند تک پھیلی تھی۔

قوم سبا کی عمارتیں اور پانی کے بند:...... ان شاہان تبع کی یادگار عمارت غمدان وغیرہ اب باقی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ بند ہے جس کی مفصل کیفیت مسلمانوں کی کتب جغرافیہ میں دیکھو۔ (۱) کتاب المسالک والممالک (۲) کتاب البلدان (۳) احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم اور (۴) مسالک الممالک وغیرہ کو دیکھو۔
اسی بند کی مجمل کیفیت یہ ہے کہ انہیں سلاطین میں سے کسی نے (کہ جس کو بعض بلقیس کہتے ہیں بعض ذوالقرنین) برسات کا پانی روکنے کے لیے ایک مستحکم بند ❶ تیار کیا تمام برساتی نالوں کا پانی یہاں سال بھر جمع رہتا تھا پھر اس میں سے چھوٹی چھوٹی نہریں نکالیں جن سے ملک میں کھیتیاں اور باغ سیراب ہوتے تھے اور سیدھے راستوں کے دو طرفہ باغ تھے اور پاس پاس بستیاں تھیں اور یہ آبادی اور شادابی منزلوں تک تھی۔ سفر بھی ان بستیوں کی وجہ سے بڑے آرام سے ہوتا تھا اور امن عام بھی تھا۔ اس نعمت کو لوگوں نے ایک معمولی بات سمجھنا شروع کیا اور بدکاری اور کفر بکنے میں دلیر ہوئے۔ خدا تعالیٰ کے انتقام کا وقت آ گیا۔ ایک بار اس بند سے پانی ٹوٹا اور تمام آبادیوں اور باغوں اور کھیتوں کو غرق کر دیا سب باغ برباد ہو گئے اور یہ حادثہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کے زمانہ میں

---

❶ ...... جس کا نام عرم ہے جو اب تک بے مرمت موجود ہے بڑے بڑے مربع تراشے پتھروں سے بنا ہے چونے اور لوہے کی میخوں سے پتھروں کو جمایا ہے کئی میل تک طول اور تخمیناً اسی ہاتھ بلند ہے اور پندرہ بیس گز کا عرض ہے اس میں کھڑکیاں اوپر نیچے رکھی ہوئی ہیں کہ پانی کے اتار چڑھاؤ سے وہ کھولی جاتی ہیں ۱۲ منہ۔

گذرا ہے پھر بجائے باغوں کے جھاؤ کے دیگر نکمے جھاڑ جھنکاڑ درخت رہ گئے۔

قوم سبا کے دو باغات:......اب ہم آیت کی تفسیر کرتے ہیں:

لَقَدۡ كَانَ لِسَبَاٍ فِیۡ مَسۡكَنِهِمۡ اٰيَةٌ ۚ کہ قوم سبا کے لیے ان کے مسکن یعنی وطن یا بستیوں میں اللہ کی طرف سے ایک بڑی نشانی تھی ہو کیا؟

جَنَّتٰنِ عَنۡ يَّمِيۡنٍ وَّشِمَالٍ ۬ ؕ کہ ان کے رستوں کے دائیں اور بائیں باغوں کی دو قطاریں تھیں۔ اس لیے ان کو اجازت تھی۔

كُلُوۡا مِنۡ رِّزۡقِ رَبِّكُمۡ وَاشۡكُرُوۡا لَهٗ ؕ اپنے رب کی عطا کی ہوئی روزی کھاؤ اور اس کا شکر کرو۔

بَلۡدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوۡرٌ ﴿۱۵﴾ شہر کہ جس میں تم رہتے ہو پاک ہے نہ اس میں کوئی بیماری ہے نہ اور کوئی پسو، کھٹمل، دشمن، وبا وغیرہ کی مصیبت ہے اور رب تمہارا معاف کرنے والا ہے تمہاری خطاؤں اور قصوروں پر تم پر کوئی بلا نہیں بھیجتا ہے۔ یہ نہیں معلوم کہ اس عہد میں نبی کون تھا اور کس شریعت پر عمل تھا۔ فاعرضوا پھر انہوں شکر گذاری سے اعراض کیا۔ بجائے طاعت و نیکو کاری کے کفر و بدکاری میں مبتلا ہو گئے۔ کم بخت انسان کی عادت ہے کہ جب سختی کے بعد ان پر کوئی راحت آتی ہے تو چند روز کے بعد بھول جاتے ہیں اس عیش و آرام میں پڑ کر بدکاری کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور اس رحمت کو ایک معمولی بات اور اپنے باپ دادا کہ میراث سمجھ لیتے ہیں۔

ہندستان کے امراء اور ان کی بدکاری کو دیکھ لو، اس پر جو برباد ہو گئے ہیں اس سے عبرت نہیں بلکہ اور بھی غفلت ہے توبہ توبہ۔

جب ان کا یہ حال ہوا تو فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ سَيۡلَ الۡعَرِمِ ❶ ان پر ہم نے بند کا پانی چھوڑا اور بند کو توڑ کر سخت رَو آئی جس سے سیکڑوں ڈوب گئے اور باغ جن میں انگور اور طرح طرح کے میوے تھے برباد ہو گئے۔

وَبَدَّلۡنٰهُمۡ بِجَنَّتَيۡهِمۡ جَنَّتَيۡنِ ذَوَاتَىۡ اُكُلٍ خَمۡطٍ وَّاَثۡلٍ وَّشَىۡءٍ مِّنۡ سِدۡرٍ قَلِيۡلٍ ﴿۱۶﴾ اور ان کے دو ردّیہ باغوں کے بدلہ ہم نے ان کو اور دو ردیہ کڑوے بے مزہ اور جھاؤ اور کچھ بیریوں کے درخت دیئے۔ یعنی ایسے نکمے درخت اُگے۔ اور ان پیڑوں کو باغ تحکم اور مشاکلت کے طریق پر فرمایا۔ جیسا کہ ہمارے محاورے میں کہتے ہیں پلاؤ قورمے کی دعوت کے بدلہ جوتیوں اور لکڑیوں کی دعوت کی۔

وَّاَثۡلٍ: جھاؤ۔ بعض کہتے ہیں فراش۔

سِدۡرٍ: بیری۔ اور اس کی دو قسم ہیں۔ ایک بیری جو باغوں میں لگائی جاتی ہے اس کے بیر عمدہ چیز ہوتے ہیں۔ ایک جنگلی بیری جس کو جھڑی بوٹی یا جھڑبیری کہتے ہیں اس کے بیر کسیلے اور بے مزہ ہوتے ہیں۔ اس جگہ یہی مراد ہے اور اسی لیے سدر کے بعد قلیل کا لفظ آیا ہے۔

ذٰلِكَ جَزَيۡنٰهُمۡ بِمَا كَفَرُوۡا ؕ ہم نے یہ سزا ان کو ان کے کفر اور ناشکری کے بدلہ میں دی۔

وَهَلۡ نُجٰزِىۡۤ اِلَّا الۡـكَفُوۡرَ ﴿۱۷﴾ اور ہم کافروں کو اور ناشکروں کو ایسی سزا دیا کرتے ہیں۔

اس بات کا تجربہ ہو گیا کہ جب خدا تعالیٰ کی کسی نعمت کی ناشکری کی گئی وہ نعمت اس سے چھین لی گئی، خواہ جلدی خواہ دیر میں۔

تاریخ کھول کر دیکھ جاؤ کہ اس ناشکری اور بدکاری کے سبب دنیا میں کتنے خاندان برباد ہوئے۔ حال ہی میں شاہانِ دہلی اور ان کے عیاش امراء کو دیکھ لو کہ کیا انجام ہوا؟ جن محلوں میں رقص اور زنا کاری اور شراب خوری کی محفلیں ہوتی تھیں ان کو اکھیڑ کر بنیادوں سمیت گرا دیا گیا اور ان کی نحوست سے اور بھی برباد ہوئے نان شبینہ سے محتاج ہوئے بے رحمی سے مارے گئے۔

اس کے بعد ان کی آبادی اور سیر اور امن کی کیفیت بیان فرماتا ہے اور اس پر ان کی سرکشی سے جو بلا نازل ہوئی اس کا بھی ذکر کرتا ہے۔

---

❶ ...... قال اسدی العرم السد و قال عطاء العرم اسم الوادی قال ابن الاعرابی السیل الذی لا یطاق و ر دی عنہ العرم من اسماء الفاء قال مجاھد العرم ماء احمر ارسلہ اللہ فی السد فھدمہ و شقہ ۱۲ منہ۔

فقال: وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بٰرَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً کہ ہم نے ان کے وطن سے لے کران بستیوں تک کہ جن میں میووں اور باغوں کی وجہ سے برکت دے رکھی ہے درمیان میں ظاہر بستیاں آباد کردی تھیں۔یعنی یہاں سے لیکر وہاں تک درمیان میں گاؤں آباد تھے جوایک گاؤں سے دوسرا گاؤں دکھائی دیتا تھا آس پاس اور کثرت آبادی کی وجہ سے۔

بَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بٰرَكْنَا فِيهَا سے مراد اکثر مفسرین شام کی بستیاں لیتے ہیں کہ یمن سے شام تک جو وہ تجارت کے لیے جاتے تھے تو رستہ میں قریب قریب گاؤں پڑتے تھے مگر عرب کا نقشہ اور جغرافیہ سامنے رکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیچ میں ریگستان کے جنگل اور خشک پہاڑ بھی منزلوں تک ہیں جہاں آبادی کے نام ونشان بھی نہیں اور نہ وہاں آبادی ہوسکتی ہے۔ہاں یہ ممکن ہے کہ اس زمانہ میں آب پاشی کی وجہ سے وہاں ایسی آبادی ہوگئی ہو۔مگر القریٰ سے شام ہی کے قری مراد لینا ایک رائے ہے ممکن ہے کہ اس سے مسقط وغیرہ کے وہ گاؤں مراد لیے جائیں جہاں کثرت سے باغات اور شادابی ہے پس مارب سے لے کر وہاں تک ایسی آبادی کا ہونا قرین قیاس ہے۔

وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ۚ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ ۝ ان کو زبانِ حال سے حکم ہوا تھا کہ ان بستیوں میں رات دن بے خوف پھرا کرو کسی راہزن وقزاق (لٹیروں) کا خطرہ نہ تھا مگر انہوں نے اس نعمت کی قدر نہ کی۔

فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ تو کہنے لگے اے رب ہمارے سفروں میں درازی کردے۔سفر کا مزہ نہیں ملتا ،سفر میں دھوپ پیاس منزلوں بیابان دشمن اور درندوں کا خوف نہ ہوتو کیا لطفِ سفر ہے؟اور طرح طرح کی بدکاری بھی شروع کی۔

فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۚ پھر ہم نے ان کو غارت کردیا کہ ان کے تذکرے،افسانے اور قصے کہانیاں ہی لوگوں کی زبان پر باقی رہ گئیں اوران کو پریشان کردیا۔

إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝ اس میں صبر کرنے والوں اور شکر کرنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں اور عبرت ہے۔

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ

کہ شیطان کو جوان کی نسبت ظن تھا کہ میں بہکاؤں گا تو میرے بہکانے میں آجائیں گے تو اس نے اپنے گمان کے مطابق پایا۔

إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ مگر ایمان داروں کی جماعت اس کے داؤ میں نہ آئی۔

وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِم مِّن سُلْطَانٍ...الخ اور شیطان کی ان پر کچھ زبردستی نہ تھی اس کو صرف امتحان کے لئے چھوڑا گیا کہ کون آخرت پر ایمان لاکر ثابت قدم رہتا ہے اور کون شک کرتا ہے۔اللہ ہر چیز کا محافظ ہے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ ۖ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ
وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ ۝۲۲ وَلَا
تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ ۚ حَتّٰى إِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمْ قَالُوا
مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۖ قَالُوا الْحَقَّ ۖ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ۝۲۳ قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ
السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ قُلِ اللَّهُ ۙ وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى أَوْ فِي ضَلٰلٍ

مُّبِيْنٍ ۝۲۴ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۲۵ قُلْ يَجْمَعُ
بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ط وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ۝۲۶ قُلْ اَرُوْنِيَ
الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ط بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲۷ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ
اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۲۸ وَيَقُوْلُوْنَ
مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۲۹ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا
تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ۝۳۰ ع

ترجمہ:......اے رسول! کہہ دو جن کا اللہ کے سواتم کو گھمنڈ ہے ان کو پکارو وہ نہ تو آسمان ہی میں ذرا بھر اختیار رکھتے ہیں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا ان میں کچھ حصہ ہے اور نہ ان میں سے خدا کا کوئی مددگار ہے ۝۲۲ اور اس کے نزدیک کسی کی سفارش کچھ فائدہ نہیں دیتی مگر اس کو کہ جس کے لیے اجازت دے یہاں تک کہ جب ان کے دل سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا وہ کہتے ہیں سچی بات فرمائی اور وہ بڑا بلند مرتبہ والا ہے ۝۲۳ پوچھو وہ کون ہے جو تم کو آسمان و زمین سے روزی دیا کرتا ہے کہہ دو اللہ۔ اور ہم یا تم ہیں (دونوں میں سے) ضرور ایک نہ ایک راہِ راست پر ہے یا صریح گمراہی میں پڑا ہوا ہے ۝۲۴ کہہ دو ہمارے گناہوں سے تم نہ پوچھے جاؤ گے اور نہ جو کچھ تم کرتے ہو ۝۲۵ اس سے ہم ہی پوچھے جائیں گے۔ کہہ دو ہم کو ہمارا رب جمع کرے گا پھر ہم میں انصاف سے فیصلہ کرے گا اور وہ فیصلہ کرنے والا خبردار ہے ۝۲۶۔ کہو جن کو تم نے ان سے ملا کر رکھا ہے (شریک بنا کر) ایسے مجھے بھی تو دکھاؤ بلکہ وہی اللہ زبردست حکمت والا ہے ۝۲۷ اور آپ کو جو ہم نے بھیجا ہے تو صرف سب لوگوں کو خوشی اور ڈر سنانے کے لیے لیکن اکثر لوگ جانتے بھی نہیں ۝۲۸ اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو ۝۲۹۔ کہہ دو تمہارے لیے ایک دن کا وعدہ ہے کہ جس سے نہ ایک ساعت تم پیچھے ہو سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو ۝۳۰۔

ترکیب:......زعمتم ای زعمتموہ الٰهة وهما مفعو لا زعم حذف الاول لطول الموصول بصلة و الثانی لقیام صفة مقامه۔ قالوا قال القول الحق۔ لمن اذن یتعلق بالشفاعة۔ فزع مالم یسم فاعله عن قلوبهم قائم مقام الفاعل۔ او ایاکم معطوف علی اسم ان و اما الخبر فیجب ان یکون مکررا ❶ کقولک ان زیدا و عمرا اقام۔

تفسیر:......شکر اور ناشکری کے نتائج بیان فرما کر عرب خصوصاً اہلِ مکہ کی ناشکری کا رد کرتا ہے۔ انسان کے لیے اس سے زیادہ اور کیا ناشکری ہے کہ وہ اپنے معبودِ حقیقی اور منعم کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرے۔ فقال:

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ کہ بت پرستوں سے کہو کہ جن کو تم اس کا شریک سمجھتے ہو ان کو پکارو دیکھیں وہ تمہاری کہاں تک مدد کر سکتے ہیں؟۔

اقسامِ شرک:......مشرکوں کے اپنے معبودوں کے کی نسبت کئی طرح کے خیالات تھے۔

❶......تقدیرہ ان زیدا قائم او ان عمرا قائم لعلی هدی الاولی هدی خبر الاول و او فی ضلل معطوف علیه خبر الثانی و خبر ان محذوف دل علیه المذکور ۱۲ ابو محمد عبد الحق۔

۱) بعض یہ سمجھتے تھے کہ آسمان اور زمین کو پیدا تو اللہ ہی نے کیا ہے مگر ان میں تصرفات کے اختیارات ہمارے معبودوں کو دے رکھیں ہیں اس لیے ہم ان کی دُہائی دیتے نذر و نیاز کرتے ہیں۔ عموماً مشرکین اسی خیالِ باطلہ میں مبتلا ہیں اس کے رد میں فرماتے ہیں:

لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ : کہ ان کا آسمانوں اور زمین میں کچھ اختیار بھی نہیں۔

۲) بعض سمجھتے تھے کہ آسمان تو خدا تعالیٰ نے خود بنائے ہیں اور زمین اور وہاں کی چیزیں کواکب کی حرکات اور طوالع کے وسیلہ سے بنائی ہیں۔ اسی کے قریب قریب حکماء یونان کا خیال ہے کہ اس نے عقلِ اول کو بنایا پھر اسی کے وسیلہ سے اور چیزیں بنائیں۔ اس کے رد میں فرماتے ہیں: وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ: وان کا ان میں کچھ بھی حصہ نہیں۔

۳) بعض یہ خیال کرتے ہیں کہ ملائکہ اور علویات اور ارواحِ عالیہ خدا تعالیٰ کے پیدا کرنے اور روزی دینے اور مارنے وغیرہ حوادث میں مددگار ہیں، ان کی اعانت کی اس کو حاجت پڑتی ہے اس لیے ان چیزوں کے نام سے تانبے اور پیتل اور پتھر اور دیگر فلزات کے بت بنا رکھے تھے اور ان کی پرستش اور نذر و نیاز کے دستورات بھی قائم کر رکھے تھے۔ ان کے رد میں فرماتے ہیں:

وَمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ۝ کہ اس کو کسی کی مدد کی حاجت نہیں نہ کوئی اس کا مددگار ہے سب کچھ آپ ہی کرتا ہے۔

۴) بعض یہ سمجھتے تھے کہ یہ لوگ بلند مرتبہ ہیں، خدا تعالیٰ سے کہہ کر ہماری حاجات کو روا کروا دیتے ہیں اس لیے ان کی نذر و نیاز اور پکارنا ضروری ہے اس کے رد میں (اللہ تبارک و تعالیٰ) فرماتے ہیں: وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۚ کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش بھی نہیں کر سکتا۔ نبی ﷺ کو قیامت کے دن شفاعتِ کبریٰ کی اجازت ہو چکی اور وہاں پھر بھی ہوگی۔

فرماتے ہیں کہ جن ملائکہ اور روحانیات کو تم اس کے گھر کا مختار سمجھتے ہو ان کی خود خوف کے مارے یہ حالت ہے کہ وہ جب کوئی حکم صادر ہوتا ہے تو گھبرا جاتے ہیں اذن کے منتظر رہتے ہیں۔ جب وہ گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتا ہے کہ کیا حکم صادر ہوا۔ ان میں سے بعض بتلاتے ہیں کہ حق بات کا حکم ہوا یعنی فلاں حکم۔

بخاری، ابوداؤد، ترمذی اور ابنِ ماجہ رحمۃ اللہ علیہم نے روایت کیا ہے کہ جب آسمانوں پر کوئی حکم صادر ہوتا ہے تو ڈر کے مارے فرشتے پر جھاڑنے لگتے ہیں جب گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو پوچھتے ہیں کیا ہوا؟ فرشتے کہتے ہیں کہ حق۔ اکثر مفسرین اس بات کو ملاءِ اعلیٰ اور ملائکہ کے بارے میں کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں شافع و مشفوع کے بارے میں ہے قیامت کے روز۔

رزق تو اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ: یہاں سے یہ بات سب مشرکوں کو بتاتا ہے کسی کی عبادت اور نذر و نیاز کا کم تر فائدہ یہ ہے کہ رزق دے۔ سو یہ بھی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جس قدر روزی کے اسباب آسمان و زمین میں ہیں سب اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ بارش کا برسانا، گرمی و سردی کا بدلنا۔ حجت تمام کر کے جاہل مخاطبوں کو قائل کرنے کا طریقہ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ مخاطب کو اگر یوں کہا جائے کہ تو غلطی میں ہے تو اس کو جوش آ جائے اور حق بات کی تحقیق چھوڑ کر مقابلہ کو آمادہ ہو جائے۔ برخلاف اس کے جب اس کو یوں کہا جائے کہ ہم میں سے ایک نہ ایک ضرور غلطی پر ہے اور ہمیشہ غلطی میں پڑے رہنا اچھا نہیں، اس لیے غور کرنا چاہیے۔ ایسی بات سے امید ہے کہ وہ غور کرے اور حق پر آ جائے۔ اس کو حسنِ کلام کہتے ہیں۔ اس بات پر اللہ نے اپنے رسول کو مامور کیا کہ ان سے یوں کہو۔ باوجود یہ کہ حضرت ﷺ کو اپنے ہادی و مہتدی ہونے میں کوئی شبہ نہ تھا۔

قُلْ لَّا تُسْئَلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْئَلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۝ یہ کلام اور بھی مخاطب کو نرم کرتا ہے اس لیے جرم کو اپنی طرف منسوب کیا، اور یہ کہہ دیا کہ ہر ایک کو اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی پڑے گی پس حق کے تلاش کرنے میں اور بھی کوشش کرنی چاہیے۔

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ۝ یہ کلام اور بھی مخاطب کو حق کی طلب پر آمادہ کرتا ہے۔ صرف غلطی سے بچنا ہی مقصود نہیں جو ایک عمدہ بات ہے بلکہ قیامت کے دن خدا کے سامنے فیصلہ بھی ہونا ہے۔

مستحق عبادت کون؟

قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ ... الخ پھر اصل مدعا کی طرف متوجہ کرتا ہے غیر اللہ کو یا دفع ضرر کے لیے پوجتے ہیں، سو اس کا رد پہلے کر دیا تھا بقولہ قل ادعوا الذین کہ کوئی ضرر دور نہیں کر سکتا، یا امید نفع کے لیے سو اس کا ابطال بھی کر دیا قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ: کہ کوئی نافع نہیں۔ اور بعض لوگ محض مستحقِ عبادت ہونے کی وجہ سے پوجتے ہیں۔ سو ان کا رد اس جگہ کرتا ہے کہ مجھے دکھاؤ وہ کون مستحقِ عبادت ہے؟

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ ... الخ توحید کا مسئلہ تمام کر کے یہاں سے مسئلہ رسالت شروع کرتا ہے۔ آپ کو ہم نے برائی بھلائی بتلانے کو بھیجا ہے پھر جو آپ سے الجھتا ہے نادان ہے۔

کافۃ ای ارسالۃ کافۃ عامۃ لجمیع الناس ❶ او یقال کافۃ الناس انت من الکفر و المعاصی و الھاء للمبالغۃ۔

مسئلہ رسالت کے بعد مسئلہ حشر کا بیان کرتا ہے: وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝ کہ وہ جو اس دن کو پوچھتے اور جلدی کرتے ہیں کہہ دیجئے وہ وقت مقرر ہے ضرور آئے گا پھر جلدی کرنا بے فائدہ ہے اس کے لیے کچھ تیاری کرو۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِۨ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ۝۳۱ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ۝۳۲ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝۳۳ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ

❶ ...... بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے کہ مجھ کو پانچ چیزیں دی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں من جملہ ان کے ایک یہ ہے کہ میں تمام خلق کا نبی کیا گیا ہوں اور پہلے نبی ایک قوم کے ہوتے تھے۔ ۱۲ منہ۔

مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوْا نَحْنُ

اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ ع

ترجمہ:……اور کافروں نے کہہ دیا کہ ہم ہرگز نہ اس قرآن پر ایمان لائیں گے اور نہ اس پر جو اس سے پہلے تھا اور آپ دیکھیں کہ جب کہ ظالم اپنے رب کے پاس کھڑے کیے جائیں گے ایک دوسرے کی بات کا جواب دے رہا ہوگا کمزور سرکشوں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ایماندار ہوجاتے ﴿۳۱﴾ متکبر (جواب میں) کمزوروں سے کہیں گے کیا جب کہ تمہارے پاس ہدایت آئی اس کے بعد ہم نے تم کو اس سے روکا تھا؟ بلکہ تم خود ہی مجرم تھے ﴿۳۲﴾ اور کمزور متکبروں سے کہیں گے بلکہ تمہاری شب وروز کی تدابیر نے باز رکھا جب کہ تم ہم کو اللہ کا انکار کرنے اور اس کے لیے شریک بنانے کا حکم دیا کرتے تھے اور دل میں یہ بڑے پشیمان ہوں گے جب یہ عذاب کو سامنے دیکھیں گے اور منکروں کی گردنوں میں ہم طوق ڈال دیں گے جو کچھ وہ کیا کرتے تھے ﴿۳۳﴾ اسی کا تو بدلہ پا رہے ہیں۔ اور ہم نے جس بستی میں کوئی ڈرسنانے والا ایسا بھیجا تو وہاں کے دولتمندوں نے یہی کہا کہ تم جو لیکر آئے ہو ہم تو اس کو مانتے ہی نہیں ﴿۳۴﴾ اور یہ بھی کہا کہ ہم تم سے مال واولاد میں بڑھ کر ہیں اور ہم کو آخرت میں بھی عذاب نہیں ہوگا ﴿۳۵﴾ کہہ دو میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے (اور جس کے لیے چاہتا ہے) اندازے سے دیتا ہے لیکن اکثر آدمی جانتے نہیں ﴿۳۶﴾۔

تفسیر:……وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا… الخ یہاں سے یہ بات بتلاتا ہے کہ تیاری اور زاد آخرت حاصل کرنا تو درکنار وہ اس کی جگہ کفر بکتے ہیں کہ قرآن تو کیا ہم اس سے پہلی کتاب کو بھی نہیں مانتے۔ یہ مشرکین مکہ کا قول تھا جہالت اور جوش میں آکر کہتے تھے۔

وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ… الخ سے حشر کے دن پیش آنے والی مصیبت کا بیان کرنا ہے

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ سے آنحضرت ﷺ کو تسلی دینا ہے کہ یہ انکار کوئی نئی بات نہیں ہر نبی سے پیٹ بھرے ایسا ہی کرتے آئے ہیں، جو اپنے حق پر ہونے کی دلیل دنیاوی جاہ وحشم بیان کرتے ہیں، کہہ دو یہ قبولیت کی دلیل نہیں۔ یہ کم زیادہ مصلحت سے ہر ایک کو ملتا ہے۔

وَمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ

صَالِحًا ۫ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اِنَّ

رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ

فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ

اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ

كَانُوۡا يَعۡبُدُوۡنَ الۡجِنَّ‌ۚ اَكۡثَرُهُمۡ بِهِمۡ مُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۴۱﴾ فَالۡيَوۡمَ لَا يَمۡلِكُ بَعۡضُكُمۡ
لِبَعۡضٍ نَّفۡعًا وَّلَا ضَرًّا‌ؕ وَنَقُوۡلُ لِلَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا ذُوۡقُوۡا عَذَابَ النَّارِ الَّتِىۡ
كُنۡتُمۡ بِهَا تُكَذِّبُوۡنَ ﴿۴۲﴾ وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوۡا مَا هٰذَاۤ اِلَّا
رَجُلٌ يُّرِيۡدُ اَنۡ يَّصُدَّكُمۡ عَمَّا كَانَ يَعۡبُدُ اٰبَآؤُكُمۡ‌ۚ وَقَالُوۡا مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفۡكٌ
مُّفۡتَرًى‌ؕ وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِلۡحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمۡ ۙ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ
مُّبِيۡنٌ ﴿۴۳﴾ وَمَاۤ اٰتَيۡنٰهُمۡ مِّنۡ كُتُبٍ يَّدۡرُسُوۡنَهَا وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡهِمۡ قَبۡلَكَ
مِنۡ نَّذِيۡرٍؕ ﴿۴۴﴾ وَكَذَّبَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ۙ وَمَا بَلَغُوۡا مِعۡشَارَ مَاۤ اٰتَيۡنٰهُمۡ
فَكَذَّبُوۡا رُسُلِىۡ‌ قف فَكَيۡفَ كَانَ نَكِيۡرِ ﴿۴۵﴾ ع ۱۱

ترجمہ......:اور تمہارے مال واولاد ایسے نہیں جو ہمارے نزدیک تمہارے لیے تقرب کا درجہ بڑھا دیں مگر وہ جو ایمان لایا اور اس نے نیک کام بھی کیے سو انہیں کو ان کے عمل کا دو چند بدلہ ہے اور وہی بہشت کے دریچوں میں آرام سے بیٹھے ہوں گے ﴿۳۷﴾ اور وہ جو ہماری ان آیتوں کے رد کرنے میں کوشش کرتے پھرتے ہیں وہ عذاب میں پکڑ کر حاضر کیے جائیں گے ﴿۳۸﴾ کہو میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے (اور جس کے لیے چاہتا ہے اندازے) سے دیتا ہے اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو (راہِ خدا میں اس کے بدلے وہ اور دیتا ہے اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے ﴿۳۹﴾ اور جس دن وہ سب کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے پوچھے گا کیا یہ لوگ تمہیں کو پوجا کرتے تھے؟ ﴿۴۰﴾ وہ کہیں گے تو پاک ذات ہے تو ہی ہمارا کارساز ہے نہ وہ لوگ بلکہ وہ جنوں کو پوجا کرتے تھے ان میں سے اکثر انہیں پر ایمان لائے ہیں ﴿۴۱﴾ پھر آج تم سے کوئی کسی کے نفع نقصان کا مالک نہیں ہے اور ہم ظالموں سے کہیں گے تم اس آگ کا عذاب چکھو کہ جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے ﴿۴۲﴾ اور جب ان کو ہماری کھلی ہوئی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں یہ ہے کیا مگر ایک ایسا شخص کہ جو تم کو اس کی عبادت سے روکنا چاہتا ہے کہ جس کو تمہارے باپ دادا پوجا کرتے تھے اور (یہ بھی) کہتے ہیں کیا ہے یہ قرآن مگر جھوٹ بنایا ہوا اور کافروں نے جب کہ حق ان کے پاس آگیا تو کہہ دیا یہ تو کچھ بھی نہیں مگر صریح جادو ﴿۴۳﴾ اور ہم نے اُن (مشرکین عرب) کو کتابیں نہیں دیں کہ جن کو پڑھتے اور نہ آپ سے پہلے ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا بھیجا تھا ﴿۴۴﴾ اور ان سے پہلے لوگ جھٹلا چکیں ہیں حالانکہ ان کو اس کا دسواں حصہ بھی نہیں دیا گیا جو ہم نے ان کو دیا تھا پھر انھوں نے ہمارے رسولوں کو جھٹلایا پھر کیسا عذاب ہوا ﴿۴۵﴾۔

تفسیر:......اور مال واولاد کہ جس پر تم کو تفاخر ہے اللہ کے نزدیک اس سے تمہارا کوئی مرتبہ بلند نہیں ہو جاتا ہے۔ ایماندار اس دنیا میں مسافر ہے اس کا گھر اور پرے ہے اس کا عیش و آرام اور اس کی زینت و تجمل کی ہمیشہ رہنے والی چیزیں وہیں ہیں۔ اس کی طرف اس جملہ میں اشارہ فرماتے ہیں اِلَّا مَنۡ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا...... الخ اور وہ اس غرور میں آکر یَسۡعَوۡنَ فِیۡۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيۡنَ ہماری آیات کے ابطال کی کوشش کرتے ہیں وہ وہاں عذابِ دائمی میں گرفتار رہیں گے یہ مال واولاد کچھ کام نہ آئے گا۔

رزق کی تنگی وفراخی اللہ تبارک تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے

اور یہ بھی خیال نہ کرو کہ کفر کرنے سے دنیا ملتی ہے اور نیکوں کو یہاں کچھ ملتا ہی نہیں بلکہ کہہ دیجئے:

اِنَّ رَبِّیۡ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ وَیَقۡدِرُ لَہٗ...الخ میرا رب جس کو چاہتا ہے دنیا میں روزی رزق زیادہ دیتا ہے جس کو چاہے کم۔ اس میں کافروں کی کوئی خصوصیت نہیں۔ بہت سے ایمان داروں کو دنیا میں وہ کچھ دیا ہے جس کا حساب نہیں، داؤد وسلیمان علیہما السلام کو دیکھو۔ اور برخلاف تمہارے ایمان دار جو اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں وہ اس کے بدلہ انہیں دنیا میں اور زیادہ دیتا ہے۔

صحیح بخاری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے ابن آدم! خرچ کر کہ تجھ پر خرچ کیا جائے گا۔ یعنی دے تجھے اور ملے گا۔ اور صحیح بخاری میں یہ بھی آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر صبح کو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ایک کہتا ہے یا اللہ دینے والے کو دے دوسرا کہتا ہے یا اللہ ہاتھ روکنے والے کو برباد کر۔ (اس بات کا بارہا تجربہ راقم الحروف نے بھی کیا ہے کہ جب تنگ دستی آئی اور اللہ کی راہ میں کچھ دیا گیا خدا تعالیٰ نے اس کو دفع کر دیا۔ یہ میرا مجرب عمل ہے جو چاہے تجربہ کر کے دیکھے)۔

مشرکین عرب کی ہٹ دھرمی اور حماقت کا اظہار

وَیَوۡمَ یَحۡشُرُہُمۡ جَمِیۡعًا سے لے کر کُنۡتُمۡ بِہَا تُکَذِّبُوۡنَ۝ تک حشر کی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ جو لوگ دنیا میں ملائکہ کو شفاعت کی غرض سے پوجتے ہیں وہ وہاں صاف انکار کر جائیں گے اور کہیں گے ہم کو نہیں بلکہ جنوں یا ارواحِ جنیہ کو پوجتے تھے اور انہیں پر اکثر ایمان تھا وَاِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ... الخ یہاں سے مشرکین عرب کی ہٹ دھرمی اور حماقت کا اظہار کرتا ہے کہ جب ان کو آیاتِ بینات سنائی جاتی ہیں کہ جن میں ذرا سا غور کرنے سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ برحق باتیں ہیں تو اس کے جواب میں نہ کوئی عقلی دلیل پیش کرتے ہیں بلکہ جاہلانہ طور سے یہ کہتے ہیں کہ یہ رسول ہم کو باپ دادا کے طریقے سے روکنا چاہتا ہے اور یہ جھوٹا ہے۔ اور یہ قرآن اور اس نبی کے معجزات صریح سحر ہیں۔ اور نہ کوئی دلیل نقلی ان کے پاس ہے۔ کس لیے کہ نہ ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے اور نہ کوئی رسول آیا ہے۔ اور نقلی دلیل کتاب اللہ یا رسول کے قول پر مبنی ہوا کرتا ہے ایسے معاملات میں۔

وَکَذَّبَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۝ یہ ان کا انکار کوئی نئی بات نہیں ہے ان سے پہلے بھی نبی جھٹلائے جا چکے ہیں حالانکہ ان کو اس قدر ثروت وعمر ملی تھی کہ اس کا دسواں حصہ بھی ان کو نہیں ملا۔ پھر ان پر رسولوں کے جھٹلانے سے کیا بلا آئی، پھر یہ تو کیا چیزیں ہیں؟

یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ ان مشرکین عرب کو قرآن و معجزات ایسے دلائل دیے گئے ہیں جو اگلوں کا اس کو دسواں حصہ بھی نہیں ملا تھا پھر انکار سے ان پر بلا آئی ان پر تو بدرجہ اولیٰ آئے گی۔

قُلۡ اِنَّمَاۤ اَعِظُکُمۡ بِوَاحِدَۃٍ ۚ اَنۡ تَقُوۡمُوۡا لِلّٰہِ مَثۡنٰی وَفُرَادٰی ثُمَّ تَتَفَکَّرُوۡا ۟
مَا بِصَاحِبِکُمۡ مِّنۡ جِنَّۃٍ ؕ اِنۡ ہُوَ اِلَّا نَذِیۡرٌ لَّکُمۡ بَیۡنَ یَدَیۡ عَذَابٍ شَدِیۡدٍ ۝۴۶
قُلۡ مَا سَاَلۡتُکُمۡ مِّنۡ اَجۡرٍ فَہُوَ لَکُمۡ ؕ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ ۚ وَہُوَ عَلٰی کُلِّ
شَیۡءٍ شَہِیۡدٌ ۝۴۷ قُلۡ اِنَّ رَبِّیۡ یَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ ۚ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ ۝۴۸ قُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ

وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ۝۴۹ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ ۚ
وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ۝۵۰ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا
فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝۵۱ۙ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ
مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۝۵۲ښ وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ
مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۝۵۳ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ ٭ مِّنْ
قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ۝۵۴ۧ ع ۱۲

ترجمہ:...... کہو میں تم کو ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم خدا کے لیے دو دو ایک ایک کھڑے ہو کر فکر تو کرو کہ تمہارے اس دوست کو کچھ جنون تو نہیں یہ تو تم کو صرف ایک آفت کے آنے سے پہلے متنبہ کرنے والا ہے ۝۴۶ کہو اس پر جو کچھ میں نے تم سے اجرت مانگ لی ہو تو وہ تمہارے ہی پاس ہے میری مزدوری تو اللہ پر ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے ۝۴۷ کہو میرا رب تو سچ کو ظاہر کر رہا ہے (اور) اور وہ غیب کی باتیں خوب جانتا ہے ۝۴۸ کہو حق ظاہر ہو گیا اور جھوٹے دین سے نہ تو اول ہی سے کچھ کشود کار ہوا ہے نہ آئندہ ہوگا ۝۴۹ کہو اگر میں گمراہ ہو گیا تو محض اپنے نقصان کے لیے اور اگر میں راہِ راست پر ہوں تو اس سبب سے کہ میرا رب میری طرف وحی بھیجتا ہے بے شک وہ سننے والا نزدیک ہے ۝۵۰ اور کاش آپ اس وقت دیکھیں کہ جب وہ گھبرائے گھبرائے پھریں گے اور بھاگ کر نہ جا سکیں گے اور پاس ہی سے پکڑے آئیں گے ۝۵۱ اور کہیں گے ہم اس پر ایمان لائے اس دور دراز سے ایمان کو کہاں حاصل کر سکیں گے ۝۵۲ حالانکہ پہلے سے تو اس کا انکار کرتے رہے اور دور سے غیب کے گولے پھینکتے رہے ۝۵۳ اور ان میں اور ان کی خواہش میں آڑ کر دی جائے گی جیسا کہ پہلے ان کے ہم جنسوں کے ساتھ کیا گیا کیوں کہ وہ بھی بڑے قوی شک میں پڑے ہوئے تھے ۝۵۴۔

تفسیر:...... دلائل قائم کر کے ہٹ دھرم مخاطبوں کو آب اور طریقہ سے ہدایت کی طرف بلایا جاتا ہے فقال:

کفار مکہ کو وعظ و نصیحت: ...... قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ کہ میں تم کو ایک ہی بات کہتا ہوں نصیحت اور خیر خواہی کے طور پر۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ آپ ﷺ ان کو صرف ایک ہی حکم پر مامور کرتے تھے توحید وغیرہ پھر باقی احکام اس کی قرار دیے جائیں جیسا کہ تفسیر کبیر میں ہے بلکہ یہ ایک محاورہ کی بات ہے جیسا کہ کہا کرتے ہیں "لو اب تم ایک کام کرو"۔

اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ: کہا ایک ایک تنہا ہو کر اور اور باہم مل کر خدا کے لیے یہ تو سوچو کہ تمہارے صاحب کو یعنی مجھ کو کچھ جنون تو ہے نہیں۔ یہ رسالت کے اثبات میں کلام ہے کہ خوب غور کرو کہ میں دیوانہ نہیں ہوں۔ جب دیوانہ نہیں تو کون عاقل ایسی جھوٹی بات کا مدعی بن سکتا ہے کہ جس کے سبب دنیا کا کوئی فائدہ نہ ہو بلکہ سینکڑوں مصائب کا سامنا ہو۔ پس یہی ہے کہ

نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۝ تم کو ایک سخت عذاب آنے والے سے خبردار کرنے والا ہوں۔

٭...... اشیاع جمع شیع وھی جمع شیعۃ فالاشیاع جمع شیعۃ الرجل اتباعہ وانصارہ مریب من الریب أی الشک فھو کعب عجیب وشعر شاعر ۱۲ منہ

انسان کی دو حالت ہیں ایک تنہا فکر کرنا دوسرے چند اشخاص کا باہم مجتمع ہو کر فکر کرنا۔ اس لیے ان دونوں باتوں کا ذکر کیا۔
اَنۡ تَقُوۡمُوۡا: سے مراد یہ نہیں کہ کھڑے ہو کر فکر کرو بلکہ یہ کہ آمادہ ہو جاؤ۔ یہ بھی ایک محاورہ کی بات ہے۔

نبی وعظ و نصیحت پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا:......قُلۡ مَا سَاَلۡتُکُمۡ مِّنۡ اَجۡرٍ: جب تم کو غور کرنے سے یہ معلوم ہوگا کہ میں دیوانہ نہیں ہوں اور یہ بھی ہے کہ میں تم سے کچھ مانگتا نہیں، کہ میرا وعظ و پند (نصیحت) کسی طمع دنیاوی پر محمول کیا جائے بلکہ میری اجرت اللہ کے ذمہ ہے جو ہر بات کو دیکھ رہا ہے پھر ایسے شخص کو جھوٹا کہنا اور اس سے نفرت کرنا کیسی بے عقلی کی بات ہے۔
حقیقت میں جب کوئی واعظ دردمندی سے وعظ کرتا ہے اور دنیاوی طمع بھی نہیں کرتا اس کا وعظ ضرور اثر کرتا ہے۔
قُلۡ اِنَّ رَبِّیۡ یَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ: اب اگر کوئی کہے کہ محمد ﷺ! کو اس خیرخواہی اور دردمندی سے کیا غرض؟ اس کا جواب دیتا ہے کہ میں مامور الٰہی ہوں عالم بالا اور حق سبحانہ کا یہی منشاء ہے کہ حق بات کو ظاہر کرے اندھوں کی آنکھیں کھولے بیماروں کو شفاء دے وہ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ ﴿۴۸﴾ ہے، جس قدر پیش آنے والی باتوں کی خبر دی ہے بجا ہے۔ انبیاء سابقین علیہم السلام بھی خبریں دیتے چلے آئیں ہیں کہ اخیر زمانہ تاریک ہو جائے گا اللہ ایک نبی کو برپا کرے گا وہ عالم کو منور کرے گا اب پھر وہی زمانہ آ گیا ہے۔ ان سے کہہ دے:
جَآءَ الۡحَقُّ: حق ظاہر ہو گیا ہے۔
وَمَا یُبۡدِئُ الۡبَاطِلُ وَمَا یُعِیۡدُ ﴿۴۹﴾: بہت دنوں دنیا میں بت پرستی ہو چکی اب نہ سرے سے شروع ہوگی نہ وہ زمانہ لوٹ کر آئے گا۔
پھر ان کو تسلی دیتا ہے کہ
اِنۡ ضَلَلۡتُ فَاِنَّمَاۤ اَضِلُّ عَلٰی نَفۡسِیۡ: اگر میں تمہارے خیال کے بموجب گمراہی پر ہوں تو تمہارا کیا حرج اس کا وبال مجھ ہی پر ہے:
وَاِنِ اہۡتَدَیۡتُ فَبِمَا یُوۡحِیۡۤ اِلَیَّ رَبِّیۡ ؕ اِنَّہٗ سَمِیۡعٌ قَرِیۡبٌ ﴿۵۰﴾ اور اگر میں راہ راست پر ہوں (اور ضرور ہوں) تو یہ وحی الٰہی کا سبب ہے وہ مجھ سے قریب ہے میری بات سنتا ہے مجھے مطلع فرماتا ہے۔
مسئلہ رسالت کے بعد پھر حشر کا مسئلہ بیان فرماتے ہیں کہ بوقت مرگ یا قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا جبکہ ہو گھبرائیں گے۔
فَلَا فَوۡتَ: پھر کہاں جا سکتے ہیں۔
وَاُخِذُوۡا مِنۡ مَّکَانٍ قَرِیۡبٍ ﴿۵۱﴾ اور دور نہیں جا سکیں گے وہیں سے پکڑیں جائیں گے اور کہیں گے: اٰمَنَّا بِہٖ: ہم ایمان لائے۔
وَاَنّٰی لَہُمُ التَّنَاوُشُ: اور اس بات کو کہاں حاصل کر سکیں گے۔ التناوش من النوش الذی ھو التناول۔
مِنۡ مَّکَانٍۭ بَعِیۡدٍ ﴿۵۲﴾: ایمان لانے کی جگہ جو دنیا میں تھی بہت دور رہ گئی اس دور دراز جگہ میں یہ مراد کہاں ملتی ہے۔
دنیا میں کفر اختیار کر چکے اور یہ عالم وہاں سے بہت دور تھا۔ یہاں کی بابت غیب کی باتیں بے تکی کیا کرتے تھے اب یہ مراد حاصل نہیں ہو سکتی جیسا کہ ان کے پہلوں کو حاصل نہ ہوگی اور نہ ہوئی۔ دنیا میں وہ شک میں تھے۔

اٰيَاتُهَا ۴۵ (۳۵) سُوْرَةُ فَاطِرٍ مَّكِّيَّةٌ (۴۳) رُكُوْعَاتُهَا ۵

سورۂ فاطر مکی ہے، اس میں کل آیات ۴۵ اور ۵ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِى الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ①

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ②

ترجمہ......: سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے فرشتوں کا پیغامبر بنانے والا ہے جن کے دو دو تین تین چار چار بازوں ہیں مخلوق کی بناوٹ میں جو چاہے زیادہ کرسکتا ہے بے شک اللہ ہر بات پر (بڑا) قادر ہے① اللہ بندوں کے لیے جو رحمت کھولتا ہے تو کوئی اس کو بند نہیں کرسکتا اور جس کو وہ بند کرے تو اس کے بعد اس کو کوئی کھولنے والا نہیں اور وہ زبردست حکمت والا ہے②۔

ترکیب:...... فاطر السموات: الاضافة معنوية لانه بمعني الماضى فصح وقو فاطر صفة لله وكذلك جاعل الملئكة۔ قال الطيبى: ان جاعل باعتبار انه يدل على المضى يصلح كونه صفة للمعرفة وباعتبار انه يدل على الحال والاستقبال يصلح للعمل فرسلاً مفعول ثانٍ واولى بدل من رسل او نعت له ويجوز أن يكون جاعل بمعنى خالق فيكون رسلاً حالاً مقدرةً ومثنى نعت للاجنحة۔ يزيد فى الخلق: مستانف، مايفتح الله: ماشرطية فى موضع نصب ومن رحمة بيان لذلك۔

تفسیر:...... قرطبیؒ کہتے ہیں سب کے نزدیک یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔ اور امام بخاریؒ وغیرہ نے بھی ابن عباسؓ سے یہی روایت کیا ہے اور جو سورتیں الحمد کے ساتھ شروع ہوئی ہیں یہ ان کا خاتمہ ہے ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ حمد بیشتر کسی نعمت پر ہوا کرتی ہے۔

انعامات الٰہیہ کی دو قسمیں:...... اور نعماء الٰہی دو قسم پر ہیں ایک عاجلہ دوسری آجلہ یعنی بعد میں آنے والی۔ پھر ہر ایک کی دو قسمیں ہیں ایک پیدا کرنا۔ دوسرا اس کو باقی رکھنا اور وقتاً فوقتاً اس کی ضروریات کو بہم پہنچا دینا۔ اس سورت میں ہر ایک قسم کی نعمت پر حمد ہے۔

فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: میں ایجاد اور بقاء اول کی طرف اشارہ ہے کس لیے کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا جس طرح اس کے یعنی حضرت انسان کی ایجاد کے لیے ہے اگر آسمان اور زمین پہلے سے نہ ہوتے تو انسان بھی نہ ہوتا اسی طرح اس کی بقاء اور عیش و آرام کا بھی یہی

چیزیں باعث ہیں۔ فطر کے لغوی معنی ابتداء واختراع کے ہیں۔ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ: آسمانوں کا بنانے والا بغیر کسی نمونہ اور بغیر مادہ کے۔

بقاء دنیوی واخروی:...... جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا: اس سے نعمتِ بقاء کی طرف اشارہ ہے۔ بقاء دنیوی اور بقاء اخروی۔ بقاء دنیوی اس لیے کہ ملائکہ کا رسول بنانا اور ان کے ذریعے سے انبیاء علیہم السلام کے پاس وحی بھیجنا اور تمام قوانینِ انتظامی کا جاری کرنا نوع انسانی کے قیام وتحفظ کے لحاظ سے بڑی نعمت قابلِ حمد وشکر ہے اور پھر انہیں کے ذریعہ سے دارِ آخرت اور سعادت اور حیاتِ ابدی کے متعلق باتیں تلقین فرمانا بقاء اخروی کے اعتبار سے بڑی نعمت ہے۔ سب ملائکہ کو رسول نہیں بنایا گیا بلکہ بعض کو۔ ملائکہ میں سے رسول جبرئیل ومیکائیل واسرافیل وعزرائیل علیہم السلام ہیں۔

مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

فرشتوں کے بازو و پر:...... اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ: اجنحۃ جمع جناح۔ یہ ملائکہ کی صفت ہے کہ وہ بازو رکھتے ہیں[■] بعض مفسرین کہتے ہیں کہ کہ ملائکہ کبوتر یا کسی اور پرندے کی مانند نہیں جو ان کے لیے اس طرح کے پر اور بازو ہیں۔ بلکہ جناح سے مراد جہت ہے۔ پھر کوئی ذو جہتین ہے کہ ایک جہت اللہ سے نعماء حاصل کرنے کی ہے، دوسری مخلوق میں پہنچانے کی، جیسا کہ (اللہ تبارک وتعالیٰ) خود فرماتے ہیں: نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ ...عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ...فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝ اور بعض جو اور ملائکہ کے واسطے سے کار کرتے ہیں ان کے متعدد جہات ہیں یا یہ ملائکہ کی صفاتِ متعددہ کی طرف اشارہ ہے اور مدبرات امر کے لیے ضروری بات ہے۔ (واللہ اعلم)۔

ملائکہ کے رسل اور واسطہ بنانے میں وہم کیا جاسکتا ہے کہ خدا تعالیٰ بغیر ان کے کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کا دفع کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ کہ وہ ہر بات پر قادر ہے عاجز نہیں۔

ان نعمتوں کے بعد عام طور سے بتلاتا ہے کہ ہم بندوں پر نعمتوں کے دروازے کھولتے ہیں تو ان کو کوئی بند نہیں کر سکتا۔

منجملہ ان کے کتاب اور رسول کا بھیجنا ہے اور جو بند کرتے ہیں تو کوئی کھول نہیں سکتا، وہ زبردست حکمت والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ

مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝۳ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ

كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۴ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ

اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٚ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝۵ اِنَّ

[■]:...... خدائے تعالیٰ مادے اور مادیات سے بالکل پاک وصاف ہیں اور انسان مادی ہے اب درمیان میں کوئی واسطہ ضروری ہے وہ فرشتے ہیں جن کے ذریعے سے فیض و احکام پہنچتے ہیں۔ جب یہ عالم امر میں سے عالمِ خلق کے لیے وارد ہوئے تو تعمیلِ حکم کے لیے ان میں سرعت بھی ضروری ہے اس سرعت وسیر نفاذ کو بطور فائدہ بازو اور پروں سے تعبیر کیا ہے۔ کیوں کہ طیور کی سرعتِ سیر انہیں پر موقوف ہے اور تشبیہ طور سے ہے اس لیے بلحاظ مراتب سرعت کسی کے دو دو کسی کے تین تین کسی کے چار چار بازو ثابت کیے۔ حضرت جبرائیل امین کیوں کہ ان کے بادشاہ ہیں ان کے لیے چھ سو بازو ثابت کیے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ بعض ناعاقبت اندیش کا اس بات کو نہ سمجھ کر یہ اعتراض کر دینا کہ بازو اور پروں کے جانور پیغمبر علیہ السلام کے قلب تک کیوں کر پہنچ سکتے ہیں۔ پھر اس پر ہنگو باری کرنا سراسر جہالت اور سفاہت ہے جو خدا پرستوں کی شان سے بعید ہے۔ خود قرآن نے تصریح کر دی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام قرآن کو لے کر نبی علیہ السلام کے قلب تک آئے۔ حقانی

الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ

السَّعِيْرِ ؕ۶ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۷ ع

ترجمہ:......لوگو! تم اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جو تم پر ہے بھلا اللہ کے سوا کوئی اور بھی خالق ہے جو تم کو آسمان وزمین سے روزی دیتا ہے اس کے سوا کوئی بھی معبود نہیں پھر تم کہاں بہکے چلے جا رہے ہو۳ اور گروہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو آپ سے بیشتر بہت سے رسول جھٹلائے گئے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہر بات رجوع کرتی ہے (اس کے بس میں ہے)۴ لوگو! اللہ کا وعدہ برحق ہے پھر ایسا نہ ہو کہ دنیا کی زندگی تم کو دھوکہ میں ڈال دے اور ایسا نہ ہو کہ شیطان دھوکہ باز تم کو اللہ سے دھوکہ میں ڈال دے۵ بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے سو تم اس کو دشمن ہی سمجھو اپنی جماعت کو وہ اسی لیے بلاتا ہے کہ وہ جہنمی ہو جائیں۶ جن لوگوں نے انکار کیا ہے ان کے لیے سخت عذاب ہے، اور جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے۷۔

ترکیب:...... غیر اللہ یقرء بالرفع وفیہ وجہان احدھما ہو صفۃ لخالق علی الموضوع و خالق مبتدء و الخبر محذوف تقدیرہ لکم او للاشیاء و الثانی أن یکون فاعل أی ہل یخلق غیر اللہ شیئا ویقرء بالجر علی الصفۃ لفظا یرزقکم یجوز ان یکون مستانفا ویجوز ان یکون صفۃ لخالق الذین کفروا یجوز أن یکون مبتداء و ما بعدہ الخبر و أن یکون صفۃ لحزبہ او بدلا منہ وان یکون فی موضع جر صفۃ لاصحب السعیر من التبیان۔

تفسیر:......اس کے بعد خدا تعالیٰ اپنی نعماء کو یاد دلاتا ہے۔ فقال:

انعامات الٰہیہ کو یاد کیجئے!

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ: کہ لوگو! میری نعمتوں کو یاد کرو۔ پھر ان نعمتوں کی تفصیل (بیان) کرتا ہے:

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ: کہ اللہ کے سوا کوئی اور بھی پیدا کرنے والا ہے؟ اس میں نعمتِ ایجاد ابتدائی کی طرف اشارہ ہے۔

يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ: کہ تم کو آسمان زمین سے روزی دیوے؟ آسمان سے روزی دینا مینھ برسانا، زمین سے روزی دینا میوے اور غلہ پیدا کرنا اس میں نعمتِ بقا کی طرف اشارہ ہے اس استفہام کے بعد آپ ہی جواب دیتا ہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؗ: کہ اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۳: پھر کہاں بہکے چلے جاتے ہو اور اس کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرتے ہو۔ الافك (بالفتح) الصّرف پھرنا بہکنا۔ وبالکسر الکذب (جھوٹ) لانہ مصروف عن الصدق۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب:...... اصلِ اول توحید کے بعد دوسرا اصل رسالت کو ثابت کرتا ہے فقال:

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ: کہ اے نبی اگر ان لوگوں نے آپ کو جھٹلا دیا ہے تو اس سے رنج نہ کر آپ سے پہلے بھی انبیا جھٹلائے گئے۔ رسالت اللہ کی نعمت ہے اور نعمت کی ناشکری انسان کی عادت ہے۔ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۴: اور ہر بات اللہ ہی کی طرف رجوع کرتی ہے اس کا فیصلہ بھی اس کے پاس ہے پس اس سے منکروں کا برا انجام کیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا وعدہ حق اور سچ ہے:......اس کے بعد تیسری اصل کو ثابت کرتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاٚ وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۵﴾

''لوگو! اللہ کا وعدہ مرنے اور مرکر دوبارہ زندہ ہونے اور جنت و دوزخ میں جانے کا برحق ہے اور دنیا کی زندگانی پر فریفتہ ہوکر حق سے غافل نہ بنو''

انسان موت کو بالطبع مکروہ سمجھتا ہے لوگوں کو مرتے ہوئے دیکھ کر مرنا مرنا کہتا ہے مگر دنیاوی لذات و شہوات کے نشے میں اس کو اپنے مرنے کا خیال بھی نہیں آتا اس لیے آخرت سے غافل ہوکر شب و روز دنیا اور اس کے لذائذ کی طلب میں رہتا ہے۔ یہ ہے دھوکہ کھانا۔

بعض کم عقل ضعیف الذہن بدرائے ہوتے ہیں، ادنیٰ سی بات میں دھوکہ کھا جاتے ہیں۔

اور بعض اس سے ذرا بہتر ہوتے ہیں وہ دوسرے کے فریب میں ڈالنے سے فریب میں آجاتے ہیں، اس لیے. ول مرتبہ کے لحاظ سے فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا فرمایا اور دوسرے کے لحاظ سے وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۵﴾ ارشاد ہوا۔

وقرء بضم الغین ابن السکیت الغرور بالضم مایغر من متاع الدنیا وقیل مصدر غرہ للزوم۔

شیطان صریح دشمن ہے

پھر فرماتے ہیں اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ...الخ کہ شیطان تمہارا دشمن ہے تم کو فریب دیا کرتا ہے سو اس کو دشمن ہی جان کر اس کا کہا نہ مانو اور جو اس کا کہا مانتا ہے تو پھر وہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے منکر بنا دیتا ہے پھر منکروں کو سخت عذاب ہے۔ اور جو اس کے فریب میں نہیں آتے ایمان لاتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں ان کے لیے دار آخرت ہے بخشش اور بہتر بدلہ حیاتِ ابدی. و سرور دائمی۔

اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ
یَّشَآءُ ۖؗ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ﴿۸﴾
وَاللّٰهُ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ
الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ﴿۹﴾ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ
جَمِیْعًا ؕ اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِیْنَ
یَمْكُرُوْنَ السَّیِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ یَبُوْرُ ﴿۱۰﴾ وَاللّٰهُ
خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ
اُنْثٰی وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا یُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا یُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِیْ

ف:......الغرور بالفتح الغین المبالغ فی الغرور وھو الشیطان ابن السکیت وابو حاتم۔

کِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرٌ ﴿۱۱﴾

ترجمہ:..... بھلا جس کے برے کام بھلا کر دکھائے گئے ہوں پھر وہ ان کو اچھا بھی جانتا ہو (نیک کے برابر ہو سکتا ہے) پھر اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے پھر آپ ان پر افسوس کھا کھا کر ہلاک نہ ہو جائیں کیوں کہ اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں ⑧ اور اللہ ہی ہے جو ہوائیں چلاتا ہے پھر وہ بادل اٹھاتی ہیں پھر ہم اس کو مرے ہوئے شہروں کی طرف رواں کرتے ہیں پھر ہم اس سے زمین کو زندہ کرتے ہیں اس کے مرنے کے بعد اسی طرح مر کر جی اٹھنا ہے ⑨ جو کوئی عزت چاہتا ہو (تو اللہ کی طرف رجوع کرے) کیوں کی عزت تو سب اللہ ہی کے پاس ہے، کلمہ طیب (عمدہ باتیں) اسی کی طرف چڑھ کر جاتا ہے اور نیک کام اس کو بلند کرتا ہے اور وہ جو برائیوں کے لیے داؤ کرتے ہیں تو ان کو سخت عذاب ہے اور ان کا مکر بھی برباد ہو جائے گا ⑩ اور اللہ نے تم کو خاک سے بنایا پھر نطفہ سے پھر تم کو جوڑے جوڑے کر دیا اور کوئی مادہ بھی بغیر اس کی خبر کے نہ پیٹ رکھتی ہے نہ جنتی ہے اور نہ کوئی معمر عمر پاتا ہے اور نہ کسی کی عمر میں کمی کی جاتی ہے مگر سب کتاب میں لکھا ہوتا ہے البتہ یہ بات اللہ پر آسان ہے ⑪۔

ترکیب:..... افمن... هذه الجملة مستانفة لتقرير ماسبق بين ذكر التفاوت بين عاقبتي الفريقين و من في موضع رفع بالابتداء وخبره محذوف قال الزجاج تقديره كمن هداه وقيل كمن لم يزين له فلا تذهب نفسک عليهم حسرت تذهب بضم التاء و كسر الهاء يعني الاذهاب و نصب نفسک عليهم حسرت مفعول له و عليهم صلة تذهب كما يقال هلک عليه حيا و مات عليه حزناً و يجوز ان ينتصب حسرات على الحال كما روى عن سيبويه وقال المبرد انها تميز وقرء تذهب التاء والهاء من الذهاب ونفسک مرفوعًا ومعناه فلا تهلک نفسک عليهم للحسرات على غيهم يرفعه الفاعل ضمير العمل والهاء للكلم اى العمل الصالح الصالح يرفع الكلم ومكر اولٰئک مبتدأ و الخبر يبور وهو فصل او توكيد ويجوز ان يكون مبتدأ و يبور الخبر و الجملة خبر مكر۔

تفسیر:..... یہاں سے شیطان کے فریب کا ذکر کیا جاتا ہے کہ اس کے فریب دیئے ہوئے ایسے بھی ہیں کہ بری باتوں کو اچھا سمجھتے ہیں۔ بت پرستی کو نجات کا باعث جانتے ہیں پیغمبر کی عداوت کا ثواب سمجھتے ہیں۔ معاذ اللہ انسان جب ایسا تیرہ باطن ہو جاتا ہے تو اس پر تاریکی ضلالت کے بڑے گہرے پردے پڑ جاتے ہیں۔

نیک اور بد برابر نہیں:..... فرماتا ہے بھلا ایسا شخص اس کے برابر ہو سکتا ہے کہ جس کو خدا ان اندھیروں کی موجوں سے نکال کر روشنی میں لایا ہو اس کو نیک و بد میں کامل تمیز ہو؟ ہرگز دونوں برابر نہیں پس ایسی حالت میں بجز مایوسی اور کچھ نہیں۔ اس لیے فرماتے ہیں:

فَاِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ۔۔۔ الخ کہ اللہ ہی اگر چاہے تو ہدایت ہو سکتی ہے اور اگر وہ نہ چاہے تو اس گمراہی میں پڑا رہنے دے۔ اس پر آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ جب ان کی یہ حالت تو آپ ان پر افسوس و رنج نہ کھائیں۔

وقوع قیامت کا نمونہ:..... وَاللّٰہُ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ الرِّیٰحَ ... الخ یہاں سے پھر اصل مطلب یعنی اثبات حشر میں کلام شروع ہوتا ہے اور ہوائیں چلانا اور ان سے بادلوں کا اٹھانا پھر بادلوں کا بلد میت یعنی خشک شہر یا زمین کی طرف روانہ کر کے مینہ برسانا اور اس کو شاداب کر دینا اپنے عجائب قدرت ذکر فرما کر اس کو قیامت برپا کرنے کا نمونہ بتلاتا ہے چند وجوہ سے۔

اول) یہ کہ جس طرح اس مردہ زمین نے اپنے قابل حیات ہونا قبول کر لی، اس طرح اعضاء بھی قبول کریں گے۔

دوم) یہ کہ جو قادر مطلق ہوا سے ابر کو جمع کر لیتا ہے اسی طرح اعضاء انسانیہ کو بھی۔

سوم) یہ کہ اس طرح سے ہم روح کو جسم کی طرف رواں کریں گے۔ مشرکین اپنے بتوں کو اس لیے بھی پوجتے ہیں کہ عزت وحرمت حاصل ہو یعنی ہر بات میں ان کی پرستش سے کامیاب رہیں اس کے جواب میں فرماتے ہیں: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ کہ جو عزت کا طالب ہے تو عزت بھی اللہ ہی کے ہاں ہر طرح کی موجود ہے۔ پھر اس عزت کا حاصل کرنے کی ترکیب بتلاتا ہے۔

کلام طیب کا بلند ہونا:...... اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ: کہ اچھی باتیں یعنی کلمہ توحید وتہلیل امر بالمعروف ونہی عن المنکر اللہ کی طرف بلند ہو کر جاتے ہیں یعنی مقبول ہوتے ہیں اور عزت حاصل کرتے ہیں جس کی وجہ سے بندوں کو بھی عزت حاصل ہوتی ہے یعنی نیک بات سے انسان کا بول بالا ہوتا ہے۔

وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ ور نیک کام بندے کو بلند مرتبہ کرتا ہے یا یہ معنی کہ نیک کام سے کلمہ طیبہ بلند ہوتا ہے۔ کوئی نیک بات بغیر نیک کام کے قبول نہیں ہوتی۔ زبانی جمع خرچ کچھ کام نہیں آتا۔ حسن۔ مجاہد۔ سعید بن جبیر۔ قتادہ۔ ابوالعالیہ۔ ضحاک۔

وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ الخ اور جو برے کام کرتے ہیں اور بری تدبیر کرتے ہیں وہ سب تدبیریں رد ہو جاتی ہیں، ذلت دلاتی ہیں۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ...الخ یہاں سے پھر دلائل توحید شروع کرتا ہے۔ وَلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ کی ضمیر معمر کی طرف نہیں پھرتی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر انسان کی عمر کا دراز ہونا اور کسی کی عمر کا طبعی عمر سے کم ہونا سب علمِ ازلی میں ہے۔

وَمَا يَسْتَوِى الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ⑫ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ⑬ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ⑭ ع

ترجمہ:......اور دو دریا برابر نہیں کہ یہ ایک تو شیریں اس کا پانی خوشگوار ہے اور یہ ایک دوسرا کھاری کڑوا ہے۔ حالانکہ ہر ایک میں سے تم تازہ گوشت اور مچھلیاں بھی کھاتے ہو اور زیور موتی مونگا بھی نکالتے ہو کہ جس کو پہنا کرتے ہو اور (اے مخاطب) تو دریا میں پانی کو پھاڑتے ہوئے جہاز بھی چلتے دیکھتا ہے، تا کہ تم اس کی عنایت کردہ روزی تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو⑫۔ وہی رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور آفتاب اور ماہ تاب کو بس میں رکھا ہے کہ ہر ایک بندھے ہوئے وقت پر چلتا ہے اللہ تمہارا رب اس کی بادشاہی ہے اور جن کو تم اس کے سوا

پکارتے ہو وہ کھجور کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ⑬ اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہارے پکارنے کو بھی نہیں سنتے اور جو سنیں بھی تو وہ تمہیں جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے دن تو وہ تمہارے شرک کا انکار ہی کر دیں گے۔ اور اے مخاطب تجھ کو اللہ خبردار کی طرح تو اور کوئی بتائے گا ہی نہیں ⑭

ترکیب:......سائغ علی فاعل شرابہ مرفوع لا عتمادہ علی ما قبلہ لتبتغوا اللام متعلقۃ بمواخر ویجوز ان یتعلق بمادل علیہ الافعال المذکورۃ یولج جملۃ مستانفۃ ذٰلکم مبتدأ اللہ خبرہ ربکم خبر ثان لہ الملک الجملۃ خبر ثالث والذین مبتداء مایملکون خبر من قطمیر بیان لمفعول مایملکون ای لا یملکون شیئا من قطمیر۔

مؤمن و کافر کی مثال

تفسیر:......وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ: یہاں ان دونوں شخصوں کی تمثیل بیان کرتا ہے یعنی اس کی کہ جس کو شیطان نے اندھا کیا بلکہ برعکس میں کر دیا اور اس کی جو سیدھے رستہ پر چلا جاتا ہے کہ جس طرح شیریں اور کھاری دریا برابر نہیں گو دونوں میں سے تازہ گوشت مچھلیاں اور زیور پہننے کا موتی اور مونگا نکالتے ہیں اور ہر ایک میں کشتیاں بھی جاری ہیں کہ جن سے روزی حاصل ہوتی ہے تجارت کے ذریعہ سے اور شکر گذاری کا موقع بھی ہے اور نیز اس تفاوت میں قادر مختار کی قدرت کا بھی اظہار ہے۔ اسی طرح مؤمن و کافر بھی برابر نہیں گو بہت سے اوصاف میں دونوں مشترک ہیں اور دو دریاؤں کے ذکر سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ انسانی خیالات دریا کی طرح رواں ہیں پر دونوں میں فرق ہے مؤمن کا دریا جو موج زن ہے تو اس میں شیرینی ہے کافر کے دریا میں انجام کار تلخی۔

لیل و نہار کے تغیرات

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ... الخ یہاں سے اختلاف زمانہ سے اپنے قادر ہونے پر استدلال کر کے یہ فرماتے ہیں:

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ: یہ ہے اللہ تمہارا رب، اسی کے قبضہ میں زمین و آسمان رات دن چاند سورج ہیں جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

معبودان باطلہ کی حقیقت

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ⑬ اور جن کو کہ تم اس کے سوا پکارتے ہو ان کا رب اور خالق ہونا تو درکنار ان کو کچھ بھی اختیار نہیں۔ اے شیطان کے فریب میں ڈالے ہوؤ! تم ان بتوں سے کیا عزت ڈھونڈتے ہو؟ اول تو ان کو کچھ اختیار ہی نہیں۔

دوم: اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ اگر تم ان کو پکارو بھی تو وہ تمہارا پکارنا نہیں سنتے اس لئے کہ جمادات بے حس و حرکت ہیں۔

سوم: وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ اگر فرض کیا جائے کہ سنتے ہیں تو بھی کچھ فائدہ نہیں اس لئے کہ وہ جواب نہیں دے سکتے اور تمہارا کہا نہیں کر سکتے۔

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ: اور قیامت کے دن تمہارے شرک کرنے کا انکار کریں گے اور کہیں گے:

مَا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ اور ممکن ہے کہ اس جملہ میں ملائکہ اور جن اور شیاطین اور انبیاء علیہم السلام مراد ہوں کہ جن کو لوگ دنیا میں پوجتے اور پکارتے ہیں۔

وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ⑭ یہ پیش آنے والی کہ قیامت کو وہ ان کے برخلاف ہو جائیں گے غیب کی باتیں ہیں تجھ کو اللہ خبردار نے بتلائیں اور اس خبردار کے برابر کون بتلا سکتا ہے۔

فائدہ:......فرات بالضم آب خوش ۔یقال: ماء فرات ومیاہ فرات۔ سائغ: سوغ آسان بگل و فرو شدن آب وفروبردن ملح (بالکسر) نمک۔ ماء ملیح: نعت منہ ولا یقال مالح الافی لغۃ ردیۃ ماء اجاج بالضم آب شور

اجوج بالضم مصدر منہ طرو طری تازہ طراوۃ تازگی۔ قطمیر: (بالکسر) پوستک تنک دانۂ خرما یا نقطۂ سپید بر پشت دانہ کاہ خرما ازوی روید (صراح)۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۱۵ اِنْ يَّشَاْ
يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝۱۶ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝۱۷ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ
وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا
قُرْبٰى ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَمَنْ
تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝۱۸ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى
وَالْبَصِيْرُ ۝۱۹ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝۲۰ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۝۲۱ وَمَا
يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ
بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝۲۲ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ۝۲۳

ترجمہ:......لوگو! تم ہی اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی بے پرواہ سب خوبیوں والا ہے ۝۱۵ اگر چاہے تو تم کو مٹا کر اور نئی مخلوق لے آئے ۝۱۶ اور یہ اللہ پر کچھ بھی مشکل نہیں ۝۱۷ اور (قیامت کے دن) کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور اگر جس پر بارِ گناہ ہو وہ کسی کو اپنا بوجھ اٹھانے کو بلائے تو اس کا کچھ بھی بوجھ نہ بٹایا جائے گا گو وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو آپ تو صرف انہیں کو ڈر سناتے ہو جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور جو کوئی سدھرتا ہے تو اپنے ہی بھلے کو سدھرتا ہے اور اللہ ہی کے پاس پھر کر جانا ہے ۝۱۸ اور برابر نہیں ہو سکتے اندھا اور آنکھوں والا ۝۱۹ اور نہ اندھیریاں اور روشنی (برابر ہیں) ۝۲۰ اور نہ سایہ اور نہ دھوپ (برابر ہیں) ۝۲۱ اور برابر نہیں زندے اور مردے اللہ جس کو چاہتا ہے سنواتا ہے اور قبر کے مُردوں کو تو آپ سنا نہیں سکتے ۝۲۲ آپ تو صرف ایک ڈر سنانے والے ہیں۔ ۝۲۳

ترکیب:...... ان شرطیۃ یشاء شرط مفعولہ محذوف یذہبکم جواب الشرط ویات معطوف علیہ ولذاقری مجزومین وزر اخریٰ مفعول ولاتزر مثقلۃ قال الفراء ای نفس مثقلۃ بالذنوب قال وھذا یقع للمذکر والمونث الحمل بالکسر مایحمل علی الظہر ونحوہ والجمع احمال وحمول والحمل بالفتح ماکان فی البطن او علی رأس شجرۃ یقال امرأۃ حامل وحاملۃ اذا کانت حبلیٰ۔ قال الازہری: ولو وصلیۃ تتعلق بلا یحمل انما تنذر مستانفۃ ولا الحرور فضول من الحر غلب علی السموم وقیل السموم مایھب نہارا والحرور مایکون باللیل خاصۃ وقیل عکسہ ولا لتاکید نفی الاستواء وتکریرھا لمزید التاکید۔

تفسیر:......جب کہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے کفار کو ہدایت کی طرف بلانے پر اصرار ہوا اور مخالفوں کی طرف سخت انکار ہوا تو کفار کہنے لگے کہ شاید خدا کو ہماری اطاعت وعبادت کی سخت ضرورت ہے کہ جس پر مامور کرتا ہے اور ترک کرنے پر عذاب سے ڈراتا ہے

تمام انسان اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں:......اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللهِ ۚ... الخ کہ اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ جو ہے تو بے پرواہ ہے اور سب خوبیوں والا ہے، اس کو کسی کی عبات واطاعت کی کچھ پرواہ نہیں تمہارے ہی بھلے کو تم کو عبادت وطاعت کا حکم دیا جاتا جس پر تم کو اس قدر غرور اور سرکشی ہے اور تم کیا غرور کرتے ہو۔

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ اگر اللہ چاہے تو تم کو نیست ونابود کر کے نئی خلق پیدا کر دے۔

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللهِ بِعَزِيْزٍ ۝ اور یہ بات اللہ پر کچھ بھی مشکل نہیں۔ اور نبی ﷺ کو بھی تم سے کوئی غرض نہیں۔ اس لئے کہ

بروز قیامت ہر شخص اپنا بوجھ اٹھائے گا

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى قیامت کو کوئی کسی کا بارِ گناہ (گناہوں کا بوجھ) نہ اٹھائے گا، تم جو کرو گے آپ بھگتو گے اور قیامت کے دن کوئی گناہ گار اپنے بارِ گناہ کے اٹھانے کو کسی سے کہے گا تو نہ اٹھائے گا گو کہ اہلِ قرابت ہی کیوں نہ ہوں۔ نفسا نفسی کا بازار گرم ہوگا۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ کوئی اپنی برادری اور کسی فرضی معبود پر گھمنڈ نہ کرے وہاں کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ عیسائیوں کا بھی یہی عقیدہ کہ ہمارے گناہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھا لے گئے اور ہمارے عوض آپ معاذ اللہ تین دن جہنم میں رہے اس کا بھی ابطال کر دیا کہ یہ خیال غلط ہے۔ کسی کہ جرم میں کوئی کیوں پکڑا جائے؟ اور یہ آیت اس آیت کے مخالف نہیں۔

وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۝ کیوں کے اس میں جواروں کا بوجھ اٹھانا آیا ہے تو وہ بھی دراصل انہیں کا بوجھ ہے کہ انہوں نے گمراہ کر دیا تھا۔

اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ... الخ فرماتا ہے اے نبی! (علیک السلام) آپ کا وعظ وپند سنانا انہیں کو نافع اور کارآمد ہے جو غائبانہ اپنے اللہ سے ڈرتے اور نماز پڑھتے ہیں۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ مَنْ تَزَكّٰى... الخ جو کوئی اصلاح پذیر ہوتا ہے اور نیک بختی اختیار کرتا ہے تو اس کا فائدہ اسی کے لئے ہے اللہ اور اس کے نبی ﷺ کا کوئی فائدہ نہیں۔

وَاِلَى اللهِ الْمَصِيْرُ ۝ : اور اللہ ہی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

ہر شخص اپنے کیے کا بدلہ وہاں پائے گا۔ اور یہ گمراہ اپنی گمراہی پر کیا نازاں ہیں کافر ومومن برابر نہیں ہو سکتے جیسا کہ اندھا اور آنکھوں والا اور روشنی اور اندھیرا اور سایہ اور دھوپ اور مردہ اور زندہ برابر نہیں، یہ کافر ومومن کی مثالیں ہیں۔ پھر فرماتے ہیں:

اِنَّ اللهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ... الخ کہ یہ ہدایت اور گمراہی اللہ کی طرف سے ہے، اللہ جسے چاہے سنا دے یعنی ہدایت دے اور اے نبی تو مردوں کو نہیں سنا سکتا۔ یعنی کفار بمنزلہ مردوں کے ہیں۔ ان میں ہدایت کا مادہ ہی نہیں مگر اتمامِ حجت کے لئے تیرا کام ہر ایک کو متنبہ کر دینا ہے۔ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ۝۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۝ وَاِنْ

يُّكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ

وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿٢٦﴾ ع

ترجمہ......: (اے رسول) ہم نے آپ کو دین حق دے کر خوشی اور ڈر سنانے کے لیے بھیجا ہے اور کوئی فرقہ ایسا نہیں جن میں کوئی نذیر نہ آیا ہو ﴿٢٤﴾۔ اور اگر وہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو ان سے پہلے بھی جھٹلا چکے ہیں ان کے پاس بھی ان کے رسول نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آئے تھے ﴿٢٥﴾ پھر میں نے منکروں کو پکڑ لیا پھر میری ناراضگی کا انجام (دیکھا) کیسا ہوا میرا عذاب ﴿٢٦﴾۔

ترکیب:......بالحق متعلق بارسلنا ولکن أن یکون حالا متلبسا بالحق۔ وکذا بشیرا ونذیرا حالان ویمکن ان یکونا مفعولاً لاجلہ وان یکذبوک شرط وجوابہ محذوف أی فاصبر کما صبر الانبیاء فقد کذب......الخ دلیل لمز بر جمع زبور بالفتح۔ قال فی الصراح زبر بالکسر نبشۃ زبور بضم الجیم بالفتح نبشۃ وھو فعول بمعنی مفعول و کتاب داؤد علیہ السلام انتھی۔

تفسیر:......جب کہ فرمایا تھا کہ۔ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿٢٣﴾ اس کے بعد یہ بھی فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا:......اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ

کہ اے نبی! آپ اپنی طرف سے نذیر نہیں بن گئے ہیں بلکہ ہم نے آپ کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿٢٤﴾ ایسا کوئی گروہ اور کوئی قوم نہیں جس میں نذیر یعنی نبی بنا کر نہ بھیجا ہو۔

وہ قومیں اپنے انبیاء سے اسی طرح سے پیش آتی ہیں۔ جلالین میں ہے نذیر نبی ینذرھا۔

بیضاویؒ فرماتے ہیں من نبی او عالم ینذرونہ والاکتفاء بذکرہ للعلم بان النذارۃ قرینۃ البشارۃ۔

اور کئی جگہ قرآن مجید میں اسی مضمون کی آیتیں آئی ہیں: اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴿سُوْرَةُ الرَّعْدِ: ٧﴾۔۔ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا ﴿سُوْرَةُ النَّحْلِ: ٣٦﴾۔۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ١٥ ﴿سُوْرَةُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ: ١٥﴾

ہر ملک میں نبی (علیہم السلام) آئے ہیں

ان آیات میں باعث ارسال رسل پر نظر کر کے اہل حق قاطبہ اس بات کے قائل ہیں کہ بنی اسرائیل اور ملک شام کی کچھ خصوصیت نہیں۔ ہر ملک اور ہر قوم اور زمانے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے داعی موجود رہا ہے یا وہ خود نبی ہو یا اس کے جانشین اور علماء اور کتاب ہو۔ عام ہے کہ وہ اس نبی کے پیرو، اس کے مذہب کے داعی، اسی خاص طریقہ پر ہوں یا زمانے کے انقلابات سے ان میں کچھ افراط و تفریط ہو گئی ہو جس کو تحریف و تبدیل کہتے ہیں۔ ہاں جب وہ تحریف و تبدیل اس درجہ کو پہنچ گئی ہو کہ اصل منشاء نبوت کو پورا کرنے سے قاصر ہو گئی ہو تب دوسرا نبی یا کوئی مجدد بھی خدا کی طرف سے مبعوث کیا گیا ہے اور ایسا ہی انتظار کے وقت کو ''زمانہ فترت'' کہتے ہیں یعنی وحی کے بند ہو جانے کا زمانہ، کل امۃ و کل قوم کا لفظ یہ چاہتا ہے کہ ایک زمانہ میں ایک ملک میں ہر ہر قوم کا ایک جدا نبی ہو گو ایسا بھی ہوا ہو اور اسی لئے ایک قوم میں، ایک زمانہ میں کئی کئی نبی پائے گئے ہیں۔ مگر نبی اور ہاد کا لفظ خاص نبی ہی کے لئے مختص نہیں جیسا کہ بیضاویؒ نے تعمیم کر دی ہے بلکہ اس کے پیروؤں کو بھی شامل ہے۔ البتہ اس بات سے یہ ماننا پڑے گا کہ گو نبی صاحب شریعت و کتاب صدہا برسوں تک اور

● ......البینٰت: معجزات۔ زبر: صحیفے۔ جیسا کہ ادریس وابراہیم و دیگر انبیاء علیہم السلام کو چھوٹی چھوٹی کتابیں حسب ضرورت دی گئیں۔ الکتب المنیر بڑی کتاب جس میں شریعت بھی ہو جیسا کہ توریت تھی ۱۲ منہ

بہت سی قوموں اور ملکوں کے لیے ایک ہی ہو مگر ہر قوم میں اس کے پیرو اور داعی ضرور بھیجے گئے ہیں۔ اب ان کا ہم کو علم ہو یا نہ ہو۔ پس جس قدر انبیاء علیہم السلام کا قرآن واحادیث میں ذکر آ گیا ہے، ان کی تصدیق تو یقینی و تعینی طور پر واجب ہے اور باقی کو اجمالاً برحق کہنا شیوۂ اسلام ہے۔ اس میں ہند، فارس، روم، عرب، کوئی ملک کیوں نہ ہو۔ اب رہے ان ملکوں کے مشاہیر اکابر ان کی نسبت ان کے طریقے کو دیکھ کر بشرطیکہ وہ انہیں کا مروج طریقہ ہو ہم خیال ظاہر کریں گے ورنہ علم الٰہی کے سپرد کریں گے۔ ہاں ان کے طریقے میں جو مروج ہو رہا ہے اور ان کے پیرو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں اگر کچھ خرابی ہے تو ضرور کہیں گے کہ یہ طریقہ من جانب اللہ نہیں، خواہ محرف ہو جانے کے سبب سے یا اس سبب سے کہ دراصل خود تراشیدہ ہے مگر خاتم النبیین ﷺ کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا صرف آپ ﷺ نذیر اور ہر قوم کے ہادی اور داعی رہیں گے (واللہ اعلم)۔

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ... الخ اس آیت میں حضرت ﷺ کو تسلی اور منکروں کو تہدید ہے کہ پہلے لوگوں کے پاس بھی ان کے انبیاء معجزات اور صحیفے اور بڑی بڑی کتابیں لے کر آئے، لوگوں نے ان کو جھٹلایا اس سے ان پر عذاب آیا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ
وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾ وَمِنَ
النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ
عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا
الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾
لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾ وَالَّذِيْٓ
اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌ بَصِيْرٌ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ
فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ
اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۳۲﴾

ترجمہ......: اے بندے کیا تو نے اس بات کو نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس سے مختلف رنگ کے پھل پیدا کیے اور پہاڑوں میں مختلف رنگتوں کے کچھ تو سفید اور کچھ سرخ اور کالے بھجنگ ہیں ﴿۲۷﴾ اور اسی طرح آدمیوں اور زمین پر چلنے والے جانوروں اور

چوپایوں کی بھی مختلف رنگتیں ہیں۔ اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے صرف علم والے ڈرتے ہیں بے شک اللہ زبردست معاف کرنے والا ہے ﴿۲۸﴾ جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے اور نماز ادا کرتے ہیں اور ہمارے دیئے میں سے چھپا کر اور ظاہر کر کے دیتے ہیں تو وہ ایک ایسے سودے کی آس لگائے بیٹھے ہیں کہ جس میں کبھی گھاٹا ہی نہیں ﴿۲۹﴾ کیونکہ اللہ ان کو ان کا پورا پورا بدلہ دے گا اور اپنے فضل سے اور بھی بڑھ کر دے گا بے شک وہ بخشنے والا قدردان ہے ﴿۳۰﴾ اور (اے رسول ﷺ) وہ کتاب کہ جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے وہ سراسر ٹھیک ہے اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے البتہ اللہ اپنے بندوں کے حال سے خبردار ہے اور ان کو دیکھ رہا ہے ﴿۳۱﴾ پھر ہم نے اپنی کتاب کا ان کو وارث کیا کہ جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کر لیا پھر ان میں سے کچھ تو اپنے لیے برا کرنے والے ہیں (یعنی گناہگار) اور کچھ ان میں سے درمیانی حال والے ہیں اور کچھ ان میں سے اللہ کے حکم سے نیکیوں کے کرنے میں پیش قدمی کرنے والے ہیں یہی تو اللہ کا بڑا فضل ہے ﴿۳۲﴾۔

ترکیب: ......الوانها مرفوع بمختلف ـ وجدد الدال جمع جدة وهي الطريقة ويقرأ بضمها وهو جمع جديد كسرير وسرر قال الجوهري الجدة الخطة التي في ظهر الحمار تخالف لونه و الجدة الطريق والجمع جدد وجدائد ـ قال المبرد طرائق وخطوط وغرابيب سود عطف على بيض وعلى جدد كأنه قيل ومن الجبال ذو جدد مختلفة اللون ومنها غرابيب متحدة اللون ـ وغرابيب جمع غريب هو الشديد السواد الذي يشبه لونه لون الغراب والغرابيب تابع وتاكيد لسود وحق التاكيد التاخير فقيل في جوابه هو تاكيد مضمر يفسره سود كماجاء في قول النابغة ❶ المؤمن العائذات الطير يمسحها والطير عطف بيان للعائذات وهو الشاهد ـ ومن الجبال مستانفة كانه قال واخرجنا بالماء ثمرات مختلفة الالوان في الاشياء للكائنات من الجبال جدد دالة على قدرته ويمكن أن يكون معطوفا كذلك في موضع نصب اى اختلافا مثل ذلك العلماء مرفوع لكونه فاعلا ليخشى يرجون خبر ان الذين ـ ليوفيهم يتعلق بيرجون ـ

تفسیر: ......یہ ایک اور دلیل اس کی وحدانیت پر ہے فقال:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (الی قوله) وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ

مخلوقات کے رنگ ہائے مختلفہ سے وحدانیت پر دلیل

اوپر سے پانی برسنا اور اس سے مختلف رنگتوں کے پھل پیدا ہونا مخالفین کے نزدیک ایک یقینی اور ظاہر بات تھی جس کے لیے الم تر استفہام تقریری کے ساتھ کلام شروع کیا۔ ایک پانی سے جو آسمان سے نازل ہوتا ہے مختلف رنگتوں میں ہونا صریح دلیل ہے کہ یہ کسی قادر مطلق کی گلکاری ہے ورنہ طبیعت اور مادہ سب میں یکساں ہے اور علت فاعلیہ بھی ایک اختلافات کیوں ہوگیا؟ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ اختلافات زمین کی وجہ سے ہیں دیکھو کہیں نباتات پیدا نہیں ہوتے اور کہیں بکثرت پیدا ہوتے ہیں اس کا جواب دیتا ہے:

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾

کہ اچھا یہ زمین میں اختلاف کس کی وجہ سے پیدا ہوا؟ ۔ کس نے زمین کے ٹکڑوں میں مختلف تاثیریں بخشیں؟ زمین کے ایک بڑے سخت حصہ پہاڑوں کو دیکھو جو اپنی صلاحیت کی وجہ سے دوسرے کے اثر کو بمشکل قبول کرتے ہیں ۔ وہ کس کا یہ قدرت ہے کہ جس نے رنگ

---

❶......ترجمہ: قسم ہے امن دینے والے کی ۔ پناہ مانگنے والے پرندوں سے شاعر عذر کرتا ہے کہ مجھے اس اللہ کی قسم کہ جو مکہ میں کبوتروں کو پناہ دیتا ہے جو حرم میں سواروں کے پاس رہتے ہیں میں نے فلاں جرم نہیں کیا ۔ اور اس کا اخیر مصرعہ یہ ہے کہ رکبان مکہ بین الغیل والسند ۱۲۔

برنگ کی ان بلند پہاڑوں میں دھاریاں ڈالیں کہ کہیں ایک سفید دھاری چلی آتی ہے اور اس سے لے کر نیچے تک سفید پتھروں کی تہہ چنی ہے۔ جہاں تک کھودتے چلے جاؤ گے وہی سفید پتھر نکلتا چلا آئے گا۔ اور اس کے آس پاس اور رنگ کا پہاڑ ہے اسی طرح سے کہیں سرخ رنگ ہے اور کہیں نہایت سیاہ پھر یہ اختلاف کس نے کیا؟ اور جمادات اور نباتات پر کیا موقوف ہے حیوانات میں بھی یہی اختلافات ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ: حیوانات میں اشرف المخلوقات انسان کو دیکھو دو بھائی ایک ماں ایک باپ ایک ملک پھر ایک گورا ایک کالا۔

وَالدَّوَآبِّ: اور زمین پر چلنے والوں کو یعنی کیڑے مکوڑے سانپ وغیرہ کو دیکھو کہ ایک ہی قسم کے جانوروں کی کیسی مختلف رنگتیں ہیں کوئی سانپ سیاہ ہے کوئی زرد کوئی کوڑیالا۔ ایک ہی کئی رنگتیں اور کئی دھاریاں پڑی ہوئی ہیں۔ اور اسی طرح

وَالْاَنْعَامِ: چوپایوں کا حال ہے کوئی بیل سفید، کوئی سرخ، کوئی سیاہ، پھر ایک ہی میں کئی رنگتیں۔ کان سفید تو تمام سیاہ کسی کی کمر سرخ باقی سیاہ، علی ہذا القیاس[1]۔ وہ کون ہے کہ جس نے ان پر مختلف رنگوں کی کوچیاں پھیری ہیں۔ پس جو ان باتوں میں غور کرتے ہیں تو وہ خدا تعالیٰ ہی کا ید قدرت دیکھتے ہیں اور اس کی قدرت و جبروت کا خیال کر کے ڈرتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرنے والے علماء ہی ہیں

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا: کے یہ معنی ہیں جو اس کو قادر مختار جانتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور اس کا احسان مانتے ہیں کہ اس نے ہم کو انسان بنایا اور ایسا بنایا۔ چاہتا تو گدھا بنا دیتا اور انسان ہی بناتا تو لولا لنگڑا بنا دیتا، ناسمجھ پیدا کر دیتا اور وہ جو چاہے کر دے۔ پھر جو اللہ سے ڈرتے ہیں اللہ ان پر فضل کرتا ہے اس لیے کہ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ۔

وہ کون لوگ ہیں: اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ

وہ ہیں جو اللہ کی کتاب قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں اور من جملہ اعمال کے بدنی عبادات میں سب سے اصل الاصول نماز ہے اس کو دل سے ادا کرتے ہیں اور مالی عبادت بھی ادا کرتے ہیں سب مال نہیں بلکہ اس میں سے ایک حصہ اللہ کی راہ میں دیتے ہیں چھپا کر بھی اور ظاہر کر کے بھی۔ چھپا کر دینا بہتر ہے اور اگر ریاکاری کا اندیشہ نہ ہو تو ظاہر کر کے دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور ممکن ہے کہ چھپا کر دینے سے اشارہ صدقہ نافلہ کی طرف ہو اور ظاہر کر کے دینے سے مراد زکوٰۃ ہو کیونکہ یہ ظاہر کر کے دی جاتی ہے (کرخی)۔

نفع بخش تجارت: ...... یہ لوگ ایک ایسا سودا یا تجارت کر رہے ہیں کہ جس میں کبھی نقصان نہ ہوگا، کیوں کہ ایسے اعمال کی جزاء خیر کا اللہ تعالیٰ نے قطعی وعدہ کر لیا ہے کما قال تعالیٰ: لِیُوَفِّیَهُمْ اُجُوْرَهُمْ: یہ اس لیے کہ اللہ ان کو ان کے کاموں کا پورا بدلہ دے گا، بلکہ

وَیَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ: اپنے فضل و کرم سے اور بھی بڑھ کر دے گا محنت سے زیادہ اجر دے گا۔ اس لیے کہ

اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ وہ بخشنے والا ہے اور بڑا قدردان ہے، کوئی اخلاص کے ساتھ نیکی کرتا ہے اس کا نہ صرف بلکہ اس کے متعلقین کو بھی بدلہ دیتا ہے بڑی غریب پرور قدردان سرکار ہے۔ جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں کوششیں کی ہیں آج تک ان کو تو کیا ان کی ذریت کو بھی عزت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔

دونوں آیتوں میں بڑی حکمت رکھی گئی ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ میں عمل قلب کی طرف اشارہ ہے جو جمیع حسنات کا اصل الاصول ہے۔

اور اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ میں عمل زبان کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی زبان ذکر الٰہی سے تر رہتی ہے۔

---

[1] (حکماء کا قوس قزح کے اختلاف الوان بیان کرنے میں بھی ناطقہ بند ہے۔ پھر دیکھیں وہ ایک ہی پھول میں مختلف الوان کی کوئی شافی وجہ تو بیان کر دیں۔)

اور اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ: میں عبادت بدنی کی طرف اشارہ ہے جس میں تمام اعضاء اور روح بھی شریک ہے۔

اور اَنۡفَقُوۡا: میں مالی عبادت کی طرف اشارہ ہے۔ اور تمام حسنات کی دو ہی جانب ہیں، ایک اللہ کی تعظیم، دوسری خلق خدا پر احسان کرنا۔ سو ان جملوں میں دونوں آ گئیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا نازل کردہ قرآن مجید برحق ہے

اس کے بعد مسئلہ رسالت کو ثابت کرتا ہے اور رسالت کی عمدہ ترچیز کتاب اللہ ہے اس لیے (اللہ تبارک و تعالیٰ) فرماتے ہیں:

وَالَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ مِنَ الۡكِتٰبِ هُوَ الۡحَقُّ

کہ کتاب جو ہم نے تیرے پاس اے محمد ﷺ بھیجی ہے یعنی قرآن مجید وہ برحق کتاب ہے۔ پھر اس میں جو وعدے کیے گئے ہیں وہ بھی برحق ہیں اس سے اس تجارت کا نافع ہونے کا بھی وثوق دلایا گیا ہے۔ الحق کا لفظ ایک بڑی قوی دلیل کی طرف اشارہ ہے جو قرآن کے کتاب آسمانی ہونے پر قائم کی جاتی ہے کہ اس کے تمام مطالب عالیہ پر غور کر جاؤ پھر اس کی خوبی آپ پر ظاہر ہو جائے گی۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡهِ: یہ دوسری دلیل ہے کہ اگلی کتابوں کے کوئی بات برخلاف ہیں پھر امی شخص جو اگلی کتابیں نہ پڑھا ہو بغیر الہام الٰہی کے ان کے مطابق کلام کر سکتا ہے؟۔ امام رازیؒ ساتویں جلد کے صفحہ ۴۵ میں فرماتے ہیں:

جواب: عن سوال الكفار وهو انهم كانو ايقولون بان التوراة وردفيها كذا والانجيل ذكر فيه كذا وكانوا يفترون من التثليث وغيره وكانوا يقولون بان القرآن فيه خلاف ذلك فقل التوراة والانجيل لم يبق لهما وثوق بسبب تغيركم فهذا القرائن ماورد فيه ان كان فى التوراة فهو حق وباق على ما نزل وان لم يكن فيه اويكون فيه خلافه فهو ليس من التوراة فالقرآن مصدق للتوراة

خلاصہ یہ کہ موجود انجیل و تورات قابل اعتبار نہیں۔ اگر قرآن کے موافق ہے تو ٹھیک ہے اور جہاں مخالف ہے وہ غلط ہے اور محرف ہے اسی پر جمہور اہل اسلام کا اتفاق ہے۔ پس وہ جو جواب تفسیر حقانی میں ایک مخفی عیسائی یہ کہتا ہے کہ توریت و انجیل موجودہ حرفاً حرفاً برحق ہے اور اس بات کو امام رازی کی طرف منسوب کرتا ہے محض غلط اور سخت دھوکہ ہے۔

قرآن کریم کے ورثاء اور ان کے احوال

کتاب اللہ کی خوبی بیان کر کے جو لوگ نبی کے بعد اس کتاب کے وارث ہوئے ان کی کیفیت بیان فرماتے ہیں:

ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡكِتٰبَ الَّذِیۡنَ اصۡطَفَیۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا ۚ فَمِنۡهُمۡ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ ۚ وَمِنۡهُمۡ مُّقۡتَصِدٌ ۚ وَمِنۡهُمۡ سَابِقٌۢ بِالۡخَیۡرٰتِ بِاِذۡنِ اللّٰهِ

کہ پھر ہم نے اپنے برگزیدہ بندوں کو قرآن کا وارث کیا یعنی ایمانداروں کو بے شک ایمان لانے والے کافروں کے لحاظ سے برگزیدہ ہوتے ہیں

اہل ایمان کی تین قسمیں

پھر ایمان داروں کی تین قسمیں ہیں: بعض گناہ گار ہیں کی اپنی جان پر کبائر و صغائر کر کے ظلم کر رہے ہیں۔ یعنی اس کتاب پر ایمان تو ہے پر عمل نہیں کرتے۔ اور بعض ان میں سے درمیانی حالت میں ہیں عامل تو ہیں مگر پورے عامل نہیں۔ اور بعض کامل ہیں ایمان بھی ہے اور عمل بھی پورا ہے ہر ایک نیک کام میں پیش قدمی کرتے ہیں۔ مقاتلؒ، نسفیؒ اور ابو یوسفؒ اور جمہور کا یہی قول ہے۔ اور ابن عباسؓ بھی یہی

فرماتے ہیں۔احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اس آیت کی شرح میں فرمایا کہ یہ سب جنت میں داخل ہوں گے اس کے اسناد میں دو راوی مجہول ہیں۔اور احمد، ابن حاتم، طبرانی اور حاکمؒ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس آیت کو پڑھ کے فرمایا کہ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ وہ لوگ ہیں کہ جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے۔اور مُّقْتَصِدٌ وہ ہیں جو کسی قدر حساب دے کر جائیں گے۔اور ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وہ ہیں جو محشر میں روک دیے جائیں گے پھر اللہ ان کو اپنی رحمت سے جنت میں لے جائے گا۔اور بھی روایات ہیں۔

اور لغوی معنی کے لحاظ سے مفسرین کے اور بھی اقوال ان تینوں کے بیان میں آئے ہیں۔

مگر بعض مفسرین یہ بھی کہتے ہیں کہ کتاب سے مراد جنسِ کتاب ہے اور الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا سے مراد انبیاء اور فَمِنْهُمْ سے مراد ان کی امتِ دعوت ہے کہ ان میں سے ظالم یعنی کافر بھی ہوئے ہیں اور مقتصد نیک بھی اور سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ اعلیٰ درجہ کے لوگ بھی تھے۔

لیکن قوی تر اول قول ہے اور سیاقِ کلام اسی کو ترجیح دیتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِیْرُ ﴿۳۲﴾ کہ یہ کتاب کا وارث ہونا اور نیک ہونا بڑا فضل الٰہی ہے۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ ﴿۳۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ﴿۳۴﴾ الَّذِیْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا یُقْضٰی عَلَیْهِمْ فَیَمُوْتُوْا وَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِیْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿۳۶﴾ وَهُمْ یَصْطَرِخُوْنَ فِیْهَا ۚ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَیْرَ الَّذِیْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا یَتَذَكَّرُ فِیْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِیْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ ﴿۳۷﴾ ع ۱۶

ترجمہ:.....(ان) کے لیے ہمیشہ رہنے کے باغ ہوں گے جن میں وہ داخل ہوں گے وہاں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کی ریشمی پوشاک ہوگی ﴿۳۳﴾ اور وہ کہیں گے شکر ہے اللہ کا کہ جس نے ہم سے غم دور کر دیا بے شک ہمارا رب معاف کرنے والا قدر دان ہے ﴿۳۴﴾ وہ کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو سدا رہنے کی جگہ میں اتارا کہ جہاں ہم کو نہ کوئی رنج پہنچتا ہے اور نہ کوئی تکلیف ﴿۳۵﴾ اور وہ جو منکر ہو گئے ہیں ان کے لئے جہنم کی آگ ہے نہ ان پر قضا آئے گی کہ مر چکیں اور نہ عذاب ہی میں کمی کی جائے گی ہم ہر ایک ناشکرے کو اسی طرح سے سزا دیا کرتے ہیں ﴿۳۶﴾ اور وہ دوزخ میں پڑے چلائیں گے کہ اے رب ہم کو نکال تا کہ ہم (دنیا میں جا کر) جو کچھ کیا کرتے تھے اس کے سوا اور اچھے کام کریں (ہم کہیں گے) کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس میں سمجھنے والا سمجھ سکتا اور تمہارے پاس ڈر سنانے والا آیا پھر مزہ

چکھو ظالموں کا مددگار نہیں۝۳۷۔

تفسیر:......پھر اس فضل کبیر کا نتیجہ بیان فرماتے ہیں:

اہل جنت کی آرائش و تجمل: جَنّٰتُ عَدْنٍ (الیٰ قولہ تعالیٰ) لُغُوْب کہ ان کے لئے ہمیشہ رہنے کے باغ ہوں گے جہاں وہ آرائش اور تجمل کے ساتھ رہا کریں گے۔ عمدہ لباس پہنیں گے اور اللہ کی تعریف کریں گے کہ اس نے ہماری دنیاوی تکالیف کو دور کر دیا ہمارا رب معاف کرنے والا قدر دان ہے اس نے ہم کو ہمیشہ رہنے کی جگہ یعنی جنت میں جگہ دی کہ جہاں نہ ہم کو کوئی تکلیف ہے، نہ مشقت، نہ وہاں بیماری اور بڑھاپے کا ڈر، نہ موت کا خطرہ، نہ معیشت کا فکر، نہ کوئی رنج۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا...الخ یہاں سے منکرین کا حال (اللہ تبارک وتعالیٰ) بیان فرماتے ہیں کہ دوزخ کی آگ میں ڈالے جائیں گے جہاں نہ ان کو موت آئے گی کہ مر کر چھوٹ جائیں نہ ان کے عذاب میں کمی ہوگی، وہ وہاں روئیں گے، چلائیں گے، دانت پیسیں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے رب! اب ہم کو یہاں سے نکال دے، دنیا میں بھیج دے کہ وہاں جا کر نیک کام کریں گے۔

اس کے جواب میں ملائکہ کہیں گے کہ کیا تم کو سمجھنے کے قابل عمر نہ دی تھی پھر اتنی عمر تک وہاں رہ کر نہ سمجھے اور اس پر بھی بس نہ کی بلکہ تمہارے پاس خوف دلانے والے بھی بھیجے پھر اب تم ان کا مزہ چکھو تمہارا کوئی حمایتی نہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۝۳۸

هُوَالَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيْدُ

الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا

خَسَارًا۝۳۹ قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ

مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا

فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا۝۴۰

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا

مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا۝۴۱

ترجمہ:...... بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں جانتا ہے۔ البتہ وہ دلوں کی باتیں بھی (خوب) جانتا ہے۝۳۸ وہی ہے کہ جس نے تم کو ملک میں اگلوں کا جانشین کیا پھر (اس کے بعد) جس نے ناشکری کی سو اس ناشکری کا وبال اسی پر ہے اور کافروں کا کفران کے رب کے نزدیک ناراضی کے سوا کچھ نہیں زیادہ کرتا اور کافروں کا کفر بجز نقصان کے اور کچھ نہیں زیادہ کرتا۝۳۹ کہو بھلا تم نے ان معبودوں کو بھی دیکھا

ہے کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو؟ وہ مجھے دکھلاؤ کہ انہوں نے زمین میں کیا کچھ پیدا کیا ہے؟ یا ان کا کچھ حصہ آسمانوں میں بھی ہے یا ان کو ہم نے کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اس کی سند رکھتے ہیں (کچھ بھی نہیں) بلکہ ظالم آپس میں ایک دوسرے کو محض فریب دیا کرتے ہیں۴۰ بے شک اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھام رکھا ہے کہ ٹل نہ جائیں اگر وہ ٹل جائیں تو اس کے بعد اور کوئی نہیں تھام سکتا البتہ، تحمل والا معاف کرنے والا ہے۴۱۔

ترکیب:......عالم غیب قرء الجمهور بالاضافةوقرئ بالتنوين ونصب غيب خلئف جمع خليفة ويقال للمستخلف خليفة وخليف ويجمع الاول على خلائف والثاني على خلفاء۔ ارونی بدل اشتمال من ارأيتم ارونی أى شئ خلقوا من الارض وقيل ارايتم وارونی تنازعا فی الفعل وقد اعمل الثانی فی قول البصريين۔ ام لهم وام اتينهم الضمير يعود الى الشركاء وام فی الموضعين منقطعة بمعنى بل والهمزة فهو اضراب عن استفهام وشروع فی استفهام آخر ان تزولا ای عن ان تزولا ويجوز ان يكون مفعولا له ای مخالفة ان تزولا۔

تفسیر:......کافر جو دوزخ میں کہیں گے ہم کو دوسری مرتبہ دنیا میں بھیج دیجئے کہ اچھے کام کریں گے اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

اللہ تبارک وتعالیٰ آسمان وزمین کے بھیدوں کا جاننے والا ہے

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ...... الخ خدا تعالیٰ آسمان وزمین کے اندر کی سب چیزیں جانتا ہے دلوں کے حالات وخیالات سے بھی بخوبی واقف ہے یعنی وہ ہر بات کو خوب جانتا ہے اگر تم بار دگر دنیا میں جاؤ گے تو پھر بھی وہی بدکام کرو گے جیسا کہ ایک جگہ فرمایا ہے وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ اور اس میں اس شبہ یا اعتراض کا بھی جواب ہے کہ جرم کا ارتکاب تو دنیا کی عمر تک ہو جو پچاس ساٹھ برس یا کم زیادہ کی تھی پھر ہمیشہ جہنم میں رکھ کر سزا دینا جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا کے برخلاف ہے جواب یہ ہے کہ وہ علام الغیوب ہے جانتا ہے اگر تم ہمیشہ زندہ رہتے تو ہمیشہ اسی کفر پر رہتے۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ (سے) وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا۳۹ تک (اللہ تبارک وتعالیٰ) یہ بات بیان فرماتے ہیں کہ دنیا میں کون سی بات تم کو نہیں دی گئی تھی دنیا کے کاروبار خوب سمجھتے تھے، صنائی وحرفت ودیگر فنون میں بڑے استاد اور عقل کل تھے پھر خدا تعالیٰ کی توحید اور رسول کی رسالت اور دار آخرت کا مسئلہ سمجھ میں نہیں آیا، نفس امارہ حکومت نہ کی گئی اس کو بدخواہشوں سے نہ روکا گیا؟ اب تمہارے کفر کا وبال تمہیں پر ہے اور تمہارے کفر نے تمہارا ہی نقصان کیا ہمارا کیا بگاڑا؟۔

کیا معبودان باطلہ نے کوئی چیز بنائی ہے؟......قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ...... الخ یہاں سے پھر توحید کا مسئلہ شروع کرتا ہے اور مشرکوں کو صریح الزام دیتا ہے کہ ان سے دریافت کرو کہ تمہارے ان معبودوں نے آسمانوں اور زمین میں سے کون سی چیز بنائی ہے یا ان کا کوئی حصہ ہے یا تمہارے پاس کوئی آسمانی سند ہے کہ اللہ نے کتاب آسمانی میں یہ بات بتلا دی ہو؟ صرف تمہارے ڈھکوسلے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام خدا کے بیٹے تھے بلکہ خدا یا مہادیو اور بشن اور برہما دنیا کے پیدا کرنے میں شریک تھے۔ یا یہ کہ رزق روزی فلاں دیتا ہے بیماری فلاں دفع کرتا ہے بلکہ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اللہ ہی اپنے قدرت سے آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے اور اگر وہ بگڑ جائیں یا اپنی جگہ سے ٹل جائیں تو پھر کون ان کو قائم کر سکتا ہے؟۔ وہ حلیم ہے تمہاری ان باتوں پر صبر وبرداشت کرتا ہے اور تمہاری بیہودہ باتوں سے درگزر کرتا ہے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى

الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ۙ﴿۴۲﴾ اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ
وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۭ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۭ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ
الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ڬ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾
اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي
الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿۴۴﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا
تَرَكَ عَلٰي ظَهْرِهَا مِنْ دَاۗبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَاۗءَ
ع اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿۴۵﴾

ترجمہ......:اور وہ اللہ کی بڑی بڑی قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ اگر ان کے پاس کوئی بھی ڈرسنانے والا آیا تو وہ ضرور ہر ایک امت سے زیادہ ہدایت پر ہوں گے پھر جب ان کے پاس ڈرسنانے والا آیا تو اس سے ان کو اور بھی نفرت بڑھ گئی ﴿۴۲﴾ کہ ملک میں سرکشی اور بری بری تدبیریں کرنے لگ گئے اور بری تدبیر تو کرنے والے ہی اُلٹ پڑا کرتی ہیں پھر کیا وہ اس (برتاؤ) کے منتظر ہیں جو پہلے لوگوں سے برتا گیا آپ خدا کے برتاؤ میں کبھی بھی تغیر نہ پاؤ گے اور آپ اللہ تعالیٰ کے دستور میں کبھی کوئی رد و بدل نہ پائیں گے ﴿۴۳﴾ کیا وہ ملک میں پھر کر نہیں دیکھتے کہ ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا؟ حالانکہ وہ ان سے بھی بڑھ کر قوت والے تھے اور اللہ کچھ ایسا بھی نہیں کہ اس کو آسمانوں اور زمین کی کوئی چیز ہرا سکے کیونکہ وہ خبردار قدرت والا ہے ﴿۴۴﴾ اور اگر اللہ ان کو ان کے کرتوتوں پر پکڑتا تو روئے زمین پر کسی جان دار کو نہ چھوڑتا لیکن وہ ان کو ایک وقتِ مقرر تک مہلت دے رہا ہے پھر جب ان کا وقت آئے گا تو اللہ کی نظروں میں اس کا ہر ایک بندہ ہے (ہر ایک کے عمل کے موافق برتاؤ کرے گا) ﴿۴۵﴾۔

ترکیب:......اسکتبارا مفعولا له و کذا مکر السیی أی لاجل الاستکبار و لاجل مکر العمل السئی اصله ان مکرو المکر السیی ثم بدل ان مع الفصل بالمصدر ثم اضیف۔ (بیضاوی)

انکار رسالت کی کیفیت

تفسیر:......توحید کے بعد انکار رسالت کی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ وہاں تو یوں کہیں گے اور یہاں توحید میں بھی ناقص ہیں اور رسالت کے اس درجہ منکر ہیں فقال: وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَىِٕنْ جَاۗءَهُمْ نَذِيْرٌ . . . الخ.
ابن ابی حاتم نے ابن ابی ہلال سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ قریش کہا کرتے تھے اگر اللہ ہم میں سے کسی نبی کو بھیجے گا تو ہم اس کی اور اس کی کتاب کی ایسی اطاعت اور پابندی کریں گے کہ کسی امت نے کسی نبی کی ایسی نہ کی ہوگی پھر جب آنحضرت ﷺ ظاہر ہوئے تو

سخت منکر ہو گئے اور دشمنی پر کمر باندھ لی۔ اسی بات کو قرآن مجید میں کئی جگہ یاد دلاتا ہے۔

ایک جگہ فرمایا ہے: وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ۝ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ۝

ایک جگہ آیا ہے: لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ (سورۃ الانعام)

اور یہاں یہ آیا ہے کہ پہلے سخت قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی نذیر آیا تو ہم اس کا اتباع کر کے ہر ایک گروہ یہود و نصاریٰ سے اچھے اور ہدایت والے ہو جائیں گے فلما جاءھم نذیر . . . الخ پھر جب اس کے پاس نذیر آیا یعنی محمد ﷺ تو تکبر اور مکاری کے سبب اس سے نفرت کرنے لگے اور اس مکاری کا انجام بد انہیں پر پڑے گا۔

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ: پھر کیا وہ پہلوں کے دستور کے منتظر ہیں کہ ان کے ساتھ بھی ویسا ہی کیا جائے کیونکہ خدا کا دستور بدلتا نہیں۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا ... الخ پھر کیا انہوں نے شام اور عراق اور یمن میں جا کر نہیں دیکھا کہ عاد و ثمود کے ساتھ کیا معاملہ گزرا؟ حالانکہ وہ لوگ ان سے زیادہ قوی اور بال دار تھے پھر خدا تعالیٰ پر کون غالب آ سکتا ہے اس کے مقابلہ میں کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔

کوتاہ اندیش کہتے تھے کہ اگر اللہ کا دستور ہے کہ وہ منکروں کو غارت کر دیا کرتا ہے تو ہم کو کس لئے غارت نہیں کر دیتا اس کے جواب میں فرماتا ہے۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ ... الخ کہ اگر اللہ بندوں کے گناہوں پر جائے اور ادنیٰ گناہ پر پکڑ لے یا جلدی سزا دینے پر آمادہ ہو جائے تو

مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ: روئے زمین پر کسی چلنے والے جان دار کو بھی زندہ نہ چھوڑے انسان کی نحوست اوروں پر بھی اثر کر جائے مثلاً بارش بند کرے، نباتات پیدا نہ ہوں کوئی جانور بھی نہ بچے جو انسان کے کار آمد ہیں۔ بعض کہتے ہیں دابۃ سے مراد انسان ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو دنیا آباد رکھنی منظور ہے ایک وقت مقرر تک چھوڑ رکھا ہے پھر جب اجل آ جائے گی تو اللہ جانتا ہے بوجھتا ہے مجرموں کو کامل سزا دے گا۔ (واللہ اعلم)

اٰیَاتُھَا ۸۳ (۳۶) سُوْرَۃُ یٰسٓ مَکِّیَّۃٌ (۴۱) رُکُوْعَاتُھَا ۵

سورۂ یٰسین مکی ہے، اس میں کل ۸۳ آیات ہیں اور ۵ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰسٓ ۝۱ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝۲ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۳ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۴
تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝۵ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝۶
لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۷ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ
اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝۸ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا
وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝۹ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ
ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ
الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ۝۱۱ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى
وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۲ ع

ترجمہ:......یٰسین ① قسم ہے قرآن پُرحکمت کی ② کہ بے شک (اے محمد) آپ بھی رسولوں میں سے ③ سیدھے رستہ پر ہو ④ قرآن زبردست مہربان کی طرف سے اس لئے نازل کیا گیا ہے ⑤ کہ آپ اس قوم کو (عذاب الٰہی سے) ڈرائیں کہ جن کے باپ دادا ڈرائے گئے سو وہ غافل ہیں ⑥ ان میں اکثر پر تو فرمودۂ خدا پورا ہو چکا اس لئے وہ ایمان نہ لائیں گے ⑦ ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں سو وہ ٹھوڑیوں تک اڑ گئے جس لئے ان کے سر اوپر کو اٹھے رہ گئے ⑧ اور ہم نے ان کے آگے ایک دیوار اور ان کے پیچھے بھی ایک دیوار قائم کر دی ہے پھر ہم نے ان کو اوپر سے ڈھانک بھی دیا ہے اس لئے وہ دیکھ بھی نہیں سکتے ⑨ اور ان کو تیرا ڈرسنانا یا نہ سنانا دونوں برابر ہیں وہ ایمان نہ لائیں گے ⑩ تو اُسی کو ڈرسنانا ہے کہ جو سمجھانے پر چلے اور بے دیکھے رحمٰن سے ڈرے سو اس کو معافی اور عمدہ بدلہ کا مژدہ سنا ہم ہیں ⑪ جو مُردوں کو زندہ کریں گے اور جو انہوں نے آگے بھیجا ہے اور جو پیچھے چھوڑا اُس کو لکھتے ہیں اور ہر چیز کو ہم نے کھلی کتاب میں شمار کر رکھا ہے ⑫۔

ترکیب:......یٰسٓ کالم فی الاعراب واختلف فی معناہ فقال ابن عباس رضی اللہ عنہما یا انسان بلغۃ طی اقتصر علی شطرہ لکثرۃ النداء والمراد بہ محمد ﷺ وقال ابو بکر الوراق معناہ یا سید البشر وقیل ھو اسم من اسماء النبی ﷺ وقیل

حروف اقتصرت من الفاظ معدودة ابتدأت بها فی مفاتح السور لا رمز یعلمها اللہ تعالیٰ و قدمر الکلام فی سورة البقرة قرء الجمهور بسکون النون و القرآن الحکیم بالجر علی انه مقسم به ابتداء و قیل هو معطوف علی یٰس علی تقدیر کونه مصدرا باضمار القسم و الاصح ان الواو للقسم انک . . الخ جواب القسم علی الصواب خبر آخر لان تنزیل قرء ابن عامر وحفص و الکسائی بالنصب باضمار اعنی او علی انه مفعول مطلق ای نزل اللہ ذلک تنزیل العزیز و قری بالرفع علی انه خبر مبتدأ محذوف بالجر علی البدل من القرآن۔

تفسیر:......اس سورت میں بیاسی یا تراسی آیتیں ہیں۔

علامہ قرطبی کہتے ہیں بالاتفاق یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہی منقول ہے۔

فضائل سورۂ یٰس:......دارمی و ترمذی و محمد بن نصر و بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر شے کا دل ہوتا ہے قرآن کا دل یٰسین ہے جو کوئی ایک بار اس کو پڑھے گا دس بار قرآن مجید پڑھنے کا ثواب ملے گا۔

ترمذیؒ نے اس کے اسناد میں کلام کیا ہے مگر اسی حدیث کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابوبکر بزار نے اور دوسری سند سے روایت کیا ہے اور حافظ ابو یعلی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو کوئی شب کے وقت اللہ کے لئے اس سورت کو پڑھے گا صبح کو گناہوں سے پاک ہو کر اُٹھے گا یعنی اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے اس کی برکت سے۔

امام احمدؒ نے بھی اس بارے میں ایک حدیث نقل کی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ اس کے پڑھنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کو اپنے مردوں پر پڑھا کرو اور اسی طرح نسائی نے فی الیوم واللیلۃ میں نقل کیا ہے اور ابوداؤد و ابن ماجہ نے بھی۔

اسی لئے بزرگانِ دین نے فرمایا ہے کہ ہر سختی کے وقت یٰسین پڑھنا چاہئے اس کی برکت سے وہ سختی دفع ہوتی ہے حاجت پوری ہوتی ہے اور موت کے وقت پڑھنے سے میت کی روح آسانی سے نکلتی ہے اور ایمان نصیب ہوتا ہے اور بہت سی مہمات کے لئے اس سورہ مبارکہ کا پڑھنا اکسیر کا حکم رکھتا ہے بارہا تجربہ میں آیا ہے۔ جب کلمات سحر میں اثر ہو تو اس میں ہونا کیا تعجب کی بات ہے؟ خصوصاً اس کے مطالب عالیہ نفس کو خواب غفلت سے بیدار کرنے اور دنیا اور اس کے مزخرفات سے بیزار کرنے اور خدا تعالیٰ کی عجیب قدرت یاد دلانے میں عجب اثر پیدا کرتے ہیں۔

عرب کے سخت منکروں کو مختلف دلائل و براہین سے قائل کیا مگر اس پر بھی وہ انکار و اصرار سے پیش آتے رہے لیکن یہ جانتے تھے کہ جھوٹی قسم کھانے والا فلاح نہیں پاتا بلکہ برباد ہو جاتا ہے اس لئے اب قسم کے ساتھ کلام کو شروع کیا اور طرز سخن کو بدل دیا اس لئے یٰسین کہہ کر قسم کھاتا ہے کہ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ کہ ہمیں اپنے اس حکمت سے مالا مال قرآن کی قسم ہے کہ اے محمد! تو ضرور ہمارے رسولوں میں کا ایک رسول ہے۔ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ سیدھے رستہ پر ہے۔

مشرکین عرب کو تنبیہ کا حکم

یٰسین سے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں جیسا کہ بعض مفسرین کا قول ہے خواہ اس وجہ سے کہ یہ انسان کا مخفف ہے اور انسان سے انسان کامل مراد ہے جس کا مصداق آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا اس وجہ سے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے عبارت کے یہ معنی ہوئے اے محمد! ہم کو قرآنِ حکیم کی قسم آپ رسول ہیں اور سیدھے رستہ پر ہیں اور قرآن کی قسم اس لئے کھائی کہ متکلم کے نزدیک جو چیز عزیز و قابل قدر ہوتی ہے جب تک اس کی قسم نہیں کھائی جاتی مخاطب کو اعتبار نہیں ہوتا اور لطف یہ ہے کہ یہ کلام بظاہر تو قسم ہے مگر یہ بھی ایک برہان ہے جو لفظ

حکیم سے سمجھی جاتی ہے۔ جو کتاب حکمتِ الٰہیہ سے پر ہو تہذیب واخلاق وسیاست مدن تزکیۂ نفس معاد ومعاش کی اصلاح سب کچھ اس میں ہو ایسے شخص سے ایسے ملک میں ظاہر ہونا دلیل قوی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس لئے اس کے بعد میں اس کی تشریح فرماتا ہے۔

تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝ یہ قرآن زبردست کا اُتارا ہوا ہے جو تمام بنی آدم کو اپنے اس قانون پر چلنے کے لئے مجبور کر سکتا ہے اور نہ صرف تحکم اور جابرانہ طور پر بلکہ رحیم کا نازل کیا ہوا ہے اس میں سراسر بہتری رکھی ہے جس طرح حکیم مشفق یا مادرِ مہربان مریض کو دوا پینے پر مجبور کرتے ہیں اسی طرح اس کی رحمت تم سے چمٹ رہی ہے۔

مشرکین عرب کو تنبیہ کا حکم

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ کہ اے محمد! تو ان عرب کی جاہل قوموں کو متنبہ کرے جن کے باپ دادا بھی متنبہ نہیں کئے گئے اس لئے مدت سے نبی برپا نہیں ہوا تھا، تاریکی جہالت میں ٹکراتے پھرتے تھے اور غفلت میں پڑے ہوئے تھے۔

اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ آپ ﷺ صرف عرب ہی کے لئے رسول تھے اس لئے کہ ایک قوم کا ذکر کرنا جو مخاطب بالذات تھے دوسری کی نفی پر دلالت نہیں کرتا۔ دوم: اس میں بھی تمام دنیا شریک تھی کیونکہ گو اول ان کے پاس انبیاء آئے جیسا کہ یہود ونصاریٰ مگر گمراہ ہونے کے بعد ان کے باپ دادا کے پاس کوئی ہادی نہیں آیا تھا۔ اس میں اشارہ ہے کہ عرصہ سے عالم میں تاریکی کی گھٹا چھائی ہوئی تھی جیسا کہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ سوم: عموم بعثت کے لئے بہت سی احادیث وآیات آئی ہیں جیسا کہ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا : پھر جو اس شمع ہدایت یا آفتاب راہ نمائی کی روشنی میں نہیں آتا اور اس سے فیض نہیں اٹھاتا تو جان لو کہ وہ جنم کا اندھا اور ازلی بدنصیب ہے اسی بات کو ان آیات میں ظاہر فرماتا ہے۔ فقال:

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ کہ ان پر ازلی نوشتہ پورا ہو گیا، اس لئے وہ ایمان نہیں لاتے، ازلی دفتر میں لکھا گیا تھا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے، سو اس لئے نہیں لاتے اور عالمِ اسباب میں اس کا یہ باعث ہوا۔

بدبختی وگمراہی کا طوق اور دیواریں

اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝ کہ ہم نے ان کی گردن میں ازلی بدبختی کے طوق ڈال دیئے جو ٹھوڑیوں تک اڑے ہوئے ہیں اس لئے ان کی آنکھیں اوپر کو رہ گئیں راہ حق نہیں دیکھ سکتے۔ اقماح سر اٹھانا آنکھ بند کر لینا دراصل ان کے گلوں میں طوق نہیں پہنائے گئے تھے بلکہ یہ کلام بطور تشبیہ کے ہے ان کے حال کو تشبیہ دی گئی ہے اس کے حال کے ساتھ کہ جس کے گلے میں طوق ڈال دیا ہو۔

وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا یعنی آگے اور پیچھے ہر طرف سے بدبختی اور ازلی گمراہی کی دیواریں کھڑی ہیں فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝ کہ جنہوں نے ان کو چاروں طرف سے ڈھانک لیا جس لئے وہ کچھ حق وباطل میں تمیز نہیں کرتے یہ بھی بطور تمثیل کے ہے۔ محاورہ کی بات ہے۔ کہا کرتے ہیں ہمارے اس کے درمیان دیواریں کھڑی ہو گئیں یعنی آڑ اور حجاب رنج پیدا ہو گئے پھر فرماتے ہیں: سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ...الخ کہ اے محمد! آپ کا وعظ کرنا نہ کرنا ان کے حق میں یکساں ہے ان کو کچھ فائدہ نہ دے گا۔ ان آیات میں مکہ کے سخت بدکیش اور سرکش کفار کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ ابوجہل وابی بن خلف تھا اور یہ طوق اور یہ دیواریں ازلی بدبختی اور گمراہی اور توہمات باطلہ وشہوات ولذات فاسدہ حب جاہ ومال کی دیواریں اور طوق ہیں۔

اِنَّمَا تُنۡذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکۡرَ ... الخ تیرا وعظ خداترس لوگوں کو نفع دیتا ہے سو آپ ان کو مغفرت اور اجرِ عظیم کا مژدہ سنا دیں اس مژدہ کے مطابق بدلہ پانے کی جگہ کا بیان فرماتے ہیں کہ وہاں یا یہاں کس جگہ اجرِ کریم ملے گا اور کیونکر؟۔ (اللہ تبارک وتعالیٰ) فرماتے ہیں:

اِنَّا نَحۡنُ نُحۡیِ الۡمَوۡتٰی ... الخ کہ کامل بدلہ پانے کا گھر دارِ آخرت ہے اور وہ اس طرح سے ہے کہ ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور جو کچھ لوگ کرتے ہیں نیک و بداعمال ان کو ہم دفترِ غیب میں لکھتے ہیں اور جو کچھ مرنے کے بعد وہ دنیا میں نیک و بد باتیں برا بھلا اثر پہنچانے والی چھوڑ کر جاتے ہیں اس کو بھی ہم لکھتے جاتے ہیں اور ہمارے دفتر میں ہر ہر بات لکھی ہوتی ہے پس اس کے مطابق وہاں بدلہ دیں گے۔

رکوع ۲
وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلًا اَصۡحٰبَ الۡقَرۡيَةِ ۘ اِذۡ جَآءَهَا الۡمُرۡسَلُوۡنَ ۝۱۳ اِذۡ اَرۡسَلۡنَاۤ
اِلَيۡهِمُ اثۡنَيۡنِ فَكَذَّبُوۡهُمَا فَعَزَّزۡنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوۡۤا اِنَّاۤ اِلَيۡكُمۡ مُّرۡسَلُوۡنَ ۝۱۴
قَالُوۡا مَاۤ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا ۙ وَمَاۤ اَنۡزَلَ الرَّحۡمٰنُ مِنۡ شَیۡءٍ ۙ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا
تَكۡذِبُوۡنَ ۝۱۵ قَالُوۡا رَبُّنَا يَعۡلَمُ اِنَّاۤ اِلَيۡكُمۡ لَمُرۡسَلُوۡنَ ۝۱۶ وَمَا عَلَيۡنَاۤ اِلَّا الۡبَلٰغُ
الۡمُبِيۡنُ ۝۱۷ قَالُوۡۤا اِنَّا تَطَيَّرۡنَا بِكُمۡ ۚ لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهُوۡا لَنَرۡجُمَنَّكُمۡ وَلَيَمَسَّنَّكُمۡ
مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۝۱۸ قَالُوۡا طَآئِرُكُمۡ مَّعَكُمۡ ؕ اَئِنۡ ذُكِّرۡتُمۡ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ
قَوۡمٌ مُّسۡرِفُوۡنَ ۝۱۹ وَجَآءَ مِنۡ اَقۡصَا الۡمَدِيۡنَةِ رَجُلٌ يَّسۡعٰى قَالَ يٰقَوۡمِ اتَّبِعُوا
الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۝۲۰ اتَّبِعُوۡا مَنۡ لَّا يَسۡـَٔلُكُمۡ اَجۡرًا وَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ۝۲۱

ترجمہ:......اور ان سے بستی والوں کا حال مثال کے طور پر بیان کرو جب کہ ان کے پاس رسول آئے ۝۱۳ جب کہ ان کے پاس ہم نے دو کو بھیجا تو ان کو انہوں نے جھٹلایا پھر ہم نے تیسرے سے مدد کی پھر تینوں رسولوں نے کہا کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں ۝۱۴ وہ کہنے لگے تم ہو کیا چیز مگر ہمارے جیسے آدمی اور رحمٰن نے تو کچھ بھی نہیں نازل کیا ہے تم تو بڑا جھوٹ بولتے ہو ۝۱۵ رسولوں نے کہا ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم تمہاری طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں ۝۱۶ اور ہم پر کچھ نہیں مگر صاف حکم پہنچا دینا ہے اور بس ۝۱۷ وہ کہنے لگے: ہم نے تو تم کو منحوس پایا اگر تم (وعظ و پند سے) باز نہ آئے تو ہم تم کو سنگسار کر ڈالیں گے اور ہماری طرف سے تم پر بڑی مار پڑے گی ۝۱۸ انہوں نے کہا تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہے کیا اس سے نحوست آئی کہ تم کو سمجھایا جاتا ہے کچھ نہیں بلکہ خود تم بے ہودہ لوگ ہو ۝۱۹ اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا (آ کر) کہنے لگا اے قوم! رسولوں کے کہے پر چلو ۝۲۰ ان کا کہنا مانو جو تم سے کچھ بھی اُجرت نہیں مانگتے اور وہ خود ہدایت یافتہ ہیں ۝۲۱۔

ترکیب:......اصحٰب القریۃ معنا و اضرب لھم مثلا مثل اصحاب القریۃ فترک المثل و اقیم الاصحاب مقامہ فی الاعراب کقولہ واسئل القریۃ۔ کشاف۔ وقیل المعنی اجعل اصحاب القریۃ لھم مثلا و لی ان یکون مثلا و اصحٰب القریۃ مفعولین لاضرب او یکون اصحٰب القریۃ بدلا من مثلا فعلی ھذا اضرب بمعنی مثل و ھو یتعدی الی مفعولین

لتضمنه معنی الجعل و یما مثلا اصحٰب القریة علی حذف مضاف إذ جاء بدل من اصحٰب القریة بدل الاشتمال ائن ذکرتم شرط وجوابه محذوف مثل تطیرتم۔

تفسیر:...... پہلے فرمایا: اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اور اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ ازلی گمراہ رسولوں کو نہیں مانتے، ان کے آگے پیچھے دیواریں حائل ہیں، اس جگہ بطورِ مثال کے ''اصحاب کہف'' کا قصہ بیان کرتا ہے جس سے یہ غرض ہے کہ رسولوں کا آنا اور منکروں کا انکار کرنا کوئی نئی بات نہیں، اس سے بیشتر بھی ایسا ہو چکا ہے۔

قریہ سے مراد بالاتفاق جمہور مفسرین شہر انطاکیہ ہے جس کو سکندر رومی کے بعد انٹیوکس نے آباد کیا تھا۔ اس شہر کے لوگ بت پرست تھے اور جو پٹر دیوی کی پرستش کیا کرتے تھے۔ رومی لوگوں کا مدت سے یہی مذہب تھا یہ شہر ایشیاء کوچک میں ہے آج کل سلطانِ روم کی عملداری میں ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ اس کے خرابات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی بڑی شان و شوکت کا شہر ہوگا۔

مختصر قصۂ اصحابِ کہف

اس قصہ کا مختصر بیان یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بعد ان کے حواری دین کو پھیلانے کو اطراف و جوانب میں پہنچے تو دو حواری اس شہر میں آئے خدا تعالیٰ کی توحید کا بیان کیا، خرقِ عادت دکھائے لوگوں نے ان کی تکذیب کی اور ان کو مارنے کے درپے ہو گئے۔ ان دونوں کے بعد ایک تیسرا حواری بھی آکر شامل ہو گیا۔ اسی عرصہ میں ایک اور شخص بھی آیا اور ان کی تصدیق کرنے لگا اور لوگوں کے ساتھ بڑی خوبی کے ساتھ کلام کیا اس کو لوگوں نے شہید کر ڈالا۔ مرنے کے بعد اس نے آرزو کی کاش میری بخشش کا حال اور نعمت کا میری قوم کو بھی معلوم ہو جاتا۔

حواری رسول کی نصیحت اور شہادت

اب اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ وہ دو حواری کون تھے اور تیسرا (شخص) ان کے بعد کون آیا؟۔ اور وہ جو شخص شہر کے پرلے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا تھا جس کو شہید کر ڈالا تھا کون تھا؟

قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۚ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ سے مفسرین نے یہ بات سمجھی ہے کہ اس کو شہید کر دیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی موت آپ مرا ہو اور مر کر اس نے یہ آرزو کی ہو، قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ میں ان باتوں کی کچھ تفصیل نہیں ہے، صرف مورخین کے اقوال ہیں جن کو ہم نقل کرتے ہیں۔ قریہ کا نام بھی احادیث میں نہیں آیا۔ اب ہم عیسائیوں کی کتاب کو دیکھتے ہیں کہ اس میں بھی اس قصہ کا کچھ پتہ ملتا ہے؟ کتابِ اعمال کو جو دیکھا تو اس میں یہ قصہ مذکور ہے کمی بیشی کے ساتھ۔ اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں۔ کتاب التواریخ و کتاب سوئیل و توریت، سفر پیدائش و کتاب السلاطین کو کسی خاص تذکرہ میں ملا کر دیکھیے بہت کچھ کمی بیشی پاؤ گے۔

کتابِ اعمال کے گیارہویں، باب ۲۷ میں لکھا ہے کہ انہی دنوں کئی ایک نبی یروشلم سے انطاکیہ آئے۔

اصحابِ قریہ کون تھے؟:...... وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْیَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ سے بعض مفسرین نے یہ سمجھا ہے کہ حواری رسول تھے مگر یہ استدلال رسالت ثابت نہیں کرتا اس لئے کہ مرسلون کا استدلال بھیجے ہوؤں پر ہوتا ہے، عام طور پر یہ ہے کہ وہ رسول ہوں یا رسولوں کے نائب جو اس کی طرف سے بھیجے یا اس کے حکم سے بھیجے گئے ہوں یا فرشتے ہوں جو خدا کی طرف سے بھیجے گئے ہوں جیسا کہ حضرت ابراہیم کو وہ فرشتے دکھائی دیئے جو قومِ لوط کو غارت کرنے آئے تھے، ان کو بھی ''مرسلون'' کہا ہے: قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَیُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ

اور سلیمانؑ کے پاس جانے والے ایلچیوں پر بھی اس کا اطلاق ہوا ہے جو بلقیس کی طرف سے بھیجے گئے تھے

وَاِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَیْهِمْ بِهَدِیَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ﴿۳۵﴾ (سورۂ نمل)

اس شہر میں پہلے دو حواری آئے تھے جیسا کہ کتاب اعمال کے آٹھویں باب سے ثابت ہے کہ فیلبوس اور شمعون پطرس ■ استیفان کی شہادت کے بعد سامریہ میں وعظ کہنے کو گئے اور باب کے اخیر جملہ سے یہ پایا جاتا ہے کہ وہ قیصریہ تک پہنچے تھے اور گزرتے ہوئے سب شہروں میں جب تک قیصریہ میں نہ آیا خوش خبری دیتا رہا اور پطرس کا ساتھ ہونا اسی باب سے پایا جاتا ہے۔

اِذْ اَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهِمُ اثْنَیْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا : اور کتاب اعمال کے گیارہویں باب میں اسی مضمون کی پوری تصدیق ہے

قولہ پھرتے پھرتے فینکی وکپرس اور انطاکیہ میں پہنچے الخ ۲۰ اور ان میں سے کئی ایک کپرسی اور قرینی تھے جنہوں نے انطاکیہ میں آ کے الحتب ان لوگوں کی خبر یروشلم کے کلیسر کے کان میں پہنچائی اور انہوں نے برناباس کو بھیجا کہ انطاکیہ کو جائے (فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ) وہ پہنچ گئے اور خدا کے فضل کو دیکھ کر خوش ہوا اور ان سب کو نصیحت کی۔ پھر جو ان کی باہم قیل وقال ہوئی ہے اس کو قرآن مجید نے مفصل بیان کر دیا فَقَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلَیْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ﴿﴾ (الی قولہ) اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ﴿۱۷﴾۔ حواریوں کے آنے کے بعد اس شہر میں سخت قحط پڑا جیسا کہ اسی باب کے ۲۷/۲۸ درس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولوں نے خبر دی تھی کہ سخت قحط پڑے گا۔ (قَالُوْۤا) اس پر وہاں کے لوگ کہنے لگے :

اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِكُمْ ۚ : تمہارا آنا بڑا نحوست کا سبب ہوا، اگر اب بھی تم اپنی نصیحت سے باز نہ آؤ گے تو تم پر پتھراؤ کر دیا جائے گا۔

رسولوں نے کہا یہ قحط تمہارے گناہوں کی نحوست سے پڑا ہے، قَالُوْا طَآىِٕرُكُمْ مَّعَكُمْ ۚ ہم تم کو نصیحت کرنے اور سدھارنے آئے ہیں نہ بگاڑنے۔ اَىِٕنْ ذُكِّرْتُمْ ۚ نصیحت کرنے کا یہی بدلہ ہے؟ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ﴿۱۹﴾ تم بڑے بدکار لوگ ہو۔

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ رَجُلٌ یَّسْعٰی : اکثر مفسرین کے نزدیک یہ ❶ شخص جو شہر کے کنارے سے دوڑتا ہوا رسولوں کی مدد کو آیا تھا حبیب نجار تھا یہ ایک جذامی تھا حواریوں کی دعا سے تندرست ہوا تھا اور ایمان لایا تھا اس نے رسولوں کی تائید میں یہ تقریر پراثر بیان کی جس پر ان کو غصہ آیا اور اس کو مار ڈالا۔ مرنے کے بعد اس کو اللہ نے جنت میں داخل کیا وہاں بھی اس نے قوم کی ہدایت کی خواہش ظاہر کی۔ مگر کتاب اعمال میں اس کا ذکر نہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ رَجُلٌ میں رجل سے مراد کوئی چوتھا شخص نہیں بلکہ وہ تیسرا ہی شخص ہے جو ان دو حواریوں کی مدد کو آیا تھا۔ اس کے قصہ کو جداگانہ ان کے جداگانہ پراثر وعظ کے سبب بیان فرما دیا کہ باہر سے آ کر یوں کہے اور شہر والے بدنصیب کہ انکار کریں اور قرآن مجید سے اس کا شہید ہونا ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ فَاسْمَعُوْنِ سے اس نے حواریوں سے خطاب کیا کہ تم گواہ رہو میں تصدیق کرتا ہوں۔ یہ بھی...... کے متعلق ایک عمدہ بات ہے۔

■:...... بعض نے دو رسولوں سے مراد شمعون پطرس اور یوحنا اور تیسرے سے پولس لیا ہے مگر پولس غلطی ہے وہ فیلبوس ہے کس لئے کہ پولس باتفاق محققین اسلام حواری نہ تھا بلکہ دین عیسوی کا محرف کر دینے والا تھا۔ ۱۲ منہ۔

❶...... بعض کہتے ہیں کہ رجل سے مراد استیفان ہے جس کو یہود نے یروشلم میں شہید کر دیا تھا اور قریۃ سے مراد یروشلم ہے اور پہلے دو رسول شمعون اور یوحنا آ کر وعظ کہنے لگے تیسرا ان کی مدد کو برناباس قائم ہوا۔ یہ شہر شہزادہ طیطس کے حادثہ میں برباد ہوا۔ اور یہی صحیح ہے جو جوانمردوں کی للکار تھی جب اس کا محاصرہ کر رکھا تھا ۱۲ منہ۔

پارہ (۲۳) وَمَالِيَ

وَمَالِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ
يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾ اِنِّيْٓ اِذًا
لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۭ قَالَ
يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا
عَلٰي قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْ كَانَتْ
اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾ يٰحَسْرَةً عَلَي الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ
رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۰﴾ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ
الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۲﴾ ع

ترجمہ:......اور مجھے کیا ہوا جو اس کی بندگی نہ کروں کہ جس نے مجھ کو بنایا حالانکہ اسی کے پاس لوٹا کر لائے جاؤ گے ﴿۲۲﴾ (آنے کے بعد) کیا میں اُس کے سوا اور معبودوں کو اختیار کروں اگر رحمن مجھے کچھ ضرر دینا چاہے تو ان کی سفارش میرے کچھ کام بھی نہ آئے اور نہ وہ مجھے چھڑا سکیں ﴿۲۳﴾ تب تو میں صریح گمراہی میں جا پڑوں ﴿۲۴﴾ میں تو تمہارے رب پر ایمان لا چکا سو مجھ سے سن لو ﴿۲۵﴾ (آخرکار اس کو شہید کر ڈالا) (اس کو) حکم ہوا کہ بہشت میں داخل ہو جا اس نے کہا اے کاش میری قوم بھی جان لیتی ﴿۲۶﴾ کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا (کن کاموں کے سبب) اور مجھ کو عزت داروں میں سے کر دیا ﴿۲۷﴾ اور اس کے بعد ہم نے اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں اُتارا اور نہ ہم بھیجنے والے تھے ﴿۲۸﴾ صرف ایک ہی چیخ تھی کہ جس سے وہ بجھ کر رہ گئے ﴿۲۹﴾ ہائے افسوس ہے بندوں پر ان کے پاس ایسا کوئی بھی رسول نہیں آیا کہ جس سے اُنہوں نے ہنسی نہ کی ہو ﴿۳۰﴾ کیا یہ نہیں دیکھ چکے کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو غارت کر دیا وہ ان کے پاس پھر کر نہیں آئے ﴿۳۱﴾ اور سب کے سب ہمارے پاس حاضر ہیں ﴿۳۲﴾۔

ترکیب:......لما جميع قرء مشددا و محققا قال الفراء من شدد جعل لما بمعنى الا و ان بمعنى ما۔

تفسیر:......قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ○ یہ اس کے لئے دخولِ جنت کی بشارت ہے۔ تفسیر کبیر میں ہے: ليس المراد القول في وجهه بل هو الفعل یعنی وہ اس شہادت سے جنت کا مستحق ہو گیا اور اسی طرح اس کا قول: يٰلَيْتَ قَوْمِيْ ہے گویا اس کی تمنا ہے کہ اس شہادت سے سرور اور قلبی نور جو موجب غفران و اکرام ہے مجھے حاصل ہوا ہے، کاش میری قوم کو بھی معلوم ہوتا۔

نافرمانوں پر چنگھاڑ (چیخ) کا عذاب

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ... الخ۔ فرماتا ہے اس شخص کے بعد ہم کو اس کی سرکش قوم کو ہلاک کرنے کے لئے آسمانی لشکر کی حاجت نہ پڑی اور نہ پڑنی چاہئے۔ صرف چیلنج ان کے ہلاک کرنے کو بس ہوگئی۔ اس شہر پر آفت آئی، لوگ برباد ہوئے۔ فرماتا ہے: یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ۔ بندوں پر افسوس ہے کہ ان کے پاس جب کوئی رسول آیا تو اس کے ساتھ تمسخر سے پیش آئے اور یہ نہیں جانتے کہ دنیا میں کوئی سدا نہیں رہا ہے پہلے لوگ کہاں گئے کوئی پھر کر نہیں آتا۔ پس وہ سب کے سب خدا تعالیٰ کے پاس حاضر ہوجاتے ہیں اور وہاں اپنے کئے کا بدلہ پاتے ہیں۔

بعض مفسرین جیسا کہ ابن کثیر ہے اس تفسیر پر معترض ہیں بچند وجوہ۔

۱)...... یوں کہ اگر قریۃ سے مراد انطاکیہ اور مرسلون سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ہوتے تو وہ خود کہتے کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے رسول ہو کر آئے ہیں اور خدا تعالیٰ اِذْ اَرْسَلْنَا نہ فرماتا۔

۲)...... انطاکیہ عیسائیوں کے چار کلیساء ❶ میں سے ایک عمدہ کلیسا ہے جہاں ان کے اسقوف رہا کرتے ہیں وہاں کے لوگ ایمان لائے کبھی یہ شہر فرشتے کی آواز یا چنگھاڑ سے ہلاک نہیں ہوا۔ بلکہ اس قریۃ سے مراد کوئی اور شہر ہے جہاں اول بار خدا تعالیٰ کے دو رسول آئے پھر ان کی مدد کو تیسرا آیا، پھر شہر کے کنارے سے ایک ایمان دار دوڑتا ہوا ان کی مدد کو آیا اور بہت عمدہ تقریر کی جس پر لوگوں نے خفا ہو کر اس کو مار ڈالا خدا تعالیٰ نے اس کی مغفرت کی اور جنت میں جگہ دی، اس کے بعد یہ شہر بلائے آسمانی سے ہلاک ہوا۔

زمان گزشتہ میں کسی جگہ یہ واقعہ گزرا ہے جس کی مفصل خبر ہم کو نہیں دی گئی۔ تنبیہ کے لئے اسی قدر بیان کافی تھا۔

اوّل اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے بھیجا جانا خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا جانا ہے۔ دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ بلاء ناگہانی اس شہر پر آئی ہے اس کے خرابات شاہد عدل ہیں۔ کتب تاریخ دیکھ لو۔

علیٰ قومہ کی ضمیر خاص اہل انطاکیہ کی طرف نہ پھرے بلکہ عموماً منکرین مراد ہوں۔ اور صیحۃ سے مراد بلاء آسمانی۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۖ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ۝۳۳
وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ۝۳۴ لِيَاْكُلُوْا
مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝۳۵ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ
كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۶ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ښ
نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۝۳۷ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ
تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝۳۸ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ

❶...... ایک انطاکیہ میں دوسرا یروشلم میں تیسرا روم میں چوتھا اسکندریہ میں تھا۔ یہ بڑے مواقع ہیں اور اس کے بعد اور بھی تھے ۱۲ اسعد بن بطریق۔

الْقَدِیْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ
وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَاٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ
الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ
فَلَا صَرِیْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ یُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰی حِیْنٍ ﴿۴۴﴾

ترجمہ:......اوران کے لئے خشک زمین میں ایک نشانی ہے جس کو ہم نے زندہ کیا اور اس سے اناج نکالا کہ جس کو وہ کھاتے ہیں (۳۳) اور اس میں ہم نے کھجوروں اور انگوروں کے باغ بنائے اور ان میں چشمے جاری کئے (۳۴) تاکہ اس کے پھل کھائیں اور یہ چیزیں ان کے ہاتھوں کی بنائی ہوئی تو ہیں نہیں پھر کیوں شکر نہیں کرتے (۳۵) پاک ذات ہے وہ کہ جس نے زمین سے اُگنے والی چیزوں کو گوناگوں بنایا اور خود ان میں سے بھی اور ان چیزوں میں سے بھی کہ جن کو وہ جانتے بھی نہیں (۳۶) اور ان کے لئے رات بھی ایک نشانی ہے کہ ہم اس میں سے دن کو کھینچ لیتے ہیں پھر تب ہی وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں (۳۷) اور آفتاب ہے کہ اپنے ٹھکانے پر چلا کرتا ہے یہ اندازہ کیا ہوا ہے زبردست خبردار کا (۳۸) اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کردی ہیں یہاں تک کہ پرانی شاخ ❶ کی طرح سے پھر نکل آتا ہے (۳۹) نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے اور ہر ایک ایک ایک آسمان میں تیرتا پھرتا ہے (۴۰) اور ان کے لئے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری کشتی میں سوار کیا (۴۱) اور ان کے لئے اسی طرح کی اور بھی چیزیں بنادی ہیں کہ جن پر وہ چڑھتے پھرتے ہیں (۴۲) ہم چاہتے تو ان کو ڈبو دیتے پھر نہ ان کا کوئی فریادرس ہوتا اور نہ وہ بچائے جاتے (۴۳) مگر ہم نے اپنی مہربانی سے اور ایک وقت تک برتنے کے لئے بچایا (۴۴)۔

ترکیب:......و اٰیة مبتداء لهم الخبر و الارض مبتداء احییناها الخبر و الجملة للاٰیة و قیل الارض مبتداء اٰیة خبر مقدم و احییناها تفسیر الاٰیة و لهم صفة الاٰیة من العیون علی قول الاخفش من زائدة و ما عملته مابمعنی الذی اونکرة موصوفة وعلی الوجهین هی فی موضع جر عطفا علی ثمرة و اما ناقیة و القمر بالرفع مبتداء قدرنه الخبر و بالنصب علی فعل مضمر ای قدرنا القمر العرجون فعلول فالنون اصل و قیل زائدة۔

تفسیر:......وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ . . . الخ امم ماضیہ کے سرکش لوگوں کا حال بیان فرما کر جو توحید کے انکار سے برباد ہوئے تھے توحید کے دلائل بیان فرماتا ہے ان میں سے پہلی دلیل خشک زمین ہے اس کا حال بیان فرماتا ہے کہ

مظاہر قدرت سے استدلال:......خشک زمین کو خدا تر و تازہ کرتا ہے اس میں کھیتیاں اور باغ اور چشمے پیدا کرتا ہے تمہارے لئے۔ اور یہ چیزیں نہ تمہاری بنائی ہوئی تھیں نہ تمہارے معبودوں کی پھر بھی تم شکر نہیں کرتے اللہ کے ساتھ اوروں کو ملاتے ہو۔ حالانکہ وہ پاک ہے اس نے زمین کے نباتات ہر قسم کے پیدا کئے اور تمہارے جوڑے بنائے مرد و عورت، اور بہت سی چیزوں کے جوڑے کہ جن کو تم نہیں جانتے۔ یعنی خدا کے سوا جو کچھ ہے اس کا مثل اور جوڑا ہے مگر اس کا کوئی مثل اور جوڑا نہیں پس پرستش کے لائق وہی ہے۔

وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ ۔ یہ دوسری دلیل ہے کہ رات اندھیری ہوتی ہے اس میں سے ہم دن کو نکال لیتے ہیں جس سے اندھیرا ہو جاتا ہے یعنی دن میں سے رات پیدا کر کے دنیا کو اندھیری کر دیتے ہیں۔ آفتاب اپنی خاص چال پر چلتا ہے جو اس کی چال مقرر کر دی ہے، اس کا

❶......باریک اول رات کا چاند۔ اس کے باریک ہونے اور خم دار ہونے میں پرانی شاخ کے ساتھ تشبیہ ہے ۱۲ منہ

خلاف نہیں کرسکتا۔ اور اسی طرح چاند کے لئے منزلیں مقرر کردی ہیں مہینے بھر میں دورہ تمام کر کے پھر پتلی سوکھی خم دار ٹہنی کی طرح برآمد ہوتا ہے۔ عرجون بالضم درخت کژشدہ شاخ ہائی بریدہ۔ (صراح)

چاند کو کھجور کی سوکھی ہوئی ٹہنی سے تشبیہ دی ہے اس کے باریک ہونے اور ٹیڑھے ہونے میں۔ آفتاب ماہتاب کو نہیں پکڑ سکتا نہ وہ اس کو۔ نہ ایک دوسرے سے آگے بڑھ سکتا ہے، نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے ہر ایک ستارہ اپنی اپنی جگہ پر اس طرح سے حرکت کرتا ہے کہ گویا دریا میں مچھلیاں تیرتی پھرتی ہیں۔ آسمان بمنزلہ دریا کے ہے، یہ بھی اسی کا کام ہے اس میں کسی کی شرکت نہیں۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝۴۱

یہ تیسری دلیل ہے کہ پانی کی سطح پر جو سیکڑوں گز گہرا ہے ہم تم کو کس طرح سے کشتی میں سوار کر کے پھراتے ہیں۔

ذُرِّيَّتَهُمْ کی ضمیر عباد کی طرف پھرتی ہے اور ذریت سے مراد بچے ہیں۔ یہ زیادہ تعجب کی بات ہے کہ کمزور بچے یوں پانی پر سفر کریں۔ واحدی کہتے ہیں ذریت کا اطلاق آباء پر بھی ہوتا ہے تب یہ معنی ہوں گے کہ ان کے باپ دادا کو نوح کی کشتی میں سوار کیا اور اس کے بعد اور اسی طرح کی کشتیاں بنانی سکھائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بھری کشتیوں سے مراد حاملہ عورتوں کے پیٹ ہیں تشبیہ کے طور پر سے اور ان میں بنی آدم میں ذریت یعنی بچوں کو خدا سوار کرتا ہے اور تلف ہونے سے حفاظت کرتا ہے۔

وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ۝۴۲ سے مراد بعض حضرات کے نزدیک اونٹ وغیرہ دیگر بارکش چیزیں ہیں جن کو خشکی کی کشتی کہنا چاہئے جس میں چھکڑے اور ریل گاڑی بھی آگئی۔ یہ سب اس کی عنایت و رحمت ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۴۵
وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝۴۶ وَاِذَا قِيْلَ
لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ
مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۴۷ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى
هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۴۸ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ
ع وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ۝۴۹ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۵۰

ترجمہ:...... اور جب ان سے کہا جاتا کہ اپنے سامنے اور پیچھے آنے والے عذاب سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے ۝۴۵ (تو ہنسی اڑاتے ہیں)۔ اور ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے ایسی کوئی بھی نشانی نہیں آتی کہ جس سے وہ منہ نہ موڑ لیتے ہوں ۝۴۶ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے دیئے میں سے کچھ خرچ کیا کرو تو کافر ایمان داروں سے کہتے ہیں کہ کیا ہم اس کو کھلائیں کہ اگر اللہ چاہتا تو آپ اس کو کھلا سکتا تھا تم جو ہو تو صاف گمراہی میں ہی پڑے ہوئے ہو ۝۴۷ اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو ۝۴۸ وہ صرف ایک چیخ ہی کا انتظار کر رہے ہیں کہ اُن کو آلے گی اور وہ جھگڑتے ہی رہیں گے ۝۴۹ پھر ان کو نہ کچھ کہہ مرنے کی قدرت ہوگی اور نہ اپنے گھروں میں واپس آسکیں گے ۝۵۰۔

ترکیب:...... یختصمون بالتشدید اصلہ یختصمون نقلت حرکۃ التاء الی الخاء وادغمت فی الصاد۔

کفار کی سرکشی وروگردانی

تفسیر:...... واذا قیل لھم یہاں سے ان کی سرکشی بیان ہوتی ہے، مابین ایدیکم سے مراد دنیاوی مصائب جو سرکشوں پر آیا کرتے ہیں۔ وما خلفکم سے دارِ آخرت کے مصائب (یہ سفیانؒ کا قول ہے)

واذا قیل لھم انفقوا۔ یہ ان کی دوسری بدخاصیت بیان کی ہے کہ جب ان سے اللہ کی راہ میں دینے کو کہا جاتا ہے تو طعن کی راہ سے کہتے ہیں کہ اس کو اللہ ہی نے نہ دیا تو ہم کیوں دیں۔ اگر دینا ہوتا تو وہ خود نہ دیتا یعنی ان میں نہ تقویٰ ہے جو تعظیم امر اللہ ہے، نہ رحم بر خلق اللہ ہے باایں ہمہ دلیری یہ ہے کہ پوچھتے ہیں متی ھٰذا الوعد کہ قیامت کب آئے گی۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے:

مَا یَنْظُرُوْنَ . . . الخ وہ جب آئے گی تو کچھ دیر نہ لگے گی، صرف حضرت اسرافیل کی ایک ہی چیخ ہوگی نفخۂ اولیٰ جس میں بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے۔ نہ کچھ اپنے دل کی کہہ سکیں گے نہ گھر تک جا سکیں گے جو کوئی جس حال میں ہوگا اس آواز کے سنتے ہی بے ہوش ہو کر مر جائے گا۔ پھر رفتہ رفتہ تمام دنیا فنا ہو جائے گی۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ* اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۞۵۱ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا
وقف لازم مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۞۵۲ اِنْ
كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۞۵۳ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ
نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۞۵۴ اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ
فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ۞۵۵ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ* عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ۞۵۶
لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ۞۵۷ سَلٰمٌ ۚ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ۞۵۸
وقف غفران وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۞۵۹ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا
الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۞۶۰ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۞۶۱

ترجمہ:...... اور صور پھونکا جائے گا تو وہ فوراً اپنی قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑتے چلے آئیں گے (۵۱) کہیں گے ہائے کم بختی! ہم کو کس نے ہماری خواب گاہوں سے اُٹھا دیا (فرشتے کہیں گے) یہ وہی وقت ہے جس کا رحمن نے وعدہ کیا تھا اور رسول سچ کہتے تھے (۵۲) وہ تو صرف ایک ہی زور کی آواز ہوگی پھر تو وہ سب ہمارے سامنے حاضر کیے جائیں گے (۵۳) پس اُس دن کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور اُسی کا

*...... اجداث جمع جدث۔ اور جدث قبر کو کہتے ہیں۔ نسل ونسلان دوڑنا۔ *...... ظلال جمع ظل سایہ۔ ارائک جمع اریکہ چھپر کھٹ یا مسہری ۱۲ منہ

بدلہ پاؤ گے جو کیا کرتے تھے ﴿۵۴﴾ بے شک بہشت کے لوگ اُس دن مزے سے دل بہلا رہے ہوں گے ﴿۵۵﴾ وہ اور اُن کی بیویاں سایوں میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے ﴿۵۶﴾ وہاں اُن کے لئے میوے ہوں گے اور جو کچھ وہ طلب کریں گے وہ بھی موجود ہوگا ﴿۵۷﴾ خدا رحیم کی طرف سے سلام کہا جائے گا ﴿۵۸﴾ اور (دوزخیوں سے کہا جائے گا) آج اے مجرمو! (جنتیوں سے) الگ ہو جاؤ ﴿۵۹﴾ اے اولادِ آدم کیا ہم نے تم سے یہ تاکید نہ کردی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے ﴿۶۰﴾ اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا (کیونکہ) یہ سیدھا راستہ ہے ﴿۶۱﴾۔

ترکیب:..... هٰذا مبتداء ما وعدالرحمن خبره وما مصدرية او موصولة محذوفة العائد ويمكن ان يكون هٰذا صفة لمرقدنا وما وعد خبر مبتدأ محذوف او يكون مبتدأ وخبره من محذوف هم مبتدأ وازواجهم معطوف على هم للمشاركة فى النعماء فى ضلل حال من المعطوف عليه متكؤن خبر على الارائك صلة له مايدعون من باب الافتعال من الدعاء وما موصولة او موصوفة بالابتداء لهم خبرها سلٰم بدل منها او صفة اخرىٰ قولا منصوب على انه مصدر لفعل محذوف اى قال لهم الله ذٰلك قولا۔

تفسیر:..... کس لطف کے ساتھ مبدأ کے بعد مسئلہ معاد کا ذکر کیا ہے۔

قیامت کا اچانک آنا:..... وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ یہاں سے نفخہ ثانیہ کا ذکر ہے کہ دنیا کے فنا ہونے کے بعد پھر اسرافیل صور پھونکیں گے جس کی آواز سے ہر ایک مردہ قبروں سے نکل کر میدانِ حشر میں حساب کی جگہ تخت رب العالمین کی طرف دوڑتا ہو چلا آئے گا۔

قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا عذاب کو دیکھ کر حیران ہوں گے اور کہیں گے کس نے ہم کو خوب گاہوں سے بیدار کر دیا۔

کفار کو مرنے کے بعد حشر تک قبر میں عذاب ہے جیسا کہ احادیثِ صحیحہ میں آیا ہے اور اسی پر اہل سنت کا اتفاق ہے، پھر خواب سے جگا دینا جو کفار کہیں گے یا تو اس دن سے کہ ان کے حواس پریشان ہوں گے اس بدحواسی میں وہ قبروں میں رہنے کو خواب سمجھیں گے یا عذاب حشر کے مقابلہ میں قبر کا عذاب راحت اور خواب معلوم ہوگا۔ ابی بن کعب وابن عباس ومجاہد وقتادہ کہتے ہیں کہ نفخہ اولیٰ سے لے کر نفخہ ثانیہ کے زمانے میں ان سے عذاب دور کر دیا جائے گا تب وہ آرام سے سوتے ہوں گے۔ فرشتے یا اہل نجات کہیں گے:

هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾ یہ وہ دن ہے کہ جس کا اللہ نے تم سے وعدہ کیا تھا اور اپنی رحمت سے بتلا دیا اور اس خبر میں رسول سچے تھے۔ فرماتا ہے:

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً... الخ کہ قیامت برپا ہونے میں کچھ بھی دیر نہ لگے گی صرف اسرافیل کا صور پھونکنا ہوگا کہ برباد ہو جائے گی اور سب حاضر ہو جائیں گے۔

فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا... الخ اس دن کسی پر ظلم نہ ہوگا اپنے کیے کا پورا بدلہ پائے گا آگے بدلہ کا بیان ہے اور سب سے پہلے نیک لوگوں کا بدلہ ذکر کرتا ہے۔ فقال:

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ... الخ کہ نیک لوگ بہشت میں عیش وآرام کریں گے یہ جنت جسمانی کی طرف اشارہ تھا۔

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾۔ یہ روحانی جنت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کی طرف سے ان کو سلام پہنچے گا ان پر تجلی ہوگی اور دیدار سے سرفرازی بخشی جائے گی جو سردار ابدی ہے۔ اس کے بعد بدوں کا حال بیان فرماتا ہے۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾... الخ کہ مجرموں کو سزا دینے کے لئے جماعت سے الگ کر دینے کا حکم ہوگا اور ان کو ملامت

کی جائے گی کہ دیکھو ہم نے تم سے کہلا بھیجا تھا کہ شیطان کا کہنا نہ ماننا وہ تمہارا صریح دشمن ہے اور خاص میری عبادت کرنا یہ سیدھا راستہ ہے مگر تم نے نہ مانا آج اس بلا میں گرفتار ہوئے۔

وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ۝۶۲ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝۶۳ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝۶۴ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۶۵ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ۝۶۶ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ۝۶۷ ع

ترجمہ......: اور البتہ اس نے تو تم میں سے بہت مخلوق کو گمراہ کیا تھا، پھر کیا تم کو عقل نہ تھی ۝۶۲ یہ ہے وہ دوزخ کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ۝۶۳ آج اس میں بیٹھو اس سبب سے کہ تم انکار کیا کرتے تھے ۝۶۴ آج ہم ان کے مونہوں پر مُہر کر دیں گے اور ہم سے ان کے ہاتھ کلام کریں گے اور ان کے پاؤں جو کچھ یہ کیا کرتے تھے ۝۶۵ اس کی گواہی دیں گے اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھیں پٹ کر ڈالتے پھر وہ راستہ کو ٹٹولتے پھرتے سو کہاں دیکھ سکتے ۝۶۶ اور اگر ہم چاہتے تو ان کے گھروں پر ہی ان کی صورتیں مسخ کر دیتے کہ پھر نہ وہ آگے بڑھ سکتے اور نہ پیچھے ہٹ سکتے ۝۶۷۔

ترکیب:...... اللام موطئة للقسم و الجملة مستانفة للتوبيخ اى و الله لقد اضل جبلا فيها لغات متعددة و هى جمع جبلة بمعنى الخلق و قيل الجبلة و الجبل و احد افلم الهمزة للتوبيخ و الفاء للعطف على مقدر اى كنتم تشاهدون اما كنتم تعقلون و لو كلمة الشرط نشاء شرط مفعوله محذوف اى ان نطمس لطمسنا جوابه اى اذهبنا اعينهم فاستبقوا معطوف على لطمسنا و كذا قوله تعالىٰ و لو نشاء لمسخنهم و سيظهر لك المعنى التفسير۔

تفسیر:...... وَلَقَدْ اَضَلَّ سے لے کر یکسبون تک اسی گفتگو کا تتمہ ہے جو قیامت کے روز منکرین سے بطور الزام کے کی جائے گی کہ تم میں سے یہ شیطان بہت خلق کو گمراہ کر چکا تھا، جن کی گمراہی اور بدکاری سے دنیا میں بھی ان پر بلا آئی۔ پھر بھی تم نہ سمجھے اب تمہارے لیے یہ جہنم تیار ہے اس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا اور تم جھوٹ جانتے تھے آج اپنے اعمال کے سبب اس میں گرو۔

حق تعالیٰ کی جانب سے کفار کو جواب

منکرین آخرت میں بھی اس الزام کے بعد خدا تعالیٰ سے جھوٹ بولیں گے اور قسمیں کھا کر کہیں گے کہ ہم بتوں کو نہیں پوجتے تھے۔ اس پر خدا تعالیٰ فرمائے گا: اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ کہ اُس روز ہم تمہارے منہ پر مُہر کر دیں گے یعنی بند کر دیں گے اور تمہارے ہاتھ پاؤں تمہارے اعمال کی گواہی دیں گے۔ یعنی تمہارے اعمال کی گواہی دیں گے۔ یعنی ان کے ہاتھ پاؤں گواہ ہو جائیں گے۔ اس گواہی کی حقیقت اور ہاتھ پاؤں کی گویائی اسی کو معلوم ہے اور یہ سب اس کی قدرت میں ہے کوئی مشکل بات نہیں سنتِ مطہرہ میں بھی اس کی تشریح ہے۔

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ: سے شبہ ہوتا تھا کہ خدا تعالیٰ نے ان پر ہاتھ پاؤں کی شہادت لے کر سزا دی۔ اور آپ ...

فرمادیا تھا کہ ہم نے ان کے آگے اور پیچھے گمراہی کی دیواریں کھڑی کردیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آپ عذاب کے لیے مجبور کردیا تھا ان کو ہدایت پانے کا کچھ اختیار نہیں دیا تھا۔ اس آیت میں اس بات کا جواب ایک عجب برہان قائم کرکے دے دیا کہ اگر ہم یوں چاہتے تو ان کی آنکھیں اندھی کردیتے پھر وہ رستے کو ٹٹولتے اور رستہ نہ پاتے حالانکہ ہم نے ایسا نہیں کیا ان کی ظاہری آنکھیں اور رستہ ظاہری پانا اس کی دلیل ہے کہ جس طرح ہم نے ظاہری آنکھیں دی ہیں ہر ایک کو باطنی آنکھیں بھی عطا کی ہیں لیکن وہ نہیں دیکھتے شیطان نے ان کی آنکھوں پر شہوات ولذاتِ فانیہ کے حجاب ڈال رکھے ہیں۔

اہل کفر کو حق تعالیٰ کی جانب سے تنبیہ:...... پھر اس کی اور بھی تائید کرتا ہے فقال: وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ﴿۶۷﴾ اس کو جانے دو اپنے چلنے پھرنے کی قوت کو دیکھو۔ تم کو ہر طرح سے چلنے پھرنے پر قادر کیا ہے اسی طرح قویٰ باطنیہ بھی ہر قسم کے تم کو عطا کئے ہیں لیکن تم نے ان کو معطل کر رکھا ہے اگر ہم چاہتے تو تم کو اپنی جگہ پتھر کی طرح بے حس وحرکت کرکے ڈال دیتے پھر تم آنے جانے سے عاجز ہوجاتے حالانکہ ایسا نہیں کیا پھر جب تم کو یہ قوتیں عطا کی ہیں اور تم آپ گمراہی میں گرتے ہو پھر کیا وجہ کہ جہنم تمہارے سامنے نہ آئے اور تمہارے ہاتھ پاؤں تم پر گواہی نہ دیں جن کے تم حاکم بنے ہوئے تھے۔

مضيا بضم الميم وفتحها وكسرها والمعنى لا يستطيعون رجوعاً يقال يمضي مضيا اذا ذهب في الارض و رجع يرجع رجوعا اذا عاد من حيث جاء۔ جبر وقدر کے باریک راز کو خدا تعالیٰ نے ان آیات میں کس خوبی کے ساتھ ظاہر کیا ہے کہ جس کا بیان نہیں ہوسکتا۔ واللہ اعلم بالصوب۔

وَلَوْ نَشَآءُ ... الخ آیات میں یہ بات ثابت کی گئی تھی کہ ہم نے ہر ایک بات سمجھنے کی قوت دی تھی اس پر یہ خیال گزرتا تھا کہ ہم کو غور کرنے کا بھی موقع دینا چاہیے تھا، بڑی عمر عطا کرنی تھی کہ تجربہ ہوتے ہوتے اسرار پر بھی آگاہی ہوجاتی اس کا جواب دیتا ہے۔

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۭ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ﴿۶۸﴾ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا
يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ﴿۶۹﴾ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ
الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴿۷۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ
اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ﴿۷۱﴾ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ﴿۷۲﴾
وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ﴿۷۳﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ﴿۷۴﴾ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ
مُّحْضَرُوْنَ﴿۷۵﴾ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ﴿۷۶﴾ وقف لازم

ترجمہ:...... اور جس کی ہم بڑی عمر کرتے ہیں تو اس کو دنیا میں الٹا کردیتے ہیں پھر وہ کیوں نہیں سمجھتے ﴿۶۸﴾۔ اور نہ ہم نے نبی کو شعر سکھایا اور نہ یہ

اس کے لائق تھے یہ تو صرف نصیحت اور صاف صاف قرآن ہے⑲ تا کہ جو زندہ ہے اس کو ڈر سنائے اور کافروں پر الزام ثابت ہو جائے⑳ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اُن کے لیے اپنے ہاتھوں سے چار پائے بنائے کہ جن کے وہ مالک بن رہے ہیں㉑ اور ان کو ان کے بس میں کر دیا ہے پھر ان میں سے کسی پر چڑھتے ہیں اور کسی کو کھاتے ہیں㉒ اور ان کے لیے ان میں اور بہت سے فائدے ہیں اور خاص کر پینے کی چیز پھر کیوں نہیں شکر کرتے ؟㉓ اور اللہ کے سوا انہوں نے اور معبود بنا رکھے ہیں تا کہ وہ ان کی مدد کیا کریں㉔ اور وہ خود تو اپنی مدد کر نہیں سکتے (اور کیا کریں گے) اور یہ ان کا لشکر حاضر کیا جائے گا㉕ پھر آپ ان کی بات سے بُرا نہ مانیں کیونکہ ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں㉖۔

تفسیر:......وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۔ کہ بڑی عمر سے کیا سمجھ آ جائے گی؟

زیادتی عمر کی آرزو سود مند نہیں!...... سمجھنے کے لیے تو عمر کا ایک معتد بہ حصہ کافی ہے جیسا کہ پہلے فرمایا تھا: اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ اور زیادہ عمر ہونے کی آرزو بے کار ہے، اس لیے کہ جب عمر زیادہ ہو جاتی ہے تو اعضاء انسانی اور قویٰ مدد کے بھی ضعیف ہو جاتے ہیں۔ زجاج کہتے ہیں کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ جس کی عمر زیادہ کرتے ہیں تو اس کو پیدائشی باتوں میں اُلٹا کر دیتے ہیں۔ قوت کے بعد ضعیف، جوانی کے بعد بڑھاپا آ جاتا ہے سیدھا قد ٹیڑھا ہو جاتا۔ افلا یعقلون اس پر بھی وہ عقل نہیں کرتے۔ اس جملے میں ایک اور بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ دنیا میں ممکنات کے جس قدر کمالات ہیں طاقت و قوت حسن و جمال علم و دانش حتیٰ کہ ہستی سب ہماری دی ہوئی ہے اور اس دنیا میں چندروز کے لیے ہے آخر فنا ہے چندروز کی بہار ہے جس پر تم اس قدر بھولے ہوئے ہو اور محسنِ اصلی اور منزلِ اصلی کو بھولے ہوئے ہو اپنے ہی آپ کو دیکھو عمر زیادہ ہونے میں وہ جوانی کہاں رہتی ہے۔ کہاں گئی وہ قوتِ حافظہ اور کس جگہ چلی گئی وہ قوتِ ہاضمہ۔ کہاں ہے وہ قوتِ باصرہ و سامعہ۔ کہاں ہے وہ رنگ و روغن حسن و جمال، قد جو سرو رواں تھا جھک گیا سب چیزیں تم سے لی جاتی ہیں ایک یہ ہستی بھی چھین لی جائیگی اس پر بھی تم عقل نہیں کرتے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ۝ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ۝

ان باتوں کو سن کر کفارِ عرب کہتے تھے کہ یہ نصیحت آمیز باتیں محمد ﷺ جو سناتا ہے تو شاعر ہے شاعر بھی ایسا کلام کیا کرتے ہیں۔ ان کے جواب میں فرماتا ہے: وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ کہ ہم نے محمد ﷺ کو شعر نہیں سکھایا، وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ اور نہ ہی یہ آپ کے لائق ہے۔

یہ اس لیے کہ الہام اور وحی تو خداوند تعالیٰ کا ایک خاص فیضان ہے جو جبرئیل علیہ السلام کے وسیلہ سے روح پر نازل ہوتا ہے قوئی ملکوتیہ کو اُبھارتا اور بہیمیہ کو پست کرتا ہے اور شعر تخیلات کی روانی اور زبان کی لفاظی ہے اس میں کہیں عمدہ باتیں بھی ہوتی ہیں اور بیشتر جھوٹ تو ہمات و تخیلات ہوتے ہیں جو قوئی شہوانیہ کو جوش میں لاتے ہیں اور اسی لیے شعر کی بابت علماء اسلام نے فیصلہ کر دیا ہے کہ حمد و ثنا و عظ و پند کے شعر اچھے ہیں اور بُرے مضامین کے بُرے ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ سے اتفاقیہ کوئی شعر موزوں ہو گیا تو اس سے شاعر نہیں کہے جا سکتے۔

قرآن نصیحتِ آسمانی ہے:...... اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ⑲ کہ یہ قرآن جو ہے جو سراسر نصیحتِ آسمانی ہے۔

لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۝ یہ اس لیے نازل ہوا ہے کہ جو زندہ دل ہیں ان کو خوف دلائے اور منکروں پر خدا کی حجت پوری ہو جائے، یہ نہ کہیں کہ دنیا میں ہم کو کسی نے نہیں سمجھایا۔

انعاماتِ ربانی کا اظہار

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ۔ الخ سے بت پرستوں کو اپنی نعمتیں یاد دلاتا ہے کہ ہم نے ان کے لیے چار پائے پیدا کیے اور ان کو بس

میں کر دیا جس لیے ان سے طرح طرح کے فائدے اٹھاتے ہیں سوار ہوتے ہیں ذبح کر کے کھاتے ہیں ان کے بچوں اور بالوں سے نفع لیتے ہیں دودھ پیتے ہیں پھر بھی شکر نہیں کرتے اللہ کے تابع نہیں ہوتے بلکہ منعمِ حقیقی کو چھوڑ کر اور معبود بنا رکھے ہیں کہ وہ ان کی مدد کریں حالانکہ وہ ایسے بے بس ہیں کہ خود اپنی مدد نہیں کر سکتے بلکہ قیامت کو پکڑے ہوئے آئیں گے۔ یا یہ معنی کے کفار ان بتوں کا لشکر بن کر ان کے آگے حاضر رہتے ہیں ان کی مدد کر رہے ہیں۔ یا یہ معنی کے کفار ان کو اپنی مدد کے لیے لشکر جانتے ہیں۔

فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ...الخ نبی کو تسلی دی جاتی ہے کہ ان کی باتوں سے برا نہ مانو۔

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ
لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا
الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُۨ ﴿۷۹﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ
الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؔ بَلٰى ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَآ وقف غفران
اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ
مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع ۱۶

ترجمہ......: کیا آدمی نہیں جانتا کہ ہم نے اس کو منی کے ایک قطرہ سے بنایا ہے پھر وہ کھلم کھلا دشمن بن کر جھگڑنے لگا ﴿۷۷﴾۔ اور ہماری نسبت باتیں بنانے لگا اور اپنا پیدا ہونا بھول گیا کہنے لگا بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے؟ ﴿۷۸﴾ کہہ دو ان کو وہی زندہ کرے گا کہ جس نے ان کو اول بار پیدا کیا تھا اور وہ سب کچھ بنانا جانتا ہے ﴿۷۹﴾ وہ کہ جس نے تمہارے لیے سبز درخت میں سے آگ پیدا کر دی کہ تم جھٹ پٹ اس سے آگ سلگانے لگتے ہو ﴿۸۰﴾ کیا وہ کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے اور بنائے؟ کیوں نہیں وہ بہت کچھ بنانے والا ماہر ہے ﴿۸۱﴾ اس کی تو یہ شان ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اتنا ہی فرما دیتا ہے کہ ہو سو وہ ہو جاتی ہے ﴿۸۲﴾ پس پاک ہے وہ ذات کہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا کامل اختیار ہے اور اسی کے پاس پھر تم لائے جاؤ گے ﴿۸۳﴾۔

ترکیب:......فاذا ھو الجملۃ معطوفۃ علی الجملۃ المنفیۃ قبلھا داخلۃ معھافی حیز الانکار المفھوم من الاستفھام والمعنی العجب من ھذا المخاصم الدنی یجادل الجبار القھار ونسی اصلہ وخلقہ من ای شئی خلق و کیف صار۔ اولیس الھمزۃ للانکار والواو للعطف علی مقدر من نظائرہ رمیم فعیل بمعنی مفعول یستوی فیہ المذکر والمؤنث۔

انسان کی اصل وحقیقت

تفسیر:......اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ ...الخ یہاں سے ثبوتِ حشر پر دلائل قائم کرتا ہے اور منکرینِ حشر کو انہیں کی ذات میں اپنی قدرت و

کمال کانمونہ دکھاتا ہے کہ انسان یقیناً جانتا ہے کہ خدا نے مجھ کو ایک قطرۂ پانی سے پیدا کیا ہے جو متشابہ الاجزاء و متحد الحقیقۃ والاسم ہے ، پھر اس میں سے ہڈی اور گوشت اور پوست اور سرپاؤں دل و دماغ آنکھ ناک کیسے مختلف الاسم والحقیقۃ اجزاء پیدا کر دیے اور ہر ایک میں جداگانہ قوت و تاثیر رکھی اور اس کے تمام کیل و پرزے جوڑ کر اس کو بڑا گویا اور فہیم بنا دیا۔ یہ گویا ہوتے ہی بڑے دشمن، بڑے مقرر منکرِ حشر بن گئے طرح طرح کی حجتیں نبیوں اور اس کے کلام کے مقابلہ میں کرنے لگے۔

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَهٗ ؕ اور ہمارے لیے دنیا کے لوگوں کی مثال بیان کی کہ جس طرح دنیا کے لوگ بعض اشد کاموں میں عاجز ہیں وہ بھی ہے یعنی مخلوق کی قدرتوں اور طاقتوں پر قیاس کر کے ہماری قدرت کو بھی محدود سمجھ لیا کہ وہ مرنے کے بعد زندہ نہیں کر سکتا اور طرفہ یہ ہے کہ ہماری قدرت غیر محدود کا نمونہ اسی کے پیدا کرنے میں موجود ہے اس کو بھول گیا۔ یعنی اس میں غور نہیں کرتا۔ پھر اس مثل کا بیان کرتا ہے۔

بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے؟

قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ ۝ کہ انسان کہتا ہے کہ بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہوئی ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے؟

انسان سے مراد عموماً منکرینِ حشر ہیں۔ گو یہ بات جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے عاص بن وائل نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہی تھی۔ ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے اس کو اپنی معجم میں نقل کیا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کا جواب دیتا ہے:

قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دے ان بوسیدہ ہڈیوں کو وہی زندہ کرے گا کہ جس نے ان کو اول بار بنایا تھا اور ان کا کچھ بھی وجود نہ تھا پھر بار دگر بنانا اس کو کیا نہیں آتا؟ حالانکہ وہ ہر چیز مخلوقات کی جانتا ہے کوئی ذرّہ اجزاء بدن کا اس سے مخفی نہیں بار دگر سب کو ملا دے گا اور روح ڈال دے گا۔

یا یوں کہو وہ ہر طرح سے پیدا کرنا جانتا ہے۔ فالخلق مصدر و علی الاول بمعنی المخلوق۔ اس کے بعد اور دلیل بیان فرماتا ہے:

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا... الخ کہ اللہ تو وہ قادر مطلق ہے کہ سبز درخت میں سے آگ نکال دیتا ہے۔

بن میں جب بانس کی ٹہنیاں ہوا سے آپس میں رگڑا کھاتی ہیں تو اس سے آگ نکلتی ہے جس سے بن میں خود بخود آگ لگ جاتی ہے اور عرب میں دو درخت ہیں ایک کو مرخ دوسرے کو عفار کہتے ہیں اور زند اور زندہ بھی۔ جب آگ سلگانی منظور ہوتی ہے تو دونوں کی ہری ٹہنیاں توڑ کر ایک کو دوسرے پر مارتے ہیں آگ پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر آگ اور سبز درخت کو دیکھیے جو پانی اور رطوبت کی پوٹ ہے دونوں ضدوں کو جمع کر دیا۔ پھر جس نے اضداد کو جمع کر دیا کیا وہ اجزاء بدنِ انسانی کو جمع نہیں کر سکتا؟ بے شک کر سکتا ہے۔

قدرت کاملہ کا اظہار:...... اس کے بعد ایک اور دلیل بیان کرتا ہے:

اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ کہ کیا وہ کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اس بات پر قادر نہیں کہ ان کو بار دگر پیدا کرے؟ بے شک پیدا کر سکتا ہے۔

مثلھم ای مثل ھؤلاء الاناس الذین ماتوا او المراد ھم علی سبیل الکنایۃ نحو مثلک لایبخل والمراد انت

آپ ہی اس استفہام کا جواب دیتا ہے: بَلٰی وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ۝ کیوں نہیں وہ خلاق ہے، ہر چیز پیدا کر سکتا ہے اور علیم بھی ہے، ہر قسم کے علوم اس کے آگے حاضر ہیں۔ قدرت بھی ثابت کی گئی علم بھی۔

اب کلام میں کوئی جگہ مخالف کے لیے باقی نہیں، اس لیے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کے وجود کو مانتا ہے اور اس کو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا بھی جانتا ہے تو اس بات کا ماننا اس کو ضرور ہے کہ وہ بارِ دیگر بھی پیدا کر سکتا ہے کیونکہ بارِ دیگر پیدا کرنا اول بار کے پیدا کرنے سے عقلاً کوئی زیادہ بات نہیں اور مشرکین کہ جن کے مقابلہ میں یہ کلام ہو رہا ہے خدا کے بھی قائل تھے اور اُس کو خالقِ آسمان و زمین بھی جانتے تھے حشر کے منکر تھے۔ یہود میں بھی ایک فرقہ منکر حشر کا تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کو مخلوق پر قیاس نہ کیا جائے:...... اس کے بعد ایک اور دلیل بیان فرماتا ہے:

اِنَّمَآ اَمۡرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیۡـًٔا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَهٗ كُنۡ فَیَكُوۡنُ۝ اس میں ان کی تمثیل کا بھی بطلان ہے کہ وہ کہتے تھے کوئی بھی حشر پر قادر نہیں۔ غائب کو حاضر پر قیاس کرتے تھے، فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کو مخلوق پر قیاس نہ کرو، اس لیے کہ مخلوق میں سے جو کوئی کسی چیز کو بنانا چاہتا ہے تو وہ چند باتوں کا محتاج ہوتا ہے **اول** اپنی قوت وطاقت کا ہونا۔ **دوم** آلاتِ بدنیہ، **سوم** دیگر آلات۔ **چہارم** اس چیز کا مادہ موجود ہونا۔ **پنجم** زمانہ کا درمیان۔ **ششم** موانع کا دور ہونا۔ مثلاً کوئی معمار کسی مکان کے بنانے کا ارادہ کرے تو اس میں قوت وطاقت فنِ معماری کا علم ہونا چاہیے پھر اس کے ہاتھ پاؤں اعضاءِ بدنیہ بھی درست ہونے چاہئیں۔ پھر اس کے اوزار و آلات بھی ضروری ہیں پھر اس مکان کا مادہ اینٹ پتھر لکڑی گارا چونا لوہا وغیرہ بھی کہ جن سے وہ مکان بنے گا پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مکان دفعتاً نہیں بنے گا زمانے میں تیار ہوگا ایک ایک ساعت سے لے کر دس برس بیس برس کا کسی قدر ہو زمانہ ضرور ہوگا ان سب کے بعد یہ بھی کہ کوئی مانع پیش نہ آئے اگر کسی زبردست نے بننے سے روک دیا تو رُک جائے گا یا بارش آندھی کوئی بات پیش آجائے تب بھی رُک جائے گا۔ برخلاف خدا تعالیٰ کے کہ وہ ان چیزوں میں سے کسی کا بھی محتاج نہیں۔ ہمہ وقت اس کے لیے سب سامان مہیا ہیں پھر اس کو مخلوق پر قیاس کرنا کیسی بے عقلی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جب کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو فرماتے ہیں ''ہو جا''، سو وہ ہو جاتی ہے

اس بات کو خدا تعالیٰ اس آیت میں بیان کرتا ہے کہ وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو صرف یہی بات ہوتی ہے کہ اس کو کہتا ہے کُن یعنی ہو جا سو وہ فوراً موجود ہو جاتی ہے امر سے مراد امرِ تکوینی ہے اور قول اور کن سے بھی قول اور کنِ تکوینی مراد ہے تو یہ کہ اس معدوم چیز سے خطاب کیا جاتا ہے کہ تو ہو جا، اس لیے کہ وہ تو اُس وقت معدوم ہوتی ہے قابلِ خطاب ہی نہیں ہوتی اور موجود ہو تو پھر موجود کو موجود کرنے کے کیا معنی؟ بلکہ مراد یہ ہے کہ اس کے علم میں ہر شے ہے خواہ وہ خارج میں موجود ہو یا معدوم اور یہ علم اس کا علم ازلی ہے جب سے وہ ہے اسی کے ساتھ اس کی ذات بابرکات میں تمام چیزوں کا علم ان چیزوں کے پیدا کرنے سے پیشتر ہی رکھا ہوا ہے پھر جب وہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا قصد کرتا ہے تو اس موجودِ علمی سے یہ فرما دیتا ہے یعنی ارادہ کر لیتا ہے کہ ہو جا سو وہ فوراً موجود ہو جاتی ہے ذرا بھی دیر نہیں لگتی۔

معتزلہ وکرامیہ کے خیال باطل کا ابطال

اس تقریر سے معتزلہ اور کرامیہ کا خیال بھی باطل ہو گیا کہ معدوم کو بھی شئی کہتے ہیں اور یہ کہ اس کا ارادہ حادث ہے۔

اس آیت میں اس نے اپنی بے انتہا قدرت کا ثبوت کر دیا اور راسخ الاعتقاد اور سلیم الطبع کو کامل یقین دلا یا اور دعویٰ کو دلیل کر دکھایا۔

اس لیے اس کے بعد اس بحث کے نتیجہ کو کس عمدہ پیرائے اور اسلوب سے بیان فرماتا ہے کہ جو اصل الاصول مطالب کو گھیرے ہوئے ہے۔ فقال: فَسُبۡحٰنَ الَّذِیۡ بِیَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَیۡءٍ وَّاِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ۝ اور اس تمام سورت میں اصل الاصول تین ہی باتیں ہیں۔

اصل الاصول تین باتیں:...... توحید، اقرار رسالت، اعتقادِ حشر۔ رسالت کو تو کئی مقام پر اس سورت میں ثابت کر دیا ہے۔

ایک بار اول ہی میں فرمایا: وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اور اس کو سب سے اول اس لیے ذکر کیا کہ جب تک انسان رسولوں پر ایمان نہیں لائے گا اس کے کہنے سے حشر اور اس کی صفات کا کب قائل ہوگا۔ اس لیے کہ یہ باتیں تجربہ اور حس سے باہر ہیں اور براہینِ عقلیہ میں باہم تعارض ہو جاتا ہے اور وہم خلل اندازی کرتا ہے ان باتوں کا کامل یقین تو اس کے فرستادہ یعنی رسول کے کہنے سے ہو سکتا ہے۔ اور ایک بار اخیر رکوع میں ثابت کیا بقولہ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ... الخ۔

اب رہیں دو باتیں توحید و حشر پر ایمان لانا، سو وَاٰيَةٌ لَّهُمُ سے شروع کر کے چند دلائل سے اس کو ثابت کر دیا اور حشر کے مسئلہ کو اخیر میں بڑے زور سے ان کا انکار نقل کر کے وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۚ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ ثابت کیا۔

اور اخیر میں اس لیے کہ حشر بھی دنیا کا اخیر ہی ہوتا ہے اور اس بات کے اثبات میں اپنی قدرت غیر متناہی کے جتلانے کے لیے دلائل بیان کرتا چلا آتا ہے اس لیے ختمِ کلام کے موقع پر ان دونوں باتوں کو نتیجہ کے طور پر ثابت کرتا ہے۔

فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ میں توحید کو ثابت کیا۔

اول تو لفظ سبحٰن ہی اس کی تنزیہ و تقدیس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ شریک و سہیم و مثل و نظیر اور عجز و حدوث، ولد و مولود سب نقصان کی چیزوں سے پاک ہے نہ اس کو جورو (بیوی) کی حاجت نہ بیٹے کی ضرورت نہ کسی جسم میں حلول کرنے کا احتیاج، نہ کسی مددگار کی پروا، اس لیے کہ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ اس کے ہاتھ میں یعنی قبضہ میں ہر شے کی حکومت ہے۔

یہ جملہ تنزیہ کے لیے بھی دلیل ہے اور آئندہ دوسری بات حشر برپا کرنے کے لیے بھی دلیل ہے کیوں کہ جب اس کے قبضہ میں ہر چیز کی حکومت ہے تو مر کر بارِ دگر زندہ کرنے پر بھی وہ قادر ہے اس لیے اس کے بعد والیہ ترجعون فرمایا کہ اسی کے پاس پھر جاؤ گے یعنی حشر برپا ہوگا مر کر زندہ ہو کے خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا ہوگا۔

اور الیہ جار کو مقدم کیا جس میں اشارہ ہے کہ اس کے پاس پھر جانا ہے نہ کہ کسی اور کے پاس کہ جس کو تم اس کے ساتھ شریک کرتے اور اس کی خدائی کا حصہ دار یا کارِ مختار سمجھتے ہو اس پر اور لطف یہ ہے کہ ترجعون مضارع کا صیغہ کا استعمال ہوا اس میں اشارہ ہے کہ حشر قائم ہونے کے بعد تو خدا کے پاس جانا ہی ہے جیسا کہ معنی استقبال مضارع میں پائے جاتے ہیں حال میں بھی تم اسی کے پاس چلے جا رہے ہو۔ یہ عمر تمہارا ایک سفر ہے جس قدر برس گزرتے ہیں یا جس قدر دن گزرتے ہیں گویا تمہارے سفر کی اسی قدر منزلیں طے ہوتی ہیں آخر ایک روز یہ سفر تمام ہوگا موت آئے گی کیا بلکہ سامنے کھڑی ہے پس تمہاری روح کو اس کے سامنے جانا ہوگا اب ہر وقت تم اسی کے پاس سفر طے کر کے جا رہے ہو اور اس پر لطف یہ کہ مضارع مجہول کا صیغہ آیا تا کہ یہ معلوم ہو کہ تم از خود نہیں بلکہ کوئی اور تم کو لیے جا رہا ہے۔ اور سچ بھی ہے کہ ہم بے اختیار منازلِ عمر طے کر رہے ہیں۔ اسی بات کو کئی ایک جگہ قرآن مجید میں ذکر کیا ہے نقال:

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝

یٰس قرآن مجید کا دل ہے: ...... امام احمدؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے یٰس قرآن مجید کا دل ہے جو کوئی اس کو خالصاً لوجہ اللہ پڑھے گا اس کو بخش دے گا اس کو دل اسی لیے کہا کہ اس سورت میں اعتقادیات ہی ہیں جو دل میں رہا کرتے ہیں۔ یا یوں کہو قرآن مجید کے امہات المطالب یہی تین باتیں ہیں اور ان کے مہتمم یا محفظ یا فروع ہیں اور اور یہی باتیں لب لباب ہیں اور اعلیٰ تر ہیں۔ اور عمدہ اور اعلیٰ چیز کو انسان کے دل سے تشبیہ دی جایا کرتی ہے کہ وہ بھی بدن میں سب سے عمدہ اور اعلیٰ اور سردار ہوتا ہے۔

اٰيَاتُهَا ۱۸۲ | (۳۷) سُوْرَةُ الصّٰٓفّٰتِ مَكِّيَّةٌ (۵۶) | رُكُوْعَاتُهَا ۵

سورۂ صافات میں کل آیات ۱۸۲ ہیں اور رکوع ۵ ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ
لَوَاحِدٌ ؕ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ؕ﴿۵﴾ اِنَّا زَيَّنَّا
السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِۨالْكَوَاكِبِ ۙ﴿۶﴾ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ﴿۷﴾ لَا
يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۖ﴿۸﴾ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ
عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ﴿۹﴾ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾
فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ
لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ۠﴿۱۲﴾ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ۠﴿۱۳﴾ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً
يَّسْتَسْخِرُوْنَ ۠﴿۱۴﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۚ﴿۱۵﴾

ترجمہ:...... قسم ہے صف باندھ کر کھڑے ہونے والوں کی ① ۔ پھر ڈانٹنے والوں کی دھمکا کر ② ۔ پھر ذکر الٰہی میں تلاوت کرنے والوں کی ③ البتہ تمہارا معبود تو ایک ہی ہے ④ وہ آسمانوں اور زمین اور اس کے اندر کی سب چیزوں کا اور مشرقوں کا رب ہے ⑤ ■ ہم نے نیچے کے آسمانوں کو ستاروں سے سجایا ہے ⑥ اور اس کو ہر ایک شیطان سرکش سے محفوظ رکھا ہے ⑦ کہ وہ عالم بالا کے لوگوں کی باتوں کی طرف کان بھی نہیں لگا سکتے ⑧ ان پر ہر طرف سے کھدیڑنے کے لیے انگارے شہاب پھینکے جاتے ہیں اور ان کے لیے ہمیشہ کا عذاب ہے ⑨ مگر جو کوئی بات لے بھاگتا ہے (اُچک لیتا ہے) تو اس کے پیچھے دہکتا ہوا انگارا پڑتا ہے ⑩ پس (اے رسول) ان سے پوچھو کہ ان کا بنانا بڑی بات ہے یا ان چیزوں کا کہ جن کو ہم نے بنایا ان کو تو ہم نے لیس دار گارے سے بنایا ہے ⑪ بلکہ آپ تو (ان کی احمقانہ باتوں پر) تعجب کرتے ہیں اور وہ ٹھٹھا کرتے ہیں ⑫ اور جب وہ سمجھائے جاتے ہیں تو سمجھتے نہیں ⑬ اور جب کوئی قدرت کی نشانی دیکھتے ہیں تو ہنسی کرتے ہیں ⑭ ۔ اور کہتے ہیں یہ تو

■:...... آفتاب برس دن تک ایک جگہ خاص سے طلوع کرتا ہے اور دوسری خاص جگہ سے غروب۔ ہر روز نیز مطلع ہے اس لیے رب المشرق والمغارب کہتے ہیں اور گرمی و سردی کے دو مطلع قرار دے کر رب المشرقین ورب المغربین بھی کہتے ہیں ۱۲ منہ

محض صریح جادو ہے۔

ترکیب:......والصّٰفّٰت الواو للقسم وجوابه ان الٰهكم۔رب السمٰوٰت بدل من واحد بزينة ن الكواكب من اضافة النوع الى الجنس كقولك باب جديد والزينة كواكب حفظا ومن اى حفظا باحفظنا من يتعلق بالفعل المحذوف ۔لايسمعون الجملة فى موضع الجر على الصفة او مستانف دحورا يجوزان يكون مصدرا من معنى يقذفون او مفعولا له الا استثناء من الجنس اى لايسمعون الملائكة الا مخالسة ثم يتبعون بالشهاب فى خطف۔

تفسیر:......ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے۔رسول ﷺ نے فرمایا جو کوئی جمعہ کے روز یٰس اور صٰفّٰت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت طلب کرے گا اللہ اس کی حاجت روا کرے گا۔(رواه ابو داود فى فضائل القرآن)۔

مشرکین کے اعتقادات فاسدہ کا ردّ

مشرکینِ مکہ بت پرستی کرتے تھے، ستاروں کو بھی قضا وقدر میں شریک جانتے تھے اس لیے ان کی پرستش بھی کرتے تھے اور جنوں اور شیطانوں کو بھی مانتے تھے، شیاطین کچھ خبریں بھی جھوٹ ملا کر لوگوں کو دیا کرتے تھے جس پر وہ غیب دانی کا دعویٰ کرتے تھے اور ان شیاطین کی نظر ونیاز کروایا کرتے تھے اور قیامت کے بھی منکر تھے۔ان سب باتوں کا رد اس سورت میں کرتا ہے اور پہلے دلائل سے رد کر چکا تھا مگر مخاطبین کو وثوق (یقین) دلانے کے لیے کلام کو قسم کے ساتھ شروع کرتا ہے۔فقال:

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا﴿۱﴾...الخ تین چیزوں کی قسم کھاتا ہے: اول: وَالصّٰفّٰتِ صَفًّا یعنی صف باندھنے والے......دوسرے: الزّٰجِرٰتِ زجر کرنے والے ڈانٹنے اور روکنے والے......تیسرے: التّٰلِيٰتِ ذکراً ذکر کرنے والے۔اب یا تو ان تینوں چیزوں سے ایک شے مراد ہے یہ تینوں اس کے وصف ہیں یا تین چیزیں جدا جدا۔اول صورت میں علماء کے کئی قول ہیں۔

اول: یہ کہ ملائکہ مراد ہیں کیوں کہ وہ آسمانوں میں عبادت کے لیے صف بستہ کھڑے رہتے یا حکمِ الٰہی کی تعمیل کے لیے صف بستہ رہتے ہیں اور ملائکہ ہی بادلوں کو ہانکتے اور ڈانٹتے ہیں یا یہ کہ شیاطین کو بنی آدم کے تکلیف دینے سے ڈانٹتے ہیں یا یہ کہ الہامات کے طور پر ملائکہ کو قلوبِ بنی آدم تک تاثیرات ہیں وہ ان کو معاصی سے روکتے ہیں جس طرح کے شیاطین آمادہ کرتے ہیں اور وہی ذکرِ الٰہی میں مصروف رہا کرتے ہیں۔یا اس سے نیک لوگ مراد ہیں جو جہاد وجماعت میں صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اور کفار کو گمراہی سے روکتے اور مخالفین کو ڈانٹتے ہیں اور تلاوت قرآن کرتے ہیں۔دوسری صورت میں بھی کئی احتمال ہیں۔ان چیزوں کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ

اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ﴿۴﴾ کہ تمہارا ایک ہی رب ہے وہی آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ستارے رب نہیں بلکہ

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ: ان کو تو ہم نے آسمان کی زینت بنا دیا ہے اور وہ شیاطین کے لیے اوپر جانے سے محافظ بھی ہیں۔

اسی قسم کا مضمون قرآن مجید میں کئی ایک جگہ آیا ہے

ایک جگہ آیا ہے: وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ...الخ ﴿سُوْرَةُ الْمُلْكِ:۵﴾

ایک جگہ ہے: وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ﴿۱۷﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ﴿۱۸﴾ ﴿سُوْرَةُ الْحِجْرِ﴾

سورۂ جن میں آیا ہے: وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا﴿۸﴾ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا﴿۹﴾

اور احادیثِ صحیحہ میں بھی یہی مضمون منقول ہے۔امام بخاریؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب آسمانوں پر کوئی حکم ہوتا ہے تو خوف کے مارے ملائکہ تھرا جاتے ہیں پھر ایک دوسرے سے دریافت کرتا ہے پھر اوپر کے طبقہ سے لے کر نیچے کا طبقہ والے ملائکہ تک درجہ بدرجہ وہ بات پہنچتی ہے نیچے کے طبقے والوں سے شیاطین کوئی بات اُڑا لے جاتے ہیں اور اس کو جادوگروں اور یا بھتنیوں والوں کو پہنچاتے ہیں ایک میں سو جھوٹی باتیں ملا کر مشہور کرتے ہیں پھر کبھی یا اکثر ستارہ ان کے پیچھے دوڑتا ہے اور جلا دیتا ہے اور کبھی وہ کلمہ جادوگروں کو پہنچا دیتا ہے، اور اسی کے قریب قریب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مسلم نے روایت کیا ہے اور جمہور مفسرین اس پر متفق ہیں اور اہلِ سنت کا یہی اعتقاد ہے۔

اوپر رات کو جو کچھ چمکتا ہوا نظر آتا ہے اس کو عرف میں بجز نیرین کے ستارہ کہتے ہیں کہ وہ ثوابت ہوں یا تھوڑی دیر کے بعد مٹ جائیں جیسا کہ قرۂ ارض سے ادخنہ جو اوپر کو صعود کرتے ہیں اور کرۂ نار میں پہنچنے کے بعد ان میں آگ لگ جاتی ہے پھر وہ مادۂ مشتعل رات کو مختلف صورتوں میں روشن ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے کبھی دُم دار ستارہ معلوم ہوتا ہے اور جس قدر وہ مادہ ہوتا ہے اُتنا ہی اس کو قیام رہتا ہے حتیٰ کہ مہینوں تک۔خدا تعالیٰ بندوں کو اپنے عجائب مخلوقات میں قدرتیں دکھاتا ہے کہ یہ جو اوپر رات کو تمہیں ستارے معلوم ہوتے ہیں ان سے آسمان کی زینت ہوتی ہے۔اندھیرے میں نورانی قندیلیں مختلف صورتوں میں لٹکی ہوئی نظر آ رہی ہیں یہ تو ثوابت ہیں اور بعض جو تم کو تارے معلوم ہوتے ہیں (جس کو تم شہابِ ثاقب کہتے ہو یعنی ادخنہ ارضیہ اور جس کو تم دیکھتے ہو کہ آسمان سے ٹوٹتا ہے یا کوئی پھینک کر دوسری طرف مارتا ہے) ان سے ملائکہ سماوات کام لے رہے ہیں کہ شیاطین اوپر یعنی عالمِ بالا کی باتیں اور وہاں کے روزمرہ جاری ہونے والے حوادثات کی خبریں سننے جاتے ہیں ان کو ان سے مارتے ہیں اور گو شیاطین اور جن بھی ناری ہیں ان کا غالب مادہ آتش ہے مگر آگ کے درجے متفاوت ہیں قوی ضعیف میں اثر کرتی ہے اسی لیے ان کو جلا دیتی ہے جیسا کہ انسان کا غالب مادہ خاک ہے مگر پتھر کے مارنے سے جو وہ بھی خاکی ہے مر جاتا ہے۔اس تقریر پر تمام شبہات دور ہو گئے عقل و نقل میں موافقت ہو گئی۔

شہابِ ثاقب کی مار:......اب ہم آیات کی تفسیر کرتے ہیں کہ یہ جن و شیاطین کہ جن کو تم پوجتے اور غیب داں جانتے ہو ان کی تو عالمِ بالا تک رسائی بھی نہیں اور جو کوئی وہاں تک جانے کا قصد کرتا ہے تو ملائکہ ہر طرف سے ان پر کھدیڑنے کے لیے ستاروں کے انگارے مارتے ہیں اور جو کوئی بات سن کر بھاگتا ہے تو اس کو شہابِ ثاقب جا لیتا ہے۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ...الخ یہاں سے منکرینِ حشر کا رد کرتا ہے کہ ہم نے ان کو طِيْنٍ لَّازِبٍ یعنی چپکتے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہے کیوں کہ انسان کا غالب مادہ مٹی ہے جو تر ہو کر اس کے اعضاء بنانے میں کام آئی ہے نہ صرف تر بلکہ اس کے کئی خمیر ہوئے ہیں پھر خمیروں کا عطر لیا گیا ہے۔پھر حشر برپا کرنا ہمیں کیا مشکل ہے۔

بَلْ عَجِبْتَ...الخ: اے محمد (ﷺ) تو اس جہل و انکار سے تعجب کرتا ہے اور وہ ہیں کہ تمسخر کر رہے ہیں اور سمجھانے سے سمجھتے نہیں جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو ٹھٹھوں میں اُڑاتے اور اس کو جادو بتاتے ہیں۔تمسخر حمقاء کا کام ہے۔

ءَ اِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۱۷﴾ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۱۹﴾

وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿٢٠﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ
تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢١﴾ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿٢٢﴾ مِنْ ع
دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿٢٣﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿٢٤﴾ مَا
لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿٢٥﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى
بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٢٧﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿٢٨﴾ قَالُوْا بَلْ
لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا
طٰغِيْنَ ﴿٣٠﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿٣١﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿٣٢﴾
فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿٣٣﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٤﴾
اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا
لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿٣٦﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٣٧﴾
اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿٣٨﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٣٩﴾

ترجمہ:......(کہتے ہیں) کیا ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے ﴿١٦﴾ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی ﴿١٧﴾ کہہ ضرور اور (اُس وقت) تم بے بس ہو گے ﴿١٨﴾ پھر قیامت تو ایک ہی کڑک ہوگی پھر تو فوراً (زندہ ہو کر) راہ تکیں گے ﴿١٩﴾ اور کہیں گے ہائے کم بختی یہ تو جزاء کا دن ہے ﴿٢٠﴾ یہ ہے فیصلہ کا دن کہ جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے ﴿٢١﴾ (حکم ہوگا) ظالموں کو اور ان کی بیویوں ❶ کو اور ان سب کو بھی کہ جن کو وہ اللہ کے سوا پوجا کرتے تھے ﴿٢٢﴾ حاضر کرو پھر ان کو جہنم کے رستے کی طرف ہانک کر لے جاؤ ﴿٢٣﴾ اور ان کو کھڑا کرو کہ ان سے دریافت کرنا ہے ﴿٢٤﴾ تم کو کیا ہوا کہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے ﴿٢٥﴾ بلکہ آج کے دن وہ سر جھکائے کھڑے ہوں گے ﴿٢٦﴾ اور ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھے گا ﴿٢٧﴾ کہیں گے تم ہی تو ہو ہم پر پل پل کر دائیں طرف ❷ سے آیا کرتے تھے ﴿٢٨﴾ وہ جواب دیں گے کہ تم خود ہی ایمان نہیں لاتے تھے ﴿٢٩﴾ اور ہمارا تم پر کوئی زور بھی نہ تھا بلکہ خود تم ایک گمراہ قوم تھے ﴿٣٠﴾ پھر ہم سب ہی پر ہمارے رب کا قول ❸ پورا ہو گیا کہ ہم سب کو عذاب چکھنا ہے ﴿٣١﴾ پھر ہم نے تم کو بھی گمراہ کیا ہم خود بھی گمراہ تھے ﴿٣٢﴾ پھر اس روز عذاب میں وہ سب یکساں ہوں گے ﴿٣٣﴾ ہم گنہگاروں

❶......وہ بیویاں جو اپنے مشرک خاوند کے مذہب پر تھیں ١٢ منہ۔ ❷......یمین یعنی حق دین میں سد راہ ہوتے تھے (زجاج) واحدی کہتے ہیں کہ ان کے گمراہ کرنے والوں نے قسمیں کھائی تھیں کہ جو ہم کہتے ہیں وہ حق ہے یعنی تم قسم کے سبب سے کہتے تھے۔ اور دائیں طرف سے آنا عرب میں عزت کے ساتھ آنے سے محاورہ ہے یعنی زور میں آتے تھے ١٢ منہ۔ ❸......یعنی قسمت کا لکھا پیش آیا ہم کیا کریں ١٢ منہ۔

کے ساتھ ایسا ہی (برتاؤ) کیا کرتے ہیں ﴿٣٤﴾ کیوں کہ جب ان سے لا الہ الا اللہ کہا جاتا تھا تو اکڑا کرتے تھے ﴿٣٥﴾ اور کہتے تھے کیا ہم ایک شاعر دیوانہ ❶ کے لیے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں گے؟ بلکہ (نہ وہ شاعر ہے نہ دیوانہ) ﴿٣٦﴾ (اللہ کی بات لے آیا اور رسولوں کو سچا کر دیا) دین حق لے کر آیا ہے ﴿٣٧﴾ اور خدا کے رسولوں کی تصدیق کی البتہ تم کو عذاب الیم چکھنا ہے ﴿٣٨﴾ اور تم کو وہی بدلہ دیا جائے گا کہ جو تم کیا کرتے تھے ﴿٣٩﴾۔

تفسیر:...... ءَاِذَا مِتْنَا وَ کُنَّا تُرَابًا یہاں سے پھر منکرین حشر کا قول نقل کر کے اس کا رد کرتا ہے کہ

کفار کی ضد وہٹ دھرمی:...... وہ کہتے ہیں کیا جب ہم مر جائیں گے اور مر کر خاک ہو جائیں گے ہم اور ہمارے باپ دادا زندہ ہوں گے؟ اس بات کو وہ اپنے نزدیک خدا تعالیٰ کی قدرت سے بعید جانتے ہوں گے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے: قُلْ نَعَمْ! کہہ دے ہاں! زندہ کیے جاؤ گے اور اپنے کفر و بدکاری کی وجہ سے تم ذلیل ہو گے۔ اور اسی لیے جرم کی سزا سے بچنے کے لیے تم انکار کرتے ہو۔

پھر حشر برپا ہونے کی کیفیت اور حشر کے بعد جرموں کی سزا پانے کی کیفیت اور وہاں بتوں سے ناامیدی اور اس بت پرستی کی باز پرس اور آپس کی گمراہ کرنے والوں اور ان کے مریدوں کی تھکا فضیحتی کا وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٣٩﴾ تک ذکر کرتا ہے۔

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٤٠﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿٤١﴾ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿٤٢﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٤٣﴾ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿٤٤﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿٤٥﴾ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿٤٦﴾ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿٤٨﴾ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿٤٩﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٥٠﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ﴿٥١﴾ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿٥٢﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿٥٣﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿٥٤﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿٥٥﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿٥٦﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٥٧﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿٥٨﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿٥٩﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٠﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿٦١﴾ اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿٦٢﴾

❶...... شاعر دیوانہ جاہل کو کہتے تھے ١٢ منہ۔

ترجمہ:......لیکن اللہ کے خاص بندے (۴۰) کہ ان کے لیے خوان مقرر ہیں (۴۱) میووں کے اور وہ نعمت کے باغوں میں (۴۲) ان کے سامنے تختوں پر (۴۳) عزت واحترام سے بیٹھے ہوں گے (۴۴) ان میں صاف شراب کا دور چل رہا ہوگا (۴۵) جو سفید (اور) پینے والوں کے لیے مزہ دے گی (۴۶) نہ اس میں بہکنا ہوگا اور نہ ان کو اس سے نشہ ہوگا (۴۷) اور ان کے پاس نیچی نگاہ رکھنے والی بڑی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی (۴۸) گویا کہ وہ ڈبے میں چھپے ہوئے موتی ہیں (۴۹) پھر ان میں سے ایک دوسرے کی طرف ملتفت ہوکر باتیں پیش کرے گا (۵۰) ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ (دنیا میں) میرا ایک ساتھی تھا (۵۱) وہ کہا کرتا تھا کہ کیا تو بھی ان میں سے ہے جو رسول کو سچ جانتے ہیں؟ (۵۲) کہ کیا ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے کیا ہم کو جزا ملے گی (۵۳) وہ کہے گا کیا تم بھی دیکھنا چاہتے ہو؟ پھر وہ جھانک کر دیکھے گا (۵۴) تو اس کو دوزخ کے بیچوں بیچ پڑا دیکھے گا (۵۵) وہ کہے گا بخدا کہ تو نے تو مجھے ہلاک ہی کیا ہوتا (۵۶) اور اگر میرے رب کی عنایت نہ ہوتی تو میں بھی (گرفتارِ عذاب ہوکر) حاضر کیا جاتا (۵۷) پھر کیا ہم جنتی ایسے ہیں کہ جو ایک بار مرنا تھا (۵۸) سو مر چکے اب نہ ہم کو موت ہے اور نہ ہم کو کوئی تکلیف ہونی ہے (۵۹) بے شک یہ بڑی کامیابی کی بات ہے (۶۰) ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے (۶۱) کیا یہ مہمانی بہتر ہے یا تھوہر کا درخت؟ (۶۲)

تفسیر:......اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ الْمُخْلَصِیْنَ۝ سے خالص بندوں اہلِ توحید وطاعت کی جزاءِ دارِ آخرت بیان فرماتا ہے کہ وہاں ان کو ہر قسم کی نعم وناز اور طرح طرح کی ابدی نعمتیں ملیں گی۔

جنت کی مجلسیں اور کافر دوست کے حال کی جستجو

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ۝ سے یہ بات بیان فرماتا ہے کہ ایک جنتی اپنے کسی دوسرے دوست سے دنیا کا تذکرہ کرے گا کہ دنیا میں میرا ایک دوست آخرت کا منکر تھا۔ تو پھر وہ اپنے احباب اہلِ جنت سے کہے گا کہ کیا آپ اس کو دیکھنا چاہتے ہیں کہ اب وہ کس حال میں ہے؟ پس جھانک کر دیکھے گا تو اس کو جہنم میں پڑا ہوا پائے گا اور اس سے کہے گا کہ اگر میں تیرے کہنے میں آجاتا تو میں بھی اسی طرح ہلاک ہوتا اللہ نے اپنے فضل سے بچالیا۔ اب دیکھ ہم کو وہی ایک موت تھی جو ہو چکی اب حیاتِ ابدی ہے۔ اور سرورِ دائمی یہ بڑی کامیابی ہے۔ لمثل ھٰذا سے لے کر آخر تک اسی کا کلام ہے۔

بعض کہتے ہیں یہ جملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کہ لوگوں کو ایسا کام کرنا چاہیے کیوں کہ اس نیک کام کا بدلہ جنت ہے اور اُس کا جہنم جو دونوں برابر نہیں۔

قَالَ قَآئِلٌ سے بعض کے نزدیک ایک خاص مؤمن مراد ہے اور اور کہتے ہیں عام ہے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ بارِ دگر جینا کوئی نئی زندگی نہ ہوگی، بلکہ اسی زندگی کا عادہ ہوگا۔ گویا یہ زندگی خواب ہے وہ بیداری اور اسی لیے مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا کہیں گے۔

اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِیْنَ۝۶۳ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِیْٓ اَصْلِ الْجَحِیْمِ۝۶۴ طَلْعُهَا
كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّیٰطِیْنِ۝۶۵ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ۝۶۶
ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَیْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِیْمٍ۝۶۷ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِیْمِ۝۶۸
اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّیْنَ۝۶۹ فَهُمْ عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ یُهْرَعُوْنَ۝۷۰ وَلَقَدْ ضَلَّ

قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝٧١ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝٧٢ فَانْظُرْ كَيْفَ
كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝٧٣ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝٧٤ ع

ترجمہ:......ہم نے اس تھوہر کو ظالموں کے لیے فتنہ بنادیا ہے۝۶۳ وہ ایک (درخت ہے) کہ جو دوزخ کے قعر ❶ میں سے اُگتا ہے۝۶۴ اس کا خوشہ ایسا ہے کہ جیسے شیطانوں کے سر پھر وہ اس میں سے کھائیں گے پھر وہ اس سے پیٹ نہیں بھریں گے پھر اس پر ان کو کھولتا ہوا پانی (پیپ وغیرہ سے) ملا ملا کر دیا جائے گا پھر وہ دوزخ کی طرف لوٹ کر آئیں گے اس لیے کہ انہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا تھا پھر وہ ان کے پیچھے دوڑتے چلے گئے اور البتہ ان سے پہلے بہت سے اگلے لوگ گمراہ ہو چکے ہیں اور البتہ ہم نے انہیں ڈرسنانے والے بھیجے تھے پھر دیکھوں جن کو ڈرسنایا گیا تھا ان کا کیا انجام ہوا مگر اللہ کے خالص بندے (محفوظ رہے)۝۷۴۔

تفسیر:......اہلِ جنت کے درجات ولذات بیان فرما کر یہ فرمایا تھا کہ عمل کرنے والوں کو ایسا عمل کرنا چاہیے۔ پھر فرمایا تھا کہ دیکھو یہ درجات ونعماء بہتر ہیں یا تھوہڑ (سینڈھ کا پیڑ؟) اب اس تھوہڑ کے پیڑ (زقوم کے درخت) کی کیفیت بیان فرماتا ہے۔

ظالمین کے لیے زقوم کا درخت:......اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ۝ کہ ہم نے اس کو ظالموں کے لیے فتنہ بنایا ہے۔

فتنہ کے معنی آزمائش کے بھی ہیں اور تکلیف کے بھی۔ پہلے معنی کے لحاظ سے بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ کفار کو یہ بات سن کر اور بھی تعجب ہوا کہ جہنم میں پیڑ ہوگا، آگ تو پیڑ کو کھا جایا کرتی ہے نہ کہ پیڑ اگاتی ہے۔ (ابن جریر عن قتادہ) اب فتنہ ہونے کے یہ معنی ہوئے کہ دیکھیں کون باور کرتا ہے اور کون انکار کرتا ہے؟ اور اس معنی کی تائید یہ آیت بھی کرتی ہے:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ۭ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا [1]

اور بعض کہتے ہیں معنی ثانی مراد ہیں کہ جہنمیوں کے کھانے میں بجائے عمدہ چیزوں کے یہ پیڑ آئے گا جو سخت تکلیف دینے والی چیز ہے۔ ترمذی ونسائی نے روایت کیا ہے کہ اگر اس کا ایک قطرہ دنیا کے دریاؤں میں مل جائے تو لوگوں کو جینا مشکل ہو جاوے۔ پھر اس پیڑ کی اور بھی کیفیت بیان فرماتا ہے۔

اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۝ وہ جہنم کی تہہ میں سے اُگے گا۔ مفسرین کہتے ہیں کہ جس طرح جنت میں طوبیٰ کا سایہ ہر ایک گھر میں ہوگا اسی طرح تمام اہلِ جہنم کے لیے یہ ایک درخت کافی ہوگا ہر جگہ اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہوں گی۔ یہ کچھ تعجب کی بات نہیں۔ آگ میں ایک کیڑا پیدا ہوتا ہے جس کو سمندر کہتے ہیں اور آگ ہی اس کی غذا ہے۔ اس کا مشاہدہ ہو چکا ہے پھر وہ تو حیوان ہو کر آگ میں رہتا ہے۔ پس پیڑ جو جسم نباتی ہے اس کی نسبت سخت ہے بدرجۂ اولیٰ رہ سکتا ہے۔ اس کی قدرت کی عجائب رنگینیاں ہیں۔

حیوان کی زندگی تنفس یعنی سانس لینے پر ہے سیکڑوں کیڑے مٹی میں ایسے دبے ہوئے رہتے ہیں جہاں ہوا کا گزر بھی نہیں اور ہزاروں جانور پانی میں رہتے ہیں جہاں ہوا کا وجود نہیں۔ ہم ایک اور بات سناتے ہیں جس سے اس پیڑ کی کیفیت پوری سمجھ میں آجائے گی۔ بحرِ شور یعنی سمندر میں جہاں پانی صاف ہوتا ہے تہہ میں عمدہ عمدہ جھاڑ ہوتے ہیں پتھر کے۔ ان کی شاخیں بھی ایسی ہی ہوتی ہیں جیسا

---

❶......الشوب الخلط قال الفراء یقال شاب طعامه و شرابه اذا خلطهما بشیء ۱۲ منہ

[1] ﴿سورۃ بنی اسرآءیل: ۶۰﴾

کہ زمین کے جھاڑوں کی ہوتی ہیں۔ ان میں نمو بھی ہے اور باہر لائی جاتی ہیں تو حجریت معلوم ہوتی ہے، اسی طرح اس شجرۂ زقوم کو جہنم کی آگ سے مناسبت ہو تو کیا تعجب ہے۔ ہاں ابو جہل جیسا کوئی بدعقل اور کوڑھ مغز تعجب کرے تو کچھ تعجب نہیں۔

طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيٰطِيْنِ۞۔ طلع شگوفۂ نختیں بر درختِ خرما (صراح)۔ اس کا گابھا ایسا ہوگا کہ جیسا شیطان کا سر۔ عرف میں بری چیز کو شیاطین سے تشبیہ دیا کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اذہانِ بنی آدم میں شیاطین نہایت مکروہ چیز ہے اس پیڑ کی صورت بھی نہایت مکروہ ہوگی۔ جہنم میں جب کھانے کو اور کچھ نہ ملے گا تو بھوکا مرتا کیا نہ کرتا اسی کو کھائیں گے۔

اہل دوزخ کا کھانا و پینا:...... فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا: اور بھوک کے مارے ایسا کھائیں گے کہ

فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ۞ کہ پیٹ بھر لیں گے پھر اس کی سوزش سے پانی کے لیے محتاج ہوں گے۔

ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ تو کھولتا ہوا گرم پانی دیا جائے گا اس کے بعد پھر جہنم کی کوٹھڑیوں میں بند کر دیے جائیں گے۔ یہ ہیں اس آیت کے معنی

ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ۞

یہ ان کے اعمالِ بد ہیں جن کو وہ رات دن عمل میں لاتے تھے اور باز نہ آتے تھے جس کی تفصیل خدا تعالیٰ آپ کرتا ہے۔

اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ۞... الخ کہ بے سوچے سمجھے اپنے باپ دادا کے خراب طریقے پر دنیا میں چلا کرتے تھے رسولوں کا کہنا نہ مانتے تھے۔ الاھراء الاسراع الشدید۔

فرماتا ہے: وَلَقَدْ ضَلَّ... الخ ان سے پہلے بھی بہت لوگ گمراہ ہو چکے تھے جن کی ہدایت کو ہم نے رسول بھیجے تھے پھر دیکھو دنیا میں بھی ان کا کیا انجام ہوا لیکن اچھے لوگ بچے رہے۔

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ۞ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ۞ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ۞ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ۞ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِى الْعٰلَمِيْنَ۞ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ۞ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ۞ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ۞ وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ۞ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ۞ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ۞ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ۞ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۞ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِى النُّجُوْمِ۞ فَقَالَ اِنِّىْ سَقِيْمٌ۞ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ۞ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ۞ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ۞ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًۢا بِالْيَمِيْنِ۞ فَاَقْبَلُوْٓا

اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ (۹۴) قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ (۹۵) وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (۹۶)
قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ (۹۷) فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ
الْاَسْفَلِيْنَ (۹۸) وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ (۹۹) رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ
الصّٰلِحِيْنَ (۱۰۰) فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ (۱۰۱)

ترجمہ:......اور البتہ نوح نے ہم کو (رد کے لیے) پکارا تو (ہم نے ان کی مدد کی) ہم عمدہ فریاد رس ہیں (۷۵) کہ ہم نے ان کو اور ان کے کنبہ کو بڑی
بے چینی سے بچالیا (۷۶) اور اس کی نسل کو باقی رہنے والا بنایا (۷۷) اور آنے والی نسلوں کو نوح پر (۷۸) دنیا بھر میں سلام بھیجنے والا کر دیا (۷۹) ہم نیکوں کو
یوں بدلہ دیا کرتے ہیں (۸۰) بے شک نوح ہمارے ایمان دار بندوں میں سے ہے (۸۱) پھر ہم نے اوروں کو غرق کر دیا (۸۲) اور البتہ نوح کے طریق
پر چلنے والوں میں سے ابراہیم بھی تھے (۸۳) جب کہ وہ پاک دل سے اپنے رب کی طرف رجوع ہوئے (۸۴) جب کہ اس نے اپنے باپ اور اپنی
قوم سے کہا کہ کیا ہے جس کو تم پوجتے ہو؟ (۸۵) کیا خدا کو چھوڑ کر جھوٹ موٹ کے معبودوں کو چاہ رہے ہو؟ (۸۶) تم نے دنیا بھر کے پروردگار کو کیا سمجھ
رکھا ہے (۸۷) پھر اس نے ستاروں میں ایک نگاہ کر کے کہہ دیا (۸۸) کہ میں بیمار ہوں (۸۹) پھر وہ لوگ ان کو چھوڑ کر چل دیے (۹۰) پھر ابراہیم ان کے بت
خانے میں جا بیٹھے (اور بتوں سے) کہنے لگے تم (اس چڑھاوے کو) کھاتے کیوں نہیں ہو (۹۱) تمہیں کیا ہوا جو بولتے بھی نہیں (۹۲) پھر تو ابراہیم
بڑے زور سے ان کے توڑنے پر پل پڑے (۹۳) پھر جب بت پرست ابراہیم کے پاس دوڑتے ہوئے آئے (۹۴) ابراہیم نے کہا کیا تم اپنے ہاتھ
کے تراشے ہوئے بتوں کو پوجتے ہو (۹۵) حالانکہ اللہ نے تم کو اور تمہارے بنائے ہوئے بتوں کو بنایا ہے (۹۶) (بت پرست خجل ہو کر) کہنے لگے
ابراہیم کے لیے ایک بھٹی چنو پھر اس کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دو (۹۷) پھر انہوں نے ان سے داؤ کرنا چاہا (مگر) ہم نے انہیں کو زیر کر دیا (۹۸)
اور (ابراہیم نے) (جب کہ ان کے باپ نے گھر سے نکال دیا تھا) یہ کہا کہ میں خدا کی طرف جاتا ہوں سو وہ مجھے عن قریب رستہ بتا دے گا (۹۹)
(اور یہ دعا کی) اے رب! مجھ کو نیک (فرزند) عطا کر (۱۰۰) پھر ہم نے اس کو بردبار لڑکے کی خوش خبری دی (۱۰۱)۔

فوائد:...... ۱) روغ روغان میل کردن۔ کمایقال فراغ الی اہلہ وروئے آوردن بسر کشی قولہ تعالیٰ فراغ علیہم ضربا بالیمین ای اقبل ۱۲ منہ

۲) افکا منصوب بتریدون اٰلھۃ بدل منہ والتقدیر عبادۃ اٰلھۃ وقیل افکا مفعول تریدون ضربا مصدر من فراغ لان معناہ ضرب یزفون بالتشدید والکسر وفیہ لغات آخر ماضیہ وزف مثل وعد والمعنی سواء کان مخففا او مشددا الاسراع تنحتون من النحت بمعنی تراشیدن۔ الجحیم من الحجمۃ وھی شدۃ تلھب النار ۱۲ منہ

تفسیر:......فرمایا تھا: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ اب اس جگہ بعض اولوا العزم منذرین کی تشریح کرتا ہے تاکہ ان کی امتوں کی سرکشی اور ان پر بلا نازل ہونے اور دنیا و آخرت میں برباد ہونے کا حال سن کر نبی علیہ السلام کے زمانے کے سرکش کفار کو عبرت حاصل ہو اور ان کے حادثہ کو پیش نظر رکھیں۔ ان منذرین میں سے دو شخص بڑے اولوا العزم کا حال بیان فرماتا ہے۔

واقعہ حضرت نوح علیہ السلام:...... اول حضرت نوح علیہ السلام کا۔ ان کے قصہ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے مناسبت ہے کہ جس طرح نوح علیہ السلام کے عہد میں عالم میں گمراہی پھیلی ہوئی تھی جس کے علاج کے لیے نوح علیہ السلام مبعوث کیے گئے اور جب لوگوں نے نہ مانا تو

غرق ہوئے صرف چند ایمان دار کشتی میں بچ رہے اور پھر انہیں کی نسل باقی ہے اور نوح علیہ السلام کو ہمیشہ لوگ نیکی سے یاد کریں گے سلام بھیجیں گے۔ اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت میں تمام عالم کفر و بت پرستی اور ہر ایک طرح کی بدکاری سے پُر تھا، توہمات باطلہ کی پرستش ہوا کرتی تھی، ان کے علاج کو ایک ایسا زبردست حکیم بھیجا کہ جس کے علاج نے بہت جلد اثر کیا۔ نوح علیہ السلام کے عہد میں عالم غرق ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں غرق سے بچا کر منور کر دیا گیا۔ نوح علیہ السلام کا فیض کشتی میں سوار ہونے والوں کو پہنچا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام عالم کو۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے سرکش بھی ہلاک ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصدیق کرنے والے جلد سرسبز ہوئے۔ نوح علیہ السلام کی کشتی لکڑیوں کی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کشتی عترت پاک اور قرآن مجید ہے جو قیامت تک رہے گا۔

قصۂ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

دوسرا حصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جو بوجوہ متعدد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال سے نہایت مناسب ہے اور دونوں قصوں کو ایک اور بھی مناسبت ہے کہ اے قریش اور اے سرکش عرب و نصاریٰ و یہود تم ذرا اپنے جد امجد کو تو دیکھو کہ وہ کیسے موحد اور بت شکن تھے تم اُلٹے ان کی اولاد اور متبع کہلا کر بت پرست بن گئے اور یہی الزام تمام عالم پر خدا تعالیٰ کا حضرت نوح علیہ السلام کی نسل ہونے کے سبب سے عائد ہوتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام پہلے تھے اس لیے ان کا قصہ پہلے بیان ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بعد میں تھے ان کا قصہ بعد میں بیان فرمایا کہ ان کی قوم اور ان کا خاندان باپ تک بت پرست تھے اور ستاروں کی بھی پرستش کیا کرتے تھے ابراہیم علیہ السلام نے کس حجت سے ان کو ملزم کیا مگر بجائے اس کے کہ خدا پرستی اختیار کرتے ان کی ایذاء کے درپے ہو گئے آگ میں ڈالنے کا سامان کیا اللہ نے ان کو بچا لیا اس پر انہوں نے وہ وطن چھوڑ دیا شام کی طرف آئے۔ پردیس میں آ کر انسان کو قوت اعوانیہ کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اس لیے نیک اولاد کی دعا کی۔ اللہ نے آپ کو حلیم لڑکے کا مژدہ دیا۔ حلیم کے لفظ میں یہ بات بھی بتلائی گئی کہ وہ جوان بھی ہوگا یعنی عمر بھی اچھی ہوگی، اس لیے کہ بچے کو حلیم نہیں کہتے۔ آخر خدا تعالیٰ کے فضل سے فرزند ارجمند پیدا ہوا۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ

ع
لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾

ترجمہ:...... پھر جب وہ لڑکا ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم نے کہا بیٹا! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھ کو ذبح کرتا ہوں پھر تو کہہ تیری کیا رائے ہے اس نے کہا ابا جان! جو کچھ حکم ہوا ہے اس کو بجالایئے آپ مجھ کو ان شاء اللہ صابر ہی پائیں گے ﴿۱۰۲﴾ پھر جب دونوں تیار ہو گئے اور اس کو ابراہیم علیہ السلام نے منہ کے بل گرایا ﴿۱۰۳﴾ تو ہم نے اس کو آواز دی کہ اے ابراہیم! ﴿۱۰۴﴾ تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم نیک بختوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں ﴿۱۰۵﴾ البتہ یہ صریح آزمائش ہے ﴿۱۰۶﴾ اور ہم نے بڑی قربانی کو اس کا فدیہ بنایا ﴿۱۰۷﴾ اور ہم نے آنے والی نسلوں میں ان کا ذکرِ خیر باقی رکھا ﴿۱۰۸﴾ (کہ سب خدا پرست کہتے ہیں) کہ ابراہیم علیہ السلام پر سلام ہو ﴿۱۰۹﴾ ہم نیک بندوں کو ایسا ہی نیک بدلہ دیا کرتے ہیں ﴿۱۱۰﴾ کیونکہ وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے ہے ﴿۱۱۱﴾ اور ہم نے اس کو (دوسرے فرزند) اسحٰق کی بھی خوشخبری دی کہ وہ نبی ہے (اور) نیک لوگوں میں سے ہوگا ﴿۱۱۲﴾۔ اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور اسحٰق علیہ السلام پر برکتیں نازل کیں اور ان دونوں کی اولاد میں سے کچھ نیک بھی ہیں اور کچھ اپنے او پر صریح ظلم بھی کر رہے ہیں ﴿۱۱۳﴾۔

ترکیب:...... فلما اسلما جوابه محذوف ظهر صبر هما او صدقهما او نحوه هذا عندا لكوفيين جوابه ناديناه والواو زائدة وتله صرعه واسقطه فى القاموس تله تلا من باب قتل فهو متلول وتليل صريح يقال تللت الرجل اذا القيته والتل الصريح۔

تفسیر:......ان آیات میں قابلِ بحث دو ہی باتیں ہیں۔

ذبح فرزند کا واقعہ

اول یہ کہ یہ بیٹے کے ذبح کرنے کا واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کس طرح سے پیش آیا؟ اس کی بابت ہمارے مفسروں کا یہ بیان ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھیاسی برس کی عمر میں ہاجرہ مصری کے پیٹ سے ان کی بڑی منت و التجا کے بعد پہلوٹھا بیٹا اسمٰعیل علیہ السلام عطا کیا جس کی نسبت یوں فرماتا ہے اور اسمٰعیل کے حق میں میں نے تیری سنی، دیکھ میں اسے برکت دوں گا۔ اور اسے آبرومند کروں گا اور اسے بہت بڑھاوں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اس سے بڑی قوم بناؤں گا۔ (توریت سفر پیدائش ۱۷ باب ۲۰ ورس)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آزمائش:...... خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور طرح طرح سے امتحان کیا۔ وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ کہ وہ سب باتوں میں پورے نکلے۔ ایک بڑی آزمایش یہ تھی کہ خواب میں الہام کے طور پر فرمایا کہ اگر تو ہماری محبت میں صادق ہے تو اپنے پیارے فرزند کی قربانی کر۔ حضرت نے اس کی تعمیل کی۔ اس خواب سے جو بیدار ہوئے تو سمجھے کہ امتحان مقصود ہے۔ خیال کیا کہ اگر یوں ہی بیٹے کو قربانی کرتا ہوں تو خاص اپنے ہی فرضِ منصبی سے ادا ہوتا ہوں بیٹے سے بھی پوچھ کر آزمانا چاہیے کہ وہ میرا سچا جانشین ہے کہ نہیں۔ اگر اس نے بھی اس حکم کو مان لیا تو میرا پورا نمونہ ہے۔ دونوں خدا تعالیٰ کے عاشقوں میں داخل ہوئے وہ بھی اس سعادت میں شریک ہو ورنہ خیر میں تو حاضر ہوں۔ اور یہ بھی مصلحت ہوگی کہ کوئی حضرت پر قتلِ فرزند کا الزام نہ لگائے۔ اس لیے ان سے خواب کا معاملہ بیان کر کے پوچھا۔

فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ کہ اب تیری کیا مرضی ہے؟ آخر وہ بھی مقبولِ کبریاء اور ایسے باپ کے خلف الصدق تھے، فوراً کہہ دیا: قَالَ يٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ؕ کہ آپ اس حکم کو بجالایئے میں حاضر ہوں صبر کروں گا شکوہ بھی زبان پر نہ لاؤں گا۔

بیٹے کو ساتھ لے کر قربان گاہ میں ذبح کرنے چلے۔ وہاں جا کر فرزند دلبند کو ذبح کے لیے زمین پر ڈالا۔ چاہتے تھے کہ چھری پھیر دیں۔ خداوند تعالیٰ نے آواز دی اے ابراہیم! اے ابراہیم! بس بس خواب تیرا سچا ہو گیا تو نے قربانی کر دی۔ اس کے صلہ میں دونوں کو دارین کی سعادت و برکات عطا ہوئیں۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ۝ اور ہم نیکوں اور صادقوں کو یوں ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ درحقیقت اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ۝ یہ بڑی ہی آزمائش تھی۔ بیٹا تو بڑی چیز ہے اور وہ بھی بڑھاپے کا بیٹا اور اکلوتا بیٹا اور ایسا لائق اور خوب صورت بیٹا۔ مال و آبرو بھی اس کے لیے قربان کرنا بڑے جواں مردوں کا کام ہے۔ مگر وہ بھی بڑی سرکارعالی ہے کسی کی جان و مال لیتے نہیں صرف دیکھتے ہیں۔

ذبح کے لیے مینڈھے کا آنا:...... وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ۝ اس کی جگہ خدا نے ایک مینڈھا موٹا تازہ دکھا کر حکم دیا کہ اس کو ذبح کر دو چنانچہ اس کو کیا اور فرزند سلامت آیا۔ آخرت کے درجات دنیا کی ابد تک نیک نامی ذکر جمیل اس کے بدلے میں حاصل کیا۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ۝ۖ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ۝ پچھلی امتوں کے لوگ ہمیشہ ان پر سلام بھیجتے ہیں اور قیامت تک بھیجا کریں گے۔ اور کچھ ان پر موقوف نہیں، كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ۝ ہم ہمیشہ نیکوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں۔

ایک بیٹے کو ذبح کرنے چلے تھے اس کو بھی خدا نے سلامت رکھا اور ان کے خلوص کے بدلے میں

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۝ اور دوسرے بیٹے اسحاق کا مژدہ بھی دیا جو نبی اور نیک بختوں میں سے تھے۔

چنانچہ حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت سارہ کے پیٹ سے پیدا ہوئے جن کی نسل سے سیکڑوں بادشاہ اور ہزاروں نبی نکلے اور ان کو خدا نے برکت دی۔ یہ ہے توحید و اخلاص و ایمان کا نتیجہ۔

حضرت اسماعیل و اسحاق علیہما السلام کی اولاد:...... اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم ﷺ کے ہم زمانہ لوگوں عرب و یہود و نصاریٰ وغیرہ ہم کو جو اُن کی ذریت کہلانے کا فخر حاصل کرتے ہیں یہ سناتا ہے:

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ۝ۧ کہ ان کی نسل کے لوگوں میں سے نیک بھی ہیں جیسا کہ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کے پیرو۔ اور ظالم بھی ہیں اور وہ ظلم انہیں کے لیے ہے اس کا وبال انہیں پر پڑے گا، بت پرستی بدکاری کا وہی نتیجہ پائیں گے۔

اس جملے میں تعریض ہے کہ جو ابراہیم علیہ السلام و اسحٰق علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام کے طریقے پر نہیں وہ ان کی نسل سے ہونے کے فخر کو محض بیکار جانے نہ وہ اس برکت کے وعدہ کا شریک ہے۔ ان کے بیٹے نے تو باپ کی (راہِ حق میں) یہاں تک اطاعت کی کہ جان دینے پر آمادہ ہو گئے پھر یہ جو ابراہیم علیہ السلام کی اتنی بات بھی نہیں مانتے (کہ خدا پرستی اختیار کریں، بدکاری کو چھوڑیں اس کی نسل کے مقدس رسول آخر الزماں علیہ السلام کے کہنے پر چلیں) تو کیسے فرزند ہیں؟ یہی مقصود ہے اس قصہ سے۔

ذبح کا حکم کس فرزند کے لیے ہوا تھا؟

دوسری بات قابلِ بحث یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے ان دونوں بیٹوں میں سے کون سے کے لیے ذبح کا حکم ہوا تھا؟ حضرت عمر، علی، عباس بن ابو المطلب و ابن مسعود و کعب احبار و قتادہ و سعید بن جبیر و مسروق و عکرمہ و زہری و سدی و مقاتل رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ اسحٰق علیہ السلام کے ذبح کا حکم ہوا تھا اور یہود و نصاریٰ بھی اسی کے قائل ہیں اور توریت سفر پیدائش کے بائیسویں باب میں بھی یہی ہے۔

اور حضرت ابن عباس و ابن عمر و سعید بن المسیب و حسن بصری و شعبی و مجاہد و کلبی وغیرہم علماء کا ایک جم غفیر یہ کہتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل

علیہ السلام کے ذبح کا حکم ہوا تھا۔ مفسرین نے فریقین کے دلائل کو نقل کیا ہے۔ ابن جریر مفسر نے پہلے قول کی تائید کی ہے اور ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں دوسرے قول کی بڑی تائید کی ہے۔

فریقین نے دلائل میں قرآن مجید کے قرائن اور احادیث و اقوالِ سلف کو پیش کیا ہے۔ قرآن مجید کی بابت ہماری یہ رائے ہے کہ اس سے دوسرے قول کی تائید نکلتی ہے جیسا کہ ابھی ہم بیان کریں گے۔ اور احادیث کی بابت ہمارا یہ فیصلہ ہے کہ جہاں تک ہم نے فریقین کی احادیثِ پیش کردہ پر نظر ڈالی یہ بات ثابت ہوئی کہ کسی صحیح حدیث میں اس بات کی تصریح نہیں کہ وہ اسمٰعیل علیہ السلام تھے یا اسحٰق علیہ السلام۔

اب ہم وہ دلیل بیان کرتے ہیں کہ جس سے یہ ثابت ہوجائے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی مراد ہیں۔

اول یہی آیت ثابت کر رہی ہیں اس لیے کہ یہاں یہ ہے: رب ھب لی من الصلحین کہ الٰہی مجھے نیک لڑکا عطا کر۔ جس کے بعد فرمایا فبشرنہ بغلم حلیم کہ ہم نے اس کو حلیم لڑکے کا مژدہ دیا پھر اسی حلیم لڑکے کا یہ تذکرہ ہے کہ فلما بلغ معه السعی... الخ کہ وہ ہوشیار ہوا تو ابراہیم علیہ السلام نے اس سے خواب بیان کیا کہ میں نے تجھ کو خواب میں ذبح ہوتے دیکھا ہے پھر سب قصہ اسی غلامِ حلیم کا ہے اور اس کے بعد فرمایا وبشرنہ باسحٰق نبیا من الصلحین کہ ہم نے اسحٰق کے پیدا ہونے کا مژدہ دیا۔ اور اسحٰق کو نبی صالح کے وصف سے یاد کیا جیسا کہ اس کو حلیم کے وصف سے یاد کیا تھا۔ یہ صاف قرینہ ہے کہ وہ غلامِ حلیم کوئی اور لڑکا تھا اسحٰق کے سوا۔ ورنہ پھر بارِ دگر اعادہ کی کیا ضرورت تھی؟ اور یہ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام سے پہلے بجز حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کوئی لڑکا نہ تھا۔ یہی بڑے تھے اور حضرت اسحاق علیہ السلام سے تخمیناً چودہ برس بڑے تھے۔ ہم اسی پر بس کرتے ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ:..... فریقِ ثانی کی طرف سے اس پر ایک بڑا قوی شبہ ہوتا ہے وہ یہ کہ

توریت سفرِ پیدائش کے ۲۲ باب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسمٰعیل نہیں بلکہ اسحٰق علیہ السلام کے ذبح کا حکم تھا اور موریہ پہاڑ پر قربان گاہ میں ذبح کر کے آگ میں جلانے لے گئے تھے۔ اس کا جواب بہت آسان ہے وہ یہ کہ بارہا دلائل سے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کے پاس جو بالفعل ایک کتاب توریت کے نام سے موجود ہے یہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی توریت نہیں بلکہ ایک مجموعہ ہے اس کے مضامین و دیگر قصص و حکایات و دستورات کا پھر وہ بھی تحریف سے خالی نہیں ہے اس کے بھی اہلِ کتاب کے محققین مقر ہیں۔ پھر اس کتاب پر خصوصاً ان مواقع میں جہاں بنی اسرائیل کے مقابلہ میں اسماعیل علیہ السلام کی فوقیت ثابت ہو کسی طرح سے اعتبار نہیں ہوسکتا اور جب کہ ہم بہت سے تاریخی واقعات میں غلطی دیکھتے ہیں پھر کیونکر وثوق کریں؟ موابی لوگوں کا بنی اسرائیل سے جھگڑا رہا کرتا تھا ان کو ولد الحرام بنانے کے لیے توریت میں یہ بھی لکھ مارا کہ لوط علیہ السلام نے شراب پی کر اپنی بیٹیوں سے زنا کیا اس سے یہ لوگ پیدا ہوئے۔ (معاذ اللہ)

اسی طرح حضرت خاتون ہاجرہ کو جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ تھیں لونڈی لکھ دیا، حالانکہ نہ ان کی کہیں بیع ثابت ہے نہ ان کا جہاد میں آنا۔ شاہِ مصر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا تھا ان کی بزرگی کا معتقد ہو کر۔ اور دراصل وہ شاہِ مذکور کی بیٹی تھی۔ قدیم زمانے میں ہند کے راجوں میں بھی یہی دستور تھا۔ اب اس سے ان کو لونڈی سمجھ لیا۔ حالانکہ قطورہ لونڈی کی اولاد کے لیے کوئی بھی توریت میں برکت کا وعدہ نہیں اور طرّہ یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تجہیز و تکفین میں دونوں بھائی اسماعیل و اسحٰق علیہما السلام کا شریک ہونا بھی لکھا ہے۔

اب غور کرو کہ انہیں یہود میں سے ایک فریق سامری ہے ان کے پاس بھی ایک توریت ہے اور بیت المقدس کے مقابلہ میں انہوں نے بھی اپنی ایک ہیکل تعمیر کی تھی اور اپنی توریت میں اپنی ہی ہیکل کے لیے الفاظ بنائے جس پر وہ یہود کو ملزم کرتے ہیں۔

قرینِ قیاس یہی ہے کہ یہ ذبح کا واقع حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ ہوا تھا کیونکہ یہ بڑے بیٹے تھے اور برکت کا وعدہ بھی تھا اور بڑے کا حق ہمیشہ سے ملحوظ رہا ہے اور اس وقت تک یہی بیٹے تھے اور کوئی نہ تھا۔ رہی یہ بات کہ ان کو مکہ میں آکر ذبح کرنا چاہا تھا سو یہ ظاہر ہے کہ آپ یہیں تشریف لائے تھے اور بارہا آمد ورفت رہتی تھی۔ اسمٰعیل علیہ السلام بھی شام میں آتے جاتے تھے۔ یہ ذبح کا واقع بمقامِ منٰی مکہ کے پاس ہوا ہے جس کی یادگار قربانی چلی آتی ہے (واللہ اعلم)۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١١٤﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿١١٥﴾
وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٦﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿١١٧﴾
وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿١١٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿١١٩﴾ سَلٰمٌ
عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١٢٠﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢١﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٢﴾ وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾
اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿١٢٥﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ
الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٢٦﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿١٢٧﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٢٨﴾
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٢٩﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿١٣٠﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣١﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٢﴾

ترجمہ:......اور البتہ ہم نے موسیٰ اور ہارون پر (بار بار) احسان کیا ﴿١١٤﴾ اور ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو بڑی مصیبت سے نجات دی ﴿١١٥﴾ اور ان کی مدد کی پھر تو وہی غالب رہے ﴿١١٦﴾ اور ان دونوں کو واضح کتاب دی ﴿١١٧﴾ (توریت) اور ان کو سیدھا راستہ دیکھایا ﴿١١٨﴾ اور ان کے لیے آیندہ نسلوں میں یہ باقی رکھا ﴿١١٩﴾ (کہ لوگ کہتے ہیں) موسیٰ اور ہارون پر سلام ﴿١٢٠﴾ ہم نیکوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں ﴿١٢١﴾ کیونکہ وہ دونوں ہمارے ایمان دار بندوں میں سے ہیں ﴿١٢٢﴾ (اے نبی) اور بے شک الیاس بھی رسولوں میں سے ہیں ﴿١٢٣﴾ جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم کیوں نہیں ڈرتے؟ ﴿١٢٤﴾ کیا تم بعل کو پکارتے ہو اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑتے ہو ﴿١٢٥﴾ اللہ کو جو کہ تمہارا اور اگلے باپ دادا کا رب ہے ﴿١٢٦﴾ پھر انہوں نے اس کو جھٹلایا تو وہ عذاب میں گرفتار کیے گئے ﴿١٢٧﴾ مگر اللہ کے خالص بندے (محفوظ رہے) ﴿١٢٨﴾ اور پچھلی امتوں میں ہم نے ان پر یہ چھوڑا ﴿١٢٩﴾ کہ الیاس پر سلام ہو ﴿١٣٠﴾ ہم نیکوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں ﴿١٣١﴾ کیونکہ وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے ہیں ﴿١٣٢﴾۔

تفسیر:......حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا قصہ:

یہ تیسرا قصہ حضرت موسیٰ اور ہارون علیٰ نبینا وعلیہما السلام کا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال سے نہایت مناسبت رکھتا ہے۔ اس جگہ ان دونوں

بھائیوں کی نسبت صرف یہی بتانا مقصود تھا کہ ان دونوں کو اور ان کی برکت سے ان کی قوم کو بڑی مصیبت سے رہائی دی وہ شاہِ مصر کی قید اور سخت تکلیف میں مبتلا تھے، اور نہ صرف بلا سے بچایا بلکہ فرعونیوں کے مقابلہ میں ان کی مدد کر کے غالب کر دیا کے ان کا داؤ نہ چلا۔ صاف ملکِ مصر سے مصریوں کا مال و زیورات لے کر نکل آئے۔ اور اے عرب تمہاری بہتری بھی محمد ﷺ کی اتباع میں ہے تم بھی انہیں کی برکت سے ملکوں کے مالک ہو جاؤ گے۔ اور ان دونوں کو روشن کتاب یعنی توریت دی تھی جس طرح محمد ﷺ کو قرآن دیا اور ان کو راہِ راست کی ہدایت کی جس طرح کے حضرت ﷺ کو۔ اور دنیا میں ابد تک ان کا ذکرِ جمیل باقی چھوڑا پچھلی امتیں ان پر سلام بھیجتی ہیں اور نیکوں کا یہی بدلہ ہوا کرتا ہے۔

حضرت الیاس علیہ السلام کا قصہ:...... وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ یہ چوتھا قصہ حضرت الیاس علیہ السلام کا ہے۔

کتاب السلاطین کے سترہویں باب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ جلعاد شہر کے رہنے والے تھے جو ملکِ شام میں ہے اور اخی آب بادشاہ بنی اسرائیل والی شہر سمرون کے عہد میں تھے۔ حضرت مسیح علیہ السلام سے تخمیناً نو سو دس برس پیشتر۔ یہ یاہو نبی کے بعد مبعوث ہوئے تھے۔ دوسری کتاب السلاطین کے پہلے باب میں یہ ہے اخیر ماہ اخی آب کے بیٹے نے چند قاصد بھیجے کہ جاؤ عقرون کے معبود بعل زبوب سے پوچھو کہ میں اس بیماری سے چنگا ہوں گا کہ نہیں۔ اُس دم خدا نے حضرت الیاس کو حکم بھیجا کہ ان قاصدوں سے کہہ دے کہ تو نے خدا کو چھوڑ کر بعل سے پوچھا تو اپنے بستر پر مرے گا۔ قاصد بادشاہ کے پاس آئے اور کہا ایک شخص نے ہمیں یہ کہہ کر واپس بھیجا ہے۔ بادشاہ نے اس کی شکل پوچھی تو انہوں نے کہا کہ وہ بہت بالوں والا آدمی تھا اور چمڑے کے تسمے سے اپنی کمر کسے ہوئے۔ تب اس نے کہا وہ تسبی الیاہ تھا۔ ان حضرت نے اخی آب کے عہد میں ایک سخت قحط پڑنے کی خبر بھی سنی تھی اور ان کو وادی کریب میں رہنے کا حکم ہوا تھا جو یردن ندی کے سامنے ہے اور صبح و شام کوئی ان کے لیے گوشت و روٹی لاتے تھے اور نالہ کا پانی پیتے تھے جب نالہ بھی خشک ہوا تو ان کو حکم ہوا کہ اُٹھ اور شہر صیدا کے ساریت کو جا وہاں ایک بیوہ تیری پرورش کرے گی۔ سو یہ آئے اور بیوہ سے کچھ کھانے پینے کو مانگا۔ اس نے کہا مٹکے میں تھوڑا سا آٹا اور لوٹے میں کچھ تیل ہے جس سے ایک ٹکیہ تلی جاسکتی ہے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس لا وہ لائی آپ کی برکت سے قحط کے دنوں تک وہ آٹا اور تیل کم نہ ہوا۔ پھر اس بیوہ کا بیٹا مر گیا تھا ان کی دعا سے زندہ ہوا۔ (کتاب السلاطین ۱۷ باب)

اخی آب شاہِ سمرون نے سیکڑوں نبی قتل کروا ڈالے تھے۔ عبدیاہ دیوان نیک تھا صرف اس نے چند کو بچایا۔ الیاس کی تلاش تھی۔ خدا کا حکم ہوا کہ اخی آب سے مل۔ یہ ملے اور باہم گفتگو ہوئی۔ آخر ان میں اور بعل کے کئی سو پجاریوں میں امتحان کی ٹھیری کہ دیکھیں کس کا معبود قدرت دیکھاتا ہے؟ آخر حضرت ایلیاہ غالب آئے۔ یہ معرکہ کرمل پہاڑ کی چوٹی پر گزرا تھا اور ان پجاریوں کو ایلیاہ نے وادی قیسون میں لا کر قتل کیا اور بارش کی دعا مانگی خدا تعالیٰ نے قحط دور کیا۔ مگر اس پر بھی ایزبل شاہ کے شریر اور بت پرست وزیر نے ایلیاہ کی ہلاکت کا قصد کیا۔ ایلیاہ وہاں سے بیر سبع آئے پھر وہاں سے جنگل میں چلے گئے پھر حورب پہاڑ کے کسی غار میں جا چھپے۔ وہاں کچھ دنوں کے بعد ان کو حکم ہوا کہ دمشق کو جا اور حزئیل کو ممسوح کر کہ وہ ارآم کا بادشاہ ہووے اور نمسی کے بیٹے یاہو کو ممسوح کر کے اسرائیل کا بادشاہ ہووے اور مقط کے بیٹے الیسع کو ممسوح کر کے تیری جگہ نبی ہووے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ پھر الیسع کو ساتھ لے کر یردن پار اترے اور باتیں کرتے جاتے تھے کہ ایک آتشی رتھ آتشین گھوڑے جتے ہوئے نمودار ہوا اس میں سوار ہو کر ایلیاہ آسمان پر چلے گئے (۲۰ کتاب السلاطین ۲ باب)

ان کو ایلیاہ بھی کہتے ہیں اور الیاس بھی اور عرب کے لوگ الیاسین بھی کہہ دیتے ہیں۔ جیسا کہ کوہ سیناء کوہ سینین۔

بعض کہتے ہیں جب ان کے اتباع کا لحاظ کرتے ہیں تو الیاسین کہتے ہیں ورنہ الیاس۔

اُس زمانے میں بعل ❶ ایک بت تھا کسی عورت یا کسی اور چیز کے نام کا، بہت لوگ اسی کی پرستش کیا کرتے تھے اسرائیل کا بے ایمان بادشاہ بھی اسی بلا میں گرفتار تھا۔ بعلبک شہر جواب تک موجود ہے اسی کے نام سے نامزد ہے۔

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٣﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٣٤﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٣٥﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٣٦﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿١٣٧﴾ وَبِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٣٨﴾ وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٩﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١٤٠﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿١٤١﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿١٤٢﴾ فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿١٤٣﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٤٤﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿١٤٥﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿١٤٦﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿١٤٧﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿١٤٨﴾

ترجمہ:...... اور البتہ لوط بھی رسولوں میں سے ہے ﴿١٣٣﴾ جب کہ ہم نے اس کو اور اس کے سب کنبہ کو بچا لیا ﴿١٣٤﴾ مگر ایک بڑھیا جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی ﴿١٣٥﴾ پھر اور سب کو ہم نے ہلاک کر دیا ﴿١٣٦﴾ اور البتہ تم ان کی بستیوں پر سے صبح ہوتے ﴿١٣٧﴾ اور رات کو بھی گزرتے ہو پھر کیوں نہیں سمجھتے ﴿١٣٨﴾ اور البتہ یونس رسولوں میں سے ہے ﴿١٣٩﴾ جب کہ وہ بھاگ کر بھری کشتی کی طرف آیا ﴿١٤٠﴾ پھر ان کے نام کا قرعہ نکلا تو دریا میں پھینک دیے گئے ﴿١٤١﴾ پھر ان کو مچھلی نگل گئی اور وہ بہت ہی شرمندہ تھے ﴿١٤٢﴾ پھر اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے ﴿١٤٣﴾ تو اس کے پیٹ میں حشر تک پڑے رہتے ﴿١٤٤﴾ پھر ہم نے اس کو چٹیل میدان میں لا ڈالا ﴿١٤٥﴾ اور وہ بیمار تھے اور اس پر ہم نے کدو کا ایک پیڑ اگا دیا ﴿١٤٦﴾ اور اس کو لاکھ آدمیوں بلکہ اس سے بھی زیادہ کی طرف بھیجا ﴿١٤٧﴾ پھر وہ ایمان لائے تو ان کو ایک وقت تک رسایا بسایا ﴿١٤٨﴾۔

قصہ حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام

تفسیر:...... وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٣﴾ یہ پانچواں قصہ حضرت لوط علیہ السلام کا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے۔
بحیرہ مردار کے پاس چند بستیاں تھیں سدوم عمورہ وغیرہ وہاں حضرت رہتے تھے۔
ان لوگوں کو بدفعلی کی عادت تھی لڑکوں کے ساتھ لواطت کیا کرتے تھے حضرت نے بہت کچھ سمجھایا آخر نہ مانا خدا نے ان کو ہلاک

---

❶ ...... یہ بائیس ہاتھ کا بت سونے کا یا کسی عمدہ دھات کا تھا۔ چار سو پچاس پجاری تھے جو نبی کہلاتے تھے۔ لوگوں کو غیب کی خبریں دیا کرتے تھے۔ خلقت ان سے مدد مانگنے آتی تھی نذریں چڑھاتی تھی۔ ایک بڑی پر تکلف درگاہ بنا رکھی تھی اور اس کی تعظیم ادب کے قاعدے مقرر کر رکھے تھے۔ یہ بدبخت مجاور نبی اس کی کرامات و حکایات لوگوں کو سناتے تھے کہ فلاں کی یہ مراد بعل نے دی فلاں نے نذرانہ ادا نہ کیا تھا اس کو یوں برباد کیا۔ سجدہ کیا کرتے تھے اس کے آگے قربانی ہوتی تھی باجے بجا کرتے تھے ایک عجب ٹھاٹ بنا رکھا تھا جو حضرت الیاس علیہ السلام کے ہاتھ سے درہم برہم ہو گیا ١٢ منہ۔

کیا۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کا خاندان بجز بیوی کے سب بچے۔ باقی سب برباد ہو گئے وہ بستیاں اُلٹی گئیں۔

وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ: قریش شام کے ملک میں تجارت کے لیے آیا جایا کرتے تھے یہ الٹی ہوئی بستیاں ان کو رستے میں ملتی تھیں کبھی قافلہ کو رات وہاں پڑتی تھی کبھی صبح ہوتے قافلہ وہاں سے نکلتا تھا۔ یہ ہیں معنی مُّصْبِحِيْنَ ۝ وَبِالَّيْلِ ط کے۔ فرماتا ہے:

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ تم پھر بھی عبرت نہیں کرتے پیغمبر کی مخالفت سے باز نہیں آتے۔

قصۂ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ الخ یہ چھٹا قصہ حضرت یونس علیہ السلام کا ہے جس کا مفصل بیان ہم سورۂ یونس میں کر آئے ہیں یہ حضرت بھی بنی اسرائیل میں سے ایک نبی تھے۔ عبرانی میں ان کو یونہ کہتے ہیں متی ان کے والد کا نام ہے۔ مسیح علیہ السلام سے تخمیناً آٹھ سو باسٹھ برس آگے ان کو حکم ہوا کہ شہر نینوہ میں جا کر منادی کرو۔ انہوں نے سمجھا کہ خدا تعالیٰ حلیم و غفار ہے جس عذاب کا میں ان سے وعدہ کروں گا۔ اس کے موافق شاید ان پر بلا نہ پہنچے تو میں جھوٹا پڑوں اس لیے وہاں سے بھاگ کر شہر ترسیس کو چلے اور یافہ سے جو جہاز ترسیس جانے کو تھا اس میں سوار ہو گئے۔ رستہ میں سخت طوفان آیا قرعہ ڈالا گیا کہ کس کے سبب یہ بلا آئی ہے؟ انہیں کا نام نکلا۔ ملاحوں نے ان کو سمندر میں ڈال دیا مچھلی نے لقمہ کر لیا۔ اس کے پیٹ میں جا کر خدا تعالیٰ سے دعا کی اور تسبیح و تقدیس کی جس کے سبب ان کو مچھلی نے کنارے پر اُگل دیا۔ اگر یہ دعا و تسبیح نہ کرتے تو وہی مر کر ❶ رہ جاتے قیامت تک سمندر ہی میں رہتے مچھلی کے اندر تین رات دن رہنے سے بیمار ہو گئے تھے بدن کی کھال گل گئی تھی خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان پر چھاؤں کرنے کو کدو کی قسم سے ایک پیڑ اگایا۔

يقطين يفعيل من قطن بالمكان اذ قام به والاكثر على انها كانت الدباء غطة باوراقها عن الذباب (بیضاوی)

پھر ان کو حکم ہوا کہ اٹھ اس بڑے شہر نینوہ کو جا اور وہاں اس بات کی منادی کر جس کا میں تجھ کو حکم دیتا ہوں تب یونس علیہ السلام نینوہ گئے۔

نینوہ ❷ کا احاطہ یا شہر پناہ تین دن کی راہ تھی اس میں لاکھ آدمی ❸ سے زیادہ رہتے تھے ❹

مائة الف او يزيدون۔ یہ تخمینہ دیکھنے والے کے محاورہ کے مطابق ہے کہ اس کو دیکھنے والا یہ خیال کرتا تھا ورنہ خدا کو اصلی تعداد معلوم تھی اور ہے۔ شہر میں جا کر وعظ کیا اور بت پرستی کی سزا میں عذاب الٰہی نازل ہونے کی خبر دی۔ لوگوں نے اور وہاں کے بادشاہ نے توبہ کی اور سب نے روزہ رکھا یہاں تک کہ حیوان کے بچوں کو بھی کھانے پینے سے باز رکھا اور سب گریہ و زاری میں مصروف ہو گئے خدا نے عذاب ٹال دیا۔ مگر یونس علیہ السلام سخت سخت رنجیدہ ہوئے کہ میں لوگوں کی نظروں میں جھوٹا ٹھیرا۔ اور عرض کیا کہ خداوند میں تجھے پہلے ہی سے جانتا تھا کہ تو رحیم و کریم ہے غصہ کرنے میں بڑا دھیما ہے اس لیے میں نینوہ آنا پسند نہیں کرتا تھا اور ترسیس کو بھاگا تھا۔

حضرت یونس علیہ السلام شہر کے باہر ایک جھونپڑی بنا کر شہر کا حال دیکھنے کے لیے بیٹھ گئے۔ ان پر سایہ کرنے کو ایک ارنڈی کا پیڑ اگایا۔ اگلے دن اس کو کیڑے نے کاٹ دیا وہ سوکھ گیا جس سے حضرت یونس علیہ السلام کو رنج ہوا۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا تجھے ایک درخت پر رحم آیا جو تیری محنت سے نہ پیدا ہوا تھا۔ پھر میں ایسے شہر پر کیوں رحم نہ کرتا؟

یہ بھاگنا اور نینوہ آنے سے انکار کرنا اور عذاب نہ آنے سے رنجیدہ ہونا خدا تعالیٰ اور اس کے نبی میں راز و نیاز کی باتیں ہیں یہ معصیت

---

❶......اے لصار بطن الحوت له قبراً الى يوم البعث ۱۲ منہ۔ ❷......شہر موصل کے قریب یہ شہر آباد تھا ۱۲ منہ۔

❸......ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ (کتاب یونہ باب ۴ ورس ۱۱) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اویزیدون کے معنی پوچھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیس ہزار۔ (ترمذی) بعض روایات میں آیا ہے تیس ہزار ایک لاکھ ۱۲ منہ۔ ❹......بعض کہتے ہیں او بمعنی و یعنی لاکھ اور اس سے زیادہ ۱۲ منہ۔

نہیں۔ اگر یہ گناہ ہے تو انہیں کی شان کے خلاف بات ہونے کے لحاظ سے گناہ ہے جس پر وہ استغفار کرتے اور معافی چاہتے تھے قانون شریعت کے برخلافی کے گناہ نہ تھے۔ فساھم المساھمۃ الا قتراع قرعہ انداختن۔ المدحضین المغلو بین یقال و حضت حجۃ و او حضھا اللہ و اصلہ الضیق من مقام الظر۔ ملیم۔ نادم۔ شرمندہ۔ من الملامۃ۔ العراء۔
الصحرا۔ میدان۔ جنگل۔ چٹیل۔ بحر روم کا کنارہ جہاں بجز ریت کے اور کچھ نہیں تھا۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا
وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ
لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾
اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۭ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ
لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ
وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾

ترجمہ:..... پس (اے نبی) ان سے پوچھو کہ کیا آپ کے رب کے لیے بیٹیاں ہیں اور ان کے لیے بیٹے؟ ﴿۱۴۹﴾ کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا ہے اور وہ دیکھ ہی تو رہے تھے ﴿۱۵۰﴾ دیکھو یہ جھوٹ کہتے ہیں کہ اللہ نے اولاد جنی ہے ﴿۱۵۱﴾ اور بے شک وہ جھوٹے ہیں ﴿۱۵۲﴾ کیا اس نے بیٹیوں کو بیٹوں سے زیادہ پسند کیا ہے؟ ﴿۱۵۳﴾ تمہیں کیا ہوا تم کیسا حکم لگاتے ہو ﴿۱۵۴﴾ پھر تم کیوں نہیں سمجھتے ﴿۱۵۵﴾ کیا تمہارے پاس کوئی کھلی ہوئی سند ہے ﴿۱۵۶﴾ اگر تم سچے ہو ﴿۱۵۷﴾ تو اپنی کتاب تو پیش کرو اور انہوں نے اللہ میں اور جنوں میں رشتہ قائم کر دیا ہے حالانکہ جن خود جان چکے ہیں کہ یہ پکڑ کر لائے جائیں گے ﴿۱۵۸﴾ (قیامت کے دن) اللہ پاک ہے ان باتوں سے جو وہ بناتے ہیں ﴿۱۵۹﴾ مگر اللہ کے خالص بندے (جو کہتے ہیں ٹھیک کہتے ہیں) ﴿۱۶۰﴾ پھر تم اور جن کو تم پوجتے ہو ﴿۱۶۱﴾ خدا کو کسی سے گمراہ نہیں کر سکتے ﴿۱۶۲﴾ مگر اسی کو جو خود جہنم میں جانے والا ہے ﴿۱۶۳﴾۔

تفسیر:..... حضرات انبیاء علیہم السلام کے قصے بیان فرما کر مذاہب مشرکین اور اس کے قبح کی طرف رجوع کرتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے بیٹیوں کے عقیدہ کا بطلان

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ ضحاک کہتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ عرب خصوصاً قریش کے چند قبائل سلیم، خزاعہ، جہینہ فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں سمجھ کر ان سے مدد مانگتے تھے اور ان کے نام کے بت بنا کر پرستش کرتے تھے۔ ان کے رد میں فرماتا ہے کہ ان سے یہ تو پوچھو کہ بیٹیوں کا ہونا تم پسند نہیں کرتے ہو بیٹوں کے مقابلہ میں پھر خدا کیوں پسند کرنے لگا؟

دوم: خود فرشتوں کا اُناث ہونا ان کو یا تو حس سے معلوم ہوا سو وہ بھی غلط ہے اس لیے کہ ان لوگوں نے ان کو دیکھا نہیں چہ جائے کہ

پیدا ہونے کے وقت دیکھا ہو اس بات کو اس آیت میں بیان فرماتا ہے: اَمۡ خَلَقۡنَا الۡمَلٰٓئِکَۃَ اِنَاثًا وَّ ہُمۡ شٰہِدُوۡنَ۝

یا کسی کی خبر سے کہ کسی مخبر صادق نے ان کو اس بات کی خبر دی ہو سو یہ بھی نہیں۔ اس بات کو اس جملہ میں بیان فرماتا ہے:

اَلَاۤ اِنَّہُمۡ مِّنۡ اِفۡکِہِمۡ لَیَقُوۡلُوۡنَ۝ وَلَدَ اللّٰہُ ۙ وَ اِنَّہُمۡ لَکٰذِبُوۡنَ۝

کہ وہ محض جھوٹ کہتے ہیں از خود گھڑ کر۔ کسی نے ان کو یہ خبر نہیں دی ہے۔ یعنی تو ہم باطل وخیال فاسد ہے۔

یا کسی دلیلِ عقلی سے ثابت ہوا ہو سو یہ بھی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام موجودات میں اکمل ہے اور اکمل خسیں کو نہیں پسند کیا کرتے ہیں بلکہ اپنے لیے عمدہ چیز پسند کرتا ہے اس بات کو اس جملہ میں بیان فرماتا ہے

اَصۡطَفَی الۡبَنَاتِ عَلَی الۡبَنِیۡنَ۝ مَا لَکُمۡ ۟ کَیۡفَ تَحۡکُمُوۡنَ۝ اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ۝

یہ تو ان کے خلاف میں دلیل عقلی تھی۔ اب ان سے دلیلِ عقلی ان کے مطلب پر طلب کرتا ہے اَمۡ لَکُمۡ سُلۡطٰنٌ مُّبِیۡنٌ۝... الخ کہ اب تم کوئی دلیلِ صحیح ہو تو لاؤ اگر سچے ہو اور دلیل ان کے پاس کوئی بھی نہیں پس ثابت ہوا کہ وہ صریح غلطی میں ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اور جنات میں رشتہ داری کے عقیدہ کا بطلان

مجوس کے مذہب کے بھی بعض قبائلِ عرب معتقد تھے ان کا مذہب ہے کہ شیطان خدا کا بھائی ہے۔ پس جو نور و خیر محض ہے وہ اللہ ہے جس کو یزداں کہتے ہیں۔ اور جو ظلمت و شر ہے اس کا نام اہرمن ہے۔ اس بات کو اس آیت میں رد کرتا ہے:

وَجَعَلُوۡا بَیۡنَہٗ وَ بَیۡنَ الۡجِنَّۃِ نَسَبًا ؕ... الخ کہ ان لوگوں نے اللہ میں اور رشتہ برادری قائم کیا ہے۔ حالانکہ جنوں کو خود معلوم ہے کہ اس بات کے کہنے والے محضرون پکڑے جائیں گے۔ یعنی جن بھی ان کو جھوٹا جانتے ہیں۔ یا یہ معنی کے جن جانتے ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ کے رشتہ دار نہیں بلکہ محکوم ومخلوق ہیں اس کے آگے یا اس کے حکم قضاء وقدر کے آگے وہ محضرون ہیں عاجز ہیں۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ الۡجِنَّۃُ سے مراد فرشتے ہیں۔

عرب کے بعض قبائل یہ خیال کرتے تھے کہ خدا نے جنیوں کو جزو بنایا اور ان سے فرشتے پیدا ہوئے ہیں۔ ہنود بھی دیوی اور دیوتاؤں کی نسبت ایسے ہی خیالاتِ فاسدہ پکائے ہوئے ہیں اور غیر محسوس چیزوں کی نسبت خیالاتِ عامہ ایسی ہی باتیں بنایا کرتے ہیں۔

اس کے بعد خدا تعالیٰ ان کے خیالاتِ فاسدہ سے اپنی پاکیزگی اور براءت بیان فرماتا ہے فقال:

سُبۡحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ۝ کہ اللہ تعالیٰ ان کی ان باتوں سے جو وہ بناتے ہیں کہ فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں وغیرہ پاک ہے۔

اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ الۡمُخۡلَصِیۡنَ۝ استثناء منقطع ہے۔ بمعنی لیکن اللہ کے مخلص یعنی خاص اور خالص بندے ایسی باتیں نہیں بناتے۔

اس کے بعد کفار کی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ فَاِنَّکُمۡ وَ مَا تَعۡبُدُوۡنَ۝ مَاۤ اَنۡتُمۡ عَلَیۡہِ بِفٰتِنِیۡنَ۝ کہ تم اور تمہارے معبود کہ جن کو تم خیر وشر کا مالک جان کر پوجتے ہو ان بیہودہ باتوں سے کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے مگر اسی کو جس کی تقدیر میں دوزخ لکھا ہے۔

فاتنین مضلین یقال فتنت الرجل و الفتنه ویقال فتنه علی الشئی و بالشئی یقال فتنه فلان علی فلان امرأته ای افسدها علیه فالفتنة ههنا بمعنی الاضلال و الافساد۔

صَالِ جمہور نے بکسر لام پڑھا ہے کیونکہ ناقص اور مضاف ہے۔ ی التقاء ساکنین کی وجہ سے حذف ہوگئی۔

وَمَا مِنَّاۤ اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعۡلُوۡمٌ۝ وَّ اِنَّا لَنَحۡنُ الصَّآفُّوۡنَ۝ وَ اِنَّا لَنَحۡنُ

الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾
لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ
كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ
الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾
اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾
وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ
الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾ ع

ترجمہ:...... (فرشتے کہتے ہیں) اور ہم میں سے ایسا کوئی بھی نہیں کہ جس کے لیے ایک درجہ معین نہ ہو ﴿۱۶۴﴾ اور ہم ہی ہیں جو عبادت کے لیے صف بستہ کھڑے رہتے ہیں ﴿۱۶۵﴾ اور ہم اس کی تسبیح کیا کرتے ہیں ﴿۱۶۶﴾ اور البتہ عرب کے کافر کہا کرتے تھے ﴿۱۶۷﴾ کہ اگر ہمارے پاس پہلے لوگوں کا کوئی تذکرہ ہوتا ﴿۱۶۸﴾ تو ہم اللہ کے خالص بندے ہو جاتے ﴿۱۶۹﴾ پھر وہ اس سے منکر ہو گئے پھر ابھی معلوم کر لیں گے ﴿۱۷۰﴾ اور البتہ ہمارے بندوں کے لیے ہمارا حکم پہلے سے ہو چکا ہے ﴿۱۷۱﴾ کہ انہیں کی مدد کی جائے گی ﴿۱۷۲﴾ اور ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا ﴿۱۷۳﴾ پھر آپ ان سے ایک وقت تک منہ موڑے رہیے ﴿۱۷۴﴾ اور ان کو دیکھتے رہیے سو وہ خود بھی دیکھ لیں گے ﴿۱۷۵﴾ پھر کیا وہ ہمارے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں ﴿۱۷۶﴾ پھر جب وہ ان کے میدان میں اُترے گا تو جن کو ڈرسنایا جا چکا ہے ان کی کیا ہی منحوس صبح ہوگی ﴿۱۷۷﴾ اور ان سے ایک وقت تک منہ موڑے رہیے ﴿۱۷۸﴾ اور دیکھتے رہیے سو وہ بھی دیکھ لیں گے ﴿۱۷۹﴾ (کیا نتیجہ ملتا ہے) آپ کا رب جو رب العزت ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں ﴿۱۸۰﴾ ان سے پاک ہے اور رسولوں پر سلام ﴿۱۸۱﴾ اور سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہان کا رب ہے ﴿۱۸۲﴾۔

تفسیر:...... اس کے بعد خدا تعالیٰ ملائکہ کی وہ صفات ان کی زبانی اقرار کے موافق بیان فرماتا ہے کہ جن سے ان کا بندہ اور اس کی مخلوق ہونا ثابت ہو جائے۔ اور مشرکین کا خیال رد ہو جائے۔ فقال:

فرشتوں کے تین اوصاف:...... وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾

یہ تین صفت ملائکہ کی ہیں کہ وہ یہ تین باتیں آپ کہتے ہیں ان کا اقرار کرتے ہیں۔

پہلی صفت:...... یہ کہ ہر ایک فرشتہ کا درجہ معین ہے اس سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ عام ہے کہ وہ درجہ تصرفاتِ عالمِ سفلی و علوی کا ہو یا عبادت و تقرب کا ہو۔ جو کام جس کو اور جو مرتبہ جس کو دیا گیا ہے اس سے بڑھ کر کچھ نہیں کر سکتا۔

دوسری صفت...... کے یہ معنی ہیں کہ ملائکہ حکمِ الٰہی بجالانے کے لیے یا عبادت کے لیے ہر گھڑی صفت بستہ کھڑے رہتے ہیں کسی بات میں کچھ بھی سرتابی نہیں کر سکتے پھر جب ان کا یہ حال ہے تو وہ بیٹی اور بیٹا کیوں کر ہوئے؟ اور کسی کو بغیر حکمِ الٰہی کے کیا نفع و نقصان

دے سکتے ہیں؟

تیسری صفت:...... کہ یہ معنی ہیں کہ ملائکہ ہر وقت خدا کی تسبیح وتقدیس کیا کرتے ہیں سبحان اللہ و بحمدہٖ کہتے ہیں۔
تسبیح کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کا بُری باتوں سے پاک ہونا بیان کرنا، اور دل میں اس کا عقیدہ رکھنا۔ اگر ان تینوں صفتوں کو ملایا جائے تو یہ معنی پیدا ہوتے ہیں کہ ہر ایک فرشتہ کے لیے بارگاہِ رب العزت میں ایک مقام معین ہے اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا اسی حد پر صف باندھے ہوئے تسبیح وتقدیس کرتے ہیں۔ و انا لنحن کلماتِ حصر اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ ملائکہ کی تسبیح وتہلیل عبادت و معرفت کے مقابلہ میں بندوں کی معرفت محدود بلکہ کالعدم ہے۔ (تفسیر کبیر)

وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ... الخ مشرکین کے خیالاتِ باطلہ کا رد کر کے ان کی نبی علیہ السلام کے مبعوث ہونے سے پہلے جو تمنا تھی اس کو بیان کر کے ان کو نادم کرتا ہے کہ پہلے تو وہ یہود ونصاریٰ کی سرکشی وہلاکت کا حال سُن کر یہ کہتے تھے کہ اگر پہلوں کی کتابوں میں نازل کی ہوئی کتاب تورات وانجیل جیسی ہمارے پاس ہوتی تو ہم بھی اللہ کے خالص بندے ہو جاتے اس پر خوب عمل کرتے۔ پھر جب وہ کتاب قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ ان کے پاس آئے تو اس کے منکر ہو گئے اب اس انکار کا نتیجہ ان کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا جو کچھ ہم نے رسولوں کی معرفت فرمایا ہے وہ سچ ہو کر رہے گا اور ہمارا گروہ غالب رہے گا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتا ہے:

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ وہ کس لیے عذاب کی جلدی کرتے ہیں اور ہمارا عذاب جب کسی قوم پر آتا ہے تو ان کا بُرا دن اور ان کی صبح بُری صبح ہوتی ہے۔ اے محمد ﷺ! تو تھوڑے زمانے تک ان سے اعراض کر اور صبر کر اور دیکھتا رہ وہ آپ دیکھ لیں گے۔ اس میں فتح بدر و دیگر فتوحات کی طرف بھی اشارہ ہے اور نیز مرنے کے بعد جو کچھ بلا پیش آنے والی ہے اس کی طرف بھی۔

عاقل کے لیے تین باتوں کی معرفت:...... اس کے بعد خدا تعالیٰ سورت کو کن عمدہ مطالب کی طرف اشارہ کر کے تمام کرتا ہے فقال:

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۚ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۚ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ

عاقل کے لیے تین باتوں کی معرفت اور علم اعلیٰ درجہ کا کام ہے۔

۱) خدا تعالیٰ اور اس کی صفات کا جاننا حتی المقدور اور اس کی صفات تین قسم کی ہیں:

اول:...... تمام عیوب ونقص سے اس کو پاک جاننا اس کے لیے لفظ سبحٰن آیا۔ **دوم:**...... اس کے لائق صفاتِ الوہیت سے واقف ہونا۔ اس کے لیے ربک رب العزۃ آیا۔ ربوبیت حکمت ورحمت علم وقدرت پر دال ہے۔ عزۃ: کمالِ قدرت وجبروت پر۔

سوم:...... یہ کہ وہ اپنی خدائی میں شریک ہونے سے پاک ہے اس کے لیے عما یصفون آیا۔

۲) یہ کہ دنیا میں کن لوگوں کا طریقہ ایسا ہے کہ جس کے اختیار کرنے سے سعادتِ دارین حاصل ہو اور سلامتی اور ذکرِ جمیل کے قابل ٹھہرے؟ سو وہ رسولوں کا طریقہ ہے۔ اس کی طرف وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ میں اشارہ ہوا کہ ان پر سلامتی ہے۔

۳) مرنے کے بعد کیا ہوگا اور کیا پیش آئے گا؟ اس بات کی طرف وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں اشارہ کیا کہ جو شخص ہر ایک ستائش کے قابل ہے اور وہ تمام عالم کا مربی اور خیر محض ہے مرنے کے بعد رسولوں کے مطیع کو اس کی ربوبیت ورحمت حیاتِ ابدی وسرورِ سرمدی عطا کرے گی۔ الٰہی ہم کو بھی نصیب کر۔

رُکُوْعَاتُهَا ۵ سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ (۳۸) اٰيَاتُهَا ۸۸

سورۂ ص مکی ہے، اس میں اٹھاسی آیات اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِى الذِّكْرِ ① بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ② كَمْ
اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ* ③ وَعَجِبُوْٓا اَنْ
جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۡ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ④ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ
اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ⑤ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا
وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ⑥ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ
الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ⑦ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا ؕ

ترجمہ:...... قسم ہے قرآن کی جو سراسر نصیحت ہے ① (ہمارا نازل کیا ہوا ہے۔ پر منکر سرکشی اور مقابلہ میں پڑے ہیں ② ان سے پیشتر ہم بہت سی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں پھر وہ چلانے لگے (مگر بے سود کیونکہ) رہائی کا وقت نہ رہا تھا ③ اور منکر تعجب کرنے لگے کہ انہیں میں کا ایک شخص ڈرانے والا آیا۔ اور منکر کہہ اٹھے کہ یہ تو جادوگر بڑا جھوٹا ہے ④ کیا اس نے سب معبودوں کو ایک معبود کر دیا البتہ یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے ⑤ اور ان میں سے سردار یہ کہتے ہوئے چل پڑے کہ اٹھ چلو اور اپنے معبودوں پر جمے رہو یہ تو ایک فریب کی بات ہے ⑥ یہ بات تو ہم نے پچھلے دین [ف] میں بھی نہیں سنی تھی یہ تو ایک بنائی ہوئی بات ہے ⑦ کیا ہم میں سے اسی پر نصیحت اُتاری گئی؟

ترکیب:...... ص قرء الجمهور باسكان الدال وقرء بكسر ها لالتقاء الساكنين اولكو نه امرا من صادى الشئى قابله و عارضه أى عارض بعملك القرآن وقرء بالفتح للتحريك والقرآن الوا وللقسم وقيل معطوف على القسم و هو صادو جواب القسم محذوف لقد جاء كم الحق او ماينا سب المقام۔ ولات التاء زيدت على لا كما تزاد على زب و ثم زبته وثمة و اكثر العرب تحرك هذه التاء بالفتح واما فى حالة الوقف فبعضهم يقف بالتاء لان الحروف ليست موضع تغير و بعضهم بالهاء حين على مذهب سيبويه خبر لات و اسمها محذوف لانها عملت

* ...... مناص مصدر من ناص ينوص نوصا و مناصا اى فر ورا غ يقال ناص عن قرنه ۱۲ منہ

[ف]:...... اصل نوص من ناص ينوص معناه گريختن وخويشتن باز کشيدن ولات حين مناص اى بس وقت تاخر و فرار ۱۲ منہ

عمل لیس ای الحین حین هرب و عندالاخفش هی العاملة فی باب النفی فحین اسمها و خبرها محذوف ای لاحین مناص لهم و ال جملة حال من فاعل نادوا ای استغاثوا و الحال انه لم یبق وقت الهرب۔

تفسیر:......ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے (قاله القرطبی)

شانِ نزول:......ترمذی ونسائی واحمد وابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وحاکم وبیہقی وابن جریر وابن المنذر وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ جب ابوطالب بیمار ہوئے تو کفارِ قریش کہ جن میں ابوجہل بھی تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایت کرنے آئے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے معبودوں کی ہجو کیا کرتے ہیں۔ ابوطالب نے ان کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک ہی بات ان سے کہتا ہوں اگر مان لیں تو عرب ان کا مطیع ہو جائے اور عجم جزیہ دے۔ لوگوں نے کہا ایک کیا دس باتیں ایسی ہوں تو مان لیتے ہیں۔

فرمایئے! وہ ایک بات کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا الٰہ الا اللہ۔ یہ سننا تھا کہ کپڑے جھاڑتے ہوئے خفاء ہو کر یہ کہتے ہوئے اٹھے کہ سب معبودوں کا ایک معبود کر دیا۔ یہ عجب بات ہے۔ اس پر یہ سورۂ ص نازل ہوئی لَمَّا يَذُوقُوا عَذَابِ ۝ تک۔

صٓ: حروفِ مقطعات میں سے ہے اس کے متعلق ہم کئی جگہ بحث کر چکے ہیں۔ قرآن مجید کی قسم کھا کر اور اس کا معزز اور نصیحت ہونا ذِي الذِّكْرِ ۝ ثابت کر کے یہ فرماتا ہے کہ توحید ہی کا مسئلہ برحق ہے بت پرستی باطل ہے۔

بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ۝ توحید و خدا پرستی میں کوئی شک و تردد کی گنجائش نہیں، بلکہ منکر لوگ تکبر اور ضد کی راہ سے نہیں مانتے۔ اور تکبر اور ضد ہمارے مقابلہ میں کیا وجود رکھتی ہے۔

كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ ان سے پہلے ہم بہت سی قوموں کو غارت کر چکے ہیں جنہوں نے رسولوں سے مقابلہ کیا تھا زور میں آ کر۔ پھر جب ان پر بلا آئی تو نادوا الغیاث الغیاث کے نعرے بلند کرنے لگے چیخنے چلانے لگے مگر کیا فائدہ کوئی بھاگنے کا وقت نہ رہا تھا۔ آخر غارت ہوئے عاد و ثمود و قومِ لوط وغیرہم۔

کفار کا ہم جنس نبی ہونے پر تعجب

وَعَجِبُوا أَن جَاءَهُم ... الخ یہ کفار اس بات سے تعجب کرتے ہیں کہ انہیں کی قوم اور جنس میں سے ایک شخص خدا کا رسول کیوں کر ہو گیا (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کو جادوگر اور جھوٹا بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بہت سے معبودوں کو چھوڑ کر ایک معبود یعنی اللہ کی عبادت کا حکم دیتا ہے اور بہت سے معبودوں کے مقابلہ میں اور ان کی جگہ ایک کو قائم کرتا ہے یہ تعجب کی بات ہے ایک شخص تمام کاروبارِ مخلوق کی نگرانی کا برآری کیوں کر کر سکتا ہے؟ یہ کہہ کر کفار کی جماعت اٹھ کھڑی ہوئی کہ اُٹھ چلو اور اپنے معبودوں کو پوجے جاؤ یہ ایک نئی بات ہے پہلے ہم نے کسی سے نہیں سنی۔ نہ کوئی پہلوں میں سے کہتا تھا۔ اور کیا وجہ کہ ہم میں سے ذکر یعنی پیغمبری اور قرآن اسی ایک پر نازل ہوا؟ کفار نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کاذب بلکہ کذاب ٹھیرایا تھا ان کا تین شبہات پر مدار تھا جن کو اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے۔

الوہیت وغیرہ سے متعلق تین شبہات

۱) الوہیت کی بابت تھا وہ کہتے تھے: أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝ یہ شبہ ان کو دو وجہ سے تھا۔

اول یوں کہ ان کو نظر و استدلال کی عادت نہ تھی صرف ان کے اوہام محسوسات کے تابع تھے۔ محسوسات میں دیکھا کہ ایک شخص کی قدرت بہت سی خلقت کی محافظت و علم کے لیے کافی نہیں اس پر انہوں نے اس کو بھی قیاس کر لیا جو اُن کے حواس سے پرے اور اوہام سے باہر ہے۔

(دوم) دوسرے یوں کہ ان کے اسلاف باوجودیکہ عاقل تھے اور ایک دو نہیں سیکڑوں تھے سب شرک میں مبتلا تھے پھر ان کے مقابلہ میں یہ ایک شخص کیوں کر صادق ہو سکتا ہے۔

عجاب میں عجیب سے زیادہ مبالغہ ہے جیسا کہ طوال میں طویل سے زیادہ مبالغہ ہے اسی طرح عریض و عراض و کبیر و کبار۔

۲) نبوت کی بابت تھا جس کو خدا تعالیٰ ان الفاظ میں نقل کرتا ہے:

ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ۭ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ⑧

یہ شبہ کئی ایک جگہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے: ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾ یہ قوم صالح علیہ السلام نے کہا تھا وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰي رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾ یہ حضرت کی نسبت کہا گیا۔

بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ⑧ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَاۗىِٕنُ
رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ⑨ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا
بَيْنَهُمَا ۣ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ⑩ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ⑪
كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ* ⑫ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ
وَّاَصْحٰبُ لْــــَٔيْكَةِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الْاَحْزَابُ ⑬ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ
عِقَابِ ⑭ وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَاۗءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ* ⑮ ع ۱۴

ترجمہ:...... بلکہ ان کو تو میری نصیحت میں بھی شک ہے بلکہ انہوں نے ابھی میرا عذاب بھی نہیں چکھا⑧ کیا ان کے پاس خدائے غالب وفیاض کے خزانے ہیں⑨ کیا آسمانوں اور زمین میں اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے ان کی حکومت ہے پھر تو ان کو سیڑھیاں لگا کر اوپر چڑھ جانا چاہیے (کہ جا کر خدا سے لڑیں)⑩ وہاں ان کے لشکر شکست پائیں گے⑪ ان سے پہلے قوم نوح اور عاد اور میخوں والا فرعون⑫ اور ثمود اور لوط کی قوم اور ایکہ والے بھی جھٹلا چکے ہیں⑬ یہ ہوں وہ (شکست یافتہ) لشکر ہر ایک ہی نے تو رسولوں کو جھٹلایا تھا پھر تو میرا عذاب آ موجود ہوا⑭ اور یہ (کفار مکہ) ایک ہی چیخ کے منتظر ہیں (آواز صور) جس کو کچھ دیر نہ لگے گی⑮۔

ترکیب:...... جند مبتداء و ما للابهام کقوله جئت لا مرما و من الاحزاب صفة لجند و مهزوم جز هنالک یجوز ان یکون صفة لجند أی جند ثابت هنالک و یجوز ان یکون متعلقا بمهزوم معناه ان الجند من الاحزاب مهزوم هنالک ای فی ذلک الموضع۔

---

* ...... اوتاد جمع وتد میخ۔ یہ استعارہ ہے عزت اور ملک کے لیے۔ عرب اس کلمہ کو بے ذی عزت پر اطلاق کرتے ہیں۔
بعض کہتے ہیں وہ مجرموں کو چومیخا کیا کرتا تھا اس لیے ذوالاوتاد کہلایا۔ بعض کہتے ہیں اس لیے کہ اس کے گھوڑوں کی سونے کی میخیں تھیں ۱۲ منہ

*...... فواق سکون یا رجوع ۱۲ منہ

شبہات کا بطلان اور ازالہ

تفسیر:......اس شبہ کا جواب خداتعالیٰ کئی طرح سے دیتا ہے اول: بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝
ذکری سے مراد دلائل کہ انہوں نے دلائل نبوت میں غور وفکر نہ کیا ورنہ یہ شبہ زائل ہو جاتا۔ اور غور و تامل نہ کرنا یوں ہی شک کر لینا ان کو اس لیے ہوا کہ ابھی میرا عذاب نہیں چکھا۔ یعنی دنیا میں کوئی اس کی سزا ان کو نہیں ملی۔ اگر ایسا ہو تو شک جاتا رہے انسان یوں ہی بے جا حجتیں کیا کرتا ہے مگر جب اس کو شاہی شوکت مار پیٹ دکھائی جاتی ہے تو ٹھیک ہو جاتا ہے۔ یا کہو ذکر سے مراد وہ نصیحت ہے جو آنحضرت ﷺ ان کو کرتے تھے وہ اس میں غور نہ کرتے تھے اور عذابِ الٰہی سے بھی ڈراتے تھے جب دنیا میں وہ ان پر ابھی نہیں آیا تو اور بھی دلیر ہو گئے۔

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۝ یہ دوسرا جواب ہے کہ خدا زبردست بڑے بخشنے والے کے خزائنِ رحمت ان کے ہاتھ میں نہیں ہے کہ جس کو دنیاوی مال و اسباب کی وجہ سے معزز جانیں اسی کو نبوت کا مرتبہ جلیلہ دیں بلکہ اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو اس کے لائق دیکھتا ہے عطا کرتا ہے خواہ غنی ہو خواہ فقیر۔ لفظ وہاب اور عزیز اس کی خود اختیاری اور بے انتہا بخشش کی طرف اشارہ کر کے یہ بتلا رہا ہے کہ دنیا کی عزت اس کی بخشش کو احاطہ نہیں کر سکتی۔

اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۣ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ۝ یہ تیسرا جواب ہے کہ خزائن اگر ان کے پاس نہیں تو آسمانوں اور ان کے درمیان کی حکومت بھی ان کو نہیں کہ جس کو ان کی مرضی ہو یہ عہدہ ملے۔ اگر ان کو یہ بات حاصل ہے تو
فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ۝ تو ان سیڑھیوں پر چڑھ کر کہ جن کے ذریعہ سے پہنچنا ممکن ہو چڑھیں اور عرش تک پہنچیں اور تدبیر عالم اور ملکوت کریں اور جس کے پاس چاہیں وہاں سے وحی بھجوا دیں بلکہ
جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝ ان کے لشکروں کو شکست ہے، سلطنتِ آسمانی تو کیسی، ۔ فتح بدر کی طرف اشارہ ہے۔
کذبت الخ اس کے بعد اگلے لوگوں کی شکست اور ان کے انکارِ رسل سے پستی و ہلاکت بیان فرماتا ہے وما ینظر کہ یہ لوگ بھی عذاب اور ہلاکت کے منتظر ہیں۔ صیحۃ سے مراد ناگہانی ہلاکت۔ کوئی شاعر کہتا ہے ؎

صاح الزمان بآل برمك صيحة خروا لشدتها على الاذقان

بعض کہتے ہیں قیامت کے دن نفخ صور کی چیخ کے منتظر ہیں۔

وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ۝۱۶ اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ
وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝۱۷ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ
بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ۝۱۸ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ۭ كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝۱۹ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ
وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۝۲۰ وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا

الْمِحْرَابَ ۝۲۱ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى
بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ
الصِّرَاطِ ۝۲۲ اِنَّ هٰذَآ اَخِیْ قف لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ قف فَقَالَ
اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ ۝۲۳ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ط
وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِیْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ط وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ
السجدۃ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۝۲۴ السجدۃ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ط وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝۲۵
يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ
الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ
ع ۱۲ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝۲۶

ترجمہ:......اور (تمسخر سے) کہتے ہیں کہ اے پروردگار ہمارا حصہ ہم کو حساب سے پہلے ہی دے چک (۱۶) (اے نبی) ان کی ان باتوں پر صبر کیجئے اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کیجیے جو باوجود قدرت وحشمت کے ہماری طرف بڑے رجوع کرتے تھے (۱۷) ہم نے ان کے لیے پہاڑوں کو بھی تابع کر دیا تھا جو اس کے ساتھ شام اور صبح تسبیح کیا کرتے تھے (۱۸) اور پرندوں کو بھی (تابع کر دیا تھا) جو پرا باندھے رہتے تھے (۱۹) ہر ایک اس کے تابع تھا اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کر دیا تھا (۲۰) اور ان کو حکمت اور فیصلہ کرنے والا سلیقہ بھی عطا کیا تھا (۲۱) اور (اے نبی) کیا آپ کو دو جھگڑنے والوں کی خبر بھی پہنچی جب کہ وہ دیوار پھاند کر آئے جب کہ وہ داؤد کے پاس داخل ہوئے تو وہ ان سے گھبرا گئے انہوں نے کہا مت ڈرو ہم دو جھگڑنے والے ہیں کہ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے پس آپ انصاف سے ہم میں فیصلہ کر دیں اور بے انصافی نہ کریں اور ہم کو سیدھا رستہ بتا دیں (۲۲) یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک ہی دنبی ہے پھر اس نے کہا کہ اس کو بھی میرے حوالے کر دے اور اور مجھ سے کلام میں بدزبانی کی ہے (۲۳) داؤدؑ نے کہا البتہ اس نے تجھ پر ظلم کیا جو تیری دنبی کو اپنی اپنی دنبیوں میں ملانے کا سوال کیا اور اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے ہیں مگر وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام بھی کیے (زیادتی نہیں کرتے) اور وہ بہت ہی کم ہیں اور داؤد سمجھ گئے کہ ہم نے ان کو آزمایا ہے پھر اس نے اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑے (۲۴) اور توبہ کی پھر ہم نے ان کو وہ معاف کر دیا اور ان کے لیے ہمارے پاس بلند مرتبہ اور اچھی منزلت ہے (۲۵) (ہم نے کہا) اے داؤد ہم نے تجھ کو زمین میں بادشاہ بنایا پس تم لوگوں میں انصاف سے فیصلہ کیا کرو اور خواہش نفس پر نہ چلنا کہ وہ تم کو خدا کے رستے سے گمراہ کر دے گی

جو لوگ اللہ کے رستے سے بہکتے ہیں تو ان کے لیے سخت عذاب ہے اس لیے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے تھے ﴿۲۶﴾۔

ترکیب:......القط النصیب والحظ حصة۔ والطیر معطوف علی الجبال۔ محشورہ حال من الطیر الخصیم فی الاصل مصدر فلذالایثنی ولا یجمع و جمع الضمیر فی تسوروا اللاثنین جائز و اذالاولی ظرف لنبا والثانیة بدل منهاالا الذین استثناء متصل۔

تفسیر:......(۳) شبہ معاد کی بابت تھا جس کو خدا تعالیٰ نقل کرتا ہے۔

وعدۂ وقوع قیامت پر استہزاء

وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا...الخ کہ وہ قیامت کے قائم ہونے کو نہایت مستبعد سمجھ کر پیغمبر علیہ السلام سے کہتے ہیں کہ جو کچھ قیامت کے روز عذاب وثواب کا آپ ہمارے لیے وعدہ کرتے ہیں وہ ہمارا حصہ جلد ہم کو دنیا ہی میں دیدیجیے۔ اس پر آپ ﷺ کو تسلی دی جاتی ہے کہ اصبر علیٰ مایقولون ان کی ان بے ہودہ باتوں پر صبر کر اور آپ ﷺ کو تسلی کے لیے چند انبیاء اولوالعزم کا تذکرہ کرتا ہے کہ دنیا میں غموم وہموم ومصائب پر وہ بھی برداشت کرتے آئے ہیں اور ان کو بھی اپنی امت کے بے سمجھ اور جاہلوں سے سابقہ پڑا ہے۔

حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل:...... منجملہ ان کے حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ فرماتا ہے:

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ کہ ہمارے بندے داؤد کو یاد کر جس کو یہ فضیلتیں حاصل تھیں۔

۱) وہ قوت والا تھا جسمانی قوت کے سوا سلطنت کی بھی قوت دی گئی تھی اور اس پر روحانی قوت بھی تھی۔
۲) بایں ہمہ وہ خدا کی طرف رجوع کرنے والے تھے ان لوگوں جیسے نہ تھے جو ذرا سی دولت وقوت میں بے ہوش ہو گئے۔
۳) پہاڑ و پرند صبح وشام اس کے ساتھ تسبیح میں شریک ہوتے تھے اس کی شرح پہلے ہو چکی ہے۔
۴) اس کی حکومت وسلطنت کو بھی ہم نے مستحکم کیا تھا بہت سے بادشاہ فرات سے لے کر مصر تک اس کے مطیع تھے۔
۵) اس کو حکمت عطا ہوئی تھی ہر ایک قسم کے علوم نظریہ وعملیہ۔
٦) اس کو گویائی بھی بڑی دی گئی تھی فصل الخطاب بڑے فصیح وبلیغ اور پُر گو تھے۔

قصۂ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام

اس کے بعد ان پر جو ایک عجیب وغریب واقعہ گزرا ہے اس کو بطور استفہام کے شوق دلانے کے لیے بیان فرماتا ہے۔

فقال: وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾

یہ واقعہ موافق عبارت قرآنیہ کے یوں ہے کہ دو شخص داؤد کے پاس محراب یعنی خلوت خانہ میں دیوار پھاند کر آئے (یقال تسورت تسورا اذا علوته ای اتوه من سوره وهو اعلاه والمحراب المراد منه البیت الذی کان داؤد یدخل فیه ویشتغل بطاعة ربه وسمی بالمحراب لاشتماله علی المحراب کما یسمی الشئی باشرف اجزاء۔کبیر۔۲)

حضرت داؤد گھبرائے۔ یہ اس لیے کہ یہ دن کسی کے آنے کا نہ تھا دروازے پر پاسبان تھے۔ اس سے سمجھے دشمن نہ ہوں کیوں کہ ان دنوں داؤد علیہ السلام سے فلسطینیوں کی لڑائی جاری تھی اس لیے انہوں نے عرض کیا کہ ہم دو شخص اہلِ مقدمہ ہیں فیصلہ کے لیے آپ کے پاس آئے ہیں لا تخف آپ ہم کو دشمن جان کر نہ ڈریں۔ اس کے بعد مقدمہ شروع کیا چونکہ فرصت کا وقت جان کر خلاف قاعدۂ شاہی دیوار

پھاند کر آئے تھے جس پر داؤدؑ کے دل میں خطرہ پیدا ہوا ہو اور غصہ بھی آیا ہو جس پر انہوں نے تسلی دی۔ تب ایک نے کہا میں اور یہ میرا دوست جھگڑتے ہوئے آئے ہیں ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔

فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ آپ غصہ کو جانے دیجیے اور بے انصافی نہ کیجیے۔

یہ بات انہوں نے داؤد کا غصہ دیکھ کر کہی یا جس طرح عام جاہل لوگ حکام سے مقدمات کے وقت اپنے خیالات کے بھروسہ پر ایسے بے باکانہ الفاظ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ظلم نہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اب قضیہ بیان کرنے لگے:

اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ...الخ کہ اس بھائی کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک، پھر یہ اس کو بھی مجھ سے مانگتا ہے وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ﴿۲۳﴾ اور سخت گوئی اور بدزبانی بھی کرتا ہے۔ حضرت داؤدؑ نے سن کر کہا اس نے تجھ پر اس خواہش میں ظلم کیا اور اکثر باہمی شریک ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں باہم شریک ہوں گے۔ اس ایک والے کا حصہ کم ہوگا یا کوئی ایسی شرط ہوگی کہ جس سے بڑا حصہ دار اس کو ایک دنبی کا بھی مالک نہ خیال کرتا ہوگا نوکر جانتا ہوگا۔

حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آزمائش:...... وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ: اور حضرت داؤدؑ سمجھ گئے کہ اس میں خدا نے میرے حلم و انصاف کا امتحان کیا ہے کہ ان دو شخصوں کے بے قاعدہ آنے اور سخت زبانی کرنے پر بھی انصاف کرتا ہوں یا شاہی زور میں غصہ کر کے ان کو نکلوا دیتا ہوں۔ اور بادشاہوں کی عادت ہے کہ جو بے موقع اور گستاخانہ ان سے دادخواہی کے لیے آتا ہے تو گستاخی کی سزا دیتے ہیں۔

فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ﴿۲۴﴾ اس پر حضرت داؤدؑ نے اپنے رب سے معافی مانگی اور اللہ کی طرف رجوع ہوئے۔

معافی اس پر مانگی کہ دل میں بے قاعدہ آنے اور بے باکانہ بات چیت کرنے پر کچھ جوش آیا ہوگا جو مقتضائے بشریت وحکومت ہے۔

فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۔ ہم نے داؤدؑ کی یہ بات معاف کر دی۔

وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ﴿۲۵﴾ اور ان کے لیے ہمارے نزدیک مرتبہ اور عمدہ ٹھکانہ ہے کہ ذرا سی بات پر بھی سجدے میں گر پڑے اور اس کو بڑا گناہ سمجھ کر خدا سے معافی مانگی اور روئے۔ اچھے لوگ ذرا سی بات کو بھی پہاڑ سمجھا کرتے ہیں۔ اس امتحان میں پورا نکلنے کے سبب حضرت داؤدؑ نے ثابت کر دیا کہ میں خلافت اور انصاف کی کرسی پر بیٹھنے کے لائق ہوں اس لیے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو اس عہدہ کے لیے ممتاز فرمایا اور کہہ دیا:

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ کہ ہم نے تم کو زمین پر اپنی طرف سے خلیفہ حاکم یا نائب کیا ہے۔

فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ پس آپ لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلے کیا کیجیے۔

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ...الخ اور اپنی خواہش پر نہ چلیے جو لازمۂ سلطنت ہے۔

کیونکہ جو اپنی مرضی پر چلتے ہیں قانونِ الٰہی کا اتباع نہیں کرتے ان کو قیامت کے دن سخت عذاب ہوگا۔

یہ ہے وہ واقعہ اور قرآن مجید کے الفاظ اسی پر چسپاں ہیں اور اسی کے تمام اہلِ حق قائل ہیں۔ امام رازیؒ و بیضاویؒ و صاحب شرح مواقفؒ وغیرہ جمہور مفسرین۔ اس میں آنحضرت ﷺ کو بتلایا جاتا ہے کہ آپ ان جاہلوں سرکشوں کی بدزبانی بے ہودہ گوئی کا خیال نہ کریں جو آپ کو ساحر کذاب وغیرہ کہتے ہیں داؤدؑ کو دیکھو کہ باوجود سلطنت و شوکت کے ان سے جاہلوں نے کیا معاملہ کیا جس پر انہوں نے صبر کیا۔

مگر دوسری کتاب سموئیل کے گیارھویں باب میں یوں لکھا ہے کہ ایک روز حضرت داؤدؑ بادشاہی محل کی چھت پر ٹہلتے تھے۔ انہوں نے ایک نہایت خوبصورت عورت کو نہاتے دیکھا ان کا نام بنت سبع انعام کی بیٹی اور حتی و یاہ کی جورو تھی، اس کو بلوایا اور اس

سے صحبت کی جس سے وہ حاملہ ہوگئی اور اپنے گھر چلی گئی۔ اس عرصہ میں اس کا خاوند بھی جنگ سے یروشلم میں آیا اور داؤدؑ نے اس کے ہاتھ اس کے افسر یواب کے لیے خط دے کر پھر لشکر میں بھیج دیا۔ اس میں یواب کو لکھ دیا تھا کہ اوریاہ کو جنگ میں ایسے موقع پر آگے کرنا کہ مخالف سے بچ کر نہ آئے۔ چنانچہ یواب نے ایسا ہی کیا۔ اور اوریاہ قتل ہوگیا۔ اس کی خبر حضرت داؤدؑ کو ملی۔ چند روز عدت کے گزر جانے کے بعد حضرت داؤدؑ نے اس عورت کو اپنے گھر میں ڈال لیا۔

پھر اس کے بارہویں باب میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ناتن نبی کو داؤدؑ کے پاس بھیجا انہوں نے جا کر داؤدؑ سے پوچھا کہ ایک شہر میں دو شخص تھے ایک بڑا مال دار بے شمار بھیڑ بکری رکھتا تھا، دوسرا کنگال کہ جس کے پاس بجز ایک بھیڑ کے اور کچھ نہ تھا جو اس نے پالی تھی اور اس کی گود میں سوتی تھی۔ اس مال دار نے اپنے مہمان کے لیے اس کی بھیڑ کو لے کر ذبح کر ڈالا۔ داؤدؑ نے سن کر کہا وہ شخص واجب القتل ہے۔ تب ناتن نے کہا وہ شخص تو ہی تو ہے خدا فرماتا ہے میں نے تجھ کو سب کچھ دیا اور بھی دیتا مگر تو نے اوریاہ کو قتل کر دیا اور اس کی جورو کو لے لیا خدا فرماتا ہے تیرے گھر پر سے تلوار نہ اٹھے گی اور تیری جوروؤں کو تیرے سامنے کھلے میدان میں تمام بنی اسرائیل کے سامنے تیرے ہمسایوں سے خراب کراؤں گا۔ اس کے بعد حضرت داؤدؑ اپنے گناہ کے مقرر ہوئے۔ ناتن نے کہا تیرا گناہ خدا نے بخش دیا۔ پھر وہ لڑکا جو زنا سے پیدا ہوا تھا مر گیا اور اس کے بعد اس سے سلیمانؑ پیدا ہوا۔ (انتہی ملخصاً)۔

بعض بے ہودہ گو قصہ حضرت داؤد علیہ السلام کے اس واقعہ کی تفسیر میں چسپاں کر دیا کہ جو آیاتِ مذکورہ میں تھا۔ مگر قدماء اسلام اس کے سخت منکر تھے اور ہیں۔ چنانچہ سعید بن المسیبؒ و حارث اعور نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص حضرت داؤد علیہ السلام کی نسبت اس قصہ کو نقل کریگا میں اس کو ایک سو ساٹھ کوڑے ماروں گا جو انبیاء پر بہتان باندھنے کی سزا ہے۔ (ابن کثیر)

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اس قصہ کا ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ نہ قرآن مجید میں اس کی تصریح ہے نہ کسی صحیح حدیث میں۔ مؤرخین کی باتیں ہیں جن کو بعض مفسرین نے تفسیر میں لکھ دیا (انتہیٰ)۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ آیات میں واقعہ کے اول میں بھی حضرت داؤدؑ علیہ السلام کی مدح ہے اور اور بعد میں بھی، پھر کیونکر عقل میں آسکتا ہے کہ جس نے ناحق ایک دین دار کو قتل کرایا اور اس کی جورو (بیوی) چھین لی جس سے بڑھ کر شرک کے بعد اور کیا گناہ ہوگا، خدا تعالیٰ اس کی مدح کرے۔

اور اس پر طرۂ یہ کہ جو لوگ خصمٰن سے مراد دو فرشتے لیتے ہیں کہ وہ آدمیوں کی صورت میں آئے تھے وہ معاذ اللہ فرشتوں کو بھی جھوٹ بولنے کا مرتکب بناتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام سے ایسی باتوں کا ظہور میں آنا خلاف عقل و نقل ہے وہ پاک دامن اور معصوم تھے۔ رہی کتاب سموئیل جس کی تقلید بعض حمقاء اسلام نے کی ہے سو آج تک پورا پتہ اہلِ کتاب کو بھی نہیں ملتا کہ اس کا کون مصنف ہے؟ وہ ایک تاریخ کی کتاب یہود میں مروج تھی جس کو یہود و نصاریٰ نے خواہ مخواہ الہامی فرض کر لیا۔

اس کے علاوہ خود انہیں کی کتابوں میں کہ جن کو وہ الہامی مانتے ہیں حضرت داؤدؑ علیہ السلام کی بہت مواضع میں مدح اور پاکیزگی اور باخدا ہونا اور ان پر برکت نازل ہونا وغیرہ باتیں لکھی ہیں پھر نہیں معلوم کہ ایسے شخص کی مدح کس نے لکھ دی۔ اور جو مدح ٹھیک ہے تو قطعاً یہ قصہ کسی دشمن نے لکھ دیا۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؗ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ كِتٰبٌ
اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾ وَوَهَبْنَا
لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ
الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿۳۱﴾ فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى
تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾

ترجمہ:......اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے نکما تو پیدا کیا ہی نہیں یہ گمان تو ان کا ہے جو کافر ہیں پھر کافروں کے لیے خرابی ہے جو آگ ہے ﴿۲۷﴾ کیا جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام بھی کیے ہم ان کو برابر کر دیں گے ان کے جو ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر کر دیں گے؟ ﴿۲۸﴾ (نہیں یہ قرآن) ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا تاکہ عقل منداس کی آیتوں میں غور کریں اور سمجھیں ﴿۲۹﴾ اور ہم نے داؤدؑ کو سلیمان عطا کیا اچھا بندہ خدا کی طرف رجوع ہونے والا تھا ﴿۳۰﴾ جب ان کے سامنے شام کے وقت تیز رو گھوڑے حاضر کیے گئے ﴿۳۱﴾ (یہاں تک کہ ان کے معائنہ میں نماز سے غافل ہو گئے) تو کہنے لگے کہ میں نے مال کی محبت کو یادِ الٰہی (ذکرِ الٰہی) سے عزیز سمجھا یہاں تک آفتاب غروب ہو گیا ﴿۳۲﴾ (حکم دیا) ان گھوڑوں کو میرے پاس لوٹا لاؤ پھر ان کی ٹانگوں اور گردن پر ہاتھ پھیرنے لگے ﴿۳۳﴾۔

تفسیر:......کفار نے استہزاء و تمسخر کے طور پر کہا تھا ربنا عجل لنا قطنا ان کی غرض اس سے حشر کا انکار تھا مگر یہ گفتگو جاہلانہ تھی اس لیے حضرت ﷺ کو صبر کرنے کا حکم دیا اور آپ ﷺ کی تسلی کے لیے داؤدؑ کا قصہ سنایا کہ جس سے داؤدؑ کا باوجود فضائلِ مذکورہ کے جاہلوں کی بے باکی پر برداشت کرنا ثابت ہوتا تھا۔ اس کے بعد حشر کا اثبات ایک اور طریقہ سے کرنا شروع کیا اور یہ کمال حسنِ بلاغت ہے۔

اثبات حشر:......فقال: وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ (الی قولہ) كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ پہلے بطور تمہید کے یہ بیان کیا کہ ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے اندر کی چیزوں کو عبث اور بے کار پیدا نہیں کیا ہے اس بات کو ہر ذی عقلِ سلیم تسلیم کر سکتا ہے کہ وہ قادر فعل مختار حکیم ہے۔ اور حکیم کا کوئی کام عبث نہیں ہوتا مگر جو کور باطن ہیں جن کو کافر کہا جاتا ہے وہ ایسا گمان کرتے ہیں تو ان کی اس کوڑھ مغزی پر پھٹکار اور جہنم کی مار ہے۔ پس جب یہ ثابت ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ اس مخلوق کے پیدا کرنے سے اس نے کیا غایت ٹھیرائی ہے۔ وہ یہ کہ انسان جو عقل و ادراک کے لحاظ سے سب مخلوق میں اشرف ہے اور آسمان و زمین اس کے قیام و نفع کے لیے ہیں اس کے بنانے سے یہ مقصود ہے کہ وہ اپنے خالق کو پہچان کر نیکی اور اطاعت کرے بُری باتوں سے ڈرے۔ اور یہ عالم نیکی اور بدی کی جزا و سزا کامل کا گھر نہیں ہے یہ بھی ظاہر ہے اس لیے کہ سیکڑوں کفار خالق کے منکر بدکردار بدذات ظالم فریبی عمر بھر دنیا میں عیش و آرام سے رہے ہیں اور بہت سے نیک ہر قسم کی تکالیف میں مبتلا رہے ہیں۔ پھر اگر کوئی دوسری جگہ دار الجزا نہ ہو تو دونوں برابر ہو جائیں بلکہ بُرے فائدے میں رہیں اور ایسا کام اس حکیم کی شان سے بعید ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو بے کار پیدا نہیں کیا ہے بلکہ ہر ایک کو نہایت حکمت اور مصلحتیں ملحوظ رکھ کر بنایا پس ثابت ہوا کہ ایک اور جگہ دار الجزاء ہے اور وہ عالمِ آخرت ہے۔

اَمۡ نَجۡعَلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا... الخ میں خدا اسی مطلب کونہایت اختصار اور بلاغت کے ساتھ بیان فرماتا ہے۔
اس لیے اس قرآن مجید کی جس میں ان خوبیوں کے ساتھ یہ مطالب نفسیہ بیان کیے گئے ہیں خوبی بیان فرماتا ہے۔
كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ مُبٰرَكٌ... الخ کہ یہ کتاب جو ہم نے اے محمد (ﷺ) تجھ پر نازل کی ہے بڑی بابرکت کتاب ہے سمجھنے اور غور کرنے کے لیے بھیجی کہ دانش مند غور کر کے ہدایت پائیں۔
اس میں مسئلہ نبوت کو بھی دوسرے پہلو سے ثابت کر دیا اور قرآن کا کتاب الٰہی ہونا ثابت کر دکھایا اسی کی خوبیوں سے۔

حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جہاد کے گھوڑے

اُولُوا الۡاَلۡبَابِ﴿۲۹﴾ کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ کر کے یہ بات بتلاتا ہے کہ ایسی سمجھ اور عقل والوں پر خدا دنیا میں بھی فضل و کرم کیا کرتا ہے داؤد علیہ السلام جو بڑی عقل کامل رکھتے تھے جس کے سبب خدا پرستی کرتے تھے ان کو فرزند بھی ایسا ہی لائق اور عقل مند عطا کیا یعنی سلیمان جو خدا کی طرف رجوع رہتے تھے۔ اس میں بتلایا گیا ہے کہ یہ لوگ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ قرآن سے فیض یاب ہوتے ہیں اور حضرت داؤد کے تذکرہ کی تکمیل بھی ہے۔ حضرت سلیمان کا اوّاب ہونا پایا جائے۔ فقال:

اِذۡ عُرِضَ عَلَيۡهِ بِالۡعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الۡجِيَادُ﴿۳۱﴾

عشی عصر کے وقت سے لے کر غروب تک کے زمانے کو کہتے ہیں۔ صافن: اسپ برسہ پائے استادہ سرسم چہارم بر زمین نہادہ و ایضاً القائم الذی یصف قدمیہ صفون بالضم مصدر منہ (صراح)۔
قال المبرد: الجیاد جمع جواد: تیز رو گھوڑا۔ یعنی وہ گھوڑے جو کھڑے ہوں تو بانکپن اور نزاکت اور خوبی سے اور چلیں تو ہوا سے باتیں کریں۔ تورات کی ضمیر شمس کی طرف پھرتی ہے جو العشی سے سمجھا جاتا ہے اور ردوھا کی الصفنت کی طرف۔ یعنی میں ان گھوڑوں کے ملاحظہ میں یہاں تک مصروف ہوا کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ یادِ الٰہی سے غافل ہو گیا ان گھوڑوں کو میرے سامنے پھر لاؤ اور ذبح کر ڈالو۔ عامہ مفسرین اسی طرف گئے ہیں کہ ان کو ذبح کر ڈالا کونچیں کاٹ ڈالی صلوٰۃِ سلیمان علیہ السلام عصر فوت ہونے کے بدلے میں۔
مگر صحیح تر بیان اس واقعہ کا الفاظِ قرآنیہ کے مطابق یہ ہے اور اسی کو تفسیر سمجھنا چاہیے۔
وہ یہ کہ گھوڑوں کا پالنا اور تیار کرنا دشمنوں کے مقابلہ اور جہاد کے لیے جیسا کہ دینِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں عمدہ اور افضل کام ہے ایسا ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں تھا، کیونکہ فلسطینی اور مصری اور بابل کے بت پرست بادشاہوں کا چاروں طرف سے نرغہ تھا۔
حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیٹھ کر ایک بار ان کا جائزہ لینا چاہا اور پہلے یہ فرمادیا:
اِنِّيۡۤ اَحۡبَبۡتُ حُبَّ الۡخَيۡرِ عَنۡ ذِكۡرِ رَبِّيۡ: کہ میں ان کو دنیا کے لیے نہیں دوست رکھتا ہوں بلکہ ذکرِ رب اور دین کے لیے ان کو پسند اور محبوب رکھتا ہوں۔ (عن ذکر ربی لاجل ذکر ربی) پھر سامنے لانے کا حکم دیا اور ان کے سامنے سے وہ گھوڑے جن پر لوگ سوار تھے دوڑاتے ہوئے نکلے۔ حَتّٰى تَوَارَتۡ بِالۡحِجَابِ﴿۳۲﴾ یہاں تک کہ نظروں سے غائب ہو گئے۔
(التواری الاستتار عن الابصار و الحجاب مایحجبھا عن الابصار)
پھر حکم دیا: رُدُّوۡهَا عَلَيَّ کہ ان کو پھر لوٹ کر لاؤ میرے پاس۔
گھوڑے کی روانی دیکھنے کا یہی طریقہ ہے کہ ایک بار دوڑاتے ہوئے لے جاتے ہیں بار دیگر پھر لاتے ہیں تا کہ آنے جانے میں سب حسن و قبح معلوم ہو جائے۔ گھوڑے آپ کو پسند آئے۔

فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ۝ (قال ابو عبيدة طفق يفعل لان خبر طفق لايكون الافعلا مضارعا وانتصاب مسحا على المصدرية بفعل مقدر اى يمسح مسحا۔ و السوق جمع ساق ٹانگ۔ و الاعناق جمع عنق (گردن)

تو آپ پیار کی راہ سے ان کی گردنوں اور ٹانگوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

گردن اور پٹھے پھرنے کا عام طریقہ ہے۔ یا ان کے عیوب دیکھتے ہوں گے۔ اکثر ہاتھ پھیر کر دیکھا کرتے ہیں جس طرح دوڑا کر دیکھا کرتے ہیں۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ لوگوں کو خصوصاً حضرت سلیمانؑ کے دشمنوں کو معلوم ہو جائے کہ سلیمانؑ کو لشکر اور سواروں کے بارے میں بڑی مستعدی ہے۔ یہ بھی دشمن پر اثر ڈالا کرتا ہے کہ وہ غافل نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی مسح کے یہی معنی بیان کیے ہیں جیسا کہ اپنی تفسیر میں ابن جریر نے بروایت علی بن طلحہ نقل کیا ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ نے انہیں معنی کو جو ہم نے آیات کے بیان کیے ہیں پسند کیا ہے اور یہ بھی فرمادیا کہ یہی معنی آیات کے الفاظ کے نہایت مطابق ہیں اور خوب موافق ہیں۔ اور اس تقریر پر کوئی الزام بھی عائد نہیں ہوتا اور مجھ کو لوگوں پر سخت تعجب آتا ہے کہ کس لیے انہوں نے ان بیہودہ باتوں کو مان لیا کہ جن کو عقل و نقل رد کرتی ہے۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ۝۳۴ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِىْ وَهَبْ لِىْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِىْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِىْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۝۳۵ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِىْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ۝۳۶ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ۝۳۷ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ۝۳۸ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۝۳۹ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ۝۴۰

ترجمہ:...... اور ہم نے سلیمان کو آزمایا اور اس کے تخت پر ایک جسم ڈال دیا پھر وہ رجوع بخدا ہوئے ۳۴ (اور) دعا کی کہ اے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہت عطا کر کہ جو میرے بعد اور کسی کو سزاوار نہ ہو بے شک تو جو ہے تو بہت دینے والا ہے ۳۵ پھر ہم نے ان کے لیے ہوا کو تابع کر دیا جو ان کے حکم سے جہاں وہ چاہتے تھے ۳۶ نرم نرم چلا کرتی تھی اور شیاطین کو بھی (تابع کیا) جو ہر ایک عمارت بنانے والا اور غوطہ لگانے والا تھا ۳۷ اور بھی تابع کر دیے تھے جو بیڑیوں میں جکڑے رہا کرتے تھے ۳۸ یہ ہے ہماری بے حساب بخشش خواہ آپ کسی کو دیں یا نہ دیں ۳۹ اور البتہ سلیمان کے لیے ہمارے پاس مرتبہ اور عمدہ مقام ہے ۴۰۔

تفسیر:...... وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ : یہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دوسرا واقعہ بیان فرماتا ہے کہ ہم نے سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آزمائش میں ڈالا تھا۔ پھر اس آزمائش کی قدرے تفصیل بیان کرتے ہیں۔

واقعہ تخت حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام

وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ۝۳۴ اور اس کی کرسی یعنی تخت پر ہم نے ایک جسم ڈال دیا پھر وہ رجوع ہوا۔

بعض کہتے ہیں یہ دو واقعے ہیں ولقد فتنا ایک اور القینا دوسرا۔ قرآن مجید میں اور کسی حدیث میں جہاں تک تلاش کیا ان دونوں واقعوں

کی کوئی بھی تفصیل نہیں کہ آزمائش سلیمانؑ کی کس بات میں تھی اور ان کے تخت پر جسم ڈالنے اور سلیمانؑ کے رجوع ہونے سے کیا مراد ہے؟

ہاں! مفسروں نے بعض اہلِ کتاب کے قصہ گوؤں سے دو قصے ضرور نقل کیے ہیں گو ان قصوں کو ان اہلِ کتاب کے قصے گوؤں سے بعض محدثین نے احتیاط اور سندِ متصل سے نقل کیا ہے جس لیے بعض ناواقف مفسر اس کو صحیح حدیث سمجھ گئے مگر پھر بھی وہ قصے ہی رہے جو قصہ گوؤں کے منہ سے نکلے ہوئے ہیں نہ کہ مشکوٰۃِ نبوت سے ظاہر ہوئے۔

پہلا قصہ یہ ہے کہ سلیمان کے محل میں شاہِ مصر وغیرہ بت پرست قوموں کی بیٹیاں تھیں جن کو بیویاں بنا رکھا تھا اور ان پر عاشق تھے ان کی خاطر سے ان کی پرستش کے لیے بت خانے بھی تعمیر کرا دیے تھے اور آپ بھی شریک ہوتے تھے۔ اس پر خدا نے ان کی سرزنش کی۔

یہ بات اول کتاب السلاطین کے گیارہویں میں لکھی ہوئی ہے۔

دوسرے قصے کی بابت یوں نقل کیا ہے کہ سلیمانؑ کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس کے سبب اس کی سلطنت قائم تھی۔ حمام میں جاتے وقت اس کو اُتار کر کسی خادمہ کو دیدیتے تھے جس کا نام بعض نے امینہ بتلایا ہے۔ ایک بار جو حمام میں گئے اور انگوٹھی اس کو دی تو ایک جن جس کو صخر کہتے تھے سلیمانؑ کی شکل میں نمودار ہوا اور امینہ سے انگوٹھی لے کر تخت پہ آبیٹھا۔ سلیمانؑ کو لوگوں نے دھکے دے کر نکال دیا۔ پھر جو چند روز بعد اس کی کمینی باتوں سے پہچانا کہ یہ سلیمان نہیں تو وہ بھاگا اور سمندر میں انگوٹھی پھینک گیا۔ ادھر سلیمانؑ ماہی گیروں کے ہاں نوکر ہو گئے، ایک مچھلی کے پیٹ میں سے وہ انگوٹھی برآمد ہوئی۔ اس کو پہننا تھا کہ پھر اقبال لوٹ آیا سب لوگ مطیع ہو گئے۔

(اس خرافات کا کچھ ٹھکانہ ہے۔ اگر یوں ہی جن وشیاطین انبیاء علیہم السلام تو کیا اور بھی کسی کی شکل میں ظاہر ہوا کریں تو دنیا کے تمام کاروبار معطل ہو جائیں اور کچھ بھی کسی کا اعتبار نہ رہے)۔

ہمارے نزدیک یہ دو قصے نہیں ہیں ایک ہی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ ہر چند اہلِ کتاب کی الہامی کتابیں صحیح وغلط کا مجموعہ ہیں مگر تاہم غور کرنے سے ان میں سے اصل بات بھی نقل آتی ہے۔ اصل بات اس قدر معلوم ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو دنیا کے بے شمار سامان واسباب عطا کیے تھے اور ان کی سلطنت کا زمانہ بنی اسرائیل اور آس پاس کے بادشاہوں کے لیے بڑے امن وچین کا زمانہ تھا۔ ان کے عہد میں جنگ وجدل کی بہت کم نوبت آتی تھی سونا چاندی اور گھوڑے اور جواہرات بکثرت تھے۔

بادشاہوں کی بیٹیاں بھی آپ کے پاس آئیں، سبا کی شہزادی اور شاہِ مصر کی بیٹی وغیرہ اور یہ عورتیں سب ایک مذہب کی نہ تھیں ان میں بعض بت پرست بھی ہوں گی اور اسی مصلحت کے لیے خدا نے بنی اسرائیل کے سرداروں کو غیر قوموں کی عورتوں کے رکھنے کی ممانعت کر دی تھی۔ کچھ عجب نہیں کہ ان میں سے کسی نے کوئی بت بھی بنا لیا ہو جس کی سلیمان علیہ السلام کو بعد میں خبر ہوئی اور انہوں نے توڑ ڈالنے کا حکم دیا مگر ان کے گھر میں گو ان کی بے خبری سے ہوا ہوا ایسا ہونا بھی ان کی شانِ نبوت کے برخلاف ہے۔ البتہ یہ باتیں سلیمان کے حق میں آزمائش کی تھیں۔ اور حقیقت میں کثرتِ مال واسباب زن وفرزند انسان کے لیے بُری آزمائش ہے اور بڑا فتنہ کما قال تعالیٰ:

اَنَّمَآ اَمۡوَالُكُمۡ وَاَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ: حضرت سلیمان کی ذرا بھی غفلت ان کے لیے بڑی قابلِ عتاب بات تھی جس پر متنبہ کرنے کے لیے رودی ہدہد کو سلیمان کے مقابلہ میں اُبھارا جس نے شاہِ مصر کی مدد سے سلیمان کا مقابلہ کیا اور خوب لڑتا رہا اور اسی طرح الیدع کے بیٹے روزن کو ابھارا اور وہ بھی مخالفِ تخت ہو گیا۔ تیسرا شخص یربعام مخالف کھڑا ہو گیا جو سلیمان کا نوکر تھا (کتاب السلاطین، ۱۱ باب)۔

تخت کے برخلاف ایسے شخصوں کا کھڑا ہونا جنہوں نے ملک کو تہ وبالا کر دیا ہو گا بے شک تخت پر جسم یعنی بوجھ پڑ جانے کا باعث ہے۔

جسم ڈالنا محاورہ ہے اس کے بوجھل اور کمزور ہونے سے۔

ثُمَّ اَنَابَ۝ مگر حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام متنبہ ہوئے خدا سے گریہ وزاری کی۔ خدا نے اس کے دشمنوں کو پامال کر دیا۔

دعائے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام:...... اس حادثہ کے بعد سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعا کی:

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ: کہ میری غفلت کو معاف کر دے۔

وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۝

اور مجھے ایسی بادشاہت عطا کر کہ میرے بعد جو میرے جانشین ہوں ان سب سے بڑھ کر ہو۔

اور ایسا ہوا بھی کہ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد پھر کوئی بنی اسرائیل میں سے ایسا بادشاہ نہ ہو بلکہ سب عہدِ سلیمانی کو یاد کرتے رہے۔

یہ حسد کے طور پر نہیں کہنا کہ مجھے ایسا دے اور کو نہ دے بلکہ آپ سمجھ گئے کہ اس قسم کی سلطنت کا میرے بعد کوئی متحمل نہ ہوگا۔

یا یہ معنی کے میرے بعد اور کوئی اس پر دستِ تطاول دراز نہ کرے یعنی پھر کوئی معارض نہ کھڑا ہو۔ (ابوالسعود)

امام رازیؒ اس واقعہ کے متعلق یوں تفسیر کرتے ہیں کہ

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سخت بیمار ہو گئے تھے اور تخت پر گویا ان کا دھڑ بے جان کے بٹھایا جاتا تھا اور عرب ضعیف کو کہتے ہیں **لحم علی وضم وجسم بلا روح**۔ یہ ان کی آزمائش تھی اور تخت پر جسم ڈالنے کے یہ معنی ہیں۔

ثُمَّ اَنَابَ **أي رجع الى حال الصحة** کہ پھر تندرست ہو گئے۔ تندرست ہو کر سمجھ گئے کہ دنیا سدا کسی کے پاس نہیں رہتی ایک دوسری جگہ جاتا ہے اس لیے مغفرت کی دعا کی اور پھر سلطنتِ ابدی کی دعا مانگی:

مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ (ای ملکا لا یمکن ان ینتقل عنی الیٰ غیری)

کہ وہ سلطنت جو مجھ سے کبھی غیر کی طرف منتقل ہو کر نہ جائے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ الہام کے طور پر آپ کو وہ حوادث جو ان کے بعد غیروں سے پیش آنے والے تھے بتلائے گئے جیسا کہ یربعام کا ان کے بعد ملک کے اکثر حصہ پر قابض ہونا اس لیے آپ نے دعا کی کہ کسی اور غیر کو میری سلطنت سزاوار نہ ہو وہ ملک عطا کر۔

ہواؤں کا مسخر ہونا:...... فرماتا ہے: فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ کہ ہم نے درحقیقت اس کو ایسی سلطنت عطا کی جو پھر اس کے بعد اور کو نہ دی کہ ہوا کو بھی اس کے تابع کر دیا تھا اور شیاطین اس کے حکم کے مسخر تھے کہ کچھ ان میں سے کارِ تعمیر میں مصروف تھے اور کچھ غوطہ لگا کر موتی نکالا کرتے تھے اور باقی قید میں پڑے ہوئے تھے۔ اصفاد جمع صفد طوق۔

هٰذَا عَطَآؤُنَا! حضرت سلیمان (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے کہہ دیا تھا کہ یہ ہماری بے حساب نعمت ہے خواہ آپ کسی کو دیں یا نہ دیں ہر طرح سے آپ کو مختار کیا گیا اور اس پر موقوف نہیں آخرت میں بھی سلیمان (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے لیے ہمارے پاس بلند مرتبہ اور عمدہ ٹھکانہ ہے یعنی جنت جسمانی و روحانی۔

جو لوگ وجودِ جن اور خرقِ عادات کے قائل نہیں وہ ہوا کے مسخر ہونے کے یہ معنی کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریا قلزم کے کنارے پر جو ادوم کی سرزمین ہے جہازوں کی بحر بنائی اور حیرام نے اس بحر[illegible] ملاح جو سمندر کے حال سے آگاہ تھے ان کے ساتھ بھجوائے وہ اوفیر جا کر سونا لاتے تھے۔ جہاز ہوا سے چلا کرتے تھے اور ہوا سلیمان کے ارادے کے موافق جہازوں کو لے کر آتی جاتی تھی۔ اور شیاطین وجن وہ غیر قوموں کے لوگ جو تعمیر وغیرہ کاموں میں لگے ہوئے تھے اور سرکش قید میں پڑے تھے استعارہ کے طور پر ان کی بددینی وسرکشی کی وجہ سے ان کو شیاطین وجن سے تعبیر کیا گیا وفیہ ضعف ظاہر۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿٤١﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿٤٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿٤٣﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ۭ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿٤٤﴾

ترجمہ:......اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے بیماری اور تکلیف دینے کے لیے شیطان ▪ نے چھو لیا ہے﴿٤١﴾۔(ہم نے حکم دیا) کہ (زمین پر) لات مارو (جس سے چشمہ نکل آیا ہم نے فرمایا) تمہارے نہانے اور پینے کے لیے یہ سرد چشمہ بہہ رہا ہے﴿٤٢﴾ (جس میں نہانے سے ان کو شفاء ہوئی) اور ہم نے ان کو ان کے اہل وعیال اور اتنے ہی اور بھی اپنی مہربانی سے عنایت فرمائے (تاکہ) عقل مندوں کے لیے یادگار رہے﴿٤٣﴾ اور (حکم دیا کہ) اپنے ہاتھ پر جھاڑوں کا مٹھا لے کر مارو اور قسم میں جھوٹے نہ بنو اور ہم نے ایوب کو صابر پایا وہ بڑے اچھے بندے خدا کی طرف رجوع کرنے والے تھے﴿٤٤﴾۔

ترکیب:......وذکر جملہ مستانفۃ۔ بنصیب قرء الجمہور بضم النون وسکون الصاد فقیل ھو جمع نصب بفتحتین کاسدو اسدو قیل لا وقال ابو عبیدۃ ان النصب بفتحتین التعب والاعیاء وعلی بقیۃ القرات الشر والبلا۔

تفسیر:......وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ...الخ یہ تیسرا قصہ صبر دلانے کے لیے حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔

قصہ حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صبر کا

جب وہ (حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام) زیادہ بیمار ہوئے تو شیطان نے ان کی بیوی سے کہا میں طبیب ہوں اگر ایوب کو شفاء ہو جائے تو کہنا میں نے شفا دی (احمد) اس بات کی ایوب اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتے ہیں کہ اس نے مجھے دُکھ دیا۔ حکم ہوا کہ پاؤں مار۔ اس کے مارنے سے سرد چشمہ نمودار ہوا جس میں نہانے سے وہ تندرست ہو گئے اور ان کی مردہ اولاد زندہ ہو گئی اور بھی پیدا ہوئے۔

حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قسم کھائی کہ تندرست ہو کر اس بیوی کو سو ١٠٠ کوڑے ماروں گا، اس لیے اس نے شیطان کی بات سنی۔

خدا تعالیٰ نے حکم دیا کہ تو قسم میں بھی جھوٹا نہ ہو اور عورت بھی بے خطا ہے تیری خدمت گزار ہے جھاڑوں لے کر جس میں سو ١٠٠ رتیلیاں ہوں وہ مار دو قسم پوری ہو جائے گی۔ ❶

خدا تعالیٰ حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صبر کی تعریف کرتا ہے اور ان کی مدح کرتا ہے کہ بڑے صابر تھے۔

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ ﴿٤٥﴾ اِنَّآ

▪:......شیاطین کی طرف نسبت کرنے کا یہ باعث کہ ایوب کے امتحان کا وہی باعث ہوا تھا کہ ایوب کا خالص بندہ ہونا جب معلوم ہو کہ اس پر بلا آوے اور نیز شیطان نے بحکم ربی ان کو چھوا بھی تھا جو ان کے جذام کا باعث ہو گیا ١٢ منہ

❶ ...... امام شافعی کے نزدیک اور بھی جو کوئی اس طرح کی قسم کھائے تو اس کے لیے بھی سو ١٠٠ کوڑوں کی جگہ سو تیلیوں کی جھاڑوں مار دینا کافی ہے۔ اور علماء کہتے ہیں یہ ایوب کے ساتھ مخصوص تھا ١٢ منہ۔

أَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ

الْأَخْيَارِ ﴿۴۷﴾ وَاذْكُرْ إِسْمٰعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ ﴿۴۸﴾

هٰذَا ذِكْرٌ ۚ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ ﴿۴۹﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ

الْأَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ مُتَّكِـِٔينَ فِيهَا يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾

وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ أَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾ هٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ ربع

إِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾ هٰذَا

ترجمہ:......اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کو بھی یاد کرو جو ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے ﴿۴۵﴾ ہم نے ان کو ایک خاص بات کے لیے جو دارِ آخرت کا یاد کرنا ہے منتخب کر لیا تھا ﴿۴۶﴾ اور وہ ہمارے نزدیک برگزیدہ اور نیک لوگوں میں سے تھے ﴿۴۷﴾ اور اسمٰعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو بھی یاد کرو اور (یہ) سب نیک لوگوں میں سے تھے ﴿۴۸﴾ یہ نصیحت ہے اور البتہ پرہیزگاروں کے لیے عمدہ مقام ہے ﴿۴۹﴾ جنتِ عدن جس کے دروازے (پہلے ہی سے) ان کے لیے کھلے ہوئے ہوں گے ﴿۵۰﴾ وہ وہاں تکیہ لگا کر بیٹھیں گے وہاں بہت سے میوے اور شراب طلب کریں گے ﴿۵۱﴾ اور ان کے پاس نیچی نگاہوں والی ہم عمر عورتیں ہوں گی ﴿۵۲﴾ (مسلمانو!) جس کا تم سے قیامت کے لیے وعدہ کیا جاتا ہے ﴿۵۳﴾ یہ نعمتیں ہیں جو کبھی نبڑنے ہی کی نہیں۔ یہ بات ہے ﴿۵۴﴾۔

تفسیر:......وَاذْكُرْ عِبٰدَنَا إِبْرٰهِيمَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ جمہور نے عبدنا جمع کے صیغہ سے پڑھا ہے، تب ابراہیم و اسحاق و یعقوب عطف بیان ہوگا۔ اور بعض نے مفرد کا صیغہ پڑھا ہے تب ابراہیم عطف بیان اور مابعد کا عبدنا پر عطف ہوگا نہ ابراہیم پر۔

تین اولوا العزم انبیاء کرام علیہم السلام

یہ اُن تین بزرگوار انبیاء اولو العزم کا ذکر ہے کہ وہ بڑے قوت والے تھے عبادت و نصیحت کے لیے ان کے دل بڑے قوی تھے اور بڑے بینائی والے بھی تھے ہر بات سے عمدہ نتائج نکالتے تھے آیاتِ الٰہی میں غور فکر کرتے تھے علمی و عملی دونوں قوتیں ان کو حاصل تھیں۔

إِنَّا أَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ ہم نے ان کو خالصہ یعنی اخلاص کے لیے خاص کر لیا تھا۔

(علی انها مصدر بمعنی الاخلاص فیکون ذکری منصوبا به او بمعنی الخلوص فیکون ذکری مرفوعا به)

یا یہ معنی کہ ان کو خالصۂ خاص بات کے لیے مخصوص کیا تھا (علی انها اسم فاعل علی بابه و ذکری مصدر الدار مفعول به او ظرف علی الاتساع او علی اسقاط الخافض۔ ذکری الدار بدل من خالصة)

وہ خاص بات کیا ہے یہ کہ وہ دارِ آخرت کو یاد رکھتے تھے دنیا پر ان کی نظر نہ تھی۔

وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا...الخ اور وہ ہمارے نزدیک برگزیدہ اور نیک تھے باایں ہمہ ان پر قوم سے کیا کیا تکلیفیں پڑیں اور انہوں نے صبر کیا دل میں تنگی پیدا نہ ہوئی۔ اس جملے ۔ ت ہوا کہ حضرات انبیاء معصوم تھے پس وہ جو بیہودہ قصے ان کی طرف منسوب ہیں محض جھوٹ ہیں۔

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ: پھر ان تین اور بزرگوار انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کرتا ہے اور حضرت اسمٰعیل کا دوسرے الیسع کا تیسرے الکفل کا۔ ان کا بھی سورہ انبیاء میں ذکر ہو چکا ہے کفارِ مکہ نے انکارِ حشر میں ربنا عجل لنا قطنا تمسخر کے طور پر کہا تھا۔

اس کے بعد خدا تعالیٰ نے چند انبیاء اولوا العزم کا ذکر کیا کہ آنحضرت ﷺ کو ان کے صبر کا حال سن کر تسلی ہو اور یہ بھی معلوم ہو کہ یہ لوگ دارِ آخرت کے مستحق اور مشتاق تھے اور باوجود عقل و علم و ثروت کے وہ دارِ آخرت کے نہایت طالب رہے۔ پھر وہ کوئی احمق یا بے وقوف تو نہ تھے جو دارِ آخرت نہ ہو اور وہ اس کا فرضی شوق پیدا کر کے اس کے لیے دنیا میں بے شمار مصائب اٹھائیں۔ نہیں نہیں دارِ آخرت برحق ہے۔ گویا یہ دلیل نقلی تھی، اس کے بعد وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ سے لے کر مِنْ نَّفَادٍ ﴿٥٤﴾ تک صاف صاف دارِ آخرت اور وہاں کی نعمتوں کا ذکر کرتا ہے اور ذکر کو تمام کرنے کے لیے عرب میں ہٰذا کہہ دیا کرتے ہیں کہ اس بات کو یاد رکھو۔ یا یہ کہ اصل بات یہ ہے۔ یا یہ کہ نیکوں کا انجام یہ ہے۔

وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿٥٥﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿٥٦﴾ هٰذَا ۙ
فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿٥٧﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ﴿٥٨﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ
مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۭ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿٥٩﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۣ لَا مَرْحَبًا
بِكُمْ ۭ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٦٠﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا
هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿٦١﴾ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ
مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿٦٢﴾ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿٦٣﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ
تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿٦٤﴾ ع

ترجمہ:......اور سرکشوں کا برا ٹھکانہ ہے ﴿٥٥﴾ جہنم کہ جس میں ان کو گرنا ہوگا پھر کیا ہی برا ٹھکانہ ہے ﴿٥٦﴾ یہ ہے پھر وہ اس کو چکھیں جو کھولتا ہوا پانی اور پیپ ہے اور اس شکل کی اور بھی طرح طرح کی چیزیں ہوں گی ﴿٥٧﴾ یہ (فرشتے کفار کے سرغنوں سے کہیں گے تمہیں اکیلے نہیں بلکہ) تمہارے ساتھ تمہارے پیرووں کا ایک گروہ ہے ان پر خدا کی مار جو تمہارے ساتھ جہنم میں گھسنے والا ہے ﴿٥٨﴾ (ان کے پیرو سرغنوں سے) کہیں گے بلکہ تمہیں پر خدا کی مار تمہیں تو اس بلا کو ہمارے سامنے لائے ہو جو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے ﴿٥٩﴾ پیرو کہیں گے کہ اے ہمارے رب جو اس بلا کو ہمارے آگے لایا اس کو آگ میں دوگنا عذاب دے ﴿٦٠﴾ اور (دوزخی جہنم میں جا کر) کہیں گے کہ جن لوگوں کو ہم دنیا میں برا سمجھا کرتے تھے ہم کو دکھائی کیوں نہیں دیتے؟ ﴿٦١﴾ کیا ان کو ہم نے (ناحق) ذلیل سمجھ رکھا تھا (جو جہنم میں نہیں آئے) ﴿٦٢﴾ یا ہماری آنکھیں ہی چندھیا گئی ہیں (جو ان کو دیکھ نہیں سکتیں) ﴿٦٣﴾ بے شک جہنمیوں کا باہم جھگڑا ہونا برحق ہے ﴿٦٤﴾۔

ترکیب:...... جهنم بدل من شر ويصلونها حال والعامل الاستقرار فی قوله للطغين۔ هذا مبتداء فی الخبر وجهان احدهما فليذوقوه وفيه مافيه والثانی عذاب وقيل حميم واخر علی الجمع فهو مبتدء ومن شكله نعت ازواج خبره

وعلی الافراد ھو معطوف علی جھنم۔

تفسیر:...... جب کہ فرماں برداروں کا ثواب ذکر کیا تو نافرمانوں کا عذاب بھی ذکر مناسب ہوا تا کہ ترغیب کے بعد ترہیب اور وعدہ کے بعد وعید مذکور ہو کر دار الجزاء کا پورا بیان ہو جائے یہاں دوزخیوں کے حق میں چند باتیں بیان فرمائیں۔

۱) نافرمانوں کا انجام...... وَاِنَّ لِلطّٰغِیْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ کہ سرکشوں کے لیے بُرا ٹھکانہ ہے۔ یعنی جہنم کہ جس میں وہ داخل ہوں گے جو بہت ہی بُری جگہ ہے۔ دوزخ کی زمین کو بچھونے کے ساتھ تشبیہ دے کر اَلْمِهَادُ فرمایا کہ وہ آگ کے بستر پر بیٹھیں گے۔ دنیا کی سرکشی اور شہوات آگ ہو کر سامنے آئیں گے۔

۲) هٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ حمیم: گرم کھولتا ہوا پانی۔ وَّغَسَّاقٌ (بالتشدید و التخیف یقال غسقت العین اذا سال و معھا)

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں یہ دوزخیوں کے زخموں کی پیپ ہوگی جو گرم پانی کے ساتھ دوزخیوں کی غذا ہوگی جیسا کہ مکان تھا ویسی ہی غذا۔ کہا جائے گا کہ لو اس کو چکھو۔ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ جمہور نے اٰخَرُ کو مفرد کا صیغہ پڑھا ہے اور بعض نے اس کو اُخری کی جمع سمجھ کر آخر بضم ہمزہ پڑھا ہے۔ یعنی اس قسم کی یا ان اقسام کی ان کو اور بھی چیزیں ملیں گی جن کے کھانے پینے سے سخت تکلیف ہوگی بدمزہ بدبو اثر سب کچھ ہوگا۔ یہاں تک تو ان کے مکان اور کھانے پینے کا ذکر تھا۔ اب ان کے دنیاوی رفیقوں کی کیفیت بیان فرماتا ہے۔

دنیاوی رفیقوں کی کیفیت کا بیان

۳) هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ: ملائکہ دوزخ کے ان سے کہیں گے جو دنیا میں گمراہوں کے سردار اور پیشوا تھے کہ تمہیں اکیلے نہیں تمہارے ساتھ یہ تمہاری فوج بھی داخل ہو رہی ہے۔ (الاقتحام در افگندن بسختی دھکا پیل ہو کر آنا)۔ یہ سن کر وہ کہیں گے:

لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ: ان کو خوش وقتی نصیب نہ ہو۔ یعنی یہ سردار اپنے متبعین کے لیے ناخوش ہو کر یہ بددعا کا کلمہ کہیں گے۔

محاورۂ عرب میں یہ کوسنا ہے۔ جس طرح ہمارے محاورے میں کہتے ہیں خدا کی مار۔

اور اچھے اور خوشی کے موقع پر مرحبا کہتے ہیں بُرے موقع پر لا مرحبا کہتے ہیں۔ یا فرشتے ہی کہیں گے:

اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ یہ کم بخت بھی آگ میں آ رہے ہیں۔ ان سرداروں کی یہ دل خراش بات سن کر ان کے پیرو جواب میں کہیں گے بَلْ اَنْتُمْ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ... الخ کہ تمہیں پر خدا کی مار تمہیں نے تو ہم کو اس بُری جگہ پہنچا دیا۔ دنیا میں بری باتیں الحاد و کفر کی تعلیم کرتے تھے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ سے التجا کر کے کہیں گے۔

من قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا کہ خدایا جس نے ہم کو یہاں پہنچایا اس کو دو چند عذاب دے ایک اس کے گمراہ کرنے کا ایک خود اس کی گمراہی کا۔

۴) وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا یہ ایک اور بڑی حسرت کی بات ہوگی کہ جن غریب مسلمانوں سے یہ متکبر ملحد تمسخر کیا کرتے اور ان کو احمق اور بدراہ کہتے تھے ان کو اپنے ساتھ جہنم میں نہ دیکھیں گے تو آپس میں کہیں گے وہ کہاں ہیں جو ہم کو نظر نہیں آتے۔ وہ جنت میں ہوں گے ان کو کیوں نظر آنے لگے تھے، تب اور بھی رنج ہوگا۔ یہ روحانی جہنم ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ: کہ جہنم میں ان کا باہم جھگڑنا برحق ہے قطعاً ہوگا۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿٦٦﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿٦٧﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿٦٨﴾ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ٭ ﴿٦٩﴾ اِنْ يُّوْحٰى اِلَيَّ اِلَّا اَنَّمَا اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧٠﴾

ترجمہ:......اے نبی! کہہ دو میں جو ہوں تو ایک ڈر سنانے والا ہوں (اور اعلان کرنے والا) کہ خدا واحد قہار کے سوا کوئی معبود نہیں ﴿٦٥﴾ جو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے سب کا زبردست بخشنے والا پروردگار ہے ﴿٦٦﴾ کہہ یہ ایک بڑی خبر ہے ﴿٦٧﴾ تم ہو کہ اس سے منہ پھیرے لیتے ہو ﴿٦٨﴾ جب کہ عالم بالا کے لوگ آپس میں بحث کر رہے تھے تو مجھے ان کی کچھ بھی خبر نہ تھی ﴿٦٩﴾ مجھے تو یہی وحی کیا گیا ہے کہ میں تم کو صاف صاف ڈر سناؤں ﴿٧٠﴾۔

ترکیب:......انما قرء الجمهور بفتح همزة انما على انها وما في حيزها في محل رفع لقيامها مقام الفاعل اى مايوحى الا الانذار او الا كوني نذيرا مبينا وقرء ابو جعفر بكسر الهمزة لان في الوحي معنى القول۔

تفسیر:......اب یہاں سے پھر اصل مطالب کی طرف رجوع کرتا ہے۔ کلام کا دوسرا اسلوب بدل کر۔ اول سورت میں تین باتوں کا اثبات شروع کیا تھا اور انہیں کی تائید میں انبیاء علیہم السلام کے مختصر اً تذکرے آ گئے تھے اس کے بعد دار آخرت کی کچھ کیفیت بیان کر دی تھی کہ نیکوں کے لیے وہاں یہ ہے اور بدوں کے لیے یہ۔ تاکہ نفسِ بشریہ میں اثر پیدا ہو۔ اور وہ تین باتیں یہ ہیں توحید، رسالت، حشر۔

توحید، رسالت اور حشر:......اس لیے فرماتا ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ: ان سے کہہ دو کہ میں تو صرف خبردار کر دینے والا ہوں آگے تم کو اختیار ہے جیسا کرو گے، ویسا بدلہ پاؤ گے۔ اس میں اثباتِ نبوت ہے اور اسی کے ضمن میں حشر کا بھی ثبوت ہے کہ جس دن کے لیے میں تمہیں خبردار کر رہا ہوں وہ دن سر پر آنے والا ہے۔

رہی توحید اس لیے فرماتا ہے:

وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾ کہ اس ایک اللہ کے سوا جو اکیلا اور زبردست ہے اور کوئی معبود نہیں ہے وہی جو چاہتا ہے کرتا ہے ہر ایک اس کے حکم و قدرت کے آگے سرنگوں ہے پھر جب یہ ہے تو اور کوئی خدا بھی نہیں اور یہی دلیل ہے اس کے واحد ہونے پر۔ اور نہ صرف وہ واحد قہار ہے: رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور خود آسمانوں اور زمین کا بھی وہی رب یعنی پرورش کرنے والا ہے۔ موجودات میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو اس کی ہر وقت دست نگر نہ ہو۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اور کوئی خالق نہیں نہ کوئی مربی اور حاجت روا ہے کہ خدا تعالیٰ زبردستی سے اس کے ملک پر قبضہ کر بیٹھا ہو بلکہ وہی مالک و خالق اور پرورش کرنے والا بھی ہے اسی کی شان قہر و جبروت ہے اسی کی صفت ربوبیت ہے کہ سامع کو ہیبت کے بعد اس کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔

٭......یختصمون کے یہ معنی نہیں کہ عالم بالا کے لوگ یعنی ملائکہ مقربین آپس میں جھگڑا کرتے ہیں تُو تُو میں میں ہوا کرتی ہے جیسا کہ بعض حمقاء معترضین سمجھ گئے۔ بلکہ باہمی گفتگو اس کے اسرار و اسباب کے متعلق اور تنفیذ احکام کی بابت گفتگو امر الٰہی کے موافق ہر امر کے لیے پہلے وہاں گفتگو ہو لیتی ہے جب وہ بات دنیا میں ظہور کرتی ہے۔ چنانچہ ترمذی و طبرانی و عبدالرزاق و حاکم و احمد نے حدیث نقل کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں شب کو خواب میں اللہ نے مجھ سے پوچھا کہ ملاء اعلیٰ کس بات میں گفتگو کر رہے ہیں؟ مجھے معلوم ہو گیا تو عرض کیا کفارات میں یعنی ان باتوں میں کہ جن سے بندوں کے گناہ مٹ جائیں وہ جماعت کے لیے آنا، نماز کا منتظر رہنا، اچھا وضو کرنا ١٢ منہ

برخلاف ادیانِ باطلہ کے کہ انہوں نے ان صفات کا ایک ذات میں مجتمع ہونا محال خیال کر کے تین شخص جدا جدا بنائے برہمَا پیدا کرنے والا۔ بشنَ پرورش کرنے والا۔ مہیشَ مہادیو قہار۔ یہ عام ہنود کا خیال ہے۔ خاص خاص فریق کا نہ ہو نہ سہی۔ عیسائیوں نے بھی تین اقنوم گھڑ کر ایک خدا بنایا ہے اَبَ، ابنَ، روحَ القدس بلکہ وہی عزیز اور غفار ہے، ستر برس بھی کوئی نافرمانی کر کے رجوع کرتا ہے تو بخش دیتا ہے۔

اس کے بعد پھر دوسری طرح سے کلام شروع کرتا ہے:

قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿٦٧﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿٦٨﴾

ان سے کہہ دو کہ یہ کوئی ہلکی اور ذرا سی بات نہیں ہے بلکہ بڑی بھاری بات غور طلب ہے یعنی نبوت و توحید و حشر کی خبر اور تم اس سے انکار کرتے ہو کچھ بھی فکر و تامل نہیں کرتے تقلیدِ آبائی میں لکیر کے فقیر بنے ہوئے انکار و تکرار کرتے ہو۔

مَا كَانَ لِیَ مِنْ عِلْمٍ:۔ اب بتلاتا ہے کہ یہ بڑی خبر میں نے تم کو آپ سے بنا کر نہیں دی ہے بلکہ مجھے وحی نے خبر دینے پر مجبور کیا ہے اس لیے کہ جب ملأ اعلیٰ یعنی عالمِ بالا کے ملائکہ جو کچھ انسان کے بعد ہونے کی بابت اور اس کے اسبابِ سعادت و شقاوت کی بابت خصوصاً دنیا میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجنے کی بابت جو کچھ گفتگو ہوئی تھی یا آئندہ امور پر ہونی ہے اس کی مجھے کیا خبر ہے۔ البتہ مجھے وہاں سے وحی ہوتی ہے کہ میں لوگوں کو کہہ دوں کہ میں خبردار کرنے والا نبی ہوں۔

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿٧١﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿٧٢﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿٧٣﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ* ؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٤﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَیَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿٧٥﴾ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿٧٦﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿٧٧﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِیْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٧٨﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿٧٩﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿٨١﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٢﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٨٣﴾ قَالَ فَالْحَقُّ ؗ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿٨٤﴾ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٥﴾

ترجمہ:...... جب کہ تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں ایک انسان مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں پھر جب میں اس کو پورے طور سے بنا

* ...... ابلاس نومید شدن از رحمتِ حق و منہ مسمی ابلیس و اندوہگیں و شکستہ گردیدن۔ صراح

چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں (ڈال دوں) تو اس کے لیے سجدے میں گر پڑنا پھر سب کے سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا غرور کیا اور منکروں میں سے تھا فرمایا اے ابلیس تجھ کو کس نے منع کیا اس کے سجدہ کرنے سے کہ جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا کیا تو نے غرور کیا یا تو بلند مرتبہ تھا؟ اس نے عرض کیا میں اس سے بہتر ہوں مجھ کو تو نے آگ سے بنایا ہے اور اس کو مٹی سے بنایا فرمایا پھر تو یہاں سے جا کیونکہ تو راندا گیا اور تجھ پر میری لعنت ہے روزِ جزا تک اس نے عرض کیا کہ اے رب پھر مجھے مہلت دے مُردوں کے زندہ ہونے کے دن تک فرمایا پس تجھ کو مہلت ہے وقتِ معیّن کے دن تک عرض کیا تیری عزت کی قسم میں ان سب کو گمراہ کردوں گا مگر ان میں سے تیرے خالص بندے فرمایا حق بات یہ ہے اور میں حق بات ہی کہا کرتا ہوں کہ میں تجھ سے اور ان میں سے [1] جو تیرے تابع ہوئے ہوں گے جہنم بھر دوں گا سب سے ﴿۸۵﴾۔

ترکیب:...... فقعوا امن وقع یقع الا ابلیس استثناء متصل علی تقدیر انه کان متصفا بصفات الملائکه فغلبوا علیه او منقطع لما مامصدریة او موصولة وقرء لما بالتشدید مع فتح اللام استکبرت استفهام توبیخ و انکار ام کنت ام متصله ای ترکت السجود لاستکبار الحادث ام لاستکبار القدیم فالحق والحق قرء الجمهور بنصب الحق فی الموضعین علی انه مقسم به حذف حرف الجر وقرء برفعها۔

تفسیر:...... اب اس جگہ ملأ اعلیٰ کے ملائکہ کی وہ گفتگو بیان فرماتا ہے جو آدم کے پیدا ہونے سے پیشتر کی تھی۔ اس ذکر سے یہاں یہ چند باتیں بتلانی مقصود ہیں۔

ملأ اعلیٰ کے ملائکہ کی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیدا ہونے سے پیشتر گفتگو

۱) یہ کہ آدم کو ہم نے زمین کا خلیفہ بنانے کے لیے فرشتوں سے کہا۔ انہوں نے آدم کی سرشت کو دیکھ کر یہ کہا کہ اس کے بنانے میں بجز اس کے کہ دنیا میں فساد پھیلائے گا اور کیا حکمت ہے؟ مگر اللہ تعالیٰ کو وہ حکمت معلوم تھی اس کو بنایا۔ اس سے بنی آدم کو شرم دلائی جاتی ہے کہ تم نیکی اختیار کرو تا کہ ملأ اعلیٰ کا تم پر اعتراض صحیح نہ ہو۔

۲) یہ کہ ملائکہ نے باوجود اس کہنے کے پھر بھی حکمِ الٰہی کو مانا، آدم کو سجدہ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ مگر تمرد وسرکشی سے ابلیس نے نہ مانا راندۂ درگاہ ہوا۔ اس میں بھی بندوں کو غیرت دلائی جاتی ہے کہ تم کس باپ کے بیٹے ہو کہ جس کو فرشتوں نے بھی سجدہ کیا مگر پھر بھی تم ہمارے احسان کو نہیں مانتے سرکشی کرتے ہو کیسے ناخلف ہو۔

۳) جو کوئی منشاءِ الٰہی وحکمِ آسمانی کے برخلاف کرتا ہے وہ خود رُسوا ہوتا ہے مگر آسمانی حکم جاری ہو کر رہتا ہے جیسا کہ شیطان نے خلاف کیا راندۂ درگاہ ہوا۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کر کے دنیا میں توحید ومکارمِ اخلاق شائع کرنا منشاءِ الٰہی ہے جو کوئی سرتابی کریں گا آپ رسوا ہوگا، اس کا حسد وتکبر شیطان کی طرح خود اسی کو برباد کرے گا۔

۴) شیطان بنی آدم کا دشمن ہے اور اس نے ان کے برباد کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے مگر بنی آدم کے حال پر افسوس ہے کہ پھر اسی دشمن کے کہنے پر چلتے ہیں۔

یہ قصہ سورۂ بقر میں کمال توضیح کے ساتھ بیان ہو چکا ہے اُن ابحاث کا اعادہ بے کار ہے۔ اس جگہ صرف بعض الفاظ کی تفسیر کی جاتی ہے۔
وکان من الکٰفرین اور ادروہ علمِ الٰہی میں کافر ٹھہر چکا تھا۔ یعنی ہم جانتے تھے کہ یہ انکار کرے گا۔ یا یہ معنی کہ دراصل تو جن کی قوم

[1] (یعنی آدم کی اولاد میں سے ۱۲ منہ)

سے تھا جو کافر تھے۔ عبادت کر کے فرشتوں میں جاملا تھا آخر اپنی رذالت پر آ گیا۔

خَلَقْتُ بِيَدَيَّ: خدا تعالیٰ ہاتھ پاؤں اعضاء بدن سے پاک ہے۔ بیدی سے مراد قدرتِ کاملہ ہے۔ یعنی بغیر ماں باپ کے قدرت کاملہ سے اس کو ہم نے بنایا اور اس کے بنانے کو اپنی طرف تعظیم کے لیے مضاف کیا جیسا کہ روحی کو کما قال من روحی اور جیسا کہ

ناقۃ اللہ و مساجد اللہ و بیت اللہ و روح اللہ۔

شیطان کا تکبر و فخر:......شیطان نے بجائے معذرت کے یہ کہا کہ

خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهُ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷۶﴾ کہ مجھے آپ نے آگ سے بنایا جو جوہر نورانی ہے شیطان کا غالب مادہ یہی ہے اور آدم کو گارے سے بنایا جو ظلماتی چیز ہے۔ شیطان نے اپنی ذات پر فخر کیا وہاں سے عتاب ہوا۔

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾

جنت یا زمرۂ ملائکہ سے نکل جا۔ تجھ پر قیامت تک میری پھٹکار پڑے گی دنیا میں ہمیشہ لعنت پڑے گی آخرت میں عذاب ہوگا۔

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ عرض کیا کہ اُس دن تک کہ لوگ مر کر حساب کے لیے زندہ ہوں مجھے مہلت دے۔

غرض یہ تھی کہ پھر تو موت ہے ہی نہیں موت سے بچ جاؤں گا اور خوب گمراہ بھی کرلوں گا۔ خدا تعالیٰ پر کوئی بات بھی مخفی نہیں۔ فرمایا:

اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ کہ وقتِ معلوم کے دن تک تجھے مہلت ہے۔ یعنی نفخ صور تک۔ پھر شیطان نے بڑے دعوے سے کہا تیری عزت کی قسم میں سب کو گمراہ کر کے رہوں گا۔ مگر تیرے خالص بندے مجھ سے گمراہ نہ ہوں گے۔ یعنی ایمان دار نیک کردار۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا: فَالْحَقُّ ؗ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾

کہ یہ حق بات ہے اور میں حق ہی بات کہا بھی کرتا ہوں کہ تجھ سے اور تیرا کہا ماننے گا ان سب سے جہنم بھر دوں گا مجھے کیا پروا ہے؟

اس میں بنی آدم کو سنایا جاتا ہے کہ تمہارے دشمن نے تمہارے بہکانے کی قسم کھائی ہے اور میں جہنم بھرنے کا وعدہ کر چکا ہوں خبردار ہوشیار اس کے کہنے میں نہ آنا نبیوں کے کہنے پر چلنا۔ شیطان کا پیدا کرنا اور اس کو مہلت دینا بندے کے اختیارات کی آزمائش کے لیے ہے۔ اس سے خدا تعالیٰ کی ذات پر کسی قسم کا اعتراض ہو نہیں سکتا کہ آپ ہی گمراہ کرنے کے لیے شیطان کو چھوڑا اور آپ ہی گمراہ ہونے کی سزا دے گا۔

شیطان ایک قسم کا جن ہے اور اس کی ذریات بھی بہت ہے وہ کبھی متشکل ہو کر بھی بہکانے آتا ہے ملمع کر کے دکھاتا ہے اور بنی آدم میں سے بھی بہت سے اس کے جانشین اور چیلے چانٹے ہیں وہ بھی بہکاتے ہیں اور ہر رنگ میں آتے ہیں فقیروں میں مولویوں میں رندوں میں عورتوں میں، شہوات میں غصہ میں اور بیشتر تو یہ انسان کے دل میں وسوسے ڈالا کرتا ہے اور قوتِ بہیمیہ اس کا بدنِ انسانی میں گھوڑا، غصہ اور شہوات کوڑا ہے۔

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾ ع

ترجمہ:......(اور اے رسول!) کہہ دو میں اس پر تم سے کچھ مزدوری تو نہیں مانگتا اور نہ میں جھوٹ بات بنانے والا ہوں ﴿۸۶﴾ یہ قرآن تو تمام جہان

کے لیے نصیحت ہے ﴿۸۷﴾ اور اس کا حال تم کو تھوڑے زمانے کے بعد آپ معلوم ہو جائے گا۔ ﴿۸۸﴾

تفسیر:...... اس تذکرے کے بعد آنحضرت ﷺ کو ارشاد فرماتا ہے کہ قل ما اسئلکم علیہ من اجر کہ کہہ دو کار بار نبوت پر میں تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا ہوں۔ یعنی اس میں میری کوئی ذاتی غرض نہیں پھر تم کو کیوں بدگمانی ہے۔

وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾ اور نہ میں تصنع اور بناوٹ کرنے والا ہوں کہ تم کو جھوٹ کا شبہ ہو۔ ہر بات میں بناوٹ اور تکلف و تصنع ممنوع ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ ان ھو الا ذکر للعلمین یہ قرآن صرف جہان کے سمجھانے اور بھلائی کے لیے ہے۔

وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾ اور اس کی صداقت تم کو موت کے بعد معلوم ہو جائے گی۔

آیَاتُهَا ۷۵ (۳۹) سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ (۵۹) رُكُوْعَاتُهَا ۸

سورۂ زمر مکیہ ہے اس میں پچھتر آیتیں، اور آٹھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ② اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ڛ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③

ترجمہ:...... اس کتاب کا نازل کرنا اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے ہے ① ہم نے آپ کی طرف کتاب برحق نازل کی ہے پس اب اللہ کی عبادت خاص اسی کی طرف جھک کر کیے جاؤ ② دیکھو اللہ ہی کے واسطے خالص عبادت ہے اور جنہوں نے کہ اللہ کے سوائے اور حمایتی بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ ان کی اسی لیے عبادت کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ سے قریب کر دیں گے بے شک جن باتوں میں وہ اختلاف کر رہے ہیں اللہ آپ ان کا فیصلہ کر دے گا بے شک جو جھوٹا ناشکرا ہے اللہ اس کو ہدایت نہیں کرتا ③۔

ترکیب:...... قال الفراء والزجاج تنزیل مبتدا من اللہ الخ خبرہ الدین منصوب بمخلص ومخلصا حال الذین اتخذوا مبتدا خبرہ محذوف ای یقولون زلفی مصدر وحال موکدۃ والجملۃ مانعبدھم فی محل النصب بتقدیر یقولون۔

تفسیر:...... حسن و عکرمہ و جابر بن زید وغیرہم کہتے ہیں یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

مگر بعض کہتے ہیں کہ قل یعبادی تین آیتیں وحشی قاتل حمزہ رضی اللہ عنہ کی شان میں مدینہ میں نازل ہوئی ہیں۔

لیکن یہ قول معتبر نہیں کیوں کہ امام بخاری و مسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ مشرکوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر عرض کیا کہ ہم نے زنا و قتل کیا ہے اب اس کی کیا صورت ہوگی؟ تب یہ آیت نازل ہوئی اس سے ثابت ہوا کہ مکہ میں نازل ہوئی اور مدینہ میں وحشی کا قصہ پیش آیا اس پر یہ آیت نازل شدہ پڑھی گئی۔ جس سے راوی نے نازل ہونا سمجھ لیا۔

قرآن کلام الٰہی اور منزل من اللہ تعالیٰ ہے

ان آیات میں خدا تعالیٰ دو باتوں کا اثبات کرتا ہے اول قرآن مجید کا کلام الٰہی اور منزل من اللہ ہونا، سو اس کو سب سے اول:

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ... الخ میں بیان فرماتا ہے کہ یہ قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ازخود نہیں بنا لیا ہے بلکہ یہ اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اللہ کی یہ دو صفت ہیں۔ ایک یہ کہ وہ عزیز یعنی زبردست و قادر ہے۔ اپنا فرمان اپنے بندوں کے پاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت بھیجتا ہے اس کو

تمہارے انکار واصرار کی کچھ پروا نہیں اس کی دنیا میں ضرور اشاعت ہوگی۔ کسی کے بند کرنے سے بند نہ ہوگی (اس میں تہدید شاہانہ ہے)۔
دوسرے یہ کہ وہ حکیم ہے قرآن مجید میں سراسر حکمت ہے۔ اگر غور ونظر ہے تو دیکھ لو اس میں تمہارا فائدہ ہے۔ اس میں طرزِ حکیمانہ ہے۔
پھر اسی بات کو دوسرے پہلو سے بیان فرمایا ہے: اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ کہ ہم نے اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی طرف قرآن کو سچائی کے ساتھ نازل کیا ہے اس میں جو کچھ ہے حق اور مطابق واقع ہے۔ پھر جب یہ ہے تو پہلا حکم یہ ہے۔
فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ؁ کہ خالص اللہ کی عبادت کرو۔ دین کے معنی طاعت وعبادت کے ہیں نہ اس میں شریک ہو نہ ریاکاری یا کوئی دنیاوی غرض۔ قتادہ کہتے ہیں دین خالص کلمہ شہادت ہے۔ یہ وہ دوسری بات ہے جس کا اثبات ان آیات میں مقصود ہے۔
فرماتا ہے کہ اخلاص کی عبادت کا مستحق بھی اللہ ہی ہے مگر جو مشرک ہیں اور اللہ کے سوائے انہوں نے اور بھی معبود بنا رکھے ہیں وہ کہتے ہیں
مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى... الخ
ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے نزدیک ہمارا مرتبہ پیدا کر دیں گے۔ یعنی ان کو وسیلۂ حاجات سمجھتے ہیں۔
اس بات کو رد کرتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ... الخ کہ اس بات کی قیامت کا دن وہ آپ فیصلہ کر دے گا۔ یعنی ان کا یہ کہنا غلط ہے۔
اور ایسے عذرات کرنے والوں کو جو ازلی بدبخت ہوتے ہیں اللہ سیدھا راستہ نصیب نہیں کرتا وہ عمر بھر اسی گمراہی میں بھٹکتے رہتے ہیں۔

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ
الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ؃ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ
وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ
مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ؄ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا
زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ
اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ
الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ؅

ترجمہ:...... اگر اللہ بیٹا ہی بنانا چاہتا تو اپنی مخلوقات میں سے جس کو چاہتا برگزیدہ کر لیتا (لیکن) وہ پاک ہے وہ اکیلا خدا زبردست ہے ؃ اس نے آسمانوں اور زمین کو درستی سے بنایا رات کو دن پر لپیٹ لیتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور آفتاب اور چاند کو محکوم کر دیا ہر ایک اپنے اندازے سے چلتا ہے سنو وہی ہے زبردست معاف کرنے والا ؄ تم کو ایک شخص (آدم) سے پیدا کیا پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور چار پایوں میں سے تمہارے لیے آٹھ جوڑے اُتارے وہ تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک طرح کے بعد دوسری تین اندھیریوں میں بناتا ہے یہ ہے تمہارا اللہ تم کو پرورش کرنے والا اسی کے لیے بادشاہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر تم کدھر بہکے جا رہے ہو؟ ؅

ترکیب:...... ان یتخذ مفعول اراد لاصطفی جواب الشرط مایشاء مفعول لاصطفی۔ مما یخلق حال سبحنه جملة معترضة بالحق حال من فاعل خلق۔

تفسیر:......لو اراد اللہ ـــ الخ ان آیات میں خدا تعالیٰ اس زلفی کا رد کرتا ہے۔

عقائدِ فاسدہ کا رد:...... کفار و مشرکین جو غیر اللہ کو پوجتے تھے تو ان کو وسیلہ جانتے تھے اور وجہ وسیلہ ہونے کی یہ کہتے تھے کہ یہ ہمارے معبود خدا کے بیٹے ہیں اور باپ بیٹے میں بڑا رابطہ ہوتا ہے۔ بیٹا باپ سے کہہ کر ہماری حاجتیں روا کروا دیتا ہے۔ مکہ کے مشرک فرشتوں کو پوجتے اور ان کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے اسی طرح جنوں کو بھی۔ اور رومن کیتھولک عیسائی بلکہ آج کل کے پراٹسٹنٹ بھی حضرت عیسیٰ مسیح علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں۔ علیٰ ھٰذا القیاس بہت سی قوموں نے اللہ کے بیٹے اور بیٹیاں بنا رکھی تھیں۔ یونانی ستاروں زہرہ و مشتری کو ایک دوسرے کا خاوند اور بیوی اور اولاد بناتے بناتے خدا تعالیٰ سے نسب نامہ ملا دیتے تھے۔ ہنود میں بھی اس کے قریب قریب خیالاتِ فاسدہ ہیں اور پہلے بھی تھے۔

اس بات کو اللہ تعالیٰ رد کرتا ہے کہ اگر اللہ کو بیٹا ہی بنانا ہوتا تو وہ اپنی مخلوق میں سے عمدہ اور بہتر ہی کو نہ پسند کر لیتا تمہارے معبودوں میں کیا بات ہے؟ سبحنه لیکن وہ ان باتوں سے پاک ہے وہ اکیلا ہے زبردست ہے۔ بیٹا ہو تو اس کے ساتھ جنسِ قریب یا بعید یا نوع میں شریک ہو اور بیٹے کا محتاج سمجھا جائے حالانکہ اس کے ساتھ کسی کو کسی بات میں بھی شرکت نہیں نہ اس کو کسی کی کسی بات میں حاجت ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ... الخ آسمان و زمین چاند و سورج اور سب ستارے اور جملہ مخلوقات اس کی پیدا کی ہوئی ہے اور تمام عالم میں اسی کا یدِ قدرت تصرفات کرتا ہے۔ وہی رات دن کی اُلٹی پلٹی کیا کرتا ہے ہر ایک ستارہ اسی کے حکم کا پابند اُسی اندازہ سے حرکت کرتا ہے کہ جس پر اس نے اس کو معین کر دیا ہے۔ وہی زبردست ہے وہی گناہ معاف کرتا ہے۔ یعنی اس کے تمام کاروبار اسی کے ہاتھ ہیں۔ خلاصہ یہ کہ بیٹا تو وہ چاہتا ہے کہ جو پیری و ضعف میں اس کو کار آمد یا اپنے بعد وارث سمجھتا ہو اللہ ان سب باتوں سے مبرا ہے۔

اس کے بعد اپنی قدرتِ کاملہ پر اور اس بات پر کہ توالد و تناسل کا سلسلہ تم انسانوں اور حیوانات میں ہے اور وہ بھی ہمارے حکم سے جاری ہے نہ خدا تعالیٰ میں۔

فقال: خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ... الخ کہ تم سب کو ایک شخص یعنی آدم سے بنایا اور اسی سے اس کا جوڑا یعنی بیوی بھی بنائی اور حیوانات میں سے بھی تمہارے لیے بھیڑ۔ بکری اونٹ گائے کے آٹھ جوڑے نر و مادہ پیدا کیے اور تمہاری شکلیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں بناتا ہے تین اندھیریوں میں ایک پیٹ کی دوسری رحم کی تیسری جھلی کی جس کو مشیمہ کہتے ہیں (مجاہد و عکرمہ) پس تمہارا معبود تو یہ ہے۔ اُسی کی بادشاہی ہے اس کو چھوڑ کر تم کہاں بہکے جاتے ہو۔

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۫ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ

ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْۤا اِلَيْهِ

مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖۗ

اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ⑧

ترجمہ:...... اگر تم ناشکری کرو گے تو بے شک اللہ کو بھی تمہاری پروا نہیں اور وہ اپنے بندوں کی ناشکری پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو گے تو وہ تم سے خوش ہوگا اور کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا پھر تم کو اپنے رب کے پاس جانا ہے پھر وہ تم کو بتلا دے گا جو تم کیا کرتے تھے کیونکہ وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے ⑦ اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتا ہے اسی کی طرف رجوع ہو کر پھر جب اس کو اپنی نعمت عطا کرتا ہے تو جس کے لیے پہلے پکارتا تھا اس کو بھول جاتا ہے اور اس کے لیے شریک بناتا ہے تاکہ لوگوں کو بھی اس کے رستہ سے بہکائے کہہ دو اپنے کفر کے اور چند روز مزے اڑا لے (پھر) تو آگ میں رہے گا ⑧۔

تفسیر:...... دلائل توحید بیان فرما کر یہ فرمایا تھا کہ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ⑥ کہ کہاں بہکے جا رہے ہو؟۔

یعنی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ادھر ادھر کیوں بھٹکتے پھرتے ہو اس پر ایسے لوگوں کا گمان جا سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری بڑی ضرورت اور ہمارے ایمان و شکر گزاری کی بڑی حاجت ہے جو ہم کو بلاتا ہے اس کا دفعیہ کرتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ شکر گذاری کو پسند کرتے ہیں

اِنْ تَكْفُرُوْا... الخ کہ اگر تم ناشکری کرو گے تو اللہ کا کچھ نہیں بگڑے گا اور اس کو تمہاری شکر گزاری کی حاجت بھی نہیں۔

ہاں! یہ ہے کہ اگر بندے اس کی ناشکری و کفران نعمت کرتے ہیں تو وہ اس کو پسند نہیں کرتا، ناخوش ہوتا ہے اور جو کوئی شکر کرتا ہے تو وہ اس کو پسند کرتا ہے خوش ہوتا ہے۔

اس آیت سے معتزلہ نے استدلال کیا ہے کہ بدی کا بندہ خالق ہے۔ کوئی بدی خدا کی خواہش اور ارادے سے نہیں اور نہ خدا کسی کو گمراہ کرنا چاہتا ہے۔ مگر اہل سنت و جماعت اس میں فرق کرتے ہیں کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اور ہوگا نیک و بد سب کا اللہ کو ازل میں علم تھا کہ فلاں وقت میں فلاں شخص یہ کرے گا۔ پھر دنیا میں بھی گو بندے کو اس کے افعال میں اختیار و قدرت عطا کی ہے جس پر برے کاموں سے مواخذہ ہوتا ہے۔ مگر ان قدرتوں اور قلبی خطرات کا سلسلہ جو اس کے محرک ہیں اللہ کے اختیار میں ہے اور اس کے ارادے سے وابستہ ہے کیونکہ وہ عالم پیدا کر کے نکما اور بے اختیار نہیں ہو بیٹھتا ہے جیسا کہ بعض ہنود کا وہم ہے پس اس لیے دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے نیک یا بد سب اس کے ارادے اور مشیت اور چیز ہے رضامندی نہ ہونے سے ارادہ کا نہ ہونا نہیں ثابت ہوتا۔

مگر اس پر بھی ناسمجھ کہا کرتے ہیں جب سب کچھ اسی کی قدرت و مشیت سے ہے تو اول دن جس طرح اس نے ہمارے باپ دادا کے لیے طریقہ اور مذہب بنا دیا ہے ہم اس کے پابند ہیں ہمارا کیا گناہ ہے ہماری گمراہی کہ بھی وہی ذمہ دار ہیں۔ اس کا جواب دیتا ہے۔ ❶ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى کہ ہم نے جب ہر ایک کو عقل و شعور نیک و بد کی شناخت، ارادہ و قدرت دے دی ہے تو پھر اپنی نیکی بدی

❶ ..... اس سے بعض نے ثابت کیا ہے کہ عاقلہ پر دیت نہیں کیونکہ جو کرے وہی بھرے۔ اگر کسی نے خطا کسی کو مار ڈالا تو عاقلہ (اس کی قوم و کنبہ) کیوں ذمہ دار کیے جانے لگے ۱۲ منہ۔

کا ہر شخص آپ ہی ذمہ دار ہے باپ دادا نہیں۔ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ (المدثر)

ایک روز خدا کے پاس پھر جانا ہے وہ تمہارے کاموں کا نیک و بد نتیجہ تمہیں بتا دے گا اس سے کوئی کام مخفی نہیں۔ کام تو کیا وہ
إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٧﴾ دلی خطرات بھی تو جانتا ہے۔ نیت کا حال معلوم ہے۔

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ...الخ کہ اس بت پرستی کا بوجھ تم اپنے باپ دادا پر دھرتے اور یہ عذر کرتے ہو سو یہ بھی غلط ہے اس لئے کہ جب تم پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو بے اختیار ہو کر اللہ ہی کو پکارتے ہو اور جب عیش و آرام تم کو دیتا ہے تو اس وقت اس کو بھول جاتے ہو اور اپنے فرضی معبودوں کی طرف اس نعمت کو منسوب کرنے لگتے ہو۔ آپ تو برباد ہوتے ہو اوروں کو بھی رغبت دلا کر گمراہ کرتے ہو۔

پس معلوم ہوا کہ یہ بت پرستی و بدکاری تمہاری خرمستی ہے اب چند روز دنیا کے مزے لے لو خرمستیاں کر لو، انجام تو جہنم ہے جو برے کاموں کا لازمی اثر ہے۔

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهِ ط
قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ط إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا
الْأَلْبَابِ ﴿٩﴾ قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ ط لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ ع
الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ط وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ ط إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿١٠﴾

ترجمہ:...... (کیا وہ ناشکر بہتر ہے یا کہ جو رات کے اوقات میں سجدہ اور قیام کر کے عبادت کرتا آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی امید کرتا ہے کہہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟ سمجھتے تو وہی ہیں جو عقل والے ہیں ﴿٩﴾ (اے رسول میری طرف سے) کہہ دو اے میرے ایماندار بندو اپنے رب سے ڈرتے رہو۔ جنہوں نے نیکی کی ہے اس دنیا میں ان کے لئے اچھا بدلہ ہے اور اللہ کی زمین فراغ ہے صبر کرنے والوں ہی کو ان کا بدلہ بے حساب دیا جائے گا ﴿١٠﴾۔

ترکیب:...... امن بالتشدید ام متصلة دخلت علی من الموصولة وادغمت المیم فی المیم۔ واتصالها بمحذوف تقدیر والکافر خیر امن ھو قانت و قیل ام منقطعة مقدرة ببل والهمزة ای بل امن ھو قانت کالکافر۔ و قرء بالتخفیف فالهمزة للاستفهام امن ھو قانت للہ کمن ھو کافر والخبر لمحذوف لدلالة قوله قل ھل یستوی وقال الفراء الهمزة للنداء ومن منادی ای یامن ھو قانت قل ھل۔۔۔ الخ ساجدا و قائما حالان۔

تفسیر:...... اشرار و کفار کی سیرت بیان فرما کر ان کے مقابلہ میں ابرار و اخیار کی صفت بیان فرماتا ہے کہ

نیک لوگوں کے اوصاف

ایک تو وہ لوگ ہیں کہ جو اللہ کے لیے شریک بناتے ہیں۔ ایک وہ بھی نیک بندے ہیں جو رات کے وقتوں میں اللہ کی عبادت کرتے ہیں سجدہ و قیام کے ساتھ اور آخرت کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں کیا یہ دونوں برابر ہیں؟ آپ ہی حکم دیتا

ہے کہ کہہ دو علم والے اور جاہل کہیں برابر ہو سکتے ہیں۔ یعنی وہ جاہل ہیں یہ عالم ہیں القنوت الطاعۃ عبادۃ۔
اٰنَآءَ الَّیْلِ: اٰنَآءَ جمع انی بکسر الھمزۃ کمعی وامعاء وقیل واحدھا۔ آنو اس سے مراد رات کی گھڑیاں اور اس کے اوقات بعض کہتے ہیں مغرب سے عشاء تک کا زمانہ۔ بعض کہتے ہیں اول وقت اور درمیانی اور آخر۔ اس میں تہجد کی نماز بھی آ گئی۔ رات میں ریا کاری بھی نہیں تخلیہ بھی ہوتا ہے شور وشغب بھی نہیں ہوتا اور نیز آرام کا وقت ہے نفس پر اس وقت عبادت کرنا شاق گزرتا ہے۔
اس لیے رات کی عبادت افضل قرار پائی۔ انبیاء وصالحین رات میں زیادہ عبادت کیا کرتے تھے۔
اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ۝ ان باتوں کو اس آیت میں کہ عجائب اسرار ہیں عمل سے شروع کیا۔ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا سے اشارہ کر کے اور علم پر ختم کیا۔ الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ ... الخ سے اشارہ کر کے اور قانتا اور اناء الیل اور ساجدا اور قائما میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اس کام پر اوقات مختلفہ میں مداومت کرنا چاہیے۔ اس سے اول مرتبہ میں مقام قہر منکشف ہوتا ہے جیسا کہ یَحْذَرُ الْاٰخِرَۃَ میں اشارہ ہے اور بعد میں اس پر مقام رحمت وانس منکشف ہوتا ہے جیسا کہ یرجوا رحمۃ ربہ اس پر دال ہے۔ پھر اقسام اقسام کے مکاشفات حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ دلالت کرتا ہے۔
اس کے بعد ایمان داروں کے لیے اپنے رسول کو چند نافع باتیں تعلیم کرنے کا حکم دیتا ہے۔
۱) قُلْ یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ... الخ کہ میرے ایماندار بندوں سے کہہ دو کہ اپنے رب سے ہمیشہ ڈرتے رہا کریں۔
یعنی ایمان کے ساتھ تقویٰ و پرہیزگاری بھی ضروری ہے۔ پھر (آگے) اس تقویٰ کے منافع بیان کرتا ہے:
لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ کہ جو اس دنیا میں نیکی کرتا ہے اس کے لیے حسنۃ آخرت میں نیکی اور بھلائی ہے یعنی جنت۔
بعض کہتے ہیں: فی ھذہ حسنۃ سے متعلق ہے یعنی نیکوں کو اس دنیا میں بھی بھلائی ہے عافیت، صحت، فراغ بالی، دشمنوں پر غلبہ، برکت وراحت وعزت۔

ہجرت کی اجازت

پھر فرماتا ہے کہ اگر تمہارے وطن میں کوئی نیکی کرنے سے مانع ہو تو اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ خدا کی زمین فراخ ہے اور کہیں چلے جاؤ۔
اس میں اہل مکہ کو ہجرت کی ترغیب ہے۔ ہجرت میں جو تکالیف پیش آئیں ان پر صبر کر و صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر ملے گا۔

قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ﴿۱۱﴾ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ
الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۲﴾ قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۳﴾ قُلِ اللّٰهَ
اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ﴿۱۴﴾ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ
الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ
الْمُبِیْنُ ﴿۱۵﴾ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ

يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ⑯

ترجمہ:......(اور یہ بھی کہو) مجھ کو تو یہی حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی خالص اُسی کا ہو کر اللہ کی عبادت کیا کروں ⑪ اور مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے فرماں برداری کروں ⑫ کہو میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں ⑬ (اور) کہو میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں خالص اللہ ہی کا ہو کر ⑭ پھر تم اس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو کہو ٹوٹے میں تو وہ ہیں کہ جنہوں نے اپنی جان اور گھر اہل و عیال کو قیامت کے روز خسارے میں ڈال دیا دیکھو یہی صریح ٹوٹا ہے ⑮ ان کے اوپر بھی آگ کی تہیں ہوں گی اور ان کے نیچے بھی یہ ہے کہ جس کا اللہ اپنے بندوں کو خوف دلایا کرتا ہے اے میرے بندو مجھ سے ڈرو ⑯۔

ترکیب:......ان اعبد اللہ مفعول لا مرت مخلصا حال من الضمیر الفاعل فی اعبد الذین منصوب بمخلص لان اللام زائدۃ و الجملۃ مفعول مالم یسم فاعلہ لامرت ویمکن ان یکون المفعول ضمیر فی امرت ای انا ولان متعلق بامرت و اول المسلمین خبرا کون۔ عذاب الخ مفعول لاخاف ان عصیت ربی شرط و جوابہ محذوف الذین خسروا خبر ان یوم القیمۃ منصوب بخسروا ظلل جمع ظلہ مبتداء لھم خبرہ من فوقھم حال من ظلل ای کائنۃ من فوقھم من النار نعت لھا۔

تشریح:......(٢) دوسری بات جس کے کہنے کا رسول کو حکم دیا یہ ہے:

قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ⑪

اول تو انسان کی درستی کے لئے نازیبا باتوں کا ترک کرنا لازم ہے تاکہ آئینہ دل نقش ونگار سے صاف ہو جائے تب اس پر مرغوب نقش ہوگا۔ اس لئے تقویٰ کا حکم دیا تھا اس کے بعد عمدہ باتوں کا عمل میں لانا ہے۔ عمدہ باتوں میں سب سے زیادہ مقدم عبادت ہے۔

پھر اس کے دو رکن ہیں ایک عمل قلب یعنی اخلاص وحسن عقیدت جس میں ریاکاری اور شرک کی بو بھی نہ ہو اس لیے اس کو جملہ میں بیان فرمایا کہ کہہ دے مجھے عبادت الٰہی کا نہ اور کسی کا حکم ہوا اور وہ بھی اخلاص کے ساتھ اس کو ایمان بھی کہتے ہیں، یہ اعلیٰ رکن ہے اس لئے اس کو مقدم کیا۔ دوسری رکن ہاتھ پاؤں اعضاء کو کام میں لانا اس کو بعد میں بیان کیا۔

فقال: وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ⑫ کہ مجھے یہ بھی حکم ہوا ہے کہ میں سب سے اول اوامر الٰہی کو بجالاؤں۔

الاسلام: گردن نہادن۔ یعنی فرمابرداری کرنا۔

ایمان واسلام کے معنی

شرع میں گو ایمان واسلام دونوں لفظوں سے ایک ہی بات سمجھی جایا کرتی ہے مگر لغوی معنی کے لحاظ سے دونوں میں فرق ہے۔

ایمان اعتقاد صحیح اللہ اور رسول اور قیامت اور ملائکہ اور کتابوں کو برحق جاننا۔

اور اسلام نماز، زکوٰۃ، حج اور روزہ ادا کرنا۔ زبان سے توحید ورسالت کا اقرار کرنا جیسا کے صحیحین میں آیا ہے کہ جبرائیل نے لوگوں کے سکھانے کے لئے آنحضرت ﷺ سے ایمان واسلام کے معنی پوچھے۔ اور آپ ﷺ نے یہی جواب دیا۔

(٣) ان احکام میں اس بات کا بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ ایسا کرنا بھی بہتر ہے اگر نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ اس بات کو اس جملہ میں کھول دیا۔ قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ... الخ کہ ان سے کہہ دے کچھ تمہارے لئے نہیں بلکہ مجھے بھی خوف ہے کہ اگر میں ان احکام میں نافرمانی

کروں گا تو بڑے دن یعنی قیامت میں عذاب ہوگا۔ یعنی یہ امر وجوب کے لئے ہے۔

فائدہ:......رسول کو ان باتوں میں مامور کرنے سے یہ بات بتلائی گئی۔ اور بادشاہوں کی طرح سے معاملہ نہیں ہے کہ اوروں کے لئے حکم کرے اور آپ عمل نہ کریں اور یہ بھی ہے کہ جو آپ عمل نہیں کرتا اوروں کو کہتا ہے اس کی بات کی تاثیر نہیں ہوتی اور نیز مخاطب کو دغدغہ باقی رہتا ہے اور خود کرنے میں اور سب سے پہلے کرنے میں اطمینان ہو جاتا ہے۔ اور نیز اس میں ادنیٰ و اعلیٰ کا فرق بھی اٹھا دیا گیا۔

۴) حکم دینے کے بعد رسول کی زبان سے اقرار کرنے کا بھی حکم دیا کہ قُلِ اللّٰهَ اَعۡبُدُ مُخۡلِصًا لَّهٗ دِيۡنِىۡ ۝١٤ ...الخ میں تو خاص اللہ کی عبادت کرتا ہوں، بموجب حکم الٰہی تمہیں اختیار ہے جس کی چاہو عبادت کرو، نیک و بد بتلا دیا گیا۔

۵) قُلۡ اِنَّ الۡخٰسِرِيۡنَ الَّذِيۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ ...الخ ان سے کہہ دے ان باتوں سے عمل کرنے سے کوئی خرابی و نقصان نہیں بلکہ نقصان و خسارہ ان کو ہے جنہوں نے اس پر عمل نہیں کیا نہ اپنے لوگوں کو کرنے دیا۔ قیامت کے دن آپ بھی نقصان میں پڑا اور اپنے اہل و عیال کو بھی ڈالا یہ بڑا خسارہ ہے۔ ان پر اس روز آگ چاروں طرف سے محیط ہو کر سایہ کرے گی۔ یہی تو وہ بات ہے کہ جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اے میرے بندو! ڈرو اور بچو۔

وَالَّذِيۡنَ اجۡتَنَبُوا الطَّاغُوۡتَ اَنۡ يَّعۡبُدُوۡهَا وَاَنَابُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الۡبُشۡرٰى‌ۚ
فَبَشِّرۡ عِبَادِ ۝١٧ الَّذِيۡنَ يَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقَوۡلَ فَيَتَّبِعُوۡنَ اَحۡسَنَهٗ‌ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ
هَدٰٮهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمۡ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ۝١٨ اَفَمَنۡ حَقَّ عَلَيۡهِ كَلِمَةُ الۡعَذَابِ‌ؕ
اَفَاَنۡتَ تُنۡقِذُ مَنۡ فِى النَّارِ‌ ۝١٩ لٰكِنِ الَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا رَبَّهُمۡ لَهُمۡ غُرَفٌ مِّنۡ فَوۡقِهَا
غُرَفٌ مَّبۡنِيَّةٌ ۙ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ۬ؕ وَعۡدَ اللّٰهِ‌ؕ لَا يُخۡلِفُ اللّٰهُ الۡمِيۡعَادَ ۝٢٠

ترجمہ:......اور جو لوگ بتوں کی عبادت کرنے سے بچ گئے اور اللہ کی طرف رجوع ہوئے ان کو خوش خبری ہے پھر میرے ان بندوں کو خوش خبری سنا دو ۝١٧ کہ جو بات سنتے ہیں پھر اس میں سے اچھی بات پر چلتے بھی ہیں یہی ہیں کہ جن کو اللہ نے ہدایت کی ہے اور یہی عقل والے بھی ہیں ۝١٨ پھر کیا جس کو عذاب کا حکم ہو چکا (نجات پانے والے کے برابر ہے) پھر کیا آپ اس کو آگ میں پڑے ہوئے نکال لیں گے ۝١٩ لیکن وہ جو اپنے رب سے ڈرے ان کے لئے جنت میں جھروکے ہیں کہ جن پر اور جھروکے بنائے گئے ہیں ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اللہ کا وعدہ ہو چکا اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا ۝٢٠

ترکیب:......الطاغوت کا لرحموت و العظموت بناء مبالغة فی المصدر۔ و یؤنث ۔ قیل اعجمی کطالوت و جالوت و قیل عربی من الطغیان الاان فیها قلباً بتقدیم اللام علی العین و المراد بها الاوثان و الشیطان و قیل الکاهن۔ ان یعبدوها فی محل لصب علی البدل من الطاغوت بدل اشتمال و انابوا معطوف علی اجتنبوا لهم البشری الجملة خبر و الذین أفمن من موصولة فی محل رفع بالابتداء و الخبر محذوف ای کمن یخاف او شرطیة افانت جوابه۔

تفسیر:......بت پرستوں کی برائی اور ان پر پیش آنے والی مصیبت کے ذکر کے بعد ان سے بچنے والوں اور خدا کی طرف رجوع

ہونے والوں کے خصائل اوران کے نتائج بیان فرماتا ہے گویا یہ بیانِ سابق کا تتمہ ہے۔

نیک وصالح لوگوں کے لئے خوشخبری

فقال: وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا: کہ جولوگ بتوں اور شیطانی طریقے اور ان کی پرستش سے بچتے ہیں اور صرف یہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ اَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى: اللہ کی طرف بھی رجوع ہوتے ہیں ان کے لیے خوشخبری ہے موت کے وقت اور قبر میں اور وہاں سے نکلنے کے وقت اور میدانِ حشر ملائکہ ان کو جنت اور مغفرت کا مژدہ دیں گے بلکہ دنیا میں بھی خدا پرستوں کو نہ صرف مصائب کے وقت بلکہ ہر لحظہ روحانی طور پر اور خوش حالی حاصل رہتی ہے پھر اس خوشخبری کو اپنی رحمتِ عامہ سے عام کرنے کے لیے اپنے رسول کو حکم دیتا ہے۔

فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿١٧﴾ کہ میرے ان بندوں کو خوشخبری اور مژدہ دے جو بات سنتے ہیں اور جو اچھی بات ہوتی ہے اس پر عمل کرتے ہیں۔

يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ سے مراد بعض نے یہ لیا ہے کہ وہ قرآن وسنتِ نبی کی باتیں سنتے ہیں پھر جو محکم ہے اس پر عمل کرتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ الْقَوْلَ سے مراد عام ہے کہ اچھی بری سب باتیں سنتے ہیں مگر بری باتوں پر نہیں بلکہ اچھی باتوں پر چلتے ہیں اور انصاف وعقل کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ جو کوئی نیک بات کہے اس پر عمل کرے۔

ہدایت یافتہ لوگ:...... ایسے لوگوں کی جزاء بیان فرماتا ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿١٨﴾ کہ یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کو اللہ نے ہدایت کی ہے اور یہی عقل مند بھی ہیں۔ نہ وہ کہ حق بات کو ہرگز نہیں مانتے کوئی لاکھ سمجھائے مگر دل پر اثر ہی نہیں یہ وہ ہیں کہ جن کے لیے تقدیرِ الٰہی میں عذاب مقرر ہوچکا ہے۔ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ کے یہ معنی ہیں۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ اس میں آپ کا کیا ہے کیا آپ کسی کو جہنم سے نکال سکتے ہیں کہ جو ازلی نوشتہ سے جہنمی ہوچکا ہے۔

اس کے بعد ان نیک لوگوں کی جزاء بیان فرماتا ہے جو مرنے کے بعد ان کو ملے گی۔

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ..الخ کہ اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے جنت میں وہ بالاخانے عطا ہوں گے کہ جو ایک کے اوپر دوسرا بنا چلا گیا ہے اور ان میں کھڑکیاں لگی ہوئی ہیں اور ان مکانوں کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، آب رواں پر ایسے خوش قطعہ مکانات کا عجب لطف ہوتا ہے۔ فرماتا ہے وعد اللہ ان باتوں کا اللہ نے وعدہ کرلیا ہے۔ اور وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کیا کرتا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِى الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ
بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِىْ
ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿٢١﴾ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ ع
مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٢﴾

ترجمہ:......(اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اُتارا پھر اس کو زمین کے چشموں سے بہایا پھر اس سے رنگ برنگ

کی کھیتی نکالتا ہے پھر جب وہ پک جاتی ہے تو اس کو زرد ہوئی دیکھتا ہے پھر اس کو چورا چورا کر ڈالتا ہے البتہ اس میں عقل مندوں کے واسطے بڑی عبرت ہے ﴿٢١﴾ پھر کیا وہ شخص کہ جس کا اللہ نے اسلام کے لیے سینہ کھول دیا پھر وہ اپنے رب کی طرف سے روشنی پر بھی ہو (اس کے برابر ہے کہ جس کے دل پر گمراہی کی مہر ہے) پھر خرابی ہے ان کو کہ جن کے دل یادِ الٰہی سے سخت ہیں وہی صریح گمراہی میں ہیں ﴿٢٢﴾۔

ترکیب:......ان اللہ الخ الجملۃ سد مسد المفعولین ینابیع جمع ینبوع وھو مفعول من نبع ینبع وھی منصوب بنزع الخافض لان التقدیر فسلکہ فی ینابیع۔ یھیج ای یجف و ییبس یقال ھاج النبت یھیج ھیجا اذا تم جفافہ او یخضر۔ والحطام مایتفتت و یکسر۔

تفسیر:......جب کہ خدا تعالیٰ دارِ آخرت کی وہ صفات بیان کر چکا کہ جن سے اس کی طرف رغبت ہو تو اس کے بعد دنیا کی بے ثباتی بیان کر کے اس سے نفرت دلاتا اور اسی بات کو حشر برپا ہونے کا نمونہ بتاتا ہے۔

پانی اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے

فقال: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً : کہ اے نبی! یا اے ہر مخاطب! کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ اوپر سے پانی بارش کا برساتا ہے پھر اس کو زمین میں پیوست کر دیتا ہے زمین اس کو پی جاتی ہے پھر اس سے مختلف رنگتوں کی کھیتیاں اُگتی ہیں زرد وسبز سفیدی مائل یا گیہوں دھان وغیرہ۔ پھر پک کر تیار اور خشک ہو جاتی پھر زرد نظر آنے لگتی ہے پھر کٹ کر روندی جاتی ہیں اور چورا چورا ہو جاتی ہیں۔

اس میں عقل مندوں کے لیے بڑی سمجھ کی جگہ ہے۔ وہ یہ کہ اسی طرح آدمی کا حال ہے۔ پانی کے قطرے سے پیدا ہوتا ہے مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے کوئی گورا کوئی کالا کوئی خوبصورت کوئی بدصورت، مگر اُٹھتی اور لہلہاتی جوانی اور اس کی امنگیں بڑی دل فریب خوش آیند ہوتی ہیں جس میں سب کچھ بھول جاتا ہے پھر بوڑھا ہو جاتا ہے زرد پڑ جاتا ہے وہ تمام خوبیاں اور اُچھل کود رخصت ہو کر بد منظر ہو جاتا ہے اور اپنی جان بھی وبال ہو جاتی ہے نہ وہ آنکھوں کی روشنی اور دانتوں کی چمک، چہرے کی دمک ہاتھ پاؤں کا کس بل باقی رہتا ہے۔ نہ وہ حوصلہ۔ پھر ایک روز مر جاتا ہے۔ پھر چند روز کے بعد تمام جسم چور چور ہو کر ہوا میں ذرّے ہو کر اڑتا پھرتا ہے۔ وہ چند روز عیش ونشاط جاہ وعزت شادی وغم خواب وخیال ہو جاتا ہے۔ پھر جس طرح وہ قادرِ مطلق اگلے سال پھر انہیں کھیتوں میں کھیتیاں اُگاتا ہے اور پھر وہی ابھار دکھاتا ہے اسی طرح مرنے کے بعد انسان قیامت میں پھر اسی بدن سے کھڑا ہو کر اس چند روزہ زیست کے اعمالِ نیک وبد کا نتیجہ بھگتے گا۔ عبرت عبرت۔

ان بیانات کے بعد جو اللہ کی طرف متوجہ ہونے اور دنیا سے نفرت کرنے پر دلالت کرتے ہیں اس آیت:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ...الخ میں یہ بات بتلاتا ہے کہ ان بیانات سے وہی لوگ نفع اُٹھاتے اور ہدایت پاتے ہیں کہ جن کے اللہ نے سینے کھول دیے اور دل روشن کر دیے ہیں۔

شرح صدر۔ خدا نے جوہر نفوس کو مختلف الماہیۃ پیدا کیا۔ پس بعض تو نورانی شریف الہیات سے مائل، روحانیات میں ملنے کی راغب ہیں۔ اور بعض خسیس ظلمانی جسمانیات کی طرف مائل ہیں لذاتِ حسیہ کی طرف حریص۔ پس یہ اعلیٰ درجے کی استعداد جو ادنیٰ محرک سے قوت کے مرتبے سے فعلیت کی طرف آنے کے لیے آمادہ ہے اسی کا نام شرح صدر ہے۔ جیسا کہ گندھک یا بارود ذرا سی آگ سے بھڑک اٹھنے کے لیے تیار ہے برخلاف گیلی لکڑیوں کے۔ پس جن میں یہ استعداد ہے انہیں کو نورِ الٰہی نصیب ہے اور صحتِ روحانیہ کے لیے ذکرِ الٰہی سے بڑھ کر اور کوئی دوا نہیں۔ پس جس کو اس سے بھی شفا نہیں تو اب اس کے علاج کی کوئی توقع نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ اس جملہ

میں اس کو ذکر کرتا ہے فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴿۲۲﴾

امام ترمذیؒ وبیہقیؒ نے نقل کیا ہے کہ بغیر ذکر اللہ کے بہت کلام نہ کیا کرو کیونکہ اس سے دل سخت ہوتا ہے اور جو سخت دل ہے وہ اللہ سے بہت دور ہے۔اس معنی میں کسی نے کیا خوب کہا ہے:

دل ز پُر گفتن بمیرد در بدن　　گرچہ گفتارش بود دُرِّ عدن

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴿۲۳﴾ اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ﴿۲۴﴾

ترجمہ:......اللہ نے عمدہ کلام نازل کیا جو ملتی جلتی ہوئی (مضامین میں) دوہری کتاب ہے جس سے خدا ترس لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں پھر ان کے رونگٹے اور دل یادِ الٰہی کی طرف راغب ہو جاتے ہیں یہ (قرآن) اللہ کی ہدایت ہے جس کو چاہتا ہے راہِ راست دکھاتا ہے اور جس کو اللہ گمراہ کرتا ہے پھر تو اس کے لیے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں﴿۲۳﴾ پھر کیا وہ شخص جو اپنے چہرے کو قیامت کے دن کے برے عذاب سے روکتا ہے (نجات پانے والے کے برابر ہے) اور ظالموں سے کہا جائے گا جو کچھ تم کیا کرتے ہو اس کا مزہ چکھو﴿۲۴﴾۔

ترکیب:......اللہ مبتداء نزل خبرہ کتبا بدل من احسن الحدیث او حال منہ متشابھا صفۃ الکتاب ای یشبہ بعضہ بعضا فی الحسن و الاحکام مثانی صفۃ اخر لکتاب و ھو جمع مثنی او مثنی من التثنیۃ۔ بمعنی التکریر تقشعر صفۃ لکتاب او حال منہ۔ اقشعرار: موئے برتن خاستن۔ پُھریری۔

تفسیر:......چونکہ قرآن مجید بھی اُس خبیث مرض سے شفاء حاصل ہونے کا بڑا قوی نسخہ ہے اور دل میں نور پیدا کرنے کے لیے نہایت روشن شمع ہے۔اس لیے قرآن مجید کے بعض فضائل اور اس کا منزل من اللہ ہونا بیان فرماتا ہے۔

سب سے عمدہ کلام

فقال: اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ...الخ یعنی قرآن مجید کو جو سب کلاموں سے عمدہ کلام ہے اس کو اللہ نے نازل کیا ہے۔کلام میں ایک شان ہوتی ہے جو خود بتلا دیا کرتی ہے کہ یہ کس کا کلام ہے اسی لیے یہ مقولہ مشہور ہے۔''کلام الملوک ملوک الکلام''

اب قرآن مجید کو بغور دیکھو کہ وہ کیا بتلاتا ہے۔کلام میں دو حسن ہوا کرتے ہیں:

ایک ظاہری: وہ کیا فصاحت و بلاغت جو طبائع بشریہ کو اپنے مقناطیسی جذب سے اپنی طرف کھینچتی ہے۔

دوسرا معنوی: وہ کیا اس کے مطالب کی عمدگی جو انسانی حالات اور اس کے جذبات اور اس کے تمام مقاصد کو جو دارِ آخرت سے تعلق رکھتے ہوں حاوی ہوں اُنہیں طریقوں سے جو شہنشاہوں کے کلام میں ہونے چاہئیں۔

پس یہ دونوں باتیں قرآن مجید میں اس خوبی کے ساتھ ہیں کہ جس کی نظیر نہیں اور اس کا ثبوت ہم متعدد مقامات میں کر آئے ہیں اس

لیے خدا تعالیٰ نے بھی یہاں ایک ہی لفظ میں اشارہ کر دیا یعنی اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ ہیں۔

متشابہ آیات

دوسرا وصف: اس کا یہ ہے کہ وہ مُتَشَابِهًا ہے کہ جس آیت کو دیکھئے ایک دوسرے سے اس خوبی میں مشابہ ہے۔ یہ نہیں کہ دس پانچ مقامات میں تو الٰہیات کا جلوہ نمودار ہو اور دوسرے مقامات شہوت انگیز اور سلف میں عیب لگانے والے قصے اور بے ہودہ افسانے اور توہمات کی شاعرانہ طور پر بندشیں جیسا کہ توریت و اناجیلِ موجودہ اور وید و دساتیر کے ملاحظہ سے ظاہر ہے۔ اور نیز یہ بھی ہے کہ احکام و تذکیر میں کتبِ سابقہ منزل من اللہ کے مشابہ ہے۔ پہلے جو احسن القول کا ذکر تھا یہاں بتلایا گیا کہ وہ قرآن مجید ہے۔

تیسرے مثانی: اس میں قصص و مواعیظ و احکام لوگوں کے سمجھانے کے لیے مکرر یعنی بار بار نئے نئے اسلوب سے مذکور ہوئے ہیں مگر پھر بھی کمال بلاغت ہے۔ یا یہ مراد کہ قرآن بار بار پڑھا جاتا ہے اس کی حلاوت مکرر پڑھنے کی طرف مجبور کرتی ہے اور دل پر گراں نہیں گزرتا۔ اور کلاموں میں یہ بات نہیں۔ ایک بار پڑھ کر دوبارہ پڑھنے کو دل نہیں چاہتا۔ برخلاف قرآن مجید کے۔ یا یہ مراد کہ قرآن میں ہر بیان دوہرا ہے امر ہے تو نہی بھی، جنت کا ذکر ہے تو دوزخ کا بھی ہے وقس علیہ۔

چوتھے تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ: اس کے پڑھنے سے دل پر خوف طاری ہوتا ہے۔ بدن پر خدا ترسوں کے روئیں (رونگٹے) کھڑے ہو جاتے ہیں، قوت بہیمیہ پست ہوتی ہے، ملکیت کو غلبہ ہوتا ہے۔ یہ روحانی اور معنوی صفت ہے جو کلام الٰہی کو لازم ہے۔

تَلِیۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَقُلُوۡبُهُمۡ اِلٰی ذِكۡرِ اللّٰهِ اس کے بعد ذکر الٰہی اور اس کے انس سے ان کے دل نرم ہوتے ہیں یعنی اطمینان ہوتا ہے جلال کے مشاہدے سے جس طرح خوف تھا اسی طرح جمال کے مشاہدے سے سکون پیدا ہوتا ہے

ذٰلک: یہ قرآن اللہ کی ہدایت ہے اس سے جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور جس کو اس سے بدنصیبی ہے اس کو کوئی نہیں ہدایت دے سکتا۔ اس کے بعد یہ بتلایا ہے کہ قرآن سے نفع اٹھاتا ہے آتش جہنم کو اپنے منہ سے روکتا ہے یعنی دور کرتا ہے۔ قیامت کے روز پھر کیا وہ برابر ہے اس کے جو عذاب میں گرفتار ہوگا اور ان ظالموں کو کہا جائے گا کہ اپنے بدعمل کا مزہ چکھو۔

كَذَّبَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَاَتٰىهُمُ الۡعَذَابُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ۝٢٥
فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الۡخِزۡىَ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۚ وَلَعَذَابُ الۡاٰخِرَةِ اَكۡبَرُ ۘ لَوۡ كَانُوۡا
يَعۡلَمُوۡنَ ۝٢٦ وَلَقَدۡ ضَرَبۡنَا لِلنَّاسِ فِىۡ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ مِنۡ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمۡ
يَتَذَكَّرُوۡنَ ۝٢٧ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا غَيۡرَ ذِىۡ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمۡ يَتَّقُوۡنَ ۝٢٨ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا
رَّجُلًا فِيۡهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوۡنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلۡ يَسۡتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ۚ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝٢٩ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمۡ مَّيِّتُوۡنَ ۝٣٠ ثُمَّ

اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿٣١﴾ ع ٢

ترجمہ:......ان سے پہلوں نے بھی جھٹلایا تھا پھران پر [1] اس طرح عذاب آیا کہ ان کو خبر بھی نہ ہوئی ﴿٢٥﴾ پھران کو اللہ نے دنیا کی زندگی ہی میں رسوائی کا مزہ چکھایا اور آخرت کا عذاب اور بھی زیادہ ہے اگر (کاش) وہ جانتے ﴿٢٦﴾ اور البتہ لوگوں کے لئے ہم نے اس قرآن میں ہر ایک طرح کی مثالیں بیان کریں تا کہ وہ سمجھیں ﴿٢٧﴾ وہ عربی زبان کا بے عیب قرآن ہے تا کہ وہ پرہیزگاری کریں ﴿٢٨﴾ اللہ نے ایک مثال بیان کی کہ ایک شخص (غلام) تو ایسا ہے کہ جس میں اور برابر حصہ دار ہوں اور ایک غلام خالص ایک ہی شخص کا ہو کیا دونوں کی حالت برابر ہے سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے بلکہ ان میں اکثر جانتے بھی نہیں ﴿٢٩﴾ بے شک تم کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے ﴿٣٠﴾ پھر تم سب قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے آپس میں جھگڑو گے ﴿٣١﴾۔

ترکیب:......قرانا حال موکدۃ ھذا وتسمی حالا موطنة لان الحل فی الاصل ھو عربیا و قرانا توطنة له نحو جاءنی زید رجلاً صالحًا ھذا قول الاخفش ویمکن ان ینتصب علی المدح رجلًا، قال الکسائی: منصوب بنزع الخافض ای ضرب اللہ مثلا برجل وقیل رجلا مفعول اول و مثلا مفعول ثان فیه شرکاء الجملة صفة لرجل و فی تتعلق بمتشاکسون۔ سلما بفتح السین و کسرھا و سالما مصدر وصف به للمبالغة والتشاکس التخالف۔

تفسیر:......جب کہ خدا تعالیٰ قاسی القلب لوگوں کے عذابِ آخرت کی کیفیت بیان فرما چکا تو دنیا میں بھی ان پر عذاب نازل ہونے کی کیفیت بیان فرماتا ہے۔

جھٹلانے والوں کے لیے دنیا میں بھی ذلت و رسوائی

فقال: كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ: کہ ان سے پہلے لوگوں نے جو بڑے سخت دل تھے ہمارے انبیاء اور آیات کو جھٹلایا تھا پھران پر اس طرح سے عذاب آیا کہ ان کو اس کا گمان بھی نہ تھا، آرام سے پڑے سوتے تھے کہ بلا آ گئی۔ پھر یہی نہیں کہ وہ ہلاک ہو گئے بلکہ

فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا: ان کو دنیا میں رسوائی اور ذلت کا بھی خوب مزہ چکھایا۔ اور مطلب اس کے ذکر سے یہ ہے کہ پورا عذاب اور کامل بلا وہ ہے کہ جس میں رسوائی اور ذلت اور رنج وغم بھی ہو۔ اور غرض اس سے یہ ہے کہ مخاطبین بھی سن کر خبردار رہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ دنیا ہی کی رسوائی اور عذاب پر بس نہیں بلکہ

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ: آخرت کا عذاب اس بھی زیادہ سخت ان کے لیے مہیا ہے۔ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ اگر وہ اس بات کو خوب جانتے اور عمل کرتے تو ایمان لاتے مگر ان کو کب باور ہوتا تھا تمسخر ہی کرتے رہ گئے کہ بلا میں گرفتار ہو گئے۔

ان بیاناتِ شافیہ اور فوائدِ متکاثرہ اور مطالب نفیسہ کے بیان کے بعد یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ بیانات حدِ کمال کو پہنچ گئے، فقال:

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ: کہ قرآن میں ان باتوں کو ہم نے خوب کھول دیا ہے۔ ہر ایک بیان کو مثال کی طرح واضح کر دیا ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾ تا کہ لوگ سمجھیں اور خوب غور کریں پھر جو اس پر بھی نہ سمجھے تو یہ سمجھو کہ اس کو خدا ہی سمجھے گا، وہ ازلی بدبخت ہے۔

---

[1]...... اُس جگہ سے عذاب آیا کہ جانتے نہ تھے۔

قرآن مجید کے اوصاف

اور جب کہ یہ بیان کیا کہ قرآن میں ایسے ایسے نفیس بیانات ہیں تو ضرور ہوا کہ کچھ اوصاف قرآن مجید کے بھی بیان کیے جائیں۔
فقال: قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا کہ یہ کتاب قرآن ہے۔ یعنی پڑھا جاتا ہے۔ طبائع بشریہ سلیمہ اس کی تلاوت سے لذت اٹھاتے ہیں اور عجب لطف پاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جو اس کے معنی بھی نہیں سمجھتے وہ بھی ایک کیفیت پاتے ہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ قیامت تک یہ کتاب لوگوں کی زبان پر ہوگی سو ایسا ہی ہے برخلاف اور ادیان اور ان کی کتابوں کے۔
دوسری صفت: یہ کہ عَرَبِيًّا عرب کی شیریں اور نہایت فصیح بول چال میں اُتارا گیا ہے کسی اور ملک کی سخت اور پیچیدہ زبان میں نہیں جو زبان پر ثقیل ہو۔ اگرچہ ہر ملک کے لوگ اپنی زبان پر قادر ہوتے ہیں اور اسی کے کلمات ان پر سہل ہوتے ہیں مگر اس سے قطع نظر فی نفسہٖ بھی زبانوں میں تفاوت ہے کہ کوئی نہایت سلیس اور شیریں اور سہل الوصول ہوتی ہے اور کوئی لٹھ یا سنگِ خارا۔
تیسری صفت: غَيْرَ ذِي عِوَجٍ: کہ قرآن میں کوئی کجی نہیں، کوئی مضمون اور کوئی مطلب ایسا نہیں کہ جس سے طبیعت سلیمہ انکار کرے اور اس کو مستبعد جانے اور نہ الفاظ و عبارت میں کوئی کجی ہے۔ کتاب الٰہی کے لیے یہ دونوں باتیں پر ضرور ہیں اور انہیں لحاظ سے کلام اپنے قائل کی شان بتایا کرتا ہے۔

لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ۝ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ لوگ خدا سے ڈریں تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کریں۔
پہلے یتذکرون فرمایا تھا کہ سمجھنے کے بعد تقویٰ حاصل ہوا کرتا ہے۔
ایک مثال:...... منکرین پر آنے والی بلاؤں کے بیان کرنے کے بعد مناسب ہوا کہ کچھ ان کے طریقے کی بھی برائی بیان کرے کہ جس کے سبب ان پر یہ بلائیں دنیا و آخرت میں آنے والی ہیں۔

فقال: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ
کہ اللہ تعالیٰ تم سے ایک مثال بیان کرتا ہے کہ ایک شخص کے تو چند باہمی ضدی اور مساوی شریک ہیں۔ ان میں سے اگر ایک کسی کام کو کہتا ہے تو دوسرا اس کے برخلاف حکم دیتا ہے۔ یا ایک اس کے لیے کوئی چیز دینا چاہتا ہے تو دوسرا روک لیتا ہے۔ اور ایک شخص ایک ہی جیسا ہے۔ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ پہلا بڑی حیرانی و سرگردانی میں ہے۔ دوسرا نہیں۔ یہی حال مشرک کا ہے کہ جو کئی معبودوں کا بندہ بنا ہوا ہے۔ اور موحد ایک ہی معبود کو مانتا ہے۔ یعنی اللہ کو۔ یہ شرک اور مشرکوں کی برائی میں مثال بیان ہوئی ہے۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ جب اور کوئی معبود نہیں تو سب انعامات و افضال جو بندے پر ہیں ایک ہی شخص کی طرف سے ہیں۔
یعنی اللہ کی طرف سے۔ پس جس کے انعام و نعماء ہیں وہی حمد و ستائش کا مستحق ہے اور کوئی نہیں۔ پس اسی کی حمد اور اسی کا شکر کرنا چاہیے
بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۝ لیکن اکثر وہ مشرک اس بات کو جانتے نہیں۔
اور ممکن ہے کہ جس طرح مطالب ثابت کرنے کے بعد کلمات حمد و ثنا مستدل زبان پر اظہار مسرت کے لیے اور دشمنوں پر فتح یابی ظاہر کرنے کے لیے لایا کرتا ہے۔ اسی طرح الحمد للہ یہاں آیا ہو۔
ان بیانات کو تمام کر کے اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو تسلی اور اطمینان دیتا ہے۔ فقال:
اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُونَ۝ کہ دنیا چند روزہ ہے۔ ایک روز اے نبی علیک السلام تجھے بھی مرنا ہے۔ مر کر خدا تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔
ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ۝ پھر تم وہاں اللہ کے پاس جھگڑو گے۔ حق و باطل وہاں ظاہر ہو جائے گا۔

گو اب دنیا میں یہ انکار کرتے ہیں اور دلائلِ حقہ میں غور نہیں کرتے، نہ کریں مرنے کے بعد سب حال معلوم ہو جائے گا۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت جو مرنے کا لفظ اطلاق ہوا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہیدوں کے رتبے میں کہیں بڑھ کر ہیں۔

شہید کو مردہ نہ سمجھا جائے: ......اور شہیدوں کی نسبت فرمایا تھا:
وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا (کہ اُن کو مردہ نہ سمجھ)
بَلْ اَحْيَآءٌ (بلکہ وہ زندہ ہیں)
عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ (اور اپنے رب کے پاس روزی کھایا کرتے ہیں)۔
اور دونوں باتوں میں کچھ تعارض نہیں۔ اس لیے کہ وہ حیات اور ہے جس کو حیاتِ ابدی کہنا چاہیے۔
اور یہ موت عرفی ہے جسم سے روح کی مفارقت۔ اس مسئلے کی ہم اس آیت کی تفسیر میں تشریح کر چکے ہیں۔

پارہ (٢٤) فَمَنْ اَظْلَمُ

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ
مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿٣٣﴾
لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٣٤﴾ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ
اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٣٥﴾

ترجمہ:...... پھر اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا کہ جس نے اللہ پر جھوٹ بولا اور سچی بات کو جب اس کے پاس پہنچی جھٹلا دیا کیا دوزخ میں منکروں کا ٹھکانا نہیں؟﴿٣٢﴾ اور جو سچی[1] بات لے کر آیا اور جس نے اس کو سچا جانا وہی پرہیزگار ہیں﴿٣٣﴾ ان کے لیے جو کچھ وہ چاہیں گے ان کے رب کے پاس موجود ہوگا یہ بدلہ ہے نیک بختوں کا﴿٣٤﴾ تا کہ اللہ ان کے برے عملوں کو ان سے مٹا دے اور ان کو اُن اچھے کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے بدلہ دے﴿٣٥﴾۔

ترکیب:...... اذ جاء ظرف لکذب بالصدق ای کذب القرآن فی وقت مجیئہ ای من غیر تدبر وتفکر مثوی المقام من ثوی یثوی ثواء وثویا مثل مضی مضاء ومضیا اذا قام بہ الذی جاء الموصول فی موضع رفع بالابتداء اولئک الجملۃ خبرہ والمبتداء وان کان مفرد الفظا ولکنہ فی معنی الجمع لانہ یراد بہ الجنس لیکفر اللام متعلقہ بمحذوف اسوء اسم تفضیل وقیل بمعنی السئی ویجزی معطوف علی یکفر باحسن اضافۃ الشی الی بعضہ للتوضیح۔

تفسیر:...... قیامت میں خصومت اور فیصلہ ہونے کا بیان فرما کر نیک وبد دونوں فریقوں کا حال بیان فرماتا ہے کہ کون حق پر اور مستحق نجات ودرجات ہے اور کون ناحق پر اور قابلِ عذاب ہے۔

نیک وبد دونوں فریقوں کا حال

فقال: فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ کہ اس سے بڑھ کر کون ظالم اور ناحق پرست ہے کہ جو اللہ پر جھوٹ باندھے کہ اس کے بیٹا ہے اور جورو ہے اور فرشتے اور جن بیٹیاں ہیں اور فلاں فلاں کو اس نے اپنے کارخانۂ قضا وقدر کا اختیار دے کر ان کی پرستش کی اجازت دی ہے یا فلاں باتیں حرام اور فلاں حلال کی ہیں حالانکہ اس نے ایسا حکم نہیں دیا (یہ مشرکوں کی عادت کا بیان ہے)۔

وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ: اور سچی بات کو جھٹلائے کتاب اللہ اور اس کے رسول کا انکار کرے اور وہ بھی بے سوچے سمجھے جیسا کہ کفارِ مکہ کی عادت تھی یا اور جہلاء آباء واجداد ورسم ورواج کے بندے ایسے کرتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ جس کی یہ صفت ہے وہ ناحق پر

---

[1] (دینِ حق ١٢ منہ)

ہے اس کی سزا جہنم ہے۔
اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ۝ استفہام کے طور پر سزا کا بیان کرنا اس بات کا اظہار ہے کہ مخاطب کے نزدیک بھی ایسے نالائقوں کے جہنمی ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ گویا ان کے مُنہ سے اقرار کرادیا۔ الزام اس کو کہتے ہیں۔
وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ یہاں سے دوسرے فریق یعنی اہلِ حق کا بیان کرتا ہے کسی کا نام لے کرنہیں بلکہ اُنہیں اوصاف کا ذکر ہے کہ جن کی بابت منکرین کو کلام تھا کہ جو حق بات لایا اور حق کی تصدیق کی۔
بعض مفسرین کہتے ہیں ان الفاظوں میں خاص خاص شخصوں کی طرف اشارہ ہے۔
پھر بعض کہتے ہیں: جَآءَ بِالصِّدْقِ سے مراد نبی علیہ السلام ہیں کہ وہ حق بات دین، اسلام اور قرآن دنیا میں خدا کی طرف سے لائے۔
وَصَدَّقَ بِهٖٓ: سے مراد ابوبکر رضی اللہ عنہ یا تمام اہلِ اسلام یا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ مگر صحیح تر یہی ہے کہ آیت عام ہے گو اس میں یہ حضرات بھی بطریقِ اَولیٰ داخل ہیں بلکہ جو کوئی کلمہ توحید کی طرف بلائے اور احکامِ الٰہی بتائے اور جو کوئی اس کو قبول کرے۔

متقین کے اہلِ حق ہونے کی شہادت

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۝ وہی لوگ پرہیزگار خدا ترس ہیں۔ یہ صاف صاف ان کے اہلِ حق ہونے کی شہادت دی گئی۔ اور اس طرح پر کہ جس کو ہر صاحب طبعِ سلیم مان سکتا ہے۔ آیت میں صرف اعتقادیات کی درستگی پر متقی ہونے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ بلکہ اس میں عملیات بھی داخل ہیں۔ اس لیے کہ کامل تصدیق اور پورا حق کا لانا بغیر اس کے نہیں کہ ان باتوں پر عمل بھی کرے۔

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ

یہ ان کی جزا بیان ہوتی ہے جو مرنے کے بعد ملے گی کہ جو چاہیں گے پائیں گے۔ اس میں سب چیزیں آ گئیں۔
ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ۝ یہ بدلہ ہے نیکوں کا۔ اور یہ بدلہ اس لیے دیا کہ
لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ...الخ اللہ ان سے جو کچھ بشریت سے خطائیں ہو گئیں معاف کرے۔ اور لفظ اسوأ اشارہ کرتا ہے کہ بڑے گناہ بھی معاف کردے گا اور ان کے اچھے کاموں کا بدلہ دے گا ان کو برباد نہ کرے گا۔ یہ قطعی فیصلہ سنادے گا۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ۭ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ
فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ۝ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي
انْتِقَامٍ۝ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلْ
اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ
ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۭ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۭ عَلَيْهِ
يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ۝ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ

فَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۹﴾ مَنۡ یَّاۡتِیۡهِ عَذَابٌ یُّخۡزِیۡهِ وَیَحِلُّ عَلَیۡهِ عَذَابٌ مُّقِیۡمٌ ﴿۴۰﴾

ترجمہ:......کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں اور آپ کو ان معبودوں سے ڈراتے ہیں جو اللہ کے سوا ہیں اور جس کو اللہ گمراہ کرتا ہے پھر اس کے لیے کوئی بھی ہدایت کرنے والا نہیں ﴿۳۶﴾ اور جس کو اللہ ہدایت کرتا ہے پھر اس کے لیے کوئی بھی گمراہ کرنے والا نہیں کیا اللہ زبردست بدلہ لینے والا نہیں؟ ﴿۳۷﴾ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے کہو بھلا دیکھو تو سہی جن کو کہ تم اللہ کے سوا پکارا کرتے ہو اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف دینا چاہے تو کیا وہ اس کی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا وہ مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں کہو مجھ کو اللہ کافی ہے اسی پر توکل کرنے والے توکل کیا کرتے ہیں ﴿۳۸﴾ کہو اے قوم تم اپنی جگہ کام کیے جاؤ میں بھی کر رہا ہوں پھر تم کو آپ معلوم ہو جائے گا ﴿۳۹﴾ کہ کس پر عذاب آتا ہے اس کے رسوا کرنے کو اور اس پر دائمی عذاب اُترتا ہے ﴿۴۰﴾۔

کفار مکہ کا اپنے معبودوں کی نسبت اعتقاد

تفسیر:......کفارِ مکہ کا اپنے معبودوں کی نسبت اعتقاد بڑھا ہوا تھا ان کو نافع وضار (نفع ونقصان کا مالک) جانتے تھے اور یہ بھی سمجھتے تھے کہ جو ان کو نہیں مانتا اس کو برباد کر دیں گے۔ عامہ ہنود کا بھی کالی بھوانی وغیرہما کی نسبت اب تک یہی اعتقاد ہے اس لیے وہ اپنے معبودوں کی برائی سن کر نبی ﷺ کو ڈرایا کرتے تھے۔ چنانچہ عبدالرزق نے معمر سے نقل کیا ہے کہ مجھ سے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ مشرکین نے آنحضرت ﷺ سے کہا تھا یا تو ہمارے معبودوں کی برائی سے باز آؤ، ورنہ ہم ان سے کہہ دیں گے وہ تم کو سڑی کر دیں گے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ اس خیال کے غلط کرنے کو اول اپنی مدد اور حمایت کا بھروسہ دلاتا ہے فقال: اَلَیۡسَ اللّٰهُ بِکَافٍ عَبۡدَهٗ

کہ کیا خدا اپنے بندے کی مدد کو کافی نہیں؟ یعنی کافی ہے ہر مہمات اور ہر بات میں وہی بس کرتا ہے اس پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

اس کے بعد ان کی تخویف کا ذکر کرتا ہے۔ فقال: وَیُخَوِّفُوۡنَكَ بِالَّذِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ۔

کہ اے نبی! تجھ کو اللہ کے سوا اور معبودوں سے ڈراتے ہیں۔ حالانکہ یہ ڈرانا ان کی گمراہی اور خیالاتِ فاسدہ کا نتیجہ ہے جو خدا کی تقدیر ازلی سے ان کو دی گئی ہے۔ اس بات کو اس جملے میں بیان فرماتا ہے:

وَمَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ ﴿۳۶﴾ کہ ان کو خدا نے گمراہ کر دیا ہے پھر کون ہدایت دے سکتا ہے؟

اور اہلِ ایمان کو اللہ نے ہدایت دی ہے وہ اپنے حقیقی معبود پر بھروسہ رکھتے ہیں اس کو نافع وضار سمجھتے ہیں۔

وَمَنۡ یَّهۡدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ مُّضِلٍّ: اور اللہ جس کو ہدایت دے اس کو کون گمراہ کر سکتا ہے۔

اَلَیۡسَ اللّٰهُ بِعَزِیۡزٍ ذِی انۡتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ کیا اللہ زبردست بدلہ لینے والا نہیں ہے؟ کیوں نہیں پھر اس کے دوستوں کو کوئی کیا تکلیف دے سکتا ہے۔ وہ انہیں کو غارت کر دے گا۔

اعتقاد فاسد کے مفاسد ونقصانات

اس کے بعد ان کے اس اعتقاد فاسد کی خرابی بیان کرتا ہے۔ فقال: وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَیَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ

کہ اگر تو اے نبی یا اے مخاطب! ان سے یہ پوچھے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا تو وہ کہیں گے اللہ نے۔

(یہ اس لیے کہ اس بات کا علم ان کی فطرت میں تھا) اس بات سے ان کو سمجھایا گیا ہے کہ جب اللہ آسمانوں اور زمین کا خالق ہے تو اس کے سوا اور کون ہے جو نفع ونقصان دے سکے۔ پھر ان سے کیوں ڈرتے اور نبی کو کیوں ڈراتے ہو؟

دوسری دلیل اس بات پر ان کے روزمرہ کے حالات سے بیان فرماتا ہے: قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ...الخ
کہ ان سے یہ پوچھ کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے کوئی ضرر دینا چاہے تو تمہارے معبودوں میں سے وہ کون ہے جو اُس کو دور کر دے گا؟
اس لیے کہ وہ سب پر غالب اور سب اسی کا حکم نافذ ہے۔ یا وہ مجھے کوئی بھلائی دینا چاہے تو کون اس کو روک سکتا ہے؟۔

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والوں کے لیے اللہ کافی ہے

حجت تمام کر کے آنحضرت ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ: کہہ دے مجھے اللہ بس کرتا ہے (کافی ہے)
عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴿۳۸﴾ اسی پر توکل کرنے والے توکل یعنی بھروسہ اور اعتماد کرتے ہیں۔
توکل اللہ پر بھروسہ کرنا اسی کو کارساز جاننا۔ عام ہے کہ اسباب کو عمل میں لایا جائے یا نہیں۔
اس کے بعد قوم کو آئندہ آنے والی مصیبت سے متنبہ کرتا ہے:
قل يقوم الخ کہ کہہ دوا ے قوم اپنی جگہ پر جو کرتے ہو کرو، میں بھی جو کرتا ہوں کر رہا ہوں۔ تم کو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ کس پر دنیا میں رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے۔ (چنانچہ کفار پر قحط اور بدر کا واقعہ آیا) اور کس پر مرنے کے بعد عذابِ دائمی اُترتا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ
ع ۴ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ﴿۴۱﴾

ترجمہ:......ہم نے آپ پر لوگوں کے لیے برحق کتاب نازل کی ہے پھر جو کوئی راہ پر آیا تو اپنے بھلے کے لیے اور جو کوئی گمراہ ہوا تو وہ صرف اپنے خراب ہونے کے ہونے کے لیے گمراہ ہوتا ہے اور اے رسول آپ کچھ ان کے ذمہ دار نہیں ﴿۴۱﴾۔

ترکیب:......للناس متعلق بانزلنا۔ بالحق حال من الفاعل او المفعول به ای متلبسا بالحق۔ فمن شرطيه و جوابه فلنفسه ومن موصولة مبتداء فانما يضل الجملة خبر۔ وماانت جملة مستانفة ويمكن ان يكون حالا من فاعل يضل۔

تفسیر:......پچھلی آیتوں میں خدا تعالیٰ نے مشرکین کے مذہب کو کبھی تو دلائل و بینات سے باطل کیا کبھی امثال بیان کر کے اس کی خرابی ظاہر فرمائی اور کبھی دنیا و آخرت میں بلائیں اور عذاب کی سزا سے ڈرایا۔ مگر اس پر بھی وہ کور باطن نہ مانتے تھے اور نبی ﷺ کو ہمدردی کا جوش جو ان کو جہنم میں گرتے دیکھتا تھا اور آپ ﷺ کو سخت رنج ہوتا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ اس آیت میں آپ ﷺ کو اطمینان دلاتا ہے فقال: اِنَّآ اَنْزَلْنَا ...الخ کہ ہم نے اے نبی! آپ پر لوگوں کی رہنمائی کے لئے دنیا میں کتاب نازل کر دی ہے یعنی قرآن مجید جو سعادت و شقاوت بیان کرنے میں صاف صاف ہے اور جمیع ضروریات کے لئے دستور العمل آسمانی ہے۔ اور قرآن بھی کیسا نازل کیا: بِالْحَقِّ: سچائی اور خوبی کے ساتھ کہ ہر عقل مند غور کر کے کہہ سکتا ہے کہ یہ آسمانی کتاب ہے اور تمام اگلے نوشتوں کا لب لباب ہے، اب اس کے بعد جو کوئی رستے پر آئے اور نیک روی اختیار کرے تو اپنے فائدے کے لئے کرتا ہے اور جو کوئی نہ مانے گمراہی اور کج روی اختیار کرے تو اپنے لئے آپ برباد ہوگا۔
وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ﴿۴۱﴾ اور اے نبی! آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں آپ کا کام صرف تبلیغ ہے سو آپ بخوبی کر چکے اور کر رہے ہیں اس قسم کے مضامین اور کئی جگہ قرآن مجید میں آئے ہیں:

١ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰٓ اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا ٢ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ٣ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ

فائدہ:...... بعض مفسرین کہتے ہیں یہ آیت منسوخ ہے آیت سیف سے۔ کیوں کہ یہ آیت سیف میں اللہ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ جب تک لوگ توحید و رسالت کا اقرار نہ کریں۔ یعنی دنیا میں آسمانی سلطنت قائم نہ کرلیں تلوار سے کام لیں۔ یعنی حقوق الٰہی کا مطالبہ بالجبر کریں، مگر تحقیق یہ ہے کہ دونوں آیتوں میں کوئی تعارض نہیں پھر خواہ مخواہ نسخ کا قائل ہونا ایک بے کار خیال ہے اس لئے کہ آیت سیف میں قتال کا حکم بجائے خود ہے اور یہاں اس کی ممانعت نہیں صرف آپ ﷺ کی تسلی ہے اور ان کی بدبختی کا اظہار ہے۔

پہلے آیا تھا: ومن یضلل اللہ فما لہ من مضل جس سے ثابت ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے اور یہاں آیا ہے جو کوئی آپ گمراہ ہوتا ہے۔ اس کا جواب ہم کئی جگہ مفصلا دے چکے ہیں کہ اللہ کی طرف ہدایت وضلالت کی نسبت کرنا باعتبار حکم ازلی و نوشتہ قضا و قدر کے ہے اور بندے کی طرف اس کے کسب و اسباب ہدایت وضلالت کبھی اس کے اسباب کی طرف بھی نسبت کی جاتی ہے۔ کہتے ہیں قرآن یا نبی یا فلاں عالم نے ہدایت دی۔ شیطان یا فلاں ملحد و کافر نے گمراہ کر دیا۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٤٢﴾

ترجمہ:...... اللہ ہی موت کے وقت روحوں کو اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے اور جو مرتے نہیں ان کی روحوں کو خواب میں قبضہ میں کر لیتا ہے پھر جن پر موت کا حکم ہو چکتا ہے تو ان کو روک رکھتا ہے اور دوسروں کو چھوڑ دیتا ہے ایک مقرر وقت تک بے شک اس میں غور کرنے والوں کے لیے (بڑی بڑی) نشانیاں ہیں ﴿٤٢﴾۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا روح کو قبض کرنا

تفسیر:...... ہدایت کو حیات سے مشابہت ہے اور گمراہی کو موت سے۔ اب اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ حکم قضاء وقدر کے ہاتھ میں ہدایت وضلالت ہے جیسا کہ موت وحیات۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نفوس کو موت کے وقت ورنہ خواب کے وقت اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے پھر جس کو چاہتا ہے بیدار کرتا ہے حیات دیتا ہے جس کو چاہتا ہے سوتے ہی میں موت دیتا ہے۔ اسی طرح ہدایت بھی اسی کے قبضے میں ہے اس لیے ان آیات میں اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا ...الخ فرمایا۔

یا یوں کہو جس طرح اور دلائل سے اپنی خداوندی و جبروت کا ثبوت کیا تھا اس جگہ انسان کی روزمرہ حالتِ خواب و بیداری سے اپنی قدرتِ کاملہ کا ثبوت کرتا ہے اور اس میں حشر ونشر کا نمونہ اور دنیا کا خواب وخیال ہونا بتلاتا ہے۔

فقال: اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا کہ موت کے وقت اللہ ❶ ہی روحوں کو قبض کرتا ہے اور بدن سے نکالتا ہے۔

وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ اور جو مرے نہیں ان کو فِيْ مَنَامِهَا ان کے خواب کے وقت قبض کرتا ہے وہ تصرف ظاہری نہیں کرنے پاتے کھانا پینا

❶...... اور کبھی مجازا یہ توفی ملائکہ کی طرف بھی نسبت کی جاتی ہے جیسا قل یتوفکم ملک الموت۔ کیونکہ یہ تدبیر و تصرف عالم کے لیے موکل ہیں اس علاقہ سے ان کی طرف اسناد مجازی ہوا۔ ١٢ منہ۔

دیکھنا چلنا لینا دینا کچھ ان سے نہیں ہوتا مردے کی طرح پڑے رہتے ہیں۔

فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ: پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہے ان کو روک لیتا ہے پھر اس بدن کی طرف دنیا میں آنے نہیں پاتے

وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى: اور دوسروں کو (یعنی جن کو خواب میں قبض کیا تھا) ایک وقتِ معین تک چھوڑتا ہے یعنی بدن نئے تصرفات کرنے لگتے ہیں بیدار ہو کر وقتِ خاص تک یعنی موت تک۔

واضح ہو کہ نفسِ انسانی ایک جوہر نورانی روحانی ہے جب اس کا بدن سے تعلق ہوتا ہے تو اس کی روشنی تمام بدن کے اجزاء میں پھیلتی ہے اور اس کو زندگی یا حیات کہتے ہیں۔ اور جب اس کا بدن سے بالکل تعلق منقطع ہو جاتا ہے۔ ظاہر و باطن سے تو وہ نورانیت جمیع اجزاء بدن سے منقطع ہو جاتی ہے اس کو موت کہتے ہیں اور خواب کے وقت اس کی روشنی صرف ظاہر بدن سے منقطع ہو جاتی ہے مگر باطن میں رہتی ہے صرف موت اور خواب میں اتنا فرق ہے کہ موت میں انقطاعِ کلی ہو جاتا ہے اور خواب میں انقطاع ناقص ہوتا ہے بعض وجوہ سے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ سویا مرا برابر ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس قادر عالم حکیم نے نفس کا بدن کے ساتھ تین طرح پر تعلق قائم کیا ہے۔

نفس کا بدن کے ساتھ تین طرح پر تعلق ہے

۱) یہ کہ اس کی روشنی ظاہر و باطن میں برابر پہنچے اس کو بیداری کہتے ہیں۔

۲) یہ کہ صرف ظاہر میں بعض وجودہ سے روشنی نہ ہو اس کو نوم یا خواب کہتے ہیں۔

۳) یہ کہ اس کی روشنی بالکل منقطع ہو جائے اس کو موت کہتے ہیں۔

اور ایسی تدبیر عجیب کا صدور بجز قادر علیم حکیم کے اور اس سے ناممکن ہے اور یہی مراد ہے اس قول سے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ پس ایسے کی پرستش کرنی چاہیے نہ اس کی کہ جو خود بے حس و بے قدرت ہو۔

لاٰیٰت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ شب کو سناٹا ہو جاتا ہے گویا تمام شہر مر گیا جدھر دیکھو سنسان ہے صبح کو صبحِ حشر کی طرح پھر وہی ہاء وہو، شور ہو جاتا ہے۔ اور نیز اس طرف بھی کہ انسان اپنے مرنے کے وقت کو ایسا سمجھے کہ جیسا خواب میں باتیں کرتے کرتے آنکھ بند ہو جاتی ہے اسی طرح جن اشغال میں ہوتا ہے انہیں میں موت آ جاتی ہے۔ اور نیز احادیثِ صحیحہ میں اُن دعاؤں کا پڑھنا آیا ہے جو اس کی موت کو یاد دلاتے ہیں۔ اور توبہ و استغفار بھی ضروری ہے اور اس طرف بھی کہ یہ زندگی ایک خواب سا ہے۔

وائے محرومی کہ وقتِ مرگ یہ ثابت ہوا خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ
يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا
بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا
يَحْتَسِبُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٤٨﴾

ترجمہ:......کیا انہوں نے اللہ کے سوا اور حمایتی بنا رکھے ہیں؟ کہو اگر وہ کچھ بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور کچھ بھی عقل نہ رکھتے ہوں تو بھی (حمایتی بناؤ گے)﴿٤٣﴾ کہو ہر طرح کی حمایت اللہ ہی کے اختیار میں ہے اس کے لیے آسمان و زمین کی بادشاہت ہے پھر تم ان کے پاس لوٹا کر لائے جاؤ گے﴿٤٤﴾ اور جب اکیلے اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے تو ان کے دل بھنچے لگتے ہیں اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو فوراً خوش ہو جاتے ہیں﴿٤٥﴾ کہو اے اللہ آسمانوں اور زمین کے بنانے والے چھپے اور کھلے کے جاننے والے تو ہی اپنے بندوں کی ان باتوں کا کہ جن میں وہ جھگڑ رہے ہیں فیصلہ کر دے گا﴿٤٦﴾ اور اگر ظالموں کے پاس جو کچھ زمین میں ہے سب ہو اور اسی قدر اس کے ساتھ اور بھی ہو تو قیامت کے بڑے عذاب کے معاوضہ میں دے کر چھوٹنا چاہیں گے اور اللہ کی طرف سے ان کو وہ پیش آئے گا کہ جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا﴿٤٧﴾ اور برے کاموں کی برائی ان پر ظاہر ہو جائے گی اور ان کو وہ عذاب کہ جس پر وہ ہنسی کیا کرتے تھے پکڑے گا﴿٤٨﴾۔

ترکیب:......ام منقطعه بمعنی بل۔ اولو کان الهمزة للانکار والواو للعطف علی محذوف مقدر أی یشفعون ولو کانوا ..... الخ وجواب لو وان کانوا بهذه الصفة تتخذونهم۔ جمیعا حال من الشفاعة والشفاعة مصدر یطلق علی الواحد والکثیر ولهذا اصح وقوع الحال بجمیع منه وحده انتصابه علی الحال عند یونس وعلی المصدر عند الخلیل وسیبویه اشمازت الا شمزاز النفور والانقباض فاطر السموت منصوب علی الندء غلم الغیب بدل منه او صفة للذین خبران مافی الارض اسمها جمیعا حال منه ومثله معطوف علی ما ولذا انتصب لافتدوا جواب لو۔

مشرکین کا بتوں کو شفیع سمجھنا

تفسیر:......بیانِ سابق کے بعد مشرکین یہ کہتے تھے کہ ہم ان بتوں کو یا وہ کہ جن کے نام کے بت ہیں خدا اور خالق و مالک سمجھ کر نہیں پوجتے بلکہ ان کو شفیع اور کارکن جان کر۔ اور اکثر مشرکوں کا مخلوق پرستی کے لیے یہی حیلہ ہوا کرتا تھا۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے:

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ: کیا ان کو (اللہ تبارک و تعالیٰ کے علاوہ بتوں کو) شفیع سمجھ لیا ہے۔ کہہ اگر وہ (بت) ذی روح ہیں تو

لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا: ان کے بس میں کچھ بھی نہیں۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی کچھ بول بھی نہیں سکتا اور اگر وہ بت ہیں تو

لَا يَعْقِلُوْنَ﴿٤٣﴾ وہ بے حس و بے حرکت و بے عقل ہیں اور ہر قسم کی شفاعت اللہ کے اختیار میں ہے اور حمایت بھی اسی کے بس میں ہے اسی کے بس میں اور قبضہ اور ملک میں آسمان و زمین ہے اور سب کو اسی کے پاس جانا ہے پھر اسی کو پکارو و پوجو۔

مشرکوں کی بدعادت اور بے انصافی کا بیان

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ..الخ یہ مشرکوں کی بدعادت اور بے انصافی کا بیان ہے کہ جب صرف اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو آخرت کے منکر

بھنچتے ہیں اور رکتے ہیں اور جب اوروں کا یعنی ان کے معبودوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو اسی وقت خوش ہو جاتے ہیں۔ ان کے اس اصرار اور جہل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معاملہ خدا کے سپرد کرنے کا حکم دیا۔ دعا اور اس کے اوصاف حمیدہ کے پیرایہ ہیں۔

فقال: قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہ کہہ دے اے اللہ! تو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا چھپی اور کھلی چیزوں کا جاننے والا ہے دلوں کے راز تجھ پر آشکارا ہیں۔ آج جس بات میں تیرے بندے جھگڑتے ہیں ان کا تو فیصلہ کر دے گا کہ موحد برحق ہے یا مشرک اس میں بھی مخالف کے دل پر اپنا وثوق جتلانے کے ذریعہ سے بڑا اثر ہوتا ہے۔ آخرت کے فیصلہ کا حوالہ دینے کے بعد وہاں جو کچھ ان پر پیش آئے گا اس کا ذکر کرتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ..الخ کہ ظالموں کے پاس اگر تمام دنیا کی نعمتیں ہوں اور ان کے ساتھ اسی قدر اور بھی ہوں تو ان سب کو دے کر عذاب قیامت سے چھٹنا غنیمت جانیں گے۔

وَبَدَا لَهُمْ ۔الخ اور اللہ کی طرف سے ان کے لیے وہ مصیبت ظاہر ہوگی کہ جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا۔

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ ۔الخ اور ان کی حرکات ناشائستہ کی برائی ان کے پیش آئے گی۔ اور جس عذاب جہنم اور آخرت کے معاملات پر وہ ہنسی کیا کرتے تھے وہ ان پر نازل ہوگا۔

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۫ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ
اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قَدْ قَالَهَا
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَاَصَابَهُمْ
سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا
كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۱﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ
يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمہ: ...... پھر جب آدمی پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو ہم کو پکارتا ہے پھر جب ہم اس کو اپنی نعمت عطا کرتے ہیں تو کہتا ہے یہ تو مجھ کو میری عقل سے ملی ہے بلکہ یہ نعمت آزمائش ہے وہ لیکن ان میں سے اکثر جانتے نہیں ﴿۴۹﴾ یہی بات ان سے پہلے لوگوں نے بھی کہی تھی پھر جو کچھ وہ کیا کرتے تھے ان کے کچھ کام نہیں آیا ﴿۵۰﴾ پھر ان پر ان کے اعمال کی برائی آپڑی اور جو ان لوگوں میں سے ظالم ہیں ان پر بھی ابھی ان کے اعمال کی برائی آپڑتی ہے اور وہ ہم کو کچھ بھی ہرا نہ سکیں گے ﴿۵۱﴾ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ جس کے لئے چاہتا ہے روزی فراخ کرتا ہے (اور جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کرتا ہے بے شک اس میں ایمانداروں کے لیے (بڑی) نشانیاں ہیں ﴿۵۲﴾۔

ترکیب: ...... نعمۃ نصبها على الحال اى نعمة كائنة منا اوتيته الضمير يرجع الى النعمة وهى مؤنث لفظا ولكن يراد بها الشئ هذا على ان تكون ما فى انما كافة وعلى علم حال من المرفوع او المنصوب وان جعلت ما موصولة

فالضمير الى ما الموصولة وعلى علم خبره قد قالها الضمير الى الجملة وهى قوله انما ۔۔۔ الخ۔

تفسیر:...... یہاں سے مشرکین کی ایک اور عادت بیان فرماتا ہے فقال:

حصول نعمت کو اپنی دانائی وتدبیر کی طرف منسوب کرنا

فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ..الخ جب ان میں سے کسی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے بیماری یا رزق کی تنگی وغیرہ تو خدا تعالیٰ کو پکارتا ہے اور خدا جب اس پر فضل کرتا ہے اور راحت وآسائش دیتا ہے تو اس کو اپنی دانائی یا تدابیر اور کوشش کی طرف منسوب کرتا ہے۔ فرماتا ہے:

بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۝ بلکہ یہ اس کے حق میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہے لیکن اکثر جانتے نہیں۔

فرماتا ہے: قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ان سے پہلے لوگ بھی جو نعمت دیئے گئے تھے اور خدا تعالیٰ سے تکبر کرتے تھے اور ناشکری میں مبتلا تھے ایسا کہہ چکے ہیں قارون، فرعون وغیرہ۔

فَمَا اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝ پھر ان پر ان کی ناشکری سے بلا نازل ہوئی جس کا دفعیہ ان کی تدبیر ودانش کی جس طرف و نعمت کو منسوب کیا کرتے تھے کچھ بھی نہ کرسکی۔

اعمال کا اثر ونتیجہ:...... آخر فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا: ان کے بدکام کا برا نتیجہ ان کے سامنے آیا نہ وہ رہے اور نہ ان کا ملک ومال نہ جاہ وسلطنت برے کام اور بدکاری مصیبتوں کے لباس میں پیش آئی ان کی سب تدبیریں الٹ گئیں۔

اور زمانہ حال کے لوگ یہ خیال نہ کریں کہ یہ ان سے پہلے لوگوں کے لیے ہوا اور ان کے قصوں کو افسانے سمجھ کر غافل ہو جائیں۔ بلکہ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ: ان میں سے جو بدکار ستمگار ہیں ان پر بھی ان کے اعمال بد کا اثر پڑے گا اور ان کا کوئی زور نہیں چلے گا۔

انسان جو کام کرتا ہے اس کا ضرور ایک اثر ہوتا ہے خواہ نیک خواہ بد۔ اگر اس نے بدکام کو توبہ وندامت واستغفار کے صابن سے نہ دھویا یا اس کے مکافات میں کوئی عمدہ اور خدا پسند کام نہیں کیا جو اس برے کام کے اثر کو روکے تو ضرور اس پر اس کام کا برا نتیجہ کسی مصیبت کی شکل میں ظہور کرے گا، کسی قدر دنیا میں اور زیادہ تر آخرت میں یہ بڑی مجرب بات ہے، اس میں ذرا بھی شبہ نہیں۔

اَوَلَمْ يَعْلَمُوْا ..الخ یہاں سے یہ بات بتلاتا ہے کہ وہ ناسپاس جو اس نعمت کو جو دراصل ان کے حق میں فتنہ ہے اپنی تدبیر اور دانش کا نتیجہ اور خدائے تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث جانتے ہیں غلط خیال ہے۔ کیوں کہ وہ خود جانتے ہیں کہ رزق ودولت کی کشائش ان باتوں پر موقوف نہیں ہے۔ بہت سے عاقل اور صاحب کمالات اور بہت سے باخدا دنیا میں عسرت کے ساتھ زندگی بسر کر گئے اور بہت سے حمقاء اور بے علموں اور بدکاروں کو مال ودولت وسلطنت وثروت دی گئی ہے۔

اگر روزی بدانش بر فزودے ز ناداں تنگ تر روزی نبودے

اس میں ایمانداروں لے لیے اس کی قدرت کے بڑے نشان ہیں۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۝۵۳ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا

لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿٥٤﴾ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ
اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا
تَشْعُرُوْنَ ﴿٥٥﴾ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ
كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿٥٦﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٥٧﴾
اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٥٨﴾ بَلٰى
قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٩﴾

ترجمہ:......(اے نبی! میری طرف سے) کہہ دے کہ اے میرے گناہ گار بندو! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا کیوں کہ اللہ سب گناہ معاف کر دیتا ہے بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا (اور) مہربان ہے﴿٥٣﴾ اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو، اور اس کی اس سے پہلے فرماں برداری کرو کہ تم پر عذاب آجائے پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی﴿٥٤﴾ اور اس عمدہ بات پر چلو جو تمہارے رب کے ہاں سے تمہارے پاس بھیجی گئی ہیں اس دن سے پہلے کہ تم پر یکا یک عذاب آجائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو﴿٥٥﴾ (یہ اس لیے کہ کل) کوئی نہ کہہ کہ اے افسوس میں نے اللہ کی طرف سے بڑی کوتاہی کی اور میں تو ہنسی ہی کرتا رہ گیا﴿٥٦﴾ یا یہ کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت کرتا تو میں بھی پرہیز گار ہو جاتا﴿٥٧﴾ یا عذاب دیکھتے وقت یہ کہنے لگے: اے کاش! مجھے بار دیگر (دوبارہ) دنیا میں بھیجا جائے تو پھر میں بھی نیک ہو جاؤں﴿٥٨﴾ ۔(جواب ملے گا) ہاں! تیرے پاس میری آیتیں آئیں پھر تو نے ان کو جھٹلایا اور تکبر کیا اور منکر ہو گیا﴿٥٩﴾۔

ترکیب:......ان تقول۔مفعول لہ ای کراھۃ ان تقول۔وقال الکوفیون۔لئلاتقول۔حسرتی الالف مبدل من یاء المتکلم۔وان کنت ان مخففۃ من الثقیلۃ ای انی۔

تفسیر:......وعید کے بعد اپنے بندوں سے مغفرت کا وعدہ فرماتا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی عادت ہے۔فقال:

رب تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں، گنہگاروں سے مغفرت کا وعدۂ الٰہی ہے

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا ۔الخ کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ان بندوں سے کہہ دے کہ جنہوں نے اپنے لیے زیادتی کی ہے یعنی گناہ کیے ہیں کہ وہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں کیوں کہ وہ سب گناہ بخش دیتا ہے وہ بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں اس کے یہ معنی ہیں کہ گناہ گار یہ نہ سمجھیں کہ اب کسی طرح سے ہمارے گناہوں کی خدائے تعالیٰ کے یہاں معافی ہی نہیں بلکہ وہ غفار ہے جو کوئی گناہ کر چکا صغیرہ یا کبیرہ کفر و شرک سب کو توبہ کے بعد وہ معاف کر دیتا ہے۔

بعض کہتے ہیں عبادی سے مراد ایماندار ہیں ان کے گناہوں کو خدا بغیر توبہ کے بھی بخش دے گا۔یا تو بالکل سزا نہ دے، نہ دنیا میں، نہ آخرت میں یا کچھ سزا دے کر۔پھر گناہوں سے مراد کبائر ہیں۔

امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے کہ چند مشرکوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم نے زنا و قتل کیا اور بہت کچھ کیا پھر تیرے دین کو

اختیار کر لیتے اگر ہمارے گناہوں کا کفارہ ہوتا۔ تب یہ آیت والذین لا یدعون الخ اور یہ آیت قل یعبادی الخ نازل ہوئی۔
اس لیے اس کے بعد ان کو خدائے تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے اور فرماں بردار ہونے کا حکم ہوتا ہے۔
وَاَنِیْبُوْۤا اِلٰی رَبِّکُمْ ..الخ کہ اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کا حکم مانو عذاب آنے سے پہلے اور قرآن کی عمدہ باتوں اور احکامِ محکمہ پر چلو اس دن سے پہلے کہ دفعتہً تم پر عذاب آ جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو اور پھر حسرت اور ندامت کرنے لگو کہ افسوس میں نے اللہ کی طرف سے بڑی کوتاہی کی اور میں تمسخر ہی کرتا رہا (الجنب و الجانب بمعنی جهة الشئی و اطلاقه مجاز)
یا یہ کہنے لگے کہ اگر مجھے اللہ ہدایت کرتا تو پرہیزگار ہو جاتا یا قیامت کے دن اور مرنے کے بعد عذاب دیکھ کر کہنے لگے کہ اگر مجھے بار دگر دنیا میں بھیجا جائے تو نیکی کروں اور اور اس کے جواب میں اس کو یہ کہا جائے: بَلٰی قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِیْ ..الخ کہ تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں تو نے ان کو جھٹلایا اور سرکشی کی اور انکار کیا کفر کیا اب تیرا کوئی عذر مسموع نہیں نہ تجھ کو کوئی عذر کرنے کی جا ہے۔

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ
جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۞٦٠ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۡ
لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۞٦١ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۞٦٢ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۞٦٣ ع ۱۱

ترجمہ: اور (اے مخاطب) جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹے بہتان باندھے ہیں تو ان کو قیامت کے دن روسیاہ دیکھے گا کیا جہنم میں غرور کرنے والوں کا ٹھکانہ نہیں؟ ۶۰ اور اللہ ان کی پرہیزگاری کے سبب نجات دے گا کہ کوئی ان کو تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۶۱ اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے ۶۲ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں اور جو اللہ کی آیتوں کے منکر ہوئے وہی نقصان میں پڑے ہیں ۶۳۔

ترکیب: ...... وجوههم مبتداء مسودة خبر و الجملة في موضع الحال هذا قول الاخفش هذا على تقدير ان تكون ترى من الروية البصرية و ان كانت قلبية فهي مفعول ثان۔ بمفازتهم قرء الجمهور على الافراد، قال المبرد: المفازة مفعلة من الفوز و هو السعادة، مصدر ميمي من الفوز و هو الظفر و قرئ بمفازاتهم جمع مفازة كسعادة و سعادات لاعتبار الانواع و المعنى ينجيهم بفوزهم اى بنجاتهم من النار و فوزهم بالجنة۔ لا يمسهم: الجملة مفسرة بمفازتهم او منصوبة على الحال من الذين اتقوا له مقاليد جملة مستانفة۔ قال الجوهرى: الاقليد المفتاح و المقاليد جمع و قيل لا واحد له۔

منکرین کی سزا کا بیان

تفسیر: ...... بیان کی ایک اور سزا بیان فرماتا ہے: وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ الخ کہ اللہ پر جھوٹ بولنے والوں کا قیامت میں منہ سیاہ ہوگا۔

کذب: کہتے ہیں خلاف واقع کوئی خبر دینا۔ بعض کہتے ہیں اس میں یہ بھی شرط ہے کہ قصداً ہو۔ اللہ پر جھوٹ بولنے سے مراد خدا کی مرضی اور اصل واقع کے برخلاف اس کی نسبت کوئی خبر دینا کہ اس کے بیٹا ہے یا جورو (بیوی) ہے یا اس نے فلاں چیز حلال اور فلاں حرام کی ہے حالانکہ ایسا نہیں کیا۔ جیسا کہ اہلِ ادیانِ باطلہ و مشرکین کہا کرتے تھے اور کہتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے:

اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِیْنَ۝ کہ روسیاہی پر بس نہیں بلکہ ان کا جہنم ٹھکانا ہے۔

مطیع وفرمابرداروں کی جزاء کا بیان:...... اس کے بعد نیک لوگوں کا حال بیان فرماتا ہے:

وَیُنَجِّی اللّٰهُ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ کہ پرہیزگاروں کو اللہ ان کی فلاح کاری اور سعادت کے سبب نجات دے گا کہ لَا یَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۝ کہ نہ ان کو کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ان کو کوئی رنج و غم پیش آئے گا ہمیشہ شاداں و فرحاں رہیں گے۔

اتقوا سے مراد شرک و معاصی سے بچنے والے جو شرک و کبائر سے بچے متقی ہے اور جو صغائر سے بھی بچے وہ تو کامل متقی ہے۔

بعض کہتے ہیں اس جگہ پر صرف اللہ پر جھوٹ بولنے...... بچنا مراد ہے مشرکین بڑا اللہ پر جھوٹ یہ بولتے تھے کہ اس کے بیٹا اور بیوی ہے اور فلاں فلاں اس کے کارخانہ قدرت کے مختار ہیں۔ اس لیے اس خیال کے رد کرنے کے لیے فرماتا ہے

ہر شیٔ کا خالق و مالک اللہ تبارک و تعالیٰ ہے

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ: کہ اللہ نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور بیٹے جورو (بیوی) مالک و مختار اس کے پیدا کیے نہیں ہوتے کہ جس کے وہ بیٹے یا جورو یا مختار ہیں۔ پھر اگر وہ اللہ کے پیدا کیے ہیں تو بیٹے جورو نہیں اور اگر از خود پیدا ہوئے ہیں تو یہ بھی غلط ہے کیوں کہ پھر تو وہ برابر کے خدا ہیں بیٹا اور جورو اور مختار بن کر کم مرتبہ ہونے کی کیا وجہ؟ اور نہیں تو بتلاؤ کہ وہ اور کون ہے کہ جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔

سبحان اللہ! کیا عمدہ دلیل ہے۔ اس آیت سے اہلِ سنت معتزلہ کے مقابلے میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ بندے کے افعالِ نیک و بد کا بھی اللہ خالق ہے وہ کل شئی میں داخل ہیں ہاں بندہ کاسب ہے اور مباشر جو فی الجملہ اختیارِ خداداد کی وجہ سے سزا اور جزا کا مستوجب ٹھہرتا ہے۔ بعض کا یہ بھی خیال تھا کہ وہ بیٹے بیوی تو نہیں پر اس نے اپنے سب معاملات ان کے سپرد کر دیے ہیں اور آپ کچھ نہیں کرتا۔

اس کے رد میں فرماتا ہے: وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ۝ کہ سب کاروبار و ہر چیز اسی کی سپردگی میں ہے۔

بعض سمجھتے ہیں کہ ہماری روزی رزق ان کے ہاتھ ہے۔ اس کے رد میں فرماتا ہے:

آسمان و زمین کی کنجیاں و خزانے اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں

لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : کہ اسی کے ہاتھ آسمان اور زمین کی کنجیاں یا خزانے ہیں۔

مقالید کنایہ ہے تصرفات و تدبیر سے کہ سب رزق و روزی اور سب سامان اسی کے قبضہ میں ہیں۔

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۝ فرماتا ہے وہ جو آیاتِ الٰہیہ کے منکر ہیں اور ان باتوں پر اعتقاد نہیں رکھتے وہی نقصان میں ہیں دنیا میں حیرانی و تشویش اور مفت کی غلامی، آخرت میں عذاب ہے۔

قُلْ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّیْٓ اَعْبُدُ اَیُّهَا الْجٰهِلُوْنَ۝ وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَی الَّذِیْنَ
مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۝ بَلِ

اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾

ترجمہ:...... کہو اے جاہلو! کیا مجھے اللہ کے سوا اور کی عبادت کرنے کا حکم دیتے ہو؟ ﴿۶۴﴾ حالانکہ آپ کو بھی اور آپ سے پہلے ان (انبیاء) کو بھی وحی کے ذریعہ سے مطلع کر دیا گیا ہے کہ اگر آپ نے شرک کیا تو ضرور آپ کے عمل برباد ہو جائیں گے اور آپ خسارہ میں پڑ جائیں گے ﴿۶۵﴾ بلکہ اللہ کی عبادت کیا کرو اور شکر کرنے والوں میں ہو کر رہو ﴿۶۶﴾ اور لوگوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا کہ اس کی قدر کرنی چاہیے تھی اور (وہ ایسا بھی ہے) کہ سب زمین قیامت کے روز اس کی ایک مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے ❶ وہ پاک اور بلند ہے ان کے شرک کرنے سے ﴿۶۷﴾۔

ترکیب:...... الاستفهام لانكار و الفاء للعطف على مقدر افغير الله منصوب باعبد و تامرونی اعتراض و معناه افغير الله اعبد بامركم۔ ويمكن ان يكون منصوبا بتامرونی و اعبد بدلا منه و التقدير قل افتامرونی بعبادة غير الله و هذا من بدل الاشتمال و من باب امر تک الخير و يجوز ان يكون منصوبا بالفعل محذوف ای افتلزمونی غير الله و فسره مابعده۔ و لقد اللام دالة على قسم مقدر لئن جواب القسم و هذا اللام ايضا دالة على قسم۔ ليحبطن۔ و لتكونن و هاتان اللامان واقعة في جواب القسم الثانی و الثانی و جوابه جواب الاول و جواب الشرط محذوف لدلالة جواب القسم عليه و الارض مبتداء و قبضته الخبر و جميعا حال من الارض قبضته مقبوضة له ای في ملكه و تصرفه و السمٰوٰت ــــ الخ مبتداء و خبر بيمينه متعلق بالخبر و يجوز ان يكون حالا من الضمير في الخبر و ان يكون خبر اثانيا۔

تفسیر:...... دلائلِ توحید بیان کرنے کے بعد بھی جب وہ ہٹ دھرم اپنی کج بحثی سے باز نہ آئے اور بت پرستی کو ترجیح دینے لگے تو اب اور طرح سے آنحضرت ﷺ کو کلام کرنے کا حکم دیا۔ فقال:

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ ..الخ کہ اے نادانو! کیا تم مجھے اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کا حکم کرتے ہو۔ یعنی ایسا ہرگز نہ ہوگا۔

اور پھر اس حکم کو مؤکد کرتا ہے:

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ..الخ کہ اے محمد! (ﷺ) تیری طرف اور تجھ سے پہلے انبیاء کی طرف ہم یہ حکم بھیج چکے ہیں کہ اگر تو اے محمد! (ﷺ) بالفرض یا تجھ سے پہلے انبیاء فرضاً شرک کریں تو ان کے نیک کام اکارت ہو جائیں اور بڑی بربادی میں پڑیں۔ یہ کلام جلالی اور شہنشاہی رعب کے قاعدہ پر ہے۔ آنحضرت ﷺ اور انبیاء علیہم السلام سے شرک سرزد ہونا محال تھا کیونکہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں مگر مخاطب کے بتانے کو ایسا پُرزور حکم سنا دیا کہ یہ نکوہیدہ (ملامت والا) کام کسی کو بھی معاف نہیں۔

بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾ بلکہ خاص اللہ کی عبادت کرو اور تمام نعماء اسی کی طرف سے سمجھ کر شکر کیا کرو۔

---

❶ ...... اخفش کہتے ہیں کلام عرب میں یمین کے معنی قدرت و قبضہ کے بھی آتے ہیں جیسا کہ اس آیت میں او ما ملكت ايمانكم و قوله لاخذنا منه باليمين ای بالقدرة و القوة۔ و الطی ضد النشر۔ اور مراد اس سے فنا کرنا ہے۔ کہتے ہیں الطوی عنا ما كنا فيه و جاءنا خبره الطوی عنا بمعنی المضی و الذهاب ۱۲ منہ۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ: اب پھر بندوں کی ناسپاسی کا شکوہ کرتا ہے کہ افسوس انہوں نے جیسا کہ اللہ کی قدر و منزلت عزت و عظمت کرنی چاہیے تھی ویسی نہ کی کہ اس کے سوا اس کی مخلوق کو بھی اس کے ساتھ ملانے اور نافع و ضار (نفع و نقصان کا مالک) سمجھنے لگے اور نالائق اوصاف سے اس کو متصف بتانے لگے۔ حقیقت میں اللہ کی قدردانی جیسا کہ چاہیے تھی ہم بندوں سے نہ ہو سکی۔ سیکڑوں راحتوں اور نعمتوں پر ذرا بھی کوئی تکلیف پیش آتی ہے تو کلمات شکوے کے منہ پر آجاتے ہیں اور ہم اپنی اوقات عزیز کو اس کی یاد سے غافل ہو کر دنیاء فانی و خواہش نفسانی حاصل کرنے میں جو آنی و فانی ہے کس طرح سے صرف کر رہے ہیں۔ یہ پوری قدردانی صاحبانِ خدا کا کام ہے۔

عظمت و جلال کبریائی کا اظہار:...... اس کے بعد اپنی عظمت و جلالِ کبریائی ظاہر فرماتا ہے: وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ ..الخ

کہ قیامت کے روز تمام زمین اس کے قبضہ قدرت میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔

معتزلہ آیت کے یہ معنی لیتے ہیں کہ قبضہ سے مراد تصرف ہے، نہ کہ مٹھی میں ہونا۔ اور دائیں ہاتھ میں آسمانوں کے لپیٹنے سے مراد اس کی قدرت میں ہونا ہے۔

اہلِ سنت کا یہ مذہب ہے کہ ید (ہاتھ) اور یمین (دایاں) کے حقیقی معنی یہاں مراد نہیں ہو سکتے، اس لیے کہ وہ اعضاء جسمانی سے پاک ہے پس اس کے الفاظ پر ایمان ہے اور ان کی حقیقت وہی جانتا ہے۔ جو یمین اور قبضہ اس کی ذات کے لائق ہے نہ یہ کہ جو جسمانیت کے لائق ہو اور تائید کرتی ہے اس کی وہ حدیث کہ جس کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے کہ قیامت کے روز اللہ زمین کو ایک مٹھی میں لے لے گا اور آسمان کو دائیں ہاتھ میں اور کہے گا "کہاں گئے جبار و متکبر، کہاں گئے زمین کے بادشاہ، میں بادشاہ ہوں۔"

مطلب یہ کہ اُس روز قدرت کا اظہار کرے گا۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٠﴾ ع

ترجمہ:...... اور صور پھونکا جائے گا پھر آسمانوں اور زمین کے رہنے والے بے ہوش ہو جائیں گے مگر جس کو اللہ چاہے گا پھر دوبارہ اس میں پھونکا جائے گا پھر تو سب کھڑے ہوئے دیکھتے راہ تکیں گے ﴿٦٨﴾ اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی اور نامۂ اعمال (لاکر) رکھے جائیں گے اور نبیوں اور گواہوں کو بلایا جائے گا اور ان کا انصاف سے فیصلہ ہوگا اور (کچھ بھی) ان پر ظلم نہ کیا جائے گا ﴿٦٩﴾ اور ہر شخص کو جو کچھ اس نے کیا تھا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور وہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے تھے ﴿٧٠﴾۔

تفسیر:...... آسمانوں کے لپیٹنے یعنی فنا کرنے کا ذکر آ گیا تھا اس طرح پر کہ اللہ کی قدر نہ کی اور اللہ ایسا جلیل و جبار ہے کہ آسمانوں اور زمین دنیا کو فنا کر دے گا قیامت کے روز اس مناسبت سے حشر کی مجملہ کیفیت بیان فرماتا ہے۔ فقال:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ: کہ صور پھونکا جائے گا۔ صور تُرہی یا بگل کی قطع کی ایک چیز ہوگی کہ جس کو زور سے اسرافیل علیہ السلام بجادیں گے اس

میں پھونک مارکر۔ بعض کہتے ہیں ان کے ساتھ جبرائیل علیہ السلام بھی ہوں گے جیسا کہ حدیث ابن ماجہ اور ابوداؤد سے پایا جاتا ہے۔

نفخ صور: ...... صور کئی بار پھونکے گا یہ اول بار پھونکنے کا ذکر ہے۔

فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ: اس کے پھونکنے سے آواز کی کڑک اور تیزی ہوگی جس سے آسمانوں کے فرشتے اور زمین کے جاندار بے ہوش ہو جائیں گے مگر وہ نہ ہوں گے جن کو اللہ چاہے گا۔ حسن کہتے ہیں جبرئیل ومیکائیل اور رضوان اور حورانِ جنت اور حاملانِ عرش بے ہوش نہ ہوں گے۔ بعض کہتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی بے ہوش نہ ہوں گے جیسا کہ بخاری و مسلم کی حدیث سے پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سب سے اول میں قیامت کو اٹھوں گا پھر دیکھوں گا کہ موسیٰ عرش کا پایا پکڑے ہوئے کھڑے ہیں مجھے علم نہ ہوگا کہ وہ مجھ سے پہلے اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ بعض کہتے ہیں شہداء بھی بے ہوش نہ ہونگے جیسا کہ بیہقی اور سعید بن منصور وابویعلی ودارقطنی وحاکم نے روایت کیا ہے۔

نفخ سے متعلق اشکال کا ازالہ

بعض نے اس پر اشکال وارد کیا ہے کہ یہ استثنا نفخہ صعق کے بعد ہوگا اور یہ پہلا نفخہ ہے کہ جس میں سب مرجائیں گے۔ اس کے جواب میں بعض مفسرین نے بڑی قیل وقال کی ہے۔ مگر مطلب صاف ہے اس لیے کہ صعقۂ اول میں خدائے تعالیٰ بعضوں کا بے ہوشی سے محفوظ رہنا بیان فرماتا ہے پس ملائکہ اور روحانیات پر خصوصاً ارواحِ طیبات پر جو دوسرے عالم میں ہوں گی فناء دنیا کے صور سے کوئی بے ہوشی نہ ہوگی ان میں حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم اور عیسیٰ علیہم السلام بھی شریک ہیں۔ یہ بے ہوشی اہلِ دنیا پر طاری ہوگی اور آسمانوں کے ملائکہ پر بھی اس لیے کہ آسمان بھی تو فناء ہوں گے۔ مگر وہاں کے بعض ملائکہ جو تجرد اور نورانیت میں عالم قدس میں ملحق ہیں محفوظ رہیں گے۔

نفخۂ ثانیہ

ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ۝ پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو تمام لوگ قبروں سے نکل کر کھڑے (ہوں گے) اور انتظار کرتے ہوں گے کہ فیصلہ کب ہوگا؟ یہ دوسرا نفخہ ہے قرآن شریف سے دوہی بار صور پھونکنا ثابت ہے اور ان دونوں میں چالیس روز یا مہینوں یا برسوں کا فاصلہ ہوگا۔ جیسا کہ بخاری و مسلم کی اس حدیث سے پایا جاتا ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

جمہور کہتے ہیں کہ تین بار صور پھونکا جائے گا۔ اول گھبراہٹ اور بے ہوشی کا، کما قال ونفخ فی الصور ففزع

(۲) اموت کا، تیسرا بار دیگر زندہ ہونے کا۔

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا۔ اور زمین نور رب سے منور ہو جائے گی۔

یہ اور نئی زمین اور نیا آسمان ہوگا کما قال تعالی: يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ... الخ

تخت ہے حاملین رکھا جائے گا چونکہ وہ نور ہے اس کا وہاں جلوہ اور تجلی ہوگی نہ یہ کہ خدا انسانوں کی طرح مجسم ہو کر تخت پر بیٹھے گا۔

نامۂ اعمال اور انبیائے کرام علیہم السلام کی شہادت

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ اور نامہ اعمال رکھے جائیں گے اور انبیا اور گواہ لائے جائیں گے اور کسی پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اللہ کو لوگوں کے اعمال خوب معلوم ہیں یعنی کامل انصاف ہوگا۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا
وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ
وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ
عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧١﴾ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى
الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا
وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا
خٰلِدِيْنَ ﴿٧٣﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ
مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاۗءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿٧٤﴾ وَتَرَى الْمَلٰۗىِٕكَةَ حَاۗفِّيْنَ
مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٥﴾ ع ۸

ترجمہ: اور منکر گروہ کے گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے یہاں تک کہ جب وہاں آئیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اس کے داروغے ان سے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہاری قوم کے رسول نہ آتے تھے جو تم کو تمہارے رب کی آیتیں سنایا کرتے اور آج کے دن کے پیش آنے سے تمہیں خوف دلایا کرتے تھے وہ کہیں گے ہاں لیکن عذاب کا حکم (علم ازلی میں) منکروں پر ہو چکا تھا ﴿٧١﴾ کہا جائے گا جہنم کے دروازے میں گھسو جس میں تم کو سدا رہنا ہوگا پھر کیا بری جگہ ہے غرور کرنے والوں کی ﴿٧٢﴾ اور جو اپنے رب سے ڈرا کرتے تھے اوران کے غول کے غول جنت کی طرف روانہ کیے جائیں گے یہاں تک کہ وہ جب وہاں پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور وہاں کے پاسبان ان سے کہیں گے تم پر سلام تم اچھے لوگ ہو چلو اس میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ ﴿٧٣﴾ اور وہ کہیں گے شکر ہے اللہ کا جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کر دیا اور ہم کو اس زمین کا مالک بنا دیا اس بہشت میں جہاں چاہیں رہا کریں پھر کیا خوب بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا ﴿٧٤﴾ اور (اے رسول) آپ فرشتوں کو عرش کے اردگرد حلقہ باندھے ہوئے دیکھیں تسبیح کرتے ہوں گے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اور ان میں انصاف سے فیصلہ ہوگا اور کہا جائے گا، الحمدللہ رب العلمین ﴿٧٥﴾۔

ترکیب: زمرا جمع زمرۃ وھی الجماعۃ۔ حال فی الموضعین وفتحت الواو زائدۃ عند قوم لان الکلام جواب حتی اذا ولیست زائدۃ عند قوم فالجواب محذوف ای دخلوھا۔ نتبوا حال من الفاعل او المفعول وحیث مفعول بہ حافین حال من الملئکۃ یسبحون حال منہا۔

کفار و منافقین کے گروہ

تفسیر:......فیصلہ ہونے کے بعد کا نتیجہ بیان فرماتا ہے کہ کفار کی جماعتیں جہنم کی طرف ہانکی جائیں گی، وہاں فرشتے ملامت کے طور پر ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس دنیا میں رسول نہ آئے تھے جو آیات الٰہی سنایا کرتے اور اس روز کے پیش آنے سے ڈرایا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے ہاں آئے تھے مگر تقدیر میں یہی تھا۔ تو فرشتے کہیں گے تو جہنم میں گرو کہ ہمیشہ وہاں رہا کرو گے جو بری جگہ ہے اور پرہیزگاروں کو جنت کی طرف روانہ کریں گے جب وہاں آئیں گے تو اس کے دروازے کھلے پائیں گے اور فرشتے ان سے سلام کہیں گے اور ان کو ہمیشہ رہنے کا مژدہ (خوشخبری) دیں گے۔ اور جنتی وہاں خدائے تعالیٰ کی حمد کریں گے کہ اس نے ہم سے وعدہ سچ کر دکھایا اور جنت کی زمین کا مالک کیا جہاں چاہیں رہیں۔ اللہ فرماتا ہے پھر کیا عمدہ اجر ہے عمل کرنے والوں کا یعنی جس نے دنیا میں اچھے عمل کیے ان کا اجر وہاں بہت عمدہ ہے۔

میدان حشر میں فرشتوں کا تسبیح و تقدیس کرنا

اس کے بعد پھر عرصات (میدان حشر) کا بیان فرماتا ہے: وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ کہ اے محمد ﷺ! تو دیکھے گا کہ تخت رب العالمین کے اردگرد فرشتے حلقہ باندھے ہوئے اس کی حمد و تقدیس و تسبیح کرتے ہوں گے اور لوگوں کا انصاف کے ساتھ وہ فیصلہ کردے گا۔

اور فیصلہ کے بعد ایماندار اور ملائکہ مل کر کہیں گے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اور دربار برخاست ہوگا۔

یہ ایسا ہے کہ جیسا کسی عمدہ کام کرنے والے کو تمام کرنے پر کلمات تحسین سے یاد کیا جاتا اور اس کا آواز بلند کیا جاتا ہے۔

بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی ان کے چودہویں رات کے چاند جیسے منہ روشن ہونگے اور جو ان کے بعد والے ہیں وہ روشن ستارے کے مانند ہونگے۔

اس مختصر سے بیان میں حشر سے پہلی کیفیت کہ صور پھونکے گا لوگ بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے پھر مر جائیں گے پھر دوبارہ صور پھونکے گا تو میدان عدالت میں حاضر ہوں گے اور وہاں تخت رب العالمین اس شان سے رکھا جائے گا اور نیکیوں کا یہ اور بدکاروں کا یہ انجام ہوگا حقیقت میں اعجاز اسی کا نام ہے۔ والحمد للہ۔

اٰیاتُھَا ۸۵ (۴۰) سُورَۃُ الْمُؤْمِنِ مَکِّیَّۃٌ (۶۰) رُکُوعَاتُھَا ۹

سورۂ مؤمن مکیہ ہے، اس میں پچاسی آیات اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ۞ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۞ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ
شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۞ مَا يُجَادِلُ فِيْٓ
اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۞ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ
قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۠ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ
وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۞
وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۞

حٰم ① کتاب کا نازل کرنا اللہ زبردست دانا کی طرف سے ہے ② جو گناہ کا معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا سخت سزا دینے والا مقدور والا ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اسی کے پاس پھر جانا ہے ③ اللہ کی آیتوں میں تو وہی جھگڑا کیا کرتے ہیں جو منکر ہیں پھر آپ کو ان کا شہروں میں (اترا کر) پھرنا دھوکہ میں نہ ڈال دے ④ ان سے پہلے نوح کی قوم اور ان کے بعد اور فرقے بھی جھٹلا چکے ہیں اور ہر ایک امت نے اپنے رسول کے پکڑنے کا ارادہ کیا تھا اور غلط باتوں کے ساتھ بحث کرتے تھے تاکہ اس سے دین حق کو مٹا دیں پھر ہم نے ان کو پکڑ لیا پھر کیسی سزا ہوئی ⑤ اور اسی طرح منکروں پر اللہ کا کلام پورا ہوا کہ وہ جہنمی ہیں ⑥۔

وقف لازم — وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ترکیب:......حٰمٓ تنزیل الکتب مثل الم تنزیل الکتب غافر الذنب وقابل التوب صفة قال الاخفش التوب جمع توبة کدوم و دومة واد خال الواد فی هذا الوصف لافادة الجمع للمذنب التائب بین قبول توبة و محوحوبة اولتغائر الوصفین اذربما یتوهم الاتحاد (بیضاوی) شدید العقاب نکرة لان التقدیر شدید عقابه فیکون بدلا ویجوزان یکون شدید بمعنی مشدد فیتعرف ذی الطول بالفتح المن (الجوهری) صفة لا اله ___ الخ صفة ویمکن ان تکون مستانفا۔

تعارف سورۃ المؤمن

تفسیر:......اس سورت کا نام سورۂ غافر اور سورۂ مؤمن بھی ہے۔ علامہ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے اور یہی قول

عطاو جابر وعکرمہ کا ہے۔ حسن کہتے ہیں مگر یہ قول سبح بحمد ربک اس لیے کہ نماز مدینہ میں فرض ہوئی ہے۔ قتادہ کہتے ہیں یہ دو آیتیں ان الذین یجادلون فی اٰیٰت اللہ الخ مدینہ میں نازل ہوئیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔ اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سب حوامیم مکہ میں نازل ہوئیں اور یہی بات ٹھیک ہے۔

بیہقی نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حٰم سات ہیں اور جہنم کے بھی سات دروازے ہیں۔ تو ہر دروازے پر حٰم ہوگی کہے گی یا اللہ جس نے مجھ کو پڑھا اور مجھ پر ایمان لایا اس کو اس دروازے سے نہ داخل کرنا۔

باری تعالیٰ کے چند اوصاف

اس سورت کا من جانب اللہ ہونا بیان کر کے اللہ تعالیٰ کے چند اوصاف بیان فرمائے تا کہ ناظرین کو واضح ہو جائے کہ یہ زبردست علم والے کا کلام ہے کہ جس میں بندوں کی تمام مصلحتیں رکھی گئی ہیں اور نہ صرف علم والا بلکہ زبردست بھی ہے جو نہ مانے تو اس کو سزا بھی دے سکتا ہے اور عمل کرنے پر انعام واکرام بھی بے حد کر سکتا ہے۔ گناہ بھی معاف کر دیتا ہے۔ پھر اس کے پاس پھر کر بھی جانا ہے بار دگر بھی اس سے کام پڑنا ہے۔ پس ان صفات کے لحاظ سے عاقل کو اس بات کے تسلیم کرنے میں کوئی بھی خطرہ باقی نہیں رہتا۔ وہ صفات یہ ہیں:

① عزیز زبردست۔
② علیم تمام علوم اور حکمتیں اس کے آگے حاضر ہیں۔
③ غَافِرِ الذَّنْۢبِ گناہ بھی معاف کر دیتا ہے اطاعت کرنے والوں کے۔ اہل سنت کے نزدیک بے توبہ کے بھی معاف کر دیتا ہے
④ قَابِلِ التَّوْبِ: توبہ کرنے والوں کی توبہ بھی قبول کر لیتا ہے۔
⑤ شَدِيْدِ الْعِقَابِ: مگر سرکشوں کو سخت سزا بھی دے دیا کرتے ہیں، گردن کشوں کی گردنیں توڑ ڈالتا ہے۔
⑥ ذِي الطَّوْلِ: بڑی بخشش بھی کیا کرتے ہیں اس کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں۔
⑦ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: کہ وہ خدا یکتا ہے کوئی اس کا شریک نہیں جو اس کو کسی بات سے روک سکے۔
⑧ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ: اس کے پاس پھر بھی جانا ہے مر کر بھی اس کی طرف حاجت باقی رہتی ہے۔

ایسی کتاب اور ایسے نازل کرنے والے کا جو انکار و تکرار کرتے ہیں سو وہ کافر ہیں۔ دنیا میں وہ جو پھرتے اور مکہ سے شام تک تجارت کے لیے شہروں میں پھرتے ہیں اس سے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ یہ نہ خیال کیجئے کہ یہ ہمارے قابو سے نکل گئے ان سے پہلے نوح کی قوم اور دیگر اقوام نے اپنے انبیاء سے ایسا کیا تھا، برباد ہوئے یہی حال ان کا ہو گا۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ

إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٨﴾ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ ۚ وَمَن تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ

ع فَقَدْ رَحِمْتَهُ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٩﴾

ترجمہ:......وہ ملائکہ جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ جو اس کے آس پاس ہیں اپنے رب کے لیے تعریف کے ساتھ تسبیح (وتقدیس) کرتے رہتے ہیں اور ایمان داروں کے لیے بخشش کے لیے دعائیں مانگا کرتے ہیں اور ان پر ایمان بھی رکھتے ہیں اور ایمان داروں کے لیے دعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب تیری رحمت اور تیرا علم سب پر حاوی ہے پھر جن لوگوں نے توبہ کی ہے اور تیرے راستے پر چلتے ہیں ان کو بخش دے اور ان کو دوزخ کے عذاب سے بچالے ⑦ اور اے رب ان کو اس جنتِ عدن میں داخل کر کہ جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے باپ دادا اور بیبیوں اور اولاد میں جو کوئی نیک ہو گیا ہو ان کو بھی کیوں کہ تو جو ہے تو زبردست حکمت والا ہے ⑧ اور ان کو برائیوں سے بچا اور جس کو تو نے اُس دن برائیوں سے بچایا تو اس پر مہربانی کی اور یہ ہے وہ بڑی کامیابی ⑨۔

ترکیب:......الذين مبتداء ومن مرفوع عطفا على الذين يسبحون خبره يؤمنون ويستغفرون معطوف عليه۔ ربنا وسعت صدره محذوف ای يقولون والجملة حال رحمة وعلما تميز والاصل وسع كل شئى وعلمک ومن صلح معطوف على الضمير فى ادخلهم ای وادخل من صلح وقيل معطوف على الضمير فى وعدتهم فهى فى محل النصب من أبائهم بيان لمن صلح وازواجهم وذريتهم على الجمع عطف على أبائهم۔

فرشتوں کی اہل ایمان کے لیے دعا

تفسیر:...... پہلے بیان ہوا تھا کہ ایسی کتاب میں (جو ایسے زبردست علیم کی نازل کی ہوئی ہے) کافر ناحق کے جھگڑے مچاتے ہیں تا کہ اس کو پست کریں اور اس آفتاب کی شعاعوں کو روکیں۔ سو یہ ان کی رذالت ودنائتِ جبلی کا مقتضی ہے۔

اب یہاں بیان فرماتا ہے کہ دیکھو ملائکہ اور ان میں سے بھی وہ جو تخت رب العالمین کو اٹھائے رہتے ہیں اور وہ جو اس کے آس پاس ہیں یعنی اعلیٰ رتبہ کے ملائکہ وہ خدا کی تسبیح وتحمید کرتے ہیں اور وہ باوجود یکہ تخت کے پاس ہیں اور تخت پر کسی مجسم چیز کو بیٹھے ہوئے نہیں دیکھتے پھر بھی اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان داروں کے لیے خدا سے دعا کرتے ہیں کہ ان کو جنتِ عدن میں داخل کر اور جہنم سے بچا۔

فقال: اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ..الخ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ اراذل جو ایمان داروں کی عداوت میں ایسے بڑھے ہوئے ہیں کہ کچھ ٹھکانہ نہیں ان کی کچھ پروانہ کرنی چاہیے۔ حاملانِ عرش اور حاضرانِ بارگاہِ قدس دل سے اظہارِ مسرت ومحبت کر رہے ہیں اور اس طرف اشارہ ہے کہ ان کے مٹائے سے یہ کتاب ودین کیا مٹ سکتا ہے بارگاہِ قدس کا منشا اس کے پھیلانے کا ہے۔ اور اس طرف بھی کہ انسان کا تو یہ حال ہے کہ وہ اپنی فائدہ بخش چیز کا دشمن ہو رہا ہے باوجودے کہ سخت محتاج ہے اور اس پر اس کی سرتابی سے بلا نازل ہونے والی ہے اور حاملانِ عرش کہ جو گناہوں سے پاک ہیں خدا تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس میں مصروف ہیں اور اس طرف بھی کہ وہ ملائکہ جو انسان کے پیدا ہونے کے وقت یہ کہتے تھے کہ یہ دنیا میں فساد وگناہ کرے گا اب وہ اس کے لیے استغفار ومعافی کے خواستگار ہیں انسان کو شرم چاہیے۔

فوائد: (۱)...... تسبیح، اللہ تعالیٰ کو جو اس کے لائق نہیں ان سے بری ثابت کرنا۔ تحمید، اس کے منعمِ حقیقی اور محسن علی الاطلاق ہونے کا اقرار کرنا پس تسبیح جلال کی طرف اور تحمید کمال کی طرف اشارہ ہے۔

۲)......ملائکہ کے حال میں تسبیح و تحمید کے بعد یہ فرمایا: ویؤمنون بہٖ کہ وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ حالانکہ تسبیح و تحمید وہی کیا کرتا ہے جو اس پر ایمان لایا ہوتا ہے۔ پھر اس لفظ کے ذکر کرنے سے یہ مقصود ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ عرش پر ان کو عیاناً و مشاہدۃً بیٹھا ہو۔ دکھائی دیتا تو ان کا ایمان لانا اس پر چنداں مدح و ثنا کی بات نہ ہوتی اس لیے کہ حاضر و مشاہدہ اور معائنہ کی چیز کا اقرار کرنا کوئی قابلِ تعریف بات نہیں۔ اگر کوئی آفتاب کو دیکھ کر اس کے روشن اور نورانی ہونے کا اقرار کرے تو کیا تعریف کی بات ہے؟

اس سے معلوم ہوا کہ ملائکہ نے خدا تعالیٰ کو تخت پر بیٹھے نہیں دیکھا غائبانہ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

صاحبِ کشاف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکتہ بیان کیا ہے اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو از حد پسند کیا ہے۔

تختِ رب العالمین و حاملین عرش سے متعلق شبہ کا ازالہ

۳)......اس سے یہ شبہ بھی اٹھ گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے تخت کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ تخت پر بیٹھا ہوا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے محافظ قرار پاتے اور خدائے تعالیٰ محدود مانا جاتا۔ حالانکہ وہ ان باتوں سے پاک ہے اور شبہ یوں اٹھ گیا کہ خدا تعالیٰ عرش پر اس طرح نہیں بیٹھا ہے کہ جس سے یہ شبہات پیدا ہوں بلکہ جس کو تختِ رب العالمین کہتے ہیں اس کی حقیقت تو وہی جانتا ہے مگر وہ اس کی تجلی کی جگہ ہے جس کی کیفیت احاطۂ بیان سے باہر ہے۔ اور یہی مذہب تمام اہلِ سنت والجماعت کے سلف و خلف محدثین و فقہاء و متکلمین کا ہے اور اس بارے میں جو احادیثِ صحیحہ وارد ہیں ان سے یہی مراد ہے نہ وہ کہ جو ظاہر الفاظ سے بعض نے سمجھ کر مجسمہ کا مذہب اختیار کر کے اس کو اہلِ حدیث (محدثین) کا مذہب قرار دیا ہے اور لوگوں کو خطرے میں ڈالا ہے اور اسلام کو موردِ طعنِ ملاعین بنایا ہے ایاک ثم ایاک۔

ملائکہ کے استغفار کی حقیقت

۴)......ملائکہ کے حق میں یہ بھی فرمایا: وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یہ بھی ان کی ایک خوبی ہے اس لیے کہ کمالِ سعادت دو باتوں میں ہے ایک تعظیم امر اللہ دوسرے شفقت بر خلقِ خدا۔ پس يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ میں تو پہلی بات ثابت کی۔ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ میں دوسری۔

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: کی قید اس لیے لگائی کہ خدا کے دشمنوں پر قہرِ الٰہی ہے ایسے موقع پر مالک کے مخالفوں کی کون خیر خواہی کر سکتا ہے؟۔

اب ملائکہ کے استغفار کا تو یہ اثر ہوتا ہے کہ مسلمان بندے کو توبہ کی توفیق عطا ہوتی ہے۔ یا اللہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

اور عام ہے کہ عموماً ایمان داروں کے لیے معافی مانگتے ہیں یا خاص خاص نیک بندوں کا بھی نام لیتے ہوں۔

اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ کفار جو ملائکہ کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں سمجھ کر پوجتے ہیں تو وہ ان کے لیے دینا لینا مراد بر لانا تو درکنار خدا تعالیٰ سے ان کے حق میں معافی بھی نہیں مانگتے۔ معافی بھی مانگتے ہیں تو صرف ایمان والوں کے لیے اور دعا بھی کرتے ہیں تو انہیں کے لیے۔

دعاء مانگنے کا طریقہ

۵)......رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا: یہ ان کی خدا تعالیٰ سے دعا ہے ایمان داروں کے لیے۔

مگر دعا سے پہلے اس کی تسبیح و تحمید کرنا جو دعا کے لیے نورانیت اور اجابت کا مستحق ثابت کرتی ہے اور جس سے دعا کی جاتی ہے اس کو متوجہ کرتی ہے اور پھر اس کو بہ لفظ ربنا شروع کرنا اور مقصود سے پہلے بھی اس کی رحمت کا ذکر کرنا اور اس کے علم کا ذکر کرنا جو اپنی حاجت اور اخلاص کا یاد دلانا ہے دعا کے لیے رکن یا شرط یا عمدہ وصف ہے۔ گویا بندوں کو یہ بتلا دیا کہ دعا مانگنے کا یہ طریقہ ہے اور حاملانِ عرش یوں مانگا کرتے ہیں گستاخانہ سوال رد ہو جایا کرتا ہے۔ دعا سے پہلے کوئی عمل خیر ذکرِ الٰہی وغیرہ باعثِ قبولیتِ دعا ہے رحمت کو علم سے مقدم اس

لیے کیا کہ غرضِ اصلی تو اس کی رحمت کا اظہار ہے جو مدعا برآری کا باعث ہے اور علم کا بعد میں ذکر محض اس لیے آیا ہے کہ آپ ہر حاجت مند کی حاجت اور دردمند کے درد سے واقف ہیں۔ سو یہ عارضی بات ہے اس لیے مؤخر ہوئی۔

استغفار اور جہنم سے چھٹکارہ

٢)......فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ : اول وہ ان لوگوں کے لیے جو شرک وکفر سے تائب ہو کر دینِ الٰہی کے تابع ہو گئے ہیں ان کے بعض افعال پر جوازِ قسمِ معاصی بمقتضائے بشریت ان سے صادر ہو گئے ہیں۔ مغفرت مانگتے ہیں یہ اسی یستغفرون کا بیان ہے۔

پھر ان کے لیے عذابِ جہنم سے رستگاری چاہتے ہیں جو ان کے معاصی پر ہونے والا تھا۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ یہ بھی کہتے ہیں وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ : کہ ان کو اس جنتِ عدن میں داخل کر کہ جس کا تو نے انبیاء کی معرفت ان سے وعدہ کیا تھا، اور انہیں پر بس نہیں بلکہ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ : کہ ان کے بزرگوں اور بیویوں اور اولاد میں سے جو نیک ہوں ان کو بھی ان سے ملا کر مل کر نہایت محظوظ رہیں، جدائی احباء کا بھی غم نہ رہے۔ باپ اور بیوی اور اولاد کا ذکر اہتمامِ شان کے لیے آیا ہے۔ ورنہ مراد عموماً اہلِ قرابت ومحبت ہیں بشرطیکہ وہ نیک ہوں۔

وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۔...الخ اور دیگر تکالیف سے بھی ان کو بچا اور جس کو تو نے اُن برائیوں اور تکلیفوں سے اُس روز بچا دیا تو اُس پر بڑی مہربانی فرمائی اور یہ بڑی مراد پانا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ﴿١٠﴾ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿١١﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۭ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ﴿١٢﴾

ترجمہ:......(قیامت کے دن) کافروں کو پکار کر کہہ دیا جائے گا کہ جس طرح (آج) اللہ کو تم سے بیزاری ہے (دنیا میں) اس سے بڑھ کر خود تم کو بیزاری تھی ❶ جب تم کو ایمان کے لیے بلایا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے ⑩ وہ کہیں گے اے ہمارے رب تو ہم کو دوبار مار چکا اور دوبار زندہ کر چکا پس ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا پھر اب بھی کوئی نکلنے کی راہ ہے؟ ⑪ (کہا جائے گا) یہ عذاب اس لیے ہوا کہ جب تم کو اکیلے اللہ کی طرف بلایا جاتا تو تم انکار کرتے تھے اور جب اس کے ساتھ اور ملایا جاتا تھا تو ایمان لاتے تھے پھر اب حکم اللہ ہی کے ہاتھ ہے جو بلند شان (اور) بہت بڑا ہے ⑫۔

ترکیب:......من مقتکم مصدر مضاف الی الفاعل و انفسکم منصوب بہ اذ تدعون ظرف لفعل محذوف تقدیرہ مقتکم اذ تدعون۔ المقت — دشمن گرفتن یقال مقتہ فہو مقیت و ممقوت (صراح) اثنتین نعتان لمصدر محذوف

❶......صحیح ترجمہ یوں ہے: البتہ (آج) اللہ کو تم سے جو بیزاری ہے وہ اس بیزاری سے کہیں بڑھ کر ہے جو خود تم کو اپنے آپ سے ہے۔ علامہ حقانی نے آگے تفسیر بھی اسی ترجمہ کے مطابق بیان فرمائی ہے۔ (م)۔

اى امتنا اماتتين اثنتين و احييتنا احياءتين اثنتين ذلكم مبتداء خبره محذوف العذاب بانه اى بسبب انه وحده مصدر فى موضع الحال من الله اى دعى مفردا۔

اہل ایمان کا مصائبِ آخرت سے محفوظ رہنا

تفسیر:...... ایمان داروں کی حالت بیان کرنے کے بعد کہ ان کے لیے آخرت کے امر میں ملائکہ یوں دعا کرتے ہیں جو مستجاب ہوگی اور وہاں جنتِ عدن اپنے صلحاء اقارب کے ساتھ جائیں گے مصائب آخرت سے محفوظ رہیں گے کفار کا حال بیان فرماتا ہے۔

اہل کفر کے احوال:...... اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ .. الخ کہ قیامت کے روز کفار کو پکار کر سنا دیا جائے گا جب کہ وہ جہنم اور وہاں کی سختیاں دیکھ کر نا خوش اور ناراض اور غصہ ہوں گے کہ دنیا میں جب کہ تم کو ایمان لانے کے لیے کہا جاتا تھا اور تم انکار کرتے تھے اس وقت خدا تعالیٰ کو تم پر غصہ اور ناخوشی ہوتی تھی سو وہ غصہ اس کا تمہارے آج کے غصے سے جو تم کو اپنے اوپر آ رہا ہے بڑھ کر تھا تم نے اس کے غصے کی پرواہ نہ کی اب وہ تمہاری ناراضگی اور دل تنگی اور غصے کی بھی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔

کفار کی عذر خواہی:...... یہ سن کر کفار عذر کریں گے:

قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا ... الخ کہ اے رب تو نے ہم کو دو بار موت اور دو بار زندگی دی اس سے ہم کو تیری قدرت اور حشر پر یقین آ گیا، دنیا میں نہ آیا تھا اب ہم اپنے گناہوں کے مقرر ہو گئے پھر اب بھی کوئی رستگاری کا راستہ اور چھٹکارے اور رہائی کی کوئی صورت ہے؟

دو موت، دو زندگیاں:...... اول موت سے مراد عدم کا زمانہ ہے کہ جس میں انسان نہ تھا۔ یا وہ تھا مگر ماں کے پیٹ میں گوشت و پوست کا ایک پتلا تھا اس میں جب تک روح نہ پڑی تھی اور ماں کا پیٹ اس کی گور تھا۔ کیوں کہ اماتت کے معنی کسی شئ کا معدوم الحیات کر دینا ہے، عام ہے کہ ابتداء میں ہو یا بعد میں کر دیا جائے اس لیے کہتے ہیں سبحان من صغر البعوض و کبر الفیل۔

اس کے یہ معنی نہیں کہ مچھر پہلے بڑا تھا پھر اس کو چھوٹا کر دیا بلکہ ابتداء چھوٹا پیدا کیا اور دوسری موت بھی عرفی موت ہے کہ جس وقت انسان کی روح اس کے بدن سے الگ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح پہلی زندگی سے مراد دنیا کی زندگی دوسری دوسری بار زندہ کرنے سے، مراد آخرت کی زندگی کہ جس کی ابتداء قبر سے ہے جیسا کہ جمہور اہلِ سنت کا مذہب ہے اور احادیثِ صحیحہ اس پر دال ہیں۔ اور عذاب و ثواب قبر پر یہ شبہ کرنا (کہ وہ کسی کو دکھائی نہیں دیتا ہے) غلط ہے، اس لیے کہ انسان کچھ اس ہیکل مخصوص ہی کا نام نہیں ہے بلکہ وہ جسم نورانی کا نام ہے جو اس بدن میں سرایت کیے ہوئے ہے پس وہ تم کو نظر نہیں آتا نہ اُس کا عذاب و ثواب۔

یہ دو موت اور دو زندگی سب کے لیے ہیں۔ ا۔ سورۂ صٰفٰت میں جو مؤمنین کا قول نقل ہے اس کے منافی نہیں اور وہ یہ ہے:

اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ۝ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى ... ان کی مراد موت یا اماتت سے وہ ہے جو زندہ ہونے کے بعد طاری ہوئی تھی سو وہ ایک ہی تھی اور اس کے بعد سے ان کو حیاتِ ابدی نصیب ہوئی۔ اور جگہ بھی یہ مضمون آیا ہے

(فقال فی سورۃ البقرۃ) كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۲۸

... کو جواب ملے گا: ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗ ... الخ کہ تمہاری یہ سزا تمہارے شرک کی وجہ سے ہے پس ہر حکم اللہ کے ہاتھ ہے وہ تم کو بار دگر دنیا ... بھیجے کا جو دو بار مرنے اور جینے سے تم نے اس کی خواہش کی ہے۔

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ⑬ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ⑭ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ⑮ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ⑯ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ⑰

ترجمہ:...... وہی تو ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھایا کرتا ہے اور آسمان سے تمہارے لیے روزی اُتارتا ہے اور سمجھتا وہی ہے جو (اللہ کی طرف)رجوع کرتا ہے⑬ پھر اللہ کو پکارو خاص اسی کے لیے عبادت کو مخصوص کر کے گو منکر برا مانیں⑭ وہ بلند مراتب تخت کا مالک ہے اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس کے پاس چاہتا ہے وحی بھیجتا ہے تا کہ وہ ملاقات (قیامت) کے دن سے ڈرا دے⑮ جس دن کے لوگ قبروں سے باہر آئیں گے اللہ پر کوئی بات ان کی مخفی نہ رہے گی کس کی حکومت ہوگی آج کے روز؟ ایک اللہ زبردست کی⑯ آج کے روز ہر شخص اپنے کیے کا بدلہ پائے گا آج کے روز کچھ ظلم نہ ہوگا اللہ جلد حساب لینے والا ہے⑰۔

ترکیب:...... هو الذی مبتداء یریکم خبره وینزل خبر ثان ولو وصلیة یتعلق بادعوا الله۔ رفیع الدرجٰت: خبر ثالث، ذو العرش: خبر رابع، یلقی الروح: خبر خامس، من امره متعلق بیلقی، من عباده بیان لمن یشاء لینذر فاعله الضمیر یرجع الی الله والمفعول محذوف العذاب یوم التلاق مفعول فیه للعذاب ویمکن یکون مفعولا به یوم هم بدل منه۔

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا کہ مشرکوں کا یہ حال ہے کہ جب صرف اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو ناخوش ہوتے ہیں اور جو اس کے ساتھ اوروں کو بھی بلایا جاتا ہے تو خوش ہو جاتے ہیں۔ اب یہاں یہ بات بتلاتا ہے کہ اس کے ساتھ کون شریک ہو سکتا ہے تمام کاربار اور جمیع منافع انسانیہ دینیہ و دنیویہ اسی کے ہاتھ ہیں۔

حاجات انسانیہ:...... فقال: هُوَ الَّذِيْ..الخ انسان کی دو حاجت ہیں، ایک روحانی کہ اس کی روح کو دلائل دینیات کے سبب درطۂ جہالت سے نکالا جائے، اس کی نسبت فرماتا ہے: يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ کہ وہ تم کو ہر وقت اپنی قدرت کی نشانیاں دکھایا کرتا ہے۔

دوسری حاجت بدنی ہے رزق و روزی تندرستی وغیرہ چیزیں عطا کرنا اس کی نسبت فرماتا ہے:

وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا: کہ وہ آسمان سے تمہارے لیے روزی بھیجتا ہے پانی برسانا اوپر سے اور آفتاب و مہتاب و دیگر ستاروں کی تاثیرات سے کھیتی غلہ میوہ جات پکانا ہواؤں کا بدلنا، سب کام جو صحت و رزق کے اسباب میں سے ہے آسمان سے نازل ہوتا ہے وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ⑬ مگر ان باتوں کو ہر کوئی نہیں سمجھتا بلکہ وہی جو خدا کی طرف دھیان رکھتے ہیں۔ پس جب تمہارے

معبودوں میں سے کوئی بھی ان باتوں میں شریک نہیں تو۔

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ خاص اللہ ہی کو پکارا کرو نیاز مندی اور اخلاص سے گو کافر ناخوش ہوا کریں۔

باری تعالیٰ کے چند اوصاف:......اس کے بعد اپنے اور چند اوصاف ذکر کرتا ہے جو اس کے شان الوہیت کی دلیل ہیں۔

اول: رفیع الدرجٰت:......رفیع بمعنی رافع اور بمعنی مرتفع بھی ہوسکتا ہے۔

پہلی صورت میں یہ معنی ہونگے کہ وہ انبیاء و اولیاء کے دنیا میں درجے بلند کرتا ہے یا مخلوق کے علم و دولت عقل و صورت سعادت و شقاوت میں درجے بلند کیا کرتا ہے۔ایک کو ایک سے بالا کرتا ہے نہ کہ تمہارے معبود کرتے ہیں۔

دوسری صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ وہ جمیع صفاتِ کمال وجلال میں تمام موجودات سے بلند رتبہ ہے، اس کے مرتبہ کو کوئی نہیں پہنچ سکتا، نہ کسی کی حیات اس کی حیات کے برابر ہے، نہ قدرت وعلم اس کے برابر ہے، نہ کوئی واجب الوجود ہے بلکہ سب اس کے ذات وصفات میں محتاج ہیں وہ کسی بات میں کسی کا محتاج نہیں۔

دوم: ذوالعرش:...... وہ تخت کا مالک ہے۔تختِ اسی کے لیے ہے اور جو کوئی ہے اس کی رعیت و مطیع ہے۔وہی انصاف کرتا ہے، وہی دیتا، لیتا ہے۔پہلی صفت مراتبِ دنیا کی طرف، دوسری آخرت کے مراتب پست و بالا کرنے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

سوم: القائے روح:...... یلقی الروح کہ اپنے بندوں میں سے وہ جس پر چاہتا ہے روح کا القا کرتا ہے۔روح سے مراد وحی ہے کہ جس طرح روح سے ابدان کو حیات حاصل ہوتی ہے اسی طرح وحی سے حیاتِ ابدی حاصل ہوتی ہے:

کماقال: وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ○

اور بعض کہتے ہیں جبرائیل مراد ہیں۔ کماقال: نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

مقصد یہ ہے کہ رفع درجات کے لیے یا بندوں کی تدبیرِ آخرت کے لیے اللہ جس پر چاہتا ہے وحی نازل کرتا ہے اس میں تمہارا اختیار نہیں اور وحی کیوں نازل کرتا ہے؟ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ کہ اللہ یا اس کا رسول بندوں کو ملنے کے دن سے ڈرائے

کہ ایک دن خدا سے ملنے اور جزا و سزا ملنے کا بھی دن آنا ہے۔وہ کون سا دن ہوگا؟

يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ○ کہ جس روز بندے قبروں سے نکل کر ظاہر ہوں گے یا کسی ٹیلے یا پردے کی آڑ نہ ہوگی یا کوئی اور اس کے اعمال نہ چھپیں گے۔لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ..الخ اللہ پر ان کی کوئی بات مخفی نہ ہوگی۔اُس دن کہا جائے گا کہ آج کس کی حکومت ہے؟ سب کہیں گے اللہ کی، جو اکیلا اور زبردست ہے۔اُس روز کسی پر ظلم نہ ہوگا ہر ایک اپنے کیے کا بدلہ جلد پائے گا۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۬ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿۱۸﴾ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿٢٠﴾ ع

ترجمہ: ...... اور ان کو قریب آنے والے دن سے ڈرا جس دن کہ دل گھٹ گھٹ کر گلوں تک آ جائیں گے (اُس دن) ظالموں کو نہ کوئی بچانے والا ہوگا اور نہ کوئی سفارشی کہ جس کی بات مانی جائے ﴿١٨﴾ وہ آنکھوں کی خیانت اور دل کے بھید جانتا ہے ﴿١٩﴾ اور اللہ انصاف سے فیصلہ کریں گے، اور اس کے سوا جن کو وہ پکارتے کچھ بھی فیصلہ نہ کرسکیں گے البتہ اللہ جو ہے تو سنتا دیکھتا ہے ﴿٢٠﴾۔

ترکیب: ...... كاظمين حال من القلوب و جمع جمع العقلاء للاسناد اليها مايسند الى العقلاء وقيل باعتبار اهل القلوب لان المعنى اذقلوب الناس لدى حناجرهم فيكون حالامنهم۔ والخائنة مصدر كالعافية والكاذبة والجملة خبر آخر عن المبتدأ وهو الذى وفيه تقديم وتاخير اى يعلم الاعين الخائنة وقيل الاضافة بمعنى من اى الغائبة من۔

قیامت کی ہولناکی

تفسیر: ...... اس جگہ قیامت کا دوسرا وصف بیان فرما کر اس سے ہول دلایا جاتا ہے:

فقال: وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ کہ لوگوں کو اُس قریب آنے والے دن سے ڈرا۔

أزفة بروزن فاعلة من ازف الامر اذادنا و حضر یہی لفظ اسی معنی میں ایک اور جگہ بھی آیا ہے: اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿٥٧﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿٥٨﴾ (سورة النجم)

ایک شاعر کہتا ہے: ؎

ازف الترحل غير ان ركابنا لما نزل برحالنا و كان قد

یہ محذوف کی صفت ہے ای یوم القیامۃ الازفۃ۔ اس سے مراد قیامت کا دن ہے لوگوں کی نظروں میں بعید ہے مگر یقیناً آنے والی چیز ہے اور آنے والی چیز بہت قریب سمجھی جاتی ہے عقلاء کے نزدیک۔ سو وہ کوس پرے کی بلا کو آنکھوں کے سامنے دیکھتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد موت کا دن ہے جو بہت ہی قریب ہے۔ یہ ابو مسلم کا قول ہے۔

کیفیتِ بروز قیامت: ...... پھر اس دن کی کیفیت بیان فرماتا ہے:

اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۝ کہ وہ بڑی مصیبت اور رنج و محن کا دن ہے کہ دل گھٹ کر گلوں تک آ جائیں گے۔

یہ کنایہ ہے شدتِ خوف سے جیسا کہ ہمارے محاورے میں کہتے ہیں ناک میں دم آ گیا۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ شدتِ غم و الم کے وقت پھیپھڑا پھول کر اوپر کو اُٹھ آتا ہے اور اسی میں دل بھی۔ یہ ایک محاورے کی بات ہے اس پر اعتراض کرنا جہالت ہے۔

کاظم: اس ساکت اور چپ کرنے والے کو کہتے ہیں جو دل میں تو جوش یا رنج بھرا ہو مگر منہ سے کچھ نہ کہے۔

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿١٨﴾ کہ اُس روز ظالموں کا نہ کوئی حمایتی و مددگار ہوگا اور نہ کوئی سفارشی کہ جس کی بات ضرور مانی جائے جیسا کہ مشرکین اپنے معبودوں کی طرف (سے متعلق) گمان کرتے ہیں۔

معتزلہ کہتے ہیں ہر کبیرہ ظلم ہے اور ظالم کا کوئی شفیع نہیں پس ثابت ہوا کہ اہلِ کبائر کے لیے شفاعت نہ ہوگی بلکہ اہلِ صغائر کے لیے بھی کیونکہ یہ بھی ظلم ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ظلم سے مراد کفر وشرک ہے اور کفار ومشرکین کو ظالمین کہا گیا جیسا کہ سیاق دلالت کرتا ہے۔ البتہ ان کے لیے کوئی سفارشی نہ ہوگا نہ مطاع نہ غیر مطاع۔

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ⑲ یہ ایک اور دہشتناک بیان فرماتا ہے کہ جس حاکم کے سامنے اُس روز ہونا ہوگا وہ ایسا ہے کہ آنکھ کی چوری (چھپا کر بدنظری کرنا جس کا دیکھنا جائز نہیں اس کو چوری سے یا کن انکھوں سے دیکھنا) اور دل کے خطرات اور ارادات بھی جانتا ہے کوئی عمل اس سے مخفی نہیں ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء کا نہ دل کا۔

وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ: اور دوسری بات یہ ہے کہ اُس روز اللہ ہی فیصلہ وانصاف کرے گا نہ اور کوئی اور انصاف بھی کس طرح سے، بے رو و رعایت نہ کسی سے رشوت لے گا، نہ کسی سے دبے گا، عدل کرے گا، نہ شریف کی شرافت، نہ رذیل کی رذالت کو دیکھا جائے گا امیر وغریب شاہ وگدا (بادشاہ وفقیر) برابر ہوں گے۔

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ

اور تیسری بات یہ ہوگی کہ اللہ کے سوا جن کو یہ لوگ اُس دن کی امید پر پکارتے ہیں کچھ بھی فیصلہ کرنے کے مجاز نہ ہوں گے۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ⑳

چوتھی بات یہ ہے کہ ہر بات سنتا ہر کام دیکھتا ہے کوئی بات اس سے مخفی نہیں، برخلاف ان کے معبودوں کے۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ㉑ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ㉒ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۙ㉓ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ㉔ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ㉕

ترجمہ:......پھر کیا انہوں نے ملک میں پھر کر نہیں دیکھا کہ ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا؟ جو ان سے زیادہ قوت والے اور ملک میں زیادہ نشانیاں باقی چھوڑنے والے تھے پھر اللہ نے ان کو ان کے گناہوں سے پکڑ لیا اور ان کو (عذاب) اللہ سے کوئی نہ بچا سکا㉑ یہ اس لیے کہ ان کے پاس رسول نشانیاں لے کر آیا کرتے تھے سو انہوں نے انکار کیا پھر اللہ نے ان کو پکڑ لیا کیوں کہ وہ زبردست سخت سزا دینے والا ہے㉒ اور البتہ ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور ظاہر حجت دے کر㉓ فرعون اور ہامان اور قارون کے پاس بھیجا تھا تو انہوں نے کہہ دیا کہ جادوگر نرا جھوٹا ہے㉔ (الغرض) جب ان کے پاس موسیٰ ہمارے ہاں سے حق لے کر آئے تو کہہ دیا کہ جو لوگ اس پر ایمان لائے ہیں ان کے بیٹوں کو مار

ڈالوں اوران کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دو اور کافروں کے داؤ تو محض غلط ہوا کرتے ہیں۞۔

دنیاوی مصائب کا خوف جتا کر اہلِ کفر کو تنبیہ

تفسیر:...... منکرین کو عذابِ آخرت سے متنبہ کر کے دنیاوی مصیبتوں کا خوف دلاتا ہے اس لیے کہ وہ سنگ دل آخرت پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔ پھر وہاں کے عذاب سن کر اور بھی تمسخر کرتے تھے۔ اس لیے اب ان کو دنیا کی بلاؤں سے ڈراتا اور اس کا کامل یقین دلاتا ہے۔ ان سے پہلوں کی ہلاکت اور ان کے آثارِ باقیہ کو یاد دلا کر جو اُن کی آنکھوں کے سامنے موجود تھے اس لیے فرماتا ہے۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا...... الخ کیا ان کفارِ قریش نے جو یمن و شام میں تجارت کے لیے آیا جایا کرتے ہیں پھر کر نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے منکروں کا کیا انجام ہوا جو ان سے زیادہ طاقت ور تھے اور بڑے بڑے نشان دنیا میں چھوڑ گئے ہیں ان کے مکانات اور نشانوں سے زیادہ اُن کے نشان تھے جو اب تک مستحکم قلعے اور ان کے آثارِ شکستہ ان کی یادگار ہیں۔ پھر ان کو اللہ نے ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا اور ان کو کوئی نہ بچا سکا۔ جیسا کہ قومِ عاد، ثمود اور قومِ لوط۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ ... الخ یہ مصیبت اُن پر صرف اس لیے آئی کہ ان کے رسول ان کے پاس نشانیاں معجزات و آیات لے کر آئے تھے انہوں نے ان کا انکار کیا اور بدی سے باز نہ آئے پس اللہ نے ان کو پکڑ لیا اور وہ بڑا زبردست اور سخت سزا دینے والا ہے۔

عذابِ دنیوی سے کفار زیادہ ڈرتے ہیں اس لیے کہ ان کا مقصودِ اصلی دنیا اور اس کے تجملات ہی ہوتے ہیں، اُن پر مصیبت آنے کا تصور بھی ان پر شاق ہوتا ہے۔

طاقتِ فرعون کی حقیقت

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى: وہ ایک اجمالی بیان تھا۔ اس کے بعد تفصیل شروع کرتا ہے اور ان سے طاقت اور فرعون کی حقیقت بیان کرتا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے سے کھلی تھی کہ ہم نے موسیٰ کو فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف نشانیاں معجزے اور کھلی ہوئی حجت اور صداقت کی دلیل دے کر بھیجا تھا۔ اگرچہ موسیٰ علیہ السلام سب قوم کی طرف بھیجے گئے تھے مگر یہ ان کے سردار تھے اس لیے ان کا بالتخصیص نام لیا گیا۔

فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ۞ تو سب نے جھوٹا جادوگر بتایا۔ قارون گو بنی اسرائیل میں سے تھا اور بظاہر اس نے یہ نہ کہا تھا مگر اس کا مقابلہ کرنا جیسا کہ پہلے بیان ہوا گویا زبانِ حال سے یہ کہہ دینا ہے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ: جب قومِ فرعون کے پاس موسیٰ دینِ حق لے کر آئے تو بجائے اس کے کہ مانتے فرعون نے یہ حکم دے دیا کہ ان بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرو جو موسیٰ پر ایمان لائے ہیں ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دو کہ فرعونیوں کے کام میں آئیں۔

یہ دوبارہ حکم تھا جو موسیٰ علیہ السلام کے دینِ حق لے کر آنے کے بعد ایمان داروں کے برباد و خراب کرنے کے لیے اس لعین نے دیا تھا۔

مگر اس سے کیا ہوتا ہے۔ اس لیے کہ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ۞ کفار کے سب داؤ اور کل تدبیریں خدا تعالیٰ کی مشیت کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتیں سب بے کار اور ضائع ہو جاتی ہیں۔ آخر کار وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ فرعون اور اس کے سردار اور لشکر غارت ہوا موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل سلامت چلے گئے۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ

اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِى الْاَرْضِ الْفَسَادَ۞۲۶ وَقَالَ مُوْسٰى اِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّىْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ

كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ۞۲۷ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ ع ۴

يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗۤ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّىَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ

رَّبِّكُمْ ؕ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ

يَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ۞۲۸ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ

الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۫ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ

مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ۞۲۹ وَقَالَ الَّذِىْۤ

اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّىْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ۞۳۰ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ

نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ۞۳۱

ترجمہ:......اورفرعون نے کہا مجھے چھوڑو کہ میں موسیٰ کو مار ڈالوں اور وہ اپنے رب کو بلاتا رہے (چونکہ) مجھے خوف ہے کہ تمہارا دین بدل دے یا زمین میں فساد برپا کردے۞۲۶ اور موسیٰ نے کہا میں تو اپنے اور تمہارے رب کی ہر ایک متکبر سے جو حساب کے دن پر ایمان نہیں رکھتا پناہ لے چکا ہوں۞۲۷ اور فرعون کے خاندان میں سے ایک ایمان دار مرد نے جو اپنا ایمان مخفی رکھتا تھا (یہ) کہا کہ کیا تم ایک شخص کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں بھی لے کر آیا ہے اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اس پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہے تو اس کی ان باتوں میں سے کہ جن کا تم سے وعدہ کرتا ہے تم پر کوئی نہ کوئی تو آہی پڑے گی بے شک اللہ اس کو جو بیہودہ جھوٹا ہو ہدایت نہیں کیا کرتا۞۲۸ اے قوم! آج تو تمہاری حکومت ہے تم ملک میں غالب ہو رہے ہو ہماری کون مدد کر سکے گا اگر ہم پر خدا کا عذاب آپڑے فرعون نے کہا میں تو تم کو وہی سمجھاتا ہوں جو مجھے سوجھی ہے اور میں تو تم کو سیدھا ہی رستہ بتاتا ہوں۞۲۹ اور اس شخص نے جو ایمان لایا تھا (یہ) کہا کہ اے قوم! مجھے تو تمہاری نسبت (اگلی) امتوں جیسے دن کا اندیشہ ہو رہا ہے۞۳۰ جیسا کہ قومِ نوح اور عاد اور ثمود اور ان سے پچھلوں کا حال ہوا اور اللہ تو بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنا نہیں چاہتا۞۳۱۔

ایک مردمؤمن کا قصہ

تفسیر:......یہ اسی قصے کا تتمہ ہے کے فرعون نے لوگوں کی تسلی اور اپنی شوکت جتلانے کے لیے یہ بھی کہا کہ مجھے چھوڑو کہ میں موسیٰ کو قتل کروں اور وہ اپنے رب کو بلائے، دیکھیں وہ کیا کرتا ہے اور کیوں کر بچاتا ہے؟ (جانتا تھا کہ قتل کروں گا تو بلا آجائے گی اس لیے کہ معجزات دکھا چکا تھا گویا لوگوں نے اس کو قتل سے روک رکھا تھا) یہ اس لیے کہ اگر قتل نہ کروں تو مجھے ڈر ہے کہ تمہارے دین کو بدل دے گا

بت پرستی چھڑا کر خدا پرستی پر لگا دے گا یا ملک میں فساد برپا کرے گا کہ وہ سرغنہ ہے بہت لوگ اس کے تابع ہو کر سرکشی اور بغاوت پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اس کے جواب میں موسیٰ نے یہ کہا:

اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ... الخ کہ میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں ہوں ہر ایک متکبر سے جو حساب کے دن سے نہیں ڈرتا۔ مطلب یہ کہ میرا محافظ اللہ ہے۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ... الخ اور فرعون کے خاندان میں سے ایک ایمان دار مرد نے جو کہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا تھا مگر فرعون کے ڈر سے اس کو مخفی رکھتا تھا یہ کہا کہ تم ایک شخص کو کیا اس جرم میں قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ اللہ کو اپنا رب کہتا ہے اور حال یہ ہے کہ وہ تمہارے پاس معجزات ونشانیاں لے کر بھی اپنی صداقت پر آیا ہے۔ یعنی یہ جرم نہیں کہ جس پر قتل کیا جائے۔ پس اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا وبال اس پر پڑے گا آپ خراب ہو جائے گا اس لیے کہ جھوٹے کو فلاح نہیں۔ اور اگر وہ سچا ہے تو فرض کرو کہ کل باتیں نہیں مگر بعض تو ضرور تم پر پڑیں گی کہ جن کا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے۔ وہ شخص دل میں موسیٰ علیہ السلام کو سچا جانتا تھا مگر ان کے سمجھانے کے لیے اس طریق پر مصلحت آمیز کلام کرتا تھا کہ جو ان کے دل میں اثر کرے بشرطیکہ کچھ عقلِ سلیم بھی ہو۔

پھر کہا: يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ... الخ کہ آج کے دن تمہاری حکومت اور تم کو غلبہ ہے مگر اس پر گھمنڈ نہ کرنا اگر اللہ کی طرف سے ہم پر اس کے مقابلہ سے کوئی بلا آ گئی تو کوئی بھی ہماری مدد کرنے والا نہ ہوگا۔

فرعون نے کہا جو میری رائے ہے تم پر ظاہر کرتا ہوں اور تم کو اچھی اور عمدہ بات اور سیدھا رستہ بتاتا ہوں۔

اس مردِ خدا نے کہا انی اخاف الخ کہ اگلی قوموں نے جیسا کہ قومِ نوح وعاد وثمود اور (جو) ان کے بعد تھیں برے کام کیے تھے برباد ہو گئیں ویسا ہی حال تمہارا ہوتا معلوم ہوتا ہے۔ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ انسان آپ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارتا ہے۔

وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿٣٢﴾ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ
مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ
مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ۭ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ
لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُۨ ﴿٣٤﴾
الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۭ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ
وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿٣٥﴾

ترجمہ: ...... اور اے قوم! میں تم پر پکار کے دن سے خوف کھاتا ہوں ﴿٣٢﴾ جس دن کہ تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے (اور) اللہ سے تم کو کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور جس کو کہ اللہ گمراہ کرتا ہے پھر اس کے لیے کوئی بھی ہدایت کرنے والا نہیں ﴿٣٣﴾ اور اس سے پہلے یوسف تمہارے پاس نشانیاں لے کر آئے تھے پھر جو کچھ کہ وہ تمہارے پاس لے کر آئے تھے تم اس میں (ہمیشہ) شک ہی کرتے رہے یہاں تک کہ جب وہ مر گئے تو تم نے کہہ دیا

کہ اس کے بعد اللہ کسی رسول کو نہیں بھیجے گا جو بیہودہ شکی ہوتا ہے اللہ اس کو یوں ہی گمراہ کیا کرتا ہے۞ کہ ان کے پاس کوئی سند تو آئی ہوئی ہوتی نہیں (یوں ہی) اللہ کی آیتوں میں جھگڑا مچایا کرتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کے نزدیک (یہ) بڑی نازیبا بات ہے اللہ ہر ایک متکبر سرکش کے دل پر اسی طرح سے مہر کر دیا کرتا ہے۞۔

مردِ مؤمن کی قومِ موسیٰؑ کو نصیحت

تفسیر:......یہ اُس مومن کا ایک اور قول ہے: يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ۞

(تناد کو جمہور نے تخفیفِ دال وحذفِ یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کی اصل تنادی ہے یا بابِ تفاعل سے نادیٰ ینادی نداء بمعنی آواز سے مشتق ہے) کہ اے قوم! مجھے تمہاری نسبت آواز دینے کے دن سے ڈر ہے۔ اس سے مراد قیامت کا دن ہے کہ ملائکہ پکاریں گے اور اہلِ جنت کو ان کے مکانات کی طرف آنے کو کہیں گے یا ایک دوسرے کو مدد کے لیے پکارے گا جس طرح کہ مصیبت کے وقت پکارا کرتے ہیں اور ممکن ہے کہ اس سے غرض اس کی دنیا میں مصیبت اور ہزیمت کا دن ہو جس کے آنے کی خبر اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دی تھی یا اس کو خود سنت اللہ کو دیکھ کر معلوم ہو گیا ہو کہ انبیاء علیہم السلام سے مقابلہ کرنے والے ایک روز آسمانی بلا میں گرفتار ہوتے ہیں اور اس مصیبت کے وقت اپنے یار وانصار کو پکارا کرتے ہیں ان پر بھی وہ دن آنے والا ہے۔ وہ کون سا دن ہے؟

يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ: وہ کہ جس روز تم پیٹھ دے کر بھاگو گے اور خدا کے قہر سے تم کو کوئی نہ بچائے گا (چنانچہ یہ معاملہ بحر قلزم میں غرق ہونے کے دن پیش آیا)۔ نصیحت تمام کر کے یہ بھی فرما دیا:

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ۞ کہ جس کو اللہ گمراہ کرتا ہے اس کو کوئی ہدایت نہیں کر سکتا۔ یعنی اگر تم نے میری نصیحت پر عمل نہ کیا اور نہ کرو گے تمہاری حالت سے معلوم ہوتا ہے تو سمجھ لو کہ تم کو خدا ہی نے گمراہ کر دیا پھر میری ہدایت کیا نفع دے سکتی ہے۔ یہ مایوسی کا کلمہ ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ ...الخ یہ بھی اسی مؤمن کا کلام ہے۔ بعض کہتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا۔ کہ موسیٰ کا نبی ہو کر تمہارے پاس آنا کوئی نئی بات نہیں ان سے کئی سو برس پہلے فرعونِ سابق کے عہد میں حضرت یوسف علیہ السلام تمہارے پاس دلائل ومعجزات لے کر آئے تھے انہوں نے بھی مصریوں کو بہت کچھ سمجھایا، بت پرستی سے منع کیا، مگر نہ مانا آخر جب ان کا انتقال ہو گیا تو کہنے لگے کہ اب ان کے بعد خدا تعالیٰ کسی رسول کو نہ بھیجے گا ان کی زندگی میں تو ان کے منکر رہے اور ان کے بعد اور آئندہ آنے والے رسولوں کے منکر ہو گئے اور سلسلۂ رسالت کا ہی انقطاع کر بیٹھے۔ یہ بڑی گمراہی اور سخت سرکشی ہے اور ان پر کیا موقوف ہے۔

كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ۞ بلکہ ہر بے ہودہ اور حد سے باہر ہونے والے اور شک کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ یوں ہی گمراہ کر دیا کرتا ہے۔ ان کو جو یجادلون الخ اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی سند اور دلیل کے ناحق جھگڑا کیا کرتے ہیں جو عند اللہ اور عند المؤمنین بڑی نازیبا بات ہے۔ اور اسی طرح سے ان کے دلوں پر مہر بھی کر دیا کرتا ہے پھر ان کے دلوں میں حق بات نہیں جاتی یہ ان کی سرکشی اور تکبر سے ہوتا ہے۔ (اس میں قریشِ مکہ کی طرف اشارہ ہے کہ فرعونیوں پر کیا موقوف ہے تمہارا بھی یہی حال ہے پھر جو اُن کا انجام ہوا تمہارا بھی ہو گا۔ گو قریش بحرِ قلزم میں نہ ڈوبے مگر قحط اور قتلِ بدر کی بلا کے بحرِ عمیق میں ایسے غرق کیے گئے کہ الٰہی توبہ الٰہی توبہ)۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ۞ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ

فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ

وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ ع

يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا

مَتَاعٌ ۡ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِىَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ

اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّاَنَا نصف

اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ

فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ

النَّارِ ﴿۴۳﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾

ترجمہ:......اور فرعون نے کہا اے ہامان میرے لیے ایک محل تو تیار کرتا کہ میں اُن راستوں سے ﴿۳۶﴾ جو آسمان کے رستے ہیں پہنچ کر موسیٰ کے خدا کو دیکھ آؤں اور میں تو اس کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں اور اسی طرح فرعون کے بُرے کام اس کی آنکھوں میں بھلے معلوم ہو رہے تھے اور وہ رستہ سے روکا گیا تھا اور فرعون کی تدبیریں تو سراسر بربادی بخش تھیں ﴿۳۷﴾ اور اس ایمان والے نے کہا اے قوم میری پیروی کرو کہ میں تم کو سیدھے راستہ پر لے چلوں ﴿۳۸﴾ اے قوم! یہ دنیا کی زندگانی جو ہے تو کچھ برتنے کے لیے ہے اور آخرت کا گھر ہی ٹھیرنے کی جگہ ہے ﴿۳۹﴾ جس نے بُرا کام کیا تو اُتنی ہی سزا پائے گا اور جس نے نیک کام کیا خواہ مرد ہو خواہ عورت اور وہ ایماندار بھی ہو سو وہ جنت میں داخل ہوں گے جہاں ان کو بے حساب روزی ملے گی ﴿۴۰﴾ اور اے قوم میرا بھی عجب حال ہے کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھ کو آگ کی طرف بلاتے ہو تم مجھے اس بات کی طرف بلاتے ہو ﴿۴۱﴾ کہ میں اللہ کا منکر ہو جاؤں اور اس کے ساتھ اس کو شریک کروں کہ جس کو میں جانتا بھی نہیں اور میں تم کو زبردست بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں ﴿۴۲﴾ بلاشک تم مجھ کو جس کی طرف بلاتے ہو وہ تو نہ دنیا میں بلانے کے قابل ہے اور نہ آخرت میں اور بے شک ہم کو اللہ کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور بے شک بیہودہ لوگ ہی دوزخی ہیں ﴿۴۳﴾ پھر تم میری بات کو یاد کرو گے اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں بے شک اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے ﴿۴۴﴾۔

ترکیب:.......اسباب السمٰوٰت بدل مما قبله فاطلع بالنصب علی جواب الامر و بالرفع عطفا علی ابلغ و تدعوننی الجملة، و مایتصل بها: بدل أو تبیین لتدعوننی الاولیٰ و افوض الجملة حال من الضمیر فی اقول۔

فرعون کی حماقت:

تفسیر:.....فرعون نے پہلے کہا تھا: وَمَاۤ اَهۡدِیۡكُمۡ اِلَّا سَبِیۡلَ الرَّشَادِ۝۲۹ اب اس جگہ اس کی عقل وفہم کی کوتاہی بیان کی جاتی ہے کہ اپنے وزیر یا مصاحب ہامان سے یہ کہا کہ میرے لیے کوئی ایسا بلند مکان بنا کہ جس پر چڑھ کر موسیٰ کے خدا کو دیکھوں اور میں تو اس کو جھوٹا ہی جانتا ہوں۔ حماقت اس میں یہ ہے کہ موسیٰ کے اس کہنے سے کہ اللہ رب السمٰوٰت ہے وہ یہ سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پر رہتا ہے جیسا کہ طبائع عامہ فوقیت کے لحاظ سے اس کو آسمانوں پر بتاتے ہیں اور فرقہ مشبہ ومجسمہ فرعون کے قول کو سند میں لاتے ہیں۔

دوسری حماقت یہ تھی کہ اگر ہامان کوئی ایسا بلند مکان بھی بناتا تو غایۃ الامر بڑے سے بڑے پہاڑ کے برابر بناتا پھر اس احمق کو یہ نہ سوجھا کہ پہاڑ پر چڑھنے سے بھی تو یہ بات حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔

تیسری حماقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ محسوس نہیں، وہ بلندی پر چڑھ کر کیوں کر دکھائی دے سکتا ہے؟

اَسۡبَابَ السَّمٰوٰتِ: وہ چیزیں کہ جن سے استمداد لی جاتی ہے (جیسے) رستا وغیرہ۔

ایک اعتراض کا جواب:...... ہامان کی بابت اہلِ کتاب کا یہ اعتراض کرنا کہ فرعون کے عہد کے سیکڑوں برس بعد میں ہوا ہے محض غلط ہے۔ اس لیے کہ یہ اور (دوسرا) ہامان ہے۔ اب یہ بات ہے کہ توراۃ میں اس کا ذکر نہیں سو یہ بھی بے کار ہے۔ توراۃ میں سیکڑوں باتیں مذکور نہیں پھر کیا ان کا انکار ہوسکتا ہے؟ اور توراۃ محرف بھی ہو تو پھر اس پر کیوں کر اعتماد ہوسکتا ہے؟

ہامان نے کوئی ایسا محل اس احمق کے کہنے سے بنایا نہ تھا وہ تو اس کی موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کے لیے لوگوں کے سنانے کو ایک بات تھی۔

وَكَذٰلِكَ ...الخ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اس پر کیا بس ہے اور بہت سی باتیں غلط اور اعمالِ فاسدہ فرعون کے نزدیک عمدہ سمجھے جاتے تھے۔ وَصُدَّ جمہور نے معروف کا صیغہ پڑھا ہے ای صَدَّ فرعون الناس عن سبیل اللہ اور کوفیوں نے مجہول کا صیغہ پڑھا ہے۔ صَدًّا اس کا عطف زُیِّنَ پر ہوگا۔ اور بعض نے مصدر پڑھا ہے اس کا عطف سوء عملہ پر ہوگا۔ اس کے بعد اخیر تک اُس مردِ مومن کی گفتگو نقل ہے جو اس نے فرعونیوں کے مقابلے میں کی تھی جس میں دنیا کی بے ثباتی اور دارِ آخرت کا ذکر اور اپنی نصیحت کا وثوق بیان ہوا ہے۔

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوۡا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرۡعَوۡنَ سُوۡٓءُ الۡعَذَابِ۝۴۵ اَلنَّارُ يُعۡرَضُوۡنَ عَلَيۡهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ ۟ اَدۡخِلُوۡۤا اٰلَ فِرۡعَوۡنَ اَشَدَّ الۡعَذَابِ۝۴۶ وَاِذۡ يَتَحَآجُّوۡنَ فِى النَّارِ فَيَقُوۡلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡۤا اِنَّا كُنَّا لَكُمۡ تَبَعًا فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّغۡنُوۡنَ عَنَّا نَصِيۡبًا مِّنَ النَّارِ۝۴۷ قَالَ الَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡۤا اِنَّا كُلٌّ فِيۡهَاۤ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدۡ حَكَمَ بَيۡنَ الۡعِبَادِ۝۴۸ وَقَالَ الَّذِيۡنَ فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادۡعُوۡا رَبَّكُمۡ يُخَفِّفۡ عَنَّا يَوۡمًا مِّنَ الۡعَذَابِ۝۴۹ قَالُوۡۤا

اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا

دُعٰۗؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝۵۰ۧ

ترجمہ:...... پھر اللہ نے اس کو تو ان کے فریبوں کی برائی سے بچایا اور خود فرعونیوں پر سخت عذاب آ پڑا۴۵ وہ صبح و شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں اور جس دن کہ قیامت برپا ہوگی (حکم ہوگا) فرعونیوں کو سخت عذاب میں لے جاؤ۴۶ اور جب کہ دوزخی دوزخ میں باہم جھگڑیں گے، پھر کمزور سرکشوں سے کہیں گے کہ ہم تمہارے پیرو تھے پھر کیا تم ہم سے کچھ بھی آگ دور کر سکتے ہو؟۴۷ سرکش کہیں گے ہم تم بھی اس میں پڑے ہوئے ہیں البتہ اللہ اپنے بندوں میں فیصلہ کر چکا۴۸ اور دوزخی جہنم کے داروغوں سے کہیں گے کہ تم اپنے رب سے عرض کرو کہ وہ ہم سے کسی روز تو عذاب ہلکا کر دیا کرے۴۹ وہ کہیں گے کیا تمہارے پاس تمہارے رسول نشانیاں لے کر نہ آئے، وہ کہیں گے ہاں (لاتے رہے) فرشتے کہیں گے تو پڑے پکارا کرو اور کافروں کا پکارنا محض رائگاں ہوگا۵۰۔

فرعونیوں کا انجام

تفسیر:......اس کے بعد خدا تعالیٰ اُس مؤمن کے ایمان کا نتیجہ بیان کرتا ہے جو دنیا میں بھی اس کے سامنے آیا اور فرعونیوں کا انجام کار بیان فرماتا ہے۔

فقال: فَوَقٰىهُ اللّٰهُ... الخ کہ اللہ نے اس مومن کو فرعونیوں کے فریب و ایذا سے جو اس کو مؤمن سمجھ کر دینا چاہتے تھے بچا لیا اور خود فرعونیوں پر بڑا عذاب آ پڑا کہ وہ اول تو طرح طرح کی مصیبتوں میں جو موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے ان پر آئیں مبتلا ہوئے پھر بحرِ قلزم میں غرق ہوئے اور مرنے کے بعد ان کا یہ حال ہوا النار یعرضون الخ کہ صبح و شام آتشِ جہنم کے سامنے کیے جاتے ہیں۔ صبح و شام سے مراد خاص یہی دو وقت نہیں بلکہ دوام مراد ہے اس کو محاورے میں صبح و شام سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔

اور آگ کے سامنے لائے جانے سے مراد اس کا دکھایا جانا ہے۔ یا کم تر عذاب ہونا بہ نسبت آخرت کے۔

بعض کہتے ہیں آگ میں داخل ہونا مراد ہے۔ بولتے ہیں عرضھم علی السیف اذا قتلھم۔

عذابِ قبر کا ثبوت

بخاری و مسلم وغیرہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر میت کو صبح و شام اس کا اصلی ٹھکانا دکھایا جاتا ہے اگر جہنمی ہے تو جہنم اور جنتی ہے تو جنت اور کہہ دیا جاتا ہے قیامت کے روز تیرا یہ ٹھکانہ ہوگا۔ یہ عالمِ برزخ کی سزا و جزاء ہے جو ارواح کو ہوتی ہے اور یہ سزا بہ نسبت اصلی سزا کے جو قیامت کے روز ہوگی کم ہوتی ہے جیسا کہ قید سے پہلے حوالات ہوتی ہے۔ یہ آیت صاف دلیل ہے کہ مرنے کے بعد عذابِ قبر ہوگا اور ثواب بھی جیسا کہ اہلِ سنّت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ برخلاف معتزلہ کے (کہ) وہ حشر کے روز جزا و سزا ہونا کہتے ہیں اور اس درمیانی زمانے کو خالی قرار دیتے ہیں بدلیل قولہ تعالیٰ من بعثنا من مرقدنا اس کو خواب کا زمانہ کہتے ہیں۔ مرقدنا کے معنی ہم سورۂ یٰسین کی تفسیر میں بیان کر آئے ہیں۔ علاوہ اس آیت کے اہلِ سنت کے عقیدہ کے اثبات کے لیے بے شمار صحیح حدیثیں بھی وارد ہیں۔ اور عذاب و ثوابِ قبر پر جو نظر نہ آنے کا اعتراض ہے اس کا جواب ہم دے چکے ہیں۔ اور عالمِ آخرت میں یہ ہوگا۔

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ... الخ اور جس دن قیامت برپا ہوگی حکم ہوگا کہ فرعونیوں کو پوری سزا اور سخت عذاب میں لے جاؤ۔

وَاِذْ يَتَحَاجُّوْنَ فِي النَّارِ ...الخ یہاں سے دوزخ میں ان کی باہم تکرار ہونا بیان فرماتا ہے کہ جو دنیا میں کمزور اور تابع تھے، اپنے سرداروں سے کہیں گے ایک دن کے لیے تو ہمارے عذاب کو دفع کر دو تمہاری فرماں برداری کرنا کیا کام آئے گا۔ وہ کہیں گے ہم خود اس میں مبتلا ہیں۔ اور جہنم کے فرشتوں سے ناچار ہو کر تخفیف کی درخواست کریں گے۔ وہ کہیں گے دنیا میں رسول تمہارے پاس نشانیاں لے کر نہ آئے تھے؟ وہ کہیں گے آئے تھے فرشتے کہیں گے اب تم پڑے پکارا کرو تمہاری شنوائی نہیں۔ کافروں کی پکار نہیں سنی جاتی۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ دنیا میں کافروں کی دعا نہیں سنی جاتی۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿٥١﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿٥٢﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿٥٣﴾ هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿٥٤﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿٥٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿٥٦﴾

ترجمہ:...... ہم اپنے رسولوں اور ایمان داروں کے دنیا کی زندگی میں بھی مددگار ہیں اور اس روز بھی جب کہ گواہ کھڑے ہوں گے جس روز کہ ظالموں کو ان کا عذر کرنا کچھ بھی فائدہ نہ دے گا اور ان پر پھٹکار پڑے گی اور ان کے لیے بُرا گھر ہوگا اور البتہ ہم نے موسیٰ کو ہدایت نامہ (تورات) دی تھی اور بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنایا تھا جس میں عقل مندوں کی ہدایت اور نصیحت تھی پس صبر کرو کیونکہ وعدہ اللہ کا سچا ہے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہو اور اپنے رب کی خوبیوں کے ساتھ شام و صبح تسبیح کرتے رہو وہ جو اللہ کی آیتوں میں بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی دلیل آئی ہو جھگڑتے ہیں اور کچھ نہیں بس ان کے دل میں غرور[1] اور بڑائی کی ہوس ہے جس کو وہ نہ پہنچیں گے سو اللہ سے پناہ مانگو کیوں کہ وہ سنتا دیکھتا ہے ﴿٥٦﴾۔

ترکیب: ...... والذین فی محل نصب عطفا علیٰ رسلنا ای لننصر رسلنا و ننصر الذین آمنوا معھم۔ فی الحیوة الجار متعلق بننصر ویوم معطوف علیٰ فی الحیوة ای ننصر ھم فی الدنیا و فی الآخرة۔ یوم بدل من یوم یقوم الاشھاد ولھم اللعنة الجملة الاسمیة معطوف علیٰ لا ینفع۔ ھدی حال من الکتاب۔ قال الزجاج: الاشھاد جمع شاھد کصاحب و اصحاب وقال النحاس: لا یجی جمع فاعل علی افعال بل ھی جمع شھید کشریف و اشراف۔

---

[1] کہ ہم پیغمبر پر غالب آ جائیں گے۔ ١٢ منہ

تفسیر:......فرعونیوں کی بربادی اور بنی اسرائیل اور موسیٰ علیہ السلام کی سلامتی کا ذکر کر کے یہ بات بتلاتا ہے کہ کچھ موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم ہی پر سلامتی اور امدادِ غیبی موقوف نہیں ہم اپنے سب رسولوں اور ان کے ماننے والوں کو دنیا میں اور آخرت میں (کہ جس دن گواہ کھڑے ہوں گے یعنی عدالت کا تخت بچھے گا اور جس دن کے ظالموں کی معذرت کچھ نفع نہ دے گی اور ان پر لعنت یعنی خدا کی ناراضگی اور برا گھر یعنی جہنم ہوگا) فتح دیں گے کامیاب کریں گے۔ دنیا میں بھی فتح غلبہ پانے اور لوگوں میں ہمیشہ کے لیے بول بالا رہنے اور نیکی سے یاد کیے جانے اور ان کے دل میں سُرور اور فرحت و نور عطا ہونے اور بلاؤں سے نجات پانے اور مخالفوں کے دل میں رعب و وقار پیدا کرنے سے ہوتی ہے اور آخرت میں مغفرت اور جنت اور دوسروں کی سفارش کرنے کا اختیار دینے سے ہوگی۔

اس میں نبی ﷺ کو مژدہ دیا جاتا ہے اور کفارِ قریش کے کان کھولے جاتے ہیں خبردار رہو تمہارا زور و شوکت و حشمت و دولت فرعونیوں کی حشمت و دولت سے بہت کم ہے۔ دیکھو ان کا انجام کیا ہوا؟

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى ...الخ نصرت اور مددِ انبیاء کی ایک خاص بات بیان فرماتا ہے کہ فرعونوں کو ہلاک کر کے ہم نے موسیٰ کو ہدایت یعنی ہدایت کرنے والی کتاب تورات دی جو اس کے دین کے استحکام کی ایک رکنِ اعظم تھی اور ان کے بعد بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث کیا جو عقل مندوں کے لیے ہدایت و نصیحت ہے۔ اس تذکرے کے بعد جو آنحضرت ﷺ کی تسلی کے لیے ان کو سنایا گیا، رسولِ کریم ﷺ کو ان کی چندروزہ تکالیف پر برداشت کرنے کا حکم دیتا ہے۔

اہلِ ایمان کو صبر کی تلقین

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ: کہ صبر کرو اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ عنقریب تجھ کو اور تیرے رب کے ماننے والوں کو غلبہ ہوتا ہے۔

اور صبر کر کے بے کار نہ بیٹھو نہ اپنی زبان کو ان کے برا بھلا کہنے میں استعمال کرو۔ بلکہ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ۔

خود اپنے خدا تعالیٰ کے روبرو اپنی خطاؤں سے معافی مانگو۔ کیونکہ اگر بشریت سے ان کی ایذاؤں کے مقابلے میں کوئی بات خلافِ اَولیٰ سرزد ہوگئی ہو تو خدا تعالیٰ سے اس کی معافی مانگو تاکہ آپ بالکل بے الزام رہیں۔

بندہ گو کیسا ہی نیکوکار و ابرار ہو اور معصوم بھی ہو مگر مقتضائے عبدیت یہی ہے کہ اپنی نیکی پر گھمنڈ نہ کرے۔

دوسری بات یہ ہے کہ انبیاء اولوالعزم ہرچند صغائر و کبائر سے پاک تھے مگر بشر تھے۔ محبت کے طریقے میں ذرا ذرا سی بات جو خلافِ اولیٰ ہو ان کے نفوسِ قدسیہ کے لیے ایک بڑا گناہ سمجھا جاتا تھا اس لیے استغفار کا حکم ہوا اور بے گناہی پر بھی استغفار کرنا رفعِ درجات کا باعث ہے۔

— اور صرف استغفار ہی نہیں بلکہ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ صبح و شام اپنے رب کی مدح و ثنا تسبیح و حمد کیا کرو تاکہ فضلِ الٰہی جلد فتح یاب کرے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ...الخ یہاں یہ بات بتلاتا ہے کہ وہ جو اللہ کی آیتوں میں بغیر سند کے جاہلانہ حجت کیا کرتے ہیں یہ صرف ان کے دلی غرور کا باعث ہے جو وہ آپ سردار بننے کی خواہش رکھتے ہیں۔

ماھم ببالغیہ یہ ان کو حاصل نہ ہوگا۔ پس اب ان کے مکائد غرور سے اللہ کی پناہ چاہو وہ سمیع بصیر ہے۔

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا

يَعْلَمُوْنَ۝ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِیْٓءُ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَتَذَکَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَۃَ لَاٰتِیَۃٌ لَّا رَیْبَ

فِیْھَا وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ

ع لَکُمْ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دٰخِرِیْنَ ﴿۶۰﴾

ترجمہ:......البتہ آسمانوں اور زمین کا بنانا آدمیوں کے بنانے سے بڑھ کر ہے۔لیکن اکثر لوگ جانتے ہی نہیں ﴿۵۷﴾ اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں اور نہ ایمان والے اچھے کام کرنے والے بدکاروں کے برابر ہیں تم بہت ہی کم سمجھتے ہو ﴿۵۸﴾ بے شک! قیامت تو ضرور آنے والی ہے اس میں کچھ شبہ نہیں لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ﴿۵۹﴾ اور تمہارے رب نے فرما دیا ہے کہ مجھ کو پکارا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا البتہ وہ جو ہماری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں۔وہ ذلیل ہو کر جہنم میں ڈالے جائیں گے ﴿۶۰﴾۔

تفسیر:......ترغیب و ترہیب کے بعد پھر دلائلِ توحید و اثباتِ حشر کی طرف رجوع کرتا ہے۔

فقال: لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ...الخ کہ یہ منکرینِ حشر اس بات سے کیا تعجب کرتے ہیں کہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ بندوں کو بار دگر پیدا کرے گا اور اس بات کو کیا محال جانتے ہیں؟ اس لیے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے جو انسانوں کے پیدا کرنے سے بڑا کام ہے۔آسمانوں کی وسعت اور ان میں ایسے ایسے بڑے اجرامِ نورانی یعنی آفتاب و مہتاب اور ستارے کہ جو زمین سے ہزاروں حصہ بڑے ہیں عاقل کے لیے اس کی قدرتِ کاملہ پر دلیلِ بیّن ہیں ■۔

فیساغورس حکیم اور اس کے متبعین جو آسمانوں کا وجود ہمارے خیال کے موافق تسلیم نہیں کرتے اور آسمان فضا کو کہتے ہیں ان کے نزدیک اور زیادہ اس کی قدرتِ کاملہ کا ثبوت ہے۔وہ کہتے ہیں زمین بھی ایک چھوٹا سا تارا ہے جس میں یہ کچھ کائنات ہے اور یہ دیگر ستاروں کی طرح آفتاب کے گرد لاکھوں کوس کے فاصلہ سے گھومتی ہے۔اسی طرح زہرہ و مشتری وغیرہ ستارے اس سے بھی بڑے ہیں اور وہ بھی دورہ کرتے ہیں اور آفتاب بھی ایک بڑا جرم ہے وہ بھی دورہ کرتا ہے۔جو ہم کو نہایت چھوٹے چھوٹے تارے رات کو دکھائی دیتے ہیں وہ بُعد کی وجہ سے چھوٹے دکھائی دیتے ہیں ورنہ وہ زمین سے لاکھوں حصے بڑے ہیں۔

پھر حکماء حال نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ ان میں بھی انسان کی طرح سے حیوانات بستے ہیں اور وہاں روشنی آفتاب یا کسی اور ستارے سے پہنچتی ہے۔آفتاب کے رہنے والوں کو کسی اور نیّر سے آفتاب و مہتاب کی طرح سے روشنی پہنچتی ہے ان میں رہنے والوں کو زمین بھی ایک چھوٹا سا تارا معلوم ہوتا ہے اور ان لاکھوں کروڑوں ستاروں میں کہ جن میں سے ایک زمین بھی ہے بعض آفتاب سے منوّر ہیں بعض کسی اور سے۔

●......اس میں کلام یہ ہے کہ اس تقدیر پر جنت و دوزخ اس عالمِ جسمانی کی ایک جگہ ٹھیرتی ہے حالانکہ وہ ایک عالم ہے جس کو عالمِ باقی کہتے ہیں اور انوارِ نبوت سے یہی ہم کو معلوم کرایا گیا ہے۔اور فیساغورس کے قول کی اگر یوں اصلاح کرلی جائے کہ یہ سب ستارے کو کسی فلک میں نہیں جداگانہ کرات میں دورہ کرتے ہیں۔لیکن اس تمام فضا کو جس میں یہ دورہ کرتے ہیں سمٰوٰت احاطہ کیے ہوئے ہیں جس میں ملائکہ تسبیح و تقدیس و تدبیرِ امور میں مصروف ہیں ۱۲ منہ

■:......بعض نے اسی بات سے یہ خیال پیدا کیا ہے کہ ان اجرام میں سے جنت بھی ایک ایسا ہی جرمِ سماوی ہے جو بُعد کی وجہ سے نظر نہیں آتا۔وہاں آرام و آسائش دائمی ہے کیونکہ سب اجرام کے مادّے یکساں نہیں۔وہ سب میں زیادہ عافیت اور خلود و سرور کی جگہ ہے۔ارواحِ بشریہ جو نیک ہیں مرنے کے بعد یا قیامت برپا ہونے کے بعد وہاں بھیجی جاتی ہیں اور اس میں آرام سے رہتی ہیں۔اور جہنم ان میں سے ایک بدتر جرم ہے جو ظلمانی ہے اور زمین سے نیچے ہے وہاں بے شمار تکلیفیں ہیں مشرکین و کفار و گناہ گاروں کی روحیں وہاں جا کر عذاب میں رہتی ہیں اور جسم اسی کرۂ ارضی میں رہ جاتا ہے و فیہ ما فیہ ۱۲ منہ

پھر ان کی نورانیت اور ظلمت بھی مختلف ہے۔ پھر اس کی قدرت کو دیکھو کہ یہ سب ایک فضاء غیر محدود میں کس انداز سے دورہ کر رہے ہیں آپس میں ٹکرا نہیں جاتے نہ ان کے انتظام میں فرق آتا ہے۔ پس ایسے حکیم وقدیر کے نزدیک آدمی کا باردگر پیدا کرنا کیا مشکل ہے؟ مگر اس بات کو آنکھوں والے یعنی علم وعقل والے جانتے ہیں نہ اندھے۔ اس لیے فرماتا ہے۔

وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ...الخ کہ اندھا اور آنکھوں والا یعنی جاہل وعالم برابر نہیں اور نہ مؤمن نیک کام کرنے والا اور بدکار برابر ہو سکتے ہیں لیکن اے لوگو تم کم سمجھتے ہو۔ اس کے بعد پھر قیامت کے برپا ہونے کی خبر دیتا ہے۔

اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ...الخ کہ قیامت ضرور آئے گی اس میں کچھ بھی شبہ نہیں یعنی یقیناً آئے گی لیکن اکثر لوگ مانتے نہیں۔

قیامت دارِ آخرت میں جانے اور سُرورِ ابدی پانے کا وسیلہ ہے اس لیے جو باتیں اس عالم میں نافع ہیں ان کی تعلیم دیتا ہے۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ...الخ تمہارا رب فرماتا ہے مجھے پکارو میری عبادت کرو میں تم سے غائب نہیں ہوں میں تمہارا کہنا اور پکارنا سنتا ہوں عبادت قبول کرتا ہوں جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ
فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ
ثلاثہ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ یُؤْفَكُ الَّذِیْنَ
كَانُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ
بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ
رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ الْحَیُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ
مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۵﴾

ترجمہ:...... اللہ وہ ہے کہ جس نے تمہارے آرام کے لیے رات بنائی اور دیکھنے کو دن بنایا❶ بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرتا ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے ﴿۶۱﴾ وہ ہے اللہ تمہارا رب ہے جو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر کہاں بہکے چلے جاتے ﴿۶۲﴾ ہو اسی طرح وہ لوگ بھی بہک گئے تھے جو اللہ کی آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے ﴿۶۳﴾ اللہ وہ ہے کہ جس نے تمہارے ٹھیرنے کو زمین بنائی اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہاری صورتیں بنائیں پھر تمہاری اچھی صورتیں بنائیں اور پاکیزہ چیزوں سے تم کو روزی دی وہ ہے اللہ تمہارا رب ہے تمام جہان کا پالنے والا بڑا ہی بابرکت ہے ﴿۶۴﴾ وہی ہے زندہ اس کے سوا کوئی بھی معبود نہیں پھر اُسی کو پکارو خاص اُسی کی بندگی کرتے ہوئے سب خوبیاں اللہ کو ہیں جو تمام جہان کا پرورش کرنے والا ہے ﴿۶۵﴾۔

❶...... کہ اس کی روشنی میں ایک دوسرے کو دیکھتا ہے ۱۲ منہ۔

اوہام باطلہ کی پرستش کرنے والوں کے لیے دو باتیں

تفسیر:...... جب کہ یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ کو پکارا کرو کہ وہ تمہارا کہنا سنتا ہے تمہاری مرادیں دیتا ہے تو مناسب ہوا کہ ان مشرکین کو کہ جن کے مقابلے میں کلام ہو رہا ہے اور جو اوہام باطلہ کی پرستش صرف دنیاوی کامیابیوں کے لیے کرتے تھے دو باتیں بتلائی جائیں۔

اول: یہ کہ اللہ تعالیٰ موجود و قادر و معطی بھی ہے کہ نہیں؟ اس لیے کہ اوہام عامہ اس کے محسوس نہ ہونے سے بیشتر تردد میں پڑ جاتے ہیں اور اس لیے اپنے تراشیدہ معبودوں کو جو ان کے سامنے موجود دکھائی دیتے ہیں پوجتے ہیں۔ پس

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ... الخ ان آیات میں دلائل و براہین سے خدا تعالیٰ کا وجود اور متصف بصفاتِ معبودیت ہونا ثابت کیا گیا اور خدا تعالیٰ کے آثار و علامات سے جو کسی کی طرف منسوب نہیں ہو سکتے اس کا موجود ہونا بتایا گیا ہے کیوں کہ پاؤں کے نشانوں سے چلنے والا اور کسی کار سے اس کا کاریگر یقیناً ثابت ہو جاتا ہے۔

دوسری بات یہ ثابت کرنی تھی کہ آیا وہ دیتا اور فیض بخشی بھی کرتا ہے؟ سو اس کا بھی انہیں آیات میں ثبوت کیا گیا۔

مذکورہ دونوں باتوں کے اثبات پر چند دلائل:...... اس لیے ان دونوں باتوں کے لیے چند دلائل بیان فرمائے۔

اول: اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ... الخ کہ اللہ وہ ہے کہ جس نے تمہارے آرام و سکون کے لیے رات بنائی اور دیکھنے کے لیے دن بنایا۔ اگر زمین و آفتاب ایک ہی حالت پر رہتے تو یا ہمیشہ رات رہتی یا دن یہ دونوں باتیں انسان کی معاش میں خلل انداز تھیں بلکہ اس کی زندگی بھی مشکل ہو جاتی یہ اس کی بڑی نعمت اور عنایت ہے۔

اس سے ثابت ہوا اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ کہ اللہ لوگوں پر بڑی عنایت اور مہربانی کرتا ہے۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ۝ لیکن اکثر آدمی شکر نہیں کرتے یا تو اس لیے کہ اس نعمت کو ایک معمولی بات سمجھتے ہیں یا وہ اللہ تعالیٰ کے منکر ہیں یا اس کو کسی اور کی طرف منسوب کرتے ہیں اس نعمت کو یاد دلا کر فرماتا ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ: یہ اللہ ہے تمہارا رب۔ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ: ہر چیز کا پیدا کرنے والا نہ اور کوئی۔ ذلک اشارے کا لفظ لا کر اس سے پہلے اپنی روزمرہ کی نشانی دکھا کر گویا آنکھ سے خدا تعالیٰ کو دکھا دیا کہ اے اندھو! آنکھیں کھولو اور دیکھو یہ اللہ ہے اور ایسا بخشنے والا ہے۔

فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ۝ پھر کہاں بہکے چلے جاتے ہو اوروں کو پکارتے ہو، ان کی عبادت کرتے ہو ان کو نافع اور ضار سمجھتے ہو۔ اور یہ بہکنا کچھ انہیں پر منحصر نہیں بلکہ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ ان سے پہلے بھی لوگ بہکے ہوئے تھے وہ جو اللہ تعالیٰ کی ایسی نشانیوں کا انکار کرتے تھے یعنی یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھتے ہیں اور انکار کرتے ہیں۔

دوم: اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً: اللہ وہ ہے جس نے زمین کو تمہاری قرار گاہ بنایا کہ اس پر بستے ہو چلتے پھرتے ہو اور آسمان کو چھت بنا دیا کہ تم کو گھیرے ہوئے ہے صدہا نعمتیں چھت پر سے بے مشقت تمہارے گھر میں آرہی ہیں۔

سوم: وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ تمہاری صورت اس نے بنائی پھر کیا خوب بنائی اس خوبی کو دیکھو تو معلوم ہو کہ کیسی نعمت تم کو عطا ہوئی ہے۔ تشریح أبدان کے جاننے والے اس کو جانتے ہیں۔

چہارم: وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ: یہی نہیں کہ تم کو عمدہ بنا کر بھاکا مارا بلکہ عمدہ سے عمدہ روزی دی نفیس چیزیں کھلائیں۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ یہ ہے اللہ تمہارا رب۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۝ پھر کیا بابرکت رب ہے جو تمام عالم کا رب ہے۔

هُوَ الْحَيُّ... الخ وہ زندہ معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جب یہ ثابت ہوا تو

فَادْعُوْهُ: اسی کو پکارو، اسی کی عبادت کرو۔ مگر کس طرح سے؟ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کہ اسی کے ہوکر۔
مدعا ثابت کر کے کلام ختم کرتا ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾ کہ ہر قسم کی ستائش کا مستحق وہی منعم حقیقی ہے، نہ کوئی اور۔

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۶۸﴾ ع ۸ / ۱۲

ترجمہ:...... کہہ دو کہ مجھ کو تو ان چیزوں کی عبادت سے منع کر دیا گیا ہے جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو جب کہ میرے رب کی طرف سے میرے پاس کھلی کھلی نشانیاں آ چکی تھیں اور مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العالمین کے آگے سر جھکاؤں ﴿۶۶﴾ وہی کہ جس نے تم کو مٹی سے بنایا پھر نطفہ سے پھر خون کی پھٹکی سے پھر تم کو لڑکا بنا کر نکالتا ہے پھر (باقی رکھتا ہے) تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو پھر یہاں تک (باقی رکھتا ہے) کہ تم بوڑھے ہو جاتے ہو کچھ تم میں اس سے پہلے مر جاتے ہیں (تم کو اور زندہ رکھتا ہے) تا کہ تم وقتِ مقررہ تک پہنچو اور تا کہ تم سمجھو ﴿۶۷﴾ وہی زندہ کرتا اور مارتا بھی ہے پھر جب وہ کسی کام کا حکم کرتا ہے تو صرف کن (تو یہی کہتا ہے کہ ہو) کہتا ہے سو وہ ہو جاتا ہے ﴿۶۸﴾۔

ترکیب:...... لما ظرف لاعبد۔ طفلا حال من ضمیر فی یخرجکم ای المنصوب المتصل اعنی کم۔ والتوحید لارادة الجنس او علی تاویل لکل واحد والمراد اطفالا۔ لتبلغوا: اللام متعلقه بمحذوف ای ثم یبقیکم لتبلغوا و کذافی قوله ثم لتکونوا شیوخا جمع الشیخ بضم الشین و بکسرها ولتبلغوا اذلک لتبلغوا اجلا مسمی۔

تفسیر: ......دلائل توحید بیان فرما کر شرک کی برائی مؤکد کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے:

شرک کی مذمت اور دلائل توحید

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ: کہ ان سے کہہ دو مجھ کو خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین کامل ہو گیا ہے اور شرک کی قباحت منکشف ہو گئی ہے میں ان معبودوں کی عبادت کرنے سے منع کیا گیا ہوں کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو کیوں کہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے بیّنات یعنی دلائل یقینیہ آ چکے ہیں اور مجھ کو رب العالمین کے آگے سر جھکانے کا حکم ہوا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ...الخ سے رب العلمین کی توضیح کی جاتی ہے کہ اس کی ربوبیت کی ایک یہ شان ہے کہ اس نے تم کو بذریعہ تمہارے باپ آدم کے خاک سے بنایا کیوں کہ انسان کا غالب مادّہ خاک ہے پھر اس کے بعد تمہارے توالد و تناسل کا سلسلہ اس طور پر

قائم کیا کہ تم کو منی کے قطرہ سے پیدا کرتا ہے پھر وہ قطرۂ منی علقہ ہو جاتی ہے پھر اس میں ہاتھ پاؤں اعضاء نمودار ہو کر جان پڑ جاتی ہے پھر تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں سے بچہ بنا کر باہر نکالتا ہے پھر تم کو باقی رہنے دیتا ہے تمہاری پرورش کرتا ہے تا کہ تم جوان ہو جاؤ پھر اس عمر طبعی میں اور ماں کے پیٹ میں دیکھیے اس نے کیا کیا احسان تمہارے ساتھ کیے ہیں حواسِ خمسہ صحت و عافیت رزق و دیگر سامان دیے۔

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى: اور بعض تم میں سے اس حد سے پہلے مرجاتے ہیں اور تم کو اجلِ مقرر تک باقی رکھتا ہے تا کہ تم سمجھو کہ کون معبود برحق ہے؟ کون رب ہے؟

هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ: انسان جو کسی کی اطاعت و عبادت کرتا ہے یا تو احساناتِ سابقہ اور موجودہ کے لحاظ سے، سو یہ بھی استحقاق خالص اللہ ہی کا ہے۔ اس بات کو هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ میں بیان فرمادیا اس لیے کہ اس سے جان کا خوف اور جان باقی رہنے کی امید ہوتی ہے سو یہ بات بھی اسی کے لیے ہے وہی مارتا ہے، اور وہی زندہ رکھتا ہے اس میں اس کے سوا کسی کو دخل نہیں۔ یا کسی کاربراری کی امید سے کہ وہ انسان کی اڑی حاجت کو روا کر دیتا ہے سو یہ بھی اسی کا کام ہے۔ اس بات کو اس جملے میں بیان فرماتا ہے:

فَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا ... الخ کہ جب وہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے ہونے میں کوئی بھی دیر نہیں لگتی اس کے کہنے سے فوراً ہو جاتا ہے۔ جس کو فوراً کرنا چاہتا ہے۔ اور جس کو بتدریج کرنا چاہتا ہے اس کو بتدریج کرتا ہے مگر اس کو بھی اگر فوراً کرنا چاہے تو فوراً ہو سکتا ہے۔ یعنی وہ ایسا قادرِ مطلق ہے۔ پھر جب یہ ساری باتیں اسی کو حاصل ہیں تو پھر اور کسی کے پکارنے اور پوجنے کی کیا حاجت اور کون ضرورت؟ پھر ایسے محسن و قادرِ مطلق کے سوا اور کو پکارنا اگر نمک حرامی نہیں تو اور کیا ہے؟ اس لیے اس نمک حرامی کی ممانعت کر دی گئی۔

معانقة ۱۲ عبدالبنا ن غفرلہ ۱۲

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَاۤ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ يُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾ فِي الْحَمِيْمِ ۙ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۳﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿۷۵﴾ اُدْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۶﴾

ترجمہ...... کیا آپ نے وہ لوگ نہیں دیکھے جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑا مچایا کرتے ہیں کہاں بہکے چلے جا رہے ہیں ﴿۶۹﴾ یہ وہ ہیں کہ جنہوں نے کتاب کو اور جو کچھ ہم نے رسولوں کو دے کر بھیجا تھا سب کو جھٹلا دیا پھر ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے ﴿۷۰﴾ جب کہ طوق اور زنجیریں ان کے گلوں میں ڈال کر کھولتے پانی میں گھسیٹے جائیں گے ﴿۷۱﴾ پھر آگ میں جھونکے جائیں گے ﴿۷۲﴾ پھر ان سے کہا جائے گا جن کو تم اللہ کے سوا شریک بناتے تھے کہاں ہیں؟ ﴿۷۳﴾ وہ کہیں گے وہ ہمارے پاس سے کھوئے گئے بلکہ ہم پہلے تو کسی کو بھی پکارا نہیں کرتے تھے اللہ یوں کافروں کو بچلائے گا (بد

حواس کرے گا)﴿٧٤﴾ یہ عذاب تم کو اس لیے ہوا کہ تم ملک میں ناحق کی خوشیاں منایا کرتے تھے اور اس لیے بھی کہ تم اترایا کرتے تھے﴿٧٥﴾ جہنم کے دروازوں میں ہمیشہ رہنے کے لیے گھسو پھر کیا ہی بُری جگہ ہے غرور کرنے والوں کی﴿٧٦﴾۔

ترکیب:......اذالاغلل ظرف لیعلمون والمرادا لمعنی الاستقبال والسلاسل جمع سلسلة معطوف علی الاغلال والخبر فی اعناقهم او مبتداء خبره یسبحون والعائدمحذوف ای یسبحون بها و هو علی الاول حالی وقرئ بالنصب و یسبحون بفتح الیاء ای یسبحون السلاسل۔

تفسیر:......آیاتِ الٰہیہ میں جھگڑا کرنے والوں کی پھر مذمت بیان کی جاتی ہے۔

آیاتِ الٰہیہ میں جھگڑا کرنے والوں کی مذمت

فقال: اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يُجَادِلُوۡنَ ..الخ خدا تعالیٰ تعجب کے طور پر ارشاد فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ کیا آپ نے وہ لوگ نہیں دیکھے جو آیاتِ الٰہیہ میں ناحق حجت کیا کرتے ہیں۔ وہ کہاں بہکے جاتے ہیں؟۔ پھر فرماتا ہے وہ کون ہیں؟

الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِالۡكِتٰبِ وہ ہیں کہ جنہوں نے کتاب اللہ کو جھٹلایا۔

عام ہے کہ قرآن مجید ہو یا اگلی کتابیں یا ان میں سے کسی کتاب کا انکار کیا ہو۔ اور رسول جس چیز کو لائے اس کا بھی انکار کیا۔ رسول ﷺ کی کسی بات کو جھٹلانا کفر ہے خواہ صراحۃً یا کنایۃً۔ پھر آخرت میں جو سزا ان کو ہوگی اس کو بیان کرتا ہے۔

اِذِ الۡاَغۡلٰلُ فِىۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ وَالسَّلٰسِلُ ؕ يُسۡحَبُوۡنَ﴿۷۱﴾ ان کے گلوں میں طوق و زنجیر ڈال کر گرم پانی میں گھسیٹا جائے گا، پھر آگ میں ڈالے جائیں گے یعنی طرح طرح سے عذاب ہوگا۔

راغب اصفہانیؒ کہتے ہیں: تسلسل الشئی اضطراب اس کے معنی میں حرکت و اضطراب پایا جاتا ہے۔

زنجیر کو بھی اسی لیے سلسلہ کہتے ہیں کہ اس کی کڑیوں میں حرکت ہوتی اور پانی کو بھی بوجہ روانگی کے ماءسلسل کہتے ہیں۔

إغلال جمع غل بمعنی طوق۔ السحب: زور سے کھینچنا۔ اور بادل کو بھی اسی لیے سحاب کہتے ہیں کہ اس کو ہوا دھکیلتی ہوئی لے جاتی ہے۔

حمیم: گرم کھولتا ہوا پانی۔ بعض کہتے ہیں کہ پیپ مراد ہے۔ سجر: تنور گرم کرنا اور نہر کو پانی سے بھرنا۔ اس لیے کہتے ہیں: **بحر مسجور ای مملؤ ماءً۔**

پھر ان سے سوال ہوگا کہ جن کو تم شریک بناتے تھے وہ کہاں ہیں؟ جواب دیں گے:

ضَلُّوۡا عَنَّا: کہ وہ ہم سے کھوئے گئے ہم کو نظر نہیں آتے۔ پھر کہیں گے بَلۡ لَّمۡ نَكُنۡ نَّدۡعُوۡا مِنۡ قَبۡلُ شَيۡـئًا ؕ کہ ہم تو کسی کو بھی نہیں پکارا کرتے تھے۔ جس طرح کوئی شخص کچھ برا کام کرے اور سزا کے وقت انکار کرے کہ میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا تھا تا کہ سزا نہ ہو۔

فرماتا ہے: كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الۡكٰفِرِيۡنَ﴿۷۴﴾ کہ جس طرح اس روز بہکیں گے، کیے کام کا انکار کریں گے اسی طرح دنیا میں اللہ ان کو گمراہ کر رہا ہے جو وہ آیات اللہ میں جھگڑتے ہیں۔ یا یہ معنی کہ اس طرح سے ان کو آخرت میں مبہوت و بدحواس کرے گا۔

ان سے وہاں کہا جائے گا: **ذلکم** یہ عذاب تم کو اس لیے ہوا کہ تم دنیا میں گناہوں اور شرک اور طرح طرح کی بدکاری کرکے خوش ہوا کرتے تھے مال و عیال میں مست تھے اور اس لیے کہ تم تکبر کیا کرتے تھے۔ تکبر سے اہل اللہ کی بات نہیں سنتے تھے۔ لواب

اُدۡخُلُوۡۤا اَبۡوَابَ جَهَنَّمَ ..الخ دوزخ کے دروازوں میں گھسو ہمیشہ رہنے کے لیے۔ یہ بری جگہ متکبروں کی ہے۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ
فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا
عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۗ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا
ع بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾

ترجمہ:...... پھر (اے محمد ﷺ) صبر کرو کیونکہ اللہ کا وعدہ برحق ہے پھر اگر ان چیزوں میں سے کہ جن کا ہم ان سے وعدہ کیا کرتے ہیں کیا آپ کو دکھائیں یا آپ کو (اس سے پہلے بھی) موت دیں تو پھر وہ تو سب ہمارے ہی پاس آئیں گے ﴿۷۷﴾ اور ہم نے آپ سے پہلے بھی رسول بھیجے ہیں کہ ان میں سے کسی کا حال تو آپ کو سنا دیا اور کسی کا حال ان میں سے آپ کو نہیں سنایا اور کسی رسول کا بھی مقدور نہ تھا کہ اللہ کی بے اجازت کوئی نشانی لے آتا پھر جب حکمِ الٰہی آیا تو انصاف سے فیصلہ کیا گیا اور جو لوگ برسرِ باطل تھے اس وقت وہی نقصان میں رہے ﴿۷۸﴾۔

ترکیب:...... فاما ان شرطیة و ما مزیدة لتاکید الشرط فالینا یرجعون جوب نتوفینک و جواب نرینک محذوف مثل فذاک و یمکن ان یکون جو ابالهما بمعنی ان نعذبهم فی حیاتک او لم نعذبهم فانا نعذبهم فی الآخرة اشد العذاب ویدل علی شدة الاقتصار بذکر الرجوع فی هذا المعرض (بیضاوی)۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی اور کفار کے لیے وعید

تفسیر:...... اول اس سورت سے لے کر یہاں تک آیات اللہ میں جھگڑنے والوں کی برائی اور ان کے طریقے کی مذمت تھی اس جگہ اپنے رسول کو ان کی ایذاؤں پر صبر کرنے کا حکم دیتا ہے اور منکروں کو ایک آنے والی مصیبت سے خبردار کرتا ہے کہ آپ صبر کیجیے کیوں کہ اگر آپ کی زندگی میں کفار کو بعض آنے والی مصیبت دکھائیں جیسا کہ بدر کے روز کا معاملہ تو فھو المراد آپ بھی دیکھ لیں گے اور اگر آپ مر گئے تو بھی یہ لوگ ہمارے پاس آنے والے ہیں ان کو سخت عذاب ہوگا۔ ان کی نظیر یہ آیت ہے:

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾

غرض یہ کہ صبر کر خدا کا وعدہ برحق ہے ان پر بلا آنے والی ہے خود آپ کی حیات میں آئے یا بعد میں بہر حال ان ناہنجاروں پر وبال آئے گا اور سخت آئے گا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو اور بھی تسلی دی جاتی ہے۔

آپ ﷺ سے پیشتر دنیا میں رسولوں کی آمد

فقال: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ... الخ کہ آپ سے پیشتر بھی ہم بہت سے رسول دنیا میں بھیج چکے ہیں۔

(جن کی تعداد بموجب بعض روایت ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے جن میں سے تین سو پندرہ رسول تھے [اخرجہ احمد]،)

مگر قوی تر یہی ہے کہ ان کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے اجمالاً سب کو برحق ماننا ضرور ہے) اور وہ ہر ملک و ہر قوم میں آئے تھے۔

مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ: ان میں سے بعض کا حال آپ سے بیان کیا ہے یعنی پچیس کا ذکر آیا اوروں کا ذکر آپ سے نہیں آیا، مگر سب رسولوں کے ساتھ یہ بات پیش آئی ہے کہ ہر ایک قوم نے ان کی باتوں میں مجادلہ اور ناحق کا جھگڑا مچایا ہے۔ اگر چہ انہوں نے معجزات بھی

دکھائے نشانیاں بھی پیش کیں مگر پھر بھی وہ سرکشی کی راہ سے بغیر ضرورت معجزات کی خواستگاری کرتے رہے۔

وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ○ حالانکہ کسی رسول کی بھی طاقت نہ تھی کہ بغیر حکمِ الٰہی کے ان کی خواہش پوری کرنے کو کوئی معجزہ دکھا سکے، پس ان کی خواہش پوری نہ کی گئی (تو) ان کا انکار واصرار بڑھتا گیا۔

فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ: پھر جب امرِ الٰہی یعنی عذاب کا وقتِ موعود آیا تو انصاف سے فیصلہ ہو گیا۔

بدکاروں شریروں نے اپنے جرم کی سزا پائی ایمان داروں کو نجات دی گئی۔

وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ۞

اور اس وقت باطل کا اتباع کرنے والے آیت اللہ کو باطل ٹھہرنے والے برباد ہو گئے دنیا میں نام ونشان بھی باقی نہ رہا۔

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عصر مشرکوں کو سنایا جاتا ہے کہ تم اسی طرح معجزات طلب کرتے ہو۔ تمہارا بھی یہی انجام ہوگا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ۞٧٩ وَلَكُمْ فِيْهَا
مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ۞٨٠
وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ۞٨١ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ
فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ
قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۞٨٢ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ۞٨٣ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ
مُشْرِكِيْنَ۞٨٤ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ
قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ۞٨٥ ع

ترجمہ:.....اللہ وہ ہے کہ جس نے تمہارے لیے چار پائے بنائے تا کہ ان میں سے کسی پر سواری کرو اور کسی کو کھاؤ (٧٩) اور تمہارے لیے ان میں اور بھی فائدے ہیں اور یہ بھی کہ ان پر سوار ہو کر اپنے اس مقصد تک پہنچو جو تمہارے دل میں ہے اور ان پر اور کشتیوں پر بھی تم سوار کیے جاتے ہو (٨٠) اور وہ تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے پھر تم اللہ کی کن کن آیتوں کا انکار کرو گے؟ (٨١) پھر کیا انہوں نے ملک میں پھر کر نہیں دیکھ لیا کہ ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا جو ان سے بھی زیادہ زور آور اور وں سے زیادہ زمین پر نشانیاں چھوڑ جانے والے تھے پھر ان کی کاروائی ان کے کچھ بھی کام نہ آئی (٨٢) پھر جب ان کے پاس (ہمارے) رسول نشانیاں لے کر آئے تو وہ اپنے علم و دانش پر اترانے لگے اور جس پر وہ ہنسی کرتے

تھے۞ وہ ان پر الٹ پڑا پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب آتے دیکھا تو کہنے لگے ہم اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور جس کو اس کا شریک کرتے تھے اس کے ہم منکر ہو گئے۞ پھر ان کا ایمان ان کو (اس وقت) کیا نفع دیتا جب کہ انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا اللہ کا اس کے بندوں میں قدیم سے یہی دستور چلا آ رہا ہے اور اس جگہ منکر گھاٹے میں رہیں گے۞۔

تفسیر:......خوف دلانے کے بعد پھر وہ دلائل بیان فرماتا ہے کہ جو اللہ حکیم رحیم کے وجود پر دلالت کرتے ہیں اور جن سے اس کا بندوں پر انعام و احسان ثابت ہوتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے بندوں پر احسانات وانعامات

فقال: اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ۞ کہ اللہ وہ محسن و رحیم و کریم و قادر ہے کہ جس نے تم سے بڑے زور آور جانوروں کو تمہارے بس میں کر دیا کہ ان میں سے تم کسی پر سوار ہوتے ہو جیسا کہ اونٹ، گھوڑا، گدھا۔

بعض ملکوں میں بیل ہاتھی بھی یہی کام دیتے ہیں۔ اور بعض کو تم ذبح کر کے کھاتے ہو گائے بھیڑ بکری وغیرہ۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ

وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ: اس کے علاوہ تمہارے لیے ان میں اور بھی فوائد ہیں ان سے نفع لیتے ہو، دودھ، گھی فروخت کرتے ہو، کھاتے پیتے ہو، ہل جوتتے ہو ان کی نسل بڑھا کر فروخت کرتے ہو ان کی کھالوں سے فوائد اٹھاتے ہو۔ ان کی ہڈیوں اور سینگوں کو کام میں لاتے ہو۔

وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ: اور نیز ان پر چڑھ کر اپنی حاجتِ دلی کو پورا کرتے ہو سفر کرتے ہو اسباب لاد کر لے جاتے ہو دشمنوں پر چڑھائی کرتے ہو۔ اور یہ سوار ہونا کچھ انہیں پر موقوف نہیں۔ بلکہ

وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ۞ ان پر اور کشتیوں پر بھی سوار ہوتے ہو۔

وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ: اور وہ تم کو اپنی اور بہت سی نشانیاں دکھاتا ہے۔ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ۞ پس کون کون سی نشانیوں کو جھٹلاؤ گے۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ: یہاں سے یہ بات بتلاتا ہے کہ نعمتوں کی ناقدری اور ناشکری کی بھی اس کے ہاں سخت سزا دنیا میں بھی ملا کرتی ہے۔ اگر یقین نہیں تو ملک میں پھر کر اپنے سے پہلے لوگوں کا حال کیا انہوں نے نہیں دیکھ لیا ہے کہ ان کا کیا انجام ہوا؟ اور ہمارے مقابلے میں ان کی کوئی تدبیر اور کوئی زور کارآمد نہ ہوا پھر ان موجودہ لوگوں کا کیا کارآمد ہوگا۔ حالانکہ وہ ان سے زور آور بڑے نشان باقی چھوڑنے والے تھے۔ قلعہ اور عمارات بلند اور کنوئیں ان کی یادگار موجود ہیں۔

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ...الخ یہاں سے ان کی بربادی کے اسباب بیان فرماتا ہے کہ ان کے پاس رسول نشانیاں معجزات لے کر آئے انہوں نے اپنے خیالاتِ فاسدہ پر خوشی ظاہر کی اور نبیوں کی بات نہ مانی اور ان پر ٹھٹھا کرنے لگے

وَحَاقَ بِهِمْ: پس ان پر وہ بلا کہ جس کے آنے کا ذکر سن کر اس پر ہنسی کرتے تھے اُلٹ پڑی۔

فَلَمَّا رَاَوْا: پھر جب بلا آتی دیکھی تو دولتِ دنیا کا نشہ اُتر گیا۔ کہنے لگے:

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ کہ ہم خالص ایک اللہ پر ایمان لائے اور اپنے معبودوں کے منکر ہو گئے مگر اس وقت کا ایمان لانا کیا فائدہ دیتا تھا اس لیے کہ اللہ کا دستور ہمیشہ سے یوں ہی چلا آ رہا ہے کہ ہلاکت کے وقت کا ایمان لانا معتبر نہیں ہوتا۔ سو وہ زیاں کار برباد ہو گئے۔

فوائد: ١)......لام جو غرض کے لیے آتا ہے لتر کبوا و لتبلغوا پر داخل ہوا اور باقی پر نہ داخل ہوا اس کا کیا سبب ہے؟

صاحبِ کشاف نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ چوپایوں پر چڑھنا حج اور جہاد میں واجب یا مستحب ہے پس یہ دونوں دینی اغراض ہیں اس لیے ان پر لام آیا۔ لیکن کھانا اور منافع حاصل کرنا سو یہ مباحات سے ہیں اس لیے ان پر لام نہیں داخل ہوا اور نظیر اس کی یہ آیت ہے

والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ دیکھو یہاں رکوب پر لام آیا، زینت پر نہ آیا۔ یعنی رکوب مقصدِ اصلی ہے اور باقی فرعی ہیں
٢)......ای ایٰت اللہ فرمایا مذکر کا صیغہ آیات مؤنث کے لیے آیا اور آیۃ نہ فرمایا؟۔
صاحبِ کشاف اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہی فصیح اور مستعمل ہے آیۃ نہیں۔ اس لیے کہ اسماء غیر صفات میں جیسا کہ حماء وحماۃ مؤنث اور مذکر میں تفرقہ بہت ہی کم ہوتا ہے چہ جائیکہ ای کیونکہ یہ مبہم ہے۔
٣)......فرحوا بما عندھم من العلم۔ فرحوا کی ضمیر یا تو کفار کی طرف راجع ہے پس ان کے اس علم سے کہ جس سے خوش وقت تھے کیا مراد ہے؟ یا تو ان کے وہ خیالاتِ فاسدہ جو متوارث چلے آتے تھے یا ان کی جہل پسند طبیعت اور آزادی پسند فطنت اور بے باکی نے ازخود گھڑ لیے تھے جیسا کہ وما یھلکنا الا الدھر، ولوشاء اللہ ما اشرکنا ولا اٰباؤنا۔ من یحی العظام وھی رمیم۔ مانعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ وغیر ذالک۔ یعنی دہریے دہر ہی کو محی ممیت کہتے تھے اور مشرک اپنے افعالِ نکوہیدہ (ناپسندیدہ) کی صحت پر خدا کی مشیت کو دلیل بناتے تھے کہ ہمارے یہ کار برے ہوتے تو خدا ان کو نہ ہونے دیتا، یا وہ قیامت کے روز زندہ ہونے کو محال سمجھتے تھے یا اپنے معبودوں کو اللہ کے تقرب کا وسیلہ جانتے تھے۔ ایسے ہی اقوال فاسدہ وہ انبیاء علیہم السلام کے مقابلے میں پیش کر کے بغلیں بجایا کرتے تھے۔
یا اُن کے علوم سے مراد فلاسفہ کے علوم ہیں۔ ریاضیات وعنصریات کے سوا الٰہیات میں بھی ان کو ان کے اقوال پر بڑا زعم تھا۔ اور آج کل بھی صدہا انسان فلسفۂ حال پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ بظاہر اسلام کا ترک کرنا اپنی بدنامی اور حریصانہ کوششِ دنیاوی کے منافی جان کر اسلام کا ترک کرنا تو مناسب نہیں جانتے اس لیے قرآن کے مطالبِ نفیسہ کو تاویلِ بعید کر کے یعنی تکیں ملا کر اقوالِ حکماء کے مطابق کرنا چاہتے ہیں اور اس کوششِ بیکار کا جملہ مسلمانوں کو ممنونِ منت بناتے ہیں اور ایسی تاویلاتِ رکیکہ کا نام انہوں نے تفسیر الکلام بافعال اللہ وبقدرت اللہ رکھا ہے۔ ان علومِ فلسفیہ سے وہ انبیاء علیہم السلام کا مقابلہ کیا کرتے تھے اور اب بھی بت پرست اپنے جاہلانہ خیالات کو قرآن مجید کے مقابلے میں لایا کرتے ہیں۔ یا اُن کے علم سے مراد اُمورِ دنیاویہ کا علم ہے کہ اسی پر وہ شادان وفرحاں رہتے تھے انبیاء علیہم السلام کی باتوں پر جو دنیا کی بے ثباتی اور خدا کے پاس جانے کی بابت تھیں کان بھی نہ دھرتے تھے۔
اور یا یہ ضمیر انبیاء علیہم السلام کی طرف راجع ہے اس صورت میں یا تو فرحت رسولوں کی مراد ہوگی کہ حضراتِ انبیاء اُن کے انکار وجاہلانہ مکابرہ سے دل تنگ نہ ہوتے تھے بلکہ جو علوم اُن کو اللہ کی طرف سے حاصل ہوئے تھے ان پر شاداں وفرحاں تھے۔ یہ اُن کے یقین کی برکت تھی۔
یا یہ معنی کہ کفار انبیاء علیہم السلام کے علم پر جو ان کو دیا گیا تھا خوش ہوتے تھے یعنی ہنسی وتمسخر کرتے تھے جیسا کہ آج کل نئے تعلیم یافتہ دینی باتوں پر ہنسی کیا کرتے ہیں۔ مگر نتیجہ ان کا خسران وحرمان ہوا۔ برباد ہوئے۔ آخرت میں مبتلاء عذاب ہوئے۔
الٰہی بطفیل نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم کو خسارۂ دارین سے پناہ میں رکھنا یہ خسران وحرمان (خسارہ ومحرومی) ہمارے پاس نہ آئے آمین۔

آيَاتُهَا ٥٤ | (٤١) سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَةِ مَدَنِيَّةٌ (٦١) | رُكُوْعَاتُهَا ٦

یہ سورۃ مکی ہے اور اس کی چون آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ① تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ② كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا
لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ③ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ④
وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ
الثلثة حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ⑤ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ
اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ⑥ الَّذِيْنَ لَا
يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ⑦ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
ع الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ⑧

ترجمہ:...... حٰمٓ ① (یہ کتاب) بڑے مہربان نہایت رحم کرنے والے کی طرف سے نازل ہوئی ہے ② کہ جس کی آیتیں عربی زبان میں علم والوں کے لیے واضح ہیں ③ (یہ) خوش خبری اور ڈر سنانے والی ہے پھر ان میں سے اکثر نے تو منہ ہی پھیر لیا پھر وہ سنتے بھی نہیں ④ اور کہتے ہیں ہمارے دل اُس بات سے کہ جس کی طرف تو ہم کو بلاتا ہے پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں ٹیٹیاں ہیں اور ہمارے اور تیرے بیچ میں پردہ پڑا ہوا ہے پھر تو اپنا کام کیے جا ہم بھی اپنا کام کر رہے ہیں ⑤ آپ ان سے کہہ دیں کہ میں بھی تمہارے جیسا ایک آدمی ہی ہوں میری طرف یہی حکم آتا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے پھر اسی کی طرف سیدھے چلے جاؤ اور اس سے معافی مانگو اور مشرکوں پر افسوس ہے ⑥ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں ⑦ بے شک وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام بھی کیے ان کے لیے بے انتہا اجر ہے ⑧۔

ترکیب:...... حٰم ان جعلة مبتداء فخبره تنزيل الكتب الخ وان جعلة تعديد الحروف فتنزيل خبر محذوف او مبتداء لتخصيصه بالصفة وخبره كتب وهو على الاولين بدل منبرا وخبر أخر او خبر محذوف قرانا نصب على المدح او حال من فصلت لقوم يعلمون صفة اخرى لقرانا او صلة لتنزيل او لفصلت بشيرا و ... ا صفتان اخريان لقرآنا او حالان من كتاب وقرء بالرفع على انهما صفة لكتب او خبر محذوف وهم بالأخرة الخ معطوف على لا يؤتون الزكوة

داخل معه فی حیز الصلة والمجیٔ بضمیر الفصل لقصد الحصر۔

تعارف سورۂ حٰم سجدہ

تفسیر:......اس سورۂ کو سورۂ سجدہ بھی کہتے ہیں اور سورۂ فصلت بھی اس کا نام ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابو یعلیٰ وبیہقی وغیرہ محدثین کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے کہ قریش نے عتبہ ابن ربیعہ کو جو عرب میں بڑا گویا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، اس نے کہا اگر آپ کو مال منظور ہو تو وہ لیجیے، اور اگر عورتوں سے رغبت ہے تو قریش میں سے جو عورت پسند ہو تو وہ آپ کی نذر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کی کچھ آیات پڑھ کر اس کو سنائیں۔ اس نے کہا بس بس۔ پھر قریش کے پاس آ کر کہا کہ واللہ عمر بھر ایسا کلام میں نے نہیں سنا اور اس کا کوئی جواب میرے پاس نہ تھا۔

حٰمٓ ① سے کسی خاص بات کی طرف اشارہ کر کے قرآن مجید کا کتابِ الٰہی ہونا بیان فرماتا ہے کہ بندوں کی حاجت روائی کے لیے اُس رحمٰن رحیم نے یہ کتاب نازل کی ہے جس میں یہ صفتیں ہیں کہ یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیات میں تفصیل ہے ابہام نہیں۔ کہیں وعظ و پند ہے، کہیں مسائل حلت و حرمت وغیرہا ہیں کہیں آخرت کا ذکر ہے۔ کہیں پہلوں کا عبرت انگیز نصیحت خیز حال ہے۔ عربی زبان میں عرب کی سہولت کے لیے بشیر ونذیر ہے۔ کتاب کی خوبی اور اس کی ضرورت کے بعد کفار کی اس سے اعراض و نفرت بیان کر کے ان کی بدبختی و حماقت ثابت کرتا ہے۔ فاعرض سے غملون تک۔

نبی بشر ہے:...... پھر قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ...الخ سے یہ بات بتلاتا ہے کہ یہ نفرت فضول ہے میں بھی تو تمہاری مانند ایک آدمی ہوں کوئی فرشتہ نہیں جن نہیں جس سے غیر جنس ہونے کے سبب تمہیں نفرت ہو۔ صرف یہ ہے کہ مجھ کو خدا نے وحی سے مشرف کیا ہے اور یہ ضروری باتیں جو تمام حسنات کا اصل اصول ہیں میری طرف لوگوں کے [illegible] کی گئی ہیں۔ حسنات میں سے توحید اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ سو اس پر قائم ہو۔ اس کے بعد وَاسْتَغْفِرُوْهُ اپنے مالک سے معافی مانگو۔ [illegible] دونوں باتیں آ گئیں۔

اور اس کے برخلاف کرنے والے مشرک ہیں توحید کے مقابلے میں شرک کرتے ہیں لوگوں سے نیکی کرنے کے بدلے میں زکوٰۃ تک نہیں دیتے حب دنیا کی وجہ سے آخرت پر یقین ہی نہیں رکھتے کہ اس کی امید پر نیکی وخیرات کرتے پس ان کے لیے خرابی ہے۔

اور جو ایمان لاتے اور اچھے کام کرتے ہیں ان کے لیے بے انتہا اجر ہے۔

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ

ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۚ⑨ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِیْهَا وَقَدَّرَ

فِیْهَآ اَقْوَاتَهَا فِیْٓ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ ⑩ ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ

وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَیْنَا

طَآىِٕعِيْنَ ⑪ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ⑫

ترجمہ: کہو کیا تم اس کا انکار کرتے ہو کہ جس نے دو روز میں زمین بنائی اور اس کے ساتھ اوروں کو برابر کرتے ہو وہ تو تمام جہان کا رب ہے ⑨ اور اس نے زمین میں اوپر سے پہاڑ رکھے اور اس میں برکت رکھی اور اس کی پیداوار کا اندازہ کیا چار دن میں برابر کر دیا سوال کرنے والوں کے لیے ⑩ پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں ہو رہا تھا پھر اس کو اور زمین کو فرمایا کہ تم خوش ہو کر یا ناخوش ہو کر حاضر ہوا انہوں نے کہا ہم خوشی سے حاضر ہیں ⑪ پھر دو روز میں سات آسمان بنائے اور ہر آسمان کی طرف اس کا حکم بھیجا اور نیچے کے آسمانوں کو ہم نے ستاروں سے سجایا اور نگہبانی کے لیے بھی (یہ ستارے بنائے) یہ تدبیر ہے خدائے زبردست دانا کی ⑫۔

ترکیب:...... ائنکم قرء الجمہور بھمزتین للاستفھام بالھمزۃ وان واللام بعدھا لتاکید الانکار والتشنیع وتجعلون لہ اندادا الجملۃ معطوفۃ علی تکفرون داخلۃ تحت الاستفھام وجعل فیھا معطوف علی خلق وقیل مستانف لوقوع الفصل بینھما بالاجنبی فی اربعۃ ایام ای فی تتمۃ اربعۃ ایام۔ سواءً منصوب علی انہ مصدر مؤکد لفعل محذوف ھو صفۃ لایام ای استوت الاربعۃ سواءً للسائلین متعلق بہ محذوف تقدیرہ ای قدر فیھا الاقوات للطالبین طوعاً او کرھاً مصدران فی موضع الحال اتینا بالقصر بمعنی جئنا وبالمد بمعنی اعطینا الطائعۃ طائعین حال، وحفظا مصدر۔

کمالِ قدرت واستقلالِ الوہیت کا بیان

تفسیر:...... پہلے آنحضرت ﷺ کو ارشاد فرمایا تھا کہ کہہ دو یوحی الی انما الھکم الہ واحد کہ میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ تمہارا اللہ واحد ہے، مگر مشرکین اوروں کو بھی اس کے ساتھ خدائی میں شریک کرتے تھے اور یہ اس کی کمالِ قدرت کا کفر و انکار تھا اس لیے اس جگہ اپنی قدرت واستقلالِ الوہیت کا بیان کر کے ان کے کفر پر تعجب وانکار ظاہر فرماتا ہے۔

دو یوم میں زمین کی تخلیق

فقال: قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ ۔۔الخ کہ ان سے کہہ دو کیا تم اس کا انکار کرتے ہو کہ جس نے دو روز میں زمین بنائی اور اس کے لیے شریک بناتے ہو؟ تمہارے معبود خدا نہیں، خدا تو رب العالمین ہے کہ جس نے ایسا کر دیا اور زمین پیدا کرنے کے بعد اس کے اوپر پہاڑ قائم کیے اور اس میں برکت ومنافع رکھے اور اس کی پیداوار کا اندازہ کیا اور ان کو قائم کیا دو روز میں جو سب مل کر چار روز میں یہ کام تمام ہوا یہ سب کچھ سائلوں کے لیے برابر کیا جو کچھ بندے مانگتے ہیں انہیں پیدا کرتا اور باندازہ دیتا ہے۔

تخلیقِ آسمان:...... ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ: پھر آسمان بنانے کی طرف متوجہ ہوا اور یہ ایک دھواں یعنی ابخرات تھے۔ تب ان کو اور زمین کو حکم دیا کہ تیار ہو جاؤ۔ وہ تیار ہو گئے پس ان دھوؤں کو سات آسمان بنا دیا دو روز میں اور ہر ایک آسمان میں اس کے مناسب احکام جاری کیے اور نیچے کے آسمان کو ستاروں سے زینت دی اور ان کو شیاطین سے محفوظ کیا۔ یہ تدبیر ہے خدا زبردست دانا کی۔ یہ مطلب آیت کا صاف صاف ہے۔ غرض اس سے یہ ہے کہ خدائی کے لائق یہ ہے کہ جس نے چھے روز میں آسمانوں اور زمین اور ان کے متعلق چیزوں کو بنایا نہ وہ جن کو اس کی خدائی میں تم شریک اور حصہ دار بناتے ہو وہ تمہارے ہاتھوں کے تراشے ہوئے بت یا خیالی ڈھکوسلے ہیں یا ان کو

عالم کے پیدائش وانتظام میں کچھ بھی نہ دخل ہے، نہ اختیار ہے۔

فوائد:......(۱) دن تو آفتاب کی یا زمین کی حرکت مخصوصہ تمام کرنے سے ہوتا ہے پھر زمین وآسمان پیدا کرنے سے پہلے دو دن میں بنانا کیا معنی رکھتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دن سے مراد اس کی مقدار رہے یعنی دو دن کا جس قدر وقت یا زمینہ ہے اتنی دیر میں بنایا گیا۔ گر چہ وہ دفعۃً بنا سکتا تھا۔ اس قدر عرصہ میں بنانے سے یہ بات دکھائی گئی ہے کہ یہ حادث ہیں اور ان کے بننے میں اس قدر زمانہ لگا ہے پس قدم باطل ہے اور نیز اس میں بھی تعلیم ہے کہ بڑے کاموں کے کرنے میں جلدی نہ کرنا۔

تورات میں آسمان وزمین کی تخلیق کا ذکر

۲) توریت سفر الخلیقہ کے پہلے باب میں بھی آسمانوں اور زمین کی پیدائش کا بیان کسی قدر تغیر کے ساتھ مندرج ہے اس میں یوں آیا ہے کہ ابتداء میں خدا نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور زمین ویران وسنسان تھی اور گہراؤ کے اوپر اندھیرا تھا اور خدا کی روح پانیوں پر جنبش کرتی تھی اور خدا نے کہا اجالا ہوا اور اجالا ہو گیا اور خدا نے اجالے کو دیکھا کہ اچھا ہے اور خدا نے اجالے کو اندھیرے سے جدا کیا اور خدا نے اجالے کو دن کہا اور اندھیرے کو رات کہا سو صبح وشام پہلا دن ہوا اور خدا نے کہا کہ پانیوں کے بیچ فضا ہووے اور پانیوں کو پانی سے جدا کرے تب خدا نے فضا بنایا اور فضا کے نیچے کے پانیوں کو فضا کے اوپر کے پانیوں سے جدا کیا اور ایسا ہی ہو گیا اور خدا نے فضا کو آسمان کہا سو شام اور صبح دوسرا دن ہوا۔ پھر تیسرے دن پانی کو جدا کر کے زمین بنانا اور اس میں نباتات کا پیدا ہونا بیان کیا ہے اور چوتھے دن میں ستارے اور چاند اور سورج بنانا لکھا ہے اور پانچویں دن میں زمین کے حیوانات پرند چرند پیدا کرنا بیان ہوا ہے اور چھٹے دن آدم کا پیدا ہونا بیان کیا ہے اور ساتویں دن آرام کرنا۔

آسمان سے پیشتر زمین کی تخلیق

توریت اور قرآن پاک دونوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آسمان سے پیشتر زمین بنائی گئی اور آسمان اس کے۔

مگر قرآن مجید میں ایک جگہ آیا ہے والارض بعد ذٰلك دحٰها (کہ اس کے بعد زمین کو درست کیا)۔ اس سے ہوا کہ زمین آسمانوں کے بعد بنی۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ زمین کا نا اور چیز ہے اور اس کا درست کرنا نباتات اور پہاڑ اور دریاؤں کو موقع بہ موقع قائم کرنا اور بات ہے۔ زمین آسمانوں سے پہلے بنی اور آسمانوں کے بعد پھر اس کو ٹھیک کیا اب کچھ بھی تعارض نہیں۔

اب جو کچھ مخالفت قرآن مجید اور توریت کی عبارت میں پائی جاتی ہے یا تو اس کی توجیہ کر دی جائے ورنہ توریت کی تحریف گنی جائے گی۔

تکوین عالم

۳) حکماء کے تکوین عالم کے باب میں مختلف اقوال ہیں جن کی کسی قدر تشریح ہم جلد دوم میں کر آئے ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض کا قول یہ ہے کہ تمام عالم کی اصل آگ ہے۔ بعض ہوا کو کہتے ہیں۔ مگر قوی تر جو توریت سے سمجھا جاتا ہے اور شریعت مصطفویہ سے بھی ثابت ہوتا ہے: وکان عرشه علی الماء وہ یہ ہے کہ سب سے اول خداوند عالم نے پانیوں کو پیدا کیا وہی اس کی حکومت کی کرسی تھی پانیوں کو جنبش ہوئی تو حرکت سے حرارت پیدا ہوئی اجزاء لطیفہ بن کر ہوا بن گئی اور ابخرات اٹھ کر اوپر کو گئے اور بھاگ جو تھے وہ منجمد ہو کر زمین بنی اور پھر خدا نے آسمانوں کو بنانا چاہا سو وہ تو ابخرات ہی تھے وہی دخان تو ان کو آسمان کر دیا اور اس منجمد مادے کو کسی قدر ہٹایا اس کا نام زمین رکھا سو زمین بھی بن گئی اور آسمان بھی اور یہی معنی ہیں اس کے فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۗ قَالَتَا اَتَيْنَا

طَآئِعِیْنَ⑪ پھر ان ادخنہ کو سات آسمان بنایا کما قال فقضٰھن سبع سمٰوٰت اور پھر آسمان میں نیرّ ین اور دیگر ستارے بنائے۔

باقی اس کی کیفیت وہی خوب جانتا ہے۔ فلسفۂ قدیم وجدید اپنی وہمی روشنی سے اس پر کچھ بھی حملہ نہیں کرسکتا یہ حقیقت حقہ یوں ہی رہے گی فلسفہ بدلتا رہے گا۔ پچھلا فلسفہ پہلے فلسفہ کے رد کو کافی ہے اور آئندہ آنے والا موجود کے غلط کرنے کو بس ہے۔

۴) ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ وَھِیَ دُخَانٌ یہ استوائے بمعنی توجہ وقصد ہے۔

بولتے ہیں: استوی الی مکان کذا اذا توجہ الیہ توجہا لا یلتفت معہ الی عمل آخر و ھو من الاستوی الذی ھو ضد الاعوجاج و منہ قولہ تعالٰی فاستقیموا الیہ (من الکبیر للرازی رحمہ اللّٰہ)۔

مطلب یہ کہ زمین بنانے کے بعد آسمان بنانے کا قصد کیا اور یہ ایک دھواں تھا اجزاء لا تتجزیٰ تھے جن میں ضو (روشنی) نہیں پیدا کی گئی تھی

۵) ہیئت جدیدہ جو آسمانوں کو فضا محض قرار دیتی ہے اور نیرّ ین اور دیگر ثوابت وسیارات کو اپنے مدار خاص پر متحرک مانتی ہے اور زمین کو بھی ایک سیارہ بلکہ چھوٹا سا تارا کہتی ہے اس کے نزدیک بھی کتب سماویہ کے بیان سے کچھ محال لازم نہیں آتا کیوں کہ سبع سمٰوٰت کے بنانے کی تو وہ یہ تاویل کرلیں گے کہ سات فضائیں بنائیں جو سات مشہور ستاروں کے بُعد ارتقاعی کے لحاظ سے سات گنی جاتی ہیں۔ باقی زمین کی تکوین کا مادہ پانی ہونا اور اس میں سے حرکت عنیفہ پیدا ہونا اور جھاگ اٹھنا اور ابخرات کا مرتفع ہونا جھاگ کا منجمد ہو کر زمین بن جانا اور ابخرات مرتفعہ سے دیگر ستارے ونیرّ ین بننا اگر وہ اس تمام موجودات کا کوئی خالق باختیار قدرت مانتے ہیں تو کچھ بھی محال نہیں نہ اس کو کوئی آلہ رصدیہ باطل کرسکتا ہے نہ کوئی دوربین خوردبین غلط بتاسکتی ہے نہ کوئی مشاہدہ رد کرسکتا ہے۔ لیکن کاتب الحروف کا وہ ایمان کہ جو نبی ہاشمی ﷺ کے ذریعہ سے حقائق موجودات کے ساتھ متعلق ہے نبی علیہ السلام کے فرمودہ کے مقابلے میں سب کو تو ہمات باطلہ اور دماغ کی تبخیر اور حواس کا قصور اور طبیعت دہریت پسند کا قاذورہ سمجھتا ہے۔ اعاذنا اللّٰہ من ذٰلک۔

۶) ائْتِيَا وَاتَيْنَا سے کیا مراد؟ اس کا جواب یہ ہے کہ موافق مراد کے ہونا جیسا کہ کہتے ہیں اتی عملہ مرضیا و جاء مقبولا۔

آسمان وزمین کے لیے صیغۂ ذوی العقول کا استعمال

اب یہ سوال ہوسکتا ہے کہ آسمان وزمین ذوی العقول نہیں طائعین مذکور ذوی العقول کا صیغہ ان کے لیے کیوں آیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے ان کے وجود علمی کو مخاطب کیا تو اس جل وعلیٰ کے خطاب سے اس کی عزت ومنزلت بڑھ گئی تو ان کو ذوی العقول اور مذکروں میں شمار کر کے ان کے امتثال امر کو انہیں الفاظ سے تعبیر کیا جو ذوی العقول کے لیے الفاظ رکھے گئے ہیں۔ فصحاء بلغاء کے کلام میں بھی غیر ذی روح وغیر ذوی العقول کی طرف خطاب اور ان کی زبان حال سے سوال وجواب کیا جاتا ہے اور ممکن ہے کہ ان کی گفتگو اور حیات جو ان کو عطا کی گئی ہے باری عزاسمہ سے خطاب اور جواب کی صلاحیت رکھتی ہو۔

ولا یخفی ھذا علی من لہ ذوق صحیح بادراک اسرار الموجودات و تجلت علی روحہ حقائق الکائنات فسبحانہ من خلق الموجودات علی ما ینبغی۔

تخلیق ارض وسماء کے ایام

۷) آیت میں زمین کا پیدا کرنا دو روز میں فرمایا اور اس کے اقوات وارزاق کی تدبیر ودرستی کرنا چار روز میں فرمایا۔ یہ چھے روز ہوئے پھر آسمانوں کا بنانا دو روز میں ذکر ہوا: فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ اس حساب سے یہ آٹھ روز ہوتے ہیں حالانکہ قرآن

مجید میں اکثر جگہ ان سب کا چھے روز میں پیدا ہونا بیان کیا ہے ستة ایام کا لفظ آیا ہے۔ پس ان دونوں کلاموں میں تعارض پایا گیا۔

٨) اس کا جواب یہ ہے کہ اربعة ایام جداگانہ نہیں جس سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے بلکہ وہ پہلے دو روز مل کر کہ جن میں زمین کا پیدا ہونا بیان ہوا ہے اور محاورۂ عرب میں پہلے کام کی مدت کو اس کے بعد کے دوسرے کام کی مدت میں جو اسی جنس کی شامل کر کے مجموعی مدت بیان کر دیا کرتے ہیں جیسا کہ اس مثال میں سرت من البصرة الی بغداد فی عشرة ایام و سرت الی الکوفة فی خمسة عشر یوماً۔ کہ میں نے بصرہ سے بغداد تک کی منزل کو دس روز میں تمام کیا اور کوفہ تک پندرہ روز میں پہنچا۔ یعنی کل پندرہ روز میں جو بصرہ کے سفر سے شمار کیے جاتے ہیں نہ یہ کہ بغداد سے کوفہ کی منزل کو پندرہ دن میں تمام کیا۔ چوں کہ متصل ایک ہی قسم کا سفر تھا اس لیے مجموعی مدت لگائی گئی۔ زبان نہ جاننے سے ایسے شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

٩) سَوَاءً لِلسَّآئِلِيْنَ: اس کے معنی یہ ہیں کہ مدتِ مذکورہ میں ان چیزوں کو پوچھنے والوں کے لیے برابر اور ٹھیک جواب دینے کے لیے بنایا۔ ان اشیاء کی مدتِ پیدائش سے اکثر سوال کیا کرتے ہیں اس بیان سے ان کا برابر اور پورا جواب ملے۔ یا یہ معنی کہ انسان خواہ زبانِ مقال سے خواہ زبانِ حال سے معاش کے متعلق خدا سے سوال کرتا رہتا ہے اس نے اپنی نعمت کا دسترخوان ایسا وسیع اور عام کر دیا ہے کہ مانگنے والوں اور غیر مانگنے والوں سب کے لیے برابر ہے۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ﴿١٣﴾ اِذْ جَآءَتْهُمُ
الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ
رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿١٤﴾ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا
فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ
خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿١٥﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ
رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْىِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ
وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿١٦﴾ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ
فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا
يَكْسِبُوْنَ ﴿١٧﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿١٨﴾

ترجمہ:...... پھر بھی اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو کہ میں تم کو عاد اور ثمود کی کڑک جیسی کڑک سے خبردار کر چکا ہوں جب کہ ان کے آگے اور پیچھے [1] (یعنی کثرت) سے رسول آئے کہ اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرنا انہوں نے کہا اگر ہمارے رب کو منظور ہوتا تو فرشتے بھیج دیتا پھر جو کچھ تم لے کر آئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے پس وہ جو قوم عاد تھی تو انہوں نے ملک میں ناحق کا تکبر کیا اور کہا ہم سے زیادہ کون زور آور ہے اور کیا ان کو یہ بھی نہ سوجھا کہ وہ اللہ کہ جس نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے بھی زیادہ زور آور ہے اور وہ ہماری آیتوں کا انکار ہی کرتے رہے پھر تو ہم نے اُن پر منحوس دنوں میں آندھی بھیجی تا کہ ہم ان کو رسوائی کے عذاب کا مزہ دنیا کی زندگانی میں چکھا دیں اور آخرت کا عذاب تو اور بھی رسوائی کا ہے اور ان کی مدد نہ کی جائے گی اور وہ جو قوم ثمود تھی تو ہم نے اس کو رستہ بتایا تھا پھر ان کو ہدایت سے گمراہی اچھی معلوم ہوئی پھر تو ان کو ذلیل کرنے والے عذاب نے آلیا ان کے اعمال کے سبب سے اور جو لوگ ایمان لائے اور ڈرتے رہتے تھے ہم نے ان کو بچا لیا۱۸۔

ترکیب:...... اذجاء تھم یجوز ان یکون ظرفا لانذرتکم ویجوز ان یکون صفۃ الصعقۃ او حالا منہ نحسات بکسر الحاء فھی اما اسم فاعل مثل نصب و نصبات او مصدر مثل الکلمۃ ویقرء بالسکون فھی بمعنی المکسورۃ وسکن لعارض او اسم فاعل وسکن تخفیفاً ثمود مبتداء و ھدیناہ خبرہ۔

قوم عاد و ثمود کے انجام سے کفار مکہ کو انذار

تفسیر:...... ابتداء کلام اس بات سے تھی کہ الٰھکم اللہ واحد پھر اس پر دلیل پیش کی گئی قل ائنکم لتکفرون الخ اور یہ قاعدہ ہے کہ جب مخالف دلیل سے بھی نہیں مانتا تو اس کو اور دوسری طرح سے سمجھایا جاتا ہے یعنی کسی سزا سے ڈرایا جاتا ہے اس لیے فرماتا ہے:

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً...الخ کہ اگر وہ نہ مانیں تو ان سے کہہ دو کہ میں تم کو ایک عذاب اور مصیبت کی خبر دیتا ہوں وہ عذاب قوم عاد و ثمود کے عذاب جیسا ہوگا یعنی ہلاکت اور بربادی کے لیے تیار ہو جیسا کہ عاد و ثمود برباد ہوئے۔

جمہور نے صاعقہ بالالف پڑھا ہے اس کے معنی بجلی کے ہیں جو آواز کے ساتھ اوپر سے گرتی ہے کڑک اور اس کے ساتھ جلانے والی آگ یعنی وہ ہلاکت بجلی کی طرح سے تم پر آئے گی۔ کلام عرب میں سخت حوادث جو ناگہاں آپڑتے ہیں صاعقہ سے تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ ہماری زبان میں بجلی پڑنا کہتے ہیں۔ اور بعض قرأت میں صعقہ آیا ہے بغیر الف کے۔ اس کے معنی کڑک کے ہیں۔

صعق کسمع۔ بمعنی بے ہوشی۔ اس سے بھی آنے والی مصیبت مراد ہے۔

قوم عاد و ثمود کا اجمالی حال

پھر عاد و ثمود کا اجمالی حال بیان فرماتا ہے اذجاء تھم الرسل کہ ان کے پاس ہر طرف سے ان کے رسول آئے اور ان سے کہا کہ اللہ کے سوا اور کی عبادت نہ کرو تو انہوں نے یہ حجت پیش کی کہ اگر خدا کو رسول ہی بھیجنے تھے تو فرشتوں کو کیوں نہ بھیج دیا معلوم ہوا کہ تم رسول نہیں۔

فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ۱۴ ہم تمہاری بات نہیں مانتے یہ تو دونوں قوموں کی مشترک حالت تھی۔ پھر ہر ایک کی جداگانہ بیان فرماتا ہے

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ...الخ وہ قوم عاد نے تکبر کیا اور اپنی قوت پر گھمنڈ کیا اور یہ نہ جانا کہ وہ اللہ کہ جس نے ان کو پیدا کیا ہے ان سے بھی بڑھ کر قوت والا ہے ان کو اپنی قدر آوری اور بہادری پر ناز تھا۔ یہ گناہ تو ان کا خلق خدا پر احسان نہ کرنے کے بدلے تھا۔

وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ۱۵ اور خدا سے بھی اچھے نہ تھے کہ اس کی آیتوں کا سخت انکار کرتے تھے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا ...الخ پس ان کو ہم نے سخت آندھی سے غارت کیا جو نحس (منحوس) دنوں میں ان پر چلی۔

---

[1] (یعنی کثرت سے رسول آئے ۱۲ منہ)

دنوں کی نحوست نجومی طور پر نہ تھی، ایام مصیبت کو نحس ہی کہا کرتے ہیں۔

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ ...الخ قوم ثمود کو رسولوں کے ذریعہ، ہم نے ہدایت کا رستہ دکھایا مگر اس کو اختیار نہ کیا گمراہی پر رہنا پسند کیا پس ان پر عذاب آیا اور ایمان داروں پرہیزگاروں کو بچالیا۔ عاد و ثمود کا حال قریش کو یمن و شام جانے سے بہت معلوم تھا اس لیے ان کا قصہ سنایا۔ اور قریش کے کفار پر بھی بلا آئی جیسا کہ کتب سیرت میں مذکور ہے۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ⑲ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا
شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑳ وَقَالُوْا
لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۭ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ
وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ㉑ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ
عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا
يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ㉒ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ
فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ㉓ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ
يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ㉔

ترجمہ:...... اور جس روز کہ اللہ کے دشمنوں کو جہنم کی طرف گھیر کر لایا جائے گا پھر ان کی قطار باندھی جائے گی ⑲ جب جہنم کے پاس آئیں گے تو ان پر ان کے کان اور آنکھیں اور جلد جو کچھ وہ کیا کرتے تھے اس کی گواہی دیں گے اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے تم نے ہم پر کس لیے گواہی دی ⑳ وہ کہیں گی ہم کو اس اللہ نے گویا کر دیا کہ جس نے ہر چیز کو گویا کیا اور اسی نے تم کو اول بار پیدا کیا اور اسی کے پاس پھر جاؤ گے ㉑ اور تم اپنے کانوں اور آنکھوں اور چمڑوں کی اپنے اوپر گواہی دینے سے پردہ نہ کرتے تھے لیکن تم نے یہ گمان کیا تھا کہ جو کچھ تم کرتے ہو اس میں سے بہت سی چیزوں کو اللہ نہیں جانتا ㉒ ف اور تمہارے اسی خیال (بد) نے جو تم نے اپنے رب کے حق میں کیا تھا تم کو برباد کیا پھر تم خسارے میں پڑ گئے ㉓ پھر اگر وہ صبر کریں گے (تو کیا) پھر آگ ان کا ٹھکانا ہے اور اگر وہ عذر کریں گے تو عذر بھی قبول نہ ہوگا ㉔۔

ترکیب:...... یوم ظرف لمادل علیہ مابعدہ ہو قولہ فہم یوزعون۔ ان یشہد ای من ان یشہد لان یستتر لایتعدی بنفسہ و ذلکم مبتداء، و ظنکم خبرہ الذی لغت للخبر او خبر بعد خبر و اَرْدٰىكُمْ خبر آخر ویجوز ان یکون الجمیع صفۃ او بدلا و اَرْدٰىكُمْ الخبر ویجوز ان یکون حالا یستعتبوا یطلب العتبی۔

تفسیر:...... دنیا کی سزا بیان کر کے آخرت کی سزا اور اس عالم کی کیفیت بیان فرماتا ہے تاکہ بیان کامل ہو جائے۔

ف:...... لوگوں سے چھپاتے تھے اور یہ نہ جانتے تھے کہ خدا حاضر ناظر ہے اس کے گواہ، انہیں کے ہاتھ پاؤں کھال بال گواہی دیں گے۔ ان سے پردہ نہ کرتے تھے ۱۲ منہ

اخروی سزا اور اس عالم کی کیفیت کا بیان

فقال: وَيَوْمَ يُحْشَرُ کہ جس روز دشمنانِ خدا آتشِ جہنم کی طرف جمع کر کے لائے جائیں گے ان کو ٹھہرائیں گے۔ یہاں تک کہ سب جمع ہو جائیں گے پھر ان کے اعمالِ قبیحہ پر ان کی آنکھیں اور کان اور جلدیں گواہی دیں گے۔

حواس گو پانچ ہیں مگر قوتِ شامہ سے کوئی تعلق نہیں اور ذائقہ بھی لامسہ کے متعلق ہے اس لیے تین حواس کی گواہی دلائی جائے گی جو اعمال کا ذریعہ ہیں سماعت، بصارت، لمس (یعنی) چھونا۔ بعض کہتے ہیں جیسا کہ سدی و عبداللہ بن جعفر و فراء کے جلود سے بطور کنایہ کے فروج مراد ہیں یعنی کہ شرمگاہ کہ جس سے وہ زنا کرتے تھے اور وہ زبان کہ جس سے بُری باتیں بکتے تھے وہ کان کہ جن سے بُری باتیں یا مزامیر سنتے تھے وہ آنکھیں کہ جن سے ناجائز چیزیں دیکھتے تھے سب گواہی دیں گے۔

وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ: تب وہ اپنی چمڑی سے کہیں گے مراد تمام اعضاء ہیں یا شرم گاہ سے کہ تم نے کس لیے ہم پر گواہی دی کیوں کہ تم ہی تو دنیا میں گناہ صادر ہونے کا ذریعہ تھے۔ وہ کہیں گے: اَنْطَقَنَا اللّٰهُ کہ ہم کو اس اللہ نے گویا کر دیا جو مخلوقات میں سے ہر گویا کو گویائی دیتا ہے اور دے چکا ہے۔ عقلاً یہ کچھ بھی محال نہیں۔ اس لیے کہ جس نے زبان کے مضغۂ گوشت میں یہ گویائی کی طاقت رکھ دی ہے وہ اس کو اور عضو میں بھی رکھ سکتا ہے یا گویائی جو اُن کے مناسب ہے اور جس سے وہ شہادت ادا ہو سکے۔

وَهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ٢١

یہ بھی اعضاء کا کلام ہے اور ممکن ہے کہ یہ جملہ اللہ کی طرف سے ہو اور اسی طرح مابعد کا کلام سمجھنا چاہیے۔

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ ... الخ کہ تم ان اعضاء کے گواہ ہونے سے کچھ پردہ نہ کرتے تھے اور لوگوں سے پردے میں گناہ کرتے تھے کیوں کہ تمہارا خیال تھا کہ اللہ پردہ کی باتیں نہیں جانتا۔

شانِ نزول:...... امام بخاری و مسلمؒ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں کعبہ کے پردے میں چھپا ہوا تھا کہ تین آدمی آئے۔ دو ثقفی اور ایک قریشی تھا، کچھ باتیں کرنے لگے مخفی طور پر۔ ایک نے کہا کہ کیا اللہ ہماری یہ باتیں بھی سنتا ہے؟ دوسرے نے کہا اگر بلند آواز سے بولیں گے تو سُنے گا ورنہ نہیں۔ تیسرے نے کہا اگر کچھ بھی سنتا ہے تو سب سُنتا ہے۔ اس کا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، تب یہ آیت نازل ہوئی۔

فرماتا ہے: وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمْ ... الخ کہ تمہارے اسی خیال نے تو تم کو برباد کیا ہے۔ اب صبر کرو تو بھی جہنم تمہارا ٹھکانا ہے۔ نہ کرو تو بھی۔ تمہارا کوئی عذر مسموع نہیں۔ یہ بھی اس حشر کی گفتگو کا بقیہ ہے جو اُن سے ان کے اعضا کریں گے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سنایا جائے گا، خدا سے بدگمانی کرنا بُری بات ہے۔

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ٢٥

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ٢٦

فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٧﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا
كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا
مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿٢٩﴾

ترجمہ:......اور ہم نے کفار کے لیے (برے) رفیق مقرر کردیے کہ انہوں نے ان کی اگلی اور پچھلی باتوں کو ان کی نظر میں بھلا کر دکھایا اور من جملہ ان جن و انسان کے گروہوں کے کہ جو ان سے پہلے ہو چکے ہیں ان پر بھی اللہ کا کلام پورا ہوا بے شک وہ خسارے میں پڑے ہوئے تھے ﴿٢٥﴾ اور کافروں نے کہا کہ اس قرآن کو سنو بھی نہیں اور (سنو تو) اس میں غل مچاؤ تا کہ تم غالب ہو جاؤ ﴿٢٦﴾ پھر کافروں کو ہم ضرور سخت عذاب چکھائیں گے اور ان کو ان برے کاموں کا ضرور بدلہ دیں گے کہ وہ جو کیا کرتے تھے ﴿٢٧﴾ یہ آگ سزا ہے اللہ کے دشمنوں کی ان کا اس میں سدا گھر ہوگا اس کے بدلے میں کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے ﴿٢٨﴾ اور کافر کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم کو وہ جن اور وہ آدمی تو دکھا دے کہ جنہوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا کہ ہم ان کو اپنے پاؤں تلے کچل ڈالیں تا کہ وہ بہت ہی ذلیل ہوں ﴿٢٩﴾۔

ترکیب:......النار عطف بیان للجزاء او خبر محذوف جزاء یجزون جزاء مفعول مطلق الذین تثنیة فی حالة النصب لکونه مفعولا ثانیا لِاَرِنَا۔ من الجن والانس بیان له نجعلهما بالسکون لکونه جواب الامر وهو ازنا بکسر الراء عند الجمهور۔

کفر میں مبتلاء ہونے کا سبب

تفسیر:......کفار کے کفر پر جہنم کی سخت سزا بیان فرما کر ان کے کفر پر مبتلاء ہونے کا سبب بیان فرماتا ہے۔

فقال: وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ...الخ تقییض کے معنی ہیں آسان کرنا اور آمادہ کرنا۔

صاحب صحاح کہتے ہیں یقال قاضیت الرجل مقایضة ای عاضة بمتاع وهما قیضان۔ قرناء جمع قرین ساتھی۔

یعنی ہم نے ان کفار کا شیاطین کو یار و مددگار بنا دیا تھا پس شیاطین نے ان کی نظروں میں ان کے سامنے یا آگے جو باتیں ہیں امور دنیا اور اس کی شہوات و لذات مرغوب کر دکھائیں انہیں پر ریجھ گئے۔

زجاج کہتے ہیں: مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ: وہ اعمال جو کر چکے ہیں۔ وَمَا خَلْفَهُمْ: وہ اعمال کہ جن کے کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں: مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ سے مراد دنیا، وَمَا خَلْفَهُمْ سے مراد آخرت۔

بعض کہتے ہیں برعکس۔ کیونکہ آخرت سامنے ہے اور دنیا پیچھے چھوٹی جا رہی ہے۔ یعنی ان کے رفیقوں نے ان کے دل میں بری باتیں رجھا اور کھا دیں۔ پس وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ ان پر نوشتۂ ازلی پورا ہو گیا۔

فِيْٓ اُمَمٍ: ان پر وہی بات پوری ہوئی جیسا کہ ان سے اگلوں پر ہوئی تھی۔

فی امم ای کائنین فی جملة امم سابقة۔ یعنی یہ بھی ان پہلے گروہوں کے غول میں شامل ہو گئے اس لیے کہ یہ زیاں کار تھے۔

کفار کی ایک ناشائستہ حرکت: ......اس کے بعد خدا تعالیٰ ان کفار کی ایک اور حرکتِ ناشائستہ نقل کرتا ہے جو وہ دین حق کے مٹانے اور چراغ ہدایت کے بجھانے کے لیے کرتے تھے۔ فقال: وَقَالَ الَّذِیْنَ کہ کفار کہتے ہیں کہ اس قرآن کو سنو ہی نہیں اور جب پڑھا جایا کرے تو غل مچا دیا کرو اس سبب سے ہم غالب رہیں گے لوگ اس طرف آنے نہ پائیں گے۔

ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں قرآن مجید کی منادی کرتے تھے اور لوگ سننے کے لیے جمع ہوتے تو کفار کہتے تھے مت سنو اور غل مچا دو۔ چنانچہ لوگ ایسا کرتے تھے۔

الغوا: جمہور نے بفتح غین پڑھا ہے یہ لغا سے ہے جس کے معنی ہیں بیہودہ گوئی۔

اور بعض نے بضمہ غین پڑھا ہے لغا یلغو دَعا یدعو سے اور اسی سے ہے لغوت۔ ان کے اس فعل بد کی سزا بیان فرماتا ہے۔

دشمنانِ خدا کا انجام

فَلَنُذِيْقَنَّ...الخ کہ ہم ان کو دنیا میں بھی سخت عذاب چکھائیں گے اور ان کے برے کاموں کی آخرت میں بھی سزا دیں گے۔

ذٰلک الخ فرماتا ہے خدا کے دشمنوں کی سزا یہ جہنم ہے۔ گویا وہ آنکھوں کے سامنے ہے، اس میں ہمیشہ رہا کریں گے، یہ ان کے انکار کی سزا ہے۔ اور جہنم میں پڑ کر کفار یہ کہیں گے کہ ہمارے شیاطین جن وانس کو کہ جنہوں نے ہم کو دنیا میں گمراہ کیا تھا یارب انہیں دکھا کہ ہم ان کو جہنم میں اپنے پاؤں تلے روندیں اور ذلیل کریں کہ کیوں تم نے گمراہ کیا تھا۔

شیاطین کی دو قسمیں

یہاں سے ثابت ہوا کہ شیاطین دو قسم کے ہیں: ایک جن دوسرے انسان۔ شیطانِ جنی ابلیس اور اس کی ذریت جو دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں اور شیاطینِ انسی بہت سے دکھائی دیتے ہیں خصوصاً اس زمانے میں جو طرح طرح کے لباس میں آ کر کام کر جاتے ہیں۔ اسی مضمون کی اور بھی آیات ہیں۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ ...(الآیۃ، ۱۱۲، سورۃ الانعام)۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾

ترجمہ:...... بے شک وہ لوگ کہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اسی پر قائم بھی رہے ان پر فرشتے اُتریں گے (اور کہیں گے) تم نہ ڈرو اور نہ کچھ رنج کرو اور اُس بہشت کا مژدہ سنو کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ﴿۳۰﴾ ہم تمہارے دنیا میں بھی دوست تھے اور آخرت میں بھی اور بہشت میں تمہارے لیے ہر چیز موجود ہے ﴿۳۱﴾ جس کو تمہارا دل چاہے اور تم کو جو مانگو گے وہاں ملے گا یہ مہمانی ہے غفور رحیم کی طرف سے ﴿۳۲﴾۔

ترکیب:...... الذین اسم ان تتنزل خبرھا الا اصلہ ان لا و ان مفسرۃ ای قائلین لاتخافوا او مصدریۃ او مخففۃ مقدرہ بالباء۔ ماتشتھی ما موصولۃ ھی مع صلتھا مبتداء لکم خبرھا فیھا متعلق بتشتھی او بالمحذوف ـرد حال من

الموصول او من عائدہ۔

تفسیر:......وعید کے بعد وعدہ ذکر کرتا ہے اور یہ عمدہ ترتیب ہے۔

اقسام کمالات واستقامت:...... واضح ہو کہ کمالات تین قسم پر ہیں: نفسانیہ، بدنیہ، خارجیہ۔ ان میں سب سے بڑھ کر نفسانیہ ہیں اور اوسط بدنیہ اور کم تر مرتبہ میں خارجیہ۔ پھر کمالاتِ نفسانیہ کی دو قسمیں ہیں: ایک علمِ یقینی دوسرا عملِ صالح۔

علمِ یقینی میں کمالات کی بات اللہ جل جلالہ کی معرفت اور اس کی توحید کا اقرار کرنا ہے۔ اس کی طرف اس جملے میں اشارہ ہے:
اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ اور اعمالِ صالحہ میں سب سے بڑھ کر وسط پر استقامت ہے افراط وتفریط کی طرف میلان نہ ہو جیسا کہ سورہ فاتحہ میں آیا ہے اهدنا الصراط المستقيم اور ایک جگہ آیا ہے و كذلك جعلنكم امةً وّسطًا اس کی طرف اس جملے میں اشارہ ہے۔

ترمذی ونسائی وابو یعلی وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے جو کلمۂ توحید پر مرتے دم تک ثابت رہا ہے اس نے اس پر استقامت حاصل کر لی۔

احمد ودارمی ومسلم وترمذی ونسائی وابن ماجہ وابن حبان اور بخاری نے اپنی تاریخ میں سفیان بن عبداللہ ثقفی سے نقل کیا ہے کہ کسی نے نبی ﷺ سے آ کر عرض کیا ہے کہ یا حضرت مجھے اسلام میں ایسی بات بتلایئے کہ آپ کے بعد کسی اور سے پوچھنے کی حاجت نہ پڑے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہہ ایمان لایا میں اللہ پر پھر قائم رہ۔ پھر عرض کیا کس چیز سے بچوں۔؟ آپ ﷺ نے زبان کی طرف اشارہ کیا۔

اس استقامت میں دو قول ہیں: اول یہ کہ استقامت سے دین وتوحید ومعرفت پر قائم رہنا مراد ہے۔ دوم: یہ کہ عبادات واعمالِ صالحہ پر قائم رہنا مراد ہے اور یہ زیادہ مناسب ہے۔ پھر اس کے بدلے میں جو کچھ مرحمت ہوگا اس کا ذکر فرماتا ہے۔

ایمان داروں پر ملائکہ مژدہ لے کر اترتے ہیں

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا: کہ ان پر ملائکہ اترتے ہیں یہ مژدہ دیتے ہوئے کہ تم خوف وغم نہ کرو اور ہم تمہارے دنیا و آخرت میں رفیق ہیں اور تمہارے لیے جنت کا مژدہ ہے وہاں تم کو ہر چیز ملے گی۔ یہ کفار کا مقابلہ ہے کہ ان کے پاس شیاطین آتے ہیں گمراہی میں پھنساتے ہیں برخلاف اس کے (کہ) اللہ پر ایمان لانے والوں نیک بختوں کو فرشتے آ کر تسلی دیتے ہیں۔ یہ ملائکہ موت کے وقت اُترتے ہیں اور قبروں میں بھی آئیں گے اور حشر کے دن بھی۔ بلکہ آیت عام ہے دنیا میں بھی بوقتِ مصیبت وضرورت ملائکہ ایمان داروں کے دل کو سرورِ جاودانی کا بطورِ الہام کے مژدہ دیتے ہیں اس لیے کہ ملائکہ کی ارواحِ بشریہ پر الہامات ومکاشفاتِ یقینیہ و مقاماتِ حقیقیہ کے بارے میں تاثیرات ہیں جیسا کہ شیاطین کو وسواس وتخیلاتِ باطلہ دل میں ڈالنے کے لیے تاثیرات ہیں۔

حاصلِ کلام ارواحِ طیبہ کو ملائکہ کی طرف سے طرح طرح سے ولایت وحمایت ہے اہلِ مکاشفہ ومشاہدہ کو بخوبی معلوم ہے۔ اور یہ دنیا میں حاصل ہے مرنے کے بعد باقی رہے گی بلکہ اور بلکہ اور بڑھ جائے گی اس لیے کہ حجابِ جسمانی دور ہو جاتا ہے۔ پس یہ معنی ہیں اس قولِ ملائکہ کے: نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔

جنت جسمانی وروحانی:...... وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ میں جنتِ جسمانی کی طرف اشارہ ہے۔

وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ میں جنتِ روحانی کی طرف اشارہ ہے۔ اور یہ سب کچھ جلبِ منفعت کے متعلق ہے جو دفعِ مضرت کے بعد رعایتِ مصالح میں شمار ہوتا ہے اور دفعِ مضرت مقدم ہے۔ اس لیے سب سے پہلے دفعِ مضرت کا مژدہ دیا۔

اور مضرت میں بھی بڑی مضرت آنے والی چیز سے ہوتی ہے جس کے فکر کو خوف کہتے ہیں اس لیے الا تخافوا کو مقدم کیا۔
اس کے بعد گزشتہ باتوں کا رنج ہوتا ہے جس کو حزن کہتے ہیں جیسا کہ اولاد کی مفارقت مال کی جدائی، احباء کا فراق وغیرہ ان سب باتوں کی بابت تسلی کریں گے۔

فائدہ:...... احادیث میں آیا ہے کہ بوقتِ مرگ جب ادھر سے پردہ پڑ جاتا ہے تو دوسرا عالم منکشف ہوتا ہے اس وقت فرشتے آ کر یہ کہتے ہیں اور یہ مژدہ دیتے ہیں جس سے مرنے والے کو بے حد سرور ہوتا ہے اور دنیا کی مفارقت کا رنج و غم مٹ جاتا ہے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾

ترجمہ:...... اور اس سے بہتر کس کی بات ہے کہ جس نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا اور خود بھی اچھے کام کیے اور کہہ دیا کہ میں بھی فرماں برداروں میں سے ہوں ﴿۳۳﴾ اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی برائی کا دفعیہ نیکی سے کرو پھر تو وہ شخص کہ اس میں اور تجھ میں عداوت تھی گویا وہ دوست حمایتی ہے ﴿۳۴﴾ اور یہ بات انہیں کو نصیب ہوتی ہے کہ جو صبر کرنے والے ہیں اور یہ اسی کو نصیب ہوتی ہے ﴿۳۵﴾ جو بڑا ہی نصیبہ والا ہے اور جو کبھی تجھے شیطانی وسوسہ گدگدائے تو اللہ سے پناہ مانگو کیوں کہ وہ (بڑا) سننے والا (اور) جاننے والا ہے ﴿۳۶﴾۔

ترکیب:...... و من استفهامية و محلها الرفع بالابتداء و الخبر احسن۔ قولا تمیز لاحسن ممن متعلق باحسن ولا السيئة لا زائدة جاءت لتاكيد النفي ادفع بالتي اى ادفع السيئة حيث اصابتك من احد بالتي هي احسن اى بالحسنة۔

تفسیر:...... کمالِ انسانی دو قسم پر ہیں: ایک تام دوسرا اس سے بھی بڑھ کر۔ کمالِ تام اپنے تئیں صفاتِ حمیدہ سے مزین کرنا اس کا ذکر اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا۔ الخ میں آچکا اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اپنی تکمیل کے بعد ناقصوں کی تکمیل کی طرف متوجہ ہونا، اس کی طرف ان آیات میں اشارہ کرتا ہے۔

ناقصین کی تکمیل

فقال: وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ .. الخ اور نیز اس میں مخاطبین پر ایک ملائم طور پر حجت قائم کی ہے کہ تم کس لیے قرآن میں غل مچاتے ہو سننے سے منع کرتے ہو اصل بات کو تو دیکھو کہ نبی کیا کہتا ہے اور بذاتِ خود کیسا ہے اور اس کا کیا دعویٰ ہے؟ کہہ سکتے تھے کہ نبی کوئی بری بات نہیں کہتا برے کام کے لیے نہیں بلاتا اور ''خود فضیحت و دیگرے را نصیحت'' کا بھی مصداق نہیں بلکہ نیکوکار ہے اور کسی سلطنت یا حکومت یا شیخی کی بات کا بھی دعویٰ نہیں کرتا بلکہ اپنے آپ کو خداوند تعالیٰ کا فرماں بردار کہتا ہے۔ اسی کا دعویٰ ہے مگر یوں نہ کہا

اس لیے کہ اُن بدبختوں کو نبی ﷺ سے سخت نفرت تھی بلکہ عام طور پر فرمایا کہ اُس سے بات کہنے میں کون بہتر ہے کہ جو اللہ کی طرف بلائے اور خود بھی نیک ہو اور فرمانبرداری کا اظہار کرے۔ اس سے اشارہ آنحضرت ﷺ کی طرف ہے مگر ایک عجیب لطف سے اشارہ کیا۔

نیکی سے بدی کے دفعیہ کا حکم

مگر اللہ کی طرف بلانے میں جو تکمیلِ ناقصان ہے اور یہ خاص حضرات انبیاء ﷩ کا پیشہ ہے یا ان کے نائبوں کا جو علما اور امراء ہیں۔ مخالفوں کی طرف سے ایذائیں بھی پہنچا کرتی ہیں۔ دنیا میں کون سا نبی آیا ہے کہ لوگوں نے اس کی راہ میں کانٹوں کی جگہ پھول بچھائے ہوں اس لیے آنحضرت ﷺ کو حکم دیتا ہے کہا: دَفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ کہ بدی کو نیکی کے ساتھ دفع کرو کیوں کہ نیکی نیکی ہے اور بدی جو ہے تو بدی ہے اس لیے اس جملہ سے پیشتر بطور تمہید کے یہ فرماتا ہے۔

نیکی اور بدی برابر نہیں

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ کہ نیکی اور بدی برابر نہیں۔ نیکی کا مرتبہ بدی سے بڑھ کر ہے۔

پس واعظِ حق کے مقابلے میں جو کوئی بدی کرے اس کو لازم ہے کہ اس کے جواب میں نیکی کرے اگر وہ سخت کلامی کرے تو یہ نرمی کرے اگر وہ بد دعا دے تو یہ دعا دے اگر وہ گالی دے تو یہ اللہ سے دعا کرے کہ اس کی اصلاح کرے، واعظانِ دین کے لیے یہ عمدہ قانون ہے جو کبھی منسوخ نہیں ہوا اور جہاد و سیف کا حکم اور موقع پر ہے یہ کمال مکارم اخلاق کی تعلیم ہے۔ پھر اس کا فائدہ بیان فرماتا ہے۔

فَاِذَا الَّذِیْ ...الخ کہ پھر تیرا دشمن دوستِ خالص ہو جائے گا۔ اس لیے کہ طبیعتِ انسانیہ کا بشرطیکہ سلیمہ ہو خاصہ ہے کہ بدی کے مقابلے میں جو اس سے نیکی کی جاتی ہے تو بدی کرنے والا خود شرمندہ ہو کر اس کو اچھا اور عمدہ شخص جاننے لگتا ہے اور دل میں محبت ہو جاتی ہے۔

مگر وَمَا یُلَقّٰهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا: یہ بڑے بڑوں کا کام ہے وہی اس کو حاصل کر سکتے ہیں اور بڑے خوش نصیبوں کو یہ بات حاصل ہوتی ہے کیوں کہ ان کے نفوس قدسیہ ہوتے ہیں دوسرے کی برائی سے متغیر اور متاثر نہیں ہوتے ان کی ہمدردی و خوبی کے پہاڑ کو اس کی برائی کی ہوا ہلا نہیں سکتی۔

شنیدم کہ مردانِ راہ خدا — دلِ دشمناں ہم نہ کردند تنگ

رسول اللہ ﷺ و صحابہ کبار و اہلِ بیتِ اطہار نے جو کچھ ایذائیں پا کر مخالفوں سے نیکیاں کی ہیں کتب سیرت میں مشرحاً مذکور ہیں۔

و امایںزغنک الخ اور جو بشریت سے اور شیطانی تحریک سے دل میں وسوسہ آ جائے تو اللہ سے پناہ مانگنی چاہیے، اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم کہنا چاہیے۔ اس کی مدد سے وہ شیطانی خیال دور ہو جاتا ہے اس لیے کہ اللہ سنتا ہے، فریادرسی کو موجود ہے، خبردار ہے، دلی حالات پر واقف ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ یُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا یَسْئَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ ۩ وَمِنْ

اٰیٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ* وَرَبَتْ ؕ

اِنَّ الَّذِیْۤ اَحْیَاهَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۳۹﴾

ترجمہ:......اور اس کی نشانیوں میں رات اور دن اور سورج اور چاند بھی ہے تم نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ اُس اللہ کو سجدہ کرو کہ جس نے ان کو بنایا ہے اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو ﴿۳۷﴾ پھر اگر وہ تکبر کریں گے تو پھر وہ لوگ جو آپ کے رب کے پاس ہیں رات دن اس کی تسبیح کرتے ہیں اور تھکتے نہیں ﴿۳۸﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ (اے مخاطب) تو زمین کو پژمردہ دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو تروتازہ ہو جاتی ہے۔ بے شک جس نے اس کو زندہ کیا وہی مُردوں کو زندہ کرے گا وہی ہے جو ہر چیز پر قادر ہے ﴿۳۹﴾۔

تفسیر:......جب کہ پہلی آیت میں یہ بیان فرمایا کہ احسن اعمال و اقوال اللہ کی طرف بلانا ہے تو اس کے بعد چند دلائل بیان فرماتا ہے جو اس کے وجود و قدرت پر دلالت کرتے ہیں اس بات پر متنبہ کرنے کے لیے کہ اللہ کی طرف بلانا کسی مجہول چیز کی طرف بلانا نہیں بلکہ وہ ایسا متجلی ہے کہ ہر چیز میں اس کے پرتوے نظر آ رہے ہیں۔

رات، دن اور سورج و چاند سے وجود باری تعالیٰ پر دلیل:......کما قال: وَمِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ کہ ان کی نشانیوں میں سے یہ چار چیزیں تمہارے سامنے ہیں۔ رات، دن، سورج، چاند۔ رات عدمی چیز ہے اس لیے سب سے پہلے اس کا ذکر کیا۔ یہ چاروں چیزیں اپنے انقلابات کی نیرنگیوں میں ثابت کر رہی ہیں کہ کوئی قادر مختار ہے جو ان کو یوں اُلٹا پلٹتا ہے۔ اس کی تشریح متعدد مقامات پر ہم کر آئے ہیں۔ رات سے چاند کا اور دن سے سورج کا تعلق خاص ہے۔

جب یہ ثابت کر دیا گیا کہ چاند اور سورج اس کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور اسی کی دو مشعلیں روشن کی ہوئی ہیں تو یہ حکم دینا مناسب ہوا کہ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ: تم نہ سورج کو سجدہ کرو نہ چاند کو جیسا کہ کواکب پرست قومیں ان کو نورانی ہیکر جان کر پوجتی تھیں۔
مجوس و ہنود و بعض عرب بلکہ اب بھی پوجتے ہیں ان مخلوقات کو کیا سجدہ کرتے ہو ان کے پیدا کرنے والے کو سجدہ کرو یعنی اللہ کو اگر تم کو اللہ کا پوجنا منظور ہے۔ اس جملہ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾ میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ جو کواکب پرست ان کے سجدے کو خدا تعالیٰ کی عبادت اور سجدہ سمجھتے ہیں غلط بات ہے۔ عاقل و نادان میں یہی فرق ہے کہ نادان تصویر پر شیدا ہوتا ہے دانا تصویر دیکھ کر اُس پر مفتون ہوتا ہے کہ جس کی یہ تصویر ہے۔

ملائکہ کا تسبیح و تقدیس کرنا

پھر فرماتا ہے: فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا...الخ اگر یہ منکرین اے محمد ﷺ! تیرا کہنا نہ مانیں اور خدا کی طرف نہ آئیں تکبر سے اڑے رہے تو اللہ کو بھی کچھ پرواہ نہیں۔ اس لیے کہ جو اللہ کے پاس ہیں یعنی اس کی بارگاہ عزت میں حاضر ہیں ملائکہ مقربین رات دن اس کو سجدہ کرتے ہیں اور تھکتے نہیں اس لیے کہ وہ انوار ہیں خدا کی عبادت و تسبیح و تقدیس ان کی روزی ہے اور بمنزلہ نفسِ انسانی کے جو ان کو اور کسی تدبیر اور تصرف سے مانع نہیں آتا۔

یہ تو بالاتفاق ہے کہ اس آیت پر سجدہ کرنا چاہیے۔ مگر امام شافعی کے نزدیک تعبدون پر سجدہ ہے کیوں کہ واسجدوا اللہ سے متعلق ہے

* ...اهتزت هز هز الريح یعنی وزیدن بادو جنبانیدن درخت۔

اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک لا یسئمون پر اس لیے کہ کلام یہاں تمام ہوتا ہے۔

آیات ارضیہ کا بیان:...... آیاتِ فلکیہ کے بعد آیاتِ ارضیہ بیان فرماتا ہے

وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً کہ اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تو زمین کو خشک دیکھتا ہے۔

الخشوع التصاغر والتذلل واستعير لحال الارض حال خلوہا عن المطر والنبات۔

پھر جب اس پر پانی خدا برساتا ہے تو اهْتَزَّتْ حرکت کرتی ہے یعنی اُگانے کی طرف آتی ہے۔ وربت اور پھول جاتی ہے تر ہونے سے اور خصوصاً جب کہ اُگنے کو کوئی چیز ہوتی ہے اُبھر جاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ تر و تازہ اور زندہ ہو جاتی ہے پھر جو اس کے زندہ کرنے پر قادر ہے وہ مردوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے کیوں کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ ایک دوسرا مطلب ہے جو دعوت الی اللہ کے لیے اصل اصول ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا ؕ اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ
مَّنْ یَّاْتِیْٓ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝۴۰
اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ ۝۴۱ لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ
مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ ۝۴۲ مَا یُقَالُ لَكَ اِلَّا
مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِیْمٍ ۝۴۳
وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِیٌّ وَّعَرَبِیٌّ ؕ قُلْ
هُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هُدًی وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ
وَّهُوَ عَلَیْهِمْ عَمًی ؕ اُولٰٓئِكَ یُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِیْدٍ ۝۴۴

ترجمہ:...... وہ لوگ جو ہماری آیتوں میں کج روی کرتے ہیں ہم پر مخفی نہیں ہے بھلا وہ جو آگ میں ڈالا جائے گا بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن سے آئے گا جو چاہو کرو وہ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے ۝۴۰ وہ لوگ کہ جنہوں نے نصیحت سے انکار کیا جب کہ وہ ان کے پاس آ چکی (ہم کو معلوم ہیں) اور بے شک یہ ایسی معزز کتاب ہے ۝۴۱ کہ جس میں نہ آگے اور نہ پیچھے سے غلطی کا دخل ہے وہ خوبیوں والے حکیم کی طرف سے نازل ہوئی ہے ۝۴۲ آپ سے بھی وہی بات کہی جاتی ہے جو آپ سے اگلے رسولوں سے کہی گئی تھی بیشک آپ کا رب معاف بھی کرتا ہے اور سخت سزا بھی دیا کرتا ہے ۝۴۳ اور اگر ہم اس کو عجمی زبان کا قرآن بنا دیتے تو کہتے کس لیے اس کی آیتیں واضح نہیں کی گئیں کیا عجمی کتاب اور عربی لوگوں کے لیے؟ کہہ دو یہ ایمان داروں کے لیے ہدایت و شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے (اس سے) ان کے کان بہرے ہیں اور یہ کتاب ان کو سوجھتی بھی نہیں وہ قرآن سے اتنے غافل ہیں کہ گویا دور سے پکارے جاتے ہیں ۝۴۴۔

آیات الٰہیہ میں کج روی کرنے والوں کا انجام

تفسیر:...... دعوت الی اللہ اور اس کے طریق اقامۃ الدلائل کے بعد یہ بیان فرماتا ہے کہ جو آیتِ الٰہیہ میں کج روی کرتے ہیں وہ ہم پر مخفی نہیں یعنی دنیا و آخرت میں سزایاب ہوں گے آخرت میں آگ میں ڈالے جائیں گے۔ پھر جو آگ میں ڈالا جائے گا اس کے برابر ہوسکتا ہے جو امن سے آئے گا؟ نہیں ہرگز نہیں دونوں طریقوں کی برائی بھلائی تم کو خوب معلوم ہوگئی اللہ کے رستے کی بھی اور آیات اللہ میں کج روی کی بھی۔ اب تم کو اختیار ہے جو چاہو سو کرو کیوں کہ وہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

الالحاد المیل و العدول و منہ اللحد فی القبر لانہ امیل الی ناحیۃ منہ یقال الحد فی دین اللّٰہ ای مال عنہ۔

الالحاد فی الآیات کے معنی ہیں ان میں تحریف کرنا اور ہیر پھیر کر کے ان سے غلط مطلب ثابت کرنا متبادر معنی کو بلا ضرورت چھوڑ دینا حقیقت میں یہ بڑا عیب ہے۔ خصوصاً کلام اللہ میں ایسا کرنا۔ مکہ کے کفار بھی ایسا کیا کرتے تھے یہ تحریف و ہیر پھیر دراصل معنی کا انکار ہے اس لیے اس کے بعد فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ ... الخ ان کی خبر بعض کے نزدیک محذوف ہے جیسا کہ اور جگہ بھی قرآن مجید میں سامع کی سمجھ پر چھوڑ کر جملے عبارت میں محذوف کر دیے گئے ہیں اس کی خبر یجاذون ہے۔ بعض کہتے ہیں: اُولٰٓئِكَ یُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ۝ خبر ہے کہ وہ جو قرآن کا جس میں آیات اللہ ہیں ان کے پاس پہنچنے کے بعد بھی انکار کرتے ہیں اپنے انکار کی سزا پائیں گے۔

قرآن مجید کے چند اوصاف:...... اس کے بعد قرآن مجید کی صفت بیان کرتا ہے جس کا وہ انکار کرتے ہیں۔ وانہ لکتب عزیز الخ

١) یہ کہ قرآن کتاب ہے۔

٢) کیسی کتاب عزیز زبردست یا بے نظیر جس کے مطالب کی خوبی اس کے بے نظیر ہونے کی آپ سند ہے۔

٣) لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ ... الخ کہ اس میں غلط کو دخل نہیں نہ بالفعل نہ اس کے بعد کوئی اس کو غلط ثابت کر سکے گا نہ اس میں غلطی ملا سکے گا۔ نہ کوئی پہلی کتاب اس کو منسوخ کر سکتی ہے نہ آیندہ کوئی منسوخ کرنے والی آئے گی نہ اس میں زیادتی ہوسکتی ہے نہ نقصان۔

٤) تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ۝ اور حمید کی نازل کی ہوئی جس کی کوئی بات بھی حکمت کے خلاف نہیں۔ حکیم بھی کیسا کہ حمید بھی ہے اس کی حکمت جابرانہ نہیں بلکہ قابل تعریف۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتا ہے اور اسی جملے میں کفار کا بھی اطمینان کرتا ہے۔

فقال: مَا یُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ کہ اے محمد ﷺ! آپ کو جو کچھ یہ کفار کہتے ہیں نئی بات نہیں۔ پہلے رسولوں کو بھی ایسا ہی کہا گیا ہے جھوٹا جادوگر وغیرہ۔ یا یہ معنی کہ آپ کو توحید و مکارم اخلاق کا کوئی نیا حکم نہیں دیا گیا بلکہ وہی جو ہمیشہ سے رسولوں کو دیا گیا ہے نوحؑ، ابراہیمؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ، موسیٰ علیہ السلام بھی اپنی امتوں سے یہی کہا کرتے تھے جو تم کہتے ہو۔ اور آپ کو اور اگلے انبیاء کو یہ احکام کیوں دیے گئے اس لیے کہ اِنَّ رَبَّكَ ... الخ کہ آپ کا رب معاف بھی کرتا ہے اور سزا بھی دیتا ہے عمدہ باتوں سے خوش اور بری باتوں سے ناخوش ہوتا ہے اس لیے اس نے انبیاء علیہم السلام کی معرفت اپنی پسند اور ناپسند باتوں سے لوگوں کو خبردار کر دیا تاکہ موجبات سزا و انعام سے واقف ہو جائیں۔ یہ وجہ ہے قرآن کے نازل کرنے کی اور انبیاء کے بھیجنے کی۔

قرآن کا لغت عرب میں نزول:...... اس کے بعد ان کے اس شبہ کا جواب دیتا ہے:

قلوبنا فی اکنۃ مما تدعونا الیہ ہمارے دلوں پر غلاف ہے اور یہ قرآن مجید کس لیے عربی زبان میں آیا ایسی زبان تو ہم بھی بول سکتے ہیں

فقال: وَلَوْ جَعَلْنٰهُ یعنی اگر ہم اس قرآن کو عجمی زبان میں اُتارتے تو عذر کرتے کہ عربی شخص عجمی زبان بولتا ہے کلام عجمی و رسول عربی۔ عربی و عجمی میں یا مبالغہ کے لیے ہے جیسا کہ احمری میں۔ اعجم اس کو کہتے ہیں جو اچھی طرح بول نہ سکے اور اس لیے حیوانات کو عجماء کہتے ہیں اور عرب کے مقابلے میں غیر زبان والے فصیح نہیں سمجھے جاتے اس لیے عرب کے سوا سب کو عجم کہتے ہیں اور کبھی ان میں خاص اہلِ ایران پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ حمزہ و کسائی و عاصم نے أعْجَمِیٌّ کو دو ہمزہ کے ساتھ (ءَ اَعْجَمِیٌّ) پڑھا ہے، ایک ہمزہ استفہامِ انکاری کے لیے اور بعض نے ایک ہمزہ سے بطور اخبار کے۔ پھر جواب پہلی بات کا دیتا ہے۔

اہل ایمان کے لیے قرآن شفاء ہے:...... قُلْ هُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هُدًی وَّشِفَآءٌ:

کہ کہہ دے قرآن مجید ایمان والوں کے لیے ہدایت اور امراضِ قلبیہ کے واسطے شفا ہے ان کے دلوں پر اس سے غلاف نہیں۔

وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ: ہاں! جو ایمان اس پر نہیں لاتے ان کے دلوں میں حسد و عداوت کا پردہ پڑا ہوا ہے، اس لیے

فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ: ان کے کان بھی اس سے بہرے ہیں سنتے ہی نہیں اور جو کوئی سنانا چاہے تو کان بند کر لیتے ہیں۔

وَّهُوَ عَلَیْهِمْ عَمًی: اور آنکھوں پر اس سے پردہ پڑا ہوا ہے خود بھی نہیں دیکھتے اندھیرا چھایا ہوا ہے۔

اُولٰٓئِكَ یُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ﴿۴۴﴾ اب ان کی ایسی حالت ہے کہ جیسا کسی کو دور سے آواز دے کر پکارا جاتا ہے جس طرح بہائم کو پکارتے ہیں گائے بھینس وغیرہ کو۔ آواز سنتے ہیں بات نہیں سمجھتے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن مجید میں کوئی عیب نہیں تمہارے دلوں و دیگر حواس میں فتور ہے جس لیے قرآن سے دلوں اور آنکھوں اور کانوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور اس میں اختلاف کرتے ہو۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِیْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ﴿۴۵﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ﴿۴۶﴾

ترجمہ:...... اور البتہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی پھر اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات صادر نہ ہو چکی ہوتی تو ان کا فیصلہ ہی ہو چکا ہوتا اور ان کو تو قرآن میں قوی شک ہے جو کوئی نیک کام کرتا ہے تو اپنے لیے اور برائی کرتا ہے تو اپنے سر پر اور آپ کا رب تو بندوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا۔

تفسیر:...... پھر یہ بھی کوئی نئی بات نہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِیْهِ ؕ ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی یعنی تورات سو اس میں بھی لوگوں نے اختلاف کیا کسی نے مانا کسی نے انکار کیا۔ اب غضب الٰہی تو یہ چاہتا تھا کہ اس سرکشی پر ہلاک کر دیے جائیں مگر اس کی رحمت سے ان کے ہلاک ہونے کا ایک خاص وقت مقرر ہو چکا ہے اور کسی کے لیے ایک وقت میں آ کر ایمان دار ہونا لکھ دیا ہے اور کسی کے ہلاک نہ ہونے کی وجہ کوئی خاص مصلحت رکھی ہوئی ہے کہ یتیم اس کے ساتھ متعلق ہیں یا کوئی اور بات ہے اس لیے ان کا ابھی فیصلہ نہیں ہوتا اس سے وہ اور بھی قرآن مجید سے بڑے شک میں پڑ گئے کہ اگر یہ کلامِ الٰہی تھا تو اس کے انکار سے ہم پر بلا کیوں نہ آئی اور قرآن اور نبی ان کو اپنے کام کے لیے نہیں

بلاتا جو وہ کھنچتے ہیں وہ تو انہیں کی بھلائی برائی کا رستہ بتاتا ہے۔

پھر مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ جو کوئی نیکی کرتا ہے تو اپنے لیے اس کا فائدہ دنیا و آخرت میں اسی کو ہے کسی پر کیا احسان ہے۔

وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا۔ اور جو کوئی برائی کرتا ہے تو اپنے اوپر اس کا بد نتیجہ آپ ہی پاوے گا۔

وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۝ اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ یہ کڑوے پھل دنیا کی مصیبت آخرت کا عذاب اسی کے ہاتھ کے بوئے ہوئے درخت کے ہیں۔ سبحان اللہ کیا پُراثر کلام اور کیا موعظت بلیغہ ہے کہ جس کے سننے سے سنگ دل بھی نرم ہو جاتے ہیں۔ مگر شقی ازلی بے بہرہ رہتے ہیں۔ ظلام بروزن فعال نسبت کا صیغہ ہے جیسا کہ تمار و بقال چھوارے بیچنے والا اور ترکاری بیچنے والا ظلام ظلم کرنے والا۔ بعض کہتے ہیں مبالغہ کا صیغہ ہے مگر نفس ظلم مراد ہے تا کوئی یہ نہ سمجھے کہ بہت ظلم کرنے والا نہیں تھوڑا اسا روا رکھتا ہے۔ (سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۝)

پارہ (۲۵) اِلَیْهِ یُرَدُّ

اِلَیْهِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ
اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا
مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ۚ﴿۴۷﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ
مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۴۸﴾ لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۫ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ
قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ
وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ
فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۫ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۰﴾

ترجمہ:...... اسی کی طرف قیامت کی خبر کا حوالہ دیا جاتا ہے (وہی جانتا ہے) اور نہ کوئی ایسا پھل جو اپنے گابھے سے نکلتا ہے اور نہ کوئی مادہ جو حاملہ ہوتی ہے اور جنتی ہے مگر اس کے علم سے اور جس روز ان سے پکار کر کہے گا کہاں ہیں وہ میرے شریک تو کہیں گے آپ سے عرض تو کر دیا کہ ہم میں سے کسی کو بھی خبر نہیں اور جن کو وہ پہلے پکارا کرتے تھے سب گئے گزرے ہو جائیں گے اور یقین کر لیں گے کہ ان کو کسی طرح بھی چھٹکارا نہیں ﴿۴۸﴾ انسان بھلائی مانگنے سے تھکتا نہیں اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو آس توڑ کر نا امید ہو جاتا ہے ﴿۴۹﴾ اور اگر ہم اس کو اس مصیبت کے بعد جو اس پر آئی تھی اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو کہنے لگتا ہے یہ میرا حق تھا اور میں گمان نہیں کرتا کہ قائم ہوگی اور اگر میں اپنے رب کے پاس گیا بھی تو میرے لیے اس کے پاس بہتری ہے ہم کافروں کو ضرور بتائیں گے کہ وہ کیا کیا کرتے تھے اور ہم ضرور ان کو سخت عذاب بھی چکھائیں گے ﴿۵۰﴾۔

ترکیب:...... وَمَا تَخْرُجُ: ما نافیة ومن الاولی للاستغراق و الثانیة للابتداء وقیل ما موصولة فی محل جر عطفا علی الساعة أی علم الساعة وعلم التی تخرج۔

تفسیر:...... جب کہ کفار کے مقابلے میں یہ کہا گیا تھا کہ جو نیکی کرتا ہے اپنے لیے اور بدی جو کرتا ہے اپنے لیے جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ پوری جزا و سزا قیامت کو ملے گی۔ اس پر سامع کا خیال جا سکتا تھا کہ قیامت کب ہوگی؟ اس بات کا جواب دیتا ہے۔

وقوعِ قیامت کا علم:...... اِلَیْهِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ کہ قیامت کی خبر اس کے پاس ہے۔ یعنی جب کوئی کسی سے اس کے تعین وقت سے سوال کرتا ہے تو اس کی خبر اللہ ہی کے سپرد کی جاتی ہے کہ وہی جانتا ہے اور اس پر کیا موقوف ہے جو کچھ عالمِ غیب سے دنیا میں ظہور کرتا ہے جیسا کہ گابھے کے اندر پھل اور مادہ کے پیٹ میں بچہ سب کی خبر اسی کو ہے۔ حضرت ابو عبیدہ کہتے ہیں: اکمام کم یا کمہ کی جمع ہے

میوے یا پھل کے اوپر جو چیز لپٹی ہوئی ہوتی ہے اس کو کم کہتے ہیں اور اس لیے آستین کو بھی۔

مغیبات پر رمل یا نجوم یا تعبیرِ خواب سے علم حاصل نہیں ہوتا ظن ہوتا ہے علم یقینی نہیں اور جو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو الہام یا مکاشفہ سے کچھ بتایا جاتا ہے تو اللہ ہی کے بحرِ علم کا ایک قطرہ ہوتا ہے اور وہ بھی اسی قدر کہ جس قدر اس نے ان کو بتا دیا وہی علام الغیوب ہے۔

احوال قیامت:...... اس کے بعد کچھ قیامت کے احوال بیان فرماتا ہے: ویوم ینادیھم . . . الخ کہ اُس روز مشرکین سے پکار کر پوچھا جائے گا کہ میرے شریک جو تم نے دنیا میں بنا رکھے تھے کہاں ہیں؟ کہیں گے ہم نے بتا تو دیا۔ یعنی آپ کو خود علم ہے کہ ہم میں سے ان کو کوئی بھی دیکھنے والا نہیں یعنی نظر نہیں آتے۔ یا یہ معنی کہ ہم میں سے کوئی بھی شہادت نہیں دیتا کہ اللہ کا کوئی شریک ہے۔ یعنی انکار کریں گے جیسا کہ ملزم سزا کے وقت ارتکاب جرم کا انکار کیا کرتے ہیں۔

وضل عنھم . . . الخ اور دنیا میں جن کو پہلے پوجتے تھے وہ ان سے غائب ہو جائیں گے اور جان لیں گے کہ ہماری خلاصی نہیں۔ انسان کو یہ تغیر و تبدل کچھ آخرت ہی میں پیش نہ آئے گا۔ کہ جن بتوں اور خیالی معبودوں کو دنیا میں پکارا کرتے تھے ان سے عذاب دیکھ کر برأت کریں گے بلکہ دنیا میں بھی ایسی حالت ہے کہ

لَا یَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَیْرِ۝ اپنے لیے بھلائی مانگنے میں تھکتا نہیں۔

وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَیَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ۝ اور جو دُکھ پہنچتا ہے تو ناامید اور ہراساں ہو جاتا ہے۔

وَلَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا اور جو اس مصیبت کے بعد ہم پھر راحت عطا کرتے ہیں اپنی مہربانی سے تو کہتا ہے کہ میں اسی کا مستحق اور اسی کے لائق ہوں اور پھر اسی عیش و کامرانی میں ایسے پھولتے ہیں اور یہاں کے رہنے کو ایسا پسند کرتے ہیں کہ قیامت کے بھی منکر ہو جاتے ہیں۔

وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىِٕمَةً اور اگر بالفرض میں اپنے رب کے پاس گیا بھی تو مجھے وہاں بہتری ہوگی کیوں کہ دنیا میں بھی میں معزز تھا وہاں بھی معزز رہوں گا۔ دنیا پر آخرت کو قیاس کرتا ہے، یہ معلوم نہیں وہاں کے اور ہی حالات ہیں۔ یہ قول بطور حسنِ ظن کے نہ تھا جو باخدا لوگوں کو اللہ سے ہوتا ہے بلکہ بطور تکبر و سرکشی کے۔ اس لیے فرماتا ہے: فلننبئن الذین کہ ہم کو کافروں کو اُن کے اعمال پر متنبہ کریں گے اور سخت عذاب چکھائیں گے یعنی ان کے لیے اُس جہان میں بہتری تو کیا ہے عذابِ شدید ہے۔

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ
عَرِیْضٍ۝۵۱ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ
هُوَ فِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ۝۵۲ سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى یَتَبَیَّنَ
لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ۝۵۳ اَلَآ اِنَّهُمْ فِیْ
مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ۝۵۴ ع

ترجمہ:...... اور جب ہم انسان کو نعمت عطا کرتے ہیں تو منہ پھیر لیتا اور اکڑنے لگتا ہے اور جب اس کو دُکھ پہنچتا ہے تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۝۵۱ تو کہہ بھلا دیکھو تو سہی اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہوا پھر تم اس کا انکار کر بیٹھے تو ایسے پرلے درجے کے ضدی سے کون زیادہ گمراہ ہوگا۝۵۲ ہم

ان کو اپنی نشانیاں ملک (کے اطراف) میں اور خود ان میں بھی یہاں تک دکھائیں گے کہ ان کو ظاہر ہو جائے گا کہ یہ برحق ۔ کیا ان کے رب کی یہ بات کافی نہیں کہ وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۞ دیکھو تو ان کو اپنے رب کے پاس حاضر ہونے میں شک ہے دیکھو وہ ہر چیز کو قابو کیے ہوئے ہے۞۔

تفسیر:...... وَإِذَآ أَنْعَمْنَا: اور جب ہم انسان پر عنایت کرتے ہیں تو سرکشی کرتا ہے (والجانب مجاز عن النفس ونائی بمعنی بعد يقال نائت وتنایت أی بعدت وتباعدت والمتنائی الموضع البعید۔) اور جب اس پر بلا آتی ہے تو بڑی دعا کرتا ہے۔ (العرض والطول یستعمل فی الکثرۃ مجازا فی کلام العرب) یہ انسان کی جبلی بات ہے۔ غرض یہ کہ یہ تمام سرکشی خدا تعالیٰ کی عطا کی ہوئی ہے نعمت کی بدہضمی سے ہے۔

کفار کے شبہات کا دفعیہ:...... اس کے بعد پھر کفار کے شبہات دفع کرتا ہے۔ فقال: قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِن كَانَ مِنْ عِندِ اللَّهِ ... الخ ان سے کہہ دے تم جو قرآن مجید کا انکار کرتے ہو اچھا یہ بھی تو خیال کر لو (کیوں کہ تمہارے انکار پر کوئی حجت قوی نہیں ہے صرف توہمات ہیں) اگر یہ اللہ کی طرف سے ہو اور تم نے اس کا انکار کیا پھر تم سے زیادہ کون گمراہ اور ضدی ہے۔ (ممن هو اصله منکم وضع من هو فی شقاق موضع الضمیر لبیان حالهم فی المشاقة) ۔ یہ ایک الزامی گفتگو ہے مخاطب کو قائل کرنے کے لئے، جب کہ وہ خلاف حق ہو کر اپنے توہمات پر اصرار کرے۔ اس کے بعد ایک پیشن گوئی فرماتا ہے اسلام اور قرآن کے برحق ہونے پر۔

تفسیر آفاق:...... فقال: سَنُرِيهِمْ ءَايَٰتِنَا فِى ٱلْءَافَاقِ آفاق جمع افق کا عناق وعنق۔ اس کے معنی ہیں کنارے کے، آیت کی تفسیر میں علماء کرام نے متعدد وجوہ بیان فرمائے ہیں، مگر صاف یہ ہے اور یہی سیاق کلام سے چسپاں زیادہ ہے کہ ہم ان کو اپنی نشانیاں دکھائیں گے وہ دو قسم کی ہوں گی ایک آفاق یعنی بلاد وممالک کے متعلق اور دوسری وہ جو ان کی ذات سے علاقہ رکھتی ہوں گی۔ وہ جو آفاق سے علاقہ رکھتی ہیں بہت سی نشانیاں ہیں کہ جن کی رسول ﷺ نے خبر دی تھی جن کا لوگوں نے معائنہ کیا۔

يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ ٱلْحَقُّ ۗ اور ان پر حق ظاہر ہو گیا۔ جیسا کہ تھوڑے سے دنوں میں اسلام کا دور دراز ملکوں میں ظہور کرنا قیصر وکسریٰ کا مقہور ہونا، عرب کی کایا پلٹ ہو جانا، سب میں ایک نئی زندگانی کا پیدا ہو جانا وغیر ذلک اسی طرح زلزلوں کا آنا بڑے بڑے حوادث کا ظہور کرنا حجاز میں مہینوں تک ایک عجیب وغریب آگ کا مشتعل ہونا وغیر ذلک جن کی تفصیل کے لئے ایک بڑی مجلد کتاب بھی کافی نہیں۔

اور آیات النفس بھی بہت لوگوں نے دیکھی مکہ میں ہجرت سے پہلے ایک انقلاب شروع ہوا اور ہجرت کے بعد ترقی کرتا گیا، سنگ دل وسفاک رحم دل ہو گئے، بت پرستوں کو خدا پرستی سوجھنے لگی، وحشی اور جاہلوں کو قیصر وکسریٰ کے ملک کے انتظام کا سلیقہ آ گیا، دغابازی کی جگہ راست بازی کی طرف طبائع (طبیعتیں) مائل ہو گئیں، نفاق کی جگہ دلوں میں اتفاق نے گھر بنایا، پست حوصلگی کی جگہ بلند حوصلگی پیدا ہوئی، ان کے سینے علوم وحکمت کے چشمے بن گئے، پھر ان آیات کے دکھانے پر وثوق دلاتا ہے۔

فقال: أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُۥ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ شَهِيدٌ۞ کیا یہ بات کافی نہیں کہ تیرا رب ہر چیز پر شہید ہے کوئی بات اس کی قدرت وعلم سے باہر نہیں پھر وہ کیا ان آیات کے دکھانے پر قادر نہیں۔؟

یہ سب کچھ ہے مگر "أَلَآ إِنَّهُمْ فِى مِرْيَةٍ مِّن لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ۗ" وہ اپنے رب کے ملنے سے شک میں ہیں جانتے ہیں مر کر مٹی ہو جائیں گے خدا کے پاس کیا جانا ہے جس لئے وہ یہ باتیں کرتے ہیں۔ مگر وہ کہاں جا سکتے ہیں؟

أَلَآ إِنَّهُۥ بِكُلِّ شَىْءٍ مُّحِيطٌۢ۞ ہوشیار! وہ ہر چیز کو احاطہ کیے ہوئے ہے کوئی اس کی قدرت سے باہر نہیں سب کو گھیر کر اپنے پاس دربار عدالت میں حاضر کرے گا۔

سبحان اللہ! کس موقع پر کلام کو تمام کیا اور اثنائے کلام میں کیا کیا باریکیاں رکھی ہیں۔ صدق اللہ العلی العظیم۔

آیَاتُهَا ۵۳ ﴿۴۲﴾ سُوْرَةُ الشُّوْرٰى مَكِّيَّةٌ ﴿۶۲﴾ رُكُوْعَاتُهَا ۵

سُوْرَۃُ الشُّوْرٰی مکیہ ہے اس میں ترپن (۵۳) آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

حٰمٓ ۝۱ عٓسٓقٓ ۝۲ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۳ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝۴ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۵ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝۶

ترجمہ:...... حٰمٓ ۝۱ عٓسٓقٓ ۝۲ اسی طرح سے اللہ زبردست حکمت والا آپ کی طرف وحی کیا کرتا ہے اور ان کی طرف بھی (کیا کرتا تھا) جو تجھ سے پہلے تھے ۝۳ اُسی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی سب سے بڑا بالا دست ہے ۝۴ (اسی کی ہیبت کے مارے) قریب ہے کہ اوپر سے آسمان پھٹ پڑیں اور فرشتے ہیں کہ اپنے رب کی پاکی بیان کرتے ہیں اس کی خوبیوں کے ساتھ اور زمین والوں کے لیے معافی مانگتے ہیں دیکھو اللہ ہی معاف کرنے والا مہربان ہے ۝۵ وہ لوگ کہ جنہوں نے اس کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں وہ اللہ کی نظر میں ہیں اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں ۝۶۔

ترکیب:...... اللّٰہ فاعل لیوحی و مابعدہ نعت و الکاف فی موضع نصب بیوحی و الذین مبتدا اللّٰہ حفیظ الجملۃ خبر۔

تفسیر:...... یہ سورت بھی مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ یہ ابن عباس و ابن الزبیر و حسن و عکرمہ و جابرؓ کا قول ہے۔

اس سورت کا نام سورۂ شوریٰ اور سورۂ حٰم عسق ہے، حٰم عسق سے جو کچھ خدا پاک نے اپنے کلام میں مراد لیا ہے اس کو وہی خوب جانتا ہے مکہ میں قریش کو اس بات سے بڑا تعجب تھا کہ قرآن مجید اللہ کی طرف سے محمد ﷺ پر وحی کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ بات ان کے نزدیک نئی تھی۔ ان کے اس تعجب کو چند حروف میں ایک سرِّ نہانی کی طرف اشارہ کر کے دور کرتا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام پر نزول وحی:...... کذلک یوحی... الخ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے انبیاء علیہم السلام پر یوں ہی وحی کرتا چلا آیا ہے اور تیری طرف بھی وحی کرتا ہے۔ کذلک میں اشتراک نفسِ وحی کی طرف ہے اور یوحی جو مضارع کا صیغہ ہے حال ماضی کے لیے ہے۔ اللہ کے بعد العزیز الحکیم دو وصف بیان فرمائے تا کہ یہ استعجاب بالکل دور ہو جائے۔ عزیز: بمعنی زبردست غالب اس میں اس کی شہنشاہی کی طرف اشارہ ہے کہ وہ شہنشاہ اپنے بندوں پر بیان (فرمان) بھیجتا ہے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ جب دنیا کے بادشاہ رعیت کے حال سے غافل نہیں اور ان کے تمرد کی پروا نہیں کرتے کسی کو فرمان دے کر احکام جاری کرنے کے لیے بھیجتے ہیں

پھر وہ کیوں نہ بھیجے۔
الحکیم میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس کی حکمت بندوں کی اصلاح کے لیے انبیاء پر احکام وحی نازل کرنا ضروری سمجھتی ہے۔
اللہ تعالیٰ کے چند اوصاف:...... اس کے بعد اور چند اوصاف بیان فرماتے ہیں جو اس کی جلالت وعظمت پر دلالت کرتے ہیں۔
١) لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ④
آسمانوں اور زمین کی اسی کو بادشاہی ہے اور اس کی بادشاہی اور بادشاہوں کی طرح نہیں بلکہ وہ العلی ہے برتر اور عظیم ہے۔
٢) تَكَادُ السَّمٰوٰتُ...الخ اس کی عظمت کا یہ حال ہے کہ اس کی ہیبت وعظمت سے آسمان پھٹے جاتے ہیں۔
من فوقھم کا لفظ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب ان کے اوپر جو آسمان ہیں ان کا یہ حال ہے تو یہ بے چارے کیا چیز ہیں؟
وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ
٣) وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ اور ملائکہ جو اہر نورانی اور قوت وطاقت والے ہیں اس کی تسبیح اور تحمید کیا کرتے ہیں سبحان اللہ وبحمدہ کہتے ہیں اور اس کے سوا یستغفرون لمن فی الارض زمین والوں کے لیے خدا سے بخشش مانگتے ہیں اہل ایمان کے لیے بعض کہتے ہیں سب کے لیے کفار ومشرکین کے لیے بھی کہ الٰہی تو ان پر مہربانی کر راہ راست سمجھا کہ یہ اپنی بدی سے باز آئیں بخشے جائیں۔
٤) اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ⑤ دیکھو اللہ جو ہے بڑا معاف کرنے والا مہربانی کرنے والا ہے اس نے بخشنے اور مہربانی کے لیے دنیا میں انبیا بھیجے اور ان پر وحی کی۔ والذین اتخذو اگر بندوں کو دیکھیے کہ اللہ کے سوا انہوں نے اور حمایتی اور معبود بنا رکھے ہیں۔
اَللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ : اللہ ان کو دیکھ رہا ہے وہ کہاں جا سکتے ہیں۔
وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ⑥ اے محمد! (ﷺ) آپ ان کے ذمہ دار نہیں اس میں ایک شان استغنائی ہے اور توحید کی طرف تہدید کے پیرائے میں ترغیب ہے اور آنحضرت ﷺ کو تسلی دی جاتی ہے کہ اس میں تیرا کوئی قصور نہیں کیا لطائف آیات میں رکھے ہوئے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ⑦ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَاۗءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ⑧ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑨ ع

ترجمہ:...... اور اسی طرح ہم نے آپ پر عربی زبان کا قرآن نازل کیا تا کہ آپ مکہ والوں اور ان کے آس پاس والوں کو ڈرسنائیں اور قیامت کے دن سے بھی ڈرائیں کہ جس میں کوئی شبہ نہیں (اُس روز) ایک جماعت جنت میں اور ایک جماعت جہنم میں ہوگی⑦ اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک ہی گروہ کر دیتا لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور ظالموں کا نہ کوئی حمایتی ہے اور نہ مددگار⑧ کیا انہوں نے اس کے سوا اور بھی مددگار بنا رکھے ہیں پھر اللہ ہی مددگار ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر قادر ہے⑨۔

ترکیب:...... قرآنا مفعول لا وحینا۔ لتنذر متعلق باوحینا فریق خبر مبتداء محذوف أی بعضهم فریق فی الجنة والظلمون مبتدء وما بعده خبره اولیاء بالنصب علی انه مفعول لاتخذوا من دونه حال منه أی حال کون الاولیاء غیر اللّٰہ۔ الولی خبر فاللّٰہ هو ضمیر الفصل للتاکید۔

تفسیر: مسئلہ نبوت کا ذکر:...... وکذلک اوحینا... الخ کہ جس طرح انبیاء سابقین پر وحی کی تھی اسی طرح اے محمد! ہم نے تیری طرف عربی زبان میں قرآن وحی کیا، اس لیے لتنذر ام القری تاکہ تو اہلِ مکہ کو اور اس کے آس پاس والوں کو خبردار کردے ڈرا دے کہ تم پر اگر باز نہ آؤ گے بلا آنے والی ہے اور ان کو قیامت کے دن سے بھی ڈرا دے کہ جس میں کوئی شک نہیں کہ اس روز ایک جماعت جنت میں اور ایک جماعت دوزخ میں ہوگی۔ یعنی جس طرح اور انبیاء اپنی امتوں کے ڈرانے کے لیے آئے اسی طرح آپ اہلِ مکہ اور ان کے آس پاس والوں کے لیے۔ نبوت قائم کرنے کی وجہ لوگوں کا ڈرانا اکثر قرآن میں آیا ہے اور بشارت اس کے ساتھ میں آئی ہے۔

اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جب بنی آدم کی حالت خراب ہو جاتی ہے فلسفہ وعلومِ عقلیہ اس کی اصلاح سے عاجز آ کر کسی گوشے میں منہ چھپا کر بیٹھ جاتے ہیں اگر اس وقت خدا تعالیٰ کا داعی وہادی نہ آئے تو اس بدکاری وغیرہ امراضِ روحانیہ میں مبتلا ہو کر نہ صرف آخرت میں جہنم کے ایندھن بن جائیں بلکہ معاش بھی بگڑ جائے جس سے کسی دنیاوی بلا کا بھی سخت اندیشہ ہوتا ہے۔

ایسے وقت میں خدا رحیم وکریم اپنے کسی بندے کو نبی اور مؤید من اللہ بنا کر بھیجتا ہے اس کا پہلا کام ان لوگوں کو آنے والی بلا سے ڈرانا ہوتا ہے تاکہ افعالِ بد سے باز آئیں اس لیے لِتُنْذِرَ فرمایا۔

اور منہیات ترک کرنے کے بعد اگر اچھے کام کرنے لگیں تو ان کو انعام واکرامِ الٰہیہ کی بشارت دی جاتی ہے اور نبی کا مبعوث کرنا اتمامِ حجت کے لیے ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے عہد میں تمام عالم ہر قسم کی بدکاری وگمراہی سے تاریک ہو گیا تھا اور آپ ﷺ کو مصلحتِ الٰہی نے مکہ میں سے مبعوث کیا جس کو عرب ام القریٰ کہتے تھے۔ اس لیے ام القریٰ اور اس کے آس پاس والوں کا زیادہ استحقاق تھا لہٰذا ان کی تخصیص کی گئی اور نیز سب سے پیشتر نبی اپنی قوم اور شہر اور وطن سے تبلیغ شروع کیا کرتا ہے پھر دور تک یا تمام عالم تک پہنچتا ہے اپنے تابعوں کے ذریعہ سے۔ ام القریٰ ومن حولها کا ذکر کرنا تمام عالم کے لیے نبی نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔

لتنذر میں عام بلاؤں سے ڈرانا بتایا ہے۔ وتنذر یوم الجمع میں اُخروی بلاؤں سے۔

ایک فریق جنت میں، ایک فریق جہنم میں:...... فریق فی الجنة... الخ کے متعلق ایک حدیث ہے جس کو ترمذی ونسائی واحمد وابن جریر وابن المنذر وابن مردویہ نے نقل کیا ہے کہ

رسول ﷺ ایک بار دو کتابیں ہاتھ میں لیے ہوئے باہر تشریف لائے اور لوگوں سے فرمایا ان کو تم جانتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا نہیں یہ خداوند تعالیٰ کی دو کتابیں ہیں، جو دائیں ہاتھ میں ہے اس میں تمام اہلِ جنت اور ان کے باپ دادا کے بالتفصیل نام درج ہیں۔ اور بائیں ہاتھ میں اسی تفصیل سے دوزخ والوں کے نام ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا اب عمل کرنے کی کیا ضرورت؟ فرمایا کوشش کیے جاؤ۔ اہلِ جنت کا خاتمہ نیک کاموں پر ہوتا ہے کچھ ہی کیوں نہ کرے اور دوزخی کا برے کاموں پر کچھ ہی کیوں نہ کرے۔ یہ تقدیری بات ہے۔

کیونکہ ولو شاء اللہ... الخ اگر اللہ چاہتا تو دو فریق نہ کرتا ایک ہی کر دیتا مگر وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں لیتا ہے۔

والظلمون اور ازلی گمراہوں کو کوئی مدد وحمایت کر کے راہ پر نہیں لا سکتا ہے۔

ان کی گمراہی کی ایک یہ بات ہے: أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ اللہ کے سوا اور حمایتی فرض کر رکھے ہیں؟

حالانکہ اصل حمایتی اللہ ہی ہے۔ اور وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے نطفوں سے زندہ انسان پیدا کرتا ہے۔ اور آخرت میں بھی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر شے پر قادر ہے پس اس کو حمایتی بنانا چاہیے۔ نہ اوروں کو۔ اس مسئلہ نبوت میں مسئلہ حشر بھی ثابت کر دیا گیا۔

وَمَا اخۡتَلَفۡتُمۡ فِیۡہِ مِنۡ شَیۡءٍ فَحُکۡمُہٗۤ اِلَی اللّٰہِ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبِّیۡ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ ٭ۖ
وَاِلَیۡہِ اُنِیۡبُ ﴿۱۰﴾ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا
وَّمِنَ الۡاَنۡعَامِ اَزۡوَاجًا ۚ یَذۡرَؤُکُمۡ فِیۡہِ ؕ لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ ۚ وَہُوَ السَّمِیۡعُ
الۡبَصِیۡرُ ﴿۱۱﴾ لَہٗ مَقَالِیۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ
وَیَقۡدِرُ ؕ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۱۲﴾ شَرَعَ لَکُمۡ مِّنَ الدِّیۡنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوۡحًا
وَّالَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ وَمَا وَصَّیۡنَا بِہٖۤ اِبۡرٰہِیۡمَ وَمُوۡسٰی وَعِیۡسٰۤی اَنۡ اَقِیۡمُوا
الدِّیۡنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِیۡہِ ؕ کَبُرَ عَلَی الۡمُشۡرِکِیۡنَ مَا تَدۡعُوۡہُمۡ اِلَیۡہِ ؕ اَللّٰہُ
یَجۡتَبِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَیَہۡدِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یُّنِیۡبُ ﴿۱۳﴾

ترجمہ:...... اور (کہہ دو) جن باتوں میں تمہارا اختلاف پڑا ہوا ہے ان کا فیصلہ تو اللہ ہی کے سپرد ہے یہی اللہ تو میرا پروردگار ہے میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں ﴿۱۰﴾ وہ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے اسی نے تمہاری جنس سے تمہارے لیے جوڑے بنائے اور چار پایوں کے بھی جوڑے بنائے اس تدبیر سے تم کو زمین پر پھیلاتا ہے کوئی چیز بھی اس کے مثل نہیں اور وہ سنتا دیکھتا ہے ﴿۱۱﴾ اس کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے وہ ہر ایک بات جانتا ہے ﴿۱۲﴾ تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا کہ جس کا نوح کو حکم دیا تھا اور اسی رستہ کی ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے اور اسی کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا کہ اسی دین پر قائم رہنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا جس چیز کی طرف آپ مشرکوں کو بلاتے ہیں وہ ان پر شاق گزرتی ہے اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے نزدیک برگزیدہ کرتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کو ہدایت دیتا ہے ﴿۱۳﴾۔

تفسیر: ...... وَلٰکِنۡ یُّدۡخِلُ مَنۡ یَّشَآءُ فِیۡ رَحۡمَتِہٖ، کی بابت (جس میں ایمان و کفر تقدیری کی طرف اشارہ ہے) مخالفین جھگڑتے تھے بعض اس طور پر کہ کیوں اللہ نے بعض کو رحمت میں داخل کیا، اوروں کو نہ کیا؟ بعض اس طور پر کہ رحمت میں ہم داخل ہیں۔ کفار اپنے جاہ و مال کے لحاظ سے اپنے تئیں (آپ کو) رحمت میں داخل سمجھتے تھے۔ ایمان دار دولتِ آخرت کے لحاظ سے اپنے تئیں۔ اس لیے اس کے بعد یہ فرمادیا: وَمَا اخۡتَلَفۡتُمۡ فِیۡہِ مِنۡ شَیۡءٍ فَحُکۡمُہٗۤ اِلَی اللّٰہِ، کہ ان اختلافی باتوں میں فیصلہ اللہ کے سپرد ہے جو وہ کردے برحق ہے۔

ذٰلکم اللہ ربی...... الخ یہ اللہ میرا رب ہے جس پر میرا توکل ہے اور اسی کے پاس مجھے پھر کر جانا ہے۔ یا ہر امر میں اس کی طرف رجوع کرتا ہوں نہ کسی اور کی طرف۔ اس میں اشارہ ہے کہ اگر تمہارا بھی اللہ سے یہی حسنِ ظن ہے تو بہتر۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہے

کہ جمیع امور میں خداوندی فیصلہ کا پابند رہنا چاہیے۔اس کے بعد خداوند تعالیٰ اور چند اوصاف بیان فرماتے ہیں جن سے غیر اللہ کے ولی معبود بنانے پر ایک لطف کے ساتھ تعریض بھی ہے۔

۱) خالق آسمان وزمین:...... فاطر السمٰوٰت والارض وہ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے نہ کوئی اور۔ جو چاہے کرے جس کو جس حال پر چاہے پیدا کرے کون پوچھ سکتا ہے؟

۲) نسل واولاد میں اضافہ:...... جعل لکم . . . الخ کہ تمہاری جنس کے تمہارے لیے جوڑے پیدا کیے اور اسی طرح چوپایوں میں بھی اور اس نر و مادہ سے تم کو پھیلایا، نسل کو بڑھایا۔ یہ بھی اسی کا کام ہے نہ تمہارے کسی معبود کا۔ پھر کوئی مادہ کہہ سکتی ہے کہ مجھے نر کیوں نہ بنایا اور چوپائے کہہ سکتے ہیں کہ ہم کو انسان کیوں نہ بنایا؟ پس وہ مختار ہے ازل میں جس کو چاہا رحمت میں شامل کیا جس کو نہ چاہا نہ شامل کیا۔

۳) اللہ تبارک وتعالیٰ کے مثل کوئی نہیں:...... لیس کمثلہ شیء عرب کے کلام میں مثل بول کر خاص شخص بطور کنایہ کے مراد لیا کرتے ہیں کہتے ہیں مثلك لا یبخل، آپ کی مثل یعنی آپ جیسے لوگ بخل نہیں کرتے، مطلب یہ کہ آپ نہیں کرتے کیوں کہ جب آپ کی مثل نہیں کرتے تو آپ بطریق اولیٰ نہیں کرتے، ہمارے محاورے میں بھی مثل اور جیسے کے لفظ سے وہی شخص مراد ہوا کرتا ہے۔

مراد یہ کہ کوئی اللہ کا مثل نہیں نہ ذات میں نہ صفات میں جس پر ان کا قیاس کر کے اس کے فعل میں اس کو ظلم کی طرف منسوب کیا جائے اور نیز جب اس کے مانند کوئی نہیں تو اور کسی کو حمایتی اور معبود بنانا عبث و بے کار ہے۔

یہ آیت تنزیہ باری تعالیٰ کے لیے ایک اصل اصول ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ اس کے مانند نہ آدم تھے نہ کوئی اور نہ وہ جسمانی ہے نہ اعضاء جسمانی رکھتا ہے مکان وحیز موت وفنا وغیرہ جمیع نقائص سے پاک ومبرا ہے۔

۴) وھو السمیع البصیر اور وہ سنتا دیکھتا ہے مگر نہ بندوں کی طرح جن کا سننا کان بغیر نہیں ہو سکتا، دیکھنا آنکھ بغیر نہیں ہو سکتا۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہر ایک بات اس کو معلوم ہے پس جو کچھ وہ فیصلہ کرے گا علم وبصیرت سے کرے گا۔

۵) اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کے خزانوں کا مالک ہے:...... لہ مقالید السمٰوٰت . . . الخ اس کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اور خزانے ہیں جس کو چاہتا ہے روزی بہت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے نپی تلی یعنی کم اس میں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس نے ظلم کیا فلاں کو امیر کیا، فلاں کو فقیر کیوں کیا ظلم کر دیا۔

انہ بکل شیء علیم ہر ایک بات جانتا ہے مناسب اور غیر مناسب کا اسی کو علم ہے اسی طرح سے کرتا ہے اسی کا فیصلہ ناطق ہے۔

اس کے بعد مسئلہ نبوت شروع کرتا ہے شرع لکم من الدین . . . الخ کہ اے لوگو! تمہارے لیے کوئی نئی بات نازل نہیں ہوئی ہے بلکہ وہی قدیم دین کہ جس پر نوح وابراہیم اور موسیٰ وعیسیٰ مامور تھے اور اسی پر محمد ﷺ مامور کیے گئے۔ وہ کیا ہے؟

اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ الخ کہ دین یعنی اصول شرائع توحید واقرار رسالت ومکارم اخلاق وترک منہیات پر قائم رہو اختلاف نہ کرو۔

مگر مشرکوں پر اے محمد! تیرا توحید ومکارم اخلاق پر بلانا شاق گزرتا ہے کہ تجھ میں کیا خصوصیت تھی جو نبی کیا گیا۔ حالانکہ اللہ مختار ہے جس کو چاہے نبوت کے لیے برگزیدہ کرے اور جس کو چاہے ہدایت دے۔

وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ

مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ

بَعۡدِهِمۡ لَفِیۡ شَكٍّ مِّنۡهُ مُرِیۡبٍ ﴿۱۴﴾ فَلِذٰلِكَ فَادۡعُ ۚ وَاسۡتَقِمۡ كَمَاۤ اُمِرۡتَ ۚ

وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ ۚ وَقُلۡ اٰمَنۡتُ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنۡ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرۡتُ لِاَعۡدِلَ

بَیۡنَكُمۡ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمۡ ؕ لَنَاۤ اَعۡمَالُنَا وَلَكُمۡ اَعۡمَالُكُمۡ ؕ لَا حُجَّةَ بَیۡنَنَا

وَبَیۡنَكُمۡ ؕ اَللّٰهُ یَجۡمَعُ بَیۡنَنَا ۚ وَاِلَیۡهِ الۡمَصِیۡرُ ﴿۱۵﴾ وَالَّذِیۡنَ یُحَآجُّوۡنَ فِی اللّٰهِ مِنۡ

بَعۡدِ مَا اسۡتُجِیۡبَ لَهٗ حُجَّتُهُمۡ دَاحِضَةٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ وَعَلَیۡهِمۡ غَضَبٌ وَّلَهُمۡ

عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ﴿۱۶﴾

ترجمہ:......اور انہوں نے جو اختلاف کیا تو علم آنے کے بعد کیا (محض) آپس کی ضد سے اور اگر ان کے رب کی طرف سے ایک وقتِ مقرر تک وعدہ نہ ہوتا تو ان میں فیصلہ کر دیا گیا ہوتا اور جو آپ کے بعد کتاب کے وارث بنائے گئے ہیں (آپ کے زمانے کے یہود و نصاریٰ) تو وہ دینِ حق سے شک میں پڑے ہوئے ہیں ﴿۱۴﴾ پھر اس لیے آپ (ان کو) بلائیے اور جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے خود بھی قائم رہیے اور ان کی خواہشوں پر نہ چلیے اور کہہ دیجیے کہ ہر ایک کتاب پر جو اللہ نے نازل کی میرا ایمان ہے اور مجھے تم میں انصاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے اللہ ہمارا اور تمہارا رب ہے ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہم میں اور تم میں کوئی جھگڑا نہیں اللہ ہم کو تم کو جمع کرے گا اور اسی کے پاس پھر جانا ہے ﴿۱۵﴾ اور وہ جو اللہ کی بات میں جھگڑا ڈالتے ہیں بعد اس کے کہ وہ مانی گئی تو ان کی حجت ان کے رب کے ہاں باطل ہے ان پر غضب الٰہی ہے اور ان کے لیے سخت عذاب ہے ﴿۱۶﴾۔

ترکیب:......الا من استثناء متصل أی ما تفرقوا فی وقت من الاوقات الا وقت مجیئ العلم۔ بغیاً: موصوف۔ بینهم صفة وانتصابه علی انه مفعول لاجله کما یقال قعدت عن الحرب جبناً۔ ولولا: شرط۔ سبقت صفة لکلمة۔ لَقُضِیَ: جواب الشرط لفی شک خبر ان۔ فلذلک الاشارة الی الکتاب او العلم فاللام فی موضع الی وصلة ادع مذکورة صریحاً۔

تفسیر:......شبہ ہوتا تھا کہ تمام انبیاء کو اقامتِ دین کا متفق بنا کر حکم دیا گیا پھر ان اصول میں کیوں اختلاف پڑا؟ یہود و نصاریٰ مجوس وغیرہ مختلف فرقے پیدا ہو گئے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے۔

ضد کی وجہ سے گروہ بندیاں:...... وما تفرقوا کہ یہ آپس کی ضد سے لوگوں نے جان بوجھ کر اختلاف ڈالا ہے۔ یہود نے کہا ہم عیسیٰ کو کیوں مانیں اور عیسائیوں نے کہا ہم محمد ﷺ کو کیوں قبول کریں۔ اس طرح کتاب میں تحریف و تبدیل کر کے جھگڑے ڈال دیے اپنے رسم و رواج و تراشیدہ خیالات کے مطابق کرنے کے لیے کتاب اللہ میں تحریف و تبدیل ہونے لگی اور عرصہ دراز سے یہ جھگڑے مختلف صورتوں میں جلوہ گر ہوئے یہاں تک کہ الَّذِیۡنَ اُوۡرِثُوا الۡكِتٰبَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ۔ ان سابقین کے بعد جن لوگوں کو کتاب پہنچی توریت و انجیل وغیرہ محرف و مبدل ہو کر۔

لَفِیۡ شَكٍّ مِّنۡهُ مُرِیۡبٍ ﴿۱۴﴾ وہ اس سے خود شک میں پڑے ہیں۔ یہ آنحضرت ﷺ کے ہم عصر لوگوں کا حال تھا۔ ان کا بھی اس کتاب پر کامل ایمان نہ تھا نہ اس کے پورے طور پر پابند تھے، کوئی کسی بات کو مانتا تھا دوسرا منکر تھا۔ گو ان کو اپنے ادعاء کے مطابق اپنی کتابوں پر

ایمان کا دعویٰ تھا مگر ان کی حالت یہ کہہ رہی تھی کہ یہ اس سے شک میں ہیں۔

اور آیت کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ اگلوں کے بعد جو آنحضرت ﷺ کے ہم عصروں کو کتاب یعنی قرآن پہنچا تو اس سے شک میں ہیں لیکن اول معنی قوی ہیں لفظ: اُوْرِثُوا اسی کے مناسب ہے۔

آنحضرت ﷺ کو استقامت اور دعوتِ حق کا حکم: ۔۔۔۔جب لوگوں کا اصولِ دین میں یہ اختلاف ہے تو اے محمد! (ﷺ) فلذلك اس لیے فارغ لوگوں کو ہدایت وراہِ راست کی طرف بلاؤ اور خود بھی اس پر جمے رہو اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو نہ یہود کی نہ نصاریٰ کی نہ مشرکین کی اور صاف صاف کہہ دیجیے اے لوگو! یہ تم کو شک ہو تو ہوا کرے۔

اللہ ہمارا اور تمہارا دونوں کا رب ہے، ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال

أمنت۔۔۔ الخ اللہ نے جو کوئی کتاب نازل کی ہے میں ہر ایک پر ایمان لایا۔ اور امرت لا عدل بینکم مجھے تمہارے اختلافی مسئلوں میں عدل وانصاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ اس لیے کہ اَللّٰہُ رَبُّنَا وَرَبُّکُمْ۔ اللہ ہمارا اور تمہارا دونوں کا رب ہے ہر ایک اس کی اطاعت پر مامور ہے۔ بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل وعرب وعجم کی اس میں کچھ خصوصیت نہیں۔ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ۔ ہمارے لیے اپنے اعمال اور تمہارے لیے اپنے۔ جو کرے گا بھرے گا۔ لَا حُجَّۃَ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ: ہمارے تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں۔ ان الفاظ میں آنحضرت ﷺ کو ان کی بے جا تقریروں سے اعراض کرنے کا حکم دیا گیا کہ اس جھک جھک میں کچھ فائدہ نہیں۔ کہہ دیجیے ہم سب کو اللہ کے پاس جانا ہے حق و باطل وہاں معلوم ہو جائے گا۔

والذین یحاجون اس کے بعد اطمینان بخش حکم سناتا ہے کہ جو کوئی اللہ کے بارے میں یعنی اس کے دین میں تسلیم ہو جانے کے بعد حجت وتکرار کرتا ہے اس کی حجت خدا کے نزدیک مردود ہے اور اس پر غضبِ الٰہی اور عذابِ شدید ہے۔

یعنی قرآن میں وہی اصول ہیں کہ جن کو اے اہلِ کتاب ومشرکین تم بھی تسلیم کرتے ہو پھر جو تکرار کرتے ہو اور سخن پروری اور نفسانیت کرتے ہو تو خدا کے ہاں یہ مردود ہے اس پر اس کی دنیا میں ناراضی اور آخرت میں عذابِ شدید ہے۔

اَللّٰہُ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَ ؕ وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّ السَّاعَۃَ قَرِیْبٌ ﴿١٧﴾ یَسْتَعْجِلُ بِہَا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِہَا ۚ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْہَا ۙ وَیَعْلَمُوْنَ اَنَّہَا الْحَقُّ ؕ اَلَآ اِنَّ الَّذِیْنَ یُمَارُوْنَ فِی السَّاعَۃِ لَفِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ﴿١٨﴾ اَللّٰہُ لَطِیْفٌۢ بِعِبَادِہٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَھُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ﴿١٩﴾ ع مَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَۃِ نَزِدْ لَہٗ فِیْ حَرْثِہٖ ۚ وَمَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِہٖ مِنْہَا وَمَا لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ نَّصِیْبٍ ﴿٢٠﴾

ترجمہ:...... اللہ ہی ہے کہ جس نے سچی کتاب اور ترازو نازل کی اور آپ کو کیا معلوم کہ شاید (قیامت کی) وہ گھڑی نزدیک ہی ہو ﴿١٧﴾ اس کی جلدی تو وہ

کرتے ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور جو ایمان رکھتے ہیں وہ تو اس سے ڈرتے اور جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے دیکھو وہ جو اس گھڑی میں جھگڑتے ہیں البتہ وہ پرلے درجہ کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں⑱ اللہ اپنے بندوں پر (بڑا) مہربان ہے جس کو (جس قدر) چاہتا ہے روزی دیتا ہے اور وہ قوی زبردست ہے⑲ جو کوئی آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کی کھیتی میں افزونی کرتے ہیں اور جو کوئی دنیا کی کھیتی چاہتا ہے تو اس کو قدرے دنیا دیدیتے ہیں اور اور آخرت میں تو اس کا کچھ بھی حصہ نہیں⑳۔

ترکیب:...... قال الکسائی قریب نعت ینعت بها المذکر والمؤنث کمافی قوله اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ویمکن ان یکون فاعل قریب اتیانها لا الضمیر الراجع الی الساعة۔

تفسیر: ... اس تمام گفتگو کے بعد (اللہ تبارک وتعالیٰ) مسئلہ نبوت کو تمام کر کے دار آخرت کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ پہلے جو فرمایا تھا کہ جس چیز میں تمہارا اختلاف ہو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف مفوض ہے۔

میزان عدل:...... اب اس کی ایک اور وجہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کی طرف اس لیے کہ اس نے کتاب برحق اور عدل کی ترازو نازل کر دی ہے اس میں ہر بات کو تول دیکھو۔ المیزان سے مراد کتاب آسمانی ہے اسی میں نیک وبد، اچھا برا کام وزن ہوتا ہے۔

اور اس کے اتارنے سے کیا غرض ہے وہ یہ کہ قیامت کے لیے ہر ایک اپنے اعمال اور ایمان کو تول رکھے وہاں وہ کام آئے گا۔ اس لیے اس کے بعد فرمادیا: وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ کہ اے مخاطب! تجھے کیا خبر ہے کہ وہ نزدیک ہو۔ یعنی اس کو دور کیوں سمجھتے ہو؟

جو اس پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کی جلدی کرتے ہیں کہ جلد قیامت آجائے یہ اس لیے کہ اس کے قائل نہیں محض تمسخر اور ہنسی کی راہ سے جلدی کرتے ہیں۔

والذین اٰمنوا اور جو ایمان لائے ہیں قیامت پر یا اللہ اور اس کے رسول پر اور ان کے کہنے سے قیامت کا برپا ہونا حق جانتے ہیں اس سے ڈرتے ہیں۔

منکرین قیامت کے باطل خیالات:...... الا ان الذین...الخ کہ جو قیامت کے برپا ہونے میں شک کرتے ہیں بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ منکرین قیامت کا انکار دنیا کے عیش ونشاط کی مستی سے کرتے تھے اور اسی عالم کو راحت ورنج کا اصلی مقام جانتے تھے۔ اور اپنی دنیاوی کامیابی کو خدا کی خوشنودی کا باعث جانتے تھے۔

اس لیے اس کے بعد یہ جملہ ارشاد فرمایا: اَللّٰهُ لَطِيْفٌ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ کہ اللہ اپنے بندوں پر مہربانی کرتا ہے اس لیے دنیا میں ہر ایک نیک وبد کو روزی دیتا ہے نہ یہ اس کی رضامندی کی دلیل ہے نہ اس بات کی کہ یہی عالم مقام اصلی ہے۔ دشمن کو باوجود ناراضی کے کھانا پینا قید میں دیدیا کرتے ہیں۔ پھر کیا یہ رضامندی کی دلیل ہوسکتی ہے؟ اور صرف وہ لطیف ہی نہیں کہ سرکشوں بدکاروں کو سزا دینے پر قادر نہ ہو بلکہ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ قوت والا زبردست بھی ہے۔

اس تمام جملہ کو قیامت کے ساتھ یہ بھی تعلق ہے کہ اللہ کی صفت لطف وقوت کا یہی مقتضا ہے کہ وہ اپنی مہربانی سے دار آخرت میں نیکوں کو رزق وسرور ابدی عطا کرے اور بدکاروں شریروں ظالموں سے قوت وجبروت کے ساتھ پیش آئے مگر دنیا اس کا مقام اصلی نہیں۔ بلکہ یہ نیکی اور بدی حاصل کرنے کا کھیت ہے۔

پس مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ: حرث کے معنی لغت میں کسب اور کمانے کے ہیں۔ کہتے ہیں: یحرث لعیاله و یحترث ای یکتسب و منه وسمی الرجل حارثا اور اس کے اصل معنی زمین میں تخم ریزی کرنا۔ بطور استعارہ کے تشبیہ کے علاقہ سے اس کا اطلاق ثمرات اعمال پر ہونے لگا۔ یعنی جو آخرت کے کمانے میں کوشش اور اس کا ارادہ کرے گا ہم اس کی نیکیاں دوچند کریں گے

سات سو تک یا اس کو توفیق زیادہ دیں گے اور خیر کے رستے اس کے لیے آسان کر دیں گے۔

اور جو دنیا کا ارادہ کرے گا تو اس میں سے کسی قدر دیں گے یہ نہیں کہ جس قدر کوئی دنیا کی حرص کرے سب اس کو مل جائے۔ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ﴿٢٠﴾ آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔

اس سے مراد اللہ سے غافل اور آخرت کا منکر ہو کر دنیا حاصل کرنا ہے جو آخرت سے بے نصیب کر دیتا ہے نہ کسب معاش حلال طور پر اپنے نفس واہل وعیال کی پرورش کے لیے، اس لیے کہ یہ ضروری ہے بقدرِ ضرورت۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةُ
الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴿٢١﴾ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ
مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ
رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ﴿٢٢﴾
ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّآ
اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ
فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ﴿٢٣﴾

ترجمہ:...... کیا ان کے اور معبود ہیں کہ جنھوں نے ان کے لیے دین کا وہ طریقہ نکالا ہے کہ جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا اور اگر فیصلہ کا وعدہ نہ ہوا ہوتا تو ان کا دنیا میں فیصلہ ہو چکا ہوتا اور ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہونا ہے ﴿٢١﴾ (اے مخاطب) تو ظالموں کو (قیامت میں) دیکھے گا کہ وہ اپنے اعمال کے وبال سے ڈر رہے ہوں گے حالانکہ وہ ان پر پڑ کر رہے گا اور جو ایمان لائے اور اچھے کام بھی کیے وہ بہشت کے باغوں میں ہوں گے وہ جو چاہیں گے اپنے رب کے پاس سے پائیں گے یہی وہ بڑا فضل ہے ﴿٢٢﴾ یہی تو وہ ہے کہ جس کی اللہ اپنے ان بندوں کو خوشخبری دیتا ہے کہ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام بھی کیے ہیں کہہ دو میں تم سے اس پر کچھ اجرت بھی نہیں مانگتا مگر محبت قرابت کی (تو قائم رکھو) اور جو کوئی نیکی کمائے گا تو ہم اس میں اور بھی خوبی زیادہ کر دیں گیا البتہ اللہ معاف کرنے والا قدردان ہے ﴿٢٣﴾

ترکیب:......ام منقطعة وقيل بمعنى همزة الاستفهام۔ الظلمين مفعول اول لترى۔ مشفقين مفعول ثان له وهو الضمير راجع الى ما كسبو ابتقدير مضاف على قول الزجاج والجملة حالية۔ عند ربهم ظرف ليشاؤن۔ الذين امنو ابدل من عباده الا المودة استثناء متصل أى لا اسئلكم شيئا الا للمودة الثابتة فى اهل القرابة وقيل منقطع۔

تفسیر:...... پہلی آیات میں یہ بتلایا گیا تھا کہ فیصلہ کرنے کا مستحق صرف اللہ ہے اسی نے دنیا میں دستور العمل وصراط مستقیم ومیزان عدل قائم کر کے سب بندوں کو اصولِ حسنات پر چلنے کا حکم دیا۔ اور یہ اصولِ حسنات تمام انبیاء سابقین کا طریقہ قدیمہ ہے۔ مشرکین مکہ

اس راہِ راست کو چھوڑ کر نئے نئے دستورات کے پابند تھے اس لیے اب ان سے بطور استفہام انکاری کہا گیا۔

حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے

ام لهم . . . الخ کیا ان کے معبودوں نے اللہ کے خلاف طریقے بتلائے ہیں۔ یعنی ان کا کوئی حق نہیں کہ دنیا میں خلافِ اللہ کے کوئی طریقہ ایجاد کریں اور نہ کسی کو ان شیاطین کے شہوانی، وہمانی طریقوں پر چلنا چاہیے مگر انہوں نے ان کی پابندی کی جس کی سزا میں ان کی بربادی میں کوئی دیر نہ تھی مگر فیصلہ کا وعدہ ہو چکا اور وہ دوسرے وقت پر محول کیا گیا اس لیے ہلاک نہ ہوئے اور آخرت میں ان ستمگاروں کو اس فعل پر عذاب ہوگا اور قیامت کو اپنے جرم کی سزا سے ڈریں گے مگر وہ ان کو ضرور ملے گی۔ ان کے مقابلے میں راہِ راست کے متبعین کا حال بیان فرماتا ہے۔

اہلِ ایمان کے لیے بشارت:...... والذین امنوا ...الخ کہ ایمان داروں نیکوکاروں کے لیے جنت کے باغوں میں دل خواہ نعمتیں ملیں گی۔ یہ بڑا فضل ہے اور اسی کا اللہ ایمانداروں نیکوں کاروں کو مژدہ دیتا ہے۔ یہ ایک بڑی بشارت ہے اور عموماً بشارات پر لوگ کچھ صلہ طلب کیا کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے رسولوں کو اس سے بھی منع فرماتے ہیں تاکہ کسی کو شبہ نہ گزرے کہ آپ اس صلہ یا انعام کے لیے یہ بشارت دیتے ہیں۔ اس لیے کہ بے غرض و بے تعلق و بے طمع کی بات دل میں زیادہ اثر کرتی ہے۔

تبلیغ رسالت پر اُجرت کا طلب گار نہیں !:...... فقال: قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ

کہہ دو میں تم سے اس تبلیغِ رسالت پر کچھ اجرت نہیں مانگتا۔ صرف محبتِ قرابت کا خواستگار ہوں جو ہر ایک اہلِ قرابت کے لیے لازم ہے سو یہ کوئی اجرت نہیں۔ آیت کے معنی بہت صاف ہیں مگر مفسروں نے اس میں بہت کچھ قیل وقال ❶ کی ہے۔ اس آیت میں تین قول ہیں:

(۱) شعبیؒ کہتے ہیں لوگوں نے ہم سے اس کی بابت سوالات کیے تو ہم نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو لکھا۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ایک بطنِ قریش سے قرابت تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ کہہ دو میں تم سے کچھ نہیں مانگتا مگر میری اپنی قرابت کے حق محبت کو قائم رکھو مجھ سے عداوت نہ کرو تکلیف تو نہ دو قربیٰ بمعنی رحم ہے۔

(۲) کلبیؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ مدینہ میں آنے کے بعد انصار نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کچھ مال و اسباب سے مدد دینے کا ارادہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہ فرمایا تب یہ آیت نازل ہوئی کہ میں کچھ نہیں چاہتا مگر میرے اقارب سے محبت رکھو۔ اب قربیٰ کے معنی اقارب کے ہو گئے۔

(۳) حسنؒ کہتے ہیں یہ معنی ہیں کہ میں تم سے کچھ نہیں چاہتا لیکن تم اللہ سے محبت کرو ان اعمال کے کرنے سے جن میں قرب حاصل ہوتا ہے۔ اس تقدیر پر قربیٰ بروزن فعلیٰ ہے قرب و تقرب سے۔ (تفسیر کبیر)۔

---

❶ ......شیعہ مفسرین نے تو اس کو خاص حضرت حسین وعلی وفاطمہ زہرا علیہم السلام کے لیے قرار دیا ہے اور عجب تاویلیں کی ہیں اور قرآن میں ہر جگہ ایسا ہی کرتے ہیں گویا تمام قرآن اسی بات کے لیے نازل ہوا ہے اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بجز اس کے اور کوئی کام ہی نہ تھا گویا اسی کے لیے دنیا میں مبعوث کیے گئے تھے اسی طرح اور لوگوں نے بھی اس کے متعلق خارج از تفسیر سیکڑوں افسانے لکھ ڈالے قرآن شریف کے اصل مطلب سے کوسوں دور پڑ گئے ۱۲ منہ۔

کلبیؒ کی روایت میں ضعف ہے اور نیز آیت مکہ میں نازل ہوئی ہے اور جس نے اس کو مدنی کہا ہے محض اسی روایت کے زور پر۔ اس سے قطع نظر کی جائے اور آنحضرت ﷺ کی اور اہلِ قرابت کی محبت و تعظیم کو بے اصل روایتوں اور غلط توجیہوں کا محتاج نہ کیا جائے تو بھی ہر کلمہ گو پر اہلِ قرابت رسول پاک ﷺ کی محبت و تعظیم خواہ وہ اہلِ بیت ہوں خواہ ان میں سے بھی حسنین و فاطمہ و علیؓ ہوں خواہ اور لوگ ہوں واجب و فرض ہے اور یہی اہلِ سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

نیکی کو بڑھایا جاتا ہے

اس کے بعد ترغیب کے لیے فرماتا ہے: وَمَنۡ يَّقۡتَرِفۡ ... الخ

الاقتراف الاکتساب۔ جو کوئی نیکی کرے گا ایمان و عملِ صالح، خواہ مودت اہل قرابت ہم اس کو جنت میں زیادہ اجر دیں گے یا اس نیکی کو دوبالا کر کے خوبی بڑھادیں گے اس لیے کہ اللہ معاف کرنے والا قدردان ہے پہلے گناہوں کو معاف کرتا ہے نیکی کی قدردانی کرتا ہے۔

اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنۡ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخۡتِمۡ عَلٰی قَلۡبِكَ ؕ وَيَمۡحُ اللّٰهُ الۡبَاطِلَ وَيُحِقُّ الۡحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿٢٤﴾ وَهُوَ الَّذِیۡ يَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ عَنۡ عِبَادِهٖ وَيَعۡفُوۡا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعۡلَمُ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿٢٥﴾ وَيَسۡتَجِيۡبُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيۡدُهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ ؕ وَالۡكٰفِرُوۡنَ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ﴿٢٦﴾ وَلَوۡ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزۡقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَلٰكِنۡ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيۡرٌۢ بَصِيۡرٌ ﴿٢٧﴾ وَهُوَ الَّذِیۡ يُنَزِّلُ الۡغَيۡثَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا قَنَطُوۡا وَيَنۡشُرُ رَحۡمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الۡوَلِیُّ الۡحَمِيۡدُ ﴿٢٨﴾ وَمِنۡ اٰيٰتِهٖ خَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَثَّ فِيۡهِمَا مِنۡ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰی جَمۡعِهِمۡ اِذَا يَشَآءُ قَدِيۡرٌ ﴿٢٩﴾ ع

ترجمہ: ..... کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نے (پیغمبر نے) اللہ پر جھوٹ باندھا ہے پھر اگر اللہ چاہے تو اس کے دل پر مہر کردے اور اللہ تو جھوٹ کو مٹایا کرتا اور سچ کو اپنے کلام سے ثابت کیا کرتا ہے وہ تو دلوں کی باتیں جانتا ہے ﴿٢٤﴾ اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہوں کو معاف کرتا ہے اور جو تم کرتے ہو اس کو جانتا ہے ﴿٢٥﴾ اور دعا قبول کرتا ہے ان کی جو ایمان لائے اور نیک کام کیے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ دیتا ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہوتا ہے ﴿٢٦﴾ اور اگر اللہ اپنے بندوں کی روزی فراخ کردے تو زمین پر سرکشی کرنے لگیں لیکن جس اندازے سے چاہتا ہے (روزی) اتارتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا دیکھتا ہے ﴿٢٧﴾ اور وہی تو ہے جو ناامید ہو جانے کے بعد مینہ برساتا اور اپنی رحمت کو پھیلاتا

ہے اور وہی کارساز خوبیوں والا ہے ﴿۲۸﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آسمانوں اور زمین کو بنایا اور اس پر ہر قسم کے چلنے والے جانور پھیلائے ❶ اور وہ جب چاہے گا ان کے جمع کرنے پر قادر ہے ﴿۲۹﴾۔

ترکیب:...... ام بمعنی هل۔ فان يشا الله خذلانک شرط۔ يختم جوابه ولذا صار الفعل مجزوماً۔ و يمحوا الله جملة مستانفة مقررة لما قبلها من نفي الافتراء غير داخلة في الجزاء۔ يقبل التوبة مفعول اول عن عبادہ مفعول ثان لان القبول يعدى الى مفعول ثان بمن و عن لتضمنه معنى الاخذ و الانابة و يستجيب الذين مفعول به فيستجيب بمعنى يجيب و قيل حذف اللام كما في قوله و اذا كالوهم اى كالو الهم و قيل الذين فاعل ليستجيب اى ينقادون۔

کفار کی ایک بدگمانی کا ازالہ

تفسیر:......اس کے بعد بھی کہ آپ ﷺ کسی سے اس تبلیغ کی اجرت نہیں مانگتے شبہ باقی رہنا یہ گمان کرنا ہے کہ آپ ﷺ اپنی طرف سے بنا کر کہتے ہیں، اللہ نے وحی نہیں کی، اس لیے اس بدگمانی کو دفع کرتا ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۔۔۔ الخ اور یہ بھی ہے کہ شروع سے کلام مسئلہ نبوت میں تھا کہ وحی بھیجتے ہیں جس پر مخالفوں کے شبہات اور وجوہ انکار و استبعاد کو یہاں تک دفع کرتا آیا۔ اب پھر اس میں کلام کرتا ہے اور اس شبہ کو عادت اللہ سے رد کرتا ہے ب۔

فقال: يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ۔ عادت اللہ یوں جاری ہے کہ وہ انتظام معاش و معاد میں خلل انداز کو رسوا کرتا ہے اور نبوت کے جھوٹے دعوے کرنے سے بڑھ کر معاد و معاش میں کیا خلل اندازہ ہوگی؟

حق کو غلبہ دیا جاتا ہے اور جھوٹ کو مٹایا جاتا ہے:...... اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں اگر محمد ﷺ یہ جھوٹا دعویٰ کرتے تو اللہ ان کے دل پر مہر کر دیتا کبھی ایسے دلچسپ کلام کرنے پر قادر نہ ہونے دیتا۔ توریت سفر پیدائش میں بھی اس کی طرف اشارہ ہوا ہے کہ اگر کوئی نبی بن کر جھوٹا دعویٰ کرے گا تو قتل کیا جائے گا۔ اور قرآن مجید میں بھی ایک جگہ یوں آیا ہے: وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۔۔۔ الخ۔ اور یہ اس لیے کہ و يمح الله الباطل ۔۔۔ الخ کہ اللہ کی عادت یہ ہے کہ وہ حق کو غلبہ دیا کرتا ہے اور غلط و باطل کو مٹایا کرتا ہے۔ کوئی جھوٹا مدعیٔ نبوت دنیا میں سرسبز نہیں ہوا۔

انه عليم ۔۔۔ الخ کیوں کہ وہ دلوں کی باتیں بھی جانتا ہے۔ کسی مکار کا مکر وزور اس سے مخفی نہیں۔ پھر با ایں ہمہ اسلام دن بدن ترقی کرتا جاتا ہے یہ اس کے من جانب اللہ ہونے کی کامل دلیل ہے۔

مخالفوں کا نبوت حقہ سے انکار کرنا بڑا گناہ ہے اور اس کے بندے اور بھی گناہ کرتے ہیں جس پر وہ ہلاکی کے مستحق تھے، مگر وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ اللہ وہ ہے جو بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔

وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ ۔۔۔ الخ اور بہت سے گناہوں سے درگزر کرتا ہے ہاں کبھی بعض پر سزا دیدیتا ہے اگر ہر ایک پر مواخذہ کرے

---

❶ ...... وما بث فيهما من دابة پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ آسمانوں میں تو ملائکہ ہیں ان کے حق میں کھنکیں پایا جاتا ہے نہ ان کو دابہ کہتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تغلیبا فيهما کا لفظ بولا گیا جیسا کہ چاند و سورج کو قمرین کہتے ہیں ماں باپ کو ابوین۔ اور دبیب کے معنی خاص طور پر چلنا ہی نہیں بلکہ جس کے لیے جیسا چلنا مناسب ہو پس فرشتے بھی آسمانوں میں چلتے پھرتے ہیں، یا وہاں بھی حیوانات ہوں۔ ۱۲ منہ۔ ب:...... اصول دین تمام انبیاء کے ایک ہیں یہ نہ منسوخ ہوا کرتے ہیں نہ مٹائے جاتے ہیں۔ ہاں ہر امت کے لیے حسب زمانہ ان اصول کے قوالب جداگانہ ہوتے ہیں ان کو شریعت کہتے ہیں اس میں ضرور اختلاف اور نسخ ہوتا ہے قال تعالیٰ: لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۔ اس طرح جزئیات مسائل میں اختلاف آراء و اجتہاد کے اختلاف سے ہوتا ہے ۱۲ منہ

تو کیا ٹھکانہ لگے۔

وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اور وہ بندوں کے اعمالِ نیک و بد کو جانتا ہے اس لیے توبہ کی تعلیم اور گناہوں کی معافی کے لیے اور افعال کی اصلاح کے لیے نبی برپا کیا اور جو اس کا انکار کر چکے ہیں ان کے لیے بھی دروازہ توبہ کا کشادہ ہے۔ توبہ گناہ پر ندامت کرنا اور اس سے باز آنا آیندہ اس کے نہ کرنے کا ارادہ کرنا۔

وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ اور وہ ایمان داروں کی عبادت و دعا قبول کرتا ہے۔ اس کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ ایمان دار اس کی بات مانتے ہیں۔

وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اور ان کی طلب سے زیادہ دیتا ہے عبادت سے دوگنا بلکہ سو گنا زیادہ بدلہ دیتا ہے۔

وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝ اور منکروں کو آخرت میں سخت عذاب ہے۔ یہاں تک مسئلہ نبوت کے متعلق کلام تھا۔

فراخیٔ رزق کے لیے دعا کے حوالے سے ایک شبہ اور اس کا ازالہ

ویستجیب... الخ پر ایک شبہ ہوتا تھا کہ بہت سے مؤمن اور دیگر بندے دعا فراخیٔ رزق کے لیے کرتے ہیں، اسی طرح اور باتوں کے لیے پھر قبول نہیں ہوتی، تنگ دست ہی رہتے ہیں، اس کا جواب دیتا ہے: وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ... الخ کہ اگر اللہ بندوں کی روزی زیادہ کر دے تو وہ زمین میں فساد کریں یعنی یہ ان کی مصلحت کے موافق نہیں اس لیے نہیں دیتا مگر بایں ہمہ دعا کے ظہور میں دیر ہونے سے ناامید نہ ہونا چاہیے کیونکہ هو الذی... الخ اللہ ناامیدی کے بعد بارش نازل کرتا ہے ناامیدوں کی امیدیں پوری کرتا ہے اور اس کی رحمت اور قدرت اور فیضان کی۔ (یہ نشانی ہے خلق السمٰوٰت... الخ کہ اس نے آسمان و زمین پیدا کر کے ان میں ان کے رہنے والے پھیلائے۔ یہ کیسا فیض عام ہے اور جب چاہے گا ان کو جمع کرے گا یعنی حشر میں)

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝٣٠ وَمَآ
اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝٣١
وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝٣٢ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ
رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝٣٣ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا
كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ۝٣٤ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۭ مَا لَهُمْ
مِّنْ مَّحِيْصٍ ۝٣٥

ترجمہ:...... اور تم پر جو کوئی مصیبت پڑتی ہے تو تمہارے ہی ہاتھوں کے کیے ہوئے کام سے پڑتی ہے اور بہت سی تو وہ معاف ہی کرتا ہے ۝٣٠ اور (تیز بھاگ کر) تم اس کو زمین پر ہرا نہیں سکتے اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی ہو سکتا ہے اور نہ مددگار ۝٣١ اور اس کی نشانیوں میں سے دریا میں چلنے والے پہاڑوں جیسے جہاز ہیں ۝٣٢ اگر وہ چاہے تو ہوا کو روک دے پھر تو وہ سطح دریا پر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں البتہ اس میں ہر ایک صابر شاکر کے لیے

(بڑی بڑی) نشانیاں ہیں ۞ یا چاہے تو ان کے عملوں کی وجہ سے ان کو غرق کردے اور وہ بہت کچھ درگزر کرتا ہے ۞ اور وہ ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں خوب جانتے ہیں کہ ان کے پناہ کی کوئی جگہ نہیں ۞۔

ترکیب:...... ما اصابکم: شرط فی موضع رفع بالابتداء فبما کسبت جوابہ والمراد بالفعلین الاستقبال ویعفوا... الخ جملة مستانفة۔ من ولی اسم، مالکم خبرھا۔ الجوار بحذف الیاء من... الخط لانھا من الزوائد وباثباتھا۔ جمع جاریة أی سائرة والمراد بھا الفلک مبتداء۔ ومن اٰیتہ خبرھا۔ فی البحر یتعلق بالجواری ویمکن ان یکون حالا منہ والعامل فیہ الاستقرار۔ کالاعلام جمع علم وھو الجبل او کل شئی مرتفع حال ثابتة او من الضمیر فی الجواری۔ یسکن جواب الشرط فیظللن معطوف علیہ و کذٰلک۔ او یوبقھن و یعف۔ رواکد جمع الراکد وھو الساکن و یقال او بقہ أی اھلکہ ویعلم بالنصب علی الصرف أی صرف العطف علی اللفظ الی العطف علی المعنی قالہ الزجاج ویقرء بالکسر علی ان یکون مجزوماً حرک لا لتقاء الساکنین ویقر بالرفع علی الاستیناف مالھم من محیص الجملة المنفیة تسد مسد مفعولی علمت یعنی ھذہ الجملة مفعول لیعلم مفعول لی علم المحیص مھرب علی قول قطرب و قال السدی ملجا من قولھم حاص بہ البعیر حیصة اذا رمی بہ منہ قولھم فلا یحیص عن الحق أی یمیل عنہ۔

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا کہ بعض دعائیں کسی مصلحت کی وجہ سے قبول نہیں ہوتیں، ورنہ وہ تو الولی الحمید ہے۔ اس پر شبہ ہوتا تھا کہ جب وہ حمید یعنی خیر محض ہے تو بندوں کو دنیا میں مبتلاء مصائب کیوں کرتا ہے؟

پریشانی ومصائب اعمال کے سبب ہیں:...... اس کے جواب میں فرماتے ہیں: وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ... الخ کہ یہ جو کچھ تم کو پہنچتی ہیں تمہارے اعمال بد کا ثمرہ ہے اور وہ بھی کسی قدر ورنہ بہت سے تو وہ درگزر کرتا ہے۔

نیکوں پر جو دنیا میں مصائب آتے ہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں وہ صرف ان کی آزمائش یا رفع درجات کے لیے ہوتے ہیں دنیا کی بھٹی میں یہ ان کے جوہر نورانی چمکانے کے لیے آنچیں یا تاؤ دیے جاتے ہیں۔ ہاں! انسان کے اعمال بھی مصائب بن کر اس کے متنبہ کرنے کو اس پر گرتے ہیں اور بلاؤں کے تازیانوں سے ادب واصلاح سکھائی جاتی ہے۔ افسوس اس پر بھی یہ غافل کروٹ تک نہیں بدلتا۔

اور بعض تکالیف جسم طبعی پر عناصر ودیگر اسباب کے نمودار ہونے اور اثر کرنے سے ہوتی ہیں جیسا کہ برسات میں گھاس کا سبز ہونا، خریف میں خشک ہوجانا۔ سردی گرمی کا اثر حیوانات واطفال پر بھی پیش آتا ہے پس اس کو کسی اگلے جنم کا خمیازہ سمجھ کر تناسخ کا قائل ہونا اقسام مصائب سے بے خبری اور باہم تمیز نہ کرنے کی دلیل ہے۔

سرکشوں کو تنبیہ!:...... اس کے بعد ان سرکشوں کو جو تازیانہ الٰہی سے محفوظ رہنا اپنے زور وشوکت وحشمت ومال وجاہ کی وجہ سے خیال کرتے ہیں متنبہ کرتا ہے۔ وما انتم... الخ کہ زمین پر تم ہم کو ہرا نہ سکو گے، نہ ہمارے بس میں سے ہو سکو گے اور جو تم کو اپنے خیالی معبودوں کا گھمنڈ ہے تو مَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ۞ اس کے سوا تمہارا کوئی حمایتی ومددگار نہیں یہ محض تو ہمات باطلہ ہیں کہ ہمارے فلاں دیوتا یا دیوی یا فلاں بزرگ ان کی نذر ونیاز کرنے سے ہم مصائب سے بچا لیں گے۔

پانی اور ہواؤں پر حکومت وقدرت:...... اس کے بعد اپنی قدرت کاملہ وفیض عامہ کا نقشہ بندوں کی آنکھوں میں اپنی ایک روز مرہ کی کبریائی سے کھینچتا ہے جس کا مواجہ ومعائنہ ہر دریائی سفر میں ہوتا ہے۔

فقال: وَمِنْ اٰیٰتِهِ الْجَوَارِ فِی الْبَحْرِ کَالْاَعْلَامِ ۞ کہ دیکھو اس کی قدرت کاملہ کی نشانیوں میں سے جہاز ہیں جو دریا میں پہاڑوں کی

طرح بلند کھڑے ہیں اور پانی پر ایسے اجسامِ ثقیلہ اس طرح سے چلتے پھرتے ہیں کہ جس طرح مواشی زمین پر دوڑتے پھرتے ہیں۔ ہوا اور پانی کو اس نے کس طرح مسخر کر دیا۔ اور اس نے تم کو علوم سکھا دیے باایں ہمہ اگر ہوا کو (اس میں دھواں اور بھاپ بھی شامل ہے کہ جس کے زور سے آگ بوٹ انجن کے ذریعہ سے چلتا ہے) تھام دے تو کھڑے رہ جائیں، چلنے نہ پائیں۔ البتہ اس میں ہر صبر کرنے والے اور شکر کرنے والے کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔ سفرِ دریا میں تکالیف بھی پہنچتی ہے اور اخیر راحت و کامیابی بھی اس لیے صبار و شکور فرمایا۔

اور چاہے تو ان کے گناہوں سے ان کو غرق کر دے۔ سارے علم و فن دھرے رہ جائیں۔ پر وہ بہت سے درگزر کرتا ہے اور ہماری آیتوں میں جھگڑنے والے دل میں اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ ان کو عتابِ الٰہی اور اس کی بلاؤں سے کوئی پناہ نہیں مگر پھر بھی اپنی بدکرداری سے باز نہیں آتے۔

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى
لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝٣٦ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ
وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝٣٧ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝٣٨
وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝٣٩

ترجمہ:...... پھر جو کچھ بھی تم کو دیا گیا ہے تو وہ دنیا کی زندگی کا اسباب ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور سدا رہنے والا ہے یہ ان کے لیے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں ۝٣٦ اور وہ جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی سے بچتے ہیں اور جب غصہ ہوتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں ۝٣٧ اور وہ جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں اور ان کا کام باہمی مشورے سے ہوتا ہے اور ہمارے دیے میں سے کچھ دیا بھی کرتے ہیں ۝٣٨ اور وہ (غیرت مند بھی ہیں) جب ان پر حملہ ہوتا ہے تو بدلہ بھی لیتے ہیں ۝٣٩۔

ترکیب:...... فما موصولة متضمنة لمعنى الشرط لان ايتاء ما او تو اسبب للتمتع به في الدنيا فجاءت الفاء في الجواب فمتاع أي فهو متاع۔ وما عند الله: ما موصولة مع صلتها في محل الرفع لكونه مبتداء خبر و ابقى خبره۔ والذين في موضع خبر بدلا من الذين امنوا۔ كبئر جمع كبيرة۔ هم مبتداء۔ يغفرون خبره والجملة جواب اذا۔ والشورى مصدر شاورة مثل البشرى والقربى والجمل كلها من الذين استجابوا والذين اذا اصابهم . . . الخ بدل من الذين امنوا۔

تفسیر:...... دنیا حسبِ مراد حاصل نہ ہونے اور مصائب نازل ہونے کی وجہ بیان فرما کر اب دنیا کی کچھ کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ جس کے غرور میں انسان خدا سے سرکشی کرتا ہے اور تلف ہونے اور نہ ملنے پر کیا بے چین ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ پر کیسی کیسی بدگمانیاں کرتا ہے۔

نعماءِ دنیا کی حقیقت:...... فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ کہ جو کچھ دنیا کی نعمتیں تم کو دی گئیں وہ بے حقیقت چیزیں ہیں متاع یعنی چند روز برتنے کا اسباب ہے۔

وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى . . . الخ اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے ثوابِ اطاعت اور اس کی جزاء جنت اور وہاں کی نعمتیں اور ثمر دو ابدی وہ بہتر ہے کیونکہ ان سے جو کچھ راحت حاصل ہے وہ بے مشقت ہے اور دنیا کے اسباب سے راحت بھی کلفت پر مبنی ہے اور نیز کجا عالمِ قدس کی چیزیں کجا عالمِ خسیس کی چیزیں دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور نیز وہ باقی ہیں کبھی فنا نہ ہوں گی یہ فانی ہیں اور وہاں کی جوانی و حسن دائمی ہے وہاں کے اسبابِ معیشت بھی ابدی ہیں۔ مگر یہ نعمتیں کس کے لیے ہیں۔

مؤمنین کے بعض اوصاف:...... (۱) لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ان کے لیے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ یہ اول صفت ہے۔ ایمان کے بعد توکل جمیع حسنات کا اصلِ اصول ہے خیرات و نماز و روزہ جہاد وغیرہ حسنات سب توکل ہی پر مبنی ہیں کیوں کہ ان سب میں اللہ ہی پر بھروسہ ہوتا ہے کہ وہ ان کی جزاء خیر دے گا۔

(۲) وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ جو کبیرہ گناہوں اور پھر ان میں سے بھی فواحش سے بچتے ہیں۔ کبائر کی تفصیل صحیح حدیث میں آچکی ہے کہ وہ سات ہیں شرک باللہ و سحر و قتل ناجائز، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جہاد میں سے بھاگنا، پاک دامنوں پر تہمت لگانا (متفق علیہ) اور بھی کبائر احادیثِ صحیحہ میں بیان ہوئے ہیں جیسا کہ چوری، زنا، جھوٹ بولنا۔

خلاصہ یہ ہے کہ فرائض کا ترک کرنا، اور محرمات کا عمل میں لانا کبیرہ ہے۔ اور فواحش سے مراد زنا و لواطت ہے۔

انسان کی تین قوتیں:...... بعض کہتے ہیں کہ انسان کی تین قوتیں ہیں:

اول نفسانی: اس کے متعلق یہ گناہ ہیں چوری، جھوٹ بولنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، نماز ترک کرنا وغیرہ۔

دوم شہوانی: اس کے متعلق زنا، لواطت، بے شرمی کی باتیں کرنا یا سننا، ان کو فواحش کہتے ہیں۔

سوم غضبانی: اس کے متعلق گالی دینا، قتل کرنا وغیرہ۔ اس کو اس جملے میں بیان فرمایا: وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ کہ جب غصہ ہوتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں مگر یہ تینوں اقسام کبائر میں داخل ہیں۔ عام کے بعد خاص کا ذکر ہوتا آیا ہے۔ ان میں ایمان کے بعد عملی حصہ پورے طور پر آ گیا مگر ان میں سے بعض بعض کی پھر تخصیص کی جاتی ہے۔

(۳) وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ کہ وہ اپنے رب کا کہا کرتے ہیں جو حکم آتا ہے بسر و چشم قبول کرتے ہیں۔

(۴) وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ نماز قائم کرتے ہیں۔

(۵) وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ اپنے دنیاوی امور کو مشورہ سے کرتے ہیں۔

مشورہ کی اہمیت و فوائد:

مشورے میں دینی و دنیاوی برکتیں رکھی ہوئی ہیں اسلامی سلطنت خلفائے راشدین کے عہد میں مشورے ہی پر مبنی تھی۔

اس میں قطع نظر بے شمار فوائد کے ایک باہمی اخوت و محبت کا زیادہ ہوتا ہے جس کے سبب سیکڑوں راحتیں اور نیکیاں نصیب ہوتی ہیں۔

(۶) وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ خیرات کرتے ہیں۔

مؤمنین کا عفو و بدلہ:

(۷) وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ جب کوئی ان پر سرکشی کرتا ہے تو بدلہ بھی لیتے ہیں یعنی غیرت و حمیتِ دینی بھی رکھتے ہیں۔ اس پر بھی صدہا مصلحتوں کا دارومدار ہے۔ عفو کے مقابلہ میں بدلہ لینا یہ بھی صفاتِ حمیدہ میں گنا۔ یہ تعارض نہیں کیوں کہ عفو اس کے حق میں ہے کہ جس سے آیندہ جرأت کرنے کی امید نہ ہو۔ اور بدلہ لینا اس سے کہ جس سے آیندہ جرأت و بے باکی کا خطرہ ہو۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

الظّٰلِمِيْنَ ۝۴۰ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝۴۱ اِنَّمَا

السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ

ع اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۴۲ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۴۳

ترجمہ:......اور برائی کا بدلہ اسی قدر برائی ہے پھر بھی جو معاف کردے اور اصلاح کرے تو اس کا بدلہ اللہ پر ہے کیوں کہ وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۴۰ اور جو کوئی ظلم اٹھانے کے بعد بدلہ بھی لے لے تو ان پر کوئی الزام بھی نہیں ۴۱ الزام تو صرف ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق زیادتی کرتے پھرتے ہیں یہی ہیں کہ جن کو عذاب الیم ہوگا۴۲ اور البتہ جو صبر کرے اور معاف کردے تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۴۳۔

ترکیب:...... وجزاء سیئة : بالاضافة مبتداء و سیئة مع صفتها خبره فمن شرطية عفا و اصلح شرط۔ فاجره الجملة جواب الشرط۔ ويمكن ان يكون موصولة متضمنة لمعنى الشرط۔ وقس عليها۔ ولمن انتصر ولمن شرطية صبر وغفر في محل الجزم بها ان ذلك الجملة جواب الشرط و قد حذف الفاء۔

تفسیر:......معاف کرنے اور بدلہ لینے کا تذکرہ آ گیا تھا اس لیے اس کی تشریح کرنی مناسب ہوئی۔

عدل کے ساتھ انتقام کی اجازت:...... فقال: وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ کہ ہم نے پہلے جو بیان فرمایا ہے کہ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝ اس بدلہ لینے سے یہ مراد نہیں کہ جس نے کچھ یا ایک محدود تعدی کی ہو تو بدلہ اس سے ایسا لیا جائے کہ جوش وطیش میں آ کر اس کو برباد کردیا جائے اور بے حد اس پر تعدی کی جائے، بلکہ بدلہ لیا جائے تو اسی قدر کہ جس قدر اس نے تعدی کی ہے۔

عفو ودرگذر کی اہمیت:...... اگرچہ رحم دلی اور فروگزاشت اور معافی دینا ایک عمدہ بات ہے ہر قوم و ہر ملت میں سلیم الطبع انسان اس کو اچھا جانتے ہیں قرآن مجید میں بھی متعدد جگہ اس کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ان آیات میں کئی جگہ اور پہلے بھی

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝

عیسائیوں کی انجیل میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک قول منقول ہے کہ جو تیرے دائیں گال پر طمانچہ مارے تو اس کی طرف دوسرا گال بھی کردے۔ مگر جب غور کیا جاتا ہے تو دنیا میں مختلف الطبائع لوگ پائے جاتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ ایک دو بار جو کوئی ان پر زیادتی کرلیتا ہے تو برداشت کر جاتے ہیں۔ مگر پھر جو کوئی قصد بھی کرتا ہے تو وہ علم سابق غضب کی صورت میں ظہور کرتا ہے۔ اور بعض ایسے ہیں کہ نہ کسی پر زیادتی کرتے ہیں نہ اور کی زیادتی کی ان کو مطلقاً برداشت ہے ذرا چھیڑا تو آگ ہوگئے اور ایسے بھی ہیں کہ کبھی ان سے بمقتضائے بشریت زیادتی ہوجاتی ہے تو اس پر خود ہی نادم ہوجاتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں اگر دوسرا نرمی کرتا ہے تو ندامت کے دریا میں ڈوب جاتے ہیں ایسے لوگوں کی زیادتی پر معافی دینا اور نیکی اور نرمی سے پیش آنا بہت ہی مناسب ہے بلکہ ان کو عمر بھر کے لیے دوست بنالینا ہے۔ اور بعض ایسے بھی کمینہ طبیعت ہوتے ہیں کہ زیادتی کر کے فخر کرتے ہیں اور ان سے بدلہ نہ لیا جائے تو ان کو ہر کسی پر زیادتی کرنے کا حوصلہ ہوجاتا ہے۔ پھر ان بدمعاشوں سے آبرو بچانا مشکل پڑ جاتا ہے پھر جو علام الغیوب طبائع بشریہ سے واقف ہے

اپنے فرمان میں سب کے لیے یکساں حکم کیوں کر دے سکتا ہے اور طبائع بشریہ اس کے کیوں کر پابند ہو سکتے ہیں؟ اس لیے اول الذکر کے لیے عفو درگزر کا حکم دیا، ثانی کے لیے بدلہ لینے کا حکم دیا مگر بدلہ بھی عدل و انصاف کے ساتھ کہ زیادتی نہ ہونے پائے۔ یہ احکام فقہیہ کے لیے ایک بڑا اصل الاصول ہے۔ ہاتھ کے بدلے میں ہاتھ کاٹنا کان کے بدلے میں کان اور قتل کے بدلے میں قتل اور نقصانِ مال کے بدلے میں اس کا معاوضہ۔ کتب فقہ میں اس پر بہت سے مسائل متفرع کیے ہیں جن کا یہاں ذکر کرنا تفسیر کو فقہ کی کتاب بنا دینا ہے۔

برائی کی جزا کو جو در اصل برائی نہیں اس لیے برائی کہا گیا کہ ظالم کے حق میں تو یہ برائی ہے مگر اس کے بعد بھی طبائع حلیمہ کا لحاظ کر کے یہ فرمادیا فَمَنْ عَفَا... الخ کہ جو اس سے درگزر کرے گا اور جو دونوں میں صلح کرا دے گا تو اس کا اجر اللہ دے گا مگر بدلہ لینے والے کے لیے بھی یہ کہہ دیا: وَلَمَنِ انْتَصَرَ... الخ کہ اس پر کوئی الزام نہیں۔ ہاں الزام ان پر ہے جو ظلم کرتے ہیں اور ملک میں فساد مچاتے پھرتے ہیں چوری، ڈکیتی کرتے ہیں، ان کو دنیا میں سزا سخت، آخرت میں جہنم۔

مگر اس کے بعد پھر عفو کے پلے کو ترجیح دیتا ہے: وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ... الخ کہ معاف کرنا صبر کرنا بڑی عمدہ بات ہے۔

صبر تلخ است و لیکن بر شیریں دارد

قانون معدلت اور باخدا حلیم لوگوں کی طبائع کے کلام میں کس طرح سے رو عایت رکھی گئی ہے؟ یہ کمال اعجاز اور من جانب اللہ ہونے کی بڑی دلیل ہے۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝۴۴ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ۝۴۵ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ۝۴۶

ترجمہ:...... اور اللہ جس کو گمراہ کرتا ہے پھر اس کے بعد اس کا کوئی چارہ ساز نہیں (اے مخاطب) اور تو ظالموں کو دیکھے گا جب کہ وہ عذاب دیکھ کر کہیں گے (دنیا میں) پھر کر جانے کا بھی کوئی رستہ ہے ۝۴۴ اور تو انہیں دیکھے گا کہ وہ آگ کے سامنے لائے جائیں گے ذلت سے ڈرتے ہوئے کن آنکھیوں سے دیکھتے ہوں گے اور ایمان والے کہیں گے کہ گھاٹے میں تو وہی ہیں کہ جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو بھی تباہ کیا دیکھو ظالم ہمیشہ کے عذاب میں ہیں ۝۴۵ اور ان کا اللہ کے سوا کوئی بھی حمایتی نہ ہوگا کہ ان کو بچائے اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کے لئے کوئی بھی رستہ نہیں ۝۴۶۔

ترکیب:...... وتری: من الروایة البصریة۔ الظلمین مفعول به۔ لما شرطیة۔ یقولون جواب۔ والجملة حالیة۔ خشعین

حال من الضمیر المفعول فی ترھم۔ من الذل ای من اجلہ۔ من طرف خفی من لابتداء الغایۃ ای یبتدی نظرھم الی النار۔ والطرف الخفی النظر بالمسارقۃ لجھۃ الخوف۔

تفسیر:......معاف اور صبر کرنے کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ بڑے کاموں میں سے ہے ہدایت پانے والوں کو یہ باتیں نصیب ہوتی ہیں اس موقعہ پر ازلی گمراہوں کا اور ان پر جو کچھ وہاں پیش آئے گا اس کا ذکر کرنا بھی مناسب ہوا۔

ازلی گمراہ اور ان پر پیش آنے والے احوال کا ذکر

فقال: وَمَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰهُ ...الخ کہ جس کو اللہ گمراہ کرتا ہے تو اس کو پھر کون حمایت کر کے راہ پر لا سکتا ہے۔ بدنصیبوں کی نہ صرف عفو و انتقام میں ناراستی و کج روی ہوتی ہے بلکہ ان کے کام بے ڈھنگے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد اخروی نتائج کا ذکر فرماتے ہیں۔

وتری الظلمین ...الخ کہ تو حشر میں ظالموں کو بری حالت میں دیکھے گا وہاں دنیا میں واپس آنے کا رستہ ڈھونڈیں گے مگر پھر وہاں سے کون آسکتا ہے؟ آج ہی کچھ کرنا تھا تو کر لیتے۔ وتریٰ: اور آپ ان کو دیکھیں گے مجرموں کی طرح سے بڑی ذلت وخواری کے ساتھ آتش جہنم کے سامنے لائے جائیں گے، آگ کو کن آنکھوں سے دیکھیں گے۔ آنکھ سامنے کر کے دیکھنے کی طاقت نہ ہوگی، اور ایمان داران کو یہ سنائیں گے (جیسا کہ دنیا میں مجرم کو جیل خانے لے جاتے ہوئے ملامت کیا کرتے ہیں کہ بڑا ہی بدنصیب تھا) کہ خسارے میں یعنی بدبختی اور محرومی میں وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے آپ کو اور اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو برباد کر دیا۔ آپ تو جہنم میں گئے ہی تھے اپنے ساتھ گمراہ کر کے ان کو بھی لے گئے۔ اور اگر ان کے گھر والے دولتِ ایمان سے بہرہ مند تھے جنت کے مستحق ہیں تو بھی ان کی طرف سے خسارے میں پڑنا ہے اس لیے کہ وہ جنت میں اور یہ جہنم میں، ابدی جدائی نصیب ہوئی، دیکھوں ظالموں کو دائمی عذاب ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود ومددگار نہیں!......وَمَا کَانَ لَهُمۡ مِّنۡ اَوۡلِیَآءَ یَنۡصُرُوۡنَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ

اور وہاں ان کا کوئی معبود ان کے کام نہ آئے گا کہ ان کو اس مصیبت سے بچا سکے یہ تمام مصائب اخروی سن کر اور کس سے؟ اُس سے کہ جس نے عمر بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا اور صدہا امارات اس کے صدق کے دیکھ چکے یہ بھی خیال نہ آیا (کہ شاید اس کا کہنا سچ ہو) کچھ تو بندوبست وفکر کرنی چاہیے اور جن باتوں سے وہ منع کرتا ہے ان کو عقل سے نہ دیکھنا کہ دراصل وہ بُرے ہیں ہم محض تقلیدِ آبائی ورسم ورواج قوم سے اور نیز ان حمقاء کے ڈھکوسلوں سے جو خواہ مخواہ سردار اور پیشوا بن بیٹھے ہیں عمل میں لاتے ہیں یا ان کی کچھ اصل بھی ہے اور یہ بھی خیال نہ کرنا کہ دنیا کی زندگی چندروزہ ہے آخر مر کر کہیں جانا ہے اور وہاں جا کر یہاں کے اعمال کی جزاوسزا پانا ہے یا مر کر مٹی میں مل جانا اور نیست ونابود ہو جانا ہے، نہ جزاء وسزا ہے، نہ دار وگیر ہے اور اگر یوں ہی ہے تو بھی اس رسول کی بات مان لینے میں کیا حرج ہے؟ ازلی گمراہی ہے تقدیر ازلی نے ان کی قسمت میں بہتری نہیں لکھی۔

وَمَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ سَبِیۡلٍ ؕ اور جس کو اللہ گمراہ کرے تو اس کے ہدایت پر آنے کا کیا رستہ ہے؟

فائدہ: یہاں آیا ہے ینظرون کہ وہ دیکھیں گے۔ حالانکہ ایک جگہ یہ آیا ہے: وَّنَحۡشُرُهٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ اَعۡمٰی ۝ کہ وہ اندھے اٹھیں گے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب قبروں سے اٹھیں گے تو کفار اندھے اٹھیں گے پھر دیکھنے لگیں گے۔ اور یہ بھی ہے کہ اُس جہاں کی راحت دیکھنے سے اندھے ہوں گے ان کو وہاں کے عیش وعشرت کے سامان کا دیکھنا بھی نصیب نہ ہوگا۔

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ
مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿٤٧﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ
حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ
بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿٤٨﴾ لِلّٰهِ
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ
لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿٤٩﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ
اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿٥٠﴾

ترجمہ:...... اُس دن کے آنے سے پہلے اُس کا کہا مان لو جو اللہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں اُس دن تمہارے لیے نہ کوئی بچاؤں کی جگہ ہوگی اور نہ تم انکار کر سکوں گے ﴿٤٧﴾ پھر بھی اگر نہ مانیں تو ہم نے آپ کو ان پر محافظ بنا کر بھی نہیں بھیجا ہے۔ آپ پر تو صرف پہنچا دینا ہے اور جب ہم انسان کو اپنی کوئی رحمت چکھاتے ہیں تو اس سے خوش ہو جاتا ہے اور اگر اس پر اس کے اعمال سے کوئی مصیبت پڑ جاتی ہے تو انسان بڑا ہی ناشکر ہے ﴿٤٨﴾ اللہ ہی کا راج ہے آسمان اور زمین میں جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے لڑکیاں عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے لڑکے بخشا ہے ﴿٤٩﴾ یا لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے بے شک وہ تو خبردار قدرت والا ہے ﴿٥٠﴾۔

ترکیب:...... من اللہ صلة لمردوقیل صلة یاتی أی یاتی یوم من اللہ لایمکن رده اذا شرطیة۔ فرح بها جواب وان شرطیة والجواب ینسی النعمة راساواقیم مقامه۔ فان الانسان کفور لانه علة الجزاء عقیما بدل من یخلق بدل البعض۔

تفسیر:...... کفار کی حالتِ مذکورہ کو ازلی تقدیر کا باعث بتا کر اطاعت و فرماں برداری کا ارشاد فرماتا ہے۔

اطاعت الٰہی کا حکم:...... فقال: اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ کہ اپنے رب کا کہا مانو جو تم کو راہِ راست کی طرف بلاتا ہے۔

مِنْ قَبْلِ... الخ اس دن سے پہلے کہ تم پر اللہ کی طرف سے کوئی دن آئے اور وہ کسی کے ٹالے سے نہ ٹلے۔ اُس دن سے مراد موت کا دن ہے یا قیامت کا دن اس دن تمہارے لیے کوئی پناہ کی جگہ نہ ہوگی اور نہ انکار کی گنجائش ہوگی۔ نکیر کے معنی اوپری کے بھی ہیں جو پہچانا نہ جائے یعنی اُس دن کوئی ہیئت بدل کر بے پہچان ہو کر بھی نہ بچ سکو گے۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا... الخ پھر اگر اب بھی نہ مانیں تو اے محمد (ﷺ) تم کو ان کے اعمال کا محافظ بنا کر بھی نہیں بھیجا ہے کہ آپ سے باز پرس کی جائے۔

اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ تم پر تو صرف حکم پہنچا دینا ہے اب آیندہ اپنے کیے کا پھل پائیں گے۔ اس میں رسول کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے

انسان ناشکرا ہے:...... اس کے بعد ان کے تمرد و اصرار کا باعث بیان فرماتے ہیں:

وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنَّا رَحۡمَةً فَرِحَ بِهَا ؕ کہ انسان کی جبلی بات ہے جب اس کو اپنی کوئی نعمت چکھا دیتے ہیں تو اس کے سبب وہ اترا جاتا ہے واقعی بات ہے کہ جہاں اس نے فراغ دستی اور کامیابی پائی تو آپے سے باہر ہو گیا۔ پھر یہ کس کی سنتا ہے پھر تو یہ ہے اور اس کی ملحدانہ چپڑی چکنی باتیں اور گردن ہلا ہلا کر اور ہنسا ہنسا کر لمبی چوڑی تقریریں اور بڑے بڑے لیکچر۔ پھر کیسا رسول اور کہاں کی قیامت اور خدا بھی ایک برائے نام (معاذ اللہ) حوصلہ بھی یہ ہے کہ اذقنا یعنی چکھانا فرمایا تھوڑا سا دیا جانا جو نعماء اخرویہ کے مقابلہ میں ہیچ ہے اگر کھلائی جائیں یعنی نعماء ابدیہ عطا ہوں تو جانے کیا کرے۔

مگر ناصبرے اور بودے بھی ایسے ہیں: وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٌ اگر اس پر کوئی مصیبت آپڑے وہ بھی بِمَا قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ اسی کے اعمالِ بد سے فَاِنَّ الۡاِنۡسَانَ كَفُوۡرٌ۝ تو حضرت (انسان) ناشکرے ہو جاتے ہیں۔ کہنے لگتے ہیں کہ ہم پر کبھی کوئی انعامِ الٰہی ہوا ہی نہیں۔

اس کے بعد اس پیٹ بھرے متکبر کو بتاتا ہے: لِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ آسمان اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کو ہے تو اس کے آگے کیا چیز ہے اور تیری دولت وحشمت اسبابِ تکبر کیا ہیں؟ اسی نے تجھ کو یہ چیزیں دی ہیں وہی چھین بھی سکتا ہے وہ رب الافواج ہے اس کی آسمانی فوجیں ❶ اور زمین کے لشکروں کا کون مقابلہ کر سکتا ہے؟ تیرا غرور توڑنے کو اس کے پاس بہت چیزیں ہیں۔

اس کے بعد عالم میں اپنے مختلف تصرفات بتا کر یہ جتلاتا ہے کہ جو کچھ دیتے ہیں ہم دیتے ہیں۔ فقال یخلق مایشاء ہم جو چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں: يَهَبُ لِمَنۡ يَّشَآءُ اِنَاثًا ... الخ کہ جس کو ہم چاہتے ہیں لڑکیاں دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں لڑکے بخشتے ہیں کسی کو دونوں، کسی کو دونوں سے محروم رکھتے ہیں۔

اِنَّهٗ عَلِيۡمٌ ہر ایک کی مصلحت واسبابِ ذکورت وانوثت ہم ہی خوب جانتے ہیں بایں ہمہ قدیر قدرت بھی رکھتے ہیں۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنۡ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحۡيًا اَوۡ مِنۡ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوۡ يُرۡسِلَ رَسُوۡلًا فَيُوۡحِىَ بِاِذۡنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِىٌّ حَكِيۡمٌ ۝۵۱ وَكَذٰلِكَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ رُوۡحًا مِّنۡ اَمۡرِنَا ؕ مَا كُنۡتَ تَدۡرِىۡ مَا الۡكِتٰبُ وَلَا الۡاِيۡمَانُ وَلٰكِنۡ جَعَلۡنٰهُ نُوۡرًا نَّهۡدِىۡ بِهٖ مَنۡ نَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهۡدِىۡۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ۝۵۲ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِىۡ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِيۡرُ الۡاُمُوۡرُ ۝۵۳ ع

ترجمہ:...... اور اسی بشر کا بھی مقدور نہیں کہ اللہ اس سے (رُوبرو) کلام کرے مگر وحی کے ذریعہ سے یا پردے کے پیچھے سے یا اللہ اپنے حکم سے فرشتہ بھیج کر جو چاہے (حکم) پہنچا دیتا ہے وہ جو ہے تو عالی شان حکمت والا ہے ۝۵۱ اور اسی طرح سے ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے قرآن نازل کیا آپ کیا جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے لیکن ہم نے قرآن کو ایسا نور بنایا ہے کہ اس کے سبب ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور البتہ آپ جو ہیں تو سیدھا رستہ بتلاتے ہیں ۝۵۲ اس اللہ کا راستہ کہ جس کے قبضہ میں آسمانوں اور زمین کی سب چیزیں ہیں

❶...... آسمانی فوجیں ملائکہ اور آسمانی بلائیں بجلی اور اولے اور دیگر احجار جو قوموں پر برسے۔ اور زمین کے لشکر مخالفوں کی فوجیں جو خدا چڑھا لاتا ہے اور تُند ہوائیں اور زلزلے اور طغیانی اُبھار ٹڈی و دیگر حشرات الارض وامراض صعبہ ہیضہ طاعون بخار و ذات الجنب وافلاس ومرگِ احباب وغیرہ وغیرہ ۱۲ منہ۔

دیکھو اللہ ہی کی طرف سب باتیں رجوع کرتی ہیں ﴿۵۳﴾۔

ترکیب:...... لبشر خبر کان ان مصدریة یکلمه بتاویل المصدر اسم کان۔ الاوحیا استثناء منقطع لان الوحی لیس بتکلیم اومن وراء حجاب الجار متعلق بمحذوف تقدیرہ او یکلمه وھذا المحذوف معطوف علی وحی فتقدیر الکلام ان یوحی الیه او یکلمه او یرسل منصوب عطفا علی موضع وحیا وقیل فی موضع جرای بان یرسل ما کنت الجملة حال من الکاف فی الیک صراط اللہ بدل من صراط مستقیم المعرفة من النکرة۔

تفسیر:...... یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ میں مسئلہ نبوت کی طرف بھی اشارہ تھا کہ وہ جس کو چاہتا ہے یہ مرتبہ عطا کرتا ہے۔ انبیاء سابقین کا نام اہلِ مکہ سن کر اس بات کو تو تسلیم کرتے تھے مگر نبی کا مرتبہ بشریت کے جامہ سے باہر تصور کرتے تھے۔ اس خیال باطل کو جا بجا قرآن میں رد کیا ہے اور یہاں بھی اس کو رد کرتا ہے اور اسی کے ضمن میں مسئلہ نبوت کی تشریح فرماتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ ہمکلامی کی تین صورتیں

فقال: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنۡ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ کسی آدمی کا خدا سے باتیں کرنے کا دنیا میں آمنے سامنے ہو کر مقدور نہیں [1] اِلَّا وَحۡيًا مگر ان تین طریقوں سے۔ اول یہ کہ کسی مبلغ کے واسطہ سے نہ ہو مگر عین کلام الٰہی نہ سُنا جائے بلکہ مطالب ومضامین۔ عام ہے کہ خاص الفاظ وہیں سے مقرر ہو کر یا اسی کے الفاظ میں اس کو وحی کہتے ہیں اول قسم کو وحی متلو دوسری کو وحی غیر متلو۔ یا عین کلام بھی سنے۔ اَوۡ مِنۡ وَّرَآئِ حِجَابٍ سے یہ مراد ہے یہ دوسری قسم ہے۔ اور یا یہ کسی مبلغ کے واسطے سے ہو اور اَوۡ يُرۡسِلَ رَسُوۡلًا فَيُوۡحِيَ بِاِذۡنِهٖ مَا يَشَآءُ سے یہ تیسری قسم مراد ہے۔

گو تینوں وحی کے اقسام ہیں مگر ان میں سے اول کو القاء فی القلب کے معنی لحاظ کر کے وحی کہا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کوہ طور پر کلام کیا تھا جیسا کہ خود فرماتے ہیں و کلم اللہ موسی تکلیما تو وہ بھی عیاناً نہ تھا کہ جس کی یہاں نفی کی گئی بلکہ وہ کلام کرنا ان تینوں قسموں (میں) سے ایک قسم پر تھا۔ اول قسم سے ہو یا دوم سے ہر ایک قسم کی پھر کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً:

اول قسم خواب میں واقع ہوتی ہے اور بیداری میں بھی مع الفاظ مقررہ یا بغیر الفاظ مقررہ۔ الفاظ مقررہ کے ساتھ قرآن جو نازل ہوتا تھا تو بیشتر قسم اول پر تھا پھر دوسری قسم جس کو پس پردہ کلام سنا کہتے ہیں اس قسم پر بھی کلام اللہ نازل ہوا ہے۔ مگر پس پردہ کے یہ معنی نہیں کہ خدا پاک کو کسی کوٹھڑی یا مکان میں پردہ ڈال کر باتیں کیا کرتا ہے بلکہ حجابات نورانی اس کے اور بندے کے درمیان ہوتے ہیں اور ان حجابوں میں جو بندے کو تجرد وانکشاف کامل اور روح پر تجلی کامل ہوتی ہے تو بوجہ نورانیت کے یہ شخص خدا تعالیٰ کی باتیں سننے لگتا ہے اور خدا تعالیٰ کی باتیں ان الفاظ واصوات سے مبرا ہوتی ہیں کہ جن میں جسمانیات کلام کرتے ہیں۔ عالم اجسام میں بھی تار برقی وآئینوں کے

---

[1] ...... مسئلہ نبوت اور الہام کی حقیقت بیان فرماتے ہیں کہ عیاناً دُو بدو کوئی بشر بھی خدا سے کلام نہیں کر سکتا مگر ان تین صورتوں سے۔ اول یہ کہ اس کے دل میں کلام القاء کرے بالفاظ یا صرف معنی اول وحی متلو دوسری غیر متلو ہے۔ دوم یہ کہ حجاب نورانی کے پیچھے سے کلام کر سکتا ہے اور بشر جب ملکیت کے بلند مقام پر پہنچ جاتا ہے تو خدا کا مقرب ہو جاتا ہے مگر پھر بھی نورانی حجاب درمیان میں حائل ہوتے ہیں جیسا کہ شب معراج میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا سے کلام ہوا اور دیگر اوقات میں بھی۔ اور حضرت موسیٰ کا کوہ طور پر کلام ہوا تیسرے یہ کہ فرشتہ یعنی جبرئیل کے ذریعہ سے جو چاہے پیغام پہنچا دے۔ جبرئیل جو ناموس اکبر ہیں ان سے تجرد میں نبی کو مناسبت ہوتی ہے اس لیے ان کو نظر آتے اور دکھائی دیتے ہیں اوروں کو نہیں مگر ان سب صورتوں میں بہیمیت اور شیطان کا گزر بھی نہیں ہوتا۔ جو مصری اور گڑ کے مزے میں امتیاز کر سکتا ہے وہ ادراک معنوی سے ان باتوں میں بھی امتیاز کر سکتا ہے اور خدا کا یہ سلسلۂ فیض ابتداء سے جاری ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کی وحی کی کہ لوگوں کی رہنمائی کریں ورنہ اس سے پہلے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب کو جانتے تھے نہ احکام دین کو نماز کو ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ما کان اللہ لیضیع ایمانکم ای صلوٰتکم ۱۲ منہ حقانی۔

ذریعہ سے خوب باتیں کر سکتے ہیں جہاں کوئی خاص زبان اور اصوات ضروری نہیں ہوتے۔ ہاں بعد میں ان کو مصطلح الفاظ میں لا سکتے ہیں اور نقوش مصطلحہ میں مقید کر سکتے ہیں۔ رہا یہ احتمال کہ ممکن ہے کہ پس پردہ کلام کرنے والا شیطان یا کوئی خبیث روح ہو محض بے اصل ہے برگزیدہ خصوصاً انبیاء کرام علیہم السلام کے حواس و مدرکات باطنیہ حقائق الاشیاء میں اس سے زیادہ تمیز کرتے ہیں کہ جیسا عالم حسی میں ہمارے حواس خوشبو اور بدبو، خوش رنگ اور بدرنگ، خوش الحان و بدصوت، نرم وسخت یا سرد و گرم میں کرتے ہیں اور جب تک یہ ہمارے حواس سلامت ہیں ان میں کوئی فتور نہیں کبھی دھوکا نہیں کھاتے۔ عالم حسی کے حواس و مدرکات کا جب یہ حال ہے تو عالم روحانی کے مدرکات کا کیا کہنا ہے اس لئے سورۂ نجم میں خدا فرماتے ہیں: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۞ کہ پیغمبر کی چشم باطنی نے غلطی نہیں کی۔

اور تیسری قسم میں بھی فرشتہ جس کو ناموس اکبر یا جبرئیل کہتے ہیں بارہ قدس سے مطالب نفیسہ لاتا ہے اور پیغمبر کے دل میں آ کر اترتا ہے کما قال: نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۞ عَلٰى قَلْبِكَ اور اسی قسم کی بابت ہے عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ جبرئیل کسی آدمی کی شکل میں متشکل ہو کر آتے اور کچھ بتا جاتے تھے مگر متشکل ہو کر قرآن لانا کسی صحیح اور قوی روایت سے ثابت نہیں ہوتا اور ہونا بھی نہیں چاہیے۔ اس لئے کہ اس میں احتمال ہو سکتا ہے کہ شاید کوئی شیطان شکل بدل کر آیا ہو۔ اس لیے کہ یہ التباس ہم کو ہو سکتا ہے نہ کہ آنحضرت ﷺ کو جن کی چشم باطن حقائق الاشیاء میں امتیاز کرنے پر بوجہ اکمل قادر تھی بلکہ اس لئے کہ کسی شکل میں ظاہر ہونا آنا حواس ظاہر یہ سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ قلب سے جو ادراکات روحانیہ کا منبع ہے۔ اب یہ احتمال نکالنا کہ جبرئیل کو کسی درخت یا کسی پتھر میں سے آواز آتی تھی کہ جس کو خدا تعالیٰ اپنے مطالب ادا کرنے کے لئے اس میں پیدا کر دیتا تھا محض فضول بات ہے جو اسرار روحانیہ کے نہ سمجھنے سے پیدا کی گئی ہے۔ اور ہمارے بیان سے یہ جھگڑا بھی اٹھ گیا کہ کلام الٰہی حروف و اصوات سے مرکب ہے یا صفت قائم بذاتہ تعالیٰ ہے اور پھر قرآن مجید میں جو قدیم کہا جاتا ہے کیا اس کے یہ الفاظ و حروف اور یہ اقوام گزشتہ کے قصص بھی قدیم ہیں یا کیا؟ جیسا کہ علم کلام میں مذکور ہے۔

فائدہ:...... انبیاء علیہم السلام کا الہام اور وحی قطعی ہے بایں معنی کہ خدا کے ساتھ باتیں کرنے میں خواہ تینوں صورتوں میں سے کسی طور پر ہو ان کو حجاب ہیولانی دامن گیر نہیں ہوتے اور القا ہونے کے بعد قوت وہمیہ اس میں خلل اندازی نہیں کرنے پاتی اس لئے کہ ان کے جواہر نفوس اعلیٰ درجے کے مجلی ہوتے ہیں برخلاف ان سے کم تر درجہ کے لوگوں کے جو انہیں کے انوار سے منور ہوتے ہیں جن کو اولیاء اللہ یا محدث یا ملہم کہا جاتا ہے اس لئے ان کے الہامات ظنی گنے جاتے ہیں اور ان کے الہامات میں یہ بھی ہوتا ہے کہ یہ خود اس کے معنی کما ینبغی نہیں سمجھتے، قوت وہمیہ جو ان کو اپنے مناسب قوالب میں ڈھال دیتی ہے اس سے انتزاع کرنے میں کہیں خود ان سے غلطی ہو جاتی ہے۔ هذا وقد اطنبنا الكلام في هذا المقام لانه من مزال اقدام الفحول الاعلام۔ ولنرجع الى تفسير باقي الآيات الشريفة۔

ان سب صورتوں کے بعد فرماتا ہے انه علی حکیم کہ وہ نہایت برتر ہے کسی کے ادراک اور کسی کا فہم اس کی کنہ حقیقت نہیں پہنچ سکتا اور نیز عالم حسی میں کوئی آنکھ اور کوئی کان نہ اس کو دیکھ سکتا ہے نہ بالمقابل ہو کر بات سن سکتا ہے مگر حکیم ہے اپنی حکمت کاملہ سے بندوں کو اپنے سے اطوار مخصوصہ میں کلام کرنے کا شرف عطا کر کے اس کو اپنے بندوں کے لیے پیغامبر بنا کر بھیجتا ہے اور ہمیشہ سے یوں ہی کرتا آیا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی جانب روح کا بھیجا جانا:...... وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا

اور اسی طرح سے اے محمد (ﷺ) ہم نے تمہاری طرف اپنے حکم سے روح یعنی اپنی طرف سے قرآن مجید وحی کیا۔

روح چونکہ حیات جسم کا باعث ہے اسی طرح کتاب اللہ عالم کی حیات ابدیہ کا باعث ہے اس لیے لفظ روح کا اس پر اطلاق ہوا۔ (یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے) بعض کہتے ہیں روح سے مراد جبرائیل ہے۔ اس کی حکمت کا مقتضی تھا ورنہ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا

الْاِیْمَانُ آپ تو اس سے پہلے نہ کتاب جانتے تھے نہ ایمان۔

ایمان کی تفسیر:...... یہ تو ظاہر ہے کہ وحی سے پہلے آپ ﷺ کتاب یعنی قرآن کو نہ جانتے تھے۔ مگر ایمان کے نہ جاننے میں کلام ہے۔ اس لیے کہ بعثت اور وحی سے پہلے بھی انبیاء کرام علیہم السلام مؤمن تھے، کبھی کسی نے شرک نہیں کیا، نہ زنا کیا، نہ کوئی بدکاری۔

اس کی علماء تفسیر نے مختلف توجیہیں کی ہیں۔ بعض نے کہا ایمان سے مراد نماز ہے اور ایمان کا اطلاق نماز پر بھی ہوا کرتا ہے جیسا کہ اس آیت میں وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ أي صلاتكم۔ یعنی وحی سے پہلے آپ ﷺ نماز اور اس کے ارکان و شروط سے واقف نہ تھے نہ شرائع معلوم تھے بعض کہتے ہیں لفظ اہل محذوف ہے یعنی اہلِ ایمان کون کون ہوں گے آپ ﷺ نہ جانتے تھے۔ اور سہل توجیہ یہ ہے کہ ایمان سے مراد وہ جمیع امور ہیں کہ جن پر ایمان لانا ضروری ہے ان میں سے بہت سی باتیں وحی سے پہلے معلوم نہ تھیں۔ فقیر کہتا ہے کہ گو ایمان کو جانتے تھے مگر وہ جاننا اس جاننے کے مقابلے میں جو وحی کے بعد ہوا کالعدم ہے۔ دیکھو کوئی کامل استاد جب کسی طالب علم کو جو پہلے بھی جو کچھ پڑھا تھا تکمیل کے بعد یہ کہہ دیتا ہے کہ آپ پہلے جانتے بھی نہ تھے کہ علم کیا ہے۔

وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ لیکن ہم نے اس قرآن کو نور بنایا ہے اس سے ہم جس کو چاہتے ہیں۔

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ یعنی سیدھی راہ بتا دیتے ہیں اور اے محمد (ﷺ) تو بھی خود نور ہے سیدھی راہ بتاتا ہے اور وہ سیدھی راہ کیا ہے صراط اللہ کا رستہ جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اور سب اختیارات اسی کو حاصل ہیں جو اس رستہ پر جو قرآن سے ثابت ہے (نہ کہ کسی اور رستہ پر) چلے گا اللہ کے پاس دار الخلد میں پہنچے گا۔

سُوْرَةُ الزُّخْرُف مکیہ ہے اس میں نواسی (٨٩) آیتیں اور سات (٧) رکوع ہیں

رُكُوْعَاتُهَا ٧ (٤٣) سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ (٦٣) اٰيَاتُهَا ٨٩

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۝١ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝٢ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝٣ ع
وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝٤ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا
اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۝٥ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۝٦ وَمَا
يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٧ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا
وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ۝٨

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ① ترجمہ:...... قسم ہے روشن کتاب کی ② ہم نے بنایا ہے اس کو عربی زبان کا قرآن تا کہ تم سمجھو ③ اور یہ کتاب لوح محفوظ میں ہمارے نزدیک

بلند مرتبہ (اور) حکمت والی ہے④کیا تمہارے سمجھانے سے ہم اس لیے منہ پھیر لیں گے کہ تم بے ہودہ لوگ ہو⑤اور پہلے لوگوں میں بھی ہم نے بہت سے نبی بھیجے ہیں⑥اور ان کے پاس ایسا کوئی نبی نہ آتا تھا کہ جس سے وہ ٹھٹھا نہ کرتے تھے⑦پھر تو ہم نے اُن میں بڑے زور والوں کو غارت کر دیا اور پہلوں کی نظیریں چلی آتی ہیں (ان کے واقعات ضرب المثل ہیں)⑧

ترکیب:......والکتب من جعل خم قسما۔ فالواو للعطف ومن لم یجعل فالواو للقسم والکتب مجرور بھا وانہ عطف علی انا فی متعلقہ بعلی واللام لایمنع ذلک۔ لدینا بدل من الجار والمجرور۔ أفنضرب: الھمزۃ للاستفھام الانکاری والفاء للعطف علی محذوف أی انھملکم فنضرب عنکم الذکر والضرب ھنا بمعنی الترک یقال ضربت عنہ اذا ترکتہ قالہ الزجاج والفراء۔ والانتصاب صفحاً علی المصدریۃ من معنی نضرب لان للصفح والضرب معنی واحدا وھو الترک والاعراض یقال صفحت عنہ اذا اعرضت عنہ او علی الحال أی صافحین۔ وکم منصوب بارسلنا۔ وبطشاً تمیز وقیل مصدر فی موضع الحال من الفاعل۔

تفسیر:......اس سورت کا نام سورۂ زخرف ہے۔ یہ بھی باتفاق علماء صحابہ ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں بھی بیشتر توحید ورسالت ودار آخرت وغیرہ اصول نظریہ مذکور ہیں۔

مکہ میں جس قدر قرآن کی سورتیں نازل ہوئیں ان میں عملیات کا بہت کم حصہ ہے بیشتر اعتقادیات ہیں۔ خم بھی انہیں مفردات میں سے ہے جو سورتوں کی ابتداء میں آتے ہیں جن کی بہت جگہ ہم تشریح کر آئے ہیں۔ ان آیات میں مسئلہ نبوت کا اثبات ہے۔

قرآن عربی زبان میں ہے:......فقال والکتب المبین عرب میں گو صدہا قبائح مروج تھے مگر جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر قسم کھانا بہت ہی سخت گناہ سمجھا جاتا تھا اور ان کا یقین تھا کہ جو کوئی قسم کھا کر جھوٹ بولے گا کبھی سرسبز نہ ہوگا۔ اس لیے خم خدا تعالیٰ کی ذات وصفات جلالیہ کا ذکر کر کے کتاب مبین کی قسم کھا کر یہ کہتا ہے: إِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ③ کہ ہم نے اس کتاب کو عربی زبان کا قرآن بنایا تمہارے سمجھنے کو۔ کتاب مبین سے مراد قرآن ہے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک قرآن بڑی عزیز چیز ہے۔ اور ہر شخص اپنی عزیز ومرغوب چیز کی قسم کھایا کرتا ہے پس قرآن مبین کی قسم کھا کر قرآن مجید کی صداقت ثابت کرتا ہے۔ مبین بیان کرنے والا روشن۔ اس کے بعد اور چند اوصاف قرآن مجید کے بیان فرماتے ہیں۔

قرآن مجید کے چند اوصاف:......(۱) وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا کہ یہ قرآن کوئی بے اصل اور تراشیدہ کتاب نہیں بلکہ یہ ہمارے نزدیک ام الکتب یعنی لوح محفوظ علم الٰہی کا ایک جریدہ ہے۔

ثبت است بر جریدۂ عالم کتاب ما

(۲) عَلِيٌّ ہے بلند مرتبہ کتاب ہے اس کی مثل اور کوئی ظاہر نہیں کر سکتا۔

(۳) حَكِيْمٌ پر حکمت ہے اس میں جس قدر حکمتیں اور خوبیاں رکھی ہوئی ہیں وہ خود اس کی اصالت اور منجانب اللہ ہونے کی دلیل ہیں۔ یہ سن کر جہلاء مکہ کہتے تھے کہ خدا کو ہمارے لیے کتاب بھیجنے کی کون ضرورت تھی؟

اس کے جواب میں فرماتے ہیں: أَفَنَضْرِبُ... الخ کہ کیا ہم تمہاری بے ہودگی سے تم سے منہ موڑ کر بیٹھ جاتے تمہاری اصلاح نہ کرتے؟ کرتے کیوں کہ ہم رحیم وکریم ہیں پہلے سے ایسا کرتے آئے ہیں۔

وَكَمْ أَرْسَلْنَا . . . الخ پہلے بھی انبیاء بھیجے ہیں اور لوگ ان سے ٹھٹھے کرتے رہے انجام کار ہم نے بھی ان میں سے بڑے سرکشوں کو غارت کر دیا اور پہلوں کی کہاوت چلی آتی ہے کہ دہ یوں برباد ہوئے اب تم بھی ڈرو انکار نہ کرو۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۙ﴿۹﴾

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۚ﴿۱۰﴾

وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَأَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۱﴾

وَالَّذِيْ خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۙ﴿۱۲﴾

لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا

سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۙ﴿۱۳﴾ وَإِنَّآ إِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ۭ﴿۱۵﴾ ع ۱۵

ترجمہ:......اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے کہ ان کو اللہ زبردست علم والے نے پیدا کیا ہے اس نے کہ جس نے زمین کو تمہارا بچھونا بنایا اور تمہارے لیے اس میں رستے بنائے تا کہ تم راہ پاؤ کہ جس نے آسمان سے اندازے کے ساتھ پانی اُتارا پھر ہم نے اس سے خشک زمین کو تازہ کیا تم بھی اسی طرح (قبروں سے) زندہ نکالے جاؤ گے اور اللہ وہ ہے کہ جس نے ہر قسم کے جوڑے بنائے اور تمہارے لیے وہ کشتیاں اور چار پائے بنائے کہ جن پر تم سوار ہوتے ہو، تا کہ ان کی پیٹھ پر چڑھ کر اپنے رب کا احسان یاد کرو جب کہ تم ان پر خوب بیٹھ جاؤ تو کہو پاک ذات ہے وہ کہ جس نے اس کو ہمارے بس میں کر دیا اور ہم تو اس کو بس میں نہیں کر سکتے تھے اور ہم کو اپنے رب کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور لوگوں نے اس کے بندوں کو اس کی اولاد بنا دیا[1] بے شک آدمی جو ہے تو صریح ناشکرا ہے ﴿۱۵﴾۔

تفسیر:......اب اور جواب دیتا ہے اور اس کے ضمن میں اپنے انعام بے حد بھی یاد دلاتا ہے اور اور اپنی قدرت کاملہ کا ثبوت دے کر توحید ثابت کرتا ہے اور ان انعامات پر بندے کے اوروں کو شریک بنانے پر اس کی شکایت کرتا ہے۔ واللہ کیا بحر ذخار کلام ہے جس کے اندر سیکڑوں گوشوں میں ہزاروں درشہوار رکھے ہوئے ہیں اور کس طرح سے مسلسل کلام چلا آتا ہے۔

دلائل قدرت اور ان سے توحید پر استدلال:......وقال وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ . . . الخ اگر ان سے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پوچھو گے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا؟ تو کہیں گے اللہ نے جو زبردست حکمت والا ہے، پس جس نے تمہارے لئے آسمان اور زمین بنائے اور جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا اور زمین کو تمہارا بچھونا بنایا کہ اس پر چلتے پھرتے ہو وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا اور

[1] فائدہ:...... مشرکین نے ان دلائل پر بھی اس کی مخلوق میں سے اس کا جز بنا دیا فرشتوں کو بیٹیاں بعض انبیاء کو بیٹا کہتے ہیں بعض کو نور یعنی اس کی ذات کا ٹکڑا کہتے ہیں کہ ان سے منفصل ہو کر بنا۔ فلاں خدا کے منہ سے، فلاں ہاتھ سے فلاں پاؤں سے بنا ہے۔ ہنود چار ذاتوں برہمن چھتری وغیرہ کی نسبت ایسا ہی کہتے ہیں اور وید سے ثبوت دیا کرتے ہیں۔ جزء کے معنی شریک کے بھی ہو سکتے ہیں کہ عبادت اور خدائی کا حصہ دار بنا دیا (مفسر حقانی)

تمہارے چلنے پھرنے کے لئے زمین میں رستے بنائے اور رستوں کے نشان قائم کیے ان کے پتہ سے راہ نہیں بھولتے۔ وہ اللہ کہ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ جس نے آسمان سے ایک اندازہ سے پانی اتارا جس سے مردہ یعنی خشک زمین کو شاداب کیا اور قسم قسم کے اس میں درخت و نباتات پیدا کیے (قال سعید بن جبیر الازواج الاصناف کلها) اس طرح بار دیگر تم کو زندہ کرے گا قبروں سے نکالے گا، وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ﴿۱۲﴾ اور دریا کی سواریاں کشتیاں بنائیں اور زمین کے چار پائے اونٹ، گدھا، گھوڑا، بیل، ہاتھی، خچر وغیرہ لِتَسْتَوٗا عَلٰی ظُهُوْرِهٖ (الضمیر راجع الی ماالموصولة قاله ابو عبید) تاکہ تم ان پر سوار ہو اور سوار ہو کر اکڑو نہیں بلکہ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ... الخ اپنے رب کا احسان یاد کرو اور یہ کہو: سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ﴿۱۳﴾ کہ پاک ہے وہ کہ جس نے اس جانور کو ہمارے بس میں کر دیا اور یہ ہمارے بس کا نہ تھا (مقرنین مطیقین یقال اقرن هذا البعیر اذا اطاقه هذا قول ابن عباس ؓ۔ وقال الاخفش و ابو عبیدة مقرنین ضابطین وقیل مماثلین فی القوة) اور چونکہ سفر طے کرنے کے لیے یا کسی مسافت طے کرنے کے لیے سوار ہوا کرتے ہو یہ بھی سمجھ لیا کرو کہ اسی طرح یہ عمر بھی ایک سفر ہے اس کو طے کرنا اور اللہ کے پاس پہنچنا ہے اس سفر سے اس سفر کو یاد کر لیا کرو وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴿۱۴﴾ وہیں سے آئے ہیں، وہیں جانا ہے۔

مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و حاکم نے ابن عمر ؓ سے نقل کیا ہے کہ جب نبی ﷺ سوار ہوتے تھے تو تین بار تکبیر پڑھتے تھے پھر سبحن الذی... الخ تک یہ پڑھتے تھے۔ اس نے تو یہ عنایتیں کیں مگر کفار اور مشرکین نے یہ کیا وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ کہ اسی کے بندوں کو اس کا بیٹا بنا دیا کہہ دیا فلاں اس کا بیٹا ہے اور فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں۔

آدمی صریح ناشکرا ہے:...... اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ﴿۱۵﴾ آدمی صریح ناشکرا ہے اس نے نبی اور کتاب بھیجی۔

اس میں ضمنی طور پر مسئلہ توحید اور اپنے کمال و قدرت و صفات کمالیہ کا ثبوت کر کے اصل بات کا جواب دے دیا کہ جس نے تمہارے لیے یہ سامان کیے پھر وہ تمہیں گمراہی میں اس لیے پڑا رہنے دیتا۔ یہ بھی اس کا ایک انعام ہے پھر اور انعامات پر نہیں کہتے کہ خدا کو ان کے بنانے سے کیا مطلب تھا؟ حالانکہ خود اقرار کرتے ہو کہ یہ چیزیں انسان کے نفع و تقضا حاجت کے لیے اس نے بنائیں پھر نبوت و کتاب نازل کرنے کے امر میں یہ کہتے ہو کہ اس کو کیا غرض پڑی تھی کیا مطلب تھا کیا پروا تھی؟ نبوت و توحید کا کس عمدگی سے ثبوت کیا۔

اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ﴿۱۶﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ
لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ﴿۱۷﴾ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ
وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ﴿۱۸﴾ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ
اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ﴿۱۹﴾ وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ
الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴿۲۰﴾ؕ
اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ﴿۲۱﴾ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ

اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ۝۲۲ وَكَذٰلِكَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰۤى
اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ۝۲۳

ترجمہ:...... کیا اس نے اپنی مخلوقات میں سے بیٹیاں لے لیں اور تم کو بیٹے چن کر دیے۝۱۶ اور جب ان میں سے کسی کو اس چیز کی خوش خبری دی جائے کہ جس کو رحمن کے لیے ٹھہراتا ہے اس کا منہ سیاہ ہو جائے۝۱۷ اور دل میں گھٹ کر رہ جائے کیا اس کے لیے وہ ہے کہ جو زیور میں پلتی ہے اور جھگڑے میں بات بھی نہ کر سکے۝۱۸ اور فرشتوں کو کہ جو رحمن کے بندے ہیں عورتیں فرض کر لیا کیا انھوں نے ان کو پیدا کیا ہوتے دیکھا ہے ان کی گواہی لکھی جائے گی اور ان سے پوچھا جائے گا۝۱۹ اور کہتے ہیں اگر رحمن چاہتا تو ہم ان کو نہ پوجتے ان کو اس کی کچھ خبر نہیں وہ محض انکل دوڑاتے ہیں۝۲۰ کیا ہم نے ان کو اس سے پہلے کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس پر قائم ہیں۝۲۱ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا اور ہم انہیں کے پیرو ہیں۝۲۲ اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی گاؤں میں کوئی ڈر سنانے والا بھیجا تو وہاں کے دولتمندوں نے (یہی) کہہ دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا اور ہم انہیں کے پیرو ہیں۝۲۳۔

ترکیب:...... بَنٰتٍ: مفعول، اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ حال۔ منہا مثلا مفعول۔ ضرب للرحمن متعلق بہ۔ واذا شرطیۃ۔ ظل الجملۃ جواب الشرط۔ وجہہ بالرفع علی القراءۃ المشہورۃ اسم ظل۔ مسودا خبرہ۔ اومن فی موضع نصب تقدیرہ اتجعلون۔ من ینشؤا قرء الجمہور بفتح الیا و اسکان النون و قرأ ابن عباس والضحاک وحفص بضم الیاء و فتح النون و تشدید الشین۔ قال الہروی الفعل علی القرأۃ الاولی لازم وعلی الثانیۃ متعد فی متعلق بمبین۔ وغیر لا یمنعہ والجملۃ حال۔

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا وجعلوا لہ من عبدہ جزاء اب یہاں اس کی اور زیادہ تشریح کرتا ہے۔

فرشتوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی بیٹیاں قرار دینے کی مذمت:...... فقال: اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ۝۱۶ کیا اللہ نے اپنی مخلوقات میں سے لڑکیاں پسند کی ہیں اور تمہارے لیے بیٹے پسند کیے ہیں؟ یعنی یہ جو تم کہتے ہو کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں یہ غلط بات ہے کیوں کہ بیٹیوں سے بیٹے بہتر ہوتے ہیں یہاں تک کہ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ . . . الخ جب ان میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر دی جاتی ہے جس کو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے قرار دیتا ہے تو غم کے مارے منہ پر سیاہی چھا جاتی ہے اور دل میں گھٹ جاتا ہے۔

بیٹی کی پیدائش پر کفار کو رنج وغم کرنا:...... عرب بیٹیوں کا پیدا ہونا اپنی عزت کے خلاف جانتے تھے، اس لیے قتل کر ڈالتے تھے اور خبر سن کر بڑا رنج ہوتا تھا۔ پھر ایسی چیز تو آپ لے اور بیٹے تم کو دے یہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اولاد سے جو فائدہ متصور ہوتا ہے کہ وہ میدان کارزار میں کام دے اور مجالس میں سیف لسانی سے کام لے یہ بھی ان سے حاصل نہیں اس بات کو اس جملے میں بیان فرماتے ہیں او من ینشوا . . . الخ کہ کیا جو زیور و آرائش میں پرورش پاتی ہیں (یعنی لڑکیاں) اور جھگڑوں میں گویائی سے عاجز ہیں کیونکہ ان کی تربیت میں زیور و آرائش ہے جو مردانگی کے خلاف ہے اور شرم ولحاظ کی وجہ سے خوب بات نہیں کر سکتیں وہ اس نے اپنے لیے پسند کی ہیں، نہیں! ہرگز نہیں!۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ زنانہ تجمل وآرائش مذموم ہے۔

اس کے بعد ایک اور دلیل سے ان کو رد کرتا ہے فقال: وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ . . . الخ کہ فرشتے اللہ کے بندے ہیں ان کو انہوں نے عورت بنا دیا جو ان کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں۔ کیا انھوں نے ان کو پیدا ہوتے دیکھا ہے اس کی وہ شہادت دینگے؟

اچھادیں ہم ان کی شہادت کو لکھے لیتے ہیں اور ان سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔ اس کے بعد ان کفار و مشرکین کا جو ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے اور حجت میں ساکت کیے جاتے تھے ایک جواب نقل کرتا ہے جو محض جاہلانہ جواب ہے۔

وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ کہ اگر اللہ نہ چاہتا تو ہم ان معبودوں کو نہ پوجتے اس سے ثابت ہوا کہ یہ اس کی مرضی کے موافق ہے۔ اس کا جواب دیتا ہے: مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ انہیں مشیت اور مرضی کا فرق معلوم نہیں۔ اس قضاوقدر اور عالم اسباب کے مسئلہ کو یہ نہیں جانتے محض اٹکل دوڑاتے ہیں کہ اس کی مشیت ہے تو مرضی بھی ہے۔

اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ . . . الخ کیا ان کے پاس بت پرستی کے جواز میں کوئی نوشتہ الٰہی ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے اور جس کے یہ پابند ہیں۔ نہیں۔ اس کے جواب میں بھی یہی کہیں گے اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا . . . الخ کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو یوں کرتے دیکھا ہے ان کے طریقے پر ہم چلتے ہیں، اس کے جواب میں فرماتے ہیں

وکذلک کہ یہ نئی بات نہیں ان سے پہلے بھی جہاں کوئی نبی آیا وہاں کے پیٹ بھروں نے یہی عذر کیا ہم اپنے باپ دادا کے پیرو ہیں۔

قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰی مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَیْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ
بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٢٤﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ﴿٢٥﴾ وَاِذْ
قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿٢٦﴾ اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّهٗ
سَیَهْدِیْنِ ﴿٢٧﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿٢٨﴾ بَلْ مَتَّعْتُ
هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰی جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ﴿٢٩﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ
قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٠﴾

ترجمہ:...... رسول نے کہا اگر میں تمہارے پاس اس سے بھی بہتر طریقہ لاؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا تو بھی باپ دادا کے طریقے پر چلو گے وہ بولے جو کچھ تو لایا ہے ہم اس کو جانتے بھی نہیں ﴿٢٤﴾ پھر تو ہم نے ان سے بدلہ لیا پھر دیکھ کیا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا ﴿٢٥﴾ اور (یاد کرو) جب کے ابراہیم نے اپنے باپ اور قوم سے کہا کہ جس کو تم پوجتے ہو میں اس سے بیزار ہوں ﴿٢٦﴾ مگر جس نے مجھے پیدا کیا (اس سے سروکار ہے) پھر وہی مجھ کو رستہ بھی بتائے گا ﴿٢٧﴾ اور ابراہیم اسی بات کو اپنے بعد باقی چھوڑ گئے (کلمہ توحید کی وصیت کر کے) تاکہ لوگ (دین حق کی طرف) رجوع کریں ﴿٢٨﴾ بلکہ ہمیں نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو رسایا بسایا یہاں تک کہ ان کے پاس دین حق اور صاف کہنے والا رسول (محمد) آ گیا ﴿٢٩﴾ اور جب ان کے پاس سچا دین پہنچا تو کہنے لگے یہ تو جادو ہے اور ہم اس کے منکر ہیں ﴿٣٠﴾۔

ترکیب:...... قرأ الجمهور قُلْ وقرئ قال حكاية لما جرى بين النذر و قومهم۔ اى قال كل نذير لقومه الهمزة انكار وللعطف على المحذوف أى تتبعون ذلك۔ وجواب لو محذوف۔ الا الذى استثناء منقطع او متصل على ان كلمة ما فى مما يعم لانهم كانوا يعبدون الله والاوثان او صفة بمعنى غير على ان ما موصوفة أى اننى براء من آلهة تعبدونها غير الذى

فطرنی۔ و جعلها فاعل جعل الضمیر یرجع الی اللہ او الی ابراہیم وھا الی کلمة التوحید التی قالها ابراہیم۔

تفسیر:...... یہ بقیہ ہے اس گفتگو کا جو انبیاء سابقین اور ان کی قوم میں ہوئی تھی۔ کہ کیا جب تمہارے باپ دادا کے طریقے سے اچھا اور ہدایت کا طریقہ ہم تمہارے پاس لائیں جب بھی تم اپنے باپ دادا کے طریقے پر چلو گے؟

اس کے جواب میں یہی کہہ دیا: اِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ۝ ہم تمہاری سب باتوں کے منکر ہیں۔

فَانۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ ...الخ پس ہم نے ان سے بدلہ لیا ہلاک و برباد کر دیا پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا کیا برا انجام ہوا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ:...... اس کے بعد اس تقلید آبائی کے رد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ کرتا ہے جو مخاطبین کے جد امجد تھے کہ اپنے باپ دادا کے طریقے کو جو ناپسند تھا چھوڑ دیا۔ پھر اگر تم کو اپنے باپ دادا کی پیروی منظور ہے تو اپنے دادا ابراہیم کی پیروی کرو اس نے اپنے باپ اور قوم سے صاف کہہ دیا تھا کہ میں بجز اس کے کہ جس نے مجھے پیدا کیا تمہارے معبودوں میں سے کسی کو نہیں مانتا وہی مجھ کو اپنے دین کا رستہ دکھئے گا۔ دلیل چونکہ تقلید سے بہتر ہے اس لیے وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیۡ عَقِبِهٖ کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی اس بات کو (اِنَّنِیۡ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعۡبُدُوۡنَ۝ اِلَّا الَّذِیۡ فَطَرَنِیۡ) اس کے بعد تک خدا پرست قوموں میں قائم رکھا کیونکہ یہ کلمہ بمنزلہ لا الٰہ الا اللہ کے ہے اور موحدین کے پیشوا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بعد اس کلمہ کو باقی چھوڑا تا کہ لوگ شرک سے توحید کی طرف رجوع کریں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام اور دلائل سماویہ کے مقابلے میں بے سوچے سمجھے باپ دادا کی تقلید و پیروی حق کے خلاف میں کرنا مذموم ہے اور ایسی تقلید شرک و گمراہی ہے مگر ائمہ و مجتہدین کے فتووں پر چلنا جو ادلۂ اربعہ، کتاب و سنت، اجماع و قیاس یعنی استنباط نصوص پر مبنی ہیں یہ سمجھ کر کہ ناسخ و منسوخ اور ماول و مفسر مشترک کی شناخت موارد نصوص کی تخصیص و تعمیم احادیث میں صحیح و ضعیف کی پہچان یہ ہم سے زیادہ تر جانتے ہیں اور اہل توحید کا جم غفیر سلف سے خلف تک ان باتوں میں پیشوا جانتا آیا ہے، محاورات عرب اور ان کے رسم و رواج سے بھی یہ خوب واقف تھے باایں ہمہ اہل ورع و پرہیزگار تھے جو ایک خاص قسم کی تقلید ہے اس کو بھی اس میں ملا کر شرک و بدعت کا حکم لگا دینا بڑی ناانصافی ہے ❶ مشرکین ایک حجت یہ بھی قائم کیا کرتے تھے کہ اگر یہ تقلید آبائی اور یہ بت پرستی عند اللہ بری ہے تو سیکڑوں برس سے یہ لوگ دنیا میں کیوں پھلتے پھولتے آئے ہیں۔ اس کا جواب دیتا ہے:

بَلۡ مَتَّعۡتُ هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمۡ حَتّٰی جَآءَهُمُ الۡحَقُّ وَرَسُوۡلٌ مُّبِیۡنٌ۝ کہ ہم نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو دنیا میں اب تک (یعنی رسول اور قرآن کے ظہور تک یہاں تک وہ اسی انتظار میں مبتلا تھے کہ ان کے پاس رسول اور دینِ حق آ گیا) پھلنے پھولنے دیا، اس پر یہ پھول گئے اور اس بات کو حق اور رسول مبین کے مقابلے میں پیش کرنے لگے اور دین حق اور رسول کو جادو کہہ دیا اور انکار کر دیا۔ یہ ان کی غلطی ہے اس لیے کہ دنیا کی برومندی اس کی ربوبیت کا مقتضی ہے۔ یہ کوئی دلیل ان کے برحق ہونے کی نہیں۔

وَقَالُوۡا لَوۡلَا نُزِّلَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الۡقَرۡیَتَیۡنِ عَظِیۡمٍ۝۳۱ اَهُمۡ
یَقۡسِمُوۡنَ رَحۡمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَیۡنَهُمۡ مَّعِیۡشَتَهُمۡ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا

❶ ...... اور مجھ کو قاضی شوکانی اور ابن القیم اور ان کے مقلدین سے کمال تعجب ہے کہ وہ باوجود علم اس بات کے کہ کتب اصول فقہ میں مسلم ہو چکا ہے کہ نص کے مقابلے میں قیاس مجتہدین کوئی چیز نہیں کیسی جرأت کرتے ہیں اہل اسلام کو مشرک قرار دیتے ہیں افسوس صد افسوس ۱۲ منہ۔

وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ
وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً
لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا
يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ
ع ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ:......اور کہنے لگے کس لیے یہ قرآن ان دونوں بستیوں کے کسی سردار پر نازل نہ کیا گیا ﴿۳۱﴾ کیا وہ آپ کے رب کی رحمت بانٹنا چاہتے ہیں ان کی روزی تو دنیا میں ہم نے ان میں بانٹ دی ہے اور ایک کو دوسرے پر درجات میں فوقیت دی ہے تاکہ ایک دوسرے کو محکوم بنا کر رکھے اور آپ کے رب کی رحمت اس سے کہیں بہتر ہے کہ جس کو وہ جمع کر رہے ہیں ﴿۳۲﴾ اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک طریقے کے ہو جائیں گے (کافر) تو جو اللہ کے منکر ہیں ان کے گھروں کی چھت اور ان پر چڑھنے والی سیڑھیاں چاندی کی کر دیتے ﴿۳۳﴾ اور ان کے گھروں کے دروازے اور وہ تخت بھی چاندی کے کر دیتے کہ جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے ﴿۳۴﴾ اور دوسری آرائش بھی دیتے اور یہ سب کچھ جو ہے تو دنیا کی زندگی کا ساز و سامان ہے اور دار آخرت آپ کے رب کے ہاں پرہیزگاروں کے لیے ہے ﴿۳۵﴾۔

ترکیب:......عظیم بالجر بدل من رجل۔ لبیوتھم بدل باعادۃ الجار أی لبیوت من کفر و جمع الضمیر فی بیوتھم و افردہ فی یکفر باعتبار معنی من و لفظھا۔ سقفا قرأ الجمھور بضم السین و القاف فھی جمع سقف کرھن و رھن و قال الفراء ھو جمع سقیف کرغیف و رغف و قیل جمع سقوف فیکون جمعا للجمع۔ و قرء بفتح السین و اسکان القاف فھو واحد فی معنی الجمع و معارج جمع معرج بفتح المیم و کسرھا۔ ابوابا و سررا (جمع سریر) منصوبان بجعلنا أی جعلنا لبیوتھم ابوابا و سررا۔ لما بالتخفیف و قری بالتشدید فعلی الاولی ان مخففۃ من الثقیلۃ و علی الثانیۃ ھی النافیۃ و لما بمعنی الا۔

تفسیر:......کفار مکہ کا آنحضرت ﷺ کی نبوت پر یہ بھی ایک بے ہودہ شبہ تھا جس کو یہاں نقل کر کے جواب دیتا ہے۔

کفار مکہ کے ایک شبہ کا ازالہ:...... فقال: وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾

کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں کے کسی بڑے پر کیوں نہ نازل ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قریتین سے مراد ان کی دو شہر تھے مکہ اور طائف اور رجل عظیم یعنی بڑے شخص سے مراد وہ کہ جو بڑا مال دار صاحب شوکت و جاہ ہو۔ مکہ میں ایسا شخص جو منصب نبوت کا مستحق دنیاوی مال و جاہ کے لحاظ سے ان حمقا کے نزدیک ولید بن المغیرہ تھا اور طائف والوں میں سے عروہ بن مسعود ثقفی۔

یہ کہنا تو ان کا درست تھا کہ کسی بڑے شخص پر قرآن اترنا تھا۔ مگر یہ ان کی حماقت تھی کہ وہ بڑائی مال و جاہ میں منحصر جانتے تھے۔ اور ان پر کیا موقوف ہے اب بھی حمقا میں مال و جاہ دنیاوی پر بڑائی کا انحصار ہے خصوصاً بے دینوں کے نزدیک۔ اب اس کے دو جواب دیتا ہے۔

اول: اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ (الی قولہ) بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا کہ جب دنیوی مرتبوں میں ہم نے تفاوت کر دیا جس کو کوئی اٹھا نہیں سکتا کوئی حاکم ہے کوئی محکوم ہے کوئی مفلس ہے کوئی زردار جس کے سبب انتظام عالم ہو رہا ہے۔ کیوں کہ سب یکساں ہوں تو کوئی کسی کی

اطاعت کیوں کرے؟ تو دینی تفاوت کو وہ کیوں کر اٹھا سکتے ہیں ہم جس کو چاہیں ولی اور جس کو چاہیں کافر و فاسق بنائیں اور یہ بھی ہے کہ مال جو کچھ کسی کو دیا ہے ہم نے اپنے فضل و کرم سے عطا کیا ہے پھر کسی کو مال دے کر کیا ہم نبوت دینے پر بھی مجبور کیے جا سکتے ہیں کہ خواہ مخواہ نبوت بھی اس کو دیں۔ پس ہم مختار ہیں تم پر کسی کا دینا نہیں آتا کہ جس کو مال و جاہ دیں اس میں نبوت کی لیاقت ہو یا نہ ہو اس کو نبوت بھی عطا کریں۔

دوم: وَرَحۡمَتُ رَبِّكَ خَیۡرٌ مِّمَّا یَجۡمَعُوۡنَ۝ یہ کہ مال و جاہ کی شرافت کو نیکی و سعادت ازلی کی شرافت سے بڑھ کر جاننا نادانی ہے اس لیے کہ مال و جاہ لذات دنیا کے حاصل کرنے میں کام آتا ہے جو محض فانی ہے اور یہ سعادت ازلی لازوال دولت ہے جو باقی ہے اور جس چیز کو وہ سمیٹ رہے ہیں یعنی مال اس سے بہتر ہے پس اسی دولت کا مالا مال شریف اور بڑا ہے اور تمہارے عقیدہ کے موافق بڑے آدمی کو نبوت کا مرتبہ ملنا چاہیے تو وہ بڑے شخص نہیں بلکہ محمد ﷺ بڑے ہیں۔

اس کے بعد دنیا اور اس کے کروفر کی بے وقعتی بیان فرماتے ہیں کہ جس پر وہ شیدا تھے اور جوان کی آنکھوں میں بڑی چیز تھی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی نظر میں مال و دولت کی حقیقت

فقال: وَلَوۡلَاۤ اَنۡ یَّكُوۡنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلۡنَا لِمَنۡ یَّكۡفُرُ بِالرَّحۡمٰنِ... الخ کہ دنیا کی ہمارے نزدیک کیا عزت ہے؟ صرف یہ بات نہ ہوتی کہ دنیا کا تجمل دیکھ کر سب یا اکثر لوگ کفر کی طرف راغب نہ ہو جاتے تو ہم کفار کو جو رحمٰن کے منکر ہیں اس جہاں کے بدلہ دنیا میں اس قدر دیتے کہ ان کے گھروں کی چھتیں اور ان کی سیڑھیاں چاندی کی کر دیتے اور ان کے گھروں کے دروازے اور وہاں تکیہ لگا کر بیٹھنے کے تخت بھی چاندی کے کر دیتے اور بہت آرائش کے سامان عطا کرتے مگر یہ سب کچھ دنیا فانی کا چند روزہ اسباب ہے اور آخرت جو ہے تو پرہیزگاروں کے لیے بہتر ہے وہاں ان کے لیے اس سے زیادہ ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا ہے اگر دنیا کی اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی قدر ہوتی تو کسی کافر کو سرد پانی بھی نہ دیتا (رواہ الترمذی)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ مومن کو دنیا سے اس طرح روکتا ہے کہ جیسا کوئی بیمار پانی سے رد کتا ہے۔ (رواہ الترمذی)

بے شک قیامت کے قریب کفار کو دنیا اور اس کے تجملات بکثرت دستیاب ہوں گے اور فسق و فجور میں مبتلا ہوں گے یورپ کو دیکھو۔
اسی بات کے مسلمانوں میں نہ ہونے سے نیچری کہتے ہیں کہ اسلام مٹ گیا۔

وَمَنۡ یَّعۡشُ عَنۡ ذِكۡرِ الرَّحۡمٰنِ نُقَیِّضۡ لَهٗ شَیۡطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیۡنٌ۝۳۶ وَاِنَّهُمۡ
لَیَصُدُّوۡنَهُمۡ عَنِ السَّبِیۡلِ وَیَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ۝۳۷ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَنَا
قَالَ یٰلَیۡتَ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَكَ بُعۡدَ الۡمَشۡرِقَیۡنِ فَبِئۡسَ الۡقَرِیۡنُ۝۳۸ وَلَنۡ یَّنۡفَعَكُمُ
الۡیَوۡمَ اِذۡ ظَّلَمۡتُمۡ اَنَّكُمۡ فِی الۡعَذَابِ مُشۡتَرِكُوۡنَ۝۳۹ اَفَاَنۡتَ تُسۡمِعُ الصُّمَّ اَوۡ
تَهۡدِی الۡعُمۡیَ وَمَنۡ كَانَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ۝۴۰

ترجمہ:......اور جو کوئی اللہ کی یاد سے غافل ہوتا ہے تو ہم اس پر ایک شیطان متعین کرتے ہیں پھر وہ اس کا ساتھی رہتا ہے ۝۳۶ اور شیاطین آدمیوں کو

رستے سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم راہ راست پر ہیں ﴿۳۷﴾ یہاں تک کہ آدمی جب ہمارے پاس آئے گا تو (شیطان سے) کہے گا اے کاش مجھ میں اور تجھ میں مشرق اور مغرب کا فرق ہوتا ❶ پھر کیا برا ساتھی ہے ﴿۳۸﴾ اور تم کو اس روز جب کہ تم مجرم قرار پا چکے یہ بات کچھ فائدہ بھی نہ دے گی کہ تم سب عذاب میں شریک ہو ﴿۳۹﴾ (اے محمد) پھر کیا آپ بہرے کو سنا سکتے ہیں یا اندھے کو اور اس شخص کو جو صریح گمراہی میں ہے ہدایت کر سکتے ہیں؟ ﴿۴۰﴾

ترکیب:...... ومن شرطية۔ يعش العشو الاعراض والعدول هذا قول الفراء والزجاج وقال. . . الخليل النظر الضعيف قرء الجمهور بضم الشين من عشا يعشو من نصر ينصر وقرئ بفتح الشين من عشي يعشى أي من سمع يسمع۔ وسقط الواو بمن الشرطية۔ قال الجوهري العشا مقصور مصدر الاعشى هو من لا يبصر بالليل والمرأة عشوى۔ نقيض جواب الشرط۔ انكم بفتح ان على ان وما بعدها فاعل ينفعكم ويمكن ان يكون ضمير اللتمنى وانكم لانكم ومن كان عطف على العمى باعتبار تغائر الوصفين۔

ذکر الٰہی سے اعراض کی سزا

تفسیر:...... اب دنیا کا خراب نتیجہ بتاتا ہے: وَمَنْ يَّعْشُ کہ جب شہوات ولذاتِ دنیا خدا کی یاد سے غافل کر دیتی ہیں اور جو اس کی یاد سے غافل ہوتا ہے تو اس کے لیے ایک شیطان قائم ہو جاتا ہے جو اس کا ہر کاروبار میں ساتھی رہتا ہے۔ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ . . . الخ اور شیاطین انسان کو راہِ راست سے باز رکھتے ہیں اور لطف یہ کہ انسان اپنے آپ کو راہِ راست پر جانتے ہیں۔ اس نشہ میں یہاں تک مبتلا رہتا ہے کہ اِذَا جَاءَنَا . . . الخ ہمارے پاس آتا ہے مر کر یا قیامت میں تب یہ نشہ اترتا ہے اور اس کی برائی ثابت ہوتی ہے تو اس سے بیزاری ظاہر کرتا ہے اور کہتا ہے کاش تجھ میں اور مجھ میں مشرق ومغرب کا فرق ہو جائے یعنی جس قدر مشرق سے مغرب دور ہے یہ مردود مجھ سے اتنا دور رہے۔ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ مگر آج کی بیزاری کیا فائدہ دیتی ہے جب کہ جو کچھ نہ کرنا تھا کر چکے اب وہ شیطان بھی اور اس کے ساتھ یہ بھی دونوں جہنم میں گرے۔ دنیا میں ایسا ساتھی پیدا ہوا تھا کہ اپنے ساتھ جہنم میں لے کر گرا۔

یہ شیطان جو یادِ الٰہی سے غافل ہونے پر قائم ہوتا ہے شیطان جن ہے جس کا مرکب اس کے بدن میں قوتِ شہوانیہ وغضبانیہ ونفسانیہ و جمیع قوئی بہیمیہ ہیں۔ انسان جب یادِ الٰہی میں مصروف رہتا ہے تو روح کا جوہر نورانی اس مبدأ فیاض ونورِ مطلق کی تجلی سے منور رہتا ہے نیک اور بد کا کامل امتیاز رہتا ہے خدا کی سیدھی راہ پر چلتا ہے اس کے تمام کاربار فطرت کے موافق سرزد ہوتے ہیں انبیاء کرام علیہم السلام چونکہ ہمہ وقت یادِ الٰہی میں رہتے ہیں شیطان سے محفوظ رہتے ہیں اور معصوم ہوتے ہیں اور جب یہ ادھر سے غافل ہوا قوی بہیمیہ کی تاریکیاں اس پر ہر طرف سے محیط ہوئیں اور اس کو اندھا کر دیا اب اس کے جو کام ہوں گے خلاف فطرت ہوں گے اور ان سے اور بھی تہ پرتہ تاریکیوں کی اس پر چڑھتی جائیں گی اور اس کو ابدالآباد تک جہنم بن کر گھیرے رہیں گی جو جہل مرکب کا نتیجہ ہے یہاں تک کہ جب اس عالم سے کوچ کرے گا اور قوی بہیمیہ کا انجن ٹھنڈا ہو جائے گا تب اس کو اپنے مرض کی خبر ہو گی اور تاسف کرے گا مگر کیا فائدہ؟

دنیا کی محبت اور خدا سے غافل ہونے کے ساتھ یہ بلائیں لگی ہوئی ہیں۔ کیا خوب کہا ہے کسی نے

زتو یک نفس جدا شدم شدہ صد بلا نصیبم　　　من وبی تو زندگانی نہ کند خدا نصیبم

جو ایسی تاریکیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کے حواس باطنیہ بھی زائل ہو جاتے ہیں وہ اندھا ہوتا ہے کچھ نہیں دیکھتا، بہرہ ہوتا ہے کچھ نہیں سنتا اب اس کو کسی کی نصیحت نفع نہیں دیتی۔ اس بات کو خدا تعالیٰ اپنے نبی کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں: فقال اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ

---

❶ ...... بعد المشرقين أي بعد المشرق والمغرب ومن عادة العرب تسمية الشيئين أي المتقابلين باسم احدهما ۱۲ کبیر ۱۲ منہ

تَهْدِی الْعُمْیَ وَ مَنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ کہ اے محمد ﷺ کیا تو ایسے بہرے کو سنا سکتا ہے اور ایسے اندھے کو راہ بتا سکتا ہے اور اس کو جو ضلال مبین میں ہو راہ پر لا سکتا ہے؟ نہیں، اس لیے کہ ان میں صلاحیت ہی نہیں رہی۔ اس مرتبہ کو ضلال مبین کہتے ہیں۔

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِیَنَّكَ الَّذِیْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَیْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۴۳﴾ وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَ لِقَوْمِكَ ۚ وَ سَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَ سْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً یُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ ع

ترجمہ:...... پھر اگر ہم آپ کو لے بھی جائیں (دنیا سے) تو بھی ہم ان سے ضرور بدلہ لیں گے ﴿۴۱﴾ اور اگر ہم تجھ کو وہ بھی دکھا دیں کہ جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے تو ہم ان پر قادر ہیں ﴿۴۲﴾ پھر تو اس کو مضبوط پکڑے رہ کہ جو تیری طرف وحی کیا گیا تو جو ہے تو سیدھے رستے پر ہے ﴿۴۳﴾ اور یہ قرآن تیرے لیے اور تیری قوم کے لیے نصیحت ہے اور آگے تم سے پوچھا جائے گا ﴿۴۴﴾ اور پوچھ دیکھ ان رسولوں سے کہ جن کو تجھ سے پہلے بھیجا تھا کہ کیا اللہ کے سوا ہم نے اور بھی معبود پرستش کے لئے بنائے تھے ﴿۴۵﴾۔

تفسیر:...... اس سے پہلے فرمایا تھا کہ ایسے بہرے اندھے کو جو ضلال مبین میں گرفتار ہو تو ہدایت نہیں دے سکتا۔ ایسی حالت میں ان ازلی گمراہوں کو اور بھی جرأت ہونا اور نبی کی تکذیب و ایذاء پر کمر باندھ کر اس کہنے کا موقع ملتا (کہ تجھ سے ہماری ہدایت ممکن نہیں اور ہم ایسے بدراہ ہیں تو تیرا خدا اپنے وعدہ کے موافق ہمیں کچھ سزا دے تاکہ تیری سچائی معلوم ہو کہ تو اس کا بھیجا ہوا ہے) قرین قیاس ہے۔

مشرکین مکہ اپنے اعمال بد کے سبب عذاب میں گرفتار ہوں گے

(اللہ تبارک و تعالیٰ) ان کی اس شوخ چشمی کا جواب دیتے ہیں: فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ ... الخ اگر تجھے اے محمد (ﷺ) ہم دنیا سے لے جائیں کیوں کہ تو اپنا کام جو تھا سو کر چکا اور یہ ایک روز ہونا ہے تو یہ نہیں کہ پھر ہم ان سے بدلہ نہ لیں یا تیری زندگی ہی میں تجھے بھی آنکھ سے وہ عذاب جس کا ان سے وعدہ ہوا ہے دکھا دیں تو ہم اس پر قادر ہیں۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اہل مکہ کو اپنی نسبت فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ اور اندھا بہرہ سننا سخت ناگوار گزرا اور قصد کیا کہ ان کو مار ڈالیں یا شہر سے نکال دیں۔ اس کے بعد اس کے وہ وعدے بھی تمام ہو جائیں گے کہ جن سے ہم کو دھمکیاں دیا کرتا ہے اس بات کا بیان کئی ایک جگہ قرآن میں بھی آیا ہے ازاں جملہ یہ ہے ● اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ کہ تیرے مارنے اور نکال دینے کا قصد کرتے ہیں اور بدبخت لوگ جو مرتبہ ضلال مبین میں ہوتے ہیں باغوائے بئس القرین ایسا ہی کیا کرتے ہیں اپنے خیر خواہوں کے ساتھ۔ ان کی اس بات کا اس آیت میں جواب دیتا ہے کہ اگر انہوں نے ایسا ہی کیا کہ تجھے مار ڈالا یا نکال دیا فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ ان دونوں باتوں کو شامل ہے، دنیا سے لے کر جانا یا مکہ سے باہر لے جانا تو اس سے کیا ہوتا ہے ہم ہر حال میں قادر ہیں کہ تیرے جانے کے بعد بھی ان کو عذاب دکھا سکتے ہیں اور تیرے روبرو بھی۔ اور ایسا ہی ہوا بھی مکہ میں جب آپ ﷺ تھے ان پر سات برس کا قحط پڑا سب شرارت نکل گئی۔ اور مکہ چھوڑنے کے بعد بھی

● ...... سورہ انفال رکوع ۴ پورا نام ہے و اذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک الآیہ ۱۲۔

جنگِ بدر وغیرہ معرکوں میں ان پر وہ مصیبتیں آئیں پڑ آئیں۔ پس اے محمد ﷺ! آپ ان کی دھمکی کی کچھ پروا نہ کریں فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ، آپ اس پر خوب مضبوط رہیں جو آپ کی طرف توحید و مکارم اخلاق و عبادت کی بابت وحی کیا گیا ہے۔ اور جو تیرے رستہ کو بُرا اور اُلٹا تجھے گمراہ کہتے ہیں کہنے دو اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ بے شک آپ سیدھے رستہ پر ہیں۔

قرآن نصیحت و نعمت عظمیٰ ہے:...... وَاِنَّهٗ اور یہ قرآن لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ، تیرے لیے اور تیری قوم کے لیے ایک پند سود مند (نافع نصیحت) ہے اور خدا کو اور دار آخرت کو یاد دلانے والی اور سمجھانے والی چیز ہے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ذکر سے مراد شرف ہے کہ قرآن تیرا اور تیری قوم کا شرف اور پچھلی نسلوں کے لیے یادگار ہے۔ بے شک قرآن ہی کی وجہ سے قریش کا شرف دنیا میں مانا گیا اور یہی لوگ نبی کی خاص الخواص قوم بن کر خلافت اور جانشینی کے قابل قرار دیے گئے۔ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ مگر عنقریب تم سے سوال ہوگا، پوچھا جائے گا کہ تم نے اس پر کیسا عمل کیا؟ اور اس امانت کی رعایت کیسی کی؟

کسی نبی نے شرک کی تعلیم نہیں دی

مشرکین مکہ کی بہت سی گمراہیوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ وہ کہتے تھے بت پرستی سے منع کرنا نیا کام ہے جو محمد ﷺ نے ایجاد کیا، پہلے کسی نبی نے نہیں کیا۔ یہ اس لیے کہتے تھے کہ یہود و نصاریٰ میں بھی اس وقت ایک نئی قسم کی بت پرستی مروج تھی ان کی تسلی فرماتا ہے۔

وَسْـَٔلْ...الخ کہ پہلے رسولوں سے یعنی ان کے علماء سے تو پوچھو کہ کیا ہم نے اپنے سوا اور معبود بھی پوجنے کے لیے مقرر کر دیے ہیں؟ ان کے علماء کبھی نہیں کہیں گے کہ خدا نے متعدد معبودوں کے پوجنے کی اجازت دی ہے گو ان کے عوام شرک میں مبتلا ہوں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٦﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ
اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۫ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٤٨﴾
وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿٤٩﴾ فَلَمَّا
كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿٥٠﴾ وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ
يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٥١﴾
اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿٥٢﴾ فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ
اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿٥٣﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ

فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝۵۴ فَلَمَّاۤ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۵۵ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ۝۵۶ ع ۱۱

ترجمہ:......اور ہم نے موسیٰ کو بھی اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا تھا تب موسیٰ نے کہا میں رب العالمین کا فرستادہ ہوں۞ پھر جب وہ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آئے تو وہ ان کی ہنسی اُڑانے لگے۞ اور ہم ان کو جو کوئی نشانی دکھاتے تھے تو ایک دوسرے سے بڑھ کر بھی ہوتی تھی اور ہم نے ان کو مبتلائے مصیبت بھی کیا تا کہ وہ (ہماری طرف) رجوع کریں۞ اور انہوں نے (عذاب آنے پر بھی یہی) کہا اے جادوگر اپنے رب سے ہمارے لیے اس عہد سے کہ جو تجھ سے خدا نے کرلیا دعا کر البتہ ہم ہدایت پر آجائیں گے۞ پھر جب ہم نے ان کی تکلیف دور کر دی تو فوراً وہ عہد شکنی کرنے لگے۞ اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کر کے کہہ دیا اے قوم کیا مجھے مصر کی بادشاہت نہیں اور کیا یہ نہریں میرے (محل کے) نیچے سے نہیں بہہ رہی ہیں پھر تم کیا نہیں دیکھتے۞ کیا میں اس سے بہتر نہیں ہوں جو ذلیل ہیں اور صاف بات بھی نہیں کرسکتا۞ پھر کس لیے اس کے لیے سونے کے کنگن نہیں اتارے گئے یا اس کے ساتھ فرشتے از دلی میں آئے ہوتے۞ پس اس نے (ایسی باتوں سے) اپنی قوم کو احمق بنا دیا پھر وہ اس کے کہنے میں آئے کیوں کہ وہ تھے بھی بدکار قوم۞ پھر جب انہوں نے ہم کو خفا کیا تو ہم نے بھی ان سے بدلہ لیا پھر تو ان سب کو ڈبو دیا۞ پھر ہم نے ان کو گزرے ہوؤں اور پچھلوں کے لیے نمونہ بنا دیا۞۔

ترکیب:...... بما عهد بعهده عندک من النبوة او من ان یستجیب دعوتک او ان یکشف العذاب عمن اهتدیٰ لو بما عهد عندک فوفیت به وهو الایمان و الطاعة بیضاوی۔ وهذه الانهر جملة حالية ويمكن ان تكون الانهار معطوفة على ملک مصر ۔ و تجری حال منها۔ فاستخف ای جملهم علی . . . الخفة وقال ابن الاعرابی المعنی فاستجهل قومه فاطاعوه سلفا قرء الجمهور بفتح السين و اللام جمع سالف كنحدم و حادم و قریٔ سلفا بضم السين و اللام قال الفراء هو جمع سليف نحن سررو سرير۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ اور اس واقعہ کی مناسبت

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا و اسئل من ارسلنا کہ پہلے رسولوں کا حال دریافت کر...... الخ اب ان میں سے حضرت موسیٰؑ کا تذکرہ جو آپ علیہ السلام سے بہت مناسبت رکھتا ہے اور وہ مناسبت یہ ہے کہ جس طرح کفار قریش نے حضرت ﷺ کی نبوت پر مال وجاہ نہ ہونے سے طعن کیا تھا اور یہ کہا تھا: لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝ اسی طرح فرعون نے باوجود معجزات دیکھنے کے یہی طعن موسیٰؑ کی نبوت پر کیا تھا کہ یہ ذلیل ہے اس کے پاس سونے کے کنگن نہیں جو تاج داری کی علامت تھی اور میں ایسا ہوں کہ ملکِ مصر کا مالک ہوں میرے حکم میں نہریں جاری ہیں پس ایسی باتوں سے اس نے اپنی قوم کو بھی احمق بنا دیا آخر سب غرق ہوئے اور پچھلی امتوں کے لیے ان کا قصہ یادگار اور مثال ہوگیا کہ فلاں ایسا جیسا فرعون اور یہ قوم فرعونیوں جیسی۔ ان کا وہی انجام ہوگا جو ان کا ہوا۔

لکل فرعون موسیٰ:......عرب میں مشہور ہوگیا: لکل فرعون موسیٰ یہ قریش مکہ کو سنایا جاتا ہے کہ تم بھی وہی باتیں کرتے ہو جو انہوں نے کی تھیں خبردار تمہارا بھی وہی حال ہونا ہے جو ان کا ہوا یعنی ہلاکت و بربادی و خرابی یہ تمام آیات کا خلاصہ ہوا۔

قوم موسیٰؑ کے لیے نو نشانیاں:......اب ہم الفاظ کی تفسیر کرتے ہیں۔

وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا کہ ایک نشانی دوسری سے بڑھ کر تھی جو ان کو ہم نے موسیٰ کی معرفت دکھائی۔ گو وہ نشانیاں

سب ہی بڑھ کر تھیں مگر محاورہ میں جب کئی چیزوں کی تعریف کرنی ہوتی ہے تو یوں ہی بولتے ہیں کہ ایک سے ایک بڑھ کر۔ اور وہ نشانیاں ید بیضا۔ عصا وغیرہا نو تھیں جیسا کہ کئی جگہ بیان ہوا۔

وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ ان پر مینڈکوں اور اولوں اور پانی میں خون پائے جانے کی بلائیں آئیں اور بھی آئیں تا کہ اپنی سرکشی سے باز آئیں عذاب کے وقت میں بھی یہ شرارت تھی کہ حضرت موسیٰ سے یوں کہا: يٰاَيُّهَ السّٰحِرُ اے جادوگر! اپنے رب سے کہہ اور اس کو وہ عہد یاد دلا کہ جو تجھ سے اس نے کیا کہ جو مانے گا، میں اس سے تکلیف دور کردوں گا۔ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ کے یہ معنی ہیں۔ یا عہد سے مراد نبوت ہے یا دعا قبول کرنے کا عہد۔ ما مصدریہ یا موصولہ ہے اور ب سببیہ۔ جب وہ تکلیف دور ہوئی تو پھر گئے۔

وهذه الانهر دریائے نیل میں سے متعدد نہریں نکالی گئی تھیں تجری من تحتي وہ میرے محل کے نیچے سے بہتی ہیں یا میرے حکم میں ہیں۔

فرعون کے سونے کے کنگن:...... اسورة من ذهب یعقوب وحفص نے اسورۃ پڑھا ہے جو سوار کی جمع ہے یعنی کنگن اور اکثر نے اساورۃ پڑھا ہے وہ بھی اسوار بمعنی سوار کی جمع ہے۔ (بیضاوی)۔

مصریوں میں دستور تھا کہ جس کو بادشاہ یا سردار بناتے تھے تو اس کے ہاتوں میں سونے کے کنگن اور گلے میں سونے کا طوق ڈالتے تھے یہ اس کی علامت تھی جیسا کہ ہندو راجاؤں میں اب تک ہے اور ان کی تقلید سے بعض سلاطین و امراء اسلام ہند میں پہنتے ہیں۔ یعنی اس کے پاس خزانے اور حکمرانی نہیں۔ نہروں اور پانی کا اس کو فخر تھا پانی ہی میں خدا نے اس کو غرق کیا۔ ❶

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿٥٧﴾ وَقَالُوْٓا ءَ اٰلِهَتُنَا
خَيْرٌ اَمْ هُوَ ۭ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿٥٨﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا
عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿٥٩﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ
مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ﴿٦٠﴾ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ۭ
هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٦١﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٦٢﴾
وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ
الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿٦٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ
فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٦٤﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ
فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿٦٥﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ

❶ ...... احمد و طبرانی و بیہقی و ابن ابی حاتم نے عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ کسی بندے کو کوئی نعمت دے اور بندہ گناہ و نافرمانی کرتا جائے تو یہ خدا تعالیٰ کا اس کے لیے داؤ ہے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی فلما اسفونا انتقمنا منهم فاغرقنهم اجمعين ١٢ منہ

تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٦٦﴾ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ
اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٧﴾ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿٦٨﴾ اَلَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿٧٠﴾
يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ
وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٧١﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٧٢﴾ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٧٣﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ
فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿٧٤﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَمَا
ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٧٦﴾ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ط
قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿٧٧﴾ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿٧٨﴾

ترجمہ:......اور (یاد کرو) جب کہ ابن مریم (عیسیٰ) کی مثال بیان کی گئی تو اس سے آپ کی قوم اکڑنے لگی ﴿۵۷﴾ اور کہنے لگی کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ یہ ذکر آپ سے صرف جھگڑنے کے لیے کرتے ہیں ﴿۵۸﴾ بلکہ وہ ہیں بھی جھگڑالو قوم وہ تو ہمارا ایک بندہ ہے کہ جس پر ہم نے کرم کیا اور اس کو بنی اسرائیل کے لیے نمونہ بنا دیا تھا ﴿۵۹﴾ اور اگر ہم چاہیں تو تم میں سے فرشتے بنا دیں کہ زمین پر یکے بعد دیگرے رہا کریں اور البتہ عیسیٰ جو ہے تو قیامت کی ایک نشانی ہے پس تم اس میں شبہ نہ کرو ﴿۶۰﴾ اور میرا کہا مانو یہ ہے سیدھا راستہ ﴿۶۱﴾ اور تم کو شیطان نہ روکنے پائے کیونکہ وہ تو تمہارا صریح دشمن ہے ﴿۶۲﴾ اور جب کہ عیسیٰ نشانیاں لے کر آئے کہنے لگے کہ میں تمہارے پاس حکمت لایا ہوں اور اس لیے بھی آیا ہوں کہ بعض وہ باتیں بیان کروں کہ جن میں تمہارا اختلاف ہے پھر اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو ﴿۶۳﴾ بے شک اللہ جو ہے تو وہ میرا اور تمہارا رب ہے پھر تم اس کی عبادت کرو یہی سیدھا رستہ ہے ﴿۶۴﴾ پھر لوگ باہم مختلف ہو گئے پھر ظالموں کو خرابی ہے سخت دن کی سزا ہے ﴿۶۵﴾ کیا وہ قیامت ہی کے منتظر ہیں کہ ان پر یکایک آجائے اور ان کو خبر بھی نہ ہو ﴿۶۶﴾ اس دن دوست بھی آپس میں دشمن ہو جائیں گے مگر پرہیزگار لوگ ﴿۶۷﴾ (کہا جائے گا) اے میرے بندو! آج کے دن نہ تم کو کوئی خوف ہے ﴿۶۸﴾ اور نہ تم رنج کرو گے ہمارے بندے وہ ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور فرمانبردار رہے ﴿۶۹﴾ (حکم ہوگا) تم اور تمہاری بیویاں خوشیاں کرتے ہوئے جنت میں داخل ہو جاؤ ﴿۷۰﴾ ان پر سونے کی رکابیوں اور آبخوروں کا دور چلے گا اور وہاں جس چیز کو دل چاہے گا اور جس سے آنکھیں خوش ہوں گی موجود ہوں گی وہاں ہمیشہ رہا کرو گے ﴿۷۱﴾ اور تم کو اس جنت کا ان کاموں کے بدلے میں وارث کیا گیا جو تم کیا کرتے تھے ﴿۷۲﴾ تمہارے لیے وہاں بہت سے میوے ہیں کہ جن میں سے تم کھایا کرو گے ﴿۷۳﴾ البتہ گناہ گار عذاب جہنم میں سدا رہا کریں گے ﴿۷۴﴾ وہ عذاب ان سے دور نہ ہوگا اور وہ اس میں ناامید رہیں گے ﴿۷۵﴾ اور ہم نے ان پر ظلم نہ کیا بلکہ وہ خود ہی ظلم کیا کرتے تھے ﴿۷۶﴾ اور پکاریں گے اے مالک کہیں تیرا رب ہم کو موت دے چکے وہ کہے گا تم کو (اسی حال میں) رہنا ہے ﴿۷۷﴾ ہم تمہارے پاس حق بات لائے لیکن تم میں سے اکثر حق بات سے نفرت کرتے ہیں ﴿۷۸﴾۔

تفسیر:...... جب کہ یہ فرمایا کہ پہلے انبیاءؑ سے دریافت کرو اور اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حال بیان فرمایا تو بعض نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر بطور معارضہ کے کیا کہ دیکھو عیسائی اس کی عبادت کرتے ہیں اور اس کو خدا اور خدا کا بیٹا جانتے ہیں پھر آپ کیوں کر کہہ سکتے ہیں کہ پہلے انبیاء سب توحید کے مروج تھے، عیسائیوں کا طریق عیسیٰ پرستی انہیں کا قائم کیا ہوا ہے۔ پھر جب عیسیٰ خدا ہیں تو ہمارے معبود ملائکہ وغیرہا ان سے کم نہیں بلکہ بہتر ہیں۔ اس کے جواب میں خدا تعالیٰ ان مشرکین کی یہ بے جا حجت نقل کر کے جواب دیتا ہے جیسا کہ ان کے اور اقوالِ باطلہ کا جواب دیتا چلا آتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر و مثال پر کفار کا شور وغل

فقال: وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا یعنی جب کہ ابن مریم عیسیٰؑ کی مثال بیان کی گئی۔ قرآن مجید میں مثال بیان کرنے والے کا نام نہیں مگر جمہور مفسرین کہتے ہیں وہ عبداللہ بن زبعریٰ تھا جو بعد میں مشرف باسلام ہوا۔ اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ۝ اس مثال کے بیان کرنے سے تیری قوم خوشی میں آ کر غل مچاتی ہے اور کہتے ہیں کہ ہمارے معبود ملائکہ وغیرہا بہتر ہیں یا وہ یعنی عیسیٰ؟ یعنی اس سے ہمارے معبود بہتر ہیں پھر جب اس کی پرستش جائز ہے تو ہمارے معبودوں کی پرستش کیوں ناجائز ہوئی؟ یہاں تک تو ان کی گفتگو تھی اب اس کا جواب دیتا ہے۔

مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ۝ کہ یہ مثال ان کی محض ناحق شناسی سے ہے اور بے جا ہے یہ لوگ ناحق جھگڑا کرنے والے ہیں۔ غلط حجت جو محض سخن پروری کی وجہ سے ہو، جدل باطل ہے۔ یہ تمہید تھی اب اس کا اصل حال بیان فرماتا ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ ... الخ کہ عیسیٰ نہ خدا تھا۔ نہ خدا کا بیٹا وہ ہمارا بندہ تھا صرف یہ بات تھی کہ اس پر ہم نے انعام کیا تھا فضیلت دی تھی من جملہ ان کے یہ بات تھی کہ اس کو بغیر باپ کے پیدا کر دیا تھا جس سے اس کو جاہل خدا اور اس کا بیٹا سمجھنے لگے وہ ملائکہ سے تو اس بات میں بڑھ کر نہ تھا جن کی ماں ہے نہ باپ کھانے پینے سے بھی پاک ہیں اگر ہم چاہیں تو تمہاری جگہ ان کو دنیا میں بھیج دیں کہ یہاں آ کر خلافت کریں۔ بس بات یہ تھی کہ عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے پیدا کرنے میں، ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لیے اپنی قدرت کی نشانی بنایا تھا تاکہ وہ اس بات سے اس پر ایمان لائیں اور نیز وہ قیامت کی نشانی ہے کہ قریب قیامت کے دنیا پر اترے گا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے تم اس میں یعنی قیامت کے قائم ہونے میں شک نہ کرو میرا کہا مانو یہ سیدھا رستہ ہے اور شیطان کے بہکانے میں نہ آ ؤ وہ تمہارا دشمن ہے۔ یہ حقیقت ہے عیسیٰ کی۔

اقوال حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام:...... کے بعد خود عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال نقل کرتا ہے کہ اس نے بھی اپنے آپ کو خدا اور خدا کا بیٹا نہیں کہا بلکہ وَلَمَّا جَاۗءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ... الخ کہ جب وہ نشانیاں یعنی معجزات لے کر آئے تو لوگوں سے یہ کہا کہ میں تمہارے پاس حکمت یعنی وہ باتیں لے کر آیا ہوں جو انسان کی شائستگی کا باعث ہیں اور اس لیے بھی آیا ہوں کہ موسوی شریعت کی اصلاح کروں جو لوگوں نے اختلاف کر کے بگاڑ رکھی ہے، سخت احکام کو اٹھاؤں اور سیدھا رستہ دکھاؤں۔

بنی اسرائیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے عجائب خرابیاں و اختلافات پھیلے ہوئے تھے۔ فرقہ صدوقی قیامت کا منکر تھا اور فقیہوں اور فریسیوں نے عجب عجب باتیں گھڑ رکھی تھیں، مغزِ شریعت سے، بالکل بے خبر تھے۔ پس اللہ سے ڈرو اے بنی اسرائیل جو مغزِ شریعت ہے ریاکاری سے باز آؤ، واطیعون اور میرے کہنے پر چلو، اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ اللہ جو میرا اور تمہارا رب ہے اسی کی عبادت کرو۔ صاف اقرار کر دیا کہ میں خدا یا خدا کا بیٹا نہیں اور خدا پرستی کا حکم دے دیا۔ اناجیلِ مروجہ میں بھی یہ بات متعدد مقامات میں مذکور

ہے۔ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ یہی سیدھا رستہ ہے۔ یہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول تھا۔

پھر اس کے بعد جو لوگوں نے خصوصاً عیسائیوں نے بدعات ایجاد کر کے اس کی طرف منسوب کیں ان کو ذکر کرتا ہے:

عیسائیوں کی بدعات:...... فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ . . . الخ۔ احزاب جمع حزب کی ہے جس کے معنی گروہ کے ہیں یعنی کلیساؤں کے باہم اختلافات ہو گئے۔ کسی نے کہا: عیسیٰ خدا اور خدا کا بیٹا تھا۔ کسی نے کہا وہ صلیب نہیں دیا گیا وغیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ کلیسا کی تاریخوں میں مفصل مذکور ہے اور یہ فرقے اور اختلافات مسیح کے تھوڑے دنوں بعد سے شروع ہو گئے پولوس بھی اپنے زمانے میں اس کا شاکی تھا۔ غرض یہ کہ عیسیٰ کو جو خدا اور خدا کا بیٹا عیسائیوں نے بنالیا ہے خصوصاً اس وقت میں رومن کیتھولک عیسائی تو ان کی والدہ اور صلیب کو بھی پوجتے تھے۔ یہ عیسیٰ نے نہیں فرمایا ہے ان جہلاء نے بنالیا ہے۔ پھر کیا اس حجت سے تم خوش ہوتے ہو۔

کیا نصاریٰ قیامت کے منتظر ہیں؟...... اب ان عیسائیوں کی طرف روئے سخن ہوتا ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا . . . الخ کہ ان ظالموں کو بڑے دن میں خرابی اور عذاب ہے اور اب بھی یہ باز نہیں آتے تو کیا قیامت کو باز آئیں گے اور کیا اسی کے منتظر ہیں کہ یکا یک آجائے اور ان کو مہلت بھی نہ دے۔

قیامت کا حال:...... اب اس دن کی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ اس روز یہ جو آج باہم دوست ہیں ناحق پر بھی دوستی کی وجہ سے جمے ہوئے ہیں باہم دشمن ہو جائیں گے، صرف پرہیزگاروں کی دوستی اور محبت اس دن باقی رہے گی۔ جن کو یہ کہا جائے گا:

يٰعِبَادِ . . . الخ کہ اے میرے بندو! آج تم کو کوئی خوف نہیں اور نہ تم کسی بات کا رنج کرو۔ وہ بندے کون ہیں وہ جو ہماری باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور فرماں برداری کرتے ہیں۔ حکم ہوگا کہ تم اپنی بیویوں کے ساتھ خوشیاں کرتے ہوئے جنت میں چلو وہاں تم کو جو چاہو گے وہ نعمت ملے گی یہ تمہارے اعمالِ حسنہ کا بدلہ ہے۔

گناہگاروں کا انجام:...... اس کے بعد گناہ گاروں کا حال بیان فرماتے ہیں کہ وہ ہمیشہ عذابِ جہنم میں رہیں گے وہ عذاب کبھی کم نہ ہوگا، وہاں موت مانگیں گے، موت بھی نہ آئے گی۔ یہ ان پر ہم نے ظلم نہیں کیا وہی اس کے بانی ہیں جو حق کا انکار کیا کرتے تھے۔

سبحان اللہ! ان کی حجتِ جاہلانہ کا کس خوبی کے ساتھ جواب دیا اور اس کے ضمن میں دارِ آخرت کا حال بیان کر دیا جو اہم مقاصد میں سے تھا۔

اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿٧٩﴾ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ؕ
بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿٨٠﴾ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿٨١﴾
سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا
وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿٨٣﴾ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي
الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿٨٤﴾ وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٥﴾ وَلَا يَمْلِكُ

الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿٨٦﴾
وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ﴿٨٧﴾ وَقِیْلِهٖ یٰرَبِّ اِنَّ
هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾ ع

ترجمہ:...... کیا انہوں نے کوئی بات ٹھہرا رکھی ہے سو ٹھہرانے والے تو ہمیں ہیں ﴿٧٩﴾ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی مخفی باتیں اور مخفی مشورے نہیں سنتے کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کے پاس لکھ رہے ہیں ﴿٨٠﴾ کہہ دو اگر اللہ کا بیٹا ہوتا تو سب سے اول میں عبادت کرتا ﴿٨١﴾ پاک ہے آسمانوں اور زمین اور عرش کا رب ان باتوں سے جو وہ بناتے ہیں ﴿٨٢﴾ پھر ان کو حجتیں کرنے اور کھیلنے دو یہاں تک کہ اپنے اس دن کو پالیں کہ جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے ﴿٨٣﴾ اور وہی تو ہے جو آسمان میں خدائی کرتا ہے اور زمین پر بھی اور حکمت والا خبردار ہے ﴿٨٤﴾ اور مبارک ہے وہ ذات جس کی بادشاہی آسمانوں اور زمین میں اور ان کے درمیان ہے اور اس کے پاس قیامت کا علم ہے اور اسی کے پاس تم لوٹائے جاؤ گے ﴿٨٥﴾ اور جن کو وہ اس کے سوا پکارتے ہیں ان کو تو شفاعت کا بھی اختیار نہیں ان کے لیے کہ جو جان بوجھ کر کلمۂ حق کی شہادت دیتے تھے ﴿٨٦﴾ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو کہہ دیں گے کہ ضرور اللہ نے پھر کہاں بہکے چلے جاتے ہیں ﴿٨٧﴾ اور اس کا یہ کہنا کہ اے رب یہ وہ قوم ہے کہ جو ایمان نہیں لاتے ﴿٨٨﴾ پھر آپ بھی ان سے منہ پھیر لیں اور کہیں سلام وہ ابھی جان لیں گے ﴿٨٩﴾۔

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا کہ جہنم کا فرشتہ ان کے جواب میں کہے گا: اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿٧٧﴾ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿٧٨﴾

کفار کے منصوبے وتدابیر:...... اب یہاں ان کی کراہتِ حق کو بیان کرتا ہے کہ حق کے قبول کرنے کا تو کیا ذکر بلکہ وہ اس کے رد کرنے میں سیکڑوں مکر وتدابیر کیا کرتے تھے مگر کیا کر سکتے تھے کیونکہ اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا کیا وہ قضاء وقدر میں مداخلت کر کے کوئی بات اس کے برعکس قائم کر سکتے تھے۔ نہیں بلکہ فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿٧٩﴾ مدبرِ امور ہم ہیں اور اس پر لطف یہ ہے کہ جانتے تھے خدا کو ہماری ان تدابیر ومکر وزور کی خبر نہیں۔ حالانکہ ہمارے رسول یعنی فرشتے ان کے پاس ان کی باتیں لکھ رہے تھے۔ انسان جو کچھ کرتا ہے اس کا چھاپا عالمِ غیب میں لگ جاتا ہے خواہ اس کام کو ستر پردوں میں کرے۔

اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کی اولاد ہوتی میں (محمدؐ) سب سے پہلے اس کی تعظیم کرتا

ان تدابیر سے ان کی غرض بت پرستی کا قائم رکھنا تھا اس کے رد میں ان کو ایک تسلی بخش جواب دیتا ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ... الخ کہ ان سے کہہ دیجئے کہ تم جو لوگوں کو یا بتوں کو خدا کا بیٹا سمجھ کر پوجتے ہو یہ تمہارا خیال غلط ہے، اس کا کوئی بیٹا نہیں اگر ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کی تعظیم وتکریم کرتا اور اس کو پوجتا۔

سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ... الخ بلکہ وہ تمہاری ان باتوں اور لغو خیالات سے پاک ہے۔ اس کے بعد ان کو تنبیہ کرتا ہے:

فَذَرْهُمْ... الخ کہ اے محمد! ان کو چھوڑ کہ وہ بے ہودہ باتیں بنائیں اور کھیلیں کودیں یہاں تک کہ اپنی سزا کے وقت کو پہنچ جائیں۔

معبودانِ باطلہ کی لاچاری:...... وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ سے لے کر وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ تک

خدا تعالیٰ کی عظمت اور ان کے بتوں کی کمزوری بیان فرماتے ہیں تا کہ ان کو نہ پوجیں اور خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں کہ اسی کی

آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی حکومت اور خدائی ہے اور کسی کی نہیں اور وہ حکیم اور علیم اور نہ صرف اس کی حکومت ہے بلکہ آسمانوں اور زمین میں اور ان کے بیچ جو کچھ ہے سب اسی کا ہے اور قیامت کا علم بھی اسی کو ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ جس طرح وہ ان کا پیدا کرنے والا ہے فنا بھی کرے گا اور سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے بلکہ جا رہے ہیں اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح اس کی طرف اس عالم میں احتیاج ہے۔ اور تمام جہان کا وہی خالق و مالک ہے اسی طرح دوسرے عالم کا بھی وہی مالک و مختار ہے کہ جہاں ہر ایک کو جانا ہے اور خلقت چلی جا رہی ہے۔ یہاں تک تو اس کے اوصاف الوہیت تھے اب غیر معبودوں کی کیفیت بیان فرماتا ہے۔

ولا یملک . . . الخ کہ جن کو وہ پکارتے ہیں اور ان کے بے حد اختیارات بڑھانے کے لیے ان کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں از خود کسی کو کچھ لینا دینا تو درکنار وہ کسی کی سفارش بھی نہیں کر سکتے کہ اس جہاں میں یا وہاں سفارش کر کے کسی کو کچھ دلوا دیں یا عذاب سے چھڑا دیں۔ مگر ان کے معبودوں میں سے وہ سفارش کے مجاز ہیں کہ جنہوں نے حق کی شہادت دی یعنی لا الہ الا اللہ کہا توحید و رسالت کے قائل ہوئے اور یہ شہادت بھی علم و یقین سے ہو۔ ایسے لوگ خدا کے نزدیک مرتبہ اور درجہ سفارش رکھتے ہیں اس سے مراد ارواح طیبات انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کرام ہیں کیوں کہ مشرکین ان کو بھی پوجتے تھے خدا نے ان کے مرتبہ کو مستثنیٰ کر لیا۔

خالق و مالک کون؟...... اس کے بعد انہیں کے اقرار سے مشرکین کو قائل کرتا ہے بقولہ:

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَہُمۡ مَّنۡ خَلَقَہُمۡ کہ اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ ان چیزوں کو کہ جن کو وہ پکارتے ہیں یا خود ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ نے کیونکہ اس بات کا ان کو فطرتاً علم تھا۔

فَاَنّٰی یُؤۡفَکُوۡنَ ﴿۸۷﴾ تو پھر کہاں بہکے چلے جاتے ہیں کہ جو خالق نہیں بلکہ مخلوق ہے خالقِ حقیقی کو چھوڑ کر اس کو پوجتے اور پکارتے ہیں۔

وَقِیۡلِہٖ یٰرَبِّ اِنَّ ہٰۤؤُلَآءِ قَوۡمٌ لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۸۸﴾۔ وقیلہ کو بالجر پڑھا ہے لفظ الساعۃ پر معطوف ہونے کی وجہ سے۔ تب یہ معنی ہوں گے کہ خدا کو قیامت کا بھی علم ہے اور رسول کے اس کہنے کا بھی کہ اے رب یہ قوم ایمان نہیں لاتی پھر دیکھیے قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا۔

عدالت کا یاد دلانا اور جرم کا معلوم ہونا جتلانا بڑا اثر بخش کلمہ ہے اس کے لیے جو کچھ بھی سعادتِ ازلی سے بہرہ یاب ہے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ قیلہٗ منصوب ہے محل الساعۃ پر معطوف ہونے کے سبب یا نجوٰھم و سرھم پر معطوف ہونے کے سبب اَی یعلم نجواھم و سرھم۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ مجرور ہے حرف قسم مضمر ہے، تب یہ معنی ہوں گے کہ ہم کو رسول کے اس کہنے کی قسم کہ اے رب یہ قوم ایمان نہیں لاتی۔ اور جواب محذوف ہے کہ ہم ان کو ان کی سرکشی کا مزہ چکھائیں گے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں: فَاصۡفَحۡ عَنۡہُمۡ وَ قُلۡ سَلٰمٌ کہ اے رسول! یہ سرکش لوگ گمراہ ازلی ہیں نہیں مانیں گے، ان سے اعراض کیجیے اور سلام کہیے۔ سلام کہنا محاورہ ہے رخصت کرنے سے اور علیحدہ ہونے سے، اس کو سلام رخصت کہتے ہیں۔

یہ اس لیے فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۹﴾ ان کو ابھی معلوم ہو جائے گا۔ یعنی موت ہر شخص کے بہت قریب ہے مرتے ہی سب نیک و بد کا نتیجہ سامنے ہو جائے گا۔ الٰہ العٰلمین! ہم کو اپنی مرضی پر چلنا نصیب کر اور اپنی رضامندی میں رکھ کہ پھر ہم کو اپنی نافرمانی کے رنج و اندوہ نہ اٹھانے پڑیں۔ (آمین بحرمۃ النبی الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام الی یوم الدین)۔

رُكُوعَاتُهَا ٣ ﴿٤٤﴾ سُوْرَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ ﴿٦٤﴾ اٰيَاتُهَا ٥٩

سُوْرَةُ الدُّخَان مکیہ ہے، اس میں انسٹھ (٥٩) آیات اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

عند المتقدمين مٓع حٰمٓ ﴿١﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿٢﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴿٣﴾
فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ﴿٤﴾ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿٥﴾ رَحْمَةً
وقف لازم مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦﴾ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا م
اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿٧﴾ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ
الْاَوَّلِيْنَ ﴿٨﴾ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ﴿٩﴾ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ
مُّبِيْنٍ ﴿١٠﴾ يَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١١﴾ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ
اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ﴿١٢﴾ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٣﴾ ثُمَّ تَوَلَّوْا
وقف لازم عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿١٤﴾ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ﴿١٥﴾
يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿١٦﴾

ترجمہ:...... حٰمٓ ① قسم ہے روشن کتاب کی ② ہم نے اس کو مبارک رات میں نازل کیا ہے ہم تجھے خبر کرنے والے کیونکہ ہم کو متنبہ کرنا منظور تھا ③ اُس رات میں ہر ایک کام جو حکمت پر مبنی ہے ④ ہمارے حکم سے تصفیہ پاتا ہے (ازاں جملہ نزولِ قرآن بھی تھا) ہم تجھے کس لیے کہ ہم کو رسول بھیجنا منظور تھا ⑤ یہ آپ کے رب کی رحمت سے ہوا کیونکہ وہ جو ہے تو سننے والا خبردار ہے ⑥ آسمانوں اور زمین کا اور اس کا جو ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے اگر تم کو یقین آئے ⑦ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے (وہ) تمہارا رب اور تمہارے اگلے باپ دادا کا بھی رب ہے ⑧ بلکہ وہ شک میں پڑھ کر کھیل رہے ہیں ⑨ پھر آپ بھی اس دن کا انتظار کریں کہ جس دن آسمان سے ظاہر دھواں آئے ⑩ جو لوگوں کو ڈھانک لے گا یہ ہے تکلیف کی سزا ⑪ (کہیں گے) اے ہمارے رب ہم سے عذاب دور کردے ہم ایمان لاتے ہیں ⑫ وہ کہاں سمجھتے ہیں حالانکہ ان کے پاس کھول کر سنانے والا رسول بھی آچکا ⑬ پھر وہ اس سے بھی پھر گئے اور کہہ دیا کہ سکھایا ہوا دیوانہ ہے ⑭ ہم تھوڑے دنوں کے لیے عذاب دور کیے دیتے ہیں (مگر) تم پھر وہی کرو گے ⑮ (پھر بدلہ اس دن لیں گے) جس دن ہم بڑی پکڑ پکڑیں گے ہم بدلہ تو لے کر رہیں گے ⑯۔

ترکیب:...... والکتٰب: الو او للقسم۔ انا انزلنه جواب القسم ,وقیل هذه صفة للمقسم به والجواب انا کنا منذرین واختاره ابن عطية۔ انا کنا مستانفة او جواب ثان بغیر عطف۔ فیها یفرق: هذه الجملة اما صفة اخرئ لیلة وما بینهما اعتراض او مستانفة امرا انتصابه بیفرق أی یفرق فرقا لان امرا بمعنی فرقا قاله الزجاج والفراء وقال الاخفش انتصابه علی الحال أی آمرین۔ رحمة منصوب لکونه مفعولا لأجله وقیل مصدر فی موضع الحال۔ من ربک متعلق بالرحمة رب السمٰوٰت قرء الجمهور بالرفع علی انه مبتدأ أو عطف بیان علی السمیع۔ وقرء الکوفیون بالجر بدلا من ربک۔

تفسیر:...... قرطبیؒ کہتے ہیں کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ ابن عباسؓ وابن زبیرؓ کا بھی یہی قول ہے۔ دارمی وغیرہ نے اس کے فضائل نقل کیے ہیں۔

قرآن کی عظمت کا بیان:...... خدا تعالیٰ ان آیات میں قرآن مجید کی تعظیم تین طور سے بیان فرماتا ہے۔

(۱) اس کی تعظیم عظمت پھر اس کو تین طرح سے بیان فرمایا: اول اس کی قسم کھائی بقولہ والکتٰب المبین۔

دوم: اس کو مبین فرمایا کہ اس میں انسان کی تمام دینی ضرورتوں کا بیان ہے۔ یا یہ کہ یہ روشن ہے کوئی بات اس کی خلافِ عقلِ سلیم نہیں

سوم: ان کا نازل کرنا اپنی طرف منسوب کیا بقولہ انا انزلنہ کہ اس کو ہم نے اتارا کسی بندے نے ازخود تصنیف نہیں کیا ہے۔

مبارک رات میں قرآن کا نزول:...... (۲) اس کی عظمت باعتبارِ عظمتِ وقت کے فی لَیْلَۃٍ مبٰرکۃٍ کہ یہ مبارک رات میں اتارا ہے۔ اور ہم نے اس کو کیوں اتارا ''اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ کہ ہم کو بندوں کا خبردار اور ہوشیار کردینا اور ان کے افعالِ بد کی سزا سے آگاہ کردینا مقصود تھا۔ اس کے بعد لیلۃ مبٰرکۃ کی عظمت بیان فرماتے ہیں:

فِیْهَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ ۙ﴿﴾ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ ۚ﴿﴾ کہ اس رات میں ہر حکمت کی بات بیان کی اور ظاہر کی جاتی ہے یعنی جو حوادث دنیا میں ظاہر ہونے والے ہوتے ہیں (جیسا کہ کسی کا مرنا، کسی کا امیر ہونا کسی کا فقیر ہونا، بیمار وتندرست ہونا، قحط دارزانی کا ہونا سلطنت وحکومت کا تبدل وتغیر ہونا وغیرہ) ان کو بارگاہِ قدس سے ملائکہ مدبرانِ عالم پر ظاہر کیا جاتا ہے گو لوحِ محفوظ میں روزِ ازل لکھے گئے تھے مگر اس رات میں انتظامِ عالم کے لیے ایک سال کے حوادث ان کے مدبر اور کارکن ملائکہ پر ظاہر کیے جاتے ہیں تاکہ اس کی تعمیل کریں یہ اس رات کی بڑی عزت وعظمت ہے۔ اس کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ عالمِ ناسوت میں جو معاملات ظہور کرنے والے ہیں عالمِ ملکوت میں اس رات میں ظاہر کیے جاتے ہیں گو خدا تعالیٰ کے نزدیک رات دن برابر ہے اور عالمِ ملکوت میں رات دن نہیں ہے بلکہ زمین پر بسبب آفتاب کے طلوع وغروب کے، مراد ایک وقتِ خاص ہے۔

اور وہ وقت ہم اپنے بندوں کو لیلۃ مبارکۃ کے پتے سے بتلایا گیا ہے کہ جس وقت تم پر یہ رات آتی ہے گو وہاں رات نہ ہو مگر اس وقت یہ کارروائی ہوتی ہے۔ اور گو اس کے نزدیک سب اوقات یکساں ہیں مگر اس فاعل مختار نے بعض اوقات کو بعض پر فوقیت دی ہے جب اس رات میں اور حوادث ظاہر ہوتے ہیں تو قرآن مجید کا نزول جو دنیا میں سب سے بڑا حادثہ اور مہتم بالشان ہے بدرجہ اولیٰ ہوتا تھا۔

لیلۃ مبارکہ کے حوالہ سے علماء اسلام کے اقوال:...... لیلۃ مبارکۃ میں علماء اسلام کے دو قول ہیں:

جمہور کے نزدیک لیلۃ القدر مراد ہے جو رمضان کے آخر میں پائی جاتی ہے غالباً ستائیسویں رات۔ اس قول پر اس آیت میں اور دوسری آیات میں جیسا کہ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۚ﴿﴾ یا شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ کوئی مخالفت باقی نہیں رہتی۔

ایک شبہ کا ازالہ:...... ہاں! ایک شبہ باقی رہتا ہے کہ باتفاقِ مورخین قرآن مجید کی سب سے پہلی سورت جو نازل ہوئی تو اقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ

. . . الخ ہے اور وہ ماہ شوال میں نازل ہوئی تھی۔ اور یہ بھی کہ قرآن مجید ایک بار نازل نہیں ہوا ہے تھوڑا تھوڑا مکہ اور مدینہ میں تئیس برس کے عرصے میں نازل ہوا ہے۔ پھر کیوں کر کہہ سکتے ہیں کہ وہ لیلۃ مبارکہ میں نازل ہوا ہے؟ عام ہے کہ لیلہ مبارکہ سے لیلۃ القدر مراد لی جائے یا شب برات۔

اس کا جواب یہ ہے کہ لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا کی طرف سب کا سب قرآن مجید لیلۃ القدر میں نازل ہوا جو رمضان کے مہینے میں واقع ہوئی تھی یا ہمیشہ رمضان ہی میں واقع ہوتی ہے پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا حسب حاجت دنیا میں آنا شروع ہوا شوال میں یا رمضان میں جیسا کہ ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لیلۂ مبارکہ میں نازل کرنے سے مراد تمام قرآن مجید نہ ہو پس اس کا ایک حصہ آنحضرت ﷺ پر رمضان میں لیلۃ القدر میں نازل ہوا اور آپ ﷺ نے اس کا اظہار شوال میں دو چار روز بعد کیا پس لیلۂ مبارکہ میں نازل کرنا فرمانا صحیح ہوگیا۔

حضرت عکرمہؒ اور ایک جماعت کہتی ہے کہ لیلہ مبارکہ سے مراد نصف شعبان کی رات ہے جس کو شب برات بھی کہتے ہیں۔

امام نوویؒ شرح مسلم باب صوم التطوع میں کہتے ہیں کہ یہ قول غلط ہے صحیح پہلی بات ہے شاید عکرمہ نے شعبان کی اس رات کو فضائل کے لحاظ سے لیلہ مبارکہ کہا ہو کیوں کہ احادیث میں اس رات کے بھی بہت فضائل آئے ہیں نہ وہ لیلہ مبارکہ کہ جس کا ان آیات میں ذکر ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)۔

قرآن اللہ تبارک وتعالیٰ کا نازل کردہ ہے:...... (٣) فضیلت باعتبار نازل کرنے والے کے کہ کس نے یعنی بڑے عظیم القدر نے اس کو نازل کیا ہے کما قال انا کنا مرسلین کہ ہم قرآن بھیجنے والے ہیں یا ہم رسولوں اور محمد ﷺ کو بھیجنے والے ہیں، اور کیوں؟

رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ تیرے رب کی رحمت کا یہی مقتضیٰ تھا کہ وہ بندوں کو ورطۂ ضلالت سے نکالے۔

پھر فرماتے ہیں کہ یہ رحمت بندوں کی حاجت کے موافق واقع ہوئی بقولہ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ کیوں کہ وہ سنتا جانتا ہے ہر حاجت انسانی کا اس کو علم ہے اس کے بعد چند اور اوصاف الٰہی کا ذکر کرتا ہے تاکہ اس کا معبود حقیقی ہونا ذہن نشین ہوکر اسی کی طرف رجوع کریں رَبِّ السَّمٰوٰتِ سے لے کر وَرَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ تک۔ پھر فرماتا ہے کہ ایسا قرآن ایسے وقت مبارکہ میں اپنی رحمت سے ایسے پروردگار عالم محسن قدیم رحیم وکریم شہنشاہ حقیقی نے بندوں کے فائدہ کے لیے نازل کیا مگر وہ اب نہیں مانتے۔

بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ۝ بلکہ شک میں پڑے ہوئے دنیا کے کھیل کود میں مصروف ہیں دار آخرت کی کچھ بھی فکر نہیں۔

دُخان مبین:...... اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتا ہے اور ان مشرکوں کو ایک دنیاوی مصیبت کے پیش آنے کی خبر دے کر متنبہ کرتا ہے۔ فقال: فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝ کہ اے رسول! آپ اب اس دن کے منتظر رہیں کہ آسمان سے ایک دھواں ظاہر ہو جو سب کو ڈھانک لے گا اور سخت تکلیف دہندہ ہوگا پھر یہ کہیں گے کہ الٰہی اس بلا کو دفع کردے ہم ایمان لاتے ہیں مگر اس کے بعد بھی کہا ایمان لائیں گے، ان کے پاس بیان کرنے والا رسول آیا اس کو دیوانہ اور کسی کا بہکایا سکھایا ہوا بتایا۔ خیر ہم وہ بلا تو دفع کر دیں گے مگر پھر اخروی عذاب میں گرفتار کریں گے جو سخت عذاب ہوگا۔

اس دھوئیں میں علما کے دو قول ہیں: اول جمہور کا قول کہ اس سے مراد وہ دھواں ہے جو قریش پر آنحضرت ﷺ کے بددعا کرنے سے سات برس کا سخت قحط پڑا جس میں مردار اور ہڈیوں کے کھانے کی نوبت پہنچی اور بھوک کے مارے جو اوپر دیکھتے تھے ایک دھواں سا ضعف بصر سے معلوم ہوتا تھا اور عرب ایسے عظیم اور ہائلہ واقعہ کو دخان سے تعبیر کیا کرتے ہیں (کبیر) اس بات کو بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کیا۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد وہ دھواں ہے جو قیامت کے قریب ظاہر ہوگا، جس کا ذکر بعض احادیث میں ہے

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿١٧﴾ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ
عِبَادَ اللّٰهِ ط اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٨﴾ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ج اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ
بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٩﴾ وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿٢٠﴾ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ
فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿٢١﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿٢٢﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا
اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ط اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿٢٤﴾ كَمْ تَرَكُوْا
مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٢٥﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٢٦﴾ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿٢٧﴾
كَذٰلِكَ قف وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿٢٨﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ
وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿٢٩﴾

ترجمہ: اور ان سے پہلے ہم فرعون کی قوم کو آزما چکے ہیں اور ان کے پاس عزت والا رسول ﴿۱۷﴾ (موسیٰ) آیا کہ خدا کے بندوں (بنی اسرائیل) کو میرے حوالے کر دو کیونکہ میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں ﴿۱۸﴾ اور یہ کہ خدا سے سرکشی نہ کرو میں تمہارے پاس کھلی ہوئی دلیل لایا ہوں ﴿۱۹﴾ اور میں اپنے اور تمہارے رب سے پناہ مانگ چکا ہوں اس بات سے کہ تم مجھے سنگسار کرو ﴿۲۰﴾ اور اگر میرا تمہیں یقین نہیں تو مجھ سے الگ رہو ﴿۲۱﴾ (مگر وہ نہ مانے) پھر اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ نا ہنجار قوم ہے ﴿۲۲﴾ (تب ہم نے حکم دیا) میرے بندوں کو راتوں رات لے کر نکل کیونکہ تمہارا پیچھا کیا جائے گا ﴿۲۳﴾ اور دریا کو جما ہوا چھوڑ کر چلے چلو کس لیے کہ وہ لشکر غرق ہوگا ﴿۲۴﴾ فرعونی بہت سے باغ اور چشمے ﴿۲۵﴾ اور کھیتیاں اور عمدہ مقامات چھوڑ گئے ﴿۲۶﴾ اور ایسی نعمت کو بھی جس میں وہ مزے کیا کرتے تھے ﴿۲۷﴾ یوں اور ہم نے ایسے ساز و سامان کا اور لوگوں کا مالک کر دیا ﴿۲۸﴾ پھر نہ تو ان پر آسمان اور زمین روئے اور نہ ان کو مہلت ملی ﴿۲۹﴾۔

ترکیب:...... اَنْ اَدُّوْٓا: قیل ان مفسرة لان مجی الرسول متضمن لمعنی القول وقیل مخففة من المثقلة عباد اللہ اما مفعول بہ لادوا ای ارسلوھم معی او انہ منادی والتقدیر ادوا الی یا عباد اللہ ماھو واجب علیکم من الایمان والاعمال الصالحة۔

فرعونیوں کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کا نجات پانا

تفسیر:...... کفار مکہ کو ان کی سرکشی پر ایک آنے والی بلا سے ڈرایا گیا تھا۔ اب اس جگہ فرعونیوں کا قصہ سنایا جاتا ہے کہ وہ باوجودیکہ تم سے زیادہ مال دار اور طاقت ور تھے ان کو رسول نے سمجھایا مگر نہ مانا اور سرکشی سے باز نہ آئے بنی اسرائیل کے پیچھے دوڑے آئے کہ پکڑ لائیں اور غلامی میں رکھیں، آخر اس کے فضل سے بنی اسرائیل بحر قلزم سے خشک پار اتر گئے اور فرعونی غرق ہو گئے تمام باغ اور مکان و آرائش کی چیزیں چھوڑ گئی اس کے اور وارث اور مالک ہو گئے۔

(۱) رَهْوًا أي ساكنا يقال رهايرهو رهوًا اذا سكن لايتحرك۔ اکثر اہل لغات ومفسرین رَهْوًا کے یہی معنی بیان کرتے ہیں اور یہ بھی کہ بحر کی صفت ہے۔ مطلب یہ کہ دریائے قلزم تمہارے گزرنے کے وقت موجیں نہ مارے گا ٹھیرا رہے گا یعنی پانی منجمد کھڑا رہے گا تم اس کے درمیان سے صاف نکل جاؤ گے چنانچہ ایسا ہی ہوا بھی جیسا توریت میں مصرحاً مذکور ہے۔

حضرت حسن وکعبؓ کہتے ہیں اس کے معنی ہیں رستہ کے کہ دریا کو رستہ بنا۔

نیچری مفسرین نے عجب الٹ پلٹ اور اگر مگر ملا کے اس کے معنی یہ بیان کیے کہ دریا کو خشک چھوڑ کر اس کے کنارے کے پاس سے نکل جاؤ جیسا کہ جوار بھاٹے کے وقت ہوتا ہے۔ مگر بجز اس کے خرق عادات وتصرفات خداوندی کا انکار اس بات کی تحریک دلائے اور کوئی وجہ نہیں کہ ایسے غلط معنی تسلیم کر لیے جائیں۔

مصر کے اموال کے وارث:...... (۲) اَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ بعض مفسرین نے آیت میں نہ غور کرنے سے یہ سمجھ لیا ہے کہ بنی اسرائیل فرعون اور اس کے لشکر ہلاک ہونے کے بعد قلزم پار سے لوٹ کر مصر میں آئے اور فرعونیوں کی ان چیزوں کے مالک وارث ہوئے۔ مگر یہ خیال غلط ہے ❶۔ قلزم پار اترنے کے بعد بنی اسرائیل کوہ سینا کی طرف روانہ ہوئے اور چالیس برس تیہ میں ٹکراتے پھرے اور یہیں سینکڑوں واقعات پیش آئے۔ اسی سفر میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام بھی انتقال کر گئے، ان کے بعد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے عہد میں بنی اسرائیل ملک شام کے مالک ووارث بنے، جہاں مصر کے باغوں اور چشموں اور کھیتوں اور مکانوں جیسے باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور عمدہ مکانات موجود تھے۔

اَوْرَثْنٰهَا کی ضمیر اگر خاص مصر کی اشیاء مذکورہ کی طرف پھرائی جائے تو قَوْمًا اٰخَرِيْنَ سے مراد بنی اسرائیل نہیں بلکہ ان غرق ہونے والوں کے علاوہ اور لوگ ساکنان مصر جو ان کے خاندان کے نہ تھے۔

اور اگر ھا کی ضمیر بالخصوص اشیا مذکورہ کی طرف نہ پھرائی جاوے بلکہ جنس ونوع وصفت مراد لی جائے اور یہی قوی بھی ہے تو قوما اخرين سے مراد بنی اسرائیل ہیں جو ان اقسام کے ملک شام میں جا کر وارث ہوئے اب کذٰلک سے کچھ مطلب نہ رہا خواہ اس کو محلاً مرفوع پڑھو، خواہ منصوب۔

مؤمن کی موت پر زمین وآسمان کا رونا

فما بكت . . . الخ آسمان اور زمین کسی کو کیا روئیں گے بلکہ یہ ایک محاورے کی بات ہے سخت حادثہ اور بڑے شخص کی موت پر محاورے میں کہہ دیا کرتے ہیں کہ اس کو آسمان اور زمین روئیں گے یعنی لوگ افسوس کریں گے۔ یہ استعارہ یا مجاز ہے۔ سو ان فرعونیوں پر کسی نے افسوس نہ کیا۔ ان کی شرارت سے۔ اور ممکن ہے کہ درحقیقت اچھے لوگوں کے مرنے پر آسمان اور زمین اور دیگر چیزیں روتی بھی ہوں۔

---

❶ بعض نادانوں نے اس مقام پر دو اعتراض کئے ہیں اول: یہ کہ بنی اسرائیل فرعونیوں کے ان مقامات کے کبھی وارث نہیں ہوئے وہ قلزم عبور کرنے کے بعد ملک مصر میں حاکمانہ طور پر آئے اس بات کی تواریخ موافق ومخالف شاہد ہیں اس کا جواب جیسا کہ مفسر نے اشارۃً بتایا ہے کہ اگر قوما آخرین سے بنی اسرائیل ہی مراد لئے جائیں تو ان چیزوں کے وارث کئے جانے سے یہ مراد نہیں کہ خاص انہیں چیزوں کا ان کو وارث بنا دیا بلکہ ویسے ہی ساز وسامان کا ملک شام میں وارث کر دیا جیسا کہ بولتے ہیں وہی باغ وہی کھیتیاں وہی ناز ونعم جو تمہارے ہیں ہمارے پاس بھی ہیں حالانکہ بالخصوص وہ نہیں ہوتے بلکہ ان جیسے۔ اشتراک جنسی کے لحاظ سے اس جنس کے ایک فرد کو دوسرے سے تعبیر کرنا ہر ملک اور ہر قوم کا محاورہ ہے جس پر اعتراض کرنے کا کسی کو حق نہیں دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ آسمان وزمین کا فرعونیوں کے حال زار پر نہ رونا قرآن میں بتایا گیا ہے حالانکہ یہ چیزیں نہ روتی ہیں نہ ہنستی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو یہ استعارہ یا مجاز ہے کہ آسمانوں اور زمین والوں کو ان کے حال پر ان کی بدکاری وبدکرداری کے سبب حسرت وافسوس نہ آیا۔ دوم: آسمان وزمین بھی حکماء کے نزدیک نفوس رکھتے ہیں پھر جیسا بھی رونا ہنسا ان کی شان کے مناسب ہے وہ بھی پھر ویسا روتے ہنستے ہیں۔ ۱۲ منہ۔

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝۳۰ مِنْ فِرْعَوْنَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا
مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝۳۱ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰي عِلْمٍ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝۳۲ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ
الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰۗــؤٌا مُّبِيْنٌ ۝۳۳ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ لَيَقُوْلُوْنَ ۝۳۴ اِنْ هِىَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى
وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ۝۳۵ فَاْتُوْا بِاٰبَاۗىِٕنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۳۶ اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ
تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ اَهْلَكْنٰهُمْ ۡ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝۳۷ وَمَا خَلَقْنَا
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝۳۸ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ
لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۹ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۴۰ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ
مَّوْلًى شَيْـــًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝۴۱ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۴۲ ع

ترجمہ:......اور البتہ ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کی تکلیف سے نجات دی ۝۳۰ جو فرعون کی طرف سے تھی کیونکہ وہ سرکش اور بیہودہ لوگوں میں سے تھا ۝۳۱ اور ہم نے بنی اسرائیل کو جان بوجھ کر دنیا پر برگزیدہ کیا تھا ۝۳۲ اور ان کو وہ نشانیاں بھی دی تھیں کہ جن میں صاف امتحان تھا ۝۳۳ یہ لوگ ضرور کہیں گے ۝۳۴ کہ ہمارے لیے تو صرف یہی پہلی موت ہے اور ہم مر کر زندہ نہ ہوں گے ۝۳۵ پھر ہمارے باپ دادا کو تم لے آؤ اگر تم سچے ہو ۝۳۶ کیا یہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے کہ جن کو ہم نے ہلاک کر ڈالا کیونکہ وہ نافرمان تھے ۝۳۷ اور (اے نبی) ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو ان کے اندر ہیں کھیل تماشہ کے لیے نہیں بنایا ہے ۝۳۸ ہم نے ان کو بہت ہی مصلحت سے بنایا ہے لیکن اکثر ان میں سے جانتے نہیں ۝۳۹ بے شک فیصلہ کا دن ان سب کے لیے مقرر ہو چکا ہے ۝۴۰ جس دن کوئی رفیق کسی رفیق کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی ۝۴۱ مگر جس پر کہ اللہ نے مہربانی کی ہوگی کیوں کہ وہ جو ہے تو زبردست مہربان ہے ۝۴۲۔

ترکیب:......من فرعون: بدل من العذاب على حذف المضاف أى من عذابه وقيل لا حاجة الى... الحذف لان فرعون في نفسه كان عذابا مهينا لافراطه في تعذيب بني اسرائيل قرء ابن عباس رضی اللہ عنہ من فرعون فيكون استفهاما انه كان... الخ يكون جوابه۔ مافيه... الخ مفعول ثان لاتينا۔

تفسیر:......وَلَقَدْ نَجَّيْنَا۔۔۔ یہ بیان سابق کا تتمہ ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو سخت عذاب سے نجات دی جو فرعون سرکش کے ہاتھ سے ان پر ہوا کرتا تھا اور صرف مصیبت ہی دفع نہیں کی بلکہ ذلت کے بدلے ان کو عزت دی، (وہ نعمتیں) یہ ہیں:

بنی اسرائیل پر انعامات خداوندی:...... اخترنٰهُمْ عَلٰي عِلْمٍ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ کے معنی اور مصیبت کے بدلے بڑی نعمتیں دیں کہ جن میں ان کی آزمائش تھی اور وہ نعماء خدا کی نشانیاں تھیں جیسا کے قلزم سے پار اتارنا، من وسلوی، پانی کا چٹان میں سے نکلنا، ملک

شام کی حکومت عمالیق وغیرہ سرکش اور طاقتور اقوام پر غلبہ، فرماں برداری و نافرمانی کا نیک و بد نتیجہ بیان فرما کر پھر قریش کی طرف روئے سخن کرتا ہے اور مسئلہ نبوت کو تمام کر کے مسئلہ معاد میں ان کے انکار کو نقل فرما کر اس کا ثبوت دیتا ہے کہ باردگر مر کر جینا برحق ہے۔

منکرین حشر کو مسکت جواب :...... فقال اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ۝ کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے صرف یہی دنیا کی موت ہے اور اس کے بعد جینا نہیں اور اگر اے مسلمانو! تم سچے ہو تو ہمارے مردہ باپ دادا کو زندہ کر کے دکھادو۔

اس کے جواب میں اول تو ان کو اس بے باکانہ و گستاخانہ انکار حشر پر دھمکایا جاتا ہے

اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ❶ کیا یہ لوگ تبع حمیری کی قوم سے جو یمن میں آباد تھے اور بڑے دولت وقوت والے تھے اور ان سے پہلے اور بہت قومیں تھیں ان سے بہتر ہیں زور میں دولت میں زیادہ ہیں؟ ہرگز نہیں پس ہم نے ان کے جرم پر ان سب کو ہلاک کر دیا تو یہ بے چارے کیا چیز ہیں۔ اس کے بعد ان کے شبہ کا جواب دیتا ہے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ...الخ کہ ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے اندر کی چیزوں کو عبث اور بیکار نہیں بنایا ہے بلکہ ٹھیک اور درست بنایا ہے یہ تو تم بھی جانتے ہو۔ پس اگر بعث برحق نہ ہو تو ان کا پیدا کرنا بے کار و عبث ہو جائے۔

یہ اس لیے کہ ان سب میں افضل انسان ہے اور اسی کے لیے یہ سب کچھ بنایا گیا ہے اگر حشر برحق نہ ہو تو نیک اور بد کی دنیا میں تو پوری سزا اور جزا ہے نہیں پھر نیکوں کی نیکی رائیگاں جائے اور بد آزاد ہو جائے ایسا ہو تو عالم خراب ہو جائے یا یوں کہو انسان اس علم میں تکمیل کے لیے آیا ہے اور کسی دوسری جگہ سے بھیجا گیا ہے پھر اگر یہی چند روزہ زندگی ہے یہ عالم کسی اور علم کی منزل نہیں ہے تو اس تھوڑی دیر کے لیے اتنے سامان کرنا عبث ہو جائے ستارے بنائے کیا؟ اور روح تکمیل پانے کے بعد کسی اور عالم میں جانا چاہتی ہے یہ عالم اس کے لیے مقام راحت نہیں تو یہ سب کچھ بیکار ہے

فیصلہ کا دن متعین ہے :...... پھر فرماتا ہے کہ یوم الفصل فیصلہ کا دن، یعنی قیامت کا روز ان سب کے لیے معین کر دیا گیا ہے اس دن سب کے فیصلے ہو جائیں گے کوئی حمایتی کسی کے کام نہ آوے گا مگر اس کے کہ جس پر اللہ کا رحم ہوگا۔

عند المتاخرین ١٢ ۔ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝٤٣ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝٤٤ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝٤٥ كَغَلْيِ
الْحَمِيْمِ ۝٤٦ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝٤٧ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ
عَذَابِ الْحَمِيْمِ ۝٤٨ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ۝٤٩ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ
تَمْتَرُوْنَ ۝٥٠ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ۝٥١ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝٥٢ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ
سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝٥٣ كَذٰلِكَ ۟ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝٥٤ يَدْعُوْنَ

❶ ...... تبع حمیر کا بادشاہ تھا یہ نیک تھا قوم کو توحید کی طرف متوجہ کرتا تھا سرکش قوم نے انکار کیا۔ آخر برباد ہوئے اس کا بیٹا ذوالقرنین تھا۔ اس کو کثرت اتباع کی وجہ سے تبع کہتے تھے۔ پھر عموماً شاہان یمن کا لقب ہو گیا اس تبع کی بابت ان احادیث میں کہ جن کو بیہقی و حاکم و ابن المبارک و احمد و طبرانی و ابن ماجہ وغیرہ جماعت کثیرہ نے نقل کیا یہ آیات ہے کہ وہ ایمان دار تھا۔ ١٢ منہ۔

فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ۝۵۵ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ
وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝۵۶ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۵۷
فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝۵۸ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ۝۵۹ ع

ترجمہ: بے شک تھوہر کا پیڑ ۝۴۳ گناہ گاروں کا کھانا ہوگا ۝۴۴ جیسے پگھلا ہوا تانبا پیٹ میں کھولتے ہوئے ۝۴۵ پانی کی طرح کھولے گا ۝۴۶ (حکم ہوگا) اس کو پکڑو گھسیٹتے ہوئے جہنم کے بیچوں و بیچ تک لے جاؤ ۝۴۷ پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے عذاب کا پانی ڈالو ۝۴۸ (فرشتے کہیں گے) لے مزہ چکھ کیونکہ تو ہی تو معزز و محترم تھا یہ وہی تو ہے کہ جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔ البتہ پرہیزگار امن کی جگہ میں ہوں گے باغوں اور چشموں میں مہین اور دبیز لباس پہن کر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے ایسا ہی ہوگا اور ہم ان کو گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں بیاہ دینگے وہاں ہر ایک قسم کے میوے خاطر جمع سے مانگیں گے وہاں پہلی موت کے سوا اور موت کا مزہ نہ چکھیں گے اور خدا ان کو دوزخ کے عذاب سے بچادے گا (یہ) آپ کے رب کا فضل ہے یہی تو بڑی کامیابی ہے اس قرآن کو ہم نے آسان کر دیا آپ کی زباں میں تاکہ وہ سمجھیں پھر آپ بھی انتظار کیجیے کیونکہ وہ بھی انتظار کر رہے ہیں ۝۵۹۔

تفسیر:...... دار آخرت کا ثبوت کر کے اب کچھ وہاں کے حالات بیان فرماتے ہیں سب سے پہلے بدکاروں کی سزا بیان کرتا ہے۔

کفار کی عبرتناک سزائیں:...... فقال: اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝۴۳ گناہگاروں کا کھانا تھوہر ہوگا جو نہایت بدمزہ اور تلخ چیز ہے، لاچار ہو کر اسی کو کھائیں گے، وہ پیٹ میں جا کر گرم پانی کی طرح کھولے گا۔ مہل تلچھٹ یا تانبا سیسہ وغیرہ پگھلا ہوا۔ مہل پر جملہ تمام ہوگیا پھر یغلی اس کے غلیان کی کیفیت شروع ہوتی ہے بعض کالمھل کو یغلی سے ربط دیتے ہیں اس کے لیے فرشتوں کو یہ بھی حکم دیا جائے گا کہ اس کو پکڑو اور دھکے دیتے ہوئے جہنم میں لے جاؤ اور اس کے سر پر کھولتا ہوا پانی ڈالو اور کہو چکھ کیونکہ تو اپنے زعم (گمان) میں اپنے کو بڑا عزت والا زبردست سمجھا ہوا تھا ان باتوں کو تم دنیا میں نہیں مانتے تھے۔ ابن السکیتؒ کہتے ہیں: عتلته أي السجن و اعتلته اذا دفعته دفعا عنيفاً۔ اگر یوں بولتے: صبّوا فوق رأسه الحميم تو اس میں وہ لطف نہ ہوتا جو عذاب کے لفظ نے دیا۔

متقین کے احوال:...... اس کے بعد نیک لوگوں کا حال بیان فرماتے ہیں ان المتقين کہ پرہیزگار عمدہ مقامات میں رہیں گے، عمدہ لباس پہنیں گے، تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہونگے، حور عین سے شادی ہوگی، عمدہ چیزیں کھائیں گے لذت و عیش کی سب چیزیں آگئیں، مکان، لباس، عورت حسین، کھانا پینا یہی تو لذات ہیں۔ سندس مہین، ریشمی کپڑا۔ استبرق دل دار ریشمی کپڑا جیسا کہ مخمل کا شانی۔

حور: واحدیؒ کہتے ہیں اس کے اصلی معنی سفیدی کے ہیں۔ یہ جمع ہے حوراء کی جس کے معنی ہیں گوری۔

عین: عیناء کی جمع جس کے معنی بڑی آنکھوں والی۔

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى، یعنی جنت میں کبھی موت کا مزہ نہ چکھیں گے بجز اس کے کہ جو پہلے دنیا میں چکھ چکے ہیں یہ استثنا منقطع ہے أي لكن الموتة كذا قال الزجاج و الفرا۔

ابتداء سورت میں قرآن مجید کے چند اوصاف بیان فرمائے تھے۔ من جملہ ان کے ایک یہ کہ وہ مبین ہے۔ یعنی اس میں ہر چیز کا بیان وضاحت ساتھ ہے۔ اب یہاں اس کی اور بھی تشریح کرتا ہے کہ

يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ کہ اے محمد ﷺ! تیری زبان میں سمجھنے کے لیے اس کو آسان کیا تا کہ لوگ سمجھیں، مگر بدبخت نہیں سمجھتے اور تجھ پر موت یا ہلاکت آنے کے منتظر رہتے ہیں سو تو بھی اے محمد ﷺ ان پر بلا (مصیبت) آنے کا انتظار کیجئے۔

اٰيَاتُهَا ٣٧ (٤٥) سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ (٦٥) رُكُوْعَاتُهَا ٤

مکیہ ہے سینتیس آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝٢ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝٣ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝٤
وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ
بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝٥ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا
عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝٦ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ
اَثِيْمٍ ۝٧ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ
فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝٨ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۗ اُولٰٓئِكَ
لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝٩ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا
شَيْئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝١٠ هٰذَا
هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝١١ ع

ترجمہ:... حٰمٓ ① یہ کتاب اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے نازل ہوئی ہے ② بے شک آسمانوں اور زمینوں میں ایمانداروں کے لیے (بڑی) نشانیاں ہیں ③ اور (نیز) تمہارے پیدا کرنے میں اور جانوروں کے پھیلانے میں نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کے لیے (بڑی بڑی) ④ اور (نیز) رات دن پلٹنے میں اور آسمان سے روزی کی چیزیں نازل کرنے میں کہ اس کہ خشک ہوئی زمین کو شاداب کیا کرتا ہے اور ہواؤں کے بدلنے میں عقل مندوں کے لیے بڑی نشانیاں بھی ⑤ یہ ہیں اللہ کی آیتیں جو ہم آپ کو ٹھیک طور سے سناتے ہیں پھر اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد

کس بات پر ایمان لائیں گے ⑥ ہر جھوٹے گناہ گار کا ستیاناس جائے ⑦ جو اللہ کی آیتیں سن کر، جو اس کے اوپر پڑھی جاتی ہیں غرور میں آ کر ہٹ کرتا ہے گویا کہ اس نے ان کو سنا ہی نہ تھا پھر اس کو دکھ دینے والے عذاب کی خوشخبری دے ⑧ اور جب ہماری آیتوں میں سے کسی کو سن پاتا ہے تو ان کی ہنسی اڑاتا ہے ایسوں کے لیے ذلت کا عذاب ہے ⑨ (اور) ان کے سامنے جہنم ہے اور جو کچھ انھوں نے کمایا تھا ان کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ وہ معبود کام آئیں گے جن کو اللہ کے سوا حمایتی بنا رکھا تھا اور ان کو بڑا ہی عذاب ہوگا ⑩ یہ ہدایت ہے اور جو اللہ کی آیتوں کے منکر ہیں ان کو سخت دردناک عذاب کی سزا ہونی ہے۔ ⑪

ترکیب:...... حٰم: اما مبتداء۔ تنزیل الکتب: خبرہ والتقدیر حٰم تنزیل الکتاب او قسم وتنزیل الکتب جواب القسم او انّ فی السّمٰوٰت۔ العزیز الحکیم صفۃ اللّٰہ تعالٰی ویجوز ان یکون صفۃ الکتاب۔ لاٰیٰت منصوبۃ لکونہا خبر ان۔ فی السموات۔۔۔ الخ خبرہا۔ اٰیٰت بالرفع علی انہ مبتداء وفی خلقکم خبرہ وھی جملۃ مستانفۃ۔ ویقرأ بکسر التاء أیضًا علی ان مضمرۃ حذفت لد لالتہ ان الأولٰی علیہا ولیست معطوفۃ علی عالمین۔ واختلاف الیل: بالجرّ معطوفًا علی المجرور بفی واٰیات توکید واجاز قوم ان یکون ذٰلک من باب العطف علی عالمین وما مجرور محلاً للعطف علی اختلاف وکذا تصریف الریح۔

تفسیر:...... یہ سورت بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں بھی انہیں تین مسائل سے بحث ہے: نبوت، توحید اور معاد۔

اس سے پہلے سورۂ دخان میں اول مسئلہ نبوت میں کلام تھا یہاں بھی افتتاح سورت میں اسی مسئلہ میں ایک عجب لطف کے ساتھ کلام کیا ہے۔ وہ یہ کہ حٰم میں کسی خاص ❶ بات کی طرف اشارہ کر کے یعنی ذات وصفات وحمیت کی قسم کھا کر یہ بتاتا ہے کہ یہ کتاب اللہ زبردست کی طرف سے نازل ہوئی جو بڑا حکیم ہے اور یہ بھی اس کی حکمت کا مقتضی تھا کہ بندوں کو بحر ضلالت سے نجات دے۔ اس کے بعد مسئلہ توحید و اثبات باری میں کلام کرتا ہے۔

آسمان وزمین اہل ایمان کے لیے نشانیاں ہیں:...... فقال: اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ③ یہ

(ا) آئینہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کا اپنا جمال دکھتا ہے مگر کئی طرح سے، اس لیے فرماتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین میں اس کے وجود توحید کے لیے بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

آیات فرمایا کیوں کہ ان کی مقدار اور حرکات والوان مختلفہ انوار کی کی زیادتی ہر ایک بات ایک نشانی ہے۔

اول: اس لیے کہ یہ اجسام حوادث سے خالی نہیں وہ حادث ہے پس یہ تمام اجسام حادث ہیں اور ہر حادث کے لیے ایک محدث ضرور ہے۔

دوم: یہ کہ یہ اجسام اجزاء سے مرکب ہیں اور یہ اجزا باہم متماثل ہیں پھر ایک جزء کو ایک جگہ میں اور ایک خاص بات میں، کون خاص

---

❶ ...... اور حی وقیوم کی طرف بھی اشارہ ہے ح سے حی م سے قیوم کی طرف ١٢ ♦۔

♦ ...... "ح" سے اس کی حقانیت مراد ہے یعنی عالم وجود میں جو کچھ اس کے سوا ہے عدم کے ڈنگ میں اور بطلان کی رسیوں میں ونگا اور بندھا ہوا ہے مگر وہی حق وثابت ہے اور م سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ عالم اور اس کی سب چیزیں اس کے مظاہر اور اس کے جمال کے آئینے ہیں پھر جو اس کا یا اس کی توحید کا انکار کرتا ہے ان آیتوں میں غور سے نہیں دیکھتا پھر ان فی السمٰوٰت سے لے کر یعقلون تک کئی آئینے پیش کر کے اپنی ذات بابرکات کو مختلف جلووں میں دکھایا ہے۔ اور ممکن ہے کہ ح اس کی حیات کی طرف اور اور م سے محمد ﷺ کی طرف اشارہ ہو کہ ہماری حیات کی قسم محمد ﷺ کو ہم نے بھیجا ہے یا ہماری حیات کا بڑا روشن آئینہ محمد ﷺ ہیں جس نے ایک عالم کو اللہ دکھا دیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ عالم باطن میں یہ دونوں میں حرف کسی حقیقت کا مرکز ہوں جو ہدایت میں اثر رکھتی ہوں یہاں ان سے ان کو یاد کیا ہو جیسا کہ حفظ وحمایہ۔ کہ ہم محمد ﷺ اور اس کے دین کی حفاظت کریں گے۔ ح سے حفظ م سے حمایت اور م کے درمیان لانے سے درمیانی زمانہ میں حمایت کی حاجت یا روز مرہ ہو ١٢ منہ

کرنے والا ہے، وہی اللہ ہے نہ کہ طبیعت اجسام کیوں کہ اس میں پھر یہی کلام ہوگا۔

سوم: یہ افلاک وستارے وزمین اگر از خود ہیں تو یا ہمیشہ سے ہیں یعنی قدیم یا حادث ہیں۔ قدیم تو ہیں نہیں کیونکہ قدیم تغیرات سے پاک ہوتا ہے اور ان میں تغیرات ضرور ہوتے ہیں ہاں یہ اور بات ہے کہ ان کی لاکھوں برس کی عمر ہو اس لیے پہلے لوگوں نے ان کو قدیم سمجھ لیا ہو۔ پس حادث ہیں اس لیے کہ باوجود اشتراک جسمانیت کے پھر مختلف الالون والحرکات والابعاد ہونا حدوث کی دلیل اور کسی قادر مختار کے لیے برہان ہے۔ اس کے بعد چند اور نشانیوں کا (اللہ تبارک وتعالیٰ) ذکر کرتے ہیں:

(٢)...... آدمیوں کا پیدا ہونا۔ (٣)...... زمین پر مختلف قسم کے جانوروں کا پایا جانا۔ (٤)...... رات دن کا بدلنا۔

(٥)...... اوپر سے پانی برسانا پھر اس سے مختلف نباتات پیدا کرنا۔

(٦)...... ہواؤں کا بدلنا۔ یہ سب نشانیاں ہیں، نہ اندھوں کے لیے بلکہ آنکھوں والوں کے لیے جن کو اہل ایمان واہل یقین کہتے ہیں۔

(اللہ تبارک وتعالیٰ) دلائل یقینیہ بیان فرما کر ارشاد فرماتے ہیں:

مسئلہ نبوت:...... تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو اے محمد ﷺ آپ کو بہت اچھی طرح سے سنائی جاتی ہیں۔ یہاں سے پھر مسئلہ نبوت کی طرف رجوع کیا دلائل وجود وتوحید باری بیان فرما کر اور مناسبت یہ ہے کہ جس کتاب میں اس کیفیت کے ساتھ توحید وجود باری کے ایسے دلائل ہوں وہ کتاب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے قرآن مجید اور جس پر وہ کتاب نازل ہوئی ہے وہ خدا کا رسول برحق ہے یعنی محمد ﷺ۔

فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ۝ پھر کس بات پر ایمان لائیں گے جب کہ اللہ یعنی اس کے کلام پر ایمان نہ لائے۔

پھر آگے ان کے انکار کی کیفیت اور اس کی سزا جو دار آخرت میں ہوگی بیان فرماتے ہیں۔

اس مناسبت سے مسئلہ معاد کا بھی بڑے عمدہ محل پر ذکر ہو گیا یہی وہ بلاغت ہے جو حد اعجاز کو پہنچ گئی۔

اقسام منکرین:...... فرماتے ہیں: وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ۝ ... الخ یہاں سے منکروں کی اقسام کا ذکر کرتا ہے اور انکار پر برانگیختہ کرنے والی خباثت کا بھی ذکر کرتا ہے۔ قسم اول سن کر کانوں میں مار جانے والے گویا سنا ہی نہیں تکبر کی راہ سے اس کی کچھ پروا ہی نہ کی۔

اور اس کا محرک اور مادہ کیا ہے افک اثم جو افاک واثیم سے سمجھا گیا۔ افک جھوٹ بولنا اور افاك بڑا جھوٹا۔ اثم گناہ۔ اثیم بڑا گناہگار۔ بے شک جس میں یہ بد خصلتیں پیدا ہو جاتی ہیں اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے، حق قبول کرنے کا مادہ نہیں رہتا۔

یہ قریش کے بعض سرداروں کی عادت تھی جن کی طرف ان لفظوں میں اشارہ ہے۔ اول اس کے لیے صرف لفظ ویل فرمایا تھا یعنی خرابی ہو اس کی۔ یا ویل جہنم کی ایک جگہ ہے کہ یہ جگہ اس کی ہے اس کے بعد اس کے جرم کی کافی سزا بیان فرماتا ہے۔

فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۝ کہ اس کو عذاب الیم کا مژدہ سنا۔ اس کے بعد دوسری قسم کے انکار کا ذکر کرتے ہیں:

وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا ... الخ کہ اس کو جب ہماری کوئی آیت معلوم ہوتی ہے تو انکار ہی نہیں بلکہ اس پر تمسخر وٹھٹھا بھی کرتا ہے، اس کو ذلیل کرنے کے لیے یہ پہلے سے بھی بڑھ کر جرم ہے اس لیے اس کی سزا بھی بڑی بیان کرتا ہے کہ اس کے لیے ذلت دینے والا عذاب ہے اور ان کے آگے جہنم ہے اور ان کی کمائی اور ان کی کمائی اور ان کے وہاں کچھ کام نہ آئیں گے۔

اس بحث کو تمام کر کے پھر اصل بات کی طرف رجوع کرتا: هٰذَا هُدًى ۚ کہ یہ قرآن مجید جس کا انکار اور جس پر ٹھٹھا کرتے ہیں ہدایت ہے پھر جو ہدایت کا انکار کرے اس کو سخت عذاب ہے من رجز والرجز اشد العذاب بدلیل قولہ تعالیٰ ولئن کشفت عنا الرجز۔

اَللّٰهُ الَّذِىْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِىَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٢﴾ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا
مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿١٣﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا
لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِىَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٤﴾ مَنْ عَمِلَ
صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۖ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿١٥﴾

ترجمہ:...... اللہ وہ ہے کہ جس نے دریا کو تمہارے قابو میں کر دیا تا کہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تا کہ تم اس کے فضل سے روزی تلاش کرو اور تا کہ شکر کرو ⑫ اور اس نے آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کو اپنے کرم سے تمہارے کام پر لگا دیا البتہ اس میں فکر کرنے والوں کے لیے (بڑی) نشانیاں ہیں ⑬ (اے رسول) ایمانداروں سے کہہ دو کہ جو لوگ اللہ کے وقائع کی پروا نہیں کرتے ان کو معاف کریں ان لوگوں کو جو کچھ کیا کرتے تھے اس کا آپ بدلہ دے گا ⑭ جو کوئی نیک کام کرتا ہے اپنے لیے ہی کرتا ہے اور جو برائی کرتا ہے تو اپنے سر پر وبال لیتا ہے پھر تم کو تو لوٹ کر اپنے رب کے پاس جانا ہے۔ ⑮

ترکیب:...... جمیعا حال من ما۔ فی السموات... الخ او تاکید لہ و منہ متعلق بمحذوف أی کائنا منہ او بسخر او حال من ما فی السموات او خبر لمبتداء۔ محذوف لیجزی اللام متعلقہ بیغفروا و قری لنجزی بالنون۔

تفسیر:...... پھر مسئلہ توحید پر دلائل بیان کرتا ہے اور عرب کے روزمرہ کی بات میں اپنی قدرت کا نمونہ دکھاتا ہے تا کہ وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لائیں۔

دریا کا مسخر ہونا:...... فقال: اَللّٰهُ الَّذِىْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ کہ اللہ وہ ہے کہ جس نے تمہارے لیے دریا کو بس میں کر دیا کہ اس میں کشتیاں چلتیں ہیں اور روزی تلاش کرتے ہیں تا کہ تم شکر کرو۔ یہ بڑی عبرت کی بات ہے دریا میں کہ سوائے پانی کے اور کچھ نظر نہیں آتا ہے ہواؤں کے ذریعہ سے لاکھوں من بوجھ لے کر پانی عمیق (گہرے پانی) پر سے گزرتے ہیں اور ہوا بھی وہ شے ہے کہ اگر مخالف ہو جائے تو یہی ہلاک کرنے کو بس ہے اب وہ کون ہے کہ جس کے بس میں کرہ ماء اور کرہ ہوا ہے؟

ہر چیز کا مسخر ہونا:...... وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اس پر کیا موقوف ہے جس قدر چیزیں آسمان و زمین میں ہیں آفتاب، ستارے، بارش، آندھی، شجر و حجر، حیوانات سب تمہارے بس میں کر دیے اور کام پر لگا رکھیں ہیں۔

مطلب یہ کہ سب چیزوں سے تم کو فوائد حاصل ہیں اس میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں فکر کرنے والوں کو۔ اگر ایک روٹی بہم پہنچنے کے سامان کو غور کیا جائے تو بے ساختہ بول اٹھے کہ "یہ سب کاری گری اسی قادر مختار کی ہے"۔

ان دلائل سے خدا تعالیٰ کا وجود اس کا واحدہ لاشریک لہ ہونا اور محسن اور مربی ہونا کمال درجہ پر ثابت ہو گیا اور اس کا حلم بھی ظاہر ہوا کہ بندوں کی سرکشیاں دیکھتا ہے اور ایسا قادر ہے مگر پھر بھی درگزر کرتا ہے اس لیے آنحضرت ﷺ کو فرماتے ہیں:

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا... الخ ایمانداروں سے کہہ دیجئے کہ وہ بھی حلم و مغفرت کی عادت سیکھیں اور ان لوگوں سے جو اللہ کے وقائع کے

قائل نہیں اور اس کے مصائب سے نہیں ڈرتے جو اعداءِ دین (دشمنانِ دین) پر نازل ہوئی تھیں اس سب کو جھوٹ جانتے ہیں اور ایمانداروں سے سختی سے پیش آتے ہیں سخت کلامی بدگوئی بدمزاجی بدمعاملگی دست درازی مؤمنوں پر کرتے ہیں درگزر کریں۔ انتقام کے درپے نہ ہوا کریں۔ کفارِ مکہ مسلمانوں کو بہت ستاتے تھے مسلمان بھی انہی کے ملک اور انہیں کی قوم کے لوگ تھے غصہ آتا تھا کہ ان سے لڑمریں، ماریں، مرجائیں، مگر صبر کرنے کا حکم ہوا۔ یہ مسئلہ جہاد کے مخالف نہیں ہے اس لیے کہ جہاد تنہا اپنے دشمن سے بدلہ لینے کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک مجموعی طاقتِ اسلامیہ کا فعل ہے جو اس کے مواقع پر بضرورت عمل میں لائی جاتی ہے۔

لِیَجْزِیَ: معاف کریں تاکہ اللہ خود اس قوم کفار کو ان کے اعمال کا بدلہ دے۔ اگر تم نے آپ بدلہ لیا تو پھر خدا نہیں لے گا تم صبر کرو وہ تمہاری طرف سے بدلہ لے گا۔ قومًا سے بعض مفسرین کے نزدیک مسلمان مراد ہیں تب یہ معنی ہوئے: اے ایماندارو! معاف کیا کرو تاکہ اللہ ایک قوم یعنی ایمانداروں کو ان کے اعمال نیک کا بدلہ دے۔ منجملہ ان کے اعمالِ حسنہ کے یہ معاف کرنا ہے اور معاف کرنا اس لیے چاہیے کہ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ...الخ جو کوئی نیک کام کرے گا اس کا آپ عمدہ پھل پائے گا۔ اور جو کوئی بدی کرتا ہے، اس پر بوجھ دھرتا ہے پھر تم کیوں ان کی بدی سے ڈرتے ہو؟ اور کس لیے ان سے الجھتے ہو؟ (ہاں! البتہ) جہاں نیک بات کہنے اور بدی سے منع کرنے میں فتنہ و فساد ہو وہاں سکوت (خاموشی اختیار) کرنا اولیٰ ہے جیسا کہ یہ آیت اس طرف ایماء (اشارہ) کر رہی ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿١٧﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰي شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٨﴾ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٩﴾ هٰذَا بَصَاۗئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿٢٠﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَاۗءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿٢١﴾ ع

ترجمہ: اور البتہ ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور نبوت دی تھی اور پاکیزہ چیزوں سے روزی بھی دی تھی اور ان کو دنیا پر بزرگی بھی دی تھی ﴿١٦﴾ اور ان کو دین کے کھلے (کھلے) احکام بھی دیے پھر انہوں نے اختلاف کیا تو علم آنے کے بعد صرف آپ کی ضد سے بے شک آپ کا رب ان میں

قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا جس چیز میں کہ وہ باہم اختلاف کیا کرتے تھے ⑰ پھر تجھ کو دین کے رستے پر قائم کیا پھر آپ اسی پر چلیے اور نادانوں کی خواہشوں پر نہ چلیے ⑱ کیونکہ وہ اللہ کے سامنے آپ کے کچھ بھی کام نہ آئیں گے اور ظالم آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہوا کرتے ہیں اور اللہ تو پرہیزگاروں کا رفیق ہے یہ لوگوں کے لیے بصیرت اور ہدایت ہے ⑲ اور یقین کرنے والوں کے لیے رحمت ⑳ کیا گناہ کرنے والوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم ان کو ایمانداروں نیک کام کرنے والوں کے برابر کر دیں گے ان کا جینا اور مرنا برابر ہے وہ بہت ہی بڑا فیصلہ کرتے ہیں ㉑۔

ترکیب: ...... أم منقطعة بمعنى بل مع الانكار۔ قبل الانتقال من البيان الاول الى الثانى والهمزة الانكار الحسبان۔ والاجتراح الاكتساب ومنه الجوارح۔ ان نجعلهم الجملة بتاويل المصدر مفعول لحسب، كالذين مفعول ثان لنجعل سواءً بالنصب هو حال من الضمير المستتر فى قوله كالذين أمنوا أو انه مفعول ثان لحسب وقرء بالرفع۔ فمحياهم: مبتداء۔ ومماتهم: معطوف عليه۔ وسواء خبر مقدم۔ وقيل رفع محياهم ومماتهم بسواء لانه بمعنى مستوٍ۔

تفسیر: ...... پہلے فرمایا تھا اللّٰہُ الَّذِیۡ سَخَّرَ کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ یہ احسانات کیے۔ اس کے بعد دینی احسانات کا تذکرہ کرتا ہے،

بنی اسرائیل پر احسانات خداوندی: ...... اور سب سے اول بنی اسرائیل کا ذکر فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کو کتاب توریت دی تھی یا عام ہے اور کتبِ انبیاء بھی مراد ہوں اور حکومت بھی اس کے نافذ کرنے کے لیے عطا کی تھی اور نبوت کا سلسلہ بھی ان میں قائم کیا کہ یکے بعد دیگر بہت سے نبی ان میں پیدا ہوئے اور دنیا کی بھی ان کو فراخ دستی عطا کی۔ اور فضلنهم على العلمين ان کو اس عہد کے سب لوگوں پر عزت و بزرگی بھی دی تھی۔ اور بیناتِ امر بھی عطا کیے تھے یعنی معجزات و کرامات اکثر لوگ ان میں ایسے ہوتے تھے کہ مستجاب الدعوات اور ان کی بزرگی و خدا پرستی کی دلیلیں ان کے کشف و کرامات ہوتے تھے۔

بعض کہتے ہیں اس سے مراد حلال و حرام طہارت و نجاست کے صاف صاف احکام و دستورات ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے مبعوث ہونے کی خبریں۔ یہ بھی بنی اسرائیل کے علماء کو دی گئی تھیں جن سے ان کو آنحضرت ﷺ کے مبعوث ہونے کا انتظار تھا۔ خیر یہ سب کچھ تو دیا مگر پھر بنی اسرائیل کی ناشکری دیکھیے:

فَمَا اخۡتَلَفُوۡۤا اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ الۡعِلۡمُ ۙ بَغۡیًۢا بَیۡنَهُمۡ ؕ جان بوجھ کر آپس میں اختلاف ڈال دیا، بہت سے فرقے بن گئے سلطنت کے بھی کئی ٹکڑے ہو گئے اور یہ کیوں کیا؟ بَغۡیًۢا بَیۡنَهُمۡ محض باہمی سرکشی و عداوت سے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تمام نعمتیں ان سے چھن گئیں اور ان کے جرم کی سزا اور اختلافی امور کا فیصلہ آخرت میں ہوگا اور یہ نعمت اے محمد (ﷺ) تجھے عطا ہوئی کما قال:

ثُمَّ جَعَلۡنٰکَ عَلٰی شَرِیۡعَۃٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ کہ جب ان میں اختلاف پڑا اور وہ دینی نعمت ان کے ہاتھ سے جاتی رہی اور دنیا ظلمات و جہالت سے بھر گئی تو اس محسنِ قدیم نے اے محمد (ﷺ) تجھے مبعوث کیا اور تجھ کو شریعت دی گئی، سوائے کفار و مشرکین، اے اہلِ کتاب! آپ ﷺ کی نبوت کوئی نئی بات نہیں پھر کیوں تعجب کرتے ہو۔

آنحضرت ﷺ کو تسلی: ...... پھر آنحضرت ﷺ کو حکم دیا جاتا ہے فاتبعها آپ اس شریعت کا اتباع کیجیے۔ ان نادانوں کی خواہشوں کو نہ دیکھیے جو کچھ یہ کہتے ہیں وہ تیرے کچھ کام نہ آئیں گے اللہ کے مقابلے میں، ہاں! یوں یہ ستمگار آپس میں ایک دوسرے کے رفیق و مددگار ہیں، ہوا کریں، اللہ پرہیزگاروں کا رفیق و مددگار ہے۔ یہ قرآن ایمان والوں کے لیے بینائی و ہدایت و رحمت ہے۔

سبحان اللہ! مسئلہ نبوت کو کس عمدہ اسلوب سے ثابت کیا اور کس موقع پر کلام کو تمام کیا۔

اس کے بعد بدی کر کے اس پر دلیری کرنے والوں کو تنبیہ کرتا ہے ام حسبوا . . . الخ کہ کیا بدی کرنے والے یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ ہم ان کو دنیا و دین میں نیکوں کے برابر کر دیں گے؟ کہتے ہیں صاحب! جب یہ بخشے جائیں گے تو ہم کیا جنت سے پیچھے رہ جائیں گے۔ یہ ہرگز نہ ہوگا۔ سَوَآءً مَّحۡيَاهُمۡ وَمَمَاتُهُمۡ ط کیا ان کی اور اُن کی حیات و موت برابر ہے؟ نہیں نیکوں کی حیات بھی عمدہ، موت بھی بہتر۔ اور برے لوگوں کی (موت وحیات) دونوں خراب (از ابن عباس ﷠)۔ یا یہ معنی کہ گو زندگی میں تو ایمانداروں کے برابر ہیں رزق میں تندرستی میں، پھر کیا موت میں بھی برابر ہو جائیں گے۔ موت وحیات دونوں میں برابر ہوں گے؟ نہیں۔ یا یہ کہو کہ برے لوگوں کی موت وحیات دونوں یکساں ہیں نہ اس جہان میں خیر، نہ وہاں خیر۔ اور مؤمنوں کی (موت وحیات) دونوں برابر ہیں یہاں بھی خیر، وہاں بھی خیر۔

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ وَلِتُجۡزٰى كُلُّ نَفۡسٍۢ بِمَا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ﴿۲۲﴾ اَفَرَءَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰٮهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلۡمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمۡعِهٖ وَقَلۡبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ط فَمَنۡ يَّهۡدِيۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰهِ ط اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۲۳﴾ وَقَالُوۡا مَا هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنۡيَا نَمُوۡتُ وَنَحۡيَا وَمَا يُهۡلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهۡرُ ۚ وَمَا لَهُمۡ بِذٰلِكَ مِنۡ عِلۡمٍ ۚ اِنۡ هُمۡ اِلَّا يَظُنُّوۡنَ ﴿۲۴﴾ وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوا ائۡتُوۡا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ يُحۡيِيۡكُمۡ ثُمَّ يُمِيۡتُكُمۡ ثُمَّ يَجۡمَعُكُمۡ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۶﴾ ع

ترجمہ:...... اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو درستی سے بنایا اور تاکہ ہر ایک شخص کو اس کے کیے کا بدلہ ملے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا ﴿۲۲﴾ بھلا تو نے اس کو بھی دیکھا کہ جو اپنی خواہش کا بندہ بن گیا اور اللہ نے باوجود سمجھ کے اس کو گمراہ کر دیا اور اس کے کان اور دل پر مہر کر دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا پھر اللہ کے بعد اس کو کون ہدایت کر سکتا ہے پھر تم کیوں نہیں سمجھتے ﴿۲۳﴾ اور کہتے ہیں ہمارا یہی دنیا کا جینا ہے ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور زمانہ ہی ہم کو ہلاک کرتا ہے حالانکہ ان کو اس کی کچھ بھی حقیقت معلوم نہیں محض اٹکلیں دوڑاتے ہیں ﴿۲۴﴾ اور جب ان کو ہماری کھلی کھلی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو ان کی یہی حجت ہوتی ہے کہ کہتے ہیں ہمارے باپ دادا کو لے آؤ اگر تم سچے ہو ﴿۲۵﴾ کہہ دو اللہ ہی تم کو زندہ کرتا ہے پھر تم کو مارتا ہے پھر وہی تم سب کو قیامت میں جمع کرے گا جس میں کچھ بھی شبہ نہیں لیکن اکثر آدمی جانتے ہی نہیں ﴿۲۶﴾۔

دلائل: مؤمن و کافر درجاتِ سعادت میں برابر نہیں

تفسیر:...... جب کہ خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ کافر و مؤمن درجاتِ سعادت میں برابر نہیں تو اس کے اب دلائل بیان فرماتا ہے۔

١) فقال وَخَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ

یہ دلیلِ اول ہے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو برحق بنایا اگر نیک و بد برابر ہو جائیں تو یہ انتظامِ عالم درہم برہم ہو جائے۔

٢) وَلِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۔ اس کا عطف بالحق پر ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو حق ظاہر کرنے کے لیے اور اس لیے بنایا ہے کہ ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ ملے ظلم نہ ہو یعنی مقصود اس عالم کے پیدا کرنے سے عدل و رحمت کا ظاہر کرنا ہے اور یہ جب ہی پورا ہوگا کہ قیامت برپا ہو اور وہاں نیک و بد کا پورا انصاف ہو کر پوری جزا و سزا دی جائے۔

٣) اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ یہاں کلام کا دوسرا طرز پلٹ دیا اور استفہامِ انکاری کے طور سے پوچھتا ہے کہ اے محمد ﷺ! یا اے مخاطب! تو نے اس کو بھی دیکھا کہ جس نے اپنی خواہشِ نفسانی کو معبود بنا رکھا ہے، خواہش کے بندے ہیں، جو وہ حکم دیتی ہے، اسی کے بجالانے پر کمربستہ ہیں یعنی بد اور نیک کیوں کر برابر ہو سکتے ہیں؟۔ برے لوگوں نے خواہشِ نفسانی کے آگے سر جھکا رکھا ہے۔ نیک و مؤمن نے اپنے اللہ تعالیٰ کے آگے۔

٤) وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ اس کا عطف اتخذ پر ہے کہ اس کو بھی دیکھا کہ جس کو اللہ نے علم سے گمراہ کر دیا یعنی بد جو ہے تو ازلی گمراہ ہے عَلٰى عِلْمٍ یعنی اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ اس کی روح صلاحیت قبول نہیں کر سکتی۔

واضح ہو کہ ارواحِ بشریہ مختلف ہیں: بعض نورانی علوی ہیں اور بعض مکدر ظلمانی سفلی ہیں جن کو لذائذِ جسمانیہ و شہواتِ نفسانیہ کی طرف بڑا سخت میلان ہے اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کو ویسا ہی کرتا ہے جو اس کی ماہیت و جوہر کے لائق ہے۔ پس عَلٰى عِلْمٍ کے یہ معنی ہوئے۔

اسی کی تائید ہے اس جملہ میں وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ . . . الخ کہ اللہ نے اس کے کانوں اور دل پر مہر کر دی اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ یہ اس کے پردے ہیولانی و حجاباتِ ظلمانی ہیں پھر اس کو حق کیوں کر دکھائی دے کیوں کر سنائی دے، کیوں کر دل میں جمے ایسے کو کون ہدایت کر سکتا ہے اللہ کے بعد یعنی اس کے گمراہ کرنے کے بعد۔ مطلب یہ کہ کافر و بدکار کی ذات و اصالت میں قصور ہے۔

برخلاف مؤمن صالح کے کہ اس کی ذات یعنی جوہرِ روح میں نورانیت رکھی ہوئی ہے پھر دونوں کس طرح برابر ہو سکتے ہیں۔

اس میں یہ بھی رمز ہے کہ یہ خدا کے گمراہ کردہ ہیں۔ آنحضرت ﷺ سے ہدایت پر نہ آنا آنحضرت ﷺ کی منقصت ثابت نہیں کرتا۔

عَلٰى عِلْمٍ کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ باوجود یہ کہ اس کافر و بد کو سمجھ بوجھ دی، نیک و بد میں امتیاز کرنے کا ملکہ دیا مگر اس نے سب کو بیکار کر دیا۔ بگاڑا تجھے بصورت بنا کے

٥) وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا ...الخ یعنی مہر کرنے کا یہ اثر ہوا کہ دارِ آخرت کو بھول گئے اسی پنج روزہ زندگی پر بھول گئے کہ صرف یہی زندگی ہے یہی ایک مرنا جینا ہے اور خدا کو بھی بھول گئے۔

وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ، اور کہہ دیا کہ ہم کو صرف زمانہ ہلاک کرتا ہے خدا کوئی نہیں۔

گردشِ ایام سے قویٰ بدنیہ تحلیل ہوتے ہوتے اس مرتبہ پر ہو جاتے ہیں کہ ایک روز اس کا چراغِ حیات گل ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں یہ حمقاء دہر کو نہیں جانتے عقلی گھوڑے دوڑاتے ہیں۔ دراصل ان گردشِ ایام کا مالک اللہ ہے۔ اسباب پر نظر ہے مسبب الاسباب پر نہیں۔

٦) وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ ...الخ اور یہاں ان پر خباثت غالب آتی ہے کہ جب ان کو اللہ کی کھلی کھلی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو حشر کے بارے میں یہ حجت کرتے ہیں کہ ہمارے مرے باپ دادا کو لے آؤ تو جانیں۔ فرماتا ہے:

قُلِ اللّٰهُ کہہ دے! اللہ تم کو زندہ رکھتا ہے وہی موت دے گا پھر وہی قیامت میں سب کو جمع کرے گا، لیکن اکثر کو خبر نہیں۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿٢٧﴾
وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٨﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٩﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ
ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿٣٠﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۫ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ
فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿٣١﴾ وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ
لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ
بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿٣٢﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٣٣﴾

ترجمہ: اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کو ہے اور جس روز کہ قیامت برپا ہوگی اس روز جھٹلانے والے تباہ ہونگے ﴿٢٧﴾ اور ہر فرقے کو گھٹنوں پر سر ڈالے ہوئے دیکھے گا ہر ایک جماعت کو ان کے دفتر کی طرف بلایا جائے گا (کہیں گے) آج تم کو تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا ﴿٢٨﴾ یہ ہمارا دفتر سچ سچ بول رہا ہے کیونکہ جو کچھ تم کیا کرتے تھے اس کو ہم لکھ لیا کرتے تھے ﴿٢٩﴾ پھر جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام بھی کیے پس ان کو ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا یہ ہے صریح کامیابی ﴿٣٠﴾ اور وہ کہ جنہوں نے کفر کیا (ان کو کہا جائے گا) کہ کیا تم کو ہماری آیتیں نہیں سنائی جایا کرتی تھیں پھر تم نے غرور کیا اور تم نافرمان لوگ تھے ﴿٣١﴾ اور جب کہ کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت میں کوئی شبہ نہیں تو تم کہہ دیا کرتے تھے ہم نہیں جانتے کیا چیز ہے ہم تو اس کو خیالی بات جانتے ہیں اور ہم کو یقین نہیں ﴿٣٢﴾ اور ان پر ان کے اعمال کی برائی ظاہر ہو جائے گی اور ان پر وہ آفت آپڑے گی کہ جس سے ٹھٹا کرتے تھے ﴿٣٣﴾۔

ترکیب:...... یوم ظرف والعامل فیه یخسر یومئذ بدل منه وقیل العامل الملک۔ ینطق منصوب محلاً علی الحال او مرفوع علی انه خبر آخر لهٰذه الساعة قرء بالرفع علی معنی وقیل الساعة لاریب فیها و بالنصب عطفا علی وعدالله جواب اما محذوف تقدیره واما الذین کفروا فیقال لهم۔

تفسیر:...... کفار کے عقائد فاسدہ کے ذکر میں بیان ہوا تھا کہ وہ حشر کے منکر ہیں اور کہتے ہیں اگر سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے دکھاؤ۔ اس کے جواب میں فرمایا تھا کہ کہہ دیجئے اللہ مارتا اور زندہ کرتا ہے اور وہ حشر کے دن جمع کرے گا۔ اب امکان حشر اور اس دن کی کیفیت بیان فرماتے ہیں۔

احوال حشر و کیفیات:...... فقال: وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ الخ کہ اللہ کے قبضہ میں آسمان اور زمین ہیں یعنی وہ اتنی بڑی

چیزوں پر قادر ہے پھر انسان کو مرنے کے بعد زندہ کرنا اس کے نزدیک کیا مشکل ہے الغرض وہ قادر مطلق ہے۔ یہ امکان حشر کی دلیل ہے
وَیَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ ...الخ سے لے کر آخر تک اس کے واقع ہونے کا بیان ہے اور اس کے ضمن میں یہ بھی ذکر ہے کہ اس روز کیا ہوگا؟
وہ یہ کہ اس روز مبطل یعنی حق کو جھوٹا کہنے والے اور جھوٹ سمجھنے والے یا اپنی سعادت کے حصہ کو باطل اور غلط کرنے والے الغرض بد اور ناکارہ لوگ خسارہ پائیں گے، عمر گراں مایہ لے کر جو دنیا میں جنس سعادت خریدنے آئے تھے اس کو بری چیزوں کے خریدنے میں برباد کر دیا اب مالک کے سامنے جو حساب ہوا تو معلوم ہوا کہ خسارے میں پڑے۔ اور اس دن ہر گروہ ادب سے تخت رب العزت کے سامنے سرنگوں یا گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوگا۔ لیثؒ کہتے ہیں: الجثو الجلوس علی الرکب کما یحثی بین یدی الحاکم۔
موج کہتے ہیں اس کے معنی زبان قریش میں خاضعة کے ہیں یعنی باادب۔ اور ہر ایک گروہ کو ان کے نامۂ اعمال دینے کو بلایا جائے گا بعض کہتے ہیں کتاب منزل کی طرف بلائیں گے کہ مقابلہ کیا جائے گا کہ اس کے موافق عمل کیا تھا یا مخالف۔
مطلب یہ کہ حساب شروع ہوگا، دفتر الٰہی ہر بات سچ سچ کہہ دے گا، کیونکہ جو تم اے بندو! کیا کرتے تھے اس کو ہم اس میں لکھ لیتے تھے یعنی وہ عالم مثال میں منقش ہو جاتا تھا یعنی اس کا چھاپا چھپ جاتا تھا سو وہ یہ دفتر ہے۔ پس نیک جنت میں آرام پائیں گے جو رحمت الٰہی ہے یعنی اس کی رحمت کا مظہر رحمت ہے اس جملہ میں لفظ رحمت نے جنت کی حقیقت بیان کر دی کہ وہ مظہر رحمت ہے دنیاوی باغ نہیں۔
اور جو بد ہونگے یعنی کافر ان سے کہا جائے گا کہ تم کو آیات الٰہی نہیں سنائی جایا کرتی تھیں مگر تم نے سرکشی کی اور تم بڑے مجرم تھے اور جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت بلاشک آوے گی تو تم اے کافر یہی کہہ دیا کرتے تھے کہ ہم کو یقین نہیں۔ ہاں ایک وہم سا ہے۔ کفار کے اس بارے میں دو فریق تھے بعض تو صریح انکار کرتے تھے جن کا پہلی آیتوں میں ذکر ہوا بقولہ و قالوا ما ھی الا حیاتنا الدنیا اور بعض کو شک و تردد تھا جن کا اس جگہ ذکر ہے۔ اس کے بعد ان کا انجام بتلاتا ہے:
فقال وَبَدَا لَهُمۡ سَيِّاٰتُ کہ ان کے اعمال بد کی برائی ان کے سامنے ظاہر ہو کر آئے گی عذاب کی شکل میں اور جس سے وہ دنیا میں تمسخر کیا کرتے تھے وہ ان پر الٹ پڑے گا یعنی عذاب۔

وَقِيۡلَ الۡيَوۡمَ نَنۡسٰٮكُمۡ كَمَا نَسِيۡتُمۡ لِقَآءَ يَوۡمِكُمۡ هٰذَا وَمَاۡوٰٮكُمُ النَّارُ
وَمَا لَـكُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ ۝٣٤ ذٰلِكُمۡ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذۡتُمۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتۡكُمُ
الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا ۚ فَالۡيَوۡمَ لَا يُخۡرَجُوۡنَ مِنۡهَا وَلَا هُمۡ يُسۡتَعۡتَبُوۡنَ ۝٣٥ فَلِلّٰهِ
الۡحَمۡدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الۡاَرۡضِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝٣٦ وَلَهُ الۡكِبۡرِيَآءُ فِى
السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۝٣٧ ع

ترجمہ:...... اور کہا جائے گا آج کے دن تم کو فراموش کریں گے جیسا کہ تم نے اپنے آج کے دن کے ملنے کو فراموش کر دیا تھا اور تمہارا ٹھکانہ آگ ہے اور تمہارا کوئی بھی مددکرنے والا نہیں ۝٣٤ یہ اس لیے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کو ہنسی میں اڑایا تھا اور تم کو دھوکے میں ڈال دیا تھا دنیا کی زندگی نے پھر آج نہ وہ یہاں سے نکل سکیں گے اور نہ ان کا عذر قبول ہوگا ۝٣٥ پس اللہ کو ہی سب خوبی ہے جو آسمان اور زمین کا رب، جہان کا رب ہے ۝٣٦ اور اس کی عزت ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہی زبردست حکمت والا ہے ۝٣٧۔

ترکیب:...... اضاف اللقاء الی الیوم تو سعًا لانه اضاف الی الشیئ ماھو واقع کمکر اللیل کما قد مر اعربه فی اکثر المواضع وَمَأْوٰكُمُ الجملة معطوفة علی الیوم و کذا۔ ولا ھم یستعتبون ای لا یطلب منھم العتبی و ھو الرجوع الی طاعة اللہ۔

تفسیر:...... یہ تتمہ ہے بیانِ سابق کا کہ ان کے اعمال کی برائی جوان پر پڑے گی، منجملہ اس کی ایک بات یہ ہوگی کہ جہنم میں ڈال کر ان پہ عتاب آمیز کلام کیا جائے گا جس سے ابدی مایوسی ٹپکتی ہے اور جو کچھ آس تھی وہ بھی ٹوٹ جائے گی تین جملے بیان ہوئے:

اول: منکرین بھلا دیئے جائیں گے:...... اَلْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ... الخ کہ آج ہم تم کو بھول جائیں یعنی بمنزل بھولے ہوئے کہ کر دیں گے، سخت بے پروائی کریں گے جیسا کہ تم آج کے دن کے سامان اور اس کے پیش آنے سے غافل و بے خبر و بے پروا ہو گئے تھے نسیان سے وہ ذات مقدس پاک ہے ایسے الفاظ کا اس کی نسبت استعمال مجازاً ہے جیسا کہ متعدد مقامات میں ہم بیان کر آئے ہیں۔

دوم: تمہارا ٹھکانا آگ ہوگا:...... وَمَأْوٰكُمُ النَّارُ یعنی تمہارا ٹھکانہ آگ ہے۔

سوم: منکرین کا کوئی مددگار نہ ہوگا:...... وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ۝ تمہارا کوئی مددگار بھی نہ ہوگا کہ تم اس بلا (عذاب) سے چھڑائے

منکرین کے تین جرم:...... اس کے بعد ان کے تین جرم بھی بیان ہوتے ہیں۔ جن پر ان کو یہ سزا ملی۔

اول: دین حق کا انکار اور پھر اس پر اصرار۔

دوم: اس سے تمسخر اور ٹھٹھا کرنا۔ ان دونوں جرموں کو اس جملہ میں بیان فرماتے ہیں: ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا۔

سوم: جب دنیا میں ڈوب جانا اور آخرت سے مطلقاً غافل ہو جانا اس جہان فانی کی زینت اور لذات پر ایسا مبتلا ہونا کہ انہیں کو باقی سمجھ لینا اور ان کے مقابلے میں دوسرے عالم کی پرواہ تو کیا اس سے منکر ہو جانا۔ یہ دنیا کا دھوکہ جس میں لاکھوں مبتلا ہیں۔ بوڑھے ہو گئے ہیں، سفر درپیش ہے اور ایسا کہ پھر کر یہاں کبھی نہیں آنا مگر دنیاوی مال و جاہ اور اس کے فراہم کرنے میں ایسے بے ہوش ہیں کہ آگے کی کچھ بھی خبر نہیں رہی۔ کیا خوب کہا ہے کسی دانا نے۔

بدنیا دل نہ بندو ہر کہ مرد است	کہ ایں دنیا سرا پا رنج و درد است
برد بارے بگورستاں گزر کن	کہ ایں دنیا حریفاں را چہ کرد است

یہ بڑا جرم ہے اس کو اس جملہ میں بیان فرماتے ہیں: وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا، کہ تم کو حیاتِ دنیا نے فریب میں ڈال رکھا تھا۔

ان کے بعد سزا کو تمام کرتا ہے: فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا... الخ کہ آج اس جہنم سے چھٹکارا انہیں نہ کوئی عذر قبول ہوگا۔

ان مباحث روحانیہ کو ذکر کر کے سورت کو حمد باری تعالیٰ پر تمام کرتا ہے۔

فقال: فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ... الخ کہ اللہ کو سب ستائش اور خوبیاں ہیں جو آسمان و زمین کا رب یعنی خالق اور پرورش کرنے والا ہے اور آسمانوں اور زمین میں اسی کے لیے عزت اور بڑائی ہے وہ زبردست بھی ہے حکمت والا بھی ہے نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کبریائی میری چادر ہے اور عظمت ازار پھر جو کوئی میرے مقابلہ میں ان کا طالب ہوگا اس کو میں جہنم ڈال دوں گا۔

(رواہ مسلم وابوداؤد وابن ماجہ)

مرا و را رسد کبریا و منی	کہ ملکش قدیم است و ذاتش غنی

الحمد للہ کہ پچیسویں پارہ کی تفسیر مکمل ہوئی

پارہ (٢٦) حٰمٓ

اٰيَاتُهَا ٣٥ ﴿٤٦﴾ سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ ﴿٦٦﴾ رُكُوْعَاتُهَا ٤

سورۂ احقاف مکیہ ہے، اس کی پینتیس آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ﴿١﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿٢﴾ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ط وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا
مُعْرِضُوْنَ ﴿٣﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ
الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ط اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ
مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤﴾ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا
يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴿٥﴾ وَاِذَا حُشِرَ
النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿٦﴾

ترجمہ:...... حمٓ ① یہ کتاب اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے اتری ہے ② ہم نے آسمانوں اور زمین کو اندر کی چیزوں کو درستی سے اور ایک وقت معین تک ہی بنایا ہے اور منکروں کو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے ان سے منہ پھیر لیتے ہیں ③ تو کہہ دو بھلا بتاؤ تو سہی جن کو کہ تم اللہ کے سوا پکارتے ہو مجھے دکھاؤ کہ زمین میں انہوں نے کون سی چیز پیدا کی یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب لاؤ یا کوئی علم چلا آتا ہو وہ لاؤ اگر تم سچے ہو ④ اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا اس کو پکارتا ہے کہ جو قیامت تک اس کے پکارنے کا جواب نہ دے سکے اور ان کو ان کے پکارنے کی خبر بھی نہ ہو ⑤ اور جب آدمی جمع کیے جائیں تو ان کے دشمن ہو جائیں اور ان کی عبادت کا انکار کریں ⑥۔

ترکیب:...... من قبل: في موضع جر اى بكتاب منزل من قبل هذا۔ الا بالحق استثناء مفرغ من اعم المفاعيل أى الا خلقا متلبسا بالحق۔ وأجل مُسمّى عطف على الحق بتقدير مضاف أى بتقدير اجل مسمى۔ او اثرة مجرور عطفا على كتاب۔

ومن فی موضع نصب بیدعوا وھی نکرۃ موصوفۃ أو بمعنی الذی۔

تفسیر:......احقاف ملک یمن میں ایک وادی ہے جہاں قوم عاد رہا کرتی تھی۔ یہ حقف کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ریت کا ٹیلا۔ اس وادی میں ریت کے بہت ٹیلے ہیں زیادہ تحقیق جغرافیہ عرب میں بیان ہوئی ہے۔ اس بڑے حادثہ کا ذکر اس سورت میں تھا اس لیے اس کو سورۂ احقاف کہنے لگے یہ سورۃ بھی باتفاق جمہور مکہ میں نازل ہوئی تھی۔ سرکش قریش کو قوم عاد کی حالت بتا کر خوف دلانے کے لیے۔

حٰمٓ کے معنی بیان کر آئیں ہیں۔ اس سورۃ میں بھی انہیں چاروں اصول ملیہ سے بحث ہے مگر ہر جگہ نئے عنوان اور نئے پیرایہ سے اور اسی لیے یہ مضامین قرآن مجید میں مکرر واقع ہوئے کیوں کہ یہ باتیں بڑی ہیں، ان کو مختلف عنوان سے بیان کرنا چاہیے تا کہ ناظرین کے ذہن نشین ہوجائے۔ وہ چار اصول یہ ہیں:

۱) اثبات نبوت آنحضرت ﷺ:......اس لیے کہ جب تک صدق قائل ثابت نہ ہوگا اس کی بات دل میں جگہ نہ پائے گی آنحضرت ﷺ کی نبوت کا اثبات قرآن مجید کی آسمانی کتاب ہونے سے کیا تا کہ اس کتاب کی وقعت بھی ثابت ہوجائے۔ اور درحقیقت قرآن مجید سے بڑھ کر کوئی معجزہ یا سند آنحضرت ﷺ کی نبوت کے لیے نہیں ہوسکتی اس لیے سب سے اول اسی اصل کا ذکر کرتا ہے۔

فقال: تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ کہ یہ کتاب اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔

یہ صرف دعویٰ ہی نہیں بلکہ عزیز و حکیم کے لفظوں میں اس کی صداقت کے لیے دو گواہ عدل بٹھا رکھے ہیں اول عزیز جس سے شوکت و حکومت شاہانہ کی طرف اشارہ ہے۔ اگر باغور دیکھیے تو تمام قرآن مجید کا طرز کلام یہ گواہی دے گا کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

دوسرا گواہ حکیم کہ جو کچھ اس میں حکمتیں اور مصالح عباد ہیں وہ مشرق و مغرب، شمال و جنوب کے طبائع مختلفہ کے لیے یکساں نافع ہیں۔

۲) اثبات صانع عالم:......یعنی اس جہان کے بنانے والے کا ثبوت۔ اس جہان کی حالت ہی کو گواہ بنا کر اور اس کی صفات کاملہ کا ثبوت یہ بھی بڑا دقیق مسئلہ ہے اس کو کن سہل لفظوں میں اور سہل طریقے سے بیان فرماتا ہے۔

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ . . . الخ کہ ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان کی درمیانی چیزوں کو بنایا ہے ہم ان سب کے خالق ہیں اور کوئی نہیں۔ اور اثبات کی دو دلیلیں ہیں۔

اول: بالحق کہ اگر یہ بڑے بڑے کرے اور ان کے اندر کی یہ چیزیں از خود ہوتیں تو ان میں یہ حق یعنی موزونیت نہ ہوتی اور باوجود گردش کے اب تک کئی بار ٹکرا گئے ہوتے۔

دوم: اجل مسمی کہ یہ چیزیں ابدی نہیں بلکہ ان کی عمر طبعی رکھی ہوئی ہے اس کے بعد یہ فنا ہوجائیں گے۔

یہ بات اطوار و اوضاع عالم میں نظر کرنے سے بخوبی ثابت ہوتی ہے۔

۳) توحید:......بت پرستی کی قباحت اس بات کو اس جملہ میں بیان فرماتا ہے:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ . . . الخ کہ اللہ کے سوا جن کو یہ پکارتے ہیں ان سے پوچھ انہوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ کچھ نہیں۔

اب اگر کوئی دلیل نقلی رکھتے ہو، کسی نبی کی کتاب یا ان سے کوئی روایت ہو وہ بیان کرو۔

اثرۃ ❶ کے یہ معنی ہیں پھر فرماتا ہے اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو ایسی بیکار چیز کو پکارے کہ جو حشر تک اس کی بات کا جواب نہ دے اور نہ سن سکے یعنی بت اور جو ارواح طیبات ملائکہ وغیرہ کو پکارتے ہیں تو وہ الٹے ان کے دشمن ہو جائیں گے اور انکار کریں گے کہ ہم کو نہیں پکارتے تھے بلکہ شیاطین کو۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۞ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۞ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۞ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۞ ع

ترجمہ:...... اور جب کہ ان کو ہماری کھلی کھلی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو منکر سچی بات کو جب کہ ان کے پاس آئی کہنے لگے یہ تو کھلا جادو ہے ⑦ کیا وہ کہتے ہیں کہ اس کو از خود بنا لیا ہے ان سے کہہ دو کہ اگر میں نے اس کو از خود بنا کیا ہے تو تم اللہ کے مقابلے میں میرا کچھ بھلا نہیں کر سکتے وہ خوب جانتا ہے جن باتوں میں تم پڑے ہو اس کی گواہی بس ہے میرے اور تمہارے درمیان اور وہ غفور رحیم ہے ⑧۔ تم کہہ دو میں کچھ انوکھا رسول تو نہیں ہوں اور مجھے کیا خبر کہ مجھ سے کیا کیا جائے گا اور تم سے کیا میں تو اسی پر چلتا ہوں جو میری طرف بھیجا جاتا ہے میں جو ہوں تو صاف صاف ڈر سنانے والا ہوں ⑨ کہہ دو بتاؤ تو سہی اگر یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہوئی اور تم اس کے منکر ہو چکے اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ ایک ایسی کتاب پر گواہی دے کر ایمان بھی لے آیا اور تم اکڑتے ہی رہے بے شک اللہ بے انصاف لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔ ⑩

تفسیر:...... پہلی بات کا پھر اعادہ کرتا ہے یعنی مسئلہ نبوت کا، اس لیے کہ عرب میں سیکڑوں برس سے کوئی نبی نہیں آیا تھا بلکہ اس سے ان کے کان بھی آشنا نہ تھے۔ ہاں اہل کتاب سے بھی کچھ انبیاء کرام کا ذکر کرتے تھے، اس لیے ان کو آنحضرت ﷺ کی نبوت اور قرآن کے کتاب اللہ ہونے میں بڑا شک و تردد تھا اور ہم کہہ چکے ہیں کہ باقی باتوں کی بنیاد اس مسئلہ پر ہے طبائع عامہ کے نزدیک پس اس کے قوی کرنے کو پھر اس میں کلام کرتا ہے۔

❶ ...... ابوعبیدہ و زجاج کہتے ہیں: من علم اے بقیتہ یعنی باقی بچی ہوئی چیز۔

اس کی تفسیر میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے معنی بقیہ کے ہیں اثیرۃ اثارۃ بقیتہ۔ دوم اثر بمعنی روایت۔ سوم اثر بمعنی علامت ۱۲ منہ۔

قرآن کریم کو جادو سمجھنا اور اس کو اپنی طرف سے گھڑنے کا الزام

فقال: وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِمْ ...الخ کہ ان کے جہال کا عجب حال ہے کہ جب ان کو ہماری آیتیں کھلی کھلی پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہہ دیتے ہیں یہ تو صاف جادو ہے۔ عرب میں اپنی طاقت وقدرت سے بڑھ کر چیز کو سحر کہتے تھے چوں کہ قرآن مجید کی خوبیاں جو اہل زبان ہونے کے سبب ان کے اذہان میں آئیں اس کو اپنی طاقت وقدرت سے بڑھ کر سمجھ کر خدا کی طرف منسوب تو نہ کیا بلکہ جادو کہہ دیا۔

آنحضرت ﷺ سے بطور انکار وتعجب کے خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰہُ ...الخ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ نے اس کو اپنی طبیعت سے بنالیا ہے؟ کہہ دے اگر میں نے ایسا کیا ہے تو ضرور ایسے شخص پر ہلاکت نازل ہوتی ہے جیسا کہ توریت سفر استثناء کے اٹھارہویں باب میں مذکور ہے کہ

''جو کوئی نبی خدا کی طرف وہ بات منسوب کرے کہ جو اس نے نہیں کی وہ قتل کیا جائے گا۔ اور عقل بھی چاہتی ہے کہ اگر ایسا نہ ہو تو نظام ملی میں فرق آجائے پس مجھ کو اللہ کے عذاب سے کون بچاسکے۔ یعنی اگر میں جھوٹا ہوتا تو سرسبز نہ ہوتا۔ آسمانی بلا مجھ پر آتی۔ پس معلوم ہوا کہ تمہیں جھوٹے ہو جھوٹی باتیں بناتے ہو وہ اللہ سے مخفی نہیں میرے تمہارے درمیان اس کی گواہی بس ہے''۔

میں کوئی انوکھا رسول نہیں!...... پھر ان کے تعجب کو دفع کرتا ہے: فقال: قُلْ مَا کُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ

ان سے کہہ دیجئے کہ میں کوئی نیا یا انوکھا رسول نہیں ہوں جو مجھ سے بار بار معجزات طلب کرتے ہو اور میرے حوائج بشریہ پر طعن کرتے ہو کہ رسول ہو کر کھانا کھاتا ہے، بازاروں میں خرید وفروخت کے لیے جاتا ہے، اس لیے (اللہ تبارک وتعالیٰ) اوصاف بشریت بیان کرتے ہیں کہ کیسا ہی اولوالعزم نبی کیوں نہ ہو، ان (اوصاف) سے الگ نہیں ہوسکتا۔

میرا کام تو خبردار کرنا ہے:...... فقال: وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ آیت کے معنی میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے۔ مگر صاف معنی یہ ہیں کہ دنیا میں حوادث پیش آنے والوں کی بابت کہ کل میرے ساتھ کیا ہوگا بیماری تندرستی وغیر ذٰلک۔ اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا مجھے کیا معلوم ہے؟ یہی مضمون ایک جگہ یوں آیا ہے:

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا کہ کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ کل کیا کرے گا؟۔ ان امور میں آنحضرت ﷺ اسی قدر کے غیب داں تھے جس قدر کہ آپ ﷺ کو بتلایا گیا۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ آنحضرت ﷺ کو اپنے اور کفار کے امور اخروی میں لاعلمی تھی بلکہ اپنے مطیعوں (فرمانبرداروں) کا جنتی اور مخالفوں کا جہنمی ہونا معلوم تھا اور جس نے یہ معنی سمجھ کر اعتراض کیا ہے، بڑی غلطی کی ہے۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ۝ کہ میں وحی کا تبع اور ڈرسنانے والا ہوں خدا نہیں ہوں نہ فرشتہ ہوں اس کے بعد مسئلہ نبوت کو اور دوسری طرح سے بیان فرماتا ہے۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ کَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَکَفَرْتُمْ بِہٖ وَشَہِدَ شَاہِدٌ مِّنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ...الخ کہ قریش مکہ ذرا اس بات کو تو سوچو کہ اگر یہ منجانب اللہ ہوا ہے مگر اس طرح سے گفتگو علی سبیل الزام ہوا کرتی ہے اور تم نے اس کا انکار کردیا اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ نے اس پر گواہی دی تو بتاؤ تمہارا درجہ کیا ہوگا۔ کیونکہ اس کے باطل ہونے پر بھی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں۔

آنحضرت ﷺ کی نبوت پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت

وَشَہِدَ شَاہِدٌ مِّنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی مِثْلِہٖ کے معنی میں علما کے دو قول ہیں:

جمہور کا یہ قول ہے کہ اس گواہ سے مراد کہ جس نے گواہی اس پر دی (کیوں کہ مثل کا لفظ زائد ہے اس سے مراد وہی شے ہے جب کہ کہتے ہیں کہ مثلک لا تبخل مراد یہ کہ تم بخل نہیں کرتے) وہ عبداللہ بن سلامؓ ہیں جو کتب سابقہ میں آنحضرت ﷺ کی پیشنگوئی دیکھ کر ایمان لائے۔ یہی حسن و مجاہد و قتادہ و عکرمہ وغیرہ کا قول ہے اور صحیح بخاری و مسلم کی اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہے کہ جو سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے۔ اور ترمذی و ابن مردویہؒ نے بھی عبداللہ بن سلامؓ سے نقل کیا کہ یہ آیت میرے حق میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ بھی یہی فرماتے ہیں۔ لیکن شعبیؒ و مسروقؒ اور ایک جماعت کہتی ہے یہ کوئی اور شاہد ہے نہ کہ عبداللہ بن سلامؓ، اس لیے کہ یہ سورت مکیہ ہے اور حضرت عبداللہ بن سلامؓ ہجرت کے بعد آنحضرت ﷺ کی وفات سے کل دو برس پیشتر ایمان لائے تھے۔ نزول سورت کے وقت انہوں نے شہادت دی تھی۔ اس لیے دو جواب دیے گئے ہیں۔

اول یہ کہ اس سورت میں صرف یہ آیت مدنیہ ہے۔ دوم یہ کہ گو تمام سورت مکیہ ہو تب بھی یہ اعتراض وارد نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ شھد کا عطف کان پر ہے جو کل حیز شرط میں داخل ہے۔ اس صورت میں ماضی بھی مستقبل کے معنی میں ہو جاتی ہے یعنی اگر یہ کتاب منجانب اللہ ہو اور کوئی بنی اسرائیل کا شاہد بھی اس کی شہادت دے اور حال یہ کہ تم انکار کر چکے پھر کہو تمہارا کیا درجہ ہو؟ پس گو اس وقت تک حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے شہادت نہ دی تھی مگر اس پیشن گوئی کے مطابق بعد میں ادا کی۔ (صدق اللہ العظیم)۔

جہاں تک میں خیال کرتا ہوں میرے نزدیک شاہد سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں [1] اور تنوین تعظیم کے لیے ہے اور آپ نے توریت میں مثل ہونے کی شہادت دی ہے جیسا کہ توریت سفر استثنا کے اٹھارویں باب میں ہے اور خداوند نے مجھے کہا۔ ١٨۔ میں (ان کے لیے (بنی اسرائیل کے لیے) ان کے بھائیوں میں سے بنی اسمٰعیل میں سے جو بنی اسرائیل کے بھائی اور ہم جدی ہیں تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ لکھی ہوئی کتاب اس کے پاس نہ آئیں گی بلکہ الہام کے طور سے خدا اس کے دل پر نازل کرے گا بواسطہ جبرائیل اور اپنے منہ سے آپ ﷺ اس کو ادا کریں گے۔ چنانچہ خدا نے بنی اسمٰعیل میں موسیٰ علیہ السلام کے مانند حضرت محمد ﷺ کو پیدا کیا۔ اے بنی اسمٰعیل! موسیٰ علیہ السلام تو آپ ﷺ کی شہادت دیں اور تم انکار کرو۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ⑪ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ڰ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ⑫ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ⑬ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑭

ترجمہ:..... اور منکروں نے ایمان والوں سے کہا اگر یہ دین بہتر ہوتا تو یہ اس پر ہم سے پہلے دوڑ کر نہ جاتے اور جب اس کو نہ پایا تو کہہ دیں

[1] مسروق کا بھی یہی قول ہے ١٢ منہ

گے یہ تو قدیم جھوٹ ہے ⑪ اور اس سے آگے موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت تھی اور یہ کتاب اس کو سچا کرنے والی ہے عربی زبان میں تاکہ ستمگاروں کو خبردار کردے اور نیکوں کو خوشخبری دے ⑫ بے شک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر قائم بھی رہے تو نہ ان کو کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے ⑬ یہ لوگ بہشت والے ہیں اس میں صدا رہا کریں گیا اس کے بدلہ میں جو وہ کیا کرتے تھے ⑭۔

ترکیب:......من جار قبله مجرور الجار مع مجرورها خبر مقدم۔ و کتب موسی مبتداء مؤخر والجملة فی محل النصب علی الحال أو مستانفة۔اماما ورحمة قال الزجاج انهما حالان وقال الاخفش منتصبان علی القطع وقال ابوعبیدة أی جعلناه اماما ورحمة۔لسانا عربیا حال من الضمیر فی مصدق العائد الی کتاب اللہ۔ و بشری فی محل النصب عطف علی محل۔لتنذر لانه مفعول به کذاقال الزمخشری وقیل مرفوع أی هو بشری وقیل معطوف علی مصدق۔

کفار کے قرآن کریم پر شبہات کا ازالہ

تفسیر:......قریش نے اس نالائقی پر یہ بھی کہہ دیا: لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ ... الخ کہ اگر یہ قرآن برحق ہوتا تو اس میں کچھ بہتری ہوتی تو کیا ہم سے پہلے یہ غریب لوگ اس کو قبول کرتے بلکہ سب سے پہلے ہم مانتے۔انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ دنیا میں کامیاب ہو نا دینی فضائل کا حاصل کر لینا ہے۔مکہ میں سب سے پہلے غریب لوگ ایمان لائے تھے من جملہ ان کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک لونڈی بھی تھی۔اس کو اس بات پر مارتے مارتے تھک جاتے تھے مگر وہ دین سے باز نہ آتی تھی اس بات پر کفار قریش تمسخر کرتے تھے کہ اگر یہ قرآن حق ہوتا تو سب سے پہلے ہم قبول کرتے کیا فلاں لونڈی ہم سے پہل کر جاتی۔(یہ ابن المنذرؒ نے روایت کیا ہے)۔

اس کے جواب میں (اللہ تبارک وتعالیٰ) فرماتے ہیں: وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ ...الخ یعنی جب ان کی سمجھ میں نہ آیا تو اس کو قدیمی جھوٹ بتادیا ① اور قدیم کا جھوٹ بتانا بھی ان کا غلط ہے۔اس لیے کہ قدیم سے موسیٰؑ کی کتاب یعنی توریت جو راہ نما اور رحمت تھی وہ تمہارے نزدیک بھی افک یعنی جھوٹ نہ تھی۔وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ اور یہ کتاب یعنی قرآن اس کی تصدیق کرتا ہے۔توحید واصول شرائع وقصص انبیاء وامم سابقہ میں ایک دوسرے کے موافق ہے پھر یہ کیوں کر جھوٹ ہوا۔ہاں! یہ بات ہے کہ یہ عربی زبان میں ہے تاکہ بدکاروں کو ان کے بد نتیجہ سے ڈرادے اور نیکوں کو خوشخبری دے۔اس کے بعد نیکی کے چند اصول بیان فرماتا ہے:

فقال: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ کہ جس نے اللہ کی ربوبیت وتوحید کا اقرار کیا اور پھر وہ اس پر قائم بھی رہا۔اس ایک جملہ میں بہت سی باتیں آگئیں۔پس ایسے لوگوں کے لیے نہ کچھ غم ہے نہ آئندہ رنج ہوگا یہ لوگ ہمیشہ جنت میں رہا کریں گے۔یہ ہے وہ خوشخبری نیکوں کے لیے جن کے لیے قرآن آیا۔سبحان اللہ! کس لطف کے ساتھ قرآن کا کتاب الٰہی ہونا بتایا اور اس کے ضمن میں اصول حسنات اور اس کے ثمرات بھی بیان کردیے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ۭ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۭ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا

① ......یعنی ہمیشہ سے لوگ ایسی باتیں بناتے آئے ہیں ١٢ منہ۔

تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٥﴾

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ

اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ۭ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿١٦﴾

ترجمہ:......اور ہم نے انسان کو تاکید سے حکم دیا کہ اپنے والدین سے نیکی کیا کرے اس کی ماں نے اس کو تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور تکلیف سے جنا اور اس کا حمل اور دودھ چھڑانے میں تیس مہینے لگے یہاں تک کہ جب جوان ہوا اور چالیس برس کو پہنچا تو کہنے لگا اے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکریہ ادا کروں کہ جو تو نے مجھے اور میرے ماں باپ کو عطا کی ہیں اور یہ بھی کہ میں ایسے نیک کام کیا کروں جن سے تو خوش رہے اور میری اولاد کو میرے لیے ٹھیک کر دے میں تیری طرف رجوع ہوا اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں ﴿١٥﴾۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے عمدہ کام ہم قبول کرتے ہیں اور ان کی برائیوں سے درگزر کرتے ہیں اہل بہشت سے ہوں گے یہ اس سچا وعدہ کے مطابق جو ان سے کیا گیا تھا کہ وہ جنتیوں میں سے ہوں گے ﴿١٦﴾۔

ترکیب:...... احسنًا انتصابه على المصدرية أى ان يحسن احسانًا حتّٰى غاية لعاش ـ أشد جمع شده عند سيبويه وقيل لا واحد له قال رب... الخ جواب لا ذا بلغ ـ فى اصحٰب الجنة الجار والمجرور فى محل النصب على الحال أى كائنا فى جملتهم وعد الصدق انتصابه على المصدرية أى وعدهم الله وعد الصدق ـ

تفسیر:...... اصول حسنات کا ذکر آ گیا تھا اور اس کی ایک قسم یعنی حقوق اللہ کی بجا آوری بیان ہو چکی بقوله ان الذين قالو ربنا الله تو مناسب ہوا کہ اس کی دوسری قسم بھی بیان ہو یعنی حقوق العباد، تا کہ اس بیان کی تکمیل ہو جائے اس لیے حقوق العباد میں سے جو سب زیادہ مؤکد تھے ان کو ذکر کرتا ہے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکیدی نصیحت

فقال: وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ... الخ کہ ہم نے انسان کو بتاکید حکم [1] دیا ہے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے۔ نیکی کی تشریح نہیں کی بلکہ اس عرف پر چھوڑ دیا جو عرف میں نیکی سمجھی جاتی ہو کھانا کھلانا کپڑا پہنانا وغیرہ۔ پھر اس کی طبیعت کو مادر ضعیفہ کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ بالخصوص اس پر زیادہ رحم کیا کرے اور اس کا حق زیادہ ہے۔

مسئلہ رضاع:...... فقال: حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا ... الخ کہ اس کی ماں نے تکلیف سے اس کو پیٹ میں رکھا اور تکلیف سے جنا اور اڑھائی برس تک دودھ پلانے اور حمل میں رکھنے میں ایک ساتھ محنت کی۔ دو برس دودھ پلانے کے حولین کاملین اور چھ مہینے کم سے کم حمل کے۔ اس سے حمل کی اقل مدت چھ مہینے ثابت ہوئی۔ یہ امام شافعیؒ و امام ابو یوسف و محمدؒ کا قول [2] ہے۔

---

[1] وصیت وقت اخیر کے حکم کا نام ہے چونکہ وہ بڑی مؤکد ہوتی ہے اس لیے ہر مؤکد بات کو بلفظ وصینا کہنے لگے ۱۲ منہ۔

[2] ...... گر حمل میں زیادہ سے زیادہ مدت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول بموجب صرف دو برس ہوں گے میں کہتا ہوں زیادہ مدت حمل کی دو برس میں منحصر کرنا کچھ فائدہ نہیں دیتا کس لیے کہ جب لڑکا پیدا ہوگا اسی وقت سے اس کے احکام جاری ہوں گے خواہ دو ہو یا کم۔ ہاں کم مدت کا اندازہ کرنا چاہیے تا کہ صحیح النسب اور ولدالزنا میں فرق کیا جائے۔ اسی طرح دودھ پلانے کی مدت زیادہ سے زیادہ کو مقرر کرنا چاہیے کم میں تو اختیار ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کہتے ہیں اس آیت میں حمل وفصال سے مراد گود میں اٹھانا اور اتارنا ہے قیاس سے ثابت ہوا کہ مدت رضاعت اڑھائی برس ہیں۔ اور اگر حمل وفصال کے یہی معنی مراد لیے جائیں تو ثلثون شهرا دونوں کی خبر ہے پس ثابت ہوگا کہ زیادہ سے زیادہ مدت حمل اور دودھ پلانے کی اڑھائی برس ہے اور حولین کاملین اس کے منافی نہیں۔ کس لیے کہ حولین کاملین اس صورت میں ہیں جہاں باپ کو دودھ پلانے کی اجرت دینی پڑتی ہے اور اس کی تعین کے لیے حولین کاملین آیا کہ کب تک باپ سے اجرت لے کر دودھ پلایا جائے، نہ یہ کہ اصل مدت یہی ہے۔ پس احتیاط اسی میں ہے کہ رضاعت میں اڑھائی برس کے زمانہ کا لحاظ کیا جائے یعنی اڑھائی برس تک جو بچہ کسی کا دودھ پیئے گا، رضاعت ثابت ہوگی۔

خدا تعالیٰ سے دعا:...... حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ یہاں تک کہ جب جوانی کو پہنچا اور چالیس برس کی عمر آئی قوی بہیمیہ کا زور ٹوٹا تب اس نیک اور پاک روح کو اپنا اصلی وطن عالم قدس یاد آیا اور وہاں کے توشہ کی فکر ہوئی تو خدا سے دعا کرنے لگتا ہے:

رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ ... الخ اے اللہ مجھے اپنی ان نعمتوں کی شکر گزاری کی توفیق عطا کر جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا کی تھیں اور مجھے اپنے پسندیدہ نیک کاموں کی بھی توفیق دے اور میری نسل میں صلاحیت عطا کر کہ تیری عبادت کریں اور مجھے بھی آرام دیں اور یادگار خیر پیچھے رہے۔ یہ تین باتوں کی دعا تھی اور چونکہ سعادت کے تین رتبے ہیں سب سے بڑھ کر سعادت نفسانیہ، دوم بدنیہ سوم خارجیہ۔ اس لیے سب سے اول شکر کی درخواست کی جو دل سے متعلق ہے اور سعادت نفسانیہ ہے اس کے بعد عمل صالح کی جو سعادت بدنیہ ہے پھر اولاد کی نیک بختی کی جو سعادت خارجیہ ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شکر قلب کا فعل ہے اس لیے عالی درجے کی عبادت ہے اس کو اول میں لائے اس کے بعد اور عمل صالح کو یہ بندگی اور فرض منصبی تھا اس کے بعد اپنے لیے منافع دنیا و دین طلب کیے۔

توبہ اسلام کی شرط ہے:...... اور دعا کے بعد اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۝ بھی کہہ دیا اس بعد کے اعلان کے لیے توبہ و اسلام سرکاری حلقے میں داخل ہونے کے لیے شرط ہیں ورنہ مقبول نہیں ہوتا۔ اس کے بدلہ میں مژدہ سناتا ہے:

اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا کہ ان کے نیک اعمال کو ہم قبول کریں گے اور جو کچھ ان سے برائی ہوئی ہوگی اس سے درگزر کریں گے اور یہ لوگ بموجب وعدہ الٰہی جو سچا ہے جنتی ہوں گے۔

۱) مدت رضاعت:...... جمہور نے حملہ وفصالہ دونوں کی مجموعی اور تخمینی مدت جو اکثر وقوع میں آتی ہے۔

ثلثون شهرا اڑھائی برس مراد لیے ہیں اس عرصے میں عورت حمل سے لے کر دودھ بڑھانے تک سب کاموں سے فارغ ہوجاتی ہے پھر اس مدت کو باہم حمل وفصال پر تقسیم کیا تو بحکم آیت حولین کاملین پورے دو برس تو دودھ پلانے کے اور باقی چھ مہینے حمل کے کم از کم ٹھہرائے۔ یہ ایک اصل تھی پھر اس پر مسائل فقہیہ بہت سے متفرع ہوئے۔ ہم کہتے ہیں جب یہ آیت میں اکثر یہ مدت دونوں کی بیان کی ہے یعنی ایک عام دستور۔ تو پھر چھ مہینے کا حمل تو عام دستور نہیں یہ تو شاذ و نادر ہوتا ہے عام تو نو مہینے کا ہے دو برس پورے نہیں ہونے پاتے کہ بچے کا دودھ بڑھا دیتے ہیں اس عرصے میں وہ کھانے پینے لگتا ہے ہاں اگر بچہ ضعیف ہے تو مہینے دو مہینے اور پلواتے ہیں دو برس پورے کر لیتے ہیں۔ اس تقدیر پر آیت کے معنی تو بہت ٹھیک ہوگئے مگر وہ جو رضاعت و حمل کے اصول قرار دیے ہیں ان کے ثبوت کو احادیث و آثار صحابہ اور ان کا تعامل وفتوی بھی لینا چاہیے ورنہ صرف اس آیت سے ثبوت مشکل ہے۔

۲) مدت بلوغت:...... بلغ اشدہ: اشد: زور جوانی۔ اس کی مدت میں علما کے کئی قول ہیں:

حضرت عطاؒ کہتے ہیں: حضرت ابن عباسؓ اٹھارہ برس کی عمر میں اشد حاصل ہونے کے قائل ہوئے ہیں۔شاید بلوغ مراد لیا ہے جیسا کہ امام شافعیؒ کا قول ہے۔اگر اشد سے بلوغ مراد لیا جائے گا تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ علی اختلاف البلاد و الامزجہ دس گیارہ سے لے کر اٹھارہ تک میں لڑکی بالغ ہو جاتی ہے اور چودہ سے لے کر اٹھارہ تک لڑکا بالغ ہو جاتا ہے اس میں کوئی خاص مدت معین نہیں ہو سکتی۔اور جو اشد سے مراد عمدہ توانائی اور بھرپور جوانی لی جائے تو یہ بیس سے لے کر تیس بتیس برس تک کا زمانہ ہے۔اکثر مفسر اسی لیے اس کی مدت ٣٢ برس کہتے ہیں۔دونوں صورتوں میں اشد کا زمانہ جوش جوانی کا ہے اور چالیس برس کا زمانہ استکمال قوی و مدرکات کا ہے۔

٣) **عمر حیوان کے تین مراتب:** ...... حکماء کہتے ہیں عمر حیوان کے تین مرتبے ہیں، یہ اس لیے کہ اس کا بدن حرارت و رطوبت غریزیہ ❶ بغیر بن نہیں سکتا اور یہ ظاہر ہے کہ اول عمر میں رطوبت غریزیہ غالب ہوتی ہے آخر میں ناقص ہو جاتی ہے اور زیادت سے نقصان تک آنا بغیر اس کے ممکن نہیں کہ بیچ میں ایک استوا کا مرتبہ نکلے۔پس لامحالہ تین زمانے ہوں گے

١) یہ کہ رطوبت غریزیہ حرارت غریزیہ سے زائد ہو۔یہ وہ زمانہ ہے کہ اعضا طول و عرض و عمق میں بڑھیں گے اس کو نشو و نما کا زمانہ کہتے ہیں

٢) یہ کہ رطوبت غریزیہ حرارت غریزیہ کے محفوظ رکھنے کو کافی ہو بالا زیادہ نقصان اس کو سن وقوف اور سن شباب کہتے ہیں۔

٣) یہ کہ رطوبت غریزیہ کم ہونے لگی اور حرارت اصلیہ کو پورے طور سے محفوظ نہیں رکھتی۔چراغ کا تیل کم ہونے لگے تو لو بھی کم ہونے لگے۔یہ نقصان بھی دو قسم کا ہے ایک کم درجہ کا نقصان اس کو سن کہولت کہتے ہیں۔دوسرا نقصان ظاہر اور اس کو سن شیخوخۃ کہتے ہیں یعنی بڑھاپا چالیس برس تک، وقوف تھا یعنی برابر کا زمانہ اس کے بعد سے ''کہولت'' شروع ہوتی ہے انسان کے قوائے بدنیہ اور خواہش بہیمیہ گھٹنے لگتی ہیں اور برعکس بدن کے روح کا معاملہ ہے یعنی جو زمانہ جسم کی قوت کا ہے وہ زمانہ کمالات روحانی کی کمی کا ہے اور جو بدن کے گھٹنے کا ہے وہ کمالات روحانیہ کے بڑھنے کا ہے اس لیے حق سبحانہ فرماتا ہے فلما بلغ اربعین سنة اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ عالم قدس کی طرف انسان کی توجہ اس وقت سے ہونے لگتی ہے۔سبحان اللہ! کیا کیا اسرار کلام میں ودیعت رکھے ہیں۔

وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ
قَبْلِيْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ڰ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ښ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ
اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٧ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ
مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ۝١٨ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا
عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝١٩

ترجمہ: ... اور ایک وہ بھی کہ جو اپنے ماں باپ سے کہتا ہے پھٹے سے منہ کیا تم مجھے قبر سے زندہ ہو کر نکلنے کا وعدہ دیتے ہو حالانکہ مجھ سے بیشتر بہت سے قرن گزر گئے اور ماں باپ ہیں کہ خدا کی دہائی دے رہے ہیں کہ او کم بخت ایمان لا بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے۔پھر وہ کہتا ہے یہ ہے کیا مگر پہلوں کے افسانے ⑰ ان سے پہلے جو بہت سی امتیں جن اور آدمیوں سے ہو گزری ہیں کہ جن پر خدا کا فرمودہ کہ وہ

❶ ... اصلیہ جو فطرت نے اس کو عطا کی تھی ١٢ منہ۔

خود زیاں کار ہیں⑱ پورا ہو گیا کہ یہ خراب ہوں گے اور ہر ایک کے لیے اپنے اپنے اعمال کے مطابق درجے ہیں اور تاکہ اللہ ان کے اعمال کا ان کو پورا عوض دے اور ان پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا⑲۔

ترکیب :...... والذی مبتداء المراد به الجنس اولئک خبره۔ تعِدٰنني: بنونین مخففتین ان اُخرج :مفعول ثان لتعدان وهمَا يستغيثٰن: حال ,والله: مفعول يستغيثان لانه فی معنی يسأ لان ۔ويلک مصدر لم يستعمل فعله وقيل به الزمک الله ويلک

تفسیر :...... اہل سعادت کے بعد اہل شقاوت کا بھی اس کے مقابلے میں ذکر کرتا ہے کہ نیک اولاد ایسی ہوتی ہے اور نالائق بیٹے ایسے ہوتے ہیں پس فرماتا ہے: وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ ...الخ

نافرمان اولاد :...... ایک وہ بد ہے جو اپنے ماں باپ سے بدکلامی کرتا ہے، تف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا تم مجھے مر کر بار دگر (دوبارہ) زندہ ہونے کا وعدہ دیتے ہو کہ مر کر زندہ ہوں گا؟ اور اپنے کیے کا وہاں بدلہ پاؤں گا۔ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ ۔اجی! بہت سے قرن مجھ سے پہلے مر چکے ہیں، ہم نے تو کسی کو بھی مر کر زندہ ہوتے نہیں دیکھا۔ ماں باپ خدا کی دہائی دیتے ہیں اور کہتے ہیں: اے کم بخت! کیا بکتا ہے توبہ کر، ایمان لا، اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ مگر وہ ناخلف کہتا ہے: ایسے افسانے بہت سے سنے ہیں، بہت سے لوگ ایسی باتیں بتاتے آئے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ایک تو وہ لوگ تھے ایک یہ ہیں کہ ماں باپ تو ان کو دنیا و دین کی بھلائی کی کہتے ہیں اور یہ ان سے یہ کہتے ہیں پس یہ کون ہیں اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ ...الخ یہ وہ بد بخت ازلی ہیں کہ جن پر نوشتۂ ازلی پورا ہو گیا، جیسا کہ ان سے پہلے اور بہت سے جن و انس کی جماعتوں پر ہو چکا کہ یہ زیاں کار ہیں۔ پس دونوں فریق نیک و بد اپنے اعمال کا بدلہ پائیں گے اور کسی پر ظلم نہ ہوگا۔

بعض کہتے ہیں کہ پہلا کلام: حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ ...الخ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں اور ''وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ'' حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوا ہے۔ مگر یہ تخصیص محض تکلف ہے۔ کلام عام ہے جو کوئی ایسا ہو۔ ہاں! یہ ہو سکتا ہے کہ لوگوں نے اول کلام کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر صادق آتا سمجھا۔

اور مروان کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حجاز کا عامل بنا کر بھیجا تھا وہ لوگوں کو یزید کی بیعت پر آمادہ کرتا تھا۔ عبدالرحمٰنؓ نے یہ دیکھ کر کہہ دیا یہ تو خلفاء راشدین کا طریقہ نہیں بلکہ شاہانہ طریق ہے۔ اس پر مروان نے خفا ہو کر کہہ دیا کہ عبدالرحمٰنؓ وہ ہے کہ جس کے حق میں وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ نازل ہوا ہے۔ مگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سن کر مروان کو جھوٹا کہہ دیا اور اپنے بھائی عبدالرحمٰنؓ کو اس کے اتہام (تہمت) سے بری کیا۔ اس قصہ کو بخاریؒ نے نقل کیا ہے پھر اس سے یہ سمجھنا کہ یہ آیت عبدالرحمٰنؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے غلط سمجھ ہے

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ

الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ

تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ⑳ وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ ع

اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا

تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿٢١﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا
لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿٢٢﴾ قَالَ اِنَّمَا
الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ٘ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّیْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿٢٣﴾
فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِیَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ
هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِیْحٌ فِیْهَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿٢٤﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَیْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا
فَاَصْبَحُوْا لَا یُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿٢٥﴾

ترجمہ:...... اور جس دن کافر آگ کے روبرو لائے جائیں گے ان سے کہا جائے گا کہ تم اپنے مزے اپنی دنیا کی زندگی میں لے چکے اور ان کو برت چکے پھر آج کے دن تو تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی اس وجہ سے کہ تم دنیا میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور اس وجہ سے کہ تم بدکاری کیا کرتے تھے ﴿٢٠﴾ اور عاد کے بھائی ہود کو بھی یاد کرو جب کہ اس نے اپنی قوم کو بمقام احقاف ڈرایا حالانکہ اس کے آگے اور پیچھے ڈرسنانے والے گزر چکے تھے کہ خبردار اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو کیونکہ میں تم پر بڑے دن کی آفت آنے سے ڈراتا ہوں ﴿٢١﴾ تو وہ کہنے لگے تو کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دے پھر تو جس عذاب سے ڈراتا ہے ہمارے پاس لے آ اگر سچا ہے ﴿٢٢﴾ ہودؑ نے کہا یہ خبر تو اللہ ہی کو ہے اور میں تو تم کو وہ احکام پہنچائے دیتا ہوں جو مجھے دے کر بھیجے گئے ہیں لیکن میں تم کو جہالت کرنے والی قوم دیکھتا ہوں ﴿٢٣﴾ پھر جب دیکھا کہ عذاب ابر کی طرح ان کے میدانوں سے اٹھ کر چلا آتا ہے تو کہنے لگے کہ یہ ابر ہم پر برسے گا (وہ ابر نہیں) بلکہ وہ ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے وہ آندھی ہے کہ جس میں عذاب دکھ دینے والا ہے ﴿٢٤﴾ اپنے رب کے حکم سے ہر شے کو اکھاڑ کر پھینک دیتی تھی پھر تو یہ ہوا کہ ان کے گھروں کے سوا اور کچھ دکھائی نہ دیتا تھا ہم نافرمانوں کو یوں ہی سزا دیا کرتے ہیں ﴿٢٥﴾۔ [1]

ترکیب:...... رواہ الضمیر یعود الی مافی قولہ بماتعدنا وقیل الی غیر مذکور۔ وبینہ قولہ عارضاً منصوب علی الحال او التمییز العارض السحاب قالہ ابن عباس وبہ قال الجوہری۔

تفسیر:...... اشقیا کی بابت صرف اس قدر بیان فرمایا تھا کہ ان کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا اب یہاں اس پورے بدلے کو کسی قدر مشرح (قدرے تفصیل سے اللہ تبارک وتعالیٰ) بیان فرماتے ہیں۔ فقال:

[1] کچھ عرصہ سے قوم عاد پر قحط تھا۔ یہ ایک خدا تعالیٰ کا ان کے بیدار کرنے کا چھوٹا سا کوڑا تھا۔ اس پر بھی ویسے ہی گمراہ رہے۔ اب ہلاکی کا وقت آیا تو سیاہ آندھی اٹھتی ہوئی نمودار ہوئی جس کو دیکھ کر وہ خوش ہوئے کہ ہمارے سامنے یہ بادل اٹھا ہے یہ ضرور پانی برسادے گا وہ دراصل بادل نہ تھا سیاہ آندھی تھی جس کی نسبت وہ پیغمبر سے کہہ دیا کرتے تھے کہ ہلاکت کا روز وہ لاتا کیوں نہیں۔ پس ایسی سخت زور سے آندھی چلنی شروع ہوئی کہ آدمی اڑنے لگے۔ ٹکرا کر مر گئے اور چیلوں کی طرح اوپر کو اڑتے جاتے تھے بڑے بڑے درخت اڑتے پھرتے تھے سات روز یہی بلا رہی بس ان کے مکانات باقی رہے وہ سب ہلاک ہوئے۔ ١٢ منہ۔

کفار و منکرین کا جہنم پر پیش کیا جانا

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اور یاد کرو کہ جس دن منکر لوگ جہنم کے روبرو لائے جائیں گے تب ان سے کہا جائے گا؟ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ کہ تم اپنے مزے دنیا میں حاصل کر چکے اور خوب برت لیا اب اپنے تکبر اور بدکاری کی وجہ سے ذلت کا عذاب اٹھاؤ۔ یعنی آخرت کو بھول گئے تھے دنیا کی عیش و آرام میں ایسے محو (مشغول) تھے کہ آخرت کے لیے کچھ بھی فکر نہ کی۔

واحدیؒ فرماتے ہیں کہ فی الجملہ نفس کشی دنیا میں بہت عمدہ چیز ہے کہ اس کا بدلہ آخرت میں ملے گا۔ اسی لیے نیکوں پر دنیا میں عیش تلخ رہا ہے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ جب مجھے نبی ﷺ نے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو یہ ارشاد فرمایا کہ تنعم یعنی عیش و تن پروری سے بچنا کیونکہ اللہ کے بندے تن پرور نہیں ہوتے ہیں (رواہ احمد)

ایک بار حضرت عمرؓ نے پانی مانگا تو کوئی شہد کا شربت لایا۔ کہا یہ عمدہ ہے لیکن میں سنتا ہوں کہ خدا تعالیٰ شہوات کی برائی کرتا ہے فقال: اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ (الآیۃ) میں ڈرتا ہوں کہ میری نیکی کا بدلہ مجھے دنیا ہی میں نہ مل جائے پس نہ پیا (رواہ رزین)۔

لیکن لذات حلال اکل و شرب وغیرہ ممنوع بھی نہیں ہیں بقولہ تعالیٰ: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مگر عیش و تجمل کے عادی ہونے سے خوف ہے کہ اس کا نفس بری باتوں کی طرف نہ لے جائے۔

کفار مکہ بھی انہیں شہوات و لذات پرستی میں ہدایت و آخرت کی طرف متوجہ نہ ہوئے اس لیے ان کو وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ (الآیۃ) سنایا گیا اس لیے ان کو قوم عاد کا قصہ سنایا جاتا ہے جو لذات و نعماء دنیا میں ایسے غرق تھے کہ دار آخرت کی طرف مطلقاً متوجہ نہ ہوئے اور اپنے ہادی کا کہنا نہ مانا اس لیے ان پر ایک بلا نازل ہوئی جس سے وہ قوم برباد ہوئی۔ بلاشک عیش و تن پروری کا برا نتیجہ دنیا میں بھی مل جاتا ہے کہ مال و دولت، سلطنت و شوکت ہاتھ سے جاتی رہتی ہے۔

فقال: وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ ...الخ کہ قوم عاد کے بھائی (حضرت) ہود علیہ السلام کو یاد کر جب کہ اس نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا جو عمان و مہرہ کے درمیان ایک وادی ہے آخر نہ مانا غارت ہوئے۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۟ ع وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۟ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۟

ترجمہ:...... اور البتہ ہم نے قوم عاد کو وہ مقدور دیا تھا (جو اہل مکہ) تم کو بھی نہ دیا اور ہم نے ان کو کان اور آنکھیں اور دل بھی دیا تھا پھر نہ تو ان کان ہی کچھ کام آئے اور نہ ان کی آنکھیں ہی کام آئیں اور نہ ان کے دل ہی کچھ کام آئے، کیوں کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار ہی کرتے رہے اور (آخر) جس عذاب کا وہ ٹھٹھا اڑایا کرتے تھے ان پر آ پڑا ۲۶ اور البتہ ہم تمہارے آس پاس کی بستیاں غارت کر چکے

ہیں اور طرح طرح سے اپنے نشان قدرت بھی دکھائے کہ کاش وہ رجوع کریں ۲۷ پھر ان بتوں نے کیوں مدد نہ کی جن کو انہوں نے مرتبہ حاصل کرنے کے لیے معبود بنا رکھا تھا اللہ کے سوا بلکہ وہ تو ان سے کھو گئے تھے اور یہ ان کا جھوٹ تھا۔ اور جو کچھ وہ ڈھکوسلے بنایا کرتے تھے (وہ بھی غلط تھے) ۲۸

ترکیب:...... فیما ما بمعنی الذی و ان نافیة فتقدیر الکلام مکنّاهم فی الذی ما مکنّاکم فیه من کثرة المال و طول العمر و قوة الابدان۔ و قیل ان زائدة أی و لقد مکناهم فیما مکنّاکم فیه الاول قول المبرد و الثانی قول القتیبی۔ لو لا بمعنی هلا۔ هم: مفعول مقدم، نصرهم الذین فاعله۔ اتخذوا . . . الخ و الذین قال الکسائی القربان ما یتقرب به الی الله من طاعته و نسیکه و الجمع قرابین کالرهبان و الرهابین۔ و اول مفعولی اتخذوا الراجع الی الموصول المحذوف و ثانیهما قربانا و الهة بدل او عطف بیان او الهة و قربانا حال او مفعول له علی انه بمعنی التقرب۔ (البیضاوی، وهذا هو الصحیح الصریح)۔

آیات اللہ کا انکار و استہزاء کرنے والوں پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی گرفت

تفسیر:...... یہ تتمہ ہے قصۂ عاد کا۔ فرماتا: وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ ...الخ اے قریش! تم اپنے زر و مال پر کیا گھمنڈ کرتے ہو؟ اس قوم عاد کو جن کے ہلاک ہونے کا تم حال سن چکے ہو ہم نے اس قدر طاقت و قوت مال و ثروت عمر و راحت کے سامان عطا کیے تھے جو تم کو بھی نہیں دیے گئے۔ باوجود اس کے دنیاوی امور میں کچھ احمق اور نادان بھی نہ تھے ہم ان کو کان دیے تھے جن سے وہ اگلی امتوں کے حالات سنتے تھے، آنکھ بھی دی تھی جن سے وہ ہر روز عجائبات قدرت دیکھا کرتے تھے۔ دل بھی دیے تھے جن سے سمجھنے پر قادر تھے لیکن ان کے کان اور ان کی آنکھ اور ان کے دل ان کے کچھ بھی کام نہ آئے۔ ان سے کچھ فائدہ حاصل نہ کیا، ان کو دنیاوی لذات و شہوات میں صرف کیا۔ اس لیے کہ انہوں نے آیات اللہ کا انکار کر دیا اور ان کے اوپر وہ بلا آئی کہ جس کا وہ انکار و تمسخر کیا کرتے تھے۔ پیغمبر کہتا تھا کہ تم پر بلا آنے والی ہے وہ سن کر ہنستے تھے۔

مکہ کے اردگرد کی بستیوں کی ہلاکت خیزی:...... وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى:

اب پھر کفار مکہ کی طرف روئے سخن کرتا ہے کہ اے مکہ والو! ہم نے تمہارے آس پاس جنوب و شمال میں کس قدر بستیاں ہلاک کی ہیں، جنوب میں قوم عاد کی بستیاں الٹی پڑی ہیں ان کے عمارات کے نشان اے قریش! جب تم تجارت کے لیے وہاں جاتے ہو، دیکھتے ہو اور اسی طرح شمال و غروب میں قوم ثمود کی بستیاں اجڑی پڑی دکھائی دیا کرتی ہیں۔ اور قوم لوط کی بستیاں سدوم وغیرہ کے بھی آثار تم دیکھا کرتے ہو اور ان کو ہم نے یوں ہی یکبارگی ہلاک نہیں کر دیا ہے۔ بلکہ وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○ اپنی نشانیاں ادل بدل کر دکھائیں کہ وہ رجوع ہوں مگر نحوست سر پر آ چکی تھی کیوں مانتے۔ انجام کار برباد ہوئے۔

فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ پس ان کے معبودوں نے کیوں نہ مدد کی کہ جن کو انہوں نے وسیلہ بنا کر معبود سمجھ رکھا تھا اور جانتے تھے کہ یہ ہمارے کام آئیں گے۔ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ بلکہ وہ کھو گئے کہیں دکھائی بھی نہ دیے۔ وَذٰلِكَ اور یہ بات کہ وہ معبود کام آئیں گے اِفْكُهُمْ ان کا ڈھکوسلا تھا۔ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۲۸ معطوف علی افکهم اور یہ منجملہ ان کے ان ڈھکوسلوں کہ ایک ڈھکوسلا تھا۔ یعنی ایسے ایسے اور بھی خیالات باطل دماغ میں جما رکھے تھے جیسا کہ بت پرستوں میں اب تک ایسے صدہا خیالات فاسدہ مانے جاتے ہیں۔

اصول ثلاثہ اثبات باری تعالیٰ و توحید و معاد کے ضمن میں یہاں تک اور بہت سے اصول ملیہ ذکر ہو گئے، سعادت و شقاوت کے آثار ماں باپ کی خدمت گزاری کرنے نہ کرنے میں انسان کا میل طبعی دار آخرت کی طرف ہونا۔ کما قال:

وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْ (الآیة)۔

گزشتہ قوموں کے عروج وادبار، خداتعالیٰ کا اپنے ملک میں تصرفات کرنا سرکشوں کا انجام برا ہونا عقائد باطلہ سے سر پر بلا لینا وغیرہ

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا
اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝۲۹ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا
كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى
طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۳۰ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ
ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۳۱ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ
بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۳۲
اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ
عَلٰٓي اَنْ يُّحْيِۦ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓي اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۳۳

ترجمہ:......اور (یاد کرو) جب کہ ہم نے آپ کی طرف چند جن بھیجے جو قرآن سننا چاہتے تھے پھر جب وہاں آئے تو کہنے لگے چپ رہو پھر جب قرآن سن چکے تو اپنی قوم کی طرف ڈر سنانے کو گئے ۝۲۹ (جا کر) کہا اے قوم ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور سیدھے رستہ کی طرف راہ نمائی کرتی ہے ۝۳۰ اے قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی بات کو مانو اور اس پر ایمان لاؤ کہ وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے اور تم کو عذاب الیم سے بچائے ۝۳۱ اور جو اللہ کے داعی کی نہیں مانتا تو وہ زمین میں اس کو ہرا بھی نہیں سکے گا اور اللہ کے سوا اس کا کوئی حمایتی بھی نہ ہوگا، یہ لوگ ہیں جو کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں ۝۳۲ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ اللہ کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور ان کے بنانے میں نہ تھکا (تو کیا) مردہ کے زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ کیوں نہیں وہ ہر بات پر قادر ہے ۝۳۳۔

ترکیب:......یستمعون حال محمولة علی المعنی لان نفر امفرد فی اللفظ والنفر دون العشرة وجمعه انفارا۔ بقدر الباء مزیدة لتاکید النفی فانه مشتمل علی ان ومافی خبرھا۔

جنات کے قرآن سننے اور ایمان لانے کا قصہ

تفسیر:......قوم عاد کا ذکر کر کے یہ بات بتلاتا ہے کہ اے قریش! تم یہ نہ سمجھو کہ تم یہ عاد جیسے سرکش ایمان نہ لائے تو اور کوئی زور آور ایمان نہیں لائے گا۔ قوم جن تم سے زور آور اور سرکش ہے۔ بڑی شرم کی بات ہے کہ وہ تو ایمان لائیں اور اپنی قوم کو جا کر ایمان لانے کی رغبت دلائیں اور تم پیغمبر علیہ السلام کے ہم قوم، ہم زبان، ہم جنس ہو کر یوں اللہ کے داعی سے دور پڑے رہو۔ پس اے محمد ﷺ!

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ ان سے کہہ دیجیے جب کہ ہم نے تیرے پاس چند جن بھیجے قرآن سننے کو......الخ

ابن ابی شیبہؒ نے ابن مسعودؓ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ بطن نخلہ (بطن نخلہ ایک جگہ کا نام ہے) میں قرآن پڑھ رہے تھے کہ نو جن آئے جن میں سے ایک کا نام زوابعہ ہے۔ جب قرآن کی آواز ان کے کانوں میں پڑی تو دلکش مضامین سن کر چونک پڑے اور کھڑے ہو کر سننے لگے۔ اور جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو اپنی قوم میں جا کر ان کو متنبہ کیا کہ

"اے قوم! موسیٰؑ کے بعد ہم نے ایک کتاب سنی جو اگلی کتابوں کے اصول ملت کے مطابق و مصدق (تصدیق کرتی) ہے، راہ حق دکھاتی ہے۔ اے قوم! اللہ کے داعی یعنی رسول کا کہا مانو ایمان لاؤ تا کہ نجات پاؤ اور جو نہ مانے گا تو اللہ کے قبضہ سے باہر نکل نہ جائے گا کوئی اس کا حمایتی اس کو سزا سے بچا نہ سکے گا۔ نہ ماننے والے صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔"

بخاری و مسلم اور دیگر کتب احادیث میں جنوں کا آنحضرت ﷺ کے پاس آنا اور ایمان لانا بکثرت مذکور ہے اور سلف سے خلف تک اہل اسلام وجود جن کے قائل ہیں اور ہم مقدمہ تفسیر میں اس مسئلہ کو خوب ثابت کر آئے ہیں۔ اہل کتاب بھی قائل ہیں مگر وہ جو برائے نام اہل کتاب ہیں اور فلسفہ جدید کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں اور موجودات کا انحصار فلسفہ جدید میں محسوسات پر ہے وہ البتہ انکار کیا بلکہ تمسخر بھی کرتے ہیں جن کی تقلید میں بعض مسلمان بھی اس خبط میں پڑ کر عجب عجب تاویلیں کرنے لگے۔

قرآن مجید میں یہ بیان نہیں ہوا کہ وہ جن گھر سے کس تلاش میں نکلے تھے؟ روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے معبوث ہونے کے قریب قریب جس طرح آفتاب کے برآمد ہونے کے وقت اور اس سے پہلے امارات ظاہر ہوتے ہیں کچھ عجب نہیں کہ جن اس ہادی کی تلاش میں نکلے ہوں جس کی خبر ان یہودی جنوں ❶ کو موسیٰ کی توریت سے ملی ہو اور اس کے ظہور کا زمانہ ان کو امارات سے معلوم ہو گیا تھا۔ بعض روایات ❷ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اس وقت عشا کی نماز پڑھ رہے تھے۔

بعض ❸ یہ کہ صبح کی نماز میں قرآن پڑھ رہے تھے۔ ابن مسعود صحابی ایک بار جب کہ جنوں کا قافلہ آپ ﷺ کے پاس آیا جنگل میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ گئے تھے۔ پھر تو کئی بار جن آئے اور تعلیم پا کر گئے۔ بعض دفعہ کوئی بھی جنگل میں رات کے وقت آپ کے ساتھ نہیں گیا مسلمان جن لوگوں کو یوں بھی دکھائی دیے جنگلوں میں ملے ہیں۔

ثقات سے اس بارے میں بہت کچھ منقول ہے فقیر نے بھی خود مشاہدہ کیا ہے

اول سورۃ میں وہ دلائل بیان فرمائے تھے جو قادر حکیم مختار کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ اس پر دو باتیں متفرع کی تھیں۔

اول:۔ بت پرستوں کے قول کا ابطال۔ دوم:۔ اثبات توحید خالص۔ اس کے بعد مسئلہ نبوت میں کلام کیا۔ مخالفین کے جو شبہات تھے ان کے جواب دیے۔ اہل مکہ جو آنحضرت ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے میں تامل کرتے تھے اس کا باعث (سبب) دنیا پر غرور اس کی لذات و شہوت میں غرق ہونا تھا، اس لیے قوم عاد کا بیان کر کے دنیا کی بے ثباتی اور تمرد کا بدنتیجہ سامنے کھڑا کر دیا۔ پھر آپ ﷺ کی نبوت کی تعمیم شروع کی۔ انس کے لیے تو تھے ہی جن کے لیے بھی ثابت کی۔ اس کے بعد مسئلہ معاد میں کلام کرتا ہے۔

فقال: اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ ... الخ کہ کیا نہیں دیکھتے یعنی نہیں جانتے کہ جس اللہ نے آسمان و زمین پیدا کر دیے اور ان جیسے اور بھی پیدا کرنے سے عاجز نہیں وہ مردوں کو بار دگر زندہ نہیں کر سکتا؟ بے شک وہ کر سکتا ہے بلکہ ہر بات پر قادر ہے۔

---

❶ ...... جن بھی انسان کی طرح مختلف ادیان و مذاہب کے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ نیک جن کو جہنم سے نجات پا کر فنا ہو جانا ہے۔ نیک بدلہ ہے جنت نہیں۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ وہ بھی جنت میں داخل ہوں گے۔ ❷...... امام احمد کی روایت ہے۔ ❸ بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ
قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝۳۴ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ
مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ؕ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا
اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۳۵ ع

ترجمہ:......اور اس روز کو (یاد کرو) جس دن کافر آگ کے سامنے لائے جائیں گے ان سے پوچھا جائے گا کیا یہ برحق نہیں وہ کہیں گے ہمارے رب کی قسم ضرور برحق ہے حکم ہوگا پھر عذاب چکھو اپنے کفر کرنے کے بدلے میں ۝۳۴ پھر (اے نبی) صبر کرو جیسا کہ عالی ہمت رسولوں نے کیا ہے اور ان کے لیے جلدی نہ کرو کیونکہ جس دن یہ لوگ قیامت کو دیکھیں گے کہ جن کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو ان کو ایسا معلوم ہوگا کہ (دنیا میں) ایک دن میں سے ایک گھڑی بھر رہے تھے آپ کا کام پہنچا دینا تھا پھر ہلاک تو وہی ہوں گے جو بدکار ہیں ۝۳۵

تفسیر:...... یہاں تک تو امکان حشر کی دلیل تھی اس کے بعد اس کے موجود ہونے کی کیفیت بیان فرماتا ہے:

احوال حشر و کیفیت کا بیان

فقال: وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کہ کفار آگ کے سامنے لائے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ کیا یہ حق نہیں ہے؟ یعنی اب تو اس کے قائل ہوئے وہ کہیں گے ہاں۔ پھر کہا جائے گا اب قائل ہونے سے کیا فائدہ اپنے انکار کی وجہ سے عذاب چکھو۔

مطالب ثلاثہ تمام کر کے آپ ﷺ کے لیے چند نصائح اور تسلی بخش کلمات پر سورت کو تمام کرتا ہے۔

رسول کریم ﷺ کو تسلی:...... فقال: فَاصْبِرْ کہ اے محمد ﷺ آپ صبر کیجیے ان کے برا بھلا کہنے اور تکالیف کو خیال میں نہ لائیے کیونکہ آپ سے پہلے اولوالعزم رسولوں نے ایسا ہی صبر کیا۔ اور ان کے کہنے سے عذاب کی جلدی نہ کرو، اس لیے کہ وہ جس دن اپنے وعدہ کے دن اور وہاں کے مصائب کو دیکھیں گے تو دنیا کے تمام عیش و تجملات کو بھول جائیں گے باوجود زمانہ دراز تک شہوت پرستی کرنے کے یہ سمجھیں گے کہ گویا دن کی گھڑی بھر ٹھہرے تھے۔

اس کے بعد فرماتا ہے: بَلٰغٌ یعنی یہ خبر کا پہنچا دینا ہے۔

سوائے محمد ﷺ آپ نے خدا کا حکم پہنچا دیا، اب آپ کو کیا فکر ہے۔ بدکار آپ ہلاک ہوں گے۔

کردنی   خویش   آمدنی   پیش

اٰیَاتُهَا ٣٨ (٤٧) سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ مَّدَنِيَّةٌ (٩٥) رُكُوْعَاتُهَا ٤

سورۂ محمدؐ مدنیہ ہے اس میں اڑتیس آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ (١) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ
عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ (٢) ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ
وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ
اَمْثَالَهُمْ (٣) فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۭ حَتّٰٓى اِذَآ
اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاۗءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ
اَوْزَارَهَا ڒ ذٰلِكَ ړ وَلَوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ
بِبَعْضٍ ۭ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ (٤) سَيَهْدِيْهِمْ
وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ (٥) وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ (٦) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ
تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ (٧) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ
وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ (٨) ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ (٩)

ترجمہ:...... وہ جو منکر ہو گئے اور انہوں نے لوگوں کو بھی اللہ کے رستہ سے روکا تو ان کے اعمال اللہ نے برباد کر دیے (١) اور وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیے اور جو کچھ محمد ﷺ پر نازل کیا گیا اس پر بھی ایمان لائے حالانکہ وہ ان کے رب کی طرف سے برحق بھی تھے تو اللہ ان کی برائیوں کو مٹا دے گا اور ان کا حال درست کر دے گا (٢) یہ اس لیے کہ جو منکر ہوئے وہ جھوٹ کے پیرو ہوئے اور وہ جو ایمان لائے تو اپنے رب کے برحق دین پر چلے یوں بیان کرتا ہے اللہ لوگوں کی حالتیں (٣) پھر جب تم کافروں سے بھڑ جاؤ تو گردنیں مارو

یہاں تک کہ جب ہنگامہ کارزار گرم کر چلو تو قیدیوں کی مشکیں باندھ لو پھر اس کے بعد یا تو احسان کرنا چاہیے یا جرمانہ لے کر چھوڑ دینا چاہیے یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے ❶ یہ ہے حکم اور اگر اللہ چاہتا تو ان سے خود ہی بدلہ لے لیتا لیکن وہ تمہارا ایک دوسرے کے ساتھ امتحان کرنا چاہتا اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں اللہ ان کے اعمال برباد نہیں کرے گا ۞ اور ان کو عنقریب مقصود تک پہنچائے گا اور ان کی حالت درست کرے گا ۞ اور ان کو اس جنت میں داخل کرے گا جو ان کے لیے پہلے سے بتلا رکھی ہے ۞ ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا ۞ اور جو منکر ہو گئے ان پر پھٹکار ہے اور ان کا کیا اکارت کر دیا ۞ یہ اس لیے کہ انہوں نے برا سمجھا (اس کو) جو اللہ نے نازل کیا تھا پھر ان کے عمل برباد کر دیے ۞۔

ترکیب :......الذین کفروا: مبتداء، ضلّ اعمالھم: خبرہ ,والذین مبتداء، وھو الحق: جملة معترضة بین المبتداء وخبرہ وھو کفر . . . الخ ذلک مبتداء ,بان الذین: خبرہ۔ فضرب الرقاب: قالہ الزجاج اصلہ فاضربوا الرقاب ضربا۔ فحذف الفعل واقیم المصدر مقامہ مضافًا الی المفعول۔ وقیل ھو منصوب علی الاغرا۔حتی :اذا غایة لا مر بضرب الرقاب لا لبیان غایة القتل۔ فامّا منًّا . . . الخ أی فاما تمنون منا او تفدون فداء حتی متعلقہ بفشدوا الوثاق۔

تفسیر:......جمہور کے نزدیک یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔

اس میں اور بیشتر مدینہ میں نازل ہوئی سورتوں میں احکام وجہاد یا منافقوں کی بدکرداری اور اس کے برے نتائج بیان ہوئے ہیں یا مکارم اخلاق کی تاکید ہوتی ہے۔ سورہ احقاف کے اخیر میں فرمایا تھا کہ فاسق ہی ہلاک ہوتے ہیں۔ اس پر خیال گزرتا تھا کہ ان کے بعض اچھے اعمال بھی تو ہوتے ہیں خیرات وغیرہ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

منکرین کے اچھے اعمال بھی برباد ہو گئے

اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا . . . الخ کہ جو منکر ہوئے اور لوگوں کو یا اپنے آپ کو اللہ کے رستہ سے باز رکھا۔

۱۔ایمان، ۲۔صوم، ۳۔وصلوٰۃ، ۴۔جہاد، ۵۔حسنات، ۶۔اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

سب کو سبیل اللہ کا لفظ شامل ہے ان کے اعمال برباد ہو گئے بوجہ بغاوت کے وہ کچھ بھی کام نہ آئیں گے دار آخرت میں۔ اس لیے کہ وہاں کوئی عمل بغیر ایمان وخلوص کے کام نہیں آتا: وَمَن يَّعْمَل مِثْقَالَ ذَرَّةٍ کے مخالف نہیں۔ اس لیے کہ عمل سے مراد وہی عمل ہے جو ایمان وخلوص سے ہو۔ وہ ذرا برابر بھی ہو گا تو اس کا ثمرہ ملے گا۔ خیال پیدا ہوتا تھا کہ اچھا کفر اور اللہ کے رستہ سے روکنے میں تو اعمال برباد ہوئے پھر اب وہ کون سا طریقہ ہے کہ جس سے یقیناً نجات ہو جائے؟ اس کا جواب دیتے ہیں۔

ایمان کے بغیر اعمال مقبول نہیں!

(۱) وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا . . . الخ وہ لوگ جو اللہ اور دیگر ایمان لانے کی چیزوں پر ایمان لائے کتب سابقہ انبیا سابقین، ملائکہ، حشر پر اور اس کے ساتھ جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا حالانکہ وہ برحق ہے اس پر بھی ایمان لائے ان کو یقیناً نجات ہے۔ اس لیے کہ:

كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ان سے جو برے کام سرزد ہو گئے ہیں ان کو مٹائے گا۔ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ○ اور ان کے حال وشان کو درست کرے گا دنیا وآخرت میں خوشنود رہیں گے۔ پھر فرماتا ہے کہ کافروں کے ساتھ ایسا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے کے لیے ایسا کیوں تجویز ہوا؟ جس کا خسارہ دارین ہے اور ایمانداروں نے سچ کا اتباع کیا جس کا ثمرہ یہ ہے کہ خدا نے ہر بات کھول دی ہے۔

---

❶ ......یعنی جنگ موقوف ہو جائے ہتھیار اٹھانے کی حاجت نہ رہے۔

قتال کی اجازت:..... چونکہ نجات کا دارومدار خدا کے پچھلے فرستادہ محمد ﷺ کے اتباع پر رکھا گیا ہے اس لیے اس جماعت کو (جو اس نبی پر ایمان لائے ہیں) فیاضی کرنا چاہیے اور دوسرے بھائیوں کے لیے راہ راست کے کانٹوں کو صاف کرنا چاہیے اس لیے فرماتا ہے فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا ... الخ کہ جنگ میں کافروں سے مڈبھیڑ ہو جائے جو اس رستہ کے لیے خار (کانٹے اور رکاوٹ) ہیں اس شمع ہدایت کو بجھانا چاہتے ہیں تو ان کی گردنیں مارو۔ آخر میں جو ہاتھ لگیں ان کو باندھ لو پھر یا تو احسان کر دیا ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دو۔ یہ کاروائی کب تک جاری ہے؟ اس وقت تک (کہ جب) ان کے اعداء (دشمنوں) کو لڑنے کی طاقت نہ رہے۔ ہتھیار ڈال کر اطاعت وامن کی خواستگاری کریں۔ پھر اس کار خیر کی ترغیب دلاتا ہے وَلَوْ يَشَاءُ اللهُ ... الخ کہ اگر خدا چاہتا تو ان سے آپ بدلہ لے سکتا تھا لیکن بندوں کا بھی امتحان مقصود تھا کہ کون ہمارے حکم سے جان دیتا ہے؟۔

۲) جہاد کرنے والوں کے اعمال ضائع نہیں جاتے:..... وَالَّذِينَ قُتِلُوا ... الخ جمہور نے قاتلوا پڑھا ہے، معروف کا صیغہ اور بعض نے قُتِلوا المجہول کا صیغہ پڑھا ہے۔ معروف کا صیغہ پڑھنے والے کے نزدیک معنی صاف ہیں کہ جو اللہ کی راہ میں لڑے ان کے اعمال ضائع نہ ہوں جائیں گے، دنیا میں اللہ ان کو نیک باتوں کی توفیق و ہدایت دے گا اور مرنے کے بعد جنت میں داخل کرے گا جو ان کو بتائی گئی ہے[1] اور مجہول کے صیغہ میں یہ اشکال ہے کہ جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو اب کس بات کی ہدایت ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں ہوگی منکر ونکیر کے سوال و جواب کی سعادت اور دارالخلد کے منازل طے کر کے حقیقی منزل تک پہنچنے کی۔

۳) جہاد کے ذریعہ مدد:..... يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ... الخ کہ ایماندارو! اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد کر کے اس کی مدد کرو گے حالانکہ وہ مدد کا محتاج نہیں تو ہر کام میں خصوصاً اس کام میں تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا اور کفار کو پست کرے گا اور ان کی تدابیر کو رد کر دے گا اس وعدہ کے بموجب خدا تعالیٰ نے اصحاب محمد ﷺ کو مخالفوں پر فتح یاب کیا اور دشمنوں کو سرنگوں کر دیا اور آئندہ جو کوئی اللہ کے دین کی حمایت میں کمر باندھے اللہ تعالیٰ کی عنایت اور وعدہ کا مستحق ہے جب چاہے آزما کر دیکھ لے۔

ان آیات میں صرف فَضَرْبَ الرِّقَابِ ... فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً کے معنی میں گفتگو کرنی باقی رہ گئی اور وہ یہ ہے کہ

"کیا جب کوئی کافر ملے مسلمان اس کی گردن مارنے پر مامور کیا گیا ہے؟۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں یہ ایک خاص جنگ میں حکم ہوا تھا جو آنحضرت ﷺ کو اس وقت مخالفوں سے پیش آئی کہ جنگ میں گردن مارو۔ اور جنگ اس لیے ہوا کرتی ہے وہاں پھول اور پان نہیں بٹا کرتے۔ الغرض ہر وقت کا حکم نہیں بلکہ جب کفار سے بقاعدۂ شرعیہ جنگ قائم ہو اس وقت یہ حکم ہے کہ اس کی گردن مارو۔ عام حکم نہیں اور جس نے یہ معنی سمجھ کر اسلام پر سفا کی کا عیب لگایا ہے یہ اس کی سمجھ کا عیب ہے

اسیران جنگ کے احکام

فَإِمَّا مَنًّا ... الخ اس آیت میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اس آیت سے

فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ (وبقولہ) فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ

یہی قول قتادہؓ، ضحاک، سدی، ابن جریج، اوزاعی اور اہل کوفہ رحمہم اللہ علیہم کا ہے۔ یہ حضرات کہتے ہیں کہ جنگ میں کفار اہل اسلام کے قبضہ میں قید ہو کر آجائیں شاہ اسلام نہ ان کو احسان کر کے چھوڑ دے نہ فدیہ لے کر۔ اب یا قتل کیے جاویں یا غلام بنائے جائیں۔

[1] رسول نے یا قرآن نے بتلائی یا مرنے سے پہلے ایمانداروں کو بتائی اور دکھائی جاتی ہیں ۱۲ منہ۔

صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قیدیوں سے فدیہ نہ لیا جائے۔
صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کہتے ہیں ان کے بدلہ میں مسلمان قیدی لے کر چھوڑ دینا درست ہے اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ لیکن مال لے کر نہیں چھوڑنا چاہیے۔ سیر کبیر میں ہے اس کا بھی مضائقہ نہیں جب کہ مسلمانوں کو روپیہ کی حاجت ہو۔ (تفسیر احمدی)
علماء کرام کا ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ آیت ہرگز منسوخ نہیں بلکہ محکم ہے، امام کو اختیار ہے خواہ فدیہ لے کر چھوڑ دے یا مفت چھوڑ دے۔
یہ دو باتیں تو آیت میں صاف مذکور ہیں۔ اور دو باتوں کا اختیار ہے گو آیت میں ان کا ذکر نہیں احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں وہ یا غلام بنائے یا قتل کر ڈالے۔ یہی ابن عمر و حسن و عطا کا قول ہے۔ اکثر صحابہ و تابعین اسی طرف گئے ہیں اور سفیان ثوری و امام احمد و شافعی رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مذہب ہے۔ اور ہمارے بعض معاصرین یہ کہتے ہیں کہ آیت جنگ بدر و غزوہ بنی المصطلق کے بعد نازل ہوئی ہے اس میں صرف دو ہی باتیں قیدیوں کے لیے قرار دی ہیں یا مفت چھوڑ دینا یا فدیہ یعنی جرمانہ یا خرچہ لے کر چھوڑ دینا۔ غلام بنانے کا اس میں کہیں ذکر ہے وہ اس کے نزول سے پہلے کا ہے۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ
دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۫ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ۝۱۰ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۝۱۱ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا ع
الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ
وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۝۱۲ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِىَ
اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِىْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۝۱۳ اَفَمَنْ
كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ۝۱۴

ترجمہ:...... پھر کیا انہوں نے ملک بھر میں پھر کر نہیں دیکھ لیا ہے کہ ان سے اگلوں کا کیا انجام ہوا اللہ نے انہیں غارت کر دیا اور منکروں کے لیے ایسا ہی کچھ ہوتا ہے ⑩ یہ عذاب اس لیے کہ اللہ حامی ہے ایمان والوں کا اور کافروں کا کوئی حامی نہیں ⑪ بے شک اللہ ایمانداروں نیک بختوں کو ایسے باغ میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ جو منکر ہو گئے دنیا برت رہے اور ایسا کھا رہے ہیں جیسا کہ چار پائے کھایا کرتے ہیں اور (آخر تو) ان کا ٹھکانا جہنم ہے ⑫ اور ایسی بہت سی بستیاں کہ جو اس بستی سے بھی طاقت ور تھیں کہ جس نے آپ کو نکال دیا ہم نے ان کو ہلاک کر دیا پھر ان کا کوئی بھی مددگار نہ ہوا ⑬ پھر کیا وہ شخص کہ جو اپنے رب کی طرف سے روشن طریقہ پر ہے اس کے برابر ہے کہ جس کی بدکاری اس کے نزدیک بھلی معلوم کرائی گئی اور وہ اپنی خواہشوں پر چلتے ہوں ⑭۔

ترکیب:...... الضمائر فی اخرجتک وھی للقریۃ و فی اھلکنھم و لا ناصر لھم للأھل أی لأھل القریۃ۔

کفار و منکرین کی ہلاکت کا ثبوت

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ کہ منکروں کو ہلاکت ہے۔ اب اس ہلاکت کا ثبوت دیتا ہے۔ فقال:
اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا کہ کیا قریش نے ملک میں پھر کر نہیں دیکھ لیا ہے کہ ان سے اگلوں کا کیا انجام ہوا۔
شام میں جاتے ہوئے قوم ثمود کے آثار اور یمن میں جاتے ہوئے قوم عاد کے امارات ان کو دکھائی دیا کرتے ہیں ان کا انجام یہ ہوا
دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ اللہ نے ان کو ہلاک کیا اور قریش یہ نہ سمجھیں کہ وہ ہلاکی اور بربادی انہیں کے لیے تھی بلکہ
وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا کفار کے لیے خواہ عاد و ثمود ہوں یا قریش مکہ ہوں ایسے ہی انجام ہوتے ہیں۔ امثالها أی امثال العاقبة۔
اور یہ کیوں ہے ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ...الخ اس لیے کہ اللہ ایمانداروں کا حامی ہے اور کافروں کا کوئی بھی حامی نہیں پھر ان کو ایسے مصائب سے کون بچا سکتا ہے؟ ۔ یہ تو کفر و ایمان کا دنیوی ثمرہ تھا۔ اس کے بعد اخروی فرق بیان فرماتا ہے: فقال:

اللہ تبارک و تعالیٰ مؤمنوں کا رفیق و مددگار ہے

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ ...الخ کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اس کے بعد نیک کام کیے ایسے باغوں میں داخل کرے گا کہ جن میں نہریں جاری ہوں گی اور کفار و بدکار لوگ دنیا میں چار پایوں کی طرح کھانے پینے میں مصروف ہیں نہ ان کو آخرت کی فکر نہ نیک کاموں کی طرف رغبت نہ برے افعال سے نفرت۔ ان کا ٹھکانہ آگ ہے اس میں رہا کریں گے۔
کفار یہ سن کر کہ اللہ ایمانداروں کا مددگار ہے طعن سے یہ کہتے تھے کہ وہ حمایت کہاں گئی؟ ہم نے تو محمد ﷺ کو مکہ سے نکال دیا۔
اس پر کچھ عجب نہیں کہ آنحضرت ﷺ کو وطن ترک کرنے کا رنج بھی ہوا ہو۔ چنانچہ ابو یعلی موصلی نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے نکلے اور غار میں چھپنے چلے تو مکہ کی طرف مڑ مڑ کر دیکھتے اور یہ کہتے تھے کہ بخدا سب شہروں سے تو میرے نزدیک محبوب ہے اگر یہ لوگ مجھے نہ نکالتے تو میں نہ نکلتا۔ اس پر یہ آیت تسلی بخش یہ نازل ہوئی و کاین من قریة ... الخ کہ اے محمد! بہت سے شہر جو تمہارے اس شہر سے (کہ جس نے تجھے نکال دیا یعنی مکہ نے) طاقت و زور میں بڑھ کر تھے سدوم و عمورہ وغیرہما ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔ ان کا کوئی مددگار نہیں اٹھا پھر یہ اہل مکہ کیا گھمنڈ کرتے ہیں ذرا صبر کریں۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں بدر کی لڑائی نے ان متکبروں کا فیصلہ کر دیا۔ اس کے بعد کفر و ایمان کا ایک اور فرق بیان فرماتا ہے۔ فقال:

کفر و ایمان میں فرق

اَفَمَنْ كَانَ ...الخ کیا وہ شخص کہ جس کے پاس اس کے رب کی سند ہو یعنی کتاب و نبی (اور وہ) کون شخص ہے؟ (ایماندار) اس کے برابر ہو گیا جو محض اٹکل سے اپنے خیالات کا پیرو ہے اور جس نے بری باتوں کو بھلا سمجھ رکھا ہے، وہ کون ہے؟ کافر و بت پرست۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ

فِی النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ⑮

ترجمہ:...... وہ جنت کہ جس کا وعدہ پرہیز گاروں سے کیا گیا ہے ایسی ہے کہ اس میں صاف پانی کی نہریں ہیں اور (اسی طرح) نہریں دودھ کی کہ جس کا مزہ نہ بدلے اور مزے دار شراب کی نہریں ہیں صاف شہد کی نہریں ہیں اور ان کے لیے وہاں ہر قسم کے پھل اور ان کے رب کی مغفرت ہے کہ کیا یہ لوگ ان کے برابر ہیں جو آگ میں سدا رہیں گے اور کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جس سے ان کی انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گی (کٹ پڑیں گی)⑮۔

ترکیب:...... قال سیبویہ: المثل بمعنی الوصف و الصفة علی ھذا۔ مثل الجنة . . . الخ مبتداء فیھا انھر الجملة خبرہ وقیل المثل علی معناہ فحینئذ تقدیر الکلام مثل الجنة (مبتداء والخبر مخدوف وھو تجری فیھا انھار وھذا ھو الممثل بہ کما یقال مثل زید رجل طویل اسمر فیذکر عین صفات زید فی رجل منکر لا یکون ھو فی الحقیقة الا زید اھذا قول الزجاج کمن ھو الکاف موضع رفع ای ام من فی ھذا النعیم کمن ھو خالد فی النار۔

مؤمن و کافر کے مرتبہ و مقامات کا تفاوت

تفسیر:...... جیسے مؤمن و کافر کا فرق بیان فرمایا تھا اسی طرح (اللہ تبارک وتعالیٰ) اب ان کے مقامات کا تفاوت بیان فرماتے ہیں:

جنت کی نہروں کا ذکر:...... فقال مثل الجنة . . . الخ وہ جنت کہ جس کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا ہے یعنی وہ پرہیز گاری پر ملتی ہے کسی کے حسب و نسب، مال وجاہ سے نہیں ملتی ایسی ہے کہ اس میں صاف پانی کی نہریں بہتی ہیں...... الخ۔

جنت میں تین چیزیں بیان فرمائی: اول یہ کہ اس میں چار قسم کی نہریں بہتی ہیں (١) صاف پانی کی (٢) دودھ کی جو کبھی نہ بگڑے (٣) مزے دار شراب کی (٤) شہد صاف کی۔ پانی کے وصف میں غیر اسن فرمایا یعنی جس کا رنگ و بو اور مزہ نہ بدلے کیونکہ پانی کے حق میں یہ باتیں عیب ہیں۔ یعنی نہایت صاف اور معطر پانی۔ گندے سڑے ہوئے بدرنگ پانی کی نہریں نہیں جیسا کہ دنیا میں ہوتی ہیں۔

اور دودھ کا عیب یہ ہے کہ وہ سریع الاستحالہ ہے جلد بگڑ جاتا ہے سو وہاں کا دودھ اس قسم کا نہ ہوگا۔

اور شراب میں عیب یہ ہے کہ وہ تلخ و کریہ الطعم ہوتی ہے وہاں کی شراب میں یہ بات نہ ہوگی بلکہ وہ مزہ دار ہوگی۔

اور شہد کا عیب یہ ہے کہ یہ میلا ہوتا ہے مکھیاں پتے کوڑا کرکٹ اس میں ملا ہوتا ہے وہاں کے شہد میں یہ بات نہ ہوگی بلکہ وہ مصفی ہوگا۔

پانی کی نہریں تو ہوا کرتی ہیں مگر دودھ اور شہد اور شراب کی نہروں کے کیا معنی؟ کیا در اصل جنت میں ان چیزوں کی نہریں بہتی ہوں گی؟ ظاہر ہے الفاظ تو یہی کہہ رہے ہیں۔ مگر بعض محققین کہتے ہیں یہ استعارات ہیں کس لیے کہ جنت کی کوئی چیز ایسی نہیں کہ جس کا مثل دنیا میں تلاش کرنے سے بھی دستیاب ہو سکے پھر وہاں کی نعمتیں بندوں کو سمجھائی کیوں کر جائیں۔ اس لیے جن چیزوں سے ذرا بھی مناسبت ہ ان کے پیرایہ میں سمجھایا گیا۔

ان چیزوں کی نہریں بہنا کمال فرحت و تنعم کی دلیل ہے کہتے ہیں فلاں بادشاہ نے جشن میں شرابوں سے حوض بھر دیے تھے۔

یا مراد کثرت و افراط ہے۔ کہتے ہیں کہ فلاں ملک میں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں یعنی بکثرت ہے (واللہ اعلم)۔

قوی اربعہ عناصر اربعہ کی صورت میں جلوہ گر ہوں گے۔ انسان کی چار قوتیں جن کی نہریں اس کے اندر بہتی ہیں بشرطیکہ ان کو ٹھیک طور پر بہنے دے جو فطرت نے ان کا بہاؤ رکھا ہے تو عالم قدس میں اپنی اپنی مناسب چیزوں میں ظہور کر کے ان کی نہریں بہیں گی روحانی نفیسہ

بہیمیہ شہوانیہ، یا یوں کہوں کہ اس کے علوم و معارف حقیقیہ کہ جن سے دل زندہ ہوتے ہیں پانی کی نہر ہو گی چونکہ ان علوم میں وہمیات و عادات و عقائد فاسدہ کے خس و خاشاک نہیں اس لیے وہ ماءِ غیر آسن یعنی صاف پانی ہوگا اور وہ علوم جو اخلاق و افعال سے متعلق ہیں ان ناقصوں کے کار آمد ہیں جو ریاضت اور سلوک سے کاملین میں ملنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور دودھ کی نہریں ہوں گی اور ذات و صفات باری تعالیٰ کی محبت و شاب کی نہریں ہوں گی جن میں تجلیات صفات و شہود جمال ذات سے عشاق کو لذات ہیں اور حلاوات و ارادات قدسیہ و بوارق نوریہ اور لذات وجدانیہ شہد کی نہریں ہوں گی اور فضول سے یہ حلاوتیں اور جذبات بری ہیں اس لیے عَسَلٍ مُصَفًّى ہوں گے۔

جنت میں دوسری چیز ہے کل الثمرات ہر قسم کے میوے۔ یہاں تک کہ جنت جسمانی کا بیان تھا۔ اب تیسری چیز روحانی بیان کرتا ہے ومغفرۃ من ربھم خدا کی بخشش اور خوشنودی۔ یہ تو پرہیزگاروں اور ایمانداروں کا مقام تھا۔

جہنم میں کفار کی سزائیں:...... اب کفار کا مقام بیان فرماتا ہے كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ کہ یہ لوگ ہمیشہ آگ میں رہیں گے اور کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جس سے انتڑیاں کٹ کٹ کر گریں گی۔

(اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے کیا یہ دونوں برابر ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ کلمہ اگر کوئی ذرا بھی طبیعت سلیمہ رکھتا ہو تو اس کے لیے بڑا ہی مؤثر ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۚ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ
وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ⑯ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ⑰
فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى
لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ⑱ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ
ع وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ⑲

ترجمہ:...... اور ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں یہاں تک کہ جب آپ کے پاس سے جاتے ہیں تو علم والوں سے پوچھتے ہیں کہ اس شخص نے ابھی کیا کہا تھا؟ یہ وہ ہیں کہ جن کے دلوں پر اللہ نے مہر کر دی اور یہ اپنی خواہشوں پر چلتے ہیں⑯ اور وہ جو رستے پر آگئے ہیں اللہ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور ان کو پرہیزگاری عطا کرتا ہے⑰ پھر کیا وہ اس گھڑی کا انتظار کرتے ہیں کہ ان پر ناگہاں آئے کیونکہ اس کی علامتیں تو ظاہر ہو چلی ہیں پھر جب وہ آ گئی تو ان کو سمجھنا کیا مفید ہوگا⑱ پھر (اے رسول!) یقین کر اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اپنے گناہوں کی ایماندار مرد اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگیے اور اللہ کو تمہارا پھرنا اور ٹھکانا معلوم ہے⑲۔

ترکیب:...... منھم: خبر مقدم، من یستمع مبتداء آنفا بالمد والقصر و معناہ الساعۃ وانتصابہ علی الظرفیۃ أی وقتا مؤتنفا أو حالا من الضمیر فی قال۔ قال: الزجاج: ھو من استانفت الشی اذا ابتدأتہ و ھو ماخوذ من انف الشی لما تقدم منہ۔ ان تأتیھم بغتۃ بدل اشتمال من الساعۃ۔

تفسیر:...... كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ میں گروہ اشقیاء (بدبختوں) کا ذکر ہوا تھا۔ اب یہاں (اللہ تبارک وتعالیٰ) ان کے چند اوصاف بیان فرماتے ہیں، جس سے ان کا خلود فی النار (ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا) ہونا ثابت ہو جائے۔ فقال:

اہل شقاوت ومنافقین کے احوال وچند عادات:...... وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ، کہ ان اشقیاء میں بعض ایسے بھی ہیں کہ جو اے محمد ﷺ! تیری مجلس میں حاضر ہوتے ہیں وعظ سننے کو بیٹھتے ہیں مگر ان میں عزت وعظمت نہیں، اس طرف دھیان نہیں کرتے، رعونت و تکبر (کی وجہ) سے (مجلس سے) باہر نکل کر اہل مجلس کے علم والوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا فرمایا تھا؟۔

یہ مدینہ میں منافقوں کا گروہ تھا۔ مجلس میں ادھر ادھر خیال رکھتے تھے بات دھیان دھر کر نہ سنتے تھے باہر نکل کر صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھتے تھے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں منجملہ ان اہل علم کے کہ جن سے وہ باہر نکل کر پوچھتے تھے ایک میں تھا اس وقت کمسن لڑکا تھا۔ فرماتا ہے اولئک الذین کہ یہ لوگ ہیں کہ جن کے دلوں پر مہر ہے اور اپنی خواہش پر چلتے ہیں جو بات خواہش کے موافق ہوتی ہے اس کو بہت جلد سنتے ہیں اور دھیان دھرتے ہیں اور جو ہدایت یافتہ ہیں یعنی ایماندار ان کو ان مجالس وعظ میں اور زیادہ ہدایت ہوتی ہے انسان دنیا میں نیکی حاصل کرنے کو بھیجا گیا ہے اب تک انہوں نے کوئی ذریعہ آخرت حاصل نہیں کیا پھر کب کریں گے کہ کیا قیامت ❶ کے منتظر ہیں کہ دفعۃً آجائے۔ پس قیامت کے علامات تو آ گئے منجملہ آثار قیامت کے آنحضرت ﷺ کا مبعوث ہونا ہے۔

صحیح بخاری ومسلم میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: میرا مبعوث ہونا اور قیامت کا آنا اس طرح سے ہیں اور دونوں انگلیوں کو ملا کر دکھایا بیچ کی اور کلمہ کی انگلی کو۔ یعنی قریب قریب ہیں۔ اور بھی علامات ظاہر ہونے لگے فسق وفجور کا رواج محبت والفت کا اٹھ جانا وغیرہ وغیرہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ۝۱۸ کہ قیامت اگر آ گئی تو پھر کہا سمجھنے کا موقع ملے گا۔

اہل ایمان کے لیے استغفار کا حکم

اس لیے قیامت کے آنے سے پہلے سمجھنے اور سدھرنے کا ڈھنگ بتلاتا ہے۔ فقال:

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ... الخ کہ اس بات کو جان کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس حکمت نظریہ کی تعلیم ہے اور یہی مقدم بھی ہے اس کے بعد عملی حصہ کو درست کرتا ہے: وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ... الخ اپنے گناہوں کی اور اپنے ساتھ اور ایماندار بھائیوں مرد وزن کی معافی خدا سے مانگو۔ معافی مانگنا درحقیقت میں بندہ کا کمال عجز ہے جو رحم دلاتا ہے اور اس کے ساتھ ہمدردی قومی بھی ہو کہ معافی میں اپنے بھائیوں کو بھی شریک کرتا ہے اس اولوالعزمی پر اور بھی رحم کا مستوجب ہوتا ہے۔ اس میں آنحضرت ﷺ کا کوئی ذکر نہیں کہ ان کو گنہگار ٹھہرایا جائے اور آنحضرت ﷺ کے گناہ بھی کیا ہیں صرف غفلات جو ہماری نیکیوں سے بڑھ کر ہیں۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۭ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۝۲۰ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۣ فَاِذَا عَزَمَ

❶...... ممکن ہے کہ الساعۃ سے مراد موت کی گھڑی ہو اور اس کی علامات انسانی تغیرات دم بدم اس کو متنبہ کر رہی ہیں ۱۲ منہ۔

الْاَمْرُ ۚ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿٢١﴾ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ

تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ

فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ﴿٢٣﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿٢٤﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ

سَوَّلَ لَهُمْ ۭ وَاَمْلٰى لَهُمْ ﴿٢٥﴾

ترجمہ:......اور ایمان والے کہتے ہیں کس لیے کوئی سورت (جہاد کے لیے) نازل نہ کی گئی پھر جب کوئی ایسی سورت نازل ہوگی اور اس میں لڑائی کا ذکر ہو تو دیکھ لینا کہ جن کے دلوں میں مرض ہے آپ کی طرف ایسا تکیں گے۔ جیسا کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو وہ مرے بھی نہیں ﴿٢٠﴾۔ فرماں برداری کرنا اور اچھی بات کہنا چاہیے پھر جب کوئی بات (جنگ) ٹھہر جائے پھر اس وقت اگر وہ اللہ سے سچے ہیں تو ان کے لیے بھی بہتر ہے ﴿٢١﴾۔ پھر تم سے تو یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم ملک کے حاکم ہو جاؤ تو ملک میں فساد مچانے اور قرابت منقطع کرنے لگو ﴿٢٢﴾۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جن پر اللہ نے لعنت کر دی پھر ان کو بہرہ اور اندھا بھی کر دیا ﴿٢٣﴾۔ پھر کیوں قرآن میں غور نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں ﴿٢٤﴾۔ بے شک! وہ جو ہدایت ظاہر ہونے کے بعد بھی الٹے پھر گئے تو یہ بات ان کو شیطان نے بتائی اور پڑھائی ہے ﴿٢٥﴾۔

ترکیب:...... لو لا بمعنی هلا رأيت الذين جواب۔ فاذا أنزلت اولى مبتداء۔ لهم: الخبر۔ اولى افعل من الولى وهو القرب أى اقرب لكم ما تكرهون وقال الجرجانى هو ماخوذ من الويل أى فويل لهم۔ طاعة... الخ خبر مبتداء محذوف أى امرهم۔ فاذا عزم الامر عامل الظرف محذوف وقيل فلو صدقوا الله۔ ان تفسدوا خبر عسى۔ وان توليتم معترض بينهما الشيطن مبتداء وسوّل خبر۔ والجملة خبر ان۔ واملى: معطوف على... الخبر۔

تفسیر:......سعید اور شقی کا فرق آیات علمیہ کی نسبت بتا کر کہ نیکوں کو زیادہ ہدایت ہوتی ہے اور شقی اپنی ہوا و ہوس میں مستغرق ہوتا ہے خیال کر کے نہیں سنتا، باہر جا کر لوگوں سے پوچھتا ہے۔ اب آیات عملیہ کی نسبت دونوں گروہوں کا فرق بیان کرتا ہے۔ فقال:

اہل ایمان کی آرزو:......وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا... الخ کہ نیک گروہ یعنی ایماندار تو اس بات کی آرزو کرتے ہیں کہ ہمارے لیے کوئی حکم دیا جائے یعنی جہاد کرنا جو سب سے بڑھ کر سخت کام ہے تو ہم سعادت سمجھ کر اس کو بجا لائیں۔

جہاد کے حکم پر منافقین کا دہشت زدہ ہو جانا:......اور جب کوئی ایسی سورت نازل ہو جائے کہ جس میں جہاد کا حکم ہو تو جن کے دلوں میں کفر و نفاق کا مرض ہے ان کے تو ہوش اڑ جاتے ہیں اور اے محمد ﷺ! تیری طرف ایسے بھیانک ہو کر دیکھتے ہیں کہ جیسے کوئی موت کے وقت دیکھا کرتا ہے۔ (اللہ تبارک وتعالیٰ) فرماتے ہیں کہ یہ ان کی بدنصیبی ہے، ان کو فرمانبرداری کرنا چاہیے اور نیک بات کہنی چاہیے۔ اور جب کوئی بات جنگ کی بابت قرار پا جائے تو اللہ سے سچا ہونا چاہیے۔ جو اس سے وعدہ کیا تھا اس کو پورا کرنا چاہیے۔

(سورۃ محکمۃ۔غیر منسوخۃ۔او المراد صریحۃ البیان فی امر الجہاد)۔

اس امر میں منافق ایک یہ بھی عذر کیا کرتے تھے کہ ہم عرب سے کیوں کر لڑیں، ہماری ان سے قرابت ہے اور قطع رحم کرنا اور لڑ بھڑ کر فساد مچانا کوئی اچھی بات نہیں ہے اس لیے ہم جہاد سے حذر کرتے (بچتے) ہیں (اللہ تبارک وتعالیٰ) اس کے رد میں فرماتے ہیں:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ ...الخ اگر تم مالک ہو جاؤ اور ملک میں تم کو حکومت ہو جائے تو پھر دیکھو کس قدر فساد کرتے اور قطع رحم کرتے ہو۔

تَوَلَّيْتُمْ کے دو معنی ہیں: ایک یہ کہ اس کو ولایت سے ماخوذ قرار دیا جائے یعنی تم والی اور مالک ہو جاؤ۔

اور دوسرے یہ کہ اس کو تولی بمعنی فرار سے ماخوذ مانا جائے تب اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اگر تم جہاد سے پھر جاؤ گے اور تم پر اپنا کوئی حاکم نہ رہے گا، مخالفوں کے شر سے امن کی صورت نہ ہوگی تو ایسی ظلمت کے زمانے میں ادنی ادنی بات پر خودسر ہو کر لڑو گے اور فساد مچاؤ گے رحم اور قرابت کا کچھ لحاظ نہ کرو گے جیسا کہ جاہلیت کے زمانہ میں عرب کی عادت تھی ذرا ذرا سی بات پر تلوار چل کر ہزاروں خون ہو گئے حقیقت میں جہاد وقتال نہ ہونے سے مسلمانوں میں سردار کا وجود جاتا رہا پھر ہزاروں مصائب اور آفات میں مبتلا ہو گئے۔ فرماتا ہے یہ وہ لوگ ہیں کہ جن پر اللہ نے لعنت کردی ہے، اس لیے یہ بہرے ہو گئے، فوائد جہاد نہیں سنتے اور اندھے بھی ہیں خود بھی اس کے فوائد نہیں دیکھتے۔

منافقین کو شیطان کی طرف سے دھوکہ: ......کاش! قرآن پر غور کر کے مصالح جہاد کو سوچتے ان کے دلوں پر مہر اور قفل (تالے) ہیں یہ توفیق کہاں؟ ہدایت ظاہر ہونے پر جو منہ پھیرتے ہیں ان کو شیطان نے حیلہ بازی سکھائی کہ جہاد میں یہ خرابی ہے اور اسی نے ان کو امید دلائی ہے کہ مدتوں جیو گے ابھی کیوں لڑ کر مرتے ہو۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿٢٦﴾ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ
وَاَدْبَارَهُمْ ﴿٢٧﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ
ع اَعْمَالَهُمْ ﴿٢٨﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ
اَضْغَانَهُمْ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ
لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٠﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ
مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ ﴿٣١﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا
اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿٣٢﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ

وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾ ۱؎

ترجمہ:...... یہ اس لیے کہ انہوں نے ان سے کہ جنہوں نے براجانا اللہ کے نازل کیے ہوئے کو یہ کہہ دیا کہ ہم بعض باتوں میں تمہارا کہنا مانیں گے اور اللہ ہی جانتا ہے ان کی راز داری ﴿۲۶﴾ پھر کیا ہوگا فرشتے ان کی جان نکالتے ہوں گے ان کے منہ اور پیٹھ پر مارتے جاتے ہوں گے ﴿۲۷﴾ یہ اس لیے کہ یہ چلے اس پر کہ جس سے اللہ ناراض ہے اور انہوں نے اللہ کی رضامندی کو براجانا پھر اس نے بھی ان کے اعمال اکارت کر دیے ﴿۲۸﴾۔ کیا وہ لوگ کہ جن کے دلوں میں مرض (نفاق) ہے یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اللہ ان کی دبی دشمنی ظاہر نہ کرے گا ﴿۲۹﴾ اور اگر ہم چاہتے تو ان کو دکھا بھی دیتے پھر آپ ان کو ان کے چہروں سے پہچان لیتے اور ضرور آپ ان کو ان کے طرزِ کلام سے بھی پہچان لیں گے اور اللہ تمہارے اعمال سے خوب واقف ہے ﴿۳۰﴾ اور ہم تم کو آزمائیں گے یہاں تک کہ معلوم کر لیں کہ تم میں سے جہاد کرنے والے اور صبر کرنے والے (کون ہیں) اور تمہاری اصلی حالت جانچ لیں ﴿۳۱﴾ بے شک! وہ جو کافر ہوئے اور اللہ کے راستہ سے روکتے رہے اور رسول سے مخالف ہو گئے بعد اس کے کہ ان پر ہدایت ظاہر ہو چکی تھی وہ اللہ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے اور وہ جلد ان کے اعمال برباد کر دے گا ﴿۳۲﴾ ایمان والو! اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرو اور اپنے عمل ضائع نہ کرو ﴿۳۳﴾۔

ترکیب:...... بسیمٰهم أى بعلامة خاصة لو نشا لجعلنا على المنافقين علامة عرفتهم بتلك العلامة۔ الاضغان جمع ضغن: جو دل میں بری بات رکھی جائے، حسد، بغض، کینہ، خیانت۔ لحن القول: بات کا پھیرنا کسی غرض کے لیے۔

تفسیر:...... یہ تتمہ ہے کلام سابق کا کہ یہ منافق جو ہدایت آنے کے بعد الٹے پھر گئے اس کا یہ سبب ہے کہ انہوں نے وحی یعنی قرآن کے دشمنوں سے وعدہ کر لیا تھا کہ ہم تمہاری کچھ باتیں مانیں گے اور یہ بات مخفی کہی تھی لیکن اللہ کو ان کی راز داری معلوم ہے۔

اسرارھم بکسر ہمزہ پڑھیں گے تو مصدر ہوگا۔ یہ اہل کوفہ کی قرأت ہے اور اگر بفتح ہمزہ پڑھیں گے جیسا کہ جمہور کی قرأۃ ہے تو یہ سِرّ کی جمع ہوگا جس کے معنی ہیں بہت راز، بہت بھید۔

قرآن کے دشمن کون تھے جن سے منافقوں نے وعدہ کیا تھا؟

بعض مفسرین کہتے ہیں: وہ قرآن کے دشمن عرب کے مشرک و کفار تھے مدینہ کے منافقوں نے مخفی طور پر ان سے یارانہ قائم رکھنے کے لیے کہلا بھیجا تھا کہ ہم محمد ﷺ پر بظاہر ایمان تو لے آئے ہیں مگر بعض باتوں میں تمہارا کہنا مانیں گے۔ وہ بعض کی بات تھی وہ یہ کہ دل سے ہم بھی محمد ﷺ کو نبی نہیں جانتے۔ اور یہ کہ اگر تمہارا غلبہ ہوا تو ہم تمہارے ساتھ ہو جائیں گے۔

مگر اس آیت کی ایک اور آیت میں پوری شرح ہے، وہ آیت یہ ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۭ (سورۃ الحشر)

۱؎...... معتزلہ اس آیت سے یہ بات نکالتے ہیں کہ گناہ کبیرہ سے اعمال حبط ہو جاتے ہیں۔ کسی نے عمر بھر نماز روزہ کیا اور ایک بار چلو بھر شراب پی لی تو گویا اس نے کبھی روزہ نماز کیا ہی نہ تھا۔ اہل سنت کے نزدیک یہ بات نہیں ہاں کفر و شرک سے اعمال باطل ہو جاتے ہیں بایں معنی کہ وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنے کا مستحق ہو گیا، اعمال صالحہ کا کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ امام ابوحنیفہؒ اس بات سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ نفل شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتے ہیں یعنی اس کو تمام کرنا ضروری ہو جاتا ہے ورنہ عمل کا باطل کرنا لازم آتا ہے اور احمد کا یہ قول نہیں ۱۲ منہ

''کہ منافق لوگ اپنے اہل کتاب کافر بھائیوں سے کہتے ہیں کہ اگر تم نکالے گئے تو ہم بھی ساتھ نکلیں گے اور اس بات میں کسی کا کہنا نہ مانیں گے اور جو تم سے لڑائی ہوگی تو ہم تمہاری مدد کریں گے''۔

پس کہنے والے منافق تھے اور قرآن کے دشمن مدینہ کے آس پاس والے یہود تھے اور وہ بات یہ تھی کہ درپردہ ہم تمہارے یار و مددگار ہیں۔اس جرم میں یہ بھی راندہ دربار الٰہی ہوئے اس لیے ان کے خاتمہ کے حال سے خبر دیتا ہے:

فَكَيْفَ إِذَا ...الخ کہ اس وقت کیا حال ہوگا جب کہ ان کی روح نکالیں گے اور اس وقت ان کے منہ اور پیٹھوں پر کوڑے مارتے ہوں گے یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ کی ناپسند باتوں کا اتباع کیا اور اس کی رضامندی کی پروانہ کی۔اس لیے ان کے اعمال حبط ہو گئے۔

منافقین کہ کینہ پروری مخفی نہ رہے گی

منافقین اپنے حال کو بھی مسلمانوں سے بہت مخفی رکھتے تھے کہ مبادا ہماری اندرونی خباثت معلوم ہو جائے تا کہ مسلمان ہمیں ضرر نہ پہنچائیں۔اس بات کی بابت اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں:

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ ...الخ ان کی باطنی دشمنی چھپی نہ رہے گی، اگر ہم چاہیں تو ان کو معین کر کے بتا دیں اور ان کی طرز گفتار سے بھی اے محمد ﷺ آپ پہچان لیں گے اور آزمائش ڈالیں گے اس میں خوب اچھے بروں کا امتیاز ہو جائے گا یہ خدا کو اور اس کے رسول کو کوئی ضرر نہ دے سکیں گے اس کے بعد مسلمانوں کو فرماتا ہے کہ زنہار (ہرگز) تم ان کے کہنے میں نہ آنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرنا۔خلاف کرنے میں عمل حبط ہو جائیں گے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ﴿٣٤﴾ فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَن يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٥﴾ إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ ۚ وَإِن تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ أُجُورَكُمْ وَلَا يَسْأَلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ ﴿٣٦﴾ إِن يَسْأَلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوا وَيُخْرِجْ أَضْغَانَكُمْ ﴿٣٧﴾ هَا أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنكُم مَّن يَبْخَلُ ۖ وَمَن يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَن نَّفْسِهِ ۚ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنتُمُ الْفُقَرَاءُ ۚ وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُم ﴿٣٨﴾ ع

ترجمہ:...... بے شک وہ جو کافر ہوئے اور لوگوں کو اللہ کے رستہ سے روکتے رہے پھر وہ کافر ہی مر گئے تو ان کو ہرگز اللہ نہ بخشے گا ﴿٣٤﴾ پھر تم بودے بن کر صلاح نہ پکارو حالانکہ تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے وہ ہرگز تمہاری کوشش رائیگاں نہ کرے گا ﴿٣٥﴾ دنیا کی زندگانی جو ہے تو کھیل کود ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو تو وہ تمہاری اجرت تمہیں دے گا اور وہ تم سے تمہارا مال طلب نہ

کرے گا۞ اگر وہ تم سے مال مانگے پھر تم کو کنگال کردے تو تم بخل کرنے لگو اور تمہاری خیانت ظاہر کردے۞ دیکھو! تم وہ ہو کہ تم کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو بلایا جاتا ہے پھر تم میں سے وہ بھی ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو کوئی بخل کرتا ہے تو اپنے نفس سے کرتا ہے اور اللہ غنی ہے اور تم فقیر ہو اور اگر تم پھر جاؤ گے تو تمہاری جگہ اور دوسرے لوگ پیدا کردے گا پھر وہ تمہاری طرح کے نہ ہوں گے۞۔

ترکیب:...... الاحفاء: الاستقصاء فی الکلام و منہ احفاء الشارب أی استیصالہ۔ تبخلوا: جواب الشرط وان تتولوا معطوف علی قولہ وان تؤمنوا۔ اعلون: اصلہ اعلیون لانہ جمع اعلی فسکنت الیاء والواو کانت ساکنۃ فالتقی الساکنان فسقطت الیاء وبقی اعلون (کبیر)۔

تفسیر:...... اعمال حبط ہونے کا ذکر آیا تھا جس سے یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ پھر مغفرت کی کوئی صورت نہیں کوئی گناہ ہوا اعمال نیک برباد گئے بخشش بھی گئی اس لیے اس مسئلہ کا تصفیہ کردیا۔ فقال:

اعمال کو ضائع نہ ہونے دیا جائے گا:...... اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ...الخ کہ بخشش نہ ہونے کی صرف یہی صورت ہے کہ کفر و بدکاری کرے اور پھر کفر ہی کی حالت میں مرجائے، تب ہرگز اس کی بخشش نہ ہوگی۔ اعمال برباد نہ ہونے پر اس کا فضل باقی رہتا ہے۔

کفر و اسلام کا انجام بتلا کر مسلمانوں کو ان کے مقابلہ میں آمادہ کرتا ہے۔ فقال:

ڈر کر صلح نہ کرو، تم ہی غالب رہو گے

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا ...الخ کہ تم بودے نہ بنو اور دب کر صلح نہ کرو حالانکہ تم ہی غالب ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ تمہارے اعمال تمہاری کوشش برباد نہ کرے گا۔ اس آیت میں صاف حکم یہ ہے کہ کفار سے دب کر صلح کی درخواست نہ کرنی چاہیے۔ ہاں!

اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا اگر وہ صلح جھک کر کریں تو کرو، ورنہ اللہ پر بھروسہ رکھو اور جنگ کرنے میں کوشش کرو، یا فتح پاؤ گے، سو عین مراد ہے یا مارے جاؤ گے تو شہید ہوگے، دنیا میں کیا رکھا ہے جس پر غش ہو۔

دنیا کی زندگی کھیل کود ہے۔

اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ۞۔ دنیا کی زندگی کھیل کود ہے، بے کار نا پائدار پھر اس حیات چند روزہ میں وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا ایمان لاؤ پرہیزگاری کرلو یہی توشہ ہے اس کو ساتھ لے چلو يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ اور آخرت میں تمہارے بدلے تم کو دیے جائیں گے اور اس میں کچھ خرچ نہیں ہوتا جس لیے کوئی ڈرے اور نیکی سے دور بھاگے وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ۞ کے یہی معنی ہیں۔

اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا: اگر وہ تم سے مانگے تو فَيُحْفِكُمْ تو پھر سب کا سب لے تو تم بخل کرو اور تمہاری بخیلی ظاہر ہوجائے۔

مطلب یہ کہ دین میں مال کا ایسا خرچ نہیں کہ سب دے دیا جائے اگر مال پر کچھ ہے بھی تو بہت کم چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا پڑتا ہے۔ اور اگر خدا سب مانگے اور امتحان کرے تو مال کی وجہ سے تم اسلام سے نفرت کرنے لگو۔ [1]

ان جملوں میں منافقوں پر تعریض ہے جو جہاد میں دینا بار سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد صاف صاف طور پر بیان فرماتا ہے۔

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ ...الخ کہ دیکھو تم کو اللہ کی راہ میں صرف کرنے کے لیے بلایا جاتا ہے، جہاد میں جس سے سرکشوں اور بدی کا کڑوا

---

[1]...... دین سے نفرت کرنے لگو کہ اس کی بدولت ہم مفلس ہوگئے ١٢ منہ۔

درخت دنیا سے کاٹنا منظور ہے۔ پھر بعض تم میں سے بخل کرتے ہیں یعنی منافقین۔ اور جو کوئی بخل کرتا ہے اپنے لیے۔ اس لیے کہ جو کچھ تم یہاں دو گے وہاں پاؤ گے اور جو نہ دو گے اس سے اپنے آپ کو محروم پاؤ گے۔ اور اللہ کو کچھ حاجت نہیں۔ اس میں تمہارا ہی نفع ہے حاجتمند تو تم ہی ہو۔ اگر تم نہ مانو گے تو تم کو ہٹا کر تمہاری جگہ ایک اور قوم اسلام میں داخل کرے گا جو نیک ہوں گے تم جیسے نہ ہوں گے۔

حدیث میں اہل فارس کی تعریف

... ترمذیؒ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے یہ (مذکورہ) آیت پڑھی تو لوگوں نے پوچھا یا حضرت وہ کون ہیں جو ہماری جگہ آئیں گے؟ آنحضرت ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر ہاتھ مار کر فرمایا یہ اور اس کی قوم۔ بخدا اگر دین ثریا کے پاس ہوتا تو آل فارس میں سے ایک شخص [1] اس کو وہیں سے حاصل کرتا۔

بعض کہتے ہیں اس قوم سے مراد انصار ہیں۔ بعض کہتے ہیں فارس و روم۔ بعض کہتے ہیں اہل یمن۔ مجاہدؒ کا قول بہت ٹھیک ہے وہ کہتے ہیں جس کو چاہے اسلام کا حامی اور انصار کر دے۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ عرب کے بعد ترک کھڑے ہوئے۔

❀......❀......❀

---

[1] ...... یہ بشارت امام ابو حنیفہؒ کے لیے ہے آپ فارسی الاصل تھے۔ اس پر بڑے بڑے ائمہ کا اتفاق ہے ١٢ منہ

اٰیَاتُھَا ٢٩ ﴿٤٨﴾ سُوْرَۃُ الْفَتْحِ مَدَنِیَّۃٌ ﴿١١١﴾ رُکُوْعَاتُھَا ٤

سورۂ فتح مدینہ میں نازل ہوئی اس میں انتیس آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ① لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ
وَیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَیَهْدِیَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ② وَّیَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا
عَزِیْزًا ③ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ
اِیْمَانِهِمْ ؕ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ④

ترجمہ:...... آپ کو کھلم کھلا فتح دی ① تا کہ اللہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے اور اپنی نعمت آپ پر تمام کر دے اور تا کہ آپ کو سیدھے رستہ پر چلائے ② اور تا کہ اللہ آپ کی زبردست مدد کرے ③ وہی تو ہے کہ جس نے ایمانداروں کے دلوں میں اطمینان اتارا تا کہ ان کا ایمان اور زیادہ ہو جائے اور آسمانوں اور زمین کے لشکر سب اللہ ہی کے ہیں اور اللہ خبردار حکمت والا ہے ④۔

ترکیب: ...لیغفر اختلف الاقول فی اللام۔ قال ابو العباس المبردھی کی معناھا انا فتحنا لک فتحا مبینا لکی نجتمع لک مع المغفرۃ النعمۃ فی الفتح۔

تفسیر وشانِ نزول:......ابن جریر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ہجرت کے چھٹے سال آنحضرت ﷺ عمرہ کرنے مکہ مکرمہ چلے اور مشرکوں نے بمقام حدیبیہ آپ کو روک دیا اس بات پر فیصلہ ٹھہرا کہ اگلے سال آپ عمرہ کریں اور آنحضرت ﷺ نے وہیں اپنی قربانی ذبح کر دی۔ اس سے صحابہ کی ایک جماعت کو رنج تھا جن میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ پھر جب قربانی کر کے مدینہ کو واپس چلے تب یہ سورۃ مدینہ میں نازل ہوئی جس میں ان کا شکستہ دل مسلمانوں کو مژدہ ہے کہ یہ صلح تمہارے لیے فتح وظفر ہے۔

چنانچہ بخاریؒ نے براء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا اے لوگوں! تم مکہ فتح ہو جانے کو فتح سمجھتے ہو وہ بھی سہی تو یوم حدیبیہ میں بیعت الرضوان ● کو فتح سمجھتے ہیں۔ ہم چودہ سو آدمی حضرت کے ساتھ تھے اور حدیبیہ جو ایک کنواں ہے اس میں جس قدر تھوڑا سا پانی تھا سب کھینچ لیا ایک قطرہ بھی باقی نہ رہا۔ آنحضرت ﷺ نے کس قدر پانی مانگا وضو کر کے کلی اس میں ڈال دی۔ پھر اس میں اس قدر پانی ہو

● ......ماتقدم اس وقت سے پہلے اور پچھلے گناہ یا نبوت کے قبل و مابعد کے گناہ مراد ہیں جیسا کہ ابن جریر اور سفیان ثوری اور مجاہد کہتے ہیں۔ حضرت عطاء کہتے ہیں ماتقدم سے مراد آدم و حوا کے گناہ اور ما تاخر سے امت کے گناہ مراد ہیں۔ اس تقدیر پر آنحضرت ﷺ کی طرف حقیقۃً گناہ منسوب نہیں۔ پچھلے گناہ اب تک ظہور میں ہی نہیں آئے۔ ان کے بخشنے کے یا تو یہ معنی ہیں کہ وعدہ ہے کہ اگر صادر ہوں گے تو معاف کر دیے جائیں گے یا گناہوں کی نوبت ہی نہ آئے گی۔ توفیق الٰہی رفیق رہے گی۔ ١٢ منہ

● ......بیعت الرضوان کا قصہ آگے آتا ہے۔ حدیبیہ مکہ کے قریب ایک کنواں تھا۔ بعض نے اس کو حل میں، بعض نے حرم میں شمار کیا ہے۔ اب ایک قریہ ہے مکہ سے ایک مرحلہ یا کم پر اس جگہ آنحضرت ﷺ نے ڈیرہ کیا کہ مکہ تک لوگوں نے آنے نہ دیا یہیں صلح ہوئی اور دیگر باتیں کہ جن کا اس سورۃ میں ذکر آتا ہے یہیں واقع ہوئی ہیں۔

گیا کہ سب آدمیوں اور اونٹوں نے سیر ہو کر پیا۔

اور بھی صحیحین و سنن ابی داؤد و جامع ترمذی وغیرہ کتابوں میں روایات صحیحہ ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سورت صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی۔ اگلی (سابقہ) سورت میں فرمایا تھا: وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۝ کہ تم جہاد میں خرچ کرنے سے اس لیے بخل کرتے ہو ہم نے تمہارے لیے ایک فتح مقرر کردی۔ جس میں اپنے خرچ کیے سے دگنا بلکہ دس گنا پالو گے۔ اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ کہ اے محمد (ﷺ) ہم نے تیرے لیے فتح ظاہر کا حکم لگا دیا۔

فتح مبین اور اس کی تفسیر

فتح مبین میں علما کے چند اقوال ہیں: بعض کہتے ہیں فتح مکہ گو اس وقت تک نہ ہوئی تھی مگر یقینی چیز کو بلفظ ماضی تعبیر کرنا قرآن کا محاورہ ہے۔ بعض کہتے ہیں: فتح روم وغیرہ جو اہل اسلام کو یکے بعد دیگر اس سورۃ کے بعد سے ہونی شروع ہوئیں خیبر فتح ہوا اور علاقے عرب کے زیر حکومت ہوئے یمن میں تسلط ہوا۔ خراج بھی آئے۔ بعض کہتے ہیں کہ براہین و حجج اسلامیہ۔ بعض کہتے ہیں صلح حدیبیہ جو مقدمہ ہے جمیع فتوحات کا یہ اقوال باہم متعارض نہیں۔ ہر ایک درست ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صلح حدیبیہ سے مسلمانوں کو ایک رنج تھا کہ کفار قریش نے مکہ کے قریب سے مسلمانوں کو اور آنحضرت ﷺ کو مکہ میں نہ آنے دیا۔ اور اگلے سال پر ٹال دیا۔ گویا مسلمان دب گئے۔ آنحضرت ﷺ نے اس جگہ فروتنی کو اختیار کیا جنگ و جدل کرنا مناسب نہ جانا۔ اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے فتوحات کے دروازے آنحضرت ﷺ پر اور آپ کے پیروؤں پر کھول دیے، تھوڑے دن نہ گزرے تھے کہ خیبر فتح ہوا جس سے مدینہ کے مسلمانوں کا فقر و فاقہ ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد مکہ فتح ہوا اور بہت سی فتوحات ظاہر ہوتی ہیں جن کی مفصل کیفیت کتب تواریخ میں موجود ہے۔ اور اسلام کو جو یوماً فیوماً (روز بروز) غلبہ ہوتا گیا، یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام پسندیدہ ہے اور آنحضرت ﷺ برگزیدۂ بارگاہ ہیں کیونکہ اگر جھوٹے ہوتے تو بموجب بشارت سفر استثناء کے فروغ نہ پاتے۔ (اللہ تعالیٰ) اس بات کو ان آیات میں ظاہر فرماتے ہیں:

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ۝

گو فتح سبب مغفرت نہیں مگر دلیل مغفرت ہے یہاں خدا تعالیٰ نے چار باتیں فرمائیں:

آنحضرت ﷺ پر چار خصوصی انعامات

۱) سابقہ گناہوں کی معافی:...... یہ کہ آپ ﷺ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردیے۔

یہ مسلم ہے آنحضرت ﷺ نے عمر بھر کوئی گناہ نہیں کیا، نہ چھوٹا نہ بڑا مگر پھر بھی بشر تھے وہ خواص بشریہ جو کبھی ملکیت پر غالب آ کر قدر غفلات و جذبات پیدا کر دیتے تھے آنحضرت ﷺ کے گناہ ہیں جن سے کوئی آدمی زاد پاک نہیں، ان کے واسطے مغفرت کا وعدہ آنحضرت ﷺ کی کوششوں کے بدلہ میں اس بات کا اعلان ہے کہ آپ ﷺ شافع روز محشر ہیں اور نبی معصوم۔

بعض نصاریٰ نے معمولی گناہ سمجھ کر آنحضرت ﷺ پر گناہگاری کا الزام قائم کر دیا اور اس پر طرح طرح کے برے نتائج پیدا کر لیے

۲) عطائے کامل نعمت:...... یہ کہ اپنی نعمت آپ ﷺ کو پوری پوری عطا کرے کیوں کہ نبوت کی نعمت تو آپ ﷺ کو عطا ہوئی تھی مگر بغیر شوکت اسلام و شیوع دین پاک کے یہ نعمت پوری نہ ہوئی تھی، سو پوری ہوگئی۔

۳) صراط مستقیم کی طرف رہنمائی:...... وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ اور آپ کو سیدھے رستے پر چلا دے اس لیے کہ

سیدھے رستے پر چلنے میں جو لوگ حارج و مانع تھے جب ان پر آپ کو فتح نصیب ہوئی اب صراط مستقیم صاف ہو گیا۔ اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ لوگوں کو بتلا دے کہ تو سیدھے راستے پر ہے کس لیے کہ اگر یہ دین منشاء الٰہی کے موافق نہ ہوتا تو دنیا میں اس قدر جلد رواج نہ پاتا۔

۴) **فتح و کامیابی:**...... یہ کہ اللہ آپ کو دشمنوں پر زبردست فتح دے گا۔

نصرا عزیزا: قال الزمخشری معناہ نصرا ذا عز کقولہ فی عیشۃ راضیۃ أی ذات رضا۔

فتح و نصرت کا سبب:...... اس کے بعد فتح و مدد کا سبب بیان فرماتا ہے کہ وہ کس طرح سے ہوگی فقال:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا ❶ اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۝ کہ اس نے مسلمانوں کے دل میں اطمینان و قرار نازل کیا جس سے ان کا اور بھی ایمان قوی ہو گیا۔ حقیقت میں فتح و شکست کا باعث دل کی استقامت و بے ثباتی پر ہوتا ہے۔

بہت سے لشکر جن کے دل ہل جاتے ہیں تھوڑے سے آدمیوں سے جو قوی دل اور ثابت قدم ہوتے ہیں شکست کھایا کرتے ہیں قلت و کثرت سامان و اسلحہ حرب و ضرب بالائی باتیں ہیں۔ اللہ پاک نے جب اس ارشاد کے بموجب صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں وہ قوت ثبات پیدا کر دیا تھا کہ قیصر و کسریٰ کی عظیم سلطنتیں تھوڑے سے دنوں میں اکھیڑ کر پھینک دیں اور چھوٹے موٹوں کا کیا ذکر ہے۔ اور یہ کیوں کیا کہ

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اللہ کی فوجیں آسمانوں میں بھی ہیں اور زمین میں بھی اگر وہ چاہتا تو آسمانی لشکر یعنی ملائکہ سے ان قدیمی گمراہوں سرکشوں متکبروں کو پامال کر دیتا مگر اس نے زمین کے لشکر سے کام لیا۔ صحابہ کے دلوں میں قوت و اطمینان دے کر ان کو زمین میں خدائی لشکر کر دیا۔ پھر خدائی لشکر سے کون مقابلہ کر سکتا تھا؟ اور زمینی لشکر سے کیوں کام لیا:

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ اللہ علم والا ہے، ہر بات جانتا ہے اور حکمت والا بھی ہے اس کی حکمت بھی اسی کو معلوم ہے۔

منجملہ اس کے ایک یہ ہے کہ ان میں ان نیک بندوں کا بھی امتحان مقصود تھا کہ دیکھیں کہ کیسے ثابت قدم رہتے ہیں۔

فائدہ:...... صحابہ رضی اللہ عنہم کو گو حدیبیہ کے واقعہ سے پہلے بھی حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے اس بات پر ایمان تھا کہ ایک روز اسلام غالب ہوگا مگر اس واقعہ کے بعد جب ان کے دل میں اطمینان اور ثابت قدمی نازل کی اور بھی یقین کامل ہو گیا۔

لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ

❶...... علماء کی ایک جماعت اس آیت سے استدلال کر کے یہ کہتی ہے کہ ایمان کم زیادہ ہوتا ہے مگر محققین جن میں حضرت امام ابو حنیفہ بھی ہیں کہتے ہیں کہ ایمان ایک تصدیق قلبی ہے وہ کیفیت زیادہ کم نہیں ہوتی پھر آیات و حدیث میں جو زیادہ ہونا آیا ہے اس سے علم الیقین و عین الیقین مراد ہے۔ یا باعتبار اسکے کہ جس پر ایمان لایا یعنی پہلی دو باتوں پر ایمان تھا پھر تیسری نازل ہوئی اس پر بھی ہوا چنانچہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اس بارے میں بعض آثار بھی نقل کیے ہیں ۱۲ منہ۔

مَصِيْرًا ⑥ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ⑦

ترجمہ:...... (زمینی لشکر سے اس لیے کام لیا) تا کہ ایماندار مردوں اور عورتوں کو ایسے باغوں میں داخل کرے کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں ان میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے اور ان کی برائیاں ان سے دور کرنے کو اور اللہ کے نزدیک یہ بڑی کامیابی ہے⑤۔ اور تا کہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دے جو اللہ سے بدگمانی کرتے ہیں انہیں پر بری گردش پھرے اور ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور اس نے ان پر لعنت کردی اور ان کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے اور بہت ہی بری جگہ ہے⑥ اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں اور اللہ زبردست حکمت والا ہے⑦۔

ترکیب:...... ليدخل متعلقة بقوله انا فتحنا وقيل متعلقة به ينصرك وقيل متعلقة بمحذوف يناسب المقام۔ جنت مفعول فيه خلدين حال من المؤمنين ويكفر معطوف على يدخل ويعذب ايضا معطوف عليه دغضب ولعن واعد عطف على احد مع ان الواو في الاخيرين في محل الفاء ليدل على استقلال الكل في الوعيد۔

زمینی لشکر سے اسلام کو فتح یاب کرنے کی حکمت

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا: وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ④ اب زمینی لشکر سے اسلام کو فتح یاب کرنے کی حکمت بتلاتا ہے۔ فقال:

لِيُدْخِلَ تا کہ ان جاں فشاں ایمانداروں کو جنت میں داخل کرے اور ان کے مساعی جمیلہ کو ان کے گناہوں کا کفارہ کردے جو اللہ کے نزدیک بڑی بہتری ہے اور انسان کی کامیابی ہے۔ اس سے زیادہ انسان کے لیے اور کیا مراد و تمنا ہوسکتی ہے کہ اس کے گناہوں کا مواخذہ نہ ہو اور وہ ہمیشہ بہشت میں رہا کرے۔ اگرچہ اور معاملات میں اللہ تعالیٰ نے مردوں ہی کی طرف خطاب کیا ہے اور عورتیں تبعاً شامل ہیں مگر یہاں جہاد کے صلے میں انعام مذکور ہوئے ہیں اور عورتیں جہاد میں شریک نہیں ہوسکتیں جس سے گمان ہوسکتا تھا کہ عورتوں کو یہ انعام نہ ملے گا۔ مگر ایسے جوانمردوں کی عورتیں بھی ان معاملات میں دل سے شریک ہوتی ہیں۔

جب مرد باہر جہاد کے لیے جاتے ہیں پیچھے انتظام خانہ داری کرتی ہیں اور چلتے وقت سامان مہیا کرتی ہیں اس لیے قرآن کریم نے ان کی تصریح بھی کردی۔ مومنین کے بعد مومنات کا لفظ بڑھا دیا۔ اسی طرح گمراہوں کی عورتیں ان کے شریک حال ہوتی ہیں ان کا بھی عذاب میں نام لیا گیا۔ فقال: وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ ...الخ۔ اور جہاد کے حکم میں یہ بھی مصلحت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں حجت تمام کرکے منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو عذاب کرے۔ دنیا میں بھی قتل کیے جائیں، اسیر (قید) ہوں، گھر بار لوٹے جائیں اور آخرت میں جہنم میں جلیں۔

منافقین کے ایک عیب کی نشاندہی:... اس مقام پر منافقوں اور مشرکوں کا ایک عیب بیان کیا جو نفاق و شرک کے علاوہ ہے اور وہ یہ کہ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ اللہ سے بدگمانی کرتے ہیں (کہ رسول سے جو اللہ نے دین کے غلبہ کا وعدہ کیا ہے باوجود بے سروسامانی کے کیوں کر پیغمبر کی جماعت غلبہ پائے گی یہ محض جھوٹے وعدے ہیں) اس کے جواب میں اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

(۱) عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ، دائرہ مصدر ہے اسم فاعل کے وزن پر یا اسم فاعل ہے دار، یدور سے دائرہ خط محیط کو کہتے ہیں پھر اس کا استعمال حادثہ میں ہونے لگا جو جس پر پڑتا ہے اس کا احاطہ کرلیتا ہے۔ سُوء بضم بمعنی برائی اس لیے دونوں قرات ہیں۔ یعنی انہیں حادثہ پڑے گا نہ کہ مسلمانوں پر جیسا کہ وہ گمان کرتے ہیں۔

(٢) ان پر اللہ کا غضب ہے۔ (٣) اس کی لعنت۔ (٤) ان کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے۔
اور وہ اس گمان میں نہ رہیں کہ پیغمبر علیہ السلام کے پاس اسباب ظاہری نہیں وہ کیوں کر فتح پائیں گے، اس لیے کہ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اللہ کے پاس آسمانوں اور زمین کے لشکر ہیں جس سے چاہے کام لے وہ رب الافواج ہے، کون اس کا مقابلہ کر سکتا ہے ■ اور وہ زبردست ہے، اس پر حکیم بھی ہے حکمت کے ساتھ زور بہت کام دیتا ہے۔

اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ﴿۸﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۰﴾ ع

ترجمہ:......(اے رسول) آپ کو گواہ بنا کر، خوشخبری دینے کو اور ڈر سنانے کو بھیجا ہے ⑧ تا کہ تم سب اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور عزت کرو، اور صبح شام اس کی پاکی بیان کرو ⑨ بے شک! وہ جو آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ (درحقیقت اللہ سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے پھر جو کوئی بدعہدی کرے گا تو وہ اپنی خرابی کے لیے بدعہدی کرے گا اور جو اس عہد کو پورا کرے گا کہ جو اس نے اللہ سے کیا ہے تو اللہ اس کو بڑا عمدہ بدلہ دے گا ⑩۔

تفسیر:......ابھی فرمایا تھا عزیزا حکیما اب یہاں اپنی حکمت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ساتھ زبردست ہونا بھی بتاتا ہے، فقال:

آنحضرت ﷺ کی شہادت پر اچھائی و برائی کا فیصلہ

اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا ... الخ کہ اے محمد ﷺ ہم نے تجھ کو بھیجا ہے گواہ بنا کر نیک و بد کاموں میں (جو لوگوں کے نزاع ہیں کوئی توحید کا قائل ہے کوئی بت پرستی کرتا ہے کوئی کسی بات کو سچی کہتا ہے، کوئی برا اور دلائل فریقین باہم متعارض ہیں اس لیے دنیا ظلمات میں گھری ہوئی تھی) شہادت دیں آپ ہی کی گواہی پر اچھائی اور برائی کا فیصلہ ہے پس آپ اچھے کام کرنے والے کو بشارت دیتے ہیں کہ آخرت میں عمدہ نتائج ملیں گے اور برے کام کرنے والے کو خوف دلاتے ہیں کہ ان باتوں کا انجام بد ہے دنیا کی بربادی اور آخرت میں عذاب۔ پس یہ شاہد اس لیے بھیجا تا کہ اے بنی آدم! تم اس کی اور اللہ کی تصدیق کرو، ایمان لاؤ اور اللہ اور اس کے رسول کی عزت و توقیر کرو۔
بعض کہتے ہیں: تُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ کی ضمیریں خاص اللہ کی طرف پھرتی ہیں۔ بعض خاص رسول کی طرف راجع کرتے ہیں اور اس جگہ وقف ہے تُسَبِّحُوْهُ جدا جملہ شروع ہوتا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں تعزیر و توقیر سے مراد ہے کہ اس کے دین کی اعانت کرو۔

رسول کریم ﷺ کی تعظیم واجب و فرض ہے:......ذرا بھی کوئی توہین کرے گا فیض رسالت سے ابدالآباد محروم رہے گا۔
وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ⑨ اور اللہ کی صبح و شام تسبیح بیان کرو۔ سبحان اللہ وبحمدہ کہو۔

■:...... یہ فتوحات غیبیہ مخلصین اور غیر مخلصین میں امتیاز کر دیتی ہیں، اس لیے مومن دار فانی میں حیات ابدی کے اور منافقین اور مشرکین جہنم کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ ١٢ منہ

بعض کہتے ہیں نماز پڑھنا مراد ہے کیونکہ تسبیح سے نماز مراد ہوا کرتی ہے یہ شکر ہے اس اللہ کا کہ جس نے ہمارے لیے ایسا رسول بھیجا۔

اب بندوں میں سے ایک گروہ کے محامد بیان فرماتا ہے جنہوں نے تعظیم وتکریم اللہ اور اس کے رسول کی کما ینبغی کی۔ فقال:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ کہ اے محمد! وہ جو آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔

رسول، اللہ تعالیٰ کا نائب ہے گویا اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا ہے پھر جو اس بیعت کو توڑے گا یعنی اقرار کر کے بدعہدی کرے گا اپنا برا کرے گا اور جو اس عہد کو پورا کرے گا اللہ اس کو اجر عظیم دے گا۔

بیعتِ رضوان

حدیبیہ سے جب رسول کریم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پیغام دے کر بھیجا تھا قریش نے ان کو وہیں قید کر لیا اور خبر مشہور ہوئی کہ قتل کر ڈالا۔ تب مسلمانوں کو جوش ہوا اور آنحضرت ﷺ نے لوگوں سے عہد لینا شروع کیا۔ آپ ایک سایہ دار درخت کے نیچے تشریف رکھتے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم آتے تھے اور حضرت ﷺ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر یہ کہتے تھے کہ ہم لڑیں گے بھاگیں گے نہیں۔ تخمینا چودہ سو آدمیوں نے بیعت کی۔ اس کو ''بیعت رضوان'' کہتے ہیں۔ ان آیات میں ایسا ہی ذکر ہے۔ آئندہ بھی اس کا ذکر آئے گا۔

اللہ تعالیٰ ہاتھ پاؤں جسمانی چیزوں سے پاک ہے پھر ہاتھ بر سبیل مشاکلت فرمایا جس سے مراد اس کی حمایت وعنایت ہے یہی مذہب ہے محققین کا صفات متشابہات میں۔

بیعت کی حقیقت:...... بیع بمعنی بیچنا۔ اس قسم کے معاہدہ کو اس لیے بیعت کہتے ہیں کہ بیعت کرنے والا اپنی جان ومال کو اللہ کی راہ میں بیع کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ سے جہاد کے لیے بھی بیعت ہوئی تھی اور کبھی ہجرت پر اور کبھی ترک منکرات پر کبھی خدا تعالیٰ کی بندگی و یاد میں مستحکم رہنے پر۔ کتب احادیث اس کی شاہد عدل ہیں۔ حضرت ﷺ کے بعد بیعت خلافت کا سلاطین کے لیے دستور جاری رہا اور بیعت توبہ وانابت کی سنت قائم ہوئی اور بیعت اہل طریقت بھی بیعت انابت ہے یہ مسنون ہے۔ مگر جس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے وہ ظاہر شریعت وانور طریقت سے مزین ہونا چاہیے۔ ہاں! یہ جو پیرزادے خاندانی پیشہ سمجھ کر کھانے کمانے کے لیے بیعت کر لیتے ہیں اور شریعت سے علیحدہ رستہ پر چلتے ہیں محض بے اصل کام ہے۔

سَیَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَاۤ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ
یَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلْ فَمَنْ یَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا
اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ؕ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ⑪
بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤى اَهْلِیْهِمْ اَبَدًا وَّزُیِّنَ
ذٰلِكَ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۖۚ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ⑫ وَمَنْ لَّمْ
یُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ سَعِیْرًا ⑬ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ ؕ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۴﴾

ترجمہ:...... وہ گنوار جو پیچھے رہ گئے ابھی آپ سے آ کر کہیں گے کہ ہم اپنے مالوں اور گھروں میں مشغول رہ گئے پس آپ ہمارے لیے معافی مانگیں وہ اپنی زبان سے (وہ باتیں) کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں آپ (ان سے) کہہ دیجیے (اگر) اللہ تمہارے لیے کوئی فائدہ یا نقصان پہنچانا چاہے تو اللہ کے مقابلہ میں کون اس کو روک سکتا ہے بلکہ جو کچھ تم کرتے ہو اس کو اللہ خوب جانتا ہے ﴿۱۱﴾ بلکہ تم نے تو یہ سمجھ لیا تھا کہ (یہ) پیغمبر اور ایمان والے کبھی پھر کر اپنے گھروں کی طرف نہ آئیں گے اور یہ بات تمہارے دلوں میں کھپ بھی گئی تھی اور تم نے بڑی بدگمانی کی اور تم غارت ہو جانے والے لوگ ہو ﴿۱۲﴾ اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لائے تو ہم نے بھی منکروں کے لیے دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے ﴿۱۳﴾ اور اللہ ہی کی بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین میں وہ جس کو چاہے معاف کرے اور جس کو چاہے عذاب دے اور اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے ﴿۱۴﴾۔

تفسیر:...... جس طرح کہ اعانت اور تعظیم کرنے والے گروہ کا ذکر خیر کیا تھا اسی طرح ان کے برعکس جماعت کا حال بیان فرماتا ہے۔

منافقین کی جھوٹی عذر خواہی:...... سَیَقُوْلُ لَکَ الْمُخَلَّفُوْنَ ... الخ کہ بہت جلد پیچھے رہ جانے والے اے نبی! تم سے یہ جھوٹے عذر کریں گے محض تمہارے ضرر سے بچنے کے لیے حالانکہ دنیا یا آخرت میں جو کچھ ضرر یا نفع ان کو پہنچنا ہے اس کو کون روک سکتا ہے۔ یہ عذر کہ ہم اپنے مال و عیال کی وجہ سے آپ کے ساتھ اس سفر میں شریک نہ تھے ان میں مصروف رہے غلط ہے اور اس پر ان کا کہنا بھی جھوٹ ہے کہ ہمارے لیے معافی مانگ کیوں کہ دل میں اس بات کو گناہ ہی نہیں جانتے بلکہ ان میں بعض کا یہ خیال تھا کہ رسول ﷺ اور صحابہ ؓ جو مکہ جاتے ہیں سلامت نہ آئیں گے، اس لیے کہ جب اہل مکہ، مدینہ میں آ کر لڑتے ہیں تو پھر یہ ان کے گھر جا کر کیوں کر سلامت آئیں گے؟ اس خیال بد سے شریک نہ ہوئے تھے۔ ان کا دراصل اللہ اور اس کے رسول پر ایمان ہی نہیں۔ بے ایمانوں کے لیے جہنم ہے اور ان کی اللہ اور اس کے رسول کو پرواہ کیا ہے۔ اس کے قبضہ میں آسمان و زمین ہے جس کو چاہے معاف کرے یا عذاب دے مگر عذاب کرنے میں جلدی نہیں کرتا غفور رحیم ہے یہ ان آیات کا خلاصہ ہے۔

مجاہدؒ وغیرہ مفسرین کہتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ تخمیناً چودہ سو آدمیوں کے ساتھ ہجرت کے چھٹے سال مکہ کی طرف عمرہ کرنے چلے اور اعلان عام کر دیا کہ سب قبائل چلیں۔ کس لیے کہ قریش و دیگر قبائل کا خوف تھا کہ وہ مقابلہ کریں گے تو عرب کے چند قبائل: غفار، مزینہ، جہینہ، اشجع اور وائل جو مدینہ کے اطراف میں رہتے تھے اور بظاہر مسلمان و مطیع اسلام تھے اس اندیشہ سے ساتھ نہ ہوئے کہ مخالف کے ہاتھ سے بچ کر نہ آئیں گے۔ یہ بدگمانی اور وقت پر آنکھ چرانا شیوہ ایمان و توکل نہ تھا، اس لیے ان پر عتاب ہوا اور سفر میں جب یہ سورت نازل ہوئی تو مقام پر پہنچنے سے پہلے آپ ﷺ کو مطلع کر دیا کہ جب تم مدینہ پہنچو گے تو وہ لوگ آ کر تم سے یہ جھوٹے عذر کریں گے۔ چنانچہ جب آنحضرت ﷺ واپس تشریف لائے تو یہ عذرات انہوں نے پیش کیے۔ سبحان اللہ! خدا کا کلام بھی کیا کلام ہے۔ عتاب کے وقت بھی انجام کا لحاظ رہتا ہے۔ کیونکہ یہ قبائل انجام میں صدق دل سے مسلمان اور ناصر اسلام ہونے والے تھے۔

اَرَادَ بِکُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِکُمْ نَفْعًا بھی فرما دیا۔ کیونکہ آخر کار اسلامی برکات سے یہ بھی مستفید ہوئے۔

اور آیت کے اخیر میں وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝ فرما کر توبہ استغفار کی طرف آمادہ کر دیا اور بتلا دیا کہ در توبہ کھلا ہوا ہے چلے آؤ۔

تہدید کے ساتھ ترغیب ایک ہی کلام میں کمال اعجاز ہے۔

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ
يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ
فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٥﴾ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ
مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ
فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ
يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٦﴾ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا
عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٧﴾ ع

ترجمہ:...... پیچھے رہ جانے والے جب کہ تم غنیمت لینے جاؤ گے تو کہیں گے کہ ہمیں بھی ساتھ لیتے چلو وہ اللہ کی بات بدلنا چاہتے ہیں (اے نبی! ان سے کہہ دو) کہ تم ہرگز ساتھ نہ چلو گے اللہ نے پہلے سے ہی یوں کہہ دیا پھر وہ کہیں گے کہ تم ہم سے حسد کرتے ہو بلکہ وہ لوگ بات ہی کم سمجھتے ہیں ﴿١٥﴾ اے نبی! ان پیچھے رہ جانے والے بدوؤں سے کہہ دو کہ بہت جلد تم ایک جنگ آور قوم سے لڑنے کے لیے بلائے جاؤ گے تم ان سے لڑو گے یا وہ اطاعت قبول کر لے گی پھر اگر تم نے حکم مان لیا تو اللہ تم کو بہت ہی اچھا انعام دے گا اور اگر تم پھر گئے جیسا کہ آگے پھر گئے تھے تو تم کو سخت عذاب دے گا ﴿١٦﴾ نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے ہی پر کچھ گناہ ہے نہ بیمار ہی پر (جہاد میں شریک نہ ہونے سے) اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو اس کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا کہ جن کے تلے نہریں بہتی ہوں گی اور جو نافرمانی کرے گا اس کو سخت عذاب دے گا ﴿١٧﴾۔

تفسیر:...... یہ تتمہ ہے کلام سابق کا جب تم غنیمت حاصل کرنے جاؤ گے تو یہ پیچھے رہ جانے والے تمہارے ساتھ جانے کو کہیں گے تو تم ان کو ساتھ نہ لے جانا اور کہہ دینا کہ اللہ کا حکم نہیں پھر وہ تم کو حسد سے متہم کریں گے، دراصل وہ نادان ہیں۔

غزوۂ خیبر میں منافقین کو ساتھ لینے کی ممانعت:...... حدیبیہ سے لوٹتے وقت آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو حکم الٰہی سے مژدہ دیا تھا کہ اب عنقریب تم کو فتح اور غنیمت حاصل ہوگی اور اس میں وہی لوگ شریک ہوں جو حدیبیہ میں تھے۔ چنانچہ جب آپ ﷺ ذوالحجہ کے مہینے میں واپس آئے اوائل محرم میں ساتویں سال خیبر[1] پر چڑھائی کی اور یہ لوگ بھی ساتھ چلنے کو آمادہ ہوئے تو ان کو منع کر دیا گیا

[1]...... خیبر مدینہ سے شمال کی جانب چار منزل ہے اور وہاں سے تیماء چار منزل اور حجر بھی چار منزل۔ یہ گویا حجر کے طور پر چھوٹا سا قصبہ ہے یہاں باغ اور کھیتی بہ کثرت ہیں۔ اول یہاں یہود رہتے تھے ان کی بدعہدی اور سرکشی سے حضرت ﷺ نے ان پر چڑھائی کی۔ فتح کرنے کے بعد یہاں کی زمین ان لوگوں میں تقسیم کر دی جو حدیبیہ میں شریک تھے ١٢ منہ۔

۔کلام اللہ سے مراد اس کا وعدہ اور حکم جو خاص اہل حدیبیہ کے شریک کرنے کا تھا یہ شریک ہوتے تو اس میں فرق آجاتا۔

خیبر کی غنیمت میں منافقین کا کوئی حصہ نہیں!

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ ...الخ اے محمد ﷺ ان پیچھے رہ جانے والے بدوؤں سے کہہ دو کہ خیبر کی غنیمت میں تو تم شریک نہیں ہو سکتے مگر اس کے بعد تم کو ایک سخت اور قوی قوم سے لڑنے کو بلایا جائے گا۔ تم ان سے لڑنا یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئیں۔ اگر تم نے اس وقت حکم مان لیا تو تم کو نیک اجر ملے گا اور پہلے کی طرح تم پھر گئے تو سخت سزا ملے گی ❶۔

مفسرین کے اس قوم کی بابت کی جس کو اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ سے تعبیر کیا ہے کئی قول ہیں: عطاء و مجاہد و ابن ابی لیلیٰ اہل فارس کہتے ہیں اور کعب و حسنؒ وغیرہ روم مراد لیتے ہیں۔ سعید بن جبیرؒ ہوازن و ثقیف قرار دیتے ہیں۔ زہری و مقاتل بنی حنیفہ یمن کے لوگ بتاتے ہیں جو مسیلمہ کذاب کے پیرو ہو گئے تھے۔ ابن عباسؓ بھی اسی کے قائل ہیں اور فارس و روم کو بھی مراد لیتے ہیں۔

تیسرے قول والے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ سیف یا اسلام خاص کفار عرب کے لیے ہے جیسا کہ آیت میں ہے اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ اور عرب کے ساتھ جنگ عظیم ہوازن و ثقیف سے آنحضرت ﷺ کے عہد میں ہوئی۔ یہ بھی سہی مگر ہوازن و ثقیف ایسی جنگ آور قوم نہیں تھیں اور اگر یہی ہے تو بنی حنیفہ اہل یمن بھی ان سے کم نہ تھے ان کے لیے بھی سیف یا اسلام ہی تھا۔ یہ جنگ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوئی۔ مگر تحقیق یہی ہے کہ فارس و روم مراد ہیں جن سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جنگ عظیم ہوئی اور عرب کے یہ قبائل بھی بلائے گئے اور انھوں نے دل کھول کر جنگ کی اور متواتر فتوحات حاصل کیں۔

معذورین پر جہاد فرض نہیں

اَوْ يُسْلِمُوْنَ: سے اسلام لانا مراد نہیں بلکہ مطیع ہونا جزیہ قبول کرنا مراد ہے۔ اس آیت سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا برحق ہونا بخوبی ثابت ہو گیا۔ کیونکہ پیچھے رہ جانے والوں پر عتاب ہوا تھا اس لیے جن کے لیے اصلی جنگ میں شریک نہ ہونے سے کوئی الزام نہیں ان کا بھی بیان کر دیا کہ اندھا اور لنگڑا اور بیمار شریک نہ ہو تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ ان کے سوا اور بھی معذور ہیں جن کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے۔ اس کے بعد فرمادیا کہ جو اللہ اور رسول کا کہا مانے گا بہشتوں (جنت) میں رہے گا اور نافرمان کو سخت عذاب ہوگا۔

---

❶ ...... یعنی خیبر پر چڑھ کر جاتے وقت جہاں مال غنیمت کی پوری توقع ہے ساتھ جانے کی آرزو کریں گے کس لیے کہ حدیبیہ کے سفر میں شریک ہونا ان کے نزدیک بڑا مشکل کام تھا چونکہ قریش کی بہادری سے ڈرتے تھے اور خیبر کے یہود کو ان کے مقابلہ میں ہیچ سمجھتے تھے۔ مگر بالہام الٰہی آنحضرت ﷺ نے سفر حدیبیہ کے وقت اعلان کر دیا تھا کہ جو ہمارے ساتھ اس سفر میں شریک نہ ہوگا۔ وہ آئندہ فتح میں بھی شریک نہ ہوگا۔ اس لیے جب فتح خیبر کا وقت آیا تو آنحضرت ﷺ نے ان قبائل کو نہ لیا جس پر ان قبائل نے کہنا شروع کر دیا کہ ہم سے حسد کرتے ہیں غنیمت میں شریک ہونے نہیں دیتے، مگر آئندہ ایک بڑی جنگ میں جو روم و فارس میں ہونے والی تھی شریک ہونے کی اجازت دی اور یہ بھی سنا دیا کہ اگر اس وقت بھی پہلے کی طرح منہ موڑ بیٹھ رہو گے تو دنیا میں بھی سخت سزا پاؤ گے اور آخرت میں بھی۔ اگر امام وقت کی اطاعت کرو گے اور جنگ میں شریک ہو گے تو تم کو نیک بدلہ ملے گا دنیا اور آخرت میں بھی۔ چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں سخت لڑنے والی قوم سے جنگ شروع ہوئی اور یہ لوگ بھی شریک ہوئے اور اجر عظیم کے مستحق ہو گئے۔ اب وہ لڑائی خواہ یمامہ کی جنگ ہو یا روم و فارس کی بہر طور دونوں میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما امام وقت تھے جو ان کی خلافت کے برحق ہونے کی صریح دلیل ہے۔ اور فتح خیبر کے بعد آنحضرت ﷺ کے عہد میں مذکور بالا جنگوں میں کوئی جنگ نہ ہوئی۔ مکہ تو معمولی جنگ کے بعد فتح ہو گیا باقی بنی المصطلق وغیرہ کی معمولی لڑائیاں تھیں اور غزوۂ تبوک میں لڑنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ افسوس ہے کہ حضرات شیعہ ان اماموں کی خلافت ثابت نہ ہونے دینے کے لیے آنحضرت ﷺ کے عہد کی کسی ایک لڑائی کو اس کا مصداق ٹھہراتے ہیں محض تاویلات رکیکہ کے ذریعہ سے ۱۲ منہ۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ
قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِیْرَةً
یَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِیْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا
فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَیْدِیَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ
وَیَهْدِیَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ﴿۲۰﴾ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ
بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ﴿۲۱﴾

ترجمہ:...... البتہ اللہ ایمان والوں سے خوش ہو گیا جب کہ وہ اس درخت کے تلے تجھ سے عہد کر رہے تھے پھر اس نے معلوم کر لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا پھر ان پر دل جمعی اتاری اور ان کو نزدیک آنے والی فتح دی ﴿۱۸﴾ اور بہت سی غنیمتیں بھی دے گا جن کو وہ لیں گے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے ﴿۱۹﴾ اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا جن کو تم لو گے پھر یہ تم کو بہت جلدی دی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے تاکہ قدرت کا نمونہ ہو جائے ایمان والوں کے لیے اور تاکہ تم کو سیدھے رستہ پر چلائے ﴿۲۰﴾ اور بھی فتوحات ہیں کہ جو (اب تک) تمہارے بس میں نہیں آئیں البتہ اللہ کے بس میں ہیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۲۱﴾۔

ترکیب:...... اذ: ظرف لرضی۔ تحت الشجرة ظرف لیبایعونک۔ و مغانم: منصوب لکونہ معطوفاً علی فتحا قریبا أیْ اثابهم مغانم اوا تاهم مغانم ولتكون هذه الكفة او الغنيمة والعطف على محذوف هو علة الكف أیْ فعلَ مافعل من التعجيل والكف لتكون نافعة لهم وآية لهم وقيل ان الواو ومزيدة۔

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا کہ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے اور اس کے بعد ان اعراب کی محرومی ذکر کی تھی کہ جو شریک نہ ہوئے تھے۔ اب ان اہل صدق و ایمان کی بیعت کا حال بیان فرماتا ہے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوا۔

درخت تلے بیعت کرنے والوں کے لیے رضا کا پروانہ

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ کہ اللہ ایمانداروں سے خوش ہو گیا کہ جو اے محمد ﷺ تجھ سے درخت تلے بیعت کر رہے تھے۔ پھر ان کے دلوں کا صدق و ثبات بھی معلوم ہوا جس پر اس نے ان کے دلوں میں اطمینان عطا کیا۔ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ﴿۱۸﴾۔ اور ان کو بہت جلد ایک فتح دی یعنی واپس آتے ہی خیبر کی فتح نصیب ہوئی۔ وَّمَغَانِمَ كَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَهَا ؕ بہت سی غنیمت کی چیزیں جو خیبر میں ملیں اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ اس میں یہ حکمت تھی کہ خیبر کو قبضہ اسلام میں کر دیا۔

اہل اسلام سے غنائم کثیرہ کا وعدہ

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِیْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا اس کے علاوہ اور بہت سے غنائم کا اللہ نے مسلمانوں تم سے وعدہ کیا ہے جن کو تم حاصل کرو

گے اور وہ اور بعد کے غنائم ہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو فتح روم و فارس و دیگر بلاد سے حاصل ہوئے اور اللہ کی خبر سچی ہوئی۔ مدینہ میں فارس و روم کے بیش بہا غنائم کنکر پتھروں سے زیادہ ارزاں ہو گئے تھے۔ کتب و تاریخ اس کی گواہ ہیں۔ من جملہ ان غنائم کے جن کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ یہ یعنی فتح خیبر تمہارے لیے جلد ملے گی۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً سے عرب کی فتوحات مراد ہیں جو اس کے بعد ہوئیں اور روم، شام اور فارس کے بلاد (شہر) فتح ہونے کی طرف: وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ میں اشارہ ہے کہ وہ بظاہر تمہارے قبضہ میں نہیں لیکن اللہ کے قبضہ میں ہیں، ان کا بھی تم سے وعدہ ہے (وہ ہر شے پر قادر ہے۔ یہی قوی تر ہے۔

غزوۂ خیبر میں فتح کی نوید: ......فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ کے بعد یہ فرمایا:

وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ، کہ یہ فتح تمہارے لیے جلد ملے گی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک لیے جائیں گے۔ [1]

الفاظ گو ماضی کے صیغے ہیں مگر یہ سورت رستے میں مدینہ کے پہنچنے سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ آئندہ آنے والی چیزوں کو ماضی کے صیغہ سے بیان کرنا قرآن کا محاورہ ہے۔ اس تقدیر پر یہ آیات فتح خیبر سے پہلے نازل ہوئی ہیں۔ لوگوں کے ہاتھ روکنے سے کیا مراد ہے؟ یعنی خیبر والوں کے ہاتھ تم سے روک دیے جائیں گے وہ تم سے لڑ نہ سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بعض مفسرین نے صیغہ ماضی پر خیال کر کے یہ کہہ دیا ہے کہ قریش کے ہاتھ روکنا مقصود ہے جو حدیبیہ میں مسلمانوں اور قریش میں ہوتے ہوتے رہ گئی۔ بعض مسلمانوں جو درخت کے تلے پڑے ہوئے تھے، مکہ والے آکر ان سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگے، قریب تھا کہ جنگ ہو جائے مگر ادھر آنحضرت ﷺ نے بیعت لینا شروع کر دی تھی۔ مسلمان ادھر متوجہ ہو گئے۔ یہ ہاتھ روکنا اگلی آیات میں بیان ہوتا ہے۔

قصۂ بیعت رضوان

اب ہم کو بیعت کا کچھ حال بیان کرنا ہے۔ ابن جریر نقل کرتے ہیں کہ حدیبیہ والے سال آنحضرت ﷺ قربانیاں لے کر خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے چلے، جنگ مقصود نہ تھی تخمیناً چودہ سو آدمی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب حدیبیہ پہنچے تو کفار قریش مانع آئے اور انہوں نے جنگ کی تیاری کر دی۔ حضرت ﷺ نے حدیبیہ میں ڈیرہ ڈال دیا اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو ابوسفیان اور دیگر عمائد مکہ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ میں لڑنے کے لیے نہیں آیا ہوں، مجھے کعبہ کا طواف کرنے دو۔ قریش نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قید کر لیا۔
مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ ان کو قتل کر ڈالا تب نبی ﷺ نے بیعت لینی شروع کی، آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے تشریف رکھتے تھے۔ کسی نے اس کو کیکر کا کسی نے بیری کا کسی نے کیلے کا درخت بتلایا ہے۔ سب نے بیعت کی کہ لڑیں گے بھاگنے کے نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی جانب سے بیعت کرنا

بیہقی وغیرہ محدثین نے صحیح سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! عثمان اللہ اور اس کے رسول کے کام میں ہے ان کی طرف سے آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ رکھ کر اس پر دوسرا ہاتھ رکھا اور بیعت کی، آنحضرت ﷺ کا ہاتھ عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے بہتر تھا۔

وجہ تسمیۂ بیعت رضوان

اس بیعت کو "بیعت رضوان" اس لیے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان بیعت کرنے والوں سے اپنی رضامندی ظاہر فرمائی۔ فقال:

---

[1]:...... اس میں روم و ایران وغیرہ بلاد کی طرف اشارہ ہے خلفائے اربعہ و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اسی وعدہ کے مطابق پسندیدہ خدا ہیں لفوره ایات سے ان پر طعن کرنا قرآن کے خلاف ہے۔ ١٢ منہ۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ

بیعت میں شریک ہونے والوں کے لیے جنت کی بشارت

احادیث صحیحہ میں اس بیعت میں شریک ہونے والوں کے بہت فضائل آئے ہیں۔

امام احمدؒ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس نے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہوگا اور بہت سی احادیث میں ان کے جنتی ہونے کا وعدہ ہوا ہے اور بدر کے لوگوں کے بعد ان لوگوں کا درجہ ہے۔ (رضی اللہ عنہم)۔

یہ بات باتفاق مؤرخین ثابت ہے کہ اس بیعت میں خلفاء اربعہ شریک تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے، ان کی طرف سے آنحضرت ﷺ نے بیعت کی تھی اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے، جب یہ ثابت ہو چکا تو ان کے قطعی جنتی ہونے میں اور اس بات میں کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ مؤمن تھے، کوئی بھی شک نہ رہا۔ ان کے لیے یہ دستاویز آسمانی اور تمسک قرآنی کافی ہے۔

ہم افسوس کرتے ہیں ان لوگوں پر جو (رطب و یابس روایات سے جن میں محض تعصب و طرف داری ہے فدک وغیرہ معاملات سے) حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو اہل بیت رسول ﷺ کا دشمن بنا کر ان کو نا ملائم الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور ان کی شان میں کیا کیا کہتے ہیں اور پھر اس بدگوئی اور بدزبانی کو محبت اہل بیت قرار دے کر اس کو نجات کا باعث کہتے ہیں ہاں جیسا کہ ان کے محامد کا تمسک قوی ہے اگر اسی مرتبہ کا کوئی برائی کا وثیقہ ہوتا تو ایک بات تھی۔ محامد تو قرآن سے ثابت ہوں اور برائیاں ایرے غیرے حاطب اللیل متعصب راویوں کے بیان سے ثابت کر کے اس آسمانی تمسک کو چاک کیا جائے، جس کو ذرا بھی عقل سلیم ہوگی، وہ اس بات کو کبھی جائز نہ رکھے گا۔ اور یوں تاویلات رکیکہ اور توجیہات باطلہ کو بڑی گنجائش ہے۔ ان آیات کے صاف اور سیدھے معنی کو الٹ پلٹ کر جو چاہو کہہ دو، میدان قیل و قال بڑا وسیع ہے

فائدہ:...... صحیح بخاری میں ہے کہ وہ درخت کہ جس کے تلے بیعت ہوئی تھی لوگوں کو بھلا دیا گیا تھا۔ لوگ متبرک سمجھ کر وہاں آنے لگے تھے، ہوتے ہوتے اس کی پرستش ہونے لگتی، اس مصلحت سے خدا نے اس کو مخفی کر دیا۔

مصنف میں ابی بکر بن ابی شیبہؒ نے نقل کیا ہے کہ وہ درخت کٹوا دیا گیا۔

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا یَجِدُوْنَ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ۲۲
سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ۲۳ وَهُوَ الَّذِیْ
كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ
عَلَیْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ۲۴ هُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْیَ مَعْكُوْفًا اَنْ یَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ
وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِیْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَیْرِ

عِلۡمٍ ۚ لِيُدۡخِلَ اللّٰهُ فِىۡ رَحۡمَتِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ ۚ لَوۡ تَزَيَّلُوۡا لَعَذَّبۡنَا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا
مِنۡهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا ﴿۲۵﴾ اِذۡ جَعَلَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ
الۡجَاهِلِيَّةِ فَاَنۡزَلَ اللّٰهُ سَكِيۡنَتَهٗ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ وَعَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَاَلۡزَمَهُمۡ
كَلِمَةَ التَّقۡوٰى وَكَانُوۡۤا اَحَقَّ بِهَا وَاَهۡلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا ﴿۲۶﴾ ع

ترجمہ:......اور اگر کافر تم سے لڑتے بھی پیٹھ پھیر کر بھاگ پڑتے پھر نہ کوئی حمایتی پاتے اور نہ مددگار ﴿۲۲﴾۔ اللہ کا قدیم دستور پہلے سے یوں ہی چلا آتا ہے اور (اے مخاطب) تو اس کے دستور کا بدلا ہوا نہ پائے گا ﴿۲۳﴾۔ اور وہی تو ہے کہ جس نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیے اور تمہارے ہاتھ ان سے شہر مکہ میں تم کو ان پر فتح یاب کرنے کے بعد اور جو کچھ تم کرتے رہتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے ﴿۲۴﴾ یہ مغلوب کافر وہی تو ہیں کہ جنہوں نے انکار کیا اور تم کو مسجد الحرام سے روک دیا اور قربانی کے جانوروں کو بھی ان کی جگہ پر پہنچنے سے پہلے اٹکا دیا اور اگر (مکہ میں) ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں موجود نہ ہوتیں کہ جن کو تم نہیں جانتے تھے ان کے پاس جانے کا خوف نہ ہوتا پھر ان کی طرف سے تم پر نادانستگی سے الزام آتا کہ اللہ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کرے اگر وہ ٹل جاتے تو منکروں کو ان میں سے ہم سخت سزا دیتے ﴿۲۵﴾ جب کہ کافروں نے اپنے دل میں سخت جوش پیدا کیا تھا جہالت کا جوش تھا پھر اللہ نے بھی اپنی تسکین اپنے رسول پر اور ایمانداروں پر نازل کر دی اور ان کو پرہیزگاری کی بات پر قائم رکھا اور وہ اس کے لائق اور قابل بھی تھے اور اللہ ہر چیز جانتا ہے ﴿۲۶﴾۔

ترکیب:......سنة الله: انتصابه على المصدرية بفعل مخدوف أى سن الله سنة او هو مصدر مؤكد لمضمون الجملة المتقدمة من هزيمة الكفار ونصر المومنين۔ والهدى قرء الجمهور بنصب الهدى عطفا على الضمير المنصرب فى صدّوكم وقرى بالجرّ عطفا على المسجد معكوفًا انتصابه على الحال من الهدى۔ قال الجوهرى عكفه أى حبسه ومنه الاعتكاف فى المسجد وهو الاحتباس ان يبلغ أى عن ان يبلغ او مفعول لا جله ولولا شرط وجوابه محذوف والتقدير لاذن الله لكم۔ المعرة العيب وقيل الشدة وقيل الغم۔ بغير علم: متعلق بان تطؤهم أى غير عالمين ليدخل الام متعلقه بما يدل عليه الجواب المقدر أى لم ياذن لكم أو كف ايديكم ليدخل الله۔ حمية الجاهلية بدل من الحمية واهلها عطف تفسيرى أى وكان المومنون احق بهذه الكلمة من الكفار والمستاهلين لها دونهم۔

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا: وَكَفَّ اَيۡدِىَ النَّاسِ عَنۡكُمۡ ۚ اس پر مخالفوں کو شبہ کی گنجائش تھی کہ خیبر کے لوگ ڈر گئے اور لڑے نہیں۔ یہ اتفاقی بات تھی، اگر سب جمع ہو جاتے تو دیکھتے کیا ہوتا، اس سے پہلے عرب مدینہ پر چڑھ کر آئے اور نبی ﷺ کو حدیبیہ میں روک دیا، (آگے) اس کا جواب دیا جاتا ہے:

اگر وہ تم سے لڑتے تو پیٹھ دے کر بھاگتے

وَلَوۡ قٰتَلَكُمُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا کہ اگر وہ تم سے لڑتے تو پیٹھ دے کر بھاگتے اور ان کا کوئی حمایتی مددگار کھڑا نہ ہوتا۔ یہ کیوں؟ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہمیشہ سے یہی دستور ہے۔ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کی قوم سے نجات دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعونیوں

سے نجات دی، فلسطین اور شام پر رہنے والوں پر غلبہ دیا، اس کا دستور بدلتا نہیں، اس نبی کا دین بھی اسی دستور کے موافق غلبہ پائے گا، یہ آسمانی منشا ہے۔ اس نبی کی نسبت پہلے انبیاء کرام فرما گئے ہیں۔ یہ پتھر جس پر گرے گا اس کو چور چور کر دے گا اور جو اس پر آ گرے گا چور چور ہو جائے گا۔ اس کے بعد اپنی قدرت کاملہ کا تصرف ظاہر کرتا ہے ایک واقعہ یاد دلا کر۔

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۔۔۔الخ

کہ بطن مکہ یعنی اس کی حرم میں کفار کا مجمع تھا ان کے ہاتھ ہم نے روکے کہ جو بظاہر خلاف قیاس بات تھی کیونکہ جب وہ باہر آ کر لڑنے کو موجود تھے وہاں تو اور بھی ان کو موقع تھا اور اسی طرح تم کو قابو دے کر تمہارے ہاتھ روک دیے جنگ نہ ہونے دی۔

قابو دینے کی بابت ابن ابی شیبہ، احمد، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ترمذی وغیرہم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اسی جوان ہتھیار بند اہل مکہ کے تنعیم پہاڑ کی طرف سے نبی ﷺ پر (بمقام حدیبیہ) حملہ کے قصد سے آئے آپ ﷺ نے بددعا کی وہ گرفتار کر لیے گئے پھر آپ ﷺ نے ان کو معاف کر دیا۔ بعض نے یہ بھی روایت کی ہے کہ عکرمہ بن ابی جہل ایک جماعت کو لے کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس کے مقابلے میں مسلمان نکلے اور پتھروں سے لڑائی ہوئی، کفار کو بھگا کر خاص مکہ میں ان کے گھروں تک پہنچا دیا۔

نیز صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے چند مشرکین گرفتار کیے تھے ان کی طرف اشارہ ہے خیر جو کچھ ہو مسلمانوں کا قابو یافتہ ہو کر جنگ سے روکنا اس کی قدرت کا نمونہ ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ سے مراد ہے کہ تم میں ان میں جنگ نہ ہونے دی۔

یعنی فتح مکہ کے دن۔ اور یہاں سے اس دن کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو صلح حدیبیہ کے بعد واقع ہوا۔

اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مکہ صلح سے فتح نہیں ہوا بلکہ زور و شوکت سے۔

اس کے بعد وہ باعث بتلاتا ہے کہ جس سے اے مسلمانو! تم میں اور ان میں جنگ ہونی ضروری تھی مگر خدا نے نہ ہونے دی۔ فقال:

کفار کا خانہ کعبہ سے مسلمانوں اور قربانی کے جانوروں کو روکنا

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کہ وہ تو وہ لوگ تھے کہ جنہوں نے دین حق کا انکار کیا اور اسی پر بس نہیں بلکہ وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ یعنی خانہ کعبہ سے روک دیا (حدیبیہ کے روز) اور صرف تم کو ہی نہیں بلکہ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ۚ ہدی یعنی قربانی کو محبوس یعنی بند کر دیا، اس کے مقام پر نہ پہنچنے دیا اور ان کا مقام حرم ہے، جہاں وہ ذبح ہوا کرتی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ستر قربانیاں ساتھ تھیں لاچار حدیبیہ ہی میں ذبح کی گئیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کعبہ آنے سے رک جائے اس کی قربانی منی میں آ کر ذبح ہونی چاہیے کیونکہ یہی اس کی جگہ ہے یعنی حرم، اس آیت سے یہ بات نکلتی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جہاں رکے وہیں ذبح کر دے جیسا کہ حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ نے کیا۔ اس مسئلہ کی تحقیق آ چکی ہے۔

غزوۂ حدیبیہ میں جنگ ملتوی رکھنے کی حکمت و مصلحت

اللہ تبارک وتعالیٰ ان مسلمانوں کے جنگ سے ہاتھ روکنے کی مصلحت و حکمت ظاہر کرتا ہے، فقال: وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ ... الخ کہ مکہ میں کچھ مرد کچھ عورتیں در پردہ ایمان لائے ہوئے تھے جن کی تم کو خبر نہ تھی جنگ ہوتی تو تمہارے ہاتھ سے وہ پامال ہو جاتے جس سے تم پر عیب و الزام ہوتا اگر وہ وہاں نہ ہوتے تو تم کو لڑنے کا حکم دیا جاتا خدا نے تم پر مہربانی کی اور وہ جس پر چاہتا ہے

مہربانی کیا کرتا ہے۔ اگر یہ لوگ وہاں نہ ہوتے جن پر اللہ کی رحمت تھی جن کے سبب یہ بچ گئے تو ہم کفار کو سخت سزا دیتے۔ فقال:

اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ کہ کافروں نے اپنے دلوں میں جہالت کا جوش اور تعصب پیدا کر لیا تھا کہ ہمارے لوگ تو قتل ہوں اور پھر یہ ہمارے شہر اور گھروں میں آئیں اور عرب سن کر کیا کہیں گے ہم ہرگز طواف کعبہ کے لیے بھی نہیں آنے دیتے۔ اس سے مسلمانوں کو جوش ہونا فطری بات تھی۔ لیکن فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اللہ نے مسلمانوں کے دلوں میں اطمینان نازل کیا کفار کے اس جوش سے ان کو خوف پیدا نہ ہوا۔

بخاری و مسلم وغیرہما نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں؟ کیا ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے دوزخ میں نہیں؟ پھر ہم کس لیے دین میں ان سے دبیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک مگر میں اس کا رسول ہوں وہ مجھے ضائع نہ کرے گا۔ اسی طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا، انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ اطمینان اہل اسلام کا یہ حال تھا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا پرہیزگار ہونا ثابت ہوا

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى اللہ نے اس اطمینان پر مسلمانوں کو پرہیزگاری کی بات پر پابند کر دیا۔

بعض کہتے ہیں کلمۃ التقوی سے مراد کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔

علامہ زہری کہتے ہیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس کو کفار نے صلح نامہ میں درج نہ ہونے دیا تھا وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا اور مسلمان اسی کے لائق بھی تھے وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۝ اور اللہ ہر بات سے واقف ہے۔ اس سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا پرہیزگار ہونا ثابت ہوا۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ
اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ● رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۭ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا
فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝۲۷ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ
الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝۲۸ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ
وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ
فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ
مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚۖ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۾ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــــَٔهٗ● فَاٰزَرَهٗ

●..... حال مقدرة لانهم فی حال دخولهم لم یکونوا محلقین و مقصرین وانما کان هذا فی ثانی الحال۔ (ابن جریر)۔

●..... قال الاخفش ذلک من شطه طرفه آزره قواه و شده فاستغلظ أی صار غلیظاً فاستوی السوق جمع ساق ۱۲ منه

فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٢٩﴾

ترجمہ:...... البتہ اللہ نے اپنے رسول کا خواب سچ کر دکھایا کہ تم ان شاء اللہ مسجد الحرام میں بے خوف (وخطر) سر منڈاتے اور بال کترواتے ہوئے بے خوف داخل ہوتے ہو جس بات کو تم جانتے تھے اس نے اس کو جان لیا تھا پھر اس نے اس سے پہلے ہی قریب کی فتح موجود کر دی ﴿٢٧﴾ وہی تو ہے کہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس کو ہر یک دین پر غالب کرے اور اللہ کی شہادت کافی ہے ﴿٢٨﴾ محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ کافر پر سخت (اور) آپس میں بڑے مہربان ہیں آپ اللہ کا فضل اور رضا جوئی کے لیے رکوع اور سجدہ بھی کرتے ہوئے دیکھو گے ان کے انوار ان کے چہروں سے اور سجدوں کے اثر سے نمودار ہیں یہ وصف ان کا تورات میں اور انجیل میں ان کا (یہ) وصف ہے جیسے کھیتی جو اپنی سوئی نکالتی ہے پھر مضبوط ہوتی جاتی ہے پھر موٹی ہوتی جاتی ہے پھر اپنے تنہ پر کھڑی ہو جاتی ہے کہ کسانوں کو بھی معلوم ہونے لگتی ہے تا کہ اللہ ان سے کافروں کو جلا دے اللہ نے ان میں سے ایمانداروں اور نیک کام کرنے والوں کے لیے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کر لیا ہے ﴿٢٩﴾۔

ترکیب:...... صدق کجعل وخلق يتعدى الى مفعولين۔ رسوله مفعول اول، الرؤيا مفعول ثان، ويحتمل أن يتعدى بحرف تقديره صدق الله رسوله في رؤياه۔ بالحق حال أي متلبسا بالحق۔ او قسم لان الحق من اسمائه تعالى وعلى هذا لتدخلن جواب او جواب القسم للمحذوف أي والله لتدخلن وهذا تفسير للرؤيا او تحقيق لقوله صدق الله۔ ان شاء الله تعليق للعدة بالمشية لتعليم العباد ان يقولوا ان شاء الله كما امر او لا وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ او اظهار ان ذلک وعده لا يتحقق الا بمشية ليس عليه دين ولا حق واجب۔ آمنين حال من فاعل لتدخلن وشرط معترض وكذا قوله محلقين... الخ لا تخافون حال موكدة من فاعل لتدخلن او استيناف۔ فعلم عطف على صدق سيماهم: مبتداء في وجوههم: خبره ذلک مبتداء مثلهم خبره ومثلهم في الانجيل مبتداء كزرع خبره۔

تفسیر:...... سکینہ نازل کرنے کے بعد جو کچھ کافروں نے کہا اس کا حال بیان فرمایا جاتا ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿﴾ اس طرف اشارہ ہے کہ ہر بات کی مصلحت وہی خوب جانتا ہے، بندوں کی جلدی کرنے سے جلدی نہیں کرتا۔ ہاں! اس بات کو اس موقع پر پوری کر دیتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خواب کی حقیقت

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ہجرت کے چھٹے سال خواب دیکھا تھا کہ ہم مسجد الحرام یعنی حرم کعبہ میں بڑے امن سے گئے ہیں، ارکان حج وعمرہ باطمینان بجا لا رہے ہیں، سر بھی منڈوتے ہیں اور بال بھی کتروا رہے ہیں جیسا کہ حج وعمرہ میں کیا کرتے ہیں، اور کسی کا کوئی خوف وخطر نہیں ہے۔ اس خواب کو آپ ﷺ نے بعض لوگوں سے بیان بھی فرما دیا تھا۔ مگر اس کے بعد آنحضرت ﷺ کا قصد عمرہ کرنے کا ہوا لوگ خصوصاً مخالفین یہی سمجھے کہ آپ ﷺ اسی خواب کے مطابق مکہ عمرہ کرنے چلیں ہیں، حالانکہ آپ ﷺ اس کی تعبیر کا وقت ہرگز نہیں سمجھتے تھے اور نہ کسی سے فرمایا تھا۔ خیر جب حدیبیہ پہنچے اور کفار مکہ نے سنا تو جنگ کی تیاری کر دی اور آپ ﷺ مکہ

میں نہ گئے وہیں سے صلح ● ہو گئی واپس چلے آئے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ تو اب منافقوں کو خواب کی تکذیب کرنے کا موقع آ گیا کہ لو کہتے تھے مجھے خواب ہوا ہے مکہ میں امن سے جائیں گے ارکان حج ادا کریں گے حالانکہ مکہ میں داخل بھی نہ ہونے پائے۔ اور اس بات کو منافقوں نے بہت مشہور کیا ان آیات میں ان کا جواب ہے۔ فقال:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ کہ خواب کو بے شک اللہ نے سچ کر دیا یعنی کرے گا۔ (قرآن میں یقینی چیز کو جو آیندہ آنے والی ہو بلفظ ماضی تعبیر کیا جاتا ہے) کہ ان شاء اللہ تم اطمینان و امن سے مسجد الحرام میں داخل ہو گے ارکان حج و عمرہ ادا کرو گے مگر اس سال میں یہ مقدر نہیں۔ اس کی حکمت تم کو نہیں معلوم نہیں وہی خوب جانتا ہے، مگر اس سے پہلے تم کو ایک نزدیک فتح دی یعنی خیبر کی فتح جلد نصیب کر دی۔

الحمد للہ! کہ خدا نے اپنے نبی صادق مصدق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خواب کو سچا کیا۔ اس کے اگلے سال آنحضرت ﷺ مکہ کی طرف روانہ ہوئے، مسلمانوں کا لشکر آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔ مکہ کے کفار گھروں میں چھپ گئے آنحضرت ﷺ نے اور سب نے اطمینان سے عمرہ کیا، سر منڈوایا، کسی نے بال کتروائے، کسی کا خوف و خطرہ نہ تھا۔ اس بعد فتح مکہ کا وہی واقعہ تھا جس کی حضرت یسعیاہ علیہ السلام نے خبر دی ہے۔ کتاب یسعیاہ کا ۶۶ باب دیکھو۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی خبر دی ہے سفر استثنا ۳۳ باب، ورس ۲ اور زبور میں بھی اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے ورس ۳۔ ہمارا خدا آئے گا (یعنی اس کا رسول) اور چپ چاپ نہ رہے گا (تکبیر اور تلبیہ کی آوازیں بلند ہوں گی) آگ اس کے آگے آگے فنا کرتی جائے گی اور اس کے آگے شدت سے طوفان ہوگا (لشکر صحابہ ﷺ) وہ اوپر آسمان کو طلب کرتا اور زمین کو بھی تاکہ اپنے لوگوں کی عدالت کرے۔ (مکہ میں عدالت ایسی ہی اس روز آپ ﷺ نے کی) میرے پاک بندوں کو میرے پاس فراہم کرو۔ جنہوں نے میرے ساتھ قربانی پر عہد کیا ہے تب آسمان اس کی صداقت کو آشکارا کریں گے فتح مکہ کے بعد سے آسمانوں نے حضرت ﷺ کی صداقت کو ظاہر کر دیا۔ روئے زمین پر روشن کر دیا کہ آپ ﷺ وہی رسول برحق ہیں۔ اور ۴۷۔ زبور میں بھی جس کا اخیر فقرہ یہ ہے قوموں کے امرا ابراہام کے خدا کے لوگوں کے مل کے جمع ہوئے ہیں۔

آنحضرت ﷺ ہدایت و دین حق کے رسول ہیں:...... اب آپ ہی خدا تعالیٰ رسول کریم ﷺ کی اس شوکت کا اظہار کرتا ہے فقال: هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ ۚ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا برحق رسول بھیجا تاکہ سب دینوں پر نبی کو یا دین حق کو اللہ غالب کرے یا اس کی طرف سے رسول غالب کرے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا بھی اور دین حق ہونے کی گواہی دینے کو بس ہے۔ محمد رسول اللہ وہ کون رسول ہے محمد اللہ کا رسول (ﷺ) اس میں ایمانداروں کے دلوں کو تسلی ہے کیونکہ حدیبیہ کے مقام میں جب صلح نامہ لکھا گیا تو بسم اللہ کے بعد اس کی یہ عبارت تھی من محمد رسول اللہ کفار نے کہا کہ ہم آپ کو رسول اللہ نہیں جانتے اس کو مٹا دو۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا تو اس لفظ کو مٹا دے۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں محمد رسول اللہ کے لفظ کو مٹا ڈالوں۔ پھر خود آپ ﷺ نے محو کر دیا، کیونکہ صلح کرنی مقصود تھی جنگ مقصود نہ تھی۔ ان کے مٹوانے کا یہ نتیجہ ہوا کہ اللہ نے قرآن شریف میں محمد رسول اللہ لکھ دیا جو قیامت تک نہ مٹے گا۔

● ...... صلح میں یہ قرار پایا کہ جو قریش سے بھاگ کر مدینہ جائے محمد ﷺ اس کو واپس بھیج دیں اور جو ان کا بھاگ آئے واپس نہ دیا جائے۔ آپ ﷺ اگلے سال عمرہ کریں، مکہ میں ہتھیار بند کر کے آئیں تلواریں میان میں ہوں، ننگی نہ ہوں اور دس برس تک باہم جنگ نہ ہو اور جو قبائل جس کے حلیف ہوں وہ بھی انہیں میں شامل ہوں۔ کفار کی طرف سے وکیل سہیل بن عمرو تھا کہ جس کا بیٹا ابا جندل اسی وقت مکہ سے بھاگ کر مسلمانوں میں آیا تھا جو واپس دیا گیا خزاعہ قبیلہ حضرت کا اور بنو بکر قریش کا حلیف ہوا حضرت ﷺ نے اگلے سال عمرہ ادا کیا اور اس کے بعد خزاعہ اور بنو بکر میں لڑائی ہوئی قریش نے بدعہدی کر کے بنو بکر کی مدد کی خزاعہ حضرت ﷺ کے پاس آئے جس سے وہ صلح فسخ ہو گئی اور آٹھویں سال آپ ﷺ مکہ پر چڑھے اس کو فتح کر لیا جس کی تفصیل کتب سیر میں ہے ۱۲ منہ۔

حضور علیہ السلام وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دشمنانِ خدا پر سخت ہیں

محمد ﷺ تو اللہ کے رسول ہیں مگر وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ اس کے ساتھ جو پاک باز اور مقدس لوگوں کی جماعت ہے وہ ہیں جو خدا کے دشمنوں پر سخت ہیں ان سے دبتے نہیں۔ اشداء جمع شدید۔

آپس میں نرم دل ہیں: رحماء جمع رحیم۔ آپس میں رحیم یعنی نرم دل ہیں یہاں سے یہ بات بھی رد ہو گئی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں کینہ وعداوت رکھتے تھے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان سے ڈر کر تقیہ کرتے تھے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اوصافِ حسنہ

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا۝ کہ ان کی تیسری صفت ہے کہ وہ اس کثرت سے نماز پڑھتے ہیں کہ رکوع و سجدہ ہی میں دکھائی دیتے ہیں، دنیا کی غرض اور کسی کو دکھانے کے لیے نہیں بلکہ خاص اللہ کے لیے اس کے فضل اور اس کی خوشنودی کے لیے، پہلی دو صفتیں معاملات کے متعلق تھیں، یہ صفت ان کی ذات سے متعلق ہے یعنی بڑے پرہیزگار باخدا لوگ ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو بری باتوں سے متہم کرنا بڑی بدباطنی اور اس آیت کی مخالفت کرنی ہے اعاذنا اللہ منہ۔

چوتھی صفت: سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ۝ ان کی بزرگی اور نیکی کے آثار وانوار ان کے چہروں سے ظاہر ہیں۔

حقیقت میں انسان کا باطنی حال اس کے چہرے پر ظاہر ہوتا ہو جاتا ہے۔ شب خیز باخدا لوگوں کے چہروں میں جو انوار و برکات ہوتے ہیں وہ ریاکاروں اور باطنوں کے چہروں میں ہرگز نہیں ہوتے بشرطیکہ اس کو دیکھنے کے لیے خدا نے آنکھ بھی دی ہو۔

اسلام کی یہ بھی ایک بڑی ظاہر برکت ہے کہ مسلمان ہوتے ہی اس کے چہرے پر نور و برکت معلوم ہونے لگتی ہے۔

خوبصورتی وبدصورتی اور چیز ہے نورانیت وبدرونقی اور بات ہے۔

نیز حضرت رسول کریم ﷺ کے صحبت یافتہ ہیں۔ یہ خوبیاں ہونا آنحضرت ﷺ کا اعجاز تھا کہ جس نے کیسے کیسے سیاہ دلوں خونخواروں، بدکاروں، شہوت پرستوں کا کایا پلٹ کر دیا۔ اثر نبوت کاملہ اس کو کہتے ہیں۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سابقہ کتبِ سماویہ میں تذکرہ

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛ اس جگہ قراء کے نزدیک وقف ہے یعنی یہ خوبیاں ان کی توریت میں موجود ہیں۔

وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛ الگ جملہ ہے اور بعض کہتے ہیں فی الانجیل پر وقف ہے۔

كَزَرْعٍ: الگ جملہ ہے۔ تب یہ معنی ہوں گے کہ ان کی یہ خوبیاں توریت وانجیل میں ہیں۔

اور تیسرا احتمال یہ بھی ہے کہ ذلک پر وقف ہے ای الامر ذلک یعنی بات یوں ہی ہے۔ اور مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ الگ جملہ ہے کہ توریت وانجیل میں ان کی خوبیاں مذکور ہیں۔ مگر قوی تر پہلی بات ہے۔ اب ہم اس کے مطابق شہادتیں پیش کرتے ہیں۔

اصل توریت وانجیل اب دنیا میں باقی نہیں جو وہاں ان صفات صحابہ رضی اللہ عنہم اور حضرت ﷺ کی رسالت کو پورے پورے طور پر دکھائیں جس طرح کہ (وہ ناصری کہلائے گا) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائی خدا تعالیٰ کی نوشتوں میں نہیں دکھا سکتے اور اس بات کا ثبوت ہم نے بخوبی کر دیا ہے کہ اصلی توریت وانجیل اب دنیا میں نہیں جس طرح اور انبیاء علیہم السلام کی کتابیں نہیں جن کا مروج توریت وغیرہا میں حوالہ ہے مگر اب توریت موجودہ وانجیل مروج ہی میں دکھاتے ہیں۔

تورات سفر استثنا تینتیسویں باب کے شروع میں آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی نسبت یہ لکھا ہوا ہے:

قولہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لیے تھی ❶۔

اس عبارت کی تاویل میں اہل کتاب گو بہت کچھ پیچ و تاب کھاتے ہیں مگر کوئی بات بن نہیں آتی۔ یہ سچی ہے کہ سینا سے مراد کوہ سینا ہے اور کوہ طور بھی وہی ہے۔ وہاں سے خداوند کا آنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت عطا کرنا مراد ہے۔ مگر کوہ شعیر اور فاران کے پہاڑ تو عرب میں ہیں جن کا سلسلہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تک ہے ان میں سے فاران کے پہاڑ وہ ہیں جو مکہ کے متصل ہیں اور جبل شعیر مدینہ کے متصل ہے وہاں سے تو حضرت موسیٰ کا ظہور ہوا نہ حضرت عیسیٰ کا اور نہ دس ہزار قدسی یعنی پاک بعض موصوف بصفات حمیدہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے بلکہ وہ لوگ تھے کہ جن پر ان کی بے ہودگی و نافرمانی سے بارہا خدا تعالیٰ ناخوش ہوا اور فرما دیا کہ ان کو شام کا ملک دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایسے لوگ تھے کیونکہ ان کو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے داہنے ہاتھ میں آتشی شریعت تھی۔ پس ثابت ہوا کہ وہ خاص محمد ﷺ ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت کہ جن کی نسبت فرمایا: وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ . . . الخ قدسی لوگ تھے اور آپ ﷺ ہی کے داہنے ہاتھ میں آتشی شریعت تھی جس نے بت کدے اور قمار خانے اور زنا خانے جلا دیے۔ پھر اس باب میں آگے چل کر فرماتا ہے ہاں وہ اس قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے (وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ سے) اس کے سارے مقدس تیرے ہاتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں کے نزدیک بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو مانیں گے۔ بجز صحابہ رضی اللہ عنہم کہ اور کسی نبی کے پیروؤں نے اپنے نبی کی ایسی اطاعت و فرماں برداری نہیں کی، مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ کا جملہ صادق آیا۔

اب مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ کا بیان سنیے! انجیل متی کے تیرھویں باب میں کھیتی کی مثال دو جگہ بیان ہے:

آٹھویں جملہ میں ہے اور کچھ (تخم) اچھی زمین میں گرا اور پھل لایا کچھ سو گنا کچھ ساٹھ گنا، کچھ تیس گنا۔ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی مثال ہے پھر ۳۱ و ۳۲ جملے میں ہے۔ وہ اچھی زمین عرب ہے جہاں تخم ہدایت بویا گیا۔ صدیق اکبرؓ کے عہد میں اس کا پھل لگا، سو گنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں فتوحات کثیرہ کی وجہ سے، ساٹھ گنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں، تیس گنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں۔ اور حضرت ﷺ نے بھی فرما دیا تھا کہ خلافت میرے بعد تیس برس تک رہے گی۔ آیت کے بھی یہی معنی ہیں کہ پیڑ اگا، عرب کی زمین میں۔

فَاٰزَرَهٗ: پھر وہ قوی ہوتا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں بالکل قوی ہوا۔

فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ کہ کافر اس سے جلنے لگا۔ اللہ کا ایمانداروں کے لیے مغفرت و اجر عظیم کا وعدہ ہے۔

سورت کے اول میں فتح اور اخیر میں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ ہے۔ اور یہ ثابت ہوا کہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے جلتے ہیں، وہ کافر ہیں۔

---

❶ ... تورات میں بھی آئندہ باتوں کو ماضی کے صیغوں سے بیان کیا جاتا ہے جس کے بہت شواہد موجود ہیں۔ ۱۲ منہ۔

اٰیَاتُھَا ١٨ (٤٩) سُوْرَۃُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِیَّۃٌ (١٠٦) رُکُوْعَاتُھَا ٢

سورۂ حجرات مدینہ میں نازل ہوئی اس کی اٹھارہ آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ
سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ① یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ
وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ
لَا تَشْعُرُوْنَ ② اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ
امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی ط لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ③ اِنَّ الَّذِیْنَ
یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ④ وَلَوْ اَنَّھُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی
تَخْرُجَ اِلَیْھِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ⑤

ترجمہ:...... ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے پیش قدمی نہ کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو کیونکہ اللہ سنتا اور جانتا ہے ① ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نہ رسول سے بلند آواز میں بات کیا کرو جیسا کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ کیا کرتے ہو کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو ② اور وہ جو اپنی آوازوں کو رسول اللہ کے روبرو پست کرتے ہیں انہیں کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری کے لیے جانچ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے ③ اور وہ جو آن کو حجروں سے باہر پکارتے ہیں اکثر تو بیوقوف ہیں ④۔ اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ان کے پاس نکل کر آتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا اور اللہ غفور رحیم ہے ⑤۔

تفسیر:...... یہ سورت بالاتفاق مدینہ میں نازل ہوئی۔ سورہ فتح کے اخیر میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا مرتبہ اور ان کی بزرگی بیان ہوئی تھی اس لیے اس سورت میں چند آداب تعلیم کرتا ہے۔ تاکہ ان کے برخلاف عمل کرنے سے اس بزرگی میں فرق نہ آئے۔

تہذیب و تمدن سے متعلق احکام و آداب

اس سورت میں تمدن کے متعلق وہ احکام بیان فرمائے کہ جن سے قوت اعوانیہ و طاقت اجتماعیہ جو اتفاق و محبت باہمی پر مبنی ہے، قائم رہے۔ اور سب سے اول مسئلہ سردار کی تعظیم و عظمت کا ہے کیوں کہ اس کی عزت دل میں ہوگی تو اس کے احکام کی تعمیل بھی ہوگی۔ وہی تو

اس قوت کا جمع رکھنے والا ہے اس لیے سب سے اول رسول اللہ ﷺ کی جناب سے ادب ملحوظ رکھنے کے احکام صادر فرمائے۔

اول حکم:...... يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا... الخ یہ پہلا حکم ہے کہ اللہ کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

اللہ کا لفظ اس لیے ذکر کیا کہ رسول، اللہ کا نائب ہے۔ اس کی گستاخی اللہ کی گستاخی اور اس کی تعظیم اللہ کی تعظیم ہے۔

آگے بڑھنے سے کیا مراد ہے؟ یعنی کسی بات میں آنحضرت ﷺ کے سامنے جلدی نہ کرو بلکہ تابع رہو۔

آنحضرت ﷺ سے پہلے آپ کوئی حکم نہ دو، آپ ﷺ کے سامنے کسی کام میں سبقت نہ کرو، چلنے میں، حکم دینے میں، کھانے میں، کسی کے سوال کے جواب دینے میں، آگے بڑھ کر بیٹھنے میں عام ہے اور اللہ سے ڈرو، اللہ تمہاری باتیں سنتا ہے دل کے احوال جانتا ہے۔

دوسرا حکم:...... يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ کہ نبی کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کیا کرو۔

پست آوازی اور نرمی سے بات کیا کرو، اس لیے کہ سردار کے سامنے غل مچا کر اور ٹائیں ٹائیں آواز میں بات کرنا نہ تنہا گستاخی بلکہ بدتہذیبی بھی ہے۔ مہذب لوگ پست آواز سے باتیں کیا کرتے ہیں۔ بخاریؒ و مسلمؒ اور دیگر محدثینؒ نے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت ثابت ابن قیسؓ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد غمگین ہو کر گھر میں بیٹھے رہے۔ نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا، اس نے عرض کروایا میری آواز بلند ہے میرے اعمال حبط ہو گئے، میں جہنمی ہو گیا، آپ کے سامنے بلند آواز سے کلام کرنے سے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تو جنتی ہے

الغرض جن صحابہ ؓ کی آوازیں بلند تھیں اس آیت کے بعد سے وہ اس طرح پست آواز سے بات کرتے تھے کہ پوچھنے کی حاجت پڑتی تھی

تیسرا حکم:...... وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ نبی سے اس طرح سے پکار کر اور خطاب کر کے باتیں نہ کیا کرو کہ جس طرح آپس والوں سے کرتے ہیں۔ دوسرے حکم میں مطلقاً آواز بلند کرنے کی آنحضرت ﷺ کے روبرو ممانعت تھی، خواہ آنحضرت ﷺ سے خواہ کسی اور سے نہ چیخو، غل نہ مچاؤ۔ یہاں خاص آنحضرت ﷺ سے بات کرنے کا ادب سکھایا گیا ہے۔ فرمایا ایسی گستاخی میں اعمال حبط ہو جانے کا ڈر ہے۔

الحمد للہ! امت محمدیہ خصوصاً صحابہ ؓ نے اس حکم کی کمال درجہ تعمیل کی۔ اب تک حرمین شریفین میں بلند آواز میں کوئی بات نہیں کرتا کسی کو دور سے بلایا جاتا ہے تو اشارہ ہے۔ افسوس ہندوستان کے مسلمانوں پر کہ مساجد میں کیسا غل مچاتے ہیں اور اکابر اور بزرگان دین کے سامنے بات کرنے میں تہذیب و ادب ان کے نصیب میں نہیں الا ماشاء اللہ۔ کیسی بدتہذیبی آ گئی ہے۔

اب پست آوازی سے بات کرنے والوں کے محامد بیان فرماتا ہے فقال:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ③

کہ جو لوگ نبی ﷺ کے سامنے پست آواز سے بات کرتے ہیں اللہ نے ان کے دل پرہیزگاری کے لیے خاص و ممتاز کیے ہیں یعنی ان کے دلوں میں تقویٰ ہے ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ صحابہ ؓ خصوصاً خلفاء اربعہ ؓ اس صفت سے موصوف تھے۔ کیوں نہ ہو ان کی نسبت تورات میں اول ہی سے آ گیا ہے کہ وہ تیرے قدموں کے نزدیک بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو مانیں گے۔

آنحضرت ﷺ کو مخاطب کرنے کے آداب:...... اس کے بعد اس حکم کے خلاف کرنے والوں کا حال بیان فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاۗءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ④

حجرات کو جمہور نے بضم جیم پڑھا ہے۔ یہ حجرۃ کی جمع ہے جیسا کہ غرفۃ کی غرفات۔ ظلمۃ کی ظلمات۔

حجرہ گھر، خلوت خانہ، جس کی چار دیواری ہو۔ اس سے مراد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات ہیں یعنی جو لوگ آپ ﷺ کو حجرات کے باہر سے پکارتے ہیں وہ اکثر بے عقل ہیں۔ یہ عرب کے گنواروں کی عادت تھی، جیسا کہ ہند کے گنواروں کی عادت ہے کہ کسی بزرگ سے ملنے گئے اور وہ اپنے مکان میں ہے، باہر آنے کا انتظار نہیں کرتے پکارنے لگتے ہیں۔ نبی ﷺ سے بھی ایسا ہی اتفاق ہوا تھا۔

شانِ نزول: احمد، ابن جریر، بغوی، طبرانی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ اقرع بن حابس نے آکر پکارا تھا یا محمد اخرج (اے محمد باہر آ) ابو یعلیٰ و مسدد و ابن راہویہ و ابن مردویہ و طبرانی نے نقل کیا ہے کہ عرب کے چند آدمی آئے اور حضرت رسول کریم ﷺ کو باہر سے پکارنے لگے یا محمد! یا محمد (ﷺ) اس پر (مذکورہ) آیت اتری اور ادب سکھایا:

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ○ اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ اے نبی تم از خود باہر نکل کر ان کے پاس آجاتے تو ان کے لیے بہتر تھا۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ اللہ ان کی بے ادبی کو جو جہالت و بے عقلی سے سرزد ہوئی ہے معاف کرے گا اگر وہ توبہ کریں گے۔ اس کے بعد سے پھر کبھی کسی نے ایسا نہیں کیا۔

عرب میں صلاحیت کا مادہ بہت کچھ ہے اب تک وہاں کے بدو (اہل دیہات) اور جگہ کے تہذیب یافتوں سے بات چیت میں اور دیگر امور میں مہذب ہیں۔ جبکہ وہاں کے گھوڑے میں یہ صلاحیت ہے تو آدمیوں کا کیا کہنا۔ اس کی حکمت کہ اس سرزمین پر خاتم النبیین ﷺ مبعوث ہوئے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ
فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۞۶ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ
يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ
وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ
هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۞۷ۙ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۞۸ وَاِنْ
طَاۗىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا
عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْۗءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَاۗءَتْ
فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۞۹ اِنَّمَا
ع الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۞۱۰

ترجمہ: ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی سی خبر لے کر آئے تو اس کو تحقیق کر لیا کرو (ایسا نہ ہو) کہ کہیں کسی قوم پر بے خبری سے نہ جا پڑو پھر اپنے کیے پر پشیمان ہونے لگو۔۶ اور جان لو کہ تم میں اللہ کا رسول موجود ہے اگر وہ بہت سی باتوں میں تمہارا کہا مانے تو تم

پڑ مشکل پڑ جائے لیکن اللہ نے ایمان کی محبت ڈال دی اور اس کو تمہارے دلوں پر کھپا دیا اور تمہاری نظروں میں کفر اور بدکاری اور نافرمانی کو برا کر دکھایا۔ یہی لوگ نیک چلن ہیں⑦ اللہ کے فضل اور احسان سے اور اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے⑧۔ اگر مومنوں کے دو گروہ باہم لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو پھر بھی اگر ان میں سے ایک دوسرے پر سرکشی کرے تو سرکشی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ گروہ حکم خدا کی فرماں برداری پر آجائے پھر اگر وہ فرماں برداری پر آجائے تو ان میں انصاف سے صلح کرا دو اور ان میں عدل کرو، بے شک اللہ کو انصاف کرنے والوں سے محبت ہے⑨۔ ایمان والے جو ہیں تو بھائی بھائی ہیں پھر اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے⑩۔

ترکیب :...... ان تصیبوا مفعول له أى خشية ذلك بجهالة حال من الفاعل أى جاهلين ـ لو يطيعكم مستانف و يجوز أن يكون فى موضع الحال والعامل فيه الاستقرار كقولك مررت برجل لو كلمة لكمنى فكما جاز وقوعه للنكرة جاز وقوعه حالا ـ فضلا مفعول له، طائفتٰن فاعل، فعل محذوف ـ اخويكم بالتثنية والجمع الاخوة جمع الاخ

فاسق کی خبروں کی تحقیق کی جائے

تفسیر: چوتھا حکم :...... یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ کہ اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو جانچ لیا کرو، یہ نہیں کہ جو کسی سے سنا یقین کر لیا اور اس پر کاربند ہو گئے کیونکہ ایسی صورتوں میں باہم لڑانے کے لیے بہت سے جھوٹے افسانے غماز بنا لیا کرتے ہیں، ان پر باور کر کے ان سے لڑ پڑے یا رنجیدہ ہو کر ان کے برخلاف کر بیٹھے تو پھر دریافت حال ہونے کے بعد ندامت اٹھانی پڑے۔

یہ مسئلہ اصول تمدن میں سے ہے۔ کیونکہ ہر شخص کی بات کو خصوصاً لڑائی اور بدگوئی کی بابت باور کر لینا بڑی خرابیاں پیدا کرتا ہے۔ عقل اور قرائن سے بھی دریافت کر لینا چاہیے۔ فاسق کا لفظ اس بات کو بتلا رہا ہے کہ اگر کوئی نیک کہے تو باور کرو۔ خبر کے متعلق اس آیت سے اہل فقہ و اہل اصول وحدیث نے بہت سے مسائل ثابت کیے ہیں جن کا ذکر فن تفسیر سے باہر ہے اس لیے ترک کرتا ہوں۔

شان نزول:...... اس آیت میں حکم عام ہے مگر آنحضرت ﷺ کے عہد میں بھی کوئی ایک ایسی بات ہوئی ہے جو اس آیت کے حکم میں شامل ہے جس کو مفسرین اس کا شان نزول کہتے ہیں، اور وہ یہ ہے۔ امام احمد وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ حارث بن ضرار خزاعی کو نبی ﷺ نے زکوۃ کی وصولی پر متعین کر کے اس کی قوم میں بھیجا، ابان نے اس میں خلل اندازی کر دی، تب نبی ﷺ نے حضرت ولید بن عقبہؓ کو زکوۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا، اس نے آ کر جھوٹ موٹ کہہ دیا کہ حارث مقابلہ میں آیا اور مجھے قتل کرنے میں آمادہ ہو گیا۔ اس پر ایک لشکر تیار ہو کر حارث کے مقابلہ کو چلا، ادھر وہ حضرت ﷺ کی خدمت میں زکوۃ لے کر آ رہا تھا کہ رستہ میں لشکر سے ملا۔ دریافت ہوا تو تعجب ہوا۔ پھر سب آنحضرت ﷺ کے پاس واپس آئے، حارث نے قسم کھائی کہ میں نے ہرگز ایسا نہیں کیا، تب یہ آیت نازل ہوئی۔ ایسا واقعہ بھی ہوا مگر آیت میں کسی شخص کی طرف اشارہ نہیں عام حکم ہے۔

حق کو اپنی خواہشات کے تابع نہ بناؤ:...... اس بات سے لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہوگا کہ ہماری بات اور خبر نہیں مانی جاتی، نہ ہماری رائے اور تدبیر کی پابندی ہوتی ہے اور انسان کا یہ مقتضائے طبعی ہے کہ وہ دوسرے کو اپنا قول کا تابع اور اپنی خواہش کا پابند کرنا چاہتا ہے۔ مگر حضرت رسالت میں اس کی کہاں گنجائش تھی۔ اس لیے فرماتا ہے: وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ فِیْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ یاد رہے کہ تم میں اللہ کا رسول ہے۔ رسول الہام اور وحی سے حکم دیتا ہے پھر اس کے برخلاف کسی کی رائے اور بات کیا ہے؟

لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ اگر اکثر باتوں میں تمہارے کہنے پر چلا کرے تو تم خود مشقت میں پڑ جاؤ، اس لیے کہ تمہاری بہت سی باتیں خطا سے خالی نہیں ہوتیں۔ ان پر وہ چلے اور تم بھی ساتھ چلو تو انجام برا ہو۔
کشتی کا ناخدا اگر اس کے اندر بیٹھنے والوں کے کہنے پر ہر بات میں چلے تو جہاز غرق ہو جائے۔ مگر اے صحابہ! تم ایسے بداندیش نہیں ہو کہ رسول کو اپنی مرضی کے تابع کر کے بے ایمانی اور نافرمانی اور بدکاری کے رویہ کو پسند کرو بلکہ
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ اس نے ایمان کو تمہارا پسند اور مرغوب طبع کر دیا ہے۔
وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ کفر و بدکاری و نافرمانی سے تم کو نفرت دلا دی ہے۔ اس لیے تم دل سے رسول کی اطاعت کو پسند کرتے ہو اور کیوں نہ ہو اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۚ ایسے لوگ اس کے فضل سے و عنایت سے راشد یعنی راستی پسند حق جو، حق گو، حق پر چلنے والے ہیں۔
فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم:...... ان جملوں سے بھی صحابہ رضی اللہ عنہم خصوصاً خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے بہت فضائل ثابت ہوتے۔
پھر ان کی نسبت یہ خیال کرنا (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ لوگ مرتد ہو گئے اور سرکشی اور بے دینی کرنے لگے تھے اس لیے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت پر ظلم کیے ان کا حق خلافت چھین لیا اور باغ فدک دبا بیٹھے وغیرہ وغیرہ) کمال بدگمانی اور ان آیات سے سرتابی ہے۔ جو لوگ ایسے ہوں کہ جن کی توریت و انجیل میں مدح ہو قرآن میں ان کے یہ محامد ہوں کہ
۱۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا، ۲۔ وہ باہم رحیم، ۳۔ کفار پر سخت، ۴۔ نمازی و پرہیزگار ہیں، ۵۔ ایمان ان کے دل میں جاگزیں ہو گیا۔
۶۔ کفر و بدکاری سے ان کو نفرت ہے، ۷۔ اور وہ راشد ہیں، پھر ان سے یہ باتیں جو غلط گو راویوں نے اتہام لگانے کے لیے نقل کی ہیں سرزد ہوں؟ اور باوجود اس کے اشاعت اسلام و جہاد میں ان کی کوششوں اور صلاحیت و پرہیزگاری پر مخالفین بھی گواہیاں دیتے ہوں؟
تعجب، تعجب! معاذ اللہ! یہ چند غلط گو رطب و یابس قصہ نقل کرنے والے (جن کی اندرونی حالت مشکوک ہو) تو سچے ٹھہریں اور خدا کا کلام اور موافق و مخالف کی تاریخیں اور ان کے بڑے بڑے کارنامے سب جھوٹ سمجھے جائیں۔
پانچواں حکم: مسلمان جماعتوں کے مابین صلح کروانا...... وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ اگر مسلمانوں کی دو جماعتوں (یا دو شخصوں میں) لڑائی ہو جائے تو باہم ملاپ کرا دو۔
شان نزول:...... بخاری و مسلم نے اس آیت کے متعلق ایک قصہ نقل کر کے اس کو اس کا شان نزول قرار دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر عبداللہ بن ابی منافق کو سمجھانے کو تشریف لے گئے، اس نے کہا مجھ سے دور رہیے، آپ کے گدھے کی بدبو مجھے تکلیف دیتی ہے۔
کسی انصاری صحابی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گدھے کی بدبو تیری بدبو سے عمدہ ہے۔ اس پر ادھر کا کوئی (شخص) غصہ ہوا ادھر سے بھی لوگ بگڑے، باہم مار پیٹ کی نوبت پہنچی آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں ملاپ کرایا۔ اسی طرح اوس و خزرج انصار کے دو قبیلوں میں بارہا جھگڑے برپا ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باہم ملاپ کرایا۔ یہ بھی حکم ہے۔ پھر اس فساد کی چنگاری کو جلد بجھانے کی تاکید کرتا ہے۔ فقال:
فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى... الخ یعنی صلح کو نہ مان کر اگر پھر ایک فریق دوسرے پر چڑھائی کرے تو چڑھائی کرنے والوں کو ختم کرو (کیوں کہ یہ تمام قوم میں آتش فساد بھڑکانا چاہتے ہیں) یہاں تک کہ یہ چڑھائی کرنے والے اللہ کے حکم کی طرف رجوع کریں جنگ سے باز آئیں اور چھوڑ دو اور باہم ملاپ اور صلح کرا دو اور عدل و انصاف ملحوظ رکھو کسی کی قلت و کثرت زور و شوکت کو نہ دیکھو۔
مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں:...... اور یہ اس لیے کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ایماندار سب بھائی بھائی ہیں ان سب کا ایک

روحانی باپ ہے یعنی رسول اللہ ﷺ۔ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دو وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرو۔ کسی کو اشتعال نہ دلاؤ، نہ لڑنے کی باتیں کرو، نہ کسی کی رعایت کرو ان باتوں میں اللہ سے ڈرو لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝ کہ تم پر اس کی مہربانی رہے۔ اور اتفاق قائم رہنا بھی خدا کی بڑی مہربانی ہے جس کے دنیا و آخرت میں صد ہا عمدہ نتیجے اور میٹھے پھل ہیں۔

گناہ کبیرہ سے ایمان نہیں جاتا

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ گناہ کبیرہ کرنے سے کافر نہیں ہو جاتا، اس لیے کہ قتال باہمی کبیرہ ہے اور اس کے مرتکب کو بھی بلفظ مؤمن تعبیر کیا اور یہ اس لیے کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اقرار باللسان اور اعمال صالحہ اس کی زینت ایمان تو ضرور باقی رہتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۝١١ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ۝١٢ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ۝١٣

ترجمہ:...... ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم پر نہ ہنسے شاید وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ کوئی عورت کسی عورت پر ہنسے شاید وہ اس سے بہتر ہو اور آپس میں طعنہ زنی نہ کرو اور نہ برے ناموں سے چڑایا کرو فسق کے نام لینے ایمان لانے کے بعد بہت برے ہیں اور جو کوئی باز نہ آئے تو وہی ظالم بھی ہے⑪۔ اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچتے رہو کیونکہ بعض گمان تو گناہ ہیں اور ٹٹول بھی نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے کیا تم میں سے کوئی پسند کر سکتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پھر اس سے تو تم کو گھن بھی آتی ہے اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے⑫۔ لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے (جدا جدا) خاندان اور قومیں جو بنائی ہیں تو باہم شناخت کے لیے (نہ تکبر کے لیے) بے شک عزت دار تو اللہ کے نزدیک تم میں وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے⑬۔

ترکیب:...... السخرية الاستهزاء ويعدى بعلى ومن۔ اللمز العيب قال ابن جرير اللمز باليد والعين واللسان والا

شارۃ و الھمز لا یکون الا باللسان۔ التنابز التفاعل من النبز التفاعل من النبز بالسکون و ھو المصدر و النبز بالتحرک اللقب مطلقا و لکن خص فی العرف بالقبیح و الجمع انباز۔ و الالقاب جمع لقب و ھو ما یذکر بہ الانسان من او صافہ و المراد بہ ھنا لقب السوء۔ اجتنبو ای قال جنبہ الشر اذا ابعدہ عنہ و اصلہ جعل الشی فی جانب فیعدی الی مفعولین کما فی قولہ تعالٰی و اجنبنی و بنی ان نعبد الاصنام و مطاوعہ اجتنب الشر فنقص مفعولا۔ میتا حال عن اللحم او عن الاخ فکرھتموہ الفاء لترتیب ما بعدھا علی ماقبلھا من التمثیل و الضمیر فی کرھتموہ (ہ) عائد الی الاکل او الی اللحم او الی المیت۔ الشعوب جمع شعب بفتح الشین ھو اعلی طبقات النسب و تحتہ قبائل جمع قبیلۃ و بعدھا العمائر ثم البطون ثم الافخاذ ثم الفضائل خزیمۃ شعب کنانۃ قبیلۃ، قریش عمارۃ، قصی بطن، ھاشم فخذ، العباس فصیلۃ۔)

چھٹا حکم: زبان کے گناہوں سے بچنے کی تلقین

تفسیر:...... فقال: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ کہ کوئی کسی سے تمسخر نہ کرے۔ گو قوم کا لفظ ہے مگر مراد اس کے افراد ہیں اور مجموعی حالت بھی مراد ہے۔ تمسخر، ہنسی، ٹھٹھے میں، کسی کو بے عزت کرنا۔ یہ باہمی عداوت کی جڑ ہے، ٹھٹھے اڑانا اور دل دکھانا جہلاء اور خفیف لوگوں کی حرکت ہے۔ عَسٰۤی اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ شاید کہ وہ لوگ کہ جن کو تم ٹھٹھے میں اڑاتے ہو تم سے بہتر ہو۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بلاء بات سے پیدا ہوتی ہے۔ جو کوئی کسی پر جس بات میں ہنسی کرے گا اس میں خود مبتلا ہوگا اگر کسی کے کان، آنکھ پر ہنسے گا تو خوف کرے کہ خود کانا نہ ہو جائے یا اس سے زیادہ کسی بلاء میں نہ گرفتار ہو جائے کیونکہ خدا قادر ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔ قوم کا لفظ بظاہر مردوں کو شامل تھا اس لیے عورتوں کو بھی مخاطب کرتا ہے وَلَا نِسَاءٌ... الخ اور نہ کوئی عورت کسی عورت سے تمسخر کرے، کیا معلوم وہی اس سے خدا کے نزدیک بہتر ہو، پھر کیا یہ مشیت الٰہی پر ہنسی کرتی ہے؟

ساتواں حکم: طعنہ زنی کی ممانعت:...... وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ کہ کوئی کسی کو طعنہ نہ دے۔

طعنہ زنی بھی دل دکھانے والی چیز ہے جس سے اتفاق و محبت میں فرق آجاتا ہے اور اَنْفُسَكُمْ کے لفظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ تم بنی آدم ایک ہو، دوسرا شخص جس کو تم طعنہ دیتے ہو وہ بمنزلہ تمہارے نفس کے ہے بوجہ اخوت انسانی یا اخوت اسلامی کے۔

جیسا کہ فرمایا تھا: وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ کہ اپنی جانوں کو قتل نہ کرو حالانکہ غیر کی جان مارنا مراد تھا۔ غیر کو طعنہ دینا گویا اپنے آپ کو طعنہ دینا ہے، کیونکہ وہ تمہارا بھائی ہے یا یہ کہ وہ الٹ کر تم کو طعنہ دے گا تم نے غیر کو طعنہ دے کر اپنے آپ کو طعنہ دلایا۔

آٹھواں حکم: برے القاب سے پکارنے کی ممانعت:...... وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ، کسی کو چڑانے والے ناموں سے نہ پکارو جیسا کہ کوئی یہودی یا نصرانی مسلمان ہو جائے اس کو یہودی یا نصرانی کہا جائے یا جس نام کو انسان اپنے لیے مکروہ سمجھے اس سے اس کو نامزد کیا جائے۔ اسی طرح لنگڑا، بھینگا، اندھا، کانا، لولا وغیرہ صفات مذمومہ سے یاد کرنا، خواہ دراصل (اس) میں وہ اوصاف موجود ہوں، ممنوع ہے۔ اس طرح جاہلیت کے نام اور صفات سے یاد کرنا بھی ناجائز ہے۔ یا کسی کا ابتدائی نام مکروہ تھا اس نے اس کو بدل دیا ہو پھر اس کو اس پہلے نام سے پکارنا بھی ممنوع ہے کیونکہ یہ سب باتیں دل دکھانے والی ہیں جس سے باہمی رنجش اور عداوت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

ہاں! جو عیب دار ناموں سے مشہور ہیں اور پھر وہ ان سے برا بھی نہیں مانتے ان سے یاد کرنا ممنوع نہیں جیسا کہ اعرج و احدب۔

اور اسی طرح عمدہ صفات جن لوگوں میں ہیں اور ان سے وہ ملقب ہو گئے ہیں ان سے یاد کرنا بھی ممنوع نہیں۔ جیسا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو صدیق

اور عمرؓ کو فاروق اور عثمانؓ کو ذی النورین اور علیؓ کو ابو تراب یا حیدر کہتے تھے۔ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) پھر اس حکم کو مؤکد کرتا ہے:

بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ۚ کہ ایمان لانے کے بعد برے فسق اور برائی کے ناموں سے یاد کرنا بری بات ہے۔

وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۞ اور جو کوئی ایسے ناموں کے لینے سے باز نہ آئے تو وہی ظالم یعنی برا اور گنہگار، دل دکھانے والا ہے، نہ کہ وہ جن کو ان ناموں سے یاد کیا گیا۔

نواں حکم: بدگمانی سے بچا جائے:...... یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ۞ کہ بدگمانیوں سے بچو۔

معاذ اللہ! یہ بدگمانی بھی فساد کی جڑ ہے۔ بعضوں کو مرض ہوتا ہے کہ ہر بات میں اور ہر ایک کی نسبت ان کو برا ہی خیال پیدا ہوتا ہے جس سے بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں جب تک کوئی وجہ معقول نہ ہو کیوں بدگمانی کی جائے؟

اس بدگمانی سے گھر برباد ہو گئے ہیں۔ خاوند باہر گیا، پیچھے بیوی کی نسبت بدگمانیاں پیدا کر لیں یا وہ کہیں مہمان یا کسی ضرورت کو گئیں یا کسی ضرورت سے کسی اجنبی سے بات کرنے کی حاجت پڑی بدگمانی پیدا کر لی یا کسی شخص کو متہم کر دیا یا خواہ مخواہ کسی کو بدخواہ اور دشمن سمجھ لیا

ظن سے تعمیم مراد نہیں جو خبر آحاد قیاس و دیگر چیزوں کو مستثنیٰ کرنے کی ضرورت پڑے بلکہ اس سے مراد بدگمانی ہے فرماتا ہے۔

الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ کہ بعض گمانات گناہ ہیں ایسی بدگمانیوں سے انسان گنہگار ہوتا ہے۔ اب یہ شبہ ہوتا تھا کے بدگمانی کی ممانعت ہے اچھا ہم تحقیق کریں گے تو اس لیے اس کے بعد دسواں حکم اس تحقیق و تفتیش کی بابت دیتا ہے۔

دسواں حکم: عیب جوئی کی ممانعت...... فقال: وَّلَا تَجَسَّسُوْا کہ کسی کی عیب جوئی بھی نہ کرو۔

کسی کے عیب دریافت نہ کرنا اور ان کی تفتیش کرنا نہ چاہیے کیونکہ اس میں سراسر برائی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی شخص حاضر کیا گیا اور کہا گیا کہ اس کی داڑھی سے شراب ٹپکتی ہے (فیصلہ یعنی حد جاری فرما دیجئے)۔ فرمایا ہم کو تفتیش کرنے سے منع کیا گیا ہے ہاں! جو بات ظاہر ہو گی ہم اس پر مواخذہ کریں گے

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ و امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر تو مسلمانوں کے عیب ڈھونڈنے کے درپے ہو گا تو کام خراب ہو جائے گا۔ نیز امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: جو کوئی کسی کی پردہ پوشی دنیا میں کرے گا خدا اس کی پردہ پوشی آخرت میں کرے گا۔

گیارہواں حکم: غیبت کی ممانعت...... وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا ۚ کوئی کسی کی غیبت یعنی بدگوئی نہ کرے۔

صحیح مسلم شریف میں ایک حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے پوچھا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور رسول ہی جانتا ہے فرمایا: اپنے بھائی کی وہ بات ذکر کرنی جو اس کو بری معلوم ہو۔ کسی نے عرض کیا اگر دراصل اس میں وہ بات ہو تو پھر کیا؟

غیبت کرنا مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے مترادف ہے

فرمایا یہی تو غیبت ہے۔ اگر اس میں وہ بات نہیں پھر تو بہتان ہے۔ پھر اس غیبت کی برائی کو ایک تمثیل میں بیان کرتا ہے جس سے نہایت برائی اور کراہت سمجھی جاتی ہے فقال: اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ بھلا کوئی بھائی کا مردہ گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ نہیں۔

جس کی غیبت ہوتی ہے وہ غائب ہوتا ہے اس لیے اس کو مردہ سے تشبیہ دی ہے یعنی وہ مردہ کی مانند بے خبر ہے اور یہ اس کی برائی کرنا اس کا گوشت کھانا ہے۔ انسان اور وہ بھی بھائی اس کا زندہ گوشت کوئی کھانا پسند نہیں کرتا چہ جائے کہ مردار کا گوشت۔ فرماتا ہے اللہ سے ڈرو، توبہ

کر وہ توبہ کو قبول کرنے والا مہربان ہے۔ غیبت سے بھی باہمی عداوت پیدا ہوتی ہے اس کی برائی احادیث میں بکثرت موجود ہے۔

بارہواں حکم: خاندان ونسب پر فخر نہ کیا جائے...... جس کو اور دوسرے پیرایہ میں بیان فرماتا ہے: یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی کہ اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد یعنی آدم اور ایک عورت یعنی حوا سے پیدا کیا ہے ہم سب کی ایک ذات اور ایک نسب ہے

خاندانی ونسبی اختلافات کی حقیقت

وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ پھر تمہارے قبیلے اور جتھے جدا جدا کر دیے پہچان کے لیے، نہ کہ نسب پر فخر کرنے کے لیے۔ کیونکہ نسب تو سب کا ایک ہے اب یہ فخر کی چیز نہیں بلکہ پرہیزگاری، اس لیے کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۚ اللہ کے نزدیک تم میں سے عزت دار وہ ہے جو پرہیزگار ہے یعنی نسب پر فخر نہ کیا کرو۔ اس لیے کہ یہ بھی باہمی نفرت ونفاق وعداوت کا باعث ہے اور یہ فرومایہ لوگوں کا کام ہے جو بوسیدہ ہڈیوں پر فخر کیا کرتے ہیں۔ اپنے اندر کوئی خوبی نہیں رکھتے۔ کیا خوب کہا ہے عارف جامیؒ نے ؎

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی   کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴿۱۳﴾ بزرگی کے اسباب خدا کو معلوم ہیں اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ انساب ظنیہ ہیں اصل حال وہی خوب جانتا ہے اور اس طرف بھی کہ انجام کار بھی اسی کو معلوم ہے، بہت سے عزت دار چند روز کے بعد لوگوں کی آنکھوں میں ذلیل ہو گئے ہیں۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ۭ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ
الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ ۭ وَاِنْ تُطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَا یَلِتْکُمْ* مِّنْ اَعْمَالِکُمْ
شَیْئًا ۭ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ
ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۭ اُولٰٓئِکَ ھُمُ
الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰہَ بِدِیْنِکُمْ ۭ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِی الْاَرْضِ ۭ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۶﴾ یَمُنُّوْنَ عَلَیْکَ اَنْ اَسْلَمُوْا ۭ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا
عَلَیَّ اِسْلَامَکُمْ ۚ بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ ھَدٰٮکُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۷﴾
اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع

ترجمہ:...... بدوی کہتے ہیں ہم ایمان لائے، تو کہو تم ہرگز ایمان نہیں لائے، ہاں! یہ کہو کہ ہم تابعدار ہو گئے حالانکہ ابھی تک تمہارے دلوں

* ...... یقرء بھمزۃ بعد الیاء وماضیہ الت یقال الت یالت بالفتح فی الماضی والکسر فی المضارع وقرء بغیر ھمزۃ وماضیہ لاتھا یلیت وھما لغتان و معناھما النقصان ۱۲ منہ

میں ایمان کا تو گزر ہی نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے تو تمہارے اعمال (کی اجرت میں) بھی وہ کچھ کمی نہیں کرے گا البتہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے ⑭ ایمان والے تو وہی ہیں کہ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے کسی طرح کا شک (وشبہ) نہیں کیا اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں جہاد بھی کرتے رہے وہی سچے بھی ہیں ⑮ کہہ دو کیا تم اللہ کو اپنی دین داری جتاتے ہو؟ حالانکہ وہ سب جانتا ہے جو کچھ کہ آسمان اور زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز سے خبردار ہے ⑯ آپ پر اپنے اسلام لانے کا احسان جتاتے ہیں کہہ دو مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ جتلاؤ بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ تم کو ایمان کی ہدایت دی اگر تم سچے ہو ⑰ بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی سب مخفی چیزیں جانتا ہے اور اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو ⑱۔

تفسیر:...... جب یہ بیان فرمادیا کہ مدار کار بزرگی کا پرہیزگاری پر ہے اب اصلی اور مصنوعی پرہیزگاری کا حال بیان فرماتا ہے۔

اعراب کا ایمان

فقال: قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ۝ کہ زبان سے ایمان لانا کہنا مصنوعی پرہیزگاری ہے ایسا ایمان زبان پر ہے دل میں نہیں۔ ہاں! اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری اصلی تقویٰ ہے۔ اگر اے اعراب تم کرو گے تو تمہارے اعمال کی اجرت میں خدا کمی نہیں کرے گا۔

مجاہدؒ کہتے ہیں کہ اعراب سے مراد اس جملہ میں بنو اسد ہیں قحط کے ایام میں صدقہ لینے کی غرض سے اظہار کیا کہ ہم ایمان لائے مگر دراصل دل میں ایمان اور اللہ اور رسول کی اطاعت مقصود نہ تھی۔ فرمایا امنا کہنا تمہارا صحیح نہیں ہاں اسلمنا کہنا درست ہے بظاہر مطیع اسلام ہو گئے۔

ایمان اور اسلام ایک چیز ہے

عرف شرع میں ایمان اور اسلام دونوں لفظوں سے ایک مراد ہے وہ کیا؟ دل سے اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کو تصدیق کرنا اور احکام شرع کو قبول کرنا اس جگہ اسلمنا کے لغوی معنی مراد ہیں جس لیے ایمان سے جدا سمجھا گیا۔ اس آیت سے یہ سمجھ لینا ایمان اور چیز ہے اور اسلام اور چیز، بڑی غلطی ہے۔ اس کے بعد حقیقی ایمان و تقویٰ کا بیان کرتا ہے۔ انما المومنون کہ حقیقی مومن ہیں کہ جو صدق دل سے اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور جان و مال کو اللہ کے لیے صرف کرنے میں دریغ نہیں کرتے یہی سچے ایماندار ہیں۔

وہ دنیاوی غرض سے ایمان لانے والے اپنا ایمان جتلایا کرتے تھے، اور نبی ﷺ پر احسان جتلاتے تھے کہ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں، ہم سے سلوک کیجیے، کچھ دیجیے۔ ان کے جواب میں فرماتا ہے کہ کیوں ایمان جتلاتے ہو۔ تمہارا ایمان خدا کو معلوم ہے اس سے کوئی شے مخفی نہیں اور کیوں احسان جتلاتے ہو بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ تم کو ہدایت دی اگر تم سچے ایماندار ہو۔

اٰيَاتُهَا ۴۵ | (۵۰) سُوْرَةُ قٓ مَكِّيَّةٌ (۳۴) | رُكُوْعَاتُهَا ۳

سورۂ ق مکیہ ہے اس میں پینتالیس آیات اور تین رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

قٓ ۚ وَالۡقُرۡاٰنِ الۡمَجِيۡدِ ﴿۱﴾ بَلۡ عَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَهُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡهُمۡ فَقَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ
هٰذَا شَىۡءٌ عَجِيۡبٌ ﴿۲﴾ ءَاِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجۡعٌۢ بَعِيۡدٌ ﴿۳﴾ قَدۡ عَلِمۡنَا
مَا تَنۡقُصُ الۡاَرۡضُ مِنۡهُمۡ ۚ وَعِنۡدَنَا كِتٰبٌ حَفِيۡظٌ ﴿۴﴾ بَلۡ كَذَّبُوۡا بِالۡحَقِّ لَمَّا
جَآءَهُمۡ فَهُمۡ فِىۡۤ اَمۡرٍ مَّرِيۡجٍ ﴿۵﴾ اَفَلَمۡ يَنۡظُرُوۡۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوۡقَهُمۡ كَيۡفَ بَنَيۡنٰهَا
وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنۡ فُرُوۡجٍ ﴿۶﴾ وَالۡاَرۡضَ مَدَدۡنٰهَا وَاَلۡقَيۡنَا فِيۡهَا رَوَاسِىَ
وَاَنۡۢبَتۡنَا فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍۢ بَهِيۡجٍ ﴿۷﴾ تَبۡصِرَةً وَّذِكۡرٰى لِكُلِّ عَبۡدٍ مُّنِيۡبٍ ﴿۸﴾
وَنَزَّلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنۡۢبَتۡنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الۡحَصِيۡدِ ﴿۹﴾ وَالنَّخۡلَ
بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلۡعٌ نَّضِيۡدٌ ﴿۱۰﴾ رِّزۡقًا لِّلۡعِبَادِ ۙ وَاَحۡيَيۡنَا بِهٖ بَلۡدَةً مَّيۡتًا ؕ كَذٰلِكَ
الۡخُرُوۡجُ ﴿۱۱﴾ كَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّاَصۡحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوۡدُ ﴿۱۲﴾ وَعَادٌ
وَّفِرۡعَوۡنُ وَاِخۡوَانُ لُوۡطٍ ﴿۱۳﴾ وَّاَصۡحٰبُ الۡاَيۡكَةِ وَقَوۡمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ
فَحَقَّ وَعِيۡدِ ﴿۱۴﴾ اَفَعَيِيۡنَا بِالۡخَلۡقِ الۡاَوَّلِ ؕ بَلۡ هُمۡ فِىۡ لَبۡسٍ مِّنۡ خَلۡقٍ جَدِيۡدٍ ﴿۱۵﴾ ع

المنزل السابع

ترجمہ:...... ق: قسم ہے قرآن مجید کی ① (کہ آپ رسول برحق ہیں)۔ انہوں نے انکار ہی نہیں کیا بلکہ ان کو تعجب ہوا کہ ان کے پاس انہیں میں کا ایک خبردار کرنے والا آیا پس کافروں نے کہہ دیا یہ تعجب کی بات ہے ②۔ کیا جب ہم مر گئے اور خاک ہو گئے پھر زندہ ہوں گے یہ بار دگر (دوبارہ) زندہ ہونا بعید (از عقل) ہے ③ ہم جانتے ہیں جو کچھ مردوں کے جسم میں سے زمین کھاتی اور کم کرتی ہے اور ہمارے پاس تو ایک محفوظ کتاب ہے ④ یہ نہیں بلکہ حق بات کو انہوں نے پہنچ جانے کے بعد جھٹلا دیا سو وہ خلجان میں پڑے ہوئے ہیں ⑤ پھر کیا انہوں نے

اپنے اوپر آسمان نہیں دیکھا کہ کس طرح سے ہم نے اس کو بنایا اور آراستہ کیا اور اس میں کوئی بھی شگاف نہیں ⑥ اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں اس کے لنگر[1] ڈال دیے اور اس میں ہر قسم کی خوش آئند چیز اُگائی ⑦ تا کہ ہر ایک بندہ جو خدا کی طرف رجوع کرنے والا ہے ⑧ (اس کو) دیکھے اور یاد کرے (اور قدرت پر ایمان لائے) اور ہم نے آسمان سے برکت کا پانی اتارا پھر اس سے باغ اور کھیتی کا اناج اگایا ⑨ اور بلند کھجوریں بھی کہ جن کے توشے تہہ بہ تہہ ہیں ⑩ بندوں کو روزی دینے کے لیے اور اس پانی سے ہم نے مردہ شہر (خشک زمین کو) تر و تازہ کر دیا اس طرح قبروں سے نکلنا ہوگا ⑪ ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا اور کنویں والوں نے اور ثمود ⑫ اور عاد اور فرعون اور لوط کی قوم نے ⑬ اور بن کے رہنے والوں اور تبع کی قوم نے بھی (جھٹلایا تھا) ہر ایک ہی نے رسول کو جھٹلایا تو میرا وعدہ عذاب قائم ہوا ⑭ کیا ہم اول بار پیدا کرنے سے تھک گئے جو وہ نئے پیدا کرنے میں شبہ کرتے ہیں ⑮۔

ترکیب:......من قال ق: قسم جعل الواو عاطفة ومن لم يقل به كانت الواو للقسم عنده وجواب القسم عند الكوفيين هو قوله بل عجبوا وقال ابن كيسان جوابه مايلفظ وقال الاخفش محذوف (وعندي انک رسول) أي لتبعثن يدل عليه ءاذا متنا بل عجبوا للاضراب اذا منصوبة بما دل عليه الجواب فوقهم حال من السماء والارض معطوف على موضع السماء أي دير والارض۔ مددنها: حال تبصرة مفعول له۔ حب الحصيد: أي حب الزرع الحصيد وعند الكوفيين هو من باب اضافة الشئ الى نفسه كمسجد الجامع وهذا جائز اذا اختلف اللفظان كحق اليقين وحبل الوريد ودار الآخرة والنخل معطوف على الحب بسقت حال مقدرة۔ لها طلع نضيد: حال رزقا مفعول له۔ بل هم امي انهم غير منكرين لقدرة الله على الخلق الاول بل هم... الخ۔

تفسیر:......یہ سورت مکیہ ہے۔ جیسا کہ حسن وعکرمہ و جابر و ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔

صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ اس سورت کو صبح کی نماز کی اول رکعت میں پڑھا کرتے تھے اور عید میں بھی پڑھتے تھے اور جمعہ کے خطبہ میں بھی پڑتے تھے۔ یہاں سے سور مفصلات شروع ہوتی ہیں۔ بعض کہتے ہیں حجرات سے۔

ماقبل سورت سے ربط:......پچھلی سورتوں میں انسان کی سعادت میں بارہ احکام تھے اور احکام کی پابندی اس بات کو ضرور چاہتی ہے اگر مخالفت کریں گے تو سزا ملے گی اور تعمیل پر ثواب واجر کے مستحق ہوں گے۔ اور یہ بھی بدیہی بات ہے کہ دنیا سزا و جزا کا گھر نہیں۔ اس لیے کہ صدہا بدکار اخیر عمر تک عیش و کامرانی میں رہے ہیں پس معلوم ہوا کہ اس کے لیے ایک اور ہی جگہ ہے اور وہ دار آخرت ہے اس لیے اس سورت میں حشر کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کے امکان پر اس عالم سے چند نظائر پیش کیے گئے جن سے اس کی قدرت کاملہ اور حکمت کا بخوبی ثبوت ہوتا ہے۔ اور حشر کے مسئلے سے پہلے نبوت کا مسئلہ ثابت کیا گیا۔ اس لیے کہ حشر کے ثبوت کے لیے دلائل کے سوا کسی مخبر صادق کی شہادت درکار ہے۔ اور مخبر صادق یا رسول ہے یا اس کی کتاب جو رسول کی معرفت دنیا میں نازل ہوئی۔

قٓ کے معنی اور اس کے رموز:......فقال: قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۚ۝ ق کے معنی میں علما کے کئی قول ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے کہ قٓ ایک عظیم الشان پہاڑ ہے۔

---

[1] (یعنی پہاڑ بنائے ۱۲ منہ)

اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کے معنی یہ نہیں کہ اس سورت میں جو قٓ ہے اس سے وہ کوہ قاف مراد ہے[1] صحیح تر یہی بات ہے کہ یہ حرف ابتدا کلام میں کسی خاص رمز کے لیے بولا گیا ہے جس کو اس کا رسول ہی جانتا تھا۔ اوروں کو بھی معلوم کرایا گیا ہو تو ممکن ہے۔

فقیر (مفسر حقانیؒ) کہتا ہے کہ قٓ سے اس کی قدرت کی طرف اشارہ ہے اور قہر و جبروت کی طرف بھی جو قاف کی طرح محیط ہے۔ اور تمام ممکنات کو احاطہ کیے ہوئے ہے، اور اس طرف بھی کہ رمز کو قلب والا ہی سمجھتا ہے۔[2]

حضرت قتادہؒ کہتے ہیں یہ قرآن کا ایک نام ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ کا نام ہے بعض علماء کہتے ہیں یہ کسی کلمہ کا مخفف ہے۔

الحاصل اِقٓ سے کسی رمز خاص کی طرف اشارہ کر کے قرآن مجید کی قسم کھاتا ہے اور قرآن کو مجید یعنی ذی عزت کہہ کر یہ بات بتلاتا ہے کہ اس کی عزت، اس کا مجد، اس کی صداقت من جانب اللہ ہونے کی شہادت دے رہا ہے۔ اور اس کی قسم کھانا بھی یہ بات بتلا رہا ہے کہ کسی پیاری یا محترم چیز کی قسم کھایا کرتے ہیں جیسا کے عرب کا دستور تھا۔ پس اس سے ثبوت دیا جاتا ہے کہ یہ جھوٹی کتاب نہیں بلکہ خدا کے نزدیک محترم و محبوب ہے، قسم کا جواب ذکر نہیں کیا کس لیے کہ جس چیز کا مخالف انکار کرتے تھے اس کے ثبوت پر قسم ہے۔

اس بات کو مخاطب سمجھتا تھا اس لیے اس کا ذکر کرنا بے فائدہ تھا۔ اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قیامت کا زیادہ انکار کرتے تھے اس لیے پھر انہیں دو باتوں کو ثابت کرتا ہے۔

قرآن مجید کے من جانب اللہ ہونے پر کفار کو تعجب

فقال: بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ ۝ یعنی وہ ایمان کیا نہیں لاتے بلکہ تعجب کرتے ہیں کہ انہیں میں کے ایک شخص کو خدا نے رسول کیوں کر بنا دیا جو برے افعال نتائج بد سے ڈراتا ہے۔ کفار اس بات کو عجب بات کہتے تھے۔

یہاں تک کہ مسئلہ نبوت کا ثبوت تھا، اور اس کے ضمن میں قرآن مجید کا من جانب اللہ ہونا بھی ثابت کیا گیا۔ اس کے بعد مسئلہ حشر کو شروع کرتا ہے۔

مر کر دوبارہ زندہ ہونا: ...... ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ ۝ کفار کہتے ہیں کہ جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے تو پھر جئیں گے، یہ بہت دور ہے ایسا ہونا ممکن نہیں۔ اس کے جواب میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِیْظٌ ۝ کہ ہم کو معلوم ہے زمین جس قدر ان کے جسموں کو کھاتی ہے۔ سدی کہتے ہیں نقص سے مراد اس جگہ موت ہے تب یہ معنی ہوں گے کہ جس قدر لوگ ان میں سے مرتے ہیں وہ ہم کو معلوم ہیں ہمارے علم سے باہر نہیں ہمارے پاس ایک دفتر ہے جس میں ہر بات ہے اور وہ ہر بات کا محافظ ہے یا وہ دفتر محفوظ ہے اس میں کمی زیادتی نہیں ہونے پاتی۔

غرض یہ کہ ہمارے علم کے احاطہ سے انسان کا جسم مر کر باہر نہیں ہو جاتا اس کے اجزا کہیں کیوں نہ جائیں ہم کو معلوم ہیں۔ یہاں تک علم ثابت کیا تھا۔ اَفَلَمْ یَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ سے بَلْدَةً مَّیْتًا ۔ تک اپنی قدرت کاملہ کا اظہار کیا۔ پس جب علم بھی اور قدرت بھی ہے تو پھر بار دگر جی اٹھنے میں کیا تعجب ہے بلکہ اس کو حق مان لینا چاہیے۔ اس لیے قدرت ثابت کرنے سے پہلے کفار کو الزام دے کر فرماتا ہے:

بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ وہ تعجب کیا کرتے ہیں بلکہ حق بات کو جھٹلاتے ہیں جو ان سے بیان کی گئی۔

---

[1] ...... ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ق سے جبل قاف مراد لینا اور اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کہنا کہ وہ ایک پہاڑ ہے تمام عالم کو محیط، ملحدوں اور زندیقوں کی بناوٹ ہے۔ اسلام میں معایب و طعن کرانے کے لیے اس قسم کی انہوں نے بہت سی حدیثیں اور روایتیں بنائی تھیں ۱۲ منہ۔

[2] ...... ق سے قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے جو عرش الٰہی اور ہر شے پر محیط ہے جیسا کہ م سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کی طرف اشارہ تھا۔ ۱۲ منہ۔

فَهُمْ فِیْۤ اَمْرٍ مَّرِیْجٍ۝ پس وہ خلجان میں پڑے ہوئے ہیں یا غلط خیال میں مبتلا ہیں (مریج: مضطرب۔ ملتبس۔ فاسد)

قدرت کاملہ کے ثبوت پر چند دلائل: مخلوقات میں سے اپنی قدرت کاملہ ثابت کرنے کے لیے یہ چند دلائل بیان کرتا ہے:۔

آسمانوں میں کوئی شگاف نہیں: اول:...... آسمان کی پیدائش اور اس کی ایسی محفوظ و مستحکم بناوٹ اور اس کی ستاروں سے آرائش ۔ وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ۝ فروج جمع فرج شگاف یا دراڑ۔

آسمانوں کی بابت کئی جگہ ہم بحث کر چکے ہیں کہ جس قدر سے خدا تعالیٰ کی قدرت کا اثبات مقصود ہے، اس کا نہ حکمائے قدیم کا مذہب مخالف ہے نہ جدید کا۔ اس سے یہ شبہ پیدا کرنا کہ جب آسمانوں میں کوئی شگاف نہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام چوتھے آسمان پر کیوں کر پہنچے اور حضرت الیاس علیہ السلام کس طرح گئے اور جناب خاتم الانبیاء ﷺ شب معراج میں سب کو کیوں طے کر گئے؟ محض خام خیال ہے۔ اس لیے کہ ان حضرات کا جسم اطہر روحانیت سے مبدل کر دیا گیا جس کے نکل جانے کو جسم مانع نہیں۔ اور شگاف اور چیز ہے صانع کی طرف سے کھڑکی یا دروازہ ہونا اس کے منافی نہیں جیسا کہ ابواب السماء آیا ہے۔ پس یہ بھی ممکن ہے کہ ان دروازوں سے گئے ہوں۔

دوم:...... زمین کی بناوٹ اور اس کی وسعت اور اس میں پہاڑوں کا ہونا اور ہر قسم کی جڑی بوٹی مختلف رنگ و مختلف تاثیر کی پیدا کرنا جو صاحب بصیرت اور خدا کی طرف متوجہ ہونے والے کے لیے ایک تبصرہ یعنی آئنہ ہے جس میں غور و فکر کی نگاہ کرنے سے وہ خدائے ذوالجلال کے بے انتہا قدرت و کبریائی کو دیکھ سکتا ہے۔

سوم:...... آسمانوں سے پانی اتارنا اور اس ایک پانی سے باغ اور کھیتیاں اگانا اور بلند بلند کھجور کے درخت پیدا کر دینا جن کے تہہ بہ تہہ گابھے اور پکے ہوئے پھل لٹکا کرتے ہیں اور ان چیزوں سے بندوں کو روزی دی جاتی ہے۔ اور اس پانی سے مردہ یعنی خشک زمین کا زندہ یعنی شاداب و ہرا بھرا کر دینا۔

مُردوں کا زمین سے نکلنا:...... ان دلائل کے بعد فرماتا ہے: كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ۝ مردوں کا زمین سے پیدا ہونا اور نکلنا بھی اسی طرح سے ہوگا۔ یعنی جس نے اگلے سال کی جڑی بوٹیوں کو زندہ کر دیا وہ انسانوں کو بھی زندہ کر دے گا۔ کیا جو نباتات پر قادر ہے وہ حیوانات پر قادر نہیں؟ کیا مرے ہوئے انسان اس کے احاطۂ قدرت کاملہ سے باہر ہیں، ہرگز نہیں۔

حشر کا مسئلہ ثابت کر کے یہ بات بتلاتا ہے کہ اس مسئلہ کا انکار نئی بات نہیں ہے، ان قریش سے پہلے بھی بہت سی قومیں جن کو قوائے بہیمیہ و شہوانیہ کے ظلمات و حجابات نے اندھا کر دیا تھا اس کے منکر تھے کیونکہ ان کو تاہ نظر میں اسی عالم کے تجملات تھے، وہ یہاں سے دوسرے عالم میں جانا اور اعمال کی سزا و جزا پانا اپنی اس پست حوصلگی سے خیال میں لانا بھی شاق سمجھتے تھے، اور یہ طبعی بات ہے ملزم و مجرم بوقت ارتکاب جرم عدالت کے ذکر سے بھی نفرت کرتا ہے۔

اصحابُ الرس کی تحقیق:...... پھر ان نام آور قوموں کے نام گنواتا ہے، فقال:

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ کہ ان سے پہلے [۱] حضرت نوحؑ کی قوم نے جھٹلایا تھا اور [۲] اصحاب الرس نے۔

صراح میں ہے: رس چاہ بسنگ بر آوردہ و نام چاہ بقیہ ثمود و نام وادی و نام آبے و چاہ کند۔

پختہ کنوئیں کو رس کہتے ہیں۔ صحیح تر یہی ہے کہ اس سے مراد حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ہے جن کے ہاں ایک پختہ کنواں تھا جس سے وہ مویشیوں کو پانی پلاتے تھے، پیغمبر کی نافرمانی اور اپنی بدکاری سے ہلاک ہوئے۔

بعض کہتے ہیں قوم ثمود مراد ہے۔ ان کے ہاں بھی ایک بڑا گہرا پختہ کنواں تھا۔ بعض کہتے ہیں ایک اور قوم اس کی وادی رس میں تھی

وَثَمُوْدُ﴿۱۲﴾ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ﴿۱۳﴾ یعنی لوط کی قوم جو شام میں جھیل مردار کے کنارے رہتے تھے،
وَّاَصْحٰبُ الْاَیْکَۃِ اور ایکہ والے۔ ایکہ بن کو کہتے ہیں یہ قوم جہاں رہتی تھی وہاں درختوں کے بڑے جھنڈ تھے۔۔ان کے نبی بھی حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ط اور تبع حمیری کی قوم۔ تبع مذکور ایک نبی یا با خدا شخص تھا یمن میں۔
فرماتا ہے: کُلٌّ کَذَّبَ الرُّسُلَ ہر ایک نے اپنے اپنے رسول کو جھٹلایا حشر کے بارے میں اور توحید و دیگر امور میں۔
فَحَقَّ وَعِیْدِ﴿۱۴﴾ پس ان پر ہمارا عذاب ثابت ہو گیا ہر ایک ہلاک و برباد ہوا۔ اس کے بعد پھر اصل مسئلہ حشر کی طرف رجوع کرتا ہے۔
اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ط کہ کیا ہم اول بار کے پیدا کرنے سے تھک گئے ہیں؟ نہیں، ہرگز نہیں! پھر کیوں وہ بارِ دگر (دوسری مرتبہ) پیدا کرنے میں شبہ کرتے ہیں۔ جو ایک بار پیدا کر سکتا ہے، وہ اس کو مٹا کر بارِ دگر بھی پیدا کر سکتا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ﴿۱۶﴾ اِذْ یَتَلَقَّی الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ﴿۱۷﴾ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ﴿۱۸﴾ وَجَآءَتْ سَکْرَۃُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ط ذٰلِکَ مَا کُنْتَ مِنْهُ تَحِیْدُ﴿۱۹﴾

ترجمہ:......اور البتہ ہم نے انسان کو بنایا اور ہم جانتے ہیں جو کچھ اس کے دل میں باتیں آتی ہیں ہم اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ نزدیک [1] ہیں﴿۱۶﴾ جب کہ دو پہرے دار اس کے دائیں اور اس کے بائیں آ بیٹھتے ہیں﴿۱۷﴾ جو کچھ وہ بولتا ہے تو اس کے پاس ہوشیار محافظ لکھنے کے لیے تیار موجود رہتا ہے﴿۱۸﴾ اور موت کی بے ہوشی حق کو لا کر رہے گی (کہا جائے گا) یہی تو وہ ہے کہ جس سے تو بھگتا تھا﴿۱۹﴾۔

ترکیب:...... ونعلم حال مقدرۃ بتقدیر نحن و یجوز ان یکون مستانفا۔ والضمیر فی بہ یرجع الی ما ان جعلت موصولۃ والباء زائدۃ کمافی قولہ صوّت بکذا او للتعدیۃ۔ او یرجع الی الانسان ان جعلت ما مصدریۃ۔ والباء للتعدیۃ۔ والوسوسۃ الصوت الخفی والمراد بہا ھھنا ما یختلج فی قلبہ۔ اذ مقدر باذکر او متعلق باقرب او بنعلم۔ قعید: فعیل یطلق علی الواحد والمتعدد۔ مبتدء عن الیمین و عن الشمال خبرہ بالحق حال او مفعول بہ۔

تفسیر:......یہ تتمہ ہے بیان سابق کا انسان کے حال سے۔ اب اپنے بے انتہا علم و قدرت پر دلیل لاتا ہے۔ انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اس لیے آسمانوں و زمین کو ایک جگہ ان کو ذکر کیا اور درحقیقت انسان خدائے لایزال کی بے انتہا قدرتوں کا ایک بڑا خزانہ ہے۔ اگر یہ اپنے حالات میں غور کرے تو اس کو بے شمار دلائل صاف صاف یہ کہہ دیں گے کہ خدا تعالیٰ کی قدرتیں اور اس کا علم بے انتہا ہے، کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کو دل کے وسوسوں کا بھی علم ہے

فقال: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے نہ کہ کسی اور نے اور نہ یہ آپ سے آپ پیدا ہو گیا، یہ ہماری قدرت دیکھو

---

[1] کیا خوب کہا ہے سعدیؒ نے اس قرب کے معنی میں: یار نزدیک تر از من بمن است وین عجب تر کہ من از وے دورم۔ (اصل کتاب میں یہ حصہ ترجمہ ہی کے درمیان موجود تھا)

وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ اور ہم اس کے دلی ارادوں اور خطرات (خیالات) سے بھی واقف ہیں، یہ ہمارا علم دیکھو۔

اللہ تعالیٰ شہ رگ سے بھی قریب ہے: ......اور ہم کو اس کے خطرات (خیالات) کا کیوں علم نہ ہو

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ اور ہم انسان سے اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ قریب تر ہیں [1]۔

حبل (رسی) سے مراد ہے رگ۔ ورید خاص رگ کا نام ہے گلے کی رگ جس کو شاہ رگ کہتے ہیں، وہ دو رگیں ہیں جو سر سے آتی ہیں اور اس کی گردن کے اگلے رخ کو گھیرتی ہوئی دل کی رگ سے جا ملتی ہے جن کے کٹنے سے انسان مر جاتا ہے۔ پس یہ اضافت حبل کی ورید کی طرف اضافت بیانیہ ہے۔ خدا تعالیٰ علت العلل ہے، علت کو اپنے معلول کا علم حضوری ہے، اس لیے وہ شہ رگ سے بھی قریب ہے کیوں کہ ورید کو تو اجزائے لحمیہ حاجب ہیں، خدا کا قرب مکانی قرب نہیں بلکہ ذاتی ہے کیوں کہ انسان اس کے وجود اصلی کا ایک ظل ہے اور اس کے وجود مطلق کا تعین۔ وہ اس کے ساتھ حلول واتصال صوری سے اقرب نہیں اور نہ اتحاد وعینیت سے۔

تذکرۂ کراماً کاتبین: ......علامہ ابن کثیرؒ کہتے ہیں نَحْنُ اَقْرَبُ سے مراد یہ ہے کہ ہمارے فرشتے اس کی رگ گردن سے بھی قریب ہیں کیونکہ ان کا تعلق قلب سے ہے اور وہ ملہم ہیں۔ اس لیے اس کے بعد فرماتا ہے۔

اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ جب کے دو ملنے والے انسان کے دائیں بائیں سے آتے اور ملتے ہیں اور اس کے دونوں طرف آ بیٹھتے ہیں۔

یعنی ہم تو اس کے خطرات کو جانتے ہیں اور دو شخص بھی اس کے دونوں طرف لکھنے بیٹھے ہیں اس پر حجت قائم کرنے کے لیے۔

جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ ان دونوں شخصوں سے فرشتے مراد ہیں جو اس کے اعمال نیک و بد کو اور جو منہ سے نکلتا ہے لکھ لیتے ہیں (اس قلم وسیاہی سے نہیں نہ ان کاغذوں پر۔ ان کا لکھنا اور ہے) نیکی کا فرشتہ دائیں طرف اور بدی کا لکھنے والا بائیں طرف بیٹھا رہتا ہے جیسا کہ ایک جگہ فرماتا ہے: كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ اور رات کے اعمال لکھنے والے فرشتے صبح ہوتے ہی چلے جاتے ہیں، صبح کے دن کے اعمال لکھنے والے آتے ہیں۔ پہرہ بدلتا رہتا ہے، یہ ہیں يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ کے معنی۔

جو بات انسان منہ سے نکالتا ہے فرشتہ لکھ لیتا ہے: ...... مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ جو بات انسان منہ سے نکلتا ہے ان میں سے ایک فرشتہ اس کو لکھ لیتا ہے نیک بات ہے تو دائیں طرف والا، بد بات ہے تو بائیں طرف والا، جو اس کا رقیب یعنی محافظ اور عتید یعنی اس کام کے لیے مہیا وتیار ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دل کے خطرات (خیالات) نہیں لکھتے۔

صحیحین میں ایک حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی امت کے خطرات (خیالات) معاف کر دیے جب تک کہ ان کو زبان سے نہ نکالیں یا عمل میں نہ لائیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرشتے وہی الفاظ واعمال لکھتے ہیں جن میں ثواب وعذاب ہے پانی پلانا کھانا کھلانا ان باتوں کو نہیں لکھتے۔ مگر الفاظ آیت میں عموم ہے۔

علامہ محی الدین ابن العربی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ دائیں طرف بیٹھنے والے سے مراد اس کی وہ قوت ہے جو اس کو نیک اعمال کرنے پر آمادہ کرتی ہے اور بائیں طرف والے سے مراد وہ قوت ہے جو شر کی طرف برانگیختہ کرتی ہے۔ یہ خدا کی طرف کے دو موکل ہیں جو ہر روز ملتے ہیں یعنی ان کا مقابلہ رہتا ہے اور ان دونوں قوتوں سے جو جو خطرات وخیالات اس کے دل میں پیدا ہوتے رہتے ہیں ان کو ہم جانتے ہیں کیونکہ اس کی رگ گردن تو اس کے دل سے دور ہے مگر ہمارا اس کے دل سے تعلق ہے۔ (واللہ اعلم)۔

---

[1] کیا خوب کہا ہے سعدیؒ نے اس قرب کے معنی میں: یار نزدیک تر از من بمن است وین عجب تر کہ من از وے دورم۔

سکرۃ الموت: یہاں تک تو انسان کی حالت دنیوی کا بیان تھا۔ اب یہ ایک اور عالم میں جاتا ہے، یہ علم تو اس کی ایک منزل یا ایک شب باش کی مہمان سرائے تھی یا اس کی تجارت کا بازار تھا۔ اب جو کچھ کیا تھا اس کا پشتارا یا سہارا اس کے ساتھ ہے اور اب یہ اور جگہ چلے وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ اور موت جو برحق ہے جس میں کسی کو بھی کلام و شبہ نہیں اس کی بہوشی طاری ہوئی اور موت غش نے ان کو حق دکھا دیا، جن باتوں میں شبہ کرتا تھا اب اس کو آنکھ سے دکھائی دینے لگیں ادھر سے آنکھوں سے پردہ پڑا ادھر دوسرا عالم اس پر منکشف ہوا۔

ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ⑲ یہ وہ چیز ہے کہ اے انسان اس سے تو بڑا ناخوش ہوتا تھا اور بھاگتا پھرتا تھا۔ دنیا سے اٹھ گیا اور دوسرے عالم میں پہنچا ایک مدت تک وہاں رہا پھر حشر کا دان شروع ہوتا ہے جو ظہور کلی ہے۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ⑳ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ
وَّشَهِيْدٌ㉑ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ
الْيَوْمَ حَدِيْدٌ㉒ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ۭ㉓ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ
كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۙ㉔ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ۙ㉕ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ
فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ㉖ قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ
ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ㉗ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ㉘ مَا
يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ㉙ ع

ترجمہ:...... اور صور پھونکا جائے گا یہ ہے وعدہ کا دن⑳۔ اور ہر ایک شخص حساب کے لیے آئے گا اس کے ساتھ ایک (فرشتہ) ہانکنے والا اور ایک گواہ ہوگا㉑ دربار میں اس سے کہا جائے گا تو اس سے غافل تھا پس ہم نے تیرا پردہ اٹھا دیا پھر آج تو تیری نگاہ بڑی تیز ہے㉒ اور اس کے ساتھ رہنے والے (کراماً کاتبین) عرض کریں گے کہ یہ اس کے اعمال کا دفتر ہمارے پاس موجود ہے㉓ فرشتوں کو حکم ہوگا ہر ایک کافر سرکش㉔ خیر سے روکنے والے حد سے بڑھنے والے شک کرنے والے کو㉕ کہ جس نے اللہ کے ساتھ اور معبود ٹھیرایا جہنم میں ڈال دو㉖ پھر اس کو سخت عذاب میں ڈال دو اس کا مصاحب (شیطانی) کہے گا اے خدا میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ وہ خود ہی بڑی گمراہی میں پڑا ہوا تھا㉗۔ فرمائے گا میرے پاس جھگڑا نہ کرو اور میں تم کو پہلے ہی خبردار کر چکا ہوں㉘۔ میرے ہاں بات نہیں بدلتی اور میں بندوں پر ظلم بھی نہیں کرتا㉙۔

ترکیب: مالدی: ان جعلت ما موصوفة فعتید صفتها وان جعلت موصولة فبدل لها او خبر بعد خبر او خبر محذوف الذی جعل مبتداء متضمن معنی الشرط۔ فالقیه خبره او بدل من کل کفار۔

تفسیر:...... فقال وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ اور صور پھونکا جائے گا۔ یہ وہ دن مقرر ہے۔

بروز محشر ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے

وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ﴿۲۱﴾ یہاں سے لے کر لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ﴿۳۵﴾ تک۔
نیک لوگوں اور بدوں کا انجام جنت وجہنم بیان فرماتا ہے۔
سبحان اللہ! کس لطف کے ساتھ انسان کی ابتدا اور انتہا اور اس کے اعمال کا نتیجہ اور موت کی کیفیت اور حشر کا حال بیان فرما دیا اور انسان کے حالات سے حشر کے امکان پر دلائل قائم کرنے میں کلام شروع ہوا تھا۔ یہ بلاغت طاقت بشریہ سے باہر ہے۔
اب ہم الفاظ آیات کی شرح کرتے ہیں: سائق: ہانکنے والا۔ شهيد: گواہ۔ ضحاکؒ کہتے ہیں: سائق: فرشتہ اور گواہ انسان کے ہاتھ پاؤں، فرشتہ اس کو کھینچ کر عدالت میں لے جائے گا۔ حسن وقتادہؒ کہتے ہیں دونوں فرشتے ہوں گے۔
بعض عرفاء کہتے ہیں: سائق دو قسم کے ہوں گے اگر نیک ہے تو اس کا سائق شوق وجذبہ ہے جو اس کو حضرت کبریائی میں لے جائے گا اور اگر بد ہے تو اس کی غفلت ونحوست ہے جو اس کو مورد عتاب میں کشاں کشاں لے جائے گی اور شہید اس کی حالت۔

بروزِ قیامت بینائی کی تیزی

دربار میں کہا جائے گا: لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا کہ تو اس سے غافل تھا۔ سو آج تیری آنکھیں کھلیں۔
وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ﴿۲۳﴾ اب حساب شروع ہوتا ہے۔ انسان کا مصاحب وہی فرشتہ جو اس کی نیکی اور بدی لکھنے کے لیے مقرر ہوا تھا یہ عرض کرے گا کہ میرے پاس اس کے اعمال کا یہ ذخیرہ اور دفتر حاضر ہے قرین جنس ہے ایک کو بھی شامل ہے اور دو کو بھی مگر مراد اس جگہ وہی دو فرشتے ہیں نیکی بدی لکھنے والے۔ ان کو کبھی جنس کے لحاظ سے مفرد صیغوں سے تعبیر کیا جاتا ہے کبھی تثنیہ سے۔ حکم ہوگا:
اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ﴿۲۴﴾۔ القیا کے صیغہ میں دو قول ہیں: بعض کہتے ہیں تثنیہ کا صیغہ ہے یعنی دو فرشتوں کو حکم ہوگا، وہ دو فرشتے یا وہی نیکی بدی لکھنے والے ہیں کہ اس کافر سرکش کو جہنم میں ڈال دو یا وہ دو فرشتے جہنم کے داروغہ ہیں۔
بعض کہتے ہیں یہ مفرد کا صیغہ القین تھا نون تاکید کو الف سے بدل دیا جیسا کہ قفن کو قفا کر لیا کرتے ہیں۔ تب ایک فرشتے کو خطاب ہے جو اسی کام پر متعین ہے۔ جن کو جہنم میں ڈالنے کا حکم ہوگا ان کے یہ اوصاف ہیں: كَفَّارٍ ہر کافر عَنِيْدٍ سرکش۔ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ نیک باتوں سے اوروں کو بھی روکنے والا۔ مُعْتَدٍ: ظالم۔ مُّرِيْبٍ: خدا تعالیٰ کی باتوں میں شک کرنے والا۔ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ خدائی میں اوروں کو شریک سمجھنے والا۔ جس میں یہ اوصاف بد ہیں وہی جہنمی ہے۔ انسان کو ان اوصاف سے بچنا چاہیے۔
مشرکین کا انجام: ...... اس کے بعد اس کے مضل یعنی بہکانے والے ساتھی شیطان کا کیا فیصلہ ہوگا؟ اس کو ذکر کرتا ہے:
قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ﴿۲۷﴾ اس کا قرین یعنی ساتھی جس سے مراد شیطان ہے یہ عذر کرے گا کہ الٰہی! میں نے تو اس کو گمراہ نہیں کیا تھا، یہ خود ہی بڑی گمراہی میں پڑا ہوا تھا، وہ مردود اپنی برأت کرے گا۔
حشر میں کفار کے اعذار اور ان کو جواب: ...... خدا تعالیٰ فرمائے گا: قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ﴿۲۸﴾ میرے روبرو جھگڑا مت کرو، میں رسولوں کی معرفت تم کو سزا پہلے سنا چکا ہوں کہ نافرمانیوں کا یہ نتیجہ ہوگا۔ اس میں شیطان کچھ جھوٹی باتیں بنائے گا اور اس کے جواب میں کافر و گمراہ جھوٹے عذرات پیش کرے گا کہ اس نے مجھے یوں کہا تھا یعنی میرے دل میں یہ باتیں ڈالیں تھیں۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں بات بدلا نہیں کرتی: ......خدا تعالیٰ فرمائے گا: مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ. میرے سامنے بات نہیں بدل سکتی۔ یعنی جھوٹی بات نہیں چلتی کہ بدل کر کوئی کچھ کہے اور میں اس کے بدلنے کو مان لوں۔
وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۝ اور نہ میں کسی بندے پر ظلم کرتا ہوں۔ ظلام، یعنی اس جگہ بمعنی ظالم ہے۔
اس سے یہ بات نکلنا کہ بڑا ظالم نہیں کیونکہ ظلام مبالغہ کا صیغہ ہے تھوڑا ظالم ہے غلط خیال ہے۔ اس کا مفہوم مخالف نہیں۔

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ۝۳۰ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ۝۳۱ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ۝۳۲ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ۝۳۳ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ۝۳۴ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ۝۳۵ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ۝۳۶ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ۝۳۷

ترجمہ:......جس دن کہ ہم جہنم سے کہیں گے کیا تو بھر چکی اور وہ کہے گی کچھ اور بھی ہے۝۳۰۔ اور پرہیز گاروں کے لیے جنت قریب لائی جائے گی کچھ دور نہ ہوگی۝۳۱ (کہا جائے گا) یہ وہی ہے کہ جس کا تم سے وعدہ کا جاتا تھا ہر ایک رجوع کرنے والے حکم الٰہی یاد رکھنے والے کے لیے۝۳۲ (اور) جو کوئی اللہ سے بن دیکھے ڈرا اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۝۳۳ اس کے لیے حکم ہوگا سلامتی سے جنت میں داخل ہو جاؤ، یہ دن ہے ہمیشہ رہنے کا۝۳۴۔ ان کو وہاں جو چاہیں گے ملے گا اور ہمارے پاس اور بھی زیادہ ہے۝۳۵ اور ان سے پہلے ہم بہت سی جماعتوں کو غارت کر چکے ہیں جو ان سے بھی زیادہ طاقت ور تھے پھر (عذاب کے وقت) شہروں میں دوڑتے پھرنے لگے کہ کوئی پناہ کی بھی جگہ ہے۝۳۶۔ البتہ اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جس کے دل ہو یا وہ دھیان دھر کر کان لگائے۝۳۷۔

تفسیر: ......جب وہ دوزخیوں کو دوزخ میں ڈال چکے گا تو دوزخ سے پوچھے گا: هَلِ امْتَلَاْتِ کیا تو بھر گئی؟ وہ کہے گی اور کچھ ہے؟ یعنی اور بھی ہو تو لائیے۔ بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہ نے ایک حدیث سے نقل کیا ہے کہ جہنم هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ، هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ۝ کہے گی کہ رب العزت اس میں اپنا پاؤں رکھ دے گا تو جہنم کہے گی بس بس!۔ قدم رکھنے سے مراد وہ خود اس کی اشتہاء کو فرو کر دے گا۔ یہ ایک محاورے کی بات ہے یہاں تک دوزخیوں کا حال تھا، اب جنتیوں کا حال بیان فرماتا ہے:

اہل جنت کے احوال: ......وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ۝ کہ پرہیز گاروں کے سامنے جنت لائی جائے گی جس کو وہ عرصات میں آنکھوں سے سامنے دیکھیں گے، فرمایا جائے گا یہ وہ ہے کہ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اور یہ کس کے لیے ہے؟
لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ۝ [۱] یہ ہر ایک رجوع کرنے والے کے لیے جو خدا کی طرف رجوع کرے اور [۲] جو احکام الٰہی کی محافظت کرے اور [۳]۔ جو غائبانہ اللہ سے ڈرے اور [۴] خالص دل و نیاز مند اللہ کی طرف رکھے حکم ہوگا کہ ان نیک بندوں کو جنت میں داخل

کرو، ہمیشہ سلامتی سے اس میں رہیں گے، ان کے بدلۂ اعمال کے سوا ہم اپنی طرف سے ان کو اور بہت کچھ دیں گے۔ اس ذکر کو تمام کر کے پھر کفار مکہ کی طرف روئے سخن کرتا ہے کہ ان سے پہلے ہم نے بہت سی جماعتیں اور زمانے کے لوگ ہلاک کر دیے جو ملک میں پھیلے ہوئے تھے۔ پھر بتاؤ ان کے لیے کہیں بھاگنے اور بچنے کی جگہ بھی ملی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ پھر فرماتا ہے اس میں اہل دل کے لیے عبرت ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۝۳۸ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝۳۹ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝۴۰ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝۴۱ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ۝۴۲ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ۝۴۳ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۭ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ۝۴۴ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝۴۵ ع ۱۶

ترجمہ:...... اور البتہ ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان کے اندر کی چیزوں کو چھے روز میں بنایا اور ہم کو کچھ بھی تکان نہ ہوئی ۝۳۸ پھر جو کچھ وہ کہتے ہیں اس پر صبر کرو اور پاکیزگی بیان کر کے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ دن نکلنے سے پہلے۔ اور دن چھپنے سے پہلے ۝۳۹ اور کچھ رات سے بھی اس کی تسبیح کیا کرو اور نماز کے بعد بھی ۝۴۰ اور سن رکھو جس روز کہ پکارنے والا پاس سے پکارے گا ۝۴۱۔ جس روز کہ وہ ایک چیخ کو بخوبی سنیں گے یہ دن ہوگا قبروں سے نکلنے کا ۝۴۲ ہم زندہ کرتے اور مارتے ہیں اور ہمارے پاس ہی پھر کر آنا ہے ۝۴۳ جس دن زمین پھٹ کر لوگ دوڑتے ہوئے نکل آئیں گے یہ لوگوں کا جمع کرنا ہم کو بہت آسان ہے ۝۴۴ ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں اور آپ ان پر کچھ زبردستی کرنے والے نہیں پھر آپ قرآن سے اس کو سمجھاؤ جو میرے عذاب سے ڈرتا ہو ۝۴۵۔

ترکیب:...... من لغوب: من زائدۃ لغوب تعب واعیا یقال لغب یلغب بالضم لغوبا۔ من الیل: أی بعض اللیل فانہ مفعول لفعل مضمر معطوف علی سبح بحمد ربک یفسرہ فسبحہ ومن للتبعیض۔ ادبار السجود أی سبحہ اعقاب الصلوۃ قری الجمہور بفتح الہمزۃ جمع دبر وقری بکسرہا علی المصدر من ادبر الشی ادبارا۔ فہی ظرف سبحہ۔ یوم یسمعون بدل من یوم ینادی۔ یوم تشقق: ظرف للضمیر او بدل من یوم الاول سراعا حال أی یخرجون مسرعین۔

تفسیر:...... مسئلہ معاد کو تمام کر کے جس طرح کے اس سے پہلے اس پر دلائل بیان کیے تھے اسی طرح بعد میں دلیل ایک نئی طرز سے بیان کرتا ہے اس میں ابتداء آفرینش عالم کا حال بتا کر یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ اس جہان کو ہم نے چھ روز میں پیدا کیا تھا جس کی ہزاروں برس

* ...... واستمع یوم یناد فیہ ثلاثۃ اوجہ احدہا ان یترک مفعولہ راسا ویکون المقصود کن مستمعا۔ ثانیہا استمع لما یوحی الیک وثالثہا استمع للمنادی الاول العامل فی یوم ما یدل علیہ۔ قولہ یوم الخروج تقدیرہ یخرجون یوم ینادی المنادی ۱۲ منہ

کی عمر ہے پھر اس کو ہم یوں فنا کر دیں گے اور پھر یوں بار دگر بنا دیں گے۔ فقال:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ...الخ کہ ہم نے نہ کہ کسی اور نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے اندر کی سب چیزوں کو چھ روز میں پیدا کیا تھا اور ہم کو اس پیدا کرنے میں کوئی تکان و ماندگی نہ ہوئی تھی۔ اس کی مفصل کیفیت ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور یوم سے مراد وقت ہے نہ کہ دن کیونکہ ابھی سورج تو پیدا ہوا ہی نہ تھا۔ پھر دن جو سورج کے طلوع و غروب سے ہوتا ہے کہاں سے ہو گیا تھا یوم بول کر وقت مراد لینا عرب کا محاورہ ہے۔ اور جملہ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ۝ میں یہود کے خیال باطل کا رد ہے۔ جو وہ کہتے ہیں کہ ہفتہ کے روز ان سب چیزوں کے پیدا کرنے کے بعد خدا نے آرام کیا۔ چنانچہ یہود کی کتاب الخروج کے بیسویں باب کے گیارہویں درس میں یہ ہے، قولہ کیونکہ خداوند نے چھ دن میں آسمان اور زمین، دریا اور سب کچھ جو ان میں ہے بنایا اور ساتویں دن آرام کیا۔ انتہی۔

پھر جس نے بغیر تکان کے ان سب چیزوں کو ایک بار پیدا کر دیا کیا وہ بار دگر پیدا نہیں کر سکتا؟ کر سکتا ہے۔ اس میں ان کا بھی رد ہے جو عالم کو قدیم کہتے ہیں اور قدیم ہونے کے سبب اس کو قابل فنا نہیں کہتے، یعنی یہ عالم فنا نہ ہوگا پھر جب فنا نہیں تو بار دگر پیدا کرنا اور حشر کیسا؟ یہ حکماء یونان و حکماء ہند کا قول ہے۔

اس یقینی مسئلہ کے خلاف میں مخالفین بھی طرح طرح کی حجتیں اور ان کے درمیان تکذیب و سخت گوئی بھی کرتے تھے جس سے جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رنج پہنچتا تھا اور ممکن تھا کہ ان کے جواب میں کوئی سخت بات آپ ﷺ سے سرزد ہو جو منصب نصیحت کے خلاف تھی۔ اس لیے آنحضرت ﷺ کو حکم دیتا ہے: فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ کہ آپ ان کی باتوں پر صبر کریں۔ اور یہ بھی ہے کہ ایسی نالائم باتیں سننے سے دل کو رنج اور آئینہ صافی پر کدورت پیدا ہو جاتی ہے، اس لیے یاد الٰہی کا اوقات مخصوصہ میں حکم دیتا ہے۔ یاد الٰہی رنج و غم اور کدورت کو دور کر دیتی ہے اور روح پر نورانیت چمکنے لگتی ہے۔ فقال:

آنحضرت ﷺ کو تسبیح و تحمید کا حکم

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ۝

مفسرین کے سَبِّحْ کے لفظ میں کئی قول ہیں: بعض کہتے ہیں سَبِّحْ کے لفظی معنی تو تسبیح کرنا یعنی سبحان اللہ کہنا ہے۔

مگر اس سے مراد نماز پڑھنا ہے۔ کیونکہ نماز میں تسبیح بھی ہوتی ہے اور ایک جزء سے کل کو خصوصاً نماز کو تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ رکوع اور سجدہ سے۔ پھر اس میں کلام ہے کہ کون سی نماز؟

نمازوں کے اوقات:...... اکثر کہتے ہیں فرائض۔ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ مراد فجر کی نماز اور وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ۝ سے ظہر و عصر کی نماز۔ اور وَمِنَ الَّيْلِ سے تہجد کی نماز جو آنحضرت ﷺ پر فرض تھی اور عشاء اور مغرب کی نماز کیوں کہ یہ تینوں رات میں ادا کی جاتی ہیں۔

وَمِنَ الَّيْلِ کا لفظ تینوں کو شامل ہے اور وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ۝ سے نوافل مراد ہیں جو فرض نماز کے بعد ادا کیے جاتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول ﷺ سے اَدْبَارَ النُّجُوْمِ، وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ۝ کے معنی دریافت کیے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اَدْبَارَ السُّجُوْدِ سے وہ دو رکعت مراد ہیں جو مغرب کے بعد پڑھی جاتی ہیں اور اَدْبَارَ النُّجُوْمِ سے مراد نماز صبح سے پہلے دو رکعت (رواہ مسدد فی مسندہ، ابن المنذر و ابن مردویہ) اور اسی کے موافق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جس کو ترمذی و حاکم وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ اور یہی قول حضرت عمر بن الخطاب و ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کا ہے۔ بعض نوافل مراد لیتے ہیں۔

مجاہد و دیگر علما فرماتے ہیں کہ سبح سے مراد سبحان اللہ و بحمدہٖ کہنا ہے نماز کے بعد۔ جیسا کہ بخاری میں حدیث ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ کہے اور اسی قدر الحمد للہ کہے اور اسی قدر اللہ اکبر اور اخیر میں لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد و ھو علی کل شیٍ قدیر کہے تو اس کے تمام گناہ بخشے جائیں گے اگر چہ دریا کے کف کے برابر کیوں نہ ہوں۔

''صور'' قریب کے مقام سے پھونکا جائے گا: ...... اس کے بعد مسئلہ حشر کا ذکر کرتا ہے اور اس کا آنا یقینی بتاتا ہے کہ

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۴۱﴾ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾

کہ اے محمد ﷺ یا اے مخاطب! تو اس آواز دینے والے کی آواز کا منتظر رہ جس دن کہ وہ بہت پاس سے پکارے گا جس دن کہ چیخ کی آواز سنیں گے۔ یہ ہے قبروں سے باہر نکلنے کا دن۔ گویا وہ دن یقینی آنے والا ہے اور آپ اس کے منتظر رہیں۔ یہ منکر گو اس میں شک کر رہے ہیں اس آواز سے مراد نفخ صور کی آواز ہے۔ صور میں پھونکنا ندا دینا ہے۔ کبھی ندا زبان سے دی جاتی ہے کبھی کسی آلہ سے اور اسی کو چیخ سے تعبیر کیا جاتا ہے، بعض کہتے ہیں اسرافیل صور پھونکیں گے، ایک بار تمام مخلوق فنا ہو جائے گی۔ پھر دوسرے صور سے مخلوق بار دگر موجود ہوگی، اس کے بعد حساب کے لیے جبرئیل یا کوئی اور فرشتہ آواز دے گا۔ گویا یہ آواز ایسی یقینا ہونے والی ہے کہ اے نبی! یا اے مخاطب! تو اس کی طرف کان لگا رکھ۔ پھر فرماتا ہے:

موت و حیات کے ہم ہی مالک ہیں

اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿۴۳﴾ کہ دنیا میں ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری طرف پھر کر آنا ہے یعنی یہ ایک سفر (جس کی ابتداء ہمارے ہاں سے ہوئی اور دنیا ایک منزل تھی پھر وہاں سے کوچ کر کے اس جگہ آنا ہے)۔

ہمارے ارادہ سے ہے اس لیے حشر و قیامت کا ہونا ضروری ہے۔

بروز قیامت زمین کا پھٹنا: ...... یا دلیل اور واقعہ کا بیان کر کے اس کا اعادہ ہے بطور نتیجہ کے کہ ہم زندہ کریں گے بار دگر (دوسری مرتبہ)، اور ہم دنیا میں مردہ کرتے ہیں اور حشر میں سب کو ہمارے پاس آنا ہے اور وہ کون سا دن ہے يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا جس دن کہ زمین پھٹے اور لوگ اس میں سے جلد نکل آئیں ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ یہ حشر ہم پر کچھ مشکل نہیں بلکہ آسان ہے۔

تبلیغ میں زبردستی نہیں

حشر و نشر بیان کرنے کے بعد کفار انکار کرتے تھے جس سے حضرت ﷺ کا دل آزردہ ہوتا تھا اس لیے آپ ﷺ کو تسلی دیتا ہے۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ کہ ہم کو معلوم ہے، اے محمد! تمہارا کام پہنچانا تھا پہنچا دیا، آپ ان پر جبر کرنے کے لیے نہیں بھیجے گئے کہ ان کو اس کے ماننے پر خواہ مخواہ مجبور کریں، آپ کا کام نصیحت کرنے کا ہے۔

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿۴۵﴾ جو میری سزا سے ڈرے اس کو قرآن کے ہدایت افزا مضامین سے نصیحت کرو، جو نہیں مانتے نہ مانیں وعید اصل میں وعیدی تھا، حالت وقف میں ی کو حذف کر دیا، کسرہ اس کی جگہ باقی رہ گیا۔

سورت کے اول میں بھی قرآن کا ذکر تھا قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ﴿۱﴾ آخر میں بھی اس کا ذکر آیا تا کہ اول و آخر مل کر مضامین کا احاطہ کر کے ق محیط کی صورت پیدا کرے۔

آیَاتُهَا ۶۰ (۵۱) سُوْرَۃُ الذّٰرِیٰتِ مَکِّیَّۃٌ (۶۷) رُکُوْعَاتُهَا ۳

سورۃ الذاریات مکیہ ہے اس میں ساٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ﴿١﴾ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ﴿٢﴾ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ﴿٣﴾ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ﴿٤﴾
اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ﴿٥﴾ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ﴿٦﴾ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ﴿٧﴾ اِنَّكُمْ
لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ﴿٨﴾ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ﴿٩﴾ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ﴿١٠﴾ الَّذِيْنَ هُمْ
فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ﴿١١﴾ يَسْئَلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿١٢﴾ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ﴿١٣﴾
ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ؕ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿١٤﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ
وَّعُيُوْنٍ ﴿١٥﴾ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ﴿١٦﴾
كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿١٧﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿١٨﴾ وَفِيْٓ
اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿١٩﴾

ترجمہ:...... قسم ہے اڑانے والی ہواؤں کی ① پھر بوجھ اٹھانے والیوں کی ② پھر نرم نرم چلنے والیوں کی ③ پھر حکم سے ایک چیز کا بانٹ دینے والیوں کی ④ بے شک جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ سچ ہے ⑤ اور اعمال کی جزا و سزا تو ہو کر رہے گی ⑥ اور قسم ہے آسمان کی جس میں ستاروں کے سبب رستے نمودار ہیں ⑦۔ البتہ تم پیچیدہ بات میں پڑے ہوئے ہو ⑧ قرآن سے تو وہی روکا جاتا ہے جو ازل سے برگشتہ ہے ⑨۔ اٹکل پچو باتیں بنانے والے غارت ہوں ⑩ وہ جو غفلت میں بھولے ہوئے ہیں ⑪ پوچھتے ہیں فیصلہ کا دن کب ہوگا ⑫ جس دن وہ آگ پر بھونے جائیں گے ⑬ ان سے کہا جائے گا اپنی شرارت کا مزہ چکھو یہ وہی تو ہے جس کی تم جلدی کیا کرتے تھے ⑭ البتہ پرہیزگار باغوں اور چشموں میں ⑮ جو کچھ ان کو ان کا رب دے گا اس کو لے رہے ہوں گے کیوں کہ وہ اس سے پہلے نیک تھے ⑯ (عبادت کے سبب) رات میں بہت ہی کم سویا کرتے تھے ⑰ اور صبح کو معافی مانگا کرتے تھے ⑱ اور ان کے مالوں میں سائل اور محتاج کا بھی حصہ لگا ہوا تھا ⑲۔

ترکیب:...... والذریت: الواو للقسم، ذروا: منصوب علی انه مصدر یقال ذرت الریح التراب تذروه ذروا اذرته

تذریة ذریا۔ فالحملت :عطف علی الذٰریت وقس علیها البواقی۔ وِقْرًا: قرء الجمهور بکسر الواو فهو اسم اقیم مقام المصدر کمایقال ضربه سوطا۔ او مفعول به کمایقال حمل فلان عدلا ثقیلا (کبیر) وقری بفتح الواو علی انه مصدر، یسرا: منصوب علی انه صفة مصدر تقدیره جریا ذایسر۔ امراً: منصوب علی انه مفعول نه کمایقال فلان قسم الرزق او حال انّما توعدون جواب القسم و ما مصدرية او موصولة۔ یوفک عنه الضمیر الرسول ﷺ او القرآن او الایمان۔ یومهم: منصوب علی الظرفیة والناصب یقع۔ وقیل موضعه رفع هم مبتداء یفتنون: خبره، اخذین: حال۔ مایهجعون: خبر کانوا۔ قلیلا من اللیل ظرف أی فی قلیل من اللیل۔

تفسیر:...... یہ سورت بھی مکیہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وابن زبیر رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے۔ اس میں بھی بیشتر وہی امہات المقاصد واہم المسائل حشر و توحید و نبوت مذکور ہیں۔ سورہ قٓ میں دلائل سے حشر کا اثبات کیا تھا۔ مگر جہلاء کی عادت ہے کہ وہ دلائل میں غور نہیں کرتے پھر ان کے یقین دلانے کے جو طرز ہیں اسی طور پر ان سے کلام کیا جاتا ہے۔

چار چیزوں کی قسم

عرب میں گو صدہا عیب تھے مگر ایک یہ ہنر بھی تھا کہ وہ جھوٹ بولنے کو اور خصوصاً قسم کھا کر جھوٹ بولنے کو بہت برا سمجھتے تھے اور ان کا یقین تھا کہ جو کوئی قسم کھا کر جھوٹ بولتا ہے برباد ہو جاتا ہے اس لیے قسم کھا کر بات کہنے سے ان کو یقین آ جاتا تھا اس لیے ان مسائل کا خدا تعالیٰ ان چند چیزوں کی قسم کھا کر حق ہونا بیان فرماتا ہے اور قسم بھی ان چیزوں کی کھائی جو بنفسہ ایک ایک اثبات حشر کے لیے برہان قاطع ہے۔

فقال: وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۙ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۙ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۙ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۙ کہ ان چار چیزوں کی قسم ہے۔ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۙ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ۙ کہ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ سچ ہے اور جزاء و سزا کا دن یعنی قیامت کا دن ضرور آنے والا ہے۔

یہ چار چیزیں کیا ہیں؟

مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہ چار چیزیں کیا ہیں؟ بعض کہتے ہیں چاروں سے ایک ہی چیز اس کی صفت مختلفہ کے لحاظ سے مراد ہے پھر اس میں بھی دو قول ہیں: بعض کہتے ہیں سب سے ہوائیں مراد ہیں۔

وَالذّٰرِيٰتِ: وہ ہوائیں جو غبار اڑاتی ہیں جن سے اخیر میں بادل پیدا ہوتے ہیں اور

فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۙ بوجھ اٹھانے والی ہوائیں ہیں جو بادلوں کو لیے پھرتی ہیں جو پانی کے خزانے ہیں اور اس لیے بادلوں کو بوجھل کہا گیا اور فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۙ سے بھی وہ ہوائیں مراد ہیں جو پانی برسنے کے وقت نرم نرم چلا کرتی ہیں۔

فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۙ سے بھی مراد وہ ہوائیں ہیں جو بادلوں کے برسنے کے بعد ادھر ادھر لے جا کر پانی تقسیم کر دیتی ہیں۔

ان ہواؤں کی قسم کھانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ انتظام عالم جس نے ان سے اس طرح مربوط کیا ہے جو عقل میں نہیں آتا (کہ ہوائیں اجزاء ارضیہ کو بکھیرتی ہیں اور پھر وہی جو سما میں جمع کرتی ہیں بادلوں کو پھر وہی نرم نرم چل کر موقع پر پہنچاتی ہیں پھر وہی تفریق کرتی ہیں) کو وہ انسان کے اجزاء متفرقہ جمع کرنے پر قادر ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ سب سے ملائکہ مراد ہیں جو ان کی خدمات پر مامور ہیں۔ اور ایک گروہ کہتا ہے ان چاروں سے چار جدا جدا چیزیں مراد ہیں جن سے انتظام عالم مربوط ہے۔ ذٰریٰت سے مراد ہوائیں۔ حٰملٰت وقرا سے مراد بادل۔ جٰریٰت یسرا سے مراد کشتیاں جو دریا میں نرم نرم چلا کرتی ہیں۔ مقسمٰت امرا سے مراد ملائکہ ہیں اس کے بعد کرہ ارضی اور جمیع عناصر کو جو چیز محیط ہے اس کی قسم کھا کر

ایک اور بات بیان فرماتا ہے۔

جال دار آسمان: ......وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ﴿۷﴾: حبک حبیکۃ کی جمع ہے جس کے معنی طریق کے ہیں۔

قوی تر یہ ہے کہ آسمانوں میں جو ستاروں سے مختلف راہیں سی نظر آیا کرتی ہیں وہ حبک ہیں، جال سے پڑے ہوئے دیکھائی دیتے ہیں کہ ایسے آسمان کی قسم اے کفار! تم خود اختلاف میں پڑے ہوئے ہو، تم میں سے کوئی محمد ﷺ کو شاعر کہتا ہے، کوئی ساحر، کوئی کاہن، کوئی دیوانہ۔ جس طرح آسمان میں ستاروں سے مختلف راستے اور جال نظر آتے ہیں اسی طرح تمہاری باتیں مختلف ہیں، یہ لطیفہ ہے ذَاتِ الْحُبُكِ کہنے میں تمہارا یہ اختلاف ثابت کرتا ہے کہ تم کو کسی بات کا یقین نہیں۔ تمہاری تخمینی باتیں ہیں جو اوہام فاسدہ پر مبنی ہیں۔

پھر فرماتا ہے: يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ أُفِكَ﴿۹﴾ قرآن یا نبی سے وہی شبہ کرتا ہے جس کو ازلی تقدیر نے شبہ کے ظلمات میں ڈال رکھا ہے۔

اٹکل دوڑانے والوں پر لعنت: ...... قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ﴿۱۱﴾

خرص (یعنی) کھجور کے اوپر چھواروں کا اندازہ کرنا کہ اتنے من ہوں گے۔ اس جگہ مراد ہے اٹکلیں دوڑانا۔

ابن الانباریؒ کہتے ہیں کہ جب قُتِلَ کا لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دیا جائے تو اس کے معنی ہوں گے لعنت کے۔ غَمْرَةٍ: غفلت۔

فرماتا ہے کہ ان اٹکل دوڑانے والوں پر لعنت ہے جو غفلت میں پڑے ہوئے آخرت کو بھولے ہوئے ہیں اور پوچھتے ہیں:

أَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ﴿۱۲﴾ کب ہے روز جزا؟ بطور تمسخر کے۔ اب آپ ہی بتاتا ہے:

يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ﴿۱۳﴾ کہ وہ دن ہے کہ جس روز وہ آگ میں جلائے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا:

ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۚ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ﴿۱۴﴾ اپنے عذاب کو چکھو یہ ہے وہ کہ جس کی تم دنیا میں جلدی کیا کرتے تھے۔

محسنین و متقین پر انعامات ربانی: ......حشر کے برحق ہونے پر قسم کھا کر وہاں جو کچھ برے لوگوں خصوصاً منکرین حشر کا حال ہوگا اس کو یہاں تک بیان فرمایا، اب نیکوں کا حال بیان فرماتا ہے۔

إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴿۱۵﴾ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ کہ پرہیزگار لوگ ایسے باغوں میں ہوں گے کہ جن میں چشمے جاری ہیں اپنے رب کی نعمتیں حاصل کریں گے۔ پھر اس کا سبب بیان فرماتا ہے کہ کس وجہ سے وہ اس سعادت کے مستحق ہوئے

إِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ﴿۱۶﴾ کہ وہ اس سے پہلے یعنی دنیا میں نیک تھے۔

احسان بڑا وسیع المعنی لفظ ہے جو ہر ایک قسم کی نیکی کو شامل ہے، ایمان سے لے کر اعمال صالحہ تک اور اللہ کی عبادت اور بندوں کے ساتھ بھلائی کرنے تک کو، اب قدرے ان کی نیکی کی شرح بھی کرتا ہے۔

متقین کے اوصاف: ...... كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ﴿۱۷﴾ (الهجوع النوم بالليل) یعنی رات کو عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے اس لیے بہت کم سوتے تھے، اس سے مراد یہ ہے کہ تہجد کی نماز پڑھتے تھے۔ رات بھر تو یہ کام کرتے تھے:

وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴿۱۸﴾ صبح کو خدا سے اپنے قصور عبادت کی بابت معافی مانگتے تھے، رات کی عبادت پر غرور نہیں کرتے تھے بلکہ اس پر بھی اپنے کو خطاوار سمجھتے تھے۔ بندگی اس عجز و نیاز کا نام ہے۔ یہ تو تعظیم امر اللہ تھی اور خلق اللہ کے ساتھ ان کا یہ حال تھا۔

وَفِيْ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ کہ ان کے مال میں سائل کا بھی حصہ تھا اور نہ مانگنے والے کا بھی، یعنی سب کو للہ دیا کرتے تھے محروم کے معنی ہیں ممنوع کے۔ یہ لفظ عام ہے نہ سوال کرنے کو بھی اور آفت رسیدہ کو بھی اور اپاہج کو بھی اور جس کا کچھ حق نہیں اس کو بھی شامل ہے

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴿۲۰﴾ وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿۲۱﴾ وَفِي السَّمَاءِ
رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ﴿۲۲﴾ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ
ع تَنطِقُونَ ﴿۲۳﴾ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ﴿۲۴﴾ إِذْ دَخَلُوا
عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا ۖ قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُّنكَرُونَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ* إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ
سَمِينٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ﴿۲۷﴾ فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۖ قَالُوا لَا
تَخَفْ ۖ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ﴿۲۸﴾ فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا
وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوا كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴿۳۰﴾

ترجمہ:......اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لیے قدرت کی نشانیاں ہیں ﴿۲۰﴾ اور خود تم میں بھی (موجود ہے) پھر کیا تم نہیں دیکھتے؟ ﴿۲۱﴾
اور آسمان میں تمہاری روزی ہے اور بھی کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے ﴿۲۲﴾ پس قسم ہے آسمان اور زمین کے رب کی (یہ قرآن ویسا ہی)
برحق ہے جیسا تمہارا باہم باتیں کرنا ﴿۲۳﴾ (اس میں شبہ نہیں اسی طرح اس میں نہیں)، کیا آپ کو ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی؟ ﴿۲۴﴾ جب
ان کے پاس آئے تو کہنے لگے: سلام۔ ابراہیم: نے بھی کہا: سلام، اجنبی معلوم ہوتے ہیں ﴿۲۵﴾ پھر ابراہیمؑ اپنے گھر کی طرف متوجہ ہوئے تو
تلا ہوا بچھڑا لائے ﴿۲۶﴾ [1] پھر اس کو ان کے پاس رکھ کر کہا تم کھاتے کیوں نہیں؟ ﴿۲۷﴾ (جب نہ کھایا) تو اس کو ان سے خوف معلوم ہوا انہوں
نے کہا خوف مت کرو اور ان کو ایک دانش مند لڑکے کی (پیدا ہونے کی) خوشخبری بھی دی ﴿۲۸﴾ پھر ان کی بیوی (سارہ) شور مچاتی ہوئی آگے
بڑھیں اور ماتھا پیٹ کر کہنے لگیں کیا بڑھیا بانجھ جنے گی؟ ﴿۲۹﴾ وہ بولے تیرے رب نے ایسا ہی فرمایا ہے وہ جو ہے حکمت والا دانا ہے ﴿۳۰﴾۔

ترکیب:......مثل یقرء بالرفع علی انہ نعت لحق او خبر ثان او علی انہما خبر واحد وما زائدۃ ویقرء بالفتح انہ حال من النکرۃ او من الضمیر فیہا او علی اضمار اعنی وما زائدۃ وقیل معرب وقیل مبنی علی انہ رکب مع ما کخمسۃ عشر۔ انکم موضعہا جر بالاضافۃ اذا جعلت ما زائدۃ او رفع علی تقدیر ھو۔ اذ ظرف لحدیث او لضیف۔ والضیف مصدر یطلق علی الواحد والکثیر۔ سلم مبتداء علیکم خبرہ محذوف۔

تفسیر: یہ تمہ ہے بیان سابق کا یعنی اہل جنت کی عبادت کا تو یہ حال ہے اور ان کے افکار و خیالات ایسے پاکیزہ ہیں کہ زمین میں ہر

---

*...... راغ وارتاغ وماذا التریغ ای تریدو راغ الی کذا ای مال الیہ سر۔ قال فی الصحاح العجل ولد البقر والعجول مثلہ (بچھڑا) والجمع العجاجل والانثی عجلۃ (بچھیا) وقیل العجل فی بعض اللغات الشاۃ (بکری)۔ سمین فربہ سمن روغن و مسکہ۔ اوجس: احس فی نفسہ خوفا منہم وقیل بمعنی اوجس اضمر صرہ بانگ وفریاد وسختی اندوہ و جماعت مردم یعنی اور گھر کے لوگوں میں سے ماتھا کوٹتی آئی ۱۲ منہ۔

[1]...... فربہ بچھڑے کے کباب ۱۲ منہ

شے ان کے نزدیک اس کی قدرت کا نمونہ ہے اور خود انہیں کے اندر سیکڑوں نمونے ہیں یا کہو یہ بیان سابق کا بقیہ ہے یعنی حشر کے امکان پر اور چند دلائل بیان فرماتا ہے کہ زمین کے اندر اس کے اشیاء رنگارنگ میں اور خود لوگوں کے اندر ہماری قدرت کی سینکڑوں نشانیاں ہیں۔

نشانات قدرت کے مشاہدہ کا حکم

انسان اپنی پیدائش اور قوائے اور اعضاء صحت و مرض و تبدلات و تغیرات و جذبات باطنیہ میں غور کرے تو فوراً باور کر لے کہ وہ اس کی بے انتہا قدرتوں کا خزانہ ہے۔ اس لیے کہا گیا ہے کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ (جس نے اپنے آپ کو جان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا)۔ اس لیے فرماتا ہے اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ پھر تم کیوں نہیں ان نشانات قدرت کو دیکھتے؟ اور آسمان میں تمہاری روزی ہے۔ آسمان سے مراد بارش جو آسمان سے یعنی اوپر سے اترتی ہے، بارش سے انسان بلکہ حیوان کی روزی پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح جن چیزوں کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے، جنت و دوزخ خیر و شر سب اوپر سے ہے۔ یعنی تمہاری کوششوں سے اور تدابیر سے یہ سامان پیدا نہیں ہوتے بلکہ یہ سب کچھ آسمانی اسباب ہے۔ آسمان سے مراد اوپر جہت جس سے مقصود تقدیر و مشیت الٰہی۔ تقدیری باتوں اور مشیتی اسباب کو آسمانی کہا کرتے ہیں شرف و فوقیت کے لحاظ سے۔ پھر کہتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کے رب کی قسم یعنی روز جزا کا آنا ایسا ہی برحق ہے جیسا کہ تمہارا باہم باتیں کرنا کہ اس میں تم کو کوئی شبہ نہیں ہوتا۔

تذکرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

ان دلائل حشر اور وہاں کی جزا و سزا بیان کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ کرتا ہے جس سے یہ باتیں بتانی مقصود ہیں۔

۱) یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح مہمان نوازی کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔

۲) دنیا میں کسی مراد کے دیر میں ملنے سے ناامید نہ ہونا چاہیے۔ خدا کا وعدہ برحق ہے اس نے اخیر عمر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو اولاد دی، اسی پر اس کی سزاؤں کو بھی خیال کرنا چاہیے کہ اگر یہ دیر ہو جائے تو مغرور و غافل نہ ہو جائے کہ میرے اعمال بد کا برا ثمرہ مجھے نہ ملے گا۔

۳) چنانچہ قوم لوط علیہ السلام مدت سے اس بدکاری کی عادت تھی، پیغمبر ہر چند منع کرتا تھا پر نہیں مانتے تھے۔ آخر ایک روز ایسا ہوا کہ ان کی بدکاری کا برا دن ان کے سامنے آیا۔ وہ بستیاں غارت ہوئیں اے قریش مکہ تم بھی دلیر نہ ہو جاؤ۔

الحمد للہ چھبیسویں پارے کی تفسیر تمام ہوئی

پارہ (۲۷) قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾
لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾
فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ
الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾ وَفِيْ
مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ
مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۴۰﴾ وَفِيْ عَادٍ اِذْ
اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿۴۱﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ
كَالرَّمِيْمِ ﴿۴۲﴾ وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ
رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا
كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۴۶﴾ ع ۲

ترجمہ:......ابراہیم نے کہا: اے رسولو! تمہارا کیا مطلب ہے؟ ﴿۳۱﴾ وہ بولے ہم کو گناہ گار لوگوں (قوم لوط) کی طرف بھیجا گیا ہے ﴿۳۲﴾ کہ ہم ان پر مٹی کی (ڈھیلیں) برسادیں ﴿۳۳﴾ جو آپ کے رب کی طرف سے حد سے تجاوز کرنے والوں کے لیے نام زد ہو چکے ہیں ﴿۳۴﴾ پھر ان بستیوں میں سے ہم نے اس کو جو ایماندار تھا نکال لیا ﴿۳۵﴾ اور ہم نے وہاں بجز لوط کے گھر کے اور گھر ایمانداروں کا نہ پایا ﴿۳۶﴾ اور ہم نے ان بستیوں کو (ہلاک کرنے کے بعد) ان لوگوں کے لیے جو عذاب الیم سے ڈرتے ہیں کچھ نشانیاں باقی رکھ چھوڑی ہیں ﴿۳۷﴾ اور موسیٰ کے قصے میں بھی (عبرت ہے) کہ جب ہم نے اس کو فرعون کی طرف کھلی ہوئی سند دے کر بھیجا ﴿۳۸﴾ پھر اس نے اپنے زور و طاقت کے گھمنڈ پر سرتابی کی اور کہہ دیا جادوگر یا دیوانہ ہے ﴿۳۹﴾ پھر تو ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو پکڑ لیا پھر ان کو دریا میں پھینک دیا اور وہ ملامت زدہ تھا ﴿۴۰﴾ اور عاد کے حال میں بھی (عبرت ہے) جب کہ ہم نے ان پر سخت آندھی بھیجی ﴿۴۱﴾ جس چیز پر وہ گزرتی تھی تو اس کو چورا ہی کر ڈالتی تھی ﴿۴۲﴾ اور ثمود کے واقعہ میں بھی (عبرت ہے) جب کہ ان کو کہا گیا کہ ایک وقت تک (برتنا ہے) برت لو ﴿۴۳﴾ پھر انھوں نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی

پھر تو ان کو کڑک نے آلیا اور وہ دیکھتے رہ گئے ۞ پھر تو وہ نہ اٹھ ہی سکے اور نہ بدلہ ہی لے سکے ۞ اور نوح کی قوم کو ان سے پہلے (ہلاک کر چکے تھے) کیوں کہ وہ بدکار قوم تھی ۞۔

ترکیب: ...... الخطب الشان مسومة ای معلمة بعلامات تعرف بها قیل کانت مخططة بسواد و بیاض صفة الحجارة او حال من الضمیر المستکن فی الجار والمجرور وقیل معنی مسومة مرسلة من اسمت الماشیة ای ارسلتها و فی موسی فی عطفه اقوال مختلفة قیل انه عطف علی قوله تعالی و ترکنا فیها آیة و فی موسی أیضًا ترکنا آیة۔ اذ ارسلنه الظرف متعلق بمحذوف او منصوب بترکنا والاول اولی برکنه ای بقومه (ابن عباس ﷺ) ماتذر الجملة حال مقدرة من الریح او خبر مبتدء محذوف ھی۔ وقوم نوح بالجر عطفًا علی ماتقدم من قوله وفی عاد بالنصب علی تقدیر اهلکنا۔

تفسیر: ......اب ہم اس قصے (قصۂ حضرت ابراہیم علیہ السلام) کو مع شرح الفاظ قرآنیہ بیان کرتے ہیں۔

قصۂ حضرت ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت ابراہیم ملک شام میں آبسے تھے اور حضرت لوط علیہ السلام جو ان کے بھتیجے تھے وہ بھی ساتھ آئے تھے، پھر حضرت لوط علیہ السلام سدوم وعمورہ وغیرہ بستیوں میں آبسے تھے، جو جھیل مردار کے کنارے آباد تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چھیاسی برس کی عمر میں ان سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ مگر سارہ بیوی کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی اور وہ اسی امید میں بڑھیا ہو گئیں۔ اس بات کا ان کو بڑا غم رہتا تھا۔ ایک روز حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے خیمے کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے دوپہر کے وقت مہمانوں کی صورت میں چند فرشتے نظر آئے، حضرت اپنی عادت مہماں نوازی کے موافق ان کے کھانے کو تلا ہوا بچھڑا لائے فرشتوں نے کھانے سے انکار کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ڈرے کہ یہ دشمن ہیں کیوں کہ اس عہد میں دشمن اپنے دشمن کے گھر کا کھانا نہیں کھاتا تھا (یہ نمک حرامی اسی عہد میں مروج ہوئی ہے) فرشتوں نے کہا ڈرو نہ اور اس کو علم اور لڑکے کی بشارت دی (حضرت اسحٰق علیہ السلام کے تولد کی)۔ حضرت سارہؓ پیچھے کھڑی تھیں، یہ سن کر ہنسیں۔

بڑی خوشی سن کر ہنسی آنا طبعی بات ہے۔ صرۃ کے معنی ہیں آواز اور چیخنے کے مگر مراد کھل کھلا کر ہنسنا ہے کیونکہ قرآن میں دوسری جگہ آیا ہے فضحکت اور تعجب سے ماتھا کوٹنے لگیں، اور کہنے لگیں کیا بانجھ اور وہ بھی بڑھیا جنے گی؟ فرشتوں نے کہا خدا کا یہی حکم ہے بانجھ اور بڑھیا کو بچہ دینے کی حکمت وتدابیر اس کو خوب معلوم ہیں۔ پھر ابراہیمؑ نے فرشتوں سے پوچھا تم کدھر جاتے ہو؟۔ انہوں نے کہہ دیا کہ لوطؑ کی قوم کی طرف کہ ان پر پتھر برسائیں، چنانچہ وہاں گئے اور وہ بستیاں ہلاک ہوئیں۔

اس کے بعد حضرت موسیٰؑ کا قصہ بیان کرتا ہے کہ ہم نے اس کو فرعون کے پاس دلیل دے کر بھیجا۔

فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ: التولی الاعراض، الرکن الجانب، قاله الاخفش) تو اس نے عرض کیا اور کہہ دیا جادوگر ہے یا دیوانہ پھر تو خدا نے اس کو مع لشکر کے غرق کیا۔ اس کے بعد عاد وثمود وقوم نوح کی ہلاکی بیان کرتا ہے کہ ان بدکاریوں سے ہلاک ہوئے۔

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۞ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ۞
وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۞ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ
مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۞ۚ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۞ۚ

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾
اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ وَّذَكِّرْ
فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾
مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو
الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا ● مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا
يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع ۳

ترجمہ:......اور آسمان کو ہم نے قدرت سے بنایا اور ہم وسیع قدرت والے ہیں﴿۴۷﴾ اور ہم نے ہی زمین کو بچھایا پھر ہم کیا خوب بچھانے والے ہیں﴿۴۸﴾ اور ہم نے ہی ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا﴿۴۹﴾ شاید تم سمجھو۔ (پس اے نبی کہہ دو) اللہ کی طرف دوڑو میں تم کو اس کی طرف سے صاف صاف ڈر سنانے والا ہوں﴿۵۰﴾ اور اللہ کے سوا اور کسی کو معبود نہ ٹھیراؤ میں تم کو اس کی طرف سے صفا صفا آگاہ کیے دیتا ہوں﴿۵۱﴾ اسی طرح ان سے پہلوں کے پاس بھی جب کوئی رسول آیا تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ جادوگر ہے یا دیوانہ﴿۵۲﴾ کیا ایک دوسرے سے یہی کہہ مرا تھا بلکہ وہ خود بھی سرکش تھے﴿۵۳﴾ پھر آپ تو ان سے منہ پھیر لیجیے آپ پر کوئی الزام نہیں﴿۵۴﴾ اور ہاں سمجھاتے رہو کہ سمجھانا ایمانداروں کو نفع دیتا ہے﴿۵۵﴾ اور میں نے جن و انسان کو جو بنایا ہے تو اپنی بندگی کے لیے﴿۵۶﴾ ہم نے ان سے کچھ روزینہ تو نہیں چاہتے اور نہ یہ کہ وہ مجھے کھانا کھلائیں﴿۵۷﴾ کیوں کہ اللہ ہی بڑا روزی دینے والا زور آور ہے﴿۵۸﴾ پس ان ظالموں کا بھی ویسا ہی پیانہ (لبریز ہے) جیسا کہ ان کے اگلے یاروں کا تھا پھر وہ مجھ سے (عذاب کی) جلدی نہ کریں﴿۵۹﴾ پھر کافروں پر ان کے اس روز بد کے سبب کہ جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے بڑی ہی خرابی ہے﴿۶۰﴾

ترکیب:...... والسماء: منصوب علی شریطۃ التفسیر ، بایدٍ متعلق بالفعل و قال حال من الفاعل و من کل شئی متعلق بخلقنا کذلک ای الامر کذلک المتین بالرفع علی النعت و قیل ہو خبر مبتداء محذوف ای ہو المتین (ابو البقاء)

تفسیر:......ان آیات میں اپنی خدائی کا ثبوت اور توحید اور مسئلہ رسالت اور گناہوں کا برا نتیجہ پیش آنا ثابت کرتا ہے۔

خدائی و یکتائی کے ثبوت پر چند دلائل:......پہلی بات پر تین دلیلیں لایا۔

اول: وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا کہ آسمان کو ہم نے قدرت کاملہ سے بنایا اور ہم بڑے وسعت والے ہیں۔ یعنی قدرت والے۔

دوم: وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا زمین کو ہم نے فرش کر دیا یعنی بندوں کی سکونت کے قابل کیا۔ آسمان چھت اور زمین اس دار دنیا کا فرش ہے

سوم: وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا یعنی اس کی دوسری چیز مثل ہے جنس میں یا فصل میں یا جوہر ہونے میں بے مثل وہی ہے۔

● ......ذنوبا و الذنوب الدلو العظیمۃ ہذا تمثیل و اصلہ تقسیم الماء یکون لہذا دلو یعنی حالہم کحالہم من رغد العیش و الغفلۃ فکما وقع علیہم نفع علی ہؤلاء و یمکن ان یکون الذنوب بمعنی المعاصی ای ان لہؤلاء القوم جرائم مثل جرائم اصحابہم الماضین ۱۲ منہ

یہی دلیل ہے اس کی خدائی و یکتائی پر۔ یہ چیزیں اس گھر کی زینت و آرائش کے سامان ہیں تا کہ تم سمجھو کہ یہ گھر چند روزہ ہے اس کو مرنے سے پہلے چھوڑ کر اللہ کی طرف دوڑو جو تم کو اس سے عمدہ گھر میں آسائش دے یعنی اس کی طرف جلد رجوع کرو۔ میں اس کی طرف تم کو جلد متنبہ کرنے آیا ہوں۔ یہاں سے مسئلہ رسالت کا ثبوت کیا۔

توحید کے ثبوت پر چند دلائل

اب توحید کا ثبوت کرتا ہے کہ جب وہی بے مثل اور اس گھر کا بنانے والا ہے۔ (تو)

وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اس کے ساتھ اور کسی کو خدائی میں شریک نہ کرو۔ انہیں باتوں کے بتانے کو میں دنیا میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ پھر مسئلہ نبوت میں کلام شروع ہوتا ہے کہ تم جو مجھے نہیں مانتے یہ کوئی نئی بات نہیں رسالت کا سلسلہ بھی مدت سے جاری ہے، جب کوئی رسول دنیا میں آیا لوگوں نے اس کو جادوگر اور دیوانہ بتایا۔ اس بات کو تعجب کے طور پر خدا تعالیٰ ذکر کرتا ہے کہ کیا اگلے ان پچھلوں کو وصیت کر گئے اور کہہ گئے تھے کہ تم بھی رسول کو دیوانہ اور ساحر کہنا جو یہ ان کی تقلید کرتے ہیں؟

پھر آپ ہی فرماتا ہے کہ وصیت تو نہیں کر گئے تھے خود انہیں کی ذات میں سرکشی کا مادہ ہے۔

پس اے رسول! تم ان سے ہٹ آؤ تمہارا جو کام تھا وہ تم نے پورا کر دیا ہاں ایمانداروں کو نصیحت کرتے رہو کہ ان کو اس سے فائدہ ہوگا۔ اور وہ فائدہ یہ ہے کہ ہم نے جن و انسان کو اپنی عبادت کے لئے بنایا ہے وہ اس بات کو سمجھ کر خدا کی عبادات میں مصروف رہیں گے۔

اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ہم نے یہ گھر بنا کر جو تم کو اس میں بسایا ہے شکر کرنے کے لئے نہ کہ نافرمانی و ناشکری کے لئے۔

اس شکر گزاری میں اللہ بندوں سے کوئی فائدہ رزق روزی کا نہیں چاہتا جس لیے وہ ہٹتے ہیں کیوں کہ وہ خود رازق و قوت والا زبردست ہے یعنی غیر اس کے محتاج بلکہ اس لیے کہ ناشکری کا وبال بندے پر پڑے جیسا کہ اگلے لوگوں پر وبال آیا۔

پھر فرماتا ہے کہ حال کہ منکروں کی بھی وہی نوبت ہے کیوں عذاب کی جلدی کرتے ہیں۔ یہ چوتھی بات کا ثبوت تھا۔

اٰيَاتُهَا ۴۹ (۵۲) سُوْرَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ (۷۶) رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ الطور مکیہ ہے اس میں انچاس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالطُّوْرِ ۝۱ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝۲ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝۳ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝۴ وَالسَّقْفِ
الْمَرْفُوْعِ ۝۵ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝۶ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝۷ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝۸
يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۝۹ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝۱۰ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۱
الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۝۱۲ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝۱۳ هٰذِهِ النَّارُ
الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝۱۴ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝۱۵ اِصْلَوْهَا
فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۶

ترجمہ:...... قسم ہے طور کی ۝۱ اور اس کتاب کی جو کشادہ ۝۲ ورقوں میں لکھی گئی ۝۳ اور قسم ہے آباد گھر کی ۝۴ اور اونچی چھت کی ۝۵ اور پر جوش دریا کی ۝۶ کہ بے شک آپ کے رب کا عذاب (کفار پر) ہو کر رہے گا ۝۷ جس کو کوئی بھی ٹالنے والا نہیں ۝۸ جس دن کہ آسمان چکر کھائے ۝۹ اور پہاڑ اڑتے پھریں ۝۱۰ پھر اس روز جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ۝۱۱ جو نکتہ چینیوں میں کھیل رہے ہیں ۝۱۲ جس دن کہ وہ آتش دوزخ کی طرف دھکے دے دے کر ہانکے جائیں ۝۱۳۔ (کہا جائے گا) یہ وہ آگ ہے کہ جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے ۝۱۴ پھر کیا یہ جادو ہے (نظر بندی) یا تم دیکھتے نہیں ہو ۝۱۵۔ اس میں گھسو، صبر کرو یا نہ کرو تمہارے لیے برابر ہے تم کو وہی بدلہ دیا جاتا ہے جو تم کیا کرتے تھے ۝۱۶

ترکیب:...... الواو الاولیٰ فی والطّور للقسم وما بعدھا فی وکتاب ... الخ للعطف۔ فی رقّ: متعلق بمسطور۔ ان عذاب ... الخ جواب القسم۔ ما لہ ... الخ الجملۃ صفۃ لواقع۔ ویوم ظرف لدافع او لواقع۔ یوم یدعون بدل من یوم تمور۔ افسحر: خبر مقدم، سواء مبتداء مؤخر۔ سواء خبر مبتداء محذوف ای صبر کم وترکہ سواء۔ لرقّ: بفتح الراء وکسرھا کل ما یکتب فیہ جلدا کان او غیرہ وجمعہ رقوق۔ والمور الاضطراب والحرکۃ ولذا یطلق علی الموج۔ الدع الدفع بعنف۔

تفسیر:...... یہ سورت بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ہے جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں یہ سورت پڑھتے سنا (رواہ البخاری مسلم وغیرہما) اس سورت میں بھی مسئلہ حشر کا اثبات ہے اور وہ اثبات اس جگہ اور عنوان کے ساتھ ہے اس لیے

ان چاروں چیزوں کی قسم کھا کر فرماتا ہے: اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ کہ بے شک تیرے رب کا عذاب آنے والا ہے، جس کو کوئی بھی ٹال نہیں سکتا۔ اس میں صرف قیامت کے آنے کی ہی خبر نہیں بلکہ منکرین کو ایک یقینی آنے والے عذاب سے تہدید بھی ہے اور وہ چیزیں جن کی یہاں قسم کھائی یہ ہیں۔

کوہِ طور، لوحِ محفوظ، خانۂ کعبہ، آسمان اور دریائے شور کی قسم

۱) وَالطُّوْرِ ﴿۱﴾ [1] اس سے مراد کوہ طور ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا۔ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ جس پہاڑ میں درخت ہوتے ہیں، اس کو طور کہتے ہیں اور جس میں درخت نہ ہوں اس کو ''جبل'' کہتے ہیں اس قول سے تعمیم پائی جاتی ہے۔

۲) وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ﴿۲﴾ بعض کہتے ہیں اس سے مراد لوح محفوظ ہے مگر قوی تر یہ ہے کہ اس سے مراد آسمانی کتابیں ہیں جو اوراق پر لکھی جاتی ہیں جو کھلے ہوتے ہیں جن کو پڑھنے والا پڑھ سکتا ہے۔

۳) وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ﴿۴﴾ آباد گھر جس سے مراد خانہ کعبہ اور دیگر معابد ہیں جو عابدین سے آباد ہیں۔ دنیا کے ہوں یا سموت پر ہوں۔ اس لیے احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ کعبہ کے محاذ میں ساتویں آسمان کے اوپر ملائکہ کا ایک عبادت خانہ ہے، جہاں ہزاروں ملائکہ طواف کرتے ہیں اس کو بھی بیت المعمور کہتے ہیں۔

۴) وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ﴿۵﴾ آسمان۔ ۵) وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ﴿۶﴾ دریائے شور۔

مسجور کے معنی گرم کے ہیں، سمندر تموج کی وجہ سے گرم کہلاتا ہے۔ جب تموج ہوتا ہے کہتے ہیں ان دنوں دریا گرم ہے۔

اِن چیزوں کے ذکر سے اپنے عجائبات قدرت اور دینی اور دنیوی برکات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس نے دنیا میں استواری کے لیے پہاڑ قائم کیے کتابیں دستور العمل بنائیں گھر آباد کیے بلند مکان بنوائے دریائے شور بنایا جو سب کو محیط ہے اور یہ کہ کوہ طور پر موسیٰ سے کلام کیا پھر اس کو کتاب دی اور بندوں کے لیے خانہ کعبہ بنایا اور بیت المقدس قائم کیا جس کی چھتیں بلند تھیں اور پھر ان عبادت خانوں سے اور اس پہاڑ سے اور ان کتابوں سے علوم و معارف کے پرجوش دریا نکالے جنہوں نے عالم کو سیراب کیا۔ وہ سب قیامت کے قائل تھے پھر ان کے جہلا کے انکار سے کیا ہوتا ہے؟

واقعۂ قیامت:۔۔۔۔۔اس کے بعد قیامت کے واقعہ کو بیان کرتا ہے کہ اس روز آسمان لرزیں گے اور پہاڑ اڑیں گے اس روز اس دن کے جھٹلانے والوں کو بڑی خرابی ہوگی جو آج غفلت میں پڑے نکتہ چینیاں کرتے ہیں وہ خرابی یہ ہوگی کہ وہ دوزخ کی طرف دھکے دے کر روانہ کیے جائیں گے اور جہنم دکھا کر کہا جائے گا: ''یہ ہے وہ جس کا انکار تھا، اب بتاؤ یہ جادو ہے یا تم کو دکھائی نہیں دیتی؟۔ اب اس میں جلا کرو چیخو، چلاؤ تمہارے اعمال کی سزا ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ﴿۱۷﴾ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۱۸﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى

---

[1]:۔۔۔۔۔اور ممکن ہے کہ طور سے اشارہ آنحضرت ﷺ کی ذات کی طرف ہو کہ وہ وقار کا پہاڑ اور عالم کی تجلی گاہ تھی اور کتاب مسطور حضرت ﷺ کے علوم متعارف جو لوگوں کے اوراق دل پر لکھے گئے اور بیت معمور حضرت ﷺ کا دل پاک اور سقف مرفوع آپ ﷺ کی شان اور بحر مسجور آپ ﷺ کے علوم کا دریائے مواج ۱۲ منہ

سُرُرٍ مَّصۡفُوۡفَةٍ ۚ وَزَوَّجۡنٰهُمۡ بِحُوۡرٍ عِيۡنٍ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَاتَّبَعَتۡهُمۡ
ذُرِّيَّتُهُمۡ بِاِيۡمَانٍ اَلۡحَقۡنَا بِهِمۡ ذُرِّيَّتَهُمۡ وَمَاۤ اَلَتۡنٰهُمۡ مِّنۡ عَمَلِهِمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ ؕ
كُلُّ امۡرِیٴٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيۡنٌ ﴿۲۱﴾ وَاَمۡدَدۡنٰهُمۡ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحۡمٍ مِّمَّا يَشۡتَهُوۡنَ ﴿۲۲﴾
يَتَنَازَعُوۡنَ فِيۡهَا كَاۡسًا لَّا لَغۡوٌ فِيۡهَا وَلَا تَاۡثِيۡمٌ ﴿۲۳﴾ وَيَطُوۡفُ عَلَيۡهِمۡ غِلۡمَانٌ
لَّهُمۡ كَاَنَّهُمۡ لُؤۡلُؤٌ مَّكۡنُوۡنٌ ﴿۲۴﴾ وَاَقۡبَلَ بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ يَّتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۲۵﴾
قَالُوۡۤا اِنَّا كُنَّا قَبۡلُ فِىۡۤ اَهۡلِنَا مُشۡفِقِيۡنَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيۡنَا وَوَقٰٮنَا عَذَابَ
السَّمُوۡمِ ﴿۲۷﴾ اِنَّا كُنَّا مِنۡ قَبۡلُ نَدۡعُوۡهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡبَرُّ الرَّحِيۡمُ ﴿۲۸﴾ ع

ترجمہ:...... بے شک جو پرہیزگار ہیں باغوں اور نعمتوں میں ﴿۱۷﴾ چین کرتے ہوں گے ان چیزوں سے جوان کو رب نے عطا کیں اور ان کا رب ان کو عذاب دوزخ سے بچا۔ ﴿۱۸﴾ کھاؤ پیو مزے کر واپنے عملوں کے سبب ﴿۱۹﴾ تکیہ لگائے بیٹھیں ہوں گے قطار سے بچھے ہوئے تختوں پر اور ان کی شادی ہم حورعین سے کردیں گے ﴿۲۰﴾ اور جو ایمان لائے اور ان کی نسل ایمان میں ان کی پیرو ہوئی تو ان کے ساتھ ان کی نسل کو بھی ہم ملا دیں گے اور ان کے عملوں میں کچھ بھی کمی نہ کریں گے ہر شخص اپنے کیے کا پابند ہے ﴿۲۱﴾ اور ان کو پے در پے ہم میوے اور گوشت دیں گے جس کا وہ چاہیں گے ﴿۲۲﴾ وہاں ان پیالوں کی چھینا جھپٹی کریں گے کہ نہ جن میں بکواس ہے، اور نہ گناہ ﴿۲۳﴾ اور ان کے پاس آئیں جائیں گے ایسے لڑکے کہ گویا وہ موتی ہیں غلاف کے ﴿۲۴﴾ اور ایک دوسرے کی طرف بات کرنے متوجہ ہوگا ﴿۲۵﴾ کہیں گے کہ ہم پہلے اپنے گھروں میں ڈرا کرتے تھے ﴿۲۶﴾ پس ہم پر اللہ نے احسان کیا اور ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا لیا ﴿۲۷﴾ ہم اس کو پہلے سے پکارا کرتے تھے وہ جو ہے تو بڑا احسان کرنے والا مہربان ہے ﴿۲۸﴾۔

ترکیب:...... فاکھین یقال رجل فاکھة ای ذو فاکھة۔ قیل ذو نعمة تلذذ حال وقرء فکھین والفکه طیب النفس بما موصولة والباء علی اصلها او بمعنی فی۔ ووقھم عطف علی الصلة او حال بتقدیر قد او معطوف علی فی جنت متکئین حال من الضمیر فی کلوا او من الضمیر فی وقھم او من الضمیر فی فاکھین۔ والذین امنوا مبتداء واتبعتھم ... الخ معترضة للتعلیل الحقنا بھم خبره بایمان حال من الضمیر او الذریة او منھما۔ یتنازعون حال ۔ انه بالکسر علی الاستیناف۔ کاسا خمر اسماها باسم محلها ولذلک انث الضمیر فی قوله لالغو فیها۔

تفسیر:...... جیسا کہ اہل جہنم کا حال بیان ہوا تھا اب اہل جنت کا حال بیان فرماتا ہے۔ فقال:

متقین کے لیے جنت کی نعمتیں

اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ ... الخ کہ پرہیزگار بہشتوں میں ہر طرح سے آرام و عافیت سے رہیں گے اور جہنم کے عذاب سے خدا ان کو بچائے گا

روحانی جنت کے سوا جسمانی نعمتیں بھی ان کو نصیب ہوں گی۔ جسمانی نعمتیں یہ ہیں اول عمدہ کھانا پینا اس کی نسبت سے حکم ہوگا۔ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا: ھنی کے معنی یہ ہیں بے مشقت و بے رنج و بے کھٹکے نہ مرض کا کھٹکا نہ پکانے کا اور کما کر لانے کا دغدغہ، نہ کم ہو جانے کی فکر۔ دوم: رہنے کی عمدہ جگہ سو اس کو ایک بار تو جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ﴿۱۷﴾ میں اجمالاً بیان کیا تھا اب اس کی تشریح بیان کرتا ہے:

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ بادشاہوں کی طرح تختوں پر صف بستہ تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔

تیسری نعمت اس کے بعد حسین اور فرماں بردار اور نیک بیوی کا میسر آنا جس کی طرف انسان کو ماکل ومشارب کے بعد بالطبع رغبت ہے سو اس کی نسبت فرماتا ہے: وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۲۰﴾ کہ ہم ان کی شادی حورعین سے کر دیں گے۔

(حورعین کے لفظ کی شرح اور جنت میں شادی ہونے کی بابت پادریوں کے اعتراضات کا جواب ہم کئی بار ذکر کر چکے ہیں)۔

اب سب نعمتوں کے بعد انسان کو اپنے احباب واقارب کی جدائی کا رنج بھی خصوصاً عیش وآرام کے وقت دل میں کانٹا سا کھٹکا کرتا ہے جو سب باتوں کو تلخ کر دیتا ہے اس کانٹے کو نکالتا ہے۔ فقال:

جنت میں نیک اولاد اپنے آباء کے ساتھ ہوگی

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ: ذریۃ بضم فرزند۔ ذراری، ذریات جمع (صراح)

کہ ایمانداروں کی اولاد جو ایمان میں اپنے بزرگوں کے تابع ہوں گے، وہ بھی ان کے ساتھ جنت میں ملا دیے جائیں گے اور ان کے بزرگوں کے عمل میں سے اس وجہ سے کہ ان کی اولاد ان کے ساتھ ایمان لانے کے سبب ملائی گئی کچھ کمی نہ کریں گے۔

طبرانی وابن مردویہ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ مؤمن جنت میں جا کر اپنے ماں باپ اور بیوی اور اولاد کو دریافت کرے گا اس کو کہا جائے گا کہ وہ تیرے درجہ تک نہ پہنچے۔ وہ عرض کرے گا الٰہی میں نے اپنے لیے اور ان کے لیے عمل کیا تھا تب حکم ہوگا کہ ان کو بھی ساتھ ملا دو۔ صالحین کی اولاد بلکہ دیگر اقارب بلکہ احباب عقیدت مند بھی کہ جن کو عرفاً لفظ ذریت شامل ہے ان کی بدولت بشرطیکہ خود بھی ایمان رکھتے ہوں گے ان کے درجات میں جگہ پائیں گے۔ مگر ساتھ یہ بھی فرما دیا کل امرئی بما کسب رھین کہ ہر آدمی اپنے عمل میں بند ہے تاکہ کوئی اپنے بزرگوں پر بھروسہ کر کے آپ ایمان واعمال صالحہ کی کوشش سے آزاد نہ بن بیٹھے۔

اہل جنت کے لیے مرغوب گوشت اور میوے

آگے پھر ان نعماء کا ذکر کرتا ہے کہ دل پسند پرندوں کا گوشت کھانے کو ملے گا شراب طہور کا دور چلے گا فرحت میں آ کر ایک دوسرے سے چھینا جھپٹی کرے گا جیسا کہ دنیا میں احباب کیا کرتے ہیں پھر باہم ایک دوسرے سے پوچھے گا کہ تم نے دنیا میں کیا عمل کیے تھے؟ جواب دیں گے کہ ہم خدا سے ڈرا کرتے تھے اس نے ہم پر فضل کر دیا عذاب جہنم سے بچا لیا بس اس کی عنایت ومہربانی تھی۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴿۲۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿۳۰﴾ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿۳۱﴾ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۳۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ۝٣٤ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ
الْخَالِقُونَ ۝٣٥ أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ بَل لَّا يُوقِنُونَ ۝٣٦ أَمْ عِندَهُمْ
خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ ۝٣٧ أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ ۖ
فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُم بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ۝٣٨ أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ۝٣٩ أَمْ
تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ۝٤٠ أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ۝٤١
أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا ۖ فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ ۝٤٢ أَمْ لَهُمْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ ۚ
سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝٤٣ وَإِن يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ
مَّرْكُومٌ ۝٤٤ فَذَرْهُمْ حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ۝٤٥ يَوْمَ لَا يُغْنِي
عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝٤٦ وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ
ذَٰلِكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝٤٧ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا
وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ۝٤٨ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ۝٤٩ ع ۲

ترجمہ:......سو نصیحت کیے جایئے کیونکہ رب کی عنایت سے نہ آپ کاہن ہیں نہ دیوانہ ۝٢٩ کیا ان کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ شاعر ہیں کہ اس کے بارے میں ہم گردش زمانہ کے منتظر ہیں ۝٣٠ کہہ دو (ہاں) انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں ۝٣١ کیا ان کی عقلیں ان کو یہی باتیں سکھاتی ہیں یا وہ ذاتی شریر قوم ہیں کیا وہ کہتے ہیں کہ قرآن از خود بنالیا ہے ہرگز نہیں بلکہ ان کو یقین نہیں آتا ۝٣٣ اچھا اسی طرح کا کلام وہ بھی تو بنا لائیں اگر وہ سچے ہیں کیا ۝٣٤ وہ آپ ہی آپ بن گئے کیا وہ کسی کو پیدا کرنے والے ہیں ۝٣٥ کیا انہوں نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے بلکہ وہ یقین بھی نہیں کرتے ۝٣٦ کیا ان کے پاس ان کے رب کے خزانے ہیں کیا وہ زبردست ہیں ۝٣٧ کیا ان کے پاس سیڑھی ہے کہ جس پر چڑھ کر (آسمانی باتیں) سن آتے ہیں پھر جو ان میں سے سننے والا ہو تو کوئی صاف سند پیش کرے ۝٣٨ کیا اس کی بیٹیاں اور تمہارے بیٹے ہیں ۝٣٩ کیا آپ ان سے اجرت مانگتے ہیں کہ وہ اس کے تاوان سے دبے جاتے ہیں ۝٤٠ ■ کیا ان کے پاس علم

■:...... قال الفراء الكسف بكسر الكاف و سكون السين واحد و بكسر الكاف و فتح السين جمع كسفة وهى القاطعة من الشئى ـ المركوم المجهول بعضه تہ بہ تہ ۔ ۱۲ یصعقون موت کا دن یا قیامت کا یا بدر کا۔ صعق کڑک بلا کی ۱۲۔ یعنی موت کے روز یا ہلاکت کے دن ان کی تدبیر کام نہ آئے گی اور ان کو عذاب ہوگا۔ باعیننا بحمایتنا ـ حین تقوم بعض کہتے ہیں کہ جب خواب سے اٹھیں۔ بعض کہتے ہیں جب کسی مجلس سے اٹھیں تو سبحانک اللّٰھم و بحمدک کہیں جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔ من اللیل سے مراد بعض کہتے ہیں تہجد کی نماز ہے۔ بعض کہتے ہیں عشاء و مغرب کی نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ و ادبار النجوم سے مراد صبح کی نماز یا دو رکعت سنت۔ بعض کہتے ہیں اوقات مخصوصہ میں سبحان اللّٰہ و بحمدہٖ کہنا مراد ہے ۱۲ منہ

غیب ہے جس کو لکھتے رہتے ہیں ۞ کیا وہ (آپ پر) داؤ کرنا چاہتے ہیں پھر کافر تو خود ہی داؤ میں پھنسے ہوئے ہیں ۞ کیا اللہ کے سوا ان کا اور بھی کوئی معبود ہے اللہ ان کے شرک کرنے سے پاک ہے ۞ اگر وہ کوئی آسمان کا کوئی ٹکڑا بھی گرتے دیکھیں گے تو اس کو گہرا بادل بتا دیں گے ۞ پھر آپ ان کو چھوڑ دیجیے یہاں تک کہ وہ اپنے پاس اس دن کو دیکھ لیں گے کہ جس میں وہ بیہوش پڑے ہوں گے ۞۔ اس دن کہ ان کا مکر ان کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی ۞ اور ستمگاروں کو اس کے سوا ایک اور سزا ہے (قتل بدر) لیکن ان میں سے اکثر جانتے نہیں ۞ اور آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار میں رہیئے آپ ہماری حفاظت میں ہیں اور جب اٹھو تو اپنے رب کی تسبیح وحمد کیا کرو ۞ اور کسی قدر رات کو بھی اس کی تسبیح کرو ۞ اور ستاروں کے ڈوبنے کے بعد بھی ۞۔

ترکیب:...... بکاھن . . . الخ خبر ما والباء زائدۃ بنعمت ربک حال من اسم ما او من خبرھا والعامل کاھن ای لست کاھنًا ولا مجنونًا متلبسًا۔ بنعمت ربک: ای بانعامہ علیک۔ ریب المنون: المراد من الریب صروف الدھر وحوادثہ علی انھا شبھت بالریب ای الشک لانھا لا تدوم ولا تبقی فیکون استعارۃ تصریحیۃ۔ المنون: قال الاصمعی واحد فعول من امن وھو القطع فھو اسم للموت او الدھر لانہ یقطع العدد وینقص المدد۔ قال الفراء المنون واحد وجمع قال الاخفش لا واحد لہ۔ التقول الافتراء والکذب ام ھھنا وفی مابعد منقطعۃ بمعنی بل وقیل ام فی ھذہ الآیات الاستفھام مثل الھمزۃ والاستفھامات انکار علی الکفار علی ظنوناتھم الفاسدۃ۔

تفسیر:...... دار آخرت کی کیفیت بیان فرما کر۔ پھر انہیں تینوں اصل الاصول مسائل کو مرکوز خاطر کرتا ہے اور کفار کے بدیہی البطلان خیالات کو جو ان اصول ثلاثہ کے برخلاف تھے استفہام کے پیرایہ میں ذکر کر کے رد کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ کاہن ہیں، نہ مجنون اور نہ ہی شاعر

اول اصل مسئلہ نبوت: خصوصاً نبوت محمد ﷺ ہے جس کی بابت مخالفوں کے چند خیالات تھے بعض آپ ﷺ کو کاہن بعض دیوانہ کہتے تھے۔ بعض شاعر کہتے تھے کہ جس طرح زہیر و نابغہ چند روز میں مرکھپ گئے ذرا دیکھو یہ بھی اسی طرح مرمٹ جائے گا۔ اس بات کو: اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۞ تک بیان کیا۔ پس فرماتا ہے اے! تو اس کی عنایت و کرم سے دیوانہ اور کاہن نہیں، اپنی نبوت و منصب نبوت کو پورا کیجئے اس سے ایمانداروں کو نفع ہوتا ہے۔ ان سے کہہ دو تم انتظار کرو میں بھی کرتا ہوں میری صداقت کی دلیل ہے اگر دین کی روز بروز ترقی و کامیابی ہوئی تو جان لینا کہ نبی برحق ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور دوسری بات یہ کہ شاعری کا کسی پر خاتمہ نہیں تم بھی انحائے کلام پر قادر ہو۔ قرآن کی مثل بنا لاؤ اگر سچے ہو بات یہ ہے کہ دل میں جانتے ہیں کہ نہ دیوانہ ہے نہ کاہن نہ شاعر بلکہ اپنی سرکشی سے ایمان نہیں لاتے

کیا کفار کا کوئی خالق نہیں؟...... اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ سے لے کر الْمُصَيْطِرُوْنَ تک چار استفہاموں میں

دوسرے اصل مسئلہ توحید کو ثابت کرتا ہے مگر لطف یہ ہے کہ اس کے ضمن میں تیسرے مسئلہ حشر کو اور پہلے مسئلہ نبوت کو بھی اسی طرح سے ثابت کرتا ہے کہ گویا تینوں باہم مسلسل ہیں۔ پہلے استفہام میں فرماتا ہے کہ کیا وہ بغیر کسی کے پیدا ہو گئے ہیں؟

یہ کلام بھی چند معانی کو شامل ہے کہ جو ان میں سے ایک ایک توحید یا حشر یا نبوت کو ثابت کر رہی ہے کیونکہ مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ وہ بغیر مادے کے پیدا ہو گئے ہیں؟ حالانکہ اس کا ان کو اقرار تھا اور ہونا بھی چاہیے اور سب کو اقرار ہے کہ انسان قطرہ منی سے بنایا گیا ہے۔ منی ایک گندی چیز ہے جس کو ذکر کرتے بھی عقلاء مجالس میں شرم کرتے ہیں اس لیے اس کو شئی کے لفظ سے تعبیر کیا پس

جیسا وہ یہ جانتے ہیں تو سمجھ لیں کہ ایک قطرہ میں سے کس نے بعض کو قلب اور بعض کو دماغ اور بعض کو جگر اور بعض کو ہڈی اور بعض کو پٹھا بنا دیا اور پھر کس نے اس میں یہ کاری گری کی ہے؟ اسی خدائے قادر مطلق نے کہ جس کا کوئی بھی شریک و مددگار نہیں، پس وہ قادر بار دگر بھی اس کو پیدا کر سکتا ہے۔ اور اس کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ کیا وہ من غیر شیئی کسی کام کے لیے نہیں بنائے گئے ہیں؟ ہر عاقل انسان کی ترکیب میں غور کر کے کہہ سکتا ہے کہ ضرور یہ کسی کام کے لیے بنایا گیا ہے یعنی اصلاح معاش و معاد کے لیے۔ پھر جب یہ اس کے لیے بنایا گیا ہے اور معاد کے مسئلہ کی باریکیاں اور موت و حیات کے رموز بجز انبیاء علیہم السلام کے حل نہیں ہو سکتے تو یہ بھی خیال کر لیں کہ ضرور اس خالق نے کوئی نہ کوئی نبی عقدہ کشائی کے لیے بھیجا اور بجز محمد ﷺ کے ان کی شان کا اس مشکل کشائی میں اور کون ہے؟

قادر و صانع خدا تعالیٰ کے سوا اور کون ہے؟

اور اس کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ کیا وہ مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ بغیر کسی کے آپ ہی آپ بن گئے ہیں جیسا کہ طبیعیین و دہریین کا خیال ہے۔
سو یہ بھی نہیں، اس لیے کوئی حادث بغیر محدث یعنی پیدا کرنے والے کے پیدا نہیں ہو سکتا۔
پس وہ محدث ایسا قادر و صانع خدا تعالیٰ کے سوا اور کون ہے؟
دوسرے استفہام میں یہ بات بتاتا ہے کہ وہ بتائیں کوئی چیز اس عالم کی انہوں نے بھی پیدا کی ہے؟۔
ہم سے مراد تمام مخلوق۔ بے شک خدا تعالیٰ کے سوا کسی نے کوئی چیز پیدا نہیں کی ہاں پیدا کی ہوئی چیزوں میں ترکیب دے لیا کرتے ہیں وہ بھی ہر جگہ نہیں۔ پس جب بجز اس کے کسی نے کوئی چیز نہیں بنائی تو اس کی خدائی میں بھی شریک نہیں۔
تیسرے استفہام میں اپنی ایک بڑی اور عجیب مخلوق پیدا کرنے کا حال پوچھتا ہے کہ
اچھا بتاؤ آسمانوں یا کہو علویات سورج اور چاند اور ستارے اور زمین کو کس نے بنایا؟ یہی کہیں گے کہ اسی نے۔
چوتھے استفہام میں اپنی قدرت کے بے انتہا خزانوں کا سوال کرتا ہے کہ وہ بتاؤ کس کے پاس ہیں؟
اس میں مسئلہ نبوت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ نبوت بھی اسی کے خزانے کا ایک بیش بہا جوہر ہے، جس کو چاہے عطا کرے تمہارا اس میں کیا اختیار ہے جو اس نے محمد ﷺ کو عطا کر دیا۔

علم غیب کے وسائل:...... اس کے بعد علم غیب کے وسائل بیان کرتا ہے کہ
بتاؤ تم میں سے کس کے پاس سیڑھی ہے جو اس پر سے چڑھ کر آسمانوں تک جاتا ہے اور وہاں سے غیب کی باتیں لاتا ہے؟
البتہ محمد ﷺ کو خدا کی طرف سے الہام ❶ وحی کے ذریعہ سے غیب کی باتیں اور معاد و معاش کے رموز بتائے جاتے ہیں۔
یہ مسئلہ نبوت کے متعلق بات تھی۔
اس کے بعد اصول ثلثہ کے مخالف اعتقادات پر سرزنش کرتا ہے۔
توحید کے خلاف مشرکوں کا خیال تھا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اس لیے ہم ان کو وسیلہ سمجھ کر پوجتے ہیں۔ فقال:
اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ ...الخ کہ اس نے تم کو تو بیٹے دیے جو اعلیٰ چیز ہے اور اپنے لیے بیٹیاں بنائیں، یہ ہو سکتا ہے؟

---

❶ ...... یہ ہے معنوی سیڑھی جس پر چڑھ کر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام انسانی ضرورتوں کو پورا کرنے والے علوم اوپر سے لاتے ہیں۔ ۱۲ منہ۔

نبوت کے خلاف میں نبی ﷺ پر بدگمانیاں تھیں اس پر فرماتا ہے:
اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا ...الخ کہ تو ان سے کچھ مانگتا ہے کہ جس کا بار ان پر پڑتا ہے؟
آنحضرت ﷺ کو جو وہ جھوٹا کہتے تھے اس کی نسبت فرماتا ہے: اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ کیا ان کے پاس غیب کا دفتر ہے؟ ❶ پھر ان کو کیوں کر معلوم ہو گیا کہ وہ جھوٹا ہے؟ کیا وہ نبی سے داؤ کرنا چاہتے ہیں کہ ایسے اتہامات سے شان نبوت میں فرق ڈالیں سو وہ اس بات میں خود ہی داؤ میں پھنسے ہوئے ہیں کہ اپنے لیے برائی پیدا کر رہے ہیں۔ کیا کوئی اور معبود ہے ہرگز نہیں۔
اس کے بعد ان کی شکی طبیعت کا حال اور نڈر ہونا بیان کرتا ہے کہ اگر آسمان سے کوئی ٹکڑا ان پر ٹوٹ کر آئے تو اس کو بادل کہیں گے۔
پھر آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ ان کو چھوڑ یہاں تک کہ یہ اپنے اس دن کو دیکھیں کہ جس میں ان کی ہلاکت ہے۔ اور اے نبی تو صبر کر، تو ہماری حمایت میں ہے اور اٹھتے بیٹھتے اور رات میں اور صبح میں تسبیح کیا کر۔

❶......ہاں! غیب کا دفتر ہوتا اور اس کے مطابق آپ ﷺ کی باتیں نہ پاتے تو یقیناً جھوٹا کہہ سکتے تھے۔ ۱۲ منہ

اٰيَاتُهَا ٦٢ — (۵۳) سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ (۲۳) — رُكُوْعَاتُهَا ۳

سورۃ النجم مکیہ ہے اس میں باسٹھ آیات اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ① مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ② وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۭ③
اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ④ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۙ⑤ ذُوْ مِرَّةٍ ۭ فَاسْتَوٰى ۙ⑥
وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۭ⑦ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ⑧ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ⑨
فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۭ⑩ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ⑪ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا
يَرٰى ⑫ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۙ⑬ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ⑭ عِنْدَهَا جَنَّةُ
الْمَاْوٰى ۭ⑮ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۙ⑯ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ⑰ لَقَدْ
رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ⑱

ترجمہ: ...... قسم ہے ستاروں کی جب کہ جھکے ① تمہارے صاحب (محمد ﷺ) نہ گمراہ ہوئے اور نہ بہک گئے ہیں ② اور نہ وہ اپنی خواہش سے کچھ کہتے ہیں ③ یہ تو وحی ہے جو ان پر آتی ہے ④ بڑے طاقت ور زور آور نے ان کو سکھایا ہے ⑤ (جبرئیل نے) جب کہ وہ فرشتہ آسمان کے ایک بلند کنارہ پر تھا ⑥ تو (نبی کے سامنے) آکر کھڑا ہوا ⑦ پھر وہ اور بھی قریب ہوا ⑧ (یہاں تک) کہ دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا تھا، یا اس سے بھی کم ⑨ پھر اس نے جو کچھ ہمارے بندے پر وحی کرنا تھا ⑩ کیا جو کچھ نبی نے دیکھا تھا ان کے دل نے جھوٹ نہیں بنالیا تھا ⑪ پھر جو کچھ وہ دیکھ رہے ہیں تم اس میں ان سے جھگڑا کر رہے ہو ⑫ البتہ نبی نے تو اس کو دوبارہ دیکھا ہے ⑬ سدرۃ المنتہی کے پاس ⑭ جس کے نزدیک جنت الماوی ہے ⑮ جب کہ سدرہ کو چھپا رکھا تھا جس چیز نے کہ چھپا رکھا تھا ⑯ نہ تو نبی کی آنکھ نے غلطی کی ہے نہ وہ بہکی ہے ⑰ بے شک! نبی نے اپنے رب کی (بڑی بڑی) نشانیاں دیکھیں ہیں ⑱۔

ترکیب: ...... الواو للقسم۔ اذا هوای والعامل فی الظرف فعل القسم المحذوف ای اقسم بالنجم وقت هویه وقیل النجم نزول القرآن فیکون العامل نفس النجم۔ ماضل ... الخ جواب القسم۔ وماینطق ... الخ جملة مستانفة وقعت موقع الدلیل تقدیر الکلام کیف یضل ویغوی وهو لا ینطق عن الهوی ان هو ای الذی ینطق به من القرآن وحی موصوف یوحی صفة ترفع احتمال المجاز وتفیذ الاستمرار التجددی علمه صفة للوحی ای علمه ایاه۔ فاستوی: عطف علی

علمه بطريق التفسير فانه الى قوله اوحى بيان لكيفية التعليم وهو بالافق حال من فاعل استوى۔ فكان مقدار مابينهما۔ قاب قوسين: خبر كان، نزلة: منصوب على الظرفية لان النزلة على وزن الفعلة اسم للمرة وقيل نصبها على المصدر تفسيره ولقدراه نازلا نزلة اخرى۔ اذيغشى ظرف زمان لراه لا لما بعده من الجملة المنفية۔

تفسیر:...... یہ سورۃ بھی جمہور کے نزدیک مکیہ ہے بعض کہتے ہیں مدینہ میں نازل ہوئی ہے مگر یہ قول صحیح نہیں۔

خصوصیت سورۃ النجم:...... بخاری و مسلم وغیرہما نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلی سورت کہ جس میں سجدہ ہے سورہ نجم ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے سجدہ کیا مگر ایک شخص نے مٹھی میں مٹی لے کر اس پر سجدہ کیا۔ میں نے اس کے بعد اس کو دیکھا کہ وہ کفر کی حالت میں قتل کیا گیا اور وہ امیہ بن خلف تھا اور یہی احادیث سے ثابت ہے کہ اس سورت میں سجدہ ہے۔

اور صحیح بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، طبرانی، طیالسی، ابن ابی شیبہ، اور ابن مردویہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے یہ سورت نبی ﷺ کے سامنے پڑھی پس آپ ﷺ نے سجدہ کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ سورہ نجم میں مکہ میں تو سجدہ کیا کرتے تھے مگر ہجرت کر کے جب مدینہ پہنچے تو سجدہ کرنا ترک کر دیا۔ اس لیے امام شافعیؒ و احمدؒ فرماتے ہیں کہ سورت کے اخیر میں جو فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا آیا ہے وہاں سجدہ کرنا واجب نہیں ہاں جو کوئی کرے تو بہتر ہے۔ مگر پہلی روایات کے لحاظ سے امام ابو حنیفہؒ و سفیان ثوریؒ وغیرہما فرماتے ہیں کہ سجدہ کرنا واجب ہے اس آیت کے پڑھنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی، اور یہی قوی ہے۔

ماقبل سورت سے ربط:...... سورۂ طور کے اخیر میں فرمایا تھا کہ ستاروں کے ڈوبنے کے بعد بھی اے محمد اللہ کی تسبیح و تحمید کیا کرو۔ اب اس سورت کے اول ہی میں ان ڈوبتے ہوئے ستاروں کی قسم کھا کر جو خدا تعالیٰ کی عزت و عظمت پر گواہی دیتے ہیں یہ بات بتلاتا ہے کہ محمد گمراہ اور بہکے ہوئے نہیں ہیں جیسا کہ اے کفار تم کہتے ہو۔ یہ مناسبت ہے اس سورت کو اس سے پہلی سورت سے۔

فائدہ:...... جن سورتوں کے شروع میں خدا تعالیٰ نے حرفوں کے سوا اور چیزوں کی قسم کھائی ہے وہ چار سورتیں ہیں:

اول: والصّٰفّٰت۔ دوم: والذّٰریٰت۔ سوم: والطور۔ چہارم: والنجم۔ پہلی میں قسم کھا کر وحدانیت ثابت کی ہے جیسا کہ فرمایا: اِنَّ اِلٰـهَكُمْ لَوَاحِدٌ۔ دوسری میں جزاء وحشر کا واقع ہونا ثابت کیا ہے چنانچہ فرمایا: اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۝ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ۝ تیسری میں عذاب کا واقع ہونا کسی کے ٹالنے سے نہ ٹلنا جیسا کہ فرمایا: اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝ اس سورت میں قسم کھا کر آنحضرت ﷺ کی نبوت ثابت کی، جیسا کہ فرمایا: مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ کہ ان تینوں اصل الاصول مسائل توحید وحشر و نبوت کا کامل ثبوت ہو جانے اور حشر کے اثبات میں اس لیے قسمیں کھائیں کہ یہ مسئلہ صرف دلیل نقلی سے ثابت ہوتا ہے [1]۔

نجم کی تعریف و تفسیر:...... والنجم۔ مفسرین کے نجم کے معنی میں کئی قول ہیں جمہور کا قول ہے کہ اس سے مراد ستارہ ہے، کوئی خاص ستارہ نہیں بلکہ جنس یعنی ہر ایک ستارہ۔ اور بعض کہتے ہیں ثریا [2] کیونکہ کلام عرب میں النجم بول کر یہی معنی مراد ہوا کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ شعریٰ ستارہ۔ بعض کہتے ہیں زہرہ۔ خیر ایک ستارہ خاص ہو یا عام مگر ستارہ مراد لینا ایک قول ہے۔

---

[1] برخلاف توحید و نبوت کے کیونکہ توحید پر بے شمار دلائل عقلیہ موجود ہیں اور نبوت کے لیے معجزات اور نبی کا باطنی اثر بھی ثابت کرتا ہے۔ ۱۲ منہ۔

[2] آپ نے صبح کو مشرق کی طرف دیکھا ہوگا کہ ستاروں کا ایک گچھا سا معلوم ہوا کرتا ہے اسی کا نام ثریا ہے۔ وہ ایسا ہوتا ہے جیسا انگور کا خوشہ ۱۲ منہ۔

دوسرا قول ہے کہ اس سے مراد زمین پر پھیلنے والی بیلیں ہیں کیوں کہ ایک جگہ [1] آیا ہے: وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ یہ اخفش کا قول ہے

تیسرا قول یہ ہے کہ النجم سے مراد قرآن شریف ہے کس لیے کہ تنجیم کے معنی ہیں تفریق اور قرآن پارہ پارہ یعنی ٹکڑے ہو کر نازل ہوا ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں جن کو ظلمات عالم میں روشنی دینے کے سبب بطور استعارہ کے ستارہ کہنا بہت ہی ٹھیک ہے۔

اب نجم کے کوئی معنی لو مگر اِذَا هَوٰىۙ (جب کہ جھکے) سے اس کے مناسب معنی مراد لیے جائیں گے۔

ستاروں کا جھکنا، طلوع غروب جو خدا کی شان جبروت بتلاتا ہے۔ زمین کی وہ بوٹیاں کہ جن کو درخت نہیں کہتے ان کا جھکنا وہی جھکنا ہے جو ہوا سے سربسجود ہو کر اس کی شان یکتائی بتایا کرتی ہیں۔

سروی جنبد بصحن بوستاں در ہوائے قامت دل جوئے تو

قرآن کا جھکنا، اس کا اوپر سے نازل ہونا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا جھکنا، رکوع و سجود کرنا ہے جو خدائے تعالی کے نزدیک ایک عمدہ حالت ہے اور آنحضرت ﷺ کا جھکنا ذات باری تعالی کی طرف آنحضرت ﷺ کا منازل قربت طے کرنا ہے۔

پانچواں قول النجم کے معنی بعض عرفا (وصوفیہ) کے نزدیک بندہ کا دل ہے جو ظلمات ہیولانیہ میں خدا تعالی کا چمکتا ستارہ ہے اور جب وہ اللہ تعالی کی طرف جھکتا ہے تو اس میں اور بھی روشنی آ جاتی ہے۔ جس سے وہ حق و باطل میں تمیز کرنے پر بخوبی قادر ہو جاتا ہے اس لیے قسم کھا کر فرماتا ہے:۔

تمہارا ساتھی بہکا ہوا نہیں ہے:...... مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰىۚ صاحبکم سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں اور جگہ بھی اس لفظ سے آنحضرت ﷺ کو تعبیر کیا گیا ہے وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ۔ صاحب صحبت رکھنے والا۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ تم شب و روز آنحضرت ﷺ کے حالات سے بخوبی واقف ہو کوئی اجنبی شخص نہیں، پھر کہو کیا وہ گمراہ اور بہکا ہوا ہے؟ ہرگز نہیں!۔ آنحضرت ﷺ جو توحید و مکارم اخلاق بیان فرماتے تھے بت پرستی اور ناپاک باتوں سے منع فرماتے تھے، کفار اپنی کج روی کو سیدھا راستہ جانتے تھے اس لیے وہ الٹا حضرت ہی کو گمراہ اور بہکا ہوا کہتے تھے اور یہ انسان کی جبلی عادت ہے۔ بعض کہتے ہیں ضل وغوی دونوں لفظوں میں سے ایک بات مراد ہے، بعض کہتے ہیں کہ دو باتیں ضلالت رستہ بھولنا اور غوایت عام ہے بھولنا بھی اور رستہ کے چلنے میں بے قاعدگی و افراط و تفریط۔

فائدہ:...... بندہ اور خدا تعالی کے مابین جو حجابات حاجز ہیں ان کا قطع کرنا اس کا طے کرنا ہے جن کو تدلیات کہتے ہیں اس رستہ میں بہت سے بھول گئے ہیں اور بہت سے غوایت میں پڑ گئے ہیں انسانی جذبات کی جن کو واقفیت ہے وہ ہر روز اس بات کا معائنہ کرتے ہیں مگر یہ دنیا کا ستارہ اور جہان کا آفتاب (محمد ﷺ) اس رستہ میں بھولے نہ چوکے۔

تفسیر: مَا ضَلَّ وَمَا غَوٰى:...... اب مَا ضَلَّ وَمَا غَوٰى کی وجہ بیان کرتا ہے۔ فقال:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىؕ کہ آپ ﷺ اپنی خواہش سے بات نہیں کرتے بلکہ آپ ﷺ کی زبان خدا کی زبان ہے، جو کچھ وہ بلواتا ہے وہی آپ ﷺ بولتے ہیں۔ عارف کامل جب اپنے ارادات اور اپنی ہستی کو اس کی ہستی میں محو کر دیتا ہے تو اب اس کا کلام اور

[1] (سورۃ الرحمن: آیت ۶)

اس کے حرکات وسکنات اس کے حکم سے ہوتے ہیں۔ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اپنے حرکات ارادات مفقود ہو جاتے ہیں، تو اب جو کوئی اس کو ہلاتا جلاتا ہے وہ آپ نہیں ہلتا جلتا، کسی اور کا شمار ہوتا ہے یعنی اس کی طرف منصوب ہوتا ہے جس نے ہلایا۔

صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے کہ جب بندہ مجھ سے قریب ہوتا ہے تو میں اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں مجھ سے پکڑتا ہے...... الخ

آنحضرت ﷺ کے ارشادات گرامی وحی ہیں:...... دین کے بارے میں جو کچھ آپ ﷺ فرماتے تھے اگر ان کے الفاظ بھی منجانب اللہ ہوتے تھے تو وہ وحی متلو ورنہ وحی غیر متلو ہوتی تھی۔ اول کو قرآن دوسرے کو سنت کہتے ہیں جیسا کہ آپ ہی فرماتا ہے: اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ ۔ امام احمدؒ نے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں میں جو کچھ کہتا ہوں حق کہتا ہوں۔

حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کی قوت کا تذکرہ

اس کے بعد اس ناموس اکبر کا حال بیان فرماتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کے پاس وحی لاتا ہے فقال:

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ کہ اس کو یعنی محمد ﷺ کو اس نے تعلیم کیا ہے جو بڑا طاقت ور اور نہایت قوی ہے یعنی جبرئیل امین، جیسا کہ ایک جگہ [1] آیا ہے: اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۝

جبرائیل کی قوت وہ قوت مؤثرہ ہے کہ جہاں شیطان، جن ودیگر صور خیالیہ کی گنجائش نہیں۔

یہ اوصاف ان کے اس لیے بیان فرمائے تاکہ اس کو کوئی جن وشیطان یا صورت خیالی نہ سمجھے کیونکہ ان میں یہ اوصاف نہیں ہوتے پھر اس جملہ کی تشریح کرتا ہے اور جبرئیل کے وحی لانے اور دوبارہ اپنی اصلی صورت میں نظر آنے کا حال بیان فرماتا ہے۔

فَاسْتَوٰى ۝ پس جبرائیل اپنے اس کام پر کہ جس کے لیے اللہ نے اس کو مقرر کیا تیار وآمادہ ہوئے۔

وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝ افق بضمتین وسکون، کنارہ آفاق اس کی جمع (صراح) افق۔ علی آسمان کا کنارہ جو زمین سے ملا ہوا ہے ایک بڑا گول دائرہ سا نظر آیا کرتا ہے جہاں سے آفتاب طلوع وغروب ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ یعنی جبرائیل آسمان کے کنارے پر ایک بار محمد ﷺ کو نظر آئے اپنی اصلی صورت میں۔ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ پھر آنحضرت ﷺ کے یہاں تک قریب ہوتے لگے کہ

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ [2] اَدْنٰى ۝ قاب، قیب، قاد اور قید قیس ان کے معنی مقدار کے ہیں

علامہ زمخشریؒ کہتے ہیں کمان اور نیزہ اور کوڑہ اور گز اور ہاتھ کے ساتھ عرب اہل اندازہ بیان کیا جاتا ہے کہ دو کمان کے فاصلہ پر یا تیر کے یا ہاتھ کے فاصلہ پر ہے۔ قاب کمان کی موٹھ کو بھی کہتے ہیں۔ یہ معنی ہوئے کہ وہ دونوں اس قدر قریب ہوگئے جس طرح دو کمانوں کو ملا دینے سے ان کی موٹھ باہم مل جاتی ہے کچھ فاصلہ نہیں رہتا۔ یہ قرب جسمانی کی طرف اشارہ ہے اور ادنیٰ بلکہ اس سے بھی قریب ہوگئے۔

یعنی حضرت ﷺ کے قلب تک پہنچے یہ روحانی قرب ہے۔

فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝ تب اللہ کے بندے محمد ﷺ کی طرف جو چاہا وحی کیا۔ یہ پیغمبر کی وحی بواسطہ جبرئیل ہے۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ محمد ﷺ کے دل نے جھوٹا نہیں سمجھا جس کو دیکھا یعنی دل نے یقین کرلیا۔

---

[1] سورۃ التکویر، پارہ ۳۰

[2] او بمعنی الواو وقیل بمعنی بل ۱۲ منہ۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت جبریل امین ؑ کو سدرۃ المنتہٰی کے پاس دیکھنا

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿۱۲﴾ کیا تم اے کفار! محمد ﷺ سے اس کی دیکھی ہوئی اور یقینی چیز پر جھگڑتے ہو؟ یہ ایک بار ہی دیکھنا نہیں ہوا بلکہ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿۱۳﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾ کہ محمد ﷺ نے جبرئیل ؑ کو شب معراج میں اس کی اصلی صورت پر سدرۃ منتہٰی کے پاس بھی دوسری بار دیکھا۔

سدرہ: ایک درخت ہے ساتویں آسمان کے اوپر اور منتہٰی جہاں تک بلندی کی انتہاء ہے کیونکہ اس کے اوپر عرش رحمن ہے۔

عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿۱۵﴾ اور سدرہ کو ڈھانپ رکھا تھا اس چیز نے کہ جس نے ڈھانک رکھا تھا[1] اور وہاں جنت الماوی ہے۔

رؤیت باری تعالیٰ

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ آنحضرت ﷺ کی آنکھ نے خطا نہیں کی دراصل کچھ اور تھا اور نظر آیا کچھ اور بلکہ اصلی اور حقیقی حالت پر دیکھا لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾ اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

یہ تفسیر ہے جمہور علما محدثین کے طور پر اور اسی کے اکثر اہل سنت والجماعت قائل ہیں اور یہی مذہب ہے ام المومنین حضرت عائشہ ؓ، حضرت ابن مسعود ؓ، حضرت ابوذر ؓ، حضرت ابوہریرہ ؓ کا (رضی اللہ عنہم اجمعین)، لیکن صحابہ ؓ کی ایک جماعت جن میں عبداللہ بن عباس ؓ ہیں اور اخیر عبداللہ بن عمر ؓ نے بھی اسی طرف رجوع کیا اور سلف وخلف میں سے اہل علم کی ایک جماعت ان کے تابع ہوئی ہے (خصوصاً صوفیائے کرام اسی طرف ہیں، وہ یہ کہ فاستوٰی سے لے کر اخیر تک محمد ﷺ اور اللہ تعالیٰ کا باہم قریب ہونا اور دیکھنا مراد ہے)

رؤیت باری تعالیٰ وحقیقت وحی

اس تقدیر پر آیات کے یہ معنی ہوں گے: پس اے محمد ﷺ اپنی قوت یا رسالت میں حد کمال کو پہنچے یعنی ملکیت اور روحانیت کا ان پر غلبہ ہوا۔ یہ ہیں فاستوٰی کے معنی۔ حالانکہ آپ ﷺ اس وقت میں بشریت کے دائرہ سے نکلے کو تھے کہ روحانیت محضہ میں داخل ہو جائیں۔ پھر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے یہاں تک قریب ہو گئے کہ دونوں میں صرف دو قوسوں کا ہی فرق رہ گیا تھا، یعنی آپ ﷺ میں قوس حدوث وامکان اور اللہ تعالیٰ میں قوس وجوب وقدم اتصال حقیقی اور اتحاد ذاتی سے مانع تھے جب یہ تقرب ہو گیا تو اللہ نے اپنے بندے کو جو چاہا بتا دیا۔ یہ ہے وحی کی حقیقت۔ یعنی بندے میں اور خدا میں ایسا تقرب ہوتا ہے جس کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی اس وقت اللہ ہمکلام ہو کر اپنے بندے (رسول کریم ﷺ) کو جو چاہتا ہے بتا دیتا ہے۔

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ﴿۵﴾ سے اگر جبرئیل مراد لیے جائیں تو وحی کی دوسری قسم تھی اور یہ وحی کی اول قسم ہے۔ پھر اے لوگو! تم محمد سے اس کی دیکھی ہوئی اس بات میں جھگڑتے ہو کہ جو اس کی آنکھ نے دیکھی جو نور الٰہی سے شرگیں تھی اور جو دل کا حکم رکھتی تھی۔

پھر وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿۱۳﴾ سے شب معراج میں آسمانوں پر اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہونا بیان فرماتا ہے کہ محمد ﷺ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہٰی کے پاس دیکھا۔ سدرہ جو جنت الماوی میں ہے وہ کوئی دنیا کا درخت نہیں بیری وغیرہ کا، وہ صوفیائے کرام کے نزدیک عبارت ہے روح اعظم سے کہ جس کے اوپر کوئی تعین اور مرتبہ نہیں اور اس کے اوپر بجز ہویت واقع ہوئی۔ کیونکہ ایہاں فناء محض سے بقاء کی طرف رجوع ہوا۔ اور جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے وادی مبارکہ میں ایک درخت پر

---

[1] یعنی انوار وتجلیات نے ۱۲ منہ۔

جو تمام ارواح کی جڑ ہے۔ آپ ﷺ نے وجود حقانی میں متحقق ہو کر چشم حقیقت بین سے جس کے آگے کوئی چیز حاجب نہیں خدا تعالیٰ کو عیاناً دیکھا: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ⑰ کے یہ معنی ہیں۔ مسلم و ترمذی وغیرہ نے روایت کی کہ محمد ﷺ نے اللہ کو دو بار دیکھا۔ احمد وغیرہ محدثین نے بسند صحیح اس بات کو ثابت کیا ہے۔ اور اس کے خلاف میں بھی احادیث وارد ہیں

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ⑲ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ⑳ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ
الْاُنْثٰى ㉑ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ㉒ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ
وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ط اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى
الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ㉓ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ㉔ فَلِلّٰهِ
الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ㉕ ع

ترجمہ:...... پھر کیا تم نے لات اور عزی کو بھی دیکھا ⑲ اور تیسرے منات کو بھی ⑳۔ کیا تمہارے لیے بیٹے اور اس کے لیے بیٹیاں مادہ ہیں؟ ㉑ تب تو یہ بہت بری تقسیم ہے ㉒ یہ تو صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے گھڑ لیے ہیں جس پر خدا تعالیٰ نے کوئی سند بھی نہ اتاری وہ محض وہم اور خواہش کی پیروی کرتے ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کے ہاں سے ہدایت بھی آ چکی ㉓ پھر کیا انسان کو مل جاتا ہے جس کی وہ تمنا کرتا ہے؟ ㉔۔ پھر آخرت اور دنیا تو اللہ ہی کے بس میں ہے ㉕۔

تفسیر:...... اثبات نبوت کے بعد توحید کے مسئلہ میں کلام کرتا ہے اور مشرکین عرب کی بت پرستی کی تحقیر کرتا ہے جو نبوت کا پہلا کام ہے۔

فقال: اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ⑲ یہ تین بت عرب میں زیادہ پوجے جایا کرتے تھے۔

لات ❶ ایک شخص عرب میں حاجیوں کو ستو گھول کر پلایا کرتا تھا اس کے مرنے کے بعد اس کی شکل پر ایک بت پوجنے لگے یہ بت طائف میں تھا۔ بعض کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں نخلہ میں۔

اور عزی ایک درخت تھا جس کو غطفان کا قبیلہ پوجتا تھا۔ نبی ﷺ نے خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو اس کے کاٹنے کو بھیجا جو کاٹ ہی کر آئے لوگوں میں اس کی بڑی ہیبت تھی۔ اور منات ایک پتھر تھا مکہ و مدینہ کے درمیان ❷ فرماتا ہے بتاؤ یہ کیا چیز ہے؟

اس کے علاوہ فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دے کر پوجتے تھے ان کی نسبت فرماتا ہے تم کو خدا بیٹے دے اور آپ بیٹیاں لے

❶ ...... اللات اصلہ لات بلیت فالتاء اصلیۃ وقیل زائدۃ فھو اسم فاعل فی الاصل غلب علی رجل یلیت السویق للحاج فلما مات عبدوہ والعزی من العز وھی تانیث الاعز وھی اسم صنم لقریش وبنی کنانہ۔ قال مجاھد: ھی شجرۃ لغطفان وقیل کانت شیطانۃ تأتی ثلاث سمرات ببطن نخلہ وقال سعید بن جبیر حجر ابیض کانوا یعبدونہ۔ ومنات بالف من دون ھمزۃ وبالمد وبالھمزۃ فالاولی واشتقاقھا من منی بمعنی صب لان دماء النساء کانت تصب عندھا تقربا وعلی الثانیۃ واشتقاقھا من النوء وھو المطر لانھم کانوا الہ یستمطرون عندھا الانواء وقیل ھما لغتان للعرب قال الجوھری ھی صنم کان بین مکۃ والمدینۃ ۱۲ منہ۔ ❷ ...... لات وعزی ومنات بتوں کے بارے میں مختلف روایات ہیں کوئی کسی جگہ کوئی کسی قوم کا بت بتاتا ہے۔ یہ سب روایات ٹھیک ہیں۔ کیونکہ ایک نام کے متعدد جگہ اور مختلف صورتوں میں بت تھے۔ ہنود کی دیوی اور مہادیو وغیرہ بتوں کو دیکھ لو ۱۲ منہ۔

اس کے علاوہ فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دے کر پوجتے تھے ان کی نسبت فرماتا ہے تم کو خدا بیٹے دے اور آپ بیٹیاں لے۔ یہ کیا بھونڈی تقسیم ہے۔

پھر فرماتا ہے کچھ ان کی اصل نہیں تم نے نام گھڑ لیے ہیں، محض توہمات ہیں اور ان سے امید شفاعت رکھنا خام خیالی ہے۔

دنیا و آخرت اللہ ہی کے لیے ہے کوئی وہاں اس کے سوا کام نہیں آتا۔

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ
اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ﴿۲۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ
تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾ وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ
الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ﴿۲۸﴾ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ
يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ
بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿۳۰﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا
بِالْحُسْنٰى ﴿۳۱﴾ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ
رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ
اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾

ترجمہ:...... اور بہت سے فرشتے آسمان میں ہیں کہ جن کی شفاعت کسی کے کچھ بھی کام نہیں آتی مگر اس کے بعد کہ اللہ جس کے لیے چاہے اجازت دے اور پسند کرے ﴿۲۶﴾ وہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کے زنانے نام رکھتے ہیں ﴿۲۷﴾ اور اس بات کو جانتے کچھ بھی نہیں محض وہم پر چلتے ہیں اور وہم حق بات کی جگہ کچھ بھی کام نہیں آتا ﴿۲۸﴾ پھر تم اس کی پروا نہ کرو جس نے ہماری یاد سے منہ پھیر لیا اور صرف دنیا ہی کی زندگی چاہی ﴿۲۹﴾ ان کی سمجھ کی یہیں تک رسائی ہے بے شک آپ کا رب ان کو خوب جانتا ہے جو اس کے رستہ سے بہکا اور وہ خوب اس کو بھی جانتا ہے جو راہ پر آیا ﴿۳۰﴾ اور اللہ ہی کا ہے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے تاکہ برا کرنے والوں کو ان کے کام کا بدلہ دے اور نیکی کرنے والوں کو نیک بدلہ دے ﴿۳۱﴾ ان کو جو بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں مگر کچھ آلودگی سے بے شک آپ کے رب کی بڑی وسیع مغفرت ہے وہ تم کو خوب جانتا ہے جب کہ تم کو زمین سے پیدا کیا تھا اور جبکہ تم اپنی ماں کے پیٹ میں بچے تھے پھر اپنے آپ کو پاکیزہ نہ جتلاؤ وہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے ﴿۳۲﴾۔

ترکیب :...... کم خبریة فی محل الرفع و لا تغنی الخبر لیجزی اللام متعلقه بما دل علیه الکلام کانه قال هو مالک ذلک یضل من یشا ویهدی من یشا لیجزی وقیل هي لام العاقبة لا التعلیل ای عاقبة الخلق الذین فیهم المحسن والمسیئ ان یجزی الله الذین فی موضع نصب نعت اللذین احسنوا و فی موضع نصب علی تقدیر هم۔ الا اللمم: قیل استثناء متصل لان اللمم من الکبائر و الفواحش وقیل منقطع لان اللمم دونها۔

تفسیر :...... لات وعزیٰ ومنات بتوں کی تحقیر کے بعد یہ بتایا تھا کہ ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں [1] سمجھنا اور ان کی شفاعت کو کافی سمجھنا بھی غلط خیال ہے۔ اب اس کی وجہ بیان فرماتا ہے۔ فقال:

بروز قیامت فرشتوں کی سفارش بھی کام نہ آئے گی

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ ...الخ کہ آسمانوں میں جو ملائکہ ہیں حالانکہ وہ ان ملائکہ سے جو زمین کے کاروبار پر متعین ہیں بدرجہا بڑھ کر ہیں ان کی شفاعت بھی کسی کے کچھ کام نہیں آتی خدا تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے ہاں جس کے لیے خدا ان کو دعا کرنے کی اجازت دیتا ہے (اور وہ کس کے لیے اس کے لیے جس سے اللہ راضی ہوتا ہے اور موحد و نیک ہی سے راضی بھی ہوتا ہے) تو وہ دعا کرتے ہیں۔ یہی ان کی شفاعت ہے پھر اے مشرکین تم کس امید پر ان کی عبادت کرتے ہو؟ [2]

ایک باطل عقیدہ کا رد کہ ملائکہ عورتیں نہیں:...... اب اس بات کو بھی رد کرتا ہے کہ ملائکہ عورتیں ہیں۔ فقال:

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ...الخ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے کسی نبی یا رسول کے کہنے پر نہیں چلتے وہی لوگ اپنے توہمات فاسدہ سے ان کے زنانے نام دھرتے اور ان کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے ہیں محض جہالت و وہم سے اور وہم حق بات کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں آتا [3]

اس کے بعد نبی ﷺ کو ان کور باطنوں کی ہٹ دھرمی کرنے پر تسلی دیتا ہے: فقال:

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ...الخ کہ جو نہ مانے اور ہماری یاد سے پھرے اور اس کو بجز زندگی دنیا کے اور کچھ مقصود نہ ہو اور اس کے فہم کی

---

[1] ......قال الرازی رحمه الله تعالی التاء فی الملائکة لتاکید معنی الجمع لا للتانیث کما فهم المشرکون کما فی صیاقلة لان فی المشهور هی جمع ملک و الملک اختصار من الملائک بحذف الهمزة فهی مفاعلة و الاصل مفاعل و رد ای ملائکة فی الجمع فی تشبه فعائل و فعائلة ۱۲ منہ۔

[2] ......کفار مکہ آخرت کے تو قائل ہی نہ تھے پھر ملائکہ یا اصنام کی شفاعت کی امید دنیاوی کارخانوں میں رکھتے تھے اور جانتے تھے کہ قضا و قدر کے کارخانے میں ان کو بھی دخل ہے۔ یہ سفارش کر کے بیٹا دلوا سکتے ہیں۔ تندرستی و فتح وظفر اور ہر قسم کی مراد حاصل کرا سکتے ہیں۔ ہندوستان کے بت پرستوں کا بھی اپنے بتوں سے یہی اعتقاد ہے۔ مہادیو، ہنومان اور دیگر بتوں کو اسی امید پر پوجا کرتے ہیں۔ بنی آدم میں یہ توہم باطل ایک عرصہ دراز سے چلا آتا ہے اور یہی سبب ہے۔ شرک و بت پرستی کے مروج ہونے کا۔ اس کے مٹانے کے لیے انبیاء علیہم السلام لگاتار دنیا میں آئے اور خاتم المرسلین اولیاء کرام وعلماء عظام کو اس کام پر اپنا کارکن بنا کر چھوڑ گئے ہیں ۱۲ منہ۔

[3] ......علماء فرماتے ہیں ظن کو جو ناکارآمد بتلاتا ہے اس سے یہ بات سمجھنی چاہیے کہ اعتقادات میں ظن کام نہیں دیتا۔ ہاں اعمال میں جہاں ظن و تخمین سے بھی کام چل سکتا ہے جیسا کہ خبر آحاد و قیاس ائمہ دین بے شک وہاں ظن معتبر ہے۔ جمہور مفسرین اس کے قائل ہیں۔ بلکہ جن کو قیاس ائمہ مجتہدین کا منکر سمجھا جاتا ہے وہ بھی یہی کہہ گئے ہیں۔ دیکھو نواب صدیق خاں صاحب مرحوم اپنی تفسیر فتح البیان میں جو قاضی شوکانی کی تفسیر کا خلاصہ سمجھنا چاہیے اس آیت کی تفسیر میں یہ تحریر فرماتے ہیں، قوله و لا بد من هذا التخصیص فان دلالة العموم و القیاس و خبر الواحد و نحو ذلک ظنیة فالعمل بها عمل بالظن وقد وجب علینا العمل فی هذا الامور انتهی (کہ یہ تخصیص ضروری ہے کس لیے کہ دلالت عموم و قیاس و خبر واحد وغیرہ کی ظنی ہے اور ان پر عمل کرنا ظن پر عمل کرنا ہے۔ حالانکہ ان باتوں میں ہم پر عمل کرنا واجب ہے۔ من جملہ ان باتوں کے ایک قیاس کو بھی گنوایا ہے اس پر عمل کرنا تقلید ہے اس کو بھی نواب صاحب مرحوم واجب کہتے ہیں۔ ۱۲ منہ۔

ریاکاری اس عالم فانی کے تجملات چند روزہ تک ہو آپ بھی ان سے علیحدہ ہو جائیے۔ کیوں کہ ایسے ازلی گمراہوں کو آپ کی نصیحت سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ خدا کو خوب معلوم ہے جو اس کے راستے سے بھکے ہوئے ہیں، اور وہ جو ہدایت پر ہیں۔ پھر فرماتا ہے:

جزاء وسزا کا اثبات:...... وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ کہ اس کو کسی کی ہدایت وگمراہی سے نہ نفع پہنچ سکتا ہے نہ نقصان، وہ بے پرواہ ہے آسمانوں اور زمین پر اس کی بادشاہت ہے اور سب اسی کی ملک وقبضہ میں ہیں۔ ہاں تمہارے ہی نفع کے لیے اس نے دنیا میں قانون آسمانی یعنی شریعت نازل کر دی۔ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ۔ الخ تاکہ جو اس کے اوپر نہ چلیں اور نیک بختی نہ اختیار کریں ان کو دنیا و آخرت میں ان کی بدی کا بدلہ دے اور جو نیکی کریں ان کو نیک بدلہ دیں۔

صغیرہ وکبیرہ گناہ:...... پھر نیکیوں کی شرح کرتا ہے فقال:

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ کہ نیک وہ ہیں جو کبائر الاثم والفواحش سے بچتے ہیں۔

کبائر کبیرہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں بڑا گناہ۔ اس کی تفصیل میں مختلف احادیث ومختلف علماء کے اقوال ہیں:

شرک کرنا، قتل ناحق، چوری، زنا، ماں باپ کی نافرمانی، جادو کرنا، جہاد میں سے بھاگ آنا، کسی کو زنا کی تہمت لگانا، غیبت کرنا، فحش کرنا، فرائض وواجبات ترک کرنا وغیرہ وغیرہ۔ فواحش فاحشہ کی جمع ہے انہیں کبائر میں خاص وہ گناہ جو فحش سے متعلق ہیں جیسا کہ زنا، لواطت عام ہے کہ انسان سے ہو یا چوپایوں سے یہ فعل شنیع کیا جائے یا ایک عورت دوسری سے سحق (ہم جنس پرستی) کرے سب فواحش میں داخل ہیں

بظاہر ہر ایک گناہ سے بچنے پر محسن ہونا ثابت ہوتا تھا، جو ایک بہت بڑی بھاری بات تھی اس لیے کہ بشریت کے جامہ میں رہ کر ذرا ذرا سے گناہ سے بچنا مشکل بات ہے، اس لیے اس رحیم وکریم نے استثنا کر دیا کہ

اِلَّا اللَّمَمَ ○ مبرد کہتے ہیں لمم کسی بدبات کا قصد کرنا اور ارتکاب نہ کرنا۔ اس سے چھوٹے گناہ مراد ہیں جیسا کہ کسی اجنبیہ پر نظر کرنا، یا ہاتھ لگانا، یا بوسہ لینا، بیہودہ بکواس کرنا، ہنسی تمسخر کرنا۔ ان گناہوں کی بھی اجازت نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر یہ گناہ احیاناً سرزد ہو جائیں بشرطیکہ ان پر اصرار ومداومت نہ ہو معاف ہیں کیونکہ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ میرے رب کی مغفرت وسیع ہے۔

پس کسی گناہگار کو بھی اس سے ناامید نہیں ہونا چاہیے توبہ واستغفار پڑھو وہ سب کو معاف کر دیتا ہے۔

اے بنی آدم! وہ تمہاری سرشت سے خوب واقف ہے اس لیے فرمایا ہے ہیں اس آیت کے معنی هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ قوت بہیمیہ تم میں خمیر کی گئی ہے اور اس کے بعد ماں کے پیٹ میں پڑ کر اور بھی بشریت کے خصائص تم سے چسپاں ہو گئے ہیں۔

وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ، کے یہ معنی تھے اجنہ جنین کی جمع۔ جو ماں کے پیٹ میں بچہ ہوتا ہے اس کو جنین کہتے ہیں۔

جب یہ تو فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ، اپنی پاکیزگی نہ جتلاؤ۔ تقویٰ کرنے والے اس کو خوب معلوم ہیں، وہ جو خصائص بشریہ ان کی ملکیت میں دب گئے ہیں اور وہ روحانیت ان پر غالب آ گئی ہے اس معنی میں جناب سید المرسلین محمد ﷺ نے کیا خوب فرمایا ہے:

ای عبد لک لا الما کہ تیرا کون سا بندہ ہے کہ جس نے چھوٹا گناہ بھی نہیں کیا؟۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے۔

مسیح نے کہا: تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے، ایک تو کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا۔ انجیل متی ۱۹ باب ۱۷ اورس۔

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى ﴿۳۳﴾ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ﴿۳۴﴾ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿۳۵﴾ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى ﴿۳۷﴾ اَلَّا

تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۳۸ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۳۹ وَاَنَّ سَعْيَهٗ
سَوْفَ يُرٰى ۴۰ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۴۱ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ۴۲ وَاَنَّهٗ
هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ۴۳ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ۴۴ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ
وَالْاُنْثٰى ۴۵ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ۴۶ وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ۴۷ وَاَنَّهٗ
هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ۴۸ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ۴۹ وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادًا الْاُوْلٰى ۵۰
وَثَمُوْدَا فَمَا اَبْقٰى ۵۱ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ۵۲

ترجمہ:...... بھلا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا جس نے منہ پھیر لیا ۳۳ اور تھوڑا سا دیا اور سخت دل ہو گیا ۳۴ ۔کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے جو دیکھ رہا ہے ۳۵ کیا اس کو نہ معلوم ہوا جو موسیٰ اور ابراہیم وفادار کے ۳۶ صحیفوں میں تھا ۳۷ وہ یہ کہ کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا ۳۸ اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو کرتا ہے اور یہ کہ آدمی اپنی کوشش کو جلد دیکھے گا ۳۹ پھر اس کو پورا (پورا) بدلہ ملے گا ۴۰ اور یہ کہ آپ کے رب کے پاس جانا ہے ۴۱ اور یہ کہ وہی ہنساتا اور رلاتا ہے ۴۲ اور یہ کہ وہی مارتا اور زندہ کرتا ہے ۴۳ اور یہ کہ اس نے نر اور مادہ کا جوڑا پیدا کیا ہے ۴۵ ایک قطرہ منی سے جب کہ ڈالا جاتا ہے ۴۶ اور یہ کہ لازم ہے اس پر دوبارہ زندہ کرنا ۴۷ اور یہ کہ وہی غنی کرتا اور مقدور دیتا ہے ۴۸ اور یہ کہ وہی ستارہ شعریٰ کا رب ہے ۴۹ اور یہ کہ اسی نے عاد اولیٰ کو ہلاک کیا ۵۰ اور ثمود کو بھی پھر باقی نہ چھوڑا ۵۱ اور ان سے پہلے قوم نوح کو بھی کیونکہ وہ بڑے ظالم اور بڑے سرکش تھے ۵۲۔

ترکیب:......اعنده :الجملة المفعول الثانی لرأیت بمعنی اخبرت ۔ان لا تزر:ان مخففة و ضمیر الشان، اسمها محذوف ای انه لا تزر و الجملة المنفية فی محل الجر علی انها بدل مما فی صحف موسی۔

تفسیر:......نیکوں کا بیان کر کے ان مقابلے میں بعض بدوں کا حال بیان فرماتا ہے کہ ایسے بھی بدکار ہوتے ہیں۔فقال:

گنہگاروں کی حالت:...... اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ تَوَلّٰى ۳۳ کہ اے محمد! تو نے ایسے لوگ بھی دیکھے کہ جو ہماری یاد سے منہ پھیرتے ہیں اور کچھ تھوڑا سا دے کر دل کو سکیڑ لیتے ہیں کیا ان کو علم غیب ہے کہ یہ مال ان کے پاس ہمیشہ رہے گا اور ان کو کسی سے حاجت نہیں ہوگی۔

قرآن مجید میں ان طریقوں سے انسانی طبائع کے جزرومد اور اخیر و شر میں اس کے جذبات بتلائے جاتے ہیں اس میں تعمیم ہے جس کا ایسا حال ہوا اور یہی تعمیم منصب وعظ کے لیے مناسب ہے مگر اس کی تعمیم میں کہیں کسی شخص خاص کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے جس کو بطور نمونہ کے پیش کیا ہے۔اس لیے مفسرین کہتے ہیں اس الذی سے ولید بن مغیرہ کی طرف اشارہ ہے جو اسلام لا کر خیرات کرنے لگا تھا۔پھر کسی کے عار دلانے سے پھر گیا اور ہاتھ روک لیا۔اب اس کو پہلے انبیاء کے صحیفوں یعنی کتابوں کے مضامین یاد دلا کر سمجھایا جاتا ہے۔

کتب سماویہ کے چند متفقہ مضامین

فقال: اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ۝ وَاِبْرٰهِيْمَ کہ موسیٰ اور ابراہیم وفادار بندے کے صحیفوں میں کیا لکھا ہوا تھا۔

۔معلوم نہیں؟ صحف موسیٰ توریت یا اوران کی بعض مفقود شدہ کتابیں۔

اسی طرح ابراہیم علیہ السلام پر بھی کچھ صحیفے نازل ہوئے تھے جواب بالکل مفقود ہیں۔

ان صحیفوں کی پہلی بات:

۱) اَلَّا تَزِرُ کہ کوئی کسی کا بوجھ یعنی گناہ نہیں اٹھائے گا۔ یعنی کرے کوئی بھرے کوئی۔ کسی کے گناہ میں قیامت کو دوسرا نہیں پکڑا جائے گا۔ اس کہنے سے کہ تو گناہ کرلے اور تیرا گناہ مجھ پر، یہ بری نہ ہوگا۔

۲) وَاَنْ لَّيْسَ...الخ انسان کو اپنی کمائی یعنی اعمال کا پھل ملتا ہے کرایہ کے لوگوں کے اعمال اس کو نفع نہ دیں گے یعنی گناہ سے ڈرنا چاہیے اور نیکی میں آپ کو کوشش کرنی چاہیے [1] اس سے یہ غرض نہیں کہ ایماندار کو اس کے ایمان کی برکت اور اس کی کوشش سے اس کو آخرت میں کسی کی شفاعت سے نفع نہ ہوگا یا اس کے لیے کسی کی دعا فائدہ مند ہوگی یا مرنے کے بعد کسی کے لیے صدقات واعمال صالحہ کی برکت سے جو اس کے لیے دعا وصلہ ہے نفع نہ ہوگا جیسا کہ معتزلہ اور دیگر لوگوں نے سمجھ لیا ہے۔

۳) وَاَنَّ سَعْيَهٗ ...الخ انسان کی کوشش رائگاں نہ جائے گی، اگر یہ خود اس کے رائگاں کرنے کے کام نہ کرے گا ورنہ عمل حبط بھی ہو جاتے ہیں۔

۴) اس کو اپنے اعمال کا پورا بدلہ ملے گا۔ ۵) خدا کے پاس ہر ایک کو جانا ہے۔

۶) یہ کہ خوشی وغم خدا ہی کی طرف سے ہے۔ ۷) مارنا جلانا بھی اسی کے ہاتھ ہے۔

۸) نر و مادہ اسی نے بنائے ہیں قطرہ منی سے۔ ۹) وہی مارنے کے بعد بار دیگر حشر میں زندہ کرے گا۔

۱۰) وہی فراغ دستی وتنگ دستی دیتا ہے۔

۱۱) یہ نہ ستاروں کی تاثیر ہے نہ اور کوئی تدبیر کس لیے کہ وہ شعریٰ [2] یعنی ستاروں کا بھی مالک ہے۔

۱۲) اور یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ دنیا میں اعمال بد کا ثمرہ نہیں ملتا کس لیے کہ اس نے قوم عاد [3] وثمود اور نوح کی قوم کو غارت کر دیا کسی کو

---

[1] عیسائیوں کے عقیدہ کفارہ نے ان دونوں باتوں سے ان کو غافل کر دیا اور انسان کو بے قید بنا دیا ۱۲ منہ۔

[2] شعرے ایک ستارہ ہے جو گرمی کے موسم میں جوزا کے بعد نکلتا ہے۔ یہ دو ہیں ایک نہایت روشن ہے اس کو عبور کہتے ہیں۔ دوسرا اس سے کم۔ اس کو غمیصا کہتے ہیں۔ بہت لوگ ان کو پوجتے تھے بن جلسان کے عرب میں جس نے اس کی پرستش اول اختیار کی وہ آنحضرت ﷺ کی ننھیال میں سے ایک شخص ابن ابی کبشہ نامی تھا۔ اور ستارے عرض میں آسمان کو قطع کرتے ہیں مگر یہ طول میں۔ اس لیے سب کے خلاف اس نے یہ بات نکالی تھی اس لیے ابوسفیان مخالفت عرب کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو ابن ابی کبشہ کہا کرتا تھا ۱۲ منہ۔

[3] شعرے ایک ستارہ ہے جو گرمی کے موسم میں جوزا کے بعد نکلتا ہے۔ یہ دو ہیں ایک نہایت روشن ہے اس کو عبور کہتے ہیں۔ دوسرا اس سے کم۔ اس کو غمیصا کہتے ہیں۔ بہت لوگ ان کو پوجتے تھے بن جلسان کے عرب میں جس نے اس کی پرستش اول اختیار کی وہ آنحضرت ﷺ کی ننھیال میں سے ایک شخص ابن ابی کبشہ نامی تھا۔ اور ستارے عرض میں آسمان کو قطع کرتے ہیں مگر یہ طول میں۔ اس لیے سب کے خلاف اس نے یہ بات نکالی تھی اس لیے ابوسفیان مخالفت عرب کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو ابن ابی کبشہ کہا کرتا تھا ۱۲ منہ!

باقی نہ چھوڑا کیوں کہ وہ ظالم اور سرکش تھے۔ یہ بارہ باتیں ہوئیں جو انسان کی سعادت کے لیے نہایت نافع ہیں، توحید و توکل و اعتقاد صحیح اور نیکی میں کوشش کرنے اور بدی سے بچنے کی بابت اور برے اعمال کے بد نتیجے کے پیش آنے بابت۔

انہ۔ انہ کو جمہور نے بالفتح پڑھا ہے سب کا عطف لفظ ما پر ہے جس سے لازم ہوگا کہ سب موسیٰ اور ابراہیم کے صحیفوں کی باتیں ہیں۔

وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿۵۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾ هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿۵۶﴾ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾ ع

ترجمہ: ......اور قوم لوط کی بستیوں کو بھی الٹ دیا ﴿۵۳﴾ پھر ان کو ڈھانک دیا تھا اس نے کہ ڈھانک دیا ﴿۵۴﴾ پھر اے آدمی تو اپنے رب کی کس کس نعمت میں جھگڑے گا ﴿۵۵﴾ یہ نبی بھی ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والا ہے ﴿۵۶﴾ بس قریب آ لگی آنے والی ﴿۵۷﴾ (قیامت) کہ جس کو اللہ کے سوا اور کوئی ظاہر نہیں کر سکتا ﴿۵۸﴾ پھر کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو ﴿۵۹﴾ اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ﴿۶۰﴾ اور تم کھیل رہے ہو ﴿۶۱﴾ بس اللہ کو سجدہ کرو اور بندگی کرو ﴿۶۲﴾

ترکیب: ......المؤتفكة منصوب [1] ضربة، فبأى، الحاء متعلق تتمارى۔ من دون۔ باھوی الانتكاف الانقلاب تقول آفكة اذا قلبته المؤتفكة المنقلبة ماغشى مفعول ثان ويحتمل ان يكون فاعلا يقال ضربه من زائدة تقديره ليس لها غير الله كاشفة هى صفة المؤنث اى نفس كاشفة وقيل التاء للمبالغة۔

معذب قوم کا تذکرہ کر کے مخاطبین کو تنبیہ

تفسیر: ......فرماتا ہے کہ قوم عاد و ثمود و قوم نوح پر کیا موقوف ہے ان کے بعد الٹی ہوئی بستیوں کو بھی جو قوم لوط کی بستیاں تھیں سدوم وغیرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں ان کو اس قوم کی بدکاری پر الٹ دیا۔ جو اے قریش! جو شام کے سفر میں آتے جاتے تم کو ان کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔ ان بستیوں کو ڈھانک لیا اس چیز نے کہ ڈھانک لیا تھا۔ اس ڈھانکنے والی چیز کے ابہام میں ہول دلانا مقصود ہے۔ وہ کیا چیز تھی؟ پتھر تھے جو ان پر برسے اور ممکن ہے کہ جمیع الامم کی طرف ضمیر راجع ہو اور وہ ڈھانکنے والی چیز قہر الٰہی اور اس کا عذاب شدید تھا جو ان پر ہر طرف سے محیط ہو گیا تھا۔ پھر ان دلائل کے بعد فرماتا ہے:

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿﴾ کہ انسان تو خدا کی کس کس نعمت میں جھگڑا کرے گا اس کی ہر ایک نعمت اس کی توحید پر برہان قاطع ہے کس کس کو غیر کی طرف منصوب کرے گا اور غیر کو اس میں شریک کرنا ان نعمتوں میں جھگڑا کرنا ہے۔

توحید کے بعد پھر رسالت کے مسئلہ کو سورت کے خاتمہ میں ذکر کرتا ہے فقال:

[1] المؤتفكة مدائن قوم لوط و سمیت المؤتفكة لانها انقلبت بهم و صار عاليها سافلها تقول افكته اذا قلبته ۱۲ حقانی۔

هٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى﴿۵۶﴾ کہ جس طرح اول نذیر یعنی ڈرسنانے والے انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے گئے ہیں، حضرت ہود، صالح، نوح، ابراہیم، لوط اور موسیٰ علیہم السلام انہی میں سے ایک یہ بھی ہیں: محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ کوئی نئی بات نہیں جس سے تم انکار کرتے ہو۔

اس کے بعد تیسرے مسئلہ حشر کو ذکر کرتا ہے:

اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ﴿۵۷﴾ کہ قیامت (جس کا نام ہے آزفہ یعنی قریب آنے والی ہے) قریب آ لگی آنے والی چیز کو گنتی ہی دور ہو مگر آنا بہ فانا قریب قریب ہوتی جاتی ہے۔ اس پر شاید منکر یہ کہتے ہوں کہ وہ کب آئے گی؟ اس کا جواب دیتا ہے۔

لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ﴿۵۸﴾ کہ اس کو اللہ کے سوا کوئی ظاہر نہیں کرسکتا کہ وہ کب ہوگی؟

قیامت کا وقت خدا تعالیٰ نے اس مصلحت سے مخفی رکھا ہے کہ اگر اس کا وقت بتا دیا جاتا تو اس وقت کو دور دراز سمجھ کر لوگ غافل ہو جاتے اب جو ابہام ہے تو ایماندار کو ہر وقت خوف لگا رہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس سے پہلے جو کچھ کرنا ہے کر لینا چاہیے پھر مہلت کہا؟

اور کی قیامت اس کی موت ہے جس میں کسی کو بھی شبہ نہیں اور اس کا بھی وقت معلوم نہیں مگر اس پر بھی غفلت ہے۔

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ﴿۵۹﴾ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ﴿۶۰﴾ کہ کیا تم قیامت کے دن سے تعجب کرتے ہو کہ بھلا یہ عالم جو ہزاروں برسوں سے ہے فنا ہو جائے گا؟ اور جو دہریت و فلسفہ کی غلاظت میں آلودہ ہیں وہ تو اس پر ہنستے ہیں اور روتے نہیں حالانکہ اس مصیبت کے وقت کو سن کر رونا چاہیے۔

وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ﴿۶۱﴾ تم بھول اور غفلت میں پڑے ہوئے ہو۔ سمود: غفلت و سہو۔ غفلت کی یہ حالت ہے کہ جہاں چند روز رہنا ہے وہاں کے لیے رات دن ان تدابیر جائز و ناجائز میں گرفتار ہے کہ دوسرے کا ہوش نہیں کہ کہیں جانا بھی ہے اور عمر ہے کہ اپنے منازل بڑی سرعت کے ساتھ طے کر رہی ہے ادھر لذات و شہوات کا وہ نشہ چڑھا ہوا ہے کہ بے ہوشی اسی طرف سے طاری ہو رہی ہے۔

اس لیے اس عالم جاودانی کا توشہ جمع کرنے کے لیے ایمانداروں کو حکم دیتا ہے اور اسی پر سورت کو تمام کرتا ہے۔ فقال:

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ کہ اللہ کو سجدہ کرو۔ عام ہے کہ صرف سجدہ کرو یا نماز پڑھو کہ اس میں سجدہ بھی ہے اور سجدہ بندے کا خدا سے پوری نیاز مندی کا اظہار ہے اور سجدہ نماز ہی پر موقوف نہیں بلکہ واعبدوا اس کی ہر طرح سے عبادت کرو تسبیح و تہلیل و استغفار و ذکر و مراقبہ خیرات و صدقات سب کو شامل ہے۔ مسائل ثلاثہ کو ثابت کر کے سورت کو کس موقع پر تمام کیا ہے۔

❁❁❁

تفاسیر و علوم قرآنی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر

دار الاشاعت کی مطبوعہ مستند کتب

تفاسیر و علوم قرآنی

تفسیر عثمانی بعد تفسیری عنوانات جدید کتابت ۲ جلد ———— علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، اضافہ عنوانات جناب محمد ولی رازی

تفسیر مظہری اردو ———— ۱۲ جلدیں ———— قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ

قصص القرآن ———— ۴ حصے در ۲ جلد کامل ———— مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

تاریخ ارض القرآن ———— علامہ سید سلیمان ندویؒ

قرآن اور ماحولیات ———— انجینئر شفیع حیدر دانش

قرآن سائنس اور تہذیب و تمدن ———— ڈاکٹر حقانی میاں قادری

لغات القرآن ———— مولانا عبد الرشید نعمانی

قاموس القرآن ———— قاضی زین العابدین

قاموس الفاظ القرآن الکریم (عربی انگریزی) ———— ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندوی

ملک البیان فی مناقب القرآن (عربی انگریزی) ———— حبان پبلشرز

اعمال قرآنی ———— مولانا اشرف علی تھانویؒ

قرآن کی باتیں ———— مولانا احمد سعید صاحب

حدیث

تفہیم البخاری مع ترجمہ و شرح اردو ۳ جلد ———— مولانا ظہور الباری اعظمی فاضل دیوبند

تفہیم المسلم ۳ جلد ———— مولانا زکریا اقبال، فاضل دار العلوم کراچی

جامع ترمذی ۲ جلد ———— مولانا فضل احمد صاحب

سنن ابو داؤد شریف ۳ جلد ———— مولانا سرور احمد صاحب، مولانا خورشید عالم قاسمی صاحب فاضل دیوبند

سنن نسائی ۳ جلد ———— مولانا فضل احمد صاحب

معارف الحدیث ترجمہ و شرح ۴ جلد ۷ حصے کامل ———— مولانا محمد منظور نعمانی صاحب

مشکوٰۃ شریف مترجم مع عنوانات ۳ جلد ———— مولانا عابد الرحمٰن کاندھلوی / مولانا عبد اللہ جاوید

ریاض الصالحین مترجم ۲ جلد ———— مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہریؒ

الادب المفرد کامل مع ترجمہ و شرح ———— از امام بخاری

مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف ۵ جلد کامل اعلیٰ ———— مولانا عبد اللہ جاوید غازی پوری فاضل دیوبند

تقریر بخاری شریف ———— ۳ حصے کامل ———— حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

تجرید بخاری شریف ———— ایک جلد ———— علامہ حسین بن مبارک زبیدی

تنظیم الاشتات ———— شرح مشکوٰۃ اردو ———— مولانا ابو الحسن صاحب

شرح اربعین نووی ———— ترجمہ و شرح ———— مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری

قصص الحدیث ———— مولانا محمد زکریا اقبال، فاضل دار العلوم کراچی

ناشر:- دار الاشاعت اردو بازار کراچی فون ۳۲۶۳۱۸۶۱-۳۲۲۱۳۷۶۸

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۂ اللہ متخلص بہ حقانی مایہ ناز عالم دین اور محدث تھے۔ حدیث کی ترویج و اشاعت میں آپ کا کردار نا قابل فراموش ہے۔ آپ کی شخصیت ہند و پاک کی مستند اور نہایت قابل احترام تسلیم کی جاتی ہے اور آپ کی دینی، مذہبی، تجدیدی اور تصنیفی کارنامے مشہور و معروف ہیں، آپ کی تصانیف لائبریریوں کی زینت ہیں۔ اور ہر دور میں ارباب تحقیق آپ کی بصیرت، علمی کمال، تحقیقی ذہانت، اور روحانی کمالات کا اعتراف کرتے آئے ہیں۔ ان ہی علمی خدمات میں سے ایک تفسیر فتح المنان بھی ہے جو کہ تفسیر حقانی کے نام سے معروف و مشہور اور آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

تفسیر کی نمایاں خصوصیات

اس تفسیر میں روایت کو کتاب حدیث سے اور درایت کو اس فن کے علماء محققین سے جمع کیا گیا ہے، اُردو میں اصل مطلب قرآن کو واضح کیا گیا ہے، شانِ نزول میں روایتِ صحیحہ نقل کی گئی ہیں، آیات احکام میں اول مسئلۂ منصوصہ کو ذکر کر کے پھر اختلاف مجتہدین اور ان کے دلائل کی وضاحت کی ہے، اعراب کی مختلف وجوہ میں سے جو مصنف کی نگاہ میں قوی تھی اس کا ذکر کیا گیا ہے، معانی اور بلاغت کے متعلق نکات قرآنیہ بھی تفصیلاً ذکر کیے ہیں، کوئی حدیث بغیر سند کتب صحاح ستہ وغیرہ کے نہیں لائی گئی، قصص میں جو کچھ روایت صحیحہ یا کتب سابقہ سے ثابت ہے یا خود قرآن میں جو کچھ وارد ہے اس کو بیان کر دیا ہے، آیات میں ربط پر خاص توجہ ہے، مخالفین کے شکوک وشبہات جس قدر تاریخی واقعات یا مبداء و معاد کی بابت کئے جاتے ہیں، سب کا جواب الزامی اور تحقیقی دیا گیا ہے اور نفس ترجمہ میں تفسیر کو قوسین کے درمیان لایا گیا ہے، تکرار، رطب و یابس اور کسی خاص مذہب کی تائید میں غلو سے اجتناب ہے اور مذاہب کا تقابلی مطالعہ کرنے کے بعد قرآن مجید کی حقانیت کو واضح کیا گیا ہے، بائبل اور دوسری مذہبی کتابوں سے تقابلی مطالعہ اس تفسیر کا خاص موضوع ہے اور یہ تفسیر سلف کی عمدہ تفاسیر کا لب لباب اور عطر ہے۔

نیز ہر ایک آیت کے مشکل الفاظ کے معانی صوفیائے کرام کے فیوضات وملفوظات اور تصوف کے اسرار و نکات کی باریکیاں آیات کی تفسیر کے ضمن میں بیان کی ہیں۔ اس تفسیر کے ساتھ ہی مقدمۃ القرآن میں علامہ حقانی رحمۂ اللہ نے تفسیر کی وہ تمام خوبیاں اور فوائد لکھ دیئے ہیں جن کا جاننا ہر مفسرِ قرآن کے لیے ضروری اور ہر تفسیر پڑھنے والے کے لیے لابدی ہے اور آخر میں جغرافیۃ العرب ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں تاریخی مقامات کے نقشے اور قرآن شریف میں ذکر کیے ہوئے شہروں کے حالات درج ہیں۔ جن کے پڑھنے سے مطالبِ قرآن کے سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے

دارالاشاعت کراچی اپنے روایتی معیار کے مطابق اس تفسیر کو آج کل کی ضرورت کے تحت تفصیلی عنوانات سے آراستہ کر کے اور کچھ الفاظ کی تسہیل وغیرہ کے اضافہ کے ساتھ شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو قبول و منظور فرما کر ذخیرۂ آخرت ونجات کا سبب بنائے۔ آمین

www.darulishaat.com.pk

E-mail : sales@darulishaat.com.pk
ishaat@cyber.net.pk
ishaat@pk.netsolir.com

تفسیر حقانی

DIU-00974